

نہج البلاغہ

ترجمہ و حواشی
از

حجۃ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مرحوم و مغفور علی اللہ مقامہ

المعراج کمپنی

(لاہور پاکستان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

ادب عربی میں کتاب ”نہج البلاغہ“ علمی دنیا، بالخصوص جہان اسلام میں بلاشبہ نمایاں اور منفرد مقام رکھتی ہے۔

جو امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کلام گہر بار ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے مطالب الہام ربانی کا عطیہ خاص ہیں جس میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کا امتزاج چھلکتا ہے۔ اور یہ تعلیمات و تہذیبات علوم ومعارف کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جو کلام الامام امام الکلام کا مصداق ہے۔

علامہ سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تدوین، تجميع اور تقدیم کا عظیم کارنامہ انجام دیا اور قائد ملت جعفریہ علامہ مفتی جعفر حسین اعلیٰ اللہ مقامہ نے اردو کے قالب میں ڈھال کر، جہاں خالق کائنات کی رضا اور خوشنودی طلب کی ہے۔ وہاں ہم پر بھی احسان عظیم کیا ہے۔

نہج البلاغہ کا یہ اردو ترجمہ اردو ادب میں عظیم ادبی مقام رکھتا ہے آپ جناب کے ادبی مقام کو بھی تسلیم کروا چکا ہے۔

اس عظیم کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کا شرف نو بنیاد ادارہ ”المعراج کمپنی پاکستان“ کو ایک عمدہ اور بہترین، یوں سمجھ لیں کہ یہ نقش دوم ہے جو دوسری پیشکش کے طور پر حاصل ہوا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں سید ذوالفقار علی نقوی صاحب نے معاونت کی۔ خداوند متعال ان کی توفیقات میں اضافہ اور ان کے مرحومین کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

المعراج کمپنی لاہور۔ پاکستان

یکم نومبر ۲۰۰۳ء

فہرست مضامین ترجمہ نہج البلاغہ جلد اول

نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ	نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ
۱۱	حضرت عثمان کی دی ہوئی جاگیریں جب پلٹا لیں تو فرمایا	۲۱	پیش کش۔		
۱۱	جب اہل مدینہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو فرمایا۔	۲۲	حرف اول۔		
۱۲۰	مسند قضا پر بیٹھنے والے نااہلوں کی مذمت میں	۲۷	مقدمہ از حضرت سید العلماء		
۱۲۲	علماء کے مختلف الآراء ہونے کی مذمت اور تصویب کی رد۔	۵۶	علامہ سید رضی کے سوانح حیات		
۱۲۶	اشعث ابن قیس کی غداری و نفاق کا تذکرہ۔	۵۹	دیباچہ از مولف نہج البلاغہ		
۱۳۰	موت کی ہولناکی اور اس سے عبرت اندوزی۔	۶۸	نمبر خطبہ ۱ معرفت باری کے درجات، زمین و آسمان کی خلقت، آدم کی پیدائش، احکام قرآنی کی تقسیم اور حج کا بیان		
۱۳۱	دنیا میں سبکا بار رہنے کی تعلیم۔	۸۰	نمبر ۲ بعثت سے قبل عرب کی حالت، اہل بیت کی فضیلت اور ایک جماعت کی منقصد		
۱۳۱	قتل عثمان کا الزام عائد کرنے والوں کے بارے میں۔	۸۳	خطبہ خلفائے ثلاثہ کی حکومت کے بارے میں		
۱۳۲	حد سے باز رہنے اور عزیز و اقارب سے حسن سلوک کے بارے میں۔	۸۳	شقشقیہ آپ کا نظریہ اور آپ کے عہد خلافت میں دشمنوں کی شورش انگیزیاں۔		
۱۳۶	جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے فرمایا۔	۹۹	نمبر ۳ حضرت کی دور رس بصیرت اور دین میں یقین کامل اور حضرت موسیٰ کے خوفزدہ ہونے کی وجہ۔		
۱۳۶	بہر ابن ابی ارقطہ کی تاخت و تاراج کے بعد جنگ سے جی چرانے والے ساتھیوں کے متعلق فرمایا۔	۱۰۰	نمبر ۵ پیغمبر کے بعد جب ابوسفیان نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی تو اس موقع پر فرمایا۔		
۱۳۸	بعثت کے قبل عرب کی حالت اور پیغمبر کے بعد اہل دنیا کی بے رخی اور معاویہ و عمر ابن عاص کا معاہدہ۔	۱۰۳	نمبر ۶ جب طلحہ و زبیر کے تعاقب سے آپ کو روکا گیا تو اس موقع پر فرمایا۔		
۱۴۰	جہاد پر ابھیجتہ کرنے کے لیے فرمایا۔	۱۰۴	نمبر ۷ منافقین کی حالت		
۱۴۳	دنیا کی بے ثباتی اور زوال آخرت کی اہمیت کا تذکرہ	۱۰۵	نمبر ۸ جب زبیر نے یہ کہا کہ میں نے دل سے بیعت نہ کی تھی، تو آپ نے فرمایا۔		
۱۴۵	جنگ کے موقع پر حیلے بہانے کرنے والوں کے متعلق فرمایا	۱۰۵	نمبر ۹ اصحاب جمل کا بودا پن۔		
۱۴۶	قتل عثمان کے سلسلے میں آپ کی روش۔	۱۰۶	نمبر ۱۰ طلحہ و زبیر کے بارے میں۔		
		۱۰۶	نمبر ۱۱ محمد ابن حنفیہ کو آداب حرب کی تعلیم۔		
		۱۰۹	نمبر ۱۲ عمل کا دار و مدار نیت پر ہے۔		
		۱۱۰	نمبر ۱۳ بصرہ اور اہل بصرہ کی مذمت میں۔		
		۱۱۷	نمبر ۱۴ اہل بصرہ کی مذمت میں		

انتساب

صحیفہ امامت، گلدستہ معرفت، خزانیہ علم و حکمت منبع وضاحت و بلاغت، آئین تعلیم و تربیت، کتاب مستطاب ”نہج البلاغہ“ کو امام زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ اس امید اور اس دعا کے ساتھ کہ.....

ع۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

(اقبال)

نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ	نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ
نمبر ۷۰	پیغمبر پر درود بھیجنے کا طریقہ۔	۱۹۵	نمبر ۸۹	آسمان و زمین کی خلقت اور زمین کے پانی پر ۲۲۷	
نمبر ۷۱	جب حسن اور حسین علیہما السلام نے مروان کی سفارش کی تو آپ نے فرمایا۔	۱۹۶	نمبر ۹۰	بچائے جانے اور اللہ بچانے کے علم جزئیات ہونے کے بارے میں فرمایا۔	
نمبر ۷۲	جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا۔	۱۹۸	نمبر ۹۱	جب آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو فرمایا۔ ۲۳۶	
نمبر ۷۳	جب لوگوں نے نقل عثمان میں شرکت کا الزام آپ پر لگایا تو فرمایا۔	۱۹۸	نمبر ۹۲	خارج کی بیخ کنی اور اپنے علم کی ہمہ گیری ۲۳۸ اور بنی امیہ کی فتنہ پرداز کی سلسلہ میں فرمایا۔	
نمبر ۷۴	پندرہ نصیحت کے سلسلہ میں فرمایا۔	۱۹۸	نمبر ۹۳	خداوند عالم کی حمد و ثناء اور انبیاء کی توصیف ۲۵۱ میں فرمایا۔	
نمبر ۷۵	بنی امیہ کے متعلق فرمایا۔	۱۹۹	نمبر ۹۴	بعثت کے وقت لوگوں کی حالت اور تبلیغ کے سلسلہ میں پیغمبر کی مساعی کے متعلق فرمایا۔	
نمبر ۷۶	دعائیہ کلمات۔	۲۰۰	نمبر ۹۵	نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام کی مدح و توصیف میں فرمایا۔	
نمبر ۷۷	مؤمنین کی پیشگوئیوں کی رد۔	۲۰۰	نمبر ۹۶	اپنے اصحاب کو تنبیہ اور سرزنش کرتے ہوئے ۲۵۳ فرمایا۔	
نمبر ۷۸	عورتوں کے فطری نقائص۔	۲۰۲	نمبر ۹۷	بنی امیہ اور ان کے مظالم کے متعلق فرمایا۔ ۲۵۷	
نمبر ۷۹	پندرہ نصیحت کے سلسلہ میں فرمایا۔	۲۰۳	نمبر ۹۸	ترک دنیا اور تیریگی عالم کے سلسلہ میں فرمایا۔ ۲۵۸	
نمبر ۸۰	اہل دنیا کے ساتھ دنیا کی روش۔	۲۰۴	نمبر ۹۹	اپنی سیرت و کردار اور اہل بیت کی عظمت ۲۶۰ کے سلسلہ میں فرمایا۔	
نمبر ۸۱	موت اور موت کے بعد کی حالت، انسانی ۲۰۵ خلقت کے درجات اور پند و نصائح۔		نمبر ۱۰۰	عبدالملک بن مروان کی تاراجیوں کے متعلق ۲۶۱ فرمایا۔	
نمبر ۸۲	عمر ابن عاص کے بارے میں۔	۲۱۵	نمبر ۱۰۱	بعد میں پیدا ہونے والے فتنوں کے متعلق ۲۶۲ فرمایا۔	
نمبر ۸۳	تذریہ باری اور پند و نصائح کے سلسلہ میں فرمایا۔	۲۱۶	نمبر ۱۰۲	زہد و تقویٰ اور اہل دنیا کی حالت کے متعلق ۲۶۳ فرمایا۔	
نمبر ۸۴	آخرت کی تیاری اور احکام شریعت کی نگہداشت کے سلسلہ میں فرمایا۔	۲۱۷	نمبر ۱۰۳	بعثت سے قبل لوگوں کی حالت اور پیغمبر کی تبلیغ و ہدایت کے متعلق فرمایا۔	
نمبر ۸۵	دوستان خدا کی حالت اور علماء سوء کی مذمت ۲۱۹ میں فرمایا۔		نمبر ۱۰۴	پیغمبر اکرم کی مدح و توصیف اور فرائض امام کے سلسلہ میں فرمایا۔	
نمبر ۸۶	امت کے مختلف گروہوں میں بٹ جانے اور پیغمبر و امام کے ارشادات کو پس پشت ڈال دینے کے سلسلہ میں فرمایا۔	۲۲۳	نمبر ۱۰۵	شریعت اسلام کی گرانقدری اور پیغمبر کی عظمت کے متعلق فرمایا۔	
نمبر ۸۷	بعثت کے قبل دنیا کی حالت پر انگزدگی اور یہ کہ پہلے لوگوں اور موجودہ دور کے لوگوں کے حالات یکساں ہیں۔	۲۲۵			
نمبر ۸۸	صفات باری اور پند و موعظت کے سلسلہ میں فرمایا۔	۲۲۶			

نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ	نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ
نمبر ۳۱	جنگ جمل چھڑنے سے پہلے ابن عباس کو زبیر کے پاس بھیجا تو ان سے فرمایا۔	۱۵۳	نمبر ۳۲	دنیا کی مذمت اور اہل دنیا کی قسمیں۔	۱۵۳
نمبر ۳۳	جب جنگ جمل کے لیے روانہ ہوئے تو فرمایا۔	۱۵۵	نمبر ۳۴	اہل شام کے مقابلہ میں لوگوں کو آمادہ جنگ کرنے کے لیے فرمایا۔	۱۵۶
نمبر ۳۵	تحکیم کے بارے میں فرمایا۔	۱۵۹	نمبر ۳۶	اہل نہروان کو ان کے انجام سے مطلع کرنے کے لیے فرمایا۔	۱۶۲
نمبر ۳۷	اپنی استقامت دینی و سبقت ایمانی کے متعلق فرمایا۔	۱۶۳	نمبر ۳۸	شبہ کی وجہ تسمیہ اور دوستان خدا کی صفت و دشمنان خدا کی مذمت۔	۱۶۵
نمبر ۳۹	جنگ سے جی چرانے والوں کی مذمت میں۔	۱۶۵	نمبر ۴۰	خارج کے قول ”لا حکم الا للہ“ کے جواب میں فرمایا۔	۱۶۶
نمبر ۴۱	غداروں کی مذمت میں فرمایا۔	۱۶۷	نمبر ۴۲	نفسانی خواہشوں اور لمبی امیدوں کے متعلق فرمایا۔	۱۶۸
نمبر ۴۳	جب آپ کے ساتھیوں نے جنگ کی تیاری کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا۔	۱۶۸	نمبر ۴۴	جب مصقلہ ابن ہبیرہ معاویہ کے پاس بھاگ گیا تو آپ نے فرمایا۔	۱۶۹
نمبر ۴۵	اللہ کی عظمت و جلالت اور دنیا کی بیکسی و بے وقاری کے متعلق فرمایا۔	۱۷۱	نمبر ۴۶	جب شام کی جانب روانہ ہوئے تو فرمایا۔	۱۷۱
نمبر ۴۷	کوفہ پر وارد ہونے والی مصیبتوں کے متعلق فرمایا۔	۱۷۲	نمبر ۴۸	جب شام کی طرف روانہ ہوئے تو فرمایا۔	۱۷۳
نمبر ۴۹	اللہ کی عظمت و بزرگی کے بارے میں فرمایا۔	۱۷۳	نمبر ۵۰	حق و باطل کی آمیزش کے نتائج۔	۱۷۴
نمبر ۵۱	جب شامیوں نے آپ کے ساتھیوں پر پانی بذر کر دیا تو فرمایا۔	۱۷۵	نمبر ۵۲	دنیا میں زوال و فنا اور آخرت کے ثواب و عقاب کے متعلق فرمایا۔	۱۷۶
نمبر ۵۳	گوسفند قربانی کے اوصاف۔	۱۷۷	نمبر ۵۴	آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کا ہجوم۔	۱۷۷
نمبر ۵۵	میدان صفین میں جب آپ کے ساتھیوں نے یہ محسوس کیا کہ آپ اذن جہاد دینے میں تاخیر فرما رہے ہیں تو فرمایا۔	۱۷۸	نمبر ۵۶	میدان جنگ میں آپ کے صبر و ثبات کی حالت۔	۱۷۸
نمبر ۵۷	معاویہ کے بارے میں فرمایا۔	۱۸۰	نمبر ۵۸	خارج کے متعلق آپ کی پیشگوئی۔	۱۸۱
نمبر ۵۹	خارج کی ہزیمت کے متعلق آپ کی پیشگوئی۔	۱۸۲	نمبر ۶۰	جب آپ کو اچانک قتل کر دیئے جانے سے ڈرایا گیا تو آپ نے فرمایا۔	۱۸۵
نمبر ۶۱	دنیا کے بے ثباتی کا تذکرہ۔	۱۸۵	نمبر ۶۲	دنیا کے زوال و فنا کے سلسلہ میں فرمایا۔	۱۸۵
نمبر ۶۳	صفات باری کا تذکرہ۔	۱۸۷	نمبر ۶۴	جنگ صفین میں تعلیم حرب کے سلسلہ میں فرمایا۔	۱۸۸
نمبر ۶۵	سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی سننے کے بعد فرمایا۔	۱۸۹	نمبر ۶۶	محمد ابن ابی بکر کی خبر شہادت سن کر فرمایا۔	۱۹۲
نمبر ۶۷	اپنے اصحاب کی سبکدوشی و بے رخی کے بارے میں فرمایا۔	۱۹۳	نمبر ۶۸	شبہ ضربت سحر کے وقت فرمایا۔	۱۹۴
نمبر ۶۹	اہل عراق کی مذمت میں فرمایا۔	۱۹۴			

نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ
نمبر ۱۳۵	طلحہ و زبیر اور خون عثمان کے قصاص اور اپنی بیعت کے متعلق فرمایا۔	۳۲۸
نمبر ۱۳۶	ظہور حضرت قائم کے وقت دنیا کی حالت، اور کوفہ میں برپا ہونے والے فتنہ کی پیشگوئی۔	۳۲۹
نمبر ۱۳۷	شورے کے موقع پر فرمایا۔	۳۳۱
نمبر ۱۳۸	غیبت اور عیب جوئی سے ممانعت کے سلسلہ میں فرمایا۔	۳۳۱
نمبر ۱۳۹	سنی سنائی باتوں کو سچانہ سمجھنا چاہیے۔	۳۳۲
نمبر ۱۴۰	بے محل داد و بیش سے ممانعت اور مال کا صحیح مصرف۔	۳۳۵
نمبر ۱۴۱	طلب باران کے سلسلہ میں فرمایا۔	۳۳۵
نمبر ۱۴۲	اہل بیت راخون فی العلم ہیں اور وہی امامت و خلافت کے اہل ہیں۔	۳۳۷
نمبر ۱۴۳	دنیا کی اہل دنیا کے ساتھ روش اور بدعت و سنت کا بیان۔	۳۳۹
نمبر ۱۴۴	جب حضرت عمر نے غزوہ فارس میں شرکت کے لیے مشورہ لیا تو اس موقع پر فرمایا۔	۳۳۹
نمبر ۱۴۵	بعثت پیغمبر کی غرض و غایت اور اس زمانہ کی حالت کہ جب لوگ قرآن سے منحرف ہو جائیں گے اور یہ کہ ہدایت کی پہچان اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کی ضد کو پہچان لیا جائے۔	۳۴۲
نمبر ۱۴۶	طلحہ و زبیر کے متعلق فرمایا۔	۳۴۲
نمبر ۱۴۷	موت سے کچھ قبل بطور وصیت فرمایا۔	۳۴۵
نمبر ۱۴۸	حضرت حجت کی غیبت اور پیغمبر کے بعد لوگوں کی حالت کا تذکرہ۔	۳۴۶
نمبر ۱۴۹	فتنوں میں لوگوں کی حالت اور ظلم اور اہل قتلوں سے اجتناب کی نصیحت۔	۳۴۸
نمبر ۱۵۰	خداوند عالم کی عظمت و جلالت کا تذکرہ اور یہ کہ معرفت امام پر نجات کا انحصار ہے۔	۳۵۰
نمبر ۱۵۱	غفلت شعاروں کی حالت اور چوپاؤں، درندوں اور عورتوں کے عادات و خصائل۔	۳۵۳
نمبر ۱۵۲	اہل بیت کی توصیف، علم و عمل کا تلازم اور اعمال کا ثمرہ۔	۳۵۶
نمبر ۱۵۳	چگاڈڑ کی عجیب و غریب خلقت کے بارے میں فرمایا۔	۳۵۷
نمبر ۱۵۴	حضرت عائشہ کے عناد کی کیفیت اور فتنوں کی حالت۔	۳۶۰
نمبر ۱۵۵	دنیا کی بے ثباتی، پند و موعظت اور اعضاء و جوارح کی شہادت۔	۳۶۲
نمبر ۱۵۶	بعثت پیغمبر کا تذکرہ، بنی امیہ کے مظالم اور ان کا انجام۔	۳۶۷
نمبر ۱۵۷	لوگوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی۔	۳۶۸
نمبر ۱۵۸	خداوند عالم کی توصیف، خوف و رجا، انبیاء کی زندگی، اور امیری المؤمنین کے پیرائے کی حالت۔	۳۶۸
نمبر ۱۵۹	دین اسلام کی عظمت اور دنیا سے درس عبرت حاصل کرنے کی تعلیم۔	۳۷۳
نمبر ۱۶۰	حضرت کو خلافت سے الگ رکھنے کے وجوہ۔	۳۷۵
نمبر ۱۶۱	اللہ کی توصیف، انسان کی خلقت، اور ضروریات زندگی کی طرف رہنمائی۔	۳۷۶
نمبر ۱۶۲	امیر المؤمنین کا حضرت عثمان سے مکالمہ اور ان کی دامادی پر ایک نظر۔	۳۷۹
نمبر ۱۶۳	مور کی عجیب و غریب خلقت اور جنت کے دلفریب مناظر۔	۳۸۳
نمبر ۱۶۴	شفقت و مہربانی اور ظاہر و باطن کی یکسانی کی تعلیم اور بنی امیہ کا زوال۔	۳۸۹
نمبر ۱۶۵	حقوق و فرائض کی نگہداشت اور تمام معاملات میں اللہ سے خوف کھانے کی نصیحت۔	۳۹۰
نمبر ۱۶۶	جب لوگوں نے قاتلین عثمان سے قصاص لینے کی فرمائش کی تو فرمایا۔	۳۹۱
نمبر ۱۶۷	جب اصحاب جمل بصرہ کی جانب روانہ ہوئے۔	۳۹۲

نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ
نمبر ۱۰۵	جنگ صفین میں جب آپ کے ایک حصہ لشکر کے قدم اکھڑنے کے بعد دوبارہ جم گئے تو فرمایا۔	۲۷۰
نمبر ۱۰۶	پیغمبر کی توصیف اور لوگوں کے گونا گوں حالات کے سلسلہ میں فرمایا۔	۲۷۰
نمبر ۱۰۷	خداوند عالم کی عظمت، ملائکہ کی رفعت، نزع کے کیفیت اور آخرت کا ذکر فرمایا۔	۲۷۳
نمبر ۱۰۸	فرائض اسلام اور علم و عمل کے متعلق فرمایا۔	۲۷۹
نمبر ۱۰۹	دنیا کی بے ثباتی کے متعلق فرمایا۔	۲۸۰
نمبر ۱۱۰	ملک الموت کے قبض روح کرنے کے متعلق فرمایا۔	۲۸۳
نمبر ۱۱۱	دنیا اور اہل دنیا کے متعلق فرمایا۔	۲۸۳
نمبر ۱۱۲	زہد و تقویٰ اور زاہد و عقیبی کی اہمیت کے متعلق فرمایا۔	۲۸۶
نمبر ۱۱۳	طلب باران کے سلسلہ میں فرمایا۔	۲۸۹

فہرست مضامین ترجمہ نوح البلاغہ جلد دوم

نمبر ۱۲۰	جب خوارج تحکیم کے نہ ماننے پر اڑ گئے تو ۲۹۹
نمبر ۱۲۱	ان پر احتجاج کرتے ہوئے فرمایا۔
نمبر ۱۲۲	جنگ کے موقع پر کمزور اور پست ہمتوں کی مدد کرنے کے سلسلہ میں فرمایا۔
نمبر ۱۲۳	میدان صفین میں اپنے اصحاب کو فتنوں جنگ کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔
نمبر ۱۲۴	تحکیم کو قبول کرنے کے وجوہ و اسباب۔
نمبر ۱۲۵	جب بیت المال میں برابر کی تقسیم جاری کرنے پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا۔
نمبر ۱۲۶	خوارج کے عقائد کے رد میں فرمایا۔
نمبر ۱۲۷	بصرہ میں برپا ہونے والے فتنوں، حبشیوں کے سردار کی تباہ کاریوں اور تاتاریوں کے حملوں کے بارے میں فرمایا۔
نمبر ۱۲۸	دنیا کی بے ثباتی اور اہل دنیا کی حالت۔
نمبر ۱۲۹	آخرت کی حالت اور حجاج ابن یوسف ثقفی کے مظالم کے متعلق فرمایا۔
نمبر ۱۳۰	خدا کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنے کے متعلق فرمایا۔
نمبر ۱۳۱	اپنے دوستوں کی حالت اور اپنی اولویت کے متعلق فرمایا۔
نمبر ۱۳۲	جب اپنے ساتھیوں کو دعوت جہاد دی اور وہ خاموش رہے تو فرمایا۔
نمبر ۱۳۳	اہل بیت کی عظمت اور قوانین شریعت کی اہمیت کے متعلق فرمایا۔
نمبر ۱۳۴	جب ایک شخص نے دوران خطبہ میں تحکیم کے بارے میں آپ پر اعتراض کیا تو اس کے جواب میں فرمایا اور اس میں اپنے گزر جانے والے دوستوں کا تذکرہ کیا ہے۔
نمبر ۱۳۵	جب حضرت ابوذر کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تو انہیں رخصت کرتے وقت فرمایا۔
نمبر ۱۳۶	خلافت کو قبول کرنے کی وجہ اور والی و حاکم کے اوصاف۔
نمبر ۱۳۷	موت سے ڈرانے اور پند و نصیحت کے سلسلہ میں فرمایا۔
نمبر ۱۳۸	خداوند عالم کی عظمت اور قرآن کی اہمیت اور پیغمبر کی بعثت اور دنیا اور اہل دنیا کا تذکرہ۔
نمبر ۱۳۹	جب حضرت عمر نے غزوہ روم میں شرکت کا ارادہ ظاہر کیا تو انہیں شرکت جنگ سے روکنے کے لیے فرمایا۔
نمبر ۱۴۰	جب مغیرہ ابن احنس نے عثمان کی حمایت میں بولنا چاہا تو فرمایا۔
نمبر ۱۴۱	اپنی نیت کے اخلاص اور مظلوم کی حمایت کے سلسلہ میں فرمایا۔

نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ
نمبر ۱۶۸	ہوئے تو فرمایا۔	۳۹۳
نمبر ۱۶۹	جب اہل بصرہ کی طرف سے ایک شخص تحقیق کرنے کے لیے آپ کے پاس آیا تو اس سے فرمایا۔	۳۹۴
نمبر ۱۷۰	میدان صفین میں جب دشمن سے دو بدو ہو کر لڑنے کے ارادہ کیا تو فرمایا۔	۳۹۴
نمبر ۱۷۱	جب آپ پر حرص کا الزام رکھا گیا تو اس کی رد میں فرمایا۔ اور اس کے ذیل میں قریش کے مظالم اور اصحاب جہل کی غارتگریوں کا تذکرہ ہے۔	۳۹۵
نمبر ۱۷۲	خلافت کا مستحق کون ہے اور یہ کہ ظاہری مسلمانوں سے جنگ کرنے میں بصارت و بصیرت کی ضرورت ہے۔	۳۹۶
نمبر ۱۷۳	طلحہ ابن عبید اللہ کے بارے میں فرمایا۔	۳۹۹
نمبر ۱۷۴	غفلت کرنے والوں کو تنبیہ اور آپ کے علم کی ہمہ گیری۔	۴۰۰
نمبر ۱۷۵	پندرہ موعظت قرآن کی عظمت اور ظلم کے اقسام۔	۴۰۵
نمبر ۱۷۶	حکمین کے بارے میں فرمایا۔	۴۱۰
نمبر ۱۷۷	خداوند عالم کی توصیف، دنیا کی بے ثباتی اور زوال نعمت کے اسباب۔	۴۱۰
نمبر ۱۷۸	جب ذعلب یمانی نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ نے خدا کو دیکھا ہے تو اس کے جواب میں فرمایا۔	۴۱۲
نمبر ۱۷۹	اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا۔	۴۱۳
نمبر ۱۸۰	اس جماعت کے متعلق فرمایا کہ جو خارج سے مل جانے کا تہیہ نہ کیے تھے۔	۴۱۴
نمبر ۱۸۱	خداوند عالم کی تازیہ و تقدیس اور قدرت کی کار فرمائی۔ پہلی امتوں کی حالت اور شہداء صفین پر اظہار تاسف۔	۴۱۶
نمبر ۱۸۲	خداوند عالم کی توصیف، قرآن کی عظمت و اہمیت اور عذاب آخرت سے تحذیف۔	۴۲۵
نمبر ۱۸۳	جب برج ابن مسہر طائی نے ”لا حکم الا للہ“ کا نعرہ لگایا تو فرمایا۔	۴۲۹
نمبر ۱۸۴	خداوند عالم کی عظمت و توصیف اور مذی کی عجیب و غریب خلقت۔	۴۲۹
نمبر ۱۸۵	مسائل الہیات کے بنیادی اصول کا تذکرہ۔	۴۳۳
نمبر ۱۸۶	فنون کے ابھرنے اور رزق حلال کے ناپید ہوجانے کے بارے میں۔	۴۳۵
نمبر ۱۸۷	خداوند عالم کے احسانات، مرنے والوں کی حالت اور دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ۔	۴۳۶
نمبر ۱۸۸	پختہ اور متزلزل ایمان اور دعویٰ سلوئی قبل ان تفقذونی اور بنی امیہ کے بارے میں پیشگوئی۔	۴۳۷
نمبر ۱۸۹	تقوے کی اہمیت، قبر کی ہولناکی، اور اللہ اور رسول اور اہلبیت کی معرفت رکھنے والے کی موت شہادت ہے۔	۴۳۸
نمبر ۱۹۰	خداوند عالم کی توصیف، تقوے کی نصیحت، دنیا اور اہل دنیا کی حالت کا بیان۔	۴۳۹
نمبر ۱۹۱	جس میں ابلیس کی مذمت ہے اس کے تکبر و غرور اور آدم کے آگے سرسجود نہ ہونے پر۔	۴۴۲
نمبر ۱۹۲	اور پہلی امتوں کے وقائع و حالات سے مواظف و عبرت کا درس۔	۴۴۳
نمبر ۱۹۳	متقین کے اوصاف اور نصیحت پذیر طبیعتوں پر موعظت کا اثر اور ابن کوا کی غلطی کا ازالہ۔	۴۴۳
نمبر ۱۹۴	پیغمبر کی بعثت، قبائل عرب کی عداوت اور منافقین کی حالت کا تذکرہ۔	۴۴۹
نمبر ۱۹۵	خداوند عالم کی توصیف، تقوے کی نصیحت اور قیامت کے برپا ہونے کی کیفیت۔	۴۸۱
نمبر ۱۹۶	بعثت پیغمبر کے وقت دنیا کی حالت دنیا کی بے ثباتی، اور اس میں رہنے والوں کی حالت۔	۴۸۳
نمبر ۱۹۷	پیغمبر کے ساتھ آپ کی خصوصیات، اور یہ کہ آپ ہی نے پیغمبر کی تجسیم و تکلیف کے فرائض سرانجام دیئے۔	۴۸۳

نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ
نمبر ۱۹۸	خداوند عالم کے علم کی ہمہ گیری، تقوے کے فوائد، اسلام اور بعثت نبی کا تذکرہ اور قرآن کی عظمت۔	۴۸۶
نمبر ۱۹۹	نماز، زکوٰۃ اور امانت کے بارے میں فرمایا۔	۴۹۱
نمبر ۲۰۰	معادہ کی غداری و فریب کاری اور غداروں کا انجام۔	۴۹۳
نمبر ۲۰۱	راہ ہدایت پر چلنے والوں کی کمی سے گھبرانا نہ چاہیے اور قوم شہود پر عذاب کے وارد ہونے کی کیفیت۔	۴۹۵
نمبر ۲۰۲	جناب سیدہ کے فن کے موقع پر فرمایا۔	۴۹۶
نمبر ۲۰۳	دنیا کی بے ثباتی اور زوال آخرت مہیا کرنے کے لیے فرمایا۔	۴۹۷
نمبر ۲۰۴	اپنے اصحاب کو عقیقی کے خطرات سے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا۔	۴۹۸
نمبر ۲۰۵	جب طلحہ و زبیر نے یہ کہا کہ ہم سے مشورہ کیوں نہیں لیا جاتا تو آپ نے فرمایا۔	۴۹۹
نمبر ۲۰۶	جب میدان صفین میں آپ نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ شامیوں پر سب و شتم کر رہے ہیں تو فرمایا۔	۵۰۰
نمبر ۲۰۷	جب امام حسن علیہ السلام صفین کے میدان میں تیزی سے بڑھے تو فرمایا۔	۵۰۱
نمبر ۲۰۸	جب صفین میں آپ کا لشکر حکیم کے سلسلہ میں سرکشی پر آتا تو فرمایا۔	۵۰۱
نمبر ۲۰۹	جب علاء ابن زیاد حارثی کی عبادت کے لیے تشریف لے گئے تو اس کے گھر کی وسعت کو دیکھ کر اسے دیر آخرت کی طرف متوجہ کیا اور اس کے بھائی کو رہبانیت کی زندگی سے منع فرمایا۔	۵۰۲
نمبر ۲۱۰	اختلاف احادیث کے وجوہ و اسباب اور رواۃ حدیث کے اقسام۔	۵۰۶
نمبر ۲۱۱	خداوند عالم کی عظمت اور زمین و آسمان اور قبل دنیا سے اٹھ گئے تھے فرمایا۔	۵۱۳
نمبر ۲۱۲	دریاؤں کی خلقت کے متعلق فرمایا۔	۵۱۳
نمبر ۲۱۳	حق کی حمایت سے ہاتھ اٹھالینے والوں کے بارے میں فرمایا۔	۵۱۴
نمبر ۲۱۴	خداوند عالم کی عظمت اور پیغمبر کی توصیف و مدحت۔	۵۱۵
نمبر ۲۱۵	پیغمبر کی خاندانی شرافت اور نیکو کاروں کے اوصاف۔	۵۱۶
نمبر ۲۱۶	آپ کے دعائیہ کلمات۔	۵۱۷
نمبر ۲۱۷	حکمران اور رعیت کے باہمی حقوق کے بارے میں فرمایا۔	۵۱۸
نمبر ۲۱۸	قریش کے مظالم کے متعلق فرمایا۔ اور اس کے ذیل میں بصرہ پر چڑھائی کرنے والوں کے مظالم کا تذکرہ کیا ہے۔	۵۲۳
نمبر ۲۱۹	جب طلحہ اور عبدالرحمن بن عتاب کو میدان جنگ میں مقتول دیکھا تو فرمایا۔	۵۲۴
نمبر ۲۲۰	مقتی و پرہیزگار کے اوصاف۔	۵۲۵
نمبر ۲۲۱	آلہکم الشکاکو حقی دُرُثُمُ الْمُتَقَابِرِ کی تلاوت کے وقت فرمایا۔	۵۲۵
نمبر ۲۲۲	رَجَالَ لَا تُسَلِّطُوهُمْ تَجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ کی تلاوت کے وقت فرمایا۔	۵۲۹
نمبر ۲۲۳	يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا عَمِلْتَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ کی تلاوت کے وقت فرمایا۔	۵۳۲
نمبر ۲۲۴	ظلم و غصب سے کنارہ کشی عقیل کی حالت فقر و احتیاج، اور اشعث ابن قیس کی رشوت کی پیشکش۔	۵۳۵
نمبر ۲۲۵	آپ کے دعائیہ کلمات۔	۵۳۷
نمبر ۲۲۶	دنیا کی بے ثباتی اور اہل قبور کی حالت بے چارگی۔	۵۳۷
نمبر ۲۲۷	آپ کے دعائیہ کلمات۔	۵۳۹
نمبر ۲۲۸	اپنے ایک صحابی کے متعلق جو انتشار و فتنہ سے قبل دنیا سے اٹھ گئے تھے فرمایا۔	۵۳۹

فہرست مضامین ترجمہ نیچر البلاغہ جلد سوم

نمبر شمار	مکتوب	صفحہ	نمبر شمار	مکتوب	صفحہ	نمبر شمار	مکتوب	صفحہ
۱	مدینہ سے کوفہ روانہ ہوتے	۵۵۶	۱۸	عبداللہ ابن عباس عامل	۵۸۰	۶۲۳	معاویہ کے نام۔	۳۷
۲	وقت اہل کوفہ کے نام۔			بصرہ کے نام۔		۶۲۴	اہل مصر کے نام۔	۳۸
۳	جنگ جمل کے خاتمہ پر	۵۵۸	۱۹	ایک عہدہ دار کے نام۔	۵۸۱	۶۲۵	عمر ابن عاص کے نام۔	۳۹
۴	اہل کوفہ کے نام۔		۲۰	زیاد ابن ابیہ کے نام۔	۵۸۲	۶۲۵	ایک عامل کے نام۔	۴۰
۵	شرح ابن حارث کے	۵۵۹	۲۱	زیاد ابن ابیہ کے نام۔	۵۸۲	۶۲۶	ایک عامل کے نام۔	۴۱
۶	مکان کی دستاویز۔		۲۲	عبداللہ ابن عباس کے	۵۸۳	۶۲۸	عمر ابن ابی سلمہ عامل	۴۲
۷	عثمان ابن حنیف انصاری	۵۶۱		نام۔			بحرین کے نام۔	
۸	کے نام۔		۲۳	ابن ملجم کے حملہ کے بعد	۵۸۳	۶۲۹	مصلحہ ابن ہبیرہ عامل	۴۳
۹	اشعث ابن قیس عامل	۵۶۲		حضرت کی وصیت۔			ارو شیر خرہ کے نام۔	
۱۰	آزر بائجان کے نام۔		۲۴	صفین سے واپسی پر	۵۸۴	۶۲۹	زیاد ابن ابیہ کے نام۔	۴۴
۱۱	معاویہ کے نام۔	۵۶۲		اوقاف کے متعلق وصیت۔		۶۳۱	عثمان ابن حنیف عامل	۴۵
۱۲	معاویہ کے نام۔	۵۶۴	۲۵	زکوٰۃ جمع کرنیوالوں کو	۵۸۶		بصرہ کے نام۔	
۱۳	جریر ابن عبداللہ بجلی کے	۵۶۴		ہدایت۔		۶۳۱	ایک عامل کے نام۔	۴۶
۱۴	نام۔		۲۶	زکوٰۃ کے ایک کارندے	۵۸۹	۶۳۲	ابن ملجم کے حملہ کے بعد	۴۷
۱۵	معاویہ کے نام۔	۵۶۵		کے نام۔			حسین علیہما السلام کو	
۱۶	معاویہ کے نام۔	۵۶۸	۲۷	محمد ابن ابی بکر کے نام۔	۵۹۰		وصیت۔	
۱۷	زیاد ابن نضر اور شرح ابن	۵۷۰	۲۸	معاویہ کے ایک خط کے	۵۹۲	۶۳۳	معاویہ کے نام۔	۴۸
۱۸	بانی کے نام۔			جواب میں۔		۶۳۴	معاویہ کے نام۔	۴۹
۱۹	معقل ابن قیس کے نام	۵۷۱	۲۹	اہل بصرہ کے نام۔	۶۰۰	۶۳۴	سپہ سالاروں کے نام۔	۵۰
۲۰	زیاد ابن نضر اور شرح ابن	۵۷۲	۳۰	معاویہ کے نام۔	۶۰۱	۶۳۵	خراج کے کارندوں کے	۵۱
۲۱	بانی کے نام۔		۳۱	امام حسن کو وصیت۔	۶۰۱		نام۔	
۲۲	جنگ صفین چھڑنے سے	۵۷۳	۳۲	معاویہ کے نام۔	۶۱۸	۶۳۶	اوقات نماز کے بارے	۵۲
۲۳	پہلے فوج کو ہدایت۔		۳۳	قسم ابن عباس عامل مکہ	۶۱۹		میں عہدہ داروں کے	
۲۴	دشمن سے دوبرو ہوتے	۵۷۵		کے نام۔			نام۔	
۲۵	وقت حضرت کے دعائیہ		۳۴	محمد ابن ابی بکر کے نام۔	۶۲۰	۶۳۷	آئین حکومت کے سلسلہ	۵۳
۲۶	کلمات۔		۳۵	عبداللہ ابن عباس کے	۶۲۱		میں مالک ابن حارث کو	
۲۷	جنگ کے موقع پر فوج کو	۵۷۶		نام۔			ہدایت۔	
۲۸	ہدایت۔		۳۶	عقیل کے خط کے جواب	۶۲۲	۶۷۱	طلحہ وزبیر کے نام۔	۵۴
۲۹	بجواب معاویہ	۵۷۶		میں۔		۶۷۲	معاویہ کے نام۔	۵۵

نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ	نمبر خطبہ	مضمون خطبہ	صفحہ
نمبر ۲۲۶	اپنی بیعت کے متعلق فرمایا۔	۵۴۳	نمبر ۲۳۳	ہجرت پیغمبر کے بعد ان کے عقب میں روانہ	۵۵۰
نمبر ۲۲۷	تھوڑے کی نصیحت اور موت سے خائف رہنے	۵۴۴		ہونے کے متعلق فرمایا۔	
	اور زہد اختیار کرنے والوں کے متعلق فرمایا۔		نمبر ۲۳۴	دنیا میں زاو آخرت مہیا کرنے اور موت سے	۵۵۱
نمبر ۲۲۸	جب بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو فرمایا۔	۵۴۶		پہلے اہل بجالانے کے متعلق فرمایا۔	
نمبر ۲۲۹	عبداللہ ابن زمعہ نے آپ سے مال طلب کیا	۵۴۶	نمبر ۲۳۵	حاکمین کے بارے میں اور اہل شام کی	۵۵۲
	تو فرمایا۔			مذمت میں فرمایا۔	
نمبر ۲۳۰	جب جمعہ ابن ہبیرہ خطبہ نہ دے سکے تو	۵۴۷	نمبر ۲۳۶	آل محمد کی توصیف اور روایت میں عقل و	۵۵۳
	فرمایا۔			دراست سے کام لینے کے لیے فرمایا۔	
نمبر ۲۳۱	لوگوں کے اختلاف صورت و سیرت کے وجہ	۵۴۷	نمبر ۲۳۷	جب عثمان نے عبداللہ ابن عباس کے ذریعے	۵۵۳
	واسباب۔			آپ کو یہ پیغام بھیجوا یا کہ آپ بیچ چلے جائیں	
نمبر ۲۳۲	پیغمبر کو غسل و کفن دیتے وقت فرمایا۔	۵۴۹		تو اس موقع پر فرمایا۔	
			نمبر ۲۳۸	اپنے اصحاب کو آمادہ جنگ کرنے اور آرام	۵۵۴
				طلبی سے بچنے کے لیے فرمایا۔	

نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۵۳	سقاوت کے معنی۔	۱۱	۸۴	بقیۃ السیف۔	۱۸	۱۱۴	خوش گمانی و بدگمانی۔	۲۶
۵۴	چند صفیں۔	۱۲	۸۵	ہمدانی۔	۱۸	۱۱۵	مزار پرستی کا جواب۔	۲۶
۵۵	صبر کی دو قسمیں۔	۱۲	۸۶	بڑوں کا مشورہ۔	۱۸	۱۱۶	ابتلاؤ و آزمائش۔	۲۶
۵۶	فقر و غناء۔	۱۲	۸۷	استغفار۔	۱۸	۱۱۷	دوست و دشمن۔	۲۷
۵۷	قناعت۔	۱۲	۸۸	ایک لطیف استنباط۔	۱۹	۱۱۸	فرصت کے کھونے کا نتیجہ۔	۲۷
۵۸	مال و دولت۔	۱۲	۸۹	اللہ سے خوش معاملگی۔	۱۹	۱۱۹	دنیا کی ایک مثال۔	۲۷
۵۹	ناصح کی تیج بیانی۔	۱۳	۹۰	پورا علم۔	۱۹	۱۲۰	قریش کی خصوصیات۔	۲۷
۶۰	زبان کی درندگی۔	۱۳	۹۱	دل کی خشکی۔	۲۰	۱۲۱	دو عمل۔	۲۷
۶۱	عورت ایک بچھو ہے۔	۱۳	۹۲	علم بے عمل۔	۲۰	۱۲۲	مشابہت جنازہ۔	۲۷
۶۲	احسان کا بدلہ۔	۱۳	۹۳	فتنہ کی تفسیر۔	۲۰	۱۲۳	چند صفات۔	۲۸
۶۳	سفارش۔	۱۳	۹۴	خیر کی تشریح۔	۲۰	۱۲۴	غیرت۔	۲۸
۶۴	دنیا والوں کی غفلت۔	۱۳	۹۵	معیار عمل۔	۲۱	۱۲۵	حقیقی اسلام۔	۲۹
۶۵	دوستوں کو کھونا۔	۱۳	۹۶	معیار تقرب۔	۲۱	۱۲۶	تجب انگیز چیزیں۔	۲۹
۶۶	نا اہل سے سوال۔	۱۳	۹۷	ایک خارجی کی عبارت۔	۲۱	۱۲۷	کو تا ہی اعمال کا نتیجہ۔	۳۰
۶۷	سائل کو ناکام نہ پھیرو۔	۱۴	۹۸	روایت و درایت۔	۲۱	۱۲۸	بہار و خزاں میں احتیاط۔	۳۰
۶۸	عفت و شکر۔	۱۴	۹۹	إِنَّا لِلّٰہِ وَ إِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ کی تفسیر۔	۲۱	۱۲۹	عظمت خالق۔	۳۱
۶۹	ناکامی کا خیال نہ کرو۔	۱۴	۱۰۰	جواب مدح۔	۲۲	۱۳۰	مرنے والوں سے خطاب۔	۳۱
۷۰	افراط و تفریط۔	۱۴	۱۰۱	حاجت روائی۔	۲۲	۱۳۱	دنیا کی ستائش۔	۳۱
۷۱	کمال عقل۔	۱۴	۱۰۲	ایک پیشگوئی۔	۲۲	۱۳۲	فرشتے کی نداء۔	۳۳
۷۲	زمانہ کار وید۔	۱۴	۱۰۳	بوسیدہ لباس۔	۲۲	۱۳۳	بے ثباتی دنیا۔	۳۳
۷۳	پیشوا کے اوصاف۔	۱۴	۱۰۴	نوف بکالی کا بیان۔	۲۳	۱۳۴	دوستی کے شرائط۔	۳۳
۷۴	پہ سائیں۔	۱۵	۱۰۵	فرائض کی پابندی۔	۲۳	۱۳۵	چار چیزیں۔	۳۳
۷۵	رقنی و کوششی۔	۱۵	۱۰۶	دین سے بے اعتنائی۔	۲۴	۱۳۶	بعض عبادات کی تشریح۔	۳۴
۷۶	آغاز و انجام۔	۱۵	۱۰۷	غیر مفید علم۔	۲۴	۱۳۷	دل کی حالت۔	۳۴
۷۷	ضرار کا بیان۔	۱۵	۱۰۸	دل کی حالت۔	۲۴	۱۳۸	جود و سخا۔	۳۴
۷۸	قضا و قدر۔	۱۶	۱۰۹	مرکز ہدایت۔	۲۴	۱۳۹	رزق و روزی۔	۳۴
۷۹	حکمت۔	۱۶	۱۱۰	حاکم کے اوصاف۔	۲۵	۱۴۰	کفایت شعاری۔	۳۴
۸۰	سرمایہ حکمت۔	۱۷	۱۱۱	سہل ابن حنیف۔	۲۵	۱۴۱	راحت و آسودگی۔	۳۴
۸۱	ہنر کی قدر و قیمت۔	۱۷	۱۱۲	محبت اہل بیت۔	۲۵	۱۴۲	میل ملاقات۔	۳۵
۸۲	پانچ مصیبتیں۔	۱۷	۱۱۳	پسندیدہ اوصاف۔	۲۵			
۸۳	مدح سرائی۔	۱۸						

نمبر	مکتوب	صفحہ	نمبر	مکتوب	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۵۶	شرح ابن ہانی کو ہدایت۔	۶۷۳	۷۵	معاویہ کے نام۔	۶۹۳	۲۳	دھگیری۔	۷۰۳
۵۷	مدینہ سے لصرہ روانہ ہوتے وقت اہل کوفہ کے نام۔	۶۷۳	۷۶	عبداللہ ابن عباس کے نام۔	۶۹۴	۲۴	مہلت۔	۷۰۳
۵۸	مختلف شہروں کے باشندوں کے نام۔	۶۷۴	۷۷	عبداللہ ابن عباس کو۔	۶۹۴	۲۵	بات چبب نہیں سکتی۔	۷۰۴
۵۹	اسود ابن قطیبہ کے نام۔	۶۷۵	۷۸	بجواب ابو موسیٰ اشعری۔	۶۹۵	۲۶	ہمت نہ چھوڑو۔	۷۰۴
۶۰	فوج کی گزر گاہ میں واقع ہونے والے علاقوں کے حکام کے نام۔	۶۷۶	۷۹	سپہ سالاروں کے نام۔	۶۹۶	۲۷	اخفائے زہد۔	۷۰۴
۶۱	کمال ابن زیاد نخعی کے نام۔	۶۷۶	۸۰	فہرست حکم و نصائح۔	۶۹۶	۲۸	موت۔	۷۰۴
۶۲	اہل مصر کے نام۔	۶۷۷	۸۱	فتنہ و فساد سے علیحدگی۔	۶۹۷	۲۹	پردہ پوشی۔	۷۰۴
۶۳	ابو موسیٰ اشعری عامل کوفہ کے نام۔	۶۸۰	۸۲	ذلت نفس کے اسباب۔	۶۹۷	۳۰	ایمان۔	۷۰۵
۶۴	عبداللہ ابن عباس کے نام۔	۶۸۱	۸۳	عیوب و محاسن۔	۶۹۷	۳۱	کفر۔	۷۰۶
۶۵	معاویہ کے نام۔	۶۸۲	۸۴	علم و ادب۔	۶۹۸	۳۲	نیکی و بدی۔	۷۰۶
۶۶	عبداللہ ابن عباس کے نام۔	۶۸۶	۸۵	چند اوصاف۔	۶۹۸	۳۳	میانہ روی۔	۷۰۷
۶۷	قسم ابن عباس عامل مکہ کے نام۔	۶۸۶	۸۶	خود پسندی۔	۶۹۸	۳۴	ترک آرزو۔	۷۰۷
۶۸	سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام۔	۶۸۷	۸۷	انسانی حاسے۔	۶۹۹	۳۵	مرنجان مرغ۔	۷۰۷
۶۹	حارث ہمدانی کے نام۔	۶۸۸	۸۸	اقبال و ادبار۔	۶۹۹	۳۶	طول اہل۔	۷۰۷
۷۰	سہل ابن حنیف عامل کوفہ کے نام۔	۶۹۰	۸۹	حسن معاشرت۔	۶۹۹	۳۷	تعظیم کا ایک طریقہ۔	۷۰۷
۷۱	مدینہ کے نام۔	۶۹۱	۹۰	عفو و اقتدار۔	۷۰۰	۳۸	امام حسن کو نصیحت۔	۷۰۷
۷۲	منذر ابن عباس کے نام۔	۶۹۱	۹۱	عجز و در ماندگی۔	۷۰۰	۳۹	فرائض کی اہمیت۔	۷۰۸
۷۳	عبداللہ ابن عباس کے نام۔	۶۹۲	۹۲	عجز و در ماندگی۔	۷۰۰	۴۰	دانا و نادان۔	۷۰۸
۷۴	معاویہ کے نام۔	۶۹۲	۹۳	اپنے اور بیگانے۔	۷۰۰	۴۱	عاقل و احمق۔	۷۰۸
۷۵	ربیعہ اور یمن کے مابین معاہدہ۔	۶۹۳	۹۴	تلائے فتنہ۔	۷۰۱	۴۲	اجرو عوض۔	۷۰۹
۷۶	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۹۵	تدبیر کی بے چارگی۔	۷۰۱	۴۳	خواب ابن ارت۔	۷۰۹
۷۷	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۹۶	خضاب۔	۷۰۱	۴۴	قابل مبارک باد۔	۷۱۰
۷۸	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۹۷	غیر جانبداری۔	۷۰۱	۴۵	مومن و منافق۔	۷۱۰
۷۹	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۹۸	طول اہل۔	۷۰۱	۴۶	خود پسندی۔	۷۱۰
۸۰	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۹۹	پاس مروت۔	۷۰۲	۴۷	قدر ہر کس بقدر ہمت۔	۷۱۰
۸۱	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۱۰۰	شرم و حیاء۔	۷۰۲	۴۸	حزم و احتیاط۔	۷۱۱
۸۲	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۱۰۱	دل و حشمت پسند۔	۷۱۱	۴۹	شریف و ذلیل۔	۷۱۱
۸۳	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۱۰۲	خوش بختی۔	۷۱۱	۵۰	دل و حشمت پسند۔	۷۱۱
۸۴	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۱۰۳	عمل اور نسب۔	۷۱۱	۵۱	خوش بختی۔	۷۱۱
۸۵	معاویہ کے نام۔	۶۹۴	۱۰۴	عفو و درگزر۔	۷۱۱	۵۲	عفو و درگزر۔	۷۱۱

نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۲۳۳	دعوتِ مقابلہ۔	۷۵۶	۳	لڑائی جھگڑا۔	۷۶۷	۲۸۲	غفلت۔	۷۷۸
۲۳۴	عورت و مرد کے صفات۔	۷۵۷	۴	شوہر کے انتخاب کا حق۔	۷۶۷	۲۸۳	عالم و جاہل۔	۷۷۸
۲۳۵	عقل و جاہل۔	۷۵۷	۵	ایمان۔	۷۶۹	۲۸۴	قطعِ عذر۔	۷۷۹
۲۳۶	دنیا کی بے قدری۔	۷۵۷	۶	زکوٰۃ۔	۷۶۹	۲۸۵	طلبِ مہلت۔	۷۷۹
۲۳۷	عبادت کے اقسام۔	۷۵۷	۷	لشکر کو ہدایت۔	۷۶۹	۲۸۶	برادر۔	۷۷۹
۲۳۸	عورت کی مذمت۔	۷۵۷	۸	کامیاب انسان۔	۷۷۰	۲۸۷	قضا و قدر۔	۷۷۹
۲۳۹	تسلی و عیب جوئی۔	۷۵۸	۹	میدانِ جنگ۔	۷۷۰	۲۸۸	علم سے محرومی۔	۷۷۹
۲۴۰	غضب۔	۷۵۸		ما قبل مضامین کی طرف	۷۷۱	۲۸۹	ایک دینی بھائی۔	۷۷۹
۲۴۱	ظالم و مظلوم۔	۷۵۸		رجوع		۲۹۰	ترکِ مصیبت۔	۷۸۰
۲۴۲	تقوٰے۔	۷۵۸	۲۶۱	بے وفا ساتھی۔	۷۷۱	۲۹۱	تقریب۔	۷۸۰
۲۴۳	جوابات کی کثرت۔	۷۵۸	۲۶۲	حادثِ ابنِ حوط۔	۷۷۲	۲۹۲	قبر رسول پر۔	۷۸۱
۲۴۴	شکر و سپاس۔	۷۵۹	۲۶۳	مصاحبِ سلطان۔	۷۷۲	۲۹۳	بیوقوف کی مصاحبت۔	۷۸۱
۲۴۵	خواہشات کی کمی۔	۷۵۹	۲۶۴	حسنِ سلوک۔	۷۷۳	۲۹۴	مغرب و مشرق کا فاصلہ۔	۷۸۱
۲۴۶	کفرانِ نعمت۔	۷۵۹	۲۶۵	کلامِ حکماء۔	۷۷۳	۲۹۵	دوست و دشمن۔	۷۸۱
۲۴۷	جذبہ کرم۔	۷۵۹	۲۶۶	ایک سائل کے جواب	۷۷۳	۲۹۶	ایذا رسانی۔	۷۸۲
۲۴۸	حسنِ ظن۔	۷۵۹		میں۔		۲۹۷	عبرت و بصیرت۔	۷۸۲
۲۴۹	افضل اعمال۔	۷۵۹	۲۶۷	فکر فردا۔	۷۷۴	۲۹۸	دشمنی میں خوفِ خدا کا	۷۸۲
۲۵۰	خدا شناسی۔	۷۵۹	۲۶۸	دوستی و دشمنی میں احتیاط۔	۷۷۴		لحاظ۔	
۲۵۱	تختی و شیرینی۔	۷۶۰	۲۶۹	عمل دنیا و عمل آخرت۔	۷۷۴	۲۹۹	توبہ۔	۷۸۲
۲۵۲	فرائض کے حکم و مصالح۔	۷۶۰	۲۷۰	خانہ کعبہ کے زیور۔	۷۷۴	۳۰۰	حساب و کتاب۔	۷۸۳
۲۵۳	جھوٹی قسم۔	۷۶۳	۲۷۱	بیت المال کی چوری۔	۷۷۵	۳۰۱	قاصد۔	۷۸۳
۲۵۴	امور خیر کی وصیت۔	۷۶۳	۲۷۲	احکام میں ترمیم۔	۷۷۵	۳۰۲	محتاج دعا۔	۷۸۳
۲۵۵	غیظ و غضب۔	۷۶۳	۲۷۳	تقدیر و تدبیر۔	۷۷۶	۳۰۳	ایمانے دنیا۔	۷۸۳
۲۵۶	حسد۔	۷۶۳	۲۷۴	علم و یقین۔	۷۷۷	۳۰۴	خدا کا فرستادہ۔	۷۸۳
۲۵۷	حاجت روائی۔	۷۶۴	۲۷۵	طمع و حرص۔	۷۷۷	۳۰۵	غیرت مند۔	۷۸۳
۲۵۸	صدقہ۔	۷۶۵	۲۷۶	ظاہر و باطن۔	۷۷۷	۳۰۶	پاسبانِ زندگی۔	۷۸۳
۲۵۹	وفا و وعدہ اری۔	۷۶۵	۲۷۷	ایک قسم۔	۷۷۸	۳۰۷	مال سے لگاؤ۔	۷۸۴
۲۶۰	ابتلا و آزمائش۔	۷۶۵	۲۷۸	مفید عمل۔	۷۷۸	۳۰۸	دوستی و قربت۔	۷۸۴
	تشریح طلبِ کلام		۲۷۹	فرائض کی اہمیت۔	۷۷۸	۳۰۹	ظنِ مومن۔	۷۸۴
۱	ظہورِ حجت۔	۷۶۶	۲۸۰	آخرت۔	۷۷۸	۳۱۰	توکل۔	۷۸۴
۲	خطیبِ ماہر۔	۷۶۶	۲۸۱	عقل کی راہبری۔	۷۷۸	۳۱۱	انس ابنِ مالک۔	۷۸۴

نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۱۴۳	غم۔	۷۳۵	۱۷۳	مشورہ۔	۷۴۴	۲۰۳	موت کی گرفت۔	۷۵۰
۱۴۴	صبر۔	۷۳۵	۱۷۴	نیت کا روزہ۔	۷۴۴	۲۰۴	قدرت کی قدردانی۔	۷۵۰
۱۴۵	عمل بے روح۔	۷۳۵	۱۷۵	خوف کا علاج۔	۷۴۵	۲۰۵	ظرفِ علم۔	۷۵۰
۱۴۶	صدقہ و زکوٰۃ۔	۷۳۵	۱۷۶	سردار کی علامت۔	۷۴۵	۲۰۶	حلم و بردباری۔	۷۵۰
۱۴۷	فضیلتِ علم۔	۷۳۵	۱۷۷	بدی سے روکنے کا	۷۴۵	۲۰۷	بردار بنو۔	۷۵۰
۱۴۸	تاجر و تاجرِ نفعہ باشد۔	۷۳۸		طریقہ۔		۲۰۸	محاسبہ۔	۷۵۱
۱۴۹	قدر شناسی۔	۷۳۸	۱۷۸	دل کی صفائی۔	۷۴۵	۲۰۹	آخری دور۔	۷۵۱
۱۵۰	پند و وعظمت۔	۷۳۸	۱۷۹	ضد اور ہٹ دھرمی۔	۷۴۶	۲۱۰	آخرت۔	۷۵۱
۱۵۱	انجام۔	۷۴۰	۱۸۰	طبع۔	۷۴۶	۲۱۱	چند ہدایتیں۔	۷۵۱
۱۵۲	نیشتی و بردباری۔	۷۴۰	۱۸۱	دور اندیشی۔	۷۴۶	۲۱۲	خود پسندی۔	۷۵۲
۱۵۳	صبر و شکیبائی۔	۷۴۰	۱۸۲	خاموشی و گویائی کا محل۔	۷۴۶	۲۱۳	صبر و درگزر۔	۷۵۲
۱۵۴	عمل اور اس پر رضا	۷۴۰	۱۸۳	دو مختلف دعوتیں۔	۷۴۶	۲۱۴	زہی و ملائمت۔	۷۵۲
	مندی۔		۱۸۴	یقین۔	۷۴۶	۲۱۵	مخالفت بے جا۔	۷۵۳
۱۵۵	عہد و پیمان۔	۷۴۰	۱۸۵	صدقِ بیانی۔	۷۴۶	۲۱۶	گردن کشی۔	۷۵۳
۱۵۶	معرفتِ امام۔	۷۴۰	۱۸۶	ظلم کا انجام۔	۷۴۶	۲۱۷	نشیب و فراز۔	۷۵۳
۱۵۷	پند و نصیحت۔	۷۴۱	۱۸۷	چل چلاؤ کا ہنگام۔	۷۴۶	۲۱۸	حسد۔	۷۵۳
۱۵۸	برائی کا بدلہ بھلائی۔	۷۴۱	۱۸۸	حق سے روگردانی۔	۷۴۶	۲۱۹	طمع و حرص۔	۷۵۳
۱۵۹	مواقعِ تہمت۔	۷۴۲	۱۸۹	صبر۔	۷۴۷	۲۲۰	بدگمانی۔	۷۵۳
۱۶۰	جانبداری۔	۷۴۲	۱۹۰	معیارِ خلافت۔	۷۴۷	۲۲۱	ظلم و تعدی۔	۷۵۳
۱۶۱	خود رائی۔	۷۴۲	۱۹۱	دنیا کی حالت۔	۷۴۷	۲۲۲	چشم پوشی۔	۷۵۳
۱۶۲	رازداری۔	۷۴۲	۱۹۲	دوسروں کا حق۔	۷۴۷	۲۲۳	شرم و حیا۔	۷۵۳
۱۶۳	فقر و ناداری۔	۷۴۲	۱۹۳	خوش دلی و بددلی۔	۷۴۸	۲۲۴	چند اوصاف۔	۷۵۴
۱۶۴	حق کی ادائیگی۔	۷۴۲	۱۹۴	غصہ اور انتقام۔	۷۴۸	۲۲۵	بے حاسد۔	۷۵۴
۱۶۵	اطاعتِ مخلوق۔	۷۴۲	۱۹۵	گندگی کو دیکھ کر۔	۷۴۸	۲۲۶	طمع۔	۷۵۴
۱۶۶	حق سے دستبرداری۔	۷۴۳	۱۹۶	عبرت کی قدر و قیمت۔	۷۴۸	۲۲۷	ایمان کی تعریف۔	۷۵۴
۱۶۷	خود پسندی۔	۷۴۳	۱۹۷	دلوں کی خشکی۔	۷۴۸	۲۲۸	غم دنیا۔	۷۵۵
۱۶۸	قربِ موت۔	۷۴۳	۱۹۸	قولِ خوارج۔	۷۴۸	۲۲۹	قناعت۔	۷۵۵
۱۶۹	صبح کا اُجالا۔	۷۴۳	۱۹۹	عوام۔	۷۴۹	۲۳۰	شرکت۔	۷۵۵
۱۷۰	توبہ میں مشکلات۔	۷۴۳	۲۰۰	تماشا کی۔	۷۴۹	۲۳۱	عدل و احسان۔	۷۵۵
۱۷۱	حرص و طمع۔	۷۴۳	۲۰۱	محافظ فرشتے۔	۷۴۹	۲۳۲	اس ہاتھ دے۔ اس ہاتھ	۷۵۶
۱۷۲	جہل و نادانی۔	۷۴۴	۲۰۲	بجوابِ طلحہ و زبیر۔	۷۴۹		لے۔	

نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۸۲۰	۴۵۵ امراء القیس۔	۸۱۴	۴۲۹	حسرت واندوہ۔	۸۰۸	۴۰۳	طلب الکل فوت الکل۔	۸۰۸
۸۲۰	۴۵۶ ترک دنیا۔	۸۱۴	۴۳۰	نا کام کوشش۔	۸۰۸	۴۰۴	لا حول ولا قوۃ کے معنی۔	۸۰۸
۸۲۰	۴۵۷ دو طلب گار۔	۸۱۴	۴۳۱	رزق و روزی۔	۸۰۸	۴۰۵	مغیرہ ابن شعبہ۔	۸۰۸
۸۲۰	۴۵۸ ایمان کی علامت۔	۸۱۵	۴۳۲	دوستان خدا۔	۸۰۸	۴۰۶	تواضع و خودداری۔	۸۰۸
۸۲۱	۴۵۹ تقدیر و تدبیر۔	۸۱۵	۴۳۳	موت کی یاد۔	۸۰۹	۴۰۷	عقل۔	۸۰۷
۸۲۱	۴۶۰ بلند ہمتی۔	۸۱۶	۴۳۴	آزمائش۔	۸۰۹	۴۰۸	حق سے لکراؤ۔	۸۰۸
۸۲۱	۴۶۱ غیبت۔	۸۱۶	۴۳۵	شکر، دعا، اور توبہ۔	۸۰۹	۴۰۹	دل۔	۸۰۹
۸۲۱	۴۶۲ حسن ثناء۔	۸۱۶	۴۳۶	رگب شرافت۔	۸۰۹	۴۱۰	تقوے۔	۸۰۹
۸۲۱	۴۶۳ دنیا۔	۸۱۶	۴۳۷	عدل و وجود۔	۸۰۹	۴۱۱	استاد کا احترام۔	۸۰۹
۸۲۲	۴۶۴ بنی اُمیہ۔	۸۱۶	۴۳۸	جہالت۔	۸۰۹	۴۱۲	آراستگی نفس۔	۸۰۹
۸۲۲	۴۶۵ انصار۔	۸۱۶	۴۳۹	زہد کی تعریف۔	۸۰۹	۴۱۳	قہری صبر۔	۸۰۹
۸۲۲	۴۶۶ ایک استعارہ۔	۸۱۷	۴۴۰	غفلت۔	۸۰۹	۴۱۴	تعزیت۔	۸۰۹
۸۲۳	۴۶۷ ایک والی۔	۸۱۷	۴۴۱	حکومت۔	۸۱۰	۴۱۵	دنیا کی حالت۔	۸۱۰
۸۲۳	۴۶۸ خرید و فروخت۔	۸۱۷	۴۴۲	بہترین شہر۔	۸۱۰	۴۱۶	امام حسن کو بدایت۔	۸۱۰
۸۲۳	۴۶۹ دشمن و دوست۔	۸۱۷	۴۴۳	مالک اشتر۔	۸۱۱	۴۱۷	استغفار کے معنی۔	۸۱۱
۸۲۴	۴۷۰ توحید و عدل۔	۸۱۷	۴۴۴	استقلال۔	۸۱۱	۴۱۸	علم و بردباری۔	۸۱۱
۸۲۴	۴۷۱ کلام اور خاموشی۔	۸۱۷	۴۴۵	صفات میں ہم رنگی۔	۸۱۱	۴۱۹	بے بسی۔	۸۱۱
۸۲۴	۴۷۲ طلب باران۔	۸۱۸	۴۴۶	غالب ابن معصود۔	۸۱۲	۴۲۰	بے باک نگاہیں۔	۸۱۲
۸۲۵	۴۷۳ ترک خضاب۔	۸۱۸	۴۴۷	تجارت۔	۸۱۲	۴۲۱	عقل کی راہبری۔	۸۱۲
۸۲۵	۴۷۴ عفت۔	۸۱۸	۴۴۸	بڑی مصیبت۔	۸۱۲	۴۲۲	چھوٹی اور بڑی نیکی۔	۸۱۲
۸۲۵	۴۷۵ قناعت۔	۸۱۸	۴۴۹	عزت نفس۔	۸۱۲	۴۲۳	اللہ سے خوش معاملگی۔	۸۱۲
۸۲۵	۴۷۶ زیاد و ابن ابیہ۔	۸۱۸	۴۵۰	مزاح۔	۸۱۳	۴۲۴	حلم و عقل۔	۸۱۳
۸۲۵	۴۷۷ اہل انگاری۔	۸۱۸	۴۵۱	خودداری۔	۸۱۳	۴۲۵	حقوق نعمت۔	۸۱۳
۸۲۶	۴۷۸ تعلیم و تعلم۔	۸۱۸	۴۵۲	فقر و غنا۔	۸۱۳	۴۲۶	صحت و ثروت۔	۸۱۳
۸۲۶	۴۷۹ تکلف۔	۸۱۸	۴۵۳	عبداللہ ابن زبیر۔	۸۱۳	۴۲۷	اللہ کا شکوہ۔	۸۱۳
۸۲۶	۴۸۰ مفارقت۔	۸۱۹	۴۵۴	فخر و غرور۔	۸۱۴	۴۲۸	عید۔	۸۱۴

نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۳۱۲	دلوں کی حالت۔	۷۸۶	۳۴۳	کچھ لوگوں کی حالت۔	۷۹۲	۳۷۳	امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔	۸۰۲
۳۱۳	قرآن کی جامعیت۔	۷۸۶	۳۴۴	پند و موعظت۔	۷۹۲	۳۷۴	امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔	۸۰۲
۳۱۴	پتھر کا جواب پتھر ہے۔	۷۸۶	۳۴۵	گناہ سے درمانگی۔	۷۹۳	۳۷۵	امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔	۸۰۲
۳۱۵	خط کی دیدہ زبانی۔	۷۸۶	۳۴۶	سوال۔	۷۹۳	۳۷۶	حق و باطل کا نتیجہ۔	۸۰۲
۳۱۶	یعیسوی المؤمنین۔	۷۸۶	۳۴۷	مدح میں حد اعتدال۔	۷۹۳	۳۷۷	حق سے لکراؤ۔	۸۰۲
۳۱۷	ایک یہودی۔	۷۸۷	۳۴۸	بڑا گناہ۔	۷۹۳	۳۷۸	امید و یاس۔	۸۰۲
۳۱۸	غلبہ کا سبب۔	۷۸۷	۳۴۹	ایچھے اور برے اوصاف۔	۷۹۳	۳۷۹	بخل۔	۸۰۲
۳۱۹	فقر و وفاقت۔	۷۸۸	۳۵۰	ظالم کے علامات۔	۷۹۳	۳۸۰	رزق و روزی۔	۸۰۳
۳۲۰	طرز سوال۔	۷۸۸	۳۵۱	تختی کے بعد آسانی۔	۷۹۳	۳۸۱	زبان کی نگہداشت۔	۸۰۳
۳۲۱	ایک مشورہ۔	۷۸۸	۳۵۲	زن و فرزند سے لگاؤ۔	۷۹۳	۳۸۲	سکوت۔	۸۰۳
۳۲۲	زبان کو فہ۔	۷۸۸	۳۵۳	عیب جوئی۔	۷۹۵	۳۸۳	معصیت۔	۸۰۳
۳۲۳	خوارج نہروان۔	۷۸۹	۳۵۴	تہنیت فرزند۔	۷۹۵	۳۸۴	محل اعتماد۔	۸۰۳
۳۲۴	گواہ بھی اور حاکم بھی۔	۷۸۹	۳۵۵	دولت کے آثار۔	۷۹۵	۳۸۵	دنیا۔	۸۰۳
۳۲۵	محمد ابن ابی بکر کی موت۔	۷۸۹	۳۵۶	رزق رسانی۔	۷۹۵	۳۸۶	جویندہ یا بندہ۔	۸۰۳
۳۲۶	عذر پذیری۔	۷۹۰	۳۵۷	تعزیت۔	۷۹۶	۳۸۷	نیکی اور بدی۔	۸۰۳
۳۲۷	غلط طریقہ سے کامیابی۔	۷۹۰	۳۵۸	نعمت و نعمت۔	۷۹۶	۳۸۸	بڑی نعمت۔	۸۰۵
۳۲۸	فقراء کا حصہ۔	۷۹۰	۳۵۹	اصلاح نفس۔	۷۹۶	۳۸۹	حسب و نسب۔	۸۰۵
۳۲۹	عذر خواہی۔	۷۹۰	۳۶۰	بدگمانی۔	۷۹۶	۳۹۰	مومن کے اوقات۔	۸۰۵
۳۳۰	نعمت کا صرف بے جا۔	۷۹۰	۳۶۱	دعاء کا طریقہ۔	۷۹۷	۳۹۱	زہد دنیا۔	۸۰۵
۳۳۱	ادائے فرض کا موقع۔	۷۹۰	۳۶۲	عزت کی نگہداشت۔	۷۹۷	۳۹۲	نامرئین نغفہ باشد۔	۸۰۵
۳۳۲	بادشاہ کی حیثیت۔	۷۹۱	۳۶۳	موقع محل۔	۷۹۷	۳۹۳	طلب دنیا۔	۸۰۵
۳۳۳	مومن کے اوصاف۔	۷۹۱	۳۶۴	بے فائدہ سوال۔	۷۹۷	۳۹۴	بات کا اثر۔	۸۰۶
۳۳۴	فریب آرزو۔	۷۹۱	۳۶۵	پسندیدہ صفاتیں۔	۷۹۷	۳۹۵	قناعت۔	۸۰۶
۳۳۵	دو حصہ دار۔	۷۹۱	۳۶۶	علم و عمل۔	۷۹۷	۳۹۶	دُور۔	۸۰۶
۳۳۶	وعدہ وفا کی۔	۷۹۱	۳۶۷	تغیر و انقلاب۔	۷۹۸	۳۹۷	مشک۔	۸۰۶
۳۳۷	بے عمل کی دعا۔	۷۹۱	۳۶۸	ثواب و عقاب۔	۷۹۸	۳۹۸	فخر و سربلندی۔	۸۰۶
۳۳۸	علم کی دو قسمیں۔	۷۹۱	۳۶۹	ایک زمانہ۔	۷۹۹	۳۹۹	فرزند و پدر کے حقوق۔	۸۰۶
۳۳۹	اقبال و ادبار۔	۷۹۱	۳۷۰	تقویٰ و پرہیز گاری۔	۷۹۹	۴۰۰	با اثر اور بے اثر۔	۸۰۷
۳۴۰	عفت و شکر۔	۷۹۲	۳۷۱	اچھی اور بری صفاتیں۔	۸۰۰	۴۰۱	اخلاق میں ہم آہنگی۔	۸۰۷
۳۴۱	ظالم و مظلوم۔	۷۹۲	۳۷۲	جابر ابن عبداللہ۔	۸۰۰	۴۰۲	بے محل گفتگو۔	۸۰۷
۳۴۲	بڑی دولت مند۔	۷۹۲	۳۷۳	امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔	۸۰۱			

پیش کش

محضرت سید الاولیاء و امام الاتقیاء امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ آلاف التحية والثناء

تیرے حضور شمع امامت لئے ہوئے
قدسی کھڑے ہیں دفتر قدرت لئے ہوئے

میرے آقا! جہاں تیرے سامنے ملا اعلیٰ کے رہنے والے عجز و نیاز سے سرنخم
ہیں، وہاں مجھ ایسے تہی دامنِ علم کی یہ جرأت و جسارت حیرت انگیز ہے کہ وہ
تیرے خوش آب و ہواہر کی صورت بگاڑ کر تیرے حضور پیش کرے۔ لیکن
اس اُمید پر کہ کیا بعید ہے کہ تیری نگاہ لطف و کرم اس ہدیہ ناچیز کو شرف قبولیت
بخشے، اسے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

باسمہ سبحانہ

حرفِ اوّل

نبی البلاغہ علوم و معارف کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جس کی اہمیت و عظمت ہر دور میں مسلم رہی ہے اور ہر عہد کے علما و ادبا نے اس کی بلند پائیگی کا اعتراف کیا ہے۔ یہ صرف ادبی شاہکار ہی نہیں ہے، بلکہ اسلامی تعلیمات کا الہامی صحیفہ حکمت و اخلاق کا سرچشمہ اور معارفِ ایمان و حقائقِ تاریخ کا ایک اصول خزانہ ہے، جس کے گوہر آبدار علم و ادب کے دامن کو زرخیز بنائے ہوئے ہیں اور اپنی چمک دمک سے جو ہر شناسوں کو مجو حیرت کئے ہوئے ہیں۔ انصافِ العرب کے آغوش میں پلنے والے اور آبِ وحی میں دھلی ہوئی زبان چوس کر پروان چڑھنے والے نے بلاغتِ کلام کے وہ جوہر دکھائے کہ ہر سمت سے فوق کلام المخلوق و تحت کلام المخلوق کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

یہ نثر اس دور کی نثر ہے جب عربوں کی طلاق و جوشِ گفتاری صرف نظم تک محدود تھی۔ ریگزارِ عرب پر بسترِ لگا کے آزادی کی فضا میں پُر بہار زندگی گزارنے والے فرزندِ ان صحرا شعر و نظم اور تخیل و محاکات کے لازوال نقوش تو چھوڑ گئے مگر جہاں تک نثر کا تعلق ہے ان کے جیب و دامن میں کوئی ایسا گوہر شاہوار نہ تھا، جسے بطورِ تفاخر پیش کرتے۔ اور اہل علم کو اپنے مقابلہ میں للکارتے۔ دامنِ اسلام میں اگرچہ قرآن کریم ایسا عربی نثر کا زندہ جاوید معجزہ موجود ہے مگر وہ اپنے قائل کی عظمت و جلالت اور اعجازی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے انسانی کلام کے مقابلہ میں نہیں لایا جاسکتا اور پیغمبر کے اقوال و ارشادات ہیں تو وہ اگرچہ معنوی لحاظ سے وسیع اور ہمہ گیر ہیں مگر لفظی اعتبار سے اختصارِ بدامان۔ چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد اوتیت جوامع الکلم اس کا شاہد ہے کہ آپ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ مطالب سمیٹ لیتے تھے۔ اسی لئے آپ کے خطب و مکاتیب مختصر ہوتے تھے۔ رہی خلفاء کی نثر تو اس میں فطری حسن ادا اور طبعی سادگی کے بجائے بناوٹ اور تصنع کا رنگ جھلکتا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انہیں مختصر سے مختصر تقریر کے لئے بھی خصوصی تیاری کی ضرورت ہوتی تھی اور اگر کہیں بغیر تیاری کے کھڑے ہو گئے تو ذہن میں قفل پڑ گئے، زبان لڑکھڑانے لگی اور منہ سے ایک لفظ نہ نکال سکے۔ اگرچہ ملکی فتوحات کے سلسلہ میں ان کے ”کارہائے نمایاں“ نظر آتے ہیں۔ مگر کسی علمی و ثقافتی مرکز کی سرپرستی یا کسی علمی تحریک میں گام فرمائی کہیں نام کو نظر نہیں آتی۔ یہ باب مدینۃ العلم ہی کی ذات تھی جس نے علم و حکمت کے بند دروازے کھولے، منطق و فصاحت کے پرچم لہرائے اور علمی ذوق کو پھر سے زندہ کیا۔ باوجودیکہ آپ کا دور سکون و اطمینان سے یکسر خالی تھا اور ہوس اقتدار کی فتنہ سامانیوں نے اسے اپنی جولا نگاہ بنا رکھا تھا اور شورش پسندوں نے خونِ عثمان کو ہوا دے کر آپ کو لڑائیوں میں الجھائے رکھنا ہی اپنے مقاصد کے لئے ضروری سمجھ لیا تھا۔ مگر ان رات دن کی لڑائیوں اور چپقلشوں کے باوجود آپ نثرِ علوم و معارف کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کبھی تنواریوں کی جھکراور خون کی بارش میں علم و حکمت کے رموز بتائے اور کبھی ذہنی الجھاؤ اور افکار کے جھوم میں ارشاد و ہدایت کے فرائض انجام دیئے۔ چنانچہ اس مجموعہ کے خطب و مکاتیب میں دو چار خطبوں اور ایک آدھ خط کے علاوہ تمام تحریریں اسی دور کی تخلیق ہیں کہ جب آپ ظاہری خلافت پر ایک دن بھی اطمینان و دلجمعی سے نہ بیٹھ سکے تھے۔ یہ بلاغت کے رگ و پے میں سرایت کر جانے کا نتیجہ ہے کہ اس

انتشار و پراگندگی خاطر کے باوجود نہ کلام میں انتشار و برہمی پیدا ہوتی ہے، نہ عبارت کے تسلسل و ہم آہنگی میں فرق آنے پاتا ہے اور برموقع پر اسلوب بیان کی یک رنگی اپنے خصوصی امتیازات کے ساتھ برقرار رہتی ہے۔

امیر المومنین نے علمی حقائق کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ علم ادب کے نشوونما میں بھی پورا حصہ لیا اور عربی نثر کو نہ صرف حد کمال تک پہنچایا بلکہ فلسفیانہ نظر و فکر کو ادبی لطافتوں میں سمو کر ایک نئے طرزِ تحریر کی داغ بیل ڈالی، جس کی اس زمانہ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ عرب تو خیر اس وقت میں منطقیانہ انداز استدلال سے روشناس ہی نہ تھے کہ اس دور میں اس کی مثال ڈھونڈھی جائے۔ آج بھی جبکہ نثر ترقی کے مدارج طے کر چکی ہے اور ادبی و فنی ارتقاء اپنے نقطہ کمال کو پہنچ چکا ہے اس کی نظر نہیں مل سکتی۔ اگر کسی کلام میں معانی و بیان کی مناسبتیں اور تشبیہ و استعارہ کی لطافتیں پائی جاتی ہیں، تو وہ حکمت و اخلاق کے تعلیمات سے تہی و اماں ہے اور اگر کسی میں حکمت و اخلاق کے جوہر بھرے ہوئے ہیں تو طرزِ ادا کی کثرت کی اور رنگینی غائب ہے۔ فلسفہ و حکمت کے حقائق اور الہیات کے دقیق مسائل کو اس طرح بیان کرنا کہ کلام کی بلاغت، بیان کی ندرت اور طرزِ ادا کی لطافت میں کہیں جھول نہ آئے، بہت دشوار ہے کیونکہ ہر فن کا ایک خاص لب و لہجہ خاص ہے اور خاص طریقہ بیان ہوتا ہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ علمی مطالب میں نہ بلیغانہ تعبیرات کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ ان میں اعلیٰ معیارِ بلاغت کو باقی رکھا جاسکتا ہے کیونکہ ٹھوس حقائق کی وادی اور ہے اور بلاغت کا پُر بہار چمن اور ہے۔ چنانچہ ابن خلدون کو یہ کہنا پڑا کہ علمی و فنی تعبیریں اسلوب و بلاغت سے میل نہیں کھاتیں۔

اہل فن کے ذہنوں میں جو مخصوص تعبیرات محفوظ ہوتی ہیں، وہ انہیں کو دھرانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ اگر اپنے بیان میں شعریت لانا بھی چاہیں گے تو ہیر پھیر کے وہی لفظیں، وہی تعبیریں ہوں گی جو ان کی زبانوں پر چڑھ کر مجھ چکی ہیں۔ چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابوالقاسم ابن رضوان نے ایک دفعہ ابوالعباس ابن شعیب کے سامنے شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

لم ادر حین وقفت بالا طلال ما الفرق بین جدیدھا والبالی

(میں جب دوست کے کھنڈروں کے پاس ٹھہرا تو نہ جان سکا کہ نئے اور پرانے کھنڈروں میں کیا فرق ہے)۔ تو ابوالعباس نے فوراً کہا کہ یہ کسی فقیہ کا شعر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں یہ مشہور فقیہ ابن الجوی کا شعر ہے مگر آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہوا۔ ابو العباس نے کہا اس میں لفظ ما الفرق بابت دہل پکار رہی ہے کہ میں کسی فقیہ کی زبان سے نکلی ہوں بھلا اس لفظ کو بلاغت اور اسلوب کلام عرب سے کیا واسطہ اور فقہی زبان کو شعر و سخن کی زبان سے کیا لگاؤ لیکن امیر المومنین کے کلام کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ اس میں ادب کی سحر انگیزی اور علم و حکمت کی باریک نگاہی دونوں سمٹ کو جمع ہو گئی ہیں اور نہ کسی پہلو میں بھی کمزوری کا شاہدہ تک نہیں آنے پاتا۔ حضرت علی ابن ابی طالب وہ پہلے مفکر اسلام ہیں، جنہوں نے خداوند عالم کی توحید اور اس کے صفات پر عقلی نقطہ نظر سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں جو خطبات متکلمین کی ذہنی رسائیاں ٹھک کر رہ جاتی ہیں اور کتنے درسِ طبیعتوں کو معجز و نارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے الہیاتی مسائل میں علم و دانش کے دریا بہائے ہیں ان کا سرچشمہ آپ ہی کے حکیمانہ ارشادات ہیں۔ یوں تو مخلوقات کی نیہنگیوں سے خالق کی صنعت آفرینیوں پر استدلال کیا ہی جاتا ہے، لیکن جس طرح امیر المومنین دنیائے کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی اور پست سے پست مخلوق میں نقاشِ فطرت کی نقش آرائیوں کی تصویر کھینچ کر صانع کے کمالِ صنعت اور اس کی قدرت و حکمت پر دلیل قائم کرتے ہیں وہ ندرتِ بیانی و اعجازِ کلامی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس موقع پر صرف طاؤس کی خوش خرامی اور اس کے پردِ بال کی رنگینی و

رعنائی ہی نظروں کو جذب نہیں کرتی بلکہ چکا ڈر، نڈی اور چپوئی ایسی روندی ہوئی اور ٹھکرائی ہوئی مخلوق کا دامن بھی فطرت کی فیاضیوں سے چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

ان خطبات و نگارشات میں مابعد الطبیعیاتی و نفسیاتی مسائل کے علاوہ اخلاق، تمدنی، معاشرتی اصول عدل و داد خواہی کے حدود، حرب و ضرب کے ضوابط اور اعمال و مصلحتیں زکوٰۃ کے لئے ہدایات بھی نمایاں حیثیت رکھتی ہیں اور ایک ایسا مکمل و جامع دستور حکومت بھی ان صفحات کی زینت ہے جس کی افادیت اس ترقی یافتہ دور میں بھی مسلم ہے کہ جب سیاست مدنی کے اصول اور جمہوری و غیر جمہوری حکومتوں کے آئین منضبط ہو چکے ہیں یہ صرف نظریاتی چیز نہیں بلکہ ایک علمی لائحہ ہے، جس پر مسلمانان عالم بڑی آسانی سے عمل پیرا ہو کر دنیوی و آخری ارتقاء کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ سکتے ہیں۔

ان تحریروں میں ان علماء دنیا و فقہاء سو کی فریب کاریوں سے بھی متنبہ کیا ہے کہ جنہیں علم سے تو کوئی لگاؤ ہوتا نہیں مگر علماء کا روپ دھار کر مسند قضا پر بیٹھ جاتے ہیں اور علم و مشیت کی دکان سچ کر دین فروشی کرتے ہیں۔

کہ ازیں خوب تر تجارت نیست

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نبج البلاغہ کے تعلیمات دنیوی تعمیر و ترقی میں سدا رہا ہیں۔ بے شک امیر المؤمنین اُس ترقی و فزادانی دنیا کے خواہاں نہ تھے، جو اسلام کی سادگی کو قیصر و کسروی رنگ میں رنگ دے۔ بلکہ اُن کا اصل مقصد ہمیشہ روحانی ترقی و اخلاقی بلندی رہا لیکن اس کے ساتھ وہ رہبانیت کا درس نہ دیتے تھے چنانچہ بصرہ میں جب عاصم بن زیاد کے متعلق اس کے بھائی نے آپ سے گلہ کیا کہ وہ گھبراہ اور زن و فرزند کو چھوڑ کر گوشہ گزین ہو گیا ہے، تو حضرت نے اُسے بلایا اور سختی سے ڈانٹا کہ وہ اس ڈھونگ کو جلد ختم کرے اور دنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو۔ نبج البلاغہ میں جہاں جہاں ترک دنیا کی تعلیم ہے اس سے اس قسم کی رہبانیت قطعاً مراد نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ انسان دنیوی و سر و سامان پر بھروسہ نہ کر بیٹھے کہ یہ صبح ہے تو شام نہیں اور شام ہے تو صبح نہیں اور اس کی کامرانیوں اور دلفریبیوں میں کھو کر حیات بعد الہیات سے غافل نہ ہو جائے۔ یہ مقصد نہیں کہ اس کی نعمتوں اور آسائشوں سے کلیئہ دستبردار ہو جائے۔ وہ انہیں حد اعتدال میں رہ کر استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ دنیا کا بے اعتدالانہ استعمال جہاں اخلاقی تباہی کا پیش خیمہ اور روحانی زندگی کے لئے زہر ہلا بل بن جائے، کوئی اخلاقی رہنما اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

نبج البلاغہ اخلاقی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ اس کے مختصر جملے اور ضرب المثلیں اخلاقی شائستگی، خود اعتمادی، حق گوئی اور حقیقت شناسی کا بہترین درس دیتی ہیں۔ اس کے ایک ایک فقرہ میں قرآن و حدیث کی روح اور اسلام کی صحیح تعلیم مضمر ہے جن لوگوں نے اموی و عباسی دور کی نغمہ بار و خشن پاش رنگینیوں سے اسلامی اخلاق کا اندازہ لگایا ہے، وہ اسلام کی پاکیزانہ تعلیم اور اس کے بلند معیار اخلاق سے بیگانہ ہیں اور اس وقت تک بیگانہ رہیں گے جب تک اس معلم اسلام کے حکمت آگین کلام کے آئینہ میں اسلام کے خدو خال کو پہچاننے اور اُس کے بلند پایہ اسرار و نکات تک پہنچنے کی کوشش نہ کریں گے۔

علامہ شریف رضیؒ کا دنیا سے علم و ادب پر بڑا احسان ہے کہ وہ ان جواہر ریزوں کو بڑی کاہش و کاوش اور تحقیق و جستجو سے جمع کرنے کے بعد نبج البلاغہ کے نام سے چھوڑ گئے۔ جس کے بلند پایہ حکم و معارف نے دنیا کی نظروں کو اپنی طرف موڑ لیا اور علامہ مددوح

کے دور سے لے کر اس وقت تک ہر مکتب خیال کے علماء و فضلاء نے اس کے مطالب و حقائق کو بقدر امکان واضح کرنے کے لئے اس کی شرحیں لکھیں جن کی تعداد سو سے کچھ ہی کم ہوگی لیکن اردو دان طبقہ نہ اصل کتاب سے مستفید ہو سکتا ہے اور نہ شرحوں تک اس کی رسائی ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ضروری تشریحات کے ساتھ اس کا صحیح اور سلیس اردو میں ترجمہ ہو جائے۔ یوں تو اردو میں اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں مگر نیرنگ فصاحت کے علاوہ مکمل ترجمہ اس وقت تک منظر عام پر نہیں آیا لیکن اس کے متعلق افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں بیشتر مواقع پر مطلب کچھ کا کچھ ہو گیا ہے۔ مگر اردو میں نقش اول ہونے کی وجہ سے اس کے فصل اقد میت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ماننا کہ اصل کلام کے خصوصیات ترجمہ میں منتقل نہیں کیے جاسکتے اور آئینہ کے بالقابل پھول رکھ کر اس کی پتیوں کی تہہ میں لپٹی ہوئی خوشبو کی عکاسی ناممکن ہے کہ کوئی پھول کے عکس سے خوشبو سونگھنے کی توقع کرنے لگے مگر پھول کی شکل صورت اور رنگ روپ بھی نظر نہ آئے تو اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ آئینہ ہی دھندلا ہے۔

ان حالات میں میں نے نبج البلاغہ کا ترجمہ پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ ترجمہ جیسا کچھ بھی ہے آپ کے سامنے ہے۔ میری کوشش تو یہی رہی ہے کہ میرے امکانی حدود تک ترجمہ صحیح ہو، لیکن میری کوشش کہاں تک بار آور ہوئی ہے اس کا اندازہ ارباب علم ہی کر سکتے ہیں۔ میرے صحیح سمجھنے یا کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ ترجمہ میں اصل کی لطافت و بلاغت اور علوی لفظ و فصاحت کے جوہر کو سمویا جاسکے تاہم

آب دریا را اگر نتواں کشید ہم بقدر تشنگی یا باید چشید!

جو ہو سکتا ہے وہ ظاہر الفاظ کا ایک حد تک صحیح ترجمہ ہے۔ چنانچہ اس کے لئے میں نے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ اب اس سے اگر تھوڑی بہت جھلک بھی کلام امام کی سامنے آ جائے تو وہی بہت ہے۔

گر بمعنی نہ ری جلوہ صورت چه کم است

ترجمہ و حواشی کے سلسلے میں تاریخ و سیر اور رجال کی کتابوں کے علاوہ نبج البلاغہ کے متعدد تراجم و شروح بھی میرے پیش نظر رہے ہیں، جن کا تفصیلی تذکرہ ضروری نہیں ہے۔ البتہ جن شروح سے میں نے خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھایا ہے اور جا بجا اُن کا حوالہ دے دیا ہے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) اعلام نبج البلاغہ

اس کے مصنف علی ابن الناصر ہیں، جو جناب سید رضی رحمہ اللہ کے معاصر تھے۔ یہ نبج البلاغہ کی سب سے پہلی شرح ہے گو مختصر ہے لیکن حل لغات و تفریح مطالب کے لحاظ سے بہت بلند پایہ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ لکھنؤ میں کتب خانہ جناب سید تقی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ میں موجود ہے، وہیں سے اس کو حاصل کر کے دیکھا۔

(۲) شرح ابن میثم

شیخ کمال الدین میثم ابن علی ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ھ کی تصنیف ہے، جو علماء امامیہ میں بڑے بلند شخصیت کے مالک تھے۔

مقدمہ

آیۃ اللہ، سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب قبلہ مد نور اللہ مرقدہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وآله الطيبين الطاهرين
 نفع البلاء امير المؤمنين علي ابن ابي طالب عليه الصلوة والسلام کے کلام کا وہ شہور ترین مجموعہ ہے جسے جناب سید رضی برادر شریف
 مرتضیٰ علم الہدیٰ نے چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں مرتب فرمایا تھا۔ اس کے بعد پانچویں صدی کے پہلے عشرہ میں آپ کا انتقال ہو گیا
 ہے اور نفع البلاء کے انداز تحریر سے پتہ یہ چلتا ہے کہ انہوں نے طویل جستجو کے ساتھ درمیان میں خالی اوراق چھوڑ کر امیر المؤمنین کے
 کلام کو متفرق مقامات سے یکجا کیا تھا، جس میں ایک طویل مدت انہیں صرف ہوئی ہوگی اور اس میں اضافہ کا سلسلہ ان کے آخر عمر تک
 قائم رہا ہوگا، یہاں تک کہ بعض کلام جو کتاب کے یکجا ہونے کے بعد ملا ہے اس کو تجل میں انہوں نے اس مقام کی تلاش کے بغیر جہاں
 اسے درج ہونا چاہئے تھا کسی اور مقام پر شامل کر دیا ہے اور وہاں پر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کلام کسی اور روایت کے مطابق اس کے پہلے کہیں پر
 درج ہوا ہے۔ یہ انداز جمع و تالیف خود ایک غیر جانبدار شخص کے لئے یہ پتہ دینے کے واسطے کافی ہے کہ اس میں خود سید رضی کے ملکہ
 انشاء اور قوت تحریر کا کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ انہوں نے صرف مختلف مقامات سے جمع آوری کر کے امیر المؤمنین کے کلام کو یکجا کر دینے پر
 اکتفا کی ہے یہ پاشانی اور پریشانی جسے بحیثیت تالیف کے کتاب کا ایک نقص سمجھنا چاہئے۔ مقام اختیار میں اس پر اعتماد پیدا کرنے والا
 ایک جوہر ہو گیا ہے۔ انہوں نے مختلف نسخوں اور مختلف راویوں کی یادداشت کے مطابق نقل الفاظ میں اتنی احتیاط کی ہے کہ بعض وقت
 دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جاتا ہے کہ اس عبارت کے نقل کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا جبکہ ابھی ابھی ہم ایسی ہی عبارت پڑھ چکے ہیں
 جسے ذمہ اہل بصرہ میں اس شہر کے غرقابی کے تذکرے میں اس کی مسجد کا نقشہ کھینچنے میں مختلف عبارات کبھی نعامۃ جاثیۃ اور کبھی کجواء
 جواء طیسر فی لجة بحر اور اس سے ملتے جلتے ہوئے اور الفاظ، یہ اسی طرح کا اہتمام صحت نقل میں ہے جسے موجودہ زمانہ میں اکثر
 کتابوں کی عکسی تصویر شائع کی جاتی ہے جس میں اغلاط کتابت تک کی اصلاح نہیں کی جاتی اور صرف حاشیہ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ بظاہر یہ
 لفظ غلط ہے۔ صحیح اس طرح ہونا چاہئے۔ دیکھنے والے کا دل تو ایسے مقام پر یہ چاہتا ہے کہ اصل عبارت ہی میں غلط کو کاٹ کر صحیح لفظ لکھ دی
 گئی ہو، مگر صحت نقل کے اظہار کے لئے یہ صورت اختیار کی جایا کرتی ہے جیسے قرآن مجید میں بعض جگہ تالیف عثمانی کے کاتب نے جو
 کتابت کی غلطیاں کر دی تھیں جیسے لا ذبحنہ میں لا کے بعد ایک الف جو یقیناً غلط ہے، اس لئے کہ یہ لائے نافیہ نہیں، جس کے بعد
 اذبحنہ فعل آئے، بلکہ لام تاکید ہے، جس سے اذبحنہ فعل متصل ہے مگر اس قسم کے اغلاط کو بھی دور کرنا بعد کے مسلمانوں نے صحت
 نقل کے خلاف سمجھا۔ اسی طرح املائے قرآن گویا ایک تعبیری شکل سے تعین ہو گیا۔ بعض جگہ رحمۃ کی ت لمبی لکھی جاتی ہے، بعض جگہ
 بخت بغیر الف کے لکھا جاتا ہے بعض جگہ یدعو ایسے فعل واحد میں بھی وہ الف لکھا ہوا ہے کہ جو جمع کے بعد غیر لغوی ہونے کے باوجود لکھا
 جایا کرتا ہے۔ ان سب خصوصیات کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے، جس سے مقصود وثاقت نقل میں قوت پیدا کرنا ہے۔ اسی طرح علامہ

ان کی شرح معنی آفرینی و دقیقہ سنجی کے اعتبار سے بہت شہرت رکھتی ہے۔

(۳) شرح ابن ابی الحدید

ابو حامد عبد الحمید ابن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن ابی الحدید مدائنی بغدادی، متوفی ۶۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ یہ علماء معتزلہ میں سے
 تھے۔ ان کی شرح شہرہ آفاق ہے اور اہم مطالب پر مشتمل ہے اور مصر و ایران میں طبع ہو چکی ہیں۔

(۴) درۃ المجفہ

الحاج میرزا ابراہیم خوی شہید ۱۳۲۵ھ کی تصنیف ہے۔ مشہور و متداول شرح ہے۔ شرح ابن ہبۃ سے متاثر ہو کر لکھی ہے اور
 اس کے علمی مطالب کو اپنی کتاب میں قال الفضل کہہ کر درج کرتے ہیں اور کہیں کہیں پر ان کے نقطہ نظر سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس
 میں لغوی تشریحات بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

(۵) منہاج البرامہ

سید حبیب اللہ خوی متوفی حدود ۱۳۲۶ھ کی تصنیف ہے۔ یہ شرح بہت بسیط اور تفصیلی واقعات پر مشتمل ہے۔ اکثر مواقع پر
 ابن ابی الحدید سے لکھے ہیں اور کہیں کہیں ابن ہبۃ پر بھی تنقید کی ہے۔ شرح عربی میں ہے اور فارسی زبان میں ترجمہ بھی ساتھ ساتھ ہے۔

تشکر و امتنان

میں اپنے بزرگ و محترم حضرت سید العلماء دام ظلہ علامہ علی نقی نقوی صاحب قبلہ کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے
 میری عرضداشت پر ترجمہ و حواشی کے بیشتر اجزاء سماعت فرمانے کے بعد اس پر ایک بسیط و محققانہ مقدمہ تحریر فرمایا اور مختلف موارد پر
 اپنے زریں مشوروں سے رہنمائی فرمائی۔ خداوند عالم آپ کے فیوض و برکات کو تادیر باقی و برقرار رکھے۔

الاحقر المذنب جعفر حسین عفی اللہ عنہ

کر دیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا داخلی شاہد ہے۔ اس تصور کے غلط ہونے کا وہ علامہ سید رضی کا کام ہو۔

چوتھا امر یہ ہے کہ جناب سید رضی اپنے دور کے کوئی گم نام شخص نہ تھے۔ وہ دینی و دنیوی دونوں قسم کے ذمہ دار منصبوں پر فائز تھے۔ یہ دور بھی وہ تھا جو مذہب و ملت کے علماء و فضلاء سے بھرا ہوا تھا۔ بغداد سلطنت عباسیہ کا دار السلطنت ہونے کی وجہ سے مرکز علم و ادب بھی تھا۔ خود سید رضی کے استاد شیخ مفید بھی نفع البلاغہ کے جمع و تالیف کے دور میں موجود تھے۔ اس لئے کہ جناب شیخ مفید علامہ سید رضی کی وفات کے بعد تک موجود رہے ہیں اور شاگرد کا انتقال استاد کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا، اور معاصرین کو تو ایک شخص کے متعلق الزامات کی تلاش رہتی ہے۔ پھر شریف رضی سے تو خود حکومت و وقت کو بھی خاصیت پیدا ہو چکی تھی۔ اس محضر پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے جو فاطمین مصر کے خلاف حکومت نے مرتب کیا تھا اور جس پر علامہ رضی کے بڑے بھائی اور ان کے والد بزرگوار تک نے حکومت کے تشدد کی بناء پر دستخط کر دیئے تھے مگر علامہ سید رضی نے عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر اس پر دستخط سے انکار کر دیا تھا علاوہ اس کے کہ اس کردار کا شخص جو صداقت کو ایسے قوی ترین محرکات کے خلاف محفوظ رکھے اس طرح کی چھچھوری بات کر ہی نہیں سکتا کہ وہ ایک پوری کتاب خود لکھ کر امیر المومنین کی جانب منسوب کر دے جس کا غلط ہونا علماء عصر سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور اگر بالفرض وہ ایسا کرتے بھی تو ان کے دور میں ان کے خلاف علماء وقت اور ارکان حکومت کی طرف سے اس الزام کو شدت سے اچھالا جاتا اور سخت سے سخت نکتہ چینی کی جاتی۔ حالانکہ ہمارے سامنے خود ان کے عصر کے علماء کی کتابیں اور ان کے بعد کے کئی صدی تک کے مصنفین کی تحریرات موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں کمزور سے کمزور طریقہ پر بھی ان کے حالات زندگی میں اس قسم کے الزام کا عائد کیا جانا یا اس بارے میں ان پر کسی قسم کا نکتہ چینی کا ہونا موجود نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ صرف بر بنائے جذبات نفع البلاغہ کے بعض مندرجات کو اپنے معتقدات کے خلاف پا کر کچھ متعصب افراد کی بعد کی کارستانی ہے جو انہوں نے نفع البلاغہ کو کلام سید رضی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ خود جناب سید رضی اعلیٰ اللہ مقامہ کے دور میں اس کے مندرجات کا کلام امیر المومنین ہونا بلا تفریق فرقہ و مذہب ایک مسلم چیر تھی اور اسی لئے ان پر اس بارے میں کوئی الزام عائد نہیں کیا جاسکا۔

پانچواں امر یہ ہے کہ سید رضی اعلیٰ اللہ مقامہ کے قبل ایسا نہیں ہے کہ امیر المومنین کے خطبوں کا کوئی نام و نشان عالم اسلامی میں نہ پایا جاتا ہو، بلکہ کتب تاریخ و ادب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مسلم الثبوت ذخیرہ بحیثیت خطب امیر المومنین علیہ السلام کے سید رضی رحمہ اللہ کے قبل سے موجود تھا۔ چنانچہ مؤرخ مسعودی نے جو علامہ سید رضی سے مقدم طبقہ میں ہیں بلکہ ان کی ولادت کے قبل وفات پا چکے تھے اس لئے کہ علامہ سید رضی کا دور شباب ہی میں ۳۶۷ھ میں انتقال ہوا ہے اور مسعودی کی وفات ۳۴۵ھ میں ہو چکی تھی، جس وقت سید رضی کے استاد شیخ مفید ہی نہیں بلکہ ان کے بھی استاد شیخ صدوق محمد بن علی ابن بابویہ قیومی بھی زندہ تھے۔ مسعودی نے اپنی کتاب تاریخ مروج الذهب میں لکھا ہے کہ

وَالَّذِي حَفِظَ النَّاسَ عَنْهُ مِنْ خُطْبِهِ فِي سَائِرِ مَقَامَاتِهِ اَرْبَعًا عَشْرَ خُطْبَةً وَ نِيفَ وَ ثَمَانُونَ خُطْبَةً يُوْرِدُهَا عَلٰى الْبَدِيْهِ تَدَاوُلِ النَّاسِ ذَالِكَ عَنْهُ قَوْلًا وَ عَمَلًا۔

(مروج الذهب جلد ۲ ص ۳۳ طبع مصر)

سید رضی نے جس شکل میں جو فقرہ دیکھا اس کو درج کرنا ضروری سمجھا تا کہ کسی قسم کا تصرف کلام میں ہونے نہ پائے۔ یہ ایک روایتی پہلو ہے جو اس تصور کو بالکل ختم کر دیتا ہے کہ یہ کتاب سید رضی رحمہ اللہ کی تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔

دوسرا پہلو خطبوں کے درمیان کے منہا..... ومنہ ہیں، جس میں عموماً بعد کا حصہ قبل سے بالکل غیر مرتبط ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ قبل کا حصہ قبل بعثت سے متعلق ہے یا اوائل بعثت سے اور بعد کا حصہ بعد وفات رسول سے متعلق ہے یہ بھی دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جایا کرتا ہے۔ مگر اس سے بھی اس مقصد کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اگر سید رضی کا کلام ہوتا تو فطری طور اس میں تسلسل ہوتا یا اگر، انہیں دو موضوعوں پر لکھنا ہوتا تو اسے وہ دو خطبوں میں مستقل طور پر تحریر کرتے، لیکن وہ کیا کرتے جبکہ انہیں کلام امیر المومنین ہی کا انتخاب پیش کرنا تھا۔ اس لئے جہاں خطبہ کا پہلا جز اور آخر کا جز و مختلف موضوعوں سے متعلق ہے اور درمیان کا حصہ کسی وجہ سے وہ درج نہیں کر رہے ہیں تو نہ وہ اس کو کلام واحد بنا سکتے ہیں نہ مستقل دو خطبہ بلکہ انہیں ایک ہی کلام میں ومنہا کے فاصلے قائم کرنا پڑتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ شکل بعض جگہ تو انتخاب کی وجہ سے ہوئی ہے اور بعض جگہ یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ سابق میں قلمی کتابوں کے سوا کوئی دوسری شکل مواد کے فراہم ہونے کی نہ ہوتی تھی اور قلمی کتابوں کے اکثر نئے مختصر بفر ہوتے تھے۔ اب اگر ان میں درمیان کا حصہ کرم خوردہ ہو گیا ہے یا اوراق ضائع ہو گئے ہیں یا رابطہ سے روشنائی پھیل جانے کی وجہ سے وہ ناقابل قرات ہے تو علامہ سید رضی اس موقع پر درمیان کا حصہ نقل کرنے سے قاصر رہے ہیں اور حرص جمع و حفاظت میں انہوں نے اس کے قبل یا بعد یا وسط کے وہ سطور تلاش کئے ہیں جو کسی مستقل مفاد کے حامل ہیں اور اس طرح درمیان کے حصوں میں انہوں نے ومنہا کہہ کر اس کے درج کرنے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔ یہ بھی ہے کہ اس وقت علم کا ایک بڑا ذخیرہ حفاظ و ادباء و محدثین کے سینوں میں ہوتا تھا۔ فرض کیجئے کسی اپنے استاد اور شیخ حدیث سے علامہ سید رضی نے کسی موقع کی مناسبت سے خطبہ کا ابتدائی حصہ لیا اور انہوں نے اسے فوراً قلم بند کر لیا، پھر دوسرے موقع پر انہوں نے ان کی زبان سے اسی خطبہ کے کچھ دوسرے فقرات سنے اور انہیں محفوظ کر لیا اور اتنا موقع نہ مل سکا کہ درمیانی اجزا ان سے دریافت کر کے لکھتے۔ اس طرح انہوں نے اس کی خانہ پوری ومنہا کے ذریعہ سے کی۔ یہ بھی اس کی دلیل قوی ہے کہ انہوں نے اصل کلام امیر المومنین کے ضبط و حفظ ہی کی کوشش کی ہے۔ قطعاً کوئی نصرت خود نہیں کرنا چاہا۔

تیسرا شاہد اس کا خود جناب رضی کے وہ مختصر تبصرے ہیں جو کہیں کہیں کچھ خطبوں کے بعد انہوں نے اس کلام کے متعلق اپنے احساسات و تاثرات کے اظہار پر مشتمل درج کر دیئے ہیں یا بعض جگہ کچھ الفاظ کی تشریح ضروری سمجھی ہے۔ ان تبصروں کی عبارت نے ان خطبوں سے متصل ہو کر ہر صاحب ذوق عربی دان کے لئے یہ انداز قسطی طور پر آسان کر دیا ہے کہ ان تبصروں کا انشا پر داز وہ ہرگز نہیں ہو سکتا، جو ان خطبوں کا انشا پر داز ہے۔ جس طرح خود علامہ رضی نے اپنی مایہ ناز تفسیر حقائق الشریل میں اعجاز قرآن کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ باوجودیکہ امیر المومنین کا کلام جو فصاحت و بلاغت میں مافوق البشر ہے مگر جب خود حضرت کے کلام میں کوئی قرآن کی آیت آ جاتی ہے تو وہ اس طرح چمکتی ہے جس طرح سنگریزوں میں گوہر شاہوار بالکل اسی شکل سے اگرچہ علامہ سید رضی اپنے دور کے فصیح زمانہ تھے اور ادب عربی میں معراج کمال پر فائز تھے، مگر نفع البلاغہ میں امیر المومنین کے کلام کے بعد جب ان کی عبارت آ جاتی ہے تو ہر دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ اس کی نگاہ بلند یوں سے گر کر نشیب میں پہنچ چکی ہے، حالانکہ ان عبارتوں میں علامہ سید رضی نے ادبیت صرف کی ہے اور اپنی حد بھرا اپنی قابلیت دکھائی ہے، مگر سابق کلام کی بلندی کو ہر مطالعہ کرنے والے کے لئے ایک امر محسوس کی حیثیت سے ظاہر

کان یسمع منی خطب امیر المومنین علیہ السلام

یہ دوسری صدی ہجری کا ذکر ہے اور اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ایک ذخیرہ خطبوں کا اس وقت بھی موجود تھا جو مسلم طور پر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف نسبت رکھتا تھا۔

ان تمام مقامات پر بطور ارسال مسلمات خطب علی کہنا بتاتا ہے کہ اس زمانے میں اس بارے میں کوئی شک و شبہ بھی محسوس نہیں کیا جاتا تھا۔ ورنہ جیسا کئی صدی بعد جب کچھ اغراض کی بناء پر مصنفین نے اس حقیقت کو مشکوک بنانا ضروری سمجھا تو المنسوبة الی علیؑ کہنے لگے۔ دور اول میں اس قسم کے شک و شبہ کے اظہار کرنے والی کوئی لفظ پائی نہیں جاتی۔

(۱) ہشام ابن محمد ابن سائب کلبی متوفی ۱۳۶ھ ان کے جمع و تالیف کا ذکر فہرست ابن ندیم جزو ۷ صفحہ ۲۵۱ میں موجود ہے۔

(۲) ابراہیم ابن ظہیر فرازی، ان کا ذکر فہرست طوسی میں یوں ہے۔

صَنَّفَ کتِباً منها کتاب الملاحم و کتاب
خطب علی علیہ السلام

کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

اور رجال نجاشی میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔

(۳) ابو محمد مسعود ابن صدقہ عبدی۔ ان کے متعلق رجال نجاشی میں ہے۔

لم یتب منها کتاب خطب امیر المومنین
علیہ السلام

خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۴) ابوالقاسم عبدالعظیم ابن عبداللہ حسی، جن کا مزار طہران سے تھوڑے فاصلہ پر شاہ عبدالعظیم کے نام سے مشہور ہے یہ امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے جمع کردہ خطبوں کا ذکر رجال نجاشی میں اس طرح ہے۔

لہ کتاب خطب امیر المومنین علیہ السلام
ان کی ایک کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۵) ابو الخیر صالح ابن ابی حماد رازی۔ یہ بھی امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ نجاشی میں ہے۔

لہ کتب منها کتاب خطب امیر المومنین
علیہ السلام

ہے۔

(۶) علی ابن محمد ابن عبداللہ مدائنی متوفی ۳۳۵ھ۔ انہوں نے حضرت کے خطبوں کو اور ان مکاتیب کو جمع کیا، جو حضرت نے اپنے عمال کو تحریر فرمائے تھے۔ اس کا ذکر مجمع الادباء یا قوت حموی جزو ۵ صفحہ ۳۱۳ میں ہے۔

(۷) ابو محمد عبدالعزیز جلودی بصری متوفی ۳۳۰ھ کے تصانیف میں کتاب خطب علی، کتاب رسائل، کتاب مواعظ علی، کتاب خطب علی علیہ السلام فی الملاحم، کتاب دعاء علی موجود ہیں، جن کا تذکرہ شیخ طوسی نے فہرست میں اور نجاشی نے ان کے طویل تصنیفات کے ذیل میں اپنے رجال میں کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ چار سو اسی سے کچھ اوپر خطبے اگر تمام و کمال یکجا کئے جائیں تو بلاشبہ نچ البلاغہ سے بڑی کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ جب یہ اتنا بڑا ذخیرہ سید رضی کی ولادت سے پہلے سے موجود تھا تو پھر علامہ سید رضی کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ اس ذخیرہ سے کام نہ لیں اور اپنی طرف سے نچ البلاغہ ایسی کتاب کو تحریر کر دیں۔ ایسا اس شخص کے لئے کیا جاتا ہے جو گمنام ہو اور جس کا کارنامہ کوئی موجود نہ ہو اور اس کے خلاف یا متسبین خواہ خواہ اس کو نمایاں بنانے کے لئے اس کی جانب سے کوئی کارنامہ تصنیف کر دیں۔ صرف علامہ مسعودی کا یہ قول ہی اس ذخیرہ کے ثبوت کے لئے کافی تھا، جبکہ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ذخیرہ آثار قدیمہ کے طور پر کسی دور دراز عجائب خانہ یا کسی ایک عالم کے متروکات میں شامل نہیں تھا، جس تک رسائی کسی زحمت کی طلب گار ہوتی ہو، بلکہ حفظ الناس اور تداول الناس کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ عموماً اہل علم کے ہاتھوں میں موجود اور متداول تھا۔ اسکے علاوہ دور عباسیہ کے یگانہ روزگار کاتب عبدالحمید بن یحییٰ متوفی ۳۳۲ھ کا یہ مقولہ علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نچ البلاغہ میں درج کیا ہے کہ

حفظت سبعین خطبة من خطب الاصلع
ففاضت ثم فاضت

اس کے بعد ابن المقفع متوفی ۱۴۲ھ کا اعتراف ہے جسے علامہ حسن الذوبی نے اپنے ان حواشی میں، جو کتاب البیہان والتبيين للجاحظ پر لکھے ہیں وہ ابن المقفع کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الظاہر انه تخرج فی البلاغة علی خطب
الامام علی ذلک کان یقول شریة من
الخطب من ریا ولم اضبط لها رویا
ففاضت ثم فاضت

ہمیشہ بڑھتے رہے۔

اس کے بعد ابن نباتہ متوفی ۷۷۳ھ یہ بھی سید رضی سے مقدم ہیں اور ان کا یہ قول ہے۔

حفظت من الخطابة کنز الا یزیدہ
الانفاق الاسعة و کثرة حفظت مائة فصل
من مواعظ علی ابن ابی طالب۔

میں سے یاد کی ہیں۔

ابن نباتہ کے اس قول کا بھی ابن ابی الحدید نے تذکرہ کیا ہے۔

رجال کشی میں ابوالصباح کنانی کے حالات میں لکھا ہے کہ زید ابن علی ابن الحسین کو جو زید شہید کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ امامت میں ہوئی وہ برابر امیر المومنین کے خطبوں کو سنا کرتے تھے۔

ابوالصباح کہتے ہیں۔

(۸) ابو محمد حسن ابن علی ابن شعبہ جلی متوفی ۳۲۰ھ نے اپنی کتاب تحف العقول (صفحہ ۱۳ طبع ایران) میں امیر المومنین کے کچھ کلمات امثال اور خطبہ کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے۔

اننالو استغرقتنا جميع ماوصل الينا من خطبه
و كلامه في التوحيد خاصة دون ما سواه
من المعاني لكان مثال جميع هذا الكتاب
العقول کے برابر ہوگا۔

اب مذکورہ بالا تفصیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی میں زید ابن وہب جہنی نے حضرت کے خطبوں کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ دوسری صدی میں عبد الحمید ابن تکی کا تب اور ابن مقفع کے دور میں وہ ذخیرہ مسلم طور پر موجود تھا اور اس صدی کے وسطی دور میں وہ خطبے پڑھے اور سنے جاتے تھے۔ جیسا کہ زید شہید کے واقعہ سے ظاہر ہوا اور اباء اس کو زبانی حفظ کرتے تھے، جیسا کہ عبد الحمید اور ابن مقفع کے تصریحات سے ظاہر ہوا۔

اور تیسری صدی میں متعدد مصنفین نے جو خطبے ان تک پہنچے تھے ان کو مدون کیا۔ ایسی صورت میں جناب سید رضی کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ ان تمام ذخیروں کو نظر انداز کر کے یہ دماغی کاوش و کاہش گوارا کریں کہ وہ از خود کلام امیر المومنین کے نام سے کوئی چیز تصنیف کریں۔

چھٹا امر یہ ہے کہ ان تمام ذخیروں کے سابق سے موجود ہونے کے بعد ظاہر ہے کہ علامہ سید رضی کے لئے یہ تو قطعی ممکن نہیں تھا کہ وہ ان تمام ذخائر کو تلف کر دیتے اور پھر اسی کی ترویج کرتے جو انہوں نے کلام امیر المومنین قرار دیا تھا۔ یہ قطعی ناممکن تھا اگر وہ ذخیرہ کسی ایک مصنف کے پاس دور دور از جگہ ہوتا تو یہ امکان بھی تھا جیسا کہ مشہور ہے کہ شیخ ابوبلی سینا نے فارابی کے تمام مصنفات کو کسی شخص سے حاصل کر کے انہیں تلف کر دیا اور ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ یہاں یہ صورت قطعاً ناممکن تھی جبکہ کلام اباء کے سینوں میں محفوظ تھا۔ اطراف و اقطار عالم اسلامی میں منتشر تھا اور بہت سے مصنفین اس کی تدوین کر چکے تھے۔ پھر جبکہ سید رضی کی تصنیف کے ساتھ ان ذخائر کا موجود ہونا لازمی تھا تو اگر سید رضی کا جمع کردہ کلام اس ذخیرہ سے مختلف ہوتا یا اسلوب بیان میں اس سے جدا ہوتا تو وہ تمام ادباء زمانہ خطبائے روزگار، علمائے وقت جو اس کلام کو دیکھتے ہوئے، پڑھے یا یاد کئے ہوئے تھے، صدائے احتجاج بلند کر دیتے، ان میں تلاطم ہو جاتا اور سید رضی تمام دنیا میں اس کی وجہ سے بدنام ہو جاتے۔ کم از کم کوئی ان کے ہم عصر ادباء میں سے اس کی تنقید ہی کرتا ہوا ایک کتاب ہی اس موضوع پر لکھ دیتا کہ امیر المومنین کا جو کلام اب تک محفوظ رہا یہ سید رضی کے جمع کئے ہوئے ذخیرہ سے مختلف ہے۔ خصوصاً جب وہ وہ جو بعد میں ایک طبقہ کو اس باب میں انکار یا تشکیک کی موجب ہوئی، جس کی تفصیل کسی حد تک آئندہ درج ہوگی۔ وہ ایک مذہبی بنیاد تھی۔ یعنی یہ کہ نفع البلاغہ میں ان افراد کے بارے میں جنہیں سوا او اعظم قابل احترام سمجھتا ہے کچھ تعریضات یا انتقادی کلمات ہیں۔

ظاہر ہے کہ نفع البلاغہ سلطنت عباسیہ کے دار السلطنت میں لکھی گئی جو اہل سنت کا علمی مرکز تھا۔ اس وقت بڑے بڑے علماء حفاظ، ادباء، خطباء، اہل سیر اور محدثین اہل سنت میں موجود تھے اور ان کا جم غفیر خاص بغداد میں موجود تھا۔ اگر امیر المومنین کے وہ خطبات جو ابن المقفع، ابن نباتہ، عبد الحمید ابن یحییٰ، جاحظ اور دیگر مسلم الثبوت ادباء کے دور میں موجود تھے، ان تعریضات سے خالی تھے اور اس قسم

کے مضامین ان میں نہ تھے، بلکہ فطری طور پر اس صورت میں اس کے خلاف چیزوں پر انہیں مشتمل ہونا چاہئے تھا، تو اس وقت کے اہل سنت کے علماء اس پر قیامت برپا کر دیتے اور اس کو اپنے مذہب کے خلاف ایک عظیم جملہ تصور کر کے پورے طور سے اس کا مقابلہ کرتے اور اس کی دجیاں اڑا دیتے۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا، کوئی دھیمی سی آواز بھی اس کے خلاف بلند نہیں ہوئی۔ یہ اس کا قطعی ثبوت ہے کہ سید رضی کے جمع کردہ مجموعہ میں کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ وہ وہی تھا جو اس کے پہلے مضبوط و تدون، متداول و محفوظ رہا تھا، علماء قطعاً اس سے اجنبیت نہ رکھتے تھے بلکہ اس سے مانوس اور اس کے سننے کے اور یاد کرنے کے عادی تھے وہ اس ادبی ذخیرہ کو اس کی ادبی افادیت کے اعتبار سے سر آکھوں پر رکھتے تھے اور اس تنگ نظری میں مبتلا نہ تھے کہ چونکہ اس میں کچھ چیزیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں اس لئے اس کا انکار کیا جائے یا اس سے اجنبیت برتی جائے۔

ساتواں امر یہ ہے کہ بہت سی کتابیں علامہ سید رضی کے قبل کی اس وقت بھی ایسی موجود ہیں، جن میں امیر المومنین کے اکثر مواقع کے کلام یا خطبات کو کسی مناسبت سے ذکر کیا ہے، جیسے جاحظ متوفی ۲۵۵ھ کی البیان والنبیین، ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۶۹ھ کی عیون الاخبار وغریب الحدیث، ابن واضح یعقوبی متوفی ۲۷۸ھ کی مشہور تاریخ، ابو حنیفہ دینوری متوفی ۲۸۰ھ کی اخبار الطوال، ابو العباس المبرد متوفی ۲۸۶ھ کی کتاب المبرد مشہور مورخ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کی تاریخ کبیر، ابن ورید متوفی ۳۱۲ھ کی کتاب البختی، ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ کی عقد الفرید، ثقہ الاسلام کلینی متوفی ۳۲۹ھ کی مشہور کتاب کافی مسعودی متوفی ۳۴۲ھ کی تاریخ مروج الذهب، ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ کی کتاب اغانی، ابوبلی قالی متوفی ۳۵۶ھ کی کتاب النوادر، شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ کی کتاب التوحید اور ان کے دوسرے جوامع حدیث، شیخ مفید رحمہ اللہ، متوفی ۴۱۶ھ اگرچہ تاریخ وفات کے اعتبار سے جناب رضی سے مؤخر ہیں مگر ان کے استاد ہونے کی وجہ سے طبقہ مقدم ہیں۔ ان کی کتاب الارشاد اور کتاب الجمل۔ ان تمام کتابوں میں جو حضرت کے خطبے درج ہیں، ان کا جب مقابلہ علامہ سید رضی کے مندرجہ خطبہ اور اجزاء کلام سے کیا جاتا ہے تو اکثر تو وہ بالکل متحد ہوتے ہیں اور نفع البلاغہ میں ایسا درج شدہ کلام اگر کوئی ہے جو ان کتابوں میں درج نہیں ہے یا ان کتابوں میں کوئی کلام ایسا ہے جو نفع البلاغہ میں مذکور نہیں ہے تو اسلوب بیان اور انداز کلام، تسلسل و بلند آہنگی، جوش و حائق نگاری کے لحاظ سے یقیناً متحد ہوتا ہے۔ جس میں کسی واقف عربیت کو شک نہیں ہو سکتا۔ امیر المومنین کے اس کلام کا جو نفع البلاغہ میں درج ہے اس تمام کلام سے جو حضرت کی طرف نسبت دے کر اور دوسری کتابوں میں درج ہے متحد الاسلوب ہونا پھر اس پہلو کے ضمیمہ کے ساتھ جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ وہ خود سید رضی کے اس کلام سے جو نفع البلاغہ میں بطور مقدمہ یا بطور تبصرہ موجود ہے بالکل مختلف ہونا ایک غیر جانبدار شخص کے لئے اس کا کافی ثبوت ہے کہ یہ واقعی امیر المومنین کا کلام ہے جسے علامہ سید رضی نے صرف جمع کیا ہے۔

آٹھواں امر یہ ہے کہ خود علامہ سید رضی کے معاصرین یا ان سے قریب العهد متعدد لوگوں نے بطور خود بھی کلام امیر المومنین کے جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کیا ہے۔ جیسے ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ نے تجارب الامم میں، حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے حلیۃ الاولیاء میں، شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے جو شیخ مفید رحمہ اللہ سے تلمذ کی حیثیت سے علامہ رضی کے ہم طبقہ اور علم الہدی سید مرتضیٰ کی شاگرد ہونے کی حیثیت سے اور نیز سال وفات کے اعتبار سے ان سے ذرا مؤخر ہیں۔ اپنی کتاب، تہذیب اور کتاب الامالی میں، نیز عبد الواحد ابن محمد ابن عبد الواحد آردی جو اسی عصر کے تھے اپنی مستقل کتاب غرر الحکم و درر الکلم جو امیر المومنین کے مختصر کلمات پر مشتمل ہے اور مصر و صیدا اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے اور اس کا اردو میں ترجمہ بھی

ہو چکا ہے نیز ابو سعید منصور ابن حسین آبی وزیر متوفی ۳۲۲ھ اپنی کتاب نزہۃ ونثر الدرر میں جس کا ذکر کشف الظنون باب النون میں ہے اور قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ قطاعی شافعی متوفی ۳۵۳ھ جن کی عظیم الشان کتاب اس موضوع پر دستور معالم الحكم کے نام سے ہے اور وہ مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ یہ سب تقریباً سید رضی کے معاصرین ہی ہیں۔ ان سب کی کاوشیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ سوائے ابو حیدر منصور کی کتاب کے جس کا کشف الظنون میں تذکرہ ہے۔ باقی یہ سب کتابیں مطبوع و متداول ہیں۔ ان میں جو کلام مندرج ہے وہ بھی علامہ سید رضی کے درج کردہ کلام سے عیناً متحد یا اسلوب میں متفق ہی ہے۔ پھر اگر سید رضی کی نسبت یہ تصور کیا جائے کہ انہوں نے خود اس کلام کو تصنیف کر دیا ہے تو ان تمام جامعین اور اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کرنے والے دوسرے افراد کو کیا کہا جائے گا۔ پھر ان کی نسبت بھی یہی تصور کرنا چاہئے جبکہ ان میں سے سب یا زیادہ افراد یقیناً جلالت شان اور ورع و تقویٰ وغیرہ میں علامہ سید رضی سے بالا تر نہیں معلوم ہوتے۔ اب اگر ان سب کی نسبت یہی خیال کیا جائے تو خیر علامہ سید رضی تو اشعرج الطائین تھے اور کتب سیر انہیں خود ادبیت اور فصاحت و بلاغت میں معراج کمال پر ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ان میں سے ہر شخص کی نسبت تو یہ تصور قطعی غلط ہے کہ وہ سب علامہ سید رضی ہی کے ادبی حیثیت سے ہم پایہ تھے یا یہ مختلف المرتبہ اشخاص کی ذہنی کاوشوں اور قلمی ثمرات میں اتنا ہی فرق کیوں نہیں ہے جو خود ان اشخاص کے مبلغ علمی میں یقینی طور پر پایا جاتا ہے۔ اشخاص کہ جو کلام کے جمع کرنے والے ہیں ان میں آپس میں زمین و آسمان کا فرق اور کلام جو انہوں نے جمع کیا ہے وہ سب ایک ہی مرتبہ، ایک ہی شان کا اسے دیکھتے ہوئے سوائے ایسے شخص کے جو جان بوجھ کر حقیقت کے انکار کرنے پر تلا ہوا ہو اور کسی کو اس میں شک و شبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا کہ ان اشخاص کا کارنامہ صرف جمع و تالیف ہی ہے۔ جس میں ان کے سلیقہ اور ذوق کا اختلاف فقط شان ترتیب اور عنوان تالیف میں نمودار ہوتا ہے۔ لیکن اصل کلام میں ان کی ذاتی قابلیت، ذہانت اور مبلغ علمی اور معیار ادبی کو ذرا برابر بھی دخل نہیں ہے۔

نواں امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا افراد اگر چاہنے زمانہ حیات کے کچھ حصوں میں علامہ سید رضی سے متحد ہیں، مگر ان میں سے متعدد افراد کے سال وفات کو دیکھتے ہوئے یہ یقین ہے کہ ان کا زمانہ جمع و تالیف نفع البلاغہ سے مؤخر ہے اور اس کے بعد ایک ایسا طبقہ ہے جو بالکل علامہ رضی سے مؤخر ہی ہے۔ جیسے ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۹ھ سبط ابن جوزی متوفی ۶۸۱ھ اور اس کے بعد بہت سے مصنفین۔ ظاہر ہے کہ علامہ رضی کی کتاب نفع البلاغہ گوشہ گمانی اور ان لوگوں سے مخفی نہ تھی۔ ان لوگوں کا محرک اس جمع و تالیف و صرف یہ تھا کہ علامہ رضی نے انتخاب سے کام لیتے ہوئے یا ماخذوں کی کمی سے یا ان نسخوں کے کرم خوردہ یا ناقص ہونے کی وجہ سے جو ان کے پاس تھے بہت سے اجزاء کلام امیر المومنین کے نقل نہیں کئے تھے۔ اس لئے مصنفین کو مستدرک اور مستدرک درمستدرک کی ضرورت پڑتی رہی، جس کا سلسلہ ماضی قریب میں علامہ شیخ ہادی آل کاشف الغطاء تک جاری رہا۔ جنہوں نے مستدرک نفع البلاغہ تحریر فرمایا۔ جو جنب اشرف میں طبع ہو چکا ہے۔ اگر علامہ سید رضی کے قریب العهد یا ان کے بعد کے اہل قلم میں کسی کو بھی نفع البلاغہ کے مندرجہ کلمات و خطبات میں یہ خیال ہوتا کہ یہ جناب سید رضی نے تصنیف کر کے اس میں شامل کر دیئے ہیں تو وہ سب بالخصوص معاصرین جو کسی رعایت کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتے، اپنی کتابوں کی وجہ تالیف میں اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے کہ چونکہ اس کے قبل جو کتاب امیر المومنین کے خطبوں پر مشتمل کہہ کر لکھی گئی ہے اس میں آپ کا اصل کلام موجود نہیں ہے بلکہ وہ ساختہ و پرداختہ اور وضعی ہے۔ اس لئے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم آپ کا اصلی کلام منظر عام پر لائیں، جبکہ ایسا نہیں ہوا تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ان سب کے نزدیک علامہ سید رضی نے جو کلام جمع کیا وہ بلاشبہ کلام امیر المومنین کی حیثیت سے اس کے پہلے سے مدون و متداول تھا اور ان کو سید رضی شکایت صرف بعض خطبوں کو

گیا رہا وں امر یہ ہے کہ محققین علمائے شیعہ کا رویہ دیکھا جائے تو وہ ہر اس کتاب یا مجموعہ کو جو مصومین میں سے کسی کی طرف منسوب ہو بلا چون و چرا صرف اس لئے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے کہ وہ مصومین کی جانب منسوب ہے بلکہ وہ پوری فراخ حوصلگی کے ساتھ محققانہ فریضہ کو انجام دیتے ہوئے اگر وہ قابل انکار ہوتا ہے تو کھل کر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اگر مشکوک ہوتا ہے تو شک و شبہ کا اظہار کر دیا کرتے ہیں اور اس طرح بہت سے وہ ذخیرے جو کلام مصومین کے نام سے موجود ہیں مقام اعتبار میں مختلف درجے اختیار کر چکے ہیں مثلاً دیوان امیر المومنین بھی تو بطور کلام علی ہی رائج ہے مگر علماء شیعہ بلا رعایت اسے غلط سمجھتے ہیں۔ اس سے بالاتر دوسرا درجہ تفسیر امام حسن عسکری کا ہے۔ حالانکہ وہ شہرت میں تقریباً نفع البلاغہ سے کم نہیں ہے اور شیخ صدوق ایسے بلند مرتبہ قدیم محدث نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ مگر اکثر علماء شیعہ اسے تسلیم نہیں کرتے، یہاں تک کہ ہمارے قریبی دور کے محققین علامہ شیخ محمد جواد بلاغی نے ایک پورا رسالہ اس کے غلط ہونے کے اثبات میں لکھ دیا ہے۔ فقہ الرضا امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے مگر اس کے اعتبار اور عدم اعتبار کی بحث ایک بہتم بالشان علمی مسئلہ بن گئی ہے جس پر مستقل کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ اسی طرح جعفریات اور امام رضا علیہ السلام کا رسالہ ذبیہ وغیرہ کوئی نقد و بحث سے نہیں بچا ہے۔ اس رویہ کے باوجود سید رضی کے بعد سے اس وقت تک کسی دور میں بھی کسی شیعہ عالم کا نفع البلاغہ کے خلاف آواز بلند نہ کرنا اور اس میں ذرہ بھر بھی شک، شبہ کا اظہار نہ کرنا اس کا ثبوت قطعی ہے کہ ان سب کی نظر میں اس کی حیثیت ان تمام مجموعوں سے ممتاز اور جدا گانہ ہے۔ نفع البلاغہ کے ہم پلہ اس حیثیت سے اگر کوئی کتاب ہے تو وہ صرف صحیفہ کاملہ جو اسی طرح مسلم طور پر امام زین العابدین علیہ السلام کے کلام کا مجموعہ ہے اور کوئی کتاب اس ذیل میں ان دونوں کے ہم مرتبہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا وجہ کا نتیجہ یہ ہے کہ علامہ سید رضی کے بعد تقریباً دو ڈھائی سو برس تک نفع البلاغہ کے خلاف کوئی آواز اٹھتے ہوئے معلوم نہیں ہوتی بلکہ متعدد علمائے اہل سنت نے اس کی شرحیں لکھیں جیسے ابو الحسن علی ابن ابی القاسم بیہقی متوفی ۵۶۵ھ امام فخر الدین

متوفی ۶۰۶ھ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۵ھ علامہ سعد الدین قنطاری وغیرہ۔ غالباً انہیں علمائے اہل سنت کے شروع وغیرہ لکھنے کا یہ نتیجہ تھا کہ عوام میں نبی البلاغہ کا چرچا پھیلا اور اس کے ان مضامین کے بارے میں جو خلفاء ثلاثہ کے بارے میں ہیں اہل سنت میں بے چینی پیدا ہوئی اور اب آپس میں بحثیں شروع ہو گئیں اور اس کی وجہ سے علماء کو اپنے اصول عقائد سنبھالنے کے لئے اور عوام کو تسلی دینے کے لئے نبی البلاغہ کے بارے میں شکوک و شبہات اور رنہ رنہ انکار کی ضرورت پڑی، چنانچہ سب سے پہلے ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ نے اس کو مشکوک بنانے کی کوشش کی اور علامہ سید مرتضیٰ کے حالات میں یہ لکھا کہ

قَدْ اختلف الناس في كتاب نهج البلاغة لوگوں میں کتاب نبی البلاغہ کے بارے میں جو امیر المومنین المجموعہ من کلام علی ابن ابی طالب علی ابن ابی طالب کے کلام کا مجموعہ ہے اختلاف ہے کہ وہ هل هو جمعه او اخوه الرضی و قد قیل انہی (سید المرتضیٰ) کا جمع کردہ ہے یا ان کے بھائی سید رضی کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جناب امیر کا کلام ہی نہیں انما الذی جمعه و نسبہ الیہ هو الذی ہے بلکہ جسے جامع سمجھا جاتا ہے، اسی کی تصنیف ہے۔
وضعه واللہ اعلم واللہ اعلم

یہ امر بہت قابل لحاظ ہے کہ نبی البلاغہ کے بارے میں اختلافی آواز ڈھائی صدی کے بعد بھی نبی البلاغہ کے تالیف کے مرکز میں جی بغداد یا ملک عراق کے کسی شہر سے بلند نہیں ہوئی، بلکہ مغربی مملکت جہاں بنی امیہ کی سلطنت تھی اور قیروان و قرطبہ میں جس سلطنت کے زیر اثر علماء کی پرورش ہو رہی تھی وہاں ابن خلکان مغربی کی زبان سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے ظاہر ہے کہ یہ لوگ جنہیں اختلاف الناس کہا جا رہا ہے یہ مسلمان دار الخلافہ کے کوئی ذمہ دار افراد نہیں ہیں ورنہ اختلاف العلماء، اختلاف الحقائق، اختلاف الادباء ایسے کوئی واقعہ الفاظ درج کئے جاتے بلکہ یہ الناس اموی سلطنت کے پروردہ مملکت مغربیہ کے سنی عوام ہیں جنہیں یہ خبر تک نہیں ہے کہ یہ کتاب سید مرتضیٰ کی جمع کردہ ہے یا سید مرتضیٰ کی اور یہ جناب ابن خلکان کا قیہ ہے کہ وہ خود اپنے اطلاعات کو جو اس کتاب اور اس کے جامع کے بارے میں یقیناً ان کو تھے پیش نہیں کرتے بلکہ عوام کے جذبات کی تسلی کے لئے خود انہیں عوام کے اختلاف کی ترجمانی کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ اسے سید مرتضیٰ کا جمع کردہ کہتے ہیں اور بعض سید مرتضیٰ کا اور خود ان کے ضمیر کا فیصلہ پہلے آ جاتا ہے کہ جمع کرنے والا کوئی بھی ہو، لیکن یہ وہ کلام امیر المومنین ہی کا اور پھر عوامی جذبات کو دھچکا بخینچنے کے اندیشے سے وہ بعض ان متعصب مجہول الاسم والاسم اشخاص کے اس عذر کو جو اس کے مضامین کے تسلیم کرنے سے گریز کے لئے وہ مقام مناظرہ میں پیش کرتے تھے کہ ہم اسے کلام علی ہی تسلیم نہیں کرتے وہ قیل کہہ کے ذکر کر دیتے ہیں کہ بعض ایسا کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین کا کلام ہے ہی نہیں بلکہ جس نے جمع کیا ہے اسی نے اس کو تصنیف کر دیا ہے۔ یہ خود قیل اس قول کے ضعف کے لئے کافی تھا لیکن خود ان کا ضمیر اس قیل سے چونکہ مطمئن نہیں ہے لہذا آخر میں واللہ اعلم کہہ کے وہ اس میں مزید شک و شبہ کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں۔ اس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ابن خلکان اس بارے میں اپنے فیصلہ کو ماحول کے دباؤ سے ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور وہ صرف عوام کو باہمی چیمگیوں کا تذکرہ کر کے اپنا دامن بچالے جانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تشکیک کا علمی دنیا میں کوئی وزن ہی نہیں مانا جاسکتا۔

ڈوبتے کو تھکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ اگرچہ علامہ ابن خلکان نے اپنے ضمیر کی تحریک سے بہت حد تک اپنے کو نبی البلاغہ کے

اب آپ ذرا اس عجیب رفتار کو دیکھئے کہ تالیف نبی البلاغہ سے دو ڈھائی سو برس بعد یعنی ابن خلکان کے عہد تک تو اختلاف یا شک و شبہ کا بھی نبی البلاغہ کے بارے میں یہ پتہ نہیں چلتا۔ اس کے بعد ابن خلکان ملک مغرب میں بیٹھ کر عوام الناس کے اختلاف کا اس بارے میں اظہار کرتے ہیں کہ یہ سید مرتضیٰ کی جمع کردہ کتاب ہے یا سید مرتضیٰ کی اور ایک ضعیف قول اس کا بیان کرتے ہیں کہ اس کی نسبت امیر المومنین کی جانب غلط ہے اور پھر واللہ اعلم کہہ کر اس تغلیط کو مشکوک کرتے ہیں۔ یہ اس وقت جبکہ قرب عہد کی وجہ سے پھر بھی ذرائع اطلاع زیادہ ہو سکتے تھے اور اس کے ایک صدی کے بعد ذہنی پہلے تو یک گردش قلم اس اختلاف کو جو جامع کے بارے میں تھا، ختم کر کے اسے سید مرتضیٰ کا کارنامہ قرار دے دیتے ہیں اور پھر اس شک کو یقین کا درجہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی نبی البلاغہ کا مطالعہ کرے وہ ایسا ہی یقین کرے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے وقت تک تین سو برس میں گویا کسی نے اس کتاب کا مطالعہ ہی نہ کیا تھا یا انہیں کوئی ایسی عینک ملی ہے جو اس کے پہلے کسی کے پاس نہ تھی اور اب وہ اسی عینک سے اپنے دور کے بعد ہر شخص کو نبی البلاغہ کے مطالعہ کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ عینک کیا ہے اسے خود اپنے آ خر کلام میں درج کر دیتے ہیں۔ علمی حیثیت سے اصول روایت کے لحاظ سے تنقیدی قوانین کے پیش نظر انہیں چاہئے تھا کہ اس کی نسبت غلط ہونے کے ثبوت میں امیر المومنین کا وہ مسلم کلام پیش کرتے جو سید مرتضیٰ کے علاوہ دوسرے مستند ماخذوں سے ان کے نزدیک مسلم ہوتا اور وہ سید مرتضیٰ کے مندرجات مضامین سے مختلف ہوتا خود سید مرتضیٰ کے زمانہ والے مصنفین کے انتقادات کا حوالہ دیتے کہ انہوں نے بھی اسے غلط قرار دیا ہے۔ اس تین سو برس کی مدت میں دوسرے علماء و ناقدین نے جو کچھ اس کی روداد کی ہوتی اسے پیش کرتے مگر ان کے جیب و دامن تحقیق میں کوئی ایسی سند موجود نہیں ہے۔ ان کی دلیل اس نسبت کے یقینی طور پر جھوٹ ہونے کی صرف یہ ہے کہ اس میں ان کے دوسرے داروں کی تنقیص ہے۔ کیا علمی دنیا میں اس دلیل کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے قرآن نازل ہونے کے چند صدی بعد کوئی طبقہ مشرکین کا قرآن کے کلام الہی ہونے سے صرف اس لئے انکار کرے کہ اس میں ان کے الہ کے خلاف تنقیص و مذمت کی آیتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حقیقت کو اپنے جذبات کا تابع بنا کر اگر جانچا جائے، تو کوئی حقیقت باقی ہی نہیں رہ سکتی۔ لَوِ اتَّبِعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ اس دروازے کے کھل جانے کے بعد تمام اصول روایت و روایت معطل وہ بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر عقیدہ اور خیال کا انسان پھر ہر قوی سے قوی نص کو صرف اس بناء پر رد کر دے گا کہ وہ اس کے عقیدہ اور خیال کے خلاف ہے۔ جہاں تک خلفائے ثلاثہ کے مقابل میں شیعوں کے استدلال کا تعلق ہے وہ احادیث رسول یہاں تک کہ صحاح ستہ میں درج شدہ اخبار و احادیث سے بھی اس میں تمسک کرتے ہیں اور نبی البلاغہ کے

کلام میں اس کا دارد ہونا اس کا ثبوت کیوں نہ ہو کہ یہ لفظ چاہے عام اکثریت کی زبان پر جاری نہ ہو، لیکن وہ کلیتہً مفقود نہیں تھی اور اس کا شاہد یہی کلام امیر المومنین کیوں قرار نہ پائے۔ پھر السلطان کو لفظی طور پر بمعنی ملک قرار دینے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ وہ بمعنی مصدری یعنی حکومت و اقتدار اور غلبہ یعنی موجود تھا اور قرآن مجید میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں۔ ذریعہ غلبہ ہونے ہی کی بناء پر دلیل کو سلطان کہا گیا ہے جس طرح اسی اعتبار سے اس کو حجت کہا جاتا ہے اور یہی معنی مصدری بعد میں اسی شکل اختیار کر کے بمعنی ملک ہو گئے ہیں تو اس میں کیا دشواری ہے کہ اذا تغیر السلطان تغیر الزمان میں ہم السلطان کو حاکم کے معنی میں نہیں، بلکہ حکومت و اقتدار کے معنی میں لیں، جو ہماری زبان میں بمعنی حاکم برابر رائج ہے۔ لفظی طور پر یہ معنی نہ کہیں کہ جب بادشاہ بدلتا ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے، بلکہ یہ معنی کہیں کہ جب اقتدار بدلتا ہے تو زمانہ میں بھی تغیر ہو جاتا ہے۔ نتیجہ وہی ایک ہے مگر وہ ہمارا مزموعہ بھی اگر ہمیں بہت عزیز ہو تو اس صورت میں محفوظ رہتا ہے۔ غرض یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں، جو کسی اصول روایت و درایت پر منطبق نہیں ہوتیں۔ خلفاء کے بارے میں نوح البلاغہ میں ہرگز کوئی ایسی سخت بات نہیں ہے جو دوسری کتابوں میں موجود نہ ہو اور جناب امیر علیہ السلام کے ان رجحانات کے مطابق نہ ہو جو مسلم الثبوت حیثیت سے دوسرے کتب اہل سنت میں بھی موجود ہیں۔ ایسی صورت میں اس قسم کے الفاظ کا حضرت کی زبان پر آنا تو اس کا ثبوت ہے کہ وہ آپ کا کلام ہے۔ ہاں اگر آپ کے واقعی رجحانات کے خلاف اس میں الفاظ ملتے تو اس پر تو غور کرنے کی بھی ضرورت ہوتی کہ وہ کس بناء پر ہیں یا انہیں کسی مجبوری کا نتیجہ قرار دینا پڑتا جیسے بعض علماء کے خیال مطابق للہ بلاء فلاں والا خطبہ یہی نوعیت رکھتا ہے۔ مگر وہ کلام جو اپنے متکلم کے خیالات کا نمایاں طور پر آئینہ بردار ہو اُسے تو کسی حیثیت سے اس متکلم کی طرف نسبت صحیح ماننے میں تامل کا کوئی سبب ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود ابن خلکان کے اس اظہار تذہب اور ذہبی کے اس جسارت انکار کے پھر بھی منصف مزاج اور حقیقت پسند علماء و محققین بلا تفریق مذہب و ملت نوح البلاغہ کے مندرجات کو کلام امیر المومنین مانتے رہے اور اس کا اظہار کرتے رہے جن میں سے کچھ افراد کا جو سر دست پیش نظر ہیں ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) علامہ شیخ کمال الدین محمد ابن طلحہ قریشی شافعی متوفی ۶۵۲ھ اپنی کتاب مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول میں جو

لکھتے ہیں بھی طبع ہو چکی ہے علوم امیر المومنین کے بیان میں لکھتے ہیں۔

واربعها علم البلاغة والفصاحة وکان فیها
امام لا یشق غبارہ و مقدما لا تلحق اثارہ و
من وقف علی کلامہ المرقوم الموسوم بنہج
البلاغة صار الخیر عندہ عن فصاحتہ عیانا
والظن یعلو مقامہ فیہ ایقانا۔
چوتھے علم فصاحت و بلاغت آپ اس میں امام کا درجہ
رکھتے تھے جن کے گرد قدم تک بھی پہنچنا ناممکن ہے اور
ایسے پیشرو تھے، جن کے نشان قدم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا
اور جو حضرت کے اس کلام میں مطلع ہو جو نوح البلاغہ کے
نام سے موجود ہے اس کے لئے آپ کی فصاحت کی
سماعی خبر مشاہدہ بن جاتی ہے اور آپ کی بلندی مرتبہ کا
اس باب میں گمان یقین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں

النوع الخامس فی الخطب والمواعظ
مما نقلتہ الرواة وروثہ الثقات عنہ علیہ
پانچویں قسم ان خطب اور مواعظ کی شکل میں ہے جس کو
راویوں نے بیان کیا ہے اور ثقات نے حضرت سے ان کو نقل

مندرجات سے کچھ کم و احادیث متغیر و مطالب کے تادلوں سے ہمیشہ کام لیتے رہے اور بالکل ان احادیث کے انکار کی جرأت نہیں کی۔ مناظرانہ ضرورتوں سے انکار نصوص کا یہ رجحان جس کا مظاہرہ ذہبی نے کیا ہے یہ بڑھتے بڑھتے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے زمانہ میں یہاں تک آیا کہ شروع شروع عیسائی مبلغین سے مناظرہ میں انہیں وفات مسیح کے خیال کو پیش کرنے کی ضرورت ہوئی۔ صرف اس جذبہ کے ماتحت کہ جناب عیسیٰ کی یہ ایک طرح کی فضیلت عیسائی پیش کرتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں، لہذا اس کو ختم کرنا چاہئے۔ ان سب کا انکار کر دیا اور آخر میں خود ان کے دعوئے مسیحیت کے لئے ایک راستہ بن گیا۔ یہی جذبہ ترقی کر کے اب اہل قرآن کے ہاتھوں، جن کی نمائندگی طلوع اسلام وغیرہ کر رہے ہیں، یہاں تک پہنچا ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے کہ طبری اور دوسرے مفسرین اور مومنین سب کے یہاں کچھ نہ کچھ شیعوں کے موافق باتیں موجود ہیں۔ اس لئے کلیتہً احادیث تفاسیر اور تواریخ کے اعتبار پر انہوں نے ضرب لگادی ہے اور ان سب کے انکار کی یہی بنیاد ہے کہ ان لوگوں نے شیعوں کے موافق چیزیں درج کی ہیں۔ لہذا یہ سب جھوٹ ہے جو عمارت ایک غلط اساس پر قائم کی جاتی ہے اس کا آخری انجام یہی ہوتا ہے۔ کاش، یہ لوگ حقیقت کو صرف حقیقت کے اعتبار سے دیکھتے اور پھر اپنے جذبات کو اس کے ماتحت لانے کی کوشش کرتے جو ایک عام مسلمان کا فریضہ ایمانی ہے۔ چہ جائیکہ وہ افراد جو اپنے کو علماء اسلام قرار دیتے ہوں یا دنیا میں اس حیثیت سے متعارف ہوں۔

اس کے بعد کی صدیوں میں یہ دروازہ پاٹوں پاٹ کھل ہی گیا تھا۔ چنانچہ اب تو مناظرہ کے میدان کا یہ بہت ہی علم تھیا رہن گیا کہ جب نوح البلاغہ کا کوئی کلام پیش ہو تو اسے غلط کہہ دیا جائے۔ اس کے بعد پھر موجودہ دور میں تو اور بھی بہت سے جذبات کا رفر ماہو گئے ہیں۔ مثلاً تجدد پسند طبقے کا یہ رجحان کہ عورت ہر بات میں مرد کے برابر ہے، جب نوح البلاغہ کے مندرجات سے مجروح ہوتا ہے تو اس جذبہ کے تحفظ کے لئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ حضرت علی کا کلام نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں عورتوں کی تنقیص ہے اور موجودہ سائنس سے اس کے نظریات کو کھراتے ہوئے دیکھا جاتا ہے تو سائنس کو اصل قرار دے کر اس کا انکار کر دیا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی کا کلام ہے۔ کبھی اس جذبہ کے ماتحت کو اس میں ان علوم و فنون کی حقیقتوں کا اظہار ہے جسے بعد والے اپنے وقت کا کارنامہ سمجھتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کلام بعد کی پیداوار ہے۔ اس لئے کہ اس وقت عرب میں یہ علوم و فنون تھے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ کسی ایک لفظ مثلاً سلطان بمعنی بادشاہ کو حادث قرار دے کر اس لفظ کے استعمال کو نوح البلاغہ میں اس کی دلیل بنایا جاتا ہے کہ یہ جناب امیر کی زبان سے نہیں نکل سکتا۔ حالانکہ یہ سب باتیں صرف اپنی خواہشوں کے تکمیل کا ایک بہانہ ہیں اور اپنے مرقومات کو اصل قرار دے کر حقیقتوں کو ان کا تابع بنالینے کا کرشمہ ہے۔ قرآن مجید میں درج شدہ حقائق کب ایسے ہیں جو اس وقت کے عربوں کو معلوم ہوں اور احادیث رسول کے بہت سے معارف کب اُس وقت کی دنیا کو معلوم تھے جو باب مدینۃ العلم کے اقوال میں کچھ ایسے علوم و فنون کے انکشاف پر تعجب کیا جائے، جن کو اس وقت کی دنیا کو خبر نہ تھی۔ ہر لفظ جس کے لئے کسی قدیم عربی شعر کو سند میں پیش کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس شعر سے پہلے اس کے ماخذ کا ہمیں علم نہیں ہوتا ورنہ اس شعر کو ہم سند ہی قرار دینے کی کیوں زحمت محسوس کرتے، تو کیا اس تصور کو حقیقت قرار دے کر کہ اس کے پہلے یہ لفظ کیوں نہیں ہے ہم اس شعر کا انکار کر دیں گے یا صحیح طریقہ یہ ہوگا اور یہی اصول معمول یہ ہے کہ اس شعر میں اس لفظ کے وجود سے خود ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس لفظ کا زبان عرب میں رواج تھا۔ اسی طرح ہم آ خر لفظ سلطان میں یہ اصول کیوں اختیار کرتے ہیں کہ ہم اپنے اس مزموعہ کو کوئی منزل قرار دیں کہ یہ لفظ حادث ہے اور کلام عرب میں موجود نہ تھی۔ خود جناب امیر علیہ السلام کے

علیٰ انہ لا یجاری فی الفصاحة ولا
بیاری فی البلاغة

علامہ مذکور دوسرے موقع پر لکھتے ہیں۔

ان کثیر من فصولہ داخل فی باب
المعجزات المحمدية الاشتمالها علی
الاخبار الغیبیة و خروجها من وسع
الطبیعة البشريۃ۔

حالانکہ علامہ ابن ابی الحدید اپنے معتقدات میں جو شیعیت کے خلاف ہیں پورے راسخ ہیں اور اس لئے نبی البلاغہ میں جہاں ان کے معتقدات کے خلاف چیزیں ہیں ان کو کافی زحمت پیش ہوئی ہے، مگر اس کے باوجود کسی ایک مقام پر بھی وہ اس شک و شبہ کا اظہار نہیں کرتے کہ یہ شاید امیر المومنین کا کلام نہ ہو۔ بلکہ خطبہ شقیہ تک میں جو سب سے زیادہ ان کے جذبات کے مضامین پر مشتمل ہے وہ اس امر کو بقوت تسلیم کرتے ہیں کہ یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ضرور اور اس کے خلاف ہر تصور کو دلائل کے ساتھ رد کر دیتے ہیں۔ انہوں نے خطبہ ہی میں قدم المفضل علی الفاضل خدا نے (معاذ اللہ) کسی مصلحت و غیر افضل پر مقدم کر دیا اور اسی طرح خطبہ شقیہ وغیرہ کے تشریحات میں انہوں نے اپنے معتقدات کا اظہار کر دیا ہے اور امیر المومنین کے الفاظ کو معاذ اللہ آپ کے بشری جذبات کا تقاضہ قرار دیا ہے۔ یہ امور اس تصور کو ختم کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب میں اس شیعہ رئیس کو بشری جذبات کا تقاضہ قرار دیا ہے۔ یہ امور اس تصور کو ختم کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب میں اس شیعہ رئیس کی خوشامد مد نظر رکھی ہے جس کے نام پر انہوں نے یہ شرح معنون کی تھی۔ ابن العلقمی شیعہ ضرور تھے، مگر وہ سلطنت بنی عباس کے وزیر تھے اور یہ کتاب دولت عباسیہ کے سقوط سے پہلے ان کے دور وزارت میں لکھی گئی ہے۔ اول تو اگر خوشامد مد نظر ہوتی تو وزیر کے بجائے خود خلیفہ وقت کے جذبات کا لحاظ کرنا زیادہ ضروری ہوتا۔ دوسرے ظاہر ہے کہ سلطنت عباسیہ کے وزیر ہونے کی بناء پر خود ابن العلقمی بھی کھل کر ایسے شخص کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتے تھے جو حکومت وقت کے مذہب کے موافق کوئی بات کہے نہ وہ خود ہی ایسے جذبات کا علانیہ اظہار کرتے تھے۔ پھر اگر ان کی خوشامد ہی پیش نظر ہوتی تو ابن ابی الحدید اسی کتاب میں شیعیت کی ردیوں کرتے اور خلافت ثلاثہ کو شروع سے لے کر آخر تک بقدر امکان مضبوط کرنے کی کوشش کس لئے کرتے۔ ان کا یہ طرز عمل صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں اپنے حقیقی خیالات اور جذبات کو برابر پیش نظر رکھا ہے۔ وہ اگر نبی البلاغہ کی صحت میں ذرا سا شک و شبہ کا بھی اظہار کر دیتے تو وہ اس سے زیادہ ابن العلقمی کے لئے تکلیف دہ نہیں ہو سکتا تھا جتنا خدا کی طرف اس غلط کام کو منسوب کرنا کہ وہ مفضل کو فاضل پر ترجیح دے دیتا ہے۔ یا امیر المومنین کے اقوال کو معاذ اللہ نفسانیت پر محمول کرنا جو خطبہ شقیہ وغیرہ کی شرح میں انہوں نے لکھ ڈالا ہے۔ بلکہ ایک شیعہ کے لئے ان الفاظ کے کلام امیر المومنین ہونے سے انکار کر دینا اتنا صدمہ نہیں پہنچا سکتا اور حضرت علی ابن ابی طالب کی اتنی بڑی توہین نہیں ہے جتنا یہ تصور کرنا کہ حضرت نے معاذ اللہ حقیقت کے خلاف صرف اپنی ذاتی رنجش کی بناء پر یہ الفاظ فرمادیے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہرگز ابن ابی الحدید کو ابن العلقمی کی کوئی خاطر داری اظہار خیالات میں پیش نظر نہ تھی اور اس کتاب پر ابن العلقمی نے اگر کوئی انعام دیا ہو تو یہ صرف

السلام قد اشتمل کتاب نہج البلاغہ المنسوب الیہ علی انواع من خطبہ و مواعظہ الصادعۃ باو امر ہا و نوا ہیہا المطلعة انوار الفصاحة و البلاغة مشرقہ من الفاظہا و معانیہا الجامعة حکم عیون علم المعانی و البیان علی اختلاف اسالیہا۔

اس میں مندرجات نہج البلاغہ کو معتبر و ثقہ راویوں کے بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے یقینی طور پر کلام امیر المومنین تسلیم کیا ہے۔ ایک جگہ جو منسوب کی لفظ ہے اس سے کوئی غلط فہمی نہیں ہونا چاہئے، وہ بحیثیت مجموعی کتاب بشکل کتاب سے متعلق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب امیر المومنین کی جمع کردہ نہیں ہے۔ کتاب تو حقیقتاً سید رشتی ہی کی ہے مگر عوام مجازی طور پر یا نادانیت کی بناء پر یونہی کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین کی کتاب ہے۔ یہ نسبت اس کلام کے لحاظ سے دی جاتی ہے جو اس کتاب میں درج ہے اور اسی لئے اس محل پر علامہ ابن طلحہ نے منسوب کی لفظ صرف کی ہے جو بالکل درست ہے اس سے اصل کلام کے بارہ میں ان کے وثوق و اطمینان کو کوئی دھچکا نہیں پہنچتا۔

(۲) علامہ ابو حامد عبد الحمید ابن ہبہ اللہ المعروف بابن ابی الحدید مدائنی بغدادی متوفی ۵۵۵ھ جنہوں نے اس کتاب کی مبسوط شرح لکھی ہے وہ حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل ذاتیہ میں فصاحت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

امام الفصاحة فهو امام الفصحاء و سید
البلاء و عن کلامہ قیل دون کلام الخالق
و فوق کلام المخلوقین و منه تعلم الناس
الخطابة و الكتابة۔

اس کے بعد عبد الحمید بن یحییٰ اور ابن نباتہ کے وہ اقوال درج کئے گئے ہیں جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں پھر لکھا ہے۔

ولما قال محقق ابن ابی محقق
لمعاویۃ جنتک من عند اعمی الناس قال لم
ویحک کیف یکون اعمی الناس فواللہ
ما سن الفصاحة لقريش غیرہ و یکفی
هذا لکتاب الذی نحن شار حوله دلالة
اور جب محقق بن ابی محقق نے (خوشامد میں) معاویہ سے کہا کہ میں سب سے زیادہ گنگ شخص کے پاس سے آیا ہوں معاویہ نے کہا کہ وائے ہوتم پر وہ گنگ کیونکر کہہ جاسکتے ہیں حالانکہ خدا کی قسم فصاحت کا راستہ قریش کو سوا ان کے کسی اور نے نہیں دکھایا ہے اور یہی کتاب جس کی ہم شرح لکھ رہے ہیں اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ حضرت

الَّذِي يَتَعَلَّمُ مِنْهُ الْحَكْمُ وَالْمَوَاعِظُ - کیونکہ وہ کتاب ہے کہ جس سے حکم اور مواعظ اور توحید اور زہد اور علو ہمت، ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے علو الہمۃ و ادنیٰ فوائدہ الفصاحة والبلاغة اور اس کا سب سے ادنیٰ فیض فصاحت و بلاغت ہے۔

(۸) علامہ محدث ملا طہر بنی گجراتی، انہوں نے بھی مجمع بحار الانوار، نہایت ہی طرح احادیث و آثار کے لغات ہی کی شرح میں لکھی ہے اور انہوں نے بھی الفاظ نہج البلاغہ کو کلام امیر المومنینؑ تسلیم کرتے ہوئے ان کی شرح کی ہے۔

(۹) علامہ احمد بن منصور کا زرونی اپنی کتاب مفتاح الفتوح میں امیر المومنین کے حالات میں لکھتے ہیں۔

و من تامل فی کلامہ و کتبہ و خطبہ جو حضرت کے کلام اور خطوط اور خطبوں اور تحریروں پر غور کی نگاہ ورسالاتہ علم ان علمہ لایوازی علم ڈالے اُسے معلوم ہوگا کہ حضرت کا علم کسی دوسرے علم کی احد و فضائلہ لا تشاکل فضائل احد بعد طرح اور حضرت کے فضائل پیغمبرؐ کے بعد کسی دوسرے کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومن جملتها انہیں میں سے کتاب نہج البلاغہ ہے (اس کے معنی یہ ہیں کہ کتاب نہج البلاغہ ایم اللہ لقد وقف دونہ مصنف کے پیش نظر یہ حقیقت تھی کہ حضرت کے کلام کا ذخیرہ فصاحة الفصحا و بلاغة البلغاء و حکمة فصاحت و بلاغت کے علاوہ بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے اور یہ حکماء روزگار کی حکمت مفلوج و معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۱۰) علامہ یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں آفصح کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ومن اراد مشاہدۃ بلاغۃ و مسامعة فصاحتہ فلینظر الی نہج البلاغة ولا ینبغی ان ینسب ہذا الکلام البلیغ الی رجل شیعہ چاہتا ہو، وہ نہج البلاغہ پر نظر کرے اور ایسے فصیح و بلیغ کلام کو کسی شیعہ عالم کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے۔

(۱۱) علامہ شیخ احمد بن ابن مصطفیٰ معروف بہ طائیکری زادہ اپنی کتاب شقائق نعمانیہ فی علماء دولۃ عثمانیہ قاضی قوام الدین یوسف کی تصانیف کی فہرست میں لکھتے ہیں۔

و شرح نہج البلاغة الامام الہمام علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

(۱۲) مفتی دیا ریصریہ علامہ شیخ محمد عبدہ متوفی ۱۳۲۳ھ جن کی اس سنی جمیل کے مشکور ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے مصر اور بیروت وغیرہ اہل سنت کے علمی مرکزوں کی نہج البلاغہ کے فیوض سے بہرہ مند بنانے کا سامان کیا اور وہاں کے باشندوں کو ان کے سبب سے اس جلیل القدر کتاب کا تعارف ہو سکا۔ انہوں نے نہج البلاغہ کو اپنے تفسیری حواشی کے ساتھ مصر میں چھپوایا۔ جس

ان کے وسعت صدر اور وسعت نظر اور تحمل کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ایک مخالف مذہب کے ایک علمی کارنامے کی صرف علمی کارنامہ ہونے کی بناء پر قدر کی جو کہ ان کے خود عقائد و خیالات سے متضاد مضامین پر بھی مشتمل تھا۔ میرے خیال میں تو ابن ابی الحدید نے اپنی سنیت کو اس کتاب میں اتنا ضرورت سے زیادہ طشت از بام کیا ہے کہ اس ساتھ کسی قسم کی رو رعایت کا تصور بھی پیدا ہونا غلط ہے۔

(۳) ابوالسعادات مبارک مجد الدین ابن اثیر جزری متوفی ۶۵۶ھ نے اپنی مشہور کتاب نہایت ہی میں جو احادیث و آثار کے لغات کی شرح کے موضوع پر ہے۔ کثیر التعداد مقامات پر نہج البلاغہ کے الفاظ کو حل کیا ہے۔ ابن اثیر کی حیثیت فقط ایک عام لغوی کی نہیں ہے بلکہ وہ محدث بھی ہیں۔ اگر صرف ادبی اہمیت کے لحاظ سے ان کو ان الفاظ کا حل کرنا ہی ضروری تھا تو وہ اس کو نہج البلاغہ کا نام لکھ کر درج کرتے پھر واقعہ تو یہ ہے کہ اگر اس کو وہ کلام امیر المومنینؑ سمجھتے ہی نہ تو انہیں اس کتاب میں جو صرف احادیث و آثار کے حل کے لئے لکھی گئی ہے، ان لغات کو جگہ ہی نہ دینا چاہئے تھی، کیونکہ اصطلاحی طور پر اثر صرف صحابہ اور متاخر تابعین کی زبان سے نکلے ہوئے اقوال کو کہتے ہیں۔ کسی متاخر عالم کی کتاب کے الفاظ نہ حدیث میں داخل ہیں اور نہ اثر ہیں۔ ان کا ان الفاظ کو جگہ دینا ہی اس کا ثبوت ہے کہ وہ اس کو سید رضی کا کلام نہیں سمجھتے بلکہ کلام امیر المومنینؑ قرار دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ ان لغات کو درج کرنے میں ہر مقام پر تصریحاً وہ حدیث علی کی لفظ کا استعمال کرتے ہیں، جیسے لغت جوہی میں منہ حدیث علی یونہی فتن الاجواء و شق الار جاء میں زیادہ تر ان الفاظ کا تذکرہ حدیث علی کی لفظوں کے ساتھ اور کہیں پر خطبہ علیؑ ہے، جیسے لغت لوط میں فی خطبہ علیؑ ولا طہا بالبلد حتی لڑت ایک جگہ لغت ایم میں یہ الفاظ ہیں کلام علی مات فیھا و طال تاہیھا۔ اسی لغت اسل میں فی کلام علیؑ کے الفاظ ہیں اور ایسے ہی دو ایک جگہ اور باقی تمام مقامات پر حدیث علیؑ لکھا ہے اور جو کما تیب کے الفاظ ہیں، انہیں کتاب علیؑ کہہ کر درج کیا ہے۔ ان تمام مقامات کو اختصار کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب ”نہج البلاغہ کا استناد“ میں درج کیا ہے جو امامیہ مشن لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

(۴) علامہ سعد الدین نقاش زانی متوفی ۹۱۷ھ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں و اذا هو الفصح سنانا علی ما یشہد بہ کتاب نہج البلاغة۔ حضرت سب سے زیادہ فصیح اللسان بھی تھے، جس کی گواہی کتاب نہج البلاغہ دے رہی ہے۔

(۵) جمال الدین ابو الفضل محمد بن کرم بن علی افریقی مصری متوفی ۱۱۷۷ھ انہوں نے بھی نہایت ہی طرح اپنی عظیم الشان کتاب اللسان العرب میں مندرجہ ذیل الفاظ کو کلام علیؑ کہتے ہوئے حل کیا ہے۔

(۶) علامہ علاء الدین قوشچی متوفی ۷۷۷ھ شرح تجرید میں قول محقق طوسیؒ الفصح سنانا کی شرح میں لکھتے ہیں علی ما یشہد بہ کتاب نہج البلاغة وقال البلغاء ان کلامہ دون کلام الخلق و فوق کلام المخلوق جس کی شاہد ہے۔ آپ کی کتاب نہج البلاغہ اور اہل بلاغت کا قول ہے آپ کا کلام خالق کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔

(۷) محمد بن علی بن طباطبائی معروف بہ ابن طقطقی اپنی کتاب تاریخ الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ، مطبوعہ مصر ص ۹ میں لکھتے ہیں۔

عدل ناس الی نہج البلاغة من کلام امیر بہت سے لوگوں نے کتاب نہج البلاغہ کی طرف توجہ کی جو المومنین علی ابن ابی طالب فانہ الکتاب امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام

کے بہت سے ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں اور وہ اپنے اس مقدمہ میں جو شروع کتابت میں درج کیا ہے اپنی اس دہشت و حیرت کا اظہار کرتے ہوئے جو نوح البلاغہ کے حقائق آگے عبارت سے ان پر طاری ہوئی ہے تحریر کرتے ہیں۔

کان یخيل الى في كل مقام ان
حروباً شيت و غارات شنت وان للبلاغة
دولة وللصاحبة صولة وان الاوهام عرامة
وللريب دعاره وان حجافل الخطابة
وكتائب الذرابة في عقود النظام و
صفوف الانتظام تنافحبالصفيح الا بلج
والقويم الا ملج و تمليح المهبج بروائع
الحجج فتفل من دعاره الوسادس
وتصيب مقاتل الخوانس فما انا الا
والحق منتصر والباطل منكسر و مرج
الشك في حمود و هرج الريب في ركود
وان مدير تلك الدولة وباسل تلك الصولة
هو حاملواها الغالب امير المومنين على
بن ابى طالب بل كنت كلما انتقلت من
موضع الى موضع احسن بتغير المشاهد
وتحول المعاهد فتارة كنت اجدنى في
عالم يعمره من المعانى ارواح عاليه في
حلل من العبارات الزاهية تطوف على
النفوس الزاكية وتدنو من القلوب الصافية
توحى اليها رشادها و تقوم منها منادها و
تنفر بها عن مداحض المزال الى جواد
الفضل والكمال وطورا كانت تتكشف لي
الجمل عن وجوه باسرة و انياب كاسرة
وارواح في اشباح النمر ومخالب

ہر مقام پر (اس کے اثنائے مطالعہ میں) مجھے ایسا تصور ہو رہا تھا کہ جیسے لڑائیاں چھڑی ہوئی ہیں۔ نبرد آزمائیاں ہو رہی ہیں۔ بلاغت کا زور ہے اور فصاحت پوری قوت سے حملہ آور ہے۔ توہمات شکست کھا رہے ہیں۔ شکوک و شبہات پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ خطابت کے لشکر صف بستہ ہیں۔ طلاقت لسان کی فوجیں شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں مصروف ہیں، موسوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور توہمات کی لاشیں گر رہی ہیں اور ایک دفعہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ بس حق غالب آگیا اور باطل کی شکست ہو گئی اور شک و شبہ کی آگ بجھ گئی اور تصورات باطل کا زور ختم ہو گیا اور اس فتح و نصرت کا سہرا اس کے علمبردار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کے سر ہے۔ بلکہ اس کتاب کے مطالعہ میں جتنا جتنا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا میں نے مناظرہ کی تبدیلی اور مواقف کے تغیر کو محسوس کیا۔ کبھی میں اپنے کو ایسے عالم میں پاتا تھا جہاں معانی کی بلند رو میں خوشنما عبارتوں کے جاے پہنے ہوئے پاکیزہ نفوس کے گرد چکر لگاتی اور صاف دلوں کے نزدیک آکر انہیں سیدھے رستے پر چلنے کا اشارہ کرتی اور نفسانی خواہشوں کا قلع قمع کرتی اور لغزش مقامات سے متنفر بنا کر فضیلت و کمال کے راستوں کا ساک بناتی ہیں اور کبھی ایسے جملے سامنے آتے ہیں جو معلوم ہوتا ہے کہ تیوریاں چڑھائے ہوئے اور دانت نکالے ہوئے ہولناک شکلوں میں آگے بڑھ رہے ہیں اور ایسی رو میں ہیں جو چیتوں کے پیکروں میں اور شکاری پرندوں کے بچوں کے ساتھ حملہ پر آمادہ ہیں اور ایک

النمر قد تحفدت للوثاب ثم انقضت
للاختلاب فخلبت القلوب عن هواها
واخذت الخواطر دون مرماها واعتالت
فاسد الا هواء وباطل الاراء واحيانا كنت
اشهد ان عقلا نورانيا لا شبيه خلقا
جسدانيا فصل عن الموكب الالهى
واتصل بالروح الانسان فخلعه عن
غاشيات الطبيعة وسماه الى الملكوت
الاعلى ونما به الى مشهد النور الا جلے
وسكن به الى عمار جانب التقديس بعد
استخلاصه من شوائب التلبیس و انات
كانى اسمع خطيب الحكمة ينادى باعلیاء
الكلمة و اولیاء امر الامة يعرفهم
مواقعالصواب و يبصرهم مواضع الارتياب
و يحذرهم مزلق الاضطراب و يوشدهم الى
دقائق السياسة ويهديهم طرق الكياسة
ويرتفع بهم الى منضات الرياسته و يصعدهم
شرفتلديبر و يشرف بهم على حسن المصير۔

دم شکار پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور دلوں کو ان کے ہوا و ہوس کے مرکروں سے جھپٹ کر لے جاتے ہیں اور ضمیروں کو پست جذبات سے زبردستی علیحدہ کر دیتے اور غلط خواہشوں اور باطل عقیدوں کا قلع قمع کر دیتے ہیں اور بعض اوقات میں جیسے مشاہدہ کرتا تھا کہ ایک نورانی عقل جو جسمانی مخلوق سے کسی حیثیت سے بھی مشابہ نہیں ہے خداوندی بارگاہ سے الگ ہوئی اور مادیت کے حجابوں سے نکال لیا اور اسے عالم ملکوت تک پہنچا دیا اور تجلیات ربانی کے مرکز تک بلند کر دیا اور لے جا کر عالم قدس میں اس کو ساکن بنا دیا اور بعض لمحات میں معلوم ہوتا تھا کہ حکمت کا خطیب صاحبان اقتدار اور قوم کے اہل حل و عقد کو لاکار رہا ہے اور انہیں صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دے رہا ہے اور ان کی غلطیوں پر متنبہ کر رہا ہے اور انہیں سیاست کی باریکیاں اور تدبیر و حکمت کے دقیق نکتے سمجھا رہا ہے اور ان کی صلاحیتوں کو حکومت کے منصب اور تدبیر و سیاست کی اہلیت پیدا کر کے مکمل بنا رہا ہے۔

اس میں علامہ محمد عہدہ نے جس طرح یقینی طور پر اس کو کلام امیر المومنین تسلیم کیا ہے اسی طرح اس کے مضامین کی حقانیت اور اس کے مندرجات کی سچائی کا بھی اعتراف کیا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب کے مضامین حق کی فتح اور باطل کی شکست اور شکوک و ابہام کی فنا اور توہمات و دوساؤں کی بے نیازی کا سبب ہیں اور وہ شروع سے آخر تک انسانی روح کے لئے روحانیت و طہارت اور جلال و کمال کی تعلیمات کے حامل ہیں۔

علامہ محمد عہدہ کو نوح البلاغہ سے اتنی عقیدت تھی کہ وہ اسے قرآن مجید کے بعد ہر کتاب کے مقابلہ میں ترجیح کا مستحق سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنا یہ اعتقاد بتایا ہے کہ جامعہ الاسلامیہ میں اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونا اسلام کی ایک صحیح خدمت ہے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ امیر المومنین ایسے بلند مرتبہ مصلح عالم کا کلام ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

لیس فی اهل هذه اللغة الا قائل بان كلام اس عربی زبان والوں میں کوئی ایسا نہیں جو اس کا قائل نہ ہو

محمد عبدلہ دیوان الحماسہ و نہج حماسہ اور نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا۔

البلاغۃ

عبدالمحسن انطاکی بھی جن کی رائے اس کے بعد آئے گی، اس کا ذکر کیا ہے کہ علامہ محمد عبدلہ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ انشاء پر داری کا درجہ حاصل کرو، تو امیر المومنین حضرت علی کو اپنا استاد بناؤ اور ان کے کلام کو اپنے لئے چراغِ ہدایت قرار دو۔

موصوف کا یہ عقیدہ نہج البلاغہ کے متعلق کہ وہ تمام وکمال امیر المومنین کا کلام ہے، اتنا نمایاں تھا کہ ان کے تمام شاگرد جو ان کے بعد سے اب تک مصر کے بلند پایہ اساتذہ میں رہے، اس حقیقت سے واقف تھے۔ چنانچہ استاد محمد محی الدین عبدالحمید مدرس کلیۃ لغت عربیہ جامعۃ ازہر جن کے خود خیالات ان کی عبارت میں اس کے بعد پیش ہوں گے، اپنے شارح کردہ ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

عسیت ان تشال رأی الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدلہ فی ذلک و هو الذی بعث الكتاب من مرقلة و لم یکن احد اوسع منه اطلاعا ولا ادق تفکیر او الجواب علی هذا تساؤل انا نعتقد انه رحمہ اللہ کان مقتنعا بآن الكتاب کله للامام علی رحمہ اللہ

ممكن ہے تم اس بارے میں استاد امام شیخ محمد عبدلہ کی رائے دریافت کرنا چاہتے ہو جنہوں نے اس کتاب کو خواب گمنامی سے بیدار کیا اور ان سے بڑھ کر کوئی وعت اطلاع اور باریکی نگاہ میں مانا بھی نہیں جاسکتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو تمام وکمال امیر المومنین کا کلام سمجھتے تھے۔

علامہ محمد عبدلہ کا یہ مقدمہ جس کے اقتباسات ہم نے درج کئے ہیں خود نیاے ادبیت میں کافی اہمیت رکھتا ہے چنانچہ سید احمد ہاشمی نے اپنی کتاب جواہر الادب حصہ اول میں صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸ پر اسے تمام وکمال درج کر دیا ہے اور اس پر عنوان قائم کیا ہے وصف نہج البلاغہ للامام المرحوم الشیخ محمد عبدلہ المتوفی ۱۳۲۲ھ۔

(۱۳) ملک عرب کے مشہور مصنف، خطیب اور انشاء پرداز شیخ مصطفیٰ علائی استاذ التفسیر والفقه والادب العربیہ فی الکلیۃ الاسلامیہ بیروت، اپنی کتاب ارتج الزہر میں زیر عنوان نہج البلاغہ و اسالیب الکلام العربی ایک مبسوط مقالہ کے تحت میں تحریر کرتے ہیں۔

من احسن ما ینبغی مطالعته لمن یتطلب الاسلوب العالی کتاب نہج البلاغہ للامام علی رضی اللہ عنہ و هو الكتاب الذی انشأت هذا المقال لاجله فان فیہ من بلیغ الکلام والاسالیب المدهشة والمعانی الرائقة ومناحی الموضوعات الجلیلة ما یجعل مطالعہ اذا اوله مزاوله صحیحۃ

بہترین چیز جس کا مطالعہ بلند معیار ادبی کے طلب گاروں کو لازم ہے وہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی کتاب نہج البلاغہ ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس کے لئے خاص طور پر یہ مقدمہ لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں بلیغ کلام اور ششدر کردینے والے طرز بیان اور خوش نما مضامین اور مختلف عظیم الشان مطالب ایسے ہیں کہ مطالعہ کرنے والا اگر ان کی صحیح مزاولت کرے تو وہ اپنی انشاء پر داری اپنی خطابت

الامام علی بن ابی طالب هو اشرف الکلام وابلغہ۔ بعد کلام اللہ تعالیٰ و کلام نبیہ و اغزلة مادة و ارفعه اسلوبا واجمعہ لجلال المعانی فاجدر بالطالبین لنفائس اللغته والطامعین فی التدرج البواقیہ ان یجعلوا لهذا الكتاب اہم محفوظہم و افضل مأثور ہم مع تفہم معانیہ فی الاغراض التی جاءت لا جملہا و تامل الفاظہ فی المعانی التی صیغت للدلالة علیہا لیصیبوا بذلك افضل غایۃ و ینتہوا الی خیر نہایۃ۔

یہ واقعہ ہے کہ علامہ محمد عبدلہ کی یہ کوشش پورے طور پر بار آور بھی ہوئی۔ ایسے تنگ نظری کے ماحول میں جبکہ علمی دنیا کا یہ افسوس ناک رویہ ہے کہ خود اہل سنت کی وہ کتابیں جو اہل بیت معصومین سے یا حضرت علی ابن ابی طالب سے متعلق ہیں انہیں زیادہ تر ایران کے شیعہ مطبوعوں نے شائع کیا ہے۔ مگر مصر و بیروت وغیرہ کے علمی مرکزوں نے انہیں کبھی قابل اشاعت نہ سمجھا۔ مثلاً سبط ابن جوزی کتب یر میں پوری علمی جلالت سے یاد کئے گئے ہیں مگر ان کی کتاب تذکرہ صرف اس لئے سواد اعظم کی بارگاہ میں درخور اعتنا نہیں سمجھی گئی کہ اس میں اہل بیت رسول کے حالات زیادہ ہیں۔ اسی طرح حافظ نسائی کی خصائص وغیرہ مگر نہج البلاغہ اپنے تمام مندرجات کے باوجود جن سے سواد اعظم کو اختلاف ہو سکتا ہے پھر بھی مصر اور بیروت کے علمی حلقوں میں پوری پوری مقبولیت اور مرکزیت رکھتی ہے۔ اس کے مسلسل ایڈیشن شائع ہوتے ہیں اور مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصابوں میں داخل ہے۔ یہ صرف ہندوستان یا پاکستان کی مناظرانہ ذہنیت اور اس کی مسموم فضا ہے کہ یہاں کے مدارس میں اکثر اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا ہے جو خالص شیعہ کتاب سے ہونا چاہئے۔ علامہ شیخ محمد عبدلہ نے نہ صرف اس کتاب پر حواشی لکھ دیئے اور اسے طبع کر دیا بلکہ وہ اپنی گفتگوؤں میں برابر اس کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ مجلہ الہلال مصر نے اپنی جلد نمبر ۳۵ کے شمارہ اول بابت نومبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۷۸ پر چار سوالات علمی طبقہ کی توجہ کے لئے شائع کئے تھے جن میں پہلا سوال یہ تھا کہ

ما هو الكتاب او الكتب التی طالعتموها فی شبابکم فافادتکم و کان لها اثر فی حیاتکم وہ کونی کتاب یا کتابیں ہیں جن کا آپ نے دور شباب میں مطالعہ کیا تو انہوں نے آپ کو فائدہ پہنچایا اور ان کا آپ کی زندگی پر اثر پڑا۔

اس سوال کا جواب جو استاد شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق نے دیا ہے، وہ شمارہ دوم بابت دسمبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۱۵۰ پر شائع ہوا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں۔

طالعت بارشاد الاستاذ المرحوم الشیخ میں نے استاد مرحوم شیخ محمد عبدلہ کی ہدایت سے دیوان

بلیغی کتابتہ و خطابتہ و معانیہ۔ اور اپنی گفتگو میں بلاغت کے معیار پر پورا اتر سکتا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کتاب سے کثیر التعداد افراد بلکہ اقوام نے استفادہ کیا ہے جن میں سے ایک کاتب الحروف بھی ہے۔ میں ان تمام افراد کو جو عربی کے بلند اسلوب تحریر کے طالب اور کلام بیغ کے جویاں ہوں اس کتاب کے حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ (۱۳) استاذ محمد کر دلی رئیس مجمع علمی و مشق نے الہلال کے چار سوالات کے جواب میں، جن میں سے تیسرا سوال یہ تھا کہ ماہی الکتب الہی تصحون لسان الیوم بقرآن تھا۔ وہ کون سی کتابیں ہیں جن کے پڑھنے کی موجودہ زمانہ کے نوجوانوں کو آپ ہدایت کرتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں لکھا ہے۔

اذ طلب البلاغة في اتم مظاهرها والفصاحة التي لم تشبهها عجمة فعليك بنهج البلاغة ديوان خطب امير المؤمنين علي بن ابي طالب و رسائله الى عماله يرجع الي فصل الانشاء والمنشئين في كتابي- "القديم والحديث" طبع بمصر ١٩٥٥

یہ جواب الہلال کی جلد نمبر پینتیس کے شمارہ نمبر ۵۵ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء میں صفحہ ۵۷ پر شائع ہوا ہے۔

(۱۵) استاذ محمد محی الدین المدرس فی کلیة اللغة العربية بالجامع الازهر جنہوں نے نج البلاغة پر تعلیقات تحریر کئے ہیں اور علامہ شیخ محمد عبدہ کے حواشی برقرار رکھتے ہوئے بہت سے تحقیقات و شرح کا اضافہ کیا ہے اور ان حواشی کے ساتھ یہ کتاب مطبع استقامة مصر میں طبع ہوئی ہے۔ انہوں نے اس ایڈیشن کے شروع میں اپنی جانب سے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جس میں نج البلاغة کے استناد و اعتبار پر ایک سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے ضروری اجزاء یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

وبعد فهذا كتاب نهج البلاغة وهو ما اختاره الشريف الرضي ابو الحسن محمد بن الحسن الموسوي من كلام امير المؤمنين علي بن ابي طالب الذي جمع بين دفتيه عيون البلاغة وفنونها وتهياء تبه للناس فيه اسباب الفصاحة و دنامنه قطنها اذ كان من كلام افصح الخلق بعد الرسول صلى الله عليه وسلم

یہ کتاب نج البلاغة امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کلام کا وہ انتخاب ہے جو شریف رضی ابو الحسن محمد بن حسن موسوی نے کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو اپنے دامن میں بلاغت کے نمایاں جوہر اور فصاحت کے بہترین مرتقے رکھتی ہے اور ایسا ہونا ہی چاہئے۔ کیونکہ وہ ایسے شخص کا کلام ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام خلق میں سب سے زیادہ فصیح البیان سب سے زیادہ قدرت کلام کا مالک اور قوت استدلال میں

منطقاد اشدھم اقتدار او ابر عہم حجة واملکھم لغة یدیرھا کیف شاء الحکیم الذی تصدر الحکمة عن بیانہ والخطیب الذی یملاء القلب سحر لسانہ العالم الذی تھیالہ من خلاط الرسول وکتابہ الوحی والکفاح عن الدین بسیفہ ولسانہ منذ حدائثہ ما لم یتھیأ الا حد سواہ هذا کتاب نهج البلاغة وانبہ حفی منذ طراء السن وصیعة الشباب فلقد کنت اجد والذی کثیر القراءۃ فیہ وکنت اجد عسی الا کبر یقضى معہ طویل الساعات یردد عباراته ویستخرج معانیہا ویتقبل اسلوبہ وکان لہما من عظیم التأثير علی نفسی ما جعلنی اقفوا اثرہما فاحلہ من قلبی المحل الاول واجعلہ سیری الذی لا یسل واینسی الذی اخلو الیہ اذا عز الانیس۔

زیادہ اور الفاظ لغت عربی پر سب سے زیادہ قابور کھنے والا تھا کہ جس صورت سے چاہتا تھا، انہیں گردش دے دیتا تھا اور وہ بلند مرتبہ حکیم جس کے بیان سے حکمت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور وہ خطیب جس کی جادو بیانی دلوں کو بھر دیتی ہے۔ وہ عالم جس کے لئے پیغمبر خدا کے ساتھ انتہائی روابط اور وحی کی کتابت اور دین کی نصرت میں شمشیر و زبان دونوں سے جہاد کے ابتدائی عمر سے وہ مواقع حاصل ہوئے جو کسی دوسرے کو ان کے سوا حاصل نہیں ہوئے یہ ہے کتاب نج البلاغة! اور میں اپنے غفوان شباب اور ابتدائے عمر ہی سے اس کا گرویدہ رہا ہوں، کیونکہ میں اپنے والد کو دیکھتا تھا کہ وہ اکثر اس کتاب کو پڑھتے تھے اور اپنے بڑے چچا کو بھی دیکھتا کہ وہ گھنٹوں پڑھتے رہتے اس کے معانی کو سمجھتے رہتے اور اس کے انداز بیان پر غور کرتے رہتے اور ان دونوں بزرگواروں کا میرے دل پر اتنا بڑا اثر تھا، جس نے مجھے بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے مجبور کر دیا اور میں نے اس کتاب کو اپنے قلب میں سب سے مقدم درجہ دے دیا۔ اسے اپنے منوں تنہا کی قرار دیا جو ہمیشہ میرے لئے دلچسپی کا باعث ہے۔

اس کے بعد علامہ مذکور نے ان اشخاص کا ذکر کیا ہے جن کا رجحان یہ ہے کہ وہ اسے شریف رضی کا خود کلام قرار دیتے ہیں ان کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے موصوف رقم طراز ہیں کہ سب سے اہم اسباب جو اس کتاب کے کلام امیر المؤمنین نہ ہونے سے متعلق پیش کئے جاتے ہیں، صرف چار ہیں۔ پہلے یہ کہ اس میں اصحاب رسول کی نسبت ایسے تعریضات ہیں جن کا حضرت علی علیہ السلام سے صادر ہونا تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ خصوصاً معاویہ، طلحہ، زبیر، عمرو بن عاص اور ان کے اتباع کے بارے میں سب و شتم تک موجود ہے۔ دوسرے اس میں لفظی آرائش اور عبارت میں صنعت گری اس حد پر ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں مفقود تھی۔ تیسرے اس میں تشبیہات و استعارات اور واقعات و مناظر کی صورت کشی اتنی مکمل ہے جس کا پتہ صدر اسلام میں اور کہیں نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ حکمت و فلسفہ کی اصطلاحیں اور مسائل کے بیان میں اعداد کا پیش کرنا، یہ باتیں اُس زمانہ میں رائج نہ تھیں چوتھے اس کتاب کی اکثر عبارتوں سے علم غیب کے اذکار کا پتہ چلتا ہے، جو حضرت علیؑ ایسے پاکباز انسان کی شان سے بعید ہے۔

خدا گواہ ہے کہ ہمیں ان اسباب میں سے کسی ایک میں اور ان سب میں مجموعی طور پر بھی کوئی واقعی دلیل، بلکہ دلیل نمائش بھی

اس دعوے کے ثبوت میں نظر نہیں آتی جو ان لوگوں کا مدعا ہے۔ بلکہ انہیں تو ایسے شکوک و شبہات کا درجہ بھی نہیں دیا جاسکتا جو کسی حقیقت کے ماننے میں تھوڑا سا دغذغہ بھی پیدا کر سکتے ہوں اور جن کے رفع کرنے کی ضرورت ہو۔ پھر انہوں نے ایک ایک کر کے ہر بات کو رد بھی کیا ہے۔ پہلی بات کے متعلق جو کچھ انہوں نے کہا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولؐ کے بعد مسئلہ خلافت میں طرز عمل ہی ایسا اختیار کیا گیا، جس سے فطرتاً حضرت علیؑ علیہ السلام کو شکایت ہونا ہی چاہئے تھی اور آپؐ کی خلافت کے دور میں اہل شام نے آپؐ کے خلاف جو بغاوت کی، اُس سے آپؐ کو تکلیف ہونا ہی چاہئے۔ ہر دور کے متعلق آپؐ کے جس طرح کے الفاظ ہیں وہ بالکل تاریخی حالات کے مطابق ہیں، اس لئے اس میں شک و شبہ کا کیا محل ہے۔

دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا سامر تہ فصاحت اور حکمت دونوں میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں تھا، تو پھر آپؐ کے کلام کی خصوصیتیں اس دور میں کسی اور کے یہاں مل ہی کیونکر سکتی ہیں۔ رہ گیا مجمع و قافیہ کا التزام، وہ آپؐ کے یہاں اس طرح نہیں جس سے آرد ظاہر ہو یا معانی پر اس کا اثر پڑے اور اس حد تک قافیہ وغیرہ کا التزام اس دور میں عموماً رائج تھا۔

چوتھی دلیل کے جواب میں علامہ مذکور نے جو کہا ہے وہ ہمارے مذہبی عقائد کے بے شک مطابق نہیں ہے، مگر وہ خود ان کے نقطہ نظر کا حامل ہے، وہ کہتے ہیں کہ جسے علم غیب سے تعبیر کیا جاتا ہے اُسے ہم فراست اور زمانہ کی نبض شناسی کا نتیجہ سمجھتے ہیں جو علیؑ ایسے حکیم انسان سے بعید نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا، یہ جواب انہوں نے مادی ذہنیت کے مطابق دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر خدا کے دیئے ہوئے علم غیب کا مظاہرہ باعث انکار قرار دیا جائے تو اکثر احادیث نبویہ بھی اس زد میں آجائیں گی اور خدا کی طرف سے علم غیب کا مظاہرہ تو اکثر قرآن کی آیات سے نمودار ہی ہے۔ پھر قرآن کی آیتوں کا بھی انکار کرنا چاہئے اور اگر علم الہی کی بناء پر ان آیات کو تسلیم کیا جائے تو اس کے عطا کردہ علم سے علیؑ ایسے عالم ربانی کے کلام میں اس طرح کی باتوں کے تذکرہ پر بھی کسی حرف گیری کا موقع نہیں ہے۔

(۱۶) استاذ شیخ محمد حسن نائل الرضی نے بھی نج البلاغہ کی ایک شرح لکھی ہے جو دار الکتب العربیہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے مقدمہ میں کلمۃ فی اللغة العربیہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔

ولقد کان السجلی فی هذه الحلبۃ علی صلوات اللہ علیہ و ما حسبنی احتاج فی اثبات هذا الی دلیل اکثر من نهج البلاغۃ ذلك الكتاب الذی اقامہ اللہ حجة واضحة علی ان علیاً رضی اللہ عنہ قد کان احسن مثال حسی النور القرآن وحکمتہ وعلیہ و هداية واعجازہ و فصاحتہ اجتمع لعلی فی هذا الكتاب ما لم یجتمع لکبار الحکماء و افذاذ الفلاسفة

اس میدان میں سب سے آگے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ تھے اور اس دعوئی کا سب سے بڑا ثبوت نج البلاغہ ہے، جسے اللہ نے ایک واضح حجت اس کی بنایا ہے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ قرآن کے نور اور حکمت اور علم اور ہدایت اور اعجاز اور فصاحت کی بہترین زندہ مثال تھے۔ اس میں حضرت علیؑ کی زبان سے اتنی چیزیں یکجا ہیں، جو بڑے حکماء اور یکتائے زمانہ فلاسفہ اور شہرہ آفاق علمائے ربانین ان سب کی زبانی ملا کر بھی یکجا نہیں ملتیں۔ حکمت کی بلند نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد حیرت خیز موعظ اور موثر استدلال اس کتاب میں علیؑ ابن ابی طالبؑ

ونوابغ الربانین من آیات الحکمة السامیة وقواعد السیاسة المستقیمة ومن کل موعظة باهرۃ وحجة بالغة تشهد له بالفضل وحسن الاثر خاص علی فی هذا الكتاب لجة العلم والسیاسة والدين فکان فی کل هذه المسائل نابغة مبرزا۔

نے علم سیاست اور دین کے ہر دریا کی غواصی کی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ ان میں سے ہر شعبہ میں یکتائے روزگار تھے۔

(۱۷) استاذ محمد الزہری الغمر اوی جنہوں نے مرضی کی مذکور بالا شرح پر ایک مقدمہ تحریر کیا ہے اس میں طبقات النصفاء کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں۔

ولم ینقل عن احد من اهل هذه الطبقات ما نقل عن امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فقد اشتملت مقالاتہ علی الموعظۃ الزہدیة والمنہاجۃ السیاسة والزواجۃ الدینیة والحکم النفیسة والاداب الخلقیة والدرد التوحیدیة والاشارات الغیبیة والذکر علی الخصوم والنصائح علی دجہ العیوم وقد احتوی علی غور کلامہ کرم اللہ وجہہ کتاب نهج البلاغۃ الذی جمعه وھذہ ابو الحسن محمد ابن طاہر مشہور بہ شریف رضی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے۔

ان تمام طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی وہ کارنامہ نقل ہو کر ہم تک نہیں پہنچا، امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کرم اللہ وجہہ کی زبانی پہنچا ہے۔ آپؐ کے مقالات زاہدانہ موعظ، سیاسی مسلک اور دینی ہدایات، نفیس فلسفی بیانات، اخلاقی تعلیمات، توحید کے جواہر، غیبی اشارات، مخالفین کی رد و قدح اور عمومی نصائح پر مشتمل ہے۔ اور آپؐ کے کلام کے روشن اقتباسات پر مشتمل کتاب نج البلاغہ ہے جسے ابو الحسن محمد ابن طاہر مشہور بہ شریف رضی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے۔

(۱۸) الاستاذ عبدالوہاب حبودہ استاذ الادب الحدیث بکلیۃ الاداب جامعہ فواد الاول مصر نے اپنے مقالہ الاداء الاجتماعی فی نهج البلاغۃ میں جو رسالۃ الاسلام قاہرہ کے جلد ۳، عدد ۳۱ بابت ماہ رمضان ۱۳۷۱ھ میں شائع ہوا ہے، لکھا ہے کہ

وقد اجتمع لہ رضی اللہ عنہ فی کتاب نهج البلاغۃ ما یجتمع لکبار الحکماء و افذاذ الفلاسفة ونوابغ الربانین من علماء اور یکتائے روزگار فلاسفہ اور سر بر آوردہ علمائے ربانین سے مجموعی طور پر یکجا کی جاسکتی ہیں، بلند حکمت

الرضی الذی جمع خطب واقوال و حکم
ورسائل سیدنا امیر المومنین من افواہ
الناس و امالیہم و اصل کل الاصابة
باطلاقہ علیہ اسم ”نہج البلاغۃ“ و ما هذا
الکتاب الا صراطها المستقیم لمن یحاول
الوصول الیہا من معاشرا المتدیین۔

رضی کا ہے جنہوں نے امیر المومنینؑ کے یہ خطبے اور
اقوال اور حکیمانہ ارشادات اور خطوط لوگوں کے لیے
مخطوطات اور مخطوطات سے یکجا کیے ہیں اور انہوں
نے اس کا نام ”نہج البلاغۃ“ بھی بہت ٹھیک رکھا۔
بلاشبہ یہ بلاغت کا صراط مستقیم ہے ہر اس شخص کے لئے
جو اس منزل تک پہنچنا چاہے۔

اس کے بعد انہوں نے شیخ محمد عبدہ کی رائے بیان کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابراہیم یازجی نے جو اس آخری
دور میں متفقہ طور پر عربی کے کامل انشاء پرداز اور امام اساتذہ لغت مانے گئے ہیں مجھ سے فرمایا کہ مجھے اس فن میں جو مہارت حاصل ہوئی
ہے وہ صرف قرآن مجید اور نہج البلاغۃ کے مطالعہ جسے یہ دونوں عربی زبان کے وہ خزانہ عامرہ ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

(۲) فواد فرام البستانی، استاذ الآداب العربیہ فی کلیۃ القدیس یوسف (بیروت) انہوں نے ایک سلسلہ تعلیمی کتابوں کا روائع کے نام
سے شروع کیا جس میں مختلف جلیل المرتبہ مصنفین کے آثار قلمی اور تصانیف سے مختصر انتخابات، مصنف کے حالات، کمالات،
کتاب کی تاریخی تحقیقات وغیرہ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مجموعوں کی صورت میں ترتیب دیے ہیں اور وہ کیتھک عیسائی پریس
(بیروت) میں شائع ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ امیر المومنینؑ اور نہج البلاغۃ سے متعلق ہے جس کے بارے میں مولف
نے اپنے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔

اننا نبدا الیوم بنشر منتخبات من نہج
البلاغۃ للامام علی ابن ابی طالب اول
مفکری الاسلام۔

ہم سب سے پہلے اس سلسلہ کی ابتداء کرتے ہیں کچھ
انتخابات کے ساتھ نہج البلاغۃ کے جو اسلام کے سب سے
پہلے مقلد امام علی ابن ابی طالب کی کتاب ہے۔

اس کے بعد وہ سلسلہ شروع ہوا ہے جو سلسلہ روائع کی پہلی قسط ہے اس کا پہلا عنوان ہے ”علی ابن ابی طالب“ جس کے مختلف
عناوین کے تحت میں امیر المومنینؑ کی سیرت اور حضرت کے خصوصیات زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ایک عیسائی کی تحریر ہوتے ہوئے
پورے طور سے شیعی نقطہ نظر کے موافق نہ سہی لیکن پھر بھی حقیقت و انصاف کے بہت سے جوہر اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ دوسرا عنوان
ہے ”نہج البلاغۃ“ اور اس کے ذیلی عناوین میں ایک عنوان ہے ”جموعہ“ دوسرا عنوان ہے ”صحیحہ نسبتہ“ اس کے تحت میں لکھا ہے ”نہج
البلاغۃ“ کے جمع و تالیف کو بہت زمانہ نہیں گزرا تھا کہ بعض اہل نظر اور مورخین نے اس کی صحت میں شک کرنا شروع کیا، ان کا پیشرو ابن
خلکان ہے جس نے اس کتاب کو اس کے جامع کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر صفدی وغیرہ نے اس کی پیروی کی اور پھر شریف رضی کے
بسا اوقات اپنے دادا مرعشی کے لقب سے یاد کئے جانے کی وجہ سے بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا اور وہ ان میں اور ان کے بھائی علی بن طاہر
معروف بہ سید مرتضیٰ متولد ۹۶۶ھ متوفی ۱۰۴۲ھ میں تفرقہ نہ سمجھ سکے اور انہوں نے نہج البلاغۃ کے جمع کو ثانی الذکر کی طرف منسوب

لے نصب علامت اعرابی ہے اور اس کے معنی ناصبیت کے بھی ہیں اور علامہ نے اس لفظ کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔

ایات الحکمۃ السامیۃ، قواعد السیاسۃ کی نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد اور ہر طرح کا
المستقیمۃ و من کل موعظۃ باہرۃ، و حجة حیرت خیز موعظہ اور موثر استدلال اور اجتماعی تصورات یہ
بالغۃ و آراء اجتماعیۃ، و اسس حربیۃ، مما سب امیر المومنینؑ کی فضیلت اور بہترین کارگزاری کا
یشہد للامام بالفضل و حسن الاثر۔ بین گواہ ہیں۔

(۱۹) علامہ ابو نصر پروفیسر بیروت یونیورسٹی نے اپنی کتاب علی ابن ابی طالبؑ کی فصل ۳۱ میں امیر المومنینؑ کے آثار عربی میں نہج البلاغۃ
کا ذکر کیا ہے اور اس ذیل میں لکھا ہے کہ یہ کتاب علی ابن ابی طالبؑ کی عظیم شخصیت کی مظہر ہے۔

(۲۰) قاضی علی ابن محمد شوکانی صاحب نیل الاوطار نے اپنی کتاب ”اتحاف الاکابر باسانید الدفاتر“ طبع حیدرآباد (باب
النون) میں نہج البلاغۃ کے لئے اپنی سند متصل درج کرتے ہوئے لکھا ہے نہج البلاغۃ من کلام علی رضی اللہ عنہ۔ یہ
وہ حقیقت ہے جس کا متعدد عیسائی محققین نے بھی اعتراف کیا ہے۔

(۱) عبدالمسیح اتقا کی صاحب جریڈہ ”المران“ مصر، جنہوں نے امیر المومنینؑ کی سیرت میں اپنی مشہور کتاب ”شرح قصیدہ
علویہ“ تحریر کی ہے اور وہ مطبع رعمیس قاہرہ میں شائع ہوئی ہے وہ اس کے صفحہ ۵۳۰ پر تحریر کرتے ہیں۔

الاجدال ان سیدنا علیاً امیر المومنین ہو
امام الفصحاء و استاذ البلغاء و اعظم من
خطب و کتب فی حرف اهل هذه
الصناعة الالباء و هذا کلام قد قیل فیہ
بحق انه فوق کلام الخلق و تحت کلام
الخالق قال لهذا کل من عرف فنون
الکتابة و اشتغل فی صناعة التحبیر
والتحریر بل هو استاذ کتاب العرب و
معلیمہم بلا مراء فما من ادیب لیبب حاول
اتقان صناعة التحریر الا و بین یدیه
القرآن و نہج البلاغۃ ذاک کلام الخالق
و هذا کلام اشرف المخلوقین
و علیہما یعول فی التحریر و التحبیر اذا اراد
ان یکون فی معاشر الکتبة المجیدین و لعل
افضل من خدم لغة قریش الشریف

اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ سیدنا حضرت علی امیر
المومنینؑ نصیحوں کے امام اور بلیغوں کے استاد اور عربی
زبان میں خطابت اور کتابت کرنے والوں میں سب
سے زیادہ عظیم المرتبت ہیں اور یہ وہ کلام ہے جس کے
بارے میں بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ یہ کلام خلق سے بالا
اور خالق کے کلام سے نیچے ہے یہ ہر اس شخص کا قول
ہوگا جس نے انشاء پرداز کی فنون سے واقفیت
حاصل کی ہو اور تحریر کا مشغلہ رکھا ہو، بلکہ آپ بلاشبہ تمام
عرب انشاء پردازوں کے استاد اور معلم ہیں کوئی ادیب
ایسا نہیں ہے جو تحریر کے فن میں کمال حاصل کرنا چاہے
مگر یہ کہ اس کے سامنے قرآن ہوگا اور نہج البلاغۃ کہ
ایک خالق کا کلام ہے اور دوسرا اشرف المخلوقین کا اور
انہیں پر اعتماد کرے گا۔ ہر وہ شخص جو چاہے گا کہ اچھے
لکھنے والوں میں اس کا شمار ہو، غالباً زبان عربی کی
خدمت کرنے والوں میں سب سے بڑا درجہ شریف

کر دیا۔ جیسا کہ جرجی زیدان نے کیا ہے اور بعض لوگوں نے جیسے مستشرق کلیمان نے یہ طرہ کیا کہ اصل مصنف کتاب کا سید مرتضیٰ ہی کو قرار دے دیا ہم جب اس شک کے وجہ و اسباب پر غور کرتے ہیں تو ہر پھر کے پانچ امر ہوتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے شک کے وہی اسباب تقریباً تحریر کئے ہیں جو اس کے پہلے جی الدین عبد الحمید شارح نفع البلاغہ کے بیان میں گزر چکے ہیں اور پھر انہوں نے ان وجوہ کو رد کیا ہے۔

(۳) بیروت کے شہر آفاق سنجی ادیب اور شاعر پولس سلامہ اپنی کتاب ”اول ملحمہ عربیہ عید الغدیر“ میں جو مطبعۃ النسر بیروت میں شائع ہوئی ہے صفحہ ۷۱، ۷۲ پر لکھتے ہیں۔

”نفع البلاغہ“ مشہور ترین کتاب ہے جس میں امام علی علیہ السلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کتاب سے بالاتر سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کی بلاغت نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد حسب ذیل اشعار نفع البلاغہ کی مدح میں درج کئے گئے ہیں۔

هذه الكهف للمعارف باب مشرع من مدينه الاسرار
تنشر الدر في كتاب مبين سفر نهج البلاغة المختار
هور وض من كل زهر جنی اطلعتہ السماء فی نوادر
فيه من نصرة الورد العذاری والخزامی والفتو الجلنار
فی صفاء النبوع یجری زلالا کوثر ارائق البعید القرار
تلمع الشط والصفاف ولكن بالعجز العيون فی الاغوار

یہ معارف و علوم کا مرکز اور اسرار و رموز کا کھلا ہوا دروازہ ہے۔

یہ نفع البلاغہ کیا ہے، ایک روشن کتاب ہے بکھرے ہوئے موتی۔

یہ پچھے ہوئے پھولوں کا ایک باغ ہے جس میں پھولوں کی لطافت چشموں کی صفائی اور آب کوثر کی شیرینی جس نہر کی وسعت اور کنارے تو آنکھوں سے نظر آتے ہیں مگر تک نظریں پہنچنے سے قاصر ہیں۔

مذکورہ بالا ادباء محدثین کے کلام سے نفع البلاغہ کی لفظی اور معنوی اہمیت بھی ضامن ثابت ہوگئی ہے اب اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اب رہ گیا ہمارے فنی اصول سے اس کتاب کا وہ درجہ جس اعتبار سے ہم اس سے استدلال کر سکتے ہیں تو مجموعی طور پر ہمارے نزدیک اس کتاب کے مندرجات کی نسبت امیر المومنین کی جانب اسی حد تک ثابت ہے جیسے صحیفہ کاملہ کی نسبت امام زین العابدین کی جانب یا کتب اربعہ کی نسبت ان کے مصنفین کی طرف یا تعلقات سبعہ کی نسبت ان کے نظم کرنے والوں کی جانب رہ گیا، خصوصی عبارات اور الفاظ میں سے ہر ایک کی نسبت اطمینان وہ اسلوب کلام اور انداز بیان سے وابستہ ہے اور ان مندرجات کی مطابقت کے اعتبار سے ہے۔ ان ماخذوں کے ساتھ جو صحیح طور پر ہمارے یہاں مسلم الثبوت ہیں اصطلاحی حیثیت سے قدماء کی تعریف کے مطابق جو

صحت کے خبر کے لئے وثوق بالصدور کو کافی سمجھتے ہیں۔ ان شرائط کے بعد اس کا ہر جزء صحیح کی تعریف میں داخل ہے اور متأخرین کی اصطلاح کے مطابق جو صحت کو باعتبار صفات راوی قرار دیتے ہیں۔ نفع البلاغہ کے مندرجات کو مرسلات کی حیثیت حاصل ہے مرسلات کی اہمیت ارسال کرنے والے کی شخصیت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ابن ابی عمیر اور بعض جلیل القدر اصحاب کے بارے میں علماء نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ ان تک جب خبر کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر ان کے آگے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کون راوی ہے۔ اس لئے کہ ان کا نقل کرنا خود اس کے اعتبار کی دلیل ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ مرسلات ابن ابی عمیر حکم مسند میں ہیں۔ اس بناء پر خود جناب سید رضی اعلی اللہ مقامہ کی جلالت قدر ضرور اسے عام مرسلات سے ممتاز کر دیتی ہے۔ پھر بھی مواعظ و توارین وغیرہ کا ذکر نہیں۔ جس میں عقیدہ و عمل ایسی اہمیت نہیں ہے لیکن مقام اعتقاد و عمل میں ہم نفع البلاغہ کے مندرجات کو اور ادلہ کے ساتھ جو اس باب میں موجود ہوں اصول تعادل و ترجیح کے معیار پر جانچیں گے اور بعض موقعوں پر ممکن ہے جو مسند حدیث اس موضوع میں موجود ہو اس پر نفع البلاغہ کی روایت کو ترجیح ہو جائے اور بعض مقاموں پر ممکن ہے کافو ہو جائے اور بعض جگہ شاید ان دوسرے ادلہ کو ترجیح ہو جائے لیکن اس سے نفع البلاغہ کی مجموعی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کا وزن اسی طرح برقرار رہنا ہے جس طرح کافی کی بعض حدیثوں کو کسی وجہ سے نظر انداز کرنے کے بعد بھی کافی کا وزن مسلم ہے۔

بہر صورت نفع البلاغہ کی علمی و ادبی اہمیت اور اس کے حقائق آگئیں مضامین اور اخلاقی مواعظ کا وزن ناقابل انکار ہے مگر ظاہر ہے کہ نفع البلاغہ صحیح فائدہ دہی افراد اٹھا سکتے ہیں کہ جو عربی زبان میں مہارت رکھتے ہوں۔ غیر عربی داں اس خزینہ عامرہ سے فیض حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ اسی لئے ایرانی فضلاء و علماء کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اس کے فارسی ترجمے شائع کریں چنانچہ متعدد ترجمے ایران میں اس کے شائع ہوتے رہے اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اردو زبان میں ابھی تک نفع البلاغہ کا کوئی قابل اطمینان ترجمہ نہیں ہوا ہے بعض ترجمے جو شائع ہوئے ان میں سے کسی میں غلطی بہت زیادہ تھی اور کسی میں عبارات آرائی نے ترجمہ کے حدود کو باقی نہیں رکھا، نیز حواشی میں کبھی خالص مناظرانہ انداز کی بہتات ہوگئی اور کبھی اختصار کی شدت نے ضروری مطالب نظر انداز کر دیئے۔ جناب مولینا مفتی جعفر حسین صاحب جو ہندوستان و پاکستان میں کسی تعارف کے محتاج نہیں اور اپنے علمی کمالات کے ساتھ بلندی سیرت اور سادگی معاشرت میں جن کی ذات ہندوستان و پاکستان میں ایک مثالی حیثیت رکھتی ہے ان کی یہ کوشش نہایت قابل قدر ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے مکمل ترجمہ اور شارحانہ حواشی کے تحریر کا بیڑا اٹھایا اور کافی محنت و عرق ریزی سے اس کام کی تکمیل فرمائی۔ بغیر کسی شک و شبہ کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اب تک ہماری زبان میں جتنے ترجمے اس کتاب کے اور حواشی شائع ہوئے ہیں ان سب میں اس ترجمہ کا مرتبہ اپنی صحت اور سلاست اور حسن اسلوب میں یقیناً بلند ہے اور حواشی میں بھی ضروری مطالب کے بیان میں کمی نہیں کی گئی اور زوائد کے درج کرنے سے احتراز کیا ہے۔ بلاشبہ نفع البلاغہ کے ضروری مندرجات اور اہم نکات پر مطلع کرنے کے لئے اس تالیف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے جس پر مصنف مدوح قابل مبارک باد ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ صاحبان ذوق ہر طبقہ کے اس کتاب کا ویسا ہی خیر مقدم کریں گے جس کی وہ مستحق ہے۔ جَوَّی اللہ مَوْلَیُّہ فی الدَّارِیْنِ خَیْرُ ا۔

علی نقی الحقوی

۲ ج ۲ ۵۷۳ھ

جامع پنج البلاغہ

علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ کے مختصر سوانح حیات

سید علیہ الرحمہ کی زندگی کا ہر پہلو ان کے آباء اجداد کے کردار کا آئینہ دار اور ان کی سیرت کا ہر رخ ائمہ اطہار کی پاکیزہ زندگیوں کا نمونہ تھا۔ وہ اپنے علمی تبحر، علمی کمال، پاکیزگی اخلاق اور حسن سیرت و استغناء نفس کی دل آویز اداؤں میں اتنی کشش رکھتے تھے کہ نگاہیں ان کی خوبی و زیبائی پر جم کر رہ جاتی تھیں اور دل اس ورثہ دار عظمت و رفعت کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

آپ کا نام محمد، لقب رضی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ۳۵۹ھ ہجری میں سرزمین بغداد میں پیدا ہوئے اور ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو علم و ہدایت کا مرکز اور عزت و شوکت کا محور تھا۔

ان کے والد بزرگوار، ابو احمد حسین تھے جو پانچ مرتبہ نقابت آل ابی طالب کے منصب پر فائز ہوئے اور بنی عباس و بنی بویہ کے دور حکومت میں یکساں عظمت و بزرگی کی نظر سے دیکھے گئے۔ چنانچہ ابونصر بہاء الدولہ ابن بویہ نے انہیں الطاہر الاوحد کا لقب دیا اور ان کی جلالت علمی و شرافت نسبی کا ہمیشہ پاس و لحاظ رکھا۔ ان کا خاندانی سلسلہ صرف چار واسطوں سے امامت کے سلسلہ زریں سے مل جاتا ہے جو اس شجرہ نسب سے ظاہر ہے ابو احمد حسین ابن موسیٰ ابن محمد ابن موسیٰ ابن ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظم۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۳۰۰ھ ہجری میں ستانوں پر برسر کی عمر میں انتقال فرمایا اور حارثی میں دفن ہوئے۔ ابوالعلاء معری نے ان کا مرثیہ کہا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے۔

انتم ذوو النسب القصیر فطولکم باد علی الکبراء والاشراف

”تمہارے اور امام کے درمیان بہت تھوڑے سے واسطہ حائل ہیں اور تمہاری بلندیاں اکابر و اشراف پر نمایاں ہیں۔“

آپ کی والدہ معظمہ جن کی شرافت و بلندی مرتبت کی طرف آگے اشارہ ہوگا۔ یہاں پر صرف ان کا شجرہ نسب درج کیا جاتا ہے فاطمہ بنت الحسن بن حسن الناصر ابن علی ابن حسن ابن عمار ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب۔

ایسے نجیب و بلند مرتبہ ماں باپ کی اخلاقی نگہداشت و حسن بیت کے ساتھ آپ کو استاد و مربی بھی ایسے نصیب ہوئے جو اپنے وقت کے ماہرین با کمال اور ائمہ فن مانے جاتے تھے۔ جن میں سے چند کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے۔

حسن ابن عبداللہ سیرانی: نحو و لغت و عروض و قوافی میں استاد کامل تھے۔ کتاب سیبویہ کی شرح اور متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ سید نے بچپن میں ان سے قواعد نحو پڑھے اور انہی کے متعلق آپ کا مشہور نحوی لطیفہ ہے کہ ایک دن حلقہ درس میں نحوی اعراب کی مشق کراتے ہوئے سید رضی سے پوچھا کہ اذقلنا رایت عمر فسا علامۃ نصب عمر۔ جب ہم رایت عمر کہیں تو اس میں علامت نہ نصب کیا ہوگی۔ ”آپ نے برجستہ جواب دیا۔ ”بَغَضُ عَلِيٍّ“ اس جواب پر سیرانی اور دوسرے لوگ ان کی ذہانت و طباعی پر دنگ رہ گئے۔ حالانکہ ابھی آپ کا سن دس برس کا بھی نہ تھا۔

سالے کو نکلاست از بہارش پیدا

ابو اسحاق ابراہیم احمد ابن محمد طبری بڑے پایہ: بڑے پایہ کے فقیہ و محدث اور علم پرورد و جوہر شناس تھے۔ سید نے ان سے بچپن میں قرآن مجید کا درس لیا۔

علی ابن عیسیٰ ربیع: انہوں نے بیس برس ابوالعلی فارسی سے استفادہ کیا اور نحو میں چند کتابیں لکھی ہیں۔ سید نے ان سے ایضاً ابو علی اور عروض و قوافی کی چند کتابیں پڑھیں۔

ابوالفتح عثمان ابن جنی: علوم عربیہ کے بڑے ماہر تھے۔ دیوانہ متنبی کی شرح اور اصول و فقہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں سید نے ان سے بھی استفادہ کیا۔

ابوبکر محمد ابن موسیٰ خوارزمی: یہ اپنے وقت میں مرجع درس اور صاحب فتویٰ تھے۔ سید نے ان سے بھی استفادہ علمی کیا۔

ابو عبداللہ شیخ مفید علیہ الرحمہ: سید رضی کے اساتذہ میں سب سے زیادہ بلند منزلت ہیں۔ علم و فقاہت اور مناظرہ و کلام میں اپنا مثل نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تقریباً دو سو کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

ابن ابی الحدید نے معد ابن فخر سے نقل کیا ہے کہ ایک رات شیخ مفید نے خواب دیکھا کہ جناب فاطمہ زہرا حسن اور حسین علیہما السلام کے ہمراہ مسجد کربخ میں تشریف لائیں اور ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے شیخ میرے ان بچوں کو علم فقہ و دین پڑھاؤ شیخ جب خواب سے بیدار ہوئے تو حیرت و استعجاب نے گھیر لیا اور ذہن خواب کی تعبیر میں الجھ کر رہ گیا۔ اسی عالم میں صبح ہوئی تو دیکھا کہ فاطمہ بنت الحسن کینروں کے جھرمٹ میں تشریف لارہی ہیں اور ان کے دونوں سید مرتضیٰ اور سید رضی ان کے ہمراہ ہیں۔ شیخ انہیں دیکھ کر تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب وہ قریب آئیں تو فرمایا، اے شیخ میں ان بچوں کو آپ کے سپرد کرنے آئی ہوں۔ آپ انہیں علم دین پڑھائیں۔ یہ سن کر رات کا منظر ان کی نظروں میں پھرنے لگا۔ جسم تعبیر نگاہوں کے سامنے آگئی۔ آنکھوں میں آنسو بھرا آئے اور ان سے رات کا خواب بیان کیا، جسے سن کر سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔ شیخ نے اسی دن سے انہیں اپنی توجہ کا مرکز بنالیا اور انہوں نے بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر علم و فضل میں وہ بلند مقام حاصل کیا جس کی رفعت اپنوں ہی کو نظر نہ آتی تھی، بلکہ دوسرے بھی نظریں اٹھا کر دیکھتے رہ جاتے تھے۔

سید علیہ الرحمہ علم و فضیلت میں یگانہ روزگار ہونے کے ساتھ ایک بہترین انشاء پرداز اور بلند پایہ سخن طراز بھی تھے۔ چنانچہ ابو حکیم خبری نے آپ کے جوہر پاروں کو چار ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے، جو شوکت الفاظ، سلامت بیان، حسن ترکیب اور بلندی اسلوب میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور پرکھنے والوں کی یہ رائے ہے کہ انہوں نے لوح ادب پر جو پیش بہا مومناں لکھے ہیں، ان کے سامنے کلام عرب کی چمک دمک ماند پڑ گئی اور بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ قریش بھر میں ان سے بہتر کوئی ادیب و سخن راں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن سید علیہ الرحمہ نے کبھی اُسے اپنے لئے وجہ نازش و سرمایہ افتخار نہیں سمجھا اور نہ ان کے دوسرے کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے ان کی طبع موزوں کی روایتوں کو اتنی اہمیت دی جاسکتی ہے کہ شعر و سخن کو ان کے لئے وجہ فضیلت سمجھ لیا جائے۔ البتہ انہوں نے اپنے مخصوص طرز نگارش میں جو علمی و تحقیقی نقش آرائیاں کی ہیں ان کی افادیت و معنویت کا پایہ اتنا بلند ہے کہ انہیں سید کی بلندی نظر کا معیار ٹھہرایا جاسکتا ہے



دیباچہ

مؤلف نج البلاغہ علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ

حمد و ستائش اُس اللہ کے لئے ہے جس نے حمد کو اپنی نعمتوں کی قیمت، ابتلاؤں سے بچنے کا ذریعہ، جنت کا وسیلہ اور اپنے احسانات کے بڑھانے کا سبب قرار دیا ہے۔ درود ہو اُس کے رسول پر جو نبی رحمت، پیشواؤں کا پیشوا اُمت کا چراغ، دودمان شرات کا انتخاب، قدیم ترین بزرگیوں کا نچوڑ، رگ و پے میں سمائے ہوئے فخر کی کھتی، رفعت و بلندی کی برگ پوش و ثمر دار شاخ ہے اور آپ کے اہل بیت پر رحمت ہو جو تاریکیوں کے چراغ، اُمت کے لئے سامان رحمت، دین کے روشن بینار اور فضل و کمال کا بلند معیار ہیں۔ اللہ اُن سب پر رحمت نازل کرے۔ ایسی رحمت جو اُن کے فضل و کمال کے شایان، اُن کے عمل و کردار کی جزاء اور اُن کی ذاتی و خاندانی پاکیزگی کے ہم پلہ ہو جب تک صبح و درختاں لودیتی رہے اور جگمگاتے ستارے ابھر کر ڈوبتے رہیں میں نے اوائل عمر اور شاخ جوانی کی شادابی میں آئمہ علیہم السلام کے حالات و خصائص میں ایک کتاب کی تالیف شروع کی تھی، جو اُن کے نفیس واقعات اور ان کے کلام کے جوہر ریزوں پر مشتمل تھی جس کا غرض تالیف میں نے اسی کتاب کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے اور اس میں وہ حصہ، جو امیر المومنین علی صلوٰۃ اللہ علیہ کے خصائص سے متعلق تھا پایہ تکمیل کو پہنچا لیکن زمانہ کی مزاحمتوں اور شب و روز کی رکاوٹوں نے بقیہ کتاب پایہ تکمیل تک نہ پہنچنے دی جتنا حصہ لکھا

أما بعد حمد الله الذي جعل الحمد ثمنًا النعمائه - ومعادًا من بلائيه و سبيلًا الى جنانته و سبيلًا لزيادة احسانه والصلوة على رسوله نبى الرحمة، و امام الائمة، و سراج الامة المنتخب من طينة الكرم و سلالة المجد الاقدم و مغرس الفخار المعرق، و فرع العلاء الثمر المودق - اعلیٰ اهل بيته مصابيح الظلم، و عصم الامم - و منار الدين الواضحة، و مثال قبل الفضل الراجحة صلى الله عليه و اجمعين صلوة تكون ازاء لفضلهم و مكافاة لعلمهم - و كفاء لطيب فرعهم و اصلهم ما أنار فجر ساطع، و خوى نجم طالع فانى كنت فى عنفوان السن، و غضاضة الغصن، ابتداءً بتأليف كتاب فى خصائص الائمة عليهم السلام يشتمل على محاسن أخبارهم و جواهر كلامهم - حدانى عليه غرض ذكرته فى صدر الكتب و جعلته أمام الكلام - و فرغت من الخصائص التى تخص

اور ان کی تفسیر کے متعلق تو ابن خلکان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ معذور وجود مثلاً اس کی مش پیش کرنا دشوار ہے۔ انہوں نے اپنی مختصر عمر میں جو علمی و ادبی نقوش ابھارے ہیں وہ علم و ادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔ چنانچہ ان کی چند نمایاں تصنیفات یہ ہیں حقائق التاویل - تلخیص البیان عن مجاز القرآن، مجازات الآثار النبویہ، خصائص الائمة، حاشیہ خلاف الفقہاء، حاشیہ البیاض وغیرہ مگر ان تمام تصنیفات میں آپ کی تالیف کردہ کتاب نج البلاغہ کا پایہ بلند ہے کہ جس میں امیر المومنین کے خطبات و توقیعات اور حکم و نصائح کے انمول موتیوں کو ایک رشتہ میں پرو دیا ہے۔

سید مدوح کے علمی خدو خال کو ان کی حمیت و خودداری اور عالی ظرفی و بلند نظری نے اور بھی نکھار دیا تھا۔ انہوں نے زندگی بھر نبی بویہ کے انتہائی اصرار کے باوجود ان کا کوئی صلہ و جائزہ قبول نہیں کیا اور نہ کسی کی زیر بار احسان ہو کر اپنی آن میں فرق اور نفس میں جھکاؤ آنے دیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ہاں فرزند کی ولادت ہوئی تو اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق ابو غالب فخر الملک وزیر بہاء الدولہ نے ایک ہزار دینار بھجوائے اور طبیعت شناس و مزاج آشنا ہونے کی وجہ سے یہ کہلوا بھیجا کہ یہ دایہ کے لئے بھیجے جا رہے ہیں۔ مگر آپ نے وہ دینار واپس کر دیئے اور یہ جواب دیا کہ ہمارے ہاں کا دستور نہیں ہے کہ غیر عورتیں ہمارے حالات پر مطلع ہوں، اس لئے دوسری عورتوں سے یہ خدمت متعلق نہیں کی جایا کرتی، بلکہ ہمارے گھر کی بڑی بوڑھیاں خود ہی اسے سرانجام دے لیا کرتی ہیں اور وہ اس کے لئے کوئی ہدیہ و اجرت قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتیں۔

اسی عزت نفس و احساس رفعت نے انہیں سہارا دے کر جوانی ہی میں وقار عظمت کی اس بلندی پر پہنچا دیا تھا کہ جو عمر طویل کی کار گزار یوں کی آخری منزل ہو سکتی ہے۔ ابھی ۲۱ سال کی عمر تھی کہ آل ابی طالب کی نقابت اور حجاج کی امارت کے منصب پر فائز ہوئے اس زمانہ میں یہ دونوں منصب بہت بلند سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً نقابت کا عہدہ تو اتنا ارفع و اعلیٰ تھا کہ نقیب کو حدود کے اجراء امور و شریعہ کے نفاذ، باہمی تنازعات کے تصفیہ اور اس قبیل کے تمام اختیارات حاصل ہوتے تھے اور اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہوتا تھا کہ وہ سادات کے نسب کی حفاظت اور ان کے اخلاق و اطوار کی نگہداشت کرے اور آخر میں تو ان کی نقابت کا دائرہ اتنا ہمہ گیر و وسیع ہو گیا تھا کہ مملکت کا کوئی شہر اس سے مستثنیٰ نہ تھا اور نقیب انقباء کے نقب سے یاد کئے جانے لگے تھے۔ مگر عمر کی ابھی سینتالیس منزلیں ہی طے کرنے پائے تھے کہ ۳۴ھ میں کہ نقیب موت نے ان کے دروازے پر دستک دی اور یہ وجود گرامی ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے روپوش ہو گیا۔

لله عمرک من قصیر طاہر و لرب عمر طال بالادناس

”تمہاری چھوٹی مگر پاک و پاکیزہ عمر کی خوبیوں کا کیا کہنا! اور بہت سی عمریں تو گندگیوں کے ساتھ بڑھ جایا کرتی ہیں۔“

اُن کے بڑے بھائی علم الہدی سید مرتضیٰ نے جس وقت یہ روح فرسا منظر دیکھا تو تاب و توانائی نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا اور درود غم کی شدت سے بے قرار ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے جد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضہ اطہر پر آ کر بیٹھ گئے۔ چنانچہ نماز جنازہ ابو غالب فخر الملک نے پڑھائی جس میں تمام اعیان و اشراف اور علماء و قضاۃ نے شرکت کی۔ اس کے بعد علم الہدی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی مشکلوں سے انہیں واپس لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کا مرثیہ ان کے قلبی تاثرات کا آئینہ دار ہے۔ جس کا ایک شعر اوپر درج کیا گیا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام۔ وعاقت عن اتمام بقية الكتاب محاجرات الزمان ومها طلات الأيام وكننت قد بوبت ما خرج من ذلك ابوابا۔ وفصلته فصولا فجاء في آخرها فصل يتضمن محاسن ما نقل عنه عليه السلام من الكلام القصير في الحكم والامثال والآداب دون الخطب الطويلة والكتب المبسوطه۔ فاستحسن جماعة من الأصدقاء والأخوان ما اشتمل عليه الفضل المقدم ذكره معجبين ببدائعہ ومتعجبين من نواصحه وسألوني عند ذلك أن أبدأ بتأليف كتاب يحتوي على مختار كلام مولانا امیر المومنین علیہ السلام في جميع فنونه، ومتشعبات غصونه من خطب وكتب ومواظع وآداب علماء أن ذلك يتضمن من عجائب البلاغة وغرائب الفصاحة وجواهر العربية وثواب الكلم الدينية والدنيوية مالا يوجد مجتمعاً في كلام ولا مجموع الأطواف في كتاب۔ اذ كان امیر المومنین علیہ السلام مشرع الفصاحة وموردھا ومنشا البلاغة و مولدھا۔ ومنه عليه السلام ظهر مکتونها۔ و عنه أخذت قوانینھا۔ وعلی امثلته هذا كل قائل خطيب، و بكلامه استعان كل واعظ بليغ ومع ذلك فقد سبق وقصروا۔ وتقدم وتأخروا۔

گیا تھا اُسے میں نے چند ابواب وفصول پر تقسیم کیا۔ چنانچہ اس کی آخری فصل حضرت سے منقول شدہ پند و نصائح، حکم و امثلہ اور اخلاقیات کے حسین و مختصر جملوں پر مشتمل تھی، مگر طویل خطبات اور بسیط خطوط درج نہ تھے۔ احباب اور برادران دینی کی ایک جماعت نے اس کے لطیف و شگفتہ کلمات پر اظہار تعجب و حیرت کرتے ہوئے فصل مذکور کے مندرجات پسند کئے اور مجھ سے خواہشمند ہوئے کہ میں ایک ایسی کتاب ترتیب دوں، جو امیر المومنین علیہ السلام کے تمام اسالیب کلام اور اس کے متفرق شعبوں پر حاوی ہو اور قبیل خطبات و خطوط نصائح و آداب وغیرہ اس یقین کے ساتھ کہ وہ فصاحت و بلاغت کے عجائب و نوادر، عربیت کے گہر ہائے تابدار اور دین و دنیا کے متعلق درخشندہ کلمات پر مشتمل ہوگی۔ چونکہ کسی کلام میں جمع اور نہ کسی کتاب میں یکجا ہیں۔ چونکہ امیر المومنین علیہ السلام فصاحت کا سرچشمہ اور بلاغت کا مخرج و منبع تھے۔ فصاحت و بلاغت کی چھپی ہوئی باریکیاں آپ ہی سے ظاہر ہوئیں اور آپ ہی سے اس کے اصول و قواعد سیکھے گئے اور ہر خطیب و متکلم کو آپ کی مثالوں پر چلنا پڑا اور ہر واعظ بلیغ نے آپ کے کلام سے خوشہ چینی کی۔ پھر بھی وہ آپ کے برابر کبھی نہیں آسکے، اور سبقت و تقدیم کا سہرا آپ کے سر رہا۔ اس لئے کہ آپ کا کلام وہ ہے جس میں علم الہی کا پرتو اور کلام نبوی کی بوباس ہے۔ چنانچہ اس فرمائش کو میں نے منظور کیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ اس میں نفع عظیم، نیک نامی اور ذخیرہ اجر ہے۔ اس تالیف سے مقصود یہ ہے کہ میں امیر المومنین کی فن بلاغت میں رفعت و برتری کو ظاہر کروں جو آپ کی بے شمار خوبیوں اور ان گنت فضیلتوں کے علاوہ ہے اور یہ کہ آپ اس فضیلت کے مقام متنبہا تک پہنچنے میں ان تمام سلفِ اولین میں یکتا ہیں جن کا کلام تھوڑا بہت پاشان و پریشان نقل کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ کا کلام

ولأن كلامه عليه السلام الكلام الذي عليه مسحة من العلم الالهي وفيه عبقة من الكلام النبوي۔ فأجتهد الى الابتداء بذلك علما بما فيه من عظيم النفع ومنشور الذكر ومذخور الاجر۔ واعتملت به أن أبين من عظيم قدر امير المومنين عليه السلام في هذه الفضيلة مضافة الى المحاسن الدثرة والفضائل الجمّة۔ وانه عليه السلام مرانفرد ببلوغ غايته عن جميع السلف الاولين الذين انما يورث عليهم منها القليل النادر والشاذ الشارد۔ وأما كلامه فهو من البحر الذي لا يساجل، والجم الذي لا يحافل۔ وأردت أن يسوع لي التمثل في الافتخار به عليه السلام بقول الفرزدق اولئك ابائى فجتى بشلهم اذا جمعنا يا حورى المجامع ورأيت كلامه عليه السلام يلدور أقطاب ثلاثة: أولها الخطب والاوامر ثانيها الكتب والرسائل۔ وثالثها الحكم والواعظ۔ فأجبت بتوفيق الله تعالى على الابتداء باختيار محاسن الخطب، ثم محاسن الكتب، ثم محاسن الحكم والآداب، مفردا لكل صنف من ذلك بابا ومفصلا فيه أوراكا لتكون مقدمة لاستدراك ما عساه يشذ عنى عاجلا ويقع الى عاجلا۔ وإذا جاء شئ من كلامه عليه السلام الخارج في أنشاء حوار أو جواب سؤال أو عرض آخر من الاغراض في غير الانحاء التي ذكرتها وقررت القاعدة عليها نسبتها الى أليق

ایک ایسا اُمڈٹا ہوا دریا ہے جس کے بہاؤ سے ٹکر نہیں لی جاسکتی اور اتنی خوبیوں کا مجموعہ ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ میرے لئے جائز و خوشگوار ہوگا کہ میں حضرت کی طرف اپنے نفسی استناد کی بناء پر فخر و ناز کرتے ہوئے فرزدق کا شعر بطور مثل پیش کروں: ”یہ ہیں میرے آباؤ اجداد۔ اے جریر۔ جب مجلس ہمیں ایک جا اکٹھا کریں تو ذرا ان کی مثال تولاؤ۔“

میری نظر میں حضرت کا کلام تین بنیادوں قسموں میں دائر ہے۔ اول خطبات و احکام، دوسرے مکتوبات و رسائل، تیسرے حکم و نصائح۔ میں نے بتوفیق ایزدی پہلے خطبات پھر خطوط پھر حکم و آداب کے انتخاب کا ارادہ کیا ہے اور ہر صنف کے لئے الگ الگ باب تجویز کیا ہے اور ہر باب کے بعد درمیان میں چند اوراق سادہ چھوڑ دیئے ہیں تاکہ جو کلام مجھ سے چھوٹ جائے اور بعد میں ہاتھ آئے اس کا اندراج ان میں ہو جائے اور ایسا کلام جو روزمرہ کی گفتگو یا کسی سوال کے جواب میں یا کسی دوسرے مقصد کے لئے ہو، جو اقسام مذکورہ اور میرے قراردادہ قاعدے سے خارج ہو اُسے اس باب میں درج کر دیا جائے جو اس کے لئے مناسب اور اس کے مقاصد سے اشبہ ہو۔ میرے اس انتخاب میں کچھ فضیلتیں اور کلمے ایسے بھی آگئے ہیں، جن کے نظم و ترتیب میں برہمی و انتشار ہے۔ چونکہ میں رموز و دقائق اور درخشندہ کلمات کو صرف سمیٹ رہا ہوں ربط و ترتیب مقصود نہیں ہے۔

۲۔ امیر المومنین کے ان عجائب و خوارق میں کہ جن میں بلا شرکت غیرے آپ منفرد و یکتا ہیں یہ ہے کہ آپ کے وہ کلمات جو زہد و پند، تذکیر ارشاد اور زجر و توبیخ کے سلسلے میں ہیں جب فکر و تامل کرنے والا ان میں وقت نظر اور غور و فکر سے کام لے اور دل سے یہ بات نکال ڈالے کہ یہ ارشادات اس ہستی کے ہیں جس کا مرتبہ عظیم، جس کے احکام جاری و ساری جس کی حکومت ایک دنیا

الابواب بہ وأشدھا ملامحة لغرضه وربما جاء فيما اختارة من ذلك فصول غير متسقة، ومحاسن كالم غير منتظمة، لأنى أورد النكت واللمع ولا أقصد التناسل والنسق۔ ومن عجائبه عليه السلام التى انفرد بها وأمن لشاركة فيها أن كلامه عليه السلام السوارى فى الزهد والسواعظ والتذكير والزواج إذا تلمله المتامل وفكر فيه المتفكر وخلع من قلبه أنه كلام مثله ممن عظم قدرة نفذ أمره وأحاط بالقلب ملكه لم يعترضه الشك فى أنه من كلام من لاحظ له فى غير الزهدة ولا شغل له بغير العبادة قد قبع فى كسريته أو انقطع فى سفح جبل۔ لا يسمع الاحسنة ولا يرى الآ نفسه۔ ولا يكاد يوقن بأنه كلام من يتغص فى الحرب مصلتا سيفه فيقط الرقب ويجلد الابل ويعدو به ينطف دماو يقطر مهجاء، وهو مع تلك الحال زاهد الزهاد وبدل الابدال وهذه من فضائله العجيبة وخصائصه اللطيفة التى جمع بها بين الاشداد، وألف بين الاشتداد وكثيراً ما ذكر الاخوان بها واستخرج عجزهم منها۔ وهى موضوع للعبارة بها والفكرة فيها۔ وربما جاء فى اثناء هذا الاختيار اللفظ المردود المعنى المكرر والعذر فى ذلك أن روايات كلام تختلف اختلافاً شديداً۔ فربما اتفق الكلام المختار فى رواية فنقل الكلام المختار فى رواية

كى گردوں پر محیط ہے، تو اسے قطعاً اس میں شبہ نہ ہوگا كرايے شخص كا كلام ہے، جو بد و تقوى كے علاوہ كسى شے سے بہرہ مند نہیں اور اظہار عبودیت كے سوا اس كا كوئى مشغلہ نہیں، وہ كسى جھوپڑے كے گوشہ میں سرگرمیاں یا كسى پہاڑ كے دامن میں دنیا سے الگ تھلگ پڑا ہوا ہے، جس كے كانوں میں اپنى حسن و حركت كے علاوہ كوئى دكھائى نہیں دیتا۔ بھلا كیونكر اُسے یقین آئے گا كہ یہ اس كا كلام ہے، جو تلو اسون كے جنگ كى گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے تو گردنیں كاٹ كر ركھ دیتا ہے اور شہ زوروں كو زمین پر بچھاڑ دیتا ہے اور تلو ارے كے اس طرح پلٹتا ہے

كہ اس سے لہو برستا ہوتا ہے اور خون دل كى بوندیں ٹپك رہى ہوتى ہیں۔ اس كے باوجود آپ زاہدوں میں ممتاز اور ولیوں میں فائق تھے۔ یہ فضیلت آپ كى ان عجیب فضیلتوں اور لطیف خصوصیتوں میں شامل ہے كہ جس كى وجہ سے آپ نے متضاد صفوں كو سمیٹ لیا اور بھرے ہوئے كمالات كو پیوند لگا كر جوڑ دیا۔ اكثر برادران دینی سے اس كا ذكر كے انہیں حیرت و استعجاب میں ڈالتا ہوں یہ عبرت كى جگہ اور تفكر و تدبر كا مقام ہے۔

اس انتخاب میں كہیں كہیں الفاظ مطالب كا تكرار بھی ہو گیا ہے۔ جس كے لئے یہ عذر ہے كہ آپ كے كلام كى مختلف صورتوں سے روایت كى گئی ہے تو كبھی ایسا ہوا ہے كہ ايك كلام منتخب كو ايك روایت میں جس طرح پایا، اسی طرح اسے نقل كر دیا پھر وہی كلام كسى اور روایت میں دوسرى وضع و صورت میں پایا گیا یوں كہ اس میں كچھ قابل انتخاب اضافہ تھا یا الفاظ كا اسلوب و نچ زیادہ حسین و دلکش تھا۔ لہذا صورت حال اس كى مقتضى ہوئی كہ انتخاب كے مقصد كو زیادہ كامیاب بنانے كے لئے اور كلام نفیس و پاكیزہ كو ضائع ہونے سے محفوظ ركھنے كے لئے اس كا پھر سے اعادہ كیا جائے۔

فنقل على وجهه، ثم وجد بعد ذلك فى رواية أخرى موضوعا غير وضعه الأول، اما بزيادة مختارة أو بلفظ أحسن عبارة، فتقتضى الحال أن يعاد استظهار للاختيار وغيره على عقائل الكلام۔ وربما بعد العهد أيضا بما اختير أولا فأعيد بعضه سهوا أو نسيانا قصد الاعتماد۔ ولا أدعى مع ذلك أنى احيط بأقطار جميع كلامه عليه السلام حتى لا يشذ عنى منه شاذ ولا يندلج بل لا أبعد أن يكون القاصر عنى فوق الواقع الى، والحاصل فى ريقتى دون الخارج من يدى وما على الابدال الجهد وبلاغ الواسع، وعلى الله سبحانه نهج السبيل ورشاد الدليل ان شاء الله۔

ورایت من بعد تسمیة هذا الكتاب منهج البلاغة اذ كان يفتح للنظر فيه أبوا بها۔

ويقرّب عليه طلابها۔ فيه حاجة العالم والمتعلم وبغية البليغ والذاهد ويبضى فى اثنائه من الكلام فى التوحيد والعدل وتنزيه الله سبحانه وتعالى عن شبه الخلق ما هو بابل كل غله وجلاء كل شبهة۔ ومن الله سبحانه أستمد التوفيق والعصبة وأتنجز التسديد والمعونة، وأستعيد من خطاء الجنان قبل خطاء اللسان، ومن ذلة الكلام قبل ذلة القدم وهو حسبى ونعم الوكيل

ایسا بھی ہوا ہے كہ جو كلام پہلے نظر انتخاب میں آچكا تھا اس سے بعید الہد ہو جانے كى وجہ سے اس كى تكرار ہو گئی۔ یہ بھول چوك كى وجہ سے ہے جس میں قصد و اختیار كو دخل نہیں تھا۔ مجھے یہ دعوى نہیں كہ میں نے حضرت كا كلام ہر طرف سے سمیٹ لیا ہے اور كوئى اكا و كا جملہ اور بھولا بھٹكا فقرہ بھی چھوٹنے میں نہیں پایا بلکہ میں یہ بعید نہیں سمجھتا كہ جو مجھ سے رہ گیا ہے وہ اس سے كہیں زیادہ ہو جو مجھ تك پہنچا ہے اور جو میرے احاطہ علم و تصرف میں ہے وہ اس سے كہیں كم ہو، جو میرے دسترس سے باہر ہے۔ میرا كام جدوجہد اور بقدر وسعت سعى وكوشش كرنا ہے یہ اللہ سبحانہ كا كام ہے كہ وہ راہ اہل و آسان كرے اور منزل كى طرف رہنمائى فرمائے۔ انشاء اللہ۔ اس جمع و انتخاب كے بعد میرى رائے ہوئی كہ اس كتاب كا نام نچ البلاغہ ركھا جائے۔ اس لئے كہ یہ كتاب ديكھنے والے كے لئے بلاغت كے بند دروازے كھولے گی اور اس كے لئے راہ تلاش قریب كرے گی۔ اس سے عالم و متعلم اپنى ضرورتیں پورى كريں گے اور صاحب بلاغت و تارك علاق دنیا اپنے مقاصد پائیں گے۔ اس كتاب میں توحید، عدل اور خداوند عالم كے جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا ہونے كے متعلق عجیب و غریب كلام ملے گا جو ہر تشنگى كى سیرابى ہر مرض كى شفا اور ہر شبہ كا دافع ہے۔ میں اللہ سے توفیق اور بے راہ روى سے بچاؤ كا طالب ہوں اور عمل كى درستگى اور اعانت كا خواستگار ہوں اور لغزش زبان سے پہلے لغزش دل و دماغ سے اور لغزش قدم سے پہلے لغزش كلام سے پناہ مانگتا ہوں۔ وہى میرے لئے كافى اور اچھا كار ساز ہے۔

سائل کو اپنے گھر سے ناکام واپس نہ جانے دیتے تھے۔ یہاں کہ اگر میدان جنگ میں دشمن نے تلوار مانگ لی تو آپ نے اپنے زور بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے تلوار اُس کے آگے پھینک دی۔

ع کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی (اقبال)

اور ہمت و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ فوجوں کے ریلے آپ کے ثبات قدم کو جنش نہ دے سکتے تھے اور ہر معرکہ میں فتح و کامرانی کا سہرا آپ کے سر رہتا تھا اور بہادر سے بہادر نبرد آزما بھی آپ کے مقابلے میں آ کر اپنی جان کو صحیح و سالم بچا کر لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ابن قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے کہ لم یصارع قط احد الا صرعه جس سے بھڑے، اُسے بچھاڑے بغیر نہیں چھوڑا۔

شجاعوں کی من چلی طبیعتیں سوچ بچار کی عادی نہیں ہوا کرتیں اور نہ مصلحت بینی و مآل اندیشی سے انہیں کوئی لگاؤ ہوتا ہے۔ مگر آپ میں شجاعت کے ساتھ ساتھ سوجھ بوجھ کا مادہ بھی بدرجہ اتم پایا جاتا تھا چنانچہ امام شافعی کا قول ہے کہ

ما قول شخص اجتماع له ثلاثة مع ثلاثة میں اُس ہستی کے بارے میں کیا کہوں جن میں تین صفتیں لا یجتمعن قط الا حد من بنی ادم الجود ایسی صفوں کے ساتھ جمع تھیں جو کسی بشر میں جمع نہیں مع الفقر و الشجاعة مع الرأفة والعلم مع ہون فقر کے ساتھ سخاوت، شجاعت کے ساتھ تدبر و رائے العمل۔ اور علم کے ساتھ عملی کارگزاریاں۔

(فواتح مبیذی فاتحہ ہفتم)

اسی اصابت فکر و صحت رائے کا نتیجہ تھا کہ جب پیغمبر کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کو تلوار اٹھانے کا مشورہ دیا اور فوجوں کے فراہم کرنے کا وعدہ کیا تو آپ نے اُن کی رائے کو ٹھکرا دیا۔ حالانکہ ایسے موقع پر من چلے بہادروں کو ذرا سا سہارا بھی ابھارنے کے لئے کافی ہوا کرتا ہے، مگر آپ کی طبع دور اندیش نے فوراً یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ اگر اس وقت معرکہ کارزار گرم ہو گیا تو اسلام کی آواز تلواروں کی جھنکار میں دب کر رہ جائے گی، اور پھر کامیابی حاصل ہو بھی گئی تو کہنے میں یہی آئے گا کہ تلوار کے زور سے اس منصب کو حاصل کیا، ورنہ کوئی استحقاق نہ تھا۔ لہذا آپ نے تلوار کو روک کر ایک طرف اسلام کی حفاظت کا سر و سامان کیا اور دوسری طرف اپنے حق کو خونریزیوں سے داغ دار نہ ہونے دیا۔

جہاں رگ دپے میں شجاعت کا خون دوڑ رہا ہو، اور سینہ میں غیظ و غضب کی چنگاریاں بھڑک رہی ہوں، وہاں ولولہ انتقام کو دبا کر غنود بخشش کا طر عمل اختیار کرنا اور طاقت و اختیار کے ہوتے ہوئے درگزر سے کام لینا بڑی کمپن آزماتش ہے مگر ایسے ہی موقعوں پر آپ کی سیرت کے جوہر نکھر ا کرتے تھے اور دامن غنوک پہنائیوں میں خون کے پیاسوں تک کے لئے گنجائش شکل آیا کرتی تھی۔ چنانچہ جنگ جمل کے خاتمہ پر آپ نے ایک اعلان عام فرمایا کہ کسی پیڑھے پھرانے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور ہمارے دامن میں پناہ لینے والے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے اور مردان بن حکم اور عبداللہ بن زبیر ایسے دشمنوں کو انتقام و سرزنش کے چھوڑ دیا اور اُم المؤمنین کے ساتھ جو حسن سلوک کیا وہ آپ کی شرافت نفس اور بلندی کردار کا بے نظیر نمونہ ہے کہ باوجود عناد و دشمنی کے کھلم کھلا مظاہروں کے آپ نے ان کے شایان شان انتظامات کے ساتھ انہیں محمد ابی بکر کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیا۔

۱۔ فرزدق کہ جس کا نام ہام ابن غالب ہے، قبیلہ بنی دارم کا ایک فرد اور عرب کا نامور شاعر تھا۔ اس میں اور عرب کے ایک دوسرے شاعر جریر ابن عطیہ میں ہمیشہ نوک جھونک رہا کرتی تھی اور ایک دوسرے کی ہجو اور باہمی مفاخرت ہی میں اُن کی طبیعتوں کے جوہر کھلا کرتے تھے۔ چنانچہ فرزدق کا یہ شعر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں جریر کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میرے آباؤ اجداد تو وہ ہیں، (جن کی خوبیوں کو تو سن چکا ہے) اور اگر تیرے آباؤ اجداد میں بھی کوئی اُن جیسا ہو گزرا ہو، تو کسی بھری محفل میں اس کا نام لو۔

سید رقی علیہ الرحمہ اس شعر کو اپنے آباؤ اجداد کے لئے پیش کرتے ہوئے ہر شخص سے مخاطب ہیں کہ کوئی اُن کی مثل و نظیر لاسکتا ہو، تو لائے فرزدق کے شعر میں تو خطاب صرف جریر سے کیا گیا ہے، مگر یہاں اسے مثل کی صورت میں پیش کرنے سے عمومیت اور ہمہ گیری پیدا ہو گئی ہے اور خطاب کسی فرد خاص سے نہیں رہا بلکہ ہر شخص اپنے کو اس کا مخاطب قرار دے لے سکتا ہے مگر اتنی عمومیت و وسعت کے باوجود فحشٹی بے مثلہم کا دعویٰ فائقو ابسودۃ من مثلہ کی طرح توڑا نہیں جاسکتا۔

سید رقی نے اس نسبت و امتیاز کی طرف ایسے مناسب محل پر اشارہ کیا ہے کہ اس سے زیادہ موزوں مقام دوسرا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس ہستی پر افتخار مقصود ہے اُس کی خوبیوں اور فضیلتوں کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور نگاہیں اُس کے جمال عظمت سے خیرہ اور ذہن اس کے کمال رفعت سے متاثر ہو چکے ہیں۔ اب دلوں کو بآسانی اس فرد کی رفعت و بلندی کے آگے جھکایا جاسکتا ہے، جسے اس ذات ممدوح سے نسبت ہو لہذا سید کی بلاغت آشفاتوں نے دل و دماغ کے رجحان کے موقع پر نگاہوں کو اُس طرف موڑا کہ وہ بھی اسی آفتاب جہاں تاب کی کرن ہیں، جس کی طغیانی نور سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور اسی شجرہ طیبہ کے برگ و بار ہیں، جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اب کون ہے جو اس نسبت و امتیاز سے متاثر ہو کر ان کے علوہ رفعت کا قائل نہ ہوگا۔

من لم یکن علویا حین تنسبه فمالہ فی قدیم الدھر مفتخر

۲۔ دنیا میں ایسے انسان خال خال ہی نظر آتے ہیں کہ جن میں ایک آدھ صفت کمال کے علاوہ کوئی اور بھی فضیلت نمایاں ہو۔ چہ جائے کہ تمام متضاد صفعتیں کسی کے دامن میں جمع ہو جائیں کیونکہ ہر طبیعت میں ہر کمال کے پھلنے پھولنے اور ہر صفت کے ابھرنے کی صلاحیت نہیں ہوا کرتی بلکہ ہر فضیلت ہر طبیعت خاص اور ہر کمال ایک مزاج مخصوص رکھتا ہے، جو انہی اوصاف و کمالات سے سہاگوار ہو سکتا ہے، جو اس سے یکسانیت و ہم رنگی رکھتے ہوں اور جہاں ہم آہنگی کے بجائے تضاد کی صورت ہو، وہاں پر طبعی تقاضے روک بن کر کسی اور فضیلت کو ابھرنے نہیں دیا کرتے۔ مثلاً جو دو سخا کا تقاضا یہ ہے کہ انسان میں رحمہ و خدا ترسی کا ولولہ ہو، کسی کو فقر و افلاس میں دیکھے تو اُس کا دل کڑھنے لگے۔ اور دوسروں کو دکھ درد سے اس کے احساسات تڑپ اٹھیں اور شجاعت و نبرد آزمائی کا تقاضا یہ ہے کہ طبیعت میں نرمی و رحم دلی کے بجائے خرنریزی و سفاکی کا جذبہ ہو۔ ہر گھڑی لڑنے لکھنے کے لئے تیار اور مرنے مارنے کے لئے آمادہ نظر آئے اور ان دونوں تقاضوں میں اتنا بعد ہے کہ کرم کی تسم ریز یوں میں شجاعت کے کڑے تیوروں کو سوسوایا نہیں جاسکتا اور نہ حاتم سے شجاعت رستم کی امید اور نہ رستم سے سخاوت حاتم کی توقع کی جاسکتی ہے۔ مگر علی ابن ابی طالب کی طبیعت ہر فضیلت سے پوری مناسبت اور ہر کمال سے پورا لگاؤ رکھتی تھی اور کوئی صفت حسن و کمال ایسی نہ تھی جس سے اُن کا دامن خالی رہا ہو، اور کوئی خلعت خوبی و جمال ایسا نہ تھا، جو ان کے قد و قامت پر راست نہ آیا ہو اور سخاوت و شجاعت کے متضاد تقاضے بھی ان میں پہلو بہ پہلو نظر آتے تھے۔ اگر وہ داد و بخش میں ابر باران کی طرح برستے تھے تو پہاڑ کی طرح جم کر لڑتے اور داؤد شجاعت بھی دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے جوہر کرم کی یہ حالت تھی کہ فقر و افلاس کے زمانے میں بھی جو دن بھر کی مزدوری سے کماتے تھے اس کا بیشتر حصہ ناداروں اور فاقہ کشوں میں بانٹ دیتے تھے اور کبھی کسی

انسان اپنی ذاتی رنجشوں کو اصولی اختلاف کا لباس پہنا کر صرف دوسروں کو فریب دیا کرتا ہے بلکہ خود اپنے نفس کو بھی دھوکے میں رکھنے کی کوشش کیا کرتا ہے اور ایسے حالات میں ایسی نازک صورتیں بھی آ جاتی ہیں کہ انسان ذاتی اور اصولی رنجش میں امتیاز کر کے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کر سکتا اور بآسانی ایک کو دوسرے میں سمو کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس نے حکم الہی کا امتثال کیا ہے اور ہوتا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے انتقامی جذبے کو بھی فرو کر لیا کرتا ہے مگر امیر المومنین کی حدیث اس نظریں نہ کبھی فریب کھاتی تھیں اور نہ جان بوجھ کر اپنے کو فریب دیتی تھیں۔ چنانچہ ایک موقع پر جب دشمن کو پچھا کر اُس کے سینے پر سوار ہوئے تو اُس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ بشری تقاضا تو یہ تھا کہ اشتعال بڑھ جاتا تھا کہ حرکت تیز ہو جاتی۔ مگر مشتعل ہونے کے بجائے اُس کے سینہ سے اتر آئے کہ کہیں اس عمل میں خواہش نفس کی آمیزش نہ ہو جائے، جب غصہ فرو ہو گیا تو اُسے قتل کیا۔

جنگ و پیکار اور زہد و ورع میں بھی کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ ایک ہمت و دلیری کا مظاہرہ ہوتا ہے اور ایک سے عجز و فرومانگی پختی ہے۔ مگر آپ ان دونوں صفوں کے اجتماع کا نادر نمونہ تھے کہ وقف و عار ہننے والے ہاتھوں کو مشغول کا رزار بھی رکھتے تھے اور گوشہ اعتکاف میں بیٹھنے کے ساتھ میدان جنگ کا بھی طواف کرتے تھے۔ چنانچہ لیلۃ المہریر کا وہ منظر تو انسانی عقول کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے کہ جب آپ نے گرد و پیش سے آنکھیں بند کر کے خونی ہنگاموں میں مصلیٰ پچھا کر دیا تھا اور سکون خاطر و اطمینان قلب سے نماز میں مشغول ہو گئے تھے اور تیر تھے کہ کبھی آپ کے سر کے اوپر سے کبھی دائیں سمت سے اور کبھی بائیں جانب سے سنسناتے ہوئے گزر رہے تھے مگر آپ بغیر کسی خوف و ہراس کے ذکر خدا میں محو رہے اور جب فارغ ہوئے تو ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا اور پھر جس قیامت کا رن پڑا ہے تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ عالم یہ تھا کہ ہر طرف ایسی چیخ پکار اور بھگدڑ مچی ہوئی تھی کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ البتہ لحظہ بخلکہ آپ کی صدائے تکبیر فضا میں بلند ہو کر کانوں میں گونج اٹھتی تھی اور ہر تکبیر ایک دشمن کے لئے پیغام اجل لے کر آتی تھی۔ گھنے والوں نے ان تکبیروں کو شمار کیا تو ان کی تعداد پانچ سو تیس تھی۔

بروز آزمائی وصف آرائی کے مشغولوں کے ساتھ علم و عرفان کا ذوق جمع نہیں ہوا کرتا مگر آپ رزم آرائیوں کے ساتھ علم و معارف کی محفلیں بھی آراستہ کرتے تھے اور خون کی ندیاں بہانے کے ساتھ حقائق و معارف کے سرچشموں سے کشت زار اسلام کی آبیاری بھی فرماتے تھے۔

جہاں علمی کمال ہو، وہاں عمل سے تہی دامانی نہ سہی مگر عملی کوتاہیوں میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن آپ کے قدم علم و عمل کے میدان میں یکساں اٹھتے تھے جیسا کہ امام شافعی کے قول میں اشارہ ہو چکا ہے۔

ایہا الناس انی واللہ ما احکمک علی اے لوگو! بخدا میں تمہیں کسی عمل کی دعوت نہیں دیتا، مگر یہ کہ تم طاعة الا واسبقکم الیہا ولا انہا کم سے پہلے اسکی طرف بڑھتا ہوں اور کسی چیز سے تمہیں نہیں الا والتناہی قبلمکم عنہا۔

جہاں کسی زاہد و متورع انسان کا تصور ہوا وہاں ایک شکنوں بھرا چہرہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے کیونکہ پرہیزگارانہ زندگی کے لئے خشک مزاجی و ترش روئی ایسا لازمی جزو بن کر رہ گئی ہے کہ کسی پرہیزگار و پارسا کے ہونٹوں کے لئے مسکراہٹ کا تصور بھی جرم سمجھا جانے لگا

ہے۔ مگر آپ کمال تقویٰ و پرہیزگاری کے باوجود ہمیشہ اس طرح دکھائی دیتے کہ شگفتہ مزاجی و خندہ روئی آپ کے خدو خال سے جھلکتی اور مسکراہٹ لبوں پر کھلتی تھی اور کبھی خشک زاہدوں کی طرح تیوری پر بل اور حبیبیں پر شکن نہ آنے پاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب دنیا والوں کو آپ میں کوئی عیب نظر نہ آیا تو اسی طبیعت کی لطافت کو عیب کی صورت میں پیش کیا جانے لگا اور درشت طبعی و تند خوئی کو حسن سمجھ لیا گیا۔

اگر انسان میں زندہ دلی و خوش طبعی کی جھلک ہو، تو اُس کا رعب و دبدبہ دلوں سے اٹھ جایا کرتا ہے۔ مگر حضرت کے بشاش چہرے پر جلال و تمکنت کا یہ عالم تھا کہ نگاہیں ان کے سامنے اٹھ نہ سکتی تھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ معاویہ نے طنزاً یہ کہا کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے۔ وہ ایک خوش مزاج آدمی تھے تو قیس ابن سعد نے کہا کہ

اما واللہ لقد کان مع تلك الفکاهة خدا کی قسم وہ اس خوش مذاقی اور خندہ روئی کے باوجود والطلاقة اہیب من ذی البتین قدمسہ بھوکے شیر سے بھی زیادہ پرہیز تھے اور یہ ان کے تقویٰ کا الطوی تلك هیبة التقوی لیس کمایہابک رعب تھا نہ ویسا جیسا شام کے چند اوباش تمہارا رعب طعام اهل الشام۔

(مقدمہ ابن ابی الحدید)

جہاں سطوت و حکومت ہو وہاں حشم و خدام کے جھرمٹ ترک و احتشام کے پہرے اور کروفر کے ساز و سامان نظر آیا کرتے ہیں مگر آپ کا دور فرماں روائی انتہائی سادگی کا نمونہ تھا اور اہل عالم کی نگاہوں نے ہمیشہ تاج سروری کی جگہ بوسیدہ عمامہ، حلہ خسروی کے بجائے پیوند دار پیراہن اور مسند جہاں بانی کی جگہ فرش خاک ہی دیکھا نہ آپ نے کبھی شان و شکوہ کو پسند کیا اور نہ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کی نمائش گوارا کی۔ چنانچہ ایک موقع پر گھوڑے پر سوار ہو کر گزر رہے تھے کہ حرب ابن شریبل گفتگو کرتا ہوا آپ کے ہم رکاب ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا ارجع فان مشی مملک مع مثلی فتنۃ للوالی ومذلۃ للمومن پلٹ جاؤ کیونکہ تم ایسے شخص کا یوں میرے ساتھ پیادہ یا چلنا والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت کا باعث ہے۔

غرض یہ وہ جامع شخصیت تھی جس میں مختلف و متضاد صفات سمٹ کر جمع ہو گئے تھے اور تمام محاسن اخلاق اپنی پوری تابندگیوں کے ساتھ جلوہ گر تھے۔ گویا ان کی ایک زندگی کئی زندگیوں کا مجموعہ اور ہر زندگی صفت کمال کا وہ نادر مرقع تھی جس سے فضیلت کے بے داغ خدو خال ابھر کر سامنے آتے تھے اور جس کے ہر کمال پر نظریں جم کر رہ جاتی تھیں۔

زفرق تالقدم ہر کجا کہ می نگریم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایجا است

امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب خطبات واحکام کا باب

وَيَذَّخِلُ فِي ذَلِكَ الْمَخْتَارِ مِنْ كَلَامِهِ الْجَارِي مَجْرَى الْخُطْبِ فِي الْمَقَامَاتِ الْمَحْصُورَةِ وَالْمَوَاقِفِ الْمَذْكُورَةِ وَالْخُطُوبِ الْوَارِدَةِ

اس باب میں آپ کی وہ گفتگوئیں بھی درج ہیں، جنہیں مختلف مجلسوں، معرکوں اور پیش آنے والے حادثوں میں خطبوں کے انداز پر ارشاد فرمایا ہے۔

خطبہ ۱

۱- فَبَيْنَ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَذْكُرُ فِيهَا ابْتِدَاءَ خَلْقِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَخَلْقِ آدَمَ

(اس میں ابتدائے آفرینش زمین و آسمان اور پیدائش آدم کا ذکر فرمایا ہے)۔

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے۔ نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اُسے پاسکتی ہیں نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اُس کے کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں۔ نہ اس کے لئے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس (کی ابتدا) کے لئے کوئی وقت ہے، جسے شمار میں لایا جاسکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔ اُس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا، تھر تھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔ دین لہ کی ابتدا اس کی معرفت ہے، کمال معرفت اس کی تصدیق ہے، کمال تصدیق تو حید ہے۔ کمال تو حید تنزیہ و اخلاص ہے اور کمال تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اُس سے صفتوں کی نفی کی جائے۔ کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ لہذا جس نے ذات الہی کے علاوہ صفات مانے، اُس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور

وَشَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوفٍ أَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ۔ فَمَنْ وَصَفَ اللَّهَ سُبْحَانَهُ فَقَدْ قَرَنَهُ وَمَنْ قَرَنَهُ فَقَدْ ثَنَاهُ وَمَنْ ثَنَاهُ فَقَدْ جَزَّاهُ وَمَنْ جَزَّاهُ فَقَدْ جَهَلَهُ۔ وَمَنْ جَهَلَهُ فَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ۔ وَمَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّاهُ۔ وَمَنْ حَدَّاهُ فَقَدْ عَدَّاهُ۔ وَمَنْ قَالَ فِيمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ۔ وَمَنْ قَالَ عَلَامَ فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ۔ كَالَّذِي لَا عَنْ حَدِيثٍ۔ مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمٍ۔ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ۔ وَغَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ۔ فَاعِلٌ لَا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَاللَّامَةِ بِصِيرٍ إِذْ لَا مَنْظُورَ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ۔ مَتَّوْحِدٌ إِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَلَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ أَنْشَأَ الْخَلْقَ إِنْشَاءً۔ وَابْتَدَأَهُ ابْتِدَاءً۔ بِلَا رَوِيَّةٍ أَجَالَهَا۔ وَلَا تَجَرُّبَةٍ اسْتَفَادَهَا وَلَا حَرَكَةٍ أَحَدَثَهَا۔ وَلَا هَمَامَةٍ نَفْسٍ اضْطَرَبَ فِيهَا۔ أَحَالَ الْأَشْيَاءَ لِأَوْقَاتِهَا وَلَا آمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا۔ وَغَرَزَ غُرُزَهَا وَالزَّمَهَا أَشْبَاهَهَا عَالِمًا بِهَا قَبْلَ ابْتِدَائِهَا مَحِيطًا بِحُدُودِهَا وَأَنْتَهَائِهَا۔ عَارِفًا بِقَرَأَتِهَا وَأَحْنَائِهَا۔ ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ فَتَقَى الْأَجْوَاءَ وَشَقَّ الْأَرْجَاءَ وَسَكَّنَكَ الْهَوَاءَ۔ فَأَجْرَى فِيهَا مَاءً مُتَلَاطِمًا

جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اُس نے دوئی پیدا کی جس نے دوئی پیدا کی، اُس نے اس کے لئے جز بنا ڈالا اور جو اس کے لئے اجزا کا قائل ہوا وہ اُس سے بے خبر رہا اور جو اس سے بے خبر رہا اُس نے اُسے قابل اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اُسے قابل اشارہ سمجھ لیا اُس نے اس کی حد بندی کر دی اور جو اُسے محدود سمجھا وہ اُسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا جس نے یہ کہا کہ وہ کسی چیز میں ہے اُس نے اُسے کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کسی چیز پر ہے اُس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں۔ وہ ہے، ہوا نہیں۔ موجود ہے مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا۔ وہ ہر شے کے ساتھ ہے، نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے، نہ جسمانی دوری کے طور پر، وہ فاعل ہے، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں، وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی۔ وہ لیگانہ ہے اس لئے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اُسے کھو کر پریشان ہو جائے۔ اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا۔ بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ اٹھانے کی اُسے ضرورت پڑی ہو اور بغیر کسی حرکت کے جسے اُس نے پیدا کیا ہو اور بغیر کسی ولولہ اور جوش کے جس سے وہ بے تاب ہوا ہو۔ ہر چیز کو اُس کے وقت کے حوالے کیا۔ بے جوڑ چیزوں میں توازن و ہم آہنگی پیدا کی۔ ہر چیز کو جداگانہ طبیعت و مزاج کا حامل بنایا اور طبیعتوں کے لئے مناسب صورتیں ضروری قرار دیں۔ وہ ان چیزوں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا تھا۔ ان کی حدود و نہایت پر احاطہ کئے ہوئے تھا اور ان کے نفوس و اعضا کو پہچانتا تھا۔ پھر یہ کہ اُس نے کشادہ فضا، وسیع اطراف و اکفاف اور خلاء کی وسعتیں خلق کیں اور ان میں ایسا پانی بہایا

کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے اور کچھ پاکیزگی بیان کر رہے ہیں جو اکتاتے نہیں، نہ اُن کی آنکھوں میں نیند آتی ہے نہ اُن کی عقلوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے نہ اُن کے بدنوں میں سستی و کاہلی آتی ہے نہ اُن پر نسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے ان میں کچھ توحی الہی کے امین، اُس کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کے لئے زبان حق اور اُس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں، کچھ اُس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاسبان ہیں، کچھ وہ ہیں جن کے قدم زمین کی تہہ میں جھے ہوئے ہیں اور اُن کے پہلو اطراف عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے شانے عرش کے پایوں سے میل کھاتے ہیں۔ عرش کے سامنے اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور اُس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ان میں اور دوسری مخلوق میں عزت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے حاصل ہیں۔ وہ شکل و صورت کے ساتھ اپنے رب کا تصور کو آخری تصور نہیں کرتے نہ اُسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں نہ اشاہ و نظائر سے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہیں

(آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں فرمایا)

پھر اللہ نے سخت وزم اور شیریں وشورہ زار زمین سے مٹی جمع کی، اُسے پانی سے اتنا بھگو یا کہ وہ صاف ہو کر تھرگئی اور تری سے اتنا گوندھا کہ اُس میں لس پیدا ہو گیا۔ اُس سے ایک ایسی صورت بنائی جس میں موڑ ہیں اور جوڑ اعضا ہیں اور مختلف حصے۔ اُسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود تھم سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ کھٹکانے لگی۔ ایک وقت معین اور مدت معلوم تک اُسے یونہی رہنے دیا۔ پھر اُس میں روح پھونکی، تو وہ ایسے انسان کی صورت میں کھڑی ہوگئی جو توائے ذہنی کو حرکت دینے والا فکری حرکات سے تصرف

سَهُوُ الْعُقُولِ - وَلَا فَتْرَةَ الْأَبْدَانِ - وَلَا غَفْلَةَ النَّسِيَانِ - وَمِنْهُمْ أُمْنَاءُ عَلَى وَحْيِهِ، وَالسِّنَّةُ إِلَى رُسُلِهِ، وَمُخْتَلِفُونَ بِقَضَائِهِ وَأَمْرِهِ - وَمِنْهُمْ الْحَفَظَةُ لِعِبَادَةِ وَالسَّدَنَةُ لِأَبْوَابِ جَنَانِهِ - وَمِنْهُمْ الثَّابِتَةُ فِي الْأَرْضِينَ السُّفْلَى أَقْدَامُهُمْ وَالْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَاءِ الْعُلْيَا أَعْنَاقُهُمْ، وَالْخَارِجَةُ مِنَ الْأَقْطَارِ أَرْكَائُهُمْ، وَالْمُنَاسِبَةُ لِقَوَائِمِ الْعَرْشِ أَكْتَافُهُمْ - نَاكِسَةٌ دُونَهُ أَبْصَارُهُمْ - مُتَلَفِّعُونَ تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ - مَضْرُوبَةٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَنْ دُونَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ وَأَسْتَارُ الْقُدْرَةِ - لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ بِالتَّصَوُّيرِ، وَلَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوعِينَ وَلَا يَحْدُونَهُ بِالْأَمَاكِينِ - وَلَا يَشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ -

(صفة خلق آدم عليه السلام) ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْأَرْضِ وَسَهْلِهَا، وَعَذِيبِهَا وَسَبْخِهَا، تُرْبَةً سَنَهَا بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ - وَلَا طَهًا بِالْبَلَّةِ حَتَّى لَزُبَتْ - فَجَبَلَ مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ أَحْنَاءٍ وَوُضُولٍ وَأَعْضَاءٍ وَفُضُولٍ أَجْمَدَهَا حَتَّى اسْتَمْسَكَتْ وَأَصْلَدَهَا حَتَّى صَلَصَلَتْ لَوَقْتٍ مَعْدُودٍ - وَأَمَدٍ مَعْلُومٍ - ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا مِنْ رُوحِهِ فَشَلَتْ إِنْسَانًا ذَا

جس کے دریائے مزاج کی لہریں طوفانی اور نحر زخار کی موجیں تہ بہ تہ تھیں اسے تیز ہوا اور تند آندھی کی پشت پر لادا۔ پھر اُسے پانی کے پلٹانے کا حکم دیا اور اُسے اس کے پابند رکھنے پر قابو دیا اور اُسے اس کی سرحد سے ملا دیا۔ اس کے نیچے ہوا دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اوپر پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پھر اللہ سبحانہ نے اس پانی کے اندر ایک ہوا خلق کی، جس کا چلنا بوجھ (بے ثمر) تھا اور اسے اس کے مرکز پر قرار رکھا۔ اس کے جھونکے تیز کر دیئے اور اس کے چلنے کی جگہ دور و دراز تک پھیلا دی پھر اس ہوا کو مامور کیا کہ وہ پانی کے ذخیرے کو بچھڑے دے اور بحر بے کراں کی موجوں کو اچھالے اس ہوانے پانی کو یوں تھ دیا جس طرح دہی کے مشکیزے کو متھا جاتا ہے اور اسے ڈھکیلی ہوئی تیزی سے چلی۔ جس طرح خالی فضا میں چلتی ہے اور پانی کے ابتدائی حصے پر اور ٹھہرے ہوئے کو چلتے ہوئے پانی پر پلٹانے لگی یہاں تک کہ اس متلاطم پانی کی سطح بلند ہوگئی اور وہ تہ بہ تہ پانی جھاگ دینے لگا اللہ نے وہ جھاگ کھل ہوا اور کشادہ فضا کی طرف اٹھائی اور اس سے ساتوں آسمان پیدا کئے۔ نیچے والے آسمان کو رکی ہوئی موج کی طرح بنایا اور اوپر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت پھر اُن ستاروں کی سج دجج اور روشن تاروں کی چمک دک سے آراستہ کی اور اُن میں ضو پاش چراغ اور جگمگا تا چاندرواں کیا جو گھومنے والے فلک چلتی پھرتی چھت اور جنبش کھانے والی لوح میں ہے۔ پھر خداوند عالم نے بلند آسمانوں کے درمیان شکاف پیدا کئے اور ان کی وسعتوں کو طرح طرح کے فرشتوں سے بھر دیا۔ کچھ اُن میں سر بسجود ہیں جو رکوع نہیں کرتے، کچھ رکوع میں ہیں جو سیدھے نہیں ہوتے

تَيَّارًا، مُتَرَاكِبًا زَخَّارًا - حَصَلَهُ عَلَى مَتْنِ الرِّيحِ الْقَاصِفَةِ فَأَمَرَ بِرِدِّهِ وَسَلَطَهَا عَلَى شِدِّهِ وَقَرَّنَهَا إِلَى حَدِّهِ الْهَوَاءَ مِنْ تَحْتِهَا فَيَتَّقُ - وَالْمَاءَ مِنْ فَوْقِهَا دَفِيقُ - ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ رِيحًا اعْتَقَمَ مَهَبُهَا وَأَدَمَ مُرَبَّهَا وَأَعْصَفَ مَجْرُهَا، وَأَبْعَدَ مَنَاشَاها - فَأَمَرَهَا بِتَصْفِيقِ الْمَاءِ الزَّخَّارِ، وَإِثَارَةِ مَوْجِ الْبَحَارِ - فَبَخَضَتْهُ مَخْضُ السَّقَاءِ، وَعَصَفَتْ بِهِ عَصْفَهَا بِالْقَضَاءِ - تَرُدُّ أَوَّلَهُ إِلَى آخِرِهِ، وَسَاجِيَهُ إِلَى مَآثِرِهِ - حَتَّى عَبَّ عِبَابُهُ، وَرَمَى بِالزَّبَدِ رُكَامَهُ فَرَفَعَهُ فِي هَوَاءٍ مُنْفَتِقٍ، وَجَوٍّ مُنْفَهَقٍ - فَسَوَّى مِنْهُ سَبْعَ سَبُوتٍ جَعَلَ سُفْلَاهُنَّ مَوْجًا مَكْفُوفًا وَعُلْيَاهُنَّ سَقْفًا مَحْفُوظًا - وَسَبَّكَ مَرْفُوعًا - بَغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعُمُهَا - وَلَا دَسَارٍ يَنْظُمُهَا - ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ، وَضِيَاءِ الثَّوَاقِبِ وَأَجْرَى فِيهَا سِرَاجًا مُسْتَطِيرًا، وَقَمَرًا مُنِيرًا - فِي فَلَكٍ دَائِرٍ، وَسَقْفٍ سَائِرٍ، وَرَقِيمٍ مَائِرٍ ثُمَّ فَتَقَ مَابَيْنَ السَّمَوَاتِ الْعُلَا - فَمَلَأَ هُنَّ أَطْوَارًا مِنْ مَلَأَتِكَبِهِ مِنْهُمْ سُجُودًا لَا يَرْكَعُونَ، وَرُكُوعًا لَا يَنْتَضِبُونَ وَصَافُونَ لَا يَنْزِيلُونَ وَمُسْبِحُونَ لَا يَسْأَمُونَ - لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعَيْنِ - وَلَا

أَذْهَانٍ يُجِيلُهَا- وَفِكْرٍ يَتَصَرَّفُ بِهَا
وَجَوَارِحَ يَخْتَدِمُهَا وَأَدْوَاتٍ يُقَلِّبُهَا-
وَمَعْرِفَةٍ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ
وَالْأَذْوَاقِ وَالْمَشَامِ وَالْأَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ،
وَالْأَشْبَاهِ الْمُتَوَلِّفَةِ- وَالْأَضْدَادِ
الْمُتَعَادِيَةِ وَالْأَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ- مِنَ الْحَرِّ
وَالْبَرْدِ- وَالْبَلَّةِ وَالْجُمُودِ- وَاسْتَأْذِي
اللَّهِ سُبْحَانَهُ الْمَلَائِكَةِ وَدِيعَتَهُ لَدَيْهِمْ
وَعَهْدَ وَصِيَّتِهِ إِلَيْهِمْ فِي الْإِذْعَانِ بِالسُّجُودِ
لَهُ وَالْخُشُوعِ لِتَكْرِمَتِهِ فَقَالَ سُبْحَانَهُ
اسْجُدْ وَالْإِدْمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ
اعْتَرَتْهُ الْحَيِيَّةُ وَغَلَبَتْ عَلَيْهِ الشَّقْوَةُ
وَتَعَزَّزُ بِخَلْقَةِ النَّارِ وَاسْتَهْوَنَ خَلْقُ
الصَّلْصَالِ- فَأَعْطَاهُ اللَّهُ النَّظْرَةَ
اسْتِحْقَاقًا لِسُخْطِهِ وَاسْتِئْثَامًا لِلْبَلِيَّةِ
وَأَنْبَازٍ لِلْعِدَّةِ- فَقَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ
إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ- ثُمَّ أَسْكَنَ
سُبْحَانَهُ آدَمَ دَادَا أَرْعَدَ فِيهَا عَيْشَتَهُ وَأَمَنَ
فِيهَا مَحَلَّتَهُ، وَحَدَّرَهُ إِبْلِيسَ وَعَدَاوَتَهُ-
فَاعْتَرَاهُ إِبْلِيسَ وَعَدَاوَتَهُ- فَاغْتَرَاهُ عَدُوَّةُ
نَفَاسَةٍ عَلَيْهِ بِدَارِ الْقِيَامِ وَمَوْفِقَةِ الْآبَرَارِ
فَبَاعَ الْيَقِينَ بِشَكَّةٍ وَالْعَزِيمَةَ بِوَهْنِهِ-
وَاسْتَبَدَّلَ بِالْجَدَلِ وَجَلًّا- وَبِالْأَعْتِرَادِ

کرنے والا۔ اعضاء و جوارح سے خدمت لینے والا اور
ہاتھ پیروں کو چلانے والا ہے اور ایسی شناخت کا مالک ہے
جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے اور مختلف مزوں، بوؤں،
رنگوں اور جنسوں میں فرق کرتا ہے۔ خود رنگ رنگ کی مٹی اور
ملتی جلتی ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد
خطوں سے اُس کا خمیر ہوا ہے۔ یعنی گرمی، سردی، تری خشکی
کا پیکر ہے۔ پھر اللہ نے فرشتوں سے چاہا کہ وہ اُس کی
سوچنی ہوئی ودیعت ادا کریں اور اُس کے بیان وصیت کو
پورا کریں۔ جو عہدہ آدم کے حکم کو تسلیم کرنے اور اُس کی
بزرگی کے سامنے تواضع و فروتنی کے لئے تھا۔ اس لئے اللہ
نے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔
ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اُسے عصیت نے گھیر لیا۔
بدبختی اُس پر چھا گئی۔ آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے
اپنے کو بزرگ و برتر سمجھا اور کھٹکھٹاتی ہوئی مٹی کی مخلوق کو
ذلیل جانا۔ اللہ نے اُسے مہلت دی تاکہ وہ پورے طور پر
غضب کا مستحق بن جائے اور (بنی آدم) کی آزمائش پایہ
تکمیل تک پہنچے اور وعدہ پورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے اُس
سے کہا کہ تجھے وقت معین کے دن تک کی مہلت ہے۔ پھر
اللہ نے آدم کو ایسے گھر میں ٹھہرایا جہاں اُن کی زندگی کو خوش
گوار رکھا۔ انہیں شیطان اور اُس کی عداوت سے بھی
ہوشیار کر دیا۔ لیکن اُن کے دشمن نے اُن کے جنت میں
ٹھہرنے اور نیکو کاروں میں مل جل کر رہنے پر حسد کیا اور
آخر کار انہیں فریب دے دیا۔ آدم نے یقین کو شک اور
ارادے کے استحکام کو کمزوری کے ہاتھوں بچ ڈالا۔ مسرت
کو خوف سے بدل لیا اور فریب خوردگی کی وجہ سے ندامت

نَدَامًا- ثُمَّ بَسَطَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لَهُ فِي
تَوْبَتِهِ وَلَقَّاهُ كَلِمَةً رَحِيمَةً، وَوَعَدَهُ
الْمَرَدَّ إِلَى جَنَّتِهِ وَأَهْبَطَهُ إِلَى دَارِ الْبَلِيَّةِ،
وَتَنَاسَّلَ الدُّرِّيَّةِ- وَأَصْطَفَى سُبْحَانَهُ مِنْ
وَلَدِهِ أَنْبِيَاءَ أَخَذَ عَلَى تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَمَّا
نَتْنُهُمْ لَمَّا بَدَّلَ أَكْثَرَ خَلْقِهِ عَهْدَ اللَّهِ إِلَيْهِمْ
فَجَهَلُوا حَقَّهُ، وَاتَّخَذُوا الْأَنْدَادَ
مَعَهُ- وَاحْتَالَتْهُمْ الشَّيَاطِينُ عَنْ
مَعْرِفَتِهِ، وَاقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ عِبَادَتِهِ- فَبَعَثَ
فِيهِمْ رَسُولَهُ وَوَاتَرَ إِلَيْهِمْ أَنْبِيَاءَ لَا لَيْسَتْ
دُوهُمْ مِثْلَاقَ فِطْرَتِهِ وَيَذْكُرُوهُمْ مَنْسِيَّ
نِعْمَتِهِ- وَيَحْتَجُّوْا عَلَيْهِمْ بِالتَّبْلِيغِ- وَ
يُشِيرُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ وَيُرْوَهُمْ
الْآيَاتِ الْمُقَدَّرَةَ مِنْ سَقْفِ قَوْعِهِمْ
مَرْفُوعٍ، وَمَهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ-
وَمَعَايِشَ تُحْيِيهِمْ وَأَحْالٍ تُفْنِيهِمْ-
وَأَوْصَابَ تُهَرِّمُهُمْ وَأَحْدَاثٍ تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ
وَلَمْ يُخَلِّ سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ
مُرْسَلٍ، أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ- أَوْ حُجَّةٍ لَا زِمَةَ،
أَوْ مُحِجَّةٍ قَائِمَةٍ رُسُلٌ لَا تُقْصِرُ بِهِمْ قِلَّةُ
عَدَدِهِمْ- وَلَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِينَ لَهُمْ- مِنْ
سَابِقِ سَيِّئِهِ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَوْ غَايِرِ عَرَفَهُ
مَنْ قَبْلَهُ- عَلَى ذَلِكَ نُسِلَتِ الْقُرُونُ-
وَمَضَتِ الدُّهُورُ- وَسَلَفَتِ الْأَبَاءُ

اٹھائی۔ پھر اللہ نے آدم کے لئے توبہ کی گنجائش رکھی۔ انہیں
رحمت کے کلمے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا اُن
سے وعدہ کیا اور انہیں دایرا بتلا و محل افرائش نسل میں اتار
دیا۔ اللہ سبحانہ نے اُن کی اولاد سے انبیاء پنے..... وحی پر
اُن سے عہد و بیان لیا۔ تبلیغ رسالت کا انہیں امین بنایا، جبکہ
اکثر لوگوں نے اللہ کا عہد بدل دیا تھا۔ چنانچہ وہ اُس کے
حق سے بے خبر ہو گئے۔ اور اُن کو اُس کا شریک بنا ڈالا۔
شیاطین نے اس کی معرفت سے انہیں روگرداں اور اُس کی
عبادت سے الگ کر دیا۔ اللہ نے اُن میں اپنے رسول
مبعوث کئے اور لگا تار انبیاء بھیجے تاکہ اُن سے فطرت کے
عہد و بیان پورے کر انہیں۔ اُس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد
دلائیں۔ اور انہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ یہ سروں
پر بلند بام آسمان، اُن کے نیچے بچھا ہوا فرش زمین، زندہ
رکھنے والا سامان معیشت۔ فنا کرنے والی اچلیں، بوڑھا کر
دینے والی بیماریاں اور پے درپے آنے والے حادثے۔
اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبر یا آسمانی
کتاب یا دلیل قطعی یا طریق روشن کے کبھی یونہی نہیں
چھوڑا۔ ایسے رسول، جنہیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں
کی کثرت در ماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی۔ اُن میں کوئی
سابق تھا جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا۔
کوئی بعد میں آیا، جسے پہلا پہنچوا چکا تھا۔ اسی طرح مدتیں
گزر گئیں۔ زمانے بیت گئے۔ باپ داداؤں کی جگہ پر اُن
کی اولادیں بس گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ، نے ایفائے
عہد و اتمام نبوت کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث
کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و بیان لیا جا چکا تھا، جن
کے علامات (ظہور) مشہور محل ولادت مبارک و

وَحَلَفْتُ الْأَنْبَاءَ إِلَى أَنْ بَعَثَ اللَّهُ
سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ لِإِنْ جَازَ عِدَّتِهِ، وَتَمَامِ
نُبُوتِهِ۔ مَا خُوذًا عَلَى النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُ،
مَشْهُورَةً سِمَاتِهِ، كَرِيمًا مِلَادُهُ۔ وَأَهْلُ
الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلَّةٌ مُتَّفِقَةٌ وَأَهْوَاؤُهُ
مُنْتَشِرَةٌ۔ وَطَوَائِفُ مُتَشَتِّتَةٍ بَيْنَ مُشَبِّهِ
لِلَّهِ بِخَلْقِهِ أَوْ مُلْحِدٍ فِي أَسْبِهِ أَوْ مُشِيرٍ
إِلَى غَيْرِهِ۔ فَهَذَا هُمْ بِهِ مِنْ
الضَّلَالَةِ وَأَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ۔
ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ لِقَائِهِ۔ وَرَضِيَ لَهُ مَا عِنْدَهُ
وَأَكْرَمَهُ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا وَرَغِبَ بِهِ عَنْ
مَقَارِنَةِ الْبُلُوَى۔ فَقَبَضَتْهُ إِلَيْهِ كَرِيمًا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَخَلَفَ فِيكُمْ
مَا خَلَقْتُ الْأَنْبِيَاءَ فِي أُمَمِهَا إِذْ لَمْ
يَتَرَكُوهُمْ هَدًى۔ بَغَيْرِ طَرِيقٍ وَاضِحٍ۔
وَلَا عَلِمَ قَائِمِ كِتَابِ رَبِّكُمْ مُبَيَّنًا حَلَالَهُ
وَحَرَامَهُ وَقَرَائِصَهُ وَقَضَائِلَهُ وَنَاسِخَهُ
وَمَنْسُوخَهُ۔ وَرُخْصَهُ وَعَزَائِمَهُ
وَحَاصَصَهُ وَعَامَّهُ۔ وَعِبَرَهُ وَأَمْثَالَهُ۔
وَمُرْسَلَهُ وَمَحْدُودَهُ وَمُحْكَمَهُ
وَمُتَشَابِهَهُ۔ مُفَسِّرًا مُجَمَّلَهُ وَمُبَيَّنًا
غَوَامِضَهُ بَيْنَ مَا خُوذَ مِيثَاقُ عَلَيْهِ

مسعود تھا۔ اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جدا
جدا خواہشیں متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں۔
یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو
بگاڑ دیتے۔ کچھ اُسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے
تھے۔ خداوند عالم نے آپ کی وجہ سے انہیں گمراہی سے
ہدایت کی راہ پر لگایا اور آپ کے وجود سے انہیں جہالت
سے چھڑایا۔ پھر اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
اپنے لقائے قرب کے لئے چنا، اپنے خاص انعامات آپ
کے لئے پسند فرمائے اور داری دنیا کی بود و باش سے آپ کو
بلند تر سمجھا اور زحماتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپ کے رخ
کو موڑا اور دنیا سے باعزت آپ کو اٹھالیا۔ حضرت تم میں
اُسی طرح کی چیز چھوڑ گئے، جو انبیاء اپنی امتوں میں
چھوڑتے چلے آئے تھے۔ اس لئے کہ وہ طریق واضح و
نشان محکم قائم کئے بغیر یوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں پیغام
ربانی پہنچا کہ حجت تمام کریں۔ عقل کے دفتروں کو ابھاریں
چھوڑتے تھے۔ پیغمبر نے تمہارے پروردگار کی کتاب تم میں
چھوڑی ہے۔ اس حالت میں کہ انہوں نے کتاب ۲۷
کے حلال و حرام، واجبات و مستحبات، ناخ و منسوخ رخص و
عزائم، خاص و عام، عبرت و امثال، مقید و مطلق، محکم و متشابہ کو
واضح طور سے بیان کر دیا مجمل آیتوں کی تفسیر کر دی۔ اُس
کی گتھیں کو سلجھا دیا اس میں کچھ آیتیں وہ ہیں جن کے
جاننے کی پابندی عائد کی گئی ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اگر اُس
کے بندے اُن سے ناواقف رہیں تو مضائقہ نہیں۔ کچھ
احکام ایسے ہیں جن کا وجوب کتاب سے ثابت ہے اور
حدیث سے اُن کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے اور کچھ
احکام ایسے ہیں جن پر عمل کرنا حدیث کی رو سے

وَمُؤَاسِعٍ عَلَى الْعِبَادِ فِي جَهْلِهِ۔ وَبَيِّنَ
مُتَّبِعٌ فِي الْكِتَابِ قَرَضَهُ، وَمَعْلُومٌ فِي
السُّنَنِ نَسْخَهُ، وَوَاجِبٌ فِي السُّنَةِ أَخْذَهُ۔
وَمُرْخَصٌ فِي الْكِتَابِ تَرْكُهُ۔ وَبَيِّنَ
وَاجِبَ بَوَاقِيهِ۔ وَزَائِلٌ فِي مُسْتَقْبَلِهِ۔
وَمُبَيِّنٌ بَيْنَ مُحَارَمِهِ مِنْ كَبِيرٍ أَوْ عَظِيمٍ عَلَيْهِ
نَيْرَانُهُ أَوْ صَغِيرٍ أَوْ صَدَلَهُ غُفْرَانُهُ۔ وَبَيِّنَ
مَقْبُولٌ فِي آدَانَا مُوسِعٌ فِي أَقْصَاةِهَا ذَكَرَ
فِي الْحَجِّ وَفَرَضَ عَلَيْكُمْ حَجَّ بَيْتِهِ
الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلَهُ قِبْلَةً لِلْأَنَامِ يَرُدُّونَهُ
وَرَوَدَ الْأَنْعَامُ وَيَالَهُونَ إِلَيْهِ وَلَوْلَا الْحِمَامُ
جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ عَلَامَةً لَتَوَضَّعَ لَهُمْ لِعَظَمَتِهِ
وَإِذْعَانِهِمْ لِعِزَّتِهِ وَاخْتَارَ مِنْ خَلْقِهِ سَمَاعًا
أَجَابُوا إِلَيْهِ دَعْوَتَهُ وَصَدَّقُوا كَلِمَتَهُ۔
وَوَقَفُوا مَوَاقِفَ أَنْبِيَائِهِ۔ وَتَشَبَّهُوا
بِمَلَائِكَتِهِ الْمُطِيفِينَ بِعَرْشِهِ يُخَرِّضُونَ
الْأَرْبَابَ فِي مَتَجَرِّ عِبَادَتِهِ۔ وَيَتَبَادَرُونَ
عِنْدَ مَوْعِدِ مَغْفِرَتِهِ۔ جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ
وَتَعَالَى لِلْبِاسِلَامِ عِلْمًا وَالْعَائِذِينَ حَرَمًا۔
فَرَضَ حَجَّهُ وَأَوْجَبَ حَقَّهُ وَكَتَبَ عَلَيْكُمْ
وَفَادَتُهُ فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ
حِجَابُ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ
كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔

واجب ہے لیکن کتاب میں اُن کے ترک کی اجازت ہے۔
اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں جن کا وجوب وقت
سے وابستہ ہے اور زمانہ آئندہ میں اُن کا وجوب برطرف
ہو جاتا ہے۔ قرآن کے محرمات میں بھی تفریق ہے۔ کچھ
کبیرہ ہیں، جن کے لئے آتش جہنم کی دھمکیاں ہیں اور کچھ
صغیرہ ہیں جن کے لئے مغفرت کے توقعات پیدا کئے ہیں۔
کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا تھوڑا سا حصہ بھی مقبول ہے، اور
زیادہ سے زیادہ اضافہ کی گنجائش رکھی ہے۔

اسی خطبہ میں حج کے سلسلہ میں فرمایا۔ اللہ نے اپنے گھر کا حج تم
پر واجب کیا، جسے لوگوں کا قبلہ بنایا ہے۔ جہاں لوگ اس طرح
ٹھنچ کر آتے ہیں جس طرح بیا سے حیوان پانی کی طرف اور
اس طرح دائرگی سے بڑھتے ہیں جس طرح کبوتر اپنے
آشیانوں کی جانب اللہ جل شانہ، نے اس کو اپنی عظمت کے
سامنے ان کی فروتنی و عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا
نشانہ بنایا ہے اُس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چن
لیے جنہوں نے اس کی آواز پر لپیک کہی اور اُس کے کلام کی
تصدیق کی وہ انبیاء کی جگہوں پر ٹھہرے۔ عرش پر طواف کرنے
والے فرشتوں سے شہادت اختیار کی۔ وہ اپنی عبادت کی تجارت
گاہ میں منفعتوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاہ مغفرت کی
طرف بڑھتے ہیں۔ اللہ سبحانہ نے اس گھر کو اسلام کا نشان پناہ
چاہنے والوں کے لئے حرم بنایا ہے۔ اس کا حج فرض اور ادائیگی
حق کو واجب کیا ہے اور اس کی طرف راہ نور دی فرض کر دی
ہے۔ چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ اللہ کا واجب الادا حق
لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا حج کریں جنہیں وہاں تک پہنچنے
کی استطاعت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے
جہان سے بے نیاز ہے۔

”دین کی اصل و اساس خدا شناسی ہے“ دین کے لغوی معنی اطاعت اور عرفی معنی شریعت کے ہیں۔ یہاں خواہ لغوی معنی مراد لئے جائیں یا عرفی دونوں صورتوں میں اگر ذہن کسی معبود کے تصور سے خالی ہو، تو نہ اطاعت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا کیونکہ جب کوئی منزل ہی سامنے نہ ہوگی، تو منزل کے رخ پر بڑھنے کے کیا معنی اور جب کوئی مقصد ہی پیش نظر نہ ہوگا تو اُس کے لئے تگ و دو کرنے کا کیا مطلب! البتہ جب انسان کی عقل و فطرت اس کا سرشتہ کسی مافوق الفطرت طاقت سے جوڑ دیتی ہے اور اس کا ذوق پرستاری و جذبہ عبودیت اسے کسی معبود کے آگے جھکا دیتا ہے، تو وہ من مانی کر گزرنے کے بجائے اپنی زندگی کو مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے اور انہی پابندیوں کا نام دین ہے جس کا نقطہ آغاز صانع کی معرفت اور اُس کی ہستی کا اعتراف ہے۔

معرفت کی بنیادی حیثیت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اُس کے ضروری ارکان و شرائط بیان فرمائے ہیں اور عموماً افراد انسانی جن ناقص مراتب اور اک کو اپنی منزل آخر بنا کر قانع ہو جاتے ہیں ان کے ناکافی ہونے کا اظہار فرمایا ہے اور اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ فطرت کے وجدانی احساس اور ضمیر کی راہنمائی سے یا اہل مذاہب کی زبان سے سن کر اُس ان دیکھی ہستی کا تصور ذہن میں پیدا ہو جائے جو خدا کی کہی جاتی ہے۔ یہ تصور درحقیقت فکر و نظر کی ذمہ داری اور تحصیل معرفت کا حکم عائد ہونے کا عقلاً پیش خیمہ ہے۔ لیکن تسامیل پسند یا ماحول کے دباؤ میں اسیر ہستیاں اس تصور کے پیدا ہونے کے باوجود طلب کی زحمت گوارا نہیں کرتیں تو وہ تصور تصدیق کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ اس صورت میں وہ معرفت سے محروم ہو جاتی ہیں اور باوجود تصور، بمنزل تصدیق سے ان کی محرومی چونکہ بالا اختیار ہوتی ہے اس لئے وہ اس پر مواخذہ کی مستحق ہوتی ہیں، لیکن جو اس تصور کی تحریک سے متاثر ہو کر قدم آگے بڑھاتا ہے وہ غور و فکر ضروری سمجھتا ہے اور اس طرح دوسرا درجہ اور اک کا حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مخلوقات کی بولچہ بندیوں اور مصنوعات کی نیزگیوں سے صانع عالم کا کھوج لگایا جائے۔ کیونکہ ہر نقش نقاش کے وجود پر اور ہر اثر موثر کی کارفرمائی پر ایک ٹھوس اور بے چلک دلیل ہے چنانچہ انسان جب اپنے گرد و پیش نظر دوڑاتا ہے تو اُسے ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی کہ جو کسی صانع کی کارفرمائی کے بغیر موجود ہوگئی ہو۔ یہاں تک کہ کوئی نقش قدم بغیر راہرو کے اور کوئی عمارت بغیر معمار کے کھڑے ہوتے ہی نہیں دیکھتا، تو کیونکر یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ فلک نیلگوں اور اس کی پہنائیوں میں آفتاب و مانتاب کی تجلیاں اریزہ میں اور اس کی وسعتوں میں سبزہ و گل کی رعنائیاں بغیر کسی مانع کی صنعت طرازی کے موجود ہوگئی ہوں گی۔ لہذا موجودات عالم اور نظم کائنات کو دیکھنے کے بعد کوئی انسان اس نتیجہ تک پہنچنے سے اپنے دل و دماغ کو نہیں روک سکتا کہ اس جہان رنگ و بو کا کوئی بنانے سنوارنے والا ہے۔ کیونکہ تہی و دامن وجود سے فیضان وجود نہیں ہو سکتا اور نہ عدم سے وجود کا سرچشمہ پھوٹ سکتا ہے۔ قرآن نے اس استدلال کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے ”فَسِیَ اللّٰہُ شَکُّ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ کیا اللہ کے وجود میں شک ہو سکتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن یہ درجہ بھی ناکافی ہے جبکہ اس کی تصدیق غیر کی الوہیت کے عقیدہ کی آمیزش ہو۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کی ہستی کا اقرار وحدت و یگانگت کے اعتراف کے ساتھ ہو۔ بغیر اس کے خدا کی تصدیق مکمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جس کے ساتھ اور بھی خدا مانے جائیں گے وہ ایک نہیں ہوگا اور خدا کے لئے ایک ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک سے زائد ہونے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس کائنات کو ان میں سے ایک نے پیدا کیا ہے یا سب نے مل جل کر اگر ایک نے پیدا کیا ہے تو اس میں کوئی خصوصیت ہونا چاہئے ورنہ اس ایک کو بلاوجہ ترجیح ہوگی جو عقلاً باطل ہے، اور اگر سب نے مل جل کر بنایا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دوسروں کی مدد کے بغیر اپنے امور کی انجام دہی نہ کر سکتا ہوگا یا ان کی شرکت و تعاون سے بے نیاز ہوگا۔ پہلی صورت میں اس کا

محتاج و دست نگر ہونا اور دوسری صورت میں ایک فعل کے لئے کئی ایک مستقل فاعلوں کا کارفرما ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں صورتیں اپنے مقام پر باطل کی جاچکی ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ سارے خداؤں نے حصہ رسدی مخلوقات کو آپس میں بانٹ کر ایجاد کیا ہے، تو اس صورت میں تمام ممکنات کی ہر واجب الوجود سے یکساں نسبت نہ رہے گی۔ بلکہ صرف اپنے بنانے والے ہی سے نسبت ہوگی۔ حالانکہ ہر واجب کو ہر ممکن سے اور ہر ممکن کو ہر واجب سے یکساں نسبت ہونا چاہئے۔ کیونکہ تمام ممکنات اثر پذیری میں اور تمام واجب الوجود اثر اندازی میں ایک سے مانے گئے ہیں تو اب اسے ایک مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ متعدد خالق ماننے کی صورت میں کسی چیز کے موجود ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے کے لئے تباہی و بربادی ضروری قرار پاتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے اس دلیل کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے۔ لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اِلٰہٌۢ لَّفَسَدَۡتَا۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے تو یہ زمین و آسمان دونوں تباہ و برباد ہو جاتے۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسے ہر نقص و عیب سے پاک سمجھا جائے اور جسم و صورت، تمثیل و تشبیہ، مکان و زمان، حرکت و سکون اور عجز و جہل سے منزہ مانا جائے۔ کیونکہ اس باکمال و بے عیب ذات میں نہ کسی نقص کا گذر ہو سکتا ہے اور نہ اس کے دامن پر کسی عیب کا دھبہ ابھر سکتا ہے اور نہ اس کو کسی کے مثل و مانند ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں وجوب کی بلند یوں سے اتار کر امکان کی پستیوں میں لے آنے والی ہیں۔ چنانچہ قدرت نے توحید کے پہلو بہ پہلو اپنی تنزیہ و تقدیس کو بھی جگہ دی ہے۔

(۱) قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ
وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا
اَحَدٌ (۲) لَا تُدْرِکُہُ
الْبَصَارُ وَہُوَ یَدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَہُوَ
الْغَیْبُ الْخَبِیْرُ

(۳) فَلَا تَصْرِیْوْ لِلّٰہِ الْاَمْثَالُ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(۴) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

پانچواں درجہ یہ ہے کہ جس سے معرفت مکمل ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں صفات کو الگ سے نہ سمویا جائے کہ ذات احدیت میں دوئی کی جھلک پیدا ہو جائے تو توحید اپنے صحیح مفہوم کو کھو کر ایک تین اور تین ایک کے چکر میں پڑ جائے۔ کیونکہ اُس کی ذات جو ہر غرض کا مجموعہ نہیں کہ اس میں صفاتیں اس طرح قائم ہوں جس طرح پھول میں خوشبو اور ستاروں میں چمک بلکہ اس کی ذات خود تمام صفات کا سرچشمہ ہے اور وہ اپنے کمالات ذاتی کے اظہار کے لئے کسی تو سطر کی محتاج نہیں ہے۔ اگر اسے عالم کہا جاتا ہے تو اس بناء پر کہ اس کے علم کے آثار نمایاں ہیں اور اگر اسے قادر کہا جاتا ہے تو اس لئے کہ ہر ذرہ اس کی قدرت و کارفرمائی کا پتہ دے رہا ہے اور سمیع و بصیر کہا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ کائنات کی شیرازہ بندی اور مخلوقات کی چارہ سازی دیکھے اور سنے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مگر ان صفات کی نمواس

ہونے سے پہلے نہ عالم ہو، نہ قادر، نہ سمیع ہو اور نہ بصیر اور عقیدہ اساسی طور پر اسلام کے خلاف ہے۔

قرآن مجید کے احکام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں حلال و حرام کا بیان ہے، جیسے ”احل الله البيع و حرم الربوا۔“ اللہ نے خرید و فروخت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔“ اس میں فرائض و مستحبات کا ذکر ہے، جیسے فاذا قضيتم الصلوة فاذكروا لله قیاما وقعودا و علیٰ جنوبکم فاذا اطعتم فاقبوا الصلوة (جب نماز (خوف) ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کو یاد کرو اور جب (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ، تو پھر (معمول کے مطابق) نماز پڑھا کرو)۔ نماز فرض ہے اور دوسرے اذکار مستحب ہیں۔ اس میں ناخ و منسوخ بھی ہیں۔ ناخ جیسے عہد وفات میں اربعۃ اشہور و عشر (چار مہینے دس دن) اور منسوخ جیسے متاعاً الی الحول غیر احراج جس میں ظاہر ہوتا ہے کہ عہد وفات ایک سال ہے۔ اس میں مخصوص مواقع پر حرام چیزوں کے لئے رخصت و اجازت بھی ہے جیسے فسن اضطر غیر باغ ولا عدا فلا اثم علیہ۔ اگر کوئی شخص بحالت مجبوری (حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ درآن صورتیکہ حدود شریعت کو توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا نہ چاہتا ہو۔“ اس میں اہل احکام بھی ہیں جیسے لا یشرک بعبدلہ احداً۔ چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔“ اس میں خاص و عام بھی ہیں۔ خاص وہ کہ جس کے لفظ میں وسعت ہو اور معنی مقصود کا دائرہ محدود ہو جیسے ”وانی فضلکم علی العالمین اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے۔“ اس میں عالمین سے صرف انہی کا زمانہ مراد ہے اگرچہ لفظ تمام جہانوں کو شامل ہے اور عام وہ ہے جو اپنے معنی میں پھیلاؤ رکھتا ہو۔ جیسے واللہ بکل شئی علم ”اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“ اس میں عبرتیں اور مثالیں بھی ہیں۔ عبرتیں جیسے فاحذہ الله فکمال الاخرة والا ولی ان فی ذلک لعبرة لمن یشی“ خدا نے اسے دنیا و آخرت میں عذاب میں دھریا۔ جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے اس میں عبرت کا سامان ہے“ اور مثالیں جیسے مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ اثبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اسی بیج کی سی ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سودانے ہوں۔ اس میں مطلق و مقید ہیں۔ مطلق وہ کہ جس میں کسی قسم کی تقلید و پابندی نہ ہو جیسے ”واذقل موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ اس موقعہ کو یاد کرو کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم کوئی سی گائے ذبح کرو۔“ اور مقید وہ کہ جس میں شخص و قیود کی پابندی ہو جیسے انہ یقول انہا بقرۃ لا ذلول لتبیر الارض ولا تسقى الحرث اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ بیل میں جوتی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتوں کو بیجا گیا ہو۔“ اس میں محکم و متشابہ بھی ہیں۔ محکم وہ کہ جس میں کوئی گنگام نہ ہو جیسے ان اللہ علی کل شئی قذیر ”بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اور متشابہ وہ کہ جس کے معنی الجھے ہوئے ہوں۔ جیسے الرحمن علی العرش استوی جس کے ظاہر مفہوم سے یہ تو ہم بھی ہوتا ہے کہ وہ جسمانی طور سے دہرش پر برقرار ہے لیکن مقصود وغلبہ و تسلط ہے۔ اس میں بعض احکام مجمل ہیں جیسے اقیبوا الصلوة نماز قائم کرو۔“ اس میں گہرے مطالب بھی ہیں جیسے وہ آیات کہ جن کے متعلق قدرت کا ارشاد ہے کہ لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ان کی تائید کہ اللہ اور رسول اور علم کی گہرائیوں میں اترے ہوئے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ پھر ایک دوسرے عنوان سے تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری ہے جیسے فاعلم انہ لا اله الا اللہ۔ اس بات کو جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔“ اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری نہیں ہے جیسے واللاتی یسائین الفاحشۃ من نساء کم فاستشهدوا علیہن اربعۃ منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفاهن البیوت تمہاری عورتوں میں سے جو بد چلتی کی مرتکب ہوں، اُن کی بدکاری پر اپنے آدمیوں میں سے چار کی گواہی لو۔ اور اگر وہ گواہی دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک

کی ذات میں اس طرح نہیں ٹھہرائی جاسکتی جس طرح ممکنات میں کہ اس میں علم آئے تو وہ عالم ہو اور ہاتھ پیروں میں توانائی آئے تو وہ قادر و توانا ہو کیونکہ صفت کو ذات سے الگ ماننے کا لازمی نتیجہ دوئی ہے اور جہاں دوئی کا تصور ہو وہاں تو حید کا عقیدہ رخصت ہوا۔ اسی لئے امیر المومنین علیہ السلام نے زائد بر ذات صفات کی نفی فرما کر صحیح تو حید کے خدوخال سے آشنا فرمایا ہے اور دامن وحدت کو کثرت کے دھبوں سے بدنما نہیں ہونے دیا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے لئے کوئی صفت تجویز ہی نہیں کی جاسکتی کہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہو، جو سلبی تصورات کے بھیا تک اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ حالانکہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس کی صفوں کے آثار سے چمک رہا ہے اور مخلوقات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ جاننے والا ہے، قدرت والا ہے، سننے اور دیکھنے والا ہے اور اپنے دامن ربوبیت میں پالنے اور سایہ رحمت میں پروان چڑھانے والا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی ذات میں الگ سے کوئی ایسی چیز تجویز نہیں کی جاسکتی کہ اسے صفت سے تعبیر کرنا صحیح ہو۔ کیونکہ جو ذات ہے وہی صفت ہے اور جو صفت ہے وہی ذات ہے۔ اسی مطلب کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے سماعت فرمائے اور پھر مذاہب عالم کے عقیدہ تو حید کو اس کی روشنی میں دیکھنے اور پرکھنے کہ تو حید کے صحیح مفہوم سے روشناس کرانے والی فردیں کون تھیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

لم یزل ربنا عزوجل والعلم ذاته ولا معلوم
والسمع ذاته ولا مسموع والبصر ذاته ولا
مبصر والقدرۃ ذاته ولا مقدور فلما احدث
الاشیاء وکان المعلوم وقع العلم منه علی
المعلوم والسمع علی المسموع والبصر علی
البصر والقدرۃ علی المقدور۔
(توحید صدوق)

یہ وہ عقیدہ ہے، جس پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے مگر سواد اعظم نے اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور ذات و صفات میں علیحدگی کا تصور پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ شہرستانی نے تحریر کیا ہے کہ
قال ابو الحسن الباری عالم بعلم قادر
بقدرۃ حی بحیۃ مرید بارادۃ متکلم
بکلام سمیع بسیم بصیر بصیر۔
(کتاب الملل والخیل ص ۴۲)

اگر صفوں کو اس طرح زائد بر ذات مانا جائے گا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ صفیں ہمیشہ سے اس میں ہوں گی یا بعد میں طاری ہوئی ہوں گی۔ پہلی صورت میں جتنی اس کی صفیں مانی جائیں گی اتنے ہی قدیم اور ماننا پڑیں گے، جو قدمت میں اس کے شریک ہوں گے۔ تعالیٰ اللہ عما یشرون اور دوسری صورت میں اس کی ذات کو محل حوادث قرار دینے کے علاوہ یہ لازم آئے گا کہ وہ ان صفوں کے پیدا

کہ موت اُن کی زندگی ختم کر دے۔“ یہ سزا اوّل اسلام میں تھی۔ لیکن بعد میں شوہر دار عورتوں کے لئے اس حکم کو حکم رجم سے منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جن سے سنت پیغمبر منسوخ ہو گئی۔ جیسے فلول و جھک شطر المسجد الحرام ”چاہئے کہ تم اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو۔“ اس سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو صرف مقررہ وقت پر واجب ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کا وجوب باقی نہیں رہتا جیسے اذان و دی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ ”جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو ذکر الہی کی طرف جلدی سے بڑھو۔“ اس میں حرام کردہ چیزوں کی تفریق بھی قائم کی گئی ہے۔ جیسے گناہوں کا صغیرہ و کبیرہ ہونا۔ صغیرہ جیسے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ”ایمان والوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں“ اور کبیرہ جیسے ومن یقتل مؤمنا متعیدا فجزاؤہ جہنم خالد فیہا ”جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔“ اس میں ان اعمال کا بھی ذکر ہے جنہیں تھوڑا سا بجالانا بھی کفایت کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بجالانے کی بھی گنجائش ہے۔ جیسے فاقروا ماتیسر من القرآن ”جتناباً سانی قرآن پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو۔“

خطبہ ۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدًا
نَصْرَافِهِ

صغیر سے پلٹنے کے بعد فرمایا
اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں، اس کی نعمتوں کی تحمیل چاہئے اس کی عزت و جلال کے آگے سر جھکانے اور اُس کی معصیت سے حفاظت حاصل کرنے کیلئے اور اُس سے مدد مانگتا ہوں اُس کی کفایت و دستگیری کا محتاج ہونے کی وجہ سے جسے وہ ہدایت کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا، جسے وہ دشمن رکھے، اُسے کہیں ٹھکانہ نہیں ملتا، جس کا وہ کفیل ہو، وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا یہ (حمد اور طلب امداد) وہ ہے جس کا ہر وزن میں آنے والی چیز سے پلہ بھاری ہے اور ہر گنج گراں مایہ سے بہتر و برتر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے۔ ایسی گواہی جس کا خلوص پرکھا جا چکا ہے اور جس کا نیچر بغیر کسے شائبے کے دل کا عقیدہ بن چکا ہے۔ زندگی بھر ہم اسی سے وابستہ رہیں گے اور اسی کو پیش آنے والے خطرات کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے یہی گواہی ایمان کی مضبوط بنیاد اور حسن عمل کا پہلا قدم اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ اور شیطان کی دوری کا سبب ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے عہد اور رسول ہیں جنہیں شہرت یافتہ دین،

منقول شدہ نشان، لکھی ہوئی کتاب، مصوفشاں نور، چمکتی ہوئی روشنی اور فیصلہ کن امر کیساتھ بھیجا تا کہ شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے اور دلائل (کے زور) سے حجت تمام کی جائے۔ آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے اور عقوبتوں سے خوف زدہ کیا جائے (اس وقت حالت یہ تھی کہ) لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے، جہاں دین کے بندھن شکستہ، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پر آگندہ تھے۔ نکلنے کی راہیں تنگ و تاریک تھیں۔ ہدایت گم نام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ (کھلے خزانوں) اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جارہی تھی۔ ایمان بے سہارا تھا۔ چنانچہ اس کے ستون گر گئے اس کے نشان تک پہنچانے میں نہ آتے تھے۔ اس کے راستے مٹ مانگے، اور شاہراہیں اجڑ گئیں، وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کے راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اتر پڑے۔ انہی کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے ایسے فتنوں میں جو انہیں اپنے سموں سے روندتے اور اپنے کھروں سے کپکتے تھے اور اپنے بچوں کے بل مضبوطی سے کھڑے ہوئے تھے تو وہ لوگ ان میں جران و سرگرداں، جاہل و فریب خوردہ تھے۔ ایک ۲۷ ایسے گھر میں جو خود اچھا، مگر اُس کی بسنے والے بُرے تھے جہاں نیند کے بجائے بیداری اور سرے کی جگہ آنسو تھے اس سرزمین پر عالم کے منہ میں لگام تھی اور جاہل معزز اور سرفراز تھا۔ (اسی خطبہ کا ایک حصہ جو اہلبیت نبی سے متعلق ہے) وہ سر خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں علم الہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں۔ کتب (آسمانی) کی گھائیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کچھلی دور کی۔ (اسی خطبہ کا ایک حصہ جو دوسروں سے متعلق ہے) انہوں نے فسق و فجور کی کاشت کی غفلت و فریب کے پانی سے اس امت میں کسی کو آل محمد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ

خطبہ ۳

۱ خطبہ ششقیہ کے نام سے مشہور ہے۔

خدا کی قسم! فرزند ۲۰ ابو قحافہ نے پیراہن خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے۔ میں وہ (کوہ بلند ہوں) جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اُس سے پہلو تہی کر لی اور سو نچنا شروع کیا کہ اپنے کئے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اُس سے بھیانک تیرگی پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قیرین عقل نظر آیا۔ لہذا میں نے صبر کیا۔ حالانکہ آنکھوں میں (غبار اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم ورنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹکتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابن خطاب کو دے گیا۔ (پھر حضرت نے بطور تمثیل امش کا یہ شعر پڑھا)۔

”کہاں یہ دن جو فاقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا۔“ تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کے لئے استوار کرتا گیا۔ بے شک ان دونوں نے خنقی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ اُس نے خلافت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا جس کے چر کے کاری تھے۔ جس کو چھو کر بھی درشت محسوس ہوتی تھی۔ جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا۔ جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اُس کی منہ زوری سے) اس کی

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهِيَ الْمَعْرُوفَةُ بِالشَّقِشَقِيَّةِ
أَمَّا وَاللَّهِ لَقَدْ تَقَبَّصَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَإِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّيَّ مِنْهَا مَحَلَّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَى- يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْتَي إِلَيَّ الطَّيْرُ فَسَدَلْتُ دُونَهَا ثَوْبًا وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا- وَطَفِئْتُ أَرْتَائِي بَيْنَ أَنْ أُصُولَ بَيْدِ جَدَاءٍ أَوْ أَصْبِرَ عَلَى طَخِيَةِ عَمِيَاءٍ يَهْرُمُ فِيهَا الْكَبِيرُ- وَيَشْيِبُ فِيهَا الصَّغِيرُ وَيَكْدَحُ فِيهَا مُؤْمِنٌ حَتَّى يَلْقَى رَبَّهُ فَرَأَيْتُ أَنَّ الصَّبْرَ عَلَى هَاتَا أَجْجَى فَصَبَرْتُ وَفِي الْعَيْنِ قَدْ لِي وَفِي الْحَلْقِ شَجَا أَرَى تَرَائِي نَهْبًا حَتَّى مَضَى الْأَوَّلُ بِسَبِيلِهِ فَادْلَى بِهَا إِلَيَّ ابْنُ الْخَطَّابِ بَعْدَهُ (ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْأَعْمَشِيِّ) شَتَّانَ مَا يَوْمِي كُورَهَا وَيَوْمَ حَيَّانٍ أَحْيَى جَابِرٍ فَيَا عَجَبًا بَيْنَا هُوَ يَسْتَقِيلُهَا فِي حَيَاتِهِ إِذْ عَقَدَهَا لِأَخْرَبَعَدَ وَفَاتِهِ لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعِيهَا فَصَبَّرَهَا فِي حَوْزَةِ حَشَنَاءٍ يَغَاطُظُ كَلَامُهَا- وَالْإِعْتِدَارُ مِنْهَا فَصَاحِبُهَا كَرَّ أَكْبَ الصَّعْبَةِ إِنَّ أَشْنَقَ لَهَا خَرَمٍ وَإِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمِ فَمَنَى النَّاسُ لِعَمْرِ اللَّهِ بِخَبْطٍ وَشِمَاسٍ وَتَلَوْنَ وَاعْتَرَاضٍ فَصَبَرْتُ عَلَى

دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آکر ملنا ہے۔ حق ولایت کی خصوصیات انہی کے لئے ہیں اور انہی کے بارے میں ”پیغمبر کی“ وصیت اور انہی کے لئے (نبی کی) وراثت ہے۔ اب یہ وقت وہ ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آیا اور اپنی صحیح جگہ پر منتقل ہو گیا۔

۱ لوج محفوظ ہیں۔

۲ اچھے گھر سے مراد مکہ اور بُرے ہمسایوں سے مراد کفار قریش ہیں۔

۳ اہل بیت پیغمبر کے متعلق فرماتے ہیں کہ کسی فرد کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان کی بلندی درجات میں کسی کو ان کا ہم پایہ سمجھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دنیا ان کے احسانات کی گراں بار یوں میں دہی ہوئی ہے اور انہی سے نعت ہدایت پا کر آخری نعمتوں کی مستحق ہوئی ہے۔ وہ دین کی اساس و بنیاد اور اس کی زندگی و بقا کا سہارا ہیں۔ وہ علم و یقین کے ایسے محکم ستون ہیں کہ شک و شبہات کے طوفان کا دھارا موز سکتے ہیں اور افراط و تفریط کی راہوں میں وہ درمیانی راستہ ہیں کہ اگر کوئی غلو و افراط کی حد تک پہنچ جائے یا کوتاہی و تفریط میں پڑ جائے تو وہ جب تک پیچھے ہٹ کر یا آگے بڑھ کر اس جادہ اعتدال پر نہیں آئے گا اسلام کی راہ پر آ ہی نہیں سکتا اور انہی میں تمام وہ خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو امامت و قیادت میں ان کے حق کو قاف قرار دیتی ہیں۔ لہذا ان کے علاوہ کسی کو امامت کی سرپرستی و نگہبانی کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ پیغمبر نے انہی کو اپنا وصی و وارث ٹھہرایا۔ وصیت و وراثت کے متعلق شارح معزلی نے لکھا ہے کہ امیر المومنین کی وصایت میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ وراثت سے نیابت و جانشینی کی وراثت سے نیابت و جانشینی کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت علمی مراد ہے۔ اگرچہ فرقہ امامیہ اس سے خلافت و نیابت ہی مراد لیتا ہے اگر بقول ان کے وراثت سے وراثت علمی مراد لی جائے جب بھی وہ اپنے مقصد میں کامران ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے، کیونکہ اس معنی کی رو سے بھی نیابت پیغمبر کا حق کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ جب کہ یہ امر مسلم ہے کہ خلافت کے لئے سب سے بڑی ضرورت علم کی ہے۔ اس لئے کہ خلیفہ الرسول کے اہم ترین فرائض میں سے مقدموں کا فیصل کرنا، شریعت کے مسائل حل کرنا مشکل گتھیوں کو سلجھانا اور شرعی حدود کا اجرا کرنا ہے اگر نائب رسول کے فرائض میں سے ان چیزوں کو الگ کر دیا جائے تو اُس کی حیثیت صرف ایک دینی حکمران کی رہ جاتی ہے۔ اسے دینی اقتدار کا مرکز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ لہذا یا تو حکومت کو خلافت سے الگ رکھے یا جو رسول کے علم کا وارث ہوا ہے وہی خلافت کے منصب کا اہل سمجھے۔

ابن ابی الحدید کی یہ تشریح اس صورت میں قابل لحاظ ہو بھی سکتی تھی۔ جب یہ فقرہ اکیلا آپ کی زبان پر آیا ہوتا لیکن اس موقع کو دیکھتے ہوئے کہ وہ خلافت ظاہری کے تسلیم ہونے کے بعد کہا گیا ہے کہ اور پھر اسی کے بعد اذرجع الحق الی اہلہ کا فقرہ موجود ہے۔ ان کی یہ تشریح بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے بلکہ وصایت سے بھی کوئی اور وصیت نہیں بلکہ وہ نیابت و خلافت ہی کی وصیت معلوم ہوتی ہے اور وراثت بھی نہ وراثت مالی اور نہ وراثت علمی، جس کے بیان کا یہ کوئی موقع نہیں بلکہ حق امامت کی وراثت ہے، جو صرف برائے قربت نہیں بلکہ برائے اوصاف کمال ان کے لئے منجانب اللہ ثابت تھی۔

طَوَّلَ الْمُدَّةَ وَشَدَّهَ الْبَحْنَ حَتَّى إِذَا مَضَى
لِسَبِيلِهِ جَعَلَهَا فِيْ جَمَاعَةٍ زَعَمَ أَنِّي
أَحَدُهُمْ فَيَا اللَّهَ وَلِلشُّورَى مَتَى اعْتَرَضَ
الرَّيْبُ فِيْ مَعِيَ الْأَوَّلِ مِنْهُمْ حَتَّى صِرْتُ
أَقْرَنَ إِلَى هَذِهِ النَّظَائِرِ لَكِنِّي أَسْفَفْتُ إِذْ
أَسْفَوْتُ وَطَرْتُ إِذْ طَارُوا - فَصَغَى رَجُلٌ
مِنْهُمْ لِضَغْنِهِ وَمَالَ الْآخِرَ لِصَهْرِهِ مَعَ هُنَّ
وَهُنَّ إِلَى أَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجًا
حَضْنِيهِ بَيْنَ نَفْيِيهِ وَمُعْتَلِفِهِ وَقَامَ مَعَهُ
بَنُو أَبِيهِ يَخْضِعُونَ مَالَ اللَّهِ خَضْعَةَ الْإِبِلِ
نَبْتَةُ الرَّيْبِ إِلَى أَنْ أَتَيْتُكَ فَتَلَّهَ وَأَجْهَرَ
عَلَيْهِ عَمَلُهُ وَكَبَتْ بِهِ بَطْنَتُهُ فَمَا رَاعَيْتُ إِلَّا
وَالنَّاسُ كَعُوفٍ الضُّبْحِ إِلَى يَتَنَالُونَ عَلَى
مِنْ كُلِّ جَانِبٍ حَتَّى لَقَدْ وَطِئَ الْحَسَنَانِ
وَشَقَّ عِطْفَايَ مُجْتَبِعِينَ حَوْلِي كَرَبِضَةٍ
الْغَنَمِ فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْأَمْرِ نَكَمْتُ طَائِفَةً
وَمَرَقْتُ أُخْرَى وَقَسَطَ آخَرُونَ كَانَهُمْ لَمْ
يَسْمَعُوا كَلَامَ اللَّهِ حَيْثُ يَقُولُ - ”(تِلْكَ
الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ
عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا وَالْعَاقِبَةُ
لِلْمُسْتَقِيمِينَ،“ بَلَى وَاللَّهِ لَقَدْ سِعَوْهَا وَ
عَوَّهَا وَلَكِنَّهُمْ حَلَبَتِ الدُّنْيَا فِيْ أَعْيُنِهِمْ
وَرَاءَهُمْ ذُبُرُجْهَا أَمَا وَالَّذِي فَلَقَ
الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَوْلَا حُضُورُ الْحَاضِرِ

ناک کا درمیانی حصہ ہی شکافتہ ہوا جاتا ہے جس کے بعد مہار دینا
ہی ناممکن ہو جائے گا) اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ
اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا۔ اس کی وجہ سے بقائے
ایزد کی قسم! لوگ کج روی سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی
میں مبتلا ہو گئے۔ میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر
صبر کیا۔ یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا، اور خلافت ۳۷ کو
ایک جماعت میں محدود کر گیا اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک
فرد خیال کیا۔ اے اللہ مجھے اس شور و غوغا سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے
سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق و فضیلت میں
کب شک تھا جواب اُن لوگوں میں میں بھی شامل کر لیا گیا
ہوں۔ مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے
نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور
جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں
(یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت سے نباہ کر تارہوں۔ ۵۷
ان میں سے ایک شخص تو کینہ و عناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف
ہو گیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے ادھر
جھک گیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے
سرگیں اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور اُس کے ساتھ اس
کے بھائی بند اٹھ کھڑے ہوئے۔ جو اللہ کے مال کو اس طرح
نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصل رنج کا چارہ چرتا ہے۔ یہاں
تک کہ وہ وقت آ گیا جب اُس کی بیٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے
اور اُس کی بد اعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اور شکم پُری نے
اُسے منہ کے بل گرا دیا۔ اُس وقت مجھے لوگوں کے بھوم نے
دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب بھوکے ایال کی طرح ہر طرف
سے لگا تار بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسن اور حسین
کچل جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے
تھے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے
ہوئے تھے مگر اس کے باوجود جب میں امر خلافت کو

وَقِيَامَ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ وَمَا أَخَذَ اللَّهُ
عَلَى الْعُلَمَاءِ أَنْ لَا يُقَارُوا عَلَى كِطْطَةِ ظَالِمٍ
وَلَا سَعْبِ مَظْلُومٍ لَّا لَقِيْتُ حَبَلَهَا عَلَى
غَارِبِهَا وَلَسَقِيْتُ آخِرَهَا بِكَاسٍ أُولَٰهَا
وَلَا لَقِيْتُمْ دُنْيَا كُمْ هَذِهِ أَزْهَدَ عِنْدِي مِنْ
عَفْطَةِ عَنَزٍ (قَالُوا) وَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ
أَهْلِ السَّوَادِ عِنْدَ بُلُوغِهِ إِلَى هَذَا الْمَوْضِعِ
مِنْ خُطْبَتِهِ فَنَاقَلَهُ كِتَابًا فَاقْبَلُ يَنْظُرُ فِيهِ -
قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - يَا
أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَطَرَدْتَ خُطْبَتَكَ مِنْ
حَيْثُ أَفْضَيْتَ فَقَالَ هَيَّهَاتَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ
تِلْكَ شَفِيقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ قَالَ ابْنُ
عَبَّاسٍ فَوَاللَّهِ مَا أَسْفَفْتُ عَلَى كَلَامٍ قَطُّ
كَأَسْفَى عَلَى هَذَا الْكَلَامِ أَنْ لَا يَكُونَ
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلَغَ مِنْهُ حَيْثُ
أَرَادَ (قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي هَذِهِ الْخُطْبَةِ
كَرَأَيْبِ الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا حَرَمٌ وَإِنْ
أَسْلَسَ لَهَا تَقَحُّمٌ يُرِيدُ أَنَّهُ إِذَا شَدَّ دَعْلِيهَا
فِي جَذْبِ الزَّمَامِ وَهِيَ تَنَادَعُهُ رَأْسُهَا
حَرَمٌ أَنْفَهَا وَإِنْ أَرَحَى لَهَا شَيْئًا مَعَ
صُعُوبَتِهَا تَفَحَّمَتْ بِهِ فَلَمْ يَبْلُكْهَا يُقَالُ
أَشْنَقَ النَّاقَةَ إِذَا جَذَبَ رَأْسَهَا بِالزَّمَامِ
فَرَفَعَهُ وَشَنَقَهَا أَيُّضًا ذَكَرَ ذَلِكَ ابْنُ
السَّكَيْتِ فِي إِصْلَاحِ الْمَنْطِقِ وَإِنَّمَا قَالَ

لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا
اور تیسرے گروہ نے نفق اختیار کر لیا۔ گویا انہوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا
ہی نہ تھا کہ ”یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے
جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں اور
اچھا انجام پر ہییز گاروں کے لئے ہے۔“ ہاں ہاں خدا کی قسم! ان
لوگوں نے اس آیت کو سنا تھا اور یاد کیا تھا۔ لیکن ان کی نگاہوں میں
دنیا کا جمال کھب گیا اور اس کی سچ دھج نے انہیں لہجھا دیا۔ دیکھو اُس
ذات کی قسم جس نے دانے کو شکافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا
کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے
وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے
علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پُری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون
قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ دوڑ اسی کے کندھے پر ڈال
دیتا اور اس کے آخر کو اس پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے
اس کو اول سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی
جھینک سے بھی زیادہ ناقابل اعتنا پاتے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جب
حضرت خطبہ پڑھتے ہوئے اس مقام تک پہنچتے تو ایک عراقی باشندہ
آگے بڑھا اور ایک نوشتہ حضرت کے سامنے پیش کیا، آپ اُسے
دیکھنے لگے۔ جب فارغ ہوئے تو ابن عباس نے کہا یا امیر المؤمنین
آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا وہیں سے اس کا سلسلہ آگے
بڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے ابن عباس یہ تو شقیقہ
(گوشت کا وہ نرم ٹوٹھرا، جو اونٹ کے منہ سے مستی و ہيجان کے وقت
نکلتا ہے) تھا جو ابھر کر دب گیا۔ ابن عباس کہتے تھے کہ مجھے کسی کلام
کے متعلق اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا اس کلام کے متعلق اس بناء پر ہوا کہ
حضرت وہاں تک نہ پہنچ سکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔ علامہ
رضی کہتے ہیں کہ خطبے میں ان الفاظ ”کواکب الصعبة ان اشنق لها
حرم وان اسلس لها تقحم“ سے مراد یہ ہے کہ سوار جب مہار
کھینچنے میں ناقد پر تہی کرتا ہے تو اس کھینچا تالی میں اس کی ناک زخمی
ہوئی جاتی ہے اور اگر اس کی سرکشی کے باوجود باگ کو ڈھلا

لہذا یہ خیال یہ سید رضی کا گڑھا ہوا ہے۔ دور از حقیقت اور عصیبت و جنبہ داری کا نتیجہ ہے اور اگر یہ انکار کسی تحقیق و کاش کا نتیجہ ہے تو اسے پیش کرنا چاہئے ورنہ اس قسم کی خوش فہمیوں میں پڑے رہنے سے حقائق اپنا رخ نہیں بدلاتے اور نہ ناک چڑھانے سے قطعی دلائل کا زور دب سکتا ہے۔

اب ہم ان علماء محدثین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس کے کلام امیر المومنین ہونے کی صراحت کی ہے تاکہ اس کی تاریخی اہمیت واضح ہو جائے۔ ان علماء میں کچھ وہ ہیں جن کا دور سید رضی سے پیشتر تھا اور کچھ ان کے ہم عصر ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ان کے بعد آئے اور اپنے اپنے سلسلہ سند سے اسے روایت کیا۔

(۱) ابن ابی الحدید معتزلی تحریر کرتے ہیں کہ ہم سے ہمارے استاد مصدق ابن شیبہ واسطی نے فرمایا کہ میں نے اس خطبہ کو شیخ ابو محمد عبد اللہ ابن احمد سے کہہ سنا جو ابن خثاب کے نام سے مشہور ہیں پڑھا اور جب اس مقام پر پہنچا کہ (جہاں ابن عباس نے اس خطبہ کو نامکمل رہ جانے پر اظہار افسوس کیا ہے) تو ابن خثاب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں ابن عباس سے افسوس کے کلمات سنتا تو ان سے ضرور کہتا کہ کیا آپ کے چچیرے بھائی کے جی میں ابھی کوئی حسرت رہ گئی ہے جو انہوں نے پوری نہ کی ہو۔ انہوں نے تو رسول کے علاوہ نہ اگلوں کو چھوڑا ہے، نہ بچھلوں کو، جو کہنا چاہتے تھے سب کہہ ڈالا۔ اب افسوس کا ہے کہ وہ اتنا نہ کہہ سکے جتنا کہنا چاہتے تھے۔ مصدق کہتے ہیں کہ ابن خثاب بڑے زندہ دل اور خوش مذاق تھے۔ میں نے کہا کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ گڑھا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے تو اس کے کلام امیر المومنین ہونے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا یہ کہ تم مصدق ابن شیبہ ہو۔ میں نے کہا کہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ رضی کا کلام ہے۔ فرمایا کہ بھلا رضی یا کسی اور میں یہ دم کہاں اور یہ انداز بیان کہاں۔ ہم نے رضی کی تحریریں دیکھی ہیں اور ان کے طرز نگارش و انداز تحریر سے آگاہ ہیں۔ کہیں بھی ان کا کلام اس کلام سے میل نہیں کھاتا اور میں تو اسے ان کتابوں میں دیکھ چکا ہوں کہ جو سید رضی کے پیدا ہونے سے دو سو برس پہلے لکھی ہوئی ہیں، اور جانی پہچانی ہوئی تحریروں میں میری نظر سے گزر چکا ہے کہ جن کے متعلق میں جانتا ہوں کہ وہ کن علماء اور کن ادباء کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت رضی تو کیا ان کے باپ ابو احمد نقیب بھی پیدا نہ ہوئے تھے۔

(۲) پھر تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو اپنے شیخ ابو القاسم بلخی (متوفی ۳۱۷ھ) کی تصنیفات میں دیکھا ہے۔ یہ مقتدر بن عبد اللہ کے عہد حکومت میں بغداد کی جماعت معتزلہ کے امام تھے اور مقتدر کا دور رضی کے پیدا ہونے سے بہت پہلے تھا۔

(۳) پھر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو ابو جعفر ابن قہر کی کتاب الانصاف میں دیکھا ہے۔ یہ ابو القاسم بلخی کے شاگرد اور فرقہ امامیہ کے متکلمین میں سے تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۶۹)

(۴) ابن میثم بحرانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ ایسا دیکھا ہے جس پر مقتدر بن عبد اللہ کے وزیر ابو الحسن علی ابن محمد ابن الفرات متوفی ۳۱۲ھ حج کی تحریر تھی۔

(۵) علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے شیخ قطب الدین راوندی کی تصنیف منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ سے اس سلسلہ سند کو نقل کیا ہے۔

عن الحافظ ابی بکر ابن مردویہ حافظ ابو بکر ابن مردویہ اصفہانی نے سلیمان ۲ ابن

أَشْنَقَ لَهَا وَلَمْ يَقُلْ أَشْنَقَهَا لِأَنَّهُ جَعَلَهُ فِي مُقَابِلَةِ قَوْلِهِ أَسْلَسَ لَهَا فَكَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ رَفَعَ لَهَا رَأْسَهَا بِمَعْنَى أَمْسَكُهُ عَلَيْهَا بِالرَّيْءِ مَامٍ۔

چھوڑ دیتا ہے تو وہ اُسے کہیں نہ کہیں گرا دے گی اور اس کے قابو سے باہر ہو جائے گی۔ اشنق الناقہ اُس وقت بولا جاتا ہے جب سوار باگوں کو کھینچ کر اُس کے سر کو اوپر کی طرف اٹھائے اور اسی طرح اشنق الناقہ استعمال ہوتا ہے۔ ابن سکیت نے اصلاح المنطق میں اس کا ذکر کیا ہے حضرت نے اشنقہا کے بجائے اشنق لہا استعمال کیا ہے چونکہ آپ نے یہ لفظ اسلس لہا کے بالمقابل استعمال کیا ہے اور سلامت اسی وقت باقی رہ سکتی تھی جب ان دونوں لفظوں کو نہج استعمال ایک ہو۔ گویا حضرت نے ان اشنق لہا کو ان رفع لہا کی جگہ استعمال کیا ہے۔ یعنی اس کی باگیں اوپر کی طرف اٹھا کر روک رکھے۔

یہ خطبہ، خطبہ شقیہ کے نام سے موسوم اور امیر المومنین علیہ السلام کے مشہور ترین خطبات میں سے ہے۔ جسے آپ نے مقام رجبہ میں ارشاد فرمایا۔ اگرچہ بعض متعصب و تنگ نظر افراد نے اس کے کلام علی ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے سید رضی کی طرف منسوب کر کے ان کی مسلمہ امانت و دیانت پر حرف رکھا ہے۔ مگر حقائق پسند علماء نے اس کی صحت سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ انکار کو کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ جب کہ خلافت کے معاملہ میں امیر المومنین کا اختلاف کوئی دھکی چھپی ہوئی چیز نہیں ہے کہ اس قسم کے تعریضات کو بعید سمجھا جائے اور پھر جن واقعات کی طرف اس خطبہ میں ارشادات کئے گئے ہیں تاریخ انہیں اپنے دامن میں محفوظ کئے ہوئے ہے اور بے کم و کاست ایک ایک حرف کی تصدیق اور ایک ایک جملہ کی ہم نوائی کرتی ہے تو جن واقعات کے مورخ کی زبان قلم بیان کر سکتی ہے وہی واقعات امیر المومنین کی نوک زبان پر آجائیں تو اس سے انکار کی کیا وجہ اور پیغمبر کے بعد جن نامساعد حالات سے آپ کو دو چار ہونا پڑا، اگر ان کی یاد سے کام وہیں تلخ ہو جائیں تو اس میں حیرت و استعجاب ہی کیا ہے؟ بے شک اس سے بعض شخصیتوں کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے اور ان سے عقیدت و ارادت کو بھی دھچکا لگتا ہے مگر اس کے کلام امیر المومنین ہونے سے انکار کر دینے سے اسے سنبھالا نہیں جاسکتا جب تک اصل واقعات کا تجزیہ کر کے حقیقت کی نقاب کشائی نہ کی جائے۔ ورنہ محض اس بناء پر کہ اس میں چونکہ بعض افراد کی تنقیص ہے اس کے کلام امیر المومنین ہونے سے انکار کر دینا کوئی وزن نہیں رکھتا جب کہ اس قسم کے تعریضات دوسرے ادباء و مؤرخین نے بھی نقل کئے ہیں چنانچہ عمرو ابن بحر جاحظ نے امیر المومنین کے ایک خطبے کے یہ الفاظ بھی درج کئے ہیں جو خطبہ شقیہ کی کسی نکتہ چینی سے وزن میں کم نہیں ہیں۔

سبق الرجلان وقام الثالث كالغراب همه
بطنه يا ويحه لوقص جناحه وقطع راسه
لکان خیر الہ۔

(کتاب البیان والتبیین جزو اول ص ۱۷۰ لئے بہتر ہوتا۔

مطبع علیہ مصر)

عبدالله البرقی عن ابیہ عن ابن عمیر عن اپنے باپ سے، اس نے ابن عمیر سے اس نے ابان ابن ابان ابن عثمان عن عثمان عن ابان ابن تغلب عن عثمان سے اس نے ابان ابن تغلب سے اس نے عکرمہ عن عکرمہ عن ابن عباس۔

(۱۰) حسن ابن عبد اللہ ابن سعید العسکری متوفی ۳۸۲ھ نے کہ جو اکابر علمائے اہلسنت ہیں اس خطبہ کی توضیح و تشریح کی ہے جسے ابن بابویہ نے علل الشرائع اور معانی الاخبار میں درج کیا ہے۔

(۱۱) سید نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

وقد نقلها صاحب کتاب الغارات مسنداً باسانید هم وتاریخ الفراغ من ذلك الكتاب يوم الثلثا الثالثة عشر خلون من شوال سنة خمسة التي ولد فيها المرتضى الموسوي وهو أكبر من أخيه الرضي (انوار النعمانية)

صاحب کتاب الغارات وابو اسحاق ثقفی نے اپنے سلسلہ سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے فراغت کی تاریخ ۱۳ شوال ۳۵۵ھ روزہ شنبہ ہے اور اسی سال سید مرتضیٰ موسوی پیدا ہوئے اور یہ اپنے بھائی سید رضی سے عمر میں بڑے تھے۔

(۱۲) سید علی ابن طاووس علیہ الرحمۃ نے کتاب الغارات سے اس سلسلہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

قال حدثنا محمد قال حدثنا حسن ابن علي الزعفراني قال حدثنا محمد ابن زكريا القلابي قال حدثنا يعقوب ابن جعفر بن سليمان عن ابیہ عن ابن عباس (ترجمہ طرائف ص ۲۰۲) سے روایت کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد نے اور اس نے حسن ابی ابن علی زعفرانی سے اور اس نے محمد ابن زکریا قلابی سے اور اس نے یعقوب ابن جعفر ابن سلیمان سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(۱۳) شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی متوفی ۳۶۰ھ تحریر فرماتے ہیں۔

قال اخبرنا الحفار قال حدثنا ابو القاسم الدعبلی قال حدثنا ابی قال حدثنا اخي دعبل قال حدثنا محمد ابن سلامة الشامي عن زرارة ابن اعين عن ابی جعفر محمد ابن علي عن ابن عباس (امالی شیخ الطائفہ ص ۲۳۷)

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حفار نے اور اس نے ابو القاسم دعبلی سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے بھائی دعبل سے اور اس نے محمد ابن سلامہ شامی سے اور اس نے زرارہ ابن اعین سے اور اس نے ابو جعفر محمد ابن علی سے اور انہوں نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔

۱۔ مقتدر باللہ کی حکومت ۲۹۵ھ سے ۳۲۰ھ تک قائم رہی۔

الاصفہانی عن سليمان ابن احمد الطبرانی عن احمد ابن علي الابد عن اسحاق ابن سعيد ابی سلمة الدمشقی عن خلیل ابن دعلج عن عطاء ابن ابی رباح عن ابن عباس۔

احمد طبرانی سے اس نے احمد ابن علی ابار سے اور اس نے اسحاق ابن سعید ابوسلمہ دمشقی سے اور اس نے خلیل ابن علی سے اور اس نے عطاء ابن ابی رباح سے اور اس نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔ (بخار الانوار ج ۸ ص ۱۶۱)

(۶) علامہ مجلسی نے اس کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ یہ خطبہ ابوعلی جبائی (متوفی ۳۰۳ھ) کے مصنفات میں بھی ہے۔

(۷) علامہ مجلسی نے اسی استناد کے سلسلے میں تحریر کیا ہے۔

ان القاضی عبد الجبار الذی هو من متعصبي المعتزلة قد تصدى في كتاب المغني لتاويل بعض كلمات الخطبات وضع دلائلها على الطعن في خلافة من تقدم عليه ولم يكن استناد الخطبة اليه۔

قاضی عبد الجبار ۳۰۳ھ جو متعصب معتزلی تھے۔ اپنی کتاب مغنی میں اس خطبہ کے بعض کلمات کی توجیہ و تاویل کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے خلفاء پر کوئی زد نہیں پڑتی مگر اس کے کلام امیر المومنین ہونے سے انکار نہیں کرتے۔

(۸) ابو جعفر محمد ابن علی ابن بابویہ متوفی ۳۸۱ھ تحریر فرماتے ہیں۔

حدثنا محمد ابن ابو ابيم ابن اسحاق الطالقاني قال حدثنا عبد العزيز ابن يحيى الجلودی قال حدثنا ابو عبد الله احمد ابن عمار ابن خالد قال حدثنا يحيى ابن الحميد الحماني قال حدثنا عيسى ابن راشد عن علي ابن حذيفة عن عكرمة عن ابن عباس (علل الشرائع باب ۱۲۲ معانی الاخبار باب ۲۲۰)

ہم سے محمد ابن ابراہیم ابن اسحاق طالقانی نے بیان کیا اس نے کہا کہ مجھ سے عبد العزیز ۳۰۳ھ ابن یحییٰ جلودی نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے ابو عبد اللہ ابن عمار ابن خالد نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ ابن الحمید حمانی نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ ابن راشد نے اور اس نے علی ابن حذیفہ سے اور اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا۔

(۹) پھر ابن بابویہ اس سلسلہ سند کو درج کرتے ہیں۔

حدثنا محمد ابن علي ماجيلويه عن عمه محمد ابن ابی القاسم عن احمد ابن ابی القاسم سے اس نے احمد ابن ابی عبد اللہ برقی سے اس نے ہم سے محمد ابن علی ماجیلویہ نے اس نے اپنے چچا محمد ابن ابی

فیالخطبة الغراء تلك شقيقة هدرت درخشاں خطبے میں فرمایا ہے۔ تلک شقیقۃ ہدرت۔
(العرۃ لاهل الخلوۃ والجلوۃ ص ۴ قلبی)
کتبخانہ ناصر یہ لکھنو)

(۲۰) ابو الفضل میدانی نے لفظ شقیقۃ کے ذیل میں لکھا ہے۔

لامیر المؤمنین علی خطبة تعرف امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا ایک خطبہ شقیقۃ کے نام
بالشقیقۃ (مجمع الامثال ص ۳۲۳) سے مشہور ہے۔

(۲۱) نہایہ میں ابن اثیر جزری نے پندرہ مقامات پر اس خطبہ کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے اس کے کلام امیر المؤمنین ہونے کا
اعتراف کیا ہے۔

(۲۲) شیخ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں انہی الفاظ کے معنی لکھتے ہوئے منہ حدیث علی کہہ کر اس کے کلام امیر المؤمنین ہونے کی
توثیق کی ہے۔

(۲۳) ابو الفضل ابن منظور نے لسان العرب جلد ۱۲ صفحہ ۵۴ میں فی حدیث علی فی خطبة له تلك شقيقة هدرت ثم
قوت کہہ کر اس کے کلام کا علی ابن ابی طالب ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

(۲۴) فیروز آبادی نے قاموس میں لفظ شقیقۃ کے ذیل میں لکھا ہے۔

والخطبة الشقیقۃ العلویۃ لقوله لابن خطبہ شقیقۃ حضرت علیؑ کا کلام ہے، جسے شقیقۃ اس لئے کہا
عباس لما قال له نواطررت مقاتلک من جاتا ہے کہ جب ابن عباس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ
حيث افضیت یا ابن عباس تلك شقیقۃ اپنے کلام کا سلسلہ وہاں سے شروع کریں جہاں تک آپ نے
اُسے پہنچایا تھا تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس اب کہاں وہ تو
هدرت ثم قوت ایک شقیقۃ یعنی ایک ولولہ و جوش تھا جو ابھرا اور ختم گیا۔

(۲۵) صاحب مثنی الارب تحریر کرتے ہیں ”خطبہ شقیقۃ علوی است۔ منسوب علی کرم اللہ وجہ“

(۲۶) مفتی مصر شیخ محمد عبدہ نے اسے کلام امیر المؤمنین تسلیم کرتے ہوئے اس کی شرح کی ہے۔

(۲۷) محمد محی الدین عبد الحمید المدرس فی کلیۃ اللغۃ العربیہ (جامع الازہر) نے نفع البلاغہ پر حواشی تحریر کئے ہیں اور اس کے پہلے ایک مقدمہ
لکھا ہے جس میں تمام ایسے خطبوں کو جن میں تعریضات پائے جاتے ہیں امیر المؤمنین کا کلام تسلیم کیا ہے۔ ان مستند شہادتوں اور
ناقابل انکار گواہیوں کے بعد کیا اس کی گنجائش ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ امیر المؤمنین کا کلام نہیں اور سید رضی نے خود سے گڑھ لیا ہے۔

۲ امیر المؤمنین علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کے سر پر آرائے خلافت ہونے کی بطور استعارہ خلافت کا لبادہ اوڑھ لینے سے
تعبیر کیا ہے اور یہ ایک عام استعارہ ہے۔ چنانچہ جب حضرت عثمان کو خلافت سے دستبردار ہونے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا

(۱۳) شیخ مفید متوفی ۴۱۶ھ کو جو جناب سید رضی کے استاد تھے اس خطبہ کے سلسلہ سند کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

روی جماعة من اهل النقل من طرق رواة حدیث کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس
مختلفة عن ابن عباس (ارشاد ص ۱۳۵) کو ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(۱۵) علم الہدی سید مرتضیٰ کو جو سید رضی کے بڑے بھائی تھے انہوں نے اپنی کتاب ثانی ص ۹۲ پر اسے درج کیا ہے۔

(۱۶) ابو منصور طبری علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں۔

روی جماعة من اهل النقل من طرق رواة کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابن
مختلفة عن ابن عباس قال كنت عند امیر عباس سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں مقام
المؤمنين بالرحبة فذکوت الخلافة وتقدم رجبہ میں امیر المؤمنین کے پاس موجود تھا کہ خلافت کا اور
من تقدم عليه فتنفس الصعداء ثم قال ان لوگوں کا کہ جو آپ سے پہلے خلیفہ گزرے تھے ذکر
(اجتجاج ص ۱۰۱) چھڑا تو آپ نے آہ بھری اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

(۱۷) عبد الرحمن ابن جوزی تحریر کرتے ہیں۔

احبرنا بها شيخنا ابو القاسم الانباري ہمارے شیخ ابو القاسم انباری نے اپنے سلسلہ سند سے کہ
باسنادة عن ابن عباس قال لما بویع امیر جو ابن عباس تک منتهی ہوتا ہے اس خطبہ کو ہم سے نقل کیا
المؤمنين ناداه رجل من الصف وهو علی فرمایا کہ جب امیر المؤمنین کی بیعت ہو چکی تو آپ منبر
المنبر ما الذي ابطابك الى الآن فقال بديها پر رونق افروز تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا امیر المؤمنین
(تذکرہ خواص الامۃ ص ۷۳) آپ خاموش کیوں بیٹھے رہے تو آپ نے برحسہ یہ خطبہ
ارشاد فرمایا۔

(۱۸) قاضی احمد شہاب خفاجی استشہاد کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں۔

و فی کلام امیر المؤمنین علی رضی اللہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں وارد ہوا ہے کہ
عنه بينا هو يستقيها في حياته اذ عقدھا تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے دستبردار ہونا چاہتا
لاخر بعد وفاته تھا لیکن مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسروں کے لئے
(شرح درۃ الغواص ص ۹۷) مضبوط کرتا گیا۔

(۱۹) شیخ علاؤ الدلہ احمد ابن محمد السمانی تحریر کرتے ہیں۔

امیر المؤمنین وسید العارفین علی رضی امیر المؤمنین سید العارفین علی علیہ السلام نے اپنے ایک
اللہ عنہ وسلام السلام علیہ حیث قال

ایک ناممکن الوقوع امر سے وابستہ کیا جاسکتا ہے کہ جس پر اسلام کے مستقبل کا انحصار اور مسلمانوں کے فلاح و بہبود کا دار و مدار ہولہذا نہ عقل اس معیار کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے اور نہ نقل ہی اس سے ہموار ہے چنانچہ قاضی عضد الدین نے موافق میں تحریر کیا ہے۔

فاعلم ان ذلك لا يفتقروا الى الاجماع اذ لم
تہمہیں جاننا چاہئے کہ خلافت کا انعقاد اجماع پر منحصر نہیں
کیونکہ اس پر کوئی عقلی و نقلی دلیل قائم نہیں ہو سکی۔

يقم عليه دليل من العقل والسمع۔

بلکہ مدعیان اجماع نے بھی جب یہ دیکھا کہ تمام راویوں کا متفق ہونا مشکل ہے تو اقلیت کے اختلاف کو نظر انداز کر کے اکثریت کے اتفاق کو اجماع کے قائم مقام ٹھہرایا۔ لیکن اس صورت میں بھی اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ حق و ناحق اور جائز و ناجائز و مسائل کا زور اکثریت کا دھار اور دھرموڑ دیتا ہے کہ جہاں شخصی فضیلت ہوتی ہے اور نہ ذاتی قابلیت جس کے نتیجہ میں اہل افراد دیکے پڑے رہ جاتے ہیں اور نا اہل افراد بھر کر سامنے آ جاتے ہیں تو جہاں صلاحیتیں پھڑ پھڑا کر رہ جاتیں اور ذاتی غرضیں روگ بن کر کھڑی ہو جاتیں وہاں کسی صحیح شخصیت کے انتخاب کی کیونکر توقع کی جاسکتی ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تمام رائے دینے والے ایسے افراد ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی رائے آزاد اور بے لاگ ہے نہ ان میں کوئی صاحب غرض ہے نہ کسی کی روایت رکھتا ہے تو بھی یہ کہاں ضروری ہے کہ اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہو اور وہ ہمیشہ درست رہے اور نہ اس کے پہلے فیصلہ کو غلط ماننا پڑے گا کیونکہ اس کو غلط قرار دینے کا فیصلہ بھی اسی کا فیصلہ ہے۔ اندریں حالات اگر خلیفہ و جانشین کا غلط انتخاب ہو گیا تو اس غلطی کے مہلک نتائج کا کون ذمہ دار ہوگا اور اسلام کی ہیئت اجتماعی کی تباہی و بربادی کا مظہر کسی کی گردن پر آئے گا اور پھر انتخاب کی ہنگامہ آرائیوں اور شورش انگیزیوں میں جو خوریزی و فساد برپا ہوگا وہ کس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ جبکہ بزم ادب آموز کے بیٹھے والوں کو بھی دیکھا جا چکا ہے کہ وہ باہم آویزیوں سے نہ فتنے سکے تو کسی اور کا دامن کیا فتح سکتا ہے۔

اگر ان مفاسد سے بچنے کے لئے اسے اہل حل و عقد پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنی صوابدید سے کسی ایک کو منتخب کر لیں، تو یہاں بھی وہی انتشار و کشاکش کی صورت پیش آئے گی۔ کیونکہ انسانی طبیعتوں کا یہاں بھی ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ انہیں ذاتی اغراض کی سطح سے بلند قرار دیا جاسکتا ہے۔ جب کہ یہاں تصادم اور ٹکراؤ کے اسباب اور زیادہ قوی ہیں کیونکہ ان میں سے سب نہیں تو اکثر خود اس منصب کے امیدوار ہوں گے۔ اور اپنی کامیابی کے لئے حریف کو زک پہنچانے کی کوئی تدبیر اٹھانہ رکھیں گے اور جس طرح بن پڑے گا اس کی راہ میں روڑے نکالیں گے۔ جس کا لازمی نتیجہ باہم آویزی و فتنہ انگیزی ہوگا تو جس اختلاف و کشاکش سے بچنے کے لئے یہ صورت پیدا کی گئی تھی اس سے بچاؤ نہ ہو سکے گا اور امت کسی صحیح فرد تک پہنچنے کے بجائے دوسروں کے ذاتی مفاد کا آلہ کار بن کر رہ جائے گی اور پھر یہ کہ اہل حل و عقد کا معیار کیا ہوگا؟ وہی جو ہر زمانہ میں رہا ہے کہ جس نے چند خواہ جمع کر لئے اور کسی اجتماع میں چند مخصوص پُر جوش لفظیں دھرا کر ہلچل مچا دی وہ بھر کر اہل حل و عقد کی صف میں آ گیا یا صلاحیتوں کو بھی پرکھا جائے گا۔ اگر صلاحیتوں کو جانچنے اور پرکھنے کا ذریعہ یہی رائے عامہ ہے تو پھر وہی الجھنیں اور کشاکش یہاں بھی پیدا ہو جائیں گی، جن سے بچنے کے لئے یہ راہ اختیار کی گئی تھی اور اگر کوئی اور معیار ہے تو اس پر ان کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے بجائے خود اس کی صلاحیت کو کیوں نہ پرکھ لیا جائے جسے اس منصب کا اہل سمجھا جا رہا ہے اور پھر یہ کہ کتنے اہل حل و عقد کا فیصلہ سند سمجھا جائے گا، تو یہاں بھی معمول کے مطابق جو ایک دفعہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے سند بن گیا اور جتنے اہل حل و عقد نے کبھی کوئی فیصلہ کیا تھا وہ تعداد حجت بن گئی۔ چنانچہ قاضی عضد الدین تحریر فرماتے ہیں۔

لا انسع قيصا قيصيه الله میں اس قیض کو نہیں اتاروں گا، جو اللہ نے مجھے پہنادی ہے۔ بے شک امیر المؤمنین نے اس قیض پہناتے کی نسبت اللہ کی طرف نہیں دی ہے بلکہ خود ان کی طرف دی ہے کیونکہ ان کی خلافت با اتفاق کل مجانب اللہ تھی بلکہ بطور خود تھی۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ فرزند ابوقحافہ نے زبردستی جامہ خلافت پہن لیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ

خلافت جامہ بود کہ بر قامت من دوخته بود

اور اس میں میری وہی حیثیت تھی جو چکی میں کپلی کی ہوتی ہے کہ نہ تو اس کے بغیر وہ اپنے محور پر قائم رہ سکتی ہے اور نہ اس کا کوئی مصرف ہی باقی رہ جاتا ہے۔ یونہی میں خلافت کا مرکز نقطہ تھا کہ اگر میں نہ ہوتا تو اس کا تمام نظام اپنے محور سے ہٹ جاتا اور میں ہی تھا جو اس کے نظم و ضبط کا محافظ بن کر ہر آڑے وقت پر صحیح رہنمائی کرتا تھا۔ میرے سینے سے علم کے دھارے امنڈتے تھے جو ہر گوشہ کو سیراب کرتے تھے اور میرا پایا اتنا بلند تھا کہ طائر فکر بھی وہاں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ مگر دنیا والوں کا ذوق جہان بینی میرے حق کے لئے سنگ راہ بن گیا اور مجھے گوشہ عزلت اختیار کرنا پڑا۔ چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرے پھیلے ہوئے تھے اور بھیا نک ظلمتیں چھائی ہوئی تھیں بچے بوڑھے ہو گئے اور بوڑھے قبروں میں پہنچ گئے۔ مگر یہ صبر آ زما دور ختم ہونے میں نہ آیا تھا۔ میں برابر اپنی آنکھوں سے اپنی میراث کو لٹتے دیکھتا رہا اور جام خلافت کے دست بدست گردش کرنے کا منظر میری نظروں کے سامنے رہا۔ لیکن میں صبر کے تلخ گھونٹ پیتا رہا، اور بے سروسامانی کی وجہ سے ان کی دراز دستیوں کو نہ روک سکا۔

خلیفۃ الرسول کی ضرورت اور اس کا طریق تعیین

پیغمبر اسلام کے بعد ایک ایسی ہستی کا وجود ناگزیر تھا جو امت کا شیرازہ بکھرنے نہ دے اور شریعت کو تبدیل و تحریف اور ان لوگوں کی دستبرد سے بچائے رکھے، جو اسے توڑ مروڑ کر اپنی خواہشوں کے مطابق ڈھال لینا چاہتے ہوں۔ اگر اس کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا جائے تو پھر پیغمبر کے بعد ان کی نیابت و جانشینی کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دینے کے کوئی معنی نہیں رہتے کہ ان کی تجویز و تکلیف پر سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع کو مقدم سمجھ لیا جائے اور اگر اس کی ضرورت ثابت ہے تو کیا پیغمبر کو بھی اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس تھا یا نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکے کہ انہیں اس کی ضرورت یا عدم ضرورت کا احساس ہوتا تو پیغمبر کے ذہن کو ارتداد کی فتنہ انگیزیوں اور بدعتوں کی کارفرمایوں کی خبر دینے کے باوجود ان کی روک تھام کی فکر و تدبیر سے خالی سمجھ لینا عقل و بصیرت سے محرومی کی سب سے بڑی دلیل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ احساس تو تھا مگر مصلحت کی بناء پر اسے غیر طے شدہ چھوڑ جانے پر مجبور تھے۔ تو اس صورت میں اس مصلحت کو زیر نقاب رہنے کے بجائے کھل کر سامنے آنا چاہئے ورنہ بے وجہ خاموشی و انقضائے نبوت میں کوئی تکیہ کیجئے اور اگر کوئی مانع تھا تو اس مانع کو پیش کرنا چاہئے، ورنہ اسے تسلیم کیجئے کہ جس طرح آپ نے دین کا کوئی شعبہ ادھورا نہیں چھوڑا۔ اسے بھی ناتمام نہیں رہنے دیا اور ایک ایسا لائحہ عمل تجویز فرمایا کہ جس کے بروئے کار لانے سے دین دوسروں کی دستبرد و استیلا سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ لائحہ عمل اور طریق کار کیا تھا۔ اگر اجماع امت کو پیش کیا جائے تو اس کے وقوع پذیر ہونے کی گنجائش نہیں کیونکہ اجماع میں ایک ایک فرد کا اتفاق رائے ضروری ہوتا ہے اور انسانی طبائع کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ایک نقطہ نظر پر متفق ہو جائیں اور نہ ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ جہاں ایسے موارد پر اختلاف کی کوئی آواز نہ اٹھی ہو تو پھر کیونکر ایک ایسی بنیادی ضرورت کو

بل الواحد والاثنان من اهل الحل والعقد كان لعلمنا ان الصحابة مع صلابتهم في الدين اكتفوا بذلك كعقد عمر لابی بکر وعقد عبدالرحمن لعثمان (شرح مواقف ص ۳۵۲)

لجئے یہ ہے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع کی کارگزاری اور بزم شوری کی گرم بازاری کہ ایک ہی شخص کے کارنامہ کا نام اجماع اور ایک ہی فرد کی کارفرمائی کا نام شوری رکھ دیا گیا۔ حضرت ابو بکر نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا تھا کہ اجماع ایک آدمی کی رائے کا نام ہوا کرتا ہے جسے بھولے بھالے عوام کے سر منڈھ دیا جاتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اجماع و شوری طریق انتخاب کو نظر انداز کر دیا اور حضرت عائشہ کے نزدیک بھی خلافت کو امت یا چند مخصوص افراد کی رائے پر چھوڑ دینا فتنہ و فساد کو دعوت دینے کے ہم معنی تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عمر کو بستر مرگ پر یہ پیغام بھجوایا۔

لاتدع امة محمد بلا راع استخلف عليهم ولا تدع هم هملا فانی احشی عليهم الفتنة (کتاب الامامت والسیاسیت ص ۷۲)

جب انتخاب اہل حل و عقد کا طریقہ بھی کامیاب نہ ہوا تو اُسے بھی ختم کر دیا گیا اور صرف ”ہر کہ شمشیر زندہ نکاش خواند“ معیار بن کر رہ گیا یعنی جو دوسروں کو اپنے اقتدار کی گرفت اور تسلط کے بندھن میں جکڑ لے، وہی خلیفہ برحق اور جانشین پیغمبر ہے۔ یہ تھے وہ خود ساختہ اصول جن کے سامنے پیغمبر کے وہ تمام ارشادات جو انہوں نے دعوت عشیرہ شب بھرت، غزوہ تبوک تبلیغ سورہ برات اور غدیر خم کے موقع پر فرمائے تھے۔ یکسر فراموش کر دیئے جاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ جب تینوں خلافتیں ایک فرد ہی کی رائے سے طے پاتی ہیں اور اس ایک فرد کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جاتا ہے تو پھر کسی دلیل کی بناء پر پیغمبر سے یہ حق سلب کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی کی تعیین خود فرما دیتے جب کہ تمام نزاعوں کے سد باب کا یہی ایک ذریعہ ہو سکتا تھا کہ وہ خود اُسے طے کر کے بعد میں پیدا ہونے والے خلفشاروں سے امت کو محفوظ کر جاتے اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اس کا فیصلہ چھوڑنے سے اُسے بچالے جاتے جو نفسانی خواہشوں میں الجھے ہوئے اور خود غرضیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور یہی وہ صحیح طریق کار ہے جسے نہ صرف عقل کی تائید حاصل ہے بلکہ پیغمبر کے صریح ارشادات بھی اس کی حمایت میں ہیں۔

حیان ابن یسین یمامہ میں قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار اور صاحب قلعہ و سپاہ تھا۔ جابر اس کے چھوٹے بھائی کا نام ہے۔ اور اعشی کہ جس کا اصلی نام یمون ابن قیس ہے۔ اُس کی بزم ناؤ نوش میں ندیم و مصاحب کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کے انعام و اکرام سے خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کرتا تھا اس شعر میں اس نے اپنی پہلی زندگی کا موجودہ زندگی سے تقابل کیا ہے کہ کہاں وہ دن کہ جب رزق کی

تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا اور کہاں یہ دن جو حیان کی مصاحبت میں آرام اور چین سے گزر رہے ہیں۔ امیر المومنین کے اس شعر کو بطور تمثیل لانے کا مقصد عموماً یہ سمجھا گیا ہے کہ اپنے اس دکھ بھرے زمانے کا مقابلہ اُس زمانہ سے کریں جو پیغمبر کے دامانِ عاطفت میں گزرتا تھا اور ہر طرح کے غل و غشاق سے پاک اور روحانی سکون کا سر و سامان لیے ہوئے تھا لیکن محل تمثیل اور نیز مضمون شعر پر نظر کرتے ہوئے یہ مقصود ہو تو بعید نہیں ہے کہ برسر اقتدار افراد زمانہ رسول میں بے وقعتی اور موجودہ حالت میں ان کے اقتدار و اختیار کا فرق دکھایا جائے۔ یعنی ایک وقت وہ تھا کہ رسول کے زمانے میں میرے سامنے اُن کی بات بھی نہ پوچھی جاتی تھی اور اب یہ دور آیا ہے کہ یہ امور مسلمین کے واحد مالک بنے ہوئے ہیں۔

جب حضرت عمر ابو لؤلؤ کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور دیکھا کہ اس کا ریشہ زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے تو آپ نے انتخاب خلیفہ کے لئے ایک مجلس شوری تشکیل دی۔ جس میں علی ابن ابی طالب، عثمان ابن عفان، عبدالرحمن بن عوف، زبیر ابن عوام سعد ابن ابی وقاص اور طلحہ ابن عبید اللہ کو نامزد کیا اور ان پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ ان کے مرنے کے بعد تین دن کے اندر اندر اپنے میں سے ایک کو خلافت کے لئے منتخب کر لیں اور یہ تینوں دن امامت کے فرائض صہب انجام دیں۔ ان ہدایات کے بعد ارکان شوری میں سے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے متعلق جو خیالات رکھتے ہوں ان کا اظہار فرماتے جائیں تاکہ ان کی روشنی میں قدم اٹھایا جائے اس پر آپ نے فردا فردا ہر ایک کے متعلق اپنی زریں رائے کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سعد کے متعلق کہا کہ وہ درشت خواہ اور تند مزاج ہیں اور عبدالرحمن اس امت کے فرعون ہیں اور زبیر خوش ہوں تو مومن اور غصہ میں ہوں تو کافر اور طلحہ غرور و نخوت کا پتلا ہیں۔ اگر انہیں خلیفہ بنایا گیا تو خلافت کی انگوٹھی اپنی بیوی کے ہاتھ میں پہنا دیں گے اور عثمان کو اپنے قوم قبیلہ کے علاوہ کوئی دوسرا نظر ہی نہیں آتا۔ رہے علی تو وہ خلافت پر ترجیحے ہوئے ہیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ ایک وہی ایسے ہیں جو خلافت کو صحیح راہ پر چلائیں مگر اس اعتراف کے باوجود آپ نے مجلس شوری کی تشکیل ضروری سمجھی اور اس کے انتخاب ارکان اور طریق کار میں وہ تمام صورتیں پیدا کر دیں کہ جس سے خلافت کا رخ ادھر ہی بڑھے جدھر آپ موڑنا چاہتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی بہت سوچ بوجھ سے کام لینے والا با سانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ اس میں حضرت عثمان کی کامیابی کے تمام اسباب فراہم تھے۔ اس کے ارکان کو دیکھئے تو ان میں ایک حضرت عثمان کے بہنوئی عبدالرحمن ابن عوف ہیں اور دوسرے سعد ابن ابی وقاص ہیں جو امیر المومنین سے کینہ و عناد رکھنے کے علاوہ عبدالرحمن کے عزیز و ہم قبیلہ بھی ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی حضرت عثمان کے خلاف تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ تیسرے طلحہ ابن عبید اللہ تھے، جن کے متعلق علامہ محمد عبدہ حواشی نخب البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں۔

وقد یکفی فی میلہ الی عثمان انحرافہ عن علی لانہ تیسمی وقد کان بین بنی ہاشم و بنی تیسیم مواجد لیکن الخلافۃ فی ابی بکر۔

رہے زبیر تو یہ اگر حضرت کا ساتھ دیتے بھی تو ایک اکیلی رائے کیا جاسکتی تھی۔ طبری وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ اس موقع پر مدینہ میں موجود نہ تھے، لیکن ان کی عدم موجودگی کی حضرت عثمان کی کامیابی میں سد راہ نہ تھی بلکہ وہ موجود بھی ہوتے جیسا کہ

شوری کے موقع پر پہنچ گئے تھے اور انہیں امیر المومنین کا ہمنوا بھی سمجھ لیا جائے جب بھی حضرت عثمان کی کامیابی میں کوئی شبہ نہ تھا کیونکہ حضرت عمر کے ذہن رسائے طریق کا یہ جو یہ کیا تھا کہ

فان رضى ثلاثة رجلا منهم وثلاثة رجلا منهم فحكموا عبد الله ابن عمر فكن الفر يقين حكم له فليختار وارجلا منهم فان لم يرضوا بحكم عبد الله ابن عمر نكو نواعم الذين فيهم عبد الرحمن ابن عوف و اقتلو الباقيين ان رغبوا عما اجتماع عليه الناس (طبری ج ۳ ص ۲۹۴)

اس مقام پر عبد اللہ ابن عمر کے فیصلہ پر ناراضا مندی کے کیا معنی جب کہ انہیں یہ ہدایت کر دی جاتی ہے کہ وہ اسی گروہ کا ساتھ دیں جس میں عبد الرحمن ہوں۔ چنانچہ عبد اللہ کو حکم دیا کہ

يا عبد الله ابن عمر ان اختلف القوم فكن مع الاكثر وان كانوا اثلاثة وثلاثة فاتبع الحزب الذى فيه عبد الرحمن (طبری ج ۳ ص ۲۹۵)

اس فہمائش سے اکثریت کی ہمنوائی سے بھی یہی مراد ہے کہ عبد الرحمن کا ساتھ دیا جائے کیونکہ دوسری طرف اکثریت ہو ہی کیونکر سکتی تھی۔ جب کہ ابوطالب انصاری کی زیر قیادت پچاس خونخوار تلواروں کو حزب مخالف کے سروں پر مسلط کر کے عبد الرحمن کے اشارہ چشم و ابرو پر جھکنے کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ امیر المومنین کی نظروں نے اسی وقت بھانپ لیا تھا کہ خلافت حضرت عثمان کی ہوگی۔ جیسا کہ آپ کے اس کلام سے ظاہر ہے جو ابن عباس سے خطاب ہو کر فرمایا۔

قال عدلت عنا قال وما عليك قال قرن بى عثمان وقال كوني ناعم الاكثر فان رضى رجلا من رجلا ورجلا من رجلا فكونوا ناعم الذين فيهم عبد الرحمن ابن عوف فسد لا يخالف ابن عمه و عبد الرحمن صهر عثمان (طبری ج ۳ ص ۲۹۴)

خلافت کا رخ ہم سے موڑ دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا کہ میرے ساتھ عثمان کو بھی لگا دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اکثریت کا ساتھ دو اور اگر دو ایک پر اور دو ایک پر رضا مند ہوں تو تم ان لوگوں کا ساتھ دو جن میں عبد الرحمن بن عوف ہو۔ چنانچہ سعد تو اپنے پیچھے بھاگی عبد الرحمن کا ساتھ دے گا اور عبد الرحمن تو عثمان کا بہنوئی ہوتا ہی ہے۔

بہر حال حضرت عمر کی رحلت کے بعد حضرت عائشہ کے حجرہ میں یہ اجتماع ہوا، اور دروازہ پر ابوطالب انصاری پچاس آدمیوں کے ساتھ شمشیر بکف آکھڑا ابوطالب نے کاروائی کی ابتداء کی اور سب کو گواہ بنا کر کہا کہ میں اپنا حق رائے دہندگی حضرت عثمان کو دیتا ہوں۔ اس پر زبیر کی رگ حمیت پھڑکی (کیونکہ ان کی والدہ حضرت کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب تھیں) اور انہوں نے اپنا حق رائے دہندگی علی ابن ابی طالب کو سونپ دیا۔ پھر سعد ابن ابی وقاص نے اپنا حق رائے دہندگی عبد الرحمن کے حوالے کر دیا اب مجلس شرعی کے ارکان صرف تین رہ گئے جن میں سے عبد الرحمن نے کہا کہ میں اس شرط پر اپنے حق سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہوں کہ آپ دونوں (علی ابن ابی طالب اور عثمان ابن عفان) اپنے میں سے ایک کو منتخب کر لینے کا حق مجھے دے دیں یا آپ میں سے کوئی ایک دستبردار ہو کر یہ حق لے لے۔ یہ ایک ایسا جال تھا جس میں امیر المومنین کو ہر طرف سے جکڑ لیا گیا تھا۔ کہ یا تو اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں یا عبد الرحمن کو اپنی من مانی کاروائی کرنے دیں پہلی صورت آپ کے لئے ممکن ہی نہ تھی کہ حق سے دستبردار ہو کر عثمان یا عبد الرحمن کو منتخب کریں۔ اس لئے آپ اپنے حق پر جیسے رہے اور عبد الرحمن نے اپنے کو اس سے الگ کر کے یہ اختیار سنبھال لیا اور امیر المومنین سے مخاطب ہو کر کہا۔ ابا يعلى كتاب الله وسنة رسول الله وسيرة الشيوخين ابى بكر وعمر۔ میں اس شرط پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا سنت رسول اور ابو بکر اور عمر کی سیرت پر چلیں۔ آپ نے کہا میں علی کتاب الله وسنة رسول الله و اجتهد رائي نہیں بلکہ میں اللہ کی کتاب رسول کی سنت اور اپنے مسلک پر چلوں گا۔ تین مرتبہ دریافت کرنے کے بعد جب یہی جواب ملا تو حضرت عثمان سے مخاطب ہو کر کہا کیا آپ کو یہ شرط منظور ہیں ان کے لئے انکار کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔ انہوں نے ان شرائط کو مان لیا اور ان کی بیعت ہو گئی۔ جب امیر المومنین نے اپنے حق کو یوں پامال ہوتے دیکھا تو فرمایا۔

”ليس لهذا اول يوم تظاهر تم فيه علينا فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون“ واللہ ما وليت عثمان الا ليرد الامر اليك (طبری ج ۳ ص ۲۹۷)

ابن ابی الحدید نے شوری کے واقعات کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہو گئی تو امیر المومنین نے عبد الرحمن اور عثمان کو مخاطب کر کے کہا دق اللہ بینکما عطر منشم خدا تمہارے درمیان عطر منشم۔ چھڑ کے اور تمہاری ایک دوسرے سے بن نہ آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے سخت دشمن ہو گئے اور عبد الرحمن نے مرتے دم تک حضرت عثمان سے بات چیت کرنا گوارا نہ کی اور ہستہ مرگ پر بھی انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شوری اسی کا نام ہے جو چھ آدمیوں میں منحصر ہوا اور پھر تین میں اور آخر میں ایک ہی فرد میں منحصر ہو کر رہ جائے اور کیا انتخاب خلافت کے لئے سیرت شفیق کی شرط حضرت عمر کی طرف سے تھی یا عبد الرحمن نے امیر المومنین اور خلافت کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنے کے لئے پیش کی تھی۔ حالانکہ خلیفہ اول نے خلیفہ ثانی کو نامزد کرتے وقت یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ تمہیں میری سیرت پر چلنا ہوگا۔ تو اس کا یہاں پر کیا عمل تھا۔

بہر صورت امیر المومنین نے فتنہ و فساد کو روکنے اور حجت تمام کرنے کے لئے اس میں شرکت کو افرامانی تاکہ ان کے ذہنوں پر قفل

(۱۰) مدینہ کے گرد جتنی چراگاہیں تھیں ان میں بنی امیہ کے علاوہ کسی کے اونٹوں کو چرنے کی اجازت نہ تھی۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)

(۱۱) مرنے کے بعد ایک لاکھ پچاس ہزار دینار لاکھ درہم آپ کے ہاں نکلے۔ جاگیروں کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ صرف چند ایک جاگیروں کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ دینار تھا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ (مروج الذهب جلد ۱ ص ۴۳۵)۔

(۱۲) مرکزی شہروں پر آپ ہی کے عزیز و اقارب حکمران تھے۔ چنانچہ کوفہ پر ولید ابن عقبہ حاکم تھا مگر جب اس نے شراب کے نشہ میں چور ہو کر صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی تو لوگوں کے شور مچانے پر اسے معزول تو کر دیا مگر اس کی جگہ پر سعید ابن عاص ایسے فاسق کو مقرر کر دیا۔ مصر پر عبداللہ ابن ابی سرح شام پر معاویہ ابن ابی سفیان اور بصرہ پر عبداللہ ابن عامر آپ کے مقرر کردہ حکمران تھے۔ (مروج الذهب جلد ۱ ص ۴۲۵)

خطبہ ۴

وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَنَّا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظُّلُمَاءِ وَ تَسَنَّمْتُمُ الْعَلْيَاءَ وَ بَنَّا أَنْفَجَرْتُمْ عَنِ السَّرَارِ وَ قَرَّ سَمْعُ لَمْ يَفْقَهُ السَّوَاعِيَةَ وَ كَيْفَ يَرَا عِي النَّبَاءَ مَنْ أَصَبَتْهُ الصَّيْحَةُ رَبَّطَ جَنَانُ لَمْ يُفَارِقَهُ الْخَفَقَانُ مَا زِلْتُ أَنْتَظِرُ بَكْمُ عَوَائِبِ الْعَذْرِ وَ أَتَوَسَّسْتُكُمْ بِحَلِيَةِ الْمُخْتَرَيْنِ سَتَرْتُ فِي عَنَّاكُمْ جَلْبَابَ الدِّينِ وَ بَصُرْتُكُمْ صَدَقَ النَّبِيُّ أَتَبْتُ لَكُمْ عَلَى سَنَنِ الْحَقِّ فِي جَوَادِّ الْمَضَلَّةِ حَيْثُ تَلْتَفُونَ وَ لَا دَلِيلَ وَ تَحْتَفِرُونَ وَ لَا تُبَيِّهُونَ الْيَوْمَ أَنْطَقَ لَكُمْ الْعَجَعَاءُ ذَاتَ الْبَيَانِ غَرَبَ رَأَى أَمْرِي تَخَلَّفَ عَنِّي مَا شَكَّكَتُ فِي الْحَقِّ مُدَّارِ يَتَهُ لَمْ

ہماری وجہ سے تم نے (مگر ابھی) کی تیرگیوں میں ہدایت کی روشنی پائی اور رفعت و بلندی کی چوٹیوں پر قدم رکھا، اور ہمارے سبب سے اندھیری راتوں کو اندھیاریوں سے صبح (ہدایت) کے اجالوں میں آ گئے۔ وہ کان بہرے ہو جائیں جو چلانے والے کی چیخ پکار نہ سنیں۔ بھلا وہ کیونکر میری کمزور اور دھیمی آواز کو سن پائیں گے جو اللہ و رسول کی بلند بانگ صداؤں کے سننے سے بھی بہرے رہ چکے ہوں، ان دلوں کو سکون و قرآن نصیب ہو، جن سے خوف خدا کی دھڑکنیں الگ نہیں ہوتیں میں تم سے ہمیشہ عذروں، بیوفائی ہی کے نتائج کا منتظر رہا اور فریب خوردہ لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ کے ساتھ تمہیں بھانپ لیا تھا۔ اگرچہ دین کی نقاب نے مجھ کو تم سے چھپائے رکھا لیکن میری نیت کے صدق و صفائے تمہاری صورتیں مجھے دکھا دی تھیں۔ میں بھٹکانے والی راہوں میں تمہارے لئے جادہ حق پر کھڑا تھا جہاں تم ملتے ملتے تھے مگر کوئی راہ دکھانے والا نہ تھا۔ تم کنواں کھودتے تھے مگر پانی نہیں نکال سکتے تھے۔ آج میں نے اپنی اس خاموش زبان کو جس میں بڑی بان کی قوت ہے۔ گویا کیا ہے اس شخص کی رائے کے لئے دوری ہو جس نے مجھ

لے دینار سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے ہوتا ہے۔ (فتاویٰ الادب)

پڑ جائیں اور یہ نہ کہتے پھریں کہ ہم تو انہی کے حق میں رائے دیتے مگر خود انہوں نے شوری سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیں موقع نہ دیا کہ ہم آپ کو منتخب کرتے۔

عہد ثالث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے برسر اقتدار آتے ہی بنی امیہ کی بن آئی اور انہوں نے بیت المال کو لوٹنا شروع کر دیا اور جس طرح چوپائے خشک سالیوں کے بعد ہر ابھرا سبزہ دیکھ لیں تو اسے پامال کر کے چھوڑتے ہیں یونہی یہ اللہ کے مال پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور اسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ آخر اس خود پروری اور خویش نوازی نے انہیں وہ روز بد دکھایا کہ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں تلواروں کی زد پر رکھ لیا اور سب کھایا پیا اگلا لیا۔

اس دور میں جس طرح کی بے عنوانیاں ہوئیں ان پر کسی مسلمان کا دل دکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جلیل القدر صحابہ تو گوشوں میں پڑے ہوں۔ غربت ان پر چھائی ہوئی ہو، افلاس انہیں گھیرے ہوئے ہو اور بیت المال پر تسلط ہو تو بنی امیہ کا عہدوں پر چھائے ہوئے ہوں تو انہیں کے نوخیز اور نہ تجربہ کار افراد مسلمانوں کی مخصوص ملکیتوں پر قبضہ ہو تو ان کا تمام چراگاہوں میں چوپائے چریں تو ان کے محلات تعمیر ہوں تو ان کے باغات لگیں تو ان کے اور کوئی درد مند ان بے اعتدالیوں کے خلاف زبان ہلائے تو اس کی پہلیاں توڑ دی جائیں اور کوئی اس سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ زکوٰۃ و صدقات جو فقر اور مساکین کا حق تھا اور بیت المال جو مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھا اس کا مصروف کیا قرار دیا گیا تھا وہ ذیل کے چند نمونوں سے ظاہر ہے۔

- (۱) حکم ابن عاص کو کہ جسے رسول نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا نہ صرف سنت رسول بلکہ سیرت شیخین کی بھی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُسے مدینہ واپس بلوایا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۹۴)
- (۲) ولید ابن عقبہ کو کہ جسے قرآن نے فاسق کہا ہے مسلمانوں کے مال میں سے ایک لاکھ درہم دیئے۔ (عقد الفریج ص ۳۳)
- (۳) مروان ابن حکم سے اپنی بیٹی ابان کی شادی کی تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے دیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)
- (۴) حارث ابن حکم سے اپنی بیٹی عائشہ کا عقد کیا تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے اسے عطا فرمائے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۳۹۱)
- (۵) ابوسفیان ابن حرب کو دو لاکھ درہم دیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۳۹۹)
- (۶) عبداللہ ابن خالد کو چار لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ص ۸۴)
- (۷) مال افریقہ کا ٹمیس (پانچ لاکھ دینار) مروان کی نذر کر دیا۔ (معارف ص ۸۴)
- (۸) فدک کہ جسے صدقہ عام کہہ کر پیغمبر کی قدسی صفات بیٹی سے روک لیا گیا تھا۔ مروان کو عطائے خسروانہ کے طور پر دے دیا۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۸۴)
- (۹) بازار مدینہ میں بہزور ایک جگہ تھی جسے رسول نے مسلمانوں کے لئے وقف عام قرار دیا تھا۔ حارث ابن حکم کو بخش دی۔ (معارف ص ۸۴)

لے منشم ایک عورت کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں حنوط وغیرہ بچا کرتی تھی۔ اس وجہ سے جب قبائل عرب آپس میں لڑتے تو بطور مثل کہا جاتا تھا کہ ان پر منشم پھڑکے یعنی وہ چیز کہ جس کو خوشبودی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب یہ لڑ بھڑ کر ختم ہو جائیں گے ان کے لئے کفن و حنوط تیار رکھو۔ (المعارف)

پڑ جائیں اور یہ نہ کہتے پھریں کہ ہم تو انہی کے حق میں رائے دیتے مگر خود انہوں نے شوریٰ سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیں موقع نہ دیا کہ ہم آپ کو منتخب کرتے۔

۵ عہد ثالث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے برسرِ اقتدار آتے ہی بنی امیہ کی بنی آئی اور انہوں نے بیت المال کو لوٹا شروع کر دیا اور جس طرح چو پائے شنگ سالیوں کے بعد ہر ابھر اسزہ دیکھ لیں تو اُسے پامال کر کے چھوڑتے ہیں یونہی یہ اللہ کے مال پر بے تحاشا لوٹ پڑے اور اسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ آخر اس خود پروری اور خویش نوازی نے انہیں وہ روز بد دکھایا کہ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں تلواروں کی زد پر رکھ لیا اور سب کھایا پیا اگھو لیا۔

اس دور میں جس طرح کی بے عنوانیاں ہوئیں ان پر کسی مسلمان کا دل دکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جلیل القدر صحابہ تو گوشتوں میں پڑے ہوں۔ غربت اُن پر چھائی ہوئی ہو، افلاس انہیں گھیرے ہوئے ہو اور بیت المال پر تسلط ہو تو بنی امیہ کا عہدوں پر چھائے ہوئے ہوں تو انہیں کے نوخیز اور نہ تجربہ کار افراد مسلمانوں کی مخصوص ملکیتوں پر قبضہ ہو تو ان کا تمام چراگا ہوں میں چو پائے چریں تو ان کے محلات تعمیر ہوں تو ان کے باغات لگیں تو ان کے اور کوئی دردمند ان بے اعتدالیوں کے خلاف زبان ہلائے تو اس کی پسلیاں تو زدی جائیں اور کوئی اس سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ زکوٰۃ و صدقات جو فقر اور مساکین کا حق تھا اور بیت المال جو مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھا اس کا مصروف کیا قرار دیا گیا تھا وہ ذیل کے چند نمونوں سے ظاہر ہے۔

- (۱) حکم ابن عاص کو کہ جسے رسول نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا نہ صرف سنت رسول بلکہ سیرت شیخین کی بھی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُسے مدینہ واپس بلوا لیا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۹۴)
- (۲) ولید ابن عقبہ کو کہ جسے قرآن نے فاسق کہا ہے مسلمانوں کے مال میں سے ایک لاکھ درہم دیئے۔ (عقد الفرید ج ۳ ص ۹۴)
- (۳) مروان ابن حکم سے اپنی بیٹی ابان کی شادی کی تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے دیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)
- (۴) حارث ابن حکم سے اپنی بیٹی عائشہ کا عقد کیا تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے اسے عطا فرمائے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۹۱)
- (۵) ابوسفیان ابن حرب کو دو لاکھ درہم دیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۳۹)
- (۶) عبداللہ ابن خالد کو چار لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ص ۸۴)
- (۷) مال افریقہ کا تیس (پانچ لاکھ دینار) مروان کی نذر کر دیا۔ (معارف ص ۸۴)
- (۸) فدک کہ جسے صدقہ عام کہہ کر پیغمبر کی قدسی صفات بیٹی سے روک لیا گیا تھا۔ مروان کو عطائے خسروانہ کے طور پر دے دیا۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۸۴)
- (۹) بازار مدینہ میں ہنرور ایک جگہ تھی جسے رسول نے مسلمانوں کے لئے وقف عام قرار دیا تھا۔ حارث ابن حکم کو بخش دی۔ (معارف ص ۸۴)

۷ منہم ایک عورت کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں حنوط وغیرہ بیچا کرتی تھی۔ اس وجہ سے جب قبائل عرب آپس میں لڑتے تو بطور مثل کہا جاتا تھا کہ ان پر عطر منہم چھڑکو یعنی وہ چیز کہ جس کو خوشبودی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب یہ لڑ بھڑ کر ختم ہو جائیں گے ان کے لئے کفن و حنوط تیار رکھو۔ (المعارف)

(۱۰) مدینہ کے گرد جتنی چراگاہیں تھیں ان میں بنی امیہ کے علاوہ کسی کے اونٹوں کو چرنے کی اجازت نہ تھی۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)

(۱۱) مرنے کے بعد ایک لاکھ پچاس ہزار دینار اور دس لاکھ درہم آپ کے ہاں نکلے۔ جاگیروں کا کچھ ٹکڑا نہ نہیں۔ صرف چند ایک جاگیروں کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ دینار تھا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ (مروج الذهب جلد ۱ ص ۴۳۵)

(۱۲) مرکزی شہروں پر آپ ہی کے عزیز و اقارب حکمران تھے۔ چنانچہ کوفہ پر ولید ابن عقبہ حاکم تھا مگر جب اس نے شراب کے نشہ میں چور ہو کر صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی تو لوگوں کے شور مچانے پر اُسے معزول تو کر دیا مگر اس کی جگہ پر سعید ابن عاص ایسے فاسق کو مقرر کر دیا۔ مصر پر عبداللہ ابن ابی سرح شام پر معاویہ ابن ابی سفیان اور بصرہ پر عبداللہ ابن عامر آپ کے مقرر کردہ حکمران تھے۔ (مروج الذهب جلد ۱ ص ۴۲۵)

خطبہ ۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِنَا
اهْتَدَيْتُمْ فِي الظُّلُمَاءِ وَتَسَنَّتُمْ الْعَلْيَاءِ
وَبِنَا أَنْفَجَرْتُمْ عَنِ السَّرَارِ وَقَرَّ سَمْعُ لَمْ
يَفْقَهُ الْوَاعِيَةِ وَكَيْفَ يَرَا عَمَى النَّبَاءَ
مَنْ أَصْنَتُهُ الصَّيْحَةُ رَبَطَ جَنَانُ لَمْ
يُفَارِقُهُ الْخَفَقَانُ مَا زِلْتُ أَنْتَظِرُ بَكْمُ
عَوَاقِبَ الْعَذَرِ - وَأَتَوَسَّسُكُمْ بِحِلْيَةِ
الْمُغْتَرِبِينَ سَتَرْتُ فِي عَنكُمْ جِلْبَابَ الدِّينِ
وَبَصُرْتُكُمْ صِدْقُ النَّبِيِّ - أَتَمَّتْ لَكُمْ
عَلَى سَنَنِ الْحَقِّ فِي جَوَادِ الْمَضَلَّةِ،
حَيْثُ تَلْتَفُونَ وَلَا دَلِيلَ وَتَحْتَفِرُونَ وَلَا
تُبَيِّهُونَ - الْيَوْمَ أَنْطِقُ لَكُمْ الْعَجْعَاءَ ذَاتِ
الْبَيَانِ غَرَبَ رَأَى أَمْرِيءَ تَحَلَّفَ عَنِّي
مَا شَكَّكْتُ فِي الْحَقِّ مُدَّارِ يَتُهُ لَمْ

۷ دینار سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے ہوتا ہے۔ (فتی اللادب)

اٹھے اور نہیں تو (اقتدار کی کرسی) دوسروں کے لئے چھوڑ بیٹھے۔ اور اس طرح خلق خدا کو بدامنی سے راحت میں رکھے۔ (اس وقت طلب خلافت کے لئے کھڑا ہونا) یہ ایک گندلا پانی اور ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلوگیر ہو کر رہے گا۔ پھلوں کو ان کے پکنے سے پہلے چننے والا ایسا ہے جیسے دوسروں کی زمین میں کاشت کرنے والا۔ اگر بولتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیوی سلطنت پر مٹے ہوئے ہیں اور چپ رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے۔ افسوس اب یہ بات جب کہ میں ہر طرح کے نشیب و فراز دیکھے بیٹھا ہوں۔ خدا کی قسم ابوطالبؑ کا بیٹا موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچا پنی ماں کی چھاتی سے اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ البتہ ایک علم پوشیدہ میرے سینے کی تہوں میں لپٹا ہوا ہے کہ اسے ظاہر کر دوں تو تم اسی طرح سچ و تاب کھانے لگو جس طرح گہرے کنوؤں میں رسیاں لرزتی اور تھر تھراتی ہیں۔

وَعَرَّجُوا عَنْ طَرِيقِ الْمَنَافِرَةِ وَصَنَعُوا
عَنْ تَيْجَانِ الْمَفَاخِرَةِ أَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ
بِجَنَاحِ- أَوْ اسْتَسْلِمَ فَأَرَا حَ هَذَا مَاءً
أَجْنٌ وَلَقْمَةً يَعَضُّ بِهَا أَكْلَهَا- وَمُجْتَنِي
الْثَمَرَةَ لِعَبِيرٍ وَقَتِ إِنِنَّا عَهَا كَالزَّارِعِ بَغِيرِ
أَرْضِهِ فَإِنْ أَقْلَ يَقُولُوا حَرَصَ عَلَى
السُّلْكِ وَإِنْ أَسْكُتَ يَقُولُوا جَزَعَ مِنْ
الْمَوْتِ هَيْهَاتَ بَعْدَ اللَّتَا وَالْتَبَى وَاللَّهِ لَا
بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَنْسَ بِالْمَوْتِ مِنَ الْطِفْلِ
يَبْذِي أُمَّهُ بَلْ إِنْ دَ مَجَتْ عَلَى مَكْنُونٍ
عِلْمٌ لَوْ بَحْتُ بِهِ لَا ضُطْرَبْتُمُ اضْطَرَابَ
الْأَدْنِيَّةِ فِي الطَّوِيِّ الْبَعِيدَةِ-

۱۔ جب پیغمبر اکرمؐ کی وفات ہوئی تو ابوسفیان مدینہ میں موجود نہ تھا۔ واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں اس المناک حادثہ کی اطلاع ملی۔ فوراً پوچھنے لگا کہ مسلمانوں کی امارت و قیادت کس کو ملی ہے اسے بتایا گیا کہ لوگوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ یہ سن کر عرب کا مانا ہوا فتنہ پرداز سوچ میں پڑ گیا اور آخر ایک تجویز لے کر عباس ابن عبدالمطلب کے پاس آیا اور کہا کہ دیکھو ان لوگوں نے دھاندلی بجا کر خلافت ایک تنہی کے حوالے کر دی اور بنی ہاشم کو ہمیشہ کے لئے اس سے محروم کر دیا اور یہ اپنے بعد بنی عدی کے ایک درشت خود مند مزاج کو ہمارے سروں پر مسلط کر جائے گا۔ چلو علی ابن ابی طالبؑ سے کہیں کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑیں اور اپنا حق لینے کے لئے میدان میں اتر آئیں۔ چنانچہ وہ عباس کو ہمراہ لے کر حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور اگر کوئی مخالفت کے لئے اٹھا تو میں مدینہ کے گلی کوچوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ امیر المومنین کے لئے یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ وہ اپنے کو پیغمبر کا صحیح و جائز جانشین سمجھتے تھے اور ابوسفیان ایسا جتنے قبیلے والا امداد کے لئے آمادہ کھڑا تھا۔ صرف ایک اشارہ کافی تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑکنے لگتے۔ مگر امیر المومنین کے تدبیر و اصابہ رائے نے مسلمانوں کو فتنہ سے بچالیا اور آپ کی دور رس نظروں نے بھانپ لیا کہ یہ قبائلی تعصب اور نسلی امتیاز کو ابھار کر آپس میں لڑوانا چاہتا ہے، تاکہ اسلام میں ایک ایسا زلزلہ آئے جو اس کی بنیاد تک کو ہلا دے۔ لہذا آپ نے اس کی رائے کو ٹھکرا کر اسے سختی سے جھڑکا اور اس موقع پر یہ کلمات ارشاد فرمائے جن میں لوگوں کو فتنہ انگیز یوں اور بے جاسر بلند یوں سے روکا ہے اور اپنا مؤلف یہ بتایا ہے کہ میرے لئے دینی صورتیں ہیں یا تو جنگ کے لئے اٹھ کھڑا ہوں یا اپنے حق سے دستبردار ہو کر ایک گوشہ میں چپکے سے بیٹھ جاؤں۔ اگر جنگ کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو کوئی یار و مددگار دکھائی نہیں دیتا کہ ان ابھرنے والے فتنوں کو دبا سکوں! اب یہی چارہ کار ہے کہ خاموشی سے وقت کا انتظار کروں۔ یہاں تک کہ حالات سازگار ہوں۔

يُوحِسُ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
حَيْفَةً عَلَى نَفْسِهِ أَشْفَقَ مِنْ غَلْبَةِ
الْجُهَالِ وَدَوَلِ الضَّلَالِ الْيَوْمَ
تَوَاقَفْنَا عَلَى سَبِيلِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ
مَنْوُثِقٍ بِمَاءٍ لَمْ يَظْمَأْ-

سے کنارہ کشی کی۔ جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے کبھی اس میں شک و شبہ نہیں کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی جان کے لئے خوف کا لحاظ کبھی نہیں کیا۔ بلکہ جاہلوں کے غلبہ اور گمراہی کے تسلط کا ڈر تھا (اسی طرح میری اب تک کی خاموشی کو سمجھتا چاہئے) آج ہم اور تم حق و باطل کے دورا ہے پر کھڑے ہوئے ہیں جسے پانی کا اطمینان ہے وہ پیاس نہیں محسوس کرتا۔ اسی طرح میری موجودگی میں تمہیں میری قدر نہیں۔

۲۔ حضرت موسیٰؑ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب ان کے مقابلے میں جادوگر بلائے گئے اور انہوں نے رسیاں اور لائیں انہیں زمین پر پھینک کر اپنا سحر دکھایا تو آپؑ نے گئے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

يُخِيلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِ هُمْ أَنْهَا تَسْعَى
فَأَوْحَسَ فِي نَفْسِهِ حَيْفَةً مُوسَى قَلْنَا
لَا تَخَفْ إِنَّكَ الْأَعْلَى

موسیٰؑ کو یوں محسوس ہوا کہ وہ دوڑ رہی ہیں جس سے وہ جی میں ڈرے۔ ہم نے کہا کہ موسیٰؑ تم کوئی اندیشہ نہ کرو۔ یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے خوف کھانے کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ چونکہ رسیوں اور لائیں کو سانپ کی طرح دوڑتے دیکھ رہے تھے۔ اس لئے انہیں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو اور وہ اس سبب سے خائف ہو گئے ہوں بلکہ ان کے ڈرنے کا سبب یہ خیال تھا کہ کہیں دنیا والے ان شعبدوں بازیوں سے متاثر ہو کر گمراہی میں نہ پڑ جائیں اور ان نظر بند یوں سے باطل کی بنیادیں مستحکم نہ ہو جائیں۔ چنانچہ موسیٰؑ کو یہ کہ ڈھارس نہیں دی جاتی کہ تمہاری جان محفوظ ہے بلکہ یہ کہا گیا کہ تم ہی غالب رہو گے اور تمہارا ہی بول بالا ہوگا۔ چنانچہ انہیں اندیشہ حق کے دب جانے اور باطل کے ابھرنے کا تھا نہ اپنی جان کے جانے کا کہ حق کی فتح و کامرانی کے بجائے حفظ جان کی انہیں تسلی دی جاتی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خوف یہی ہے کہ کہیں دنیا والے ان لوگوں (طلحہ و زبیر وغیرہ) کی فریب کاریوں کے پھندے میں نہ پھنس جائیں اور حق سے مزید موڑ کر ضلالت و گمراہی میں نہ جا پڑیں۔ ورنہ مجھے اپنی جان کی کبھی پروا نہیں ہوتی۔

خطبہ ۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَبِضَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَحَاطَبُ الْعَبَّاسُ وَأَبُو سَفْيَانَ بَنِ حَرْبٍ
فِيَّ أَنْ يَبَايَعَا لَهُ بِالْخِلَافَةِ
أَيُّهَا النَّاسُ شَقُّوا أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفْنِ النَّجَاةِ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی تو عباس اور ابوسفیان ابن حرب نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں جس پر حضرت نے فرمایا۔

اپنا رخ موڑ لو، فخر و مباہات کے تاج اتار ڈالو۔ صحیح طریقہ عمل اختیار کرنے میں کامیاب وہ ہے جو اٹھے تو پردہ بال کے ساتھ

اور عقلی و روحانی تقاضے بدلانے میں ضعف و انحطاط آیا کرتا ہے اور چونکہ موت لائقے پروردگار کا ذریعہ اور اس کا ساز و سامان اور اس کی تخلیق ان کے کام و دہن کے لئے لذت اندوزی کا سر و سامان بن جایا کرتی ہیں اور اس سے ان کا انس و بیانی ہوتا ہے جیسا کہ پیاسے کانویں سے اور بھٹکے ہوئے مسافر کا منزل سے چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام جب ابن ملجم کے قاتلانہ حملے سے مجروح ہوئے تو فرمایا کہ و ما كنت الا كقارب وردا وطالب وحد وماعد الله خير الابرار میں موت کا چشمہ لگا تار ڈھونڈ رہا تھا کہ اس کے گھاٹ پر آ پہنچا اور اسی منزل کی طلب و تلاش میں تھا کہ اسے پالیا اور نیکو کاروں کے لئے اللہ کے یہاں کی نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر کیا ہو سکتا ہے اور پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ ليس للمومن راحة دون لقاء الله لقاء رباني کے علاوہ مومن کے لئے کہیں پر راحت کا سر و سامان نہیں ہے۔

خطبہ ۶

جب آپ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ طلحہ وزیر کا پیچھا نہ کریں اور ان سے جنگ کرنے کی نہ ٹھان لیں تو آپ نے فرمایا۔

ومن كلام له عليه السلام لما أشير اليه بان لا يتبع طلحة والزبير ولا يروصد لهما القتال۔

خدا کی قسم میں اس بجو کی طرح نہ ہوں گا جو لگا تار کھٹکٹائے جانے سے سوتا ہوا بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا طلبگار (شکاری) اس تک پہنچ جاتا ہے اور گھاٹ لگا کر بیٹھنے والا اس پر اچانک قابو پالیتا ہے۔ بلکہ میں تو حق کی طرف بڑھنے والوں اور گوش پر آواز اطاعت شعاروں کو لے کر ان خطاؤ شک میں پڑنے والوں پر اپنی تلوار چلاتا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت کا دن آجائے۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ نے اپنے رسول کو دنیا سے اٹھایا برابر دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا۔

وَاللّٰهُ لَا اَكُوْنَ كَالضَّبْعِ تَنَامُ عَلٰى طُوْلِ اللَّدْمِ حَتّٰى يَصِلَ اِلَيْهَا طَالِبُهَا وَيَخْتَلِبُهَا رَاَصِدُهَا وَلَكِنِّىْ اَضْرِبُ بِالْقَبْلِ اِلَى الْحَقِّ الْمُدْبِرِ عَنْهُ وَبِالسَّامِعِ الْمُطِيعِ الْعَاصِى الْمُرِيْبِ اَبَدًا حَتّٰى يَأْتِىَّ عَلٰى يَوْمِىْ فَوَاللّٰهِ مَا دَلْتُ مَذْفُوْعًا عَنْ حَقِّىْ مُسْتَأْثَرًا عَلٰى مُنْذُ قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيَّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا۔

۱۔ جب امیر المومنین نے طلحہ وزیر کے عقب میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ان سے آپ کو کوئی گزند پہنچے تو اس کے جواب میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ میں کب تک اپنا حق چھٹتا ہوا دیکھتا رہوں گا اور خاموش بیٹھا رہوں گا۔ اب تو جب میرے دم میں دم ہے میں ان سے لڑوں گا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گا اور انہیں یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ میں بجو کی طرح بآسانی ان کے قابو میں آ جاؤ گا۔

ضع کے معنی بجو کے ہیں۔ اس کی کنیت ام عامر اور ام طریق ہے اور اسے حضاجر بھی کہا جاتا ہے۔ حضاجر ضحیر کی جمع ہے۔ جس کے معنی پیٹ کے ہوتے ہیں لیکن جب جمع کی صورت میں اسے استعمال کیا جائے تو اس سے مجومرادی جاتی ہے۔ چونکہ یہ ہر چیز نکل جاتا

اس موقع پر امیر المومنین کی خاموشی مصلحت بنی و دور اندیشی کی آئینہ دار تھی۔ کیونکہ ان حالات میں اگر مدینہ مرکز جنگ بن جاتا تو اس کی آگ تمام عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ مہاجرین و انصار میں جس رنجش و چپقلش کی ابتداء ہو چکی تھی وہ بڑھ کر اپنی انتہا کو پہنچتی۔ منافقین کی ریشہ دوانیاں اپنا کام کرتیں اور اسلام کی کشتی ایسے گرداب میں جا پڑتی کہ اس کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ اس لئے امیر المومنین نے دکھ سے کڑیاں جھیلیں مگر ہاتھوں کو جنبش نہیں دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبرؐ نے مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کیں۔ مگر صبر و استقلال کو چھوڑ کر لڑنے لجنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ چونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر اس وقت جنگ چھڑ گئی تو اسلام کے پھلنے پھولنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ البتہ جب پشت پر اتنے احوال و انصار ہونے کے جو کفر کی طغیانوں کو دبانے اور فتنوں کو کچلنے کی طاقت رکھتے تھے تو دشمن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح امیر المومنین پیغمبرؐ کی سیرت کو مشعل راہ بناتے ہوئے تلوار کی قوت اور دست و بازو کے زور کا مظاہرہ نہیں کرتے چونکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے ناصر و مددگار اٹھ کھڑا ہونا، کامرانی و کامیابی کے بجائے شورش انگیزی و زیاں کاری کا سبب بن جائے گا اس لئے اس موقع کے لحاظ سے طلب امارت کو ایک گند لے پانی اور گلے میں بھنسنے جانے والے لقمہ سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے چھینا چھین کر کے اس لقمہ کو چھین لیا تھا اور ٹھونس ٹھانس کر اُسے نگل لینا چاہا ان کے گلے میں بھی یہ لقمہ اٹک کر رہ گیا کہ نہ نلگتے بنتی تھی اور نہ اگلنے بنتی تھی۔ یعنی نہ تو وہ اسے سنبھال سکتے تھے جیسا کہ ان لغزشوں سے ظاہر ہے جو اسلامی احکام کے سلسلہ میں کھائی جاتی تھیں اور نہ یہ پھندا اپنے گلے سے اتارنے کیلئے تیار ہوتے تھے۔ پھر اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر میں ان ناسازگار حالات میں خلافت کے شمرنا رسیدہ کو توڑنے کی کوشش کرتا تو اس سے باغ بھی اُجڑتا اور میرے ہاتھ بھی کچھ نہ آتا۔ جیسے کہ ان لوگوں کی حالت ہے کہ غیر کی زمین میں کھیتی تو کر بیٹھے مگر نہ اس کی حفاظت کر سکتے نہ جانوروں سے اُسے بچا سکتے۔ نہ وقت پر پانی دے سکتے اور نہ اس سے کوئی جنس حاصل کر سکتے۔ بلکہ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کہتا ہوں کہ اس زمین کو خالی کر دو تا کہ اس کا مالک خود کاشت کرے اور خود نگہداشت کرے تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ کتنے حریص اور لالچی ہیں اور چپ رہتا ہوں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ میں کسی موقع پر ڈر اور کب جان بچا کر میدان سے بھاگا جبکہ ہر چھوٹا بڑا معرکہ میری بے جگری کا شاہد اور میری جرأت و ہمت کا گواہ ہے جو تلواروں سے کھیلے اور پہاڑوں سے نکرانے وہ موت سے نہیں ڈرا کرتا۔ میں تو موت سے اتنا مانوس ہوں کہ بچہ ماں کی چھاتی سے بھی اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ سنو! میرے چپ رہنے کی وجہ وہ علم ہے جو پیغمبرؐ نے میرے سینے میں ودیعت فرمایا ہے۔ اگر ابھی سے اسے ظاہر کر دوں تو تم سراسیمہ و مضطرب ہو جاؤ گے۔ کچھ دن گزرنے دو تم خود میری خاموشی کی وجہ جان لو گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اسلام کے نام سے کیسے کیسے لوگ اس مسند پر آئیں گے اور کیا کیا تباہیاں مچائیں گے۔ میری خاموشی کا یہی سبب ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، ورنہ بے وجہ خاموشی نہیں۔

نموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

۲۔ موت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مجھے اتنی محبوب ہے کہ بچے کو اپنی ماں کی آغوش میں اپنے سر چشمہ غذا کی طرف ہمک کر بڑھتا اتنا محبوب نہیں ہوتا کیونکہ ماں کی چھاتی سے بچے کا انس ایک طبعی تقاضے کے زیر اثر ہوتا ہے اور طبعی تقاضے سن کے ساتھ بدلنے رہتے ہیں۔ چنانچہ زمانہ رضاعت کا محدود عرصہ گزارنے کے بعد جب اس کی طبیعت پلٹا کھاتی ہے تو جس سے مانوس رہتا ہے پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے لیکن لقاء پروردگار سے انبیاء و اولیاء کا انس عقلی و روحانی ہوتا ہے

اور عقلی و روحانی تقاضے بدل نہیں کرتے اور نہ ان میں ضعف و انحطاط آیا کرتا ہے اور چونکہ موت لقاے پروردگار کا ذریعہ اور اس کا ساز و سامان اور اس کی تخلیق ان کے کام و دہن کے لئے لذت اندوزی کا سر و سامان بن جایا کرتی ہیں اور اس سے ان کا انس و بیانی ہوتا ہے جیسا کہ پیاسے کانویں سے اور بھٹکے ہوئے مسافر کا منزل سے چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام جب ابن ملجم کے قاتلانہ حملے سے مجروح ہوئے تو فرمایا کہ و ما كنت الا كقارب وردا وطالب وحد وماعدن الله خير الابوار میں موت کا چشمہ لگا تار زھونڈ رہا تھا کہ اس کے گھاٹ پر آ پہنچا اور اسی منزل کی طلب و تلاش میں تھا کہ اسے پالیا اور نیکو کاروں کے لئے اللہ کے یہاں کی نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر کیا ہو سکتا ہے اور پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ لیس للمومن راحة دون لقاء الله لقاے ربانی کے علاوہ مومن کے لئے کہیں پر راحت کا سر و سامان نہیں ہے۔

خطبہ ۶

جب آپ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ طلحہ وزیر کا پیچھا نہ کریں اور ان سے جنگ کرنے کی نہ ٹھان لیں تو آپ نے فرمایا۔

ومن كلام له عليه السلام لما أشير اليه بان لا يتبع طلحة والزبير ولا يرصد لهما القتال۔

خدا کی قسم میں اس بجو کی طرح نہ ہوں گا جو لگا تار کھٹکٹائے جانے سے سوتا ہوا بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا طلبگار (خکاری) اس تک پہنچ جاتا ہے اور گھاٹ لگا کر بیٹھنے والا اس پر اچانک قابو پالیتا ہے۔ بلکہ میں تو حق کی طرف بڑھنے والوں اور گوش پر آواز اطاعت شعاروں کو لے کر ان خطاؤ شک میں پڑنے والوں پر اپنی تلوار چلاتا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت کا دن آجائے۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ نے اپنے رسول کو دنیا سے اٹھایا برابر دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا۔

وَاللّٰهُ لَا اَكُوْنَ كَالضَّبْعِ تَنَامُ عَلٰى طُوْلِ الدَّمِّ حَتّٰى يَصِلَ اِلَيْهَا طَالِبُهَا۔ وَيَحْتَبِلُهَا رَاَصِدُهَا وَلَكِنِّىْ اَضْرِبُ بِالْقَبْلِ اِلَى الْحَقِّ الْمُبْدِرِ عَنْهُ وَبِالسَّامِعِ الْمُطِيعِ الْعَاصِى الْمُرِيْبِ اَبَدًا حَتّٰى يَأْتِىَّ عَلٰى يَوْمِىْ فَوَاللّٰهِ مَا ذَلْتُ مَذْفُوْعًا عَنْ حَقِّىْ مُسْتَأْثَرًا عَلٰى مُنْذُ قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيَّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا۔

جب امیر المومنین نے طلحہ وزیر کے عقب میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ان سے آپ کو کوئی گزند پہنچے تو اس کے جواب میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ میں کب تک اپنا حق چھٹتا ہوا دیکھتا رہوں گا اور خاموش بیٹھا رہوں گا۔ اب تو جب میرے دم میں دم ہے میں ان سے لڑوں گا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گا اور انہیں یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ میں بجو کی طرح بآسانی ان کے قابو میں آ جاؤ گا۔

ضج کے معنی بجو کے ہیں۔ اس کی کنیت ام عامر اور ام طریق ہے اور اسے حضاجر بھی کہا جاتا ہے۔ حضاجر ضجیر کی جمع ہے۔ جس کے معنی پیڑ کے ہوتے ہیں لیکن جب جمع کی صورت میں اسے استعمال کیا جائے تو اس سے بجومرادی جاتی ہے۔ چونکہ یہ ہر چیز نکل جاتا

اس موقع پر امیر المومنین کی خاموشی مصلحت بنی و دور اندیشی کی آئینہ دار تھی۔ کیونکہ ان حالات میں اگر مدینہ مرکز جنگ بن جاتا تو اس کی آگ تمام عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ مہاجرین و انصار میں جس رنجش و چپقلش کی ابتداء ہو چکی تھی وہ بڑھ کر اپنی انتہا کو پہنچتی۔ منافقین کی ریشہ و انیاں اپنا کام کرتیں اور اسلام کی کشتی ایسے گرداب میں جا پڑتی کہ اس کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ اس لئے امیر المومنین نے دکھ سے کڑیاں جھیلیں مگر ہاتھوں کو جنبش نہیں دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبرؐ نے مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کیں۔ مگر صبر و استقلال کو چھوڑ کر لڑنے اٹھنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ چونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر اس وقت جنگ چھڑ گئی تو اسلام کے پھلنے پھولنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ البتہ جب پشت پر اتنے اعوان و انصار ہوئے کہ جو کفر کی طغیانوں کو دبانے اور فتنوں کو کچلنے کی طاقت رکھتے تھے تو دشمن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح امیر المومنین پیغمبرؐ کی سیرت کو مشعل راہ بناتے ہوئے تلوار کی قوت اور دست و بازو کے زور کا مظاہرہ نہیں کرتے چونکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے ناصر و مددگار اٹھ کھڑا ہونا، کامرانی و کامیابی کے بجائے شورش انگیزی و زیاں کاری کا سبب بن جائے گا اس لئے اس موقع کے لحاظ سے طلب امارت کو ایک گند لے پانی اور گلے میں پھنس جانے والے لقمہ سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے چھینا چھینی کر کے اس لقمہ کو چھین لیا تھا اور ٹٹونس ٹٹانس کر اُسے نکل لینا چاہا ان کے گلے میں بھی یہ لقمہ انک کر رہ گیا کہ نہ نلگتے بنتی تھی اور نہ اگلنے بنتی تھی۔ یعنی نہ تو وہ اُسے سنبھال سکتے تھے جیسا کہ ان لغزشوں سے ظاہر ہے جو اسلامی احکام کے سلسلہ میں کھائی جاتی تھیں اور نہ یہ پھندا اپنے گلے سے اتارنے کیلئے تیار ہوتے تھے۔ پھر اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر میں ان ناسازگار حالات میں خلافت کے شمرنا رسیدہ کو توڑنے کی کوشش کرتا تو اس سے باغ بھی اُجڑتا اور میرے ہاتھ بھی کچھ نہ آتا۔ جیسے کہ ان لوگوں کی حالت ہے کہ غیر کی زمین میں کھیتی تو کر بیٹھے مگر نہ اس کی حفاظت کر سکتے نہ جانوروں سے اُسے بچا سکتے۔ نہ وقت پر پانی دے سکتے اور نہ اس سے کوئی جنس حاصل کر سکتے۔ بلکہ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کہتا ہوں کہ اس زمین کو خالی کر دو کہ اس کا مالک خود کاشت کرے اور خود نگہداشت کرے تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ کتنے حریص اور لالچی ہیں اور چپ رہتا ہوں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ میں کسی موقع پر ڈر اور کب جان بچا کر میدان سے بھاگا جبکہ ہر چھوٹا بڑا معرکہ میری بے جگری کا شاہد اور میری جرأت و ہمت کا گواہ ہے جو تلواروں سے کھیلے اور پہاڑوں سے ٹکرائے وہ موت سے نہیں ڈرا کرتا۔ میں تو موت سے اتنا مانوس ہوں کہ بچہ ماں کی چھاتی سے بھی اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ سنو! میرے چپ رہنے کی وجہ وہ علم ہے جو پیغمبرؐ نے میرے سینے میں ودیعت فرمایا ہے۔ اگر ابھی سے اسے ظاہر کر دوں تو تم سرا سیمہ و مضطرب ہو جاؤ گے۔ کچھ دن گزرنے دو تم خود میری خاموشی کی وجہ جان لو گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اسلام کے نام سے کیسے کیسے لوگ اس مسند پر آئیں گے اور کیا کیا تباہیاں مچائیں گے۔ میری خاموشی کا یہی سبب ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، ورنہ بے وجہ خاموشی نہیں۔

خوشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

۱۔ موت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مجھے اتنی محبوب ہے کہ بچے کو اپنی ماں کی آغوش میں اپنے سرچشمہ غذا کی طرف ہمک کر بڑھتا اتنا محبوب نہیں ہوتا کیونکہ ماں کی چھاتی سے بچے کا انس ایک طبعی تقاضے کے زیر اثر ہوتا ہے اور طبعی تقاضے سن کے ساتھ بدلے رہتے ہیں۔ چنانچہ زمانہ رضاعت کا محدود عرصہ گزارنے کے بعد جب اس کی طبیعت پلٹا کھاتی ہے تو جس سے مانوس رہتا ہے پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے لیکن لقاے پروردگار سے انبیاء و اولیاء کا انس عقلی و روحانی ہوتا ہے

کی پذیرائی کیلئے ہر وقت آمادہ و مستعد رہتے ہیں اور وہی لوگ ہیں جو اسلام کی نقاب اوڑھ کر کفر کو فروغ دینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

خطبہ ۸

یہ کلام زبیرؓ کے متعلق اس وقت فرمایا جب کہ حالات اسی قسم کے بیان کے مقتضی تھے۔ وہ ایسا ظاہر کرتا ہے کہ اس نے بیعت ہاتھ سے کر لی تھی مگر دل سے نہیں کی تھی۔ بہر صورت اس نے بیعت کا تو اقرار کر لیا لیکن اس کا یہ ادعا کہ اس کے دل میں کھوٹ تھا تو اُسے چاہئے کہ اس دعویٰ کیلئے کوئی دلیل واضح پیش کرے ورنہ جس بیعت سے منحرف ہوا ہے اس میں واپس آئے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْنِي بِهِ الزُّبَيْرُ
فِي حَالٍ اقْتَضَتْ ذَلِكَ يَزْعَمُ أَنَّهُ قَدْ بَايَعَ
بِغَيْرِ دَلِيلٍ وَلَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهِ فَقَدْ أَقْرَبَ بِالْبَيْعَةِ
وَأَدْعَى الْوَلِيَّةَ فَلَيَاتِ عَلَيْهَا بِأَمْرٍ يَعْرِفُ
وَالَا فَلْيَدِّ خُلْ فِيمَا خَرَجَ مِنْهُ

۱۔ جب زبیر ابن عوام نے امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد بیعت شکنی کی تو وہ اس کے لئے کبھی یہ عذر کرتے تھے کہ مجھے بیعت کے لئے مجبور کیا گیا تھا اور مجبوری کی بیعت کوئی بیعت نہیں ہوا کرتی اور کبھی یہ فرماتے تھے کہ یہ تو صرف دکھاوے کی بیعت تھی۔ میرا دل اس سے ہموار نہ تھا۔ گویا کہ وہ خود ہی اپنی زبان سے اپنے ظاہر و باطن کے مختلف ہونے کا اعتراف کر لیا کرتے تھے لیکن یہ عذر ایسا ہی ہے جیسے کوئی اسلام لانے کے بعد منحرف ہو جائے اور سزا سے بچنے کے لئے یہ کہہ دے کہ میں نے صرف زبان سے اسلام قبول کیا تھا۔ دل سے نہیں مانا تھا تو ظاہر ہے کہ یہ عذر مسوع نہیں ہو سکتا اور نہ اس ادعا کی بناء پر وہ سزا سے بچ سکتا ہے۔ اگر انہیں یہ شبہ تھا کہ حضرت کے اشارے پر عثمان کا خون بہایا گیا ہے تو یہ شبہ اس وقت بھی دامن گیر ہونا چاہئے تھا کہ جب اطاعت کے لئے حلف اٹھایا جا رہا تھا اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھ رہا تھا یہ کہ اب توقعات نا کام ہوتے ہوئے نظر آئے اور کہیں اور سے امید کی جھلکیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔

حضرتؓ نے مختصر سے لفظوں میں ان کے دعویٰ کو یوں باطل کیا ہے کہ وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہاتھ سے بیعت کی تھی تو پھر جب تک بیعت کے توڑنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا، انہیں بیعت پر برقرار رہنا چاہئے اور اگر بقول ان کے کہ دل اس سے ہم آہنگ نہ تھا تو اس کے لئے انہیں کوئی واضح ثبوت پیش کرنا چاہئے لیکن دلی کیفیات پر تو کوئی دلیل لائی نہیں جاسکتی تو وہ اس کے لئے دلیل کہاں سے لائیں گے اور دعویٰ سے دلیل قبول خرد نہیں۔

خطبہ ۹

۱۔ اے رعد کی طرح گرے اور بجلی کی طرح چمکے۔ مگر ان دونوں باتوں کے باوجود بزدلی ہی دکھائی اور ہم جب تک دشمن پر ٹوٹ نہیں پڑتے گر جتے نہیں اور جب تک (عملی طور پر) برس نہیں لیتے (لفظوں کا) سیلاب نہیں بہاتے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ أَرَادَ عَدُوًّا
وَأَبْرَقُوا، وَمَعَ هَذَيْنِ الْأَمْرَيْنِ الْفَشْلُ
وَلَسْنَا نَرَى عَدُوًّا حَتَّى نُوَقِّعَ - وَلَا نَسِيلُ حَتَّى
نُطِيرَ -

۱۔ اصحاب جمل کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ خوب گر جتے گونجتے دندناتے ہوئے اٹھے مگر جب رن پڑا تو تنکوں کی طرح اڑتے

ہے اور جو پاتا ہے ہڑپ کر جاتا ہے گویا اس میں کئی ایک پیٹ جمع ہو گئے ہیں جو بھرنے میں نہیں آتے اور اُسے نیشل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بڑا سیدھا سادا اور بڑا بے وقوف جانور ہوتا ہے۔ اگر کسی کی انتہائی حماقت دکھانا مقصود ہو تو یہ کہا جاتا ہے ”فلان احسق من الضبع“ فلاں تو بچو سے بھی زیادہ بیوقوف ہے۔ چنانچہ اس کی حماقت اس کے بآسانی شکار ہو جانے ہی سے ظاہر ہے کہ شکاری اس کے بھٹ کے گرد گھیرا ڈال لیتا ہے اور لکڑی سے یا پیر سے زمین کو تھپتھپاتا ہے اور چپکے سے کہتا ہے ”اطرقی ام طریق خاصری ام عامر“ اے بچو! اپنے سر کو جھکالے، اے بچو چھپ جا۔ اس جملہ کو دھرانے اور زمین کو تھپتھپانے سے وہ بھٹ کے ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر شکاری کہتا ہے ”ام عامر لسیت فی وجارھا ام عامر ناعہ“ بھلا وہ اپنے بھٹ میں کہاں وہ تو کسی گوشہ میں سویا پڑا ہوگا۔ یہ سن کر وہ ہاتھ پیر پھیلا دیتا ہے اور سوتا ہوا بن جاتا ہے اور شکاری اُس کے پیروں میں پھندا ڈال کر اُسے باہر کھینچ لیتا ہے اور یہ بزدلوں کی طرح بے مقابلہ کئے اس کے قابو میں آ جاتا ہے۔

خطبہ ۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ لَأَمْرٍ هُمْ مَلَاكَا
قَاتَّخَذُوا هُمْ لَهُ أَشْرَاكَ فَبَاضَ وَفَرَّخَ فِي
صُدُورِهِمْ وَدَبَّ وَدَرَجَ فِي جُجُورِهِمْ -
فَنَظَرَ بِأَعْيُنِهِمْ وَنَطَقَ بِالسِّنْتِهِمْ فَرَكِبَ
بِهِمُ الزَّلْزَلُ وَذَيَّنَ لَهُمُ الْخَطْلَ فَعَلَ مَنْ
قَدْ شَرَّكَهُ الشَّيْطَانُ فِي سُلْطَانِهِ وَنَطَقَ
بِالْبَاطِلِ عَلَى لِسَانِهِ -

۱۔ منافقین کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ لوگ شیطان کے رفیق کار اور اس کے محبین و مددگار ہیں اور اس نے بھی ان سے اتنی راہ و رسم پیدا کر لی ہے کہ انہی کے ہاں ذریعے ڈال دیئے ہیں اور انہی کے سینوں کو اپنا آشیانہ بنالیا ہے۔ یہیں پر وہ انڈے بچے دیتا ہے اور وہ بچے بغیر کسی جھجک کے ان کی گودیوں میں اچھل کود مچاتے ہیں یعنی اُن کے دلوں میں شیطانی وسوسے جنم لیتے ہیں اور وہیں پر فروغ پاتے اور پروان چڑھتے ہیں نہ ان کے لئے کوئی روک ٹوک ہے نہ کسی قسم کی بندش اور وہ اس طرح ان کے خون میں رچ گیا اور روح میں بس گیا ہے کہ دوئی کے پردے اٹھ چکے ہیں۔ اب آنکھیں ان کی ہیں اور نظر اس کی۔ زبان ان کی ہے اور قول اس کا جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم“ شیطان اولاد آدم کے رگ و پے میں خون کی جگہ دوڑتا ہے۔ یعنی جس طرح خون کی گردش رکتی یوں ہی اس کی وسوسہ اندازیوں کا سلسلہ رکھنے نہیں پاتا اور وہ انسان کو اس کے سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے برابر برائیوں کی طرف کھینچ کر لاتا ہے اور اس طرح اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے کہ ان کا ہر قول و عمل ہو، ہو اس کے قول و عمل کی تصویر بن جاتا ہے جن کے سینے ایمان کی ضیاء یوں سے جگمگا رہے ہیں۔ وہ ان وسوسوں کی روک تھام کرتے ہیں اور کچھ ان

محمد بن حنفیہ

امیر المومنین کے صاحبزادے تھے اور مادری نسبت سے انہیں ابن حنفیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ گرامی کا نام خولہ بنت جعفر تھا۔ جو قبیلہ بنی حنفیہ کی نسبت سے حنفیہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ جب اہل یمامہ کو زکوٰۃ کے روک لینے پر مرتد قرار دے کر قتل و غارت کیا گیا اور ان کی عورتوں کو کنیروں کی صورت میں مدینہ لایا گیا تو ان کے ساتھ آپ بھی وارد مدینہ ہوئیں۔ جب ان کے قبیلہ والے اس پر مطلع ہوئے تو وہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خواہش کی کہ وہ انہیں کنیری کے داغ سے بچا کر ان کی خاندانی عزت و شرافت کو بچائیں۔ چنانچہ حضرت نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور بعد میں ان سے عقد کیا اور محمد کی ولادت ہوئی۔

بیشتر مورخین نے ان کی کنیت ابو القاسم تحریر کی ہے۔ چنانچہ صاحب استیعاب نے ابو القاسم ابن حنفیہ زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے صحابہ زادوں میں سے چار ایسے افراد دیکھے ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم تھی۔ (۱) محمد بن حنفیہ (۲) محمد ابن ابوبکر (۳) محمد ابن طلحہ (۴) محمد ابن سعد۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ محمد ابن طلحہ کا نام اور کنیت پیغمبرؐ نے رکھی تھی اور واقدی نے لکھا ہے کہ محمد ابن ابی بکر کا نام اور کنیت عائشہؓ نے تجویز کی تھی۔ بظاہر پیغمبرؐ اکرم کا محمد ابن طلحہ کے لئے اس نام اور کنیت کو جمع کر دینا درست نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس کو امیر المومنین کے ایک فرزند کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور وہ محمد ابن حنفیہ تھے چنانچہ ابن خلکان نے محمد ابن حنفیہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے۔

اما کنیۃ بابی القاسم فیقال انها رخصۃ
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واثۃ
قال لعلی سیولک بعدی غلام وقد
نحلتہ اسمی و کنیتی ولا تحل لاحد من
امتی بعدی
لیکن ان کی کنیت ابو القاسم اس بناء پر تھی جو کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی اجازت تھی کہ آپ نے علی ابن ابی طالبؓ سے فرمایا کہ میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا میں نے اسے اپنا نام اور اپنی کنیت عطا کی ہے اور اس کے بعد میری امت میں سے کسی کے لئے اس کنیت اور نام کو جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔

(وفیات الاعیان ج ۱ ص ۴۴۹)

اس قول کے پیش نظر کیونکہ یہ صحیح سمجھا جاسکتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس نام اور کنیت کو کسی اور کے لئے بھی جمع کر دیا ہوگا جب کہ خصوصی اجازت کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو اور پھر بعض لوگوں نے ابن طلحہ کی کنیت ابو القاسم کے بجائے ابوسلمیان تحریر کی ہے جس سے ہمارے مسلک کو مزید تائید حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہی محمد ابن ابی بکر کی کنیت اگر اس بناء پر تھی کہ ان کے بیٹے کا نام قاسم تھا جو فقہائے مدینہ میں سے تھے تو حضرت عائشہؓ کے یہ کنیت تجویز کرنے کے کیا معنی اور اگر نام کے ساتھ ہی کنیت تجویز کر دی تھی تو بعد میں محمد ابن ابی بکر نے اس چیز کو کیونکر گوارا کر لیا ہوگا۔ جب کہ امیر المومنین کے زیر سایہ پرورش پانے کی وجہ سے پیغمبرؐ کا یہ ارشاد ان سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور پھر یہ کہ اکثر لوگوں نے ان کی کنیت ابو عبد الرحمن لکھی ہے جس سے ابو القاسم کے قول کو ضعف پہنچتا ہے۔

ان لوگوں کی کنیت کا ابو القاسم ہونا تو درکنار خود ابن حنفیہ کی بھی یہ کنیت ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ ابن خلکان نے امیر المومنین کے

ہوئے نظر آئے۔ کہاں تو وہ زمین و آسمان کے قلابے ملا تے کہ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے اور کہاں یہ بودا بن کہ میدان چھوڑتے بنی اور اپنی کیفیت یہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لڑائی سے پہلے نہ دھمکیاں دیا کرتے ہیں اور نہ شیخیاں بگھارا کرتے ہیں اور نہ خواہ خواہ کا ہلڑ مچا کر دشمن کو مرعوب کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ بہادروں کا یہ وتیرہ نہیں ہوتا کہ وہ ہاتھ کے بجائے زبان سے کام لیں۔ چنانچہ آپ نے اس موقع پر اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ ”ایاکم و کثرۃ الکلام فانہ فشل“ زیادہ باتیں بنانے سے اجتناب کرو کیونکہ یہ بزدلی کی علامت ہے۔

خطبہ ۱۰

وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلَا دَانِ الشَّيْطَانِ قَدْ جَمَعَ حِزْبَهُ وَاسْتَجَلَبَ خَيْلَهُ وَرَجَلَهُ وَإِنْ مَعِيَ لَبَصِيرَتِي مَا لَبَسْتُ عَلَى نَفْسِي وَلَا لَبَسَ عَلَيَّ وَآيَمُ اللَّهُ لَا فِرَ طَنَ لَهُمْ حَوْضًا أَنَا مَاتِحُهُ لَا يُصْدِرُونَ عَنْهُ وَلَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ۔

شیطان نے اپنے گروہ کو جمع کر لیا ہے اور اپنے سوار و پیادے سمیٹ لیے ہیں۔ میرے ساتھ یقیناً میری بصیرت ہے نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا۔ خدا کی قسم میں ان کے لئے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں۔ انہیں ہمیشہ کے لئے نکلنے یا (نکل کر) پھر واپس آنے کا کوئی امکان ہی نہ ہوگا۔

۱۔ جب طلحہ زبیر بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور حضرت عائشہؓ کی ہمراہی میں بصرہ کو روانہ ہوئے، تو حضرت نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو ایک طویل خطبہ کے اجزاء ہیں۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اس خطبہ میں شیطان سے مراد شیطان حقیقی بھی لیا جاسکتا ہے اور معاویہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ در پردہ معاویہ ہی طلحہ زبیر سے ساز باز کر کے امیر المومنین سے لڑنے کے لئے آمادہ کر رہا تھا۔ لیکن شیطان حقیقی مراد لینا موقع و محل کے اعتبار سے مناسب اور زیادہ واضح ہے۔

خطبہ ۱۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (لَا بَيْنَهُ مُحَمَّدٌ بَيْنَ الْحَنْفِيَّةِ لَمَّا أَعْطَاهُ الرَّأْيَةَ يَوْمَ الْجَمَلِ) تَزُولُ الْجِبَالُ وَلَا تَزُولُ عَصَى عَلَى نَاجِدِكَ أَعِزَّ اللَّهُ حُبُّكَ تَدْفِي الْأَرْضُ قَدَمَكَ إِرْمَ بَصَرَكَ أَقْصَى الْقَوْمِ وَغَضَّ بَصَرَكَ وَأَعْلَمَ أَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ۔

جب جنگ جمل میں علم اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو دیا، تو ان سے فرمایا۔ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اپنے دانتوں کو بھیج لینا۔ اپنا کاسہ سر اللہ کو عاریت دے دینا۔ اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا۔ لشکر کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت و طاقت سے) آنکھوں کو بند کر لینا اور یقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

دے دو، تاکہ اس حیات فانی کے بدلے حیات باقی حاصل کر سکو۔ کیونکہ عاریت دی ہوئی چیز کے واپس لینے کا حق ہوتا ہے لہذا جان سے بے نیاز ہو کر لڑو، اور یوں بھی اگر خیال جان میں انکار ہے گا تو مہلکوں میں قدم رکھنے سے بچکچاؤ گے۔ جس سے تمہاری شجاعت پر حرف آئے گا اور دیکھو اپنے قدموں کو ڈگمگانے نہ دو، کیونکہ قدموں کی لغزش سے دشمن کی ہمت بڑھ جایا کرتی ہے اور اکھڑے ہوئے قدم حریف کے قدم جمادیا کرتے ہیں اور آخری صفوں کو اپنا رخ نظر بناؤ تاکہ دشمن تمہارے عزم کی بلند یوں سے مرعوب ہو جائیں اور ان کی صفوں کو چیر کر نکل جانے میں تمہیں آسانی ہو اور ان کی نقل و حرکت بھی تم سے مخفی نہ رہے اور دیکھو ان کی کثرت کو نگاہ میں نہ لانا ورنہ حوصلہ پست اور ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اس جملہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اس طرح آنکھیں پھاڑ کر نہ دیکھنا کہ تمہاریوں کی چمک دمک نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دے اور دشمن اس سے فائدہ اٹھا کر دوا کر بیٹھے اور اس چیز کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ فتح و کامرانی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ان یمنصر کم اللہ فلا غالب لکم اگر اللہ نے تمہاری مدد کی تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ لہذا مادی اسباب پر بھروسہ کرنے کے بجائے اُس کی تائید و نصرت کا سہارا ڈھونڈو۔

خطبہ ۱۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا أَظْفَرَهُ اللَّهُ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ وَقَدْ قَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ وَدَرْتُ أَنْ أَحْيِي فَلَانَا كَانَ شَاهِدَنَا لِيَرَى مَا نَصَرَكَ اللَّهُ بِهِ عَلَى أَعْدَائِكَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ شَهِدْنَا وَلَقَدْ شَهِدْنَا فِي عَسْكَرِنَا هَذَا أَقْوَامٌ فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَذْهَامِ النِّسَاءِ سَيَرَّ عَفَّ بِهِمُ الزَّمَانُ وَيَقْوَى بِهِمُ الْإِيْمَانُ۔

۱۔ جب خداوند عالم نے آپ کو جمل والوں پر غلبہ عطا کیا تو اُس موقع پر آپ کے ایک صحابی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا فلاں بھائی بھی یہاں موجود ہوتا تو وہ بھی دیکھتا کہ اللہ نے کسی آپ کو دشمنوں پر فتح و کامرانی عطا فرمائی ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تمہارا بھائی ہمیں دوست رکھتا ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے پاس موجود تھا بلکہ ہمارے اس لشکر میں وہ اشخاص بھی موجود تھے جو ابھی مردوں کی صلب اور عورتوں

کے شکم میں ہیں۔ عنقریب زمانہ انہیں ظاہر کرے گا اور اُن سے ایمان کو تقویت پہنچے گی۔

۲۔ اگر کوئی شخص اسباب و ذرائع کے ہوتے ہوئے کسی عمل خیر میں کوتاہی کر جائے، تو یہ کوتاہی و بے التفاتی اس کی نیت کی کمزوری کی آئینہ دار ہوگی۔ اگر عمل میں کوئی مانع سبب راہ ہو جائے یا زندگی و فائدہ کرے جس کی وجہ سے عمل تشنہ تکمیل رہ جائے تو اس صورت میں انسان الاعمال بالنیات کی بناء پر اللہ اُسے اجر و ثواب سے محروم نہ کرے گا۔ کیونکہ اس کی نیت تو بہر حال عمل کے بجالانے کی تھی، لہذا کسی حد تک وہ ثواب کا مستحق بھی ہوگا۔

عمل میں تو ممکن ہے کہ ثواب سے محرومی ہو جائے اس لئے کہ عمل میں ظاہر داری و ریا کاری ہو سکتی ہے۔ مگر نیت تو دل کی گہرائیوں میں مخفی ہوتی ہے۔ اس میں نہ دکھاوا ہو سکتا ہے نہ اس میں ریا کا شائبہ آ سکتا ہے۔ وہ خلوص و صداقت و کمال صحت کی جس حد پر ہوگی اسی پر

اس فرزند سے کہ جس کے لئے پیغمبر نے یہ خصوصیت قرار دی ہے محمد ابن حنفیہ کی کو مراد لیا ہے۔ مگر علامہ مامقانی تحریر کرتے ہیں کہ

هَذَا التَّطْبِيقُ مِنْ ابْنِ خَلِّكَانِ اشْتَبَاهُ وَأَمَّا الْمُرَادُ بِالذِّكْرِ الَّذِي يُولَدُ الْعَلَمُ وَلَا يَحِلُّ لغيره الجمع بين اسمه وكنيته هو الحجة المنتظر ادوا حنا فدا دون محمد ابن حنفية وكون كنية محمد ابن حنفية ابا القاسم غير مسلم وانما ذكره بعض العامة غفلة عن المراد بالولد المذكور بالنبوى۔

اس حدیث کو محمد ابن حنفیہ پر منطبق کرنے میں ابن خلکان و اشتباہ ہوا ہے، کیونکہ امیر المومنین کے اس فرزند سے مراد ہے کہ جس کے علاوہ کسی اور کے لئے نام اور کنیت کو جمع کرنا جائز نہیں ہے وہ حضرت جنت اروا حنا فداہ (ہیں نہ محمد ابن حنفیہ اور نہ ان کی کنیت ابوالقاسم ثابت ہے۔ بلکہ اہل سنت نے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غافل رہنے کی بناء پر اس سے محمد ابن حنفیہ کو مراد لے لیا ہے۔

بہر حال محمد ابن حنفیہ صلاح و تقویٰ میں نمایاں زہد و عبادت میں ممتاز، علم و فضل میں بلند مرتبہ اور باپ کی شجاعت کے ورثہ دار تھے۔ جمل و صفین میں ان کے کارناموں نے ان کی شجاعت و بے جگری کی ایسی دھاک عرب میں بٹھادی تھی کہ اچھے اچھے شاہ زور آپ کے نام سے کانپ اٹھتے تھے اور امیر المومنین کو بھی ان کی ہمت و شجاعت پر ناز تھا اور ہمیشہ معرکوں میں انہیں آگے آگے رکھتے تھے۔ چنانچہ شہنشاہی علیہ الرحمہ نے کشفول میں تحریر کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب انہیں جنگوں میں پیش پیش رکھتے تھے اور حسن و حسین علیہما السلام کو معرکوں میں پیش قدمی کی اجازت نہ دیتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہو ولدی و ہما ابنا رسول اللہ۔ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ دونوں رسول کے بیٹے ہیں اور مجب ایک خارجی نے ابن حنفیہ سے یہ کہا کہ علی تمہیں جنگ کے شعلوں میں دھکیل دیتے تھے اور حسن و حسین کو بچالے جاتے ہیں تو آپ نے کہا کہ انا یمینہ و ہما عینہا فہو یدفع عن عینہ یمینہ میں ان کا دست و بازو تھا اور وہ دونوں بمنزلہ آنکھوں کے تھے اور وہ ہاتھ سے آنکھوں کی حفاظت کیا کرتے تھے لیکن علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں لکھا ہے کہ یہ ابن حنفیہ کا جواب نہیں، بلکہ خود امیر المومنین کا ارشاد ہے کہ جب جنگ صفین میں محمد نے شکوہ آمیز لہجے میں آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو میرا ہاتھ ہے اور وہ میری آنکھیں ہیں لہذا ہاتھ کو آنکھوں کی حفاظت کرنا چاہئے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امیر المومنین نے محمد ابن حنفیہ کو یہ جواب دیا ہوگا، اور بعد میں کسی نے محمد ابن حنفیہ سے اس چیز کا ذکر کیا ہوگا تو انہوں نے اس جواب کو پیش کر دیا ہوگا کہ اس سے زیادہ بلند جواب ہو نہیں سکتا اور اس جملہ کی بلاغت سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ یہ پہلے علی ابن ابی طالب کی زبان بلاغت و ترجمان ہی سے نکلا ہے کہ جسے بعد میں محمد ابن حنفیہ نے اپنا لیا ہے۔ اس لئے یہ دونوں روایتیں صحیح سمجھی جاسکتی ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں۔ بہر صورت آپ عہد ثانی میں پیدا ہوئے اور عبدالملک ابن مروان کے دور حکومت میں ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ سنوفات بعض نے ۸۰ھ ہجج اور بعض نے ۸۱ھ ہجج لکھا ہے اور محل وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے مدینہ بعض نے ایلہ اور بعض نے طائف تحریر کیا ہے۔

۳۔ جب جنگ جمل میں محمد ابن حنفیہ کو میدان کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا کہ بیٹا کوہ عزم و ثبات بن کر دشمن کے سامنے اس طرح جم جاؤ کہ تمہیں فوج کے ریلے جنبش نہ دے سکیں اور دانت پیس کر دشمن پر حملہ کرو، کیونکہ دانت پر دانت جم لینے سے سر کے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے تلوار کا وارچٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ غصوا علی النواجد فانه انبسا السیوف عن الھام دانتوں کو بھیج لو کہ اس سے تلوار کی دھارس سے اچٹ جاتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ بیٹا اپنا سر اللہ کو عاریت

رہے گی خواہ عمل کسی مانع کی وجہ سے نہ ہو سکے بلکہ اگر موقع محل کے گزر جانے کی وجہ سے نیت و ارادہ کی گنجائش نہ بھی ہو لیکن دل میں ایک تڑپ اور ولولہ ہو تو انسان اپنے قلبی کیفیات کی بناء پر اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے گا اور اسی چیز کی طرف امیر المؤمنین نے اس خطبہ میں اشارہ فرمایا ہے اگر تمہارے بھائی کو ہم سے محبت تھی تو وہ ان لوگوں کے ثواب میں شریک ہوگا جنہوں نے ہماری معیت میں جام شہادت پیا ہے۔

خطبہ ۱۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ أَهْلِ
الْبَصْرَةِ - كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَوَاتِي - وَاتَّبَاعَ الْبَهِيْمَةِ -
رَغَا فَأُجِبْتُمْ - وَعَقِرَ فَهَرَبْتُمْ أَخْلَاقَكُمْ دِقَاقُ
وَعَهْدُكُمْ شِقَاقُ وَدِينُكُمْ نِفَاقُ وَمَاءُكُمْ
دُعَاقُ وَالسَّقِيمُ بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ مَرَّتَيْنِ بَدَنِيهِ
وَالشَّاحِصُ عَنْكُمْ مَتَدَارِكُ بِرَحْمَةٍ مِنْ رَبِّهِ
كَأَنِّي بِمَسْجِدِكُمْ كَجَوْجُوٍّ سَفِينَةٍ قَدْ
بَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهَا الْعَذَابَ مِنْ فَوْقِهَا وَمِنْ
تَحْتِهَا وَغَرِقَ مَنْ فِي ضَيْمِهَا -

(وَفِي رَوَايَةٍ) وَأَيُّمَ اللَّهِ لَتَغْرُقَنَّ بِلَدَّكُمْ
حَتَّى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَسْجِدِهَا كَجَوْجُوٍّ
سَفِينَةٍ - أَوْ نَعَامَةٍ جَائِمَةٍ (وَفِي رَوَايَةٍ)
كَجَوْجُوٍّ طَيْرٍ فِي لُجَّةٍ بَحْرٍ -

(وَفِي رَوَايَةٍ أُخْرَى) بِلَادُكُمْ أَنْتُنَّ بِلَادُ اللَّهِ
تُرَبَّةٌ أَقْرَبُهَا مِنَ الْمَاءِ وَأَبْعَدُهَا مِنَ السَّمَاءِ
وَبِهَا تَسْعَةُ أَعْشَارِ الشَّرِّ - الْمُحْتَسِبُ فِيهَا
بِدَنِيهِ وَالْخَارِجُ بِعَفْوِ اللَّهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ
إِلَى قَرْبَتِكُمْ هَذِهِ قَدْ طَبَّقَهَا الْمَاءُ حَتَّى
مَا يَرَى مِنْهَا إِلَّا شُرْفُ الْمَسْجِدِ كَأَنَّهُ
جَوْجُوٌّ طَيْرٍ فِي لُجَّةٍ بَحْرٍ -

اہل بصرہ کی مذمت میں تم ایک عورت کی سپاہ اور ایک
چوپائے کے تابع تھے۔ وہ بلبلایا تو تم لپک کہتے ہوئے بڑھے اور
وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق و عہد شکن ہو
تمہارے دین کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ تمہاری سر زمین کا پانی
تک شور ہے تم میں اقامت کرنے والا گناہوں کے جال میں جکڑا
ہوا ہے اور تم میں سے نکل جانے والا اپنے پروردگار کی رحمت کو
پالینے والا ہے۔ وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے
جبکہ تمہاری مسجد یوں نمایاں ہوگی جس طرح کشتی کا سینہ در آنحالیہ
اللہ نے تمہارے شہر میں اس کے اوپر اور اس کے نیچے سے عذاب
بھیج دیا ہوگا اور وہ اپنے رہنے والوں سمیت ڈوب چکا ہوگا۔

(ایک اور روایت میں یوں ہے) خدا کی قسم تمہارا شہر غرق ہو کر رہے
گا اس حد تک کہ اس کی مسجد کشتی کے اگلے حصے یا سینے کے بھل بیٹھے
ہوئے شتر مرغ کی طرح گویا مجھے نظر آ رہی ہے۔ (ایک اور روایت
میں اس طرح ہے) جیسے پانی کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔ (ایک
اور روایت میں اس طرح ہے) تمہارا شہر اللہ کے سب شہروں میں
مٹی کے لحاظ سے گندا اور بدبودار ہے۔ یہ (سمندر کے) پانی سے
قریب اور آسمان سے دور ہے۔ برائی کے دس حصوں میں سے نو
حصے اس میں پائے جاتے ہیں جو اس میں آ پہنچا وہ اپنے گناہوں
میں اسیر ہے اور جو اس سے چل دیا؟ عفو الہی اس کے شریک
حال رہا۔ گویا میں اپنی آنکھوں سے اس بستی کو دیکھ رہا ہوں کہ
سیلاب نے اسے اس حد تک ڈھانپ لیا ہے کہ مسجد کے کنگروں
کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے سمندر
ہمکے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔

۱۔ ابن میثم لکھتے ہیں کہ جب جنگ جمل ختم ہو گئی تو اس کے تیسرے دن حضرت نے بصرہ کی مسجد جامع میں صبح کی نماز ادا کی اور نماز
سے فارغ ہو کر مصالیٰ کی دائیں جانب دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اہل بصرہ کی بستی اخلاق اور ان کی
سبکی عقل کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے دوسروں کے بھڑکانے پر بھڑک اٹھے اور ایک عورت کے ہاتھوں میں اپنی کمان سوئپ کراؤٹ
کے پیچھے لگ گئے اور بیعت کے بعد بیان شکنی کی اور دورخی کر کے اپنی پست کرداری و بد باطنی کا ثبوت دیا۔ اس خطبہ میں عورت سے مراد
حضرت عائشہ اور چوپائے سے مراد وہ اونٹ ہے کہ جس کی وجہ سے بصرہ کا معرکہ کارزار جنگ جمل کے نام سے مشہور ہوا۔

اس جنگ کی داغ بیل یوں پڑی کہ جناب عائشہ باوجود یکہ حضرت عثمان کی زندگی میں ان کی سخت مخالفت کیا کرتی تھیں اور
محاصرہ میں ان کو چھوڑ کر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئی تھیں اور اس اعتبار سے ان کے قتل میں ان کا کافی ہاتھ تھا جس کی تفصیل آئندہ
مناسب موقع پر آئے گی۔ مگر جب آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف پلٹتے ہوئے عبداللہ ابن ابی سلمہ سے یہ سنا کہ عثمان کے بعد علی ابن
ابی طالب خلیفہ تسلیم کر لئے گئے ہیں تو بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا ”لیست ان لہذا الطبیقت علی ہذا ان تم
الامر لصاحبک ردونی ردونی اگر تمہارے ساتھی کی بیعت ہو گئی ہے تو کاش یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے مجھے اب مکہ ہی کی طرف
جانے دو۔“ چنانچہ آپ نے مکہ کی واپسی کا تہیہ کر لیا اور فرمانے لگیں ”قتل واللہ عثمان مظلوما واللہ لا طلیب بدمہ خدا کی قسم
عثمان مظلوم مارے گئے اور میں ان کے خون کا انتقام لے کر رہوں گی۔ عبداللہ ابن ابی سلمہ نے جب یوں زمین و آسمان بدلا ہوا دیکھا تو
حیرت سے کہا کہ یہ آپ کیا فرما رہی ہیں۔ آپ تو فرمایا کرتی تھیں ”اقتلوا نعلانیلہ فقد کفر“ اس نعلن کو قتل کرو یہ بے دین ہو گیا
ہے۔“ آپ نے فرمایا میں کیا سب ہی لوگ یہ کہا کرتے تھے مگر چھوڑ ان باتوں کو جو میں اب کہہ رہی ہوں، وہ سنو۔ وہ زیادہ بہتر اور قابل
توجہ ہے۔ بھلا یہ کوئی بات ہوئی کہ پہلے تو ان سے توبہ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور پھر اس کا موقع دیئے بغیر انہیں قتل بھی کر دیا جاتا
ہے۔ اس پر ابن ابی سلمہ نے آپ سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھے۔

فمنك البداء ومنك الغیر ومنك الریاح ومنك المطر

آپ ہی نے پہل کی اور آپ ہی نے (مخالفت) کے طوفان باد و باراں اٹھائے اور اب آپ ہی اپنا رنگ بدل رہی ہیں۔

وانت امرت بقتل الامام وقتلنا انہ قد کفر

آپ ہی نے خلیفہ کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا کہ وہ بے دین ہو گئے ہیں۔

فہنا اطعنك فی قتلہ وقاتلہ عندنا من امر

ہم نے مانا کہ آپ کا حکم بجالاتے ہوئے قتل ہمارے ہاتھوں سے ہوا مگر اصلی قاتل تو ہمارے نزدیک وہ ہے جس نے اس کا حکم

دیا ہو۔

ولم یسقط السقف من فوقنا ولم ینکسف شمسنا والقمر

۱۔ فیروز آبادی نے قاموس لکھا ہے کہ نعلن کے معنی زنجو اور بوڑھے احمق کے ہوتے ہیں اور مدینہ میں ایک یہودی اس نام کا تھا
اور ایک دراز ریش شخص بھی تھا جس سے حضرت عثمان کو تشبیہ دی جاتی تھی۔

(سب کچھ ہو گیا مگر) نہ آسمان ہمارے اوپر پھٹا، اور نہ چاند سورج کو گھن لگا۔

وقد بايع الناس ذاتدرء يزيل الشبا ويقيم الصعر

اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی جو قوت و شکوہ سے دشمنوں کو ہکانے والا ہے۔ تلواروں کی دھاروں کو قریب پھٹنے نہیں دیتا اور (گردن کشوں کے) بل نکال دیتا ہے۔

ويلبس للحرب اثوابها وما من وفي مثل من قد غدر

اور لڑائی کے پورے ساز و سامان سے آراستہ رہتا ہے اور وفا کرنے والا غدار کے مانند نہیں ہوا کرتا۔

بہر حال جب آپ انتقامی جذبے کو لے کر مکہ پہنچ گئیں تو حضرت عثمان کی مظلومیت کے چرچے کر کے لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ابھارا شرع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ ابن عامر حضری نے اس کی آواز پر بلبلک مکی جو حضرت عثمان کے عہد میں مکہ والی رہ چکا تھا اور ساتھ ہی مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور دوسرے بنی امیہ ہم نوا بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ادھر طلحہ ابن عبداللہ اور زبیر ابن عوام بھی مدینہ سے مکہ چلے آئے۔ یمن سے یعلیٰ ابن منبہ جو ذور عثمان میں وہاں کا حکمران تھا آپہنچا اور بصرہ کا سابق حکمران عبداللہ ابن عامر ابن کریم بھی پہنچ گیا اور آپس میں ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کر کے منصوبہ بندی میں لگ گئے جنگ تو بہر حال طے تھی مگر رزم گاہ کی تجویز میں فکریں لڑ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ کی رائے تھی کہ مدینہ ہی کو تاخت و تاراج کا نشانہ بنایا جائے مگر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اہل مدینہ سے پٹنا مشکل ہے اور کسی جگہ کو مرکز بنانا چاہئے آخر بڑی ردو کد اور سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ بصرہ کی طرف بڑھنا چاہئے۔ وہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہمارا ساتھ دے سکیں۔ چنانچہ عبداللہ ابن عامر کی بے پناہ دولت اور یعلیٰ ابن منبہ کی چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹوں کی پیشکش کے سہارے تین ہزار کی فوج تربیت دے کر بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں معمولی سی رکاوٹ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے ام المومنین نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک مقام پر آپ نے ٹٹوں کے بھونکنے کی آواز سنی تو ساربان سے پوچھ لیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے۔ اُس نے کہا کہ حوالب پیغام سننے ہی پیغمبر کی تنبیہ یاد آگئی کہ انہوں نے ایک دفعہ ازواج سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا لیت شعری ایستکن قنبحا کلاب الحوالب۔ کچھ پتہ تو چلے کہ تم میں کون ہے جس پر حوالب کے کتے بھونکیں گے۔ چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ ازواج کے پردے میں ہی مخاطب تھی تو اونٹ کو تھکی دے کر بٹھایا اور سفر کو ملتوی کر دینے کا ارادہ کیا مگر ساتھ والوں کی وقتی سیاست نے گڈے کام کو سنبھال لیا۔ عبداللہ ابن زبیر نے قسم کھا کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ مقام حوالب نہیں۔ طلحہ نے بھی اس کی تائید کی اور مزید تشفی کے لئے وہاں کے پچاس آدمیوں کو بلوا کر اس پر گواہی بھی دلوا دی۔ اب جہاں پوری قوم کا اجماع ہو وہاں ایک اکیلی رائے کیا جاسکتی تھی، آخر انہی کی جیت ہوئی اور ام المومنین پھر اسی جوش و خروش کے ساتھ آگے چل پڑیں۔

جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو اس میں ام المومنین کی سواری دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جاریہ ابن قدامہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے ام المومنین قتل عثمان تو ایک مصیبت تھی ہی لیکن اس سے کہیں یہ بڑھ کر مصیبت ہے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر بیٹھ کر نکل کھڑی ہوں اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دامن عزت و حرمت چاک کر ڈالیں۔ بہتر یہی ہے کہ واپس پلٹ جائیں۔ مگر جب حوالب کا واقعہ عثمان گیر نہ ہو۔ بکا اور قرن فی یونگن اپنی گھروں میں ٹک کر بیٹھی رہو کہ حکم زنجیر پانہ بن سکا، تو ان آوازوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے سنی ان سنی کر دی۔

جب اس لشکر نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو والی بصرہ عثمان ابن حنیف فوج کا ایک دستہ لے کر ان کی روک تھام کے لئے بڑھے۔ جب آسماننا ہوا تو دونوں فریقوں نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے، جب دونوں طرف سے اچھی خاصی تعداد میں آدمی مارے گئے تو حضرت عائشہ نے اپنے اثر سے کام لے کر بیچ بچاؤ کرادیا اور فریقین اس قرار و صلح کے لئے آمادہ ہو گئے کہ جب تک امیر المومنین علیہ السلام خود آ نہیں جاتے موجودہ نظم و نسق میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور عثمان ابن حنیف اپنے منصب پر بحال رہیں۔ مگر دو ہی دن گزرنے پائے تھے کہ انہوں نے سارے عہد و پیاں توڑ کر عثمان ابن حنیف پر شب خون مارا اور چالیس بے گناہوں کو جان سے مار ڈالا اور عثمان ابن حنیف کو زرد کو ب کرنے کے بعد ان کی داڑھی کا ایک ایک بال نوج ڈالا اور اپنی حراست میں لے کر بند کر دیا۔ پھر بیت المال پر حملہ کیا اور اسے لوٹنے کے ساتھ بیس آدمی وین قتل کر ڈالے اور پچاس آدمیوں کو گرفتار کرنے کے بعد تیغ کیا، پھر غلہ کے انبار پر دھاوا بول دیا جس پر بصرہ کے ایک ممتاز سربراہ و ردہ بزرگ حکیم ابن جبلہ تڑپ اٹھے اور اپنے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور عبداللہ ابن زبیر سے کہا کہ اس غلہ میں سے کچھ اہل شہر کے لئے بھی رہنے دیا جائے آخر ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے تم نے ہر طرف خونریزی و غارت گری کا طوفان مچا رکھا ہے اور عثمان ابن حنیف کو قید میں ڈال دیا ہے۔ خدا کے لئے ان تباہ کاریوں سے باز آؤ اور عثمان ابن حنیف کو چھوڑ دیا تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں ابن زبیر نے کہا کہ یہ خون عثمان کا بدلہ ہے۔ آپ نے کہا جن لوگوں کو قتل کیا گیا ہے کیا وہ عثمان کے قاتل تھے خدا کی قسم اگر میرے پاس اعوان و انصار ہوتے تو میں ان مسلمانوں کے خون کا بدلہ ضرور لیتا جنہیں تم لوگوں نے ناحق مار ڈالا ہے۔ ابن زبیر نے جواب دیا کہ نہ تو ہم اس غلہ میں سے کچھ دیں گے اور نہ عثمان ابن حنیف کو چھوڑا جائے گا۔ آخر ان دونوں فریق میں لڑائی کی ٹھن گئی۔ مگر چند آدمیوں اتنی بڑی فوج سے کیونکر نپٹ سکتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم ابن جبلہ اور ان کے بیٹے اشرف ابن حکیم اور ان کے بھائی رطل ابن جبلہ اور ان کے قبیلہ کے ستر آدمی مار ڈالے گئے۔ غرضیکہ ہر طرف مار دھاڑا اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی، نہ کسی کی جان محفوظ تھی اور نہ کسی کی عزت و مال کے بچاؤ کی کوئی صورت تھی۔

جب امیر المومنین کو بصرہ کی روانگی کی اطلاع دی گئی تو آپ اس پیش قدمی کو روکنے کے لئے ایک فوج کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ اس عالم میں کہ ستر بدر میں اور چار سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ آپ کے ہم رکاب تھے۔ جب مقام ذی قار پہنچ کر منزل کی تو حسن علیہ السلام اور عمار ابن یاسر کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعری کی رخصتہ انداز بول کے باوجود وہاں کے سات ہزار نبرد آزما اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المومنین کی فوج میں مل گئے۔ یہاں سے فوج کو مختلف سپہ سالاروں کی زیر قیادت تربیت دے کر دشمن کے تعاقب میں چل پڑے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو سب سے پہلے انصار کا ایک دستہ سامنے آیا جس کا پرچم ابوالیوب انصاری کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد ہزار سواروں کا ایک اور دستہ نمودار ہوا جس کے سپہ سالار خزیمہ بن ثابت انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ نظر پڑا جس کا علم ابوقاواہ ابن ربیع اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر ایک ہزار بوڑھے اور جوان کا جھگھا دکھائی دیا جن کی پیشانیوں پر جودوں کے نشان چمک رہے تھے چہروں پر خشیت الہی کے نقاب پڑے ہوئے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا جلال کبریا کے سامنے موقف حساب میں کھڑے ہیں۔ ان کا سپہ سالار سبزے گھوڑے پر سوار سفید لباس میں ملبوس اور سر پر سیاہ عمامہ باندھے با واز بلند قرآن کی تلاوت کرتا جا رہا تھا یہ حضرت عمار ابن یاسر تھے۔ پھر ایک دستہ نظر آیا جس کا علم قیس ابن سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا پھر ایک فوج دیکھنے میں آئی جس کا قائد سفید لباس پہنے اور سر پر سیاہ عمامہ باندھے تھا اور خوش جمال اتنا کہ نگاہیں اس کے گرد طواف کر رہی تھیں، یہ عبداللہ ابن عباس تھے۔ پھر اصحاب پیغمبر کا ایک دستہ آیا جس کے علمبردار

عالمبردار قسم ابن عباس تھے پھر چند دستوں کے گزرنے کے بعد ایک انبوہ کثیر نظر آیا جس میں نیزوں کی یہ کثرت تھی کہ ایک دوسرے میں گتھے جارہے تھے اور رنگارنگ کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ ان میں ایک بلند و بالا علم اتیازی شان لئے ہوئے تھا اور اس کے پیچھے جلال و عظمت کے پہروں میں ایک سوار دکھائی دیا جس کے بازو بھرے ہوئے اور نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں اور ہیئت و وقار کا یہ عالم تھا کہ کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا یہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ تھے جن کے دائیں بائیں حسن اور حسین علیہما السلام تھے اور آگے آگے محمد ابن حنفیہ پرچم فتح و اقبال لئے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے اور پیچھے جوانان بنی ہاشم، اصحاب بدر اور عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالبؑ تھے۔ جب یہ لشکر مقام زاویہ پر پہنچا تو امیر المومنین گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور چار رکعت نماز پڑھنے کے بعد خاک پر رخسار رکھ دیئے اور جب سر اٹھایا تو زمین آنسوؤں سے تر تھی اور زبان پر یہ الفاظ تھے اے آسمان وزمین اور عرش بریں کے پروردگار! یہ بصرہ ہے اس کی بھلائی سے ہمارا دامن بھر اور اس کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھ۔

پھر یہاں سے آگے بڑھ کر میدان حمل میں اتر پڑے کہ جہاں حریف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ حضرت نے سب سے پہلے اپنے لشکر میں اعلان فرمایا کہ دیکھو کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھائے اور نہ لڑائی میں پہل کرے۔ یہ فرمان کو فوج مخالفت کے سامنے آئے اور طلحہ و زبیر سے کہا کہ تم عانت سے خدا اور رسول کی قسم دے کر پوچھو کہ کیا میں خون عثمان سے بری الذمہ نہیں ہوں اور جو کچھ تم ان کے متعلق کہا کرتے تھے کیا میں بھی وہی کچھ کہا کرتا تھا اور کیا میں نے تم کو بیعت کے لئے مجبور کیا تھا یا تم نے خود اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی؟ طلحہ تو ان باتوں پر چراغ پا ہونے لگے۔ مگر زبیر نرم پڑ گئے، اور حضرت اس گفتگو کے بعد پلٹ آئے اور مسلم جاشعی کو قرآن دے کر ان کی طرف بھیجا تا کہ انہیں قرآن مجید کا فیصلہ سنائیں۔ مگر ان لوگوں نے دونوں کو تیروں کی زد پر کھل لیا اور اس مرد با خدا کا جسم چھلنی کر دیا۔ پھر عمار یا سر تشریف لے گئے تا کہ انہیں سمجھائیں بھائیوں اور جنگ کے نتائج سے آگاہ کریں مگر ان کی باتوں کا جواب بھی تیروں سے دیا گیا۔ ابھی تک امیر المومنین نے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی وجہ سے دشمن کے حوصلے بڑھتے گئے اور وہ لگا تار تیر برساتے رہے۔ آخر چند جانبازوں کے دم توڑنے سے امیر المومنین کی فوج میں بوکھلاہٹ سی پیدا ہوئی اور کچھ لوگ چند لاشیں لے کر آپ کے سامنے آئے اور کہا کہ یا امیر المومنین آپ ہمیں لڑنے کی اجازت نہیں دیتے اور وہ ہمیں چھلنی کئے دے رہے ہیں بھلا کب تک ہم اپنے سینوں کو خاموشی سے تیروں کا ہدف بناتے رہیں گے اور ان کی زیادتیوں پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ اس موقع پر حضرت کے تیور بدلے، مگر ضبط و حلم سے کام لیا اور اسی حالت میں بے زرہ و سلاح اٹھ کر دشمن کی فوج کے سامنے آئے اور پکار کر کہا کہ زبیر کہاں ہے۔ پہلے تو زبیر سامنے آنے سے ہچکچائے۔ مگر جب دیکھا کہ امیر المومنین کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو وہ سامنے بڑھ کر آئے۔ حضرت نے فرمایا کیوں اے زبیر تمہیں یاد ہے کہ ایک دفعہ رسولؐ نے تم سے کہا تھا کہ ”یا زبیر انک تقاتل علیا وانت لہ ظالم“ اے زبیر تم علیؑ سے ایک دن جنگ کرو گے اور ظلم و زیادتی تمہاری طرف سے ہوگی۔ زبیر نے کہا کہ ہاں فرمایا تو تھا، تو آپ نے کہا پھر کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ذہن سے اتر گیا تھا اور اگر پہلے سے یاد آ گیا ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ فرمایا اچھا اب تو یاد آ گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اور یہ کہہ کر وہ سیدھے ام المومنین کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ میں تو واپس جا رہا ہوں۔ ام المومنین نے کہا کہ اس کی وجہ؟ کہا ابو الحسن نے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلا دی ہے۔ میں بے راہ ہو چکا تھا مگر اب راہ پر آ گیا ہوں اور کسی قیمت پر بھی علی ابن ابی طالبؑ سے نہیں لڑوں گا۔ ام المومنین نے کہا کہ تم اولاد عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں اور یہ کہہ کر باگیں موڑ لیں۔ بہر صورت یہی غیبت ہے کہ ارشاد پیغمبرؐ کا کچھ تو پاس و لحاظ کیا ورنہ مقام حوآب پر تو رسولؐ کی بات یاد آ جانے کے باوجود وقتی

الموت احلی عندنا من العسل نحن بنو ضبة اصحاب الجمل

ہمارے نزدیک موت شہد سے زیادہ شیریں ہے ہم ہیں بنو ضبہ اونٹ کے رکھوالے۔

نحن بنو الموت اذ الموت نزل ننعی ابن عفان باطراف الاسل

ہم موت کے بیٹے ہیں جب موت آئے ہم ابن عفان کی سنانی نیزوں کی زبانی سنتے ہیں۔

ردوا علینا شیخنا ثم بجل

ہمیں ہمارا سردار واپس پلٹا دو (ویسے کاویا) اور بس

ان بنی ضبہ کی پست کرداری اور دین سے بے خبری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے جسے مدائنی نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شخص کا کان کٹا ہوا دیکھا تو اس سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ حمل کے میدان میں کشتوں کا منظر دیکھ رہا تھا کہ ایک دشمنی نظر آیا، جو کبھی سر اٹھاتا تھا اور کبھی زمین پر دے مارتا تھا میں قریب ہوا تو اس کی زبان پر دو شعر تھے۔

لقد اوردتنا حومة الموت امنا فلم تنصرف الا ونحن رواء

ہماری ماں نے ہمیں موت کے گہرے پانی میں دھکیل دیا اور اس وقت تک پلٹنے کا نام نہ لیا جب تک ہم چھک کر سیراب نہ ہوئے۔

اطعنا بنی تیم لشقوة جدنا وما تیم الا اعد و اماء

ہم نے شوئی قسمت سے بنی تیم کی اطاعت کر لی، حالانکہ ان کے مرد و غلام اور ان کی عورتیں کینزیریں ہیں۔

میں نے اس سے کہا کہ اب شعر پڑھنے کا کون سا موقع ہے۔ اللہ کو یاد کرو اور کلمہ شہادت پڑھو، یہ کہنا تھا کہ اُس نے مجھے غصہ کی نظروں سے دیکھا اور ایک سخت قسم کی گالی دے کر کہا کہ تو مجھ سے کہتا ہے کہ میں کلمہ پڑھوں اور آخری وقت میں ڈر جاؤں اور اب بے صبری کا مظاہرہ کروں یہ سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور مزید کچھ کہنا سننا مناسب نہ سمجھا اور پلٹنے کا ارادہ کیا۔ جب اُس نے جانے کے لئے مجھے آمادہ پایا تو کہا کہ ٹھہر و تمہاری خاطر اسے پڑھ لیتا ہوں لیکن مجھے سکھا دو۔ میں اُسے کلمہ پڑھانے کے لئے قریب ہوا تو اُس نے کہا اور قریب آؤ، میں اور قریب ہوا تو اُس نے میرا کان دانتوں میں دبایا اور اُس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اُسے جڑ سے نہ کاٹ لیا۔ میں نے سوچا کہ اس مرتے ہوئے پر کیا ہاتھ اٹھاؤں اُسے لعن طعن کرتا ہوا پلٹنے کے لئے تیار ہوا تو اُس نے کہا کہ ایک بات اور سن لو۔ میں نے کہا کہ وہ بھی سنا لوتا کہ تمہیں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔ اُس نے کہا کہ جب اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پوچھے کہ یہ کان کس نے کاٹا ہے تو کہنا کہ عمرو بن اہلب فسی نے جو کہ جو ایک ایسی عورت کے بھرے میں آ گیا تھا جو امیر المومنین بننا چاہتی تھی۔ بہر صورت جب تلواروں کی کوندتی ہوئی بجلیوں نے ہزاروں کے خرمن ہستی کو بھسم کر دیا اور بنی ازد و بنی ضبہ کے سینکڑوں آدمی ٹکیل پکڑنے پر کٹ مرے تو حضرت نے فرمایا عقروہ الجمل فاثقہ شیطان۔ اس اونٹ کو پے کرو۔ یہ شیطان ہے اور یہ کہہ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ چاروں طرف سے الامان والحفیظ کی صدائیں آنے لگیں۔ جب اونٹ کے قریب پہنچے تو اشتراخی سے کہا دیکھتے کیا ہوا ہے پے کرو۔ چنانچہ اشتراخ نے ایسا بھرپور ہاتھ چلایا کہ وہ بلبلاتا ہوا سینہ کے بل زمین پر گرا، اور اونٹ کا گرنا تھا کہ فوج مخالف میں بھگدڑ مچ گئی اور جناب عائشہ کا ہوج یکہ و تنہا رہ گیا۔ اصحاب امیر المومنین نے بڑھ کر ہوج کو سنبھالا اور محمد ابن ابی بکر نے امیر المومنین کے حکم سے حضرت عائشہ کو صفیہ بنت حارث کے مکان پر پہنچا دیا۔ ۱۰ جمادی الثانیہ ۳۶ھ کو یہ معرکہ ظہر کے وقت شروع ہوا اور اسی دن شام کو ختم ہو گیا۔ اس میں امیر المومنین کے بائیس ہزار کے لشکر میں سے ایک ہزار ستر اور دوسری روایت کی بناء پر پانچ سو افراد شہید ہوئے اور ام المومنین کے تیس ہزار کے لشکر میں سے ستر ہزار، دوسرے قول کی بناء پر بیس ہزار کام آئے اور پیغمبر کے اس ارشاد کی پوری تصدیق ہو گئی کہ ”لن یفلسح قوم ولو امرهم امراء وہ قوم کبھی کامرانی کا منہ نہیں دیکھ سکتی، جس کی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو۔“ (کتاب الامامت والسیاست، مروج الذهب، عقد الفرید، تاریخ طبری)۔

۱۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ امیر المومنین کی اس پیش گوئی کے مطابق بصرہ دو دفعہ غرقاب ہوا۔ ایک دفعہ قادر باللہ کے دور میں اور ایک دفعہ قائم بامر اللہ کے عہد حکومت میں اور غرق ہونے کی بالکل یہی صورت تھی کہ شہر تو زیر آب تھا اور مسجد کے کنگرے پانی کی سطح پر یوں نظر آتے تھے جیسے کوئی پرندہ سینہ نیچے بیٹھا ہو۔

خطبہ ۱۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي

مِثْلِ ذَلِكَ۔

یہ بھی اہل بصرہ کی مذمت میں ہے۔ تمہاری زمین (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان سے مثل ذلک۔ دور ہے۔ تمہاری عقلیں سبک اور دانائیاں خام ہیں۔ تم ہر تیر انداز کا نشانہ ہر کھانے والے کا لقمہ اور ہر شکاری کی صید اگلیوں کا شکار ہو۔

أَرْضُكُمْ قَرِيبَةٌ مِنَ الْمَاءِ بَعِيدَةٌ مِنَ النَّسَاءِ خَفَّتْ عُقُولُكُمْ وَسَفِهَتْ حُلُومُكُمْ فَأَنْتُمْ غَوْضٌ لِنَابِلٍ وَأَكْلَةٌ لِأَكْلِ وَفَرِيسَةٌ لِّصَائِلٍ۔

خطبہ ۱۵

حضرت عثمان کو عطا کردہ جاگیریں جب مسلمانوں کو پلٹا دیں، تو فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آتا جو عورتوں کے مہر اور کینزیروں کی خریداری پر صرف کیا جا چکا ہو تو اُسے بھی واپس پلٹا لیتا۔ چونکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے میں وسعت ہے اور جسے عدل کی صورت میں تنگی محسوس ہو اُسے ظلم کی صورت میں اور زیادہ تنگی محسوس ہوگی۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيمَا رَدَّهٗ عَلٰی الْمُسْلِمِينَ مِنْ قِطَاعٍ عُثْمَانُ۔ وَاللّٰهُ لَوْ وَجَدْتَهُ قَدْ تَزَوَّجَ بِهِ النِّسَاءَ وَمَلَكَ بِهِ الْإِمَاءَ لَرَدَدْتَهُ فَإِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً۔ وَمَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ أَضْيَقُ۔

خطبہ ۱۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ لَمَّا بُويعَ

بِالْبَيْتِ۔

جب مدینہ میں آپ کی بیعت ہوئی تو فرمایا۔ میں اپنے قول کا ذمہ دار اور اس کی صحت کا ضامن ہوں۔ جس شخص کو اس کے دیدہ عبرت نے گذشتہ عقوبتیں واضح طور سے دکھادی ہوں، اسے تقویٰ شہادت میں اندھا دھند کو دے سے روک لیتا ہے۔ تمہیں جاننا چاہئے کہ تمہارے لئے وہی ابتلا آت پھر پلٹ آئے، جو رسول کی بعثت کے وقت تھے۔ اس ذات کی قسم جس نے رسول کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا۔ تم بُری طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے اور اس طرح چھائے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے اور اس طرح غلط ملط کئے جاؤ گے جس طرح (پتچے سے ہڈیا) یہاں تک کہ

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ لَمَّا بُويعَ بِالْبَيْتِ۔ دُمْتِي بِمَا أَقُولُ رَهِيْنَةً۔ وَأَنَابَهُ ذَعِيْمٌ۔ إِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعَبْرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْمَثَلَاتِ حَجَزَتْهُ التَّقْوَىٰ عَنْ تَفْحُمِ الشُّبُهَاتِ أَلَا وَ إِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْ عَادَاتِ كَهَيْتِهَا يَوْمَ بَعَثَ اللَّهُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَتُبْلِيَنَّ بَلِيْلَةً وَلَتَغْرُبَنَّ غَرْبَةً وَلَتَسَاطُنَّ سَوْطَ الْقَدْرِ حَتَّىٰ

(ارادۃ) کوتاہی کرنے والا ہو اُسے تو دوزخ ہی میں گرنا ہے۔ دائیں بائیں گمراہی کی راہیں ہیں اور درمیانی راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس راستے پر اللہ کی ہمیشہ رہنے والی کتاب اور نبوت کے آثار ہیں۔ اسی سے شریعت کا نفاذ و اجراء ہوا اور اسی کی طرف آخر کار بازگشت ہے جس نے (غلط) ادعا کیا وہ تباہ و برباد ہوا اور جس نے افترا ابا نہا، وہ ناکام و نامراد رہا۔ جو حق کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے تباہ ہو جاتا ہے۔ اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدر و منزلت کو نہ پہچانے وہ ۲۷ اصل و اساس، جو تقویٰ پر ہو، برباد نہیں ہوتی، اور اُس کے ہوتے ہوئے کسی قوم کی کشت (عمل) بے آب و خشک نہیں رہتی۔ تم اپنے گھر کے گوشوں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرو، تو بہ تمہارے عقب میں ہے۔ حمد کرنے والا صرف اپنے پروردگار کی حمد کرے اور بھلا بُرا کہنے والا اپنے ہی نفس کی ملامت کرے۔

الْخُطْبَةُ رَجَاوُ مَقْصَرٍ فِي النَّارِ هَوَى
الْيَسِينُ وَالشَّيْءُ الْمَضْلُ وَالطَّرِيقُ
الْوَسْطَى هِيَ الْجَادَةُ عَلَيْهِا بَاقِي
الْكِتَابِ وَأَثَارُ النُّبُوَّةِ وَمِنْهَا مَنْقُذُ السَّنَةِ
وَالْيَهَا مَصِيرُ الْعَاقِبَةِ هَلَكَ مِنَ الدَّعَى
وَحَابَ مَنْ افْتَرَى مَنْ أَبَدَى صَفْحَتَهُ
لِلْحَقِّ هَلَكَ وَكَفَى بِالْبَرِّ جَهْلًا أَنْ لَا
يَعْرِفَ قَدْرَهُ وَلَا يَهْلِكَ عَلَى التَّقْوَى
لَسَنُخْ أَصْلٍ وَلَا يَظْمَأُ عَلَيْهَا ذَرْعُ قَوْمٍ
فَاسْتَتَرُوا فِي بُيُوتِكُمْ وَأَصْلَحُوا ذَاتَ
بَيْنِكُمْ وَالتَّوْبَةُ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَلَا يَحْمَدُ
حَامِدٌ إِلَّا رَبَّهُ وَلَا يَكْمُلُ لَانِمْ إِلَّا نَفْسُهُ

بعض نسخوں میں من ابدی صلیہ اللہ علیہ وسلم کے بعد ”عند جملۃ الناس“ بھی مرقوم ہے۔ اس بناء پر اس جملہ کے معنی یہ ہوں گے کہ جو حق کی خاطر کھڑا ہوا وہ جاہلوں کے نزدیک تباہ و برباد ہوتا ہے۔

عظمت و جلال الہی سے دل و دماغ کے متاثر ہونے کا نام تقویٰ ہے جس کے نتیجے میں انسان کی روح خوف و خشیت الہی سے معمور ہو جاتی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عبادت اور ریاضت میں سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ناممکن ہے دل میں اس کا خوف بسا ہو اور اس کا اظہار افعال و اعمال سے نہ ہو اور عبادت و نیاز مندی سے چونکہ نفس کی اصلاح اور روح کی تربیت ہوتی ہے لہذا جوں جوں عبادت میں اضافہ ہوتا ہے نفس کی پاکیزگی بڑھتی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں تقویٰ کا اطلاق کبھی خوف و خشیت پر کبھی بندگی اور نیاز مندی پر اور کبھی پاکیزگی قلب و روح پر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ فاپای فائقون میں تقویٰ سے مراد خوف ہے اور اتقوا اللہ حق تقوات میں تقویٰ سے مراد عبادت و بندگی ہے اور من تنخش اللہ وہ تنقہ فاولئک ہم الفائقون میں تقویٰ سے مراد پاکیزگی نفس اور طہارت قلب ہے۔

احادیث میں تقویٰ کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان واجبات کی پابندی اور محرمات سے کنارہ کشی کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ مستحبات کی بھی پابندی کرے اور مکروہات سے بھی دامن بچا کر رہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ شبہات میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے حلال چیزوں سے بھی ہاتھ اٹھالے۔ پہلا درجہ عوام کا، دوسرا درجہ خواص کا اور تیسرا درجہ خاص الخواص کا ہے۔

تمہارے اذن اعلیٰ اور اعلیٰ ادنیٰ ہو جائیں گے۔ جو پیچھے تھے آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے رہتے تھے وہ پیچھے چلے جائیں گے۔ خدا کی قسم میں نے کوئی بات پردے میں نہیں رکھی، نہ کبھی کذب بیانی سے کام لیا۔ مجھے اس مقام اور اس دن کی پہلے ہی سے خبر دی جا چکی ہے معلوم ہونا چاہئے کہ گناہ ان سرکش گھوڑوں کے مانند ہیں جن پر ان کے سواروں کو سوار کر دیا گیا ہو اور باگیں بھی ان کی اتار دی گئی ہوں اور وہ لے جا کر انہیں دوزخ میں پھاند پڑیں اور تقویٰ رام کی ہوئی۔ سوار یوں کے مانند ہے جن پر ان کے سواروں کو سوار کیا گیا ہو۔ اس طرح کہ باگیں ان کے ہاتھ میں دے دی گئی ہوں اور وہ انہیں (باطمینان) لے جا کر جنت میں اتار دیں۔ ایک حق ہوتا ہے اور اگر حق کم ہو گیا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ اس کے بعد باطل پر چھا جائے۔ اگرچہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی چیز پیچھے ہٹ کر آگے بڑھے۔ علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس مختصر سے کلام میں واقعی خوبیوں کے اتنے مقام ہیں کہ احساس خوبی کا اس کے تمام گوشوں کو پا نہیں سکتا اور اس کلام سے حیرت و استعجاب کا حصہ پسندیدگی کی مقدار سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس حالت کے باوجود جو ہم نے بیان کی ہے اس میں فصاحت کے اتنے بے شمار پہلو ہیں کہ جن کے بیان کرنے کا یار انہیں۔ نہ کوئی انسان اس کی عمیق گہرائیوں تک پہنچ سکتا ہے۔ میری اس بات کو وہی جان سکتا ہے جس نے اس فن کا پورا پورا حق ادا کیا ہو، اور اس کے رگ و ریشہ سے واقف ہو اور جاننے والوں کے سوا کوئی ان کو نہیں سمجھ سکتا۔

اسی خطبے کا ایک حصہ یہ ہے

جس کے پیش نظر دوزخ و جنت ہو اس کی نظر کسی اور طرف نہیں اٹھ سکتی، جو تیز قدم دوڑنے والا ہے وہ نجات یافتہ ہے اور جو طلب گار ہو، مگرست رفتار اُسے بھی توقع ہو سکتی ہے مگر جو

يَعُوذُ أَسْفَلَكُمْ أَعْلَاكُمْ وَأَعْلَاكُمْ أَسْفَلَكُمْ
وَلَيْسَبَقَنَّ سَابِقُونَ كَانُوا
قَصُورًا وَلَيَقْصُرَنَّ سَبَاقُونَ كَانُوا سَبِقُوا
وَاللَّهِ مَا كُنْتُ وَشِمَّةً وَلَا كَذَبْتُ كَذِبَةً
وَلَقَدْ نَبَّيْتُ بِهَذَا الْمَقَامِ وَهَذَا الْيَوْمِ - أَلَا
وَإِنَّ الْخَطَايَا حَيْلُ شَمْسٍ حَيْلُ عَلَيْهَا
أَهْلُهَا وَخَلِيعَتْ لُجْمُهَا فَتَقَحَّصَتْ بِهِمْ فِي
النَّارِ أَلَا وَإِنَّ التَّقْوَى مَطَايَا دُلِّلُ حَيْلُ
عَلَيْهَا أَهْلُهَا وَأَعْطُوا أَرْمَتَهَا فَأَوْرَدَتْهُمْ الْجَنَّةَ
حَقٌّ وَبَاطِلٌ وَلِكُلِّ أَهْلٍ فَلَيْنُ أَمْرِ الْبَاطِلِ
قَدِيمًا فَعَلَّ وَلَيْنُ قَلِّ الْحَقِّ فَلَرَبَّنَا وَلَعَلَّ
وَلَقَلَّمَا أَذْبَرَ شَيْءٌ فَاَقْبَلُ أَقُولُ إِنَّا فِي هَذَا
الْكَلَامِ الْأَدْلَى مِنْ مَوَاقِعِ الْإِحْسَانِ مَا لَا
تَبْلُغُهُ مَوَاقِعِ الْإِحْسَانِ مَا لَا تَبْلُغُهُ
مَوَاقِعِ الْإِسْتِحْسَانِ - وَإِنَّ حِظَّ الْعَجَبِ
مِنْهُ أَكْثَرُ مِنْ حِظِّ الْعَجَبِ بِهِ وَفِيهِ مَعَ
الْحَالِ الْبَرِّ وَصَفْنَا ذَوَائِدَ مِنَ
الْفَصَاحَةِ لَا يَقُومُ بِهَا لِسَانٌ وَلَا يَطْلِعُ
فَجْهًا إِنْسَانٌ وَلَا يَعْرِفُ مَا أَقُولُ إِلَّا مَنْ
ضَرَبَ فِي هَذِهِ الصَّنَاعَةِ بِحَقِّ وَجَرَى
فِيهَا عَلَى عِرْقِي (وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا
الْعَالِمُونَ) شُغِلَ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ أَمَامَهُ
سَاعٍ سَرِيعٍ نَجَا وَطَالِبٍ بَطْنِي وَمِنْ هَذِهِ

چنانچہ خداوند عالم نے ان تینوں درجوں کی طرف اس آیات میں اشارہ کیا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اعمال بجالائے ان پر جو وہ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس میں کچھ گناہ نہیں۔ جب انہوں نے پرہیز گاری اختیار کر لی اور ایمان لے آئے اور نیک کام کئے پھر پرہیز گاری کی اور ایمان لے آئے پھر پرہیز گاری کی اور اچھے کام کئے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ اسی عمل کیلئے ہمارا ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو اور وہی کشتِ عمل پھلے پھولے گی۔ جسے تقویٰ کے پانی سے پینا گیا ہو، کیونکہ عبادت وہی ہے جس میں احساسِ عبودیت کا فرما ہو، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

افمن اسس بنيانه على تقوى من الله ورضوان خير امان من اسس بنيانه على شفا جرف هار فانهار به في نار جهنم۔

کیا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی جو اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے۔

چنانچہ ہر وہ اعتقاد جس کی اساس علم و یقین پر نہ ہو، اس عمارت کے مانند ہے جو بغیر بنیاد کے کھڑی کی گئی ہو جس میں ثبات و قرار نہیں ہو سکتا اور ہر وہ عمل جو بغیر تقویٰ کے ہو، اس کھیتی کی مانند ہے جو آبِ باری کے نہ ہونے کی وجہ سے سوکھ جائے۔

خطبہ ۱۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صِفَةِ مَنْ يَتَصَدَّى لِلْحُكْمِ بَيْنَ الْأُمَّةِ وَلَيْسَ لِذَلِكَ بَأْهْلٍ۔ إِنَّ ابْغَضَ الْخَلَائِقِ إِلَى اللَّهِ رَجُلَانِ رَجُلٌ وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَى نَفْسِهِ فَهُوَ جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ مَشْغُوفٌ بِكَلَامٍ بَدْعٍ وَدَعَاءٍ ضَلَلَهُ فَهُوَ فَتَنَةٌ لِمَنْ أَفْتَنَ بِهِ ضَالٌّ عَنْ هُدًى مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مُضِلٌّ لِمَنْ أَقْتَدَى بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ حَمَلٌ خَطِيئًا غَيْرِهِ۔ رَهْنٌ بِخَطِيئَتِهِ وَرَجُلٌ

ان لوگوں کے بارے میں اُمت کے فیصلے چکانے کے لئے مسندِ قضا پر بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ وہ اس کے اہل نہیں ہوتے۔ تمام ان لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو شخص ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہو، (یعنی اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب کر لی) جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا بدعت کی باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر مٹا ہوا ہے۔ وہ اپنے ہوا خواہوں کے لئے فتنہ اور سابقہ لوگوں کی ہدایت سے برگشتہ ہے۔ وہ تمام ان لوگوں کے لئے جو اس کی زندگی میں یا اس کی موت

تَمَشَّ جَهْلًا مَوْضِعُ فَيُجْهَلُ الْأُمَّةَ عَارٌ فِي أَغْبَاشِ الْفِتْنَةِ عَمَّ بِمَا فِي عَقْدِ الْهَدْيَةِ قَدْ سَبَّاهُ أَشْبَاهُ النَّاسِ عَالِمًا۔ وَلَيْسَ بِهِ بَكْرٌ فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَاقِلٌ مِنْهُ خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ حَتَّى إِذَا ارْتَوَى مِنْ أَجْنٍ۔ وَاکْتَنَزَ مِنْ غَيْرِ طَائِلٍ جَلَسَ بَيْنَ النَّاسِ قَاضِيًا ضَامِنًا لِتَخْلِيصِ مَا لَبَسَ عَلَى غَيْرِهِ فَإِنْ نَزَلَتْ بِهِ۔ إِحْدَى السُّبُهَاتِ هَبَّ لَهَا حَشَوًا رَنًا مِنْ رَأْيِهِ ثُمَّ قَطَعَ بِهِ۔ فَهُوَ مِنْ لَبَسِ السُّبُهَاتِ فِي مِثْلِ نَسَجِ الْعَنْكَبُوتِ لَا يَذَرِي أَصَابَ أَمْ أَخْطَأَ فَإِنْ أَصَابَ خَافَ أَنْ يَكُونَ قَدْ أَخْطَأَ وَإِنَّا خَطَاءَ رَجَا أَنْ يَكُونَ قَدْ أَصَابَ جَاهِلٌ خَبَاطُ جَهْلَاتٍ عَالِي رِغَابٍ عَشَوَاتٍ لَمْ يَعْصُ عَلَى الْعِلْمِ بِضَرِّسٍ قَاطِعٍ يُذَرِّي الرِّوَايَاتِ إِذْ رَأَى الرِّيْحَ الْهَشِيمَ لَا مَلِيءٌ وَاللَّهُ بِأَصْدَارِ مَا وَرَدَ عَلَيْهِ وَلَا هُوَ أَهْلٌ لِمَا فَوْضَ إِلَيْهِ لَا يَحْسَبُ الْعِلْمُ فِي شَيْءٍ مِمَّا أَنْكَرَهُ وَلَا يَرَى أَنْ مِنْ دَرَاءٍ مَا يَلْغُ مَذْهَبًا لَغِيرِهِ وَإِنْ أَظْلَمَ عَلَيْهِ أَمْرٌ أَكْتَمَ بِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهِ تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَائِهِ الدَّمَاءَ وَتَعْبُرُ مِنْهُ السَّوَارِيكُ إِلَى اللَّهِ أَشْكُو مِنْ مَعْشَرٍ يَعِيشُونَ جَهْلًا وَيَسُوتُونَ ضَلَالًا

کے بعد اس کی پیروی کریں گمراہ کرنے والا ہے۔ وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے اور خود اپنی خطاؤں میں جکڑا ہوا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے جہالت کی باتوں کی (ادھر ادھر سے) بنوڑ لیا ہے۔ وہ اُمت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور فتنوں کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی کے فائدوں سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ چند انسانی شکل و صورت سے ملتے جلتے ہوئے لوگوں نے اُسے عالم کا لقب دے رکھا ہے حالانکہ وہ عالم نہیں وہ ایسی (بے سود) باتوں کے سمیٹنے کے لئے منہ اندر ہرے نکل پڑتا ہے جن کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس گندے پانی سے سیراب ہو لیتا ہے اور لایعنی باتوں کو جمع کر لیتا ہے تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں پر مشتبہ رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے۔ اگر کوئی الجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اُس کے لئے بھرتی کی فرسودہ دلیلیں مہیا کر لیتا ہے اور پھر اس پر یقین بھی کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ شبہات کے الجھاؤ میں پھنسا ہوا ہے جس طرح مکڑی خود ہی اپنے جالے کے اندر۔ وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اس نے صحیح حکم دیا ہے یا غلط۔ اگر صحیح بات بھی کہی ہو تو اُسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط نہ ہو، اور غلط جواب ہو تو اسے یہ توقع رہتی ہے کہ شاید یہی صحیح ہو، وہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل اور اپنی نظر کے دھندلا پن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی سواریوں پر سوار ہے۔ نہ اس نے حقیقتِ علم کو پرکھا نہ اس کی تہ تک پہنچا۔ وہ روایات کو اس طرح درہم برہم کرتا ہے جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو۔ خدا کی قسم! وہ ان مسائل کے حل کرنے کا اہل نہیں جو اس سے پوچھے جاتے ہیں اور نہ اس منصب کے قابل ہے جو اسے سپرد کیا گیا ہے۔ جس چیز کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ کوئی قابلِ اعتناء علم ہی نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے۔ اور جو بات اُس کی سمجھ میں نہیں آتی اُسے پی جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی

اَفَاَمَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِالْاِخْتِلَافِ
فَاَطَاعُوْهُ اَمْ نَهَاَهُمْ عَنْهُ فَعَصَوْهُ اَمْ اَنْزَلَ
اللّٰهُ دِيْنًا نَاقِصًا فَاَسْتَعَانَ بِهِمْ عَلٰی
اِتْمَامِهِ اَمْ كَانُوْا شُرَكَاءَ لَهُ فَلَهُمْ اَنْ
يَقُوْلُوْا وَعَلَيْهِ اَنْ يَّرْضٰی اَمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ
سُبْحٰنَهُ دِيْنًا تَامًا فَفَقَصَ الرَّسُوْلُ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ عَنْ تَبْلِیْغِهِ وَاَرٰئِیْهِ وَاللّٰهُ
سُبْحٰنَهُ یَقُوْلُ ”مَا فَرَطْنَا فِی الْكِتَابِ
مِنْ شَیْءٍ“ وَفِیْهِ تَبْیَانٌ كُلِّ شَیْءٍ
وَذَكَرَ اَنَّ الْكِتَابَ یُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا وَ
اَنَّهُ لَا اِخْتِلَافَ فِیْهِ فَقَالَ سُبْحٰنَهُ
”وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا
فِیْهِ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا“ وَاَنَّ الْقُرْآنَ ظَاهِرُهُ
اَنِّیْقٌ وَبَاطِنُهُ عَمِیْقٌ لَا تَفْنٰی عَجَابُیْهِ
وَلَا غَرَابُیْهِ وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمٰتُ اِلَّا بِهٖ۔

اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کر کے اس کا حکم بجالاتے ہیں یا
اس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عدا
اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ
دیا تھا اور ان سے تکمیل کے لئے ہاتھ بٹانے کا خواہش مند ہوا تھا یا
یہ کہ اللہ کے شریک تھے کہ انہیں اس کے احکام میں دخل دینے کا
حق ہو، اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضامند رہے یا یہ کہ اللہ نے تو
دین کو مکمل اُتارا تھا مگر اس کے رسول نے اس کے پہنچانے اور ادا
کرنے میں کوتاہی کی تھی۔ اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ہم
نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس
میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے
بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔
چنانچہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا
ہوا ہوتا، تو تم اس میں کافی اختلاف پاتے اور یہ کہ اس کا ظاہر خوش نما
اور باطن گہرا ہے۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے اور نہ اس کے
لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ ظلمت (جہالت کا پردہ اسی سے
چاک کیا جاتا ہے)۔

لَیْسَ فِیْهِمْ سَلْعَةٌ اَبُوْرٌ مِنَ الْكِتَابِ اِذَا
تُلِیَ حَقٌّ تِلَاوَتِهِ وَلَا اَعْلٰی ثَمَنًا مِنَ
الْكِتَابِ اِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَلَا
عِنْدَهُمْ اَنْکَرٌ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَلَا اَعْرَفٌ
مِنَ الْمُنْکَرِ۔

جہالت کو خود جانتا ہے۔ (ناحق بہائے ہوئے) خون اُس کے
ناروا فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں اور غیر مستحق افراد کو پہنچی
ہوئی میراثیں چلا رہی ہیں۔ اللہ ہی سے شکوہ ہے اُن لوگوں کو جو
جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مر جاتے ہیں۔ ان میں
قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں جب کہ اُسے اس
طرح پیش کیا جائے جیسا پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن
سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں۔ اس وقت جبکہ
اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے ان کے نزدیک نیکی
سے زیادہ کوئی بُرائی اور بُرائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں۔

امیر المومنین نے دو قسم کے لوگوں کو اللہ کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق قرار دیا ہے۔ ایک وہ جو سرے سے اصول عقائد
ہی میں گمراہ ہیں اور گمراہی کی نشر و اشاعت میں لگے رہتے ہیں اور دوسرے وہ جو قرآن و سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس و
رائے سے احکام گڑھ لیتے ہیں اور اپنے متقلدین کا ایک حلقہ پیدا کر کے ان میں خود ساختہ شریعت کی ترویج کرتے رہتے
ہیں۔ ایسے لوگوں کی گمراہی و کج روی صرف اُن کی ذات تک محدود نہیں رہتی بلکہ اُن کی ضلالت کا بویا ہوا بوج برگ و بار لاتا ہے
اور ایک تناور شجر کی صورت اختیار کر کے گمراہوں کو ہمیشہ اپنے سایہ میں پناہ دیتا رہتا ہے اور یہ گمراہی بڑھتی ہی رہتی ہے اور
چونکہ اس گمراہی کے اصل بانی یہی لوگ ہوتے ہیں اس لئے دوسروں کی گمراہی کا بوجھ بھی انہی کے سر لاد جائے گا۔ چنانچہ
قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ وَیَمْلِكُنَّ الشَّامُ وَالْغُلَامُ الشَّامُ۔ یہ لوگ اپنے (گمنا ہوں) کا بوجھ تو یقیناً اٹھائیں گے اور اپنے
بوجھ کے ساتھ (جنہیں گمراہ کیا ہے) ان کے بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑیں گے۔

خطبہ ۱۸

وَمِنْ کَلَامٍ لَهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ ذِمَّ
اِخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِی الْفَتْیَا تَرُدُّ عَلٰی اَحَدٍ
هُمُ الْقَضِیَّةُ فِیْ حُکْمٍ مِنَ الْاَحْکَامِ فِیْ حُکْمٍ
فِیْهَا بِرَآیِهِ ثُمَّ تَرُدُّ تِلْكَ الْقَضِیَّةُ بِعَیْنِهَا عَلٰی
غَیْرِہٖ فِیْ حُکْمٍ فِیْهَا بِخِلَافِہٖ ثُمَّ یَجْتَمِعُ
الْقَضَاۃُ بِذٰلِکَ عِنْدَ الْاِمَامِ الَّذِیْ اسْتَقْصَا
هُمُ فِیْصَوْبُ اَرَآءَ هُمْ جَمِیْعًا وَالْهَمُّ وَاحِدٌ

فتاویٰ میں علماء کے مختلف الّا راہوں نے کی خدمت میں فرمایا۔
جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے
لئے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے۔ پھر
وہی مسئلہ بعینہ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے
حکم کے خلاف حکم دیتا ہے پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ
کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انہیں قاضی بنا رکھا ہے۔ تو وہ
سب کی راہوں کو صحیح قرار دیتا ہے حالانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک
اور کتاب ایک ہے۔ (انہیں غور تو کرنا چاہئے) کیا اللہ نے انہی

یہ مسئلہ محل نزاع ہے کہ جس چیز پر شرع کی رو سے کوئی قطعی دلیل قائم نہ ہو۔ آیا واقعہ میں اس کا کوئی حکم ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ ابو
الحسن اشعری اور ان کے استاد ابو علی جبائی کا مسلک یہ ہے کہ اللہ نے اس کے لئے کوئی حکم تجویز ہی نہیں کیا بلکہ ایسے موارد میں
تشریع و حکم کا اختیار مجتہدین کو سونپ دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید سے جسے حرام ٹھہرائیں اُسے واقعی حرام قرار دے دیا جائے گا اور
جب اسے حلال کر دیں، اُسے واقعی حلال سمجھ لیا جائے گا اور اگر کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ تو پھر جتنی ان کی رائے ہوں گی اتنے
احکام بنتے چلے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کا نقطہ نگاہ حکم واقعی کا ترجمان ہوگا۔ مثلاً اگر مجتہد کی رائے یہ ٹھہری کہ نبیذ حرام
ہے اور دوسرے مجتہد کی رائے یہ ہوئی کہ نبیذ حلال ہے تو وہ واقع میں حلال بھی ہوگی اور حرام بھی۔ یعنی جو اُسے حرام سمجھے اُس کے
لئے بیانا جائز ہے اور جو حلال سمجھے اُس کے لئے بیانا جائز ہے۔ چنانچہ شہرستانی اس تصویب کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

فَمِنْ اِلَا صَوْلِیْنِ مَنْ صَارَ اِلٰی اِنْ لَا حُکْمَ لِلّٰہِ
تَعَالٰی فِی الْوَقَائِعِ الْمَجْتَهَدِ فِیْهَا حُکْمًا بِعَیْنِہِ
قَبْلَ الْاِجْتِهَادِ مَنْ جَوَازٌ وَحُظْرٌ حَلَالٌ وَ

اصولیین کا ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ جن مسائل میں
اجتہاد کیا جاتا ہے، اُن کے لئے جواز و عدم جواز اور حلال و
حرام کے اعتبار سے کوئی طے شدہ حکم نہیں ہوتا۔ بلکہ جو مجتہد

حرام و انما حکم اللہ تعالیٰ ما ادى اليها جتهاد المجتهد فان لهذا السبب فان لم يوجد السبب يثبت الحكم و على هذا المذهب كل مجتهد مصيب في الحكم (كتاب الملل والنحل ص ۹۸)

کی رائے ہوتی ہے، وہی خدا کا حکم ہوتا ہے۔ کیونکہ حکم کا قرار پانا ہی اس پر موقوف ہے کہ وہ کسی مجتہد کے نظریے سے ملے ہو۔ اگر یہ چیز نہ ہوگی تو حکم بھی ثابت نہ ہوگا اور اس مسلک کی بناء پر ہر مجتہد اپنی رائے میں درست ہوگا۔

اس صورت میں مجتہد کو خطا سے اس لئے محفوظ سمجھا جاتا ہے کہ خطا تو وہاں مقصود ہوا کرتی ہے جہاں کوئی قدم واقع کے خلاف اٹھے اور جہاں کوئی واقع ہی نہ ہو وہاں خطا کے کیا معنی اس کے علاوہ اس صورت میں بھی مجتہد سے خطا کا امکان نہ ہوگا کہ جب یہ نظریہ قائم کر لیا جائے کہ مجتہدین کی آئندہ جتنی رائے ہونے والی تھیں اللہ نے ان سے باخبر ہونے کی بناء پر پہلے ہی سے اتنے احکام بنا رکھے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہر رائے حکم واقعی کے مطابق ہی پڑتی ہے یا یہ کہ اس نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ مجتہدین کی رائیوں کو ان طے شدہ احکام سے باہر نہ ہونے دے گا، یا کہ برائیل اتفاق ان میں سے ہر ایک کی رائے ان احکام میں سے کسی ایک نہ ایک حکم سے بہر صورت موافقت کرے گی۔

لیکن فرقہ امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ نے نہ کسی کو شریعت سازی کا حق دیا ہے اور نہ کسی چیز کے حکم کو مجتہد کی رائے کی تابع ٹھہرایا ہے اور نہ آراء کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک ہی چیز کے لئے واقع میں متعدد احکامات بنائے ہیں۔ البتہ جب مجتہد کی حکم واقعی تک رسائی نہیں ہونے پاتی تو تلاش و تفحص کے بعد جو نظریہ اس کا قرار پاتا ہے اس پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے اور اس کے مقلدین کے لئے کفایت کر جاتا ہے۔ لیکن اس کی حیثیت صرف حکم ظاہری کی ہوتی ہے۔ جو حکم واقعی کا بدل ہے اور ایسی صورت میں حکم واقعی کے چھوٹ جانے پر وہ معذور قرار پا جاتا ہے کیونکہ اس نے اس دریاے ناپید کنار میں غوطہ لگائے اور اس کی تہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ مگر اس پر کیا اختیار کہ درشا ہوار کے بجائے خالی صدف ہی اس کے ہاتھ لگے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اسے موتی سمجھیں اور موتی کے بھاؤ بکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا اس کی بھی آدھی قیمت لگا دے تاکہ نہ اس کی محنت کا ارت جائے اور نہ اس کی ہمت ٹوٹنے پائے۔

اگر اس تصویب کے اصول کو مان لیا جائے تو پھر ہر فتوے کو درست اور ہر قول کو صحیح ماننا پڑے گا۔ جیسا کہ میڈی نے فواتح میں لکھا ہے۔

”حق دریں مسئلہ مذہب اشعری است پس تو اندوہ کو مذاہب متاقدہ ہمہ حق باشند زہار درشان علماء گمان بدمر و زبان بطعن ایشان مکتھا“

جب متضاد نظریے اور مختلف فتوے تک صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں تو حیرت ہے کہ بعض نمایاں افراد کے اقدامات کو خطائے اجتہادی سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے۔ جبکہ مجتہد کے لئے خطا کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر عقیدہ تصویب صحیح ہے تو امیر شام اور ام المومنین کے اقدامات درست ماننا پڑیں گے اور اگر ان کے اقدامات غلط سمجھے جاتے ہیں تو تسلیم کیجئے کہ اجتہاد ٹھوکر بھی کھا سکتا ہے اور تصویب کا عقیدہ غلط ہے اور یہ اپنے مقام پر طے ہوتا ہے گا کہ ام المومنین کے اجتہاد میں انوشیت تو سد راہ نہیں ہوتی یا امیر شام کا یہ اجتہاد تھا یا کچھ اور۔ بہر صورت یہ تصویب کا عقیدہ خطاؤں کو چھپانے اور غلطیوں پر حکم الہی کے نقاب ڈالنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا تاکہ نہ مقصد

بر آریوں میں روک پیدا ہو، اور نہ من مانی کا ردائیوں کے خلاف کوئی زبان کھول سکے۔ امیر المومنین نے اس خطبہ میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ کی راہ سے کٹ کر اور وحی الہی کی روشنی سے آنکھیں بند کر کے قیاس و رائے کے اندھیروں میں ٹاک ٹوئیے مارتے رہتے ہیں اور دین کو افکار و آرا کی آماج گاہ بنا کر نت نئے فتوے دیتے رہتے ہیں اور اپنے جی سے احکام گڑھ کر اختلافات کے شاخسانے چھوڑتے رہتے ہیں اور پھر تصویب کی بناء پر تمام مختلف و متضاد احکام کو اللہ کی طرف سے سمجھ لیتے ہیں۔ گویا ان کا ہر حکم وحی الہی کا ترجمان ہے کہ نہ ان کا کوئی حکم غلط ہو سکتا ہے اور نہ کسی موقع پر ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اس مسلک کے رو میں فرماتے ہیں کہ

(۱) جب اللہ ایک کتاب ایک اور رسول ایک ہے، تو پھر دین بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور جب دین ایک ہے تو ایک ہی چیز کے لئے مختلف و متضاد احکام کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ حکم میں تضاد اس صورت میں ہوا کرتا ہے کہ جب حکم دینے والا پہلا حکم بھول چکا ہو، یا اس پر غفلت یا مدہوشی طاری ہوگئی ہو، یا جان بوجھ کر ان بھولیلوں میں رکھنا چاہتا ہو اور اللہ رسول ان چیزوں سے بلند تر ہیں۔ لہذا اس اختلاف کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ اختلافات ان لوگوں کے خیالات و آراء کا نتیجہ ہیں کہ جنہوں نے قیاس آرائیوں سے دین کے نقوش کو محو کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

(۲) اللہ نے یا تو ان اختلافات سے منع کیا ہوگا یا اختلاف پیدا کرنے کا حکم دیا ہوگا۔ اگر حکم دیا ہے تو وہ کہاں اور کس مقام پر ہے اور ممانعت کو سننا چاہو تو قرآن کہتا ہے ”قُلِ اللّٰهُ اَوْنٰ لَكُمْ اَمْ عَلٰی اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ“ ان سے کہو کہ کیا اللہ نے تمہیں اجازت دے دی ہے یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو۔ یعنی ہر وہ چیز جو بحکم خدا نہ ہو وہ افترا ہے اور افترا ممنوع و حرام ہے اور افترا پر دازوں کے لئے عقیبی میں نہ فوز و کامرانی ہے نہ فلاح و بہبود۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔

وَلَا اتَّقُوا الْوَلِيَّاتِ تَصِفُ السَّنْكَمُ الْكَذِبُ
هَذَا حَلَالٌ وَ هَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلٰی
اللّٰهِ الْكَذِبُ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ
الْكَذِبَ لَا یَفْلَحُوْنَ۔

جو تمہاری زبانوں پر چھوٹی باتیں چڑھی ہوئی ہیں انہیں کہنا نہ کرو
اور نہ اپنی طرف سے حکم لگایا کرو یہ حلال ہے اور حرام ہے تاکہ
اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو اور جو افترا پر دازیاں کرتے ہیں
وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار نہ ہوں گے۔

(۳) اگر اللہ ہی نے دین کو نام تمام رکھا ہے تو اُسے ادھورا چھوڑنے کی یہ وجہ ہوگی کہ اُس نے اپنے بندوں سے یہ چاہا ہوگا کہ وہ شریعت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں اور شریعت سازی میں اس کے شریک ہوں تو یہ عقیدہ سراسر شرک ہے۔ اگر اُس نے دین کو مکمل اتار دیا ہے تو پھر پیغمبر نے اُس کے پہنچانے میں کوتاہی کی ہوگی تاکہ دوسروں کے لئے اُس میں قیاس و رائے کی گنجائش رہے تو معاذ اللہ یہ پیغمبر کی کمزوری اور انتخاب صدمت پر بدنامی دہے ہوگا۔

(۴) اللہ سبحانہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کو اٹھائیں رکھا اور ہر ایک چیز کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ تو پھر قرآن سے ہٹ کر جو حکم تراشا جائے گا وہ شریعت سے باہر ہوگا اور اس کی اساس علم و بصیرت اور قرآن و سنت پر ہوگی بلکہ اپنی ذاتی رائے اور اپنا ذاتی فیصلہ ہوگا جس کا دین و مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں سمجھا جاسکتا۔

(۵) قرآن دین کا مبنی و ماخذ اور احکام شریعت کا سرچشمہ ہے۔ اگر احکام شریعت مختلف اور جدا جدا ہوتے تو پھر اس میں بھی اختلاف

اشعث ابن قیس کنڈی

اس کا اصل نام معد کرب اور کنیت ابو محمد ہے۔ مگر اپنے بالوں کی پراگندگی کی وجہ سے اشعث (پراگندہ مو) کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ جب بعثت کے بعد یہ اپنے قبیلہ سمیت مکہ آیا تو پیغمبرؐ نے اسے اور اس کے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی لیکن یہ سب منہ موڑ کر چلتے ہوئے اور ایک بھی اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ اور جب ہجرت کے بعد اسلام کے قدم جم گئے اور اس کا پرچم لہرانے لگا اور اطراف و جوانب کے وفد جو در جو مدینہ آنا شروع ہوئے تو یہ بھی بنی کنندہ کے ایک وفد کے ہمراہ پیغمبرؐ کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا۔ صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ یہ پیغمبر اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں کہ جب اسے اسیر کر کے مدینہ لایا گیا تو پھر اس نے اسلام قبول کیا مگر اس وقت بھی اس کا اسلام صرف دکھاوے کا تھا۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے حاشیہ بیچ البلاغہ پر تحریر کیا ہے کہ

كان الاشعث في اصحاب علي كعبد الله جس طرح عبد اللہ ابن ابی بن سلول اصحاب رسولؐ میں تھا ابن ابی ابن سلول في اصحاب رسول ویسا ہی اشعث علی ابن ابی طالبؓ کی جماعت میں تھا اور یہ اللہ کل منهما راس النفاق في زمنہ۔ دونوں اپنے اپنے عہد میں چوٹی کے منافق تھے۔

جنگ یرموک میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابن قتیبہ نے المعارف میں اسے کانوں کی فہرست میں درج کیا ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی بہن ام فرہ بنت ابی قافہ جو پہلے ایک ازوی کے نکاح میں اور پھر تمیم داری کے عقد میں تھیں تیسری دفعہ اسی اشعث سے بیاہی گئیں۔ جن سے تین لڑکے محمد اسماعیل اور اسحاق پیدا ہوئے۔ کتب رجال میں درج ہے کہ یہ بھی ایک آنکھ سے معذور تھیں۔ ابن ابی الحدید نے ابوالفرج سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قتل امیر المؤمنینؓ کی سازش میں برابر کا شریک تھا۔

وقد كان ابن ملجم اتى الاشعث في هذه شب ضربت ابن ملجم اشعث ابن قیس کے پاس آیا اور الدلیلة فخلابه في بعض نواحي المسجد دونوں علیحدگی میں مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ ومربهما حبرا بن عدی فسمع الاشعث کہ اُدھر سے حجر ابن عدی کا گذر ہوا، تو انہوں نے سنا کہ وهو يقول ابن ملجم النجاء النجاء حاجتك اشعث ابن ملجم سے کہہ رہا ہے کہ بس اب جلدی کر دو، ورنہ فقد فضحك الصبح قال له حجر قتلته یا پو پھوٹ کر تھیں رسوا کر دے گی۔ حجر نے یہ سنا تو اشعث اعود و خرج مبادرا الي علي عليه السلام سے کہا کہ اے کانے تو علیؓ کے قتل کا سر و سامان کر رہا ہے وقد سبقه ابن ملجمو ضربه واقبل حجرو اور پھر تیزی سے علیؓ ابن ابی طالبؓ کی طرف گئے مگر جب الناس يقولون قتل امير المؤمنين۔ امیر المؤمنینؓ کو نہ پا کر پلٹے تو ابن ملجم اپنا کام کر چکا تھا اور

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۶ ص ۴۳)

اُس کی بیٹی جعدہ نے حضرت امام حسنؓ کو زہر دے کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے کہ۔

ہونا چاہئے تھا اور اس میں اختلاف ہوتا تو یہ اللہ کا کلام نہ رہتا اور جب یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر شریعت کے احکام مختلف ہونی نہیں سکتے کہ تمام مختلف و متضاد نظریوں کو صحیح سمجھ لیا جائے اور قیاسی فتوؤں کو اس کا حکم قرار دے دیا جائے۔

خطبہ ۱۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِلْأَشْعَثِ امیر المؤمنین علیہ السلام منبر کوفہ پر خطبہ ارشاد فرما رہے ابْنِ قَيْسٍ وَهُوَ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ يَخْطُبُ تھے کہ اشعثؓ ابن قیس نے آپ کے کلام پر اعتراض قَبَضَ فِي بَعْضِ كَلَامِهِ شَيْءٌ اعْتَرَضَهُ کرتے ہوئے کہا کہ یا امیر المؤمنینؓ یہ بات تو آپ کے حق میں نہیں بلکہ آپ کے خلاف پڑتی ہے تو حضرت نے اُسے نگاہ غضب سے دیکھا اور فرمایا۔

بَصْرَةً ثُمَّ قَالَ۔ تجھے کیا معلوم کہ کوئی چیز میرے حق میں ہے اور کوئی چیز میرے خلاف جاتی ہے تجھ پر اللہ کی پھٹکار اور لعنت کرنے والوں کی تو جولا ہے کا بیٹا جولا ہا اور کافر کی گود میں پلنے والا منافق ہے، تو ایک دفعہ کافروں کے ہاتھوں میں اور ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا لیکن تجھ کو تیرا مال اور حسب اس عار سے نہ بچا سکا اور جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلا دے اور اس کی طرف موت کو دعوت اور ہلاکت بلاوے، وہ اسی قابل ہے کہ قریبی اس سے نفرت کریں اور دور والے بھی اس پر بھروسہ نہ کریں۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک دفعہ کفر کے زمانہ میں اور ایک دفعہ اسلام کے زمانہ میں اسیر کیا گیا تھا۔ رہا حضرت کا یہ ارشاد کہ جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلاوے، تو اس سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو اشعث کو خالد ابن ولید کے مقابلہ میں یرموک میں پیش آیا تھا کہ جہاں اُس نے اپنی قوم کو فریب دیا تھا اور اُن سے چال چلی تھی یہاں تک کہ خالد نے ان پر حملہ کر دیا اور اس واقعہ کے بعد اس کی قوم والوں نے اُس کا لقب عرف النار رکھ دیا اور یہ ان کے محاورہ میں غدار کے لئے بولا جاتا ہے۔ اسم للغادر عندہم۔

ان امراته جعدة بنت اشعث الكندی آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کندی نے آپ کو زہر دیا
سقتہ السم وقد كان معاوية دس اليها اور معاویہ نے اس سے یہ ساز باز کی تھی کہ اگر تم کسی طریقہ
انك ان احتلت في قتل الحسن وجهت سے حسن کو زہر دے دو تو میں تمہیں ایک لاکھ درہم دوں گا
بمائة الف درهم وذو جثك يزيد۔ (مروج اور یزید سے تمہارا عقد کرادوں گا۔
الذهب ج ۲ ص ۵۰)

اُس کا بیٹا محمد بن اشعث کوفہ میں حضرت مسلم کو فریب دینے اور کر بلا میں خون سید الشہد ابہانے میں شریک تھا مگر ان سب باتوں
کے باوجود بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے روایان حدیث میں سے ہے۔

جنگ نہروان کے بعد مسجد کوفہ میں تحکیم کی بدعنوانیوں کے سلسلہ میں حضرت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر
کہا کہ یا امیر المومنین آپ نے پہلے تو ہمیں اس تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا ہمیں نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں
میں سے کون سی بات زیادہ صحیح اور مناسب تھی۔ حضرت نے یہ سن کر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا ہذا جزء من ترك العقدة جو
ٹھوس رائے کو چھوڑ دیتا ہے اُسے ایسا ہی خبیثانہ جھگڑا پڑتا ہے۔ یعنی یہ تمہارے کروت کا بھل ہے جو تم نے حزم و احتیاط کا دامن
چھوڑ کر تحکیم کے مان لینے پر اصرار کیا تھا۔ مگر اشعث اس سے یہ سمجھا کہ حضرت اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ میری یہ جیرانی و
سرگردانی تحکیم کے مان لینے کا نتیجہ ہے۔ لہذا بول اٹھا کہ یا امیر المومنین اس سے تو آپ ہی کی ذات پر حرف آتا ہے جس پر
حضرت نے بگڑ کر فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور تم کیا جانو کہ کوئی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے
خلاف پڑتی ہے۔ تم جولاہے اور جولاہے کے بیٹے اور کافر کی گود میں پروان چڑھنے والے منافق ہو۔ تم پر اللہ کی اور ساری دنیا کی
لعنت ہو۔ شارحین نے امیر المومنین کے اشعث کے حاکم (جولاہا) کہنے کی چند وجہیں لکھی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اور
اس کا باپ اپنے اکثر اہل وطن کی طرح کپڑا بننے کا دھندا کرتے تھے۔ اس لئے اس کے پیشہ کی پستی و دنیایت کی طرف اشارہ
کرنے کے لئے اسے جولاہا کہا ہے یوں تو بیسیوں کے پیشے اور بھی کئی تھے مگر زیادہ دھندا ان کے ہاں یہی ہوتا ہے۔ چنانچہ خالد
ابن صفوان نے ان کے پیشوں کا تعارف کراتے ہوئے پہلے اسی پیشے کا ذکر کیا ہے۔

ماعسی ان اقول لقوم كانوا بين ناسج میں اس قوم کے بارے میں کیا کہوں کہ جن میں صرف کپڑا
بردو دابغ جلد و سائس قرد و راکب عود بننے والے، چڑا رنگنے والے، بندر نچانے والے اور
دل علیہم ہدھدو اغرقہم فارة و ملکتم گدھے پر سوار ہونے والے ہی ہوتے ہیں۔ ہدھدے ان
امراۃ۔ کا ٹھکانا بتایا۔ ایک چوہیا نے انہیں غرق کر دیا اور ایک
(البیان والتبيين ج ۱ ص ۱۳۰) عورت نے ان پر حکومت کی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حیا کے معنی جھوم کر اور بل کھا کر چلنے کے ہیں اور یہ چونکہ غرور اور تکبر کی وجہ سے شانے مٹکا کر اور بل کھا
کر چلتا ہے اس بناء پر اسے حاکم فرمایا۔

تیسری وجہ یہ ہے اور یہی زیادہ نمایاں اور واضح ہے کہ اس کی حماقت و دنیایت ظاہر کرنے کے لئے اسے جولاہا کہا گیا ہے چونکہ ہرونی
و فرمایہ کو شل کے طور پر جولاہا کہہ دیا جاتا ہے۔ ان کے فہم و فراست کا یہی عروج کیا کہ تھا کہ ان کی حماقتیں ضرب المثل بن چکی تھیں جبکہ
کسی خصوصی امتیاز کے بغیر کوئی چیز ضرب المثل کی حیثیت حاصل نہیں کیا کرتی کہ امیر المومنین نے بھی اس کی توثیق فرمادی کہ جس کے
بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے کہ جو اللہ و رسول کے خلاف جوڑ توڑ کرے اور افترا پر دازیوں کے جال بنے کہ جو صرف
منافق ہی کا شیوہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وسائل الشیعہ میں ہے کہ

ذكر الحائك عند ابی عبد الله انه ملعون امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے حاکم کے ملعون
فقال انما ذالك الذی يحول الكذب علی ہونے کا ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ ہے
الله و رسوله جو اللہ و رسول پر افترا باندھتا ہے۔

لفظ حاکم کے بعد لفظ منافق ارشاد فرمائی ہے اور دونوں میں واو عطف کا بھی فاصلہ نہیں رکھا تا کہ دونوں کے قریب المعنی ہونے پر
روشنی پڑے اور پھر اس نفاق و حق پوشی کی بناء پر اسے اللہ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

ان الذی یکتُمون ما انزلنا من البینات وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی نشانیوں اور رہنمائی کو
والہدی من بعد ما بینا للناس فی الکتاب چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے کتاب میں انہیں کھول کر
اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللعینون۔ انکے سامنے رکھ دیا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ بھی
لعنت کرتا ہے اور لعنت کر نیوالے بھی لعنت کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ تم کفر میں بھی اسیری کی ذلت سے نہ بچ سکتے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان رسوائیوں نے تمہارا پیچھا نہ
چھوڑا اور تمہیں اسیر بنالیا گیا۔ چنانچہ کفر کی حالت میں اس کی اسیری صورت یہ ہوئی کہ جب اس کے باپ قیس کو قبیلہ بنی مراد نے قتل
کر ڈالا، تو اس نے بنی کنذہ کے جنگ آزماؤں کو جمع کیا اور انہیں تین ٹولیوں میں بانٹ دیا۔ ایک ٹولی کی باگ دوڑ خود سنبھالی اور دوسری
ٹولیوں پر کنش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم کو سردار مقرر کیا اور بنی مراد پر حملہ کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا مگر بدبختی جو آئی تو بنی مراد کے بجائے
بنی حارث ابن کعب پر حملہ کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کنش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم قتل کر دیئے گئے اور اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ آخر تین
ہزار آدمی فدیہ کے دے کر ان سے جان چھڑائی۔ امیر المومنین کے ارشاد فنادک من واحدة منھما مالک والا حبک (تجھے تیرا مال و حسب
ان دونوں گرفتاریوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ چھڑا سکا) میں فدیہ سے مراد حقیقی فدیہ نہیں ہے کیونکہ وہ فدیہ دے کر ہی آزاد ہوا تھا۔ بلکہ
مقتصد یہ ہے کہ اسے مال کی فراوانی اور کنبہ میں توقیر و سر بلندی اس عار سے نہ بچا سکی اور وہ اسیری کی ذلتوں سے اپنا دامن محفوظ نہ رکھ سکا۔

اس کی دوسری اسیری کا واقعہ یہ ہے کہ جب پیغمبر اسلام نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حضرت موت کے علاقہ میں بغاوت پھیل گئی جسے
فر و کرنے کے لئے حضرت ابوبکر نے وہاں کے حاکم زیاد ابن لبید کو لکھا ہے کہ وہ ان لوگوں سے بیعت لے اور ان سے زکوٰۃ و صدقات
وصول کرے۔ چنانچہ جب زیاد ابن لبید قبیلہ بنی عمرو ابن معاویہ کے ہاں زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے گیا تو شیطان ابن حجر کی افٹی جو بڑی

خوبصورت اور مضبوط ذیل ڈول کی تھی اُسے پسند آگئی۔ اس نے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ شیطان اُسے دینے پر رضامند نہ ہوا، اور کہا کہ اسے رہنے دیجئے اور اس کے بدلہ میں کوئی اور اونٹنی لے لیجئے مگر زیادہ مانا شیطان نے اپنے بھائی عدا بن جبر کو اپنی حمایت کے لئے بلایا۔ اُس نے بھی آکر کہا سنا مگر زیادہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اور کسی صورت میں اونٹنی سے ہاتھ اٹھانے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ آخر ان دونوں بھائیوں نے مسروق ابن معدیکرب سے فریاد کی چنانچہ مسروق نے بھی اپنا زور لگایا کہ کسی طرح زیادہ اس اونٹنی کو چھوڑ دے مگر اُس نے صاف صاف انکار کر دیا جس پر مسروق کو جوش آیا اور اس نے بڑھ کر اونٹنی کھول لی اور شیطان کے حوالہ کر دی۔ زیادہ اس پر بھڑک اٹھا اور اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور مرنے کے لئے تل لگایا۔ ادھر بنی لبید بھی مقابلہ کے لئے اکٹھا ہو گئے۔ مگر زیادہ شکستہ نہ دے سکے، بلکہ بُری طرح اُس کے ہاتھوں پڑے۔ عورتیں چھوڑائیں اور مال و متاع لٹوا لیا۔ آخر جو بچے کچھے رہ گئے تھے وہ اشعث کے دامن میں ہناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اشعث نے اس شرط پر مکہ کا وعدہ کیا کہ اسے اس علاقہ کا حکمران مان لیا جائے۔ ان لوگوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور باقاعدہ اس کی رسم تاج پوشی بھی ادا کر دی جب یہ اپنا اقتدار منوچکا تو ایک فوج کو ترتیب دے کر زیادہ سے لڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ ادھر حضرت ابوبکر نے مہاجر ابن امیہ والی یمن کو لکھ رکھا تھا کہ وہ ایک دستہ لے کر زیادہ کی مدد کے لئے پہنچ جائے۔ چنانچہ مہاجر فوجی دستہ لے آ رہا تھا کہ اس کا سامنا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر تلواریں سونت لیں اور مقام زرقان میں معرکہ کارزار گرم کر دیا۔ مگر نتیجہ میں اشعث میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ قلعہ بخیر میں قلعہ بند ہو گیا۔ دشمن ایسے نہ تھے جو پیچھا چھوڑ دیتے۔ انہوں نے قلعہ کے گرد حاصرہ ڈال دیا۔ اشعث نے سوچا کہ وہ اس بے سروسامانی کے عالم میں کب تک قلعہ میں محصور رہ سکتا ہے۔ رہائی کی کوئی ترتیب کرنا چاہئے۔ چنانچہ وہ چپکے سے ایک رات قلعہ سے باہر نکلا، زیادہ اور مہاجر سے جا کر ملا اور اُن سے یہ ساز باز کی کہ اگر اُسے اور اُس کے گھر کے نو آدمیوں کو امان دے دی جائے تو قلعہ کا دروازہ کھلوادے گا۔ انہوں نے اس شرط کو مان لیا اور اس سے کہا کہ ان کے نام ہمیں لکھ کر دے دو۔ اس نے نو نام لکھ کر ان کے حوالے کر دیئے اور اپنی روائتی دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نام اس فہرست میں لکھنا بھول گیا۔ ادھر یہ طے کرنے کے بعد اپنی قوم سے جا کر یہ کہا میں تمہارے لئے امان حاصل کر چکا ہوں۔ اب قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے جب دروازہ کھولا گیا تو زیادہ کی فوج ان پر لوٹ پڑی۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو امان کا وعدہ کیا گیا تھا۔ زیادہ کی سپاہ نے کہا کہ غلط، اشعث نے صرف اپنے گھر کے دس آدمیوں کے لئے امان چاہی تھی جن کے نام ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ غرضیکہ آٹھ سو آدمیوں کو نہ تیغ کر دیا گیا اور کئی عورتوں کے ہاتھ قلم کئے گئے اور حسب معاہدہ نو آدمیوں کو چھوڑ دیا گیا۔ مگر اشعث کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور آخر یہ طے پایا کہ اسے حضرت ابوبکر کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہی اس کا فیصلہ کریں گے، آخر ایک ہزار قیدی عورتوں کے ساتھ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ راستے میں اپنے بیگانے، عورتیں مرد سب اُن پر لعنت کرتے جاتے تھے اور عورتیں اسے غدار کہہ کر پکار رہی تھیں، اور جو اپنی قوم پر تلوار چلا دے اس سے زیادہ غدار ہو بھی کون سکتا ہے۔ بہر صورت جب یہ مدینہ پہنچا تو حضرت ابوبکر نے اسے رہا کر دیا اور اسی موقع پر ام فروہ سے اس کا عقد ہوا۔

خطبہ ۲۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّكُمْ لَوَعَا
يَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ لَجَرِ عَتَمٌ
وَوَهَلْتُمْ وَوَسَّيْتُمْ وَأَطَعْتُمْ وَلَكِنْ

جن چیزوں کو تمہارے مرنے والوں نے دیکھا ہے اگر تم بھی انہیں دیکھ لیتے تو گھبرا جاتے اور سرسیمہ و مضطرب ہو جاتے اور (حق کی بات) سنتے اور اس پر عمل کرتے۔ لیکن جو انہوں نے

مَحْجُوبٌ عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوا - وَقَرِيبًا
يُطْرَحُ الْحِجَابُ وَلَقَدْ بَصُرْتُمْ إِنْ
أَبْصَرْتُمْ وَأَسْبَعْتُمْ إِنْ سَبَعْتُمْ وَهَدَيْتُمْ إِنْ
اهْتَدَيْتُمْ بِحَقِّ أَقْوَالٍ لَكُمْ لَقَدْ جَاهَرُ تَكْمُ
الْعَبْرُ وَزَجَرْتُمْ بِمَا فِيهِ مَزْجَرٌ وَمَا يَبْلُغُ
عَنِ اللَّهِ بَعْدَ رُسُلِ السَّمَاءِ إِلَّا الْبَشَرُ -

خطبہ ۲۱

دیکھا ہے وہ ابھی تم سے پوشیدہ ہے اور قریب ہے کہ وہ پردہ اٹھا دیا جائے۔ اگر تم چشم بینا و گوش شنوار رکھتے ہو تو تمہیں سنایا اور دکھایا جا چکا ہے اور ہدایت کی طلب ہے تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ عبرتیں تمہیں بلند آواز سے پکار چکی ہیں، اور دھمکانے والی چیزوں سے تمہیں دھمکایا جا چکا ہے۔ آسمانی رسولوں (فرشتوں) کے بعد بشری ہوتے ہیں جو تم تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح میری زبان سے جو ہدایت ہو رہی ہے درحقیقت اللہ کا پیغام ہے جو تم تک پہنچ رہا ہے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ الْغَايَةَ
أَمَامَكُمْ وَإِنْ رَأَى كُمْ السَّاعَةَ تَحْدُو كُمْ
تَحَقَّقُوا تَلَحُّقُوا فَإِنَّمَا يَنْتَظَرُ بِأَوْلِيكُمْ
أَجْرُكُمْ (أَقُولُ إِنَّ هَذَا الْكَلَامَ لَوُوزِنَ
بَعْدَ كَلَامِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَبَعْدَ كَلَامِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِكُلِّ
كَلَامٍ لَمَّا لَ بِهِ رَاحِحًا وَبَرَزَ عَلَيْهِ سَابِقًا
فَأَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَحَقَّقُوا تَلَحُّقُوا
فَمَا سَمِعَ كَلَامَ أَقْلٍ مِنْهُ مَسْمُوعًا وَلَا أَكْثَرَ
مَحْضُولًا وَمَا أَبْعَدَ غَوْرَهَا مِنْ كَلِمَةٍ
وَأَنْقَعَ نَطْفَتَهَا مِنْ حِكْمَةٍ وَقَدْ نَبَهْنَا فِي
كِتَابِ الْخَصَائِصِ عَلَى عِظَمِ قَدْرِهَا
وَشَرَفِ جَوْهَرِهَا -

تمہاری منزل مقصود تمہارے سامنے ہے۔ موت کی ساعت تمہارے عقب میں ہے، جو تمہیں آگے کی طرف لے چل رہی ہے۔ بلکہ پھلکے رہتا کہ آگے بڑھنے والوں کو پاسکو۔ تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جا رہا ہے۔ (کہ یہ بھی ان تک پہنچ جائیں) سید رضی فرماتے ہیں کہ کلام خدا و رسول کے بعد جس کلام سے بھی ان کلمات کا موازنہ نہ کیا جائے تو حسن و خوبی میں اُن کا پلہ بھاری رہے گا اور ہر حیثیت سے بڑھے چڑھے رہیں گے اور آپ کا یہ ارشاد کہ تَحَقَّقُوا تَلَحُّقُوا اس سے بڑھ کر تو کوئی جملہ سننے ہی میں نہیں آیا جس کے الفاظ کم ہوں اور معنی بہت ہوں۔ اللہ اکبر! کتنے اس کلمہ کے معنی بلند اور اس حکمت کا سرچشمہ صاف و شفاف ہے اور ہم نے اپنی کتاب خصائص میں اس فقرے کی عظمت اور اس کے معنی کی بلندی پر روشنی ڈالی ہے۔

خطبہ ۲۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلَا وَإِنْ
مَعْلُومٌ هُوَ مَا جَاءَ شَيْطَانُ لَمْ يَأْتِ بِشَيْءٍ إِلَّا شَرٌّ

نہیں کر سکتے۔ لہذا اس پاداش سے اپنے کو کیوں الگ کرتے ہیں۔

حقیقت امر یہ ہے کہ مجھے مورد الزام ٹھہرانے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ان سے وہی روش اختیار کروں جس کے یہ عادی رہ چکے ہیں۔ لیکن ان کو مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا چاہئے کہ میں سابقہ دور کی بدعتوں کو پھر سے زندہ کروں گا۔ رہا جنگ کا سوال تو میں نہ اس سے کبھی ڈرا ہوں اور نہ اب خائف ہوں۔ میری نیت کو اللہ جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ انتقام کا سہارا لے کر کھڑے ہونے والے ہی ان کے خون کے ہاتھ رنگنے والے ہیں۔ چنانچہ تاریخ اس سے ہمنوا ہے کہ جن لوگوں نے اشتعال دلا کر ان کی موت کا سر و سامان کیا تھا اور جنازہ پر پتھر برسوا کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے تک سے مانع ہوئے تھے وہ وہی لوگ تھے جو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں طلحہ ابن عبید اللہ، زبیر ابن عوام اور ام المومنین عائشہ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے اور دونوں موقعوں پر ان کی کوششیں نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔

ردی الناس الذین صنفوا فی واقعة الدار ان طلحة کان یوم قتل عثمان مقنعا بشوب قد استتر عن اعین الناس یرمی الدار بالسہام۔

اور اس سلسلہ میں زبیر کے خیالات کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ

وروا ایضا ان الزبیر کان یقول اقتلوا فقد بدل دینکم فقالوا ان ابنک یحامي عنه بالباب فقال ما اکره ان یقتل عثمان ولو بدی بابنی ان عثمان لجیفة علی الصراط غذا

(شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۴۰۴)

اور ام المومنین کے متعلق ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ

دخل المغيرة ابن شعبة علی عائشة فقالت یا ابا عبد الله لو رأيتنی یوم الجمل قد انفذت النصل هودجی حتی وصل بعضها إلی جلدی قال لها المغيرة وودت والله ان بعضها قتلتك قالت یرحک الله ولم تقول لهذا قال لعلها تكون كفارة فی سعیک علی

مغیرہ ابن شعبہ حضرت عائشہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو عبد اللہ! کاش تم جمل کے موقع پر میری حالت دیکھتے کہ کس طرح تیر میرے ہودج کو چیرتے ہوئے نکل رہے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ تو میرے جسم سے نکل جاتے تھے۔ مغیرہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا تھا کہ ان میں سے ایک آدھ تیر آپ کا خاتمہ کر دیتا آپ نے

الشیطان قد زمر جزیه واستجلب جلیه لیعود الجور إلی اوطانه یرجع الباطل إلی نصابه واللہ ما أنکروا علی منکرا ولا جعلوا بینی و بینہم نصفا وإنہم لیطلبون حقا هم ترکوه و دما هم سفکوه۔ فلئن کنت شریکہم فیہ فإن لہم لنصیبہم منہ ولئن کانوا ولوہ دونی فما تبعہ إلا عندہم وإن أعظم حجتہم لعلی أنفسہم یرتضعون أما قد فطمت و یحیون بدعة قد اُمیتت یا حیبة الداعی من دعاو إلام أجیب وإنی لراض بحجة الله علیہم۔ وعلیہ فیہم فإن أبوا أعطیتهم حد السیف۔ وكفی بہ شافیا من الباطل وناصرا للاحق ومن العجب بعنہم إلی أن ابرذ لبطعان وأن أصبر للجلاد هبلتہم الهیول لقد کنت وما أهدد بالحرب ولا أرهب بالضرب وإنی لعلی یقین من ربی وغیر شبہة من دینی۔

جب امیر المومنین علیہ السلام پر قتل عثمان کی تہمت لگائی گئی تو اس غلط الزام کی تردید میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں الزام رکھنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ انتقام کی رٹ لگانے والے یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ تمہا میں ہی قاتل ہوں اور اس میں اور کوئی شریک نہ تھا اور نہ یہ کہہ کر سامنے کے واقعات کو جھٹلا سکتے ہیں کہ وہ خود اس سے بے تعلق تھے، تو پھر اس انتقام کے لئے مجھے ہی کیوں آگے دھر لیا ہے۔ میرے ساتھ اپنے کو بھی شریک کریں اور اگر میں اس سے بری الذمہ ہوں تو وہ تو خود اپنی برائت ثابت

عثمان۔ (عقد الفرید ج ۵۳ ص ۸۷)
 کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے یہ کیسی بات کہہ رہے ہو۔ اُس
 نے کہا کہ یہ اس لئے کہ حضرت عثمان کے خلاف جو آپ
 نے تگ و دو کی تھی اس کا کچھ تو کفارہ ہو جاتا۔

خطبہ ۲۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّا بَعْدُ فَإِنْ
 إِلَّا مَرِيئُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ
 كَقَطْرَاتِ الْمَطَرِ إِلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا قَسَمَ
 لَهَا مِنْ زِيَادَةٍ أَوْ نَقْصَانٍ فَإِذَا رَأَى
 أَحَدُكُمْ بِلَا حِمِيهِ غَفِيرَةً فِي أَهْلِ أَوْ مَالٍ
 أَوْ نَفْسٍ فَلَا تَكُونَنَّ لَهُ فِتْنَةً فَإِنَّ الْمَرْءَ
 الْمُسْلِمَ مَا لَمْ يَغْشَ دَنَاءَةً تَظْهَرُ
 فَيَحْشَعُ لَهَا إِذَا ذُكِرَتْ وَتُغْرَى بِهَا لِنَامِ
 النَّاسِ كَانَ كَالْفَالِجِ الْيَاسِرِ الَّذِي
 يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ تَوَجُّبُ لَهُ
 الْمَغْنَمُ وَيَرْفَعُ بِهَا عَنْهُ الْمَغْرَمُ وَكَذَلِكَ
 الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ الْبَرُّ مِنَ الْخِيَانَةِ يَنْتَظِرُ
 مِنَ اللَّهِ إِحْدَى الْحُسَيْنَيْنِ إِمَّا دَاعِيَ
 اللَّهِ فَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لَهُ وَإِمَّا رِزْقَ اللَّهِ
 فَإِذَا هُوَ ذُو أَهْلٍ وَمَالٍ وَصَعَهُ دَيْنُهُ
 وَحَسْبُهُ إِنَّ الْمَالَ وَالْبَنِينَ حَرْتُ الدُّنْيَا
 وَالْعَمَلَ الصَّالِحَ حَرْتُ الْآخِرَةِ وَقَدْ
 يُجْمَعُهُمَا اللَّهُ لِأَقْوَامٍ فَاحْذَرُوا مِنَ اللَّهِ
 مَا حَذَرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ وَاحْشَوْهُ خَشْيَةً
 لَيْسَتْ بِتَعَرُّيٍّ - وَاعْمَلُوا فِي غَيْرِ رِيَاءٍ

ہر شخص کے مقوم میں جو کم یا زیادہ ہوتا ہے، اسے لے کر فرمان
 قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اُترتے ہیں جس طرح بارش
 کے قطرات لہذا اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے اہل و مال و نفس
 میں فراوانی و وسعت پائے تو یہ چیز اس کے لئے کبیدگی خاطر کا
 سبب نہ بنے۔ جب تک کوئی مرد مسلمان کسی ایسی ذلیل حرکت کا
 مرتکب نہیں ہوتا کہ جو ظاہر ہو جائے، تو اس کے تذکرہ سے اسے
 آنکھیں نیچی کرنا پڑیں اور جس سے ذلیل آدمیوں کی جرأت
 بڑھے۔ وہ اس کامیاب جواہری کے مانند ہے جو جوئے کے
 تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے مرحلے پر ہی ایسی جیت کا متوقع
 ہوتا ہے جس سے اُسے فائدہ حاصل ہو اور پہلے نقصان ہو بھی
 چکا ہے تو وہ دور ہو جائے۔ اسی طرح وہ مسلمان جو بددیانتی سے
 پاک دامن ہو، دو اچھائیوں میں سے ایک کا منتظر رہتا ہے۔ یا
 اللہ کی طرف سے بلاوا آئے تو اس شکل میں اللہ کے یہاں کی
 نعمتیں ہی اس کے لئے بہتر ہیں اور یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 (دنیا کی) نعمتیں حاصل ہوں تو اس صورت میں اس کے مال
 بھی ہے اور اولاد بھی اور پھر اس کا دین اور عزت نفس بھی برقرار
 ہے۔ بے شک مال و اولاد دنیا کی کھیتی اور عمل صالح آخرت کی
 کشت زار ہے اور بعض لوگوں کے لئے اللہ ان دونوں چیزوں کو
 یکجا کر دیتا ہے جتنا اللہ نے ڈرایا ہے اتنا اس سے ڈرتے رہو
 اور اتنا اس سے خوف کھاؤ کہ تمہیں عذر نہ کرنا پڑے۔ عمل بے
 ریا کر داس لئے کہ جو شخص کسی اور کے لئے عمل کرتا ہے اللہ اُس کو

وَلَا سُمْعَةً فَإِنَّهُ مَنْ يَعْمَلْ لَغَيْرِ اللَّهِ يَكِلْهُ
 اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ لِمَنْ عَمِلَ لَهُ نَسْأَلُ اللَّهَ مَنْزِلَ
 أَشْهَدَ آءٍ وَمُعَايِشَةَ السُّعَدَاءِ وَمَرَا فِقَةً
 الْآنِبِيَاءِ -

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَسْتَعْنِي الرَّجُلُ وَإِنْ
 كَانَ ذَا مَالٍ عَنْ عَشِيرَتِهِ وَوَفَا عِهِمْ عَنْهُ
 بِأَيْدِيهِمْ وَالنِّسْتِهِمْ وَهُمْ أَعْظَمُ النَّاسِ
 حَيْطَةً مِنْ دَرَائِهِ وَاللَّهُمْ لَشَعْنِهِ وَأَعْظَمُفُهُمْ
 عَلَيْهِ عِنْدَ نَازِلَةٍ إِذَا نَزَلَتْ بِهِ وَلِسَانُ
 الصِّدِّيقِ يَجْعَلُهُ اللَّهُ لِلْبَرِّ فِي النَّاسِ خَيْرٌ
 لَهُ مِنَ الْمَالِ يُورَثُهُ غَيْرُهُ (وَمِنْهَا)
 أَلَا لَا يَعْدِلُنْ أَحَدُكُمْ عَنِ الْقَرَابَةِ يَرَى
 بِهَا الْخَصَاصَةَ أَنْ يُسَدَّهَا بِالَّذِي لَا
 يَزِيدُهُ إِنْ أَمْسَكَهُ وَلَا يَنْقُصُهُ إِنْ أَهْلَكَهُ
 وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ فَإِنَّمَا
 تَقْبِضُ مِنْهُ عَنْهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ وَتَقْبِضُ
 مِنْهُمْ عَنْهُ أَيْدٍ كَثِيرَةٌ وَمَنْ تَلَّنَ حَاشِيَتَهُ
 يَسْتَدِيمُ مِنْ قَوْمِهِ الْمَوَدَّةَ (أَقُولُ)
 الْغَفِيرَةُ لَهْمَنَا الزِّيَادَةُ وَالْكَثْرَةُ مِنْ قَوْلِهِمْ
 لِدَجْمِ الْكَثِيرِ الْحَمُّ الْغَفِيرُ وَالْجَمَاءُ
 الْغَفِيرُ وَيُرْوَى عَفْوَةٌ مِنْ أَهْلِ أَوْ مَالٍ -
 وَالْعَفْوَةُ الْخِيَارُ مِنَ الشَّيْءِ يُقَالُ أَكَلْتُ
 عَفْوَةَ الطَّعَامِ أَيْ خِيَارَهُ وَمَا أَحْسَنَ
 الْمَعْنَى الَّذِي أَرَادَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 بِقَوْلِهِ - وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ

اسی کے حوالہ کر دیتا ہے۔ ہم اللہ سے شہیدوں کی منزلت نیکوں
 کی ہمدی اور انبیاء کی رفاقت کا سوال کرتے ہیں۔ اے لوگو!
 کوئی شخص بھی اگرچہ وہ مالدار ہو اپنے قبیلہ والوں اور اس امر
 سے کہ وہ اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے اس کی حماقت کریں بے
 نیاز نہیں ہو سکتا اور وہی لوگ سب سے زیادہ اس کے پشت پناہ
 اور اس کی پریشانیوں کو دور کرنے والے اور مصیبت پڑنے کی
 صورت میں اس پر شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ اللہ جس شخص کا
 سچا و خیر لوگوں میں برقرار رکھتا ہے تو یہ اس مال سے کہیں بہتر
 ہے جس کا وہ دوسروں کو وارث بنا جاتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔

دیکھو تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے قریبیوں کو فتنہ و
 فاقہ میں پائے تو ان کی احتیاج کو اس امداد سے دور کرنے سے
 پہلو تہی نہ کرے جس کے روکنے سے کچھ بڑھ نہ جائے گا اور
 صرف کرنے سے اس میں کچھ کمی نہ ہوگی، جو شخص اپنے قبیلہ کی
 اعانت سے ہاتھ روک لیتا ہے تو اس کا تو ایک ہاتھ رکتا ہے لیکن
 وقت پڑنے پر بہت سے ہاتھ اُس کی مدد سے رک جاتے ہیں جو
 شخص نرم خو ہو وہ اپنی قومی محبت ہمیشہ باقی رکھ سکتا ہے۔ شریف
 رضی فرماتے ہیں کہ یہاں پر غفیرہ کے معنی کثرت و زیادتی کے
 ہیں اور یہ عربوں کے قول الحَمُّ الغفیر اور الجماء الغفیر
 (اثروہام) سے ماخوذ ہے اور بعض روایتوں میں غفیرہ کے
 بجائے عفوہ ہے اور عفوہ کسی شے کے عمدہ اور منتخب حصہ کو کہتے
 ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے اکل عفوہ الطعام یعنی میں نے منتخب اور
 عمدہ کھانا کھایا۔ ومن يقبض يده عن عشيرته (تا آخر کلام) کے
 متعلق فرماتے ہیں

کہ اس جملہ کے معنی کتنے حسین و دلکش ہیں۔ حضرت کی مراد یہ

إِلَى تَمَامِ الْكَلَامِ فَإِنَّ الْمُسِيكَ خَيْرٌ عَنْ
عَشِيرَتِهِ إِنَّمَا يُسِيكَ نَفْعٌ يَدٌ وَاحِدَةٌ
فَإِذَا احْتِيَاجٌ إِلَى نُصْرَتِهِمْ وَاضْطُرٌّ إِلَى
مُرَاةٍ فَدَتِهِمْ قَعْدُوا عَنْ نُصْرَةِ وَتَفَاقَلُوا
عَنْ صَوْتِهِ فَمِنْ تَرَأُّدِ الْيَدَى الْكَثِيرَةِ
وَتَنَاهُضِ الْأَقْدَامِ الْجَبَّةِ -

خطبہ ۲۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَعَبْرَى مَا
عَلَى مَنْ قَتَلَ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ
وَحَابَطَ الْغَىَّ مِنْ إِذْهَانٍ وَلَا إِيْهَانٍ
فَاتَّقُوا اللَّهَ عِبَادَ اللَّهِ وَفَرُّوا إِلَى اللَّهِ مِنْ
اللَّهِ وَأَمُضُوا فِي الَّذِي نَهَجَهُ لَكُمْ
وَقَوْمُوا بِمَا عَصَبَهُ بِكُمْ فَعَلَى ضَامِنٍ
لِّفَلَجِكُمْ أَجَلًا وَإِنْ لَمْ تَمْنَحُوهُ عَاجِلًا -

خطبہ ۲۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ
تَوَاتَرَتْ عَلَيْهِ الْأَعْبَارُ بِاسْتِيْلَاءِ أَصْحَابِ
مُعَاوِيَةَ عَلَى الْبِلَادِ وَقَدِمَ عَلَيْهِ عَامِلَاهُ
عَلَى الْيَمَنِ وَهُمَا عُيَيْدُ اللَّهِ بَنُ الْعَبَّاسِ
وَسَعِيدُ بْنُ نَمْرَانَ لَمَّا غَلَبَ عَلَيْهِمَا بَسْرُ بْنُ
أَبِي أَرْطَاةٍ فَقَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْيَمَنِ
ضَجْرًا بِتَأْقِلِ أَصْحَابِهِ عَنِ الْجِهَادِ
وَمُخَالَفَتِهِمْ لَهُ فِي الرَّأْيِ فَقَالَ -

یہ عالم ہے اس کوفہ کا، جس کا بندوبست میرے ہاتھ میں ہے
(اے شہر کوفہ) اگر تیرا یہی عالم رہا کہ تجھ میں آندھیاں چلتی

مَاهِي إِلَّا الْكُوفَةُ أَقْبَضُهَا وَأَبْسَطُهَا إِنَّ
لَمْ تَكُونِي إِلَّا أَنْتِ تَهْبُ أَعَا صِيرُكَ
فَقَبْحُكَ اللَّهُ - (وَتَمَثَّلَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ)

لَعَمْرُ أَيْبِكَ الْخَيْرِ يَا عَمْرُ وَإِنِّي عَلَى
وَضَرٍ مِنْ ذَالِ بِنَاءٍ قَلِيلٍ (ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ) أُنَبِّئْتُ بَسْرًا قَدْ أَطْلَعَ الْيَمَنَ
وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أَظُنُّ أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ
سَيَدُ الْوَنَ مِنْكُمْ بِإِحْتِمَا عِهِمْ عَلَى
بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقُكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ
وَبَعْضُكُمْ إِمَامُكُمْ فِي الْحَقِّ وَطَاعَتِهِمْ
إِمَامُهُمْ فِي الْبَاطِلِ وَبَادَأْتَهُمُ الْأَمَانَةَ إِلَى
صَاحِبِهِمْ وَحَيَاتِكُمْ وَبِصَلَا حَهُمْ فِي
بِلَادِكُمْ عَلَى قُعْبِ الْخَشْيَةِ أَنْ يَذْهَبَ
بِعِلَاقَتِهِ - اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ مَلِيتُهُمْ وَمَلَوْ فِي
وَسَمِيتُهُمْ وَسَمِيتُونِي فَأَبْدَلْنِي بِهِمْ خَيْرًا
مِنْهُمْ وَأَبْدَلْهُمْ بِي شَرًّا مِنِّي اللَّهُمَّ مَثْ
قُلُوبُهُمْ كَمَا يَبَاثُ اللَّيْلُ فِي الْمَاءِ - أَمَا وَاللَّهِ
لَوْ دِدْتُ أَنْ لِي بِكُمْ أَلْفَ فَارِسٍ مِنْ بَنِي
فِرَاسٍ بَنِ غَنَمٍ - هُنَالِكَ لَوَدَّعَوْتُ أَتَاكَ
مِنْهُمْ فَوَارِسٌ مِثْلُ أَرْمِيَةِ الْحَبِيبِ - ثُمَّ
نَزَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمِنْبَرِ -

أَقُولُ الْأَرْمِيَةُ جَمْعُ رَمَى وَهُوَ السَّحَابُ
وَالْحَبِيبُ هُنَا وَقْتُ الضَّيْفِ
بِالدَّكْرِ لِأَنَّهُ أَشَدُّ حَفُولًا وَأَسْرَعُ خُفُولًا

رہیں، تو خدا تجھے غارت کرے پھر آپ نے شاعر کا یہ شعر بطور
تمثیل پڑھا۔

اے عمرو! تیرے اچھے باپ کی قسم! مجھے تو اس برتن سے تھوڑی سی
چکناہٹ ہی ملی ہے (جو برتن کے خالی ہونے کے بعد اس میں لگی
رہ جاتی ہے) مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ بستر میں پر چھا گیا ہے۔ بخدا
میں تو اب اُن لوگوں کے متعلق یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ وہ
عنقریب سلطنت و دولت کو تم سے ہتھ لیں گے، اس لئے کہ وہ
(مرکز) باطل پرست و کجبا ہیں اور تم اپنے (مرکز) حق سے پراگندہ
و منتشر۔ تم امر حق میں اپنے امام کے نافرمان اور وہ باطل میں بھی
اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کے
ساتھ امانت داری کے فرض کو پورا کرتے ہیں اور تم خیانت کرنے
سے نہیں چوکتے۔ وہ اپنے شہروں میں امن برقرار رکھتے ہیں اور تم
شورشیں برپا کرتے ہو۔ میں اگر تم میں سے کسی کو کٹڑی کے ایک
پیالے کا بھی امین بناؤ، تو یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ اس کے کٹڑے کو توڑ
کر لے جائے گا۔ اے اللہ وہ مجھ سے تنگ دل ہو چکے ہیں اور
میں اُن سے۔ وہ مجھ سے اکتا چکے ہیں اور میں اُن سے مجھے ان
کے بدلے میں اچھے لوگ عطا کر اور میرے بدلے میں انہیں کوئی
اور بُرا حاکم دے۔ خدایا ان کے دلوں کو اس طرح (اپنے غضب
سے) پگھلا دے جس طرح نمک پانی میں گھول دیا جاتا ہے۔ خدا
کی قسم میں اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ تمہارے بجائے میرے
پاس بنی فراس ابن غنم کے ایک ہی ہزار سوار ہوتے ایسے (جن کا
وصف شاعر نے یہ بیان کیا ہے کہ) اگر تم کسی موقع پر انہیں پکارو،
تو تمہارے پاس ایسے سوار پہنچیں جو تیز روی میں گرمیوں کے ابر
کے مانند ہیں۔ اس کے بعد حضرت منبر سے نیچے اتر آئے۔

سید رضی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس شعر میں لفظ ارمیہ رمی کی
جمع ہے، جس کے معنی ابر کے ہیں اور حمیم کے معنی یہاں پر موسم
گرمائے ہیں اور شاعر نے گرمیوں کے ابر کی تخصیص اس لئے

مِائَتُكُمْ وَتَقْطَعُونَ أَرْحَامَكُمْ الْأَصْنَامُ
فِيكُمْ مَنْصُوبَةٌ وَالْأَثَامُ بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ
(وَمِنْهَا) فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي مُعِينٌ
إِلَّا أَهْلُ بَيْتِي فَضَنَنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ
وَأَغْضَيْتُ عَلَى الْقَدَى وَشَرَبْتُ عَلَى
الشَّجَى - وَصَبَرْتُ عَلَى أَحْذِ الْكَظَمِ
وَعَلَى أَمْرٍ مِنْ طَعْمِ الْعَلَقَمِ (وَمِنْهَا) وَلَمْ
يُسَايِعْ حَتَّى شَرَطَ أَنْ يُؤْتِيَهُ عَلَى
الْبَيْعَةِ ثَمَنًا فَلَا ظَفِرَتْ يَدُ الْبَائِعِ
وَخَزِيَّتْ أَمَانَةُ الْبُتْبَاعِ فَخُذُوا لِلْحَرْبِ
أَهْبَتَهَا وَأَعْدُوا لَهَا عُدَّتَهَا فَقَدْ شَبَّ
لِظَاهَا وَعَلَّاسَنَاهَا وَاسْتَشَعِرُوا الصَّبْرَ
فَإِنَّهُ أَدْعَى إِلَى النَّصْرِ -

حضرت نے نہروان کی طرف متوجہ ہونے سے قبل ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس کے تین ٹکڑے یہ ہیں۔ پہلے ٹکڑے میں بعثت سے قبل جو عرب کی حالت تھی اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور دوسرے حصے میں رسول کی رحلت کے بعد جن حالات نے آپ کو گوشہ عزلت میں بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور تیسرے حصے میں معاویہ اور عمرو بن عاص کے درمیان جو قول و قرار ہوا تھا اس کا ذکر کیا ہے۔ اس باہمی معاہدہ کی صورت یہ تھی کہ جب امیر المومنین نے جریر بن عبد اللہ بکلی کو بیعت لینے کے لئے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اس نے جریر کو جواب دینے کے بہانے روک لیا اور اس دوران میں اہل شام کو شوالنا شروع کیا کہ وہ کہاں تک اس کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ جب انہیں خون عثمان کے انتقام پر ابھارا کر اپنا ہمنوا بنالیا تو اپنے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان سے مشورہ کیا۔ اُس نے رائے دی کہ اگر اس کام میں عمرو ابن عاص کو ساتھ ملا لیا جائے تو وہ اپنی سوجھ بوجھ سے بہت سی مشکلوں کو آسان کر سکتا ہے۔ لیکن وہ یوں ہی تمہارے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوگا۔ جب تک کہ اس کی منہ مانگی قیمت حاصل نہ کرے گا۔ اگر تم اس کے لئے تیار ہو تو وہ تمہارے لئے بہترین مشیر و معاون ثابت ہوگا۔ معاویہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عمرو ابن عاص کو بلا کر اس سے گفتگو کی اور آخر یہ طے پایا کہ وہ حکومت مصر کے بدلے میں امیر المومنین کو مور و الزام بٹھرا کر قتل عثمان کا انتقام لے گا اور جس طرح بن پڑے گا معاویہ کے شامی اقتدار کو متزلزل نہ ہونے دے گا۔ چنانچہ ان دونوں نے معاہدہ کی پابندی کی اور اپنے قول و قرار کو پوری طرح بنایا۔

لَا تَهْ لَامَاءَ فِيهِ وَإِنَّمَا يَكُونُ السَّحَابُ
ثَقِيلُ السَّيْرِ لَا مَتَلَانِيهِ بِالْمَاءِ وَذَلِكَ لَا
يَكُونُ فِي الْأَكْثَرِ إِلَّا زَمَانُ الشِّتَاءِ وَإِنَّمَا
أَرَادَ الشَّاعِرُ وَصَفَهُمْ بِالْشَّرْعَةِ إِذَا دُعُوا
وَالْأَعْيَانُ إِذَا اسْتُعْيِيُوا وَالْذَّلِيلُ عَلَى
ذَلِكَ قَوْلُهُ هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ أَتَاكَ مِنْهُمْ -

کی ہے کہ وہ سر بلج السیر اور تیز رفتار ہوتا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پانی سے خالی ہوتا ہے اور ابرست گام اس وقت ہوتا ہے جب اس میں پانی بھرا ہوا ہوا ذرا ایسے ابر (ملک عرب میں) عموماً سردیوں میں اٹھتے ہیں۔ اس شعر سے شاعر کا مقصد یہ ہے کہ انہیں جب مدد کے لئے پکارا جاتا ہے اور ان سے فریادری کی جاتی ہے تو وہ تیزی سے بڑھتے ہیں اور اس کی دلیل شعر کا پہلا مصرع ہے ہنالک لودعوت اتاک منھم (اگر تم پکارو تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے)۔

جب حکیم کے بعد معاویہ کے قدم مضبوطی سے جم گئے تو اُس نے اپنا دائرہ سلطنت وسیع کرنے کے لئے امیر المومنین کے مقبوضہ شہروں پر قبضہ جمانے کی تدبیریں شروع کر دیں اور مختلف علاقوں میں اپنی فوجیں بھیج دیں تاکہ وہ جبر و تشدد سے امیر شام کے لئے بیعت حاصل کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بسر ابن ابی ارطاة کو حجاز روانہ کیا جس نے حجاز سے لے کر یمن تک ہزاروں بے گناہوں کے خون بہائے۔ قبیلوں کے قبیلے زندہ آگ میں جلادینے اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک قتل کیا یہاں تک کہ عبید اللہ ابن عباس والی یمن کے دو کسں بچشم اور عبد الرحمن کو ان کی ماں حور یہ بنت خالد کے سامنے ذبح کر دیا۔

امیر المومنین کو جب اس کی سفاکیوں اور خوریز یوں کا علم ہوا تو آپ نے اُس کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ کرنا چاہا مگر پیہم جنگ آزمائیوں کی وجہ سے لوگ جنگ سے جی چھوڑے بیٹھے تھے اور سرگرمی کے بجائے بددلی ان میں پیدا ہو چکی تھی۔ حضرت نے جب ان کو جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے دیکھا تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انہیں حمیت و غیرت دلائی ہے اور دشمن کی باطل نوازیوں اور ان کے مقابلے میں ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کر کے انہیں جہاد پر ابھارا ہے۔ آخر جاریہ ابن قدامہ نے آپ کی آواز پر لپیک کبی اور دو ہزار کے لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کا پیچھا کر کے اُسے امیر المومنین کے مقبوضات سے نکال باہر کیا۔

خطبہ ۲۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ اللَّهَ
بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
نَدِيرًا لِلْعَالَمِينَ وَأَمِينًا عَلَى التَّنْزِيلِ -
وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلَى سِرِّ دِينٍ وَفِي
شَرِّ دَارٍ مُنِيخُونَ بَيْنَ جَحَارَةٍ خُشْنٍ
وَحَيَاتٍ صُمٍّ تَشْرَبُونَ الْكَسَادَ
وَتَأْكُلُونَ الْجَشَبَ وَتَسْفِكُونَ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کو (ان کی بد اعمالیوں سے) متنبہ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گردہ عرب اُس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے کھر درے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود و باش رکھتے تھے۔ بت تمہارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چھپے ہوئے تھے۔ اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا، تو مجھے اپنے اہل بیت کے علاوہ کوئی اپنا معین و مددگار نظر نہ آیا۔ میں نے انہیں موت کے منہ

خطبہ ۲۷

وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ
الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَتَحَهُ اللَّهُ
لِخَاصَّةٍ أَوْ لِغَايَةِ وَهُوَ لِبَاسِ التَّقْوَى
وَوَرَعِ اللَّهِ الْحَصِينَةِ وَجَنَّتُهُ الْوَثِيقَةُ
فَمَنْ تَرَكَهُ رَغْبَةً عَنْهُ الْبَسَهُ اللَّهُ ثَوْبَ
الدُّلِّ وَشَمْلَةَ الْبَلَاءِ وَدَيْتَ بِالصَّغَارِ
وَالْقَبَائِ وَضُرِبَ عَلَى قَلْبِهِ
بِالْأَسَدِ أَوْ أُدِيلَ الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْيِيعِ
الْجِهَادِ وَسِيمِ الْخَسْفِ وَمَنْعِ النِّصْفِ
أَلَا وَإِلَى قَدِّ دَعْوَتِكُمْ إِلَى قِتَالِ هَؤُلَاءِ
الْقَوْمِ لَيْلًا وَنَهَارًا دَسِيرًا أَوْ إِعْلَانًا وَقُلْتُ
لَكُمْ أَعَزُّوهُمْ قَبْلَ أَنْ يَغْزَوْكُمْ فَوَاللَّهِ
مَا غَزَى قَوْمٌ وَقَطُ فِي عَقْرِ دَارِهِمْ إِلَّا
ذُلُّوا فَتَوَا كَلْتُمْ وَتَخَاذَلْتُمْ حَتَّى شُنْتُ
عَلَيْكُمْ الْغَارَاتِ وَمُلِكْتُ عَلَيْكُمْ
الْأَوْطَانَ وَهَذَا أَخُو غَامِدٍ وَقَدْ وَرَدَتْ
خَيْلُهُ الْآنِبَارَ وَقَدْ قَتَلَ حَسَانَ ابْنَ
حَسَانَ الْبَكْرِيِّ وَأَذَالَ خَيْلَكُمْ عَنْ
مَسَالِحِهَا وَلَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ الرَّجُلَ وَهُمْ
كَانَ يَدْخُلُ عَلَى الْمَرْأَةِ الْمُسْلِمَةِ
وَالْأُخْرَى الْمَعَاهِدَةَ فَيَنْتَزِعُ
حِجْلَهَا وَقَلْبَهَا وَقَلَائِدَهَا وَرِعَائَهَا مَا

جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے
اپنے خاص دوستوں کے لئے کھولا ہے۔ یہ پہیز گاری کا لباس
اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے جو اس سے پہلو بچاتے ہوئے
اسے چھوڑ دیتا ہے خدا اسے ذلت و خواری کا لباس پہنا اور
مصیبت و ابتلا کی روا اور ہادیتا ہے اور ذلتوں اور خواریوں کے
ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے اور مدہوشی و غفلت کا پردہ اس کے دل پر
چھا جاتا ہے اور جہاد کو ضائع و برباد کرنے سے حق اس کے ہاتھ
لے لیا جاتا ہے۔ ذلت اُسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے
روک لیا جاتا ہے۔ میں نے اس قوم سے لڑنے کے لئے رات
بھی اور دن بھی علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی تمہیں پکارا اور لکارا، اور
تم سے کہا کہ قبل اس کے کہ وہ جنگ کے لئے بڑھیں تم ان پر
دھاوا بول دو۔ خدا کی قسم جن افراد قوم پر ان کے گھروں کے
حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔
لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پر ٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد
سے پہلو بچانے لگے۔ یہاں تک کہ تم پر غارت گریاں ہوئیں
اور تمہارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔ اسی بنی غامد کے
آدمی (سفیان ابن عوف) ہی کو دیکھ لو کہ اس کی فوج کے سوار
(شہر) انبار کے اندر پہنچ گئے اور حسان ابن حسان بکری کو قتل
کر دیا اور تمہارے محافظ سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا اور مجھے
تو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمان
اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا تھا اور ان کے بیروں
سے کڑے (ہاتھوں سے نکلنے) اور گلو بند اور گوشوارے اتار لیتا
تھا اور ان کے پاس اس سے حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ

تَمْتَنِعُ مِنْهُ إِلَّا بِالْأَسْتِرِّ جَاعٍ وَالْأَسْتِرِّ حَامٍ
ثُمَّ انْصَرَفُوا وَأَفْرَيْنَ مَانَالٍ رَجُلًا مِنْهُمْ
كَلَّمَ وَلَا أَرِيقَ لَهُمْ دَمٌ فَلَوْ أَنَّ امْرَأَ مُسْلِمًا
مَاتَ مِنْ بَعْدِ هَذَا أَسَفًا مَا كَانَ بِهِ مَلُومًا
بَلْ كَانَ بِهِ عِنْدِي جَدِيرًا فَيَا عَجَبًا وَاللَّهِ
يُبَيِّتُ الْقَلْبَ وَيجَلِبُ لَهُمُ مِنْ اجْتِمَاعِ
هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ عَلَى بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقِكُمْ عَنْ
حَقِّكُمْ فَتُبْحَا لَكُمْ وَتَرَحُّا حِينَ صِرْتُمْ
غَرَضًا يَرْمِي بِغَارٍ عَلَيْكُمْ وَلَا تُغَيِّرُونَ
وَتَغَرُونَ وَلَا تَغْرُونَ وَيَعْصِي اللَّهُ
وَتَرْضُونَ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي
أَيَّامِ الصَّيْفِ قُلْتُمْ هَذِهِ حِمَارَةُ الْقَيْظِ
أَمَهَلْنَا يَسْبِخُ عَنَّا الْحَرُّ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ
بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ قُلْتُمْ هَذِهِ
صَبَارَةُ الْقُرَى أَمَهَلْنَا يَنْسَلِخُ عَنَّا الْبَرْدُ كُلُّ
هَذَا فَرَادٍ مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرَى

فَسَأَلْتُمْ وَاللَّهِ مِنَ السَّيْفِ أَقْرَبَ يَا أَشْبَاهَ
الْبِرِّحَالِ وَلَا رَجَالَ حُلُومِ الْآطِفَالِ
وَعُقُولِ رَبَائِ الْحِجَالِ أَعْرِفُكُمْ-
مَعْرِفَةً وَاللَّهِ جَرَّتْ نَدَامَا وَأَعْقَبَتْ
سَدَمًا فَاتْلُكُمْ اللَّهُ لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِي
قَيْحًا وَشَحْنَتُمْ صَدْرِي غَيْظًا-
وَجَرَّ عَتَمُونِي نَغَبَ التَّهْمَامِ أَنْفَاسًا-
وَأَفْسَدْتُمْ عَلَى رَأْيِي بِالْعَصِيَانِ

آتا تھا۔ سو اس کے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ کہتے
ہوئے صبر سے کام لیں یا خوشامدیں کر کے اس سے رحم کی التجا
کریں۔ وہ لدے پھندے ہوئے پلٹ گئے نہ کسی کے زخم آیا
نہ کسی کا خون بہا۔ اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد
رنج و ملال سے مر جائے تو اسے ملامت نہیں کی جاسکتی بلکہ
میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہئے۔ العجب ثم العجب خدا کی قسم
ان لوگوں کا باطل پر ایک کر لینا اور تمہارے جمعیت کا حق سے
منتشر ہو جانا۔ دل کو مردہ کر دینا ہے اور رنج و اندوہ بڑھا دینا ہے
تمہارا ابر ہو۔ تم غم و حزن میں مبتلا ہو۔ تم تو تیروں کا از خود نشانہ
بنے ہوئے ہو، تمہیں ہلاک و تاراج کیا جا رہا ہے مگر تمہارے
قدم جھے ہوئے ہیں اور تم جنگ سے جی چراتے ہو۔ اللہ کی
نافرمانیاں ہو رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو۔ اگر گرمیوں میں
تمہیں ان کی طرف بڑھنے کے لئے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ
یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے۔ اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا
زور ٹوٹ جائے، اور اگر سردیوں میں چلنے کے لئے کہتا ہوں تو
تم یہ کہتے ہو کہ کڑا کے کا جاڑا پڑ رہا ہے، اتنا ٹھہر جائیے کہ سردی
کا موسم گزر جائے۔ یہ سب سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے
باتیں ہیں۔ جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو، تو
پھر خدا کی قسم! تم تلواروں کو دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ بھاگو
گے۔ اے مردوں کی شکل و صورت والے نامردو! تمہاری
عقلیں بچوں کی سی، اور تمہاری سمجھ جملہ نشین عورتوں کے مانند
ہے۔ میں تو یہی چاہتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا، نہ تم سے جان پہچان
ہوتی۔ ایسی شناسائی جو نہ امت کا سبب اور رنج و اندوہ کا باعث
بنی ہے۔ اللہ تمہیں مارے، تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا
ہے اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے مجھے

خطبہ ۲۸

دنیا نے بیٹھ بھیر کر اپنے رخصت ہونے کا اعلان اور منزل عقبیٰ نے سامنے آ کر اپنی آمد سے آگاہ کر دیا ہے۔ آج کا دن تیاری کا ہے، اور کل دوڑ کا ہوگا۔ جس طرف آگے بڑھنا ہے، وہ تو جنت ہے اور جہاں کچھ اشخاص (اپنے اعمال کی بدولت بلا اختیار) پہنچ جائیں گے وہ دوزخ ہے کیا موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا کوئی نہیں اور کیا اس روز مصیبت کے آنے سے پہلے عمل (خیر) کرنے والا ایک بھی نہیں، تم امیدوں کے دور میں ہو جس کے پیچھے موت کا ہنگامہ ہے۔ تو جو شخص موت سے پہلے ان امیدوں کے دنوں میں عمل کر لیتا ہے تو یہ عمل اُس کے لئے سودمند ثابت ہوتا ہے اور موت اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور جو شخص موت سے قبل زمانہ امید و آرزو میں کوتاہیاں کرتا ہے تو وہ عمل کے اعتبار سے نقصان رسیدہ رہتا ہے، اور موت اس کے لئے پیغام ضرر لے کر آتی ہے۔ لہذا جس طرح اس وقت جب ناگوار حالات کا اندیشہ ہو نیک اعمال میں منہمک ہوتے ہو، ویسا ہی اس وقت بھی نیک اعمال کرو۔ جبکہ مستقبل کے آثار مسرت افزا محسوس ہو رہے ہوں۔ مجھے جنت ہی ایسی چیز نظر آتی ہے جس کا طلب گار سویا پڑا ہو اور جہنم ہی ایسی شے دکھائی دیتی ہے جس سے دور بھاگنے والا خواب غفلت میں محو ہو، جو حق سے فائدہ نہیں اٹھاتا، اسے باطل کا نقصان و ضرر اٹھانا پڑے گا۔ جس کو ہدایت ثابت قدم نہ رکھے اسے گمراہی ہلاکت کی طرف کھینچ لے جائے گی۔ تمہیں کوچ کا حکم مل چکا ہے اور زاور راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ دو ہی چیزوں کا خطرہ ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اتنا زاد لے لو جس سے کل اپنے نفسوں کو بچا سکو۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ أَدْبَرَتْ وَأَذْنَتْ بِوَدَاعٍ۔ وَإِنَّ الْأَحْرَةَ قَدْ أَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ إِلَّا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمَضْبَارَّ وَغَدَا السَّبَّاقَ وَالسَّبْقَةَ الْجَنَّةَ وَالْغَايَةَ النَّارَ أَفَلَا تَأْتِبُ مِنْ حَظِيَّتِهِ قَبْلَ مَبِيتِهِ؟ أَلَا عَامِلٌ لِنَفْسِهِ قَبْلَ يَوْمِ بُوْسِهِ؟ أَلَا وَإِنَّكُمْ فِي أَيَّامٍ أَمَلٍ مِنْ وَرَائِهِ أَجَلٌ۔ فَمَنْ عَمِلَ فِي أَيَّامٍ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ فَقَدْ نَفَعَهُ عَمَلُهُ وَلَمْ يَضُرُّهُ أَجَلُهُ وَمَنْ قَصُرَنِي أَيَّامِ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ فَقَدْ خَسِرَ عَمَلُهُ۔ وَضُرَّةُ أَجَلِهِ إِلَّا فَاعْمَلُوا فِي الرِّغِيَةِ كَمَا تَعْمَلُونَ فِي الرِّهْبَةِ۔ أَلَا وَإِنِّي لَمْ أَرَكَا الْجَنَّةَ نَامَ طَالِبُهَا وَلَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا أَلَا وَإِنَّهُ مَنْ لَا يَنْفَعُهُ الْحَقُّ يَضُرُّهُ الْبَاطِلُ وَمَنْ لَا يَسْتَقِيمُ بِهِ الْهُدَى يَجْرُبُهُ الضَّلَالُ إِلَى الرَّدَى۔ أَلَا وَإِنَّكُمْ قَدْ أُمِرْتُمْ بِالطَّعْنِ۔ وَدَلَّيْتُمْ عَلَى الرَّادِ وَإِنَّ أَخَوْفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ إِتِّبَاعَ الْهَوَىٰ وَطَرُلَ الْأَمَلِ تَزَوُّدًا مِنَ الدُّنْيَا مَا تُحْزِرُونَ بِهِ أَنْفُسَكُمْ غَدًا۔ (أَقُولُ) إِنَّهُ لَوْ كَانَ كَلَامٌ يَأْخُذُ بِأَلَا عَنَاقِ

وَالْحَدَلَانِ حَتَّى قَالَتْ قُرَيْشٌ إِنَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ رَجُلٌ شَجَاعٌ وَلَكِنْ لَا عَمَلُ لَهُ بِالْحَرْبِ لِلَّهِ أَبُوهُمْ وَهَلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَشَدُّ لَهَا مِرَاسًا وَأَقْدَمُ فِيهَا مَقَامًا مِّنِّي لَقَدْ نَهَضْتُ فِيهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعَشْرَيْنِ، وَهَذَا أَنَا قَدْ ذَرَفْتُ عَلَى السَّيِّئِينَ وَلَكِنْ لَا رَأْيَ لِمَنْ لَا يُطَاعُ۔

غم و حزن کے جرے پے درپے پلائے، نافرمانی کر کے میری تدبیر و رائے کو تباہ کر دیا یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ علیؑ ہے تو مرد شجاع لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں۔

اللہ اُن کا بھلا کرے، کیا اُن میں سے کوئی ہے، جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزاولت رکھنے والا اور میدانِ و غامیں میرے پہلے سے کار نمایاں کئے ہوئے ہو۔ میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور، اب تو ساٹھ سے بھی اوپر ہو گیا ہوں، لیکن اُس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔

جنگ صفین کے بعد معاویہ نے ہر طرف کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا تھا اور امیر المومنین کے مقبوضہ شہروں پر جارحانہ اقدامات شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بیت انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لئے سفیان ابن عوف غامی کو کچھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ پہلے تو بیت پہنچا، مگر اسے خالی پا کر انبار کی طرف بڑھ نکلا۔ یہاں پر امیر المومنین کی طرف سے پانچ سو سپاہیوں کا ایک دستہ حفاظت کے لئے مقرر تھا۔ مگر وہ معاویہ کے اس لشکر جبار کو دیکھ کر جم نہ سکا۔ صرف سو آدمی اپنے مقام پر بچے رہے اور انہوں نے جہاں تک ممکن تھا، ڈٹ کر مقابلہ بھی کیا مگر دشمن کی فوج نے مل کر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کے بھی قدم اکھڑ گئے اور رئیس لشکر حسان ابن حسان بکری تیس آدمیوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔ جب میدان خالی ہو گیا تو دشمنوں نے پوری آزادی کے ساتھ انبار کو لوٹا اور شہر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

امیر المومنین کو جب اس حملہ کی اطلاع ملی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو دشمن کی سرکوبی کے لئے ابھارا، اور جہاد کی دعوت دی مگر کسی طرف سے مددائے ”لبیک“ بلند نہ ہوئی، تو آپ بیچ و تاب کھاتے ہوئے منبر سے نیچے اتر آئے، اور اسی عالم میں پیادہ پاؤ دشمن کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو ان کی غیرت و حمیت بھی جوش میں آئی اور وہ بھی پیچھے پیچھے ہوئے۔ جب وادیِ خلیلہ میں پہنچ کر حضرت نے منزل کی تو ان لوگوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور باصرار کہنے لگے کہ یا امیر المومنین آپ پلٹ جائیں۔ ہم فوج دشمن سے نہٹ لینے کے لئے کافی ہیں۔ جب ان لوگوں کا اصرار حد سے بڑھا تو آپ پلٹنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور سعید ابن قیس آٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ادھر روانہ ہو گئے۔ مگر سفیان ابن عوف کا لشکر جاچکا تھا اور سعید ابن قیس بے لڑے واپس آئے۔ جب سعید کو فہ پہنچے تو ابن ابی الحدید کی روایت کی بناء پر حضرت رنج و اندوہ کے عالم میں باب السدہ پر آ کر بیٹھ گئے اور ناسازی طبیعت کی وجہ سے یہ خطبہ لکھ کر اپنے غلام سعد کو دیا کہ وہ پڑھ کر سنا دے۔ مگر مبرد نے ابن عائشہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ مقام خلیلہ میں ایک بلندی پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا اور ابن ہشیم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

کرد اور دیکھو کہ اس کا باطن کتنا عجیب اور اس کا گہرا اولیٰ فانیوں کو لئے ہوئے کتنی دور تک چلا گیا ہے اور حضرت کا بیشتر کلام اسی انداز پر ہوتا ہے اور بعض روایتوں میں السبقۃ بضم سین بھی آیا ہے اور سبقۃ اُس مال و متاع کو کہتے ہیں جو آگے نکل جانے والے کے لئے بطور انعام رکھا جاتا ہے۔ بہر صورت دونوں کے معنی قریب قریب یکساں ہیں اس لئے کہ معاوضہ و انعام کسی قابلِ مذمت فعل پر نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی اچھے اور لائق ستائش کارنامے کے بدلے ہی میں ہوتا ہے۔

خطبہ ۲۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- أَيُّهَا النَّاسُ الْجَمِيعَةُ أَيْدَانُهُمُ الْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ- كَلَامُكُمْ يَذْهَبُ الصَّمَّ الصَّلَابَ وَفَعْلُكُمْ يُطْبِعُ فِيكُمْ الْأَعْدَاءَ- تَقُولُونَ فِي الْمَجَالِسِ كَيْتَ وَكَيْتَ فَإِذَا جَاءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ حَيْدِي حَيَاؤِ- مَا عَزَتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ وَلَا اسْتَرَا حَ قَلْبَ مَنْ قَاسَاكُمْ- أَعَالِيلُ بِأَضَالِيلِ دِفَاعَ ذِي الدِّينِ الْمَطُولِ لَا يَسْنَعُ الضَّيِّمُ الدَّلِيلُ- وَلَا يُدْرِكُ الْحَقُّ إِلَّا بِالْجِدِّ أَيْ دَارَ بَعْدَ دَارٍ كَمْ تَسْعُونَ وَمَعَ أَيْ إِمَامٍ بَعْدِي تُفَاتِلُونَ- الْمَغْرُورُ وَاللَّهِ مَنْ عَرَّرَ تَمْرَهُ- وَمَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ وَاللَّهِ بِالسَّهْمِ الْأَخْيَبِ وَمَنْ رَمَى بِكُمْ

اے وہ لوگوں جن کے جسم کیجا اور خواہشیں جدا جدا ہیں تمہاری باتیں تو سخت پتھروں کو بھی نرم کر دیتی ہیں اور تمہارا عمل ایسا ہے کہ جو دشمنوں کو تم پر دندان آ ز تیز کرنے کا موقع دیتا ہے۔ اپنی مجلسوں میں تو تم کہتے پھرتے ہو کہ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے اور جب جنگ چھڑی جاتی ہے، تو تم اس سے پناہ مانگتے ہو۔ جو تم کو مدد کے لئے پکارے اس کی صدا بے وقعت اور حس کا تم جیسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہو اس کا دل ہمیشہ بے چین ہے۔ حیلے حوالے ہیں غلط سلط اور مجھ سے جنگ میں تاخیر کرنے کی خواہشیں ہیں۔ جیسے نادہند مقروض اپنے قرض خواہ کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذلیل آدمی ذلت آمیز زیادتیوں کی روک تھام نہیں کر سکتا اور حق تو بغیر کوشش کے نہیں ملا کرتا۔ اس گھر کے بعد اور کس امام کے ساتھ ہو کہ جہاد کرو گے۔ خدا کی قسم جسے تم نے دھوکا دے دیا ہو اُس کے فریب خوردہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور جسے تم جیسے لوگ ملے ہوں تو اس کے حصہ میں وہ تیر آتا ہے جو خالی ہوتا ہے اور جس نے تم کو (تیروں کی طرح) دشمنوں

سید رضی کہتے ہیں کہ اگر کوئی کلام گردن پکڑ کر زہد دنیوی کی طرف لانے والا اور عملِ اخروی کے لئے مجبور و مضطر کر دینے والا ہو سکتا ہے تو وہ کلام ہے جو امیدوں کے بندھنوں کو توڑنے اور وعظ و سرزنش سے اثر پذیری کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے کافی دوائی ہے۔ اس خطبے میں یہ جملہ ”الاوان الیوم المضمار وعدا السباق السبقۃ الجنة والغایۃ النار“ تو بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ اس میں لفظوں کی جلالت، معنی کی بلندی، پچی مثیل اور صحیح تشبیہ کے ساتھ عجیب اسرار اور باریک نکات ملتے ہیں۔ حضرت نے اپنے ارشاد والسبقۃ الجنة والغایۃ النار میں معنی مقصود کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے دو جدا گانہ لفظیں ”السبقۃ الغایۃ“ استعمال کی ہیں۔ جنت کے لئے لفظ ”سبقۃ“ (برہن) فرمائی ہے اور جہنم کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ سبقۃ اس چیز کی طرف کی جاتی ہے جو مطلوب و مرغوب ہو۔ اور یہ بہشت ہی کی شان ہے اور دوزخ میں مطلوبیت و مرغوبیت کہاں کہ اس کی جستجو و تلاش میں بڑھا جائے۔ (نعوذ باللہ منها) چونکہ السبقۃ النار کہنا صحیح و درست نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لئے والغایۃ النار فرمایا اور غایت صرف منزل متناہی کو کہتے ہیں۔ اس تک پہنچنے والے کو خواہ رنج و کوفت ہو یا شادمانی و مسرت۔ یہ ان دونوں معنوں کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بہر صورت اسے مصر و مآل (بازگشت) کے معنی میں سمجھنا چاہئے اور ارشاد قرآنی ہے ”قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ“ (کہو کہ تم دنیا سے اچھی طرح حظ اٹھا لو، آخر تو تمہاری بازگشت جہنم کی طرف ہے) یہاں مصیر کم کی بجائے سبقۃ تم کہنا کسی طرح صحیح و درست نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس میں غور و فکر

إِلَى الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَيَضْطَرُّ إِلَى عَمَلِ الْآخِرَةِ لَكَانَ هَذَا الْكَلَامُ- وَكَفَى بِهِ قَاطِعًا لِعَلَاتِنِ الْآمَالِ- وَقَدْ حَازَنَادَ إِلَّا تَعَاظُ وَالْإِذْ وَجَار- وَمِنْ أَعْجَبِهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ وَعَدَا السِّبَاقِ- وَالسَّبْقَةُ الْجَنَّةُ وَالْغَايَةُ النَّارُ) فَإِنَّ فِيهِ مَعَ فَخَامَةِ اللَّفْظِ وَعَظْمِ قَدْرِ الْمَعْنَى وَصَادِقِ التَّشْبِيلِ وَوَأَقِيعِ التَّشْبِيهِ سِرًّا عَجِيبًا وَمَعْنَى لَطِيفًا وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَالسَّبْقَةُ الْجَنَّةُ وَالْغَايَةُ النَّارُ) فَخَالَفَ بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ لَا خِلَافَ الْمَعْنَيْنِ وَلَمْ يَقُلِ السَّبْقَةُ النَّارُ كَمَا قَالَ- السَّبْقَةُ الْجَنَّةُ لِأَنَّ الْأَسْتِيقَ إِنَّمَا يَكُونُ إِلَى أَمْرِ مَحْبُوبٍ وَغَرَضُ مَطْلُوبٍ وَهَذِهِ صِفَةُ الْجَنَّةِ وَلَيْسَ هَذَا الْمَعْنَى مَوْجُودًا فِي النَّارِ نَعُودُ بِاللَّهِ مِنْهَا فَلَمْ يَجْزَأَنَّ يَقُولِ وَالسَّبْقَةُ النَّارُ بَلْ قَالَ وَالْغَايَةُ النَّارُ لِأَنَّ الْغَايَةَ يَنْتَهِي إِلَيْهَا مَنْ لَا يَسْرُهُ إِلَّا نَتِهَاؤُهَا وَمَنْ يَسْرُهُ ذَلِكَ فَصَلَحَ أَنْ يُعْبَرَّ بِهَا عَنْ الْأَمْرَيْنِ مَعَا فُهِ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ كَالْمَصِيرِ وَالْمَالَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ) وَلَا يَجُوزُ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ أَنْ يُقَالَ فَإِنَّ سَبْقَتَكُمْ ”بِسُكُونِ الْبَاءِ“ إِلَى النَّارِ

فَقَدْ رَمَى بِأَفْوَقٍ نَاصِلٍ أَصْبَحْتُ وَاللَّهُ لَا
أُصَدِّقُ قَوْلَكُمْ۔ وَلَا أَطْعُمُ فِي نَصْرِكُمْ وَلَا
أُوْعِدُ الْعَدُوَّ بِكُمْ؟ مَا بَالُكُمْ؟ مَا دَوَاءُكُمْ؟
مَا طِبُّكُمْ؟ الْقَوْمُ رَجُلٌ أَمْثَالُكُمْ أَقُولُ لَا يَغَيِّرُ
عِلْمٌ۔ وَغَفْلَةٌ مِنْ غَيْرِ وَرِعٍ۔ وَطَمَعًا فِي
غَيْرِ حَقٍّ۔

پر پھینکا ہو، اُس نے گویا ایسا تیر پھینکا ہے جس کا سوا فارٹوٹ چکا
ہو اور پریشان بھی شکستہ ہو کر خدا کی قسم! میری کیفیت تو اب یہ ہے
کہ نہ می تمہاری کسی بات کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمہاری
نصرت کی مجھے آس باقی رہی ہے، اور نہ تمہاری وجہ سے دشمن کو
جنگ کی دھمکی دے سکتا ہوں تمہیں کیا ہو گیا، تمہارا مرض کیا ہے اور
اس کا چارہ کیا ہے۔ اس قوم (اہل شام) کے افراد بھی تو تمہاری
ہی شکل و صورت کے مرد ہیں، کیا باتیں ہی باتیں رہیں گی۔ جانے
بوجھے بغیر اور صرف غفلت و مدہوشی ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری کے
بغیر (بلندی) کی حرص ہی حرص ہے مگر بالکل ناحق۔

جنگ مہردان کے بعد معاویہ نے ضحاک ابن قیس فہری کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ اطراف کوفہ میں اس مقصد سے بھیجا کہ وہ
اُن نواح میں شورش و انتشار پھیلانے، اور جسے پائے اُسے قتل کر دے اور جہاں تک ہو سکے قتل و غارت کا بازار گرم کرے تاکہ
امیر المومنین سکون و اطمینان سے نہ بیٹھ سکیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد کو سرانجام دینے کے لئے روانہ ہوا، اور بے گناہوں کے خون
بہاتا ہوا، اور ہر طرف تباہی مچاتا ہوا مقام ثعلبیہ تک پہنچ گیا۔ یہاں پر تاجان کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور ان کا سارا مال و اسباب
لوٹ لیا اور پھر مقام قطقطانہ پر صحابی رسول محمد اللہ ابن مسعود کے پیچھے عمر و ابن عیس اور اس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیا اور یونہی
ہر جگہ وحشت و خونخواری شروع کر دی۔ امیر المومنین کو جب ان غارت گریوں کا علم ہوا، تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کے
لئے بلایا تاکہ ان درندگیوں کی روک تھام کی جائے۔ مگر لوگ جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے نظر آئے۔ آپ ان لوگوں کو سست
قدمی و بددلی سے متاثر ہو کر منبر پر تشریف لے گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کو غیرت دلوائی ہے کہ وہ بدزلوں کی
طرح جنگ سے بچنے کی کوشش نہ کریں، اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جوان مردوں کی طرح اٹھ کھڑے ہوں، اور غلط سلسلہ
حیلے حوالوں سے کام نہ لیں۔ آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ دشمن کی سرکوبی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور
مقام تدمر پر اسے جالیا۔ ابھی دونوں فریق میں معمولی سی جھڑپ ہوئی تھی کہ رات کا اندھیرا پھیلنے لگا، اور وہ صرف انیس آدمی کٹوا
کر بھاگ کھڑا ہوا۔ امیر المومنین کی فوج میں سے بھی دو آدمیوں نے جام شہادت پیا۔

خطبہ ۳۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى
قَتْلِ عُثْمَانَ۔
لَوْ أَمَرْتُ بِهِ لَكُنْتُ قَاتِلًا أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ
لَكُنْتُ نَاصِرًا غَيْرَ أَنَّ مَنْ نَصَرَ لَا

قتل عثمان کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا۔
اگر میں ان کے قتل کا حکم دیتا تو البتہ ان کا قاتل ٹھہرتا اور اگر ان کے قتل
سے (دوسروں کو) روکتا تو ان کا معاون اور مددگار ہوتا۔ (میں
بالکل غیر جانبدار رہا) لیکن حالات ایسے تھے کہ جن لوگوں نے انکی

يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ حَدْلَهُ لَا يَسْتَطِيعُ
أَنْ يَقُولَ نَصْرَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي وَأَنَا
جَامِعٌ لَكُمْ أَمْرًا اسْتَأْثَرَ فَاسَاءَ الْأَثَرَاءُ۔
وَجَوَّعْتُمْ فَاسَأْتُمْ الْجَزَعَ وَلِلَّهِ الْحُكْمُ
وَأَقِمُّ فِي الْمُسْتَأْثَرِ وَالْجَزَاعِ۔

نصرت و امداد کی وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم انکی نصرت نہ
کر نیوالوں سے بہتر ہیں اور جن لوگوں نے انکی نصرت سے
ہاتھ اٹھالیا وہ نہیں خیال کرتے کہ انکی مدد کر نیوالے ہم سے
بہتر و برتر ہیں۔ میں حقیقت امر کو تم سے بیان کئے دیتا ہوں
اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے (اپنے عزیزوں کی) طرفداری کی، تو
طرفداری بُری طرح کی (اور تم گھبرا گئے تو بُری طرح گھبرا گئے
اور (ان دونوں فریق) بے جا طرفداری کر نیوالے، گھبرا اٹھنے
والے کے درمیان اصل فیصلہ کر نیوالا اللہ ہے۔

حضرت عثمان اسلامی دور کے پہلے اموی خلیفہ ہیں جو یکم محرم ۲۳ھ میں ستر برس کی عمر میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے، اور
بارہ برس تک مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں سے ۱۸ رذی الحجہ ۳۵ھ میں قتل ہو کر شش
کوکب میں دفن ہوئے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عثمان کا قتل ان کی کمزوریوں اور اُن کے عُہدِ امان کے خیال کے سیاہ کارناموں کا نتیجہ تھا۔ ورنہ
کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان متفقہ طور پر ان کے قتل پر آمادہ اور ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتے اور ان کی گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ
کوئی ان کی حمایت و مدافعت کے لئے کھڑا نہ ہوتا۔ مسلمان یقیناً ان کے سن و سال ان کی بزرگی و قار اور شرف مصاحبت کا پاس و لحاظ
کرتے مگر ان کے طور طریقوں نے فضا کو اس طرح بگاڑ رکھا تھا کہ کوئی ان کی ہمدردی و پاسداری کے لئے آمادہ نظر نہ آتا تھا۔ پیغمبرؐ کے
برگزیدہ صحابیوں پر جو ظلم و ستم ڈھایا گیا تھا، اس نے قبائل عرب میں ان کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑا رکھی تھی۔ ہر شخص چیخ و تاب کھا رہا تھا
اور ان کی خو سری و بے راہروی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوذر کی توہین و تذلیل اور جلا وطنی کے سبب سے بنی غفار اور
ان کے حلیف قبائل، عبد اللہ ابن مسعود کو بے دردی سے پھانسی کی وجہ سے بنی ہذیل اور اُن کے حلیف بنی زہرہ، عمار ابن یاسر کی پسلیاں
توڑ دینے کے باعث بنی مخزوم اور ان کے حلیف قبیلہ اور محمد ابن ابی بکر کے قتل کا سر و سامان کرنے کی وجہ سے بنی تیم کے دلوں میں غصہ کا
ایک طوفان موجزن تھا۔ دوسرے شہروں کے مسلمان بھی اُن کے عُہدِ امان کے ہاتھوں سے نالاں تھے کہ جو دولت کی سرشاریوں اور بادۂ
عشرت کی سرمستیوں میں جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے، اور جسے چاہتے تھے پامال کر کے رکھ دیتے تھے، نہ انہیں مرکز کی طرف سے عتاب
کا ڈر تھا، اور نہ کسی باز پرس کا اندیشہ۔ لوگ ان کے پیچھے استبداد سے نکلنے کے لئے پھڑ پھڑاتے تھے مگر کوئی ان کے کرب و اذیت کی
صدائیں سننے کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ نفرت کے جذبات ابھر رہے تھے، مگر انہیں دبانے کی کوئی فکر نہ کی جاتی تھی، صحابہ بھی اُن سے بد
دل ہو چکے تھے کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ کھامن عالم تباہ، نظم و نسق تہ و بالا اور اسلامی خدو خال مسخ کئے جا رہے ہیں۔ نادار و فاقہ کش سوکھے
مکڑوں کو ترس رہے ہیں اور بنی امیہ کے ہاں بن بریں رہا ہے۔ خلافت شکم پری کا ذریعہ اور سرمایہ اندوزی کا وسیلہ بن کر رہ گئی ہے۔ لہذا
وہ بھی ان کے قتل کے لئے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ بلکہ انہی کے خطوط و بیانات کی بناء پر کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ
مدینہ میں آج جمع ہوئے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمان نے معاویہ کو تحریر کیا کہ۔

امّا بعد فانّ اهل المدينة کفر و او خلعوا
الطاعة و نکوا البيعة فابعث الى من قبلک
من مقاتلة اهل الشام على کل صعب
وذلول (طبری ج ۳- ص ۴۰۲)

معاویہ نے اس خط کے پہنچنے پر جو طرز عمل اختیار کیا، اس سے بھی صحابہ کی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ طبری نے اس کے بعد لکھا ہے کہ

فلما جاء معاوية الكتاب تر بص به و کره
اظهار مخالفة اصحاب رسول الله
صلی الله علیه وسلم وقد علم
اجتماعهم۔

ان واقعات کے پیش نظر حضرت عثمان کے قتل کو وقتی جوش اور ہنگامی جذبہ کا نتیجہ قرار دے کر چند بلوائیوں کے سر توپ دینا، حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے جبکہ ان کی مخالفت کے تمام عناصر مدینہ ہی میں موجود تھے اور باہر سے آنے والے تو ان کی آواز پر اپنے دکھ درد کی چارہ جوئی کے لئے جمع ہوئے تھے۔ جن کا مقصد صرف اصلاح حال تھا۔ نہ قتل و خونریزی۔ اگر ان کی داد فریادیں لی جاتی تو اس خون خرابے تک کبھی نوبت نہ پہنچتی۔ مگر ہوا یہ کہ جب اہل مصر حضرت عثمان کے دودھ شریک بھائی عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف بڑھے اور شہر کے قریب وادی ذی شنب میں پڑاؤ ڈال دیا تو ایک شخص کے ہاتھ خط بھیج کر حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ ان کے مظالم مٹائے جائیں۔ موجودہ روش کو بدلا جائے اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے۔ مگر آپ نے جواب دینے کی بجائے اُس شخص کو گھر سے نکلوا دیا اور ان کے مطالبہ کو قابل اعتنا نہ سمجھا، جس پر وہ لوگ اس غرور و طغیان کے خلاف آواز بلند کرنے کے لئے شہر کے اندر داخل ہوئے اور لوگوں سے حکومت کی ستم رانیوں کے ساتھ اس طرز عمل کا بھی شکوہ کیا۔ ادھر کوفہ اور بصرہ کے بھی سینکڑوں آدمی اپنے شکوے شکایات لے کر مدینہ آئے ہوئے تھے، جو ان سے ہموار ہو کر اہل مدینہ کی پشت پناہی پر آگے بڑھے، اور حضرت عثمان کو پابند مسکن بنادیا۔ مگر ان کے لئے مسجد میں آنے جانے کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن انہوں نے پہلے ہی جمعہ میں جو خطبہ دیا اس میں اُن لوگوں کو سخت بُرا بھلا کہا اور ملعون تکہ قرار دیا۔ جس پر لوگوں نے مشتعل ہو کر ان پر سنگریزے پھینکے۔ جس سے بے حال ہو کر منبر سے نیچے گر پڑے، اور چند دنوں کے بعد ان کے مسجد میں آنے جانے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔

جب حضرت عثمان نے اس حد تک حالات بگڑتے ہوئے دیکھے تو بڑی لجاجت سے امیر المومنین سے خواہش کی کہ وہ ان کے لئے چھٹکارے کی کوئی سہیل کریں اور جس طرح بن پڑے ان لوگوں کو متفرق کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کس قرار داد پر انہیں جانے کے لئے کہوں جبکہ ان کے مطالبات حق بجانب ہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس کا اختیار آپ کو دیتا ہوں۔ آپ ان سے جو بھی معاہدہ کریں گے میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ حضرت مصریوں سے جا کر ملے اور ان سے بات چیت کی اور وہ اس شرط پر واپس پلٹ جانے

کے لئے آمادہ ہو گئے کہ تمام مظالم مٹائے جائیں اور ابن ابی سرح کو معزول کر کے اس کی جگہ محمد ابن ابی بکر کو مقرر کیا جائے۔ امیر المومنین نے پلٹ کر حضرت عثمان کے سامنے ان کا مطالبہ رکھا جسے انہوں نے بغیر کسی پس و پیش کے مان لیا اور یہ کہا کہ ان تمام مظالم سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کچھ مہلت ہونا چاہئے۔ حضرت نے فرمایا جو چیزیں مدینہ سے متعلق ہیں اُن میں مہلت کے کوئی معنی نہیں۔ البتہ دوسری جگہوں کے لئے اتنا وقفہ دیا جاسکتا ہے کہ تمہارا پیغام وہاں تک پہنچ سکے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مدینہ کے لئے بھی تین دن کی مہلت ہونا چاہئے۔ حضرت نے مصریوں سے بات چیت کرنے کے بعد اسے بھی منظور کر لیا اور ان کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے لی اور وہ لوگ حضرت کے کہنے سے منتشر ہو گئے۔ کچھ محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مصر کو چلے گئے اور کچھ لوگ وادی ذی شنب میں آ کر ٹھہر گئے، اور یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اس واقعے کے دوسرے دن مروان نے حضرت عثمان سے کہا کہ خیر یہ لوگ تو چلتے بنے، مگر دوسرے شہروں سے آنے والوں کی روک تھام کے لئے آپ ایک بیان دیں تاکہ وہ ادھر کا رخ نہ کریں اور اپنی اپنی جگہ پر مطمئن ہو کر بیٹھے رہیں اور وہ بیان یہ ہو کہ کچھ لوگ مصر کے جھوٹے بیانیوں میں جمع ہو گئے تھے اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ وہ جو سنتے تھے غلط تھا تو وہ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ حضرت عثمان ایسا صریح جھوٹ بولنا نہ چاہتے تھے مگر مروان نے کچھ ایسا چمکے دیا کہ وہ آمادہ ہو گئے اور مسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

ان هؤلاء القوم من اهل مصر كان بلغهم
عن امامهم اسر فلما تبينوا انه باطل ما
بلغهم عنه رجعوا الى بلادهم
(طبری۔ ج ۳ ص ۳۶۵)

یہ کہنا تھا کہ مسجد میں ایک بلاغچہ کیا اور لوگوں نے پکار پکار کر ہنسا شروع کیا کہ اے عثمان! تو یہ کرو، اللہ سے ڈرو، یہ کیا جھوٹ کہہ رہے ہو، حضرت عثمان اس ہڑ بولنگ میں ٹپٹپٹا کر رہ گئے اور توبہ کرتے ہی بنی۔ چنانچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑائے اور پھر کہہ پلٹ آئے۔

امیر المومنین نے غالباً اسی واقعہ کے بعد حضرت عثمان کو یہ مشورہ دیا کہ تم سابقہ لغزشوں سے کھلم کھلا توبہ کرو، تاکہ یہ شور شیخ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔ ورنہ کل لوگبیں اور کے لوگ آگئے تو پھر مجھے چٹو گے کہ تمہاری گلو خلاصی کراؤں۔ چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں خطبہ دیا جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کی اور آئندہ محتاط رہنے کا عہد کیا اور لوگوں سے کہا کہ جب میں منبر سے اُتروں تو تمہارے نمائندے میرے گھر پر آئیں۔ میں تمہاری شکایتوں کا ازالہ کروں گا اور تمہارے مطالبے پورے کروں گا جس پر لوگوں نے آپ کے اس اقدام کو بہت سراہا اور بڑی حد تک دلی کدورتوں کو آنسوؤں سے دھو ڈالا۔ یہاں سے فارغ ہو کر جب دولت سرا پر پہنچے، تو مروان نے کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔ مگر حضرت عثمان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ مانع ہوئیں اور مروان سے مخاطب ہو کر کہا کہ خدا کے لئے تم چپ رہو، تم کوئی ایسی ہی بات کہو گے جو ان کے لئے موت کا پیش خیمہ بن کر رہے گی۔ مروان نے بگڑ کر کہا کہ تمہیں ان معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ تم اس کی بیٹی ہو جسے مرتے دم تک وضو کرنا بھی نہ آیا۔ نائلہ نے جھلا کر کہا کہ تم غلط کہتے ہو اور بہتان باندھتے ہو۔ میرے باپ کو کچھ کہنے سے پہلے ذرا اپنے باپ کا حلیہ بھی دیکھ لیا ہوتا۔ اگر ان بڑے میاں کا خیال نہ ہوتا تو پھر وہ

سنائی کہ لوگ کانوں پر ہاتھ رکھتے اور ہر بات میں میری ہاں میں ہاں ملاتے۔ حضرت عثمان نے جب بات بڑھتے دیکھی تو انہیں روک دیا اور مروان سے کہا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ مروان نے کہا کہ یہ آپ مسجد میں کیا کہہ آئے ہیں اور کسی توبہ کر آئے ہیں۔ میرے نزدیک تو گناہ پر اڑے رہنا آپ کی اس توبہ سے ہزار درجہ بہتر تھا۔ کیونکہ گناہ خواہ کس حد تک بڑھ جائیں، اُن کے لئے توبہ کی گنجائش رہتی ہے اور مارے باندھے کی توبہ کوئی توبہ نہیں ہوتی۔ کہنے کو تو آپ کہہ آئے ہیں مگر اس صلائے عام کا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ دروازے پر لوگوں کے ٹھٹھے کے ٹھٹھے لگے ہوئے ہیں، تواب آگے بڑھے اور پورا کیجئے اُن کے مطالبات کو۔ حضرت عثمان نے کہا کہ خیر میں جو کہہ آ یا سو کہہ آ یا، اب تم ان لوگوں سے نہ پوچھو۔ میرے بس کا یہ روگ نہیں کہ میں انہیں پٹناؤں۔ چنانچہ مروان آپ کا ایما پا کر باہر آیا اور لوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو؟ کیا دھواؤں کے لئے کا ارادہ ہے یا لوٹ مار کا قصد ہے۔ یاد رکھو کہ تم آسانی ہمارے ہاتھوں سے اقتدار نہیں چھین سکتے اور یہ خیال دلوں سے نکال ڈالو کہ تم ہمیں دبا لو گے۔ ہم کسی سے دب کر رہنے والے نہیں ہیں۔ یہاں سے منہ کالا کرو، خدا تمہیں رسوا اور ذلیل کرے۔

لوگوں نے یہ بگڑے ہوئے تیور اور بدلا ہوا نقشہ دیکھا تو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے امیر المومنین کے ہاں پہنچے، اور انہیں ساری روئیداد سنائی جسے سن کر حضرت مارے غصے کے بیچ دتاب کھانے لگے اور اسی وقت اٹھ کر عثمان کے ہاں گئے اور اُن سے کہا کہ ”واہ سبحان اللہ“ کیا مسلمانوں کی درگت بنائی ہے تم نے۔ ایک بے دین و بدکردار کی خاطر دین سے بھی ہاتھ اٹھالیا اور عقل کو بھی جواب دے دیا۔ آخر تمہیں کچھ تو اپنے وعدے کا پاس و لحاظ ہونا چاہئے تھا۔ یہ کیا مروان کے اشارے پر آنکھ بند کر کے چل پڑو۔ یاد رکھو کہ وہ تمہیں ایسے اندھے کوئیں میں پھینکے گا کہ پھر اُس سے نکل نہ سکو گے۔ تم تو مروان کی سواری بن گئے ہو کہ وہ جس طرح چاہے تم پر سواری کا غلط لے، اور جس غلط راہ پر چاہے تمہیں ڈال دے۔ آئندہ سے میں تمہارے معاملہ میں کوئی دخل نہ دوں گا اور نہ لوگوں سے کچھ کہوں سنو گا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔

اتنا کہہ سن کر حضرت تو واپس ہوئے، اور نائلہ کی بن آئی۔ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ میں نہ کہتی تھی کہ مروان سے پیچھا چھڑائیے ورنہ وہ ایسا کلک کلک کا ٹیکہ لگائے گا کہ مٹائے نہ مٹے گا، بھلا اس کے کہنے پر کیا چلنا کہ جو لوگوں میں بے آبرو اور نظروں سے گرا ہوا ہو۔ علی ابن ابی طالب کو منائے ورنہ یاد رکھئے کہ بگڑے ہوئے حالات کا بنانا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ مروان کے اختیار میں ہے۔ حضرت عثمان اس سے متاثر ہوئے اور امیر المومنین کے پیچھے آدمی بھیجا۔ مگر حضرت نے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ خود حضرت عثمان کے گرد گوجاصرہ نہ تھا مگر حیا زنجیر پاتھی، کون سا منہ لے کر گھر سے باہر نکلتے۔ مگر نکلے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لہذا رات کے پردے میں چپکے سے نکلے اور امیر المومنین کے ہاں جا پہنچے اور اپنی بے بسی اور لا چاری کا رونا رویا۔ عذر معذرت بھی کی، وعدے کی پابندی کا یقین بھی دلا یا۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ تم مسجد بنوی میں منبر رسول پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے بھرے مجمع میں ایک وعدہ کرتے ہو، تو اُس کا ایفاء یوں ہوتا ہے کہ جب لوگ تمہارے ہاں پہنچتے ہیں تو انہیں بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور گالیاں تک دی جاتی ہیں۔ جب تمہارے قول و قرار کی یہ صورت ہے کہ جسے دنیا دیکھ چکی ہے، تو کس بھروسے پر میں آئندہ کے لئے تمہاری کسی بات پر اعتماد کر لوں۔ اب مجھ سے کوئی توقع نہ رکھو میں تمہاری طرف سے کوئی ذمہ داری اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں۔ راستے تمہارے سامنے کھلے ہوئے ہیں جو راستہ چاہو اختیار کرو، اور جس دھڑے پر چاہو چلو۔ اس بات چیت کے بعد حضرت عثمان پلٹ آئے اور اٹا امیر المومنین کو مور و الزام ٹھہرا تا شروع کر دیا کہ ان کی شہ پر یہ ہنگامے اٹھ رہے ہیں، اور سب کچھ کر سکنے کے باوجود کچھ نہیں کرتے۔

ادھر توبہ کا جو حشر ہوا سو ہوا۔ اب دوسری طرف کی سنئے کہ جب محمد ابن ابی بکر حجاز کی سرحد طے کر کے دریائے قلزم کے کنارے مقام ایلم تک پہنچے تو لوگوں کی نظریں ایک ناقہ سوار پر پڑیں جو اپنی سواری کو اس طرح بٹکت دوڑائے لئے جارہا تھا، جیسے دشمن اس کے تعاقب میں ہوں۔ ان لوگوں کو اس پر شبہ ہوا تو اُسے بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حضرت عثمان کا غلام ہوں۔ پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ مصر کا۔ پوچھا کہ کس کے پاس جا رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ والی مصر کے پاس۔ لوگوں نے کہا کہ والی مصر تو ہمارے ہمراہ ہیں۔ تم کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے ابن ابی سرح کے پاس جانا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی خط وغیرہ بھی ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کہ کس مقصد سے جا رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ یہ نہیں معلوم۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی جامہ تلاشی لینا چاہئے۔ چنانچہ تلاشی لی گئی مگر اس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ کنانہ بن بشر نے کہا، کہ ذرا اس کا مشکیزہ تو دیکھو۔ لوگوں نے کہا کہ چھوڑو، بھلا پانی میں خط کہاں ہو سکتا ہے اسکا نہ کہ کہا کہ تم کیا جانو کہ یہ لوگ کیا چالیں چلا کرتے ہیں۔ چنانچہ مشکیزہ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں سیسے کی ایک ٹکلی تھی، جس میں خط رکھا ہوا تھا۔ جب کھول کر پڑھا گیا تو فرمان خلافت یہ تھا کہ ”جب محمد ابن ابی بکر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تمہارے پاس پہنچے تو ان میں سے فلاں کو قتل کرو، فلاں کے ہاتھ کانوا اور فلاں کو جیل میں ڈالو اور اپنے عہدہ پر برقرار رہو۔ یہ بڑھ کر سب پر سناٹا چھایا، اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اب آگے بڑھنا تو موت کے منہ میں جانا تھا، چنانچہ اس غلام کو ساتھ لے کر سب مدینہ کی طرف پلٹ پڑے اور وہاں پہنچ کر وہ خط صحابہ کے مجمع کے سامنے رکھ دیا۔ اس واقعہ کو جس نے سنا، انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا اور کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو حضرت عثمان کو بُرا نہ کہہ رہا ہو۔ اس کے بعد چند صحابہ ان لوگوں کے ہمراہ حضرت عثمان کے ہاں پہنچے اور وہ خط اُن کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا کہ اس خط پر مہر کس کی ہے؟ کہا کہ میری۔ پوچھا کہ یہ تحریر کس کی ہے؟ کہا کہ میرے کاتب کی۔ پوچھا یہ غلام کس کا ہے؟ کہا کہ میرا۔ پوچھا کہ یہ سواری کس کی ہے؟ کہا کہ حکومت کی۔ پوچھا کہ یہ بھیجا کس نے ہے؟ فرمایا کہ اس کا مجھے علم نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ! سب کچھ آپ کا اور آپ کو یہ تک یہ نہ جاننے پائے کہ یہ کس نے بھیجا ہے! جب آپ اتنے ہی بے بس ہیں تو چھوڑیے خلافت کو اور الگ ہو جائیے تاکہ کوئی ایسا شخص آئے جو مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال کر سکتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس پیرا من کو اتار دوں جو اللہ نے مجھے پہنایا ہے۔ البتہ توبہ کیلئے لیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ توبہ کی بھلی کہی۔ اس کی مٹی تو اُسی دن خراب ہو گئی تھی جب آپ کے دروازے پر مروان آپ کی ترجمانی کر رہا تھا اور وہی کسر اس خط نے نکال دی ہے۔ اب ہم ان بھروسے میں آئے والے نہیں ہیں۔ خلافت کو چھوڑیے اگر آپ کے بھائی بند ہمارے سب راہ ہوئے تو ہم انہیں روکیں گے اور اگر لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے تو ہم بھی لڑیں گے۔ نہ ہمارے ہاتھ شل ہیں اور نہ ہماری تلواریں کند ہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور انصاف کے علمبردار ہیں تو مروان کو ہمارے حوالہ کیجئے تاکہ ہم اُس سے باز پرس کریں کہ وہ کس کے بل بوتے پر خط لکھ کر مسلمانوں کی عزیز جانوں سے کھیلنا چاہ رہا تھا۔ مگر آپ نے مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور مروان کو اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جس پر لوگوں نے کہا کہ پھر یہ خط بھی آپ ہی کے حکم سے لکھا گیا ہے۔

بہر صورت بندھے ہوئے حالات پھر سے بگڑ گئے، اور انہیں بگڑنا ہی چاہئے تھا کیونکہ مطلوبہ مدت کے گزر جانے کے باوجود ہر چیز جوں کی توں تھی، اور رانی برابر بھی ادھر سے ادھر نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ توبہ کا انجام دیکھنے کے لئے وادی حشب میں جو لوگ ٹھہرے ہوئے

تھے وہ بھی پھر سیلاب کی طرح بڑھے اور مدینہ کی گلیوں میں پھیل گئے اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے اُن کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

انہی محاصرہ کے دنوں میں پیغمبر کے ایک صحابی نیا ابن عیاض نے حضرت عثمان سے بات چیت کرنا چاہی اور اُن کے ہاں پہنچ کر انہیں پکارا۔ جب انہوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو آپ نے کہا کہ اے عثمان! خدا کے لئے اس خلافت سے دست بردار ہو جاؤ، اور مسلمانوں کو اس خون خرابے سے بچاؤ۔ ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان کے آدمیوں میں سے ایک نے انہیں تیر کا نشان بنا کر جان سے مار ڈالا۔ جس پر لوگ بھڑک اٹھے اور پکار کر کہا کہ نیا کا قاتل ہمارے حوالے کرو مگر حضرت عثمان نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے ایک مددگار کو تمہارے حوالے کر دوں۔ اس سینہ زوری نے آگ میں ہوا کا کام کیا اور لوگوں نے جوش میں آ کر ان کے گھر کے دروازے میں آگ لگا دی اور اندر گھسنے کے لئے آگے بڑھے کہ مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور غیرہ ابن اخس اپنے اپنے جتھوں کے ساتھ محاصرہ کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے اور دروازے پر کشت و خون شروع ہو گیا۔ لوگ گھر کے اندر گھسنا چاہتے تھے، مگر انہیں دھکیل دیا جاتا تھا۔ اتنے میں عمرو ابن حزم انصاری نے کہ جن کا مکان حضرت عثمان کے مکان سے متصل تھا اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا اور لٹکار کر کہا کہ آؤ ادھر سے بڑھو۔ چنانچہ محاصرہ کرنے والے اس مکان کے ذریعہ کا شائبہ خلافت کی چھت پر پہنچ گئے اور وہاں سے گھر کے صحن میں اتر کر تلواریں سونت لیں۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی کہ حضرت عثمان کے گھر والوں کے علاوہ اُن کے ہوا خواہ اور بنی امیہ مدینہ کی گلیوں میں بھاگ کھڑے ہوئے، اور کچھ ام حبیبہ کے گھر میں جا چھپے اور جو رہ گئے وہ حضرت عثمان کا حق نمک ادا کرتے ہوئے ان کے ساتھ قتل ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء و تاریخ طبری)

آپ کے قتل پر مختلف شعراء نے مرثیے کئے۔ سردست ابو ہریرہ کے مرثیہ کا ایک شعر پیش نظر ہے۔

لنناس هم ولي في اليوم همان فقد الجراب وقتل الشيخ عثمان

”لوگوں کو تو آج کے دن صرف ایک صدمہ ہے، لیکن مجھے برابر کے دوصدے ہیں ایک حضرت عثمان کے قتل ہونے کا، اور دوسرا اپنے تھیلے کے کھو جانے کا۔“

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد امیر المومنین کا موقف واضح ہو جاتا ہے کہ نہ آپ اس جماعت کا ساتھ دے رہے تھے جو ان کے قتل پر ابھار رہی تھی، اور نہ اس گروہ میں لائے جاسکتے ہیں کہ جو ان کی حمایت و مدافعت پر کھڑا ہوا تھا۔ بے شک جہاں تک حالات اجازت دیتے رہے، وہ اُن کے بچاؤ کی صورتیں انہیں سمجھاتے رہے اور جب یہ دیکھا کہ جو کہا جاتا ہے، وہ عملاً کہا گیا نہیں جاتا، تو آپ اپنا دامن بچا کر الگ ہو گئے۔

جب دونوں فریق کو دیکھا جاتا ہے تو جن لوگوں نے حضرت عثمان کی نصرت سے ہاتھ اٹھالیا تھا، ان میں ام المومنین عائشہ اور روایات جمہور کے مطابق عشرہ مبشرہ یقیہ اہل شوری، انصار و مہاجرین اولین اصحاب بدر اور دیگر ممتاز و جلیل القدر افراد نظر آتے ہیں اور دوسری طرف بارگاہ خلافت کے چند غلام اور بنی امیہ کی چند فردیں دکھائی دیتی ہیں۔ اگر مروان و سعید ابن عاص جیسے لوگوں کو مہاجرین اولین پر فوقیت نہیں دی جاسکتی، تو پھر ان کے عمل کو بھی ان کے طرز عمل پر فوقیت دینا مشکل ہوگا اور اگر اجماع مخصوص مواردی کے لئے حجت نہیں ہے، تو پھر صحابہ کی اس زبردست اتفاق رائے پر انگشت نمائی مشکل ہوگی۔

خطبہ ۳۱

جب جنگ جمل شروع ہونے سے پہلے حضرت نے ابن عباس کو زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں اطاعت کی طرف پلٹائیں تو اس موقع پر ان سے فرمایا۔ طلحہ سے ملاقات نہ کرنا۔ اگر تم اس سے ملے تو تم اس کو ایک ایسا سرکش بیل پاؤ گے جس کے سینک کانوں کی طرف مڑے ہوئے ہوں۔ وہ منہ زور سواری ہے۔ بلکہ تم زبیر سے ملنا اس لئے کہ وہ نرم طبیعت ہے اور اُس سے یہ کہنا کہ تمہارے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے کہ تم حجاز میں تو مجھ سے جان پہچان رکھتے تھے اور یہاں عراق میں آ کر بالکل اجنبی بن گئے۔ آخر اس تبدیلی کا کیا سبب ہے۔ علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا آخر جملہ ”فما عدا مبلدا“ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس تبدیلی کا کیا سبب ہوا۔ سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے سنا گیا ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - لَا بِنِ الْعَبَّاسِ لِمَا أَرْسَلَهُ إِلَى الزُّبَيْرِ لِيَسْتَفِيئَهُ إِلَى طَاعَتِهِ قَبْلَ حَرْبِ الْجَمَلِ - لَا تَلْقَيْنَنَّ طَلْحَةَ فَإِنَّكَ إِنْ تَلَقَّاهُ تَجِدْهُ كَالْقُورِ عَاقِضًا قَرْنَهُ يَرْكَبُ الصُّعْبَ وَيَقُولُ هُوَ الدَّلُولُ - وَلَكِنَّ الْقَ الزُّبَيْرَ فَإِنَّهُ الْيَنُّ عَرِيكَةٌ فَقُلْ لَهُ يَقُولُ لَكَ ابْنُ خَالِكَ: عَرَفْتَنِي بِالْحِجَازِ وَ أَنْكَرْتَنِي بِالْعِرَاقِ فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا أَقُولُ هُوَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَوَّلُ مَنْ سَبَّعَتْ مِنْهُ هَذِهِ الْكَلِمَةُ أَعْنَى فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا -

خطبہ ۳۲

اے لوگو! ہم ایک ایسے کج رفتار زمانہ اور ناشکر گزار دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کہ جس میں نیکو کار کو خطا کا ر سمجھا جاتا ہے، اور ظالم اپنی سرکشی میں بڑھتا ہی جاتا ہے۔ جن چیزوں کو ہم جانتے ہیں، اُن سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جن چیزوں کو نہیں جانتے، انہیں دریافت نہیں کرتے اور جب تک مصیبت آ نہیں جاتی، ہم خطرہ محسوس نہیں کرتے۔ (اس زمانے کے) لوگ چار طرح کے ہیں، کچھ وہ ہیں، جنہیں مفسدہ انگیزی سے مانع صرف ان کے نفس کا بے وقعت ہونا، ان کی دھار کا کندہ ہونا اور اُن کے پاس مال کا کم ہونا ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں جو تلواریں سونتے ہوئے علامہ شریفیلارہے ہیں اور انہوں نے اپنے سوار اور پیادے جمع

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا قَدْ أَصْبَحْنَا فِي دَهْرٍ عَنُودٍ - وَزَمَنٍ كَنُودٍ يُعَدُّ فِيهِ الْبُحْسَنُ مُسِيئًا - وَيُزَادُ الظَّالِمُ فِيهِ عُتُوءًا - لَا تَنْتَفِعُ بِمَا عَمِلْنَا - وَلَا نَسْتَأْذِنُ عَمَّا جَهِلْنَا - وَلَا نَخْشَوْ قَارِعَةً حَتَّى تَحُلَّ بِنَا - فَالنَّاسُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَصْنَافٍ: مِنْهُمْ مَنْ لَا يَمْنَعُهُ الْفُسَادُ إِلَّا مَهَانَةً نَفْسِهِ وَكَلَالَةً حَلِّهِ وَنَضِيضٌ وَفَرٍ وَمِنْهُمْ الْمُصْلِتُ لِسَيْفِهِ -

وَالْمُعْلِنُ بَشِيرٌ وَالْمُجْلِبُ بِخِيلِهِ
وَرَجُلِهِ۔ قَدْ أَشْرَطَ نَفْسَهُ وَأَوْبَقَ دِينَهُ
لِحُطَامٍ يَنْتَهَزُهُ۔ أَوْ مَقْنَبٍ يَقُودُهُ أَوْ مَنِيرٍ
يَقْرَعُهُ۔ وَلَيْسَ الْمَتَجَرُّ أَنْ تَرَى الدُّنْيَا
لِنَفْسِكَ ثَمَنًا وَمِمَّا لَكَ عِنْدَ اللَّهِ عَوْضًا
وَمِنْهُمْ مَنْ يَطْلُبُ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ
وَلَا يَطْلُبُ الْآخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا قَدْ
طَامَنَ مِنْ شَخْصِهِ وَقَارَبَ مِنْ خَطْوِهِ
وَشَمَّرَ مِنْ ثَوْبِهِ وَذَخَرَ مِنْ نَفْسِهِ
لِلْأَمَانَةِ وَأَتَّخَذَ سِتْرَ اللَّهِ ذَرِيعَةً إِلَى
الْمَعْصِيَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ أَبْعَدَهُ عَنْ طَلَبِ
الْمُلْكِ ضُوءَ لَوْ نَفْسِهِ۔ وَأَنْقَطَعَ سَبِيلُهُ
فَقَصَرَ تَهُ الْحَالُ عَنْ حَالِهِ فَتَحَلَّى
بِاسْمِ الْقِنَاعَةِ وَتَزَيَّنَ بِلِبَاسِ أَهْلِ
الزَّهَادَةِ وَلَيْسَ مِنْ ذَلِكَ فِي مَرَاحٍ وَلَا
مَعْدَى۔ وَبَقِيَ رَجُلٌ غَضَّ أَبْصَارَهُمْ
ذَكَرُ السَّرْجِ وَأَرَادَ دُمُوعَهُمْ خَوْفُ
الْمَحْشَرِ فَهُمْ بَيْنَ شَرِيدٍ نَادٍ۔ وَخَائِفٍ
مَقْبُوعٍ۔ وَسَاكِبٍ مَكْعُومٍ۔ وَدَاعٍ
مُخْلِصٍ۔ وَتَكْلَانٍ مُوجِعٍ۔ قَدْ أَحْبَلَتْهُمْ
التَّقِيَّةُ وَشَلَّتْهُمْ الدَّلَالَةُ فَهُمْ فِي بَحْرِ
أَجَاجٍ۔ أَقْوَاهُمْ ضَامِرَةٌ وَقُلُوبُهُمْ
تَرَحُّةٌ۔ وَقَدْ وَعَظُوا حَتَّى مُلُّوا وَفُهِرُوا
حَتَّى ذُلُّوا۔ وَقُلُوبُهُمْ قَرِحَةٌ۔ فَلَتَكُنْ

الذَّنْبِيَا فِي أَعْيُنِكُمْ أَصْغَرَ مِنْ حُفَالَةِ
الْقَرْظِ۔ وَفَرِصَةُ الْجَحْلَمِ۔ وَأَتَعَظُوا بَيْنَ
كَانَ قَبْلَكُمْ۔ قَبْلُ أَنْ يَتَعَظَ بِكُمْ مِنْ بَعْدِ
كُمْ۔ وَارْفُضُوا هَذِهِ مَيْمَةً فَإِنَّهَا قَدَرٌ فَضْتُ
مَنْ كَانَ أَشْغَفَ بِهَا مِنْكُمْ۔

(أَقُولُ) هَذِهِ الْخُطْبَةُ رَبِّمَا نَسَبَهَا مَنْ لَا
عِلْمَ لَهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَهِيَ مِنْ كَلَامِ أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِي لَا يُشَلُّ
فِيهِ وَآيِنُ الدَّهَبِ مِنَ الرِّغَامِ وَالْعَدَبُ
مِنْ الْأَجَاجِ وَقَدْ دَلَّ عَلَى ذَلِكَ
الدَّلِيلُ الْخَرِيَّتُ وَنَقْدَةُ النَّاقِدِ الْبَصِيرُ
عَمْرُو بْنُ بَحْرِ الْجَاخِظُ فَإِنَّهُ ذَكَرَ هَذِهِ
الْخُطْبَةَ فِي كِتَابِ الْبَيَانِ وَالتَّبَيُّنِ وَ

ذَكَرَ مَنْ نَسَبَهَا إِلَى مُعَاوِيَةَ ثُمَّ قَالَ هِيَ
بِكَلَامِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَشْبَهُ وَبِمَذْهَبِهِ
فِي تَصْنِيفِ النَّاسِ وَبِالْأَخْبَارِ عَمَّا هُمْ
عَلَيْهِ مِنَ الْقَهْرِ وَالْإِدْلَالِ وَمِنَ التَّقِيَّةِ
وَالْخَوْفِ الْبَقِيَّ قَالَ وَمَتْنِي وَجَدْنَا
مُعَاوِيَةَ فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ مَسْلُوكٍ
فِي كَلَامِهِ مَسْلُوكِ الزَّهَادِ وَمَذَاهِبِ
الْعِبَادِ۔

خطبہ ۳۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ
أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ جَبَّ اِبْلِ بَصْرَةَ مِنْ جَنْجِ لَمْ تَكُنْ تَوْ

خَرُّوْجِهِ لِقَتَالِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ - قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْعَبَّاسِ، دَخَلْتُ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذِي قَارٍ وَهُوَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ فَقَالَ لِي مَا قِيَمَةُ هَذِهِ النِّعْلِ فَقُلْتُ لَا قِيَمَةَ لَهَا، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهِ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَمْرِتِكُمْ إِلَّا أَنْ أَقِيمَ حَقًّا أَوْ أَدْفَعُ بَاطِلًا ثُمَّ خَرَجَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ - إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَابًا وَلَا يَدَّعِي نُبُوَّةً - فَسَاقِ النَّاسَ حَتَّى بَوَّاهُمْ مَحَلَّتَهُمْ وَبَلَّغَهُمْ مَنَاجَاتَهُمْ فَاسْتَقَامَتِ قَنَاتُهُمْ وَأَطَعَانَتْ صَفَاتُهُمْ - أَمَا وَاللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَفِي سَاقَتِهَا حَتَّى تَوَلَّيْتُ بِحَدًّا فَيَرَهَا مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبْنْتُ وَإِنْ مَسِيرِي هَذَا لِيَسِيلَهَا فَلَا يَبْقُرَنَّ الْبَاطِلُ حَتَّى يَخْرُجَ الْحَقُّ مِنْ جَنْبِهِ مَالِي وَلِقُرَيْشٍ - وَاللَّهِ لَقَدْ قَاتَلْتُهُمْ كَافِرِينَ وَلَا قَاتِلَنَّهُمْ مَفْتُونِينَ - وَإِنِّي لَصَاحِبُهُمْ بِالْأَمْسِ كَمَا أَنَا صَاحِبُهُمُ الْيَوْمَ -

خطبہ ۳۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي السَّيْفَارِ
النَّاسِ إِلَى أَهْلِ الشَّامِ -
لوگوں کو اہل شام سے آمادہ جنگ کرنے کے لئے فرمایا۔
حیف ہے تم پر، میں تو تمہیں ملامت کرتے کرتے بھی اکتا گیا

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں مقام ذی قار میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنا جوتا ٹانگ رہے ہیں۔ (مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابن عباس اس جوتے کی کیا قیمت ہوگی؟) میں نے کہا کہ اب تو اس کی کچھ بھی قیمت نہ ہوگی، تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پیش نظر حق کا قیام اور باطل کا مٹانا نہ ہو تو تم لوگوں پر حکومت کرنے سے یہ جوتا مجھے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں میں یہ خطبہ دیا اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس وقت بھیجا کہ جب عربوں میں نہ کوئی کتاب (آسانی) کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعوے دار۔ آپ نے ان لوگوں کو ان کے (صحیح) مقام پر اتارا، اور نجات کی منزل پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ ان کے سارے غم جاتے رہے اور حالات محکم و استوار ہو گئے۔ خدا کی قسم! میں بھی اُن لوگوں میں تھا جو اس صورت حال میں انقلاب پیدا کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ انقلاب مکمل ہو گیا۔ میں نے (اس کام میں) نہ کمزوری دکھائی نہ بزدلی سے کام لیا اور اب بھی میرا اقدام ویسے ہی مقصد کے لئے ہے تو سہی جو میں باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں۔ مجھے قریش سے وجہ نزاع ہی اور کیا ہے۔ خدا کی قسم میں نے تو اُن سے جنگ کی، جبکہ وہ کافر تھے اور اب بھی جنگ کروں گا جبکہ وہ باطل کے ورغلانے میں آچکے ہیں اور جس شان سے میں کل اُن کا مد مقابل رہ چکا ہوں ویسا ہی آج ثابت ہوگا۔

أَفِي لَكُمْ لَقَدْ سَمِعْتُ عَتَابَكُمْ أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْأَجْرِ عَوْضًا - وَبِالدَّلِيلِ مِنَ الْعَرِ خَلْفًا - إِذَا دَعَوْتَكُمْ إِلَى جِهَادٍ عَدُوَّكُمْ دَارَتْ أَعْيُنُكُمْ كَأَنَّكُمْ مِنَ الْمَوْتِ فِي غَيْرِهِ - وَمِنَ الدُّهُولِ فِي سَكْرَةٍ يَرْتَجِعُ عَلَيْكُمْ حَوَارِي فَتَعْمَهُونَ فَكَانَ قُلُوبُكُمْ مَا لَوْ سَأَلْتُمْ لَا تَعْقِلُونَ - مَا أَنْتُمْ بِرُكْنٍ يَمُوتُ بَكُمْ وَلَا زَوَافِرٍ عَزَّ يَفْتَقِرُ إِلَيْكُمْ مَا أَنْتُمْ إِلَّا كَابِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا - فَكُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ انْتَشَرَتْ مِنْ أُخْرَى - لَيْسَ لَعَنَ اللَّهُ سَعْرَ نَارِ الْحَرْبِ أَنْتُمْ تَكَاذِبُونَ وَلَا تَكِيدُونَ وَتَنْتَقِصُ أَطْرَافُكُمْ فَلَا تَمْتَعُصُونَ لَا يَنَامُ عَنْكُمْ وَ أَنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ سَاهُونَ غُلِبَ وَاللَّهُ الْمُتَحَارِلُونَ وَأَيْمُ اللَّهِ إِنِّي لَا ظَنُّ بَكُمْ أَنْ لَوْ حَسَسَ الْوَعْيُ وَاسْتَحَرَّ الْمَوْتُ قَدْ انْفَرَجَتْ عَنْ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنْفَرَجَتْ عَنْ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنْفَرَأَجَ الرَّأْسُ وَاللَّهُ إِنْ أَمْرًا يَبْكُنْ عَدُوًّا مِنْ نَفْسِهِ يَعْرِقُ لَحْمَهُ وَيَهْشِمُ عَظْمَهُ - وَيَفْرِي جِلْدَهُ لِعَظِيمِ عَجْزِهِ ضَعِيفٍ مَا ضَمَّتْ عَلَيْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهِ أَنْتَ فَكُنْ ذَلِكَ إِنْ شِئْتَ فَمَا أَنَا فَوَاللَّهِ دُونَ أَنْ أُعْطِيَ ذَلِكَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرِفِيَةِ - تَطْيِيرُ مِنْهُ فَرَّاشُ الْهَامِ وَتَطْيِيرُ السَّوَادِ

ہوں کیا تمہیں آخرت کے بدلے دنیوی زندگی اور عزت کے بدلے ذلت ہی گوارا ہے؟ جب تمہیں دشمنوں سے لڑنے کے لئے بلاتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومنے لگ جاتی ہیں کہ گویا تم موت کے گرداب میں ہو اور جان کنی کی غفلت اور مدہوشی تم پر طاری ہے۔ میری باتیں جیسے تمہاری سمجھ ہی میں نہیں آتیں تو تم ششدر رہ جاتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے جیسے تمہارے دل و دماغ پر دیوانگی کا اثر ہے کہ تم کچھ عقل سے کام نہیں لے سکتے۔ تم ہمیشہ کیلئے مجھ سے اپنا اعتماد کھو چکے ہو۔ نہ تم کوئی قوی سہارا ہو کہ تم پر بھروسہ کر کے دشمنوں کی طرف رخ کیا جائے اور نہ تم عزت و کامرانی کے وسیلے ہو، کہ تمہاری ضرورت محسوس ہو۔ تمہاری مثال تو ان اونٹوں کی سی ہے جن کے چرواہے گم ہو گئے ہوں۔ اگر انہیں ایک طرف سے سمیٹا جائے تو دوسری طرف سے تتر بتر ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم تم جنگ کے شعلے بھڑکانے کے لئے بہت بُرے ثابت ہوئے ہو۔ تمہارے خلاف سب تدبیریں ہوا کرتی ہیں اور تم دشمنوں کے خلاف کوئی تدبیر نہیں کرتے۔ تمہارے (شہروں کے) حدود (دن بدن) کم ہوتے جا رہے ہیں مگر تمہیں غصہ نہیں آتا۔ وہ تمہاری طرف سے کبھی غافل نہیں ہوتے اور تم ہو کہ غفلت میں سب کچھ بھولے ہوئے ہو۔ خدا کی قسم! ایک دوسرے پر ٹالنے والے بارانی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں تمہارے متعلق یہی گمان رکھتا ہوں کہ اگر جنگ زور پکڑ لے اور موت کی گرم بازاری ہو، تو تم ابن ابی طالب سے اس طرح کٹ جاؤ گے جس طرح بدن سے سر (کہ دوبارہ پلٹنا ممکن ہی نہ ہو) جو شخص کہ اپنے دشمن کو اس طرح اپنے پر قابو دے دے کہ وہ اس کی ہڈیوں سے گوشت تک اُتار ڈالے، اور ہڈیوں کو توڑ دے، اور کھال کو پارہ پارہ کر دے، تو اُس کا بجز انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور سینے کی پسلیوں میں گھرا ہوا (دل) کمزور نہ تو اُس ہے۔ اگر تم ایسا ہونا چاہتے ہو تو ہوا کرو۔ لیکن میں تو ایسا اُس وقت تک نہ ہونے دوں گا جب تک مقام

خطبہ ۳۵

تحکیم کے بعد فرمایا۔

(ہر حالت میں) اللہ کیلئے حمد و ثناء ہے۔ گوزمانہ (ہمارے لئے) جانکاہ مصیبتیں اور صبر آزمائے حادثے لے آیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ کتنا والا شریک ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں۔

(تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) مہربان، باخبر اور تجربہ کار ناصح کی مخالفت کا ثمرہ، حسرت و ندامت ہوتا ہے۔ میں نے اس تحکیم کے متعلق اپنا فرمان سنا دیا تھا، اور اپنی قیمتی رائے کا نچوڑ تمہارے سامنے رکھ دیا تھا۔ کاش کہ ”قصیر“ کا حکم مان لیا جاتا۔ لیکن تم تو تند و مخالفین اور عہد شکن نافرمانوں کی طرح انکار پر قائل گئے۔ یہاں تک کہ ناصح خود اپنی نصیحت کے متعلق سوچ میں پڑ گیا، اور طبیعت اُس چاقا کی طرح بھگ گئی کہ جس نے شعلے بھڑکانا بند کر دیا ہو میری اور تمہاری حالت شاعر بنی ہو اوزن کے اس قول کے مطابق ہے۔

میں نے مقام منہرج الملوی (ٹیلے کا موڑ) پر تمہیں اپنے حکم سے آگاہ کیا (گو اس وقت تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا) لیکن دوسرے دن کی چاشت کو میری نصیحت کی صداقت دیکھ لی۔

جب اہل عراق کی خونریز تلواریں سے شامیوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور لیلۃ الہریر کے تابڑ توڑ حملوں نے اُن کے حوصلے پست اور دلوں ختم کر دیئے تو عمرو بن عاص نے معاویہ کو یہ چال سوجھائی کہ قرآن کو نیزوں پر بلند کر کے اُسے حکم ٹھہرانے کا نعرہ لگایا جائے جس کا اثر یہ ہوگا کہ کچھ لوگ جنگ کو روانہ ہوں گے اور کچھ جاری رکھنا چاہیں گے اور ہم اس طرح ان میں پھوٹ ڈلوں گے۔ جنگ کو دوسرے موقع کے لئے ملتوی کرالیں گے۔ چنانچہ قرآن نیزوں پر بلند کئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند سر پھروں نے شور و غوغا مچا کر تمام لشکر میں انتشار و برہمی پیدا کر دی، اور سادہ لوح مسلمانوں کی سرگرمیاں فتح کے قریب پہنچ کر دھیمی پڑ گئیں اور

مشارف کی (تیز دھار) تلواریں چلا نہ لوں کہ جس سے سر کی ہڈیوں کے پرچے اڑ جائیں اور بازو اور قدم کٹ کر گر کرنے لگیں اس کے بعد جو اللہ چاہے، وہ کرے۔

اے لوگو! ایک تو میرا تم پر حق ہے اور ایک تمہارا مجھ پر حق ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی پیش نظر رکھوں اور بیت المال سے تمہیں پورا پورا حصہ دوں، اور تمہیں تعلیم دوں تاکہ تم جاہل نہ رہو اور اس طرح تمہیں تہذیب سکھاؤں جس پر تم عمل کرو اور میرا تم پر یہ حق ہے کہ بیعت کی ذمہ داریوں کو پورا کرو اور سامنے اور پس پشت خیر خواہی کرو۔ جب بلاؤں تو میری صدا پر لبیک کہو، اور جب کوئی حکم دوں تو اس کی تعمیل کرو۔

یہ جملہ ایسی علیحدگی کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جس کے بعد پھر بیعت کی کوئی آس نہ رہے۔ صاحب درہ مخفیہ نے اس کی توجیہ میں چند اقوال نقل کئے ہیں۔

- (۱) ابن ویر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح سر بدن سے کٹ جاتا ہے، تو پھر اُس کا جڑنا ناممکن ہوتا ہے یونہی تم ایک دفعہ ساتھ چھوڑنے کے بعد پھر مجھ سے نہ مل سکو گے۔
 - (۲) مفضل کا قول ہے کہ اس (سر) ایک شخص کا نام تھا اور شام کا ایک گاؤں ”بیت الراس“ اسی کے نام پر ہے یہ شخص اپنا گھر بار چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا اور پھر پلٹ کر اپنے گاؤں میں نہ آیا جس سے یہ کہادت چل نکلی، کہ تم تو یوں گئے جس طرح راس گیا تھا۔
 - (۳) ایک معنی یہ ہیں کہ جس طرح سر کی ہڈیوں کے جوڑا لگ الگ ہو جائیں تو پھر آپس میں جڑا نہیں کرتے، یونہی تم مجھ سے کٹ کر پھر نہ جڑ سکو گے۔
 - (۴) یہ بھی کہا گیا ہے کہ جملہ ”انفرو جہنم عنی راسا“ (یعنی تم پورے طور پر مجھ سے جدا ہو جاؤ گے) کے معنی میں ہے شارح معترلی نے یہ معنی قطب الدین راوندی کی شرح سے نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ راس جب کلینتہ کے معنی میں آتا ہے تو اس پر الف لام داخل نہیں ہوا کرتا۔
 - (۵) اس کے یہ معنی بھی کئے جاتے ہیں کہ تم مجھ سے اس طرح دامن چھڑا کر چلے بنو گے، جس طرح کوئی سر بچا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک آدھ معنی اور بھی کہے گئے ہیں مگر بعید ہونے کی وجہ سے انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔
- سب سے پہلے اس کا استعمال حکیم عرب اٹم ابن صفی نے اپنے بچوں کو اتفاق و اتحاد کی تعلیم دیتے ہوئے کیا۔ چنانچہ اس کا قول ہے کہ
- یا بنی لا تنفروا عند الشدائد انفراج
بیتا بختی کے وقت ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جانا، ورنہ
الرأس فانکم بعد ذلک لا تجتمعون۔

بے سوچے سمجھے پکارنے لگے کہ ہمیں جنگ پر قرآن کے فیصلے کو ترجیح دینا چاہیے۔

امیر المومنین نے جب قرآن کو آلہ کار بننے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے لوگو! اس مکر و فریب میں نہ آؤ۔ یہ صرف شکست کی رو سیاہیوں سے بچنے کے لئے چال چل رہے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ایک کی سیرت کو جانتا ہوں۔ نہ یہ قرآن والے ہیں، اور نہ دین و مذہب سے انہیں کوئی لگاؤ ہے۔ ہمارے جنگ کرنے کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ یہ لوگ قرآن کو مانیں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ خدا کے لئے ان کی فریب کاریوں میں نہ آؤ۔ عزم و ہمت کے دلولوں کے ساتھ آگے بڑھو اور دم توڑتے ہوئے دشمن کو ختم کر کے دم لو۔ مگر باطل کا پُر فریب حربہ چل چکا تھا۔ لوگ طغیان و سرکشی پر اُتر آئے۔ سعید ابن ہذیل اور زید ابن حصین طائی دونوں بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھے، اور امیر المومنین سے کہا کہ اے علی! اگر آپ نے قرآن کی آواز پر لبیک نہ کہی، تو پھر ہم آپ کا وہی حشر کریں گے جو عثمان کا کیا تھا۔ آپ فوراً جنگ ختم کر انہیں اور قرآن کے فیصلے کے سامنے تسلیم ختم کریں۔ حضرت نے بہت سمجھانے کی کوشش کی، لیکن شیطان قرآن کا جامہ پہنے ہوئے سامنے کھڑا تھا۔ اُس نے ایک نہ چلنے دی اور ان لوگوں نے امیر المومنین کو مجبور کر دیا کہ وہ کسی کو بھیج کر مالک اشتر کو میدان جنگ سے واپس لوٹائیں۔ حضرت نے لاچار ہو کر یزید ابن ہانی کو مالک کے بلانے کے لئے بھیجا۔ مالک نے جب یہ حکم سنا تو وہ چکرا سے گئے اور کہا کہ اُن سے کہئے کہ یہ موقعہ مورچہ سے الگ ہونے کا نہیں ہے۔ کچھ دیر توقف فرمائیں تو میں نوید فتح لے کر حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ یزید ابن ہانی نے پلٹ کر یہ پیغام دیا تو لوگوں نے غل مچایا کہ آپ نے چپکے سے انہیں جنگ پر جبر رہنے کے لئے کھلوا بھیجا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس کا موقعہ کہاں ملا ہے کہ میں علیحدگی میں اسے کوئی پیغام دیتا۔ جو کچھ کہا ہے تمہارے سامنے کہا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ اسے دوبارہ بھیجیں اور اگر مالک نے آنے میں تاخیر کی، تو پھر آپ اپنی جان سے ہاتھ دھولیں۔ حضرت نے ہانی کو پھر روانہ کیا اور کھلوا بھیجا کہ قتلہ کھڑا ہوا ہے۔ جس حالت میں ہو فوراً آؤ۔ چنانچہ ہانی نے مالک سے جا کر کہا کہ تمہیں فتح عزیز ہے یا امیر المومنین کی جان! اگر ان کی جان عزیز ہے تو جنگ سے ہاتھ اٹھاؤ اور ان کے پاس پہنچو۔ مالک فتح کی کامرانیوں کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حسرت و اندوہ لیے ہوئے حضرت کی خدمت میں پہنچے، وہاں ایک بڑ بولنگ مچا ہوا تھا۔ آپ نے لوگوں کو بہت بُرا بھلا کہا۔ مگر حالات اس طرح پلٹا کھانچے تھے کہ انہیں سدھارنا نہ جاسکتا تھا۔

اب یہ طے پایا کہ دونوں فریق میں سے ایک ایک حکم منتخب کر لیا جائے تاکہ وہ قرآن و سنت کے مطابق خلافت کا فیصلہ کریں۔ معاویہ کی طرف سے عمرو ابن عاص قرار پایا، اور حضرت کی طرف سے لوگوں نے ابوموسیٰ اشعری کا نام پیش کیا۔ حضرت نے اس غلط انتخاب کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم نے حکیم کے بارے میں میرا حکم نہیں مانا، تو اتنا تو کرو کہ اس (ابوموسیٰ) کو حکم نہ بناؤ۔ یہ بھروسے کا آدمی نہیں ہے۔ یہ عبد اللہ ابن عباس ہیں، یہ مالک اشتر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لو۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور اسی کے نام پراڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا جو چاہو کرو اور وہ دن دور نہیں ہے کہ اپنی بے راہ رویوں پر اپنے ہاتھ کاٹو گے۔

حکیمین کی نامزدگی کے بعد جب عہد نامہ لکھا جانے لگا، تو علی ابن ابی طالب کے نام کے ساتھ امیر المومنین لکھا گیا۔ عمرو ابن عاص نے کہا کہ اس لفظ کو منادیا جائے۔ اگر ہم انہیں امیر المومنین سمجھتے ہوتے تو یہ جنگ ہی کیوں لڑی جاتی۔ حضرت نے پہلے تو اُسے مٹانے سے انکار کیا اور جب وہ کسی طرح نہ مانے تو اُسے منادیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ حدیبیہ کے واقعہ سے بالکل ملتا جلتا ہے کہ جب کفار اس پراڑ گئے تھے کہ پیغمبر کے نام کے ساتھ رسول اللہ کی لفظ منادی جائے اور پیغمبر نے اسے منادیا۔ اس پر عمرو ابن عاص نے بکڑ کر کہا کہ کیا آپ

ہمیں کفار کی طرح سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں کس دن ایمان والوں سے لگاؤ رہا ہے، اور کب اُن کے ہمنوا رہے ہو؟ بہر صورت اس قرارداد کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور ان دونوں حکموں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے لوگوں کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ جب اس کے اعلان کا وقت آیا، تو عراق اور شام کے درمیان مقام دومتہ الجندل میں اجتماع ہوا اور یہ دونوں حکم بھی مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سنانے کے لئے پہنچ گئے۔ عمرو ابن عاص نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے ابوموسیٰ سے کہا کہ میں آپ پر سبقت کرنا سوء ادب سمجھتا ہوں۔ آپ سن وصال کے لحاظ سے بزرگ ہیں لہذا پہلے آپ اعلان فرمائیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ تانے میں آ گئے اور جھومتے ہوئے مجمع کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے مسلمانو! ہم نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ کو معزول کر دیا جائے، اور انتخاب خلافت کا حق مسلمانوں کو دے دیا جائے، وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ (اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے) اب عمرو ابن عاص کی باری آئی اور اُس نے کہا کہ اے مسلمانو! تم نے سن لیا ہے کہ ابوموسیٰ نے علی ابن ابی طالب کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی اس سے متفق ہوں۔ رہا معاویہ تو اُس کے معزول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہذا میں اسے اس جگہ پر نصب کرتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ ہر طرف شور مچ گیا۔ ابوموسیٰ بہت چیخے چلائے کہ یہ دھوکا ہے فریب ہے اور عمرو ابن عاص سے کہا کہ تم نے چال بازی سے کام لیا ہے اور تمہاری مثال اُس کتے کی سی ہے کہ جس پر کچھ لا دو جب ہانپے گا، چھوڑ دو جب ہانپے گا۔ عمرو ابن عاص نے کہا کہ تمہاری مثال اُس گدھے کی سی ہے، جس پر کتا میں لدی ہوئی ہیں۔ غرض عمرو ابن عاص کی چالاکی کام کر گئی اور معاویہ کے اکھڑے ہوئے قدم پھر سے جم گئے۔

یہ تھا اس حکیم کا مختصر سا خاکہ جس کی اساس قرآن و سنت کو قرار دیا تھا۔ مگر کیا قرآن و سنت کا فیصلہ تھا، یا ان فریب کاریوں کا نتیجہ کہ جو دنیا والے ہمیشہ اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے کام لایا کرتے ہیں۔ کاش کہ تاریخ کے ان اوراق کو مستقبل کے لئے مشعل راہ بنایا جائے، اور قرآن و سنت کو آئینہ کار کا ذریعہ اور دنیا طلی کا وسیلہ نہ بننے دیا جائے۔

امیر المومنین کو جب حکیم کے اس افسوس ناک نتیجہ کی اطلاع ملی، تو آپ منبر پر تشریف لائے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کے لفظ لفظ سے آپ کا اندوہ و قلق جھلک رہا ہے اور ساتھ ہی آپ کی صحت، فکر و نظر، اصابت رائے اور دور رس بصیرت پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کسی نصیحت کرنے والے کی بات ٹھکرا دی جائے اور بعد میں پچھتا یا جائے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حیرہ کے فرمانروا جزیرہ ابرش نے جزیرہ کے تاجدار عمرو ابن طرف کو قتل کر دیا جس کے بعد اس کی بیٹی زبائہ جزیرہ کی حکمران قرار پائی۔ اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے باپ کے انتقام لینے کی یہ تدبیر کی کہ جزیرہ کو پیغام کہ میں تمہارا امور سلطنت کی انجام دہی نہیں کر سکتی۔ اگر تم مجھے اپنے حوالہ عقد میں لے کر میری سرپرستی کرو تو میں شکر گزار ہوں گی۔ جزیرہ اس پیش کش پر پھولا نہ سما، اور ہزار سوار ہمراہ لے کر جزیرہ جانے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اس کے غلام قصیر نے بہت سمجھایا بھجایا کہ یہ دھوکا اور فریب ہے۔ اس خطرے میں اپنے آپ کو نہ ڈالے مگر اس کی عقل پر ایسا پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ زبائہ نے اپنی رفاقت کے لئے اپنے باپ کے قاتل ہی کو کیوں منتخب کیا ہے۔ بہر صورت یہ چل کھڑا ہوا اور جب حدود جزیرہ میں پہنچا تو گوزباء کا لشکر استقبال کے لئے موجود تھا، مگر نہ اُس نے کوئی خاص آؤ بھگت کی نہ پرتپاک خیر مقدم کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر قصیر کا بھرا تھا ٹھنکا، اور اُس نے جزیرہ سے پلٹ جانے کو کہا مگر منزل کے قریب پہنچ کر آتش شوق اور بھڑک اٹھی تھی۔ اُس

نے پرواہ نہ کی اور قدم بڑھا کر شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ وہاں پہنچتے ہی قتل کر ڈالا گیا۔ قصیر نے یہ دیکھا تو کہا لو کان۔ بطبع نقصیر امر۔ (کاش قصیر کی بات مان لی ہوتی) اور اُس وقت سے یہ مثل چل نکلی۔

شاعر بنی ہوازن سے مراد زید ابن صمہ ہے اور یہ شعر اس نے اپنے بھائی عبداللہ ابن صمہ کے مرنے کے بعد کہا جس کا واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ اپنے بھائی کے ہمراہ بنی بکر ابن ہوازن پر حملہ آور ہوا اور اُن کے بہت سے اونٹ ہٹا لیا۔ واپسی پر جب مقام منرج اللوی میں سستانے کا ارادہ کیا تو درید نے کہا کہ یہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے دشمن لوٹ پڑے۔ مگر عبداللہ نہ مانا اور وہاں ٹھہر گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صبح ہوتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا اور عبداللہ کو وہیں پر قتل کر دیا۔ درید کے بھی زخم آئے، لیکن وہ بچ نکلا اور اُس کے بعد چند اشعار کہے اُن میں سے ایک شعر یہ ہے جس میں اس کی رائے کے ٹھکرا دیئے جانے سے جو بتائی آئی تھی اُس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خطبہ ۳۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلَّهِ فِي تَحْوِيفِ أَهْلِ النَّهْرِ وَأَنْ:
فَاتَا نَذِيرُكُمْ أَنْ تُصْبِحُوا صَرَعَى بَائِثَاءِ
هَذَا النَّهْرِ وَبَاهِصِنَامِ هَذَا الْغَايِطِ عَلَى
غَيْرِ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا سُلْطَانٍ مُبِينٍ
مَعَكُمْ قَدْ طَوَّحْتُ بِكُمْ الدَّارَ - وَاحْتَبَلْتُكُمْ
الْبِقْدَارَ - وَقَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ هَذِهِ
الْحُكُومَةِ فَابَيْتُمْ عَلَى إِبَاءِ الْمُخَالِفِينَ
الْمُنَابِذِينَ - حَتَّى صَرَفْتُ رَأْيِي إِلَى
هَوَاكُمْ - وَأَنْتُمْ مَعَاشِرًا خَفَاءَ الْهَامِ -
سُفَهَاءَ الْآحْلَامِ وَلَمْ آتِ لَا أَبَالَكُمْ بِجُرْأٍ
وَلَا أَرَدْتُ لَكُمْ ضُرًّا -

اہل نہروان کو اُن کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا۔
میں تمہیں متنبہ کر رہا ہوں کہ تم لوگ اس نہر کے موڑوں اور اس
نقیب کی ہموار زمینوں پر قتل ہو ہو کر گرے ہوئے ہو گے۔ اس
عالم میں کہ نہ تمہارے پاس اللہ کے سامنے (عذر کرنے کے
لئے) کوئی واضح دلیل ہوگی نہ کوئی روشن ثبوت۔ اس طرح کہ تم
اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے اور پھر قضائے الہی نے تمہیں
اپنے پھندے میں جکڑ لیا۔ میں نے تو تمہیں پہلے ہی اس تحکیم
سے روکا تھا۔ لیکن تم نے میرا حکم ماننے سے مخالف بیان
نکالنے کی طرح انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ (مجبوراً) مجھے بھی اپنی
رائے کو ادھر موڑنا پڑا جو تم چاہتے تھے۔ تم ایک ایسا گروہ ہو جس
کے افراد کے سر عقلوں سے خالی، اور فہم و دانش سے عاری
ہیں۔ خدا تمہارا برا کرے میں نے تمہیں نہ کسی مصیبت میں
پھنسا یا ہے، نہ تمہارا برا اچا ہوا تھا۔

جنگ نہروان کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تحکیم کی قرارداد کے بعد امیر المومنین کو فہم کی طرف پلٹ رہے تھے تو جو لوگ تحکیم کے منوانے
میں پیش پیش تھے، یہ کہنے لگے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو حکم ٹھہرانا کفر ہے، اور معاذ اللہ امیر المومنین تحکیم کو مان کر کافر ہو گئے ہیں۔
چنانچہ انہوں نے ”لاحکم الا اللہ“ (حکم اللہ کے لئے مخصوص ہے) کو غلط معنی پہننا کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنالیا
اور امیر المومنین سے کٹ کر کوفہ کے قریب مقام حروراء میں ڈیرے ڈال دیئے۔ امیر المومنین کو ان ریشہ دوانیوں کا علم ہوا تو

آپ نے صمصہ ابن صوحان اور زیاد بن نضر حارثی کو ابن عباس کے ہمراہ ان کی طرف روانہ کیا اور بعد میں خود اُن کی قیام گاہ
تک تشریف لے گئے، اور انہیں سمجھا بچھا کر منتشر کر دیا۔

جب یہ لوگ کوفہ پہنچے تو یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ امیر المومنین نے تحکیم کے معاہدہ کو توڑ ڈالا ہے اور وہ پھر سے شامیوں کے
مقابلہ کے لئے آمادہ ہیں۔ حضرت کو معلوم ہوا تو آپ نے اس کی تردید فرمائی جس پر یہ لوگ فتنہ انگیزی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور
بغداد سے بارہ میل کے فاصلہ پر نہر کے نشیبی حصہ میں کہ جسے ”نہروان“ کہا جاتا ہے، پڑاؤ ڈال دیا۔

ادھر امیر المومنین تحکیم کا فیصلہ سن کر سپاہ شام سے لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور خوارج کو تحریر کیا کہ حکمیں نے کتاب و
سنت کے بجائے خواہش نفسانی سے کام لیتے ہوئے جو فیصلہ کیا ہے، وہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ لہذا ہم نے اُن سے لڑنے کی ٹھان لی ہے۔
تم بھی ہمارا ساتھ دو تا کہ دشمن کی سرکوبی کی جائے۔ مگر خوارج نے اس کا یہ جواب دیا کہ آپ نے جب تحکیم مان لی تھی، تو آپ ہمارے
نزدیک کافر ہو گئے تھے۔ اب اگر آپ اپنے کفر کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کریں تو ہم اس معاملہ میں غور کریں گے اور سوچیں گے کہ ہمیں
کیا کرنا چاہئے۔ حضرت نے ان کے جواب سے سمجھ لیا کہ ان کی سرکشی و گمراہی بہت شدید ہو گئی ہے۔ اب ان سے کسی قسم کی امید رکھنا
بیکار ہے۔ لہذا آپ نے انہیں نظر انداز کر کے شام کی طرف کوچ کرنے کے لئے وادی نخیلہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جب لشکر ترتیب دیا
جا چکا تو حضرت کو معلوم ہوا کہ لشکر کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پہلے اہل نہروان سے نیٹ لیں اور بعد میں شام کا رخ کریں، مگر حضرت نے
فرمایا کہ ابھی ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، پہلے شام کی طرف بڑھو، اور پھر انہیں دیکھ لیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے ہر
حکم کی تعمیل کے لئے بدل و جان حاضر ہیں۔ خواہ ادھر چلے یا ادھر بڑھیں لیکن ابھی لشکر نے حرکت نہ کی تھی، کہ خوارج کی شورش
انگیزیوں کی خبریں آنے لگیں اور معلوم ہوا کہ انہوں نے عامل نہروان عبداللہ ابن خباب اور اُن کی کثیر کو اس بچے سمیت جو اس کے شکم
میں تھا، ذبح کر ڈالا ہے، اور بنی طے کی تین عورتوں اور ام سنان صیداویہ کو بھی قتل کر دیا ہے۔ امیر المومنین نے حارث ابن مرہ کو تحقیق حال
کے لئے روانہ کیا لیکن یہ بھی اُن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب ان کی شورش انگیزیوں اس حد تک بڑھ گئیں، تو انہیں جھجھوڑنا ضروری
ہو گیا۔ چنانچہ لشکر نے نہروان کا رخ کر لیا، اور وہاں پہنچ کر حضرت نے انہیں کہلوایا بھجھا کہ جن لوگوں نے عبداللہ ابن خباب اور بے گناہ
عورتوں کو قتل کیا ہے انہیں ہمارے حوالے کر دتا کہ ہم اُن سے خون کا قصاص لیں۔ مگر اُن لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم سب نے
مل کر اُن کو مارا ہے، اور ہمارے نزدیک تم سب کا خون مباح ہے۔ اس پر بھی امیر المومنین نے جنگ میں پہل نہ کی۔ بلکہ حضرت ابو
ایوب انصاری کو پیغام امن دے کر اُن کی طرف بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے پکار کر اُن سے کہا کہ جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا یا
اس جماعت سے کٹ کر کوفہ یا مدائن چلا جائے گا، اُس کے لئے امان ہے اور اُس سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس کا یہ اثر
ہوا کہ فردہ ابن نوفل اشجعی نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس بنیاد پر امیر المومنین سے آمادہ پیکار ہوئے ہیں اور یہ کہہ کر پانچ سو آدمیوں
کے ساتھ الگ ہو گئے اور یونہی لوگ گروہ درگروہ چھٹنا شروع ہو گئے اور کچھ لوگ امیر المومنین سے آ ملے، جو لوگ باقی رہ گئے اُن کی تعداد
چار ہزار تھی اور طبری کی روایت کی بناء پر وہ ہزار آٹھ سو تھی، یہ لوگ کسی صورت میں دعوت حق کی پکار سننے کے لئے تیار نہ تھے، اور مرنے
مارنے پر آمادہ تھے۔ حضرت نے اپنی فوج کو پہل کرنے سے روک رکھا تھا۔ مگر خوارج نے کمانوں میں تیر جوڑ لئے اور تلواروں کی
نیایں توڑ کر بھینک دیں۔ حضرت نے اس موقع پر بھی جنگ کے ہولناک نتائج اور اس کے انجام بد سے انہیں آگاہ کیا، اور یہ خطبہ بھی

اسی زجروتیخ کے سلسلہ میں ہے لیکن وہ اس طرح جوش میں بھرے بیٹھے تھے کہ یک لخت سپاہ امیر المومنین پر ٹوٹ پڑے۔ یہ حملہ اتنا بے پناہ تھا کہ پیادوں کے قدم اکھڑ گئے۔ لیکن پھر اس طرح جے کہ تیردستان کے حملے انہیں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے اور دیکھتے ہی دیکھتے خوارج کا اس طرح صفایا کیا کہ نو آدمیوں کے علاوہ کہ جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی، ایک تنفس بھی زندہ نہ بچا۔ امیر المومنین کے لشکر میں صرف آٹھ آدمی شہید ہوئے۔ یہ جنگ ۹ صفر ۳۸ھ میں واقع ہوئی۔

خطبہ ۳۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَجْرِي مَجْرَى الْخُطْبَةِ:

فَقَسْتُ بِالْأَمْرِ حِينَ فَيْسَلُوا وَتَطَلَّعْتُ حِينَ تَقْبَعُوا۔ وَنَطَقْتُ حِينَ تَعْتَعُوا وَمَضَيْتُ بِنُورِ اللَّهِ حِينَ وَقَفُوا۔ وَكُنْتُ أَخْفَضَهُمْ صَوْتًا وَأَعْلَاهُمْ قَوَاتًا۔ فَطَرْتُ بَعْنَانَهَا وَاسْتَبَدَّرْتُ بِرَهَانِهَا كَالْجَبَلِ لَا تَحَرِّكُهُ الْقَوَاصِفُ۔ وَلَا تَزِيلُهُ الْعَوَاصِفُ لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ فِي مَهْمَزٍ وَلَا لِقَائِلٍ فِي مَغْمَزٍ۔ الدَّلِيلُ عِنْدِي عَزِيزٌ حَتَّى أَخَذَ الْحَقُّ لَهُ۔ وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيفٌ حَتَّى أَخَذَ الْحَقُّ مِنْهُ رَضِينًا عَنِ اللَّهِ قَضَاءً لَا وَسَلَّمْنَا لِلَّهِ أَمْرًا۔ أَتَرَانِي قَضَاءً لَا وَسَلَّمْنَا لِلَّهِ أَمْرًا۔ أَتَرَانِي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاللَّهُ لَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَقَهُ فَلَا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيَّ أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي وَإِذَا الْبَيْتَانُ فِي عُنُقِي لِعَيْرِي۔

میں نے اُس وقت اپنے فرائض انجام دیئے جبکہ اور سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ رکھتے تھے۔ اور اُس وقت سر اٹھا کر سامنے آیا جبکہ دوسرے گوشوں میں چپے ہوئے تھے اور اُس وقت زبان کھولی جبکہ دوسرے گنگ نظر آتے تھے اور اُس وقت نور خدا (کی روشنی) میں آگے بڑھا، جبکہ دوسرے زمین گیر ہو چکے تھے، گو میری آوازاں سب سے دھیمی تھی مگر سبقت و پیش قدمی میں میں سب سے آگے تھا۔ میرا اس تحریک کی باگ تھامنا تھا، کہ وہ اڑسی گئی، اور صرف میں تھا جو اس میدان میں بازی لے گیا معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ جسے نہ تند ہوائیں جنبش دے سکتی ہیں اور نہ تیز جھکڑ اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں کسی کے لئے بھی مجھ میں عیب گیری کا موقع اور حرف گیری کی گنجائش نہ تھی۔ دبا ہوا میری نظروں میں طاقتور ہے، جب تک کہ میں اُس کا حق دلوانہ دوں اور طاقتور میرے یہاں کمزور ہے جب تک کہ میں اُس سے دوسرے کا حق دلوانہ لوں۔ ہم قضائے الہی پر راضی ہو چکے ہیں، اور اُسی کو سارے امور سوپ دیئے ہیں کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ پر جھوٹ باندھتا ہوں۔ خدا کی قسم میں وہ ہوں جس نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی، تو آپ پر کذب تراشی میں کس طرح پہل کروں گا۔ میں نے اپنے حالات پر نظر کی، تو دیکھا کہ میرے لئے ہر قسم کی بیعت سے اطاعت رسول مقدم تھی اور اُن سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا جو امیری گردن میں تھا۔

خطبہ ۳۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَإِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبُهَةُ شُبُهَةً لِأَنَّهَا تُشَبِّهُ الْحَقَّ فَأَمَّا أَوْلِيَاءُ اللَّهِ فَضِيَاءٌ هُمْ فِيهَا الْيَقِينُ وَدَلِيلُهُمْ سَنَتُ الْهُدَى وَأَمَّا أَعْدَاءُ دَلِيلُهُمُ الْعَمَى۔ فَمَا يَنْجُو مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهُ وَلَا يُعْطَى الْبَقَاءَ مَنْ أَحْبَبَهُ۔

شبہ کو شبہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حق سے شبہات رکھتا ہے، تو جو دوستان خدا ہوتے ہیں، اُن کے لئے شبہات (کے اندھیروں) میں یقین اُجالے کا اور ہدایت کی سمت رہنما کا کام دیتی ہے اور جو دشمنان خدا ہیں وہ ان شبہات میں گمراہی کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں، اور کوری دے بھری اُن کی رہبر ہوتی ہے۔ موت وہ چیز ہے کہ ڈرنے والا اُس سے چھٹکارا نہیں پاسکتا اور ہمیشہ کی زندگی چاہنے والا ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔

خطبہ ۳۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

مُنِيْتُ بَيْنَ لَا يُطِيعُ إِذَا أَمَرْتُ وَلَا يُحِبُّ إِذَا دَعَوْتُ۔ لَا أَبَالَكُمْ مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ رَبِّكُمْ۔ أَمَّا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ وَلَا حَبِيَّةٌ تُحْبِسُكُمْ أَقْوَمُ فِيمَكُمْ مُسْتَصْرَحًا وَأَنَا دِينُكُمْ مُتَغَوِّثًا فَلَا تَسْمَعُونَ لِي قَوْلًا وَلَا تُطِيعُونَ لِي أَمْرًا حَتَّى تَكْشِفَ الْأُمُورَ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَافَةِ فَمَا يَذَرُكُمْ بَكُمْ ثَارٌ وَلَا يُبَلِّغُكُمْ مَرَامَ دَعْوَتِكُمْ إِلَى نَصْرِ إِخْوَانِكُمْ فَجَرَّ جَرَّتُمْ حَرَّ جَرَّةَ الْجَبَلِ الْأَسْرِ۔ وَتَمَّا قَلْتُمْ تَعَاوَلَ النَّصُوحُ الْأَدْبَرُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ مِنْكُمْ جُنَيْدٌ مُتَدَايِبٌ ضَعِيفٌ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْتَظِرُونَ۔ (أَقُولُ) قَوْلُهُ عَلَيْهِ

میرا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے، جنہیں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں۔ بلاتا ہوں، تو آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ تمہارا اُمر ہو۔ اب اپنے اللہ کی نصرت کرنے میں تمہیں کس چیز کا انتظار ہے۔ کیا دین تمہیں ایک جگہ اکٹھا نہیں کرتا اور غیرت و حمیت تمہیں جوش میں نہیں لاتی؟ میں تم میں کھڑا ہو کر چلاتا ہوں اور مدد کے لئے پکارتا ہوں، لیکن تم نہ میری کوئی بات سنتے ہو، نہ میرا کوئی حکم مانتے ہو۔ یہاں تک کہ ان نافرمانیوں کے بُرے نتائج کھل کر سامنے آجائیں۔ نہ تمہارے ذریعے خون کا بدلہ لیا جاسکتا ہے۔ نہ کسی مقصد تک پہنچا جاسکتا ہے اور تم اُس اونٹ کی طرح بلبلانے لگے۔ جس کی ناف میں درد ہو رہا ہو، اور اس لاغر و کمزور شتر کی طرح ڈھیلے پڑ گئے جس کی پیٹھ زخمی ہو پھر میرے پاس تم لوگوں کی ایک چھوٹی سی منزلزل و کمزور فوج آئی۔ اس عالم میں کہ گویا اسے اس کی نظروں کے سامنے موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں لفظ ”متدایب“ آیا ہے، اس کے معنی مضطرب کے ہیں۔ جب

السَّلَامُ مُتَدَايِبُ أَيْ مُضْطَرِبٌ مِنْ قَوْلِهِمْ
تَدَايِبُ بَيْتِ الرِّيحِ أَيْ اضْطَرِبَ هُبُوبُهَا۔
وَمِنْهُ يُسَمَّى الدُّبُّ دُبًّا لِأَضْطِرَابِ
مَشِيَّتِهِ۔

معاویہ نے مقام عین التمر پر دھاوا بولنے کے لئے دو ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ نعمان ابن بشیر کی سرکردگی میں بھیجا۔ یہ جگہ کوفہ کے قریب امیر المومنین کا ایک دفاعی مورچہ تھی جس کے نگران مالک ابن کعب ارجبی تھے۔ گوان کے ماتحت ایک ہزار جنگجو افراد تھے مگر اس موقع پر صرف سو ۱۰۰ آدمی وہاں موجود تھے۔ جب مالک نے حملہ آور لشکر کو بڑھتے دیکھا تو امیر المومنین کو کمک کے لئے تحریر کیا۔ جب امیر المومنین کو یہ پیغام ملا، تو آپ نے لوگوں کو ان کی امداد کے لئے کہا، مگر صرف تین سو آدمی آمادہ ہوئے۔ جس سے حضرت بہت بددل ہوئے اور انہیں زبردستی کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضرت خطبہ دینے کے بعد جب مکان پر پہنچے، تو عدی ابن حاتم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا امیر المومنین میرے ہاتھ میں بنی طے کے ایک ہزار افراد ہیں اگر آپ حکم دیں تو انہیں روانہ کر دوں؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دشمن کے سامنے ایک ہی قبیلہ کے لوگ پیش کئے جائیں۔ تم وادی نخیلہ میں جا کر لشکر بندی کرو۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو جہاد کی دعوت دی، تو بنی طے کے علاوہ ایک ہزار اور جنگ آزماعہ جمع ہو گئے۔ یہ ابھی کوچ کی تیاری کر رہے تھے کہ مالک ابن کعب کا پیغام آ گیا کہ اب مدد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم نے دشمن کو مار بھگا دیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مالک نے عبداللہ ابن جوزہ کو قرقہ ابن کعب اور حنفہ ابن سلیم کے پاس دوڑا دیا تھا کہ اگر کوفہ سے مدد آنے میں تاخیر ہو تو یہاں سے بروقت امداد مل سکے۔ چنانچہ عبداللہ دونوں کے پاس گیا مگر قرقہ سے کوئی امداد نہ مل سکی۔ البتہ حنفہ ابن سلیم نے پچاس آدمی عبدالرحمن ابن حنفہ کے ہمراہ تیار کئے جو عصر کے قریب وہاں پہنچے۔ اس وقت تک یہ دو ہزار آدمی مالک کے سو آدمیوں کو پسپا نہ کر سکے تھے۔ جب نعمان نے ان پچاس آدمیوں کو دیکھا تو یہ خیال کیا کہ اب ان کی فوجیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ لہذا وہ میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مالک نے ان کے جاتے جاتے بھی عقب سے حملہ کر کے ان کے تین آدمیوں کو مار ڈالا۔

خطبہ ۴۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي
الْخُرَارِجِ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَهُمْ "لَا حُكْمَ
إِلَّا لِلَّهِ" قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَلِمَةً حَقٌّ يُرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ - نَعَمْ إِنَّهُ لَا حُكْمَ
إِلَّا لِلَّهِ - وَلَكِنْ هَؤُلَاءِ يَقُولُونَ لَا إِمْرَةَ إِلَّا

جب آپ نے خوارج کا قول لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ (حکم اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے)۔ سنا فرمایا۔ یہ جملہ تو صحیح ہے مگر جو مطلب وہ لیتے ہیں، وہ غلط ہے۔ ہاں بے شک حکم اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ لوگوں کے

لئے حاکم کا ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا (اگر اچھا ہوگا تو) مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا اور (بُرا ہوگا تو) کافر اُس کے عہد میں لُذائذ سے بہرہ اندوز ہوگا۔ اور اللہ اس نظام حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا۔ اسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج و غنیمت) جمع ہوتا ہے۔ دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پر امن رہتے ہیں اور قوی سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے، یہاں تک کہ نیک حاکم (مرکزی معزول ہو کر) راحت پائے، اور بُرے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب آپ نے تحکیم کے سلسلے میں (ان کا قول) سنا، تو فرمایا کہ تمہارے بارے میں حکم خدا کا منتظر ہوں۔ پھر فرمایا کہ اگر حکومت نیک ہو تو اس میں متقی و پرہیزگار اچھے عمل کرتا ہے اور بُری حکومت ہو تو بد بخت لوگ جی بھر کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کا زمانہ ختم ہو جائے اور موت انہیں پالے۔

خطبہ ۴۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -
إِنَّ الْوَفَاءَ تَوَآمُرُ الصِّدْقَ وَلَا أَعْلَمُ جُنَّةَ
أَوْ تَسِي مِنْهُ - وَلَا يَغْدِرُ مَنْ عِلِمَ كَيْفَ
الْمَرْجِعُ وَلَقَدْ أَصْبَحْنَا فِي زَمَانٍ قَدْ اتَّخَذَ
أَكْثَرُ أَهْلِهِ الْغَدْرَ كَيْسًا وَنَصَبَهُمْ أَهْلُ
الْبَهْلِ فِيهِ إِلَى حُسْنِ الْحِيلَةِ مَا لَهُمْ قَاتَلَهُمُ
اللَّهُ قَدْ يَرَى الْحَوْلُ الْقُلُوبَ وَجَهَ الْحِيلَةِ
وَدُونَهُ مَانِعٌ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ وَنَهْيِهِ فَيَدْعُهَا رَأَى
عَيْنٍ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، وَيَنْتَهَزُ فُرْصَتَهَا
مَنْ لَا حَرِيَجَةَ لَهُ فِي الدِّينِ -

وفائے عہد اور سچائی دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے۔ اور میرے علم میں اس سے بڑھ کر حفاظت کی اور کوئی سپر نہیں جو شخص اپنی بازگشت کی حقیقت جان لیتا ہے وہ کبھی غداری نہیں کرتا۔ مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں نے غدر و فریب کو عقل و فراست سمجھ لیا ہے، اور جاہلوں نے ان کی (چالوں) کو حسن تدبیر سے منسوب کر دیا ہے۔ اللہ انہیں غارت کرے، انہیں کیا ہو گیا ہے۔ وہ شخص جو زمانے کی اونچ نیچ دیکھ چکا ہے اور اس کے ہیر پھیر سے آگاہ ہے وہ کبھی کوئی تدبیر اپنے لئے دیکھتا ہے مگر اللہ کے اوامر و نواہی اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں، تو وہ اس حیلہ و تدبیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اس پر قابو پانے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اور جسے کوئی دینی احساس سد راہ نہیں ہے، وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا لے جاتا ہے۔

خطبہ ۲۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
 أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَخَوْفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ
 اثْنَانِ: اتِّبَاعُ الْهَوَىٰ وَطُولُ الْأَمَلِ۔ فَاِمَّا
 اتِّبَاعُ الْهَوَىٰ فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ۔ وَامَّا
 طُولُ الْأَمَلِ فَيَنْسِي الْأَجْرَةَ۔ أَلَا وَإِنَّ
 الدُّنْيَا قَدْ وَلَتْ حَدَاءً فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا
 صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ اصْطَبَّهَا صَائِبُهَا أَلَا
 وَإِنَّ الْأَجْرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ وَلِكُلِّ مِنْهُمَا
 بَنُونَ۔ فَكُونُوا مِنْ آبْنَاءِ الْأَجْرَةِ۔ وَلَا
 تَكُونُوا آبْنَاءَ الدُّنْيَا، فَإِنَّ كُلَّ وَلَدٍ
 سَيُلْحَقُ بِأُمِّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ الْيَوْمَ
 عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا
 عَمَلٌ۔ (أَقُولُ) الْحَدَاءُ السَّرِيعَةُ وَمِنْ
 النَّاسِ مَنْ يَرُويهِ جَدَاءٌ بِالْجِيمِ
 وَالْدَّالِ أَيْ انْقَطَعَ دَرُّهَا وَخَيْرُهَا۔

اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا تیزی سے جارہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے مگر اتنا ہے کہ جیسے کوئی انڈیلنے والا برتن کو انڈیلے تو اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے اور آخرت ادھر کا رخ لئے ہوئے آ رہی ہے اور دنیا و آخرت ہر ایک والے خاص آدمی ہوتے ہیں تو تم فرزندِ آخرت بنو، اور ابناء دنیا نہ بنو۔ اس لئے کہ ہر بیٹا روزِ قیامت اپنی ماں سے منسلک ہوگا۔ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہوگا عمل نہ ہو سکے گا۔ علامہ رضی کہتے ہیں کہ الْجَدَاءُ کے معنی تیز رو کے ہیں اور بعض نے الجداء روایت کیا ہے (اس روایت کی بناء پر معنی یہ ہوں گے کہ دنیا کی لذتوں کا سلسلہ جلد ختم ہو جائے گا۔

خطبہ ۲۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
 وَقَدْ أَشَارَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ بِأَسْتِعْدَادِ
 لِلْحَرْبِ بَعْدَ إِرسَالِهِ جَرِيرَ ابْنِ عَبْدِ
 اللَّهِ الْبَجَلِيِّ إِلَى مَعَاوِيَةَ۔

إِنَّ اسْتِعْدَادِي لِحَرْبِ أَهْلِ الشَّامِ وَجَرِيرٍ
 عِنْدَ هُمْ إِغْلَاقٌ لِلشَّامِ وَصَرْفٌ لِأَهْلِهِ عَن
 أَنْ يَسْلُبُوا أَرْضَهُ خَيْرٌ مِنْ رُكُودِهِ فِيهَا۔

جب امیر المومنین نے جریر ابن عبد اللہ بجلی کو معاویہ کے پاس (بیعت لینے کے لئے) بھیجا تو آپ کے اصحاب نے آپ کو جنگ کی تیاری کا مشورہ دیا۔ جس پر آپ نے فرمایا میرا جنگ کے لئے مستعد آمدہ ہونا جبکہ جریر ابھی وہیں ہے۔ شام کا دروازہ بند کرنا ہے اور وہاں کے لوگ بیعت کا ارادہ بھی کریں، تو انہیں اس ارادہ خیر سے روک دینا ہے۔ بے شک میں نے جریر

خَيْرٍ إِنْ أَرَادُوا۔ وَلَكِنْ قَدْ وَفَّقْتُ لِحَرِيرٍ
 وَتَسْلَا يُقِيمُ بَعْدَهُ إِلَّا مَخْذُوعًا
 أَوْ عَاصِيًا۔ وَالرَّأْيُ عِنْدِي مَعَ الْأَنْسَاءِ
 فَارْوِدُوا وَلَا أَكْرَهُ لَكُمْ الْإِعْدَادَ۔

وَلَقَدْ ضَرَبْتُ أَنْفَ هَذَا الْأَمْرِ وَعَيْنَهُ
 وَقَلْبُ ظَهْرَهُ وَبَطْنَهُ۔ فَلَمْ أَرَلِي إِلَّا الْقِتَالَ
 أَوِ الْكُفْرَ بِمَا جَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ إِنَّهُ قَدْ كَانَ عَلَى الْأُمَّةِ وَالْأَحَدِ
 أَحَدًا وَأَوْجَدَ لِلنَّاسِ مَقَالًا فَقَالُوا ثَمَّ
 نَقَبُوا فَغَيَّرُوا۔

خطبہ ۲۴

(جب مصقلہ بن ہشیرہ شیبانی معاویہ کے پاس بھاگ گیا) چونکہ اُس نے حضرت کے ایک عامل سے بنی ناجیہ کے کچھ اسیر خریدے تھے۔ جب امیر المومنین نے اس سے قیمت کا مطالبہ کیا، تو وہ بددیانتی کرتے ہوئے شام چلا گیا جس پر آپ نے فرمایا۔

خدا مصقلہ کا بُرا کرے، کام تو اُس نے شریفوں کا سا کیا، لیکن غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔ اُس نے مدح کرنے والے کا منہ بولنے سے پہلے ہی بند کر دیا اور تو صیف کرنے والے کے قول کے مطابق اپنا عمل پیش کرنے سے پہلے ہی اُسے خاموش کر دیا۔ اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم اُس سے اتنا لے لیتے، جتنا اُس کے لئے ممکن ہوتا، اور بقیہ کیلئے اُس کے مال کے زیادہ ہونے کا انتظار کرتے۔

تہ حکیم کے بعد جب خوارج نے سر اٹھایا، تو اُن میں سے بنی ناجیہ کا ایک شخص خربت ابن راشد لوگوں کو بھڑکانے کے لئے اٹھ کھڑا

ہوا اور ایک جتھے کے ساتھ مار دھار ط کرتا ہوا مدائن کے رخ پر چل پڑا۔

امیر المومنین نے اس کی روک تھام کے لئے زیادہ ابن حصہ کو ایک سو تین آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ جب مدائن میں دونوں فریق کا آمنا سامنا ہوا، تو تلواریں لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہوئی تھی کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا اور جنگ روک دینا پڑی۔ جب صبح ہوئی تو زیادہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ خوارج کے پانچ لاشے پڑے ہیں اور خود میدان چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر زیادہ اپنے آدمیوں کے ساتھ بصرہ کی طرف چل پڑا۔ تو وہاں سے معلوم ہوا کہ خوارج ابواز کی طرف چلے گئے ہیں۔ زیادہ نے سپاہ کی قلت کی وجہ سے قدم روک لئے اور امیر المومنین کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت نے زیادہ کو واپس بلوایا اور معقل ابن قیس ریاحی کو دو ہزار نیر ذراؤں کے ہمراہ ابواز کی طرف روانہ کیا، اور والی بصرہ عبداللہ ابن عباس کو تحریر فرمایا کہ بصرہ کے دو ہزار شمشیر زن معقل کی کمک کے لئے بھیج دو۔ چنانچہ بصرہ کا دستہ بھی ان سے ابواز میں جا ملا۔ اور یہ پوری طرح منظم ہو کر دشمن پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن خربت اپنے لاشوں کو لے کر رامہر مزی پہاڑیوں کی طرف چل دیا۔ یہ لوگ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے آگے بڑھے، اور ان پہاڑیوں کی قریب اُس کو آلیا۔ دونوں نے اپنے اپنے لشکر کی صف بندی کی، اور ایک دوسرے پر حملہ شروع کر دیئے۔

اس جھڑپ کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج کے تین سو ستر آدمی میدان میں کھیت رہے، اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ معقل نے اپنی کارگذاری، اور دشمن کے فرار کی امیر المومنین کو اطلاع دی تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ ابھی تم ان کا پیچھا کرو اور اس طرح انہیں جھجھوڑ کر کھدو کہ پھر سر اٹھانے کا ان میں دم نہ رہے۔ چنانچہ اس فرمان کے بعد وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھے، اور بحر فارس کے ساحل پر اُسے پالیا کہ جہاں اُس نے لوگوں کو بھلا پھسلا کر اپنا ہمنوا بنالیا تھا، اور ادھر ادھر سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اچھی خاصی جمعیت بہم پہنچائی تھی۔ جس وقت معقل وہاں پر پہنچے تو آپ نے پہلے امان کا جھنڈا بلند کیا اور اعلان کیا کہ جو لوگ ادھر ادھر سے جمع ہو گئے ہیں، وہ الگ ہو جائیں ان سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ چھٹ گئے، اس نے انہی کو منظم کیا، اور جنگ چھیڑ دی۔ مگر کوفہ و بصرہ کے سرفروشنوں نے تیغ زنی کے وہ جو ہر دکھائے، کہ دیکھتے ہی دیکھتے باغیوں کے ایک سو ستر آدمی مارے گئے، اور خربت سے نعمان ابن صہبان نے دو دو ہاتھ کئے اور آخر اُسے مارا گیا جس کے گرتے ہی دشمن کے قدم اکھڑ گئے، اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد معقل نے ان کی قیام گاہوں میں جتنے مرد، عورتیں اور بچے پائے انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ ان میں جو مسلمان تھے ان سے بیعت لے کر انہیں رہا کر دیا اور جو مرتد ہو گئے تھے انہیں اسلام قبول کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ ایک بوڑھے نصرانی کے علاوہ سب نے اسلام قبول کر کے رہائی پائی اور بوڑھے کو قتل کر دیا گیا اور جن بنی ناجیہ کے عیسائیوں نے اس شورش انگیزی میں حصہ لیا تھا انہیں ان کے اہل و عیال سمیت کہ جن کی تعداد پانچ سو تھی اپنے ہمراہ لے لیا۔ اور جب معقل اردشیر خرہ (ایران کا ایک شہر) پہنچے تو یہ قیدی وہاں کے حاکم مصقلہ ابن ہبیرہ کے سامنے چیلے چلائے اور گڑگڑا کر اُس سے التجائیں کیں کہ ان کی رہائی کی کوئی صورت کی جائے۔ مصقلہ نے ذیل ابن حارث کے ذریعے معقل کو کہلوا کیا کہ ان اسیروں کو میرے ہاتھ چھ دو۔ معقل نے اسے منظور کیا، اور پانچ لاکھ درہم میں وہ اسیر اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور اس سے کہا کہ ان کی قیمت جلد از جلد امیر المومنین کو بھیج دو۔ اس نے کہا کہ میں پہلی قسط ابھی بھیج رہا ہوں، اور بقیہ قسطیں بھی جلد بھیج دی جائیں گی۔ جب معقل امیر المومنین کے پاس پہنچے، تو یہ سارا واقعہ ان سے بیان کیا۔ حضرت نے اس اقدام کو سراہا اور کچھ دنوں تک قیمت کا انتظار کیا۔ مگر مصقلہ نے ایسی چپ سادھ لی کہ گویا اس کے ذمہ کوئی مطالبہ ہی

نہیں ہے۔ آخر حضرت نے ایک قاصد اُس کی طرف روانہ کیا اور اُسے کہلوا بھیجا کہ یا تو قیمت بھیجو، یا خود آؤ۔ وہ حضرت کے فرمان پر کوفہ آیا، اور قیمت طلب کرنے پر دو لاکھ درہم پیش کر دیئے اور بقایا مطالبہ سے بچنے کے لئے معاویہ کے پاس چلا گیا، جس نے اُسے طبرستان کا حاکم بنا دیا۔ حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے کہ اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم مال کی وصولی میں اس سے رعایت کرتے، اور اس کی مالی حالت کے درست ہونے کا انتظار کرتے۔ لیکن وہ تو ایک نمائشی کارنامہ دکھا کر غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔ ابھی اُس کی بلند حوصلگی کے چرچے شروع ہی ہوئے تھے کہ زبانوں پر اس کی وناست و بدعتی کے تذکرے آنے لگے۔

خطبہ ۲۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - الْحَمْدُ لِلَّهِ غَيْرَ مَقْنُوطٍ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلَا مَحْلُوفٍ مِنْ نِعْمَتِهِ - وَلَا مَأْيُوسٍ مِنْ مَغْفِرَتِهِ وَلَا مُسْتَنْكَفٍ مِنْ عِبَادَتِهِ الَّذِي لَا تَبَرُّحُ مِنْهُ رَحْمَةٌ - وَلَا تُفْقَدُ لَهُ نِعْمَةٌ - وَالْدُّنْيَا دَارُ مُنَى لَهَا الْفَنَاءُ وَلَا هَلْهَا مِنْهَا الْجَلَاءُ وَهِيَ حُلُوفٌ خَضِرَاءُ وَقَدْ عَجَلَتْ لِلطَّالِبِ وَالتَّبَسَّتْ بِقَلْبِ النَّاظِرِ - فَارْتَحِلُوا عَنْهَا بِأَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ - وَلَا تَسْأَلُوا فِيهَا فَوْقَ الْكَفَافِ وَلَا تَطْلُبُوا مِنْهَا أَكْثَرَ مِنَ الْبَلَاغِ

تمام حمد اُس اللہ کیلئے ہے، جس کی رحمت سے ناامیدی نہیں اور جس کی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں۔ نہ اس کی مغفرت سے کوئی مایوس ہے، نہ اُس کی عبادت سے کسی کو عار ہو سکتا ہے، اور نہ اُس کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہے، اور نہ اُس کی نعمتوں کا فیضان کبھی رکتا ہے۔ دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے لئے فنا طے شدہ امر ہے اور اس میں بسنے والوں کے لئے یہاں سے بہر صورت نکلنا ہے۔ یہ دنیا شیریں و شاداب ہے۔ اپنے چاہنے والے کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور دیکھنے والے کے دل میں سما جاتی ہے، جو تمہارے پاس بہتر سے بہتر توشہ ہو سکے اُسے لے کر دنیا سے چل دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس دنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ نہ چاہو، اور جس سے زندگی بسر ہو سکے اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرو۔

خطبہ ۲۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - عِنْدَ عَزْمِهِ عَلَى السَّيْرِ إِلَى الشَّامِ - اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ النُّقْلِ وَسَوْءِ النَّظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ - اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَاَنْتَ الْخَلِيفَةُ فِي الْاَهْلِ وَلَا

جب شام کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا، تو یہ کلمات فرمائے۔ اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور واپسی کے اندوہ اور اہل و مال کی بد حالی کے منظر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں رفیق اور بال بچوں کا محافظ ہے۔ سفر و حضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا، کیونکہ جسے پیچھے چھوڑا جائے وہ ساتھی نہیں ہو سکتا، اور جسے ساتھ لیا جائے اُسے پیچھے نہیں چھوڑا

خطبہ ۲۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ
السَّيْرِ إِلَى الشَّامِ -
الْحَمْدُ لِلَّهِ كُلُّنَا وَقَبَلَيْلٌ وَغَسَقَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كُلُّنَا لَا حَنْجَمٌ وَخَفَقَ -
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ غَيْرَ مَفْقُودٍ الْإِنْعَامِ - وَلَا
مُكَافَاءٍ الْإِفْضَالِ -

اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے جب بھی رات آئے اور اندھیرا
پھیلے اور اللہ کے لئے تعریف و توصیف ہے جب بھی ستارہ نکلے
اور ڈوبے اور اس اللہ کے لئے مدح و ستائش ہے کہ جس کے
انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے اور جس کے احسانات کا بدلہ اتارا
نہیں جاسکتا۔

(آگاہ رہو کہ) میں نے فوج کا ہر اول دستہ آگے بھیج دیا
ہے اور اُسے حکم دیا ہے کہ میرا فرمان پہنچنے تک اس دریا کے
کنارے پر اوڑ ڈالے رہے اور میرا ارادہ ہے کہ اس پانی کو عبور
کر کے اس چھوٹے سے گروہ کے پاس پہنچ جاؤں جو اطراف
دجلہ (مدائن) میں آباد ہے، اور اسے بھی تمہارے ساتھ دشمنوں
کے مقابلہ میں کھڑا کروں اور انہیں تمہارے کمک کے لئے ذخیرہ
بناؤں۔ علامہ رضی کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس
مقام پر ملطاط سے وہ سمت مراد لی ہے جہاں انہیں ٹھہرنے کا حکم
دیا تھا اور وہ سمت کنارہ فرات ہے اور ملطاط کنارہ دریا کو کہا جاتا
ہے۔ اگرچہ اس کے اصلی معنی ہموار زمین کے ہیں، اور نطفہ
(صاف و شفاف پانی) سے آپ کی مراد آب فرات ہے اور یہ
عجیب و غریب تعبیرات میں سے ہے۔“

خطبہ ۲۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ - الْحَمْدُ لِلَّهِ

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی

يَجْمَعُهَا غَيْرُكَ لِأَنَّ السُّتْخْلَفَ لَا يَكُونُ
مُسْتَصْحَبًا وَ السُّتْخْلَفَ لَا يَكُونُ
مُسْتَخْلَفًا - (أَقُولُ) وَ ابْتَدَأَ هَذَا لِكَلَامِ
مَرْوِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ بِأَبْلَغِ كَلَامٍ وَتَمَّهَ بِأَحْسَنِ تِمَامٍ مِنْ
قَوْلِهِ لَا يَجْمَعُهَا غَيْرُكَ إِلَى آخِرِ الْفَصْلِ -

جاسکتا۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا ابتدائی حصہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔ امیر المومنین نے اس
کے آخر میں بلیغ ترین جملوں کا اضافہ فرما کر اسے نہایت احسن
طریق سے مکمل کر دیا ہے، اور وہ اضافہ (سفر و حضر کو تیرے علاوہ
کوئی یکجا نہیں کر سکتا) سے لے کر آخر کلام تک ہے۔

خطبہ ۳۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - فِي
ذِكْرِ الْكُوفَةِ -
كَانَتْ بِلْكَ يَا كُوفَةُ تُمَدِّينَ مَدَّ الْأَدِيمِ
الْعَكَاطِي تَعْرِكِينَ بِالنَّوَادِلِ وَتَرْكِبِينَ
بِالزَّلَازِلِ - وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّهُ مَا أَرَادَ بِلْكَ
جَبَّارٌ سُرَّ إِلَّا ابْتِلَاةُ اللَّهِ بِشَاغِلٍ
وَرَمَاهُ بِقَاتِلٍ -

اے کوفہ! یہ منظر گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تجھے
اس طرح سے کھینچا جا رہا ہے جیسے بازار عکاظ کا
دباغت کئے ہوئے چمڑے کو اور مصائب و آلام کی تاخت و
تاراج سے تجھے کچلا جا رہا ہے اور شدائد و حوادث کا تو
مرکب بنا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جو ظالم و سرکش تجھ سے
برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اُسے کسی مصیبت میں جکڑ دے گا
اور کسی قاتل کی زد پر لے آئیگا۔

زمانہ جاہلیت میں ہر سال کہ کے قریب ایک بازار لگتا تھا جس کا نام عکاظ تھا۔ جہاں زیادہ تر کھانوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔
جس کی وجہ سے چمڑے کو اس کی طرف نسبت دی جاتی تھی۔ خرید و فروخت کے علاوہ شعر و سخن کی محفلیں بھی جتنی تھیں اور عرب
اپنے کارنامے سنا کر داد و تحسین حاصل کرتے تھے۔ مگر اسلام کے بعد اس کا نعم البدل حج کے اجتماع کی صورت میں حاصل
ہو جانے کی وجہ سے وہ بازار سرد پڑ گیا۔

۲۰ امیر المومنین کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جن لوگوں نے کوفہ میں اپنی قہر مانی قوتوں کے بل
بوتے پر ظلم و ستم ڈھائے تھے۔ ان کا انجام کتنا عبرت ناک ہوا، اور ان کی ہلاکت آفرینیوں نے ان کے لئے ہلاکت کے کیا کیا
سروسامان کئے۔ چنانچہ زیادہ ابن ابیہ کا حشر یہ ہوا کہ جب اُس نے امیر المومنین کے خلاف ناسزا کلمات کہلانے کے لئے خطبہ
دینا چاہا تو اچانک اُس پر فوج گرا اور وہ پھر بستر سے نہ اٹھ سکا۔ عبید اللہ ابن زیاد کو سی سفاکیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوڑھ میں مبتلا
ہو گیا، اور آخر خون آشام تلواروں نے اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حجاج ابن یوسف کی خونخواریوں نے اُسے یہ روز دکھایا، کہ
اُس کے پیٹ میں سانپ پیدا ہو گئے۔ جس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر اس نے جان دی۔ عمر ابن ابیہ مرہوس ہو کر مرا۔ خالد
قسری نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور زہری طرح مارا گیا۔ مصعب ابن زبیر اور یزید ابن مہلب بھی تیغوں کی نذر ہوئے۔

فَهَذَاكَ يَسْتَوِلِي الشَّيْطَانُ عَلَى أَوْلِيَائِهِ
وَيَنْجُو الَّذِي سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ
الْحُسْنَى - دوستوں پر چھا جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں جن کے لئے توفیق الہی اور عنایت خداوندی پہلے سے موجود ہو۔

خطبہ ۵۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - جب صفین میں معاویہ کے ساتھیوں نے امیر المومنین
لَمَّا غَلَبَ أَصْحَابَ مُعَاوِيَةَ أَصْحَابَهُ عَلَيْهِ کے اصحاب پر غلبہ پا کر فرات کے گھاٹ پر قبضہ جمالیا
السَّلَامُ عَلَى سَرِيْعَةِ أَصْحَابِهِ اور پانی لینے سے مانع ہوئے تو آپ نے فرمایا۔
السَّلَامُ عَلَى سَرِيْعَةِ الْفُرَاتِ بِصَفِيْنٍ وہ تم سے جنگ کے لئے طلب کرتے ہیں۔ تو اب یا تو تم ذلت
وَمَنْعُوهُمْ مِنَ الْمَاءِ اور اپنے مقام کی پستی و حقارت پر تسلیم خم کر دو، یا تلواروں کی
قَدْ اسْتَظْمَعُوا كُمُ الْقِتَالِ فَاقْرُوا - علی بیاس خون سے بھا کر اپنی پیاس پانی سے بجھاؤ تمہارا اُن سے
مَذَلَّةً - وَتَأْخِيرَ مَحَلَّةً - اَوْ رَوْا دَب جانا جیتے جی موت ہے اور غالب اگر مرنا بھی جینے کے
السُّيُوفَ مِنَ الدِّمَاءِ تَرَوْدًا مِنَ الْمَاءِ برابر ہے معاویہ گم کردہ راہ سر پھروں کا ایک چھوٹا سا جھٹلنے
فَالْمَوْتُ فِي حَيَاتِكُمْ مَقْهُورِينَ وَالْحَيَاةُ پھرتا ہے اور واقعات سے انہیں اندھیرے میں رکھ چھوڑا ہے۔
فِي مَوْتِكُمْ قَاهِرِينَ - اَلَا وَإِنْ مُعَاوِيَةَ قَادَ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے سینوں کو موت (کے تیروں) کا
لُئِمَةٌ مِنَ الْغَوَاةِ وَعَمَسَ عَلَيْهِمُ الْخَبِيرَ حَتَّى ہدف بنالیا ہے۔
جَعَلُوا نُحُورَهُمْ أَغْرَاضَ النَّيَّةِ

امیر المومنین ابھی صفین میں پہنچے نہ تھے کہ معاویہ نے گھاٹ کا راستہ بند کرنے کے لئے دریا کے کنارے چالیس ہزار آدمیوں کا
پہرہ لگا دیا۔ تاکہ شامیوں کے علاوہ کوئی وہاں سے پانی نہ لے سکے۔ جب امیر المومنین کا لشکر وہاں پر اتر تو اُس گھاٹ کے علاوہ
آس پاس کوئی گھاٹ نہ تھا کہ وہاں سے پانی لے سکتے اور اگر تھا، تو اونچے اونچے ٹیلوں کو عبور کر کے وہاں تک پہنچنا دشوار تھا۔ حضرت
نے صمصام ابن صوحان کو معاویہ کے پاس بھیجا، اور اُسے کہلوا یا کہ پانی سے پہر اٹھالیا جائے۔ مگر معاویہ نے اس سے انکار کیا۔
ادھر امیر المومنین کا لشکر پیاسا پڑا تھا۔ حضرت نے یہ صورت دیکھی تو فرمایا کہ اٹھو اور تلواروں کے زور سے پانی حاصل کرو۔ چنانچہ
ان تشنگی کاموں نے تلواریں نیاموں سے کھینچ لیں، اور تیر کمانوں میں جوڑ لئے اور معاویہ کی فوجوں کو درہم برہم کرتے ہوئے دریا
کے اندر تک اتر گئے اور ان پہرہ داروں کو مار بھگایا اور خود گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔

اب حضرت کے اصحاب نے بھی چاہا کہ جس طرح معاویہ نے گھاٹ پر قبضہ جما کر پانی کی بندش کر دی تھی، ویسا ہی اس کے اور
اس کے ساتھیوں کے ساتھ برتاؤ کیا جائے، اور ایک شامی کو بھی پانی نہ لینے دیا جائے، اور ایک ایک کو پیاسا ترپا کر مارا جائے۔ مگر

الَّذِي بَطَنَ خَفِيَّاتِ الْأُمُورِ - وَدَلَّتْ عَلَيْهِ
أَعْلَامُ الظُّهُورِ - وَامْتَنَعَ عَلَى عَيْنِ
الْبَصِيرِ - فَلَا عَيْنَ مَنْ أَثْبَتَهُ يَبْصِرُهُ سَبَقَ
فِي الْعُلُوِّ فَلَا شَيْءَ أَعْلَى مِنْهُ - وَقَرَّبَ فِي
الدُّنُوِّ فَلَا شَيْءَ أَقْرَبَ مِنْهُ - فَلَا اسْتِعْلَاوُهُ
بِأَعْدَاكَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ خَلْقِهِ - وَلَا قُرْبُهُ
سِوَا هُمْ فِي الْمَكَانِ بِهِ - لَمْ يُطْلِعِ الْعُقُولَ
عَلَى تَحْدِيدِ صِفَتِهِ - وَلَمْ يَحْجُبْهَا عَنْ
وَاجِبِ مَعْرِفَتِهِ فَهُوَ الَّذِي تَشْهَدُ لَهُ أَعْلَامُ
الْوُجُودِ عَلَى إِقْرَارِ قَلْبِ ذِي الْجُحُودِ
تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الشَّيْهُونَ بِهِ
وَالْبَاحِدُونَ لَهُ عُلُوًّا كَبِيرًا - گہرائیوں میں اُترا ہوا ہے۔ اُس کے ظاہر و ہویدا ہونے کی
نشانیوں اُس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔ گودیکھنے والے کی آنکھ سے
وہ نظر نہیں آتا پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور
جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اس کی حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ وہ
اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا
قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے اور
نہ اُس کی بلندی نے اُسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے اور نہ اُس کے
قرب نے اُسے دوسروں کی سطح پر لا کر اُن کے برابر کر دیا ہے۔
اُس نے عقول کو اپنی صفوں کی حدود نہایت پر مطلع نہیں کیا اور
ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کے لئے اُن کے آگے
پردے بھی حائل نہیں کئے، وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے
نشانات اس طرح اس کی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار
کرنے والے کا دل بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ اُن لوگوں
کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ
دیتے ہیں اور اُس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

خطبہ ۵۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - انَّمَا بَدَأَ وَقُوعَ الْفِتَنِ أَهْوَاءُ تُتَبَّعُ
وَاحْكَامُ تَبَتُّدَعُ - يُخَالَفُ فِيهَا كِتَابُ اللَّهِ
وَيَتَوَلَّى عَلَيْهَا رَجُلٌ رَجُلًا عَلَى غَيْرِ
دِينِ اللَّهِ - فَلَوْ أَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ
مَزَاجِ الْحَقِّ لَمْ يَخَفْ عَلَى الْمُرْتَدِّينَ -
وَلَوْ أَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنْ لَبْسِ الْبَاطِلِ
لَا نَقَطَعَتْ عَنْهُ أَلْسُنُ الْمُعَانِدِينَ وَلَكِنْ
يُؤَخِّدُ مَنْ هَذَا ضَعْفٌ وَمَنْ هَذَا
ضَعْفٌ فَيُزْجَانِ - فتوں کے وقوع کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں جن کی
پیروی کی جاتی ہے اور وہ نئے ایجاد کردہ احکام کو جن میں قرآن
کی مخالفت کی جاتی ہے، اور جنہیں فروغ دینے کے لئے کچھ لوگ
دین الہی کے خلاف باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو جاتے ہیں تو
اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا، تو وہ ڈھونڈنے والوں سے
پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق و باطل کے شائبہ سے پاک و صاف
سامنے آتا، تو عتدادر کھنے والی زبانیں بھی بند ہو جاتیں۔ لیکن ہوتا
یہ ہے کہ کچھ ادھر سے لیا جاتا ہے اور کچھ ادھر سے اور دونوں کو
آپس میں غلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر شیطان اپنے

امیر المومنین نے فرمایا کہ کیا تم بھی وہی جاہلانہ قدم اٹھانا چاہتے ہو جو ان شامیوں نے اٹھایا تھا؟ ہرگز کسی کو پانی سے نہ روکو۔ جو چاہے پئے، اور جس کا جی چاہے لے جائے۔ چنانچہ امیر المومنین کی فوج کا دریا پر قبضہ ہونے کے باوجود کسی کو پانی سے نہیں روکا گیا، اور ہر شخص کو پانی لینے کی پوری پوری آزادی دی گئی۔

خطبہ ۵۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -
 اَلَا وَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَصَرَّ مَتْ وَاَذَانَتْ
 بَوْدَاعٍ وَتَنَكَّرَ مَعْرُوفُهَا - وَاَذْبَرَتْ
 حَدَّاءَ - فَهِيَ تَحْفِزُ بِالْفَنَاءِ سُكَّانَهَا
 وَتَحْدُو بِالْمَوْتِ حَيْرَانَهَا وَقَدْ أَمَرَمْنَهَا
 مَآكَانَ حُلُوءٍ - وَكَدِيرَ مَنَافِئِهَا مَآكَانَ
 صَفْوَةٍ - فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا سَمَلَةٌ كَسَمَلَةٍ -
 لَوْ تَمَزَّزَهَا الصَّدَيَانُ لَمْ يَنْقَعُ - فَادْمَعُوا
 عِبَادَ اللَّهِ الرَّحِيلَ عَنْ هَذِهِ الدَّارِ
 الْمَقْدُورِ عَلَى أَهْلِهَا الزَّوَالِ - وَلَا
 يَغْلِبَنَّكُمْ فِيهَا الْأَمَلُ وَلَا يَطْوِلَنَّ عَلَيْكُمْ
 الْأَمَدُ - فَوَاللَّهِ لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِينَ الْوَلَدِ
 الْعَجَالِ - وَدَعَوْتُمْ بِهَدْيِ الْحَمَامِ وَجَارَ
 تُمْ جُورًا مُتَبَيِّلِ الرَّهْبَانِ - وَخَرَجْتُمْ إِلَى
 اللَّهِ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ التَّمَسَّاسِ
 الْقُرْبَةِ إِلَيْهِ فِي ارْتِفَاعِ دَرَجَةٍ عِنْدَهُ
 أَوْ غُفْرَانِ سَيِّئَةٍ أَحْصَتْهَا كُتُبُهُ
 وَحَفِظَهَا رُسُلُهُ، لَكَانَ قَلِيلًا فِيمَا أَرْجُو لَكُمْ
 مِنْ ثَوَابِهِ لَوْ أَنْبَأْتِ قُلُوبُكُمْ أَنْبِيَاءًا وَسَلَّاتِ
 عُيُونُكُمْ مِنْ رَغْبَةٍ إِلَيْهِ أَوْ رَهْبَةٍ مِنْهُ دَمَا تُمْ

دنیا اپنا دامن سیٹ رہی ہے، اور اس نے اپنے رخصت ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس کی جانی پہچانی ہوئی چیزیں اجنبی ہو گئیں، اور وہ تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی ہے، اور اپنے رہنے والوں کو فنا کی طرف بڑھا رہی ہے اور اپنے پڑوس میں بسنے والوں کی موت کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اس کے شیریں (مزے) تلخ، اور صاف و شفاف (لحے) مٹکڑ ہو گئے ہیں۔ دنیا سے بس اتنا باقی رہ گیا ہے، جتنا برتن میں تھوڑا سا بچایا ہوا پانی، یا نپا تلا ہوا جرعة آب، کہ پیسا اگر اسے پئے، تو اس کی پیاس نہ بجھے۔ خدا کے بندو! اس دار دنیا سے کہ جس کے رہنے والوں کے لئے زوال امر مسلم ہے۔ نکلنے کا تہیہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آرزوئیں تم پر غالب آ جائیں، اور اس (چند روزہ زندگی) کی مدت کو دراز سمجھ بیٹھو۔ خدا کی قسم! اگر تم ان اونٹنیوں کی طرح فریاد کرو، جو اپنے بچوں کو کھوپچکی ہوں، اور ان کو بتروں کی طرح نالہ و فغاں کرو۔ (جو اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گئے ہوں اور ان گوشہ نشین راہبوں کی طرح چیخو چلاؤ جو گھر بار چھوڑ چکے ہوں، اور مال اور اولاد سے بھی اپنا ہاتھ اٹھا لو۔ اس غرض سے کہ تمہیں بارگاہ الہی میں تقرب حاصل ہو، درجہ کی بلندی کے ساتھ اس کے یہاں یا ان گناہوں کے معاف ہونے کے ساتھ جو صحیفہ اعمال میں درج اور کراما کا تہین کو یاد ہیں، تو وہ تمام بے ثوابی، اور نالہ فریاد اس ثواب کے لحاظ سے جس کا میں تمہارا پلئے امیدوار ہوں، اور اس عقاب کے اعتبار سے جس کا مجھے تمہارے لئے خوف و اندیشہ ہے، بہت ہی کم ہوگی خدا کی قسم!

عَبَّرْتُمْ فِي الدُّنْيَا مَا الدُّنْيَا بَاقِيَةٌ مَا جَزَتْ
 أَعْيَالُكُمْ وَلَوْ لَمْ تَبْقُوا شَيْئًا مِنْ جُهْدِكُمْ
 أَنْعَمَهُ عَلَيْكُمْ الْعِظَامُ وَهَذَا إِيَّاكُمْ
 لِلْإِيَانِ -

اگر تمہارے دل بالکل پکھل جائیں، اور تمہاری آنکھیں امید و بیم سے خون بہانے لگیں اور پھر رہتی دنیا تک (اسی حالت میں) جیتے بھی رہو، تو بھی تمہارے اعمال اگرچہ تم نے کوئی نہ اٹھا رکھی ہو، اس کی نعمات عظیم کی بخشش اور ایمان کی طرف راہنمائی کا بدلہ نہیں اُتار سکتے۔

خطبہ ۵۳

(وَمِنْهَا) فِي ذِكْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَصِفَةِ الْأَضْحِيَّةِ -
 وَمِنْ تَمَامِ الْأَضْحِيَّةِ اسْتَشْرَافُ أَذْنِهَا
 وَسَلَامَةٌ عَلَيْهَا - فَإِذَا سَلِمَتِ الْأَذُنُ
 وَالْعَيْنُ سَلِمَتِ الْأَضْحِيَّةُ وَتَمَّتْ - وَلَوْ
 كَانَتْ عَضْبَاءَ الْقَرْنِ تَجْرُ رِجْلَهَا إِلَى
 الْمَنَسْكِ -
 قَالَ الرِّضِيُّ وَالْمَنَسْكِ هَهُنَا الْمَدْبَحُ

اس میں عید قربان اور ان صفتوں کا ذکر کیا ہے جو گوشت قربانی میں ہونا چاہئیں۔
 قربانی کے جانور کا مکمل ہونا یہ ہے کہ اس کے کان اٹھے ہوئے ہوں (یعنی کئے ہوئے نہ ہوں) اور اس کی آنکھیں صحیح و سالم ہوں۔ اگر کان اور آنکھیں سالم ہیں تو قربانی بھی سالم اور ہر طرح سے مکمل ہے۔ اگرچہ اس کے سینک ٹوٹے ہوئے ہوں۔ اور ذبح کی جگہ تک اپنے پیر کو گھسیٹ کر پہنچے (علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں منک سے مراد ذبح کی جگہ ہے)۔

خطبہ ۵۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِكْرِ الْبَيْعَةِ
 فَتَدَاكُوا عَلَى تَذَاكُلِ الْإِبِلِ الْهَيْمِ يَوْمَ وَرْدِهَا
 قَدْ أَرَسَلَهَا رَاعِيهَا وَخُلِعَتْ مَثَانِيهَا حَتَّى
 ظَنَنْتُ أَنَّهُمْ قَاتِلِي أَوْ أَوْبَعْضَهُمْ قَاتِلِ بَعْضٍ
 لَدَى - وَقَدْ قَلَبْتُ هَذَا الْأَمْرَ بَطْنَةً وَظَهْرًا -
 فَمَا وَجَدْتُ يَسْعَنِي إِلَّا قِتَالَهُمْ أَوْ لَجُوحَهُمْ دِيمًا
 جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 فَكَانَتْ مُعَالَجَةُ الْقِتَالِ أَهْوَانًا عَلَى مَنْ

وہ اس طرح بے تحاشا میری طرف لپکے جس طرح پانی پینے کے دن وہ اونٹ ایک دوسرے پر ٹوٹتے ہیں کہ جنہیں ان کے ساربان نے پیروں کے بندھن کھول کر کھلا چھوڑ دیا ہو۔ یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ تو مجھے مار ڈالیں گے۔ یا میرے سامنے ان میں سے کوئی کسی کا خون کر دے گا۔ میں نے اس امر کو اندر باہر سے الٹ پلٹ کر دیکھا، تو مجھے جنگ کے علاوہ کوئی صورت نظر نہ آئی، یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے ہوئے احکام سے انکار کردوں۔ لیکن آخرت کی سختیاں جھیلنے

مُعَالَجَةِ الْعِقَابِ - وَمَوَاتُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى مَنْ مَوَاتِ الْأُخْرَى -
سے مجھے جنگ کی سختیاں جھیلنا سہل نظر آیا، اور آخرت کی تباہیوں سے دنیا کی ہلاکتیں میرے لئے آسان نظر آئیں۔

خطبہ ۵۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَقَدْ اسْتَبَطَأَ أَصْحَابُهُ إِذْنَهُ لَهُمْ فِي الْقِتَالِ بِصِفَتَيْنِ - أَمَّا قَوْلُكُمْ أَكُلُ ذَلِكَ كَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ فَوَاللَّهِ مَا أَبَالِي إِدْخَلْتُ إِلَى الْمَوْتِ أَوْ خَرَجَ الْمَوْتُ إِلَيَّ - وَأَمَّا قَوْلُكُمْ شَكًّا فِي أَهْلِ الشَّامِ فَوَاللَّهِ مَا دَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْمًا إِلَّا وَأَنَا أَطْعَمُ أَنْ تَلْحَقَ بِي طَائِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِي وَتَعُشُوا إِلَيَّ ضَوْئِي وَذَلِكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْتُلَهَا عَلَى ضَلَالِهَا وَإِنْ كَانَتْ تَبُوءُ بِإِثْمِهَا -

صفین میں حضرت کے اصحاب نے جب اذن جہاد دینے میں تاخیر پر بے چینی کا اظہار کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کا یہ کہنا یہ پس و پیش کیا اس لئے ہے کہ میں موت کو ناخوش جانتا ہوں اور اس سے بھاگتا ہوں، تو خدا کی قسم! مجھے ذرا پروا نہیں کہ میں موت کی طرف بڑھوں یا موت میری طرف بڑھے اور اس طرح تم لوگوں کا یہ کہنا کہ مجھے اہل شام سے جہاد کرنے کے جواز میں کچھ شبہ ہے تو خدا کی قسم! میں نے جنگ کو ایک دن کے لئے بھی اتوا میں نہیں ڈالا۔ مگر اس خیال سے کہ ان میں سے شاید کوئی گروہ مجھ سے آکر مل جائے اور میری وجہ سے ہدایت پائے اور اپنی چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری روشنی کو بھی دیکھ لے اور مجھے یہ چیز گراہی کی حالت میں انہیں قتل کر دینے سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ اگرچہ اپنے گناہوں کے ذمہ دار بہر حال یہ خود ہوں گے۔

خطبہ ۵۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نَقْتُلُ آبَاءَ نَاوِ أَبْنَاءِ نَاوِ إِخْوَانِنَا وَأَعْمَامِنَا - مَا يَزِيدُنَا ذَلِكَ إِلَّا إِيْمَانًا وَتَسْلِيمًا وَمُضِيًّا عَلَى اللَّقْمِ وَصَبْرًا عَلَى مَضَضِ الْأَلَمِ وَجِدًّا فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ - وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا

ہم (مسلمان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ہو کر اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا۔ اطاعت اور راہِ حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور کرب و الم کی سوزشوں پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی کوششیں بڑھ جاتی تھیں۔ (جہاد کی صورت یہ تھی کہ) ہم میں کا ایک شخص اور فوج دشمن کا کوئی سپاہی دونوں مردوں کی طرح آپس میں بھڑکتے تھے اور جان

لینے کی لئے ایک دوسرے پر جھپٹے پڑتے تھے، کہ کون اپنے حریف کو موت کا پیالہ پلاتا ہے۔ کبھی ہماری جیت ہوتی تھی اور کبھی ہمارے دشمن کی۔ چنانچہ جب خداوند عالم نے ہماری (نیوٹوں کی) سچائی دیکھ لی، تو اس نے ہمارے دشمنوں کو رسوا ذلیل کیا، اور ہماری نصرت و تائید فرمائی، یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی جگہ پر جم گیا، اور اپنی منزل پر برقرار ہو گیا۔ خدا کی قسم! اگر ہم بھی تمہاری طرح کرتے تو نہ کبھی دین کا ستون گرتا اور نہ ایمان کا تابرگ و بار لاتا۔ خدا کی قسم! تم اپنے کیے کے بدلے میں دودھ کے بجائے خون دو ہو گے، اور آخر تمہیں ندامت و شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

جب محمد ابن ابی بکر شہید کر دیئے گئے، تو معاویہ نے عبداللہ ابن عامر حضرمی کو بصرہ کی طرف بھیجا تا کہ اہل بصرہ کو پھر سے قتل عثمان کے انتقام کے لئے آمادہ کرے۔ چونکہ بیشتر اہلی بصرہ اور خصوصاً بنی تمیم کا طبعی رجحان حضرت عثمان کی طرف تھا چنانچہ وہ بنی تمیم ہی کے ہاں آکر فر دکش ہوا۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ والی بصرہ عبداللہ ابن عباس، زیادہ ابن عبید کو قائم مقام بنا کر محمد ابن ابی بکر کی تعزیت کے لئے کوفہ گئے ہوئے تھے۔

جب بصرہ کی فضا بگڑنے لگی، تو زیادہ نے امیر المومنین کو تمام واقعات سے اطلاع دی۔ حضرت نے کوفہ کے بنی تمیم کو بصرہ کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے چپ سادھ لی اور کوئی جواب نہ دیا۔ امیر المومنین نے جب ان کی اس کمزوری و بے جہتی کو دیکھا، تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ ہم تو پیغمبر کے زمانہ میں یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ہمارے ہاتھوں سے قتل ہونے والے ہمارے ہی بھائی، بند اور قریبی عزیز ہوتے ہیں۔ بلکہ جو حق سے ٹکراتا تھا ہم اس سے ٹکرانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور اگر ہم بھی تمہاری طرح غفلت و بے عملی کی راہ پر چلتے تو نہ دین کی بنیادیں مضبوط ہوتیں، اور نہ اسلام پروان چڑھتا۔ چنانچہ اس جھنجھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امین ابن صبیحہ تیار ہوئے۔ مگر وہ صبرہ پر پہنچ کر دشمن کی تلواروں سے شہید ہو گئے۔ پھر حضرت نے جاریہ ابن قدامہ کو بنی تمیم کے پچاس افراد کے ساتھ روانہ کیا۔ انہوں نے اپنے قوم قبیلے کو سمجھانے بھانے کی سر توڑ کوششیں کیں مگر وہ راہِ راست پر آنے کے بجائے گالم گلوچ اور دست درازی پر اتر آئے، تو جاریہ نے زیاد اور بنی ازد کو اپنی مدد کے لئے پکارا۔ ان کے پہنچنے ہی ابن حضرمی اپنی اپنی جماعت کو لے کر نکل آیا۔ دونوں طرف سے کچھ دیر تک تلواریں چلتی رہیں۔ آخر ابن حضرمی ستر آدمیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا اور سبیل سعدی کے گھر میں پناہ لی۔ جاریہ کو جب کوئی چارہ نظر نہ آیا تو انہوں نے اس کے گھر میں آگ لگوا دی۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو وہ سراپیمہ ہو کر بچنے کے لئے ہاتھ پیر مارنے لگے۔ مگر فرار میں کامیاب نہ ہو سکے کچھ دیوار کے نیچے دب کر مر گئے اور کچھ قتل کر دیئے گئے۔

عَنِ الْفَحِشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ بِهِ
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔
برائیوں اور رستم کاریوں سے روکتا ہے۔ اللہ اس سے تمہیں
نصیحت کرتا ہے شاید تم سوچ بچار سے کام لو۔“

حضرت نے اس کلام میں اس کے قتل کا حکم اس بناء پر دیا ہے کہ پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے۔

”إِذَا رَأَيْتُمْ مُعَاوِيَةَ عَلَى مَنَبَرٍ فَقَاتِلُوهُ“
”جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو، تو اسے قتل کر دو۔“

خطبہ ۵۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
آپ کا کلام خوارج کو مخاطب فرماتے ہوئے:
تَمِ تَحْتَ أُنْدَهِیَا آئِسِ اور تم میں کوئی اصلاح کرنے والا باقی
نہ رہے۔ کیا میں اللہ پر ایمان لانے اور رسول اللہ کے ساتھ
ہو کر جہاد کرنے کے بعد اپنے اوپر کفر کی گواہی دے سکتا ہوں؟
پھر تو میں گمراہ ہو گیا، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہا۔ تم
اپنے (ہڈانے) بدترین ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاؤ، اور اپنی
ایڑیوں کے نشانوں پر پیچھے کی طرف پلٹ جاؤ۔ یاد رکھو کہ
تمہیں میرے بعد چھا جانے والی ذلت اور کاٹنے والی تلوار
سے دوچار ہونا ہے اور ظالموں کو اس دتیرے سے سابقہ پڑنا
ہے کہ وہ تمہیں محروم کر کے ہر چیز اپنے لئے مخصوص کر لیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ امیر المومنین کے بعد خوارج کو ہر طرح کی ذلتوں اور خوار یوں سے دوچار ہونا پڑا، اور جب بھی انہوں نے فتنہ
انگیزی کے لئے سراٹھایا، تو تلواروں اور نیزوں پر دھر لئے گئے۔ چنانچہ زیاد ابن ابیہ، عبید اللہ ابن زیاد مصعب ابن زبیر، حجاج
ابن یوسف اور مہلب ابن ابی صفرہ نے انہیں صغیر ہستی سے نابود کرنے میں کوئی کسر اٹھائیں رکھی۔ خصوصاً مہلب نے انہیں برس
تک ان کا مقابلہ کر کے ان کے سارے دم ختم نکال دیئے اور ان کی تباہی و بربادی کو تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیا۔

طبری نے لکھا ہے کہ مقام سلی سلمیٰ میں جب دس ہزار خوارج جنگ و قتال کے لئے سٹ کر جمع ہو گئے، تو مہلب نے اس طرح
ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ سات ہزار خارجیوں کو تھک کر دیا اور بقیہ تین ہزار کرمان کی طرف بھاگ کر جان بچا سکے۔ لیکن والی فارس عبید اللہ
ابن عمر نے جب ان کی شورش انگیزیاں دیکھیں، تو مقام ساہور میں انہیں گھیر لیا اور ان میں کافی تعداد وہیں پر ختم کر دی اور جو بچے کچھے رہ
گئے، وہ پھر اصفہان و کرمان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے وہاں سے پھر جھٹھکا کر بصرہ کی راہ سے کوفہ کی طرف بڑھے، تو حارث ابن
ابی ربیعہ اور عبدالرحمن ابن حنف نے چھ ہزار جنگ آزماؤں کو لے کر ان کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور عراق کی سرحد سے

خطبہ ۵۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
اپنے اصحاب سے فرمایا۔
میرے بعد جلد ہی تم پر ایک ایسا شخص مسلط ہوگا جس کا حلق
کشادہ، اور پیٹ بڑا ہوگا، جو پائے گا نگل جائے گا اور جو نہ
پائے گا اس کی اُسے ڈھونڈ لگی رہے گی۔ (بہتر تو یہ ہے کہ تم
اُسے قتل کر ڈالنا۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ تم اُسے قتل ہرگز نہ کرو
گے۔ وہ تمہیں حکم دے گا کہ مجھے بُرا کہو اور مجھ سے بیزاری کا
اظہار کرو۔ جہاں تک بُرا کہنے کا تعلق ہے، مجھے بُرا کہہ لینا۔ اس
لئے کہ یہ میرے لئے پاکیزگی کا سبب اور تمہارے لئے
(دشمنوں سے) نجات پانے کا باعث ہے۔ لیکن (دل سے)
بیزاری اختیار نہ کرنا اس لئے کہ میں (دین) فطرت پر پیدا ہوا
ہوں اور ایمان و ہجرت میں سابق ہوں۔

اس خطبہ میں جس شخص کی طرف امیر المومنین نے اشارہ کیا ہے اس سے بعض نے زیاد ابن ابیہ، بعض نے حجاج ابن یوسف اور
بعض نے مغیرہ ابن شعبہ کو مراد لیا ہے۔ لیکن اکثر شارحین نے اس سے معاویہ مراد لیا ہے، اور یہی صحیح ہے کیونکہ جو اوصاف
حضرت نے بیان فرمائے ہیں وہ اسی پر پورے طور پر صادق آتے ہیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے معاویہ کی زیادہ خوری کے
متعلق لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ اُسے بلوا بھیجا، تو معلوم ہوا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ پھر دوبارہ سہ پہر آدمی
بھیجا، تو یہی خبر لایا جس پر آنحضرت نے فرمایا۔ ”اللہم لا تشبع بطنہ“ (خدا یا اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرنا) اس بدعا کا اثر یہ
ہوا کہ جب کھاتے کھاتے اکتا جاتا تھا تو کہنے لگتا تھا۔ ”ارفعو افو اللہ ماشبع و لكن مللت و تعبت“ دسترخوان بڑھاؤ۔
خدا کی قسم میں کھاتے کھاتے عاجز آ گیا ہوں مگر پیٹ ہے کہ بھرنے ہی میں نہیں آتا۔“ یونہی امیر المومنین پر سب و شتم کرنا اور
اپنے عاملوں کو اس کا حکم دینا تاریخی مستندات میں سے ہے کہ جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور منبر پر ایسے الفاظ کہے جاتے
ہیں کہ جن کی زد میں اللہ و رسول بھی آ جاتے تھے۔ چنانچہ ام المومنین ام سلمہؓ نے معاویہ کو لکھا ”انکم تلعنون اللہ و رسولہ
علی منابرکم و ذلک انکم تلعنون علی ابن ابی طالب و من احبہ و انا اشہد ان اللہ احبہ و رسولہ“ (عقد
الفرید ج ۳ ص ۱۳۱) ”تم اپنے منبروں پر اللہ اور اس کے رسول پر لعنت کرتے ہو۔ وہ یوں کہ تم علیؑ ابن ابی طالب اور انہیں
دوست رکھنے والوں پر لعنت کرتے ہو، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ کو اللہ بھی دوست رکھتا تھا اور اُس کا رسول بھی۔“

خدا عمر ابن عبدالعزیز کا بھلا کرے کہ جس نے اسے بند کر دیا اور خطبوں میں سب و شتم کی جگہ اس آیت کو رواج دیا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَيَنْهَى

انہیں نکال باہر کیا یوں ہی تابوت زحموں نے ان کی عسکری قوتوں کو پامال کر کے رکھ دیا اور آبادیوں سے نکال کر صحراؤں اور جنگلوں میں خاک چھانے پر مجبور کر دیا اور بعد میں بھی جب کبھی جتھایا کراٹھے تو پھل کر رکھ دیئے گئے۔

(قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَلَا بَقِيَّ مِنْكُمْ اَبْرُ يُرَوَّى بِالسَّاءِ وَالرَّاءِ مِنْ قَوْلِهِمْ رَجُلٌ اَبْرُ لِلَّذِي يَأْبُرُ النَّخْلَ اَيُّ يَصْلِحُهُ وَ يُرَوَّى اَبْرُ وَهُوَ الَّذِي يَأْتُرُ الْحَدِيثَ اَيُّ يَرْدِيهِ وَيَحْكِيهِ وَهُوَ اصْحَحُ الْوُجُوهِ عِنْدِي۔ كَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا بَقِيَّ مِنْكُمْ مُخْبِرٌ۔ وَيُرَوَّى اَبْرُ بِالرَّاءِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ الْوَائِبُ۔ وَالْهَالِكُ اَيْضًا يُقَالُ لَهُ اَبْرُ)

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد لَا بَقِيَّ مِنْكُمْ اَبْرُ (تم میں کوئی اصلاح کرنے والا نہ رہے) میں لفظ آبر ”ب“ اور ”ر“ کے ساتھ روایت ہوا ہے اور یہ عربوں کے قول رَجُلٌ اَبْرُ سے لیا گیا ہے جس کے معنی خرما کے درختوں کے چھانٹنے والے اور ان کی اصلاح کرنے والے کے ہیں۔ اور ایک روایت میں آبر ہے اور اس کے معنی خبر دینے والے اور اقوال نقل کرنے والے کے ہیں۔ میرے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ گویا حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تم میں کوئی خبر دینے والا نہ بچے اور ایک روایت میں اَبْرُ زائے معجم کے ساتھ آیا ہے۔ جس کے معنی کودنے والے کے ہیں اور ہلاک ہونے والے کو بھی اَبْرُ کہا جاتا ہے۔

خطبہ ۵۹

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمَ عَلَى حَرْبِ الْخَوَارِجِ وَقِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ قَدْ عَبَرُوا جَسَرَ النَّهْرَوَانِ مَصَارِعُهُمْ دُونَ النُّطْفَةِ وَاللَّهِ لَا يَقْلِبُ مِنْهُمْ عَشْرَةً وَلَا يَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشْرَةٌ۔ يَعْنِي بِالنُّطْفَةِ مَاءَ النَّهْرِ وَهُوَ أَفْصَحُ كِنَايَةٍ عَنِ الْمَاءِ وَإِنْ كَانَ كَثِيرًا جَسَاوَلًا قُتِلَ الْخَوَارِجُ فَقِيلَ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلْكَ الْقَوْمُ بِاجْمَعِهِمْ (قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَلَّا وَاللَّهِ إِنَّهُمْ نُطِفَ فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَقَرَّادَتِ النِّسَاءِ۔ كُلَّمَا نَجَمَ مِنْهُمْ قَرْنٌ

جب آپ نے خوارج سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو آپ سے کہا گیا کہ وہ نہروان کا پل عبور کر کے ادھر جا چکے ہیں، تو آپ نے فرمایا۔ ان کے گرنے کی جگہ تو پانی کے اسی طرف ہے۔ خدا کی قسم! ان میں سے دس بھی بچ کر نہ جا سکیں گے، اور تم میں سے دس بھی ہلاک نہ ہوں گے۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں نطفہ سے مراد نہر (فراٹ) کا پانی ہے اور پانی کے لئے یہ بہترین کنایہ ہے چاہے پانی زیادہ بھی ہو۔

جب خوارج مارے گئے تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ابھی تو وہ مردوں کی صلبوں اور عورتوں کے شکموں میں موجود ہیں جب بھی ان میں کوئی سردار ظالم ہوگا، تو اسے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ یہاں

قَطَعَ حَتَّى يَكُونَ اِحْرَهُمْ لَصُوصًا سَلَابِينَ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيهِمْ لَا تَقْتُلُوا الْخَوَارِجَ بَعْدِي فَلَيْسَ مَنْ طَلَبَ الْحَقَّ فَاعْطَاهُ كَمَنْ طَلَبَ الْبَاطِلَ فَادَّرَكَهُ۔ (يَعْنِي مُعَاوِيَةَ وَاصْحَابَهُ)

تک کہ ان کی آخری فردیں چور اور ڈاکو ہو کر رہ جائیں گی۔ انہی خوارج کے متعلق فرمایا: میرے بعد خوارج کو قتل نہ کرنا۔ اس لئے کہ جو حق کا طالب ہو اور اسے نہ پاسکے وہ ویسا نہیں ہے کہ جو باطل ہی کی طلب میں ہو اور پھر اسے بھی پالے۔ سید رضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد معاویہ اور اس کے ساتھی ہیں۔

اس پیشین گوئی کو فراست و عاقب نظری کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ دور رس نظریں فتح و شکست کا اندازہ تو لگا سکتی ہیں اور جنگ کے نتائج کو بھانپ لے جاسکتی ہیں۔ لیکن دونوں فریق کے مقتولین کی صحیح تعداد سے آگاہ کر دینا ان کی حدود پر واز سے باہر ہے۔ یہ اُسی کی باطن میں نگاہیں حکم لگا سکتی ہیں کہ جو غیب کے پردے اُٹھ کر آنے والے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، اور علم امامت کی چھوٹ مستقبل کے صفحہ پر اُبھرنے والے نقوش اُس کو دکھارہی ہو۔ چنانچہ اس وارث علم نبوت نے جو فرمایا تھا وہی ہوا، اور خوارج میں سے نو آدمیوں کے علاوہ سب کے سب موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے، جن میں سے دو ۲ عمان کی طرف دو ۲ سجستان کی طرف دو ۲ کرمان کی طرف اور دو جزیرہ کی طرف بھاگ گئے اور ایک یمن میں تل مورون چلا آیا، اور آپ کی جماعت میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہو گئے، جن کے نام یہ ہیں۔

روہ ابن در بکلی، سعید ابن خالد سمیعی، عبداللہ ابن حمادانی، فیاض ابن غلیل ازوی، کیسوم ابن سلمہ جہنی، عبیدہ ابن عبدی خولانی، جمع ابن جشم کندی، حبیب ابن عاصم اسدی،

امیر المؤمنین کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بحرف پوری ہوئی اور خوارج میں جو سردار بھی اٹھا، تلواروں پر دھریا گیا۔ چنانچہ ان کے چند سرداروں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو مدی طرح موت کے گھاٹ اُتارے گئے۔

نافع ابن ازرق : خوارج کا سب سے بڑا گروہ ازراواہی کی طرف منسوب ہے۔ یہ مسلم ابن عیسٰی کے لشکر کے مقابلہ میں سلامہ ہاشمی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

نجدہ ابن عامر : خوارج کا فرقہ نجدات اس کی طرف منسوب ہے۔ ابو فدیہ خارجی نے اسے قتل کر دیا۔

عبداللہ ابن اباض : فرقہ اباضیہ اس کی طرف منسوب ہے۔ یہ عبداللہ ابن محمد ابن عطیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابو یہیٰس یحییٰ ابن جابر : فرقہ بھیسیہ اس کی طرف منسوب ہے۔ عثمان ابن جہان والی مدینہ نے پہلے اس کے ہاتھ پیر کٹوائے اور پھر اسے قتل کر دیا۔

عروہ ابن اُویہ : معاویہ کے عہد حکومت میں زیاد نے اسے قتل کیا۔

قطری ابن فباء : طبرستان کے علاقہ میں جب سفیان ابن ابرو کی فوج کا اس کے لشکر سے ٹکراؤ ہوا تو سورہ ابن الجبردارمی نے اسے قتل کیا۔

رائے میں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اسی طرح زیادہ بن ابیہ کو اپنے سے ملا لینے کے لئے قول پیغمبر کو ٹھکرا کر اپنے اجتہاد کو کارفرما کرنا، منبر رسول پر اہل بیعت رسول کو برا کہنا حد و شرعیہ کو پامال کرنا، بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنا، اور ایک فاسق کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر کے زندہ والحادی راہیں کھول دینا، ایسے واقعات ہیں کہ انہیں کسی غلط فہمی پر محمول کرنا حقائق سے عمدہ چشم پوشی کرنا ہے۔

خطبہ ۶۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
لَمَّا خُوفَ مِنَ الْغَيْبَةِ: وَإِنَّ عَلِيَّ مِنَ اللَّهِ
جُنَّةً حَصِيْنَةً فَإِذَا جَاءَ يَوْمِي أَنْفَرَجَتْ
عَنِّي وَأَسْلَمْتَنِي، فَحِينَئِذٍ لَا يَطِيشُ
السَّهْمُ وَلَا يَبْرَأُ الْكَلَمُ۔

جب آپ کو اچانک قتل کئے جانے سے خوف دلایا گیا،
تو آپ نے فرمایا، مجھ پر اللہ کی ایک محکم سپر ہے۔ جب
موت کا دن آئے گا، تو وہ مجھے موت کے حوالے کر کے مجھ سے
الگ ہو جائے گا۔ اُس وقت نہ تیر خطا کرے گا اور نہ زخم بھر سکے
گا۔

خطبہ ۶۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا دَارٌ لَا يَسْلَمُ مِنْهَا إِلَّا
فِيهَا۔ وَلَا يُنْجَى بِشَيْءٍ كَانَ لَهَا ابْتِلَى
النَّاسُ بِهَا فِتْنَةً فَمَا أَحَدُوهَا مِنْهَا لَهَا
أُخْرٍ جُوءَ مِنْهُ وَحُوسِبُوا عَلَيْهِ۔ وَمَا
أَحَدُوهَا مِنْهَا لِغَيْرِهَا قَدْ مَوَّاعِلِيهِ وَأَقَامُوا
فِيهِ۔ فَإِنَّهَا عِنْدَ ذَوِي الْعُقُولِ كَفَى
الظِّلِّ بَيْنَنَا تَرَاةً سَابِغًا حَتَّى قَلَصَ،
وَزَادًا حَتَّى نَقَصَ۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا ایسا گھر ہے کہ اس کے
(عواقب) سے بچاؤ کا ساز و سامان اسی میں رہ کر کیا جاسکتا ہے
اور کسی ایسے کام سے جو صرف اسی دنیا کی خاطر کیا جائے، نجات
نہیں مل سکتی۔ لوگ اس دنیا میں آرائش میں ڈالے گئے ہیں۔
لوگوں نے اس دنیا سے جو دنیا کیلئے حاصل کیا ہوگا، اُس سے
الگ کر دیئے جائیں گے اور اُس پر اُن سے حساب لیا جائے گا
اور جو اس دنیا سے آخرت کے لئے کمایا ہوگا اُسے آگے پہنچ کر
پالیں گے اور اُسی میں رہیں سہیں گے۔ دنیا عقلمندوں کے
نزدیک ایک بڑھتا ہوا سایہ ہے۔ جسے ابھی بڑھا ہوا اور پھیلا
ہوا دیکھ رہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھٹ کر سمٹ کر رہ گیا۔

خطبہ ۶۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَتَقُوا اللَّهَ
عِبَادَ اللَّهِ وَبَادِرُوا أَعْمَالَكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور موت سے پہلے اپنے اعمال کا
ذخیرہ فراہم کرلو، اور دنیا کی فانی چیزیں دے کر باقی رہنے

شوذب خارجی: سید ابن عمر وحشی کے مقابلہ میں مارا گیا۔

حوشہ ابن وداع اسدی: بنی طے کے ایک شخص کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

مستورد ابن عرفہ: معاویہ کے عہد میں مغفل ابن قیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

شعیب ابن یزید خارجی: دریا میں ڈوب کر مرا۔

عمران ابن حرب سراہی: جنگ دولاب میں مارا گیا۔

زخاف ابن طائی: بنو طاحیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

زہیر ابن علی سلیمی: عتاب ابن ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

علی ابن بشر: اسے حجاج نے قتل کر دیا۔

عبید اللہ ابن بشر: مہلب ابن ابی صفرہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

عبد اللہ ابن الماحوز: جنگ دولاب میں مارا گیا۔

عبید اللہ ابن الماحوز: عتاب ابن ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابو الازرع: مقبرہ بنی یثغر میں ایک شخص نے اس پر دیوار گرا کر اسے ختم کر دیا۔

عبید اللہ ابن یحییٰ کنذی: مردان ابن محمد کے عہد میں ابن عطیہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

۳۔ قتل خوارج سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ امیر المؤمنین کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آپ کے بعد تسلط و اقتدار ان لوگوں
کے ہاتھوں میں ہوگا جو جہاد کے موقعہ محل سے بے خبر ہوں گے، اور صرف اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے تلوار چلائیں گے اور یہ وہی
لوگ تھے کہ جو امیر المؤمنین کو برا سمجھتے اور برا کہتے ہیں خوارج سے بھی بڑھے چڑھے ہوئے تھے۔ لہذا جو خود گم کردہ راہ ہوں۔ انہیں
دوسرے گمراہوں سے جنگ و قتال کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور نہ جان بوجھ کر گمراہیوں میں پڑے رہنے والے اس کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ
بھولے سے بے راہ ہو جانے والوں کے خلاف صف آرائی کریں۔ چنانچہ امیر المؤمنین کا یہ ارشاد واضح طور سے اس حقیقت کو واضح گف
کرتا ہے کہ خوارج کی گمراہی جان بوجھ کر نہ تھی۔ بلکہ شیطان کے بہکانے میں آکر باطل کو حق سمجھنے لگے، اور اسی پراڑ گئے اور معاویہ اور
اس کی جماعت کی گمراہی کی یہ صورت تھی کہ انہوں نے حق کو حق سمجھ کر ٹھکرایا اور باطل کو باطل سمجھ کر اپنا شعار بنائے رکھا۔ اور دین کے
معاملہ میں ان کی بیباکیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ نہ انہیں غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ان پر خطائے اجتہادی کا پردہ ڈالا
جاسکتا ہے۔ جبکہ وہ علانیہ دین کے حدود کو توڑ دیتے تھے اور اپنی رائے کے سامنے پیغمبر کے ارشادات کو درخور اعتنا نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ
ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ پیغمبر کے صحابی ابو الدرداء نے معاویہ کے ہاں سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال دیکھا تو فرمایا کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ”ان الشارب فیہما التجر جو فی جوفہ نار جہنم“ چاندی اور سونے کے
برتنوں میں پینے والے کے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے لپکے اٹھیں گے۔“ تو معاویہ نے کہا کہ ”اما ان فلا اور ی بذلک باسا“ لیکن میری

یُنْطَرُ نِعْمَةً وَلَا تُقْصِرُ بِهِ عَنْ طَاعَةِ رَبِّهِ غَايَةً وَلَا تَحُلْ بِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ نَدَامَةً وَلَا كَاتِبَةً۔

کی (نعمتیں سرکش و متمرد نہ بنا سکیں اور کسی منزل پر اطاعت پروردگار سے در ماندہ و عاجز نہ ہوں اور مرنے کے بعد نہ شرمساری اٹھانا پڑے، اور نہ رنج و غم سہنا پڑے۔

خطبہ ۲۳

وَمِنْ حُطْبَةِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَسْبِقْ لَهُ حَالٌ حَالًا۔ فَيَكُونُ أَوَّلًا قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آخِرًا۔ وَيَكُونُ ظَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَكُونَ بَاطِنًا كُلُّ مُسَيِّئٍ بِالْوَحْدَةِ غَيْرُهُ قَلِيلٌ۔ وَكُلُّ عَزِيزٍ غَيْرُهُ ذَلِيلٌ۔ وَكُلُّ قَوِيٍّ غَيْرُهُ ضَعِيفٌ۔ وَكُلُّ مَالِكٍ غَيْرُهُ مَمْلُوكٌ۔ وَكُلُّ عَالِمٍ غَيْرُهُ مُتَعَلِّمٌ وَكُلُّ قَادِرٍ غَيْرُهُ يَقْدِرُ وَيَعْجِزُ۔ وَكُلُّ سَيِّعٍ غَيْرُهُ يَصُمُّ عَنْ لَطِيفِ الْأَصْوَاتِ وَيُصْنَعُ كَبِيرُهَا وَيَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعْدَ مَنَافِعِهَا وَكُلُّ بَصِيرٍ غَيْرُهُ يَعْصَى عَنْ حَفِي الْأَلْوَانِ وَلَطِيفِ الْأَجْسَامِ۔ وَكُلُّ ظَاهِرٍ غَيْرُهُ بَاطِنٌ وَكُلُّ بَاطِنٍ غَيْرُهُ ظَاهِرٌ۔ لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهُ لِتَشْدِيدِ سُلْطَانِ وَلَا تَخَوُّفٍ مِنْ عَوَاقِبِ زَمَانٍ۔ وَلَا اسْتِعَانَةٍ عَلَى نِدَى مُنَاوِرٍ۔ وَلَا شَرِّ يَكُ مَكَايِرٍ وَلَا ضِدِّ مُنَافِرٍ۔ وَلَكِنْ خَلَقَ مَرْجُوبُونَ وَعِبَادٌ دَاخِرُونَ۔ لَمْ يَحْلُلْ فِي الْأَشْيَاءِ

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اول اور ظاہر ہونے سے پہلے باطن رہا ہو۔ اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا وہ قلت و کمی میں ہوگا۔ اس کے سوا ہر با عزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک، اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے۔ اُس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی عاجز اور اُس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اُسے بہرا کر دیتی ہیں اور دور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسوں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہو سکتا اور کوئی باطن اُس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اُسے کوئی خطرہ تھا یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اثر آنے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مد مقابل کے خلاف اُسے مدد حاصل کرنا تھی، بلکہ یہ ساری مخلوق اسی کے قبضے میں ہے اور سب اُس کے عاجز و ناتواں بندے ہیں۔ وہ دوسری چیز میں

والی چیزیں خرید لو۔ چلنے کا سامان کرو کیونکہ تمہیں تیزی سے لے جایا جا رہا ہے اور موت کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ وہ تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ تمہیں ایسے لوگ ہونا چاہئے جنہیں پکارا گیا، تو وہ جاگ اٹھے اور یہ جان لینے پر کہ دنیا اُن کا گھر نہیں ہے، اُسے (آخرت سے) بدل لیا ہو۔ اس لئے کہ اللہ نے تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ اُس نے تمہیں بے قید و بند چھوڑ دیا ہے۔ موت تمہاری راہ میں حائل ہے اس کے آتے ہی تمہارے لئے جنت ہے یا دوزخ ہے۔ وہ مدت حیات جسے ہر گزرنے والا لحظہ کم کر رہا ہو اور ہر ساعت اُس کی عمارت کو ڈھار ہی ہو، کم ہی سمجھی جانے کے لائق ہے اور وہ مسافر جسے ہر دنیادان اور ہر نئی رات (لگاتار) بچھنے لیے جا رہے ہوں، اُس کا منزل تک پہنچنا جلد ہی سمجھنا چاہئے اور وہ عازم سفر جس کے سامنے ہمیشہ کی کامرانی یا ناکامی کا سوال ہے۔ اس کو اچھے سے اچھا زاد مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ لہذا اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اتنا توشہ آخرت کے لئے جو جس کے ذریعہ کل اپنے نفس کو بچا سکو جس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ سے ڈرے۔ اپنے نفس کیساتھ خیر خواہی کرے (مرنے سے پہلے) توبہ کرے اپنی خواہشوں پر قابو رکھے۔ چونکہ موت اس کی نگاہ سے اوجھل ہے، اور امیدیں فریب دینے والی ہیں اور شیطان اس پر چھایا ہوا ہے، جو گناہوں کو بچ کر اُس کے سامنے لاتا ہے کہ وہ اُس میں مبتلا ہو اور توبہ کی ڈھارس بندھا تا رہتا ہے کہ وہ اُسے تعویق میں ڈالتا رہے۔ یہاں تک کہ موت غفلت و بے خبری کی حالت میں اس پر اچانک ٹوٹ پڑتی ہے۔ و احسرتا! کہ اس غافل و بے خبر کی مدت حیات ہی اُس کے خلاف ایک حجت بن جائے، اور اُس کی زندگی کا انجام بد بختی کی صورت میں ہو۔ ہم اللہ سبحانہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمہیں ایسا کر دے کہ (دنیا

فَيَقَالُ هُوَ فِيهَا كَائِنٌ - وَلَمْ يَنَأْ عَنْهَا
فَيَقَالُ هُوَ مِنْهَا بَائِنٌ لَمْ يُوَدَّ خَلْقُ مَا
ابْتَدَأَ وَلَا تَدْبِيرُ مَا ذَرَأَ وَلَا وَقَفَ بِهِ
عَجْزٌ عَمَّا خَلَقَ - وَلَا وَلَجَتْ عَلَيْهِ شُبْهَةٌ
فِي مَا قَضَى وَقَدَّرَ - بَلْ قَضَاءٌ مُتَقَنٌّ
وَعِلْمٌ مُحْكَمٌ وَأَمْرٌ مُبْرَمٌ الْمَأْمُولُ مَعَ
النِّقَمِ وَالرَّهْوَبُ مَعَ النِّعَمِ -

سایا ہوا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ اُن کے اندر ہے اور نہ اُن
چیزوں سے دور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ
ہے۔ ایجاد خلق اور تدبیر عالم تے اُسے خستہ و در ماندہ نہیں کیا اور
نہ (حسب منشا) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اُسے دامن گیر
ہوا ہے اور نہ اُسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا
ہے، بلکہ اُس کے فیصلے مضبوط، علم محکم اور احکام قطعی ہیں۔
مصیبت کے وقت بھی اُسی کی آس رہتی ہے اور نعمت کے وقت
بھی اُس کا ڈر لگتا رہتا ہے۔

خطبہ ۶۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -
كَانَ يَقُولُهُ لِأَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ
أَيَّامِ صِفِّينَ -
مُعَايِشِرَ الْمُسْلِمِينَ اسْتَشْعِرُوا الْخَشْيَةَ
وَتَجَلَّبَّوْا السَّكِينَةَ - وَعَظُّوْا عَلَى
النَّوَاجِدِ فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلْسَيُوفِ عَنِ الْهَامِ
وَأَكْمَلُوا اللَّامَةَ وَقَلِّقُوا السَّيُوفَ فِي
أَعْمَادِهَا قَبْلَ سَلِّهَا وَالْحَظُّوْا الْخَزْدَ
وَأَطْعِنُوا الشَّرْذَوْنَ فَحُوا بِالظُّبَا وَصَلُّوْا
السَّيُوفَ بِالْخُطَا - وَأَعْلَوْا أَنْكُمْ بَعِيْنُ
اللَّهِ وَمَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - فَعَاوِدُوا الْكُرُوْا
سَحْيُوا مِنَ الْفِرِّ فَإِنَّهُ عَارٌ فِي
الْأَعْقَابِ - وَنَارُ يَوْمِ الْحِسَابِ -
وَطَيْبُوا - عَنْ أَنْفُسِكُمْ نَفْسًا - وَأَمْشُوا

صفین کے دنوں میں اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے
تھے۔
اے گروہ مسلمین! خوف خدا کو اپنا شعار بناؤ۔ اطمینان و وقار
کی چادر اوڑھ لو، اور اپنے دانتوں کو بھیج لو۔ اس سے
تکواریں سروں سے اچٹ جایا کرتی ہیں زرہ کی تکمیل کرو۔
(یعنی اُس کے ساتھ خود، جوش بھی پہن لو) اور تکواروں کو
کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جلا لو اور دشمن کو
ترچھی نظروں سے دیکھتے رہو اور دائیں بائیں (دونوں
طرف) نیزوں کے وار کرو، اور دشمن کو تکواروں کی باڑ پر رکھ
لو اور تکواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ اور
یقین رکھو کہ تم اللہ کے روبرو، اور رسول کے چچا زاد بھائی
کے ساتھ ہو۔ بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو۔ اس
لئے کہ یہ پشتوں تک کے لئے ننگ و عار اور روز محشر جہنم کی
آگ کا باعث ہے۔ خوشی سے اپنی جانیں اللہ کو دے دو اور
پر اطمینان رفتار سے موت کی جانب پیش قدمی کرو، اور
(شامیوں کی) اس بڑی جماعت اور طنائوں سے کھینچے ہوئے

إِلَى الْمَوْتِ مَشْيًا سُبْحًا وَعَلَيْكُمْ بِهَذَا
السَّوَادِ الْأَعْظَمِ - وَالرَّوَاقِ الْمَطْنَبِ -
فَاضْرِبُوا ثَبَجَهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ كَامِنٌ فِي
كِسْرِهِ - قَدْ قَدَّمَ لِلْوُثْبَةِ يَدًا وَآخَرَ
لِلنُّكُوصِ وَجَلًّا فَصَدًّا صَدًّا حَتَّى
يَنْجَلِي لَكُمْ عَمُودُ الْحَقِّ (وَأَنْتُمْ
الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرُكَكُمْ
أَعْمَالُكُمْ)

خیمے کو اپنے پیش نظر رکھو، اور اس کے وسط پر حملہ کرو اس لئے
کہ شیطان اُسی کے ایک گوشے میں چھپا بیٹھا ہے جس نے
ایک طرف تو حملے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے، اور دوسری
طرف بھاگنے کے لئے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے۔ تم مضبوطی سے
اپنے ارادے پر چمے رہو۔ یہاں تک کہ حق (صبح کے) اُجالے
کی طرح ظاہر ہو جائے (نتیجہ میں) تم ہی غالب ہو، اور خدا
تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال کو ضائع و برباد نہیں
ہونے دے گا۔

خطبہ ۶۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي
مَعْنَى الْأَنْصَارِ -
قَالُوا لِمَا أَنْتَهَتْ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْبَاءُ السَّقِيفَةِ بَعْدَ وَفَاةِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا قَالَتِ الْأَنْصَارُ؟
قَالُوا أَقَالَتْ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ قَالَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ -
فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَيْهِمْ بِرَأْسِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَصَّى
بِأَنْ يُحْسِنَ إِلَى مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزَ عَنْ
مُسِيئِهِمْ (قَالُوا وَمَا فِي هَذَا مِنَ الْحُجَّةِ
عَلَيْهِمْ) فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ كَانَتْ
الْإِمَارَةُ فِيهِمْ لَمْ تَكُنِ الْوَصِيَّةُ بِهِمْ ثُمَّ قَالَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ - فَمَاذَا قَالَتْ قُرَيْشٌ؟ قَالُوا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد
جب سقیفہ بنی ساعدہ کی خبریں امیر المؤمنین
تک پہنچیں، تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ
انصار کیا کہتے تھے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے
تھے کہ ایک ہم میں سے امیر ہو جائے اور
ایک تم میں سے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ۔
”تم نے یہ دلیل کیوں پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ انصار میں جو اچھا ہو
اُس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور جو بُرا ہو اُس سے
درگزر کیا جائے۔“ لوگوں نے کہا کہ اس میں اُن کے خلافت
کا ثبوت ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر حکومت و امارت اُن
کے لئے ہوتی تو پھر اُن کے بارے میں دوسروں کو وصیت
کیوں کی جاتی۔ پھر حضرتؐ نے پوچھا کہ قریش نے کیا کہا؟
لوگوں نے کہا کہ انہوں نے شجرہ رسولؐ سے ہونے کی وجہ
سے اپنے استحقاق پر استدلال کیا۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ

اَحْتَجَّتْ بِاَنَّهَا شَجَرَةُ الرَّسُولِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اَجْتَبُوا بِاشْجَرَةٍ وَاَصَاعُوا الشَّمْرَةَ۔

سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انصار کے مقابلے میں مہاجرین کو سب سے بڑی دلیل اور وجہ کامرانی یہی چیز تھی کہ قریش چونکہ پیغمبر کے ہم قوم و ہم قبیلہ ہیں، لہذا ان کے ہوتے ہوئے کوئی غیر خلافت کا حقدار نہیں ہو سکتا اور اسی بناء پر انصار کا جم غیر تین مہاجرین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو تیار ہو گیا اور وہ نسل امتیاز کو پیش کر کے خلافت کی بازی جیتنے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ مورخ طبری واقعات سقیفہ کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے اجتماع کیا، تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور ابوعبیدہ ابن جراح بھی سن گن پا کر وہاں پہنچ گئے۔ اس موقع کے لئے حضرت عمر نے پہلے سے کچھ سوچ لیا تھا جسے کہنے کے لئے اٹھے، مگر حضرت ابوبکر نے انہیں روک دیا، اور خود کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمد و ثناء اور مہاجرین کی ہجرت اور سبقت ایمانی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا۔

فہم اول من عبد الله في الارض وامن
بالله و بالرسول، وهم اولياءه و
عشيرته واحق الناس بهذا الامر من
بعده ولا ينازعهم ذلك الا ظالم
(طبری ج ۲ ص ۳۵۷)

یہ وہی ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے زمین میں اللہ کی پرستش کی، اور سب سے پہلے اللہ و رسول پر ایمان لائے۔ یہی پیغمبر کے دوست اور ان کے کنبہ والے ہیں اور یہی سب سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔ جو ان سے نکرائے گا، وہ ظالم ہوگا۔“

جب حضرت ابوبکر اپنا بیان ختم کر چکے، تو حباب ابن منذر کھڑے ہوئے اور انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا اے گروہ انصار تم اپنی باگ دوڑ دوسروں کے ہاتھ میں نہ دو۔ دنیا تمہارے سایہ میں بس رہی ہے۔ تم عزت و ثروت والے اور قبیلے جتھے والے ہو۔ اگر مہاجرین کو بعض چیزوں میں تم پر فضیلت ہے، تو تمہیں بھی بعض چیزوں میں ان پر فوقیت حاصل ہے تم نے انہیں اپنے گھروں میں پناہ دی۔ تم اسلام کے بازوئے شمشیر زن ہو۔ تمہاری وجہ سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا۔ تمہارے شہروں میں آزادی سے اللہ کی نمازیں قائم ہوئیں۔ تم تفرقہ و انتشار سے اپنے کو بچاؤ اور اپنے حق پر یک جہتی سے بھر رہو اور اگر مہاجرین تمہارا حق تسلیم نہ کریں تو پھر ان سے کہو کہ ایک امیر تم میں سے ہوگا، اور ایک امیر ہم میں سے ہوگا۔

حباب یہ کہہ کر بیٹھے ہی تھے کہ حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔

هيهات لا يجتمع اثنان في قرن والله لا
ترضى العرب ان يؤمروا کم و نبیہا من
غير کم ولكن العرب لا تمتنع ان تولی
امرہا من كانت النبوة فیہم و ولی امور
ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک زمانہ میں دو (حکمران) جمع ہو جائیں۔ خدا کی قسم! عرب اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ تمہیں امیر بنائیں۔ جبکہ نبی تم میں سے نہیں ہے۔ البتہ عرب کو اس میں ذرا پس و پیش نہ ہوگا کہ وہ خلافت اس

منہم ولنا بذلك علی من ابی من العرب
الحجة الظاهرة والسلطان البين من
دائنا عننا سلطان محمد و امارته ونحن
اولياءه و عشيرته الامدلل بباطل
او متجانف لاثم او متورط فی هلكة۔
(طبری ج ۲ - ص ۳۵۷)

کے حوالے کریں کہ جس کے گھرانے میں نبوت ہو اور صاحب امر بھی انہی میں سے ہو، اور انکار کرنے والے کے سامنے اس سے ہمارے حق میں کھلم کھلا دلیل اور واضح برہان لائی جاسکتی ہے۔ جو ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت و امارت میں نکرانے گا وہ باطل کی طرف جھکنے والا، گناہ کا مرتکب ہونے والا، اور ورطہ ہلاکت میں گرنے والا ہے۔

حضرت عمر کے بعد حباب پھر کھڑے ہوئے اور انصار سے کہا کہ دیکھو! اپنی بات پر ڈٹے رہو، اور اس کی اور اس کے ساتھیوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ یہ تمہارے حق کو دبا نا چاہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے، تو انہیں اپنے شہروں سے نکال باہر کرو اور خلافت کو سنبھال لو۔ بھلا تم سے زیادہ اس کا کون حق دار ہو سکتا ہے۔ حباب خاموش ہوئے تو حضرت عمر نے بیعت کرنے میں سخت است کہا۔ ادھر سے بھی کچھ تلخ کلامی ہوئی، اور بزم کارنگ گڑنے لگا۔ ابوعبیدہ نے جب یہ دیکھا تو انصار کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے دھڑے پر لانے کے لئے کہا کہ اے گروہ انصار! تم وہی لوگ ہو جنہوں نے ہمیں سہارا دیا، ہماری ہر طرح کی مدد امداد کی۔ اب اپنی روش کو نہ بدلو، اور اپنے طور طریقوں کو نہ چھوڑو۔ مگر انصار ان باتوں میں نہ آئے، اور وہ سعد کے علاوہ کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہ تھے اور ان کی طرف لوگ بڑھائی چاہتے تھے، کہ سعد کے قبیلہ کا ایک آدمی بشیر خزرجی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ بے شک ہم نے جہاد میں قدم بڑھایا، دین کو سہارا دیا۔ مگر اس سے ہماری غرض صرف اللہ کی رضا مندی اور اس کے رسول کی اطاعت تھی۔ ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم تقویٰ جتلائیں اور خلافت میں جھگڑا کریں۔ ان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قریش و قومہ احق بہ و اولی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں سے تھے لہذا ان کی نیابت و وراثت کا حق بھی انہی کی قوم کو پہنچتا ہے۔“ بشیر کا یہ کہنا تھا کہ انصار میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کا مقصد بھی یہی تھا۔ چونکہ وہ اپنے کنبہ کے ایک آدمی کو اس طرح بڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا، لہذا مہاجرین نے انصار کے اس افتراق سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کا تہیا کر لیا۔ ابھی وہ بیعت کے لئے بڑھے ہی تھے کہ بشیر نے سب سے پہلے بڑھ کر اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر رکھ دیا، اور پھر حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے بیعت کی، اور پھر بشیر کے قوم قبیلے والے بڑھے اور بیعت کی اور سعد ابن عبادہ کو پیروں تلے روند کر رکھ دیا۔

امیر المومنین اس موقع پر پیغمبر کے غسل و کفن میں مصروف تھے۔ بعد میں جب سقیفہ کے اجتماع کے متعلق سنا اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ مہاجرین نے اپنے کو پیغمبر کا قوم و قبیلہ کہہ کر انصار سے بازی جیت لی ہے تو یہ لطیف جملہ فرمایا کہ شجرہ ایک ہونے سے تو دلیل لائے ہیں اور اس کے پھلوں کو ضائع کر دیا ہے جو پیغمبر کے اہل بیت ہیں۔ یعنی اگر شجرہ رسول سے ہونے کی بناء پر ان کا حق مانا گیا ہے، تو جو اس شجرہ رسالت کے پھل ہیں، وہ کیونکر نظر انداز کئے جاسکتے ہیں۔ حیرت ہے کہ حضرت ابوبکر جو ساتویں پشت پر اور حضرت عمر جو نویں پشت پر رسول سے جا کر ملتے ہیں وہ تو پیغمبر کا قوم و قبیلہ بن جائیں اور جو انہیں عم تھا اس کے بھائی ہونے سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔

خطبہ ۶۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
لَمَّا قَلَدَ مُحَمَّدٌ بْنُ أَبِي بَكْرٍ مِصْرَ
فَمَلِكَتْ عَلَيْهِ فَقِيلَ۔
مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ كَوَّبَ حَضْرَتُ فِي مِصْرَ
كِي، اور نتیجہ میں ان کے خلاف غلبہ حاصل کر لیا گیا اور
وہ قتل کر دیئے گئے، تو حضرت نے فرمایا۔

وَقَدْ أَرَدْتُ تَوَلِيَّةَ مِصْرَ هَا شِمَ ابْنِ عُبَيْةٍ
وَلَوْ وَلَيْتُهُ إِيَّاهَا لَمَّا حَلَّى لَهُمُ الْعُرْصَةَ۔ وَلَا
أَنْهَزَهُمُ الْفُرْصَةَ۔ بَلَدًا لِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي
بَكْرٍ فَلَقَدْ كَانَ إِلَى حَبِيبًا وَكَانَ لِي رَبِيبًا۔
میں نے تو چاہا تھا کہ ہاشم ابن عقبہ کو مصر کا والی بناؤں اور اگر
اُسے حاکم بنا دیا ہوتا، تو وہ بھی دشمنوں کے لئے میدان خالی نہ
کرتا، اور نہ انہیں مہلت دیتا۔ اس سے محمد ابن ابی بکر کی مذمت
مقصود نہیں۔ وہ تو مجھے بہت محبوب اور میرا پروردہ تھا۔

۱۔ محمد ابن ابی بکر کی والدہ گرامی اسماء بنت عمیس تھیں۔ جن سے امیر المومنین نے حضرت ابو بکر کے انتقال کے بعد عقد کر لیا تھا۔
چنانچہ محمد نے آپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی اور آپ ہی کے طور طریقوں کو اپنایا۔ امیر المومنین بھی انہیں بہت
چاہتے تھے اور بمنزلہ اپنے فرزند سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ”محمد ابنی من صلب ابی بکر“ محمد میرا بیٹا ہے اگرچہ ابو بکر کی صلب سے
ہے۔ ”سفر حجہ الوداع میں پیدا ہوئے اور ۳۸ حج میں اٹھائیس برس کی عمر میں شہادت پائی۔

امیر المومنین نے مسند خلافت پر آنے کے بعد قید ابن سعد ابن عبادہ کو مصر کا حکمران منتخب کیا تھا مگر کچھ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ
انہیں معزول کر کے محمد ابن ابی بکر کو وہاں کا والی مقرر کرنا پڑا۔ قیس ابن سعد کی روش یہاں پر یہ تھی کہ وہ عثمانی گروہ کے خلاف تشدد اندہ قدم
اٹھانا مصالح کے خلاف سمجھتے تھے۔ مگر محمد کا رویہ اس سے مختلف تھا۔ انہوں نے ایک مہینہ گزارنے کے بعد انہیں کہلوایا بیجا کہ اگر تم ہماری
اطاعت نہ کرو گے تو تمہارا یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اس پر ان لوگوں نے ان کے خلاف ایک محاذ بنالیا اور چپکے چپکے ریشہ دوانیاں
کرتے رہے۔ مگر حکیم کی قرارداد کے بعد پر پزے نکالے اور انتقام کا نعرہ لگا کر شر و فساد پھیلانے لگے اور مصر کی امارت دے کر ادھر
روانہ کیا تا کہ وہ مخالف عناصر کو با کر نظم و نسق کر بگڑنے نہ دیں۔ مگر اموی کارندوں کی دسیسہ کاریوں سے نہ بچ سکے اور راستے ہی میں
شہید کر دیئے گئے اور مصر کی حکومت محمد ہی کے ہاتھوں میں رہی۔

ادھر حکیم کے سلسلہ میں عمرو ابن عاص کی کارکردگی نے معاویہ کو اپنا وعدہ یاد دلایا۔ چنانچہ اُس نے چھ ہزار جنگ آزمائش کے سپرد
کر کے مصر پر دھاوا بولنے کے لئے اُسے روانہ کیا۔ محمد ابن ابی بکر نے جب دشمن کی بڑھتی ہوئی یلغار کو دیکھا تو امیر المومنین کو ملک کے
لئے لکھا۔ حضرت نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمیوں کو جمع کرو۔ میں مزید ملک تمہارے لئے روانہ کیا چاہتا ہوں۔ چنانچہ محمد نے چار ہزار
آدمیوں کو اپنے پرچم کے نیچے جمع کیا اور انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا، اور ایک حصہ کا سپہ سالار بشر بن کنانہ کو
بنا کر دشمن کی روک تھام کے لئے آگے بھیج دیا۔ جب یہ فوج دشمن کے سامنے پراؤ ڈال کر اتر پڑی، تو ان کی مختلف ٹولیوں نے ان پر
چھاپے مارنے شروع کر دیئے جنہیں یہ اپنی جرأت و ہمت سے روکتے رہے آخر معاویہ ابن حداد نے پوری فوج کے ساتھ حملہ

کر دیا۔ مگر ان سرفروشنوں نے تلواروں سے منہ نہ موڑا، اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس شکست کا اثر یہ ہوا کہ محمد
ابن ابی بکر کے ساتھی ہر اسامی ہو گئے اور ان کا ساتھ چھوڑ کر چلتے بنے۔ محمد نے جب اپنے کو اکیلا پایا، تو بھاگ کر ایک خرابے میں پناہ لی۔
مگر دشمنوں کو ایک شخص کے ذریعہ ان کا پتہ مل گیا اور انہوں نے اس حالت میں انہیں آ لیا کہ یہ پیاس سے قریب بہ ہلاکت پہنچ چکے تھے۔
محمد نے پانی کی خواہش کی تو ان سنگدلوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا، اور اسی تشنگی کے عالم میں انہیں شہید کر دیا اور ان کی لاش کو ایک
مردہ گدھے کے پیٹ میں رکھ کر جلادیا۔

کوفہ سے مالک ابن کعب ارجی دو ہزار آدمیوں کو لے کر نکل چکے تھے، مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن مصر پر قبضہ کر چکا تھا۔

خطبہ ۶۷

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا۔

کب تک میں تمہارے ساتھ ایسی نرمی اور رورعایت کرتا رہوں
گا۔ جیسی اُن اونٹوں سے کی جاتی ہے جن کی کوبائیں اندر سے
کھوکھلی ہو چکی ہوں اور اُن پھٹے پرانے کپڑوں سے کہ جنہیں
ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتے
ہیں۔ جب بھی شامیوں کے ہراول دستوں میں سے کوئی دستہ تم
پر منڈلاتا ہے تو تم سب کے سب (اپنے گھروں) کے دروازے
بند کر لیتے ہو اور اس طرح اندر دبک جاتے ہو جس طرح گوہ
اپنے سوراخ میں اور بجواپنے بھٹ میں جس کے تمہارے ایسے
مددگار ہوں، اُسے تو ذلیل ہی ہونا ہے اور جس پر تم (تیر کی
طرح) پھینکے جاؤ تو گویا اُس پر ایسا گیر پھینکا گیا جس کا سوا فربھی
شکستہ اور پیکاں بھی ٹوٹا ہوا ہے۔ خدا کی قسم (گھروں کے) صحن
میں تو تم بڑی تعداد میں نظر آتے ہو لیکن جھنڈوں کے نیچے
تھوڑے سے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس چیز سے تمہاری
اصلاح، اور کس چیز سے تمہاری کجروی کردور کیا جاسکتا ہے۔
لیکن میں اپنے نفس کو بگاڑ کر تمہاری اصلاح کرنا نہیں چاہتا۔ خدا
تمہارے چہروں کو بے آبرو کرے اور تمہیں بدنصیب کرے جیسی
تم باطل سے شناسائی رکھتے ہو، ویسی حق سے تمہاری جان پہچان
نہیں اور جتنا حق کو مٹاتے ہو، باطل اُتاتم سے نہیں دبایا جاتا۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ
أَصْحَابِهِ۔
كَمْ أَدَارِيكُمْ كَمَا تُدَارِي الْبَكَارُ الْعَبْدَةَ۔
وَالْيَبَابُ الْمَتَدَاعِيَةُ كُلَّمَا حَيَصَتْ مِنْ
جَانِبٍ تَهْتَكَتْ مِنْ آخَرٍ كَلْبًا أَطْلَ
عَلَيْكُمْ سَنَسِرُ مِنْ مَنَاصِرِ أَهْلِ الشَّامِ أَغْلَقَ
كُلَّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بَابَهُ وَأَنْجَحَرَ أَنْجَحَارَ
الضَّبَّةِ فِي حُجْرِهَا وَالضَّبْعِ فِي
وَحَارِهَا۔ الدَّلِيلُ وَاللَّهِ مَنْ نَصَرْتُ تَمُوتَ۔
وَمَنْ دُمِيَ بِكُمْ فَقَدْ دُمِيَ بِأَفْوَقَ
نَاصِلٍ۔ وَأَنْتُمْ وَاللَّهِ لَكَثِيرٌ فِي الْبَاحَاتِ
قَلِيلٌ تَحْتَ الرِّايَاتِ۔ وَإِنِّي لَعَالِمٌ بِمَا
يُصْلِحُكُمْ وَيَقِيمُ أَوْدَكُمْ وَلَكِنِّي لَا أَرَى
إِصْلَاحَكُمْ بِإِفْسَادِ نَفْسِي۔ أَضَرَّ اللَّهُ
حُدُودَكُمْ۔ وَأَنْعَسَ جُدُودَكُمْ لَا
تَعْرِفُونَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ الْبَاطِلِ۔ وَلَا
تُبْطِلُونَ الْبَاطِلَ كِبَاطِلِكُمُ الْحَقَّ۔

خطبہ ۶۸

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سُحْرَةِ الْيَوْمِ الَّذِي ضُرِبَ فِيهِ -
 مَلَكْتَنِي عَيْنِي وَأَنَا جَالِسٌ فَسَنَخِ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا ذَا الْقِيَتُ مِنْ أُمْتِكَ مِنَ الْأَوْدِ وَاللَّدِ فَقَالَ ادْعُ عَلَيْهِمْ، فَقُلْتُ أَبَدَ لَنِي اللَّهُ بِهِمْ خَيْرًا مِنْهُمْ وَأَبَدَ لَهُمْ بِي شَرًّا لَهُمْ مِنِّْي -
 (يَعْنِي بَالَا دَاوَالَا عَوْجَا ج وَبَا لِلْدَدِ الْخِصَامُ وَهَذَا مِنْ أَفْصَحِ الْكَلَامِ)

آپ نے یہ کلام شبِ ضربت کی سحر کو فرمایا۔ میں بیٹھا ہوا تھا، کہ میری آنکھ لگ گئی۔ اتنے میں رسولِ مصطفیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سامنے جلوہ فرما ہوئے میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ کی امت کے ہاتھوں کیسی کیسی کج رویوں اور دشمنیوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تم اُن کیلئے بد دعا کرو تو میں نے (صرف اتنا) کہا، کہ اللہ مجھے انکے بدلے میں ان سے اچھے لوگ عطا کرے، اور ان کو میرے بدلے میں کوئی بُرا (امیر) دے۔ سید رضی کہتے ہیں کہ اود کے معنی ٹیڑھا اور لدو کے معنی دشمنی و عناد کے ہیں اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔

خطبہ ۶۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِمِّ أَهْلِ الْعِرَاقِ -
 أَمَا بَعْدُ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ فَإِنَّمَا أَنْتُمْ كَأَمْرًاؤُا الْحَامِلِ حَمَلَتْ فَلَمَّا أَتَمَّتْ أَمْلَصَتْ وَمَاتَ قِيمُهَا وَطَالَ تَأْيِيهَا وَوَرِثَهَا أَبْعَدُهَا أَمَا وَاللَّهِ مَا أَتَيْتُكُمْ اخْتِيَارًا وَلَكِنْ جَنْتُ إِلَيْكُمْ سَوْقًا وَلَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تَقُولُونَ عَلَيَّ يَكْذِبُ - قَاتَلَكُمْ اللَّهُ فَعَلَى مَنْ أَكْذَبُ - أَعَلَى اللَّهِ؟ فَإِنَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِهِ - أَمْ عَلَى نَبِيِّهِ؟ فَإِنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ - كَلَّا وَاللَّهِ وَلَكِنَّهَا لَهُجَةٌ غَبِثَتْ عَنْهَا وَلَمْ

اہل عراق کی مہمت میں فرمایا۔
 اے اہل عراق! تم اُس حاملہ عورت کے مانند ہو جو حاملہ ہونے کے بعد جب حمل کے دن پورے کرے، تو مرا ہوا بچہ گرا دے اور اُس کا شوہر بھی مر چکا ہو، اور رنڈا پے کی مدت بھی دراز ہو چکی ہو اور (قریبی نہ ہونے کی وجہ سے) دور کے عزیز ہی اس کے وارث ہوں۔ بخدا میں تمہاری طرف بخوشی نہیں آیا، بلکہ حالات سے مجبور ہو کر آ گیا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ علی کذب بیانی کرتے ہیں۔ خدا تمہیں ہلاک کرے (بتاؤ) میں کس پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔ کیا اللہ پر؟ تو میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں یا اُس کے نبی پر؟ تو میں سب سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا انداز کلام تھا جو تمہارے سمجھنے کا نہ تھا اور نہ تم میں اس کے سمجھنے کی اہلیت تھی۔ خدا تمہیں سمجھے۔ میں

تَكُونُوا مِنْ أَهْلِهَا - وَيَلِيهِ كَيْلًا بَغِيرِ ثَنٍ لَوْ كَانَ لَهُ وَعَاءٌ وَلَتَعْلَسُنَّ نَبَاً بَعْدَ حِينٍ -
 (تو بغیر کسی عوض کے) (علی جواہر ریزے) ناپ ناپ کر دے رہا ہوں۔ کاش کہ ان کے لئے کسی کے ظرف میں سائی ہوتی۔
 (ٹھہرو) کچھ دیر بعد تم بھی اس کی حقیقت کو جان لو گے۔

تحکیم کے بعد جب عراقیوں نے معاویہ کے تابڑ توڑ حملوں کا جواب دینے میں سستی و بددلی کا مظاہرہ کیا، تو اُن کی مذمت و توبیخ کے سلسلے میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صفین کے موقع پر ان کی فریب خوردگی اور جنگ سے دستبرداری کی طرف اشارہ کیا ہے اور اُن کی حالت کو اس عورت سے تشبیہ دی ہے جس میں یہ پانچ وصف ہوں۔ (۱) وہ حاملہ ہو کہ جس سے کوئی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ (۲) مدت حمل پوری کر چکی ہو۔ یعنی تمام کٹھن اور دشوار گزار منزلوں کو طے کر کے فتح و کامرانی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ (۳) از خود حمل کو ساقط کر دیا، یعنی فتح کے قریب پہنچ کر صلح پر اتر آئے، اور دامنِ مراد بھرنے کے بجائے نامرادیوں کو سمیٹ لیا۔ (۴) اس کے رنڈا پے کی مدت دراز ہو۔ یعنی ان کی حالت ایسی ہو گئی جیسے ان کا کوئی سر پرست و نگران نہ ہو اور وہ بے والی و وارث بھٹک رہے ہوں۔ (۵) بیگانے اس کے وارث ہوں یعنی اہل شام ان کے املاک پر قبضہ و تسلط جمارہے ہیں کہ جو ان سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے۔

خطبہ ۷۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَّمَ فِيهَا النَّاسَ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -
 اللَّهُمَّ دَاخِي السَّدْحَوَاتِ - وَدَاعِمِ السُّبُوكَاتِ وَجَابِلِ الْقُلُوبِ عَلَى فِطْرَتِهَا سَقِيهَا وَسَعِيدِهَا اجْعَلْ شَرَّ آئِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِي بَرَكَاتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ - وَالْفَاتِحِ لِمَا أَنْغَلَقَ - وَالْمُعْلِنِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ وَالدَّافِعِ جَيْشَاتِ الْبَاطِلِ وَالدَّمِغِ صَوْلَاتِ الْأَصَالِيلِ - كَمَا حَبَّلَ فَاضْطَلَعَ قَائِمًا بِأَمْرِكَ مُسْتَوْفِرًا فِي

اس میں آپ نے لوگوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجنے کا طریقہ بتایا ہے۔
 اے اللہ! اے فرشِ زمین کے بچھانے والے اور بلند آسمانوں کو (بغیر سہارے کے) روکنے والے دلوں کو اچھی اور بُری فطرت پر پیدا کرنے والے۔ اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے۔ اپنے عباد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے اور بند (دلوں کے) کھولنے والے اور حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے، باطل کی طغیانوں کو دبانے والے، اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے۔ جیسا اُن پر (ذمہ داری کا) بوجھ عائد کیا گیا تھا، اُس کو انہوں نے اٹھایا اور تیری خوشنودیوں کی طرف بڑھنے کے لئے مضبوطی سے جم کر کھڑے ہو گئے۔ نہ آگے بڑھنے سے منہ موڑا، نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔ وہ تیری وحی کے

مَرْضَاتِكَ غَيْرَ نَاكِحٍ عَنْ قُدَمٍ- وَلَا وَائٍ
فِي عَزَمٍ- وَأَعْيَا لَوْ حَيْكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ-
مَا ضِيًّا عَلَى نَفَاذِ أَمْرِكَ- حَتَّى أَوْرَى
قَبَسَ الْقَابِسِ وَأَضَاءَ الطَّرِيقَ لِلْحَابِطِ
هُدًى بِهَ الْقُلُوبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ-
وَأَتَامَ مَوْضِحَاتِ الْأَعْلَامِ وَنَبَرَاتِ
الْأَحْكَامِ- فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ وَخَازِنُ
عَلَيْكَ الْمَخْزُونِ وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ
وَبَعِيَّتُكَ بِالْحَقِّ- وَرَسُولُكَ إِلَى الْخَلْقِ-
اللَّهُمَّ أَفْسَحْ لَهُ مَفْسَحًا فِي ظِلِّكَ وَاجْزِهِ
مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ- اللَّهُمَّ أَعْلِ
عَلَى بِنَاءِ الْبَانِينَ بِنَاءً وَأَكْرِمْ لَدَيْكَ
مَنْزِلَتَهُ- وَأَتِمِّمْ لَهُ نُورًا وَاجْزِهِ مِنْ ابْتِعَاثِكَ
لَهُ مَقْبُولَ الشَّهَادَةِ وَمَرْضَى الْمَقَالَةِ
دَامَتْ طِقَ عَدْلٍ وَخُطَّةٍ فَصْلِ- اللَّهُمَّ اجْمَعْ
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فِي بَرِّ الْعَيْشِ وَقَرَارِ النَّعْمَةِ
وَمَنْى الشَّهَوَاتِ وَأَهْوَاءِ اللَّذَاتِ وَرَحَاءِ
الدَّعَةِ وَمُنْتَهَى الطَّامَنِينَةِ وَتَحْفِ
الْكَرَامَةِ-

خطبہ ۱۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ لِبِرٍّ وَأَبْنِ الْحَكَمِ بِالْبَصْرَةِ-
قَالُوا أَحَدٌ مَرَّ وَأَبْنُ الْحَكَمِ أَسِيرًا
يَوْمًا جَمَلَ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنُ

جمل کے موقع پر جب مروان بن حکم گرفتار کیا گیا، تو
اُن نے حسن اور حسین علیہما السلام سے خواہش کی کہ وہ
امیر المومنین سے اسکی سفارش کریں۔ چنانچہ ان دونوں
حضرات نے امیر المومنین سے اس سلسلہ میں بات

وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَكَلِمًا فِيهِ
فَخَلَّى سَبِيلَهُ فَقَالَ لَهُ يَبَاعُكَ يَا أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَوَلَمْ يَبَايَعْنِي بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ لَا حَاجَةَ
لِي فِي بَيْعَتِهِ إِنَّهَا كَفَتْ، يَهُودِيَّةٌ- لَوْ بَا
يَعْنِي بِكَفِهِ لَغَدَرَ بِسَيِّئِهِ أَمَا إِنَّ لَهُ أَمْرَةً
كَلْعَقَةِ الْكَلْبِ أَنْفَهُ- وَهُوَ أَبُو الْأَكْمَشِ
الْأَرْبَعَةِ وَسَتَلْقَى الْأُمَّةَ مِنْهُ وَمِنْ وَلَدِهِ
يَوْمَ أَحْمَرَ-

۱۔ مروان ابن حکم حضرت عثمان کا بھتیجا اور داماد تھا اور اکبر اجسم اور لمبا قد ہونے کی وجہ سے خبط باطل (باطل کا ڈورا) کے لقب سے
یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ عبدالملک ابن مروان نے جب عمرو ابن سعید اشدق کو قتل کر دیا تو اُس کے بھائی یحییٰ ابن سعید نے کہا۔

غدار تم بعمر و یابنی خبط باطل و مثلکم یبسی البیوت علی الغدار
”اے خبط باطل کی اولاد تم نے عمرو سے غداری کی اور تمہارے ایسے لوگ غداری کی ہی بنیادوں پر اپنے اقتدار کی عمارتیں کھڑی
کیا کرتے ہیں۔“

اس کا باپ ”حکم“ گو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لے آیا تھا مگر اس کے طور طریقے ایسی تھے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے
انتہائی اذیت کا باعث ہوتے تھے۔ چنانچہ پیغمبر نے اس پر اور اس کی اولاد پر لعنت کی، اور فرمایا کہ ”ویل لامتی من صلب ہذا
(اسد الغابہ) یعنی اس کی اولاد کے ہاتھوں میری امت تباہی کے دن دیکھے گی۔“ آخر پیغمبر نے اس کی بڑھتی ہوئی سازشوں کے پیش نظر
اُسے مدینہ سے وادی ون (طائف میں ایک جگہ ہے) کی طرف لٹکوا دیا، اور مروان بھی اُس کے ساتھ چلتا بنا۔ اور پیغمبر نے زندگی بھر
ان دونوں کو مدینہ نہ آنے دیا۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے بھی ایسا ہی کیا لیکن حضرت عثمان نے اپنے عہد میں ان دونوں کو واپس
بلوایا اور مروان کو تو اس عروج پر پہنچا دیا کہ گویا خلافت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے اور پھر اس کے حالات اس طرح سازگار ہوئے
کہ معاویہ ابن یزید کے مرنے کے بعد خلیفہ المسلمین بن گیا۔ لیکن ابھی نومبینہ اٹھارہ دن ہی حکومت کرتے ہوئے گزرے تھے کہ
۳۳ رمضان ۶۵ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں قضائے اس طرح آ گھیرا، کہ اُس کی بیوی اُس کے منہ پر نکیہ رکھ کر بیٹھ گئی اور اُس وقت تک
الگ نہ ہوئی جب تک اس نے دم نہ توڑ دیا۔

اس کے جن چار بیٹوں کے طرف امیر المومنین نے ارشاد کیا ہے، وہ عبدالملک ابن مروان کے چار بیٹے: ولید، سلیمان، یزید اور
ہشام ہیں کہ جو عبدالملک کے بعد یکے بعد دیگرے تخت خلافت پر بیٹھے اور اپنی خونچکاں داستانوں سے صفحات تاریخ رنگیں کر گئے اور

بعض شارحین نے خود اس کے صلی بیٹے مراد لئے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ عبدالملک، عبدالعزیز، بشر اور محمد۔ ان میں سے عبدالملک تو خلیفہ ہو گیا اور عبدالعزیز مصر کا، بشر عراق کا، اور محمد جزیرہ کا والی قرار پایا۔

خطبہ ۷۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمُوا عَلَى بَيْعَةِ عُثْمَانَ - لَقَدْ عَلِمْتُمْ إِنِّي أَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَيْرِي - وَوَاللَّهِ لَا سَلِمْنَ مَا عَلِمْتُ أُمُورَ الْمُسْلِمِينَ وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا جُورٌ إِلَّا عَلَى خَاصَّةِ التَّمَنَّا لَا جُرْذُكَ وَفَضْلِهِ، وَزَهْدًا فِيمَا تَنَافَسْتُمُوهُ مِنْ زُخْرِفِهِ وَزِيرِجِهِ -

جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کا ارادہ کیا، تو آپ نے فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ مجھے اوروں سے زیادہ خلافت کا حق پہنچتا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک مسلمانوں کے امور کا نظم و نسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم و جور کا نشانہ بنتی رہے گی میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا۔ تاکہ (اس صبر پر) اللہ سے اجر و ثواب طلب کروں اور اس زیب و زینت اور آرائش کو ٹھکرا دوں جس پر تم مٹے ہوئے ہو۔

خطبہ ۷۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - لَمَّا بَلَغَهُ أَتْهَامُ بَنِي أُمَيَّةَ لَهُ بِالْمِشَارِكَةِ فِي دَمِ عُثْمَانَ - أَوَلَمْ يَنْهَ أُمَيَّةَ عَلَيْهَا بِي عَنْ قَرْفِي إِيَّامًا وَزَعِ الْجُحَالِ سَابِقَتِي عَنْ تَهْتِي - وَلَمَّا وَعَظَهُمُ اللَّهُ بِهِ أَبْلَغُ مِنْ لِسَانِي أَنَا حَجِيحُ الْمَارِقِينَ وَخَصِيمُ الْبَرَّتَانِ وَعَلَى كِتَابِ اللَّهِ تُعَرِّضُ الْأَمْثَالَ وَبِمَا فِي الصُّدُورِ تُجَازِي الْعِبَادَ -

جب آپ کو معلوم ہوا کہ بنی امیہ قتل عثمان میں شرکت کا الزام آپ پر رکھتے ہیں تو ارشاد فرمایا۔ میرے متعلق سب کچھ جاننے بوجھنے نے بنی امیہ کو مجھ پر انفرادی پر دازیوں سے باز نہیں رکھا۔ اور نہ میری سبقت ایمانی اور دیرینہ اسلامی خدمات نے ان جاہلوں کو اتہام لگانے سے روکا اور جو اللہ نے (کذب وافترا کے متعلق) انہیں پسند و نصیحت کی ہے وہ میرے بیان سے کہیں بلند ہے۔ میں (ان) بے دینوں پر حجت لانے والا اور (دین میں) شک و شبہ کریں والوں کا فریق مخالف ہوں اور قرآن پر پیش ہونا چاہئے۔ تمام مشتبہ باتوں کو اور بندوں کو جیسی ان کی نیت ہوگی ویسا ہی پھل ملے گا۔

خطبہ ۷۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - خُذُوا اس شخص پر رحم کرے، جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا، تو

رَحِمَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ حُكْمًا فَوَعَى - وَدَجَى إِلَى رِشَادٍ فَدَنَا - وَأَخَذَ بِحُجْرَةٍ هَادٍ فَفَنَجَا - رَأَقَبَ رَبَّهُ - وَخَافَ ذَنْبَهُ - قَدَّمَ خَالِصًا وَعَمِلَ صَالِحًا انْكَسَبَ مَدْحُورًا وَاجْتَنَبَ مَحْدُورًا - رَمَى غَرَضًا وَاحْرَزَ عَوْضًا كَابِرَ هَوَاةٍ كَذَبَ مِنْهُ جَعَلَ الصَّبْرَ مُطِيَّةَ نَجَاتِهِ وَالتَّقْوَى عُدَّةَ وَقَاتِهِ رَكِبَ الطَّرِيقَةَ الْغُرَاءَ، وَلَزِمَ الْمَحَجَّةَ الْبَيْضَاءَ اغْتَنَّمَ الْمَهْلَ وَبَادَرَ الْأَجَلَ وَتَزَوَّدَ مِنَ الْعَمَلِ -

اُسے گرہ میں باندھ لیا۔ ہدایت کی طرف اُسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا۔ صحیح راہ پر کا دامن تھام کر نجات پائی۔ اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا، اور گناہوں سے خوف کھایا عمل بے ریا پیش کیا۔ نیک کام کئے ثواب کا ذخیرہ جمع کیا۔ بُری باتوں سے اجتناب برتا۔ صحیح مقصد کو پایا۔ اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ امیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری بنالیا۔ موت کے لئے تقویٰ کا ساز و سامان کیا۔ روشن راہ پر سوار ہوا۔ حق کی شاہراہ پر قدم جمائے۔ زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا۔ موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا زاد ساتھ لیا۔

خطبہ ۷۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - إِنَّ بَنِي أُمَيَّةَ لَيُفَوِّقُونَنِي ثُرَاتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَفْوِيقًا وَاللَّهِ لَنْ بَقِيَتْ لَهُمْ لَا تَفْضَنَهُمْ نَفْضَ اللَّحَامِ الْوُدَامِ التَّرْبَةِ (وَيُرَوِي التَّرَابُ الْوُدْمَةَ وَهُوَ عَلَى الْقَلْبِ) قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيُفَوِّقُونِي أَيْ يَعْطُونَنِي مِنَ الْمَالِ قَلِيلًا كَفَوَاقِ النَّاقَةِ وَهُوَ الْحَبْلَةُ الْوَاحِدَةُ مِنْ لَبَنِهَا وَالْوُدَامُ جَمْعُ وَدْمَةٍ وَهِيَ الْحُرَّةُ مِنَ الْكَرْشِ أَوِ الْكِيدِ تَقَعُ فِي التَّرَابِ فَتُفَضُّ -

بنی امیہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورثہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا، تو انہیں اس طرح جھاڑ پھینکوں گا، جس طرح قصائی خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے سے مٹی جھاڑ دیتا ہے۔ علامہ رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے، الودام التربة خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے کے بجائے التراب الودمه (مٹی جو گوشت کے ٹکڑے میں بھر گئی ہو) آیا ہے۔ یعنی صفت کی جگہ موصوف اور موصوف کی جگہ صفت رکھ دی گئی ہے۔ اور لیفوقنی سے حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ مجھے تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں جس طرح اونٹنی کو ذرا سا دودھ لیا جائے، اور پھر تھنوں کو اُس کے بچے کے منہ سے لگا دیا جائے تاکہ وہ دوسرے جانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اور ودام و دمه کی جمع ہے جس کے معنی اوچھری یا جگر کے ٹکڑے کے ہیں جو مٹی میں گر پڑے، اور پھر مٹی اُس سے جھاڑ دی جائے۔

خطبہ ۷۶

وَمِنْ كَلِمَاتٍ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَدْعُو بِهَا۔
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي۔ فَإِنْ عُدْتُ فَعُدْ عَلَيَّ بِالْمَغْفِرَةِ۔ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا رَأَيْتُ مِنْ نَفْسِي وَلَمْ تَحْدِلْهُ وَقَاءَ عِنْدِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا تَقَرَّبْتُ بِهِ إِلَيْكَ بِلِسَانِي ثُمَّ خَالَفَهُ قَلْبِي۔ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي رَمَزَاتِ الْأَلْحَاطِ وَسَقَطَاتِ الْأَلْفَافِ وَشَهَوَاتِ الْجَنَانِ وَهَفَوَاتِ اللِّسَانِ۔

امیر المومنین علیہ السلام کے دعائیہ کلمات اے اللہ! تو ان چیزوں کو بخش دے، جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف پلٹوں، تو تو اپنے مغفرت کے ساتھ پلٹ۔ بارالہا! جس عمل خیر کے بجالانے کا میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا، مگر تو نے اُسے پورا ہوتے ہوئے نہ پایا، اُسے بھی بخش دے۔

میرے اللہ! زبان سے نکلے ہوئے وہ کلمے جن سے تیرا تقریب چاہتا تھا، مگر دل اُن سے ہموانہ ہو سکا، اُن سے بھی درگزر کر۔ پروردگار! تو آنکھوں کے (طنزیہ) اشاروں اور ناشائستہ کلموں اور دل کی (بُری) خواہشوں اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کر دے۔

خطبہ ۷۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيَعْضُ أَصْحَابِهِ لَمَّا عَزَمَ عَلَى الْمَسِيرِ إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ سِرْتُ فِي هَذَا الْوَقْتِ خَشِيتُ أَنْ لَا تَظْفَرَ بِرَأْدِكَ مِنْ طَرِيقِ عِلْمِ النُّجُومِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اَتَزْعَمُ أَنَّكَ تَهْدِي إِلَى السَّاعَةِ الَّتِي مِنْ سَارِ فِيهَا صُرْفٌ عَنْهُ السُّوءُ وَتُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِي مِنْ سَارِ فِيهَا حَاقٌ بِهِ الضَّرُّ؟ فَمَنْ صَدَّقَ بِهَذَا فَقَدْ كَذَّبَ الْقُرْآنَ وَاسْتَعْنَى عَنِ الْإِسْتِعَانَةِ بِاللَّهِ فِي نَيْلِ السَّحْبُوبِ وَدَفْعِ الْمَكْرُوهِ۔

جب آپ نے جنگِ خوارج کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا، تو ایک شخص نے کہا کہ یا امیر المومنین اگر آپ اس وقت نکلے تو علمِ نجوم کی رو سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران نہیں ہو سکیں گے جس پر آپ نے فرمایا۔

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس گھڑی کا پتہ دیتے ہو کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اس کے لئے کوئی بُرائی نہ ہوگی اور اس لمحے سے خبردار کرتے ہو، کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اُسے نقصان درپیش ہوگا۔ تو جس نے اسے صحیح سمجھا اُس نے قرآن کو جھٹلایا اور مقصد کے پانے اور مصیبت کے دور کرنے میں اللہ کی مدد سے بے نیاز ہو گیا۔ تم اپنی ان باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ جو تمہارے کہے پر عمل کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے گن گائے۔ اس لئے کہ تم نے اپنے خیال میں اُس ساعت کا پتہ دیا، کہ جو اس کے لئے

وَتَبْتَغِي فِي قَوْلِكَ لِلْعَامِلِ بِأَمْرِكَ أَنْ يُؤْلِيكَ الْحَمْدَ دُونَ رَبِّهِ لِأَنَّكَ بَزَعَيْكَ أَنْتَ هَدَيْتَهُ إِلَى السَّاعَةِ الَّتِي نَالَ فِيهَا النِّفْعَ وَأَمِنَ الضَّرَّ (ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ) أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَكُمُّ وَتَعْلَمُ النُّجُومُ إِلَّا مَا يَهْتَدِي بِهِ فِي بَرٍّ أَوْ بَحْرٍ فَإِنَّهَا تَدْعُو إِلَى الْكَهَانَةِ وَالْمُنَجِّمِ كَالْكَاهِنِ وَالْكَاهِنِ كَالسَّاحِرِ وَالسَّاحِرُ كَالْكَافِرِ وَالْكَافِرُ فِي النَّارِ سِيرُوا عَلَى أَسْمِ اللَّهِ۔

فائدہ کا سبب، اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ بنی۔ (پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا) اے لوگو! نجوم کے سیکھنے سے پرہیز کرو، مگر اتنا کہ جس سے فکلی اور تری میں راستے معلوم کر سکو۔ اس لئے کہ نجوم کا سیکھنا کھانت اور غیب گوئی کی طرف لے جاتا ہے اور منجم حکم میں مثل کاہن کے ہے، اور کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر مثل کافر کے ہے اور کافر کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ بس اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہو۔

جب امیر المومنین نے خوارج کی شورشوں کو دبانے کے لئے نہروان کا ارادہ کیا، تو عقیف ابن قیس نے آپ سے عرض کیا کہ یہ ساعت اچھی نہیں ہے۔ اگر آپ اس وقت روانہ ہوئے تو فتح و ظفر مندی کے بجائے شکست و ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ مگر حضرت نے اس کی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور نتیجہ میں خوارج کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ اُن کے چار ہزار جنگجوؤں میں سے صرف نو آدمی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے، اور باقی کا صفایا ہو گیا۔

امیر المومنین نے نجوم کے غلط و نادرست ہونے پر تین طرح سے استدلال فرمایا ہے۔ پہلے یہ کہ اگر منجم کی باتوں کو درست مان لیا جائے، تو قرآن کو جھٹلانا پڑے گا۔ کیونکہ منجم ستاروں کو دیکھ کر غیب میں چھپی ہوئی چیزوں کے جاننے کا دعا کرتا ہے، اور قرآن یہ کہتا ہے کہ۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْءٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

آسمان و زمین کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا، سوائے اللہ کے۔

دوسرے یہ کہ وہ اپنے زعم ناقص میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ مستقبل کے حالات سے مطلع ہو کر اپنے نفع و نقصان کو جان سکتا ہے، تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اُس سے مدد چاہنے میں اپنے کو بے نیاز سمجھے گا اور یہ اللہ سے بے اعتنائی اور اس کے مقابلہ میں خود اعتمادی ایک طرح کا زندقہ و الحاد ہے جو اللہ سے اُس کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی مقصد میں کامیاب ہوگا تو اس کا میابی کو اپنے علم کا نتیجہ قرار دے گا۔ جس سے وہ اللہ کے بجائے خود اپنے نفس کو سراہے گا اور اس سلسلہ میں جن کی راہنمائی کرے گا، اُن سے بھی یہی چاہے گا کہ وہ اللہ کے شکر گزار ہونے کے بجائے اس کے شکر گزار ہوں۔ یہ تمام چیزیں فنِ نجوم ہیں اس حد تک مداخلت سے نہیں روکتیں جس حد تک نجوم کی تاثیر کو منجانب اللہ دواؤں کے طبعی اثر کے قیبل سے مانا جائے۔ جس میں قدرت الہی پھر بھی موانع پیدا کر کے سب راہ ہو سکتی ہے۔ ہمارے اکثر علماء اسلام جو علمِ نجوم میں مہارت حاصل کئے ہوئے تھے، وہ اُسی بناء پر صحیح ہے کہ وہ اس کے نتائج کو قطعی نہ سمجھتے تھے۔

خطبہ ۷۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ حَرْبِ الْجَمَلِ فِي ذِمِّ النِّسَاءِ - مَعَاشِرَ النَّاسِ إِنَّ النِّسَاءَ نَوَاقِصُ الْإِنْسَانِ نَوَاقِصُ الْحُطُوطِ نَوَاقِصُ الْعُقُولِ فَمَا نُقْصَانُ إِيْسَانِهِنَّ فَقَعُودُهُنَّ عَنِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ فِي أَيَّامِ حَيْضِهِنَّ وَآمَّا نُقْصَانُ عَقُولِهِنَّ فَشَهَادَةُ أَمْرَاتَيْنِ كَشَهَادَةِ الرَّجُلِ الْوَاحِدِ وَآمَّا نُقْصَانُ حُطُوطِهِنَّ فَمَوَارِيثُهُنَّ عَلَى الْإِنْصَافِ مِنْ مَوَارِيثِ الرِّجَالِ فَاتَّقُوا شَرَّاءَ النِّسَاءِ - وَكُونُوا مِنْ حِيَارِهِنَّ عَلَى حَدَرٍ وَلَا تُطِيعُوهُنَّ فِي الْمَعْرُوفِ حَتَّى لَا يَطْبَعَنَّ فِي الْمُنْكَرِ -

جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں کی مذمت میں فرمایا۔

اے لوگو! عورتیں ایمان میں ناقص حصوں میں ناقص اور عقل میں ناقص ہوتی ہیں۔ نقص ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ ایام کے دور میں نماز اور روزہ انہیں چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور ناقص العقل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے۔ اور حصہ و نصیب میں کمی یوں ہے کہ میراث میں ان کا حصہ مردوں سے آدھا ہوتا ہے۔ بُری عورتوں سے ڈرو، اور اچھی عورتوں سے بھی چوکنا رہا کرو۔ تم ان کی اچھی باتیں بھی نہ مانو تا کہ آگے بڑھ کر وہ بُری باتوں کے منوانے پر اتر آئیں۔

یہ خطبہ جنگ جمل کی تباہ کاریوں کے بعد ارشاد فرمایا اور چونکہ اس جنگ کی ہلاکت آفرینیاں ایک عورت کے حکم پر آنکھ بند کر کے چل پڑنے کا نتیجہ تھیں۔ اس لئے اس میں ان کے فطری نقص اور ان کے وجہ و اسباب کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ان کی پہلی کمزوری یہ ہے کہ انہیں ہر مہینہ میں چند دنوں کے لئے نماز روزہ سے دستبردار ہونا پڑتا ہے اور یہ اعمال سے علیحدگی ان کے ایمان کے نقص کی دلیل ہے۔ اگرچہ ایمان کے حقیقی معنی تصدیق قلبی و اعتقاد باطنی کے ہیں۔ مگر بطور مجاز عمل و کردار پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چونکہ اعمال ایمان کا آئینہ ہوتے ہیں، لہذا اعمال کو بھی ایمان کا جزو قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام علی ابن موسیٰ الرضا سے مروی ہے کہ۔

ان الایسان هو التصديق بالقلب ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور اعضا سے عمل والاقرار باللسان والعقل بالأركان کرنے کا نام ہے۔

دوسری کمزوری یہ ہے کہ ان کے فطری استعداد عقلی تصرفات کو پورے طور سے قبول کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ لہذا ان کے میدان عمل کی وسعت ہی کے لحاظ سے فطرت نے ان کو قوائے عقلیہ دیئے ہیں۔ جو حمل ولادت، رضاعت، تربیت اولاد اور امور خانہ داری میں

ان کی راہنمائی کر سکیں اور اسی ذہنی و عقلی کمزوری کی بناء پر ان کی گواہی کو مرد کی گواہی کا درجہ نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتْنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشَّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ

اپنے مردوں میں سے جنہیں تم گواہی کے لئے پسند کرو دو مردوں کی گواہی لیا کرو، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اگر ایک بھول جائے گی تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے گی۔

تیسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصہ میراث سے نصف ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْوِثْقَةِ لِلْأُنثَيْنِ

خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا۔

اس سے عورت کی کمزوری کا پتہ یوں چلتا ہے کہ میراث میں اس کا حصہ نصف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کفالت کا بار مرد پر ہوتا ہے۔ تو جب مرد کی حیثیت ایک کفیل و نگران کی قرار پائی، تو نگرانی و سرپرستی کی محتاج صنف اپنی کمزوری کی خود آئینہ دار ہوگی۔

ان کی فطری کمزوریوں کی طرف اشارہ کرنے کے بعد ان کی اندھا دھند پیروی اور غلط اطاعت کے مفاسد کا ذکر کرتے ہیں کہ بُری بات تو خیر بُری ہوتی ہی ہے اگر وہ کسی اچھی بات کے لئے بھی کہیں، تو اسے اس طرح انجام نہیں دینا چاہئے کہ انہیں یہ خیال ہونے لگے کہ یہ ان کی خاطر اور رضا جوئی کے لئے بجالائی گئی ہے۔ بلکہ اس طرح کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اس اچھے کام کو اس کے اچھا ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ اس میں ان کی خواہش و رضامندی کا کوئی دخل نہیں ہے اور اگر ان کو یہ وہم بھی ہو گیا کہ اس میں ان کی خوشنودی کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو وہ ہاتھ پکڑتے ہوئے پہنچ پکڑنے پر اتر آئیں گی اور یہ چاہئے لگیں گی کہ ان کی بُری بات سے بُری بات کے آگے سر جھکایا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ تباہی و بربادی ہوگا۔ امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد کے متعلق علامہ محمد عبدہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

ولقد قال الامام قولاً صدقته التجارب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ فی الاحقاب المتطاولة۔ طویل صدیوں کے تجربے اسکی تصدیق کرتے ہیں۔

خطبہ ۷۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اے لوگو! امیدوں کو کم کرنا نعمتوں پر شکر ادا کرنا، اور حرام چیزوں سے دامن بچانا ہی زہد و ورع ہے۔ اگر (دامن الشکر عند النعم۔ والوراع عند الحرام۔ فَإِنْ عَزَبَ ذَلِكَ عَنْكُمْ فَلَا يَغْلِبُ الْحَرَامُ صَبْرَكُمْ۔ وَلَا تَنْسُوا عِنْدَ النِّعَمِ شُكْرَكُمْ فَقَدْ أَعَدَّ اللَّهُ إِلَيْكُمْ

امید کو سمیٹنا) تمہارے لئے مشکل ہو جائے تو اتنا تو ہو کہ حرام تمہارے صبر و شکیب پر غالب نہ آجائے، اور نعمتوں کے وقت شکر کو بھول نہ جاؤ۔ خداوند عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں

بِحَجَجٍ مُسْفَرَةٍ ظَاهِرَةٍ وَكُتِبَ بَارِذَةً
الْعُدَرِ وَأُضْحَتْ

خطبہ ۸۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صِفَةِ الدُّنْيَا
مَا أَصِفُ مِنْ دَارٍ أَوْلَاهَا عَنَاءٌ وَأَعْرَهَا فَنَاءٌ
فِي جَلَالِهَا حِسَابٌ وَفِي حَرَامِهَا عِقَابٌ
مَنْ اسْتَغْنَى فِيهَا فِتْنٌ وَمَنْ افْتَقَرَ فِيهَا
حَزْنٌ وَمَنْ سَاعَاهَا فَاتَتْهُ وَمَنْ قَعَدَ
عَنْهَا وَاتَتْهُ وَمَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ
(اَقُولُ وَإِذَا تَامَلَ التَّمَامِلُ قَوْلَهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ مَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَرَتَهُ وَجَدَ
تَحْتَهُ مِنَ الْمَعْنَى الْعَجِيبِ وَالْغَرَضِ
الْبَعِيدِ مَا لَا يُبْلَغُ غَايَتُهُ وَلَا يُدْرَكُ
غَوْرُهُ وَلَا سَمِيًّا إِذَا قَرَنَ إِلَيْهِ قَوْلُهُ: وَمَنْ
أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ فَإِنَّهُ يَجِدُ الْفَرْقَ
بَيْنَ أَبْصَرِ بِهَا أَبْصَرَ إِلَيْهَا وَأَصْحَا نَبِيرًا
وَعَجِيبًا بَاهِرًا)

میں اس دار دنیا کی حالت کیا بیان کروں کہ جس کی ابتداء رنج اور انتہا فنا ہو۔ جس کے حلال میں حساب اور حرام میں سزا و عقاب ہو۔ یہاں کوئی غنی ہو تو فتنوں سے واسطہ، اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے جو دنیا کے لئے سعی و کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اُس کی دنیوی آرزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں۔ اور جو کوششوں سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے دنیا خود ہی اُس سے سازگار ہو جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کی عبرتوں کو آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہے تو وہ اُس کی آنکھوں کو روشن و بینا کر دیتی ہے، اور جو صرف دنیا ہی پر نظر رکھتا ہے تو وہ اُسے کور و نابینا بنا دیتی ہے۔

(علامہ رضی کہتے ہیں کہ اگر کوئی غور و فکر کرنے والا، حضرت کے اس ارشاد ”مَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَرَتَهُ“ جو اس دنیا کو عبرت حاصل کرنے کے لئے دیکھے، تو وہ اس میں عجیب و غریب معنی اور گہرے مطالب پائے گا کہ نہ اس کی انتہا تک پہنچے اور نہ اس کے گہراؤ تک رسائی ہو سکتی ہے۔ خصوصاً اُس کے ساتھ یہ جملہ و مَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ اور جو صرف دنیا کو دیکھتا ہے، تو وہ اس سے آنکھوں کی روشنی چھین لیتی ہے“ بھی ملایا جائے تو ابصر بھا اور ابصر الیہا میں واضح فرق محسوس کرے گا۔ اور حیرت سے اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی)۔

۱۔ ”دنیا کی ابتدا مشقت اور انتہا ہلاکت ہے۔“ یہ جملہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے جسے قرآن نے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ (ہم نے انسان کو تعب و مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے) کی لفظوں میں پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کے دور حیات کی کروٹیں شکم مادر کی تنکائیوں سے لے کر فضائے عالم کی وسعتوں تک کہیں بھی سکون و قرار سے ہم کنار نہیں ہوتیں۔ جب زندگی سے آشنا ہوتا ہے، تو وہ اپنے کو ایک ایسے تیرہ و تار زندان میں جکڑا ہوا پاتا ہے کہ جہاں نہ ہاتھ پیروں کو جنبش دے سکتا ہے، اور نہ پہلو بدل سکتا ہے اور جب ان جکڑ بند یوں سے چھٹکارا پا کر دنیا میں آتا ہے تو مختلف صعوبتوں کے دور سے اسے گزرنا پڑتا

ہے۔ ابتدا میں نہ زبان سے بول سکتا ہے کہ اپنے دکھ درد کو بیان کر سکے، اور نہ اعضاء و جوارح وسکت رکھتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ صرف اس کی دہی ہوئی سسکیاں اور اشکوں کی روانیاں ہی اس کی ضرورت کا اظہار اور اس کے رنج و قلق کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس دور کے گزرنے کے بعد جب تعلیم و تربیت کی منزل میں قدم رکھتا ہے، تو بات بات پر ڈانٹ ڈانٹ کی آوازیں اس کا خیر مقدم کرتی ہیں۔ ہر وقت خوفزدہ اور سہا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جب اس دور و مگویت سے نجات پاتا ہے تو اہل و عیال کی بندشوں اور معاش کی فکر میں گھر جاتا ہے۔ جہاں کبھی ہم پیشہ رقیبوں سے چپقلش، کبھی دشمنوں سے ٹکراؤں سے ٹکراؤ، کبھی حادثات زمانہ کا مقابلہ، کبھی بیماریوں کا حملہ، اور کبھی اولاد کا صدمہ اُسے درپیش رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپا لاچار یوں اور بے بسیوں کے پیغام لے کر آ پچھتا ہے اور آخر دل میں حسرت و اندوہ لئے ہوئے اس جہان فانی کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔

پھر اس دنیا کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی حلال چیزوں میں حساب کی موشگافیاں اور حرام چیزوں میں عقاب کی سختیاں ہیں جس سے خوشگوار لذتیں بھی اس کے کام و دہن میں تلخی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر اس دنیا میں مال و دولت کی فراوانی ہو تو انسان ایک ایسے چکر میں پڑ جاتا ہے کہ جس سے راحت و سکون کو کھو بیٹھا ہے اور اگر تنگدستی و ناداری ہو تو دولت کے غم میں گھلا جاتا ہے اور جو اس دنیا کے لئے تنگ و دو میں لگا رہتا ہے اس کی آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ایک اُمید بر آتی ہے، تو دوسری آرزو کو پورا کرنے کی ہوس دامن گیر ہو جاتی ہے۔ اس دنیا کی مثال سایہ کی طرح ہے کہ اگر اُس کے پیچھے دوڑو تو وہ آگے بھاگتا ہے، اور اگر اس سے دامن چھڑا کر پیچھے بھاگو تو وہ پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ یوں ہی جو اس دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتا، تو وہ اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو حرص و ہوس کے پھندوں کو توڑ کر بے جا دنیا طلبی سے دشت کش ہو جاتا ہے۔ دنیا سے بھی حاصل ہوتی ہے اور اُس سے محروم نہیں کر دیا جاتا۔ لہذا جو شخص دنیا کی سطح سے بلند ہو کر دنیا کو دیکھے اور اس کے احوال و واردات سے عبرت حاصل کرے، اور اس کی نیونگیوں اور بولمونیوں سے صانع عالم کی قدرت، اور تدبیر و حکمت و رأفت اور اُس کی ربوبیت کا پتہ لگائے، تو اُس کی آنکھیں روشن و بینا ہو جائیں گی اور جو شخص صرف دنیا کی رنگینیوں میں گھویا رہتا ہے اور اُس کی آرائشوں پر مر مٹتا ہے تو وہ دیدہ دل کی روشنی کھول کر اُس کی اندھیاریوں ہی میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسی لئے قدرت نے ایسی نظروں سے دنیا کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَاهُ أَزْوَاجًا
فَمِنْهُمْ ذُرِّيَّةٌ حَيَّةٌ وَتِلْكَ الدُّنْيَا لَبِثَتْهُمْ فِيهِ
ہے تاکہ ان کو اس سے آزمائیں۔ تم اس متاع دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔

خطبہ ۸۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَتُسَمَّى بِالْغُرَاءِ وَهِيَ مِنَ الْخُطَبِ الْعَجِيبَةِ
الْحَسَنُ لِلَّهِ الَّذِي عَلَّاهُ حَوْلُهُ وَدَنَّا
اس خطبہ کا نام خطبہ غراء ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کے عجیب و غریب خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔
تمام حمد اُس اللہ کیلئے ہے جو اپنی طاقت کے اعتبار سے بلند، اپنی

بَطُولِهِ۔ مَانِحِ كُلِّ غَنِيمَةٍ وَفَضْلٍ۔ وَ
كَاشِفِ كُلِّ عَظِيمَةٍ وَأَذِلِّ أَحْمَدَهُ عَلَى
عَوَاطِفِ كَرَمِهِ وَسَوَابِغِ نِعَمِهِ۔ وَأَوْمِنُ
بِهِ أَوْلًا بِأَدْيَا۔ وَأَسْتَهْدِيهِ قَرِيبًا هَادِيًا۔
وَأَسْتَعِينُهُ قَاهِرًا قَادِرًا۔ وَآتُو كُلَّ عَلَيْهِ
كَافِيًا نَاصِرًا۔ وَأَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔
أَرْسَلَهُ لِإِنْفَازِ أَمْرِهِ وَإِنْهَاءِ عُدْرِهِ، وَ
تَقْدِيمِ نُدْرِهِ۔

أَوْصِيَكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ الَّتِي
ضَرَبَ لَكُمْ الْأَمْثَالَ وَوَقَّتَ لَكُمْ الْأَجَلَ۔
وَالْبَسَكُمْ الرِّيشَ وَأَرْفَعَ لَكُمْ الْمَعَاشَ
وَإَحَاطَكُمْ بِالْأَحْصَاءِ وَأَرَصَدَ لَكُمْ
الْجَزَاءَ۔ وَآثَرَكُمْ بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ وَالرِّفْدِ
الرَّوَافِغِ۔ وَانذَرَكُمْ بِالْجَحِيمِ الْبَوَالِغِ۔
وَإَحْصَاكُمْ عَدَدًا۔ وَوَضَفَ لَكُمْ مَدَدًا
فِي قَرَارِ خَيْرَةٍ وَدَارِ عِبَرَةٍ أَنْتُمْ
مُخْتَبِرُونَ فِيهَا وَلَا مُحَاسِبُونَ عَلَيْهَا
فَإِنَّ الدُّنْيَا رَفِيقٌ مَشْرَبُهَا رَدْعٌ مَشْرَعُهَا۔
يُؤْنِقُ مَنْ ظَرَهَا وَيُؤَبِّقُ مَخْبِرُهَا۔ غُرُورٌ
حَائِلٌ۔ وَضُوءٌ أَيْلٌ وَظِلٌّ۔ وَسِنَادٌ
مَائِلٌ حَتَّى إِذَا أُنْسَ نَافِرُهَا۔ وَأَطْبَانٌ
نَاكِرُهَا قَبِصَتْ بِأَرْجُلِهَا۔ وَقَنْصَتْ
بِأَحْبِلِهَا۔ وَأَقْصَدَتْ بِأَسْهَبِهَا وَأَعْلَقَتْ
الْمَرْءَ أَوْهَاقَ السِّنِيَةِ قَائِدَةً لَهُ إِلَى ضَنْكِ

بخشش کے لحاظ سے قریب ہے۔ ہر نفع و زیادتی کا عطا کرنے والا، اور ہر مصیبت و ابتلا کا دور کرنے والا ہے۔ میں اُس کے کرم کی نوازشوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بناء پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ چونکہ وہ اول و ظاہر ہے اور اس سے ہدایت چاہتا ہوں۔ چونکہ وہ قریب تر اور ہادی ہے اور اُس سے مدد چاہتا ہوں، چونکہ وہ قادر و توانا ہے اور اُس پر بھروسہ کرتا ہوں، چونکہ وہ ہر طرح کی کفایت و اعانت کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عبد و رسول ہیں۔ جنہیں احکام کے نفاذ اور حجت کے اتمام اور عبرت ناک واقعات پیش کرنے پہلے سے متنبہ کر دینے کے لئے بھیجا۔

خدا کے بندو! میں تمہیں اُس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہارے (سمجھانے کے) لئے مثالیں پیش کیں اور تمہاری زندگی کے اوقات مقرر کئے۔ تمہیں (مختلف) لباسوں سے ڈھانپا اور تمہارے رزق کا سامان فراواں کیا۔ اُس نے تمہارا پورا جائزہ لے رکھا ہے اور تمہارے لئے جزا مقرر کی ہے اور تمہیں اپنی وسیع نعمتوں اور فراخ عطیوں سے نوازا اور موثر دلیلوں سے تمہیں متنبہ کر دیا ہے۔ وہ ایک ایک کر کے تمہیں گن چکا ہے اور اس مقام آزمائش و محنت میں اُس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں۔ اس میں تمہاری آزمائش ہے اور اس کی درآمد و برآمد پر تمہارا حساب ہوگا۔ اُس دنیا کا گھاٹ گندلا اور سیراب ہونے کی جگہ کیچڑ سے بھری ہوئی ہے۔ اس کا ظاہر خوشنما، اور باطن تباہ کن ہے۔ یہ ایک مٹ جانے والا دھوکا، غروب ہو جانے والی روشنی، ڈھل جانے والا سایہ اور جھکا ہوا ستون ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا اس سے دل لگا لیتا ہے اور اجنبی اس سے مطمئن ہو جاتا ہے تو یہ اپنے پیروں کو اٹھا کر زمین پر دے مارتی ہے اور اپنے جال میں پھانس لیتی ہے۔ اور اپنے تیروں کا نشانہ بنالیتی ہے اور اُس کے گلے میں

الْمَضْجَعِ۔ وَوَحْشَتِهِ الْمَرْجِعِ۔ وَمُعَايِنَةِ
الْبَحْلِ وَثَوَابِ الْعَمَلِ وَكَذَلِكَ الْخَلْفُ
يَعْقِبُ السَّلَفَ لَا تُقْلِعُ النِّيَّةَ اخْتِرَامًا
وَلَا يَرْعَوِي الْبَاقُونَ اخْتِرَامًا۔ يُحْتَدُونَ
مِثَالًا وَيَمْضُونَ أَرْسَالًا إِلَى غَايَةِ
الْإِنْتِهَاءِ وَصَيُورِ الْفَنَاءِ حَتَّى إِذَا
تَصَرَّمَتِ الْأُمُورُ وَتَقْضَتِ الدُّهُورُ
وَأَزَفَ النُّشُورُ أَخْرَجَهُمْ مِنْ ضَبَرِ آثَرِ
الْقُبُورِ وَأَوْكَارِ الطُّيُورِ۔ وَأَرْجِرَةَ
السَّبَاعِ۔ وَمَطَارِحِ الْمَهَالِكِ سِرَاعًا إِلَى
أَمْرِهِ۔ مُهْطِعِينَ إِلَى مَعَادِهِ۔ رَعِيلًا
صُوتًا قِيَامًا صُفُوفًا يَنْفِذُهُمُ الْبَصَرُ وَ
بُسَيْعُهُمُ الدَّاعِي۔ عَلَيْهِمْ لُبُوسُ
الْإِسْتِكَانَةِ۔ وَضُرْعُ الْإِسْتِسْلَامِ
وَالدَّلِيلَةِ۔ قَدْ ضَلَّتِ الْحِيَالُ۔ وَأَنْقَطَعَ
الْأَمَلُ وَهَوَاتِ الْأَفْسَدَةُ كَاطِمَةُ۔
وَحْشَتِ الْأَصَوَاتِ مُهَيَّبَةُ وَالْجَمِ
الْعَرَقُ وَعَظْمُ الشَّفَقِ وَأَرْعِدَتِ
الْأَسْبَاعُ لِبَرْقَةِ الدَّعَى إِلَى فَضْلِ
الْخِطَابِ وَمُقَايِصَةِ الْجَزَاءِ وَنَكَا
الْعِقَابِ۔ وَنَوَالِ الثَّوَابِ۔ عِبَادُ
مَخْلُوقُونَ إِقْتِدَارًا۔ وَمَرْبُوبُونَ
اِقْتِسَارًا وَمَقْبُوضُونَ احْتِضَارًا۔
وَمُضْنُونَ أَجْدَادًا۔ وَكَائِنُونَ رُفَاتًا

موت کا پھندا ڈال کر تنگ و تار قبر اور وحشت ناک منزل تک لے جاتی ہے کہ جہاں سے وہ اپنا ٹھکانا (جنت یا دوزخ) دیکھ لے، اور اپنے کئے کا نتیجہ پالے۔ بعد میں آنے والوں کی حالت بھی انگوں کی سی ہے۔ نہ موت کاٹ چھانٹ سے منہ موڑتی ہے اور نہ باقی رہنے والے گناہ سے باز آتے ہیں۔ باہم ایک دوسرے کے طور طریقوں کی پیروی کرتے ہیں اور یکے بعد دیگرے مقام فنا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تمام معاملات ختم ہو جائیں گے، اور دنیا کی عمر تمام ہو جائے گی اور قیامت کا ہنگامہ آجائے گا۔ تو اللہ سب کو قبر کے گوشوں، پرندوں کے گھونسلوں، درندوں کے بھٹوں اور ہلاکت گاہوں سے نکالے گا۔ گروہ درگروہ، صامت و ساکت، ایستادہ وصف بستہ امر الہی کی طرف بڑھتے ہوئے اور اپنی جائے بازگشت کی جانب دوڑتے ہوئے، نگاہ قدرت ان پر حاوی اور پکارنے والے کی آواز ان سب کے کان میں آتی ہوئی ہوگی۔ وہ ضعف و بے چارگی کا لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور تجز و بے کسی کی وجہ سے ذلت ان پر چھائی ہوئی ہوگی۔ حیلے اور ترکیبیں غائب، اور امیدیں منقطع ہو چکی ہوں گی۔ دل مایوسانہ خاموشیوں کیساتھ بیٹھتے ہوں گے۔ آوازیں دب کر خاموش ہو جائیں گی۔ پسینہ منہ میں پھندا ڈال دے گا۔ وحشت بڑھ جائے گی اور جب انہیں آخری فیصلہ سنانے، عملوں کا معاوضہ دینے، اور عذاب و عقوبت اور اجر و ثواب کے لئے بلایا جائے گا تو پکارنے والے کی گرجدار آواز سے کان لرز اٹھیں گے۔ یہ بندے اُس کے اقتدار کا ثبوت دینے کے لئے وجود میں آئے ہیں، اور غلبہ و تسلط کے ساتھ ان کی تربیت ہوئی ہے۔ نزاع کے وقت ان کی روحمیں قبض کر لی جاتی ہیں اور قبروں میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ (جہاں) یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور (پھر) قبروں سے اکیلے اٹھائے جائیں گے اور عملوں کے مطابق جزا پائیں گے اور سب کو الگ الگ

وَمَبْعُوثُونَ أَفْرَادًا - وَمَدِينُونَ جَزَاءً
وَمُمَيَّزُونَ حِسَابًا - قَدْ أَمْهَلُوا فِي طَلَبِ
الْمَخْرَجِ وَهَدُّوا سَبِيلَ الْمُنْهَجِ - وَعَبَّرُوا
أَمْهَلَ الْمُسْتَعْتَبِ وَكُشِفَتْ عَنْهُمْ سُدُفُ
الرَّيْبِ وَخُلُّوا لِبُضَائِرِ الْجِيَادِ - وَرَوِيَّةُ
الْأَرْتِيَادِ وَأَنَاءُ الْمُقْتَبِسِ الْمُرْتَادِ فِي مَدَّةِ
الْأَجَلِ وَمُضْطَرَبِ الْبَهْلِ - فَيَالِهَا أَمْثَلًا
صَائِبَةً - وَمَوَاعِظَ شَافِيَةً لَوْ صَادَقَتْ
قُلُوبًا زَاكِيَةً - وَأَسَاعَا رَاعِيَةً - وَارَاءَ
عَازِمَةٍ وَالْبَابِ حَازِمَةٍ - فَاتَّقُوا اللَّهَ تَقِيَّةً
مِّنْ وَسِيمٍ فَخْشَعٍ وَاقْتَرَفَ فَاتَرَفَ
وَوَجَلَ فَعِيلَ وَحَازَ رَفَارَكَ وَآيَقَنَ
فَاحْسَنَ وَعَبَّرَ فَاغْتَبَرَ - وَحُدِّرَ فَازْدَجَرَ
وَإَحَابَ فَنَابَ - وَرَجَعَ فَتَابَ، وَقَتَدَى
فَاحْتَدَى - وَارَى فَرَأَى فَاسْرَعَ طَالِبًا
وَنَجَاهَارِبًا فَافَادَ ذَخِيرَةً طَالِبًا
وَنَجَاهَارِبًا فَافَادَ ذَخِيرَةً وَأَطَابَ
سَرِيرَةً - وَعَمَّرَ مَعَادًا -
وَأَسْتَظْهَرَ زَادًا - لِيَوْمِ رَحِيلِهِ - وَوَجَّهَ
سَبِيلَهُ - وَحَالَ حَاجَتِهِ - وَمَوْطِنَ فَاقَتِهِ
وَقَدَّمَ أَمَامَهُ لِدَارِ مَقَامِهِ - فَاتَّقُوا اللَّهَ
عِبَادَ اللَّهِ جَهَةً مَا خَلَقَكُمْ لَهُ - وَاحْدَرُوا
مِنْهُ كُنْهَ مَا حَدَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ
وَاسْتَحِقُّوا مِنْهُ مَا أَعَدَّ لَكُمْ

حساب دینا ہوگا۔ انہیں دنیا میں رہتے ہوئے گلو خلاصی کا موقع
دیا گیا تھا، اور سیدھا راستہ بھی دکھایا جا چکا تھا، اور اللہ کی
خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مہلت بھی دی گئی تھی شک و
شبہات کی تاریکیاں ان سے دور کر دی گئی تھیں اور اس مدت
حیات و آماجگاہ عمل میں انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ آخرت
میں دوڑ لگانے کی تیاری، اور سوچ بچار سے مقصد کی تلاش
کر لیں اور اتنی مہلت پائیں، جتنی فوائد کے حاصل کرنے اور
اپنی آئندہ منزل کا سامان کرنے کیلئے ضروری ہے۔ یہ کتنی ہی
صحیح مثالیں اور شفاء بخش نصیحتیں ہیں۔ بشرطیکہ انہیں پاکیزہ دل
اور سننے والے کان اور مضبوط راہیں اور ہوشیار عقلیں نصیب
ہوں۔ اللہ سے ڈرو، اس شخص کے مانند جس نے نصیحت کی
باتوں کو سنا تو جھک گیا۔ گناہ کیا تو اس کا اعتراف کیا ڈرا، تو اچھے
اعمال بجالایا۔ عبرتیں دلانی گئیں تو اس نے عبرت حاصل کی اور
خوف دلایا گیا تو برائیوں سے رک گیا اور (اللہ کی پکار) پر لبیک
کہی، تو پھر اس کی طرف رخ موڑ لیا اور اس کی طرف توبہ و
انابت کیساتھ متوجہ ہوا (انگوں کی) پوری پوری پیروی کی اور حق
کے دکھائے جانے پر اسے دیکھ لیا۔ ایسا شخص طلب حق کے لئے
سرگرم عمل رہا اور (دنیا کے بندھنوں) سے چھوٹ کو بھاگ کھڑا
ہوا۔ اُس نے اپنے لئے ذخیرہ فراہم کیا اور باطن کو پاک
وصاف رکھا، اور آخرت کا گھر آباد کر لیا۔ سفر آخرت اور اُس کی
راہ نور دی کے لئے اور احتیاج کے مواقع، اور فقر و فاقہ کے
مقامات کے پیش نظر اُس نے زاد اپنے ہمراہ بار کر لیا ہے۔ اللہ
کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض و غایت کے پیش نظر اُس
سے ڈرتے رہو، اور جس حد تک اُس نے تمہیں ڈرایا ہے اُس
حد تک اُس سے خوف کھاتے رہو، اور اس سے اس کے سچے
وعدے کا ایفاء چاہتے ہوئے اور ہول قیامت سے ڈرتے
ہوئے اُن چیزوں کا استحقاق پیدا کرو، جو اُس نے تمہارے لئے
مہیا کر رکھی ہیں۔ اسی خطبہ میں کے یہ بھی الفاظ ہیں۔ اُس نے

بِالتَّنَجُّزِ لِمَصْدِقِ مِّيعَادِهِ وَالْحَدِّ مِنْ
هَوْلِ مَعَادِهِ۔

وَمِنْهَا جَعَلَ لَكُمْ أَسَاعًا لِّتَعْمَرَ مَاعِنَاهَا۔
وَأَبْصَارًا لِّتَجْلُو عَنْ عَشَاهَا وَأَشْلَاءَ
جَامِعَةٍ لَا عَصَائِلَهَا۔ مُلْكِيَّةٌ لَا حُنَائِلَهَا فِي
تَرْكِيْبِ صُورِهَا وَمُدَّةٌ عَمَرُهَا بِأَبْدَانِ
قَائِمَةٍ بِأَرْفَاقِهَا وَقُلُوبٍ رَّاِذِلَةٍ لَا رِزَاقِهَا
فِي مُجَلِّلاتِ نَعِيمِهِ وَمَوْجِبَاتِ مَنِيهِ۔
وَحَوَاجِرِ عَافِيَّتِهِ۔ وَقَدَّرَ لَكُمْ أَعْمَارًا
سَتَرَهَا عَنْكُمْ وَخَلَفَ لَكُمْ عِبْرًا مِنْ أَثَارِ
الْمَاضِيْنَ قَبْلَكُمْ مِنْ مُسْتَمْتِعِ خَلَاقِهِمْ
وَمُسْتَفْسَحِ خَنَاقِهِمْ الْهَقَّتُهُمُ النَّيَا دُونَ
الْأَمَالِ وَشَدَّ بَهُمْ عَنْهَا تَحْرُومُ الْآجَالِ۔
لَمْ يَسْهَدُوا فِي سَلَامَةِ الْآبْدَانِ۔ فَهَلْ
يَنْتَظِرُ أَهْلُ بَضَائِصِ الشَّبَابِ إِلَّا حَوَافِي
الْهَرَمِ۔ وَأَهْلُ غَضَارَةِ الصِّحَّةِ إِلَّا نَوَازِلَ
السَّقَمِ۔ وَأَهْلُ مُدَّةِ الْبَقَاءِ إِلَّا آوَنَةَ
الْفَنَاءِ مَعَ قُرْبِ الزَّيَالِ وَأَذْوَفِ الْإِنْتِقَالِ
وَعَلَزِ الْقَلْقِ وَالْمِ الْمَضْضِ وَغُصَصِ
الْبَحْرَضِ۔ وَتَلَفَّتِ الْإِسْتِعَاثَةُ بِنَصْرَةِ
وَالْقَرْنَاءِ۔ فَهَلْ دَفَعَتِ الْآقَارِبُ
أَوْ نَفَعَتِ النَّوَاجِبُ وَقَدْ غَوَّرَ فِي مَحَلَّةِ
الْأَمْوَاتِ رَهِيْنًا۔ وَفِي ضَيْقِ الْمَضْجَعِ
وَحِيدًا۔ قَدْ هَتَكَتِ الْهَوَامُّ جِلْدَتَهُ وَ

تمہارے لئے کان بنائے تاکہ ضروری اور اہم چیزوں کو سن کر
محفوظ رکھیں، اور اُس نے تمہیں آنکھیں دی ہیں تاکہ وہ کوری و
بے بصری سے نکل کر روشن وضایا بیوں اور جسم کے مختلف حصے
جن میں سے ہر ایک میں بہت سے اعضاء ہیں جن کے بیچ و خم
اُن کی مناسبت سے ہیں اپنی صورتوں کی ترکیب اور عمر کی مدتوں
کے تناسب کے ساتھ ساتھ ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنے
ضروریات کو پورا کر رہے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ ہیں جو
اپنی غذائے روحانی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ علاوہ دیگر
بڑی نعمتوں اور احسان مند بنانے والی بخششوں اور سلامتی کے
حصاروں کے اور اس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں جنہیں تم
سے مخفی رکھا ہے اور گزشتہ لوگوں کے حالات و واقعات سے
تمہارے لئے عبرت اندوزی کے مواقع باقی رکھ چھوڑے
ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنے حظ و نصیب سے لذت اندوز تھے اور
کھلے بندوں آزاد پھرتے تھے کس طرح امیدوں کے بر آنے
سے پہلے موت نے انہیں جالیا اور عمر کے ہاتھ نے انہیں اُن
امیدوں سے دور کر دیا۔ اُس وقت انہوں نے سامان نہ کیا کہ
جب بدن تندرست تھے، اور اُس وقت عبرت و نصیحت حاصل نہ
کی کہ جب جوانی کا دور تھا۔ کیا یہ بھرپور جوانی والے کمر جھکا
دینے والے بڑھاپے کے منتظر ہیں اور صحت کی تروتازگی والے
ٹوٹ پڑنے والی بیماریوں کے انتظار میں ہیں اور یہ زندگی
والے فنا کی گھڑیاں دیکھ رہے ہیں؟ جب چل چلاؤ کا ہنگامہ
نزدیک اور کوچ قریب ہوگا اور (بستر مرگ پر) قلق و اضطراب
کی بے قراریاں اور سوز و تش کی بے چینیایاں، اور لعاب دہن
کے پھندے ہوں گے اور عزیز و اقارب اور اولاد و احباب سے
مدد کے لئے فریاد کرتے ہوئے ادھر ادھر کروٹیں بدلنے کا وقت
آ گیا ہوگا، تو کیا قریبیوں نے موت کو روک لیا، یا رونے والیوں
کے (رونے نے) کچھ فائدہ پہنچایا۔ اُسے تو قبرستان میں قبر
کے ایک تنگ گوشے کے اندر جکڑ باندھ کر اکیلا چھوڑ دیا گیا

اَبَلَّتِ النَّوَاهِكُ جَدَّتَهُ۔ وَعَفَّتِ
الْعَوَاصِفُ آثَارَهُ۔ وَمَحَا الْحَدَثَانِ
مَعَالِيَهُ وَصَارَتْ الْاَجْسَادُ شَجِبَةً بَعْدَ
بَضْطِهَا وَالْعِظَامُ نَحْرَةً
بَعْدَ قُوَّتِهَا وَالْاَرَوَاحُ مُرْتَهَنَةٌ بِثِقَلِ
اَعْبَانِهَا مُوقِنَةٌ بِغَيْبِ اَنْبِيَائِهَا لَا تُسْتَزَادُ
مِنْ صَالِحِ عَمَلِهَا وَلَا تُسْتَعْتَبُ مِنْ
سَيِّئِ ذَلِيلِهَا اَوْلَسْتُمْ اَنْبَاءَ الْقَوْمِ وَالْاَبَاءِ
وَإِخْوَانَهُمْ وَالْاَقْرَبَاءِ تَحْتَدُونَ
اَمِثْلَتَهُمْ۔ وَتَرْكِبُونَ قِدَاتَهُمْ وَتَطْأُونَ
جَادَتَهُمْ فَالْقُلُوبُ قَاسِيَةٌ عَنْ
حِظِّهَا۔ لَا هِيَّةَ عَنْ رُشْدِهَا سَالِكَةٌ فِي
غَيْرِ مَضَارِهَا۔ كَأَنَّ الْبَغْيَ سِوَاهَا
وَكَأَنَّ الرُّشْدَ فِي إِحْرَازِ دُنْيَاهَا۔
وَأَعْلَمُوا أَنَّ مَجَازَ كُمْ عَلَى الصِّرَاطِ
وَمَزَالِيقِ دَحْصِهِ۔ وَأَهَا وَيْلَ ذَلِيلِهِ۔
وَتَارَاتِ اَهْوَالِهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ عِبَادَ اللَّهِ
بِقِيَّةٍ ذِي لَبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ قَلْبَهُ۔
وَأَنْصَبَ الْخَوْفُ بَدَنَهُ وَأَسْهَرَ التَّهَجُّدُ
غِرَارَ نَوْمِهِ وَأَظْلَمَاءَ الرَّجَاءِ هُوَ أَجْرُ يَوْمِهِ
وَذَلْفَ الزُّهْدِ شَهْوَاتِهِ، وَأَرْجَفَ الدُّكْرُ
بِلِسَانِهِ وَقَدَّمَ الْخَوْفَ لَأَمَانِهِ وَتَنَكَّبَ
الْمَخَالِجَ عَنْ وَضَحِ السَّبِيلِ، وَسَلَكَ
أَقْصَدَ الْمَسَالِكِ إِلَى النِّهَجِ

ہے۔ سانپ اور بچھوؤں نے اُس کی جلد کی چھلنی کر دیا ہے اور
(وہاں کی) پامالیوں نے اس کی تروتازگی کو فنا کر دیا ہے۔
آندھیوں نے اس کے آثار مٹا ڈالے اور حادثات نے اس کے
نشانات تک محو کر دیئے۔ تروتازہ جسم لاغر و پژمرده ہو گئے۔
ہڈیاں گل سرگیں اور روئیں (گناہ کے) بارگراں کے نیچے دبی
پڑی ہیں اور غیب کی خبروں پر یقین کر چکی ہیں لیکن ان کے لئے
اب نہ اچھے عملوں میں اضافہ کی صورت اور نہ بد اعمالیوں سے
توبہ کی کچھ گنجائش ہے۔ کیا تم انہی مرکنے والوں کے بیٹے، باپ
، بھائی اور قریبی نہیں ہو۔ آخر تمہیں بھی تو ہو بھوانہی کے سے
حالات کا سامنا کرنا اور انہی کی راہ پر چلنا ہے، اور انہی کی
شاہراہ پر گزرنا ہے۔ مگر دل اب بھی حظ و سعادت سے بے
رغبت، اور ہدایت سے بے پرواہیں اور غلط میدان میں جا رہے
ہیں۔ گویا ان کے علاوہ کوئی اور مرد و مخاطب ہے، اور گویا ان
کے لئے دنیا سمیٹ لینا ہی صحیح راستہ ہے۔ یاد رکھو کہ تمہیں گزرنا
ہے صراط پر اور وہاں کی ایسی جگہوں پر جہاں قدم لڑکھڑانے
لگتے ہیں، اور پیڑ پھسل جاتے ہیں، اور قدم قدم پر خوف و دہشت
کے خطرات ہیں۔ اللہ سے اس طرح ڈرو، جس طرح وہ مرد
زیرک و دانا ڈرتا ہے کہ جس کے دل کو (عقبی کی) سوچ
بچانے اور چیزوں سے غافل کر دیا ہو، اور خوف نے اس کے
بدن کو تعجب و کلفت میں ڈال دیا ہو، اور نماز شب نے اس کی
تھوڑی بہت نیند کو بھی بیداری سے بدل دیا ہو اور امید ثواب
میں اس کے دل کی تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزرتی ہوں
اور زہد و ورع نے اس کی خواہشوں کو روک دیا ہو، اور ذکر الہی
سے اُس کی زبان ہر وقت حرکت میں ہو۔ خطروں کے آنے
سے پہلے اُس نے خوف کھایا ہو، اور کئی پچھے راہوں سے بچتا ہوا
سیدی راہ پر ہولیا ہو، نہ خوش فریبیوں نے اس میں بیچ و تاب پیدا
کیا ہو، اور نہ مشتبہ باتوں نے اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہو
بشارت کی خوشیوں اور نعمت کی آسائشوں کو پا کر میٹھی نیند سوتا

الْمَطْلُوبُ، وَلَمْ تَفْتَحْهُ فَاتِلَاتِ الْغُرُورِ
وَلَمْ تَعْمَ عَلَيْهِ مُشْتَبِهَاتُ الْأُمُورِ۔
ظَافِرًا بِفَرَحِ الْبُشْرَى وَرَاحَةِ النُّعْمَى
فِي أَنْعَمِ نَوْمِهِ وَأَمِنْ يَوْمِيَّةٍ۔ قَدْ
عَبَّرَ مَعْبَرِ الْعَاجِلَةِ سَعِيدًا وَبَادِرَ مَنْ
دَجَلٍ۔ وَأَكْشَشَ فِي مَهَلٍ وَرَغَبٍ فِي
طَلَبٍ وَذَهَبَ عَنْ هَرَبٍ وَرَاقَبَ فِي
يَوْمِهِ غَدَهُ وَنَظَرَ قَدَمًا أَمَامَهُ فَكَفَى
بِالْجَنَّةِ ثَوَابًا وَنَوَالًا۔ وَكَفَى بِالنَّارِ
عِقَابًا وَوَبَالًا۔ وَكَفَى بِاللَّهِ مُنْتَقِمًا وَ
نَصِيرًا وَكَفَى بِالْكِتَابِ حَاجِبًا
وَحَصِيمًا۔ أَوْصِيَكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ الَّتِي
أَعْدَرَ بِمَا أُنْذَرَ۔ وَأَحْتَجَّ بِمَا نَهَى۔
وَحَدَّرَكُمْ عَدُوَّ أَنْفَدَ فِي الصُّدُورِ
خَفِيًّا وَنَفَثَ فِي الْأَذَانِ نَجِيًّا فَاضِلٌ
وَأَرْدَى وَوَعَدَ فَمَنِّي، وَزَيَّنَ سَيِّئَاتِ
الْجَرَائِمِ۔ وَهُوَ مُوَبِّقَاتِ الْعِظَائِمِ۔
حَتَّى إِذَا اسْتَدْرَجَ قَرِينَتَهُ وَاسْتَغْلَقَ
رَهِيْنَتَهُ أَنْكَرَ مَا زَيَّنَ وَاسْتَعْظَمَ مَا هَوَّنَ
وَحَدَّرَ مَا أَمَّنَ۔

ہے اور امن چین سے دن گزارتا ہے۔ وہ دنیا کی عبور گاہ سے قابل
تعریف سیرت کے ساتھ گزر گیا، اور آخرت کی منزل پر سعادتوں
کے ساتھ پہنچا۔ (وہاں کے) خطروں کے پیش نظر اُس نے
نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا اور اچھائیوں کیلئے اس وقفہ حیات
میں تیز گام چلا۔ طلب آخرت میں اجتماعی و رغبت کے ذریعے
عذر تراشی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی، اور سیدھی راہ دکھا کر حجت
تمام کر دی ہے اور تمہیں اُس دشمن سے ہوشیار کر دیا ہے جو چپکے
سے سینوں میں نفوذ کر جاتا ہے اور کاننا پھوسی کرتے ہوئے کانوں
میں پھونک دیتا ہے۔ چنانچہ وہ گمراہ کر کے تباہ و برباد کر دیتا ہے
اور وعدے کر کے طفل تسلیوں سے ڈھارس بندھائے رکھتا ہے۔
(پہلے تو) بڑے سے بڑے جرموں کو سنوار کر سامنے لاتا ہے اور
بڑے سے بڑے مہک گناہوں کو ہلکا اور سبک کر کے دکھاتا ہے اور
جب بہکائے ہوئے نفس کو گمراہی کے ڈھولے پر لگا دیتا ہے اور
اُسے اپنے پھندوں میں اچھی طرح جکڑ لیتا ہے تو جسے سبایا تھا
اُس کو برا کہنے لگتا ہے، اور جسے ہلکا اور سبک دکھایا تھا اُس کی سے
بڑھتا گیا اور برائیوں سے بھاگتا رہا اور آج کے دن کل کا خیال
رکھا اور پہلے سے اپنے آگے کی ضرورتوں پر نظر رکھی۔ بخشش و عطا
کیلئے جنت اور عقاب و عذاب کیلئے دوزخ سے بڑھ کر کیا ہوگا،
اور انتقام لینے اور مدد کرنے کیلئے اللہ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے،
اور سند و حجت بن کر اپنے خلاف سامنے آنے کیلئے قرآن سے
بڑھ کر کیا ہے؟ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔
جس نے ڈرانے والی چیزوں گراں باری و اہمیت بتاتا ہے، اور جس
سے مطمئن اور بے خوف کیا تھا اُس سے ڈرانے لگتا ہے۔

(اسی خطبے کا ایک جز یہ ہے کہ جس میں انسان کی
پیدائش کا بیان ہے)۔

یا پھر اُسے دیکھو، جسے (اللہ نے) ماں کے پیٹ کی اندھیاریوں
اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا جو ایک (جراثیم
حیات) سے چھلکتا ہوا نطفہ اور بے شکل و صورت کا نمند

وَوَلِيدًا وَيَافِعًا۔ ثُمَّ مَنَحَهُ قَلْبًا حَافِظًا
وَلِسَانًا لَا فِظًا۔ وَبَصَرًا لَا حِظًا۔ لِيَفْهَمَ
مُعْتَبِرًا وَيُقَصِّرَ مَزْدَجِرًا۔ حَتَّىٰ إِذَا قَامَ
اعْتَدَالُهُ وَاسْتَوَىٰ مِثَالُهُ نَفَرَ
مُسْتَكْبِرًا وَخَبَطَ سَادِرًا۔ مَا تَحَافِي
غَرِبَ هَوَاهُ، كَادَحًا سَعْيًا لِدُنْيَاهُ فِي
لَذَاتِ طَوْبِهِ، وَبَدَوَاتِ أَرْبِهِ لَا
يَحْتَسِبُ رِزْيَةً وَلَا يَخْشَعُ تَقِيَّةً فَمَاتَ
فِي فِتْنَتِهِ غَرِيرًا، وَعَاشَ فِي هَفْوَتِهِ
يَسِيرًا لَمْ يَفِدْ عَوْضًا۔ وَلَمْ يَقْضِ
مُقْتَرَضًا۔ دَهَبَتْهُ نَجَعَاتُ النِّيَّةِ فِي
غَيْرِ جَمَاحِهِ وَسَنَنِ مِرَاجِهِ۔ فَظَلَّ سَادِرًا
وَبَاتَ سَاهِرًا۔ فِي غَمَرَاتِ الْأَلَامِ۔
وَطَوَارِقِ الْأَوْجَاعِ وَالْأَسْقَامِ بَيْنَ آخِ
شَقِيقٍ وَوَالِدٍ شَفِيقٍ۔ وَدَاعِيَةِ الْوَيْلِ
جَزَعًا۔ وَلَا دِمَّةٍ لِلصَّدْرِ قَلَقًا۔ وَالْأَرْءِ فِي
سَكْرَةِ مُلْهِيةٍ۔ وَغَمْرَةِ كَارِيةٍ
وَأَنَّةٍ مُرْجَعَةٍ۔ فِي جَزْبَةٍ مُكْرِبَةٍ۔ وَسَوْقَةٍ
مُتَعَبَةٍ ثُمَّ أَدْرَجَ فِي أَكْفَانِهِ مُبْلِسًا،
وَجَذِبَ مُنْقَادًا سَلَسًا ثُمَّ الْقَىٰ عَلَى
الْأَعْوَادِ۔ رَجِيعَ وَصَبٍ وَنَضْوٍ سَقَمٍ
تَحْبِيلُهُ حَفْدَةَ الْوُلْدَانِ وَحَشْدَةَ
الْأَحْوَانِ إِلَىٰ دَارِ غُرْبَتِهِ وَمُنْقَطَعِ
ذَوْدَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا نَصَرَ

خون تھا۔ (پھر انسان خط وخال کے سانچے میں ڈھل کر) جنین
بنا اور (پھر) طفل شیر خوار اور (پھر حد رضاعت سے نکل کر)
طفل (نوجو) اور (پھر) پورا پورا جوان ہوا۔ اللہ نے اُسے
نگہداشت کرنے والا دل اور بولنے والی زبان اور دیکھنے والی
آنکھیں دیں تاکہ عبرت حاصل کرتے ہوئے کچھ سمجھ بوجھ
اور نصیحت کا اثر لیتے ہوئے برائیوں سے باز رہے مگر ہوا یہ کہ وہ
جب اس (کے اعضاء) میں توازن اور اعتدال پیدا ہو گیا اور
اُس کا قد و قامت اپنی بلندی پر پہنچ گیا تو غرور و سرستی میں آ کر
(ہدایت سے) بھڑک اٹھا، اور اندھا دھند بھٹکنے لگا۔ اس طرح
کہ رندی و ہوس ناک کے ڈول بھر بھر کے کھینچ رہا تھا اور نشاط و
طرف کی کیفیتوں اور ہوس بازی کی تمناؤں کو پورا کرنے میں
جان کھپائے ہوئے تھا۔ نہ کسی مصیبت کو خاطر میں لاتا تھا، نہ کسی
ڈر اندیشے کا اثر لیتا تھا۔ آخر انہی شوریدگیوں میں غافل و
مدہوش حالت میں مر گیا اور جو تھوڑی بہت زندگی تھی اُسے
بیہودگیوں میں گزرا گیا۔ نہ ثواب کمایا نہ کوئی فریضہ پورا کیا۔
ابھی وہ باقی ماندہ سرکشیوں کی راہ ہی میں تھا کہ موت لانے والی
بیماریاں اُس پر ٹوٹ پڑیں اور وہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا اور اُس
نے رات اندوہ و مصیبت کی کلفتوں اور درد و آلام کی تخیلوں میں
جاگتے ہوئے اس طرح گزرا دی کہ وہ ہتھیتی بھائی، مہربان
باپ، بے چینی سے فریاد کرنے والی ماں اور بے قراری سے سینہ
کوٹنے والی بہن کے سامنے سکرات کی مدہوشیوں اور سخت
بدحواسیوں اور درد ناک چیخوں اور سانس اکھڑنے کی بے
چینیوں اور نزع کی در ماندہ کردینے والی شدتوں میں پڑا ہوا
تھا۔ پھر اُسے کفن میں نامرادی کے عالم میں لپیٹ دیا گیا، اور وہ
بڑے چپکے سے بلا مزاحمت دوسروں کی نقل و حرکت کا پابند رہا۔
پھر اُسے تختے پر ڈالا گیا۔ اس عالم میں کہ وہ محنت و مشقت سے
خشہ حال اور بیماریوں کے سبب سے نڈھال ہو چکا تھا۔ اُسے
سہارا دینے والے نوجوانوں اور تعاون کرنے والے بھائیوں

السَّيِّئِ وَرَجَعَ الْمَتَفَجِّعُ أَقْعَدَ فِي
حُفْرَتِهِ نَجِيًّا لِبَهْتَةِ السُّؤَالِ وَعَثْرَةِ
الْأَمْتِحَانِ وَأَعْظَمَ مَا هُنَالِكَ بَلِيَّةَ نَزْوُلِ
الْحَيِّمِ وَتَصْلِيَةِ الْجَحِيمِ وَفَوْرَاتِ
السَّعِيرِ وَسَوْرَاتِ الزَّفِيرِ۔ لَا فِتْرَةَ
مَرِيحَةٍ۔ وَلَا دَعَا مَرِيحَةٍ۔ وَلَا قُوَّةَ
حَاجِزَةٍ۔ وَلَا مَوْتَةَ نَاجِزَةٍ وَلَا سِنَةَ
مُسْلِيَةٍ بَيْنَ أَطْوَارِ الْمَوْتَاتِ وَعَذَابِ
السَّاعَاتِ إِنَّا بِاللَّهِ عَائِدُونَ۔ عِبَادَ اللَّهِ
أَيُّنَ الَّذِينَ غَيْرُوا فَتَعَبُوا وَعَلِمُوا فَفَهَمُوا
وَانْظُرُوا فَلَهُوا۔ وَسَلَمُوا فَتَنَسُوا أُمَهُلُوا
طَوِيلًا۔ وَمِنْحُوا جَمِيلًا وَحَدَّرُوا إِلِيمًا۔
وَوَعَدُوا حَسِيمًا احْدَرُوا الدُّنُوبَ
النُّورَ طَةَ وَالْعُيُوبَ الْمُسْخِطَةَ۔

أُولَى الْأَبْصَارِ وَالْأَسْمَاعِ وَالْعَافِيَةِ
وَالنَّعَاجِ۔ هَلْ مِنْ مَنَاصٍ أَوْ خَلَاصٍ؟
أَوْ مَعَادٍ أَوْ مَلَاذٍ؟ أَوْ فِرَارٍ أَوْ مَحَارٍ أَمْ لَا
فَأَنْتَى تَوْفُكُونَ أَمْ أَيْنَ تُصْرَفُونَ؟ أَمْ
بِسَادَا تَغْتَرُونَ وَأَنْمَا حَطَّ أَحَدُكُمْ مِنْ
الْأَرْضِ ذَاتِ الطُّولِ وَالْعَرْضِ۔ قِيدُ
قَدِّهِ مُتَعَقِّرًا عَلَى حَدِّهِ الْآنَ، عِبَادَ اللَّهِ
وَالْخَنَاقُ مُهْمِلٌ وَالرُّوحُ مُرْسَلٌ فِي فَيْنَةٍ
الْأَرْشَادِ وَرَاحَةِ الْإِحْسَادِ وَبَاحَةِ
الْإِحْتِشَادِ وَمَهْلِ الْبَقِيَّةِ۔ وَأَنْفِ السَّيِّئَةِ

نے کا نہ ہادے کر پردیس کے گھر تک پہنچا دیا کہ جہاں میل و
ملاقات کے سارے سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں اور جب مشالیت
کرنے والے اور مصیبت زدہ (عزیز و اقارب) پلٹ آئے، تو
اُسے قبر کے گڑھے میں اٹھا کر بٹھا دیا گیا۔ فرشتوں سے سوال و
جواب کے واسطے سوال کی دہشتوں اور امتحان کی ٹھوکریں
کھانے کے لئے اور پھر وہاں کی سب سے بڑی آفت کھولتے
ہوئے پانی کی مہمانی اور جہنم میں داخل ہونا ہے اور دوزخ کی
لپٹیں، اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تیزیاں ہیں نہ اس میں
راحت کے لئے کوئی وقفہ ہے اور نہ سکون و راحت کے لئے کچھ
دیر کے لئے بچاؤ۔ نہ روکنے والی کوئی قوت ہے، اور نہ اب
سکون دینے والی موت، نہ تکلیف کو بھلا دینے کے لئے نیند،
بلکہ وہ ہر وقت قسم قسم کی موتوں اور گھڑی گھڑی کی (نت نئے)
عذابوں میں ہوگا۔ ہم اللہ ہی سے پناہ کے خواستگار ہیں۔

اللہ کے بندو! وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں عمریں دی گئیں تو وہ
نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہے، اور انہیں بتایا گیا تو وہ
سب کچھ سمجھ گئے اور وقت دیا گیا تو انہوں نے وقت غفلت میں
گزار دیا، اور صحیح و سالم رکھے گئے تو اس نعمت کو بھول گئے۔
انہیں لمبی مہلت دی گئی تھی، اچھی اچھی چیزیں بھی انہیں بخشی گئی
تھیں، درد ناک عذاب سے انہیں ڈرایا بھی گیا تھا اور بڑی
چیزوں کے اُن سے وعدے بھی کئے گئے تھے۔ (تو اب تم ہی)
درطہ ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں اور اللہ کو ناراض کرنے
والی خطاؤں سے بچتے رہو۔

اے چشم و گوش رکھنے والو! اے صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی
کوئی جگہ یا چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے؟ یا کوئی پناہ گاہ یا
ٹھکانا ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں بھٹک رہے ہو، اور کدھر کا رخ
کیے ہوئے ہو یا کن چیزوں کے فریب میں آ گئے ہو؟ حالانکہ
اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے قد
بھر کا کلزا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بل پڑا

کے ساتھ محسوس ہونا ہے تو در صورتیکہ ایک انسان دوسرے انسان کو گل چکا ہوگا اور ایک کے اجزائے بدن دوسرے کے اجزائے بدن بن چکے ہوں گے، تو ان دونوں کو انہی کے اجزائے بدن کے ساتھ کیوں کر پلانا ناممکن ہوگا۔ جبکہ اس سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی کا رونما ہونا ضروری ہے۔

اس کا جواب متکلمین نے یہ دیا ہے کہ ہر بدن میں کچھ اجزاء اصلی ہوتے ہیں، اور کچھ اجزاء غیر اصلی۔ اصلی اجزاء ابتدائے عمر سے آخر عمر تک قائم و برقرار رہتے ہیں اور ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور حشر و نشر کا تعلق انہی اصلی اجزاء سے ہے کہ جن کے پلانا لینے سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی پیدا نہ ہوگی۔

خطبہ ۸۲

عمر و ابن عاص کے بارے میں۔

نا بے کے بیٹے پر حیرت ہے کہ وہ میرے بارے میں اہل شام سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ مجھ میں مسخرہ پن پایا جاتا ہے اور میں کھیل و تفریح میں پڑا رہتا ہوں۔ اُس نے غلط کہا اور کہہ کر گنہگار ہوا۔ یاد رکھو کہ بدترین قول وہ ہے جو جھوٹ ہو، اور وہ خود بات کرتا ہے، تو جھوٹی اور وعدہ کرتا ہے تو اُس کے خلاف کرتا ہے۔ مانگتا ہے تو لپٹ جاتا ہے، اور خود اس سے مانگا جائے تو اُس میں بخل کر جاتا ہے۔ وہ پیاں شکنی اور قطع رحمی کرتا ہے اور جنگ کے موقع پر بڑی شان سے بڑھ بڑھ کر ڈانٹتا اور حکم چلاتا ہے مگر اُسی وقت تک کہ تلواریں اپنی جگہ پر زور نہ پکڑ لیں اور جب ایسا وقت آتا ہے، تو اُس کی بڑی چال یہ ہوتی ہے کہ اپنے حریف کے سامنے عریاں ہو جائے۔ خدا کی قسم! مجھے تو موت کی یاد نے کھیل کود سے باز رکھا ہے اور اُسے عافیت فراموشی نے بچ بولنے سے روک دیا ہے۔ اُس نے معاویہ کی بیعت یوں ہی نہیں کی، بلکہ پہلے اس سے یہ شرط منوالی کہ اُسے اسکے بدلے میں صلہ دینا ہوگا، اور دین کے چھوڑنے پر ایک ہدیہ پیش کرنا ہوگا

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِكْرِ
عَبْرٍ وَابْنِ الْعَاصِ: عَجَبًا لِابْنِ النَّابِغَةِ
يَزْعُمُ لِأَهْلِ الشَّامِ أَنَّ فِي دُعَابَةٍ وَأَنِّي
أَمْرُوٌّ تَلْعَابَةٌ أَعَافِسُ وَأَمَارِسُ لَقَدْ قَالَ
بَاطِلًا وَنَطَقَ أَثِمًا۔

أَمَّا وَشَرُّ الْقَوْلِ الْكَذِبُ إِنَّهُ لَيَقُولُ
فِي كَذِبٍ۔ وَيَعِدُ فَيُخْلِفُ۔ وَيَسْأَلُ
فَيُلْحِفُ وَيَسْأَلُ فَيُبْخَلُ۔ وَيَخُونُ الْعَهْدَ
وَيَقْطَعُ الْأَلَّ فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْحَرْبِ فَأَيُّ
ذَاجِرٍ وَأَمْرٍ هُوَ۔ مَا لَمْ تَأْخُذِ السُّيُوفُ مَا
خَدَّهَا فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ كَانَ أَكْبَرُ مَلِكَيْهِ أَنْ
يَمْنَحَ الْقِرْمَ سَيْتَهُ أَمَّا وَاللَّهِ إِنِّي لَيَسْتَعْنِي
مِنَ اللَّعِبِ ذِكْرُ الْمَوْتِ وَإِنَّهُ لَيَسْتَعْنِي مِنْ
قَوْلِ الْحَقِّ نِسْيَانُ الْأَخِرَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَبَايِعْ
مُعَاوِيَةَ حَتَّى شَرَطَ لَهُ أَنْ يُؤْتِيَهُ أَتِيَّةً
وَيَرَضَّخَ لَهُ عَلَى تَرْكِ الدِّينِ رَضِيخَةً۔

۱۔ ”فاتح مصر“ عمر و ابن عاص نے اپنی عریانی کو سپر بنا کر جو انمردی دکھائی تھی، اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ

ہوگا۔ یہ ابھی غنیمت ہے خدا کے بندو، جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا ہے، اور روح بھی آزاد ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی راحت و مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقایا مہلت، اور از سر نو اختیار سے کام لینے کے مواقع، اور توبہ کی گنجائش اور اطمینان کی حالت میں قبل اس کے کہ تنگی و ضیق میں پڑ جائے اور خوف و اَلَم اس پر چھا جائے اور قبل اس کے کہ موت آ جائے اور قادر و غالب کی گرفت اُسے جکڑ لے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے یہ خطبہ فرمایا، تو بدن لرزنے لگے، روٹنے لگے ہو گئے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اور دل کانپ اٹھے۔ بعض لوگ اس خطبہ کو خطبہ غرا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

۱۔ خداوند عالم نے ہر جاندار کو قدرتی لباس سے آراستہ کیا ہے جو سردی اور گرمی میں اس کے لئے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے چنانچہ کی کو پروں میں ڈھانپ رکھا ہے، اور کسی کو اونی لبادے اڑھادیے ہیں۔ مگر انسان شعور کی بلندی اور اس کی شرم و حیا کا جو ہر دوسری مخلوقات سے امتیاز چاہتا ہے۔ لہذا اس کے امتیاز کو برقرار رکھنے کے لئے اسے تن پوشی کے طریقے بتائے گئے۔ اسی فطری تقاضے کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت آدمؑ کے بدن سے لباس اترا لیا گیا، تو انہوں نے جنت کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کر لی جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَ
طَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذَرْبِ الْجَنَّةِ
جب ان دونوں نے اس درخت (کے پھل) کو کھلھا تو ان کے لباس اُتر گئے، اور بہشت کے پتوں کو جوڑ کر اپنے اوپر ڈھانپنے لگے۔

یہ اس عتاب کا نتیجہ تھا، جو ترک اولیٰ کی وجہ سے ہوا تھا۔ تو جب لباس کا اترا وانا عتاب کا اظہار ہے تو اس کا پہنانا لطف و احسان ہوگا اور یہ چونکہ انسان کے لئے مخصوص ہے، اس لئے خصوصیت سے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۲۔ مقصد یہ ہے کہ خداوند عالم تمام مرنے والوں کو محسوس کرے گا۔ خواہ وہ درندوں کا لقمہ، اور گوشت خور پرندوں کی غذا، بن کر ان کے جزو بدن ہو چکے ہوں۔ اس سے ان حکماء کی رو مقصود ہے کہ جو المعدوم (اعادہ معدوم محال ہے) کی بناء پر معاد جسمانی کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز فنا ہو کر معدوم ہو جائے، وہ بعینہ دوبارہ پلٹ نہیں سکتی۔ لہذا کائنات کے مٹ جانے کے بعد کسی چیز کا دوبارہ پلٹ کر آنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ عقیدہ درست نہیں کیونکہ اجزاء کا منتشر و پریشاں ہو جانا ان کا نابود ہو جانا نہیں ہے کہ ان کے دوبارہ ترکیب پا کر یک جا ہونے کو اعادہ معدوم سے تعبیر کیا جائے۔ بلکہ متفرق و پراگندہ اجزاء کسی نہ کسی شکل و صورت میں موجود رہتے ہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں یہ اعتراض کچھ وزن رکھتا ہے کہ جب ہر شخص کو بعینہ اپنے اجزاء

جب میدان صفین میں امیر المومنین علیہ السلام سے اور اس سے ٹھہڑ ہوئی تو اُس نے تلوار کی زد سے بچنے کے لئے اپنے کو برہنہ کر دیا۔ امیر المومنین نے اس کی اس ذلیل حرکت کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور اُس کی جان بخش دی۔

عرب کے شاعر فرزدق نے اس کے متعلق کہا ہے۔

لَا خَيْرَ فِى دَفْعِ الْاِذَى بِمِثْلِهِ كَمَا رَدَّ هَايُو مَابَسُوَاتِهِ عَمْرُو

”کسی ذلیل حرکت کے ذریعہ گزند کو دور کرنے میں کوئی خوبی نہیں۔ جس طرح عمرو نے ایک دن برہنہ ہو کر اپنے سے گزند کو دور کیا۔“

عمرو کو اس قسم کی گھٹیا حرکتوں میں بھی اجتہاد فکر نصیب نہ تھا، بلکہ ان میں بھی دوسروں ہی کا مقلد تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ حرکت کی تھی، وہ طلحہ ابن ابی طلحہ تھا جس نے احد کے میدان میں امیر المومنین کے سامنے برہنہ ہو کر اپنی جان بچائی تھی، اور اُسی نے دوسروں کو بھی یہ راستہ دکھایا تھا۔ چنانچہ عمرو کے علاوہ بصر بن ابی ارطاة نے بھی حضرت کی تلوار کی زد پر آ کر یہی حرکت کی۔ اور جب یہ کارناما دکھانے کے بعد معاویہ کے پاس گیا تو اُس نے عمرو ابن عاص کے کارنامے کو بطور مسند پیش کر کے اس کی خیالت کو مٹانے کے لئے کہا۔

لَا عَلَيْكَ يَا بَسْرَ اَرْفَعُ طَرَفَكَ فَلَا تَسْتَحْيِ اے بسر! کوئی مضائقہ نہیں۔ اب یہ لجانے شرمانے کی بات کیا رہی جبکہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے۔

فَلَكَ بَعِيرٌ وَاسْوَدُ-

خطبہ ۸۳

میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لا شریک ہے۔ وہ اول ہے اس طرح کہ اس کے پہلے کوئی چیز نہیں۔ وہ آخر ہے یوں کہ اُس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کی کسی صفت سے وہم و گمان باخبر نہیں ہو سکتے، نہ اس کی کسی کیفیت پر دلوں کا عقیدہ جم سکتا ہے، نہ اس کے اجزاء ہیں کہ اس کا تجزیہ کیا جاسکے اور نہ قلب و چشم اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

اس خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ۔ الْاَوَّلُ لَا شَيْءٌ قَبْلَهُ وَالْآخِرُ لَا غَايَةَ لَهُ۔ لَا تَقَعُ الْاَوْهَامُ لَهُ عَلَى صِفَةٍ وَلَا تَعْقِدُ الْقُلُوبُ مِنْهُ عَلَى كَيْفِيَّةٍ وَلَا تَنَالُهُ التَّجَرُّؤَةُ وَالتَّبَعِيصُ وَلَا تُحِيطُ بِهِ الْاَبْصَارُ وَالْقُلُوبُ (وَمِنْهَا) فَاتَعِظُوا عِبَادَ اللَّهِ بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ۔ وَاعْتَبِرُوا بِالْاَيِ السَّوَاطِعِ وَادَّجِرُوا بِالْاَنْذَارِ الْبَوَالِغِ وَانْتَفِعُوا بِالْاَلْكَرِ وَالْمَوَاعِظِ۔ فَكَانَ قَدْ عَلِقَتْكُمْ مَخَالِبُ الْمَنِيَّةِ۔ وَانْقَطَعَتْ مِنْكُمْ عِلَاقُ الْمَنِيَّةِ۔

وَدَهَبَتْكُمْ مَفْطَعَاتُ الْاُمُورِ وَالسِّيَاقَةُ اِلَى الْوَرْدِ الْمَوْرُودِ كُلِّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ۔ سَائِقٌ يَسْرِقُهَا اِلَى مَحْشَرِهَا وَشَهِيدٌ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا۔

(وَمِنْهَا فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ)

دَرَجَاتٌ مُتَفَاضِلَاتٌ۔ وَمَنَازِلُ مُتَفَادِلَاتٌ۔ لَا يَنْقُطِعُ نَعِيمُهَا وَلَا يَطْعَنُ مُقِيمُهَا وَلَا يَهْرَمُ خَالِدُهَا۔ وَلَا يَبْئَسُ سَاكِنُهَا۔

موت کے چشمہ پر کہ جہاں اُتر جاتا ہے، تمہیں کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے اور ہر نفس کیساتھ ہنکانے والا ہوتا ہے اور ایک شہادت دینے والا۔ ہنکانے والا اسے میدان حشر تک ہنکا کر لے جائے گا، اور گواہ اس کے عملوں کی شہادت دے گا۔

اسی خطبے کی یہ جزء جنت کے متعلق ہے،

اس میں ایک دوسرے سے بڑھے چڑھے ہوئے درجے ہیں اور مختلف معیار کی منزلیں نہ اس میں ٹھہرنے والوں کو وہاں سے کوچ کرنا ہے اور نہ اس میں ہمیشہ کے رہنے والوں کو بوڑھا ہونا ہے اور نہ اس میں بسنے والوں کو فقر و ناداری سے سابقہ پڑنا ہے۔ ہیں، نہ اُس کی نعمتوں کا سلسلہ ٹوٹے گا،

خطبہ ۸۴

وہ دل کی نیتوں اور اندر کے بھیدوں کو جانتا پہچانتا ہے۔ وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر شے پر چھایا ہوا ہے،

اور ہر چیز پر اُس کا زور چلتا ہے۔ تم میں سے جسے کچھ کرنا ہو، اُسے موت کے حاکم ہونے سے پہلے مہلت کے دنوں میں مصروفیت اور قبل فرصت کے لمحوں میں اور گلا گھٹنے سے پہلے سانس چلنے کے زمانہ میں کر لینا چاہئے۔ وہ اپنے لئے اور اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے سامان کا تہیہ کر لے، اور اُس گزرگاہ سے منزل اقامت کے لئے زاد فراہم کرتا جائے۔ اے لوگو! اللہ نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حفاظت تم سے چاہی ہے اور جو حقوق تمہارے ذمے کیے ہیں اُن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور نہ اُس نے تمہیں بے قید و بند جہالت و گمراہی میں کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اُس نے تمہارے کرنے اور نہ کرنے کے اچھے بُرے کام تجویز کر دیئے اور (پیغمبر کے ذریعے) سکھا دیئے ہیں۔ اُس نے تمہاری عمریں لکھ دی ہیں، اور تمہاری

سے الگ چیز ہے۔ راست گفتار نجات اور بزرگی کی بلند یوں پر ہے، اور دروغ گو پستی و ذلت کے کنارے پر ہے باہم حسد نہ کرو۔ اس لئے کہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ اور کینہ و بغض نہ رکھو اس لئے کہ یہ (نیکیوں کو) چھیل ڈالتا ہے، اور سمجھ لو کہ آرزوئیں عقلوں پر سہوکا، اور یاد الہی پر نسیان کا پردہ ڈال دیتی ہیں۔ امیدوں کو جھٹلاؤ، اس لئے کہ یہ دھوکا ہیں، اور امیدیں باندھنے والا فریب خوردہ ہے۔

وَمَحْضَرَةٌ لِلشَّيْطَانِ - جَانِبُوا لَكَذِبِ
فَإِنَّهُ مُجَانِبٌ لِلْإِيمَانِ - الصَّادِقُ عَلَى
شَرَفٍ مِّنْجَاةٍ وَكَرَامَةٍ - وَالْكَاذِبُ عَلَى
شَفَا مَهْرَاقَةٍ وَمَهَانَةٍ - وَلَا تَحَاسَدُوا فَإِنَّ
الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْإِيمَانَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ
الْحَطَبَ وَلَا تَبَاغُضُوا فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ
وَأَعْلَمُوا أَنَّ الْأَمَلَ يُسْهِى الْعَقْلَ وَ
يُنْسِي الذِّكْرَ فَالْكَذِبُ وَالْأَمَلُ فَإِنَّهُ غُرُورٌ
وَصَاحِبُهُ مَغْرُورٌ -

خطبہ ۸۵

اللہ کے بندو! اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ بندہ محبوب ہے جسے اُس نے نفس کی خلاف ورزی کی قوت دی ہے جس کا اندرونی لباس حزن اور بیرونی جامہ خوف ہے۔ (یعنی اندوہ و ملال اُسے چمٹا رہتا ہے، اور خوف اُس پر چھایا رہتا ہے)۔ اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہے، اور آنے والے دن کی مہمانی کا اس نے تہیہ کر رکھا ہے۔ (موت کو) جو دور ہے اُسے وہ قریب سمجھتا ہے، اور غیبتوں کو اپنے لئے آسان سمجھ لیا ہے۔ دیکھتا ہے، تو بصیرت و معرفت حاصل کرتا ہے (اللہ کو) یاد کرتا ہے، تو عمل کرنے پر تمل جاتا ہے۔ (وہ اس سرچشمہ ہدایت کا) شیریں و خوشگوار پانی پی کر سیراب ہوا ہے جس کے گھاٹ تک (اللہ کی رہنمائی سے) وہ باسانی پہنچ گیا ہے۔ اُس نے پہلی ہی دفعہ چمک کر پی لیا ہے اور ہموار راستے پر چل پڑا ہے شہوتوں کا لباس اتار پھینکا ہے (دنیا کے) سارے اندیشوں سے بے فکر ہو کر صرف ایک ہی دھن میں لگا ہوا ہے۔ وہ گمراہی کی حالت اور ہوس پرستوں کی ہوس رانیوں میں حصہ

طرف ایسی کتاب بھیجی ہے، جس میں ہر چیز کا کھلا کھلا بیان ہے اور اپنے نبی کو زندگی دے کر مدتوں تم میں رکھا، یہاں تک کہ اُس نے اپنی اتاری ہوئی کتاب میں اپنی نبی کے لئے اور تمہارے لئے اس دین کو جو اُسے پسند ہے کامل کر دیا۔ اور اُن کی زبان سے اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال (کی تفصیل) اور اپنے اوامر و نواہی تم تک پہنچائے۔ اُس نے اپنے دلائل تمہارے سامنے رکھ دیئے، اور تم پر اپنی حجت قائم کر دی اور پہلے سے ڈرا دھمکا دیا اور (آنے والے) سخت عذاب سے خبردار کر دیا۔ تو اب تم اپنی زندگی کے بقیہ دنوں میں (پہلی کوتاہیوں کی) تلافی کرو اور اپنے نفسوں کو اُن دنوں (کی کفالتوں) کا متحمل بناؤ۔ اس لئے کہ یہ دن تو اُن دنوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں جو تمہارے غفلتوں میں بیت گئے، اور وعظ و پند سے بے رخی میں کٹ گئے۔ اپنے نفسوں کے لئے جائز چیزوں میں بھی ڈھیل نہ دو، ورنہ یہ ڈھیل تمہیں ظالموں کی راہ پر ڈال دے گی اور (مکروہات میں بھی) سہل انگاری سے کام نہ لو، ورنہ یہ نرم روی اور بے پردہی تمہیں معصیت کی طرف دھکیل کر لے جائے گی۔

اللہ کے بندو! لوگوں میں وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کا خیر خواہ ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہے اور وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کو فریب دینے والا ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ گنہگار ہے۔ اصلی فریب خوردہ وہ ہے جس نے اپنے نفس کو فریب دے کر نقصان پہنچایا۔ اور قابل رشک و غبطہ وہ ہے جس کا دین محفوظ رہا، اور نیک بخت وہ ہے جس نے دوسروں سے پند و نصیحت کو حاصل کر لیا اور بد بخت وہ ہے جو ہوا و ہوس کے چکر میں پڑ گیا اور یاد رکھو! کہ تھوڑا سا ریاضی بھی شرک ہے اور ہوس پرستوں کی مصاحبت ایمان فراموشی کی منزل اور شیطان کی آمد کا مقام ہے۔ جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ وہ ایمان و مجالسۃ اہل الہوی منساة للایمان۔

الْهُدَى وَمَغَالِيقِ أَبْوَابِ الرُّدَى - قَدْ
 أَبْصَرَ طَرِيقَهُ - وَسَلَكَ سَبِيلَهُ وَعَرَفَ
 مَنَارَهُ - وَقَطَعَ غِمَارَهُ اسْتَسْكَ مِنَ الْعُرَى
 بِأَوْثَقِهَا وَمِنَ الْجِبَالِ بِأَمْتِهَا - فَهُوَ مِنَ
 الْيَقِينِ عَلَى مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ قَدْ
 نَصَبَ نَفْسَهُ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ فِيَّ أَرْفَعَ
 الْأُمُورِ مِنْ إِصْدَارِ كُلِّ وَادٍ عَلَيْهِ -
 وَتَصْيِيرِ كُلِّ فَرْعٍ إِلَى أَصْلِهِ مَصْبَاحُ
 ظُلُمَاتٍ كَشَافٌ عِشَاوَاتٍ - مِفْتَاحُ
 مُبْهِمَاتٍ دَفَاعٌ مُعْضَلَاتٍ دَلِيلُ فَلَوَاتٍ
 يَقُولُ فَيُفْهِمُ وَيَسْكُتُ فَيَسْلُمُ قَدْ
 أَخْلَصَ اللَّهُ فَاسْتَخْلَصَهُ فَهُوَ مِنْ
 مَعَادِنِ دِينِهِ - وَأَوْتَادِ رُضْبِهِ - قَدْ الزَّمَ
 نَفْسَهُ الْعَدْلَ فَكَانَ أَوَّلَ عَدْلِهِ نَفْسِي
 الْهُوَى عَنْ نَفْسِهِ يَصِفُ الْحَقَّ وَيَعْمَلُ
 بِهِ لَا يَدْعُ لِلْخَيْرِ غَايَةً إِلَّا أَمَهَا وَلَا
 مَظْنَةً إِلَّا قَصَدَهَا - قَدْ أَمَكْنَ الْكِتَابُ
 مِنْ زَمَامِهِ فَهُوَ قَائِدُهُ وَإِمَامُهُ يَحُلُّ
 حَيْثُ حَلَّ ثَقُلَهُ وَيَنْزِلُ حَيْثُ كَانَ
 مَنْزِلُهُ - وَآخِرَ قَدْ تَسْنَى عَلَيَا وَلَيْسَ بِهِ
 فَاقْتَبَسَ جَهَائِلَ مِنْ جُهَاِلٍ، وَأَضَالِيلَ
 مِنْ ضَلَالٍ - وَنَصَبَ لِلنَّاسِ شَرْكًَا مِنْ
 حَبَائِلِ عُرُودٍ وَقَوْلٍ ذُورٍ - قَدْ حَمَلَ
 الْكِتَابَ عَلَى أَرَانِهِ - وَعَظَفَ الْحَقَّ

لینے سے دور رہتا ہے۔ وہ ہدایت کے ابواب کھولنے اور ہلاکت
 و گمراہی کے دروازے بند کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس نے
 اپنا راستہ دیکھ لیا ہے اور اُس پر گامزن ہے۔ (ہدایت کے) مینار
 کو پہچان لیا ہے، اور دھاروں کو طے کر کے اس تک پہنچ گیا
 ہے۔ محکم و سیلوں اور مضبوط سہاروں کو تھام لیا ہے وہ یقین کی
 وجہ سے ایسے اجالے میں ہے جو سورج کی چمک دمک کے مانند
 ہے۔ وہ صرف اللہ کی خاطر سب سے اونچے مقصد کو پورا کرنے
 کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ ہر مشکل کو جو اُس کے سامنے آئے،
 مناسب طور سے حل کر دے۔ ہر فرع کو اس کے اصل و ماخذ کی
 طرف راجع کرے۔ وہ تاریکیوں میں روشنی پھیلانے والا،
 مشتہ باتوں کو حل کرنے والا، الجھے ہوئے مسئلوں کو سلجھانے
 والا، گنجلکوں کو دور کرنے والا، اور لقی و دق صحراؤں میں راہ
 دکھانے والا ہے۔ وہ بولتا ہے تو پوری طرح سمجھا دیتا ہے اور کبھی
 چپ ہو جاتا ہے اس وقت جب چپ رہنا ہی سلامتی کا ذریعہ
 ہے۔ اُس نے ہر کام اللہ کے لئے کیا، تو اللہ نے بھی اُسے اپنا بنا
 لیا ہے۔ وہ دین خدا کا معدن، اور اُس کی زمین میں گڑی ہوئی
 میخ کی طرح ہے۔ اُس نے اپنے لئے عدل کو لازم کر لیا ہے
 چنانچہ اُس کے عدل کا پہلا قدم خواہشوں کو اپنے نفس سے دور
 رکھنا ہے۔ حق کو بیان کرتا ہے۔ تو اُس پر عمل بھی کرتا ہے۔ کوئی
 نیکی کی حد ایسی نہیں جس کا اُس نے ارادہ نہ کیا ہو، اور کوئی جگہ
 ایسی نہیں ہے کہ جہاں نیکی کا امکان ہو، اور اس نے قصد نہ کیا
 ہو۔ اُس نے اپنی خواہشوں کو اپنے نفس سے دور رکھنا ہے۔ حق کو
 بیان کرتا ہے۔ تو اُس پر عمل بھی کرتا ہے۔ کوئی نیکی کی حد ایسی
 نہیں جس کا اُس نے ارادہ نہ کیا ہو، اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ
 جہاں نیکی کا امکان ہو اور اُس نے قصد کیا ہو۔ اُس نے اپنی
 باگ دوڑ قرآن کے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ وہی اُس کا
 رہبر اور وہی اُس کا پیشوا ہے۔ جہاں اُس کا بارگراں اُترتا ہے
 وہیں اُس کا سامان اُترتا ہے اور جہاں اُس کی منزل ہوتی ہے

عَلَى أَهْوَاءِهِ يَوْمُنَ النَّاسِ مِنَ الْعِظَائِمِ
 وَيَهْوُونَ كَبِيرَ الْجَرَائِمِ - يَقُولُ أَقْفُ
 عِنْدَ الشُّبُهَاتِ وَفِيهَا وَقَعَ وَيَقُولُ
 اعْتَزِلُ الْبِدْعَ وَبَيْنَهَا اضْطَجَعَ -
 فَالْصُّورَةُ صُورَةُ إِنْسَانٍ - وَالْقَلْبُ قَلْبُ
 حَيَوَانٍ لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدَى فَيَتَّبِعُهُ -
 وَلَا بَابَ الْعَمَى فَيَصُدُّ عَنْهُ فَذَلِكَ مَيِّتٌ
 الْآحْيَاءِ فَآيِسَن تَذْهَبُونَ - وَأَنْسَى
 تُوفِّكُونَ - وَالْأَعْلَامُ قَائِمَةٌ - وَالْآيَاتُ
 وَاضِحَةٌ - وَالنَّارُ مَنْصُوبَةٌ فَآيِنَ يَتَأَهَّلُ
 بِكُمْ - بَلْ كَيْفَ تَعْمَهُونَ وَيَبْنِيكُمْ عِتْرَةً
 نَبِيِّكُمْ وَهُمْ إِزْمَةُ الْحَقِّ وَأَعْلَامُ الدِّينِ
 وَالْأَسْنَةُ الصِّدْقِ فَانْزِلُوهُمْ بِأَحْسَنِ
 مَنَازِلِ الْقُرْآنِ وَرُدُّوهُمْ وَرُودَ الْهَيْمِ
 الْعِطَاشِ -

اِيَّهَا النَّاسُ خُذُوا هَذَا عَنْ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ يَمُوتُ
 مَنْ مَاتَ مِنَّا وَلَيْسَ بِمَيِّتٍ - وَيَبْلَى مَنْ
 بَلِيَ مِنَّا وَلَيْسَ بِبَالٍ فَلَا تَقُولُوا بِمَا لَا
 تَعْرِفُونَ - فَإِنَّ أَكْثَرَ الْحَقِّ فِيمَا تُتَكَبَّرُونَ
 وَأَعْدِرُوا مَنْ لَا حُجَّةَ لَكُمْ عَلَيْهِ وَأَنَا
 هُوَ - أَلَمْ أَعْمَلْ فَيَكُم بِالثَّقَلِ الْأَكْبَرِ
 وَأَتْرَكْتُ فَيَكُم الثَّقَلَ الْأَصْغَرَ وَرَكَدْتُ
 فَيَكُم رَايَةً إِلَّا يَمَانٍ وَرَقَفْتُكُمْ عَلَى خُذُودِ

وہیں یہ بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیتا ہے۔ (اس کے علاوہ) ایک دوسرا
 شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے،
 حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اُس نے جاہلوں اور گمراہوں سے
 جہالتوں اور گمراہیوں کو بڑھ لیا ہے اور لوگوں کے لئے مکر و فریب
 کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔
 قرآن کو اپنی رائے پر، اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔
 بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا
 ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے کہتا تو یہ ہے کہ یہ
 شبہات میں توقف کرتا ہوں، حالانکہ انہیں میں پڑا ہوا ہے۔
 اُس کا قول یہ ہے کہ میں بدعتوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں،
 حالانکہ انہی میں اُس کا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ صورت تو اُس کی
 انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا سا۔ نہ اُسے ہدایت کا
 دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک آ سکے اور نہ گمراہی کا دروازہ
 پہچانتا ہے کہ اس سے اپنا رخ موڑ سکے۔ یہ تو زندوں میں (چلتی
 پھرتی ہوئی) لاش ہے۔ اب تم کہاں جا رہے ہو، اور تمہیں کدھر
 موڑا جا رہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند نشانات ظاہر و
 روشن اور حق کے مینار نصب ہیں، اور تمہیں کہاں بہکایا جا رہا ہے
 اور کیوں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمہارے نبی کی عنقریب
 تمہارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور
 سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو،
 وہیں انہیں بھی جگہ دو، اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے
 سرچشمہ ہدایت پر اترو۔ اے لوگو! خاتم النبیین ﷺ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سنو کہ (انہوں نے فرمایا) ہم میں سے
 جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے اور ہم میں سے (جو بظاہر مر کر)
 بوسیدہ ہو جاتا ہے، وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا۔ جو
 باتیں تم نہیں جانتے اُن کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو، اس
 لئے کہ حق کا بیشتر حصہ انہیں چیزوں میں ہوتا ہے کہ جن سے تم
 بیگانہ و نا آشنا ہو۔ (جس شخص کی تم پر حجت تمام ہو) اور تمہاری

الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ - وَالْبَسْتُكُمْ الْعَافِيَةَ
مِنْ عَدْلِي وَفَرَشْتُكُمْ الْمَعْرُوفَ مِنْ
قَوْلِي وَفَعَلِي وَأَدَيْتُكُمْ كَرَائِمَ الْإِخْلَاقِ
مِنْ نَفْسِي فَلَا تَسْتَعْمِلُوا الرَّأْيَ فِيمَا
لَا يُدْرِكُ تَعَرُّةَ الْبَصَرِ وَلَا يَتَغَلَّغُ إِلَيْهِ
الْفِكْرُ -

(وَمِنْهَا)

حَتَّى يَظُنَّ الظَّانُّ أَنَّ الدُّنْيَا مَعْقُولَةٌ
عَلَى بَنِي أُمِّيَّةٍ تَمْنَحُهُمْ دَرَهَادَ
تَوَرُّدُهُمْ صَفَرَهَا - وَلَا يَرْفَعُ عَنْ هَذِهِ
الْأُمَّةِ سَوْطُهَا وَلَا سَيْفُهَا - وَكَذَلِكَ
الظَّانُّ لِذَلِكَ بَلْ هِيَ مَبْجُةٌ مِنْ لَذَائِدِ
الْعَيْشِ يَتَطَعُّونَهَا بِرَهَةٍ ثُمَّ يَلْفِظُونَهَا
جُمْلَةً -

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی فرد کی زندگی ختم نہیں ہوتی اور ظاہری موت سے ان کے مرگ و حیات میں شعور زندگی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگرچہ اس زندگی کے احوال و واردات کے سمجھنے سے انسانی شعور عاجز ہے مگر مادرائے محسوسات کتنی ہی حقیقتیں ایسی ہیں، جن تک انسان کا شعور و ادراک نہیں پہنچ سکتا۔ کون بتا سکتا ہے کہ قبر کے تنگ گوشے میں کہ جہاں سانس بھی نہیں لی جاسکتی کیوں کر منکر و نکیر کے سوالات کا جواب دیا جاسکے گا۔ یونہی شہدائے راہ خدا کہ جو نہ حس و حرکت رکھتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں ان کی زندگی کا مفہوم کیا ہے۔ گو ہمیں وہ بظاہر مردہ نظر آتے ہیں مگر قرآن ان کی زندگی کی شہادت دیتا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

دوسرے مقام پر ان کی زندگی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

جب عام شہدائے راہ خدا کے بارے میں قلب و زبان پر پیرا بٹھا دیا گیا ہے کہ انہیں مردہ کہا جائے اور نہ انہیں مردہ سمجھا جائے، تو وہ معصوم ہستیاں کہ جن کی گردنیں تلوار کے لئے اور کام و دہن زہر کے لئے وقف ہو کر رہ گئے تھے کیونکر زندہ جاوید نہ ہوں گے۔

پھر ان جسموں کے متعلق فرمایا ہے کہ امتداد زمانہ سے ان میں کہنگی و بوسیدگی کے آثار پیدا ہوتے، بلکہ وہ اسی حالت میں رہتے ہیں جس حالت میں شہید ہوتے ہیں اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ مادی ذرائع سے ہزار ہا برس کی محفوظ کی ہوئی مہتیں اس وقت تک موجود ہیں۔ تو جب مادی اسباب سے یہ ممکن ہے تو کیا قادر مطلق کے احاطہ قدرت سے یہ باہر ہے کہ جن کی موت میں زندگی کے احساسات ودیعت کر دیئے ہوں ان کے جسموں کو تغیر و تبدل سے محفوظ رکھے؟ چنانچہ شہدائے بدر کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

رملوہم بکلو مہم ودمائہم فانہم
یحشرون یوم القیامۃ واوداجہم تشخب
دماء -

ثقل اکبر سے مراد قرآن، اور ثقل اصغر سے اہل بیت علیہم السلام مراد ہیں جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد انسی تبارک فیکم الثقلین میں لفظ ثقلین سے قرآن و اہل بیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کے چند وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تعلیمات قرآن و سیرت اہل بیت پر عمل پیرا ہونا عموماً طابع ثقل و ثقل و گراں گزرتا ہے، اس لئے انہیں ثقلین سے تعبیر فرمایا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ”ثقل“ کے معنی سامان مسافر کے ہوتے ہیں جس کے حمل احتیاج ہونے کی وجہ سے اس کی ہر وقت حفاظت کی جاتی ہے اور چونکہ قدرت نے انہیں قیامت تک باقی و برقرار رکھ ان کی حفاظت کا سر و سامان کیا ہے، اس لئے انہیں ثقلین کہا گیا ہے۔ یا یہ کہ پیغمبر نے راہ پیمائے جاوہ آخرت ہونے کے وقت انہیں اپنا متاع بے بہا قرار دے کر امت سے ان کی حفاظت چاہی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کی نفاست و گرانقدری کے پیش نظر انہیں ثقلین سے یاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ ثقل کے معنی نفیس اور پاکیزہ شے کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر مکی نے تحریر کیا ہے۔

سسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
وسلم القرآن وعترتہ الثقلین لان الثقل
کل نفیس خطیر مصون وھذان کذا لک
اذ کل منھما معدن للعلوم الدنیہ
والاسرار والاحکام العلیہ والاحکام
الشرعیۃ ولذا احث صلی اللہ علیہ والہ

ہُمْ مَا أَنْكَرُوا۔ مَفَزَعُهُمْ فِي الْمَعْصَلَاتِ إِلَى أَنْفُسِهِمْ۔ وَ تَعْوِيلُهُمْ فِي السُّبُهَاتِ عَلَى أَرَانِهِمْ كَانَ كُلُّ أَمْرٍ مِنْهُمْ إِمَامٌ نَفْسِهِ قَدْ أَخَذَ مِنْهَا فِيمَا يَرَى بِعَرَى ثِقَاتٍ وَأَسْبَابٍ مُحْكَمَاتٍ۔

مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسہ کر لیتے ہیں۔ گویا اُن میں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے اور اُس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے اُس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اسے قابل الطمینان ویلوں اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے۔

خطبہ ۸۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَرْسَلَهُ عَلَى حَيْنٍ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ۔ وَطُولِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأَمَمِ وَاعْتِزَامٍ مِنَ الْفِتَنِ وَانْتِشَارٍ مِنَ الْأُمُورِ۔ وَتَلَطُّظٍ مِنَ الْحُرُوبِ وَالذَّنْبِ كَاسِفَةِ النُّورِ ظَاهِرَةِ الْغُرُورِ عَلَى حَيْنٍ أَصْفَرَارٍ مِنْ وَرَقِهَا وَإِبَاسٍ مِنْ ثَمَرِهَا۔ وَأَعْوِدَارٍ مِنْ مَائِهَا۔ قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدَى۔ وَظَهَرَتْ أَعْلَامُ الرُّدَى۔ فَهِيَ مُتَجَهِّمَةٌ لِأَهْلِهَا عَابِسَةٌ فِي وَجْهِ طَالِبِهَا ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ۔ وَطَعَامُهَا الْجِيفَةُ۔ وَشَعَارُهَا الْخَوْفُ وَدَنَارُهَا السَّيْفُ۔ فَاعْتَبِرُوا عِبَادَ اللَّهِ۔ وَادْكُرُوا تِلْكَ الَّتِي أَبَاءَ كُمْ وَإِخْوَانُكُمْ بِهَا مُرْتَهِنُونَ وَعَلَيْهَا مَحَاسِبُونَ۔ وَلَعَمْرِي مَا تَقَادَمَتْ بِكُمْ وَلَا بِهِمُ الْعُهُودُ۔ وَلَا خَلَّتْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمُ الْأَحْقَابُ وَالْقُرُونُ وَمَا أَنْتُمْ الْيَوْمَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور ساری امتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں۔ فتنے سراٹھا رہے تھے۔ سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ دنیا بے رونق و بے نور تھی اور اس کی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں۔ اُس وقت اُس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے ناامیدی تھی۔ پانی زمین میں تہہ نشین ہو چکا تھا۔ ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے۔ ہلاکت و گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے اور دنیا والوں کے سامنے کڑے تیوروں سے اور تیوری چڑھائے ہوئے نظر آ رہی تھی۔ اس کا پھل فتنہ تھا اور اس کی غدامر دار تھی۔ اندر کا لباس خوف اور باہر کا پہنا واکو ا تھا۔ خدا کے بندو! عبرت حاصل کرو، اور ان (بد اعمالیوں) کو یاد کرو، جن (کے نتائج) میں تمہارے باپ، بھائی جکڑے ہوئے ہیں ار جن پر ان سے حساب ہونے والا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! تمہارے اور اُن کے درمیان صدیوں اور زمانوں کا فاصلہ ہے۔ ابھی تم اس دن سے زیادہ دور نہیں ہوئے کہ جب اُن کی صلیبوں میں تھے۔ خدا کی قسم! جو باتیں رسولؐ نے اُن کے کانوں تک پہنچائیں، وہی باتیں میں تمہیں آج سن رہا ہوں۔ اور جتنا انہیں سنایا گیا تھا، اُس سے

وسلم علی الاقتداء والتمسك بهم والتعلم منهم ثم احق من يتمسك به منهم وامامهم دعاهم علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه لما قد مناه من مزید علیه ودقائق مستتبته“ (صواعق محرقة ص ۹۰)

اور استنباط میں دقت پسندی کی بناء پر کہ جس کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے چونکہ مقام تعمیر میں کتاب کی نسبت اللہ کی جانب دی ہے اور عترت کی نسبت اپنی طرف، اس لئے حفظ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اُسے اکبر اور اسے اصغر سے تعبیر فرمایا ہے۔ ورنہ مقام تمسک میں افادیت کے لحاظ سے دونوں یکساں اور تعمیر اخلاق میں افادیت کے لحاظ سے ناطق کا درجہ صامت پر مقدم ہونے میں گنجائش انکار نہیں ہے۔

خطبہ ۸۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَقْصِمْ جَبَّارِي دَهْرٍ قَطُّ إِلَّا بَعْدَ تَمْهِيلٍ وَرَحَاءٍ۔ وَلَمْ يَجْبُرْ عَظَمَ أَحَدٍ مِنَ الْأَمَمِ إِلَّا بَعْدَ أَزَلٍ وَبَلَاءٍ وَفِي دُونِ مَا أَدْتَقَبَلْتُمْ مِنْ عَتَبٍ وَمَا اسْتَدْبَرْتُمْ مِنْ خَطْبٍ مُتَبَرٍّ۔ وَمَا كُلُّ ذِي قَلْبٍ بِلَبِيبٍ۔ وَلَا كُلُّ ذِي سَمْعٍ بِسَمِيعٍ۔ وَلَا كُلُّ نَاطِلٍ بِبَصِيرٍ۔ فَيَا عَجَبِي وَمَالِي لَا أَعْجَبُ مِنْ خَطَائِهِ هَذِهِ الْفِرَاقِ عَلَى اخْتِلَافٍ حُجَجَهَا فِي دِينِهَا۔ لَا يَفْتَضُونَ أَثَرَ نَبِيٍّ۔ وَلَا يَفْتَدُونَ بِعَمَلٍ وَصِيٍّ۔ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِغَيْبٍ۔ وَلَا يَعْمَلُونَ عَنْ غَيْبٍ۔ يَعْمَلُونَ فِي السُّبُهَاتِ وَيَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ۔ الْمَعْرُوفُ فِيهِمْ مَا عَرَفُوا۔ وَالْمُنْكَرُ عِنْدَ

اللہ نے زمانے کے کسی سرکش کی گردن نہیں توڑی جب تک کہ اُسے مہلت و فراغت نہیں عطا کر دی، اور کسی امت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک اُسے شدت و سختی اور ابتلاؤں آزمائش میں ڈال نہیں لیا۔ جو مصیبتیں تمہیں پیش آنے والی اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو ان سے کم بھی عبرت اندوزی کے لئے کافی ہیں۔ ہر صاحب دل عاقل نہیں ہوتا اور نہ ہر کان رکھنے والا گوش شنوا، اور نہ ہر آنکھ والا چشم بینا رکھتا ہے۔ مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو، ان فرقوں کی خطاؤں پر جنہوں نے اپنے دین کی حقوتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں۔ جو نہ نبیؐ کے نقش قدم پر چلتے ہیں، نہ وحی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں، نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں۔ مشکوک و مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے، اور اپنی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں۔ جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں اُن کے نزدیک بس وہ اچھی ہے اور جس بات کو وہ بُرا جانیں اُن کے نزدیک بس وہ بُری ہے۔ مشکل گتھیوں کو سلجھانے کیلئے اپنے نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور

مَنْبُومٌ كُنْتُمْ فِي أَصْلَابِهِمْ بَبْعِيدٍ وَاللَّهُ مَا
أَسْمَعُهُمُ الرَّسُولُ شَيْئًا إِلَّا وَهَذَا أَنَا ذَا
الْيَوْمِ مُسْمِعُكُمْ مَوَ مَا أَسْمَعُكُمْ الْيَوْمَ
يَدُونِ أَسْمَاعِهِمْ بِالْأَمْسِ وَلَا شَقْتُ لَهُمْ
الْأَبْصَارُ وَلَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْآفِئِدَةُ فِي
ذَلِكَ الْآوَانِ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيتُمْ مِثْلَهَا فِي
هَذَا الزَّمَانِ وَاللَّهُ مَا بَصُرْتُمْ بَعْدَ هُمْ شَيْئًا
جَهْلُولًا وَلَا أَصْفَيْتُمْ بِهِ وَحَرْمُولًا وَلَقَدْ
نَزَلَتْ بِكُمْ الْبَلِيَّةُ جَائِلًا حِطَامُهَا رَحْوًا
بَطْنَاهَا فَلَا يَعْرِئُكُمْ مَا أَصْبَحَ فِيهِ أَهْلُ
الْغُرُورِ - فَإِنَّا هُوَ ظِلٌّ مَدُودٌ إِلَى أَجَلٍ مَعْدُودٍ -

خطبہ ۸۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَرُوفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ -
وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ رَدِيَّةٍ - الَّذِي لَمْ يَزَلْ
قَائِمًا دَائِمًا إِذْ لَا سَاءَ ذَاتُ ابْرَجٍ - وَلَا
حُجْبٌ ذَاتُ ارْتَاكِجٍ وَلَا لَيْلٌ دَاجٍ - وَلَا
بَحْرٌ سَاجٍ - وَلَا جَبَلٌ ذُو فِجَاجٍ - وَلَا
فَجٌّ ذُو أَعْوَجَاجٍ - وَلَا أَرْضٌ ذَاتُ مِهَادٍ
وَلَا خَلْقٌ ذُو اِعْتِمَادٍ - ذَلِكَ مُبْتَدِعُ
الْخَلْقِ وَوَارِثُهُ وَإِلَهُ الْخَلْقِ وَرَازِقُهُ -
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ دَائِبَانِ فِي مَرَضَاتِهِ
يُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيدٍ وَيُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيدٍ -

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو نظر آئے بغیر جانا پہچانا ہوا ہے
اور سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ہے وہ اُس وقت
بھی دائم و برقرار تھا جبکہ نہ برجوں والا آسمان تھا نہ بلند
دروازوں والے حجاب تھے، اندھیری راتیں، نہ ٹھہرا ہوا
سمندر، نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ، نہ آڑی ترچھی
پہاڑی راہیں اور نہ بچھے ہوئے فرشوں والی زمین نہ کس بل
رکھنے والی مخلوق تھی۔ وہی مخلوقات کو پیدا کرنے والا، اور اُس کا
وارث اور کائنات کا معبود اور اُن کا رازق ہے۔ سورج اور
چاند اُس کی منشاء کے مطابق (ایک ڈھیر پر) بڑھے جانے کی
سر توڑ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ جو ہر نئی چیز کو فرسودہ اور
دور کی چیزوں کو قریب کر دیتے ہیں۔ اُس نے سب کو روزی
بانٹ رکھی ہے۔ وہ سب کے عمل و کردار اور سانسوں کے شمار

قَسَمَ أَرْدَاقَهُمْ - وَأَحْصَى أَثَارَهُمْ
وَأَعْبَاهُمْ وَعَدَدَ أَنْفُسِهِمْ وَخَائِنَةَ
أَعْيُنِهِمْ - وَمَا تَخْفَى صُدُورُهُمْ مِنَ
الضَّمِيرِ وَمُسْتَقَرَّهُمْ وَمُسْتَوْدَعُهُمْ مِنَ
الْأَرْحَامِ وَالظُّهُورِ إِلَى أَنْ تَتَنَاهَى بِهِمُ
الْغَايَاتُ - هُوَ الَّذِي اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهُ عَلَى
إِعْدَائِهِ فِي سَعَةِ رَحْمَتِهِ وَاتَّسَعَتْ
رَحْمَتُهُ لِذَلِيلَائِهِ فِي شِدَّةِ نِقْمَتِهِ قَاهِرُ
مَنْ عَاذَهُ وَمُدْمِرُ مَنْ عَادَاهُ - وَمَنْ تَوَكَّلَ
عَلَيْهِ كَفَالًا - وَمَنْ سَأَلَهُ أَعْطَاهُ وَمَنْ
أَقْرَضَهُ قَضَاهُ - وَمَنْ شَكَرَهُ جَزَاهُ -

عِبَادَ اللَّهِ زِنُوا أَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ
تُوزَنُوا - وَحَاسِبُوا هَامِنْ قَبْلِ أَنْ
تُحَاسِبُوا - وَتَنْقَسُوا قَبْلَ ضَيْقِ
الْخِنَاقِ - وَانْقَادُوا قَبْلَ عُنْفِ السِّيَاقِ
وَأَعْلَبُوا أَنَّهُ مَنْ لَمْ يُعِنِ عَلَى نَفْسِهِ
حَتَّى يَكُونَ لَهُ مِنْهَا وَاعِظٌ وَزَاجِرٌ لَمْ
لَكُنْ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا زَاجِرٌ وَلَا وَاعِظٌ -

خطبہ ۸۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
تَعْرِفُ بِخُطْبَةِ الْأَشْبَاحِ وَهِيَ مِنْ
جَلَائِلِ خُطْبِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ سَأَلُهُ
سَائِلٌ أَنْ يَصِفَ اللَّهُ حَتَّى كَانَهُ

یہ خطبہ اشباح کے نام سے مشہور ہے اور امیر المومنین کے
بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسے ایک سائل کے
جواب میں ارشاد فرمایا تھا جس نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ
آپ خلاق عالم کے صفات کو اس طرح بیان فرمائیں کہ ایسا معلوم

يَرَاهُ عَيْنَانَا فَغَضِبَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ لِذَلِكَ

ہو جیسے ہم اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت
غضب ناک ہو گئے اور فرمایا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا يَفْرُهُ الْمَنُّ وَالْجُودُ وَلَا يُكْدِيهِ الْإِعْطَاءُ وَالْجُودُ۔ إِذْ كُلُّ مُعْطٍ مُنْتَقِصٌ سِوَاهُ۔ وَكُلُّ مَانِعٍ مَدْمُومٌ مَّاخِلَاةٌ۔ وَهُوَ الْمَنَّانُ بِفُؤَادِ النِّعَمِ۔ وَعَوَّادُ الْمُرِيدِ وَالْقَسَمِ عِيَالَهُ الْخَلْقِ۔ ضَمِينٌ أَرَادَتْهُمْ وَقَدَّرَ أَقْوَاتَهُمْ وَنَهَجَ سَبِيلَ الرَّاعِيَيْنِ إِلَيْهِ وَالطَّالِبِينَ بِمَا لَدَيْهِ۔ وَلَيْسَ بِمَا سُئِلَ بِأَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ يُسْأَلِ۔ الْأَوَّلُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَهُ قَبْلُ فَيَكُونُ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَالْآخِرُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ بَعْدُ فَيَكُونُ شَيْءٌ بَعْدَهُ۔ وَالرَّادُّ أَنَا سَيِّ الْأَبْصَارِ عَنْ تَنَالِهِ أَوْ تَدْرِكِهِ۔ مَا اخْتَلَفَ عَلَيْهِ دَهْرٌ فَيَخْتَلِفُ مِنْهُ الْحَالُ۔ وَلَا كَانَ فِي مَكَانٍ فَيَجُوزُ عَلَيْهِ الْإِنْتِقَالُ وَلَوْ وَهَبَ مَا تَنَفَّسَتْ عَنْهُ مَعَادِنُ الْجِبَالِ وَضَحِكَتْ عَنْهُ أَصْدَافُ الْبِحَارِ مِنْ فِلْزِ اللَّجَيْنِ وَالْعَقِيَّانِ وَنَشَارَةِ الدُّرِّ وَحَصِيدِ الْمَرْجَانِ مَا أَثَرُ ذَلِكَ فِي جُودِهِ۔ وَلَا أَنْفَسَةُ مَا عِنْدَهُ وَلَكِنْ عِنْدَهُ مِنْ دَحَائِرِ الْإِنْعَامِ مَا لَا تَنْفِذُهُ مَطَالِبُ الْأَنَامِ لِأَنَّهُ الْجَوَادُ الَّذِي لَا

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے کہ جو فیض و عطا کے روکنے سے مال دار نہیں ہو جاتا اور جو دو عطا سے کبھی عاجز و قاصر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے سوا ہر دینے والے کے یہاں داد و بخش سے کمی واقع ہوتی ہے اور ہاتھ روک لینے پر انہیں برا سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ فائدہ بخش نعمتوں اور عطیوں کی فراوانیوں اور روزیوں (کی تقسیم) سے منون احسان بنائے والا ہے۔ ساری مخلوق اس کا کنبہ ہے۔ اس نے سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے اور سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ اُس نے اپنے خواہش مندوں اور اپنی نعمت کے طلب گاروں کے لئے راہ کھول دی ہے۔ وہ دست طلب کے نہ بڑھنے پر بھی اتنا ہی کریم ہے جتنا طلب و سوال کا ہاتھ بڑھنے پر۔ وہ ایسا اذل ہے جس کے لئے کوئی قبل ہے ہی نہیں کہ کوئی شے اس سے پہلے ہو سکے، اور ایسا آخر ہے جس کے لئے کوئی بعد ہے ہی نہیں تاکہ کوئی چیز اُس کے بعد فرض کی جاسکے۔ وہ آنکھ کی پتلیوں کو (دور ہی سے) روک دینے والا ہے کہ وہ اُسے پاس کیس یا اُس کی حقیقت معلوم کر سکیں۔ اس پر زمانہ کے مختلف دور نہیں گزرتے کہ اُس کے حالات میں تغیر و تبدل پیدا ہو، وہ کسی جگہ میں نہیں ہے کہ اُس کے لئے نقل و حرکت صحیح ہو سکے۔ اگر وہ چاندی اور سونے جیسی نفیس دھاتیں کہ جنہیں پہاڑوں کے معدن (لمبی لمبی) سانسیں بھر کر اُچھال دیتے ہیں اور بکھرے ہوئے موتی اور مرجان کی کٹی ہوئی شاخیں کہ جنہیں دریاؤں کی سپہاں کھکھلا کر بہتے ہوئے اُگل دیتی ہیں۔ بخش دے تو اس سے اُس کے جو دو عطا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اُس کی دولت کا ذخیرہ اس سے ختم ہو سکتا ہے اور اُس کے پاس پھر بھی انعام و اکرام کے اتنے ذخیرے موجود ہیں گے جنہیں لوگوں کی مانگ ختم نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ وہ ایسا فیاض

يَغِيْضُهُ سَوَالُ السَّائِلِيْنَ وَلَا يُبْخِلُهُ الْبَحَاثُ الْمُلِحِّيْنَ۔ فَانْظُرْ أَيُّهَا السَّائِلُ فَمَا دَلَكَ الْقُرْآنُ عَلَيْهِ مِنْ صِفَتِهِ فَإِنَّتَمَّ بِهِ۔ وَاسْتَغْضِيْ بِنُورِ هِدَايَتِهِ۔ وَمَا كَلَّفَكَ الشَّيْطَانُ عِلْمَهُ مِمَّا لَيْسَ فِيْ عِلْمِكَ۔ وَأَعْلَمَ أَنَّ الرَّسَخِيْنَ فِي الْعِلْمِ هُمُ الَّذِينَ اغْنَاهُمْ عَنْ اقْتِنَاعِ السُّدُودِ الْمَضْرُوءَةِ بِدُونِ الْغُيُوبِ الْأَقْرَارِ بِجُمْلَةٍ مَا جَهَلُوا تَفْسِيرَهُ مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوبِ فَمَدَّحَ اللَّهُ اِعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ يُحِيطُوا بِهِ عَلِمًا۔ وَسَيَّ تَرَكَهُمُ التَّعَتُّقَ فِيمَا لَمْ يَكْلِفْهُمْ الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهِ رُسُوحًا فَاقْتَصَرَ عَلَى ذَلِكَ وَلَا تُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَى قَدَرِ عَقْلِكَ فَتَكُونَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ۔

هُوَ الْقَادِرُ الَّذِي إِذَا ارْتَمَتْ الْأَوْهَامُ لَتَدْرَكَ مُنْقَطِعَ قُدْرَتِهِ وَحَاوَلَ الْفِكْرُ الْمُبْرَأَ مِنْ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ فِي عَمِيقَاتِ غُيُوبٍ مَلَكُوتِيَّةٍ وَتَوَلَّهَتْ الْقُلُوبُ إِلَيْهِ لِتَجْرِيَ فِي كَيْفِيَّةِ صِفَاتِهِ وَغَبُضَتْ مَدَاحِلُ الْعُقُولِ فِي حَيْثُ لَا تَبْلُغُهُ الصِّفَاتُ لِتَنَاوُلِ عِلْمِ ذَاتِهِ رَدَّعَهَا وَهِيَ تَجُوبُ مَهَاوِي سُدُوفِ الْغُيُوبِ مُتَخَلِّصَةً إِلَيْهِ

ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا مفلس نہیں بنا سکتا اور گڑگڑا کر سوال کرنے والوں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار بخل پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ اے (اللہ کی صفاتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفاتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (اُن میں) تم اُس کی پیروی کرو، اور اُسی کے نور ہدایت سے کسب ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنت پیغمبرؐ و آئمہ ہدیٰ میں اُن کا نام و نشان ہے اور صرف شیطان نے اُس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے۔ اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو، اور یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری حد ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں پر چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور اُن پر اعتقاد رکھتے) ہیں۔ اگرچہ اُن کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انہیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں دراندہ گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے اور اللہ نے اس بات پر اُن کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطہ علم سے باہر ہوتی ہے اس کی رسائی سے اپنے ججز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی۔

اس میں تعق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے۔ لہذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنے عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ، ورنہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا۔

وہ ایسا قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی انتہا معلوم کرنے کے لئے وہم اپنے تیر چلار ہا ہوا و فکر ہر طرح کے وسوسوں کے ادھیڑ بن سے آزاد ہو کہ اس کے قلم و مملکت کے گہرے بحیروں پر آگاہ ہونے کے درپے ہو، اور دل اس کی صفات کی کیفیت سمجھنے کے لئے والہانہ طور پر دوڑ پڑے ہوں اور ذات الہی کو جاننے کے لئے عقلوں کی جستجو و تلاش کی راہیں حد بیان سے

سُبْحَانَهُ فَرَجَعَتْ إِذْ جُهِتَ مُعْتَرِفَةً بِأَنَّهُ لَا يُنَالُ بِجَوْرِ الْإِعْتِسَانِ كُنْهَ مَعْرِفَتِهِ وَلَا تَخْطُرُ بِيَالِ أُولَى الرُّوِيَّاتِ خَاطِرَةً مِنْ تَقْدِيرٍ جَلَّالٍ عِزَّتِهِ الَّذِي ابْتَدَعَ الْخَلْقَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ امْتَنَلَهُ وَلَا مِقْدَارٍ اخْتَدَى عَلَيْهِ مِنْ خَلْقٍ مَعَهُودٍ كَانَ قَبْلَهُ. وَآرَأْنَا مِنْ مَلَكُوتِ قُدْرَتِهِ وَعَجَائِبِ مَا نَطَقَتْ بِهِ أَثَارُ حِكْمَتِهِ، وَاعْتَرَفَ الْحَاجَةُ مِنَ الْخَلْقِ إِلَيَّ أَنْ يُقِيمَهَا بِسَاكٍ قُوَّتِهِ مَا دَلَّنَا بِاضْطِرَارٍ قِيَامَ الْحُجَّةِ لَهُ عَلَى مَعْرِفَتِهِ وَظَهَرَتْ فِي الْبَدَائِعِ الَّتِي أَحَدَتْهَا أَثَارُ صَنَعَتِهِ وَأَعْلَامُ حِكْمَتِهِ نَصَارَ كُلِّ مَا خَلَقَ حُجَّةً لَهُ وَدَلِيلًا عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَ خَلْقًا صَامِتًا فَحُجَّةً بِالتَّذْيِيرِ نَاطِقَةً. وَدَلَالَتُهُ عَلَى الْمُبْدِعِ قَائِمَةٌ. وَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ شَبَّهَكَ بِتَبَايُنِ أَعْضَاءِ خَلْقِكَ. وَتَلَا حِمِّ حَقَائِقِ مَفَاصِلِهِمُ الْحُجَّةُ لِيَتَذَيَّرَ حِكْمَتِكَ. لَمْ يَعْقِدْ غَيْبَ ضَمِيرِهِ عَلَى مَعْرِفَتِكَ وَلَمْ يَبْأَشِرْ قَلْبُهُ الْيَقِينَ بِأَنَّهُ لَا نِدْلَكَ وَكَأَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ تَبْرُءِ النَّابِعِينَ مِنَ الْمَتْبُوعِينَ إِذْ يَقُولُونَ: تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ إِذْ نُسَوِّيُكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ. كَذَبَ الْكَافِرُونَ بِكَ

زیادہ دور تک چلی گئی ہوں تو اللہ اُس وقت جب وہ غیب کی تیرگیوں کے گڑھوں کو عبور کر رہی ہوتی ہیں ان سب کو (نا کامیوں کے ساتھ) پلٹا دیتا ہے۔ چنانچہ جب س طرح منہ کی کھا کر پلٹی ہیں تو انہیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسی بے راہ رویوں سے اس کی معرفت کا کھوج نہیں لگایا جاسکتا اور نہ فکر پیادوں کے دلوں میں اس کی عزت کے تمکنت و جلال کا ذرا سا شائبہ آسکتا ہے۔ وہ وہی ہے کہ جس نے مخلوقات کو ایجاد کیا۔ بغیر اس کے کوئی مثال اپنے سامنے رکھتا اور بغیر اس کے کہ اپنے سے پہلے کسی اور خالق و معبود کی بنائی ہوئی چیزوں کا چرہ بہ اتارنا اس نے اپنی قدرت کی بادشاہت اور اُن عجیب چیزوں کے واسطے سے کہ جن میں اُس کی حکمت و دانائی کے آثار (منہ سے) بول رہے ہیں اور مخلوق کے اس اعتراف سے کہ وہ اپنے رکنے تھمنے میں اُس کے سہارے کی محتاج ہے۔ ہمیں وہ چیزیں دکھائی ہیں کہ جنہوں نے قہراً دلیل قائم ہو جانے کے دباؤ سے اُس کی معرفت کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور اُس کی پیدا کردہ عجیب و غریب چیزوں میں اُس کی صنعت کے نقش و نگار اور حکمت کے آثار نمایاں اور واضح ہیں۔ چنانچہ ہر مخلوق اُس کی ایک حجت اور ایک برہان بن گئی ہے۔ چاہے وہ خاموش مخلوق ہو مگر اللہ کی تدبیر و کارسازی کی ایک بولتی ہوئی دلیل ہے اور ہستی صانع کی طرف اس کی رہنمائی ثابت و برقرار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری ہی مخلوق سے اُن کے اعضاء کے الگ الگ ہونے اور تیری حکمت کی کارسازوں سے گوشت و پوست میں ڈھکے ہوئے اُن کے جوڑوں کے سروں کے ملنے میں تشبیہ دی۔ اُس نے اپنے چھپے ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اُس کے دل کو یہ یقین چھو بھی نہیں گیا کہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ گویا اُس نے پیروکاروں کا یہ قول نہیں سنا جو اپنے مقتداؤں سے بیزاری چاہتے ہوئے یہ کہیں گے کہ

”خدا کی قسم! ہم تو قطعاً ایک کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ جب ہم سارے جہان کے پالنے والے کے برابر تمہیں ٹھہرایا کرتے تھے۔“ وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں کے برابر سمجھ کر اپنے بتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اپنے وہم میں تجھ پر مخلوقات کی صفائیں جڑ دیتے ہیں اور اپنے خیال میں اُس طرح تیرے حصے بخرے کرتے ہیں، جس طرح مجسم چیزوں کے جوڑ بند الگ الگ کئے جاتے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوچ بوجھ کے مطابق تجھے مختلف قوتوں والی مخلوقات پر قیاس کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری مخلوق میں سے کسی کے برابر جانا اُس نے تیرا ہمسر بنا ڈالا اور تیرا ہمسر بنانے والا تیری کتاب کی محکم آیتوں کے مضامین اور اُن حقائق کا جنہیں تیری طرف کے روشن دلائل واضح کر رہے ہیں۔ منکر ہے۔ تو وہ اللہ ہے کہ عقلوں کی حد میں گھر نہیں سکتا کہ ان کی سوچ بچاری زد پر آ کر کیفیات کو قبول کر لے۔ اور نہ ان کے غور و فکر کی جولانیوں میں تیری سائی ہے کہ تو محدود ہو کر اُن کی فکری تصرفات کا پابند بن جائے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے:

اس نے جو چیزیں پیدا کیں اُن کا ایک اندازہ رکھا۔ مضبوط و مستحکم، اور ان کا انتظام کیا۔ عمدہ و پاکیزہ، اور انہیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی آخری منزل کی حدوں سے آگے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک پہنچنے میں کوتاہی کی۔ جب انہیں اللہ کے ارادے پر چل پڑنے کا حکم لگایا، تو انہوں نے سرتابی نہیں کی اور وہ ایسا کر ہی کیونکر سکتی تھیں۔ جبکہ تمام اُمور اُسی کی مشیت و ارادہ سے صادر ہوئے ہیں وہ گونا گوں چیزوں کا موجد ہے بغیر کسی سوچ بچاری کی طرف رجوع کئے اور بغیر طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر کسی تجربہ کے جو زمانہ کے حوادث سے حاصل کیا ہو اور بغیر کسی شریک کے کہ جو اُن عجیب و غریب چیزوں کی ایجاد میں اس کا معین و مددگار رہا ہو۔ چنانچہ مخلوق (بن بنا کر) مکمل ہو گئی اور

إِذْ شَبَّهَوْكَ بِأَصْنَافِهِمْ وَنَحَلُوكَ حَلِيَّةَ الْمَخْلُوقِينَ بِأَوْهَامِهِمْ وَنَحَلُوكَ حَلِيَّةَ الْمَخْلُوقِينَ بِأَوْهَامِهِمْ وَنَحَلُوكَ حَلِيَّةَ الْمَخْلُوقِينَ بِأَوْهَامِهِمْ. وَجَزَاءُ وَكَ تَجْزِيَةِ السُّجَّسَاتِ بِخَوَا طَرِهِمْ وَقَدْ رَوَّكَ عَلَى الْخِلْقَةِ الْمُخْتَلِفَةِ الْقُوَى بِقَرَأَتِهِمْ. وَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ سَاوَاكَ بِشَيْءٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَقَدْ عَدَلَ بِكَ. وَالْعَادِلُ بِكَ كَافِرٌ بِمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ مُحْكَمَاتُ آيَاتِكَ وَنَطَقَتْ عَنْهُ شَوَاهِدُ حُجَجِ بَيِّنَاتِكَ. وَأَنْتَ اللَّهُ الَّذِي لَمْ تَتَنَلَّاهُ فِي الْعُقُولِ فَتَكُونُ فِي الْعُقُولِ فَتَكُونُ فِي مَهَبٍ فِكْرَهَا مُكَيِّفًا وَلَا فِي رَوِيَّاتِ خَوَاطِرِهَا فَتَكُونُ مَحْدُودًا مُصَرِّفًا.

(وَمِنْهَا)

قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَاحْكَمْ تَقْدِيرَهُ وَدَبَّرَهُ فَالْطَفَ تَدْبِيرَهُ وَوَجَّهَهُ لَوَجْهَتِهِ. فَلَمْ يَتَعَدَّ حُدُودَ مَنْزِلَتِهِ وَلَمْ يَقْصُرْ دُونَ الْإِنْتِهَاءِ إِلَى غَايَتِهِ وَلَمْ يَقْصُرْ دُونَ الْإِنْتِهَاءِ إِلَى غَايَتِهِ وَلَمْ يَسْتَصْعِبْ إِذَا مَرَّ بِالْمُضِيِّ عَلَى إِرَادَتِهِ. وَكَيْفَ وَإِنَّمَا صَدَرَتْ الْأُمُورُ عَنْ مَشِيئَتِهِ. أَلَمْ نَشِئْ أَصْنَافَ الْأَشْيَاءِ بِلَا رَوِيَّةٍ فِكْرٍ أَلِ إِلَيْهَا وَلَا قَرِيحَةٍ غَرِيظَةٍ أَضْمَرَ عَلَيْهَا

وَلَا تَجْرِبَةُ أَفَادَهَا مِنْ حَوَادِثِ الدُّهُورِ
وَلَا شَرِيكٌ أَعَانَهُ عَلَى ابْتِدَاعِ عَجَائِبِ
الْأُمُورِ فَتَمَّ خَلْقُهُ وَأَذْعَنَ لِمَطَاعَتِهِ وَ
أَجَابَ إِلَى دَعْوَتِهِ وَلَمْ يَعْزِضْ دُونَهُ
رَيْثُ السُّبُطِيِّ وَلَا أَنَاةُ التُّلْكَيِّ ؕ فَاقَامَ
مِنْ الْأَشْيَاءِ أَوْدَهَا وَنَهَجَ حُدُودَهَا وَلَا ؕ
مَ يَقْدُرُ تَبَهُ بَيْنَ مُتَضَادِّهَا - وَوَصَلَ
أَسْبَابَ قَرَائِنِهَا وَفَرَّقَهَا أَجْنَاسًا مُخْتَلِفَاتٍ
فِي الْحُدُودِ وَالْأَقْدَارِ وَالْغَرَائِزِ
وَالْهَيْئَاتِ بِدَايَا خَلَائِقٍ أَحْكَمَ صُنْعَهَا وَ
فَطَرَهَا عَلَى مَا رَادَ وَابْتَدَعَهَا -

(وَمِنْهَا فِي صِفَةِ السَّمَاءِ)

وَنَظَمَ بِلَا تَعْلِيْقٍ رَهَوَاتٍ فُرَجَهَا - وَلَا حَمَّ
صُدُوعٍ انْفِرَاجَهَا وَرَشَحَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ
أَزْوَاجَهَا - وَذَكَلَ لِلْهَابِطِينَ بِأَمْرِهِ
وَالصَّاعِدِينَ بِأَعْمَالِ خَلْقِهِ خَزُونَةَ
مِعْرَاجَهَا - نَادَاهَا بَعْدَ إِذْ هِيَ دُخَانٌ -
فَالْتَحَبَّتْ عُرَى أَشْرَاجَهَا - وَفَتَّقَ بَعْدَ
الْإِرْتِنَاقِ صَوَامِتَ أَبْوَابِهَا - وَأَقَامَ رَصْدًا
مِنَ الشَّهَبِ الثَّوَابِقِ عَلَى نِقَابِهَا وَأَمْسَكَهَا
مِنْ أَنْ تَسُودَ فِي حَرَقِ الْهَرَاءِ بِأَيْدِهِ
وَأَمَرَهَا أَنْ تَقِفَ مُسْتَسْلِمَةً لِأَمْرِهِ وَجَعَلَ
شَسْسَهَا آيَةً مُبْصِرَةً لِنَ هَارِهَا وَقَبْرَهَا آيَةً
مَعْحُوتَةً مِنْ لَيْلِهَا فَاجْرَأَهَا فِي مَنَاقِلِ

اُس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکا دیا اور (فوراً) اس کی
پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھی۔ نہ کسی دیر کرنے والے کی کسی
ست رفتاری دامن گیر ہوئی اور نہ کسی جیل جت کرنے والے کی
سی سستی اور ڈھیل حائل ہوئی۔ اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھا
پن کو سیدھا کر دیا اور ان کی حدیں معین کر دیں اور اپنی قدرت
سے ان متضاد چیزوں میں ہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے
(بدنوں سے) جوڑ دیئے اور انہیں مختلف جنسوں پر بانٹ دیا۔ جو
اپنی حدود، اندازوں، طبیعتوں اور صورتوں میں جدا جدا ہیں۔ یہ
نوا بجا مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اُس نے مضبوط کی ہے اور
اپنے ارادے کے مطابق اُسے بنایا اور ایجاد کیا۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے آسمان کے وصف میں

اس نے بغیر (کسی چیز سے) وابستہ کئے اس کے شگافوں کے
نشیب و فراز کو مرتب کر دیا اور اُس کے دراڑوں کی کشادگیوں کو ملا
دیا اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کیساتھ جکڑ دیا اور اس کے
احکام کو لے کر اترنے والوں اور خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے
والوں کے لئے اس کی بلندیوں کی دشوار گزاری کو آسان کر دیا
ابھی وہ آسمان دھوئیں ہی کی شکل میں تھے کہ اللہ نے انہیں پکارا
تو (فوراً) ان کے قسموں کے رشتے آپس میں متصل ہو گئے۔

اُس نے ان کے بند دروازوں کو بستہ ہونے کے بعد کھول دیا اور
ان کے سوراخوں پر ٹوٹے ہوئے تاروں کے نگہبان کھڑے
کر دیئے اور انہیں اپنے زور سے روک دیا کہ کہیں وہ ہوا کے
پھیلاؤ میں ادھر ادھر نہ ہو جائیں اور انہیں مامور کیا کہ وہ اُس کے
حکم کے سامنے سر جھکائے ہوئے اپنے مرکز پر ٹھہرے
رہیں۔ اس نے فلک کے سورج کو دن کی روشن نشانی اور چاند کو
رات کی دھندلی نشانی قرار دیا ہے اور انہیں ان کی منزلوں پر چلایا
ہے اور ان کی گزرگاہوں میں ان کی رفتار مقرر کر دی ہے

مَجْرَاهُمَا وَقَدَّارَ سَيْرِهِمَا فِي مَدَارِجِ
دَرَجَتِهَا لِيُمَيِّزَ بَيْنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِهِمَا -
وَلِيَعْلَمَ عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ -
بِمَقَادِيرِهِمَا ثُمَّ عَلَّقَ فِي جَوْهَا فَلَكَهَا - وَ
نَاطَبَهَا زِينَتَهَا مِنْ خَفِيَّاتِ دَرَارِيْهَا
وَمَصَابِيْحِ كَوَاكِبِهَا وَدُمَى مُسْتَرْتَبِي
السَّمْعِ بِثَوَاقِبِ شَهَبِهَا وَأَجْرَهَا عَلَى
إِذْلَالِ تَسْخِيرِهَا مِنْ ثَبَاتِ ثَابِتِهَا
وَمَسِيرِ سَائِرِهَا وَهَبُوطِهَا وَصُعُودِهَا
وَنُحُوسِهَا وَسُعُودِهَا

وَمِنْهَا فِي صِفَةِ الْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
ثُمَّ خَلَقَ سُبْحَانَهُ لَا سَكَانَ سَمَوَاتِهِ
وَعِمَارَةَ الصَّفِيْحِ الْأَعْلَى مِنْ مَلَكُوتِهِ
خَلْقًا بَدِيعًا مِنْ مَلَائِكَتِهِ مَلَابِهِمْ نُورٌ وَجَّ
فَجَاجَهَا - وَحَشَى بِهِمْ فَتُوقَ أَجْوَانُهَا
وَبَيْنَ فَجَرَاتِ تِكْكَ الْفُرُوجِ زَجَلُ
الْمُسَبِّحِينَ مِنْهُمْ فِي حَظَائِرِ الْقُدْسِ
وَسُتَرَاتِ الْحُجُبِ وَسَرَادِ تَاتِ الْمَجْدِ -
وَدَرَأَ ذَلِكَ الرَّجِيْحَ الَّذِي تَسْتَكُ مِنْهُ
الْأَسْمَاعُ سُبْحَاتِ نُورٍ تَرْدُعُ الْأَبْصَارَ
عَنْ بُلُوغِهَا - فَتَقِفُ خَاسِئَةً عَلَى صُورِ
مُخْتَلِفَاتٍ وَأَقْدَارٍ مُتَفَاوِتَاتٍ - أُولَى
أَجْنِحَةٍ تَسْبِيحُ جَلَالِ عِزَّتِهِ لَا يَنْتَحِلُونَ
مَا ظَهَرَ فِي الْخَلْقِ مِنْ صُنْعَتِهِ - وَلَا

تاکہ ان کے ذریعہ سے شب و روز کی تمیز ہو سکے اور انہی کے
اعتبار سے برسوں کی گنتی اور (دوسرے) حساب جانے جا
سکیں۔ پھر یہ کہ اُس نے آسمانی فضا میں اس فلک کو آویزاں کیا
اور اس میں اس کی آرائش کے لئے منے منے موتیوں ایسے
تارے اور چراغوں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے آویزاں کئے
اور چوری چھپے کان لگانے والوں پر ٹوٹے ہوئے تاروں کے تیر
چلائے اور ستاروں کو اپنے جبر و قہر سے ان کے ڈھرے پر لگایا
کہ کوئی ثابت رہے اور کوئی سیار کبھی اتار ہو اور کبھی ابھار اور کسی
میں محسوس ہو اور کسی میں سعادت۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے فرشتوں کے وصف میں

پھر اللہ سبحانہ نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور اپنی مملکت
کے بلند طبقات کو آباد کرنے کے لئے فرشتوں کی عجیب و غریب
مخلوق پیدا کی۔ ان میں آسمان کے وسیع راستوں کا گوشہ گوشہ
بھر دیا اور اُس کی فضا کی وسعتوں کا کونا کونا چھلکا دیا اور ان وسیع
اطراف کی پہنائیوں میں تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں
قدس و پاکیزگی کی چار دیواریوں اور عظمت کے گہرے چھاؤں
اور بزرگی و جلال کے پردوں میں گونجتی ہیں اور اس گونج کے
پیچھے جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ تجلیات نور کی اتنی
فراوانیاں ہیں کہ جو نگاہوں کو اپنے تک پہنچنے سے روک دیتی
ہیں۔ چنانچہ وہ ناکام و نامراد ہو کر اپنی جگہ پر ٹھہری رہتی ہیں۔
اللہ نے ان (فرشتوں) کو جدا جدا صورتوں اور الگ الگ
پیمانوں پر پیدا کیا ہے۔ وہ بال و پر رکھتے ہیں اور اس کے جلال و
عزت کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور مخلوق میں جو اُس کی صنعتیں
اجاگر ہوئی ہیں انہیں اپنی طرح نسبت نہیں دیتے اور نہ یہ ادعا
کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی شے کو پیدا کر سکتے ہیں کہ جس کے
پیدا کرنے میں وہ منفرد و یکتا ہے۔ بلکہ وہ اُس کے معزز
بندے ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اُس سے سبقت

يَدْعُونَ أَنَّهُمْ يَخْلُقُونَ شَيْئًا مِمَّا انْفَرَدَ بِهِ۔
 بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْقُونَهُ إِلَّا الْقَوْلُ وَهُمْ
 بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ۔ جَعَلَهُمْ فِيهَا هَنَالِكَ أَهْلَ
 الْأَمَانَةِ عَلَى وَحْيِهِ وَحَمَلَهُمْ إِلَى
 الْمُرْسَلِينَ وَدَانِعَ أَمْرِهِ وَنَهَيْهِ۔ وَعَصَهُمْ
 مِنْ رَبِّ الشُّبُهَاتِ فَمَا مِنْهُمْ زَانِعٌ عَنْ
 سَبِيلِ مَرْضَاتِهِ۔ وَأَمَدَّهُمْ بِفَوَائِدِ
 الْمَعُونَةِ۔ وَأَشْعَرَ قُلُوبَهُمْ تَوَاضَعِ أَحْبَابِ
 السَّكِينَةِ وَفَتَحَ لَهُمْ أَبْوَابَ دُلَالٍ إِلَى
 تَمَاجِيدِهِ۔ وَنَصَبَ لَهُمْ مَنَارًا وَضَحَّةً عَلَى
 أَعْلَامِ تَوْحِيدِهِ لَمْ تُثْقِلْهُمْ مَوْصِرَاتُ
 الْأَثَامِ۔ وَلَمْ تَرْتَحِلْهُمْ عُقْبُ اللَّيَالِي وَ
 الْأَيَّامِ۔ وَلَمْ تَرْمِ الشُّكُوكُ بِنَوَازِعِهَا
 عَزِيمَةَ إِيْمَانِهِمْ وَلَمْ تَعْتَرِكِ الظُّنُونُ عَلَى
 مَعَاقِدِ يَقِينِهِمْ وَلَا قَدَحَتْ قَادِحَةَ
 الْإِحْسَانِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ۔ وَلَا سَلَبَتْهُمْ الْحَيْرَةَ
 مَا لَاقَ مِنْ مَعْرِفَتِهِ بِضَائِرِهِمْ وَمَا سَكَنَ
 مِنْ عَظَمَتِهِ وَهَيْبَةِ جَلَالَتِهِ فِي أَثْنَاءِ
 صُدُورِهِمْ وَلَمْ تَطْعَمْ فِيهِمُ الْوَسَاوِسُ
 فَتَقْتَرِعَ بَرِيْنَهَا عَلَى فِكْرِهِمْ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ
 فِي خَلْقِ الْغَمَامِ الدَّلْحِ وَفِي عَظَمِ
 الْجِبَالِ الشُّمُخِ وَفِي قَتَرَةِ الظَّلَامِ الْآبَهُمْ
 وَمِنْهُمْ مَنْ خَرَّتْ أَقْدَامُهُمْ تَخَوُّمَ
 الْأَرْضِ السُّفْلَى۔ فَهِيَ كَرَايَاتٍ بِيضٍ

نہیں کرتے اور وہ اسی کے کہنے پر چلتے ہیں۔ اللہ نے انہیں
 وہاں اپنی وحی کا امانت دار اور اپنے اوامر و نواہی کی ودیعتوں کا
 حامل بنا کر رسولوں کی طرف بھیجا ہے اور شک و شبہات کے
 خدشوں سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو ان میں ہے کوئی بھی اس کی
 رضا جوئی کی راہ سے کترانے والا نہیں۔ اور اُس نے اپنی توفیق
 و اعانت سے اُن کی دنگیری کی، اور خضوع کے معزز بندے
 ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اُس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ
 اسی کے کہنے پر چلتے ہیں۔ اللہ نے انہیں وہاں اپنی وحی کا امانت
 دار اور اپنے اوامر و نواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی
 طرف بھیجا ہے اور شک و شبہات کے خدشوں سے انہیں محفوظ
 رکھا ہے۔ تو ان میں ہے کوئی بھی اس کی رضا جوئی کی راہ سے
 کترانے والا نہیں۔ اور اُس نے اپنی توفیق و خشوع کی عجز و
 شکستگی سے اُن کے دلوں کو ڈھانپ دیا ہے اور تسبیح و تقدیس کی
 سہولتوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے ہیں اور اپنی
 توحید کے نشانوں پر اُن کے لئے روشن مینار نصب کئے ہیں۔ نہ
 گناہوں کی گراںباریوں نے انہیں دبا رکھا ہے، نہ شب و روز کی
 گردشوں نے ان پر (سواری کے لئے) پالان ڈالے ہیں اور
 نہ شکوک و شبہات نے اُن کے ایمان کی استحکام پر تیر چلائے
 ہیں اور نہ ان کے یقین کی پختگیوں پر (ادبام و) ظنون نے
 دھاوا بولا ہے۔ اور نہ ان کے درمیان کبھی کینہ و حسد کی
 چنگاریاں بھڑکی ہیں۔ اور نہ حیرانی و سراسیمگی ان کے دلوں میں
 سرائت کی ہوئی معرفت اور اُن کے سینے کی تہوں میں جمی ہوئی
 عظمتِ خداوندی و ہیبتِ جلالِ الہی کو چھین سکی ہے، نہ کبھی
 دوسووں نے ان پر دندان آرتیز کیا ہے کہ ان کے فکروں کو زنگ
 و تکرار سے آلودہ کر دیں۔ ان میں کچھ وہ ہیں جو اللہ کے پیدا
 کردہ بوجھل بادلوں اور اونچے پہاڑوں کی بلندیوں اور گھٹاؤں

قَدْ نَفَذَتْ فِي مَخَارِقِ الْهَوَاءِ۔
 وَتَحْتَهَارِيحِ هَفَافَةٍ تَحْسِبُهَا عَلَى حَيْثُ
 انْتَهَتْ مِنَ الْحُدُودِ الْمُتَنَاهِيَةِ۔ قَدْ
 وَقَطَعَهُمُ الْإِيقَانُ بِهِ إِلَى الْوَالِهِ إِلَيْهِ وَلَمْ
 تُجَاوِزْ رَغَبَاتُهُمْ مَا عِنْدَهُ إِلَى
 مَا عِنْدَ غَيْرِهِ۔ قَدْ ذَاتُوا حَلَاوَةَ مَعْرِفَتِهِ
 وَشَرَبُوا بِالسَّكَاسِ الرُّوِيَّةِ مِنْ مَحَبَّتِهِ
 وَتَسَكَّنَتْ مِنْ سَوِيْدَاءِ قُلُوبِهِمْ وَشَيْجَةِ
 حَيْفَتِهِ فَحَنُوا بِطُولِ الطَّاعَةِ اعْتِدَالَ
 ظُهُورِهِمْ۔ وَلَمْ يَنْفِطُطُولُ مِنْهُمْ۔ وَلَا
 تَرَكَتْ لَهُمْ اسْتِكَانَةُ الْإِجْلَالِ نَصِيْبًا فِي
 تَعْظِيمِ حَسَنَاتِهِمْ۔ وَلَمْ تَجْرِ الْفَتَرَاتُ
 فِيهِمْ عَلَى طُولِ دَوْدٍ بِهِمْ وَلَمْ تَغْضُ
 رَغَبَاتُهُمْ فَيُخَالِفُوا عَنْ رَجَاءِ رَبِّهِمْ وَلَمْ
 تَجِفَّ لِطُولِ الْمُنَاجَاةِ أَسْلَاطُ السَّنَنِ
 وَلَا مَلَكْتُهُمْ الْأَشْغَالُ فَتَنْقَطِعَ بِهِمْ
 الْجَوَارُ إِلَيْهِ أَصَوَاتُهُمْ وَلَمْ الرُّغْبَةُ إِلَيْهِ
 مَادَّةَ تَضَرُّعِهِمْ وَلَا أَطْلَقَ عَنْهُمْ عَظِيمُ
 الزُّلْفَةِ رِبْقَ خُشُوعِهِمْ وَلَمْ يَتَوَلَّهُمْ
 إِلَّا عَجَابٌ فَيَسْتَكْثِرُ وَأَمَّا سَلَفُ
 السُّتْفَرِ غَتَّهُمْ أَشْغَالُ عِبَادَتِهِ وَوَصَلَتْ
 حَقَائِقُ الْإِيْمَانِ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهِ۔
 تَخْتَلِفُ فِي مَقَاوِمِ الطَّاعَةِ مَنَاقِبُهُمْ۔
 وَلَمْ يَثْنُوا إِلَى رَاحَةِ التَّقْصِيرِ فِي أَمْرِهِ

اندھیروں کی سیاہیوں کی صورتوں میں ہیں اور ان میں کچھ وہ
 ہیں جن کے قدم تحت التری کی حدوں کو چیر کر نکل گئے ہیں۔ تو
 وہ سفید جھندوں کے مانند ہیں جو فضا کی وسعت کو چیرتے ہوئے
 آگے بڑھ گئے ہیں، اور ان پھریوں کے آخری سرے تک
 ایک ہلکی ہوا چل رہی ہے جو انہیں روکے ہوئے ہے۔ ان
 فرشتوں کو عبادت کی مشغولیتوں نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا اور
 ایمان کے ٹھوس عقیدے ان کے لئے اللہ کی معرفت کا وسیلہ بن
 گئے ہیں اور یقین کامل نے اوروں سے ہٹا کر اُسی سے اُن کی لو
 لگا دی ہے۔ اللہ کی طرف کی نعمتوں کے سوا کسی غیر کے عطا
 انعام کی انہیں خواہش ہی نہیں ہوتی۔ انہوں نے معرفت کے
 شیریں مزے چکھے ہیں اور اس کی محبت کے سیراب کرینوالے
 جام سے سرشار ہیں اور ان کے دلوں کی تہ میں اس کا خوف جڑ
 پکڑ چکا ہے، تو انہوں نے لمبی چوڑی عبادتوں سے اپنی سیدھی
 کسریں ٹیڑھی کر لی ہیں اور ہمہ وقت اسی کی طلب میں لگے
 رہنے کے باوجود ان کے تضرع و عاجزی کے ذخیرے ختم نہیں
 ہوتے اور قریب الہی کی بلندیوں کے باوجود خوف و خشوع کے
 پھندے اُن (کے گلے) سے نہیں اُترتے۔ نہ ان میں کبھی خود
 پسندی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے گزشت اعمال کو زیادہ خیال
 کرنے لگیں اور نہ جلال پروردگار کے سامنے ان کے عجز و انکسار
 نے یہ موقع آنے دیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا سمجھ سکیں۔ ان
 میں مسلسل تعجب اٹھانے کے باوجود بھی سست نہیں آنے پاتی،
 اور نہ اُن کی طلب و رغبت میں کبھی کمی پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنے
 پائے والے کے توقعات سے روگرداں ہو جائیں اور نہ مسلسل
 مناجاتوں سے ان کی زبان کی نوکیں خشک ہوتی ہیں اور نہ کبھی
 ایسا ہوا ہے کہ وہ دوسرے اشغال کی وجہ سے تضرع و زاری کی
 آوازوں کو دیکھا کر لیں اور نہ عبادت کی صفوں میں اُن کے

رَقَابَهُمْ وَلَا تَعْدُوا عَلَى عَرِيَّةٍ جَدِّهِمْ
بَلَادَةَ الْغَفْلَاتِ وَلَا تَنْتَضِلْ فِي هَيْبِهِمْ
خَدَائِعُ الشَّهَوَاتِ قَدْ اتَّخَذُوا ذَا
الْعَرْشِ ذَخِيرَةً لِيَوْمٍ فَاقْتِهِمْ- وَيَسْمُوهُ
عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ إِلَى السَّخْلُوقِينَ
بِرَغْبَتِهِمْ لَا يَقْطَعُونَ أَمَدَ غَايَةِ عِبَادَتِهِ
وَلَا يَرْجِعُ بِهِمْ إِلَّا سِتْهَاتُ بِلُزُومِ طَاعَتِهِ
إِلَّا إِلَى مَوَادِّ مِنْ قُلُوبِهِمْ غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ
مِنْ رَجَائِهِ وَمَخَافَتِهِ- لَمْ تَنْقُطْ
أَسْبَابُ الشَّفَقَةِ مِنْهُمْ- فَيَنُوءُ فِي جَدِّهِمْ
وَلَمْ تَأْسِرْهُمْ إِلَّا طِمَاحُ فَيُؤْثِرُوا وَشَيْكُ
السَّعْيِ عَلَى اجْتِهَادِهِمْ- وَلَمْ
يَسْتَعْظِمُوا مَا مَضَى مِنْ أَعْمَالِهِمْ-
وَلَوْ اسْتَعْظَمُوا ذَلِكَ لَنَسَخَ الرَّجَاءُ مِنْهُمْ
شَفَقَاتٍ وَجَلِيلِهِمْ- وَلَمْ يَخْتَلِفُوا فِي
رَبِّهِمْ بِاسْتِحْوَاذِ الشَّيْطَانِ عَلَيْهِمْ- وَلَمْ
يُفَرِّقْهُمْ سَوَاءُ التَّقَاطُعِ- وَلَا تَوَلَّاهُمْ
غِلُّ التَّحَاسُدِ- وَلَا شَعَبَتَهُمْ أَخْيَافُ
الْهَمِّ- فَهُمْ أَسْرَاءُ إِيْمَانٍ- لَمْ يَفْكِهِمْ مِنْ
رَبْقَتِهِ ذَيْغٌ وَلَا عُدُولٌ وَلَا وَنْسٌ وَلَا
فُتُورٌ- وَلَيْسَ فِي أَطْبَاقِ السَّمَاءِ مَوْضِعُ
إِهَابٍ إِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْ سَاحٍ
حَافِذٌ- يَزِدُّهُمْ عَلَى طَوْلِ الطَّاعَةِ
بِرَبِّهِمْ فِي قُلُوبِهِمْ عَظْمًا-

شانے آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اور نہ وہ آرام و راحت کی خاطر
اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کر کے اپنی گردنوں کو ادھر سے
ادھر کرتے ہیں نہ ان کی کوششوں کے عزم پر غفلت کی نادانیاں
حملہ آور ہوتی ہیں، اور نہ ان کی (بلند) ہمتوں میں فریب دینے
والے وسوسوں کا گزر ہوتا ہے۔ انہوں نے احتیاج کے دن کے
لئے صاحب عرش کو اپنا ذخیرہ بنا رکھا ہے اور جب دوسرے لوگ
مخلوقات کی طرف اپنی خواہشوں کو لے کر بڑھتے ہیں تو یہ بس
اسی سے لو لگاتے ہیں ہیں۔ وہ اُس کی عبادت کی انتہا کو نہیں پہنچ
سکتے انہیں عبادت کا والہانہ شوق (کسی اور طرف لے جانے کے
بجائے) ان کی قلبی امید و بیم کے ان ہی سرچشموں کی طرف لے
جاتا ہے جن کے سوتے کبھی موقوف نہیں ہوتے۔ خوف کھانے
کے وجہ ختم نہیں ہوئے کہ وہ اپنی کوششوں میں سستی کریں اور نہ
دنیا کے طمعوں نے انہیں جکڑ رکھا ہے کہ وہ دنیا کے لئے وقتی
کوششوں کو اپنی اس جدوجہد پر ترجیح دیں اور نہ انہوں نے اپنے
سابقہ اعمال کو بھی بڑا سمجھا ہے، اور اگر بڑا سمجھتے تو پھر امیدیں
خوف خدا کے اندیشوں کو ان (کے صفحہ دل) سے مٹا دیتیں اور نہ
شیطان کے ورغلانے سے ان میں باہم اپنے پروردگار کے متعلق
کبھی کوئی اختلاف پیدا ہوا، اور نہ ایک دوسرے سے سے کٹنے
(اور بگاڑ پیدا کرنے) کی وجہ سے پراگندہ و متفرق ہوئے، اور نہ
آپس میں حسد رکھنے کے سبب سے ان کے دلوں میں کینہ و بغض
پیدا ہوا اور نہ شک و شبہات میں پڑنے کی وجہ سے تتر بتر ہوئے
اور نہ پست ہمتیوں نے ان پر کبھی قبضہ کیا۔ وہ ایمان کے پابند
ہیں، انہیں اس کے بندھنوں سے کبھی، روگردانی، سستی یا کابلی
نے کبھی نہیں چھڑایا۔ سطح آسمان پر کھال کے برابر بھی ایسی جگہ
نہیں کہ جہاں کوئی کجہرہ کرنے والا فرشتہ یا تیزی سے تنگ و دو
کرنے والا ملک نہ ہو، پروردگار کی اطاعت کے بڑھنے سے ان
کے علم میں زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے اور ان کے دلوں میں اس کی
عزت کی عظمت و جلالت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

(وَمِنْهَا) فِي صِفَةِ الْأَرْضِ وَدَحْوَهَا
عَلَى الْمَاءِ كَبَسَ الْأَرْضَ عَلَى
مَوَادِّ أَمْوَاجٍ مُسْتَفْحِلَةٍ-

وَلَجَجَ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ تَلْتَطِمُ أَوَاذِي
أَمْوَاجِهَا وَتَصْطَفِقُ مُتَقَادَاتٍ تَيَّارٍ-
وَرَدَّتْ مِنْ نَخْوَةِ بَأْوٍ وَأَعْتَلَّاهُ وَشَوَّخَ
أَنْفِهِ وَسَمُوْغُلُوْأَيْهِ وَكَعَمَتْهُ عَلَى كِظَّةِ
جَرَبَتِهِ فَهَمْدٌ بَعْدَ نَزَقَاتِهِ فَلَمَّا سَكَنَ هَيْبَ
الْمَاءِ مِنْ تَحْتِ أَكْنَافِهَا وَحَلَّ شَوَاهِقُ
الْجِبَالِ الشَّيْخِ الْبَدَخِ عَلَى أَكْتَافِهَا
فَجَرَيْنَا بَيْعَ الْعُيُونِ مِنْ لِقْفَلِ حَمَلِهَا
وَسَكَنَ هَيْبُ ارْتِمَائِهِ إِذْ وَطِئَتْهُ
بِكَلْكَلِهَا- وَذَلُّ مُسْتَحْدِيَا إِذَا تَمَعَّكَ
عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا فَاصْبَحَ بَعْدَ اصْطِخَابِ
أَمْوَاجِهِ سَاجِدًا مَقْهُورًا- وَفِي حَكْمَةِ
الدَّلِّ مُتَقَادًا أَسِيرًا- وَسَكَنَتِ الْأَرْضُ
مَدْحُوَّةً فِي لُجَّةِ آبِجَاهَا وَتَرَعُوزَ بَدَا
كَالْفُحُولِ عِنْدَ هَيْبِجَاهَا- فَخَضَعُ جَمَاحُ
الْمَاءِ الْمُتَلَاظِمِ عَرَانِينَ أَنْوَفِهَا- وَفَرَّقَهَا
فِي سُهُوبٍ بَيْدَهَا وَأَحَادِيْلَهَا
وَأَحَادِيْدَهَا وَعَدَلَ حَرَكَاتِهَا بِالرَّسَائِلِ
مِنْ جَلَامِيْدَهَا وَذَوَاتِ الشَّنَاحِيْبِ
الشَّمِّ مِنْ صَيَاحِيْدَهَا- فَسَكَنَتْ مِنْ
الْمِيدَانِ لِرُسُوبِ الْجِبَالِ فِي قِطْعِ

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے ”جس میں زمین اور اس کے
پانی پر بچھائے جانے کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔“

(اللہ نے) زمین کو تہہ و بالا ہونے والی مہیب لہروں اور بھرپور
سمندروں کی انتہا گہرائیوں کے اوپر پانا جہاں موجیں
موجوں سے ٹکرا کر پیڑھے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو
دھکیل کر گونج اٹھتی تھیں اور اس طرح بھین دے رہی تھیں جس
طرح مستی و ہیجان کے عالم میں نراونٹ۔ چنانچہ اس متلاطم
پانی کی طغیانیاں زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرد
ہو گئیں اور جب اُس نے اپنا سینہ اس پر ٹیک کر اسے روندنا تو
سارا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا اور جب اپنے شانے ٹکا کر اس
پر لوٹی، تو وہ دلتوں اور خوار یوں کے ساتھ رام ہو گیا۔ کہاں تو
اس کی موجیں دندنا رہی تھیں کہ اب عاجز و بے بس ہو کر ہتھم
گیا، اور ذلت کی لگاموں میں اسیر ہو کر مطیع ہو گیا اور زمین
اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن پھیلا کر ٹھہر گئی اور
اس کے اٹھانے اور سر اٹھانے کے غرور اور تکبر سے ناک اور
پرچڑھانے اور بہاؤ میں تفوق و سر بلندی دکھانے کا خاتمہ
کر دیا اور اس کی روانی کی بے اعتدالیوں پر ایسے بند باندھے
کہ وہ اچھلنے کودنے کے بعد (بالکل بے دم) ہو کر ٹھہر گیا اور
جست و خیز کی سرمستیاں دکھا کر ہتھم گیا۔ جب اس کے
کناروں کے نیچے پانی کی طغیانی کا زور و شور سکون پذیر ہوا
اس کے کاندھوں پر اونچے اونچے اور چوڑے چکے پہاڑوں کا
بوجھ لد گیا، تو (اللہ نے) اس کی ناک کے بانسوں کے پانی
کے چشمے جاری کر دیئے جنہیں دور و دراز جنگلوں اور کھدے
ہوئے گڑھوں میں پھیلا دیا اور پتھروں کی مضبوط چٹانوں اور
بلند چوٹیوں والے پتھر لے پہاڑوں سے اس کی حرکت میں
اعتدال پیدا کیا۔ چنانچہ اس کی سطح کے مختلف حصوں میں

أَدْبِيهَا۔ وَتَغْلُغُهَا مُتَسَرِّبَةً فِي جُوبَاتِ
خَبَاشِيهَا وَرُكُوبِهَا أَعْنَاقَ سُهُولِ
الْأَرْضَيْنِ وَجَرَأِ ثِيْبِهَا وَفَسَحَ بَيْنَ الْجَوِّ
وَبَيْنَهَا۔ وَأَعْدَلُ الْهَوَاءِ مُتَنَسِّمًا لِسَاكِنِهَا۔
وَأَخْرَجَ إِلَيْهَا إِهْلَهَا عَلَى تَمَامِ مَوَاقِفِهَا ثُمَّ
بَيَّنَّهُمْ وَبَيَّنَ مَعْرِفَتَهُ، بَلَّ تَعَاهَدَهُمْ
بِالْحُجَجِ عَلَى السَّنِ الْخَيْرَةِ مِنْ أَنْبِيَائِهِ،
وَمُتَحِيلِهِ وَدَائِعِ رِسَالَاتِهِ قَرْنَا فَقَرْنَا
حَتَّى تَمَّتْ بِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ حُجَّتُهُ، وَبَلَغَ الْمَقْطَعُ عُدْرَةَ
وَنُدْرَةَ وَقَدَّرَ الْأَرْزَاقَ عَلَى عِبَادِهِ۔ وَلَمْ
يُخْلِهِمْ بَعْدَ أَنْ قَبَضَهُ مِمَّا يُؤْكَدُ عَلَيْهِمْ
حُجَّةَ رَبُّوبِيَّةٍ۔ وَيَصِلُ لَمْ يَدْعُ جُرُزُ
الْأَرْضِ الَّتِي تَقْصُرُ مِمَّا الْعُيُونُ عَنْ
رَوَائِبِهَا وَلَا تَجِدُ جَدَاوِلَ الْأَنْهَارِ ذُرِّيَّةً
إِلَى بُلُوغِهَا حَتَّى أَنْشَأَهَا وَتَسْتَخْرِجُ
نَبَاتَهَا۔ أَلْفَ غَمَامَهَا بَعْدَ اقْتِرَاقِ لُبْعِهِ
وَتَبَايُنِ فَرَاعِهِ حَتَّى إِذَا تَمَخَّضَتْ لُجَّةُ
الْمُزْنِ فِيهِ۔ وَالتَّمَعُ بَرَقَهُ فِي كَفِّهِ وَلَمْ يَنْمِ
وَمِيطُصُهُ فَنِي كَنْهَوْرٍ رَبَابِهِ وَمَتَرًا كِمِ
سَحَابِهِ أَرْسَلَهُ سَحَابًا مُتَدَلِّكًا۔ قَدْ أَسَفُ
هَيْدَبُهُ، تَمَرِيهِ الْجَنُوبُ وَدَرَاَهَا ضِيْبِهِ
وَدَفْعُ شَابِيْبِهِ۔ فَلَبَّا الْقَتِ السَّحَابُ بَرَكَ
بَوَائِبِهَا، وَبَعَاغَ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ مِنَ الْعِبَاءِ

الْمَحْمُولِ عَلَيْهَا أَخْرَجَ بِهِ مِنْ هَوَامِدِ
الْأَرْضِ النَّبَاتِ وَمِنْ زُغْرِ الْجِبَالِ
الْأَعْشَابِ فَهِيَ تَبْهَجُ بِزِينَةِ رِيَاضِهَا وَ
تَزْدَهِي بِمَاءِ الْبَيْسَةِ مِنْ رَيْطِ أَزَاهِيرِهَا
أَتْرَاجِهَا۔ وَخَلَقَ الْأَحَالَ فَاظْلَالَهَا
وَقَصْرَهَا وَقَدَمَهَا وَأَخْرَجَهَا۔ وَوَصَلَ
بِالْمَوْتِ أَسْبَابَهَا۔ وَجَعَلَهُ، خَالِجًا
لَا شَطَانِهَا وَقَاطِعًا لِمَرَاتِرِ إِقْرَانِهَا۔ عَالِمٌ
السَّرِّ مِنَ ضَمَائِرِ الْمُضْطَرِّينَ وَنَجْوَى
الْمُتَخَفِثِينَ۔ وَخَوَاطِرِ رَجَمِ
الظُّنُونِ، وَحَلِيَّةِ مَا سَيْطَتْ بِهِ مِنْ نَاضِرِ
أَنْوَارِهَا وَجَعَلَ ذَلِكَ بَلَاغًا لِلْأَنَامِ وَرِزْقًا
لِلْأَنْعَامِ۔ وَخَرَقَ الْفَجَاجَ فِي أَفَاقِهَا
وَأَقَامَ النَّارَ لِلْسَّالِكِينَ عَلَى جَوَادِ
طُرُقِهَا فَلَبَّا مَهْدَ أَرْضِهِ وَأَنْفَذَ أَمْرَهُ
اخْتَارَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَيْرَةَ مَنْ خَلَقَهُ
وَجَعَلَهُ أَوَّلَ جَبَلَتِهِ وَأَسْكَنَهُ جَنَّتَهُ وَ
أَرْعَدَ فِيهَا أَكْلَهُ، وَأَوْعَزَ إِلَيْهِ فِيمَا نَهَاهُ
عَنْهُ۔ وَأَعْلَنَهُ أَنْ فِي الْأَقْدَامِ عَلَيْهِ
التَّعَرُّضُ لِمَعْصِيَتِهِ۔ وَالْمُخَاطَرَةُ
بِمَنْزِلَتِهِ۔ فَاقْدَمَ عَلَى مَانِهَا
بِمُؤَافَاةٍ لِسَابِقِ عَلَيْهِ فَاهْبَطَهُ بَعْدَ
فَكْثَرِهَا وَقَلَلِهَا۔ وَتَسَمَّيَا عَلَى الضَّيْقِ
وَالسَّعَةِ فَعَدَلَ فِيهَا لِيَتَبَلَّى مَنْ أَرَادَ

لوگوں کی زندگی کا وسیلہ اور چوپاؤں کا رزق قرار دیا ہے اور اسی
نے زمین کی سمتوں میں کشادہ راستے نکالے ہیں اور اس کی
شاہراہوں پر چلنے والوں کے لئے روشنی کے مینار نصب کئے
ہیں۔ جب اللہ نے فرش زمین بچھالیا اور اپنا کام پورا کر لیا تو
آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں برگزیدہ ہونے کی
وجہ سے منتخب کر لیا اور انہیں نوع انسانی کی قرداول قرار دیا۔ اور
انہیں اپنی جنت میں ٹھہرایا۔ جہاں دل کھول کر اُن کے کھانے
پینے کا انتظام کیا اور جس سے منع کرنا تھا اس سے پہلے ہی خبردار
کر دیا تھا، اور یہ بتا دیا تھا کہ اُس کی طرف قدم بڑھانے میں
عدول حکمی کی آلائش ہے اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔
لیکن جس چیز سے انہیں روکا تھا انہوں نے اُسی کا رخ کیا جیسا
کہ پہلے ہی سے اس کے علم میں تھا۔ چنانچہ توبہ کے بعد انہیں
جنت کے نیچے اتار دیا، تاکہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد
کرے اور ان کے ذریعے بندوں پر رحمت پیش کرے۔ اللہ نے
آدم کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی
نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں اور
بندوں کے لئے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد
دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے
امانت داروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا
رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ وہ
حجت (پوری طرح) تمام ہو گئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا
اپنے نقطہ اختتام کو پہنچ گیا۔ اس نے روزیاں مقرر کر رکھی ہیں
(کسی کے لئے) زیادہ اور (کسی کے لئے) کم اور اس کی تقسیم
میں کہیں تنگی رکھی ہے اور کہیں فراخی اور یہ بالکل عدل کے
مطابق تھا۔ اس طرح کہ اُس نے جس جس صورت میں چاہا
امتحان لیا ہے۔ رزق کی آسانی یا دشواری کے ساتھ اور مال دار

بَسِيسُورَ هَاوٍ مَعْسُورَ هَا- وَلِيَخْتَبِرَ
بِذَلِكَ الشُّكْرَ وَالصَّبْرَ مِنْ غَنِيَّهَا
وَفَقِيرَ هَا- ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِهَا عَقَابِيلَ
فَاقْتَبَهَا، وَبَفَرَجِ افْرَاجِهَا غُصَصَ وَعُقْدِ
عَرِيَمَاتِ الْيَقِينِ- وَمَسَارِقِ اِبْسَاضِ
الْجَفُونِ، وَمَا ضَمِنَتْهُ اَكْبَانُ الْقُلُوبِ
وَعِيَابَاتُ الْغُيُوبِ، وَمَا أَصْغَتْ
لَا سِتْرَاقِهِ مَصَائِخُ الْأَسْبَاحِ، وَمَصَائِفِ
الدَّرِّ وَمَشَاتِي الْهَوَايَا وَدَجَعِ الْحَنِينِ
مِنْ الْمَوْلَاهَاتِ وَهَمْسِ الْأَقْدَامِ وَمَنْفَسِحِ
الشَّرِّ مِنَ وَلَا تَبِجِ غُلْفِ الْأَكْبَامِ، وَمَنْقَمِعِ
الْوَحُوشِ مِنْ غَيْرَانِ الْجِبَالِ
وَأَرْدِيَّتِهَا وَمَخْتَبَاءِ الْبَعُوضِ بَيْنَ سَوَاقِ
الْأَشْجَارِ وَالْحِجِيَّتِهَا، وَمَغْرَزِ الْأَوْدَاقِ
مِنْ الْأَفْنَانِ، وَمَحْطِ الْأَمْشَاجِ مِنْ
مَسَارِبِ الْأَصْلَابِ وَنَاشِئَةِ الْغُيُومِ
وَمَتَلَا حِيَّهَا وَدُرُورِ قَطْرِ السَّحَابِ فِي
مُتَرَاكِهَاتِهَا- وَمَا تَسْفِي الْأَعَاصِيرُ
بِدُيُولِهَا وَتَعْفُو الْأَمْطَارُ بِسُيُولِهَا وَعَوَمَ
نَبَاتِ الْأَرْضِ فِي كُثْبَانِ الرِّمَالِ،
وَمُسْتَقَرِّ ذَوَاتِ الْأَجْنِحَةِ بِدُرَى
شَنَاحِيْبِ الْجِبَالِ وَتَغْرِيدِ ذَوَاتِ
الْمَنْطِقِ فِي دِيَابِجِ الْأَوْكَارِ، وَمَا أَوْعَبَتْهُ
الْأَصْدَافُ، وَحَضَنْتْ عَلَيْهِ-

اور فقیر کے شکر اور صبر کو جانچا ہے پھر اس نے رزق کی فراخیوں
کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرے اور اس کی سلامتیوں میں منت نئی
آفتوں کے وعدے اور فراخی و وسعت کی شادمانیوں کے ساتھ غم
و غصہ کے گلو گری پھندے بھی لگا رکھے ہیں۔ اُس نے زندگی کی
(مختلف) مد میں مقرر کی ہیں۔ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم، کسی
کو آگے اور کسی کو پیچھے کر دیا ہے اور ان مدتوں کی رسیوں کی
موت سے گرہ لگا دی ہے اور موت ان کو کھینچنے لگتی جاتی ہے اور
اُن کے مضبوط رشتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتی ہے۔ وہ
بھید کئے چھپانے والوں کی نیتوں، کھسر پھسر کرنے والوں کی
سرگوشیوں، منظون اور بے بنیاد خیالوں دل میں جتنے ہوئے یقینی
ارادوں، پلکوں (کے نیچے) کنکھیوں کے اشاروں، دل کی تہوں
اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور (ان
آوازوں کا سننے والا ہے) جن کو کان لگا کر سننے کے لئے کانوں
کے سوراخوں کو جھکنا پڑتا ہے اور چیونٹیوں کے موسم گرما کے
مکسوں اور حشرات الارض کے موسم سرما بسر کرنے کے مقاصد
سے آگاہ ہے اور پر مردہ عورتوں کے (درد بھرے) نالوں کی
گونج اور قدموں کی چاپ کا سننے والا ہے اور سبز پتوں کے
غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشوونما پانے کی
جگہوں اور پہاڑوں کی کھوؤں اور اُن کے نشیبوں وحشی جانوروں
کی پناہ گاہ ہوں اور درختوں کے تنوں اور اُن کے چھلکوں میں
چھمروں کے سرچھپانے کے سوراخوں اور شاخوں میں پتوں
کے پھوٹنے کی جگہوں اور صلب کی گذرگاہوں میں نطفوں کے
ٹھکانوں اور زمین سے اٹھنے والے ابر کے لکڑوں (ٹکڑوں) اور
آپس میں جڑے ہوئے بادلوں اور تہ بہ تہ جتنے ہوئے ابروں
سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے باخبر ہے۔ اور ریگ
(بیابان) کے ذرے جنہیں باد گولوں نے اپنے داموں سیاڑا یا
ہے اور وہ نشانات جنہیں بارشوں کے سیلابوں نے زمین

أَمْوَاجِ الْبِحَارِ وَمَا غَشِيَتْهُ سُدْفَةُ لَيْلٍ
أَوْ ذَرَّ عَلَيْهِ شَارِقُ نَهَارٍ- وَمَا اعْتَقَبَتْ
عَلَيْهِ أَطْبَاقُ الدِّيَابِجِ وَسُبُحَاتُ
النُّورِ- وَأَثَرِ كُلِّ خَطْوَةٍ- وَحِسِّ كُلِّ
حَرَكَةٍ وَدَجَمِ كُلِّ كَلِمَةٍ- وَتَحْرِيكِ كُلِّ
نَسَمَةٍ وَمِثْقَالِ كُلِّ ذَرَّةٍ، وَهَمَاهِمِ كُلِّ
نَفْسٍ هَامَةٍ- وَمَا عَلَيْهَا مِنْ ثَمَرِ
شَجَرَةٍ، أَوْ سَاقِطِ رَقَةٍ أَوْ قَرَارَةٍ نُطْفَةٍ
أَوْ نُقَاعَةٍ دَمٍ وَمُضْغَةٍ- أَوْ نَاشِئَةِ خَلْقٍ
وَسُلَالَةٍ- لَمْ تَلْحَقْهُ فِي ذَلِكَ كُلْفَةٌ-
وَلَا اعْتَرَضَتْهُ فِي حَفْظِ مَا ابْتَدَعَهُ
مِنْ خَلْقِهِ عَارِضَةٌ وَلَا اعْتَوَارَتْهُ فِي
تَنْفِيذِ الْأُمُورِ وَتَدَابِيرِ الْمَخْلُوقِينَ
مَلَالَةٌ وَلَا فِتْرَةٌ- بَلْ نَفَذَ فِيهِمْ عِلْمُهُ
وَأَحْصَاهُمْ عَدْلُهُ، وَوَسَّعَهُمْ عَدْلُهُ،
وَعَبَّرَهُمْ فَضْلُهُ مَعَ تَقْصِيرِهِمْ عَنْ كُنْهِ
مَا هُوَ أَهْلُهُ- اللَّهُمَّ أَنْتَ أَهْلَ الْوَصْفِ
الْجَمِيلِ وَالشُّعْدَادِ الْكَثِيرِ إِنْ تَوَمَّلْ
فَخَيْرٌ مَأْمُولٍ، وَإِنْ تَرَجَّحْ فَأَكْرَمُ مَرْجُوءٍ-
اللَّهُمَّ وَقَدْ بَسَطْتُ لِي فِيمَا لَا أَمْدَحُ
بِهِ غَيْرَكَ، وَلَا أَثْنِي بِهِ عَلَى أَحَدٍ
سِوَاكَ وَلَا أُوَجِّهُهُ إِلَى مَعَاوِدِ الْخَيْبَةِ
وَمَوَاضِعِ الرِّيْبَةِ وَعَدَلْتُ بِلِسَانِي عَنْ
مَدَائِحِ الْأَدْمِيِّينَ وَالثَّنَاءِ عَلَى

کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سر بند پہاڑوں کی چوٹیوں پر
بال و پر رکھنے والے طائروں کے نشیمنوں اور گھونسلوں کی
آندھیا ریلوں میں چھپانے والے پرندوں کے نفوس کو جانتا
ہے اور جن چیزوں کو سپیوں نے سمیٹ رکھا ہے اور جن چیزوں
کو دریا کی موجیں اپنے پہلو کے نیچے دبائے ہوئے ہیں اور جن
کورات (کی تاریک چادروں) نے ڈھانپ رکھا ہے اور جن
پردوں کے سورج نے اپنی کرنوں سے نور نکھیرا ہے، اور جن پر
کبھی ظلمت کی تہیں جم جاتی ہیں اور کبھی نور کے دھارے بہہ
نکلتے ہیں پہچانتا ہے۔ وہ ہر قدم کا نشان، ہر چیز کی حس و حرکت،
ہر لفظ کی گونج، ہر ہونٹ کی جنبش، ہر جاندار کا ٹھکانا، ہر ذرے کا
وزن اور ہر جی دار کی سکیوں کی آواز اور جو کچھ بھی اس زمین
پر ہے، سب اس کے علم میں ہے وہ درختوں کا پھل ہو یا ٹوٹ کر
گرنے والا پتہ، یا نطفہ یا نجد خون کا ٹھکانا اور لوٹھڑا یا (اس کے
بعد) بننے والی مخلوق اور پیدا ہونے والا بچہ (ان چیزوں کے
جاننے میں) اسے کفت و لعب اٹھانا نہیں پڑی اور نہ اُسے اپنی
مخلوق کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ درپیش ہوئی اور نہ اُسے اپنے
احکام کے چلانے اور مخلوقات کا انتظام کرنے کی سستی اور تھکن
لاحق ہوئی بلکہ اس کا علم تو ان چیزوں کے اندر تک اُتر اُترا ہوا ہے
اور ایک ایک چیز اُس کے شمار میں ہے۔ اس کا عدل ہمہ گیر، اور
اُس کا فضل سب کے شامل حال ہے، اور اُس کے ساتھ وہ اُس
کے شایان شان حق کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔ اے خدا! تو ہی تو
صیغہ و ثنا اور انتہائی درجہ تک سرا ہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر
تجھ سے آس لگائی جائے، تو تو دلوں کی بہترین ڈھارس ہے اور
اگر تجھ سے امیدیں باندھی جائیں، تو تو بہترین سرچشمہ امید
ہے۔ تو نے مجھے ایسی قوت بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے
علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں، اور میں اپنی مدح کا
رخ کبھی ان لوگوں کی طرف نہیں موڑنا چاہتا جو ناامید یوں کا

الْمَرْبُوبِينَ الْمَخْلُوقِينَ اللَّهُمَّ وَلِكُلِّ
مُتْنٍ عَلَى مَنْ أَتْنَى عَلَيْهِ مُتُّوبَةٌ مِنْ
جَزَاءٍ أَوْ عَارِفَةٍ مِنْ عَطَاءٍ، وَقَدَّرَ جَوْتُكَ
دَلِيلًا عَلَى ذَخَائِرِ الرَّحْمَةِ وَكُنُوزِ
السَّعْفَةِ - اللَّهُمَّ وَهَذَا مَقَامٌ مِنْ أَفْرَدِكَ
بِالتَّوْحِيدِ الَّذِي هُوَ لَكَ وَلَمْ
يَرْمَسَتْ حَقَالُهُذِهِ الْمَحَامِدِ وَالْمَسَادِحِ
غَيْرُكَ وَبِى فَاقَّةٌ إِلَيْكَ لَا يَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا
إِلَّا فَضْلُكَ وَلَا يَنْعَشُ مِنْ خَلَّتْهَا إِلَّا
مَنْكَ وَجُودُكَ فَهَبْ لَنَا فِي هَذَا الْمَقَامِ
رِضَاكَ وَأَغْنِنَا عَنْ مَدِّ الْأَيْدِي إِلَى
سِوَاكَ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ -

مرکز اور بدگمانیوں کے مقامات ہیں۔ میں نے اپنی زبان کو
انسانوں کی روح اور پروردہ مخلوق کی تعریف و ثنا سے ہٹالیا
ہے۔ بارالہا! ہر ثناء گستر کے لئے اپنے ممدوح پر انعام و اکرام اور
عطا و بخشش پانے کا حق ہوتا ہے اور میں تجھ سے امید لگائے
بیٹھا ہوں یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کا
پتہ دینے والا ہے۔ خدایا! یہ تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس
نے تیری توحید و یکتائی میں تجھے منفرد مانا ہے اور ان ستائشوں اور
تعریفوں کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا۔ میری احتیاج تجھ
سے وابستہ ہے۔ تیری ہی بخششوں اور عنایتوں سے اس کی بے
نوائی اور علاج ہو سکتا ہے اور اس کے فقر و فاقہ کو تیرا ہی جود و
احسان سہارا دے سکتا ہے، ہمیں تو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں
بخش دے اور دوسروں کی طرف دست طلب بڑھانے سے بے
نیاز کرے۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۱۔ اس خطبہ کا نام ”خطبہ اشباح“ ہے۔ اشباح شح کی جمع ہے جس کے معنی ڈھانچے کے ہوتے ہیں۔ چونکہ اس میں ملائکہ اور مختلف قسم
کے پیکروں کا تذکرہ ہے اس لئے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

مسعدہ ابن صدقہ عہدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت سائل کے سوال پر برہم ہوئے تو مسجد کوفہ
میں ایک جم غفیر کے سامنے یہ خطبہ دیا۔ سائل پر برہم ہونے کی وجہ تھی کہ اس کا سوال تکلیف شرعی سے غیر متعلق اور حدود امکان سے باہر تھا۔
خداوند عالم رزق کا ضامن اور روزی کا کفیل ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا
يَرْزُقُهَا

لیکن اس کے ضامن رزق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سب کے لئے زندگی و معیشت کے سر و سامان مہیا کر دیئے ہیں اور
جنگلوں، پہاڑوں، دریاؤں، معدنوں اور زمین کی وسعتوں میں سب کا حصہ یکساں رکھا ہے اور ہر ایک کو ان سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا
ہے۔ اس کے انعامات کسی ایک سے مخصوص نہیں ہیں اور نہ اس کے رزق کا دروازہ کسی کے لئے بند ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

كَلَّا تُمِدُّ هَؤُلَاءَ وَهَؤُلَاءُ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَ
مَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝۱۰

ہم ان کی اور ان کی تمہارے پروردگار کی بخششوں سے
مدد کرتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی کے
لئے بند نہیں۔

اب اگر کوئی تن آسانی و سہولت پسندی کی وجہ سے ان چیزوں کو حاصل نہ کرے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے تو ایسا نہیں کہ گھر
بیٹھے روزی پہنچ جایا کرے۔ اُس نے تو زمین پر گونا گوں نعمتوں کے خوان چن دیئے ہیں۔ لیکن انہیں حاصل کرنے کے لئے ہاتھ
بڑھانے کی ضرورت ہے۔ سمندر کی تہ میں موتی بکھیر دیئے ہیں۔ لیکن انہیں نکالنے کے لئے غوطہ زنی کی حاجت ہے۔ پہاڑوں کے
دامن میں لعل و جواہر بھر دیئے ہیں لیکن وہ کئی کے بغیر ان تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ زمین میں نمو کے خزانے موجود ہیں مگر تم پاشی کے بغیر
ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ دنیا میں چو طرفہ رزق کے انبار بکھرے ہوئے ہیں سفر کی مشقتوں کے بغیر انہیں سمیٹا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ
پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔

فَاسْأَلُوا فِي مَنَاصِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهَا
زَمِينِ كَاطِرَافِ وَجَوَانِبِ مِثْلُ وَجَوَانِبِ، اور اس کا رزق
کھاؤ۔

اس کے رازق ہونے کے یہ معنی نہیں کہ نہ کدو کاوش کرنا پڑے نہ تلاش معاش میں گھر سے نکلنا پڑے اور خود بخود روزی پہنچ جایا
کرے۔ بلکہ رازق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے زمین میں نشوونما کی صلاحیت پیدا کی۔ روئیدگی کے لئے بادل برسائے پھل،
سبزیاں اور غلے پیدا کئے۔ یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن ان کا حاصل کرنا سعی و عمل سے وابستہ ہے جو جدوجہد کرے گا وہ اپنی
کوشش و ریاضت کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوگا اور جو اپنی کوشش سے ہاتھ اٹھالے گا، وہ اپنی سستی و کوتاہی کے نتائج سے دوچار ہوگا۔
چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى -
انسان کو وہی حاصل ہوتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

نظام قدرت اسی پر قائم ہے کہ بوڑا اور کاٹو، اور بوئے بغیر روئیدگی کی امید رکھنا، اور کئے بغیر نتائج کی آس لگانا غلط ہے۔ اعضا و
جوارح ہیں ہی اسی لئے کہ انہیں برسر عمل رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت باری تعالیٰ کا جانب مریم علیہا السلام سے خطاب ہے۔

وَهَٰذَا نَبِيٌّ بِجَدْعِ النَّخْلَةِ تُسْقِطُ
عَلَيْكَ رُطْبًا حَنِيطًا فَكُلِي وَاشْرَبِي وَ
قَرِي عَيْنًا -
اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔“

قدرت نے حضرت مریم علیہ السلام کے لئے کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیا۔ لیکن ایسا نہیں کیا کہ خرموں کو درخت سے اتار کر
اُن کی جھولی میں ڈال دیا ہو۔ کیونکہ جہاں تک رزق کے پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ اُسی کا کام ہے۔ اس لئے درخت کو سرسبز و شاداب کیا،
اس میں پھل لگائے اور پھلوں کو پختہ کر دیا۔ لیکن جب انہیں اتارنے کی نوبت آتی ہے تو قدرت دخل نہیں دیتی۔ صرف حضرت مریم کو
ان کا کام یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو ہلانے، اور اپنے رزق کو حاصل کریں۔

اگر اس کی رازقیت کے یہی معنی ہیں کہ ”جو دیتا ہے وہی دیتا ہے اور جو ملتا ہے اُس کی طرف سے ملتا ہے“ تو پھر انسان جو کچھ بھی
کھائے کمائے گا، اور جس طرح بھی حاصل کرے گا وہ اس کے لئے حلال ہی ہوگا۔ خواہ چوری سے حاصل ہو یا رشوت سے ظلم سے حاصل
ہو یا غضب سے، کیونکہ یہ اللہ کا فعل اور اُس کا دیا ہوا رزق ہوگا۔ جس میں انسان کے اختیار کا کچھ دخل نہ ہوگا۔ اور جہاں کوئی چیز اختیار

وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا كُنِيَ اِشْيَاءٌ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ ⑩

کوئی چیز ایسی نہیں جسکے (بھرپور) خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔ لیکن ہم ہر چیز کو مقررہ پیمانے پر بھیجتے ہیں۔

اگر انسان کی بڑھتی ہوئی طبع و حرص کے پیمانے چھلنے لگیں، تو جس طرح بارش کی فراوانی، روئیدگی اور شادابی کے بجائے فصلیں تباہ کر دیتی ہیں، یونہی سامان معیشت و ضروریات زندگی کی کثرت، انسان کو اللہ سے بے نیاز اور بغاوت و سرکشی پر آمادہ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے۔

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ⑪

اگر خدا اپنے بندوں کی روزی میں فراخی کر دے، تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں، وہ تو ایک اندازے پر جس کیلئے جتنا چاہتا ہے بھیجتا ہے اور وہ اپنے بندوں (کی مصلحتوں) سے واقف اور اُن پر نظر رکھتا ہے۔

اور اگر رزق میں کمی کر دے تو جس طرح بارش کا رک جانا زمین کو بے خبر اور چوپاؤں کو ہلاک کر دیتا ہے، یونہی ذرائع رزق کی بندش سے انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے، اور زندگی و معیشت کا کوئی سرو سامان باقی نہ رہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَزِدُّكُمْ إِنَّ أَمْسَكَ يَرْزُقُهُ ۚ

اگر خدا اپنی روزی کو روک دے تو کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے۔

لہذا اس حکیم و دانائے ایک تناسب و معتدل طریقہ پر نظام رزق جاری کیا ہے اور رزق و روزی کی اہمیت ظاہر کرنے اور ایک کو دوسرے سے مربوط رکھنے کے لئے رزق کی تقسیم میں تفرقے پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ تفرقہ اور غیر مساویانہ تقسیم کبھی خود انسانی مساعی کے اختلاف کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی نظام عالم کے مجموعی مفاد اور اس کی حکمت و مصلحت کی کار فرمائی کی بناء پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر فقر و احتیاج میں نادار کے صبر و استقلال کا امتحان لیا ہے تو ثرات و دولت میں دولت مند کے شکر اور ادائیگی حقوق کی کڑی آزمائش ہے کہ وہ فقراء و مساکین کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں، ناداروں اور فاقہ کشوں کی خبر لیتا ہے یا نہیں، اور پھر جہاں دولت ہو، طرح طرح کے خطرات بھی پیدا ہوں گے۔ کبھی مال و جائیداد کے لئے خطرہ کبھی فقر و افلاس کا کھکا ہوگا۔

چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ جو دولت کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو زیادہ مطمئن اور خوش پاتے ہوں گے۔ اُن کے نزدیک یہ سہرو سامانی اور بے مائیگی اس دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہوگی جو ان کے آرام و اطمینان کو چھین لے اور کبھی یہی دولت جسے انسان جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے اس کے جان جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب دولت نہ تھی، اخلاق محفوظ تھے، سیرت بے داغ تھی اور ادھر مال و دولت کی فراوانی ہوئی کہ اخلاق تباہ ہو گئے۔ کردار بگڑ گیا۔ اب شراب کا دور بھی ہے۔ مہوشوں کا جھگھکا بھی ہے۔ نغمہ و سرور کی بزم بھی ہے۔ اس صورت میں دولت کا نہ ہونا ہی ایک نعمت تھا۔ لیکن انسان اللہ کی مصلحت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے چیخ اٹھتا ہے اور وقتی تکلیف سے متاثر ہو کر شکوہ شکایت پر اتر آتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کتنی برائیوں سے اس کا دامن بچا رہا ہے کہ جو دولت کے ہونے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی تھیں۔ لہذا دولت اگر راحت کی کفیل ہے تو فقر اخلاق کا نگہبان ہے۔

کے حدود سے باہر ہو اس کے لئے حلال و حرام کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ اُس سے کسی قسم کی باز پرس ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں بلکہ اس سے حلال و حرام کا تعلق ہوتا ہے تو پھر اسے انسانی اعمال سے متعلق ہونا چاہئے تاکہ اُس سے پوچھا جاسکے کہ اُس نے حلال طریقہ سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ سے۔ البتہ جہاں اُس نے اکتساب رزق کی قوتیں ہی نہیں دیں، وہاں رزق کے مطابق اُسے ملتا رہتا ہے۔ لیکن جب یہی بچہ کارگاہ ہستی میں قدم رکھتا ہے اور ہاتھ پیر ہلانے کی سکت اس میں آ جاتی ہے، تو پھر منہ ہلائے بغیر اپنے سرچشمہ رزق سے غذا حاصل نہیں کر سکتا۔

۲۔ کائنات ہستی کے نظم و نسق میں جس طرح نتائج کے ترتیب کو انسانی کارگزار یوں سے وابستہ کیا ہے جس سے قوت عمل باطل نہیں ہوتی، اُسی طرح ان مساعی کی کامیابی و ناکامی کو اپنی مشیت کا پابند بھی بنایا ہے تاکہ انسان اپنی طاقت عمل پر بھروسہ کر کے خالق کو نہ بھول جائے۔ یہی جبر و تقویض کے درمیان امر بین الامرین کا نقطہ ہے۔ چنانچہ جس طرح تمام کائنات ہیں قدرت کا ہمہ گیر اور محکم قانون کام کر رہا ہے، اس طرح رزق کی پیداوار اور اس کی تقسیم بھی تدبیر و تقدیر دونوں کی کار فرمائی کے ساتھ اُس کے ٹھہرائے ہوئے اندازے کے مطابق ہوتی ہے جو انسانی نتائج عمل کے تناسب اور پھر اُس کی حکمت و مصلحت کی کار فرمائی کی وجہ سے کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ۔ اب چونکہ سامان معیشت کا وہی خالق و موجد ہے اور اکتساب رزق کی قوتیں اُسی کی بخشی ہوئی ہیں، اس لئے رزق کی کمی و بیشی کی نسبت اسی کی طرف دی گئی ہے کہ اس نے سچی و عمل کے اختلاف اور مصالح عباد کے پیش نظر رزق کے الگ الگ معیار اور مختلف پیمانے مقرر کئے ہیں۔ کہیں افلاس ہے اور کہیں خوش حالی، کہیں تکلیف ہے اور کہیں راحت، کوئی مسرت و اطمینان کے گہوارے میں جھول رہا ہے اور کوئی فقر و ناداری کی سختیاں جھیل رہا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَّشَاءُ وَ يَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ

اللہ جس کیلئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے خطبہ ۲۳ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

امابعد فان الا مرینزل من السماء الی ہر شخص کے مقصوم میں جو کم یا زیادہ ہے اُسے لے کر فرمان الارض الی کل نفس بما قسم لها من قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتے ہیں جس طرح زیادة اور نقصان۔

چنانچہ جس طرح بارش کے فیضان کا ایک نظم انضباط ہے کہ سطح سمندر سے بخارات اٹھیں اور پانی کے ذخیرے اٹھائے ہوئے فضا میں گھٹنور گھٹا کی صورت میں پھیل جائیں اور قطرہ قطرہ کر کے اس طرح ٹپکیں کہ قطروں کے تار بندھ جائیں اور میدانی زمینوں اور بلند ٹیلوں کی رگوں اور نسوں کو سیراب کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں اور جہاں نشیب ہو، پانی کے خزانے جمع کرتے رہیں تاکہ پیاسے آکر پییں، جانور سیراب ہوں، اور سوکھی زمینوں کی اس سے آبیاری ہو۔ یونہی اللہ سبحانہ نے زندگی و معیشت کے تمام سرو سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ لیکن اس کی بخشش کا ایک مقررہ اندازہ ہے جس میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔

۱۔ امیر المومنین نے جس اعجازی بلاغت کے ساتھ خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے پر روشنی ڈالی ہے اور جن پر شکوکہ لفظوں کے ساتھ اس کے علم کی ہمہ گیری کی تصویر کھینچی ہے وہ منکر کے ذہن کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے۔

لو سمع هذا الكلام ارسطو طاليس القائل بانه تعالى لا يعلم الجزئيات لخسع قلبه وقف شعرة واضطرب فكره الاتري ماعليه من الرداء والمهابة والعظمة والفخامة والمنة والجزاته مع ماقد اشرب من الحلاوة والطلاوة واللطف والسلاسة لا ارى كلاما يشبه هذا الا ان يكون كلام الخالق سبحانه فان هذا الكلام نبعه من تلك الشجرة وجدول من ذلك البحر وجذوة من تلك النار۔

اگر ارسطو طاليس کو جو خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہے اس کلام کو سنے، تو اس کا بھی دل جھک جائے۔ روگٹے کھڑے ہو جائیں اور خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے کیا اس کلام کی آب و تاب دہدہ و ططنہ، شکوہ و جلال اور متانت و پختگی تم نہیں دیکھتے اور ان اوصاف کے علاوہ اس میں شیریں بیانی، رنگین لطافت اور سلاست کے جو ہر نمایاں ہیں۔ مجھے تو کوئی کلام اس سے ملتا جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر کوئی کلام اس سے میل کھاتا ہے تو وہ خالق کلام کا کلام ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے۔ جبکہ یہ اسی شجر کی بلند شاخ، اسی دریا کی جدول اور اسی تجلی کا پرتو ہے۔

جن لوگوں نے صرف اُسے عالم کلیات مانا ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ جزئیات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ لہذا اسے عالم جزئیات ماننے کی صورت میں اُس کے علم کو بھی متغیر ماننا پڑے گا، اور علم چونکہ عین ذات ہے، لہذا ذات بھی تغیرات کی امان گاہ بن جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حادث قرار پا کر اپنی قدامت کو کھو بیٹھے گا۔ مگر یہ ایک ظاہر فریب مغالطہ ہے اس لئے کہ تغیر معلوم سے تغیر علم اُس وقت لازم آتا ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ اُسے ان تغیرات کا علم نہیں اور اگر تمام تغیر و تبدل کی صورتیں اس کے سامنے آئیں ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ تغیر معلومات سے اُس کے علم کو بھی تغیر پذیر سمجھ لیا جائے جبکہ یہ تغیر صرف معلوم تک محدود ہے اور علم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

خطبہ ۹۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا أُرِيدَ عَلَى الْبَيْعَةِ

جب قتل عثمان کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کیا گیا، تو آپ نے فرمایا۔

بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ : دَعَوْنِي وَالتَّيْسُوا غَيْرِي فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ أَمْرًا لَهُ وَجُوهٌ وَالْوَأْنُ لَا تَقُومُ لَهُ الْقُلُوبُ وَلَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُولُ۔ وَإِنَّ الْأَفَاقَ قَدْ أَغَامَتْ

مجھے چھوڑ دو، اور (اس خلافت کیلئے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو۔ ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جسکے کئی رخ اور کئی رنگ ہیں۔ جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ عقول اُسے مان سکتی ہیں۔ (دیکھو افق عالم پر) گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، راستہ پہچاننے میں نہیں آتا۔ تمہیں

وَالسَّحَابَةُ قَدْ تَنَكَّرَتْ۔ وَأَعْلَمُوا أَنِّي إِنِ احْبَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ وَلَمْ أَصْغِرْ إِلَى قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتَبَ الْعَاتِبِ۔ وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي فَإِنَّا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْتَمُكُم وَأَطْرَعُكُمْ لِمَنْ وَلِيْتُمُوهُ أَمْرَكُمْ۔ وَأَنَا لَكُمْ وَزِيرًا خَيْرٌ لَّكُمْ مِنِّي أَمِيرًا۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اگر میں تمہاری اس خواہش کو مان لوں، تو تمہیں اس راستے پر لے چلوں گا۔ جو میرے علم میں ہے اور اسکے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنیوالے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا۔ اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو، تو پھر جیسے ہو ویسا میں ہوں اور ہو سکتا ہے کہ جسے تم اپنا امیر بناؤ اُس کی میں تم سے زیادہ سنوں اور مانوں اور میرا (تمہارے ذہنوی مفاد کیلئے) امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے۔

ترجما:-

۱۔ جب حضرت عثمان کے قتل ہو جانے سے مسند حکومت خالی ہوئی تو مسلمانوں کی نظریں امیر المومنین کی طرف اٹھنے لگیں جن کی سلامت روی، اصول پرستی اور سیاست بصیرت کا اس طویل مدت میں انہیں بڑی حد تک تجربہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ متفقہ طور پر آپ کے دست حق پرست کے لئے اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح بھولے بھٹکے مسافر دور سے منزل کی جھلک دیکھ کر اُس کی سمت لپک پڑتے ہیں۔ جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے۔

فغشى الناس غلباً فقالوا نبأ يعطك فقد تروى مانزل بالا سلام وما ابتلينا به من ذوى القربى۔

لوگ امیر المومنین پر بھوم کر کے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹ رہی ہیں، اور پیغمبر کے قریبیوں کے بارے میں ہماری کیسی آزمائش ہو رہی ہے۔

(طبری ج ۵، ص ۱۵۶)

مگر امیر المومنین ان کی خواہش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر ان لوگوں نے شور مچایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ اے ابوالحسن آپ اسلام کی تباہی پر نظر نہیں کرتے، فتنہ و شرک کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہیں دیکھتے کیا آپ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے؟ پھر بھی حضرت نے آمادگی کا اظہار نہ فرمایا۔ کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبر کے بعد جو ماجول بن گیا تھا اُس کے اثرات دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔ طبیعتوں میں خود غرضی و جاہ پسندی جڑ پکڑ چکی ہے ذہنوں پر مادیت کے غلاف چڑھ چکے ہیں اور حکومت کو مقصد برآیوں کا ذریعہ قرار دینے کی عادت پڑ چکی ہے۔ اب خلافت الہیہ کو بھی مادیت کا رنگ دے کر اُس سے کھیلنا چاہیں گے۔ ان حالات میں ذہنیات کو بدلنے اور طبیعتوں کے رخ موڑنے میں لوہے لگ جائیں گے۔ ان تاثرات کے علاوہ یہ مصلحت بھی کارفرما تھی کہ ان لوگوں کو سوچ سمجھ لینے کا موقع دے دیا جائے تاکہ کل اپنے مادی توقعات کو نا کام ہوتے دیکھ کر یہ نہ کہنے لگیں کہ یہ بیعت وقتی ضرورت اور ہنگامی جذبہ کے زیر اثر ہو گئی تھی۔ اس میں سوچ بچار سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ جیسا کہ خلافت اول کے متعلق حضرت عمر کا یہی نظریہ تھا کہ جو ان کے اس قول سے ظاہر ہے۔

ان بيعة ابى بكر كانت فلتة وقى الله ابو بكرى خلافت بے سوچے سمجھے ہو گئی۔ مگر اللہ نے اُس کے شر سے بچا لیا۔ اب اگر کوئی ایسا کرے تو اُسے قتل

تاریخ الخلفاء ص ۶۰

کردینا۔

غرض جب اصرار حد سے بڑھا، تو اس موقع پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ اگر تم مجھے دنیاوی مقاصد کے لئے چاہتے ہو تو میں تمہارا آلہ کار بننے کے لئے تیار نہیں مجھے چھوڑ دو، اور اس مقصد کے لئے اور کسی کو منتخب کرلو جو تمہارے تقاضے پورے کر سکے۔ تم میری سابقہ سیرت کو دیکھ چکے ہو کہ میں قرآن و سنت کے علاوہ کسی کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہیں اور نہ حکومت کے لئے اپنے اصول سے ہاتھ اٹھاؤں گا۔ اگر تم کسی اور کو منتخب کرو گے تو میں ملکی قوانین و آئین حکومت کا اتنا ہی خیال کروں گا جتنا ایک پُر امن شہری کو کرنا چاہئے۔ میں نے کسی مرحلہ پر شورش برپا کر کے مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کو پراگندہ و منتشر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ جس طرح مصالح عامہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیشہ صحیح مشورے دیتا رہا ہوں، اب بھی دریغ نہ کروں گا اور اگر تم مجھے اس سطح پر رہنے دو، تو یہ چیز تمہارے دنیوی مفاد کے لئے بہتر ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں میرے ہاتھوں میں اقتدار نہیں ہوگا تمہارے دنیوی مفادات کے لئے سد راہ بن سکوں، اور تمہاری امن مانی خواہشوں میں روڑے اٹکاؤں اور اگر یہ ٹھان چکے ہو کہ میرے ہاتھوں پر بیعت کئے بغیر نہ ہو گے تو پھر یاد رکھو کہ چاہے تمہاری پیشانیوں پر تل آئے اور چاہے تمہاری زبانیں میرے خلاف کھلیں میں تمہیں حق کی راہ پر لے چلنے پر مجبور کر دوں گا اور حق کے معاملہ میں کسی کو رورعایت نہیں کروں گا۔ اس پر بھی اگر بیعت کرنا چاہتے ہو تو اپنا شوخ پورا کرلو۔

خطبہ ۹۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّا فَقَاتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِيَجْزِي عَلَيْهَا أَحَدٌ غَيْرِي بَعْدَ أَنْ مَاجَ غِيْبُهَا وَاشْتَدَّ كَلْبُهَا - فَاسْأَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي - فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ، وَلَا عَنْ فِتْنَةٍ تَهْدِي مِائَةً وَتَضِلُّ مِائَةً إِلَّا أَنْبَأْتُكُمْ بِنَاقِهَا وَقَائِدِهَا وَسَائِقِهَا، وَمَنَاخٍ وَكَابِهَا وَمَحْطٍ رَحَالِهَا - وَمَنْ يَقْتُلْ مِنْ أَهْلِهَا قَتْلًا وَيَمُوتَ مِنْهُمْ مَوْتًا - وَلَوْ فَقَدْ تَمُوتِي - وَنَزَلَتْ بِكُمْ كَرَائِهِ الْأُمُورُ وَحَوَازِبُ الْخُطُوبِ لَا طَرَقَ كَثِيرٌ مِنَ السَّائِلِينَ وَفُشِلَ كَثِيرٌ مِنْ

اے لوگو! میں نے فتنہ و شرکی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں اور جب اس کی تاریکیاں (موجوں کی طرح) نہ والا ہو رہی تھیں اور (دیوانے کتوں کی طرح) اس کی دیوانگی زوروں پر تھی، تو میرے علاوہ کسی ایک میں جرأت نہ تھی کہ وہ اس کی طرف بڑھتا۔ اب (موقع ہے) جو چاہو مجھ سے ۲۷ سے پوچھ لو۔ بیشتر اس کے کہ مجھے پاؤ۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس وقت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصے کی جو بات مجھ سے پوچھو گے میں بتاؤں گا اور کسی ایسے گروہ کے متعلق دریافت کرو گے جس نے سوکر ہدایت کی ہو اور سوکر گمراہ کیا ہو تو میں اُس کی للکارنے والے اور اُسے آگے سے کھینچنے والے اور پیچھے سے دھکیلنے والے اور اس کی سواریوں کی منزل اور اُس کے (ساز و سامان سے لدے ہوئے) پالانوں کے اترنے کی جگہ تک بنا دوں گا اور یہ کہ کون ان میں سے قتل کیا جائے گا۔ اور کون (اپنی موت) مرے گا۔ اور جب میں نہ رہوں گا اور ناخوشگوار چیزیں اور سخت مشکلیں پیش آئیں گی تو (دیکھ لینا) کہ بہت سے پوچھنے والے پریشانی

الْمَسْئُولِينَ - وَذَلِكَ إِذَا قَلَصَتْ حَرْبُكُمْ وَشَمَرَتْ عَنْ سَاقٍ، وَضَاقَتِ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ ضَيْقًا تَسْتَطِيلُونَ مَعَهُ أَيَّامَ الْبَلَاءِ عَلَيْكُمْ حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ لِبَقِيَّةِ الْأَبْرَارِ مِنْكُمْ - إِنَّ الْفِتْنَةَ إِذَا أَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ وَإِذَا أَدْبَرَتْ نَبَّهَتْ - يُنْكَرُنَ مَقِيلَاتٍ وَيَعْرِفُنَ مَذِيرَاتٍ - يَحْمِنُ حَوْمَ الرِّيحِ يَصْبِنُ بَلَدًا وَيُخْطِنُ بَلَدًا إِلَّا أَنْ أَحْوَفَ الْفِتْنِ عِنْدِي عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ بَنِي أُمَيَّةَ، فَإِنَّهَا فِتْنَةُ عَمِيَاءَ مُظْلِمَةٍ عَمَتْ خُطْبَتَهَا وَخَصَّتْ بَلِيَّتَهَا، وَأَصَابَ الْبَلَاءُ مَنْ أَبْصَرَ فِيهَا - وَأَخْطَأَ الْبَلَاءُ مَنْ عَمِيَ عَنْهَا - وَآيَمُ لِلَّهِ لَتَجِدُنَ بَنِي أُمَيَّةَ لَكُمْ إِبْرَابَ سَوْءٍ بَعْدِي كَالنَّابِ الضَّرْوَسِ تَعْدُمُ بِفِيهَا وَتَخْبِطُ بِبَيْدِهَا، وَتَزِينُ بِرِجْلِهَا، وَتَمْنَعُ دَرَّهَا - لَا يَزَالُونَ بِكُمْ حَتَّى لَا يَتْرُكُوا مِنْكُمْ إِلَّا نَافِعًا لَهُمْ أَوْ غَيْرَ ضَائِرٍ بِهِمْ - وَلَا يَزَالُ بَلَاؤُهُمْ حَتَّى لَا يَكُونَ أَنْتَصَارُ أَحَدِكُمْ مِنْهُمْ إِلَّا كَانَتْصَارُ الْعَبْدِ مِنْ رَبِّهِ وَالصَّاحِبِ مِنْ مُسْتَصْحَبِهِ تَرُدُّ عَلَيْكُمْ فِتْنَتَهُمْ شَوْهَاءَ مَخْشِيَةٍ وَقَطْعًا جَاهِلِيَّةٍ - لَيْسَ فِيهَا مَنَارٌ هُدًى، وَلَا عِلْمٌ يُرَى نَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ مِنْهَا بِمَنْجَاةٍ وَلَسْنَا فِيهَا بِدُعَاةٍ -

سے سر نیچے ڈال دیں گے، اور بتانے والے عاجز و درماندہ ہو جائیں گے۔ یہ اُس وقت ہوگا کہ جب تم پر لڑائیاں زور سے ٹوٹ پڑیں گی اور اُس کی سختیاں نمایاں ہو جائیں گی۔ اور دنیا اس طرح تم پر تنگ ہو جائے گی کہ مصیبتوں کے دنوں کو تم یہ سمجھنے لگو گے کہ وہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ خداوند عالم تمہارے باقی ماندہ لوگوں کو فتح و کامرانی دے گا۔ فتنوں کی یہ صورت ہوتی ہے کہ جب وہ آتے ہیں، تو اس طرح اندھیرے میں ڈال دیتے ہیں کہ (حق و باطل) کا امتیاز نہیں ہوتا اور پلٹتے ہیں تو ہوشیار کر کے جاتے ہیں۔ جب آتے ہیں تو شناخت نہیں ہوتی پیچھے ہٹتے ہیں تو پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ہواؤں کی طرح چکر لگاتے ہیں۔ کسی شہر کو اپنی زد پر رکھ لیتے ہیں اور کوئی اُن سے رہ جاتا ہے۔ میرے نزدیک سب فتنوں سے زیادہ خوفناک تمہارے لئے بنی امیہ کا فتنہ ہے جسے نہ خود کچھ نظر آتا ہے اور نہ انہیں کوئی چیز بھائی دیتی ہے۔ اس کے اثرات تو سب کو شامل ہیں، لیکن خصوصیت سے اس کی آفتیں خاص ہی افراد کیلئے ہیں۔ جو اس میں حق کو پیش نظر رکھے گا اس پر مصیبتیں آئیں گی اور جو آنکھیں بند رکھے گا وہ ان سے بچا رہے گا۔ خدا کی قسم! میرے بعد تم بنی امیہ کو اپنے لئے بدترین حکمران پاؤ گے۔ وہ تو اس بوڑھی اور سرکش اونٹنی کے مانند ہیں جو منہ سے کاٹتی ہو، اور ادھر ادھر ہاتھ پیر مارتی ہو۔ اور دوہنے والے پر ٹانگیں چلاتی ہو اور دودھ دینے سے انکار کر دیتی ہو۔ وہ برابر تمہارا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ صرف اُسے چھوڑیں گے جو ان کے مفید مطلب ہو یا (کم از کم) ان کیلئے نقصان رساں نہ ہو۔ اور ان کی مصیبت اسی طرح گہرے رہے گی۔ کہ ان سے دادخواہی ایسی ہی شکل ہو جائے گی جیسے غلام کے لئے اپنے آقا سے اور مرید کی اپنے پیر سے۔ تم پر اُن کا فتنہ ایسی بھیانک صورت میں آئے گا کہ جس سے ڈر لگنے لگے گا، اور زمانہ جاہلیت کی مختلف حالتوں کو لئے ہوگا۔ نہ اس میں

شافعی وغیرہ۔ مگر ان میں سے ہر شخص سوال کے موقع پر سوچا اور اپنے اس دعوے کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔ یہ دعویٰ وہی کر سکتا ہے جو حقائق عالم سے واقف اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ ہو۔ چنانچہ امیر المومنین ہی وہ ورکشائے علوم نبوت تھے جو کسی موقع پر کسی سوال کے جواب سے عاجز ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر کو بھی یہ کہنا پڑتا تھا کہ اعوذ باللہ من مضلّہ لیس لھا ابوالحسن۔ میں اُس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کے لئے امیر المومنین نہ ہوں۔ یونہی مستقل کے متعلق جو پیشین گوئیاں آپ نے کیں، وہ حرف بحرف پوری ہو کر آپ کی وسعت علی کی آئینہ دار ہیں۔ وہ بنی امیہ کی تباہ کاریوں کے متعلق ہوں یا خوارج کی شورش انگیزیوں کے متعلق وہ تاتاریوں کی تاخت و تاراج کے بارے میں ہوں یا زنگیوں کی حملہ آوریوں کے متعلق۔ وہ بصرہ کی غرقابی کے بارے میں ہوں یا کوفہ کی تباہی کے متعلق۔ غرض جب یہ واقعات تاریخی حیثیت سے مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے اس دعوے پر تعجب کیا جائے۔

خطبہ ۹۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتَبَارَكَ اللَّهُ الَّذِي لَا يَبْلُغُهُ بَعْدُ الْهَمَمُ - وَلَا يَنَالُهُ حَدَسُ الْفِطَنِ الْأَوَّلُ الَّذِي لَا غَايَةَ لَهُ فَيَنْتَهِي - وَلَا أَحْرَلَهُ فَيَنْقُصِي (مِنْهَا فِي وَصْفِ الْأَنْبِيَاءِ) فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِي أَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَأَقْرَهُمْ فِي خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ تَنَا سَخَتْهُمْ كَرَامُ الْأَصْلَابِ إِلَى مُطَهَّرَاتِ الْأَرْحَامِ - كُلَّمَا مَضَى مِنْهُمْ سَلَفٌ - حَتَّى انْضَتْ كَرَامَةُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجَهُ مِنْ أَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنَبَتًا وَأَعَزَّ لَارُومَاتٍ مَخْرَسًا مِّنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي صَدَعَ مِنْهَا أَنْبِيَاءُ ؕ وَانْتَخَبَ مِنْهَا أَمَنَاتُهُ عِزَّتُهُ خَيْرُ الْعِزِّ، وَأَسْرَتُهُ خَيْرُ الْأَسْرِ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ

بابرکت ہے وہ خدا کہ جس کی ذات تک بلند پرواز ہمتوں کی رسائی نہیں اور نہ عقل و فہم کی قوتیں اُسے پا سکتی ہیں۔ وہ ایسا اوّل ہے کہ جس کے لئے نہ کوئی نقطہ ابتداء ہے کہ وہ محدود ہو جائے اور نہ کوئی اُس کا آخر ہے کہ (وہاں پہنچ کر) ختم ہو جائے۔ اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا۔ اس نے ان (انبیاء) کو بہترین سوچنے جانے کی جگہوں میں رکھا، اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب اُن میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشوونما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا۔ اس شجرہ سے کہ جس سے انبیاء پیدا کئے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔ ان کی عزت بہترین عزت، اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے۔ جو سرزمین حرم پر آگاہ، اور بزرگی کے

ہدایت کا مینار نصب ہوگا، اور نہ راستہ دکھانے والا کوئی نشان نظر آئے گا۔ ہم (اہل بیت رسول) ان فتنہ انگیزیوں کے (گناہ سے) بچے ہوں گے، اور اُن کی طرف لوگوں کو بلانے میں ہمارا کوئی حصہ نہ ہوگا پھر ایک دن وہ آئے گا کہ اللہ اُس شخص کے ذریعہ سے جو انہیں ذلت کا مزہ دکھائے اور سختی سے ہٹائے اور (موت کے) تلخ جام پلائے، اور ان کے سامنے تلوار رکھے اور خوف انہیں چمکادے۔ ان فتنوں سے اس طرح علیحدہ کر دے گا جس طرح ذبیحہ سے کھال الگ کی جاتی ہے۔ اس وقت قریش دنیا و مافیہا کے بدلہ میں یہ چاہیں گے کہ وہ مجھے صرف اتنی دیر کہ جتنی اونٹ کے زنج ہونے میں لگتی ہے کہیں ایک دفعہ دیکھ لیں تاکہ میں اس چیز کو قبول کر لوں کہ جس کا آج کچھ حصہ بھی طلب کرنے کے باوجود دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

امیر المومنین نے یہ خطبہ جنگ نہروان کے بعد ارشاد فرمایا۔ اس میں فتنہ سے مراد وہ جنگیں ہیں جو بصرہ، صفین، اور نہروان میں لڑی گئیں۔ چونکہ اُن کی نوعیت پیغمبر کی جنگوں سے جدا گانہ تھی (کیوں کہ وہاں مد مقابل کفار ہوتے تھے اور یہاں مقابلہ ان لوگوں سے تھا جو چہروں پر اسلام کی نقاب ڈالے ہوئے تھے) اس لئے لوگ اہل قبیلہ سے جنگ کرنے کے لئے متردد تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو لوگ اذائیں دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اُن سے قتال کیسا۔ چنانچہ خیرزمینہ ابن ثابت انصاری جیسے بزرگ اس وقت تک صفین میں شریک جنگ نہیں ہوئے، جب تک عمار یاسر کی شہادت نے شامیوں کا گردہ باغی ہونا ثابت نہ کر دیا۔ یونہی بصرہ میں ام المومنین کے ہمراہ عشرہ مبشرہ میں شمار ہونے والے طلحہ و زبیر ایسے صحابہ کی موجودگی اور نہروان میں خوارج کی پیشانیوں کے گھٹے اور ان کی نمازیں اور عبادتیں ذہنوں میں خلفشار پیدا کئے ہوئے تھیں۔ اندریں حالات ان کے سامنے شمشیر بکف کھڑے ہونے کی جرأت وہی کر سکتا تھا جو اُن کے مکتون قلب سے واقف اور اُن کے ایمان کی حقیقت سے آشنا ہو یہ اور امیر المومنین ہی کی بصیرت خاص و ایمانی جرأت کا کام تھا کہ اُن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور پیغمبر کے اس ارشاد کی تصدیق فرمادی۔ متقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والممارقین۔ اے علی تم میرے بعد بیعت توڑنے والوں، (صحابہ جمل) ظلم ڈھالنے والوں (اہل شام) اور دین سے بے راہ ہو جانے والوں (خوارج) سے جنگ کرو گے۔

پیغمبر اکرم کے بعد کوئی تنفس امیر المومنین کے علاوہ یہ دعویٰ نہ کر سکا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ چنانچہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ لم یکن احد من الصحابة یقول سلونی الاعلیٰ ابن ابی طالب۔ صحابہ میں سے کوئی ایک بھی یہ دعوے نہ کر سکا کہ جو پوچھنا چاہو ہم سے پوچھ لو سو اہل ابی طالب کے۔ البتہ صحابہ کے علاوہ تاریخ میں چند نام ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت کی جیسے ابراہیم ابن ہشام، مقاتل ابن سلیمان، قتادہ، سبط ابن جوزی اور محمد ابن ادریس

النَّصِيحَةِ، وَمَضَى عَلَى الطَّرِيقَةِ، رَهِبَ اور حِکْمَتِ و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انہیں
وَدَعَا إِلَى الْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ بلاتے رہے۔

خطبہ ۹۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ أُخْرَى: الْحَمْدُ لِلَّهِ الْأَوَّلِ
فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ۔ وَالْآخِرِ فَلَا شَيْءَ
بَعْدَهُ۔ وَالظَّاهِرِ فَلَا شَيْءَ فَوْقَهُ۔
وَالْبَاطِنِ فَلَا شَيْءَ دُونَهُ (مِنْهَا) فِي ذِكْرِ
الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مُسْتَقَرَّةٌ خَيْرٌ مُسْتَقَرٍّ۔ وَمَنْبُتُهُ أَشْرَفُ
مَنْبِتٍ۔ فِي مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، وَمَاهِدِ
السَّلَامَةِ قَدْ صُرِفَتْ نَحْوَهُ أَفِيدَةُ
الْأَبْرَارِ، وَثَنِيَتْ إِلَيْهِ أَرْمَةُ
الْأَبْصَارِ۔ دَفِنَ بِهِ الضَّغَائِنُ وَأَطْفَابِهِ
الثَّوَائِرِ۔ أَلْفَ بِهِ إِخْوَانًا، وَفَرَّقَ بِهِ
أَقْرَانًا۔ أَعَزَّ بِهِ الدِّلَتَهُ وَأَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ۔
كَلَامُهُ بَيَانٌ وَصَمْتُهُ لِسَانٌ۔

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو اول ہے اور کوئی شے
اس سے پہلے نہیں، اور آخر ہے اور کوئی چیز اس کے بعد
نہیں۔ وہ ظاہر ہے اور کوئی شے اس سے بالاتر نہیں، اور
باطن ہے، اور کوئی چیز اس سے قریب تر نہیں۔ اسی خطبہ
کے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر
فرمایا۔ بزرگی اور شرافت کے معدنوں اور پاکیزگی کی جگہوں
میں ان کا مقام بہترین مقام اور مرز یوم بہترین مرز یوم ہے۔
ان کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیئے گئے ہیں اور نگاہوں
کے رخ موڑ دیئے گئے ہیں۔ خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا
دیئے، اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دیئے۔ بھائیوں میں
الفت پیدا کی اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے، انہیں علیحدہ علیحدہ
کر دیا۔ (اسلام کی) پستی و ذلت کو عزت بخشی، اور (کفر کی)
عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا۔ ان کا کلام (شریعت کا) بیان اور
سکوت (احکام کی) زبان تھی۔

خطبہ ۹۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
وَلَكِنَّ أَمَّهَلِ الظَّالِمِ فَلَنْ يَفُوتَ أَخْلَاةُ۔
وَهُوْلَهُ بِالْبَرِّ صَادٍ عَلَى مَجَارِ طَرِيقِهِ۔
وَبِمَوْضِعِ الشَّجَى مِنْ مَسَاعٍ رَيْقِهِ۔
أَمَّا الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لِيُظْهِرَنَّهُ هَوْلَاءُ

اگر اللہ نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس کی گرفت سے تو وہ
ہرگز نہیں نکل سکتا، اور وہ اس کی گزرگاہ اور گلے میں ہڈی چھیننے
کی جگہ پر موقع کا منتظر ہے۔ اُس کی ذات کی قسم جس کے قبضہ
میں میری جان ہے، یہ قوم (اہل شام) تم پر غالب آ کر رہے
گی۔ اس لئے نہیں کہ ان کا حق تم سے فائق ہے۔ بلکہ اس لئے

الشَّجَرِ۔ نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ، وَبَسَقَتْ فِي
كَرَمٍ، لَهَا فُرُوعٌ طَوَالٌ وَثَمَرَةٌ لَا تُنَالُ۔
فَإِنَّهُوَ إِمَامٌ مَنِحٌ أَتَقْنَى وَبَصِيرَةٌ مَنِ
اهْتَدَى۔ سِرَاجٌ لَمَعَ ضَوْؤُهُ۔ وَشَهَابٌ
سَطَحَ نُورُهُ وَزَنَدٌ بَرَقَ لَمْعُهُ۔ سِيرَتُهُ
الْقَصْدُ وَسُنَّتُهُ الرُّشْدُ۔ وَكَلَامُهُ الْفَصْلُ
وَحُكْمُهُ الْعَدْلُ۔ أَرْسَلَهُ عَلَى حَيْنٍ فَتَرَقَّ
مِنَ الرُّسُلِ وَهَفُوهُ عَنِ الْعَمَلِ، وَغَاوَهُ
مِنَ الْأَمَمِ۔ اِعْمَلُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ عَلَى
أَعْلَامٍ بَيِّنَةٍ۔ فَالطَّرِيقُ نَهْجٌ يَدْعُو إِلَى
دَارِ السَّلَامِ۔ وَأَنْتُمْ فِي دَارٍ مُسْتَعْتَبٍ
عَلَى مَهَلٍ وَقَرَاغٍ۔ وَالصُّحُفُ مَنْشُورَةٌ۔
وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ۔ وَالْأَبْدَانُ صَحِيحَةٌ۔
وَالْأَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ۔ وَالتَّوْبَةُ مَسْبُوعَةٌ
وَالْأَعْمَالُ مَقْبُولَةٌ۔

سایہ میں بڑھا۔ جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر
ہیں۔ وہ پرہیزگاروں کے امام، ہدایت حاصل کرنے والوں
کے لئے (سرچشمہ) بصیرت ہیں۔ وہ ایسا چراغ ہیں جس کی
روشنی لودیتی ہے، اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش، اور ایسا
چقماق، جس کی ضوشعلہ فشاں ہے۔ ان کی سیرت (افراط
و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت ہدایت کرنا ہے۔
ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کر نیوالا، اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ
نے انہیں اُس وقت بھیجا کہ جب رسول کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا
تھا۔ بدعملی پھیلی ہوئی اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔ اللہ تم
پر رحم کرے۔ روشن نشانوں پر جم کر عمل کرو۔ راستہ بالکل سیدھا
ہے۔ وہ تمہیں سلامتیوں کے گھر (جنت) کی طرف بلا رہا ہے
اور ابھی تم ایسے گھر میں ہو کہ جہاں تمہیں اتنی مہلت و فراغت
ہے کہ اس کی خوشنودیاں حاصل کر سکو۔ ابھی موقع ہے، چونکہ
اعمال نامے کھلے ہوئے ہیں۔ قلم چل رہے ہیں۔ بدن
تندرست و توانا ہیں۔ زبان آزاد ہے۔ توبہ سنی جاسکتی ہے اور
اعمال قبول کئے جاسکتے ہیں۔

خطبہ ۹۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعَثَهُ
وَالنَّاسُ ضَلَالٌ فِي حَيْرَةٍ وَخَابِطُونَ
فِي فِتْنَةٍ۔ قَدْ اسْتَهْوَتْهُمْ الْآهْوَاءُ، وَ
اسْتَزَلَّتْهُمْ الْكِبَرِيَاءُ، وَاسْتَخَفَّتْهُمْ
الْجَاهِلِيَّةُ الْجَهْلَاءُ۔ حَيَارَى فِي زَلْزَالٍ
مِنَ الْأَمْرِ، وَبَلَاءٍ مِنَ الْجَهْلِ۔ فَبَالَغَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي

پیغمبر کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے
عالم میں گم کردہ راہ تھے اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے۔
نفسانی خواہشوں نے انہیں بھکا دیا تھا۔ اور غرور نے بہکا دیا تھا
اور بھرپور جاہلیت نے ان کی عقلیں کھودی تھیں اور حالات کے
ڈانواں ڈول ہونے اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران و
پریشان تھے۔ چنانچہ بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں
سمجھانے بھانے کا پورا حق ادا کیا۔ خود سیدھے راستے پر جے

الْقَوْمَ عَلَيْكُمْ، لَيْسَ لَانْتَهُمُ أَوْلَى بِالْحَقِّ مِنْكُمْ۔ وَلَكِنْ لَا سَوَاءَهُمْ إِلَى بَاطِلٍ صَاحِبِهِمْ وَابْطَائِكُمْ عَنْ حَقِّي۔ وَلَقَدْ أَصْبَحْتَ الْأَمَمَ تَخَانُ۔ ظَلَمَ رِعَاتَهَا۔ وَأَصْبَحْتَ أَخَافُ ظَلَمَ رِعَيْتِي۔ اسْتَنْفَرْتُكُمْ لِلْجِهَادِ فَلَمْ تَنْفِرُوا۔ وَأَسَعْتَكُمْ فَلَمْ تَسْمَعُوا، وَدَعَوْتُكُمْ سِرًّا وَجَهْرًا فَلَمْ تَقْبَلُوا۔ أَشْهُودُ كَغِيَابِ وَ عَيْدِ كَارِبَابٍ؟ أَتَلَوْ عَلَيْكُمْ الْحِكْمَ فَتَنْفِرُونَ مِنْهَا وَأَعْظَمَكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَنْفِرُونَ عَنْهَا۔ وَأَحْكُمَ عَلَى جِهَادِ أَهْلِ الْبَغْيِ فَمَا آتَى عَلَى الْخِرِ الْقَوْلُ حَتَّى آرَأَكُمْ مُتَفَرِّقِينَ أَبَادَى سَبَاتَرِ جَعُونَ إِلَى مَجَالِسِكُمْ وَتَتَخَادَعُونَ عَنْ مَوَاعِظِكُمْ۔ أَقَوْمُكُمْ غُدُوَّةً وَتَرَجَعُونَ إِلَى عَشِيَّةٍ كَظْهَرِ الْحَنِيَّةِ، عَجَزَ الْمُقَوْمُ وَأَعْضَلَ الْمُقَوْمُ۔ أَيُّهَا الشَّاهِدَةُ أَبَدَانُهُمُ، الْغَائِبَةُ عَقُولُهُمْ۔ الْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاءُ هُمُ الْمُبْتَلَى بِهِمْ أَمْرًا وَهُمْ صَاحِبُكُمْ يُطِيعُ اللَّهَ وَأَنْتُمْ تَعْصُونَهُ وَصَاحِبُ أَهْلِ الشَّامِ يَعِصِي اللَّهَ وَهُمْ يُطِيعُونَهُ۔ لَوْ دَرْتُ وَاللَّهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَ فَنِي بِكُمْ صَرَفَ الدِّينَارِ بِالدِّرْهَمِ فَآخَذَ مِنِّي عَشْرَةَ مِنْكُمْ۔

کہ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کی طرف باطل پر ہونے کے باوجود تیزی سے پلکتے ہیں اور تم میرے حق پر ہونے کے باوجود سستی کرتے ہو۔ رعیتیں اپنے حکمرانوں کے ظلم و جور سے ڈرا کرتی تھی اور میں اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔ میں نے تمہیں جہاد کے لئے ابھارا، لیکن تم (اپنے گھروں سے) نہ نکلے۔ میں نے تمہیں (کار آمد باتوں کو) سنانا چاہا مگر تم نے ایک نہ سنی اور میں نے پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی تمہیں جہاد کے لئے پکارا اور لاکارا۔ لیکن تم نے ایک نہ مانی۔ اور سمجھایا بجھایا۔ مگر تم نے میری نصیحتیں قبول نہ کیں۔ کیا تم موجود ہوتے ہوئے بھی غائب رہتے ہو، حلقہ گوش ہوتے ہوئے گویا خود مالک ہو۔ میں تمہارے سامنے حکمت اور دانائی کی باتیں بیان کرتا ہوں اور تم پر انگذہ خاطر ہو جاتے ہو۔ میں ان بدعتوں سے جہاد کرنے کے لئے تمہیں آمادہ کرتا ہوں، تو ابھی میری بات ختم بھی نہیں ہوتی کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اولاد سبکی ۲۰ تتر بتر ہو گئے۔ اپنی نشست گاہوں کی طرف واپس چلے جاتے ہو، اور ان نصیحتوں سے غافل ہو کر ایک دوسرے کے چکے میں آ جاتے ہو۔ صبح کو میں تمہیں سیدھا کرتا ہوں اور شام کو جب آتے ہو تو (ویسے کے ویسے) کمان کی پشت کی طرح ٹیڑھے۔ سیدھا کرنے والا عاجز آ گیا، اور جسے سیدھا کیا جا رہا ہے وہ لاعلاج ثابت ہوا۔ اے وہ لوگو! جن کے جسم تو حاضر ہیں اور عقلیں غائب اور خواہشیں جدا جدا ہیں۔ ان پر حکومت کرنے والے ان کے ہاتھوں آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمہارا حاکم اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو، اور اہل شام کا حاکم اللہ کی نافرمانی کرتا ہے مگر وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ معاویہ تم میں سے دس مجھ سے لے لے، اور بدلے میں اپنا ایک آدمی مجھے دے دے، جس طرح دینار کا تبادلہ درہموں سے ہوتا ہے۔ اے اہل کوفہ

وَأَعْطَانِي رَجُلًا مِنْهُمْ۔ يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ مَنِيتُ بِكُمْ بِنَلَاتٍ وَأَثْنَتِينَ: صُمُّ ذَرُو إِسْمَاعَ، وَبُكُمْ ذَرُو كَلَامٍ، وَعُمِّي ذَرُو أَبْصَارٍ۔ لَا أَحْرَارُ صَدِّقِي عِنْدَ الْبَلَاءِ وَلَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ۔ تَرَبَّتْ أَيْدِيكُمْ يَا أَشْبَاهَ الْإِبِلِ غَابَ عَنْهَا رِعَاتُهَا كُلُّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ۔ وَاللَّهِ لَكَائِي بِكُمْ فِيمَا إِخَالُ أَنْ لَوْ حَسَسَ الْوَعْلَى وَحَسِيَ الصَّرَابُ وَقَدْ أَنْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنْفِرَاجَ الْمَرْأَةِ عَنْ قُبْلَاهَا۔ وَإِنِّي لَعَلِّي بَيْنَهُ مِنْ رَبِّي وَمِنْهَاجٍ مِنْ نَبِيِّ۔ وَإِنِّي لَعَلِّي الطَّرِيقِ الرَّاضِحِ الْقُطْبَةِ لِقُطْدٍ۔ أَنْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ فَالْزَمُوا سَنَتَهُمْ وَاتَّبِعُوا أَثَرَهُمْ فَلَنْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ هُدًى، وَلَنْ يُعِيدُوكُمْ فِي رِدًى۔ فَيَنْ لَبَدًا فَلَبَدُوا وَإِنْ نَهَضُوا فَانْهَضُوا۔ وَلَا تَسْبِقُوهُمْ فَتَضَلُّوا وَلَا تَتَأَخَّرُوا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوا لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمٍ فَمَا أَرَى أَحَدًا مِنْكُمْ يُشَبِّهُهُمْ، لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ شُعْنًا غَبْرًا وَقَدْ بَاتُوا سَجْدًا وَقِيَامًا يَرَأَوْ حُونَ بَيْنَ جَبَاهِهِمْ وَخُدُودِهِمْ وَيَقْفُونَ عَلَى مِثْلِ

میں تمہاری تین اور ان کے علاوہ دو باتوں میں مبتلا ہوں۔ پہلے تو یہ کہ تم کان رکھتے ہوئے بہرے ہو، اور بولنے چالنے کے باوجود گونگے ہو، اور آنکھیں ہوتے ہوئے اندھے ہو اور پھر یہ کہ تم جنگ کے موقع پر سچے جوانمرد ہو، اور نہ قابل اعتماد بھائی ہو۔ اے اُن اونٹوں کی چال ڈھال والو کہ جن کے چرواہے گم ہو چکے ہیں اور انہیں ایک طرف سے گھیر کر لایا جاتا ہے تو دوسری طرف سے نکھر جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! جیسا کہ میرا تمہارے متعلق خیال ہے گویا یہ منظر میرے سامنے ہے کہ اگر جنگ شدت اختیار کر لے اور میدان کارزار گرم ہو جائے، تو تم ابن ابی طالب سے ایسے شرمناک طریقے سے علیحدہ ہو جیسے عورت بالکل برہنہ ہو جائے۔ میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور اپنے نبی کے طریقے اور شاہراہ حق پر ہوں۔ جسے میں باطل کے راستوں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاتا رہتا ہوں۔ اپنے نبی کے اہل بیت کو دیکھو، اُن کی سیرت پر چلو، اور اُن کے نقش قدم کی پیروی کرو۔ وہ تمہیں ہدایت سے باہر نہیں ہونے دیں گے۔ اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف پلٹائیں گے۔ اگر وہ کہیں ٹھہریں، تو تم بھی ٹھہر جاؤ۔ اور اگر وہ اٹھیں تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو۔ ان سے آگے نہ بڑھ جاؤ۔ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، اور نہ (انہیں چھوڑ کر) پیچھے رہ جاؤ، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خاص اصحاب دیکھے ہیں۔ مجھے تو تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا، جو ان کے مثل ہو وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اٹے ہوتے تھے۔ جبکہ رات کو وہ سجود و قیام میں کاٹ چکے ہوتے تھے۔ اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے تھے اور کبھی رخسار اور حشر کی یاد سے اس طرح بے چین رہتے تھے کہ جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہوئے ہوں اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی

الْجَبْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ كَأَنَّ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ
رُكْبَ الْمِعْزَى مِنْ طُولِ سُجُودِهِمْ۔ إِذَا
ذَكَرَ اللَّهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ حَتَّى تَبُلَّ
جُيُوبُهُمْ۔ وَمَادُوا كَمَا يَبِيدُ الشَّجَرُ يَوْمَ
الرَّيْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ
وَرَجَاءَ الثَّوَابِ۔

یعنی بعد جو فضا پیدا کر دی ہوگئی تھی، اس میں اہل بیت کے لئے گوشہ گزینی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ جس کی وجہ سے دنیا ان کے اصلی خدوخال سے بیگانہ اور ان کے علوم و کمالات سے نا آشنا ہو کر رہ گئی اور انہیں نظروں سے گرانا اور اقتدار سے الگ رکھنا ہی اسلام کی سب سے بڑی خدمت تصور کر لیا گیا۔ اگر حضرت عثمان کی کھلم کھلا بے عنوانیاں مسلمانوں کو کروٹ لینے اور آنکھ کھولنے کا موقع نہ دیتیں تو ان کے بعد بھی امیر المومنین کی بیعت کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا تھا، بلکہ اقتدار جس رخ پر بڑھ رہا تھا اسی رخ پر بڑھتا رہتا لیکن جن لوگوں کا اس سلسلہ میں نام لیا جاسکتا تھا وہ اپنے دامن بند و قبا کو دیکھ کر آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرتے تھے اور معاویہ مرکز سے دور اپنی راجدھانی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان حالات میں امیر المومنین کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس کی طرف نظریں اٹھتیں۔ چنانچہ لگا ہیں آپ کے گرد طواف کرنے لگیں اور وہی عوام جو سیلاب کے بہاؤ اور ہوا کا رخ دیکھ کر دوسروں کی بیعت کرتے رہے تھے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ لیکن یہ بیعت اس حیثیت سے نہ تھی کہ وہ آپ کی خلافت کو من جانب اللہ اور آپ کو امام مفترض الطاعت سمجھ رہے ہوں بلکہ انہی کے اقرار و ادہ اصول کے ماتحت تھی جسے جمہوری و شورا کی قسم کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ البتہ ایک گروہ ایسا تھا جو آپ کی خلافت کو نصی سمجھتے ہوئے دینی فریضہ کی حیثیت سے بیعت کر رہا تھا۔ ورنہ اکثریت تو آپ کو دوسرے خلفاء کی طرف ایک فرمانروا اور بلحاظ فضیلت چوتھے درجہ پر یا خلفائے ثلاثہ کے بعد عام صحابہ کی سطح پر سمجھتی تھی، اور چونکہ رعیت، فوج اور عہدہ دار سابقہ حکمرانوں کے عقائد و اعمال سے متاثر اور ان کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اس لئے جب کوئی بات اپنی منشاء کے خلاف پاتے تو بگڑتے، الجھتے، جنگ سے جی چراتے، اور سرکشی و نافرمانی پر آتے تھے اور پھر جس طرح پیغمبر کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے کچھ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کے، اسی طرح یہاں بھی دنیا پرستوں کی کمی نہ تھی۔ جو بظاہر امیر المومنین سے ملے ہوئے تھے اور در پردہ معاویہ سے ساز باز رکھتے تھے۔ جس نے ان سے کسی سے منصب کا وعدہ کر رکھا تھا اور کسی کو دولت کا لالچ دے رکھا تھا۔

ان لوگوں کو شیعان امیر المومنین قرار دے کر شیعیت کو مورد الزام ٹھہرانا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے۔ جبکہ ان لوگوں کا مسلک وہی ہو سکتا ہے جو امیر المومنین کو چوتھے درجے پر سمجھنے والوں کا ہونا چاہئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید ان لوگوں کے مسلک و مذہب پر واشگاف لفظوں میں روشنی ڈالتے ہیں۔

ومن تأمل احواله عليه السلام في جو شخص امیر المومنین کے زمانہ خلافت کے واقعات کو

خلافتہ علم انه كان المحجور عليه
لا يتمكن من بلوغ مافي نفسه و ذلك لان
العارفين بحقيقة حاله كانوا قليلين
و كان السواد الاعظم لا يعتقدون فيه
الاموالذي يجب اعتقاده فيه ويردن
تفضيل من تقدمه من الخلفاء عليه و
يظنون ان الفضلية انما هي بالخلافته
ويقلدا خلافهم اسلافهم ويقولون لولا ان
الا وائل علموا افضل المتقدمين عليه لما
قد مرهم ولا يردنه الا ربعين التبعية لمن
سبقة وانه كان رعيه لهم واكثرهم انما
يحارب معه بالحبية بنحوه العربية
لا بالدين والعقيدة۔

گہری نظر سے دیکھتے گا وہ اس امر کو جان لے گا کہ
امیر المومنین مجبور اور بے بس بنا دیئے گئے تھے۔ کیونکہ
آپ کی حقیقی منزلت کے پہچاننے والے بہت کم تھے اور
سواد اعظم آپ کے بارے میں وہ اعتقاد نہ رکھتا تھا جو
اعتقاد آپ کے متعلق رکھنا واجب و ضروری تھا۔ وہ پہلے
خلفاء کو آپ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے
کہ فضیلت کا معیار خلافت ہے اور اس مسئلہ میں بعد
والے اگلوں کی تقلید و پیروی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر
پہلے لوگوں کو یہ علم نہ ہوتا کہ پہلے خلفاء آپ پر فضیلت
رکھتے تھے، تو وہ آپ پر انہیں مقدم نہ کرتے اور یہ لوگ تو
آپ کو ایک تابع اور ان کی رعیت کی حیثیت سے جانتے
پہچانتے تھے اور جو لوگ آپ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ
کرتے تھے ان میں اکثر حمیت اور عربی عصیت کے پیش
نظر شریک جنگ ہوتے تھے، نہ دین اور عقیدہ کی بناء پر۔“

سبا ابن یثرب ابن قحطان کی اولاد قبیلہ سبا کے نام سے موسوم ہے۔ جب ان لوگوں نے انبیاء کو جھٹلانا شروع کیا تو
قدرت نے انہیں جھنجھوڑنے کے لئے ان پر پانی کا سیلاب مسلط کر دیا۔ جس سے ان کے باغات تہہ آب ہو گئے اور وہ خود گھر بار
چھوڑ کر مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ اس واقعہ سے یہ مثل چل نکلی اور جہاں کہیں لوگ اس طرح جدا ہو جائیں کہ پھر مجتمع ہونے کی
توقع نہ رہے تو یہ مثل استعماری کی جاتی ہے۔“

خطبہ ۶۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَاللَّهِ لَا
يَزَالُونَ حَتَّى لَا يَدْعُوا لِلَّهِ مُحَرَّمًا إِلَّا
اسْتَحْلَوْهُ وَلَا عَقْدًا إِلَّا حَلَّوْهُ وَحَتَّى لَا
يَبْقَى بَيْتٌ مَدْرٍ وَلَا وَبَرٌ إِلَّا دَخَلَهُ
ظُلُمُهُمْ وَنَبَاهِهِ سُوءٌ رَعِيَهُمْ وَحَتَّى يَقُومَ
الْبَاكِيانِ يَبْكِيَانِ بَالِكِ يَبْكِي لِدُنْيَاءِ۔

خدا کی قسم! وہ ہمیشہ یونہی (ظلم ڈھاتے) رہیں گے اور کوئی اللہ
کی حرام کی ہوئی چیز ایسی نہ ہوگی، جسے وہ حلال نہ سمجھ لیں گے،
اور ایک بھی عہد و پیمان ایسا نہ ہوگا جسے وہ توڑ نہ ڈالیں
گے۔ یہاں تک کہ کوئی اینٹ پتھر کا گھر اور ان کا خیمہ ان کے
ظلم کی زد سے محفوظ نہ رہے گا۔ اور ان کی بُری طرز نگہداشت
سے لوگوں کا اپنے گھروں میں رہنا مشکل ہو جائے گا اور یہاں

وَحَتَّى تَكُونُ نُصْرَةً أَحَدِكُمْ مِنْ
أَحَدِهِمْ كُنُصْرَةَ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ- إِذَا
شَهِدَ أَطَاعَهُ، وَإِذَا غَابَ اغْتَابَهُ-
وَحَتَّى يَكُونُ أَعْظَمُكُمْ فِيهَا عَنَاءً
أَحْسَنُكُمْ بِاللَّهِ ظَنًّا- فَإِنْ أَتَاكُمُ اللَّهُ
بِعَافِيَةٍ فَاقْبَلُوهَا- وَإِنْ ابْتَلَيْتُمْ فَاصْبِرُوا-
فَإِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ-

تک کہ دو قسم کے رونے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ ایک دین
کے لئے رونے والا، اور ایک دنیا کے لئے۔ اور یہاں تک کہ تم
میں سے کسی ایک کا اُن میں سے کسی ایک سے دادخواہی کرنا ایسا
ہی ہوگا جیسے غلام کا اپنے آقا سے کہ وہ سامنے اطاعت کرتا ہے،
اور پیٹھے پیچھے بُرائی کرتا (اور دل کی بھڑاس نکالتا) ہے اور یہاں
تک نوبت پہنچ جائے گی کہ تم میں سے جو اللہ کا زیادہ اعتقاد رکھے
گا اتنا ہی وہ زہمت و مشقت میں بڑھا چڑھا ہوگا۔ اس صورت
میں اگر اللہ تمہیں اس وعافیت میں رکھے، تو (اس کا شکر کرتے
ہوئے) اسے قبول کرو۔ اور اگر ابتلاؤ آؤ زماںش میں ڈالے جاؤ تو
صبر کرو، اس لئے کہ اچھا انجام پر ہیزگاروں کے لئے ہے۔

خطبہ ۹۷

جو ہو چکا اس پر ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور جو ہوگا اس کے مقابلہ
میں اس سے مدد چاہتے ہیں۔ جس طرح اس سے جسموں کی
صحت کا سوال کرتے ہیں اسی طرح دین و ایمان کی سلامتی کے
طلب گار ہیں۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس دنیا کے چھوڑنے کی وصیت
کرتا ہوں جو تمہیں چھوڑ دینے والی ہے، حالانکہ تم اسے
چھوڑنا پسند نہیں کرتے، اور وہ تمہارے جسموں کو کہنہ و بوسیدہ
بنانے والی ہے۔ حالانکہ تم اسے تروتازہ رکھنے ہی کی کوشش
کرتے ہو۔ تمہاری اور اس دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے چند
مسافر کسی راہ پر چلیں اور چلتے ہی منزل طے کر لیں اور کسی
بلند نشان کا قصد کریں اور فوراً وہاں تک پہنچ جائیں۔ کتنا ہی
تھوڑا وقفہ ہے اس (گھوڑا دوڑانے والے) کا کہ جو اسے
دوڑا کر انتہا کی منزل تک پہنچ جائے اور اُس شخص کو بقاء ہی کیا
ہے کہ جس کی لئے ایک ایسا دن ہو کہ جس سے وہ آگے نہیں

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ-
نَحْمَدُكَ عَلَى مَا كَانُوا وَنَسْتَعِينُكَ مِنْ
أَمْرِنَا عَلَى مَا يَكُونُ- وَنَسْأَلُكَ الْعَافَاةَ
فِي الْآدْيَانِ كَمَا نَسْأَلُكَ الْمُعَافَاةَ فِي
الْأَبْدَانِ: عِبَادَ اللَّهِ أَوْصِيَكُمْ بِالرَّقْصِ
لِهَذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ وَإِنْ لَمْ تُحِبُّوا
تَرْكَهَا وَالسَّبِيلَةَ لَا جَسَامِكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ
يُحِبُّونَ تَجَدِيدَهَا فَإِنَّمَا مِثْلُكُمْ وَمِثْلَهَا
كَفَسَرِ سَلَكُوا سَبِيلًا فَكَانَتْهُمْ قَدْ بَلَّغُوا-
وَكَمْ عَسَى الْمَجْرَى إِلَى الْغَايَةِ أَنْ
يَجْرِيَ إِلَيْهَا حَتَّى يَبْلُغَهَا- وَمَا عَسَى
أَنْ يَكُونَ بَقَاءٌ مَنْ لَهُ يَوْمٌ لَا يَعْدُوهُ
وَطَالِبٌ حَتَّى يَحْدُوهُ فِي الدُّنْيَا حَتَّى

يُفَارِقُهَا فَلَا تَنَافَسُوا فِي عِزِّ الدُّنْيَا
وَفَخْرِهَا- وَلَا تَعْجَبُوا بِزَيْنَتِهَا وَنَعِيمِهَا-
وَلَا تَجْزَعُوا مِنْ ضَمَوَاتِهَا وَيُوسِهَا- فَإِنْ
عِزَّهَا وَفَخْرُهَا إِلَى انْقِطَاعٍ- وَإِنْ زَيْنَتُهَا
وَنَعِيمُهَا إِلَى ذَوَالٍ، وَضُرَّاءُهَا وَيُوسُهَا إِلَى
نَفَادٍ- وَكُلُّ مُدَّةٍ فِيهَا إِلَى انْتِهَاءٍ- وَكُلُّ
حَيٍّ فِيهَا إِلَى فَنَاءٍ أَوْ لَيْسَ لَكُمْ فِي أَثَارِ
الْأَوَّلِينَ مُزْدَجَرٌ وَفِي أَبَاءِكُمْ الْمَاضِينَ
تَبَصُّرَةٌ وَمُعْتَبِرَانِ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ- أَوْلَمْ
تَرَوْا إِلَى الْمَاضِينَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُونَ-
وَالِى الْخَلْفِ الْبَاقِينَ لَا يَيْقُونَ-
أَوْلَسْتُمْ تَرَوْنَ أَهْلَ الدُّنْيَا يُصْبِحُونَ
وَيُمْسُونَ عَلَى أَحْوَالٍ شَتَّى، فَمَيِّتٌ
يُبْكِي وَآخِرُ يُعْزِي، وَصَرِيحٌ مُبْتَلَى-
وَعَائِدٌ يَعُودُ وَآخِرُ بِنَفْسِهِ يَجُودُ-
وَطَالِبٌ لِلدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يُطْلِبُهُ- وَغَافِلٌ
وَلَيْسَ بِمُغْفُولٍ عَنْهُ- وَعَلَى أَثَرِ
الْمَاضِي مَا يَبْضِي الْبَاقِي-
أَلَا فَادْكُرُوا هَادِمَ اللَّذَاتِ وَمَنْغِصَ
الشَّهَوَاتِ- وَقَاطِعَ الْأَمْنِيَّاتِ- عِنْدَا
لِمَسَاوِرَةِ اللَّاعِمَالِ الْقَبِيحَةِ-
وَأَسْتَعِينُوا اللَّهَ عَلَى آدَاءٍ وَاجِبٍ حَقِّهِ
وَمَا يُحْصِي مِنْ أَعْدَادٍ نَعِيمِهِ
وَإِحْسَانِهِ-

بڑھ سکتا۔ اور دنیا میں ایک تیز گام طلب کرنے والا اُسے ہنکا
رہا ہو۔ یہاں تک کہ وہ اس دنیا کو چھوڑ جائے۔ دنیا کی عزت
اور اس میں فخر و سر بلندی کی خواہش نہ کرو، اور نہ اُس کی
آرائشوں اور نعمتوں پر خوش ہو اور نہ اس کی سختیوں اور تنگیوں پر
بے صبری سے چیخنے چلانے لگو۔ اس لئے کہ اس کی عزت و فخر
دونوں مٹ جانے والے ہیں اور اس کی آرائشیں اور نعمتیں
زائل ہو جانے والی ہیں اور اس کی سختیاں اور تنگیاں آخر ختم
ہو جائیں گی۔ اس کی ہر مدت کا نتیجہ اختتام اور ہر زندہ کا انجام فنا
ہونا ہے۔ کیا پہلے لوگوں کے واقعات میں تمہارے لئے کافی
تنبیہ کا سامان نہیں، اور تمہارے گزرے ہوئے آباؤ اجداد کے
حالات میں تمہارے لئے عبرت اور بصیرت نہیں؟ اگر تم سوچو
سمجھو۔ کیا تم گزرے ہوئے لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلٹ کر
نہیں آتے اور اُن کے بعد باقی رہنے والے بھی زندہ نہیں
رہتے۔ تم دنیا والوں پر نظر نہیں کرتے کہ جو مختلف حالتوں میں صبح
و شام کرتے ہیں۔ کہیں کوئی میت ہے جس پر رویا جا رہا ہے اور
کہیں کسی کو تعزیت دی جا رہی ہے۔ کوئی عاجز و زمین گیر
بتلائے مرض ہے اور کوئی عیادت کرنے والا عیادت کر رہا
ہے۔ کہیں کوئی دم توڑ رہا ہے۔ کوئی دنیا تلاش کرتا پھرتا ہے اور
موت اُسے تلاش کر رہی ہے۔ اور کوئی غفلت میں پڑا ہے، لیکن
(موت) اُس سے غافل نہیں۔ گزر جانے والوں کے نقش قدم
پر ہی باقی رہ جانے والے چل رہے ہیں۔
میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ بد اعمالیوں کے ارتکاب کے وقت
ذرا موت کو بھی یاد کر لیا کرو کہ جو تمام لذتوں کو مٹا دینے والی، اور
تمام نفسیاتی مزوں کو کرکرا دینے والی ہے۔ اللہ کے واجب الادا
حقوق ادا کرنے اور اس کی ان گنت نعمتوں اور لائقہ ادا
احسانوں کا شکر بجالانے کے لئے اُس سے مدد مانگتے رہو۔

خطبہ ۹۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ أُخْرَىٰ-

اُس اللہ کیلئے حمد و ثناء ہے جو مخلوقات میں اپنا (دامن) فضل

الْحَمْدُ لِلّٰهِ اسَاسًا شَرَفٍ فِي الْخَلْقِ فَضْلُهُ
وَالْبَاسِطُ فِيهِمْ بِالْجُودِ يَدَهُ- نَحْمَدُهُ
فِي جَمِيعِ اُمُورِهِ- وَنَسْتَعِينُهُ عَلٰی
رِعَايَةِ حَقُوْقِهِ- وَنَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ
غَيْرُهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ-
اَرْسَلَهُ بِاَمْرِهِ صَادِعًا وَبِدِكْرِهِ نَاطِقًا-
فَاَدٰى اَمِيْنًا وَمَضٰى رَشِيْدًا- وَخَلَفَ
فِيْنَا رَايَةَ الْحَقِّ مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ- وَ
مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ- مَكِيْثُ
الْكَلَامِ- بَطِيْءُ الْقِيَامِ، سَرِيْعٌ اِذَا قَامَ-
فَاِذَا اَنْتُمْ اَنْتُمْ لَهُ رِقَابَكُمْ وَاَشْرَئْتُمْ اِلَيْهِ
بِاَصَابِعِكُمْ، جَاءَهُ الْمَوْتُ فَذَهَبَ بِهِ،
فَلَبِثْتُمْ بَعْدَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ حَتّٰى يُطْلَعَ
اللّٰهُ لَكُمْ مَنْ يَّجْمَعُكُمْ وَيَضُمُّ نَشْرُكُمْ
فَلَا تَطْمَعُوْا فِىْ غَيْرِ مَقْبِلٍ، وَلَا تَيَّأُ
سُوْا مِنْ مُّدْبِرٍ- فَاِنَّ الْمُدْبِرَ عَسٰى اَنْ
تَزِلَ اِحْدٰى قِيَادَتَيْهِ وَتَثْبِتَ الْاُخْرٰى
وَتَرْجِعَا حَتّٰى تَثْبِتَا جَمِيْعًا- اَلَا اِنَّ
مَثَلِ اِلِ مُحَمَّدٍ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ كَمَثَلِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ اِذَا خَرٰى
نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ- فَكَانَكُمْ قَدْ

پھیلانے ہوئے اور اپنا دست کرم بڑھانے ہوئے ہے۔ ہم
تمام اُمور میں اس کی حمد کرتے ہیں اور اُس کے حقوق کا پاس و
محافظہ رکھنے میں اُس سے مدد مانگتے ہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں
کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اس کے عبد اور رسول ہیں۔؟ نہیں اللہ نے اپنا امر واضح کر کے
سنانے اور اپنا ذکر زبان پر لانے کے لئے بھیجا۔ آپ نے
امانداری کے ساتھ اسے پہنچایا اور راہِ راست پر برقرار رہتے
ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے اور ہم میں حق کا وہ پرچم چھوڑ
گئے کہ جو اس سے آگے بڑھے گا وہ (دین سے) نکل جائے گا
اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ مٹ جائے گا اور جو اس سے چمکا
رہے گا وہ حق کے ساتھ رہے گا۔ اس پرچم کی طرف راہنمائی
کرنے والا وہ ہے جو بات کہنے میں جلد بازی نہیں کرتا اور
(پوری طرح غور کرنے کے لئے) اپنے اقدام میں تاخیر کرتا
ہے، اور جب کسی امر کو لے کر کھڑا ہو جائے تو پھر تیز گام ہے
جب تم اُس کے سامنے گردنیں خم کر دو گے اور (اُس کی عظمت و
جلال کے پیش نظر) اُس کی طرف انگلیوں کے اشارے کرنے
لگو گے تو اُسے موت آجائے گی اور اُسے لے جائے گی اور پھر
جب تک اللہ چاہے تم (انتظار میں) ٹھہرے رہو گے۔ یہاں
تک کہ اللہ اُس شخص کو ظاہر کرے جو تمہیں ایک جگہ پر جمع کرے
اور تمہاری شیرازہ بندی کرے جو کچھ ہونے والا نہیں ہے اس
کی لالچ نہ کرنا، اور بہت ممکن کہ برگشتہ صورت حال کا ایک قدم
اکھڑ گیا ہو، اور دوسرا قدم جما ہوا ہو، اور پھر کوئی ایسی صورت ہو
کہ دونوں قدم جم ہی جائیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آلِ محمد
آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں جب ایک ڈوبتا ہے تو دوسرا

تَكَامَلَتْ مِنَ اللّٰهِ فِیْكُمْ الصَّنَائِعُ وَاَرَادَكُمْ
مَا كُنْتُمْ تَامُلُوْنَ-

اُبھر آتا ہے۔ گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں اور جس کی تم
آس لگائے بیٹھے تھے، وہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا ہے۔

خطبہ ۹۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ أُخْرَىٰ-

وہ ہر اوّل سے پہلے اوّل اور ہر آخر کے بعد آخر ہے۔ اُس
کی اولیت کے سبب سے واجب ہے کہ اس سے پہلے کوئی نہ
ہو اور اُس کے آخر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے
بعد کوئی نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں۔ ایسی گواہی جس میں ظاہر و باطن یکساں، اور دل و
زبان ہم نوا ہیں۔

اے لوگو! تم میری مخالفت کے جرم میں مبتلا نہ ہو، اور میری
نافرمانی کر کے حیران و پریشان نہ ہو۔ میری باتیں سنتے وقت
تو ایک دوسرے کی طرف آنکھوں کے اشارے نہ کرو۔ اُس
ذات کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کی اور ذی روح کو پیدا کیا
ہے۔ میں جو خبر تمہیں دیتا ہوں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
طرف سے پہنچی ہوئی ہے۔ نہ خبر دینے والے (رسول) نے
جھوٹ کہا، نہ سننے والا جاہل تھا (لوسنو!) میں نے ایک سخت
گمراہیوں میں پڑے ہوئے شخص کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ
رہا ہوں کہ وہ شام میں کھڑا ہوا لاکڑا رہا ہے اور اُس نے اپنے
جھنڈے کو فہ کے آس پاس کھلے میدانوں میں گاڑ دیئے
ہیں۔ چنانچہ جب اس کا منہ (بھاڑ کھانے کو) کھل گیا اور اس
کی لگام کا دہانہ مضبوط ہو گیا اور زمین میں اس کی پامالیاں
سخت سے سخت ہو گئیں، تو فتنوں نے اپنے دانتوں سے دنیا
والوں کو کاٹنا شروع کر دیا اور جنگ کا دریا تھپیرے مارنے لگا

اَلَا وُلَّ قَبْلَ كُلِّ اَوَّلٍ- وَاَلَا اٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ
اٰخِرٍ- بِاَوَّلِيَّتِهِ وَجَبَ اَنْ لَا اَوَّلَ لَهُ
وَبَاٰخِرِيَّتِهِ وَجَبَ اَنْ لَا اٰخِرَ لَهُ-
وَاَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً يُّوٰفِقُ
فِيْهَا السِّرُّ الْاَعْلٰنُ وَالْقَلْبُ اللِّسَانُ :
اَيُّهَا النَّاسُ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْ- وَلَا
يَسْتَهْوِىَنَّكُمْ عِصْيَا فِىْ وَلَا
تَتَرَامَوْا بِالْبَصَارِ عِنْدَ مَا تَسْمَعُوْنَهُ مِنْى
فَوَالَّذِىْ اُنَبِّئُكُمْ بِهِ عَنِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ
صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم مَا كَذَبَ
النَّبِیُّ وَلَا جَهْلُ السَّامِعِ- وَلَكَانِیْ اَنْظُرُ
اِلٰى ضَلٰیْلِ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَفَحَصَ
بِرَايَاتِهِ فِىْ ضَوَاحِیْ كُوفَانٍ- فَاِذَا
فَغَرَّتْ فَاغْرَتُهُ، وَاَشْتَدَّتْ شَكِيْمَتُهُ
وَتَقَلَّتْ فِى الْاَرْضِ وَطَاتُهُ عَضَّتْ
الْفِتْنَةُ اَبْنَاءَهَا بِاَنْبِيَآئِهَا وَمَا جَتِ الْحَرْبُ
بِاُمَمٍ اَجْهًا- وَبَدَا مِنْ الْاَيَّامِ
كُلُّوْحَهَا، وَمِنْ اللَّيَالِیْ كُدُوْحَهَا- فَاِذَا

آيَنَعْ ذَرْعُهُ وَقَامَ عَلَى يَنْعِهِ- وَهَدَرَتْ شَقَائِشُهُ وَبَرَقَتْ بَوَارِقُهُ، وَعُقِدَتْ رَايَاتُ الْفِتَنِ الْمُعْصِلَةِ وَأَقْبَلْنَ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَالْبَحْرِ الْمُلْتَطِمِ- هَذَا وَكَمْ يَحْرِقُ الْكُوفَةَ مِنْ قَاصِفٍ، وَيَبْرُ عَلَيْهَا مِنْ عَاصِفٍ- وَعَنْ قَلِيلٍ تَلْتَفُ الْقُرُونُ بِالْقُرُونِ، وَيُحْصَدُ الْقَائِمُ وَيُحْطَمُ الْمَحْصُودُ-

اور دلوں کی تختی سامنے آگئی۔ بس ادھر اس کی کھیتی پختہ ہوئی اور فصل تیار ہوئی اور اس کی سرمستیاں جوش دکھانے لگیں اور تلواریں چمکنے لگیں۔ ادھر سخت فتنہ و شر کے جھنڈے گڑ گئے اور اندھیری رات اور متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھ آئے۔ اُس کے علاوہ اور کتنے ہی تیز جھکڑ کو فوہ کوا کھیڑ ڈالیں گے، اور کتنی ہی سخت آندھیاں اس میں آئیں گی۔ اور عنقریب جماعتیں جماعتوں سے گٹھ جائیں گی اور کھڑی کھیتوں کو کاٹ دیا جائے گا اور کٹے ہوئے حاصلوں کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔

اس سے بعض نے معاویہ اور بعض نے عبدالملک ابن مروان مراد لیا ہے۔

خطبہ ۱۰۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ يَجْرِي مَجْرَى الْخُطْبَةِ وَذَلِكَ يَوْمٌ يَجْمَعُ اللَّهُ فِيهِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِنِقَاشِ الْحِسَابِ وَجَزَاءِ الْأَعْمَالِ، خُضُوعًا قِيَامًا قَدْ أَجَبَهُمُ الْعَرَقُ، وَدَجَفَتْ بِهِمُ الْأَرْضُ- فَأَحْسَنَهُمْ حَالًا مَنْ وَجَدَ لِقَدَمَيْهِ مَوْضِعًا وَلِنَفْسِهِ مَتَسَعًا (مِنْهُ) فِتْنٌ كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ- لَا تَقُومُ لَهَا قَائِمَةٌ، وَلَا تُرَدُّ لَهَا رَايَةٌ تَأْتِيكُمْ مَزْمُومَةٌ مَرَّ حَوْلَهُ يَحْفِرُهَا قَائِدُهَا وَيَجْهَدُهَا رَاكِبُهَا أَهْلُهَا قَوْمٌ شَدِيدٌ كَلْبُهُمْ قَلِيلٌ سَلْبُهُمْ يُجَاهِدُ هُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَوْمٌ أَدْلَةٌ عِنْدَ السُّكْبَرِيِّينَ، فِي الْأَرْضِ

وہ ایسا دن ہوگا کہ اللہ حساب کی چھان بین اور عملوں کی جزا کے لئے سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا، وہ خضوع کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پسینہ منہ تک پہنچ کر اُن کے منہ میں لگام ڈال دے گا۔ زمین اُن لوگوں سمیت لرزتی اور تھر تھراتی ہوگی۔ اس وقت سب سے بڑا خوش حال وہ ہوگا جسے اپنے دونوں قدم نکالنے کی جگہ اور سانس لینے کو کھلی فضا مل جائے۔

اسی خطبے کا ایک جز یہ ہے۔ وہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے۔ اُن کے مقابلے کے لئے (گھوڑوں کے) پیر جم نہ سکیں گے اور نہ اُن کے جھنڈے پلانے جا سکیں گے۔ وہ تمہارے پاس اس طرح آئیں گے کہ اُن کی لگائیں چڑھی ہوں گی اور اُن پر پالان کسے ہوں گے۔ اُن کا پیش رو انہیں تیزی سے ہٹائے گا اور سوار ہونے والا انہیں ہلکان کر دے گا۔ وہ لوگ اس قوم سے ہیں جن کے حملے سخت ہوتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کم۔ اُن سے وہ قوم فی سبیل اللہ جہاد کرے گی جو متکبروں کے

مَجْهُولُونَ، وَفِي السَّيَاءِ مَعْرُوفُونَ- فَوَيْلٌ لَكَ يَا بَصْرَةَ عِنْدَ ذَلِكَ مِنْ جَيْشٍ مِّنْ نِّقَمِ اللَّهِ لَا رَهْجَ لَهُ وَلَا حِسَّ وَ سَيِّئَتَلَى أَهْلُكَ بِالْمَوْتِ الْأَحْمَرِ وَالْجُوعِ الْأَغْبَرِ-

نزدیک پست اور ذلیل، زمین میں گمنام اور آسمان میں جانی پہچانی ہوئی ہوگی۔ اے بصرہ! تیری حالت پر افسوس ہے کہ جب تجھ پر اللہ کے عذاب کے لشکر ٹوٹ پڑیں گے جس میں نہ غبار اڑے گا اور نہ شور و غوغا ہوگا، اور تیرے بسنے والے قتل اور سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے۔

خطبہ ۱۰۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- أَنْظَرُوا إِلَى الدُّنْيَا نَظَرَ الزَّاهِدِينَ فِيهَا، الصُّدْفِيِّينَ عَنْهَا- فَإِنَّهَا وَاللَّهِ عَمَّا قَلِيلٍ تُزِيلُ الثَّأْوَى السَّاكِنَ تَفْجَعُ الْمُتَرَفِّ الْأُمْنِ- لَا يَرْجِعُ مَا تَوَلَّى مِنْهَا نَادِيرٌ- وَلَا يُدْرِي مَا هَوَاتٍ مِنْهَا فَيَنْظُرُ- سُرُورَهَا مَشُوبٌ بِالْجُزْنِ- وَجَلَدُ الرَّجَالِ فِيهَا إِلَى الضَّعْفِ وَالْوَهْنِ فَلَا يَغَيِّرُكُمْ كَثْرَةُ مَا يُعْجِبُكُمْ فِيهَا، لِقَلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا-

دنیا کو زہد اختیار کرنے والوں اور اُس سے پہلو بچانے والوں کی نظر سے دیکھو، خدا کی قسم! وہ جلد ہی اپنے رہنے سہنے والوں کو اپنے سے الگ کر دے گی، اور امن و خوشحالی میں بسر کرنے والوں کو رنج و اندوہ میں ڈال دے گی، اور جو چیز اس میں کی منہ موڑ کر پیٹھ پھرالے، وہ واپس نہیں آیا کرتی۔ اور آنے والی چیز کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی راہ دیکھی جائے۔ اُس کی سرستیں رنج میں سودی گئی ہیں، اور جوانمردوں کی ہمت و طاقت اس میں کمزوری و ناتوانی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ (دیکھو) دنیا کو خوش کر دینے والی چیزوں کی زیادتی تمہیں مغرور نہ بنادے۔ اسلئے کہ جو چیزیں تمہارا ساتھ دیں گی، وہ بہت کم ہیں۔

خدا اس شخص پر رحم کرے جو سوچ بچار سے عبرت اور عبرت سے بصیرت حاصل کرے۔ دنیا کی ساری موجود چیزیں معدوم ہو جائیں گی گویا کہ وہ موجود تھیں ہی نہیں، اور آخرت میں پیش آنے والی چیزیں جلد ہی موجود ہو جائیں گی۔ گویا کہ وہ ابھی سے موجود ہیں۔ ہر شمار میں آنے والی چیز ختم ہو جایا کرتی ہے اور جس کی آمد کا انتظار ہو، اُسے آیا ہی جانو اور ہر آنے والے کو نزدیک اور پہنچا ہوا سمجھو۔

اس خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔ عالم وہ ہے جو اپنا مرتبہ شناس ہو اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدر و منزلت

أَبْغَضَ الرَّجَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى لَعَبْدًا
وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَى نَفْسِهِ جَائِرًا عَنْ قَصْدِ
السَّبِيلِ سَائِرًا بِغَيْرِ دَلِيلٍ - إِنَّ دُعَى إِلَى
حَرْثِ الدُّنْيَا عَيْلٌ، وَإِنْ دُعِيَ إِلَى حَرْثِ
الْآخِرَةِ كَسِلَ كَأَنَّ مَاعِيلَ لَهُ وَاجِبٌ
عَلَيْهِ، وَكَأَنَّ مَا وَلِيَ فِيهِ سَاقِطٌ عَنْهُ -
(وَمِنْهَا) وَذَلِكَ زَمَانٌ لَا يَنْجُو فِيهِ إِلَّا
كُلُّ مُؤْمِنٍ نُومَةٍ إِنْ شَهِدْتُمْ يَعْرِفُ وَإِنْ
غَابَ لَمْ يَفْتَقِدْ - أُولَئِكَ مَصَابِيحُ
الْهُدَى، وَأَعْلَامُ الشَّرِّ لَيْسُوا
بِالْمَسَابِيحِ وَلَا الْمَدَائِيحِ الْبُذُرُ أُولَئِكَ
يَفْتَحُ اللَّهُ لَهُمْ أَبْوَابَ رَحْمَتِهِ وَيَكْشِفُ
عَنْهُمْ ضُرَاءَ نَقِمَتِهِ -

ای خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ وہ زمانہ ایسا ہوگا کہ جس میں وہ
خوابیدہ مومن ہی بچ کر نکل سکے گا کہ جو سامنے آنے پر جانا پہچانا
نہ جائے، اور نگاہ سے اوجھل ہونے پر اُسے ڈھونڈنا نہ جائے۔
یہی لوگ تو ہدایت کے جگمگاتے چراغ اور شبِ پیائیوں میں
روشن نشان ہیں۔ نہ وہ ادھر ادھر کچھ کچھ لگاتے پھرتے ہیں نہ
لوگوں کی برائیاں اچھالتے ہیں اور نہ اُن کے راز فاش کرتے
ہیں۔ اللہ انہیں لوگوں کے لئے رحمت کے دروازے کھول دے
اور اُن سے اپنے عذات کی تختیاں دور رکھے گا۔

اے لوگو! وہ زمانہ تمہارے سامنے آنے والا ہے کہ جس میں
اسلام کو اس طرح اوندھا کر دیا جائے گا جس طرح برتن کو (اُن
چیزوں سمیت جو اُس میں ہوں) الٹ دیا جائے۔ اے لوگو! اللہ
نے تمہیں اس امر سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ تم پر ظلم کرے۔ مگر اس
سے پناہ نہیں کہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے۔ اُس بزرگ و برتر
کہنے والے کا ارشاد ہے ”اُس میں (ہماری) بہت سی نشانیاں ہیں
اور ہم تو بس ان کا امتحان لیا کرتے ہیں۔ سید رضی فرماتے ہیں
حضرت کے ارشاد ”ہر خوابیدہ مومن“ میں خوابیدہ سے مراد وہ
شخص ہے کہ جو گنہگار اور بے شرم ہو اور مسابیحِ مسیحا کی جمع ہے
اور مسیحا اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں میں سید و شری پھیلاتا
رہے اور لگائی بجھائی کرتا رہے اور مذاہنِ مذہبی کی جمع ہے اور

أَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (كُلُّ مُؤْمِنٍ نُومَةٍ)
فَإِنَّمَا أَرَادَ بِهِ الْحَامِلُ الذِّكْرَ الْقَلِيلَ
الشَّرِّ - وَالْمَسَابِيحُ جَمْعُ مَسِيحٍ وَهُوَ
الَّذِي يَسِيحُ بَيْنَ النَّاسِ بِالْفَسَادِ
وَالنَّكَمِ - وَالْمَدَائِيحُ جَمْعُ مَذْيَعٍ -

وَهُوَ الَّذِي إِذَا سَمِعَ لِغَيْرِهِ بِفَاحِشَةٍ آذًا
عَهَا وَنَوَّأَ بِهَا - وَالْبُذُرُ جَمْعُ بُذُورٍ -
وَهُوَ الَّذِي يَكْثُرُ سَفَهُهُ وَيَلْغُرُ مَنْطِقُهُ -

خطبہ ۱۰۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ تَقَدَّمَ
مُخْتَارُهَا بِخِلَافِ هَذِهِ الرَّوَايَةِ -
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ أَحَدٌ
مِّنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَابًا، وَلَا يَدْعِي نُبُوَّةَ
وَلَا وَحْيًا فَقَاتَلَ بَيْنَ أَطَاعَتِهِ مَنَ عَصَاةَ
يَسُوقُهُمْ إِلَى مَنَاجِيهِمْ، وَيَبْأَدُرُ بِهِمُ
السَّاعَةَ أَنْ تَنْزِلَ بِهِمْ -

يَحْسِرُ الْحَسِيرُ وَيَقِفُ الْكَسِيرُ فَيَقِيمُ
عَلَيْهِ حَتَّى يُلْحِقَهُ غَايَتُهُ إِلَّا هُمُ
مَنْجَاتُهُمْ، وَبَوَّاهُمُ مَحَلَّتُهُمْ فَاسْتَدَارَتْ
رَحَاهُمُ، وَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ وَأَيَّمُ
اللَّهِ لَقَدْ كُنْتُ فِي سَاقِيَتِهَا حَتَّى تَوَلَّيْتُ
بِحَدِّ فَيْرِهَا، وَاسْتَوْسَقْتُ فِي قِيَادِهَا،
مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبَنْتُ، وَلَا خُنْتُ وَلَا
وَهَنْتُ وَأَيَّمُ اللَّهِ لَا بَقَرْنَ الْبَاطِلَ حَتَّى
أُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهِ -

خطبہ ۱۰۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
آخر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اور اُن کا حالیکہ وہ

حَتَّى بَعَثَ اللَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالْهِ وَسَلَّمَ شَهِيدًا وَبَشِيرًا وَنَذِيرًا:
خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلًا وَأَنْجَبَهَا كَهْلًا- أَطَهَرَ
الْمُطَهَّرِينَ شَيْئَةً، وَأَجْوَادَ الْمُسْتَطَرِّينَ
دِيمَةً- فَمَا أَحْلَوْلَتْ لَكُمْ الدُّنْيَا فِي لَدُنْهَا
وَلَا تَكُنْتُمْ مِنْ رِضَاعِ اخْتِلَافِهَا، إِلَّا مِنْ
بَعْدِ مَاصِدَقْتُمُوهَا جَانِلًا حِطَامَهَا قَلَقًا
وَضَمِنَهَا- قَدْ صَارَ حَرَامُهَا عِنْدَ أَقْوَامٍ
بِسُنَنِ لِيَةِ السِّدَارِ الْخُضُودِ وَحَلَا لَهَا
بَعِيدًا غَيْرَ مَوْجُودٍ- وَصَادَقْتُمُوهَا وَاللَّهُ
ظِلًّا مَسْدُودًا إِلَى أَجَلٍ مَعْدُودٍ-
فَالَا رِضْ لَكُمْ شَاغِرَةً، وَأَيْدِيكُمْ
فِيهَا مَبْسُوطَةٌ، وَأَيْدِي الْقَادَةِ عَنْكُمْ
مَكْفُوفَةٌ وَسُيُوفُكُمْ عَلَيْهِمْ مُسَلِّطَةٌ
وَسَيْرُ فَهْمٍ عَنْكُمْ مَقْبُوضَةٌ- أَلَا إِنَّ بَكْلَ
دَمٍ ثَائِرًا، وَلِكُلِّ حَقٍّ طَالِبًا- وَإِنَّ الثَّائِرَ
فِي دِمَائِنَا كَالْحَاكِمِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ-
هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا يُعْجِزُهُ مَنْ طَلَبَ لَا
يَقُوتُهُ مَنْ هَرَبَ فَاقْسِمُ بِاللَّهِ يَا بَنِي أُمِّيَّةَ
عَمَّا قَلِيلٍ لَتَعْرِفُنَّهَا فِي أَيْدِي غَيْرِكُمْ
وَفِي دَارِ عَذَابِكُمْ- أَلَا وَإِنَّ
أَبْصَرَ الْأَبْصَارِ مَا نَفَدَ فِي الْخَيْرِ
طَرَفُهُ- إِلَّا إِنَّ أَسْمَعَ لَا سَمَاعٍ مَا وَعَى

گواہی دینے والے، خوشخبر سنانے والے اور ڈرانے والے تھے
جو بچپن میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی شرف
کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خوشصلت کے اعتبار سے
پاکیزہ تر اور جود و سخا میں ابرصفت برسائے جانے والوں میں
سب سے زائد لگا تار بننے والے تھے۔
دنیا اپنی لذتوں میں اس وقت تمہارے لئے شیریں و خوشگوار
ہوئی اور اس وقت تم اس کے تھنوں سے دودھ پینے پر قادر ہوئے
جب اس کے پہلے اس کی مہاریں جھول رہی تھیں اور اس کا
تنگ (ڈھیلا ہو کر) بل رہا تھا (یعنی اس کا کوئی سوار اور دیکھ
بھال کرنے والا نہ تھا جو اس کی باگیں اٹھاتا اور اس کا تنگ کستا،
کچھ قوموں کے لئے تو حرام اس بیری کے مانند خوش گوار اور
مزے دار) ہو گیا تھا جس کی شاخیں پھلوں کی وجہ سے جھکی ہوئی
ہوں۔ اور حلال ان کے لئے (کوسوں) دور اور نایاب تھا۔ خدا
کی قسم! یہ دنیا لمبی چھاؤں کی صورت میں ایک مقررہ وقت تک
تمہارے پاس ہے۔ مگر اس وقت تو زمین بغیر روک ٹوک کے
تمہارے قبضے میں ہے تمہارے ہاتھ اس میں کھلے ہوئے ہیں
اور پیشواؤں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تمہاری تلواریں ان
پر مسلط ہیں اور ان کی تلواریں روکی جا چکی ہیں۔ تمہیں معلوم
ہونا چاہئے کہ ہر خون کا کوئی قصاص لینے والا، اور ہر حق کا کوئی
طلب کرنے والا بھی ہوتا ہے اور ہمارے خون کا قصاص لینے
والا اُس حاکم کے مانند ہے جو اپنے ہی حق کے بارے میں
فیصلہ کرے اور وہ اللہ ہے کہ جسے وہ تلاش کرے۔ وہ اسے بے
بس نہیں بنا سکتا اور جو بھاگنے کی کوشش کرے وہ اس کے ہاتھوں
سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ اے بنی امیہ! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا
ہوں کہ جلد ہی تم اپنی (دنیا اور اس کی) ثروتوں کو دوسروں کے
ہاتھوں اور دشمنوں کے گھروں میں دیکھو گے۔ سب آنکھوں
سے زیادہ دیکھنے والی وہ آنکھ ہے جس کی نظریکیوں میں اُتر

التَّذَكُّيرَ وَقَبْلَهُ- أَيُّهَا النَّاسُ اسْتَصْبَحُوا
مِنْ شُعْلَةِ مَصْبَاحٍ وَأَعْظِ مُتَعِظٌ
وَأَمْتَاخُوا مِنْ صَفْوِ عَيْنٍ قَدْ رُوِّقَتْ مِنَ
الْكَدَرِ-

عِبَادَ اللَّهِ لَا تَرَكُونَا إِلَى جَهَالَتِكُمْ وَلَا
تَنْقَادُوا إِلَّا هَوَائِكُمْ، وَلَا تَنْقَادُوا
لَا هُوَ آئِكُمْ فَإِنَّ النَّازِلَ بِهَذَا النَّزْلِ نَازِلٌ
بِشَفَا جُرْفٍ هَارٍ، يَنْقُلُ الرُّدَى عَلَى
ظَهْرِهِ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى مَوْضِعٍ لِرَأْيٍ
يُحْدِثُهُ بَعْدَ رَأْيٍ يُرِيدُ أَنْ يُلْصِقَ مَا لَا
يَلْتَصِقُ وَيُقَرِّبَ مَا لَا يَتَقَارَبُ- فَاللَّهُ
أَلَّهُ أَنْ تَشْكُوا إِلَى مَنْ لَا يَشْكِي
شَجْوَكُمْ، وَلَا يَنْقُضُ بَرَاءِيهِ مَا قَدْ أُبْرِمَ
لَكُمْ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْإِمَامِ إِلَّا مَا حِيلَ
مِنْ أَمْرِ رَبِّهِ- الْإِبْلَغُ فِي الْمَوْعِظَةِ
وَالْاجْتِهَادُ فِي النَّصِيحَةِ، وَالْإِحْيَاءُ
لِلْسُنَّةِ وَإِقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَى مُسْتَحَقِّهَا،
وَأَصْدَارُ الشُّهُبَانِ عَلَى أَهْلِهَا فَبَادِ رُؤَا
الْعِلْمِ مِنْ قَبْلِ تَصْوِيحِ نَيْتِهِ وَمِنْ قَبْلِ
أَنْ تَشْغَلُوا بِأَنْفُسِكُمْ عَنْ مُسْتَتَارِ الْعِلْمِ
مَنْ عِنْدَ أَهْلِهِ- وَأَنْهَوَا غَيْرَكُمْ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَتَنَاهَوَا عَنْهُ- فَإِنَّا أُمِرْتُمْ بِالنَّهْيِ
بَعْدَ التَّنَاهِي-

جائے، اور سب کانوں سے بڑھ کر سننے والا وہ کان ہے کہ جو
نہایت کی باتیں سنے اور انہیں قبول کرے۔ اے لوگو! واعظ باعمل
کے چراغ ہدایت کی رو سے اپنے چراغ روشن کرلو، اور اس صاف
و شفاف چشمہ سے پانی بھرو، جو (شہادت کی) آمیزشوں اور
کدورتوں سے تھرچکا ہے۔ اے اللہ کے بندو! اپنی جہالتوں کی
طرف نہ مڑو اور نہ اپنی خواہشوں کے تابع ہو جاؤ۔ اس لئے کہ
خواہشوں کی منزل میں اُترنے والا ایسا ہے جیسے کوئی سیلاب زدہ
دیوار کے کنارے پر کھڑا ہو کہ جو گرا چاہتی ہو۔ وہ ہلاکتوں کا پلندہ
اپنی پیٹھ پر اٹھائے کبھی اس کندھے پر رکھتا ہے کبھی اُس کندھے
پر۔ اپنی اُن رایوں کی صورت میں جنہیں وہ بدلتا رہتا ہے۔ اور یہ
چاہتا ہے کہ اس پر (کوئی دلیل) چسپاں کرے، مگر جو چپکنے والی
نہیں ہوتی اور اسے (ذہنوں سے) قریب کرنا چاہتا ہے، جو
قریب ہونے کے قابل نہیں۔ اللہ سے ڈرو کہ تم اپنی شکایتیں اس
فحص کے سامنے لے کر بیٹھ جاؤ کہ جو (تمہاری خواہشوں کے
مطابق) تمہارے شکوکوں کے قلق کو دور نہیں کرے گا، اور نہ
شریعت کے محکم و مضبوط احکام کو توڑے گا۔ امام کا فرض تو بس یہ
ہے کہ جو کام اسے اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے (اسے
انجام دے) اور وہ یہ ہے کہ پند و نصیحت کی باتیں ان تک
پہنچائے۔ سمجھانے بجھانے میں پوری پوری کوشش کرے، سنت کو
زندہ رکھے، اور جن پر حد لگتا ہے اُن پر حد جاری کرے اور
(غضب کئے ہوئے) حصوں کو اُن کے اصلی وارثوں تک
پہنچائے۔ تمہیں چاہئے کہ علم کی طرف بڑھو قبل اس کے کہ اس کا
(ہرا بھرا) سبزہ خشک ہو جائے اور قبل اس کے کہ اہل علم سے علم
سیکھنے میں اپنے ہی نفس کی مصروفیتیں حائل ہو جائیں۔ دوسروں کو
برائیوں سے روکو اور خود بھی رکے رہو۔ اس لئے کہ تمہیں برائیوں
سے رکنے کا حکم پہلے ہے، اور دوسروں کو روکنے کا بعد میں ہے۔

خطبہ ۱۰۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي شَرَعَ الْإِسْلَامَ فَسَهَّلَ
 شَرَائِعَهُ لِمَنْ وَرَدَهُ، وَأَعَزَّ أَرْكَانَهُ عَلَى
 مَنْ غَالَبَهُ فَجَعَلَهُ أَمَّا لِمَنْ عِلْقَهُ، وَسَيِّئًا
 لِمَنْ دَخَلَهُ وَبُرْهَانًا لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَ
 شَاهِدًا لِمَنْ حَاصَمَ بِهِ، وَنُورًا لِمَنْ
 اسْتَضَاءَ بِهِ، وَفَهْمًا لِمَنْ تَوَسَّمْ، وَتَبَصُّرَةً
 لِمَنْ عَزَمَ، وَعِبْرَةً لِمَنْ اتَّعَظَ: وَنَجَاةً لِمَنْ
 صَدَّقَ، وَثِقَةً لِمَنْ تَوَكَّلَ وَرَاحَةً لِمَنْ
 فَوَّضَ، وَجَنَّةً لِمَنْ صَبَرَ۔ فَهُوَ أَبْلَغُ
 الْمَنَاهِجِ وَأَوْضَحُ الْوَلَائِحِ۔ مُشْرِفُ
 السَّارِ مُشْرِقُ الْجَوَادِ، مُضِيٌّ
 الْمَصَابِيحِ كَرِيمُ الْبُضَارِ، رَفِيعُ الْغَايَةِ
 جَامِعُ الْحَلَبَةِ، مُتَنَافِسُ السُّبْقَةِ شَرِيفُ
 الْفُرْسَانِ التَّصَدِيقِ مِنْهَاجُهُ،
 وَالصَّالِحَاتِ مَنَارُهُ۔ وَالْمَوْتُ غَايَتُهُ۔
 وَالْأَنْبِيَاءُ مَضَارُّهُ، وَالْقِيَامَةُ حَلَبَتُهُ، وَ
 الْجَنَّةُ سُبْقَتُهُ۔
 (مِنْهَا فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ) حَتَّى أَوْرَى قَبَسًا لِقَابِيسٍ، وَأَنَارَ
 عَلَمًا لِحَابِيسٍ، فَهُوَ أَمِينُكَ الْبَاسُ، وَشَهِيدُكَ
 يَوْمَ الدِّينِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً

تمام حمد اللہ کے لئے ہے کہ جس نے شریعت اسلام کو جاری کیا
 اور اُس (کے سرچشمہ) ہدایت پر اترنے والوں کے لئے اس
 کے قوانین کو آسان کیا، اور اُس کے ارکان کو حریف کے مقابلے
 میں غلبہ و سرفرازی دی۔ چنانچہ جو اس سے وابستہ ہو اُس کے
 لئے امن جو اس میں داخل ہو اُس کے لئے صلح و آشتی، جو اس کی
 بات کرے اس کے لئے دلیل، جو اُس کی مدد لے کہ مقابلہ
 کرے اس کے لئے اُسے گواہ قرار دیا ہے اور اُس سے کسب ضیاء
 کرنے والے کے لئے نور، سمجھنے اور سوچ بچار کرنے
 والے کے لئے فہم و دانش، غور کرنے والے کے لئے (روشن)
 نشانی، ارادہ کرنے والے کے لئے بصیرت، نصیحت قبول کرنے
 والے کے لئے عبرت، تصدیق کرنے والے کے لئے نجات،
 بھروسہ کرنے والے کے لئے اطمینان، ہر چیز اُسے سونپ
 دینے والے کے لئے راحت، صبر کرنے والے کے لئے سپر بنایا
 ہے۔ وہ تمام سیدھی راہوں میں زیادہ روشن اور تمام عقیدوں
 میں زیادہ واضح ہے۔ اس کے مینار بلند، راہیں درخشاں اور
 چراغ روشن ہیں۔ اس کا میدان (عمل) باوقار اور مقصد غایت
 بلند ہے۔ اس کے میدان میں تیز رفتار گھوڑوں کا اجتماع ہے۔
 اُس کی طرف بڑھنا مطلوب و پسندیدہ ہے۔ اُس کے شاہسوار
 عزت والے، اور اُس کا راستہ (اللہ و رسول کی) تصدیق ہے
 اور اچھے اعمال (راستے کے) نشانات ہیں۔ دنیا گھوڑ دوڑ کا
 میدان اور موت پہنچنے کی حد، اور قیامت گھوڑوں کے جمع ہونے
 کی جگہ اور جنت بڑھنے کا انعام ہے۔
 اسی خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے۔
 یہاں تک کہ آپ نے روشنی ڈھونڈنے والے کے لئے شعلے

وَرَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً۔ اَللّٰهُمَّ اَقْسِمْ لَهٗ
 مَقْسَمًا مِنْ عَدْلِكَ، وَاجْزِهِ مُضَاعَفَاتِ
 الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلَى بِنَاءِ
 الْبَانِيْنَ بِنَائِهِ۔ وَاَكْرِمْ لَدَيْكَ نَزْلَهُ۔
 وَشَرِّفْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهُ وَآتِهِ الْوَسِيْلَةَ
 وَاَعْظِمْ السَّنَاءَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَاحْشُرْنَا
 فِيْ ذِمَّتِهِ غَيْرَ حَزَايَا وَلَا نَادِيْمِيْنَ وَلَا نَا
 كِبِيْنَ، وَلَا نَا كِبِيْنَ، وَلَا ضَالِّيْنَ، وَلَا
 مُضِلِّيْنَ، وَلَا مَقْتُوْنِيْنَ (وَقَدْ مَضَى
 هَذَا الْكَلَامُ فَيَمَّا تَقَدَّمَ إِلَّا أَنَّا كَرَّرْنَاهُ
 لِهَٰئِهِمَا لِيَا فِي الرِّوَايَتَيْنِ مِنَ الْاِخْتِلَافِ۔
 (مِنْهَا فِي خِطَابِ اصْحَابِهِ)
 وَقَدْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللَّهِ لَكُمْ مَنْزِلَةً
 تُكْرَمُ بِهَا إِمَاؤُكُمْ وَتَوْصَلُ بِهَا جِوَارُكُمْ
 نُكْمٌ، وَيُعْظَمُكُمْ مَنْ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ
 وَلَا يَدُلُّكُمْ عِنْدَهُ وَيَهَابُكُمْ مَنْ لَا يَخَافُ
 لَكُمْ سَطْوَةً وَلَا لَكُمْ عَلَيْهِ عِنْدَهُ وَيَهَا
 بُكُمْ مَنْ لَا يَخَافُ لَكُمْ سَطْوَةً وَلَا لَكُمْ
 عَلَيْهِ إِمْرَةً۔ وَقَدْ تَرَوْنَ عَهْدَ اللَّهِ
 مَنْقُوضَةً فَلَا تَغْضَبُوْنَ، وَأَنْتُمْ لِنَقْضِ
 ذِمِّ آبَائِكُمْ تَأْنِفُونَ۔ وَكَانَتْ أُمُورُ اللَّهِ
 عَلَيْكُمْ تَرْدُ وَعَنْكُمْ تَصْدُرُ۔ وَإِلَيْكُمْ
 تَرْجِعُ فَيَكُنْتُمْ الظُّلْمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِكُمْ،

بھڑکائے اور (راستہ کھوکھری) سواری کے روکنے والے کے لئے
 نشانات روشن کئے۔ (اے اللہ!) وہ تیرے بھروسے کا امین اور
 قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہوا) گواہ ہے۔ وہ تیرا نبی مرسل و
 رسول برحق ہے۔ جو (دنیا کے لئے) نعمت و رحمت ہے۔
 (خدایا!) تو انہیں اپنے عدل و انصاف سے اُن کا حصہ عطا کر اور
 اپنے فضل سے انہیں دہرے حسنات اجر میں دے۔ (اے
 اللہ!) اُن کی عمارت کو تمام معماروں کی عمارتوں پر فوقیت عطا کر
 اور اپنے پاس اُن کی عزت و آبرو سے مہمانی کر اور اُن کے مرتبہ
 کو بلندی و شرف بخشش، اور انہیں بلند درجہ دے اور رفعت و
 فضیلت عطا کر، اور ہمیں اُن کی جماعت میں اس طرح محشور کر
 کہ نہ ہم ذلیل و رسوا ہوں، نہ نادم و پریشان نہ حق سے
 روگردان، نہ عہد شکن، نہ گمراہ، نہ گمراہ کن اور نہ فریب خوردہ۔
 سید رضی کہتے ہیں
 یہ کلام اگرچہ پہلے گزر چکا ہے، مگر ہم نے پھر اعادہ کیا ہے چونکہ
 دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ اختلاف ہے۔
 اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔
 جس میں اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا۔ تم اپنے اللہ کے لطف
 و کرم کی بدولت ایسے مرتبہ پر پہنچ گئے کہ تمہاری کنیریں بھی محترم
 سمجھی جانے لگیں اور تمہارے ہمسایوں سے بھی اچھا برتاؤ کیا
 جانے لگا اور وہ لوگ بھی تمہاری تعظیم کرنے لگے جن پر تمہیں نہ
 کوئی فضیلت تھی نہ تمہارا کوئی اُن پر احسان تھا، اور وہ لوگ بھی تم
 سے دہشت کھانے لگے جنہیں تمہارے حملہ کا کوئی اندیشہ نہ تھا،
 اور نہ تمہارا اُن پر تسلط تھا۔ مگر اس وقت تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ کے
 عہد توڑے جا رہے ہیں، اور تم غیظ میں نہیں آتے۔ حالانکہ
 اپنے آباؤ اجداد کے قائم کردہ رسم و آئین کے توڑے جانے
 سے تمہاری رگ حمیت جنبش میں آ جاتی ہے۔ حالانکہ اب تک
 اللہ کے معاملات تمہارے ہی سامنے پیش ہوتے رہے اور
 تمہارے ہی (ذریعہ سے) ان کا حل ہوتا رہا، اور تمہاری ہی

وَالْقَيْتُم إِلَيْهِمْ أَرْمَتَكُمْ، وَأَسَلْتُمْ أُمُورَ اللَّهِ فِي أَيْدِيهِمْ- يَعْمَلُونَ فِي الشُّبُهَاتِ ، وَيَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ - وَآيَمُ اللَّهِ لَوْ فَزَعُواكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ لَجَعَلَكُمْ اللَّهُ لِشَرِّ يَوْمٍ لَهُمْ-

طرف ہر پھر کر آتے ہیں۔ لیکن تم نے اپنی جگہ ظالموں کے حوالے کر دی ہے، اور اپنی باگ دوڑ انہیں تھما دی ہے اور اللہ کے معاملات انہیں سوئپ دیئے ہیں کہ وہ شہوں پر عمل پیرا اور نفسانی خواہشوں پر گامزن ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمہیں ہر ستارے کے نیچے بکھیر دیں تو بھی اللہ تمہیں اُس دن (ضرور) جمع کرے گا جو ان کے لئے بہت بُرا دن ہوگا۔

خطبہ ۱۰۵

میں نے تمہیں بھاگتے اور صفوں سے منتشر ہوتے ہوئے دیکھا، (جبکہ) تمہیں چند کھرے قسم کے اوباشوں اور شام کے بدوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ حالانکہ تم عرب کے جوان مرد شرف کے راس ورئیں (قوم میں) اونچی ناک والے اور چوٹی کی بلندی والے ہو۔ میرے سینے سے نکلنے والی کراہنے کی آوازیں اسی وقت دب سکتی ہیں کہ جب میں دیکھ لوں کہ آخر کار جس طرح انہوں نے تمہیں گھیر رکھا ہے تم نے بھی انہیں اپنے نرغہ میں لے لیا ہو اور جس طرح انہوں نے تمہارے قدم اکھیر دیئے ہیں اسی طرح تم نے بھی ان کے قدم ان کی جگہوں سے اکھیر ڈالے ہوں۔ تیروں کی بوچھاڑ سے انہیں قتل کرتے ہوئے اور نیزوں کے ایسے ہاتھ چلاتے ہوئے کہ جس سے ان کچ پہلی صفیں دوسری صفوں پر چڑھی جاتی ہوں جیسے ہٹکائے ہوئے پیاسے اونٹ کہ جنہیں ان کے تالابوں سے دور پھینک دیا گیا ہو، اور ان کے گھائوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔

خطبہ ۱۰۶

یہ اُن خطبوں میں سے ہے جن میں زمانہ کے حوادث و فتن کا تذکرہ ہے۔ تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو اپنے مخلوقات کی وجہ سے

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهِيَ مِنْ خُطْبِ الْمَلَا حِم- الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَتَجَلَّى لِخَلْقِهِ بِخَلْقِهِ

وَالظَّاهِرِ لِقُلُوبِهِمْ بِحُجَّتِهِ- خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، إِذْ كَانَتْ الرُّوِّيَّاتُ لَا تَلِيْقُ إِلَّا بِدِدَى الضَّمَاكِرِ وَلَيْسَ بِدَى ضَمِيرٍ فِي نَفْسِهِ خَرَقَ عَلَيْهِ بَاطِنَ غَيْبِ السُّتْرَاتِ وَأَحَاطَ بِغَوْضِ عَقَائِدِ السَّرِيَّاتِ (مِنْهَا) فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ-

إِخْتَارَهُ مِنْ شَجَرَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَمَشَكَاتِ الضَّمَاكِرِ، وَذَوَايَةِ الْعَلِيَّاءِ وَسُرَّةِ الْبَطْحَاءِ وَمَصَابِيحِ الظُّلُمَةِ، وَيَنَابِيْعِ الْحِكْمَةِ-

(وَمِنْهَا) طَيْبٌ دَوَّارٌ بِطَيْبِهِ قَدْ أَحْكَمَ مَرَاهِمَهُ، وَأَحْمَى مَوَاسِيَهُ يَضَعُ مِنْ ذَلِكَ حَيْثُ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ مِنْ قُلُوبِ عُمَى وَأَذَانِ صُمٍّ، وَالسِّنَةِ بَكْمٍ- مُتَّبِعٌ بِدَوَائِهِ مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ وَمَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِأَضْوَاءِ الْحِكْمَةِ، وَلَمْ يَقْدَحُوا بِزِنَادِ الْعُلُومِ الشَّاقِيَةِ فَهُمْ فِي ذَلِكَ كَالْأَنْعَامِ السَّائِمَةِ، وَالصُّخُورِ الْقَاسِيَةِ- قَدْ انْجَابَتِ السَّرَائِرُ لِأَهْلِ الْبَصَائِرِ- وَوَضَحَتْ مَحَجَّةُ الْحَقِّ لِخَاطِبِهَا، وَأَسْفَرَتِ السَّاعَةُ عَنْ وَهَّهَا، وَوَحْظَهَرَتِ الْعَلَامَةُ لِمَتَوَسِّبِهَا- مَالِي أَرَاكُمْ أَشْبَاحًا بِلَا أَرْوَاحَ، وَأَرَوَاحًا بِلَا أَشْبَاحَ، وَنَسَاكَ بِلَا صَلَاحَ، وَتَجَارَ بِلَا

مخلوقات کے سامنے عیاں ہے اور اپنی حجت و برہان کے ذریعہ سے دلوں میں نمایاں ہے۔ اُس نے بغیر سوچ بچار میں پڑے مخلوق کو پیدا کیا۔ اس لئے کہ غور و فکر اُس کے مناسب ہوا کرتی ہے جو دل و دماغ (جیسے اعضاء) رکھتا ہو۔ اور وہ دل و دماغ کی احتیاج سے بری ہے۔ اس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کئے ہوئے ہے، اور عقیدوں کی گہرائیوں کی تک اُترا ہوا ہے۔

اس خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے۔ انہیں انبیاء کے شجرہ، روشنی کے مرکز (آل ابراہیم) بلندی کی جبین (قریش) بطحا کی ناف (مکہ) اور اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں سے منتخب کیا۔

اس خطبہ کا یہ حصہ بھی رسول ہی سے متعلق ہے۔ وہ ایک طیب تھے جو اپنی حکمت و طب کو لئے ہوئے چکر لگا رہا ہو۔ اس نے اپنے مرہم ٹھیک ٹھاک کر لئے ہوں اور داغنے کے آلات تپالے ہوں۔ وہ اندھے دلوں، بہرے کانوں، گوگی زبانوں (کے علاج معالج) میں جہاں ضرورت ہوتی ہے، ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو، اور دوائیے غفلت زدہ اور حیرانی و پریشانی کے مارے ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو مگر لوگوں نے نہ تو حکمت کی تنویروں سے ضیاء و نور کو حاصل کیا، اور نہ علوم درخشاں کے چمبات کو رگڑ کر نورانی شعلے پیدا کئے وہ اس معاملہ میں چرانے والے حیوانوں اور سخت پتھروں کے مانند ہیں۔ اہل بصیرت کے لئے چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہو گئی ہیں اور بھٹکنے والوں کے لئے حق کی راہ واضح ہو گئی اور آنے والی ساعت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی اور غور سے دیکھنے والوں کے لئے علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ لیکن تمہیں میں دیکھتا ہوں کہ پیکر بے روح اور روح بے قالب بنے ہوئے ہو، عابد بنے پھرتے ہو بغیر صلاح و تقویٰ کے اور تاجر بنے ہوئے ہو بغیر فائدوں

باطل کا اونٹ چپ رہنے کے بعد پھر بلبلانے لگا ہے۔ لوگوں نے فسق و فجور پر آپس میں بھائی چارہ کر لیا ہے اور دین کے سلسلہ میں ان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ جھوٹ پر تو ایک دوسرے سے یارانہ گانٹھ رکھا ہے اور سچ کے معاملہ میں باہم کد رکھتے ہیں۔ (ایسے موقع پر) بیٹا (آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے بجائے) غیظ و غضب کا سبب ہوگا اور بارشیں، گرمی، و تپش کینے پھیل جائیں گے اور شریف گھٹتے جائیں گے۔ اس زمانہ کے لوگ کھاپی کر مست رہنے والے اور فقیر و نادار بالکل مردہ۔ سچائی دب جائے گی اور جھوٹ ابھر آئے گا۔ محبت کی لفظیں صرف زبانوں پر آئیں گے اور لوگ دلوں میں ایک دوسرے سے کشیدہ رہیں گے۔ نسب کا معیار زنا ہوگا۔ عفت و پاکدامنی زراعی چیز سمجھی جائے گی اور اسلام کا لبادہ پوشتین کی طرح الٹا اوڑھا جائے گا۔

خطبہ ۱۰۷

ہر چیز اُس کے سامنے عاجز و سرگوش اور ہر شے اُس کے سہارے وابستہ ہے، وہ ہر فقیر کو سرمایہ ہر ذلیل کی آبرو، ہر کمزور کی توانائی اور ہر مظلوم کی پناہ ہے۔ جو کہے، اس کی بات بھی وہ سنتا ہے، اور جو چپ رہے اُس کے بھید سے بھی وہ آگاہ ہے۔ جو زندہ ہے اُس کے رزق کا ذمہ اُس پر ہے، اور جو مر جائے اُس کا پلٹنا اُس کی طرف ہے۔ (اے اللہ) آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دے سکیں۔ بلکہ تو تو اس وصف کرنے والی مخلوق سے پہلے موجود تھا۔ تو نے (تنہائی کی) وحشتوں سے اکتا کر مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ اپنے کسی فائدے کے پیش نظر ان سے اعمال کرائے جسے تو گرفت میں لانا چاہے۔ وہ تجھ سے آگے بڑھ کر جانیں سکتا، اور جسے تو نے گرفت میں لے لیا، پھر وہ نکل نہیں سکتا، جو تیری مخالفت کرتا ہے ایسا نہیں کہ وہ تیری فرمانروائی کو نقصان پہنچائے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے، وہ

الدِّينِ۔ وَتَحَابُّوا عَلَى الْكَذِبِ۔ وَتَبَاغُضُوا عَلَى الصِّدْقِ۔ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ كَانَ الْوَلَدُ غِيظًا، وَالْمَطَرُ قَيْظًا، وَتَفْيِضُ الْمَاءِ قَيْضًا، وَتَغِيضُ الْكِوَامُ غَيْضًا۔ وَكَانَ أَهْلُ ذَلِكَ الزَّمَانِ دُنَابًا، وَسَلَاطِينُهُ سِبَاعًا، وَأَوْسَاطُهُ أَكْالًا، وَفُقَرَاؤُهُ أَمْوَاتًا۔ وَغَارَ الصِّدْقُ وَفَاضَ الْكَذِبُ وَاسْتَعْمَلَتِ الْبُودَّةُ بِاللِّسَانِ۔ وَتَشَاجَرَ النَّاسُ بِالْقُلُوبِ وَصَارَ الْفُسُوقُ نَسَبًا، وَالْعَفَاتُ عَجَبًا۔ وَلَبَسَ الْإِسْكَامُ لِبَسَ الْفَرْدِ مَقْلُوبًا۔

وَمِنْ خُطْبَةِ السَّلَامِ۔

كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ فَقِيرٌ۔ وَعِزُّ كُلِّ ذَلِيلٍ، وَقُوَّةُ كُلِّ ضَعِيفٍ، وَمَقْرَعُ كُلِّ مَلْهُوفٍ مِّنْ تَكَلَّمَ سَمِعَ نَظْقَهُ، وَمَنْ سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهُ، وَمَنْ عَاشَ فَعَلَيْهِ رِزْقُهُ۔ وَمَنْ مَاتَ فَالِيهِ مُنْقَلَبُهُ۔ لَمْ تَرَكَ الْعَيُّونُ فَتُخْبِرُ عَنْكَ۔ بَلْ كُنْتَ قَبْلَ الْوَاصِفِينَ مِّنْ خَلْقِكَ۔ لَمْ تَخْلُقِ الْخَلْقَ لَوْحَشَةٍ، وَلَا اسْتَعْمَلْتَهُمْ لِنَفْعَةٍ۔ وَلَا يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ، وَلَا يُفْلِتُكَ مَنْ أَحَدْتَ وَلَا يَنْقُصُ سُلْطَانُكَ مَنْ عَصَاكَ، وَلَا يَزِيدُ فِي مُلْكِكَ مَنْ أَطَاعَكَ، وَلَا يُرُدُّ أَمْرَكَ

کے۔ بیدار ہو، مگر سو رہے ہو۔ حاضر ہو، مگر ایسے جیسے غائب ہوں۔ دیکھنے والے ہو مگر اندھے۔ سننے والے ہو مگر بہرے۔ بولنے والے ہو مگر گونگے، گمراہی کا جھنڈا تو اپنے مرکز پر جم چکا ہے اور اُس کی شاخیں (ہر سو) پھیل گئی ہیں۔ تمہیں (بتاہ کرنے کے لئے) انہیں پیانوں میں تول رہا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے تمہیں ادھر ادھر بھٹکا رہا ہے۔ اس کا پیشرو ملت (اسلام) سے خارج ہے اور گمراہی پر ڈٹا کھڑا ہے۔ اُس دن تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ مگر کچھ گرے پڑے لوگ جیسے دیگ کی کھرچن یا تھیلے کی جھاڑنے سے گرے ہوئے ریزے۔ وہ گمراہی تمہیں اس طرح مسل ڈالے گی جس طرح چمڑے کو مسلایا جاتا ہے اور اس طرح روندے گی جیسے کئی ہوئی زراعت کو روندنا جاتا ہے۔ اور مصیبت و ابتلا کے لئے تم میں سے مومن (کامل) کو اس طرح چن لے گی، جس طرح پرندہ ایک باریک دانوں میں سے موٹے دانہ کو چن لیتا ہے۔ یہ (غلط) روشیں تمہیں کہاں لئے جارہی ہیں اور یہ اندھیاریاں تمہیں کن پریشانیوں میں ڈال رہی ہیں اور یہ جھوٹی امیدیں تمہیں کاہے کا فریب دے رہی ہیں کہاں سے لائے جاتے ہو اور کدھر پلٹائے جاتے ہو؟ ہر میعاد کا ایک نوشتہ ہوتا ہے۔ اور ہر غائب کو پلٹ کر آنا ہے اپنے عالم ربانی سے سنو۔ اپنے دلوں کو حاضر کرو، اگر تمہیں پکارے، تو جاگ اٹھو۔ قوم کے نمائندہ کو تو اپنی قوم سے سچ ہی بولنا چاہئے اور اپنی پریشانی خاطر میں یکسوئی پیدا کرنا اور اپنے ذہن کو حاضر رکھنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے حقیقت کو اس طرح واضح کر دیا ہے جس طرح (دھاگے میں پروئے جانے والے) مہرہ کو چیر دیا جاتا ہے اور اس طرح اسے (تہہ سے) چھیل ڈالا ہے جیسے (درخت سے گوند) باجود اس کے باطل پھر اپنے مرکز پر آگیا اور جہالت اپنی سواریوں پر چڑھ بیٹھی۔ اس کی طغیانیاں بڑھ گئی ہیں اور (حق کی) آواز دب گئی ہے اور زمانہ نے پھاڑ کھانے والے درندے کی طرح حملہ کر دیا ہے اور

أَرْبَاحٍ، وَآيَافَاطًا نَوْمًا، وَشُهُودًا غَيْبًا وَنَاطِرَةً عَمِيَاءَ وَسَامِعَةً صَمَاءَ وَنَاطِقَةً بَكْمَاءَ رَأْيَةً ضَلَالَةً قَدْ قَامَتْ عَلَى قُطْبِهَا، وَتَفَرَّقَتْ بِشُعْبِهَا، تَكِيلُكُمْ بِصَاعِهَا، وَتَخْبِطُكُمْ بِبَاعِهَا قَائِدُهَا خَارِجٌ مِنَ الْبِلَّةِ قَائِمٌ عَلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْقَى يَوْمٌ مِّنْكُمْ إِلَّا تُفَالَةٌ كُفَالَةُ الْقَدَرِ، أَوْ نَفَاضَةٌ كُنْفَاضَةِ الْعِجَمِ تَعْرِكُكُمْ عَرَكُ الْأَدِيمِ، وَتَدْوِسُكُمْ دَوَسُ الْحَصِيدِ، وَتَسْتَخْلِصُ الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْسِنِكُمْ اسْتِخْلَاصَ الطَّيْرِ الْحَبَّةِ الْبَطِينَةِ مِنْ بَيْنِ هَزِيلِ الْحَبِّ۔ آيَنَ قَدْ هَبَ بِكُمْ الْمَذَاهِبُ، وَتَخَذَ عَنْكُمْ الْكَوَاذِبُ وَمِنْ آيَنَ تَوُتُونَ وَأَنَّى تُؤَفِّكُونَ۔ فَلِكُلِّ أَحَدٍ كِتَابٌ وَلِكُلِّ غَيْبَةٍ إِيَابٌ۔ فَاسْتَمِعُوا مِنْ رَبَّانِيكُمْ وَأَحْضِرُوا قُلُوبَكُمْ وَاسْتَبْقِظُوا إِنْ هَتَفَ بِكُمْ۔ وَلْيَصْطَقْ رَأْدُ إِهْلِهِ، وَلْيَجْمَعْ شِمْلُهُ، وَلْيَحْضِرْ ذَهَبُهُ۔ فَلَقَدْ فَلَقَ لَكُمْ الْأَمْرَ فَلَقَ الْخَرَزَةَ وَقَرَفَهُ قَرَفَ الصَّغْفَةِ۔ فَعِنْدَ ذَلِكَ أَخَذَ الْبَاطِلُ مَا حَذَاهُ، وَرَكِبَ الْجَهْلُ مَرَاكِبَهُ وَعَظَمَتِ الطَّاعِيَةُ وَقَلَّتِ الدَّاعِيَةُ، وَصَالَ الدَّهْرُ صِيَالِ السَّبْحِ الْعَقُورِ۔ وَهَدَرَ فَنِيْقُ الْبَاطِلِ بَعْدَ كُظُومٍ۔ وَتَوَاحَى النَّاسُ عَلَى الْفُجُورِ۔ وَتَهَا جَرُّوا عَلَى

مَنْ سَخِطَ قَضَاكَ، وَلَا يَسْتَغْنِي عَنْكَ
مَنْ تَوَلَّى عَنْ أَمْرِكَ - كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ
عَلَانِيَةٌ، وَكُلُّ غَيْبٍ عِنْدَكَ شَهَادَةٌ، أَنْتَ
الْأَبَدُ لَا أَمَدَ لَكَ، وَأَنْتَ الْمَوْعِدُ فَلَا
مَحِيصَ عَنْكَ، وَأَنْتَ الْمَوْعِدُ فَلَا
مَنْجِي مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ - بِيَدِكَ نَاصِيَةُ
كُلِّ دَابَّةٍ، وَإِلَيْكَ مَصِيرُ كُلِّ نَسَمَةٍ -
سُبْحَانَكَ مَا أَعْظَمَ مَا نَرَى مِنْ خَلْقِكَ
وَمَا أَصْغَرَ عِظَمَهُ فِي حَبِّ قُدْرَتِكَ وَمَا
أَهْوَلَ مَا نَرَى مِنْ مَلَكُوتِكَ وَمَا أَحْقَرَ
ذَلِكَ فِيمَا غَابَ عَنَّا مِنْ سُلْطَانِكَ، وَمَا
أَسْبَغَ نِعْمَكَ فِي الدُّنْيَا وَمَا أَصْغَرَهَا فِي
نَعِيمِ الْآخِرَةِ -

(مِنْهَا) مِنْ مَلَائِكَةِ اسْكَنْتَهُمْ سُبُوتًا
وَرَفَعْنَهُمْ عَنْ أَرْضِكَ هُمْ أَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ
، وَآخَوْفُهُمْ لَكَ، وَأَقْرَبُهُمْ مِنْكَ - لَمْ
يَسْكُنُوا إِلَّا صَلَابًا، وَلَمْ يَضْمُنُوا إِلَّا رَحَامًا،
وَلَمْ يُخْلَقُوا مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ، وَلَمْ يَشْعَبَهُمْ
رَيْبُ السُّنُونِ، وَإِنَّهُمْ عَلَى مَكَانِهِمْ مِنْكَ،
وَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ، وَاسْتِجْمَاعُ أَهْوَائِهِمْ
فِيكَ، وَكَثْرَةُ طَاعَتِهِمْ لَكَ، وَقِلَّةُ غَفْلَتِهِمْ
عَنْ أَمْرِكَ لَوْ عَايَنُوا كُنْهَ مَا خَفِيَ عَلَيْهِمْ
مِنْكَ لِحَقَرُوا أَعْمَالَهُمْ، وَلَزَدُوا عَلَى
أَنْفُسِهِمْ وَلَعَرَفُوا أَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوا حَقَّ

ملک (کی وسعتوں) کو بڑھا نہیں دیتا، اور جو تیری قضاء و قدر پر
بگڑا ٹھے، وہ تیرے امر کو رد نہیں کر سکتا، اور جو تیرے حکم سے منہ
موڑ لے وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ہر چھپی ہوئی چیز
تیرے لئے ظاہر اور ہر غیب تیرے سامنے بے نقاب ہے۔ تو
ابدی ہے جس کی کوئی حد نہیں، اور تو ہی (سب کی) منزل منتہا
ہے کہ جس سے کوئی گریز کی راہ نہیں اور تو ہی وعدہ گاہ ہے کہ تجھ
سے چھٹکارا پانے کی کوئی جگہ نہیں، مگر تیری ہی ذات، ہر راہ چلنے
والا تیرے قبضہ میں ہے اور ہر ذی روح کی بازگشت تیری
طرف ہے۔ سبحان اللہ! یہ تیری کائنات جو ہم دیکھ رہے ہیں کتنی
عظیم الشان ہے۔ اور تیری قدرت کے سامنے ان کی عظمت کتنی
کم ہے، اور یہ تیری پادشاہت جو ہماری نظروں کے سامنے
ہے، کتنی پر شکوہ ہے۔ لیکن تیری اس سلطنت کے مقابلہ میں جو
ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے کتنی حقیر ہے۔ اور دنیا میں تیری
نعمتیں کتنی کامل و ہمہ گیر ہیں۔ مگر آخرت کی نعمتوں کے سامنے
وہ کتنی مختصر ہیں۔

عِبَادَتِكَ، وَلَمْ يُطِيعُوكَ حَقَّ
طَاعَتِكَ، سُبْحَانَكَ خَالِقًا وَمَعْبُودًا
بِحُسْنِ بِلَادِكَ عِنْدَ خَلْقِكَ خَلَقْتَ دَارًا
وَجَعَلْتَ فِيهَا مَأْدِبَةً وَمَشْرَبًا وَمَطْعَمًا
وَأَذْوَاجًا وَخَدَمًا وَقُصُورًا وَأَنْهَارًا
وَزُرُوعًا وَثِمَارًا - ثُمَّ أَرْسَلْتَ دَاعِيًا
يَدْعُو إِلَيْهَا، فَلَا الدَّعِيَّ أَجَابُوا، وَلَا
فِيمَا رَغَبْتَ إِلَيْهِ رَغِبُوا، وَلَا إِلَى مَا
شَوَّقْتَ إِلَيْهِ اسْتَأَقُوا - أَقْبَلُوا عَلَى حَيْفَةٍ
افْتَضَحُوا بِأَكْلِهَا وَاصْطَلَحُوا عَلَى
حُبِّهَا - وَمَنْ عَشِقَ شَيْئًا أَعَشَى بَصَرًا -
وَأَمْرَضَ قَلْبَهُ - فَهُوَ يَنْظُرُ بِعَيْنٍ غَيْرِ
صَحِيحَةٍ، وَيَسْمَعُ بِأُذُنٍ غَيْرِ سَمِيعَةٍ قَدْ
خَرَقَتِ الشَّهَوَاتُ عَقْلَهُ، وَأَمَاتَتِ الدُّنْيَا
قَلْبَهُ - وَلَهَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ - فَهُوَ عَبْدٌ
لَهَا، وَلَمْ يَنْفِ فِي يَدَيْهِ شَيْءٌ مِنْهَا حَيْثُمَا
زَالَ إِلَيْهَا وَحَيْثُمَا أَقْبَلَتْ أَقْبَلَ
عَلَيْهَا - وَلَا يَزِدُّ جَرَمَ اللَّهِ بِرَاجِرٍ، وَلَا
يَتَعِظُ مِنْهُ بِوَاعِظٍ - وَهُوَ يَرَى الْمَآخُودِينَ
عَلَى الْعِزَّةِ - حَيْثُ لَا إِقَالَةَ لَهُمْ وَلَا
رَجْعَةَ - كَيْفَ نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوا
يَجْهَلُونَ، وَجَاءَهُمْ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا مَا
كَانُوا يَأْمَنُونَ، وَقَدِمُوا مِنَ الْآخِرَةِ عَلَى
مَا كَانُوا يُوعَدُونَ فَغَيَّرَ مَوْصُوفٍ مَا نَزَلَ

عبادت کا حق ادا نہیں کیا، اور نہ مکافقہ، تیری اطاعت کی ہے۔
میں خالق و معبود جانتے ہوئے تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تیرے اُس
بہترین سلوک کی بناء پر، جو تیرا اپنے مخلوقات کے ساتھ ہے۔ تو
نے ایک ایسا گھر (جنت) بنایا ہے کہ جس میں مہمانی کے لئے
کھانے پینے کی چیزیں، حوریں، غلمان، محل، نہریں، کھیت اور
پھل مہیا کئے ہیں۔ پھر تو نے ان نعمتوں کی طرف دعوت دینے
والا بھیجا، مگر نہ انہوں نے بلانے والے کی آواز پر لبیک کہی، اور
نہ اُن چیزوں کی طرف راغب ہوئے، جن کی تو نے رغبت دلائی
تھی۔ اور نہ اُن چیزوں کے مشتاق ہوئے جن کا تو نے اشتیاق
دلا یا تھا۔ وہ تو اسی مردار دنیا پر ٹوٹ پڑے کہ جسے نوح کھانے
میں اپنی عزت آبرو گنوار ہے تھے، اور اُس کی چاہت پر ایک کرا لیا
تھا۔ جو شخص کسی شے سے بے تحاشہ محبت کرتا ہے، تو وہ اس کی
آنکھوں کو اندھا، دل کو مریض کر دیتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے تو بیمار
آنکھوں سے، سنتا ہے تو نہ سننے والے کانوں سے۔ شہوتوں نے
اُس کی عقل کا دامن چاک کر دیا ہے، اور دنیا نے اُس کے دل کو
مردہ بنا دیا ہے، اور اس کا نفس اُس پر مر مٹا ہے۔ یہ دنیا کا اور اُن
لوگوں کا جن کے پاس کچھ بھی وہ دنیا ہے وہ بندہ و غلام بن گیا
ہے۔ جدھر وہ مڑتی ہے اُدھر یہ مڑتا ہے، جدھر اُس کا رخ ہوتا
ہے اُدھر ہی اس کا رخ ہوتا ہے۔ نہ اللہ کی طرف سے کسی روکنے
والے کے کہنے سننے سے وہ رکتا ہے اور نہ ہی اس کے کسی وعظ
و پند کرنے والے کی نصیحت مانتا ہے حالانکہ وہ اُن لوگوں کو دیکھتا
ہے کہ جنہیں عین غفلت کی حالت میں وہاں پر جکڑ لیا گیا کہ
جہاں نہ تدارک کی گنجائش اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کا موقع ہوتا
ہے اور کس طرح وہ چیزیں اُن پر ٹوٹ پڑیں کہ جن سے وہ بے
خبر تھے، اور کس طرح اس دنیا سے جدائی (کی گھڑی سامنے)
آ گئی کہ جس سے پوری طرح مطمئن تھے اور کیونکر آخرت کی
ان چیزوں تک پہنچ گئے کہ جن کی انہیں خبر دی گئی تھی۔ اب جو

اَزْدَادِ الْمَوْتِ التَّيَّابِ طَابَ بِهِ فَقُبُضَ بَصَرُهُ
بِهِمْ، اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِمْ سَكْوَةُ الْمَوْتِ
وَحَسْرَةُ الْقَوْتِ - فَفَتَرَتْ لَهَا اَطْرَافُهُمْ،
وَتَغَيَّرَتْ لَهَا اَلْوَانُهُمْ، ثُمَّ اَزْدَادَ لِمَوْتٍ
فِيهِمْ وَلَوْجًا - فَحِيلَ بَيْنَ اَحَدِهِمْ وَبَيْنَ
مَنْطِقِهِ، وَاِنَّهُ لَبَيْنَ اَهْلِهِ يَنْظُرُ بَبَصَرِهِ
وَيَسْمَعُ بِاَذْنِهِ، عَلَى صِحَّةٍ مِنْ عَقْلِهِ،
وَبَقَاءٍ مِنْ لَبِّهِ - يُفَكِّرُ فِيمَ اَفْنَى عَمْرَةٍ
وَفِيمَ اَذْهَبَ دَهْرَةٍ - وَيَتَذَكَّرُ اَمْوَالًا
جَمَعَهَا اَعْمَصَ فِي مَطَالِبِهَا، وَاَخَذَهَا مِنْ
مَصْرَحَاتِهَا وَمُسْتَبْطَاتِهَا - قَدْ لَزِمَتْهُ
تَبِعَاتُ جَمْعِهَا، وَاَشْرَفَ عَلَى فِرَاقِهَا،
تَبَقَّى لِسَنَ وَرَأْيَهُ يَنْعَمُونَ فِيهَا وَ
يَتَمَتَّعُونَ بِهَا - فَيَكُونُ الْبَهْنَاءُ لِيَغْيَرَهُ،
وَالْعِبَاءُ عَلَى ظَهْرِهِ - وَالْمَرْءُ قَدْ غَلَقَتْ
رُهُونُهُ بِهَا - فَهُوَ يَعْصُ يَدَهُ نَدَامَةً عَلَى
مَا اَصْحَرَلَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ مِنْ اَمْرِ
وَيَرْهَدُ فِيمَا كَانَ يَرْعَبُ فِيهِ اَيَّامَ عَمْرِهِ -
وَيَتَمَنَّى اَنَّ الَّذِي كَانَ يَغْبِطُهُ بِهَا
وَيَحْسُدُهُ عَلَيْهَا قَدْ حَازَ هَادُونَهُ - فَلَمْ
يَزَلِ الْمَوْتُ يُبَالِغُ فِي جَسَدِهِ حَتَّى
خَالَطَ لِسَانَهُ سَعَهُ - فَصَارَ بَيْنَ اَهْلِهِ لَا
يَنْطِقُ بِلِسَانِهِ، وَلَا يَسْمَعُ بِسَمْعِهِ يَرُدُّ
طَرَفَهُ بِالْغُظْرِ فِي وُجُوهِهِمْ يَرَى حَرَكَاتِ

مصیبتیں ان پر ٹوٹ پڑی ہیں انہیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ موت
کی سختیاں اور دنیا چھوڑنے کی حسرتیں مل کر انہیں گھیر لیتی ہیں۔
چنانچہ اُن کے ہاتھ پیر ڈھیلے پر جاتے ہیں اور رنگتیں بدل جاتی
ہیں پھر ان (کے اعضاء) میں موت کی دخل اندازیاں بڑھ جاتی
ہیں۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔
در صورتیکہ اس کی عقل درست اور ہوش و حواس باقی ہوتے
ہیں۔ وہ اپنے گھر والوں کے سامنے پڑا ہوا اپنی آنکھوں سے
دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے سنتا ہے اور اُن چیزوں کو سوچتا
ہے کہ جن میں اُس نے اپنی عمر گنوا دی ہے اور اپنا زمانہ گزار دیا
ہے اور اپنے جمع کیے ہوئے مال و متاع کو یاد کرتا ہے کہ جس کے
طلب کرنے میں (جائز و ناجائز سے) آنکھیں بند کر لی تھیں،
اور جسے صاف اور مشکوک ہر طرح کی جگہوں سے حاصل کیا تھا۔
اس کا وبال اپنے سر لے کر اسے چھوڑ دینے کی تیاری کرنے
لگا۔ وہ مال (اب) اس کے پیچھلوں کے لئے رہ جائے گا کہ وہ
اس سے عیش و آرام کریں، اور پھر بے اڑائیں۔ اس طرح وہ
دوسروں کو تو بغیر ہاتھ پیر ہلائے یونہی مل گیا، لیکن اس کا بوجھ اس
کی پیٹھ پر رہا۔ اور یہ اُس مال کی وجہ سے ایسا گروی ہوا ہے کہ
بس اپنے کو چھڑا نہیں سکتا۔ مرنے کے وقت یہ حقیقت جو کھل کر
اس کے سامنے آگئی تو ندامت سے وہ اپنے ہاتھ کاٹنے لگتا ہے
اور عمر بھر جن چیزوں کا طلب گار رہا تھا، اب اُن سے کنارہ
ڈھونڈتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ جو اس مال کی وجہ سے اس پر
رشک و حسد کیا کرتے تھے (کاش کہ) وہی اس مال کو میٹھے نہ وہ
اب موت کے تصرفات اُس کے جسم میں اور بڑھے یہاں تک
کہ زبان کے ساتھ ساتھ کانوں پر بھی موت چھا گئی۔ گھر والوں
کے سامنے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نہ زبان سے بول سکتا
ہے نہ کانوں سے سن سکتا ہے۔ آنکھیں گھما گھما کر اُن کے
چہروں کو دیکھتا ہے۔ ان کی زبانوں کی جنبشوں کو دیکھتا ہے، لیکن
بات چیت کی آوازیں نہیں سن پاتا۔ پھر اُس سے موت اور

اَلْسِنَتِهِمْ وَلَا يَسْمَعُ رَجْعَ كَلَامِهِمْ ثُمَّ
اَزْدَادَ الْمَوْتِ التَّيَّابِ طَابَ بِهِ فَقُبُضَ بَصَرُهُ
كَمَا قُبُضَ سَمْعُهُ -

وَخَرَجَتِ الرُّوحُ مِنْ جَسَدِهِ
فَصَارَ حَيَقَةً بَيْنَ اَهْلِهِ، قَدْ اَوْحَشُوا مِنْ
جَانِبِهِ، وَتَبَاعَدُوا مِنْ قُرْبِهِ - لَا يُسْعِدُ
بَاكِيًا، وَلَا يُجِيبُ دَاعِيًا - ثُمَّ حَمَلُوهُ اِلَى
مَحَطِّ فِي الْاَرْضِ وَاَسْلَسُوهُ فِيهِ اِلَى
عَمَلِهِ، وَاَنْقَطَعُوا عَنْ زَوْرَتِهِ - حَتَّى اِذَا
بَلَغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ، وَالْاَمْرُ مَقَادِيرًا،
وَالْحَقُّ اٰخِرُ الْخَلْقِ بِاَوَّلِهِ، وَجَاءَ مِنْ
اَمْرِ اللّٰهِ مَا يُرِيدُهُ مِنْ تَجْدِيدِ خَلْقِهِ
اَمَادَ السَّمَاءِ وَفَطَرَهَا وَاَرَجَّ الْاَرْضَ
وَاَرْحَفَهَا وَقَلَعَ جِبَالَهَا وَنَسَفَهَا - وَذَكَ
بَعْضُهَا بِبَعْضٍ مِنْ هَيْبَةِ جَلَالَتِهِ وَمَخُوفِ
سَطَوْتِهِ - وَاَخْرَجَ مِنْ فِيهَا - فَجَدَّدَ هُمْ
بَعْدَ اَخْلَاقِهِمْ وَجَمَعَهُمْ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ - ثُمَّ
مَيَّرَهُمْ لِسَائِرِ يَدٍ مِنْ مَسْئَلَتِهِمْ عَنْ
خَفَايَا الْاَعْمَالِ وَخَفَايَا الْاَفْعَالِ -
وَجَعَلَهُمْ فَرِيقَيْنِ اَنْعَمَ عَلَى هَوْلَاءِ
وَاَنْتَقَمَ مِنْ هَوْلَاءِ - فَاَمَّا اَهْلُ طَاعَتِهِ -
فَاَثَابَهُمْ بِجَوَارِدٍ، وَخَلَّدَهُمْ فِي دَارِهِ -
حَيْثُ لَا يَطْعَنُ النُّزَالُ، وَلَا يَتَغَيَّرُ لَهُمْ

لیٹ گئی کہ اُس کی آنکھوں کو بھی بند کر دیا جس طرح اُس کے
کانوں کو بند کیا تھا اور روح اس کے جسم سے مفارقت کر گئی۔
اب وہ گھر والوں کے سامنے ایک مردار کی صورت میں پڑا ہوا
ہے کہ اس کی طرف سے انہیں وحشت ہوتی ہے، اور اُس کے
پاس پھٹکنے سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ نہ رونے والے کی کچھ مدد
کر سکتا ہے، اور نہ پکارنے والے کو جواب دے سکتا ہے۔ پھر
اُسے اٹھا کر زمین میں جہاں اُس کی قبر بننا ہے، لے جاتے ہیں
اور اُسے اس کے حوالے کر دیتے ہیں کہ اب وہ جانے اور اس کا
کام، اور اُس کی ملاقات سے ہمیشہ کے لئے منہ موڑ لیتے ہیں۔
یہاں تک کہ نوشتہ (تقدیر) اپنی میعاد کو اور حکم الہی اپنی مقررہ حد
کو پہنچ جائے اور پیچھلوں کو اگلوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا، اور
فرمان قضا پھر سرے سے پیدا کرنے کا ارادہ لے کر آئے گا، تو
وہ آسمانوں کو جنبش میں لائے گا اور انہیں پھاڑ دے گا، اور زمین
کو ہلا ڈالے گا، اور اُس کی بنیادیں کھوکھلی کر دے گا۔ اور
پہاڑوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دے گا اور وہ اس کے جلال کے
ہیبت اور قہر و غلبہ کی دہشت سے آپس میں ٹکرانے لگیں گے۔ وہ
زمین کے اندر سے سب کو نکالے گا، اور انہیں سزگل جانے کے
بعد پھر از سر نو تازہ کرے گا اور متفرق و پراگندہ ہونے کے
بعد پھر یکجا کر دے گا پھر اُن کے چھپے ہوئے اعمال اور پوشیدہ
کار گزاریوں کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کے لئے انہیں جدا جدا
کرے گا اور انہیں دھوئیں میں بانٹ دے گا۔ ایک کو وہ انعام
و اکرام دے گا اور ایک سے انتقام لے گا۔ جو فرمانبردار تھے
انہیں جزا دے گا، کہ وہ اس کے جوار رحمت میں رہیں اور اپنے
گھر میں انہیں ہمیشہ کے لئے ٹھہرا دے گا کہ جہاں اُترنے
والے پھر کوچ نہیں کیا کرتے اور نہ اُن کے حالات اُدتے
بدلتے ہیں۔ اور نہ انہیں گھڑی گھڑی خوف ستاتا ہے، نہ
بیماریاں اُن پر آتی ہیں، نہ انہیں خطرات درپیش ہوتے ہیں اور

خطبہ ۱۰۸

نَحْنُ شَجَرَةُ النَّبُوَّةِ، وَمَحَطُّ الرِّسَالَةِ۔
وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ، وَمَعَادُنُ الْعِلْمِ
وَيَنَابِيعُ الْحِكْمِ۔ نَاصِرُنَا وَمُجِبُّنَا يَنْتَظِرُ
الرَّحْمَةَ۔ وَعَدُونَا وَمُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ
السُّطُوَّةَ۔ وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُونَ إِلَى
اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْإِيمَانُ بِهِ وَبِرَسُولِهِ
وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ، فَإِنَّهُ ذُرْوَةُ الْإِسْلَامِ،
وَكَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ فَإِنَّهَا الْفِطْرَةُ۔ وَأَقَامَ
الصَّلَاةَ فَإِنَّهَا الْبِلَّةُ، وَآيَتَاءُ الزَّكَاةِ فَإِنَّهَا
فَرِيضَةٌ وَاجِبَةٌ۔ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَإِنَّهُ
جُنَّةٌ مِنَ الْعِقَابِ۔ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَاعْتِمَادُهُ
فَإِنَّهَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَيَرْحِصَانِ الدَّنْبَ۔
وَصَلَاةُ الرَّحِمِ، فَإِنَّهَا مَثَرَةٌ فِي الْمَالِ،
وَمَنْسَأَةٌ فِي الْأَجَلِ۔ وَصَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهَا
تَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ وَصَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ فَإِنَّهَا
تَقِي مَصَارِعَ الْهَوَانِ۔
أَفِيضُوا فِي ذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ
الذِّكْرِ۔ وَارْغَبُوا فِيهَا وَعَدَّ الْمُتَّقِينَ فَإِنَّ
وَعْدَهُ أَصْدَقُ الْوَعْدِ۔ وَاقْتَدُوا بِهَدْيِ
نَبِيِّكُمْ فَإِنَّهُ أَفْضَلُ الْهَدْيِ۔ وَاسْتَنُوا
بِسُنَّتِهِ فَإِنَّهَا أَهْدَى السُّنَنِ۔

ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی فرودگاہ، علم کا
معدن اور حکمت کا سرچشمہ ہیں۔ ہماری نصرت کرنے والا
اور ہم سے محبت کرنے والا رحمت کے لئے چشم براہ ہے اور
ہم سے دشمنی و عناد رکھنے والے کو قہر (الہی) کا منتظر رہنا
چاہئے۔ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کے لئے
بہترین وسیلہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے اور اس
کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سر بلند چوٹی ہے اور کلمہ
توحید کی وہ فطرت (کی آواز) ہے۔ اور نماز کی پابندی کہ
وہ عین دین ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا کہ وہ فرض و واجب ہے
اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا، کہ وہ عذاب کی سپر ہیں اور
خانہ کعبہ کا حج و عمرہ بجالانا کہ وہ فقر کو دور کرتے اور گناہوں
کو دھو دیتے ہیں اور عزیزوں سے حسن سلوک کرنا کہ وہ مال
کی فراوانی، اور عمر کی درازی کا سبب ہے، اور مخفی طور پر
خیرات کرنا کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے اور کھلم کھلا خیرات کرنا
کہ وہ بری موت سے بچاتا ہے، اور لوگوں پر احسانات کرنا
کہ وہ ذلت و رسوائی کے موقع سے بچاتا ہے اللہ کے ذکر میں
بڑھے چلو۔ اس لئے کہ وہ بہترین ذکر ہے اور اس چیز کے
خواہش مند بنو، کہ جس کا اللہ نے پرہیز کا وعدہ کیا
ہے۔ اس لئے کہ اس کا وعدہ سب وعدوں سے زیادہ سچا ہے۔
نبی کی سیرت کی پیروی کرو کہ وہ بہترین سیرت ہے۔ اور ان
کی سنت پر چلو، کہ وہ سب طریقوں سے ہدایت کرنے
والی ہے، اور قرآن کا حصہ حاصل کرو، کہ وہ بہترین کلام ہے،
اور اس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کا رہبر ہے اور اس کے نور
سے شفا حاصل کرو کہ سبوں (بے اندہ) بھی ہوئی بیماریوں

نہ انہیں سفر ایک جگہ سے دوسری جگہ لیے پھرتے ہیں اور
جو نافرمان ہوں گے انہیں ایک بڑے گھر میں پھینکے گا اور ان
کے ہاتھ گردن سے (کس کر) باندھ دے گا اور ان کی
پیشانیوں پر لٹکنے والے بالوں کو قدموں میں جکڑ دے گا اور انہیں
تار کول کی قمیضیں اور آگ سے قطع کیے ہوئے کپڑے پہنائے
گا (یعنی ان پر تیل چھڑک کر آگ میں جھونک دے گا) وہ ایسے
عذاب میں ہوں گے کہ جس کی تشبیہ بڑی سخت ہوگی، اور (ایسی
جگہ میں ہوں گے کہ جہاں) ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں
گے، اور ایسی آگ میں ہوں گے جس میں تیز شرارے، بھڑکنے
کی آوازیں، اٹھتی ہوئی لپٹیں اور ہولناک چیخیں ہوں گی۔ اس
میں ٹھہرنے والا نکل نہ سکے گا اور نہ ہی اُس کے قیدیوں کو فدیہ
دے کر چھڑایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اُن کی بیڑیاں ٹوٹ سکتی
ہیں۔ اس گھر کی کوئی مدت مقرر نہیں کہ اس کے بعد مٹ مٹا
جائے۔ نہ رہنے والوں کے لئے کوئی مقررہ میعاد ہے کہ وہ پوری
ہو جائے (تو پھر چھوڑ دیئے جائیں) اسی خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے۔

انہوں نے اس دنیا کو ذلیل و خوار سمجھا اور پست و حقیر جانا اور
جانتے تھے کہ اللہ نے اُن کی شان کو بالائے ترسمجھتے ہوئے دنیا کا
رخ اُن سے موڑا ہے، اور گھٹیا سمجھتے دوسروں کے لئے اس کا
دامن پھیلا دیا ہے۔ لہذا آپ نے دنیا سے دل ہٹا لیا اور اُس کی
یاد اپنے نفس سے مٹا ڈالی اور یہ چاہتے رہے کہ اس کی سب دھج
ان کی نظروں سے لچھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس
حاصل کریں، اور نہ اس میں قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے
عذر تمام کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور ڈراتے
ہوئے امت کو پند و نصیحت کی، اور خوشخبری سناتے ہوئے جنت
کی طرف دعوت دی۔

الْحَالُ وَلَا تَنُوبُهُمُ الْاَفْزَاعُ، وَلَا تَنَالُهُمُ
الْاَسْقَامُ، وَلَا تَعْرِضُ لَهُمُ الْاَخْطَارُ،
وَلَا تُشْخِصُهُمُ الْاَسْفَارُ۔ وَامَّا اَهْلُ
السَّعْصِیَةِ فَانْزِلْهُمْ شَرَّ دَارٍ، وَغُلِّ
الْاَيْدِیَ اِلَى الْاَعْنَاقِ، وَقَرَنَ
النَّوَاصِیَ بِالْاَقْدَامِ، وَالْبِسْهُمْ سَرَائِبَ
الْقَطِرَانِ، وَمَقْطَعَاتِ النَّیْرَانِ۔ فِی
عَذَابٍ قَدِ اشْتَدَّ حَرُّهُ، وَبَابٍ قَدْ
اُطْبِقَ عَلٰی اَهْلِهِ فِی نَارٍ لَهَا كَلْبٌ
وَلَجَبٌ، وَلَهَبٌ سَاطِعٌ وَقَصِیْفٌ هَائِلٌ،
لَا یَظْعَنُ مُقِیْمُهَا، وَلَا یُفَادِیْ اَسِیرُهَا
وَلَا تُفْصَمُ کُبُولُهَا۔ لَا مَدَّةَ لِّلْدَارِ
فَتَقْنٰی، وَمِنْهَا فِی ذِکْرِ النَّبِیِّ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

قَدْ حَقَّرَ الدُّنْیَا وَصَغَّرَهَا اَهْوَانَ لَهَا
وَهَوْنُهَا۔ وَعَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ زَوَّاهَا عَنْهُ
اِخْتِیَارًا، وَبَسَّطَهَا لِغَیْرِہِ اِجْتِقَارًا۔
فَاعْرِضْ عَنْهَا بِقَلْبِہِ، وَامَاتْ ذِکْرَهَا
عَنْ نَفْسِہِ، وَاحْبَبْ اَنْ تَغِیْبَ زِیْنَتُهَا
عَنْ عَیْنِہِ لِکِیْلًا یَتَّخِذُ مِنْهَا رِیَاشًا
اَوْ یَرْجُو فِیْہَا مَقَامًا۔ بَلِّغْ عَنْ رَبِّہِ
مُعَذِّرًا، وَنَصَحْ لَامَّتِہِ مُنْذِرًا،
وَدَعَا اِلٰی الْجَنَّةِ مُبَشِّرًا۔

وَتَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ
وَتَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ الْقُلُوبِ،
وَأَسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ-
وَأَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْقَصَصِ،
فَإِنَّ الْعَالِمَ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عَلَيْهِ كَالْجَاهِلِ
الْحَائِرِ الَّذِي لَا يَسْتَفِيْقُ مِنْ جَهْلِهِ، بَلِ
الْحُجَّةُ عَلَيْهِ أَعْظَمُ، وَالْحَسْرَةُ لَهُ الزَّامُ،
وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ الْوَامُ-

خطبہ ۱۰۹

کے لئے شفا ہے اور اس کی خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس
کے واقعات سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں۔ وہ
عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس سرگرداں جاہل
کے مانند ہے جو جہالت کی سرستیوں سے ہوش میں نہیں
آتا، بلکہ اس پر (اللہ کی) حجت زیادہ ہے اور حسرت و
افسوس اس کے لئے لازم و ضروری ہے اور اللہ کے نزدیک
وہ زیادہ ناقابل ملامت ہے۔

میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں، اس لئے کہ یہ (بظاہر) شیریں و
خوش گوار، تروتازہ و شاداب ہے۔ نفسانی خواہشیں اس کے گرد
گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی جلد میسر آ جانے والی نعمتوں
کی وجہ سے لوگوں کو محبوب ہوتی ہے اور اپنی تھوڑی سی
(آرائشوں) سے مشتاق بنالیتی ہے۔ وہ (جھوٹی) امیدوں
سے بچی ہوئی اور دھوکے اور فریب سے بنی سنوری ہوئی ہے۔ نہ
اس کی سرستیں دیر پا ہیں اور نہ اس کی ناگہانی مصیبتوں سے
مطمئن رہا جاسکتا ہے۔ وہ دھوکے باز، نقصان رساں، ادا کرنے
بدلنے والی اور فنا ہونے والی ہے، ختم ہونے والی، اور مٹ
جانے والی ہے، کھا جانے اور ہلاک کر دینے والی ہے۔ جب یہ
اپنی طرف مائل ہونے والوں اور خوش ہونے والوں کو انتہائی
آرزوؤں تک پہنچ جاتی ہے تو بس وہی ہوتا ہے جو اللہ سبحانہ نے
بیان کیا ہے (اس دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے) جیسے وہ پانی
جسے ہم نے آسمان سے اتارا، تو زمین کا سبزہ اس سے گل مل گیا
اور (اچھی طرح پھولا پھلا) پھر سوکھ کر تنکا تنکا ہو گیا۔ جسے
ہوائیں (ادھر سے ادھر) اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر

لَا تَعْدُو إِذَا تَنَاهَتْ إِلَى أُمْنِيَّةِ أَهْلِ
الرَّغْبَةِ فِيهَا وَالرِّضَاءِ بِهَا أَنْ تَكُونَ كَمَا
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى سُبْحَانَهُ: "كَمَا أَنْزَلْنَاهُ
مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ
فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَّاحُ وَكَانَ
اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔" لَمْ يَكُنْ

أَمْرٌ مِنْهَا فِي حَيْرَةٍ إِلَّا أَعَقَبَتْهُ بَعْدَهَا
عَبْرَةٌ، وَلَمْ يَلْقَ فِي سَرَائِهَا بَطْنًا إِلَّا
مَنْحَتُهُ مِنْ ضَرَائِهَا ظَهْرًا وَلَمْ تَطْلُهُ فِيهَا
دِيمَةٌ رَحَاءً وَحَرِيٌّ إِذَا أَصْبَحَتْ لَهُ
مُنْتَصِرَةٌ أَنْ تَسِيَّ لَهُ مُتَنَكِّرَةٌ وَإِنْ
جَانِبٌ مِنْهَا أَعْدُوْدٌ وَاحِلُوْا إِلَى
أَمْرٍ مِنْهَا جَانِبٌ فَأَوْبَى- لَا يَنَالُ أَمْرٌ
مِنْ غَضَارَتِهَا رَغْبًا إِلَّا أَرَهَقَتْهُ مِنْ
نَوَائِبِهَا تَعَبًا-

وَلَا يُسِيَّ مِنْهَا فِي جُنَاحِ أَمْنٍ إِلَّا أَصْبَحَ
عَلَى قَوَادِمِ خَوْفٍ- غَرَادَةٌ غُرُودٌ
مَا فِيهَا، فَنَائِيَةٌ فَإِنْ مِنْ عَلَيْهَا لَا خَيْرَ فِي
شَيْءٍ مِنْ أَزْوَادِهَا إِلَّا التَّقْوَى- مَنْ أَقَلَّ
مِنْهَا اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْمِنُهُ وَمَنْ اسْتَكْثَرَ مِنْهَا
اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْبِقُهُ، وَذَالَ عَمَّا قَلِيلٍ
عَنْهُ- كَمْ مِنْ وَائِقٍ بِهَا فَجَعَلَتْهُ وَدَى
طَبَائِنِيَّةٍ قَدْ صَرَعَتْهُ وَدَى أَبْهَتْ قَدْ جَعَلَتْهُ
حَقِيرًا وَدَى نَحْوَةً قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيلًا-
سُلْطَانُهَا دَوْلٌ، وَعَيْشُهَا رَفِيقٌ، وَعَدْبُهَا
أَجَاجٌ وَحُلُوهَا صَبْرٌ وَغَدَاؤُهَا
سِيَّامٌ، وَأَسْبَابُهَا رِمَامٌ- حَيْثُ بَعْرَضِ مَوْتٍ
وَصَحِيحُهَا بَعْرَضِ سُقْمٍ- مُلْكُهَا
مَسْلُوبٌ، وَعَزِيْزُهَا مَغْلُوبٌ وَمَوْفُورُهَا
مَنْكُوبٌ وَجَارُهَا مَحْرُوبٌ- أَلَسْتُ فِي

قادر ہے۔ جو شخص اس دنیا کا عیش و آرام پاتا ہے تو اس کے بعد
اس کے آنسو بھی بہتے ہیں اور جو شخص دنیا کی سرستوں کا رخ
دیکھتا ہے وہ مصیبتوں میں دھکیل کر اس کو اپنی بے رخی بھی دکھاتی
ہے اور جس شخص پر راحت و آرام کی بارش کے بلکے بلکے چھینٹے
پڑتے ہیں اس پر مصیبت و ہلاکتی دھواں دھار بارشیں بھی ہوتی
ہیں۔ یہ دنیا ہی کے مناسب حال ہے کہ صبح کو کسی کو دوست بن کر
اس کا (دشمن سے) بدلہ چکائے اور شام کو یوں ہو جائے کہ گویا
کوئی جان پہچان ہی نہ تھی۔ اگر اس کا ایک جہنہ (پہلو) شیریں و
خوشگوار ہے تو دوسرا حصہ تلخ اور بلاگیز جو شخص بھی دنیا کی
تروتازگی سے اپنی کوئی تمنا پوری کرتا ہے تو وہ اس پر مصیبتوں کی
مشقیں بھی لادیتی ہے۔ جسے امن و سلامتی کے پردہ بال پر شام
ہوتی ہے، صبح خوف کے پروں پر ہوتی ہے، وہ دھوکے باز
ہے اور اس کی ہر چیز دھوکا۔ وہ خود بھی فنا ہو جانے والی ہے اور
اس میں رہنے والا بھی فانی ہے۔ اس کے کسی زاد میں سوا زاد
تقویٰ کے بھلائی نہیں ہے جو شخص کم حصہ لیتا ہے وہ اپنے لئے
راحت کے سامان بڑھا لیتا ہے اور جو دنیا کو زیادہ سیٹھا ہے وہ
اپنے لئے تباہ کن چیزوں کا اضافہ کر لیتا ہے۔ (حالانکہ) اُسے
اپنے مال و متاع سے بھی جلد ہی الگ ہونا ہے۔ کتنے ہی لوگ
ایسے ہیں جنہوں نے دنیا پر بھروسہ کیا اور اس نے انہیں مصیبتوں
میں ڈال دیا اور کتنے ہی اس پر اطمینان کئے بیٹھے تھے جنہیں اُس
نے بچھاڑ دیا اور کتنے ہی رعب و طغنے و غرور والے تھے، جنہیں
ذلیل کر کے چھوڑا۔ اس کی بادشاہی دست بدست منتقل ہونے
والی چیز، اس کا سرچشمہ گدلا اس کا خوش گوار پانی کھاری، اس کی
حلاوتیں ایلوا (کے مانند تلخ) ہیں۔ اس کے کھانے زہر ہلاہل
اور اس کے اسباب و ذرائع کے سلسلے میں بودے ہیں۔ زندہ
رہنے والا معرض ہلاکت میں ہے اور تندرست کو بیماریوں کا

مَسَاكِينٍ مِّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، أَطْوَالَ أَعْمَارًا، وَأَبْقَىٰ أَثَارًا وَأَبْعَدًا مَّالًا، وَاعْدُوا عَذِيبًا، وَاكْتَفَ جُنُودًا۔ تَعْبُدُوا لِلدُّنْيَا أَيْ تَعْبُدُوا، وَاثْرُهَا أَيْ إِثَارُ۔ ثُمَّ ظَعَنُوا عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُّبْلَغٍ وَلَا ظَهَرَ قَاطِعٍ فَهَلْ بَلَغَكُمْ أَنَّ الدُّنْيَا سَخَتْ لَهُمْ نَفْسًا بِقُدِّيَّةٍ أَوْ أَعَانَتْهُمْ بِمَعُونَةٍ أَوْ أَحْسَنْتْ لَهُمْ صُحْبَةً۔ بَلْ أَرَهَقَتْهُمْ بِالْفَوَاحِشِ، وَأَوْهَنْتَهُمْ بِالْقَرَارِيعِ وَضَعَصَتْهُمْ بِالنَّوْائِبِ وَعَقَرَتْهُمْ لِلْمَنَاجِرِ، وَوَطَعَتْهُمْ بِالنَّاسِيسِ، وَأَعَانَتْ عَلَيْهِمْ رَيْبَ السَّنُونِ۔ فَقَدْ رَأَيْتُمْ شُكْرَهَا لِمَنْ دَانَ لَهَا، وَاثْرَهَا وَأَخْلَدَهَا، حَتَّى ظَعَنُوا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْآبَدِ۔ وَهَلْ زَرَدَتْهُمْ إِلَّا السَّعْبُ، أَوْ أَحَلَّتْهُمْ إِلَّا الضَّنْكَ، أَوْ نَوَّارَتْ لَهُمْ إِلَّا الظُّلْمَةُ، أَوْ أَعَقَبَتْهُمْ إِلَّا النَّدَامَةُ؟ أَفَهَذِهِ تُؤْتِرُونَ أَمْ إِلَيْهَا تَطْبِئُونَ؟ أَمْ عَلَيْهَا تَحْرُصُونَ؟ فَبِنَسْتِ الدَّارِ لِمَنْ لَمْ يَتَّهَسَّسْهَا وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا عَلَى وَجَلٍ مِنْهَا فَاعْلَمُوا۔ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ بَأَنَّكُمْ تَارَكُوهَا وَظَاعِنُونَ عَنْهَا وَاتَّعَظُوا فِيهَا بِالَّذِينَ قَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً، حُمِلُوا إِلَى قُبُورِهِمْ فَلَا

سامنا ہے۔ اس کی سلطنت چھن جانے والی، اس کا زبردست زبردست بننے والا، بالدارید بختیوں کا ستایا ہوا اور ہمسایہ الٹا لٹایا ہوا ہے۔ کیا تم انہی سابقہ لوگوں کے گھروں میں نہیں بیٹے جو لمبی عمروں والے، پائیدار نشانیوں والے بڑی بڑی امیدیں باندھنے والے، زیادہ کثرتی و شمار والے اور بڑے لاؤ لشکر والے تھے؟ وہ دنیا کی کس کس طرح پرستش کرتے رہے، اور اُسے آخرت پر کیسا کیسا ترجیح دیتے رہے۔ پھر بغیر کسی ایسے زاد و راحلہ کے جو انہیں راستہ طے کر کے منزل تک پہنچاتا، چل دیے۔ کیا تمہیں کبھی یہ خبر پہنچی ہے کہ دنیا نے ان کے بدلہ میں کسی فدیہ کی پیش کش کی ہو یا انہیں کوئی مدد پہنچائی ہو یا اچھی طرح ان کے ساتھ رہی ہو؟ بلکہ اُس نے تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے، آفتوں سے انہیں عاجز و درماندہ کر دیا اور لوٹ لوٹ کر آنے والی زحمتوں سے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ناک کے بل انہیں خاک پر پچھاڑ دیا اور اپنے گھروں سے نکل ڈالا، تم نے تو دیکھا ہے کہ جو زرادنی کی طرف جھکا اور اُسے اختیار کیا اور اُس سے لپٹا، تو اُس نے (اپنے تیور بدل کر ان سے کسی اجنبیت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اس سے جدا ہو کر چل دیے اور اس نے انہیں بھوک کے سوا کچھ ز اور راہ نہ دیا اور ایک تنگ جگہ کے سوا کوئی ٹھہرنے کا سامان نہ کیا، اور سوا گھپ اندھیرے کے کوئی روشنی نہ دی اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ دیا، تو کیا تم اسی دنیا کو ترجیح دیتے ہو، یا اسی پر مطمئن ہو گئے ہو، یا اسی پر مرے جا رہے ہو؟ جو دنیا پر بے اعتماد نہ رہے اور اس میں بے خوف و خطر ہو کر رہے۔ اس کے لئے یہ بہت بُرا گھر ہے جان لو اور حقیقت میں تم جانتے ہی ہو کہ (ایک نہ ایک دن) تمہیں دنیا کو چھوڑنا ہے اور یہاں سے کوچ کرنا ہے ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو کہا کرتے تھے کہ ”ہم سے زیادہ قوت و طاقت میں کون ہے“ انہیں لا دکر قبروں تک پہنچایا

یُدْعَوْنَ رُكْبَانًا، وَأَنْزِلُوا الْأَحْدَاثَ۔ فَلَا يُدْعَوْنَ ضَيْفَانًا۔ وَجُعَلَ لَهُمْ مِنَ الصَّفِيحَةِ أَجْنَانٌ، وَمِنَ التُّرَابِ أَكْفَانٌ، وَمِنَ الرُّفَاتِ حَيْرَانٌ فَهُمْ حَيْرَةٌ لَا يُجِيبُونَ دَاعِيًا وَلَا يَمْنَعُونَ ضَيْفًا، وَلَا يُبَالُونَ مَنَدَبَةً۔ إِنْ حِيدُوا لَمْ يَفْرَحُوا وَإِنْ قُحِطُوا لَمْ يَقْنَطُوا۔ جَمِيعٌ وَهُمْ أَحَادٌ، وَحَيْرَةٌ وَهُمْ أَبْعَادٌ۔ مُتَدَاوُونَ لَا يَتَزَاوَدُونَ، وَقَرِيبُونَ لَا يَتَقَارَبُونَ حُلَمَاءٌ قَدْ ذَهَبَتْ أَضْغَانُهُمْ، وَجُهَلَاءٌ قَدْ مَاتَتْ أَحْقَادُهُمْ۔ لَا يُخْشَى فَجَعُهُمْ، وَلَا يُرْجَى دَفْعُهُمْ اسْتَبَدَّلُوا بِظَهْرِ الْأَرْضِ بَطْنًا، وَبِالسَّعَةِ ضَيْقًا، وَبِالْأَهْلِ غُرْبَةً، وَبِالنُّورِ ظُلْمَةً۔ فَجَاءَ وَهًا كَمَا فَارَ قَوْهَا حُفَاةَ عَرَاةٍ۔ قَدْ ظَعَنُوا عَنْهَا بِأَعْمَالِهِمْ إِلَى الْحَيَاةِ الدَّائِمَةِ وَالْأَدَارِ الْبَاقِيَةِ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ ”كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعَدًّا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ۔“

گیا۔ مگر اس طرح نہیں کہ انہیں سوار سمجھا جائے۔ انہیں قبروں میں اتار دیا گیا، مگر وہ مہمان نہیں کہلاتے۔ پتھروں سے اُن کی قبریں چن دی گئیں، اور خاک کے کفن ان پر ڈال دیئے گئے اور گلی سڑی ہڈیوں کو اُن کا ہمسایہ بنا دیا گیا ہے۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں کہ جو پکارنے والے کو جواب نہیں دیتے۔ اور نہ زیادتیوں کو روک سکتے ہیں اور نہ رونے دھونے والوں کی پرواہ کرتے ہیں۔ اگر بادل (جھمک کر) اُن پر برسیں، تو خوش نہیں ہوتے۔ اور قحط آئے تو اُن پر مایوسی نہیں چھا جاتی۔ وہ ایک جگہ ہیں، مگر الگ الگ وہ آپس میں ہمسائے ہیں مگر دور دور۔ پاس پاس ہیں، مگر میل ملاقات نہیں قریب قریب ہیں مگر ایک دوسرے کے پاس نہیں پھٹکتے۔ وہ بُرد بار بنے ہوئے بے خبر پڑے ہیں۔ اُن کے بغض و عناد ختم ہو گئے اور کینے مٹ گئے نہ اُن سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے نہ کسی تکلف کے دور کرنے کی توقع ہے۔ انہوں نے زمین کے اوپر کا حصہ اندر کے حصہ سے اور کشادگی اور وسعت تنگی سے، اور گھربار پردیس سے اور روشنی اندھیرے سے بدل لی ہے اور جس طرح تنگے پیر اور تنگے بدن پیدا ہوئے تھے، ویسے ہی زمین میں (پیوند خاک) ہو گئے اور اس دنیا سے صرف عمل لے کر ہمیشہ کی زندگی اور سدا رہنے والے گھر کی طرف کوچ کر گئے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے۔ جس طرح ہم نے مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ اس وعدہ کا پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ہم اسے ضرور پورا کر کے رہیں گے۔

خطبہ ۱۱۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
ذَكَرَ فِيهَا مَلَكَ الْمَوْتِ وَتَوَقَّيْهِ الْآنْفُسَ۔
هَلْ تُحِسُّ بِهِ إِذَا دَخَلَ مَنْزِلًا؟ أَمْرَهُلْ

اس میں ملک الموت اور اُس کے روح قبض کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ جب (ملک الموت) کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو کبھی تم اس کی آہٹ محسوس کرتے ہو؟ یا جب کسی کی روح

تَرَاهُ إِذَا تَوَفَّى أَحَدًا؟ بَلْ كَيْفَ يَتَوَفَّى
الْجَنَيْنَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ - أَيْلَحُ عَلَيْهِ مِنْ
بَعْضِ جَوَارِحِهَا؟ أَمْ الرُّوحُ أَجَابَتْهُ
بِإِذْنِ رَبِّهَا؟ أَمْ هُوَ سَاكِنٌ مَعَهُ فِي
أَحْسَانِهَا؟ كَيْفَ يَصِفُ إِلَهُهُ مَنْ
يَعْجَزُ عَنْ صِفَةِ مَخْلُوقٍ مِثْلِهِ -

خطبہ ۱۱۱

قبض کرتا ہے پیٹ میں بچے کی روح کو قبض کر لیتا ہے، کیا وہ ماں
کے جسم کے کسی حصہ سے وہاں تک پہنچتا ہے یا اللہ کے حکم سے
روح اس کی آواز پر لپیک کہتی ہوئی بڑھتی ہے۔ یادہ بچہ کے ساتھ
شکم مادر میں ٹھہرا ہوا ہے؟ جو اس جیسی مخلوق کے بارے میں بھی
کچھ نہ بیان کر سکے، وہ اپنے اللہ کے متعلق کیا بتا سکتا ہے۔

میں تمہیں دنیا سے خبردار کئے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل
ہے جس کے لئے قرار نہیں اور ایسا گھر ہے جس میں آب و دانہ
نہیں ڈھونڈا جاسکتا۔ یہ اپنے باطل سے آراستہ ہے اور اپنی
آرائشوں سے دھوکا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے
رب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ چنانچہ اُس کے حلال کے
ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگی کے ساتھ
موت اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں خط ملط کر دی ہیں اور اپنے
دوستوں کے لئے اُسے بے غل و غش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں کو
دینے میں بخل کیا ہے۔ اس کی بھلائیاں بہت ہی کم ہیں اور
برائیاں (جہاں چاہو) موجود۔ اس کی جمع پونجی ختم ہو جانے
والی اور اس کا ملک چھن جانے والا اور اس کی آبادیاں ویران
ہو جانے والی ہیں۔ بھلا اس گھر میں خیر و خوبی ہی کیا ہو سکتی ہے
جو مسما عمارت کی طرح گر جائے اور اُس عمر میں جو راہ کی
طرح ختم ہو جائے اور اُس مدت جو چلنے پھرنے کی طرح تمام
ہو جائے جن چیزوں کی تمہیں طلب و تلاش رہتی ہے، اُن میں
اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بھی داخل کر لو اور جو اللہ نے تم سے چاہا
ہے اُسے پورا کرنے کی توفیق بھی اُس سے مانگو۔ موت کا پیغام

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَأَحَدُ رُكُمِ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا مَنْزِلٌ قُلْعَةٌ،
وَلَيْسَتْ بِدَارِ نَجْعَةٍ - قَدْ تَزَيَّنَتْ
بِغُرُورِهَا، وَعَرَّتْ بِرَبَّنَتِهَا - دَارُهَا نِتْ
عَلَى رَبِّهَا فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا وَ
خَيْرَهَا بِشَرِّهَا، وَحَيَاتُهَا بِمَوْتِهَا،
وَحُلُوهَا بِسَرِّهَا - لَمْ يُصِفْهَا اللَّهُ تَعَالَى
لَا وَلِيَّائِهِ، وَلَمْ يَضَنْ بِهَا عَلَى أَعْدَائِهِ
خَيْرُهَا زَهِيدٌ، وَشَرُّهَا عَتِيدٌ - وَجَمْعُهَا
يَنْقُذُ، وَمُلْكُهَا يُسْلِبُ، وَعَامِرُهَا
يَخْرُبُ - فَمَا خَيْرُ دَارٍ تَنْفُضُ فَنَقُضَ
الْبِنَاءَ، وَعُمُرٍ يَفْنَى فَنَاءَ الزَّادِ دَمْدَمًا
تَنْقُطُ أَنْقِطَاعَ السَّيْرِ - اجْعَلُوا مَا
افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِكُمْ،
وَأَسْأَلُوهُ مِنْ آدَاءِ حَقِّهِ مَا سَأَلَكُمْ
وَأَسِيعُوا دَعْوَةَ الْمَوْتِ إِذَا نَكَمَ قَبْلُ أَنْ

يُدْعَى بِكُمْ - إِنَّ الزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا
تَبَيَّنَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِنْ ضَحِكُوا، وَيَشْتَدُّ
حُزْنُهُمْ وَإِنْ فَرَحُوا، وَبَكَثُرُ مَقْتَتِهِمْ
أَنْفُسُهُمْ وَإِنْ اغْتَبَطُوا بِمَا رَزَقُوا - قَدْ
غَابَ عَنْ قُلُوبِكُمْ ذِكْرُ الْأَحَالِ،
وَحَضَرَ تَكْمُ كَوَاذِبِ الْأَمَالِ - فَصَارَتْ
الدُّنْيَا أَمْلَكَ بَكُمْ مِنَ الْآخِرَةِ، وَالْعَاجِلَةُ
أَذْهَبَ بَكُمْ مِنَ الْآجِلَةِ، وَإِنَّمَا أَنْتُمْ
إِخْوَانٌ عَلَى دِينِ اللَّهِ مَافَرَّقَ بَيْنَكُمْ إِلَّا
خُبْتُ السَّرَائِرِ، وَسُوءُ الضَّمَائِرِ - فَلَا
تَوَازُونَ وَلَا تَنَاصَحُونَ، وَلَا تَبَاذُلُونَ
وَلَا تَوَادُّونَ - مَا بِالْكُمْ تَفَرُّحُونَ
بِالْيَسِيرِ مِنَ الدُّنْيَا تَسْلُكُونَهُ وَلَا
يَحْزَنُكُمْ الْكَثِيرُ مِنَ الْآخِرَةِ تُحْرَمُونَهُ -
يُقْلِقُكُمْ الْيَسِيرُ مِنَ الدُّنْيَا يَفُوتُكُمْ
حَتَّى يَتَبَيَّنَ ذَلِكَ فِي وُجُوهِكُمْ وَقَلْبِ
صَبْرِكُمْ عَمَّا زَوَى مِنْهَا عَنْكُمْ كَانَتْ دَارُ
مُقَامِكُمْ - وَكَانَ مَتَاعُهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ - وَمَا
يَنْبَغُ أَحَدَكُمْ أَنْ يَسْتَقْبِلَ أَخْلًا بِمَا يَخَافُ
مِنْ عَيْبِهِ إِلَّا مَخَافَةً أَنْ يَسْتَقْبِلَهُ بِمِثْلِهِ -
قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلَى رَفْضِ الْأَجْلِ وَحُبِّ
الْعَاجِلِ، وَصَارَ دَيْنُ أَحَدِكُمْ لِعَقَّةِ عَلَى
لِسَانِهِ - صَنِيعُ مَنْ قَدْ فَرَعَ مِنْ عَمَلِهِ وَ
أَحْرَزَ رِضًا سَيِّدًا -

آنے سے پہلے موت کی پکار اپنے کانوں کو سنا دو۔ اس دنیا میں
زاہدوں کے دل روتے ہیں۔ اگر چہ وہ ہنس رہے ہوں اور ان کا
غم و اندوہ حد سے بڑھا ہوتا ہے۔ اگر چہ اُن (کے چہروں)
سے مسرت ٹپک رہی ہو اور انہیں اپنے نفسوں سے انتہائی بیر ہوتا
ہے۔ اگر چہ اس رزق کی وجہ سے جو انہیں میسر ہے اُن پر رشک
کیا جاتا ہو۔ تمہارے دلوں سے موت کی یاد جاتی رہی ہے اور
جھوٹی امیدیں (تمہارے اندر) موجود ہیں۔ آخرت سے
زیادہ دنیا تم پر چھائی ہوئی ہے اور وہ عقلی سے زیادہ تمہیں اپنی
طرف کھینچتی ہے۔ تم دین خدا کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے
بھائی بھائی ہو۔ لیکن بدینتی اور بدظنی نے تم میں تفرق ڈال دیا
ہے۔ تم ایک دوسرے کا بوجھ بناتے ہو نہ باہم بند و نصیحت کرتے
ہو۔ نہ ایک دوسرے پر کچھ خرچ کرتے ہو، نہ تمہیں ایک
دوسرے کی چاہت ہے۔ تھوڑی سی دنیا پا کر خوش ہونے لگتے
کرتی۔ ذرا سی دنیا کا تمہارے ہاتھوں سے نکلنا تمہیں بے چین
کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ بے چینی تمہارے چہروں پر ظاہر
ہونے لگتی ہے اور کھوئی ہوئی چیز پر تمہاری بے صبریوں سے
آشکارا ہو جاتی ہے۔ گویا یہ دنیا تمہارا (مستقل) مقام ہے اور
دنیا کا ساز و برگ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تم میں سے کسی کو بھی
اپنے کسی بھائی کا ایسا عیب اچھالنے سے کہ جس کے ظاہر ہونے
سے ڈرتا ہے صرف یہ امر مانع ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کا ویسا ہی
عیب کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا۔ تم نے آخرت کو
ٹھکرانے اور دنیا کو چاہنے پر سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ تو لوگوں کا دین
تو یہ رہ گیا ہے کہ جیسے ایک دفعہ زبان سے چاٹ لیا جائے (یعنی
صرف زبانی اقرار) اور تم تو اس شخص کی طرح (مطمن)
ہو چکے ہو کہ جو اپنے کام دھندوں سے فارغ ہو گیا ہو، اور اپنے
ملک کی رضا مندی حاصل کر لی ہو۔

خطبہ ۱۱۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْحَمْدُ بِالنِّعَمِ وَالنِّعَمِ
بِالشُّكْرِ۔ نَحْمَدُهُ عَلَى الْآلَةِ كَمَا نَحْمَدُهُ
عَلَى بَلَانِهِ۔ وَنَسْتَعِينُهُ عَلَى هَذِهِ
النَّفُوسِ الْبِطَاءِ عَمَّا أَمَرَتْ بِهِ، السَّرَّاعِ
إِلَى مَانِهَيْتِ عَنَّهُ۔ وَنَسْتَغْفِرُهُ مِمَّا أَحَاطَ
بِهِ عِلْمُهُ وَأَحْصَاهُ كِتَابُهُ: عِلْمٌ غَيْرُ قَاصِرٍ
وَكِتَابٌ غَيْرُ مُغَادِرٍ۔ وَنُؤْمِنُ بِهِ إِيْمَانٌ مِّنْ
عَايِنِ الْغُيُوبِ وَوَقَفَ عَلَى الْمَوْعُودِ،
إِيْمَانًا نَفْسِي إِخْلَاصُهُ الشِّرْكَ وَيَقِينُهُ
الشُّكَّ وَنَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ شَهَادَتَيْنِ تَصْعِدَانِ الْقَوْلَ
وَتَرْفَعَانِ الْعَمَلَ۔ لَا يَخِفُ مِيزَانُ
تَوْضَعَانِ فِيهِ، وَلَا يَثْقُلُ مِيزَانُ تَرْفَعَانِ
عَنَّهُ۔

أَوْصِيَكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ الَّتِي هِيَ
الزَّادُ وَبِهَا الْمَعَادُ: زَادٌ مُبِلِّغٌ وَمَعَادٌ مُنْجِحٌ
دَعَا إِلَيْهَا أَسْعَى دَاعٍ، دَوَّعَاهَا خَيْرٌ وَاعٍ۔
فَأَسْعَى دَاعِيهَا وَقَازَا عِيَهَا۔

عِبَادَ اللَّهِ إِنَّ تَقْوَى اللَّهِ حَمَتْ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ
مَحَارِمَهُ۔ وَالزَمَتْ قُلُوبَهُمْ مَخَافَتَهُ،
حَتَّى أَسْهَرَتْ لَيَالِيَهُمْ، وَأَظْمَتَ هَوَاجِرَ

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو حمد کا پیوند نعمتوں سے اور نعمتوں کا
سلسلہ شکر سے ملانے والا ہے۔ ہم اس کی نعمتوں پر اُسی طرح
حمد کرتے ہیں جس طرح اس کی آزمائشوں پر ثناء و شکر بجالاتے
ہیں اور ان نفسوں کے خلاف اس سے مدد مانگتے ہیں کہ جو احکام
کے بجالانے میں سست قدم اور ممنوع چیزوں کی طوف بڑھنے
میں تیز گام ہیں اور ان (گناہوں سے) مغفرت چاہتے ہیں
کہ جن پر اس کا علم محیط اور نامہ اعمال حاوی ہے۔ نہ علم کوئی کی
کرنے والا ہے اور نہ نامہ اعمال کسی چیز کو چھوڑنے والا ہے۔
ہم اس شخص کے مانند اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے غیب
کی چیزوں کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہو اور وعدہ کی ہوئی
چیزوں سے آگاہ ہو چکا ہو۔ ایسا ایمان کہ جس کے غلوں نے
شرک کو اور یقین نے شک کو دور پھینک دیا ہو، اور ہم گواہی
دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو وحدہ لا شریک
ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول
ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں (اچھی) باتوں کو اونچا اور (نیک)
اعمال کو بلند کرتی ہیں۔ جس ترازو میں انہیں رکھ دیا جائے گا
اُس کا پلہ ہلکا نہیں ہوگا اور جس میزان سے انہیں الگ کر لیا
جائے گا، اُس کا پلہ بھاری نہیں ہو سکتا۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا
ہوں۔ اس لئے کہ یہی تقویٰ زاد راہ ہے اور اسی کو لے کر پلٹنا
ہے۔ یہ زاد (منزل تک) پہنچانے والا اور یہ پلٹنا کامیاب پلٹنا
ہے۔ اس کی طرف سب سے بہتر سنا دینے والے نے دعوت
دی، اور بہترین سننے والے نے اسے سن کر محفوظ کر لیا۔ چنانچہ
دعوت دینے والے نے سنا دیا، اور سننے والا بہرہ اندوز ہو گیا۔
اللہ کے بندو! تقویٰ ہی نے اللہ کے دوستوں کو منہیات سے

هُم۔ فَآخِذُوا الرَّاحَةَ بِالنَّصَبِ، وَ
الرَّيِّ بِالظَّمَاءِ۔ وَاسْتَقْرَبُوا الْأَجَلَ
فَبَادَرُ الْعَمَلِ، وَكَدُّبُوا الْأَمَلَ فَلَا حَظَّوَا
الْأَجَلَ، ثُمَّ إِنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَنَاءٍ وَعَنَاءٍ
وَعِيزٍ وَغَيْرِ فَيَنْ الْفَنَاءِ أَنَّ الدَّهْرَ مَوْتَرٌ
قَوْسُهُ، لَا تُخْطِئُ سِهَامُهُ وَلَا تَوَسَّى
جِرَاحُهُ۔ يُرْمِي الْحَيَّ بِالمَوْتِ،
وَالصَّحِيحَ بِالسَّقَمِ وَالنَّاجِيَ
بِالْعَطَبِ۔ أَكِلٌ لَا يَشْبَعُ وَشَارِبٌ
لَا يَنْقَمُ۔ وَمِنْ الْعَنَاءِ أَنَّ الْمَرْءَ يَجْمَعُ
مَالًا يَأْكُلُ وَيَبْنِي مَا لَا يَسْكُنُ۔ ثُمَّ
يَخْرُجُ إِلَى اللَّهِ لَا مَالًا حَمَلًا، وَلَا بِنَاءً
فَقُلْ وَمَنْ غَيْرَهَا إِنَّكَ تَرَى الْمَرْحُومَ
مَغْبُوطًا وَالْمَغْبُوطَ مَرْحُومًا لَيْسَ ذَلِكَ
إِلَّا نَعِيمًا ذَلَّ، وَبُؤْسًا نَزَلَ۔ وَمِنْ
غَيْرِهَا أَنَّ الْمَرْءَ يُشْرِفُ عَلَى أَمَلِهِ
فَيَقْطَعُهُ حُضُورُ أَجَلِهِ۔ فَلَا أَمَلَ
يُذْرِكُ وَلَا مَوْمِلٍ يَتْرُكُ، فَسُبْحَانَ اللَّهِ
مَا أَغْرَسُورُهَا وَأَظْمَأَرِيهَا وَأَضْحَى
فِيئَهَا۔ لَا جَاءَ يُرَدُّ، وَلَا مَاضٍ يَرْتَدُّ
فَسُبْحَانَ اللَّهِ أَقْرَبَ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ
لِلْحَاقَةِ بِهِ، وَأَبْعَدَ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ
لَا نَقْطَاعَ عَنَّهُ۔

إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِشَرٍّ مِّنَ الشَّرِّ إِلَّا عِقَابُهُ،

بچایا ہے اور اُس کے دلوں میں خوف پیدا کیا ہے۔ یہاں تک
کہ ان کی راتیں جاگتے اور تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزر
جاتی ہیں اور اس تعب و کلفت کے عوض راحت (دائی) اور اس
پیاس کے بدلہ میں (تسکین و کوثر سے) سیرابی حاصل کرتے
ہیں۔ انہوں نے موت کو قریب سمجھ کر اعمال میں جلدی کی اور
امیدوں کو جھٹلا کر اجل کو نگاہ میں رکھا پھر یہ دنیا تو فنا اور مشقت
تغیر اور عبرت کی جگہ ہے۔ چنانچہ فنا کرنے کی صورت یہ ہے کہ
زمانہ اپنی کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے ہے جس کے تیر خطا نہیں
کرتے اور نہ اس کے زخموں کا کوئی مداوا ہو سکتا ہے۔ زندہ پر موت
کے، تندرست پر بیماری کے، اور محفوظ پر ہلاکت کے تیر چلاتا
رہتا ہے۔ وہ ایسا کھاؤ ہے کہ سیر نہیں ہوتا اور ایسا پینے والا ہے
کہ اُس کی پاس بجھتی ہی نہیں اور رنج و تعب کی صورت یہ ہے کہ
انسان مال جمع کرتا ہے لیکن اس میں سے کھانا اُسے نصیب نہیں
ہوتا۔ گھر بناتا ہے۔ مگر اُس میں رہنے نہیں پاتا اور پھر اللہ تعالیٰ
کی طرف اس طرح چل دیتا ہے کہ نہ مال ساتھ اٹھا کر لے
جاسکتا ہے اور نہ گھر ہی ادھر منتقل کر سکتا ہے اور اس کے تغیر کی یہ
حالت ہے کہ تم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہو جس کی حالت قابل
رحم ہوتی ہے اور وہ (دیکھتے ہی دیکھتے) ہو جس کی حالت قابل
ہو جاتا ہے کہ اس پر رشک کھایا جائے۔ اور قابل رشک آدمی کو
دیکھتے ہو کہ (چند ہی دنوں میں) اُس کی حالت پر ترس آنے لگتا
ہے۔ اس کی یہی وجہ تو ہے کہ اس سے نعت جاتی رہی، اور اس پر
فقر و افلاس ٹوٹ پڑا۔ اور اس سے عبرت حاصل کرنے کی
صورت یہ ہے کہ انسان اپنی امیدوں کی انتہا تک پہنچنے والا ہی
ہوتا ہے کہ موت پہنچ کر امیدوں کے سارے بندھن توڑ دیتی
ہے۔ اس طرح یہ امیدیں برآتی ہیں اور نہ امیدیں باندھنے
والا ہی باقی چھوڑا جاتا ہے۔ اللہ اکبر اس دنیا کی مسرت کی
فریب کاریاں اور اس کی سیرابی کی تشنہ کامیاں کتنی زیادہ ہے۔
نہ آنے والی موت کو پلٹایا جاسکتا ہے اور نہ جانے والا پلٹ کر

خطبہ ۱۱۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

فِي الْاِسْتِسْقَاءِ: اَللّٰهُمَّ قَدْ اِنْصَحْتُ جِبَالَنَا، وَاعْغَبَرْتُ اَرْضَنَا، وَهَامَمْتُ دَوَابَّنَا وَتَحَيَّرْتُ فِي مَرَابِضِهَا، وَعَجَجْتُ عَجِيجَ الثَّكَالِي عَلَى اَوْلَادِهَا، وَمَلَّتِ الشَّرَدْدُ فِي مَرَاتِعِهَا، وَالْحَنِينِ اِلَى مَوَارِدِهَا اَللّٰهُمَّ فَاَرْحَمَ اَنْبِيَا الْاَنَّةِ، وَحَنِينِ الْحَاثَةِ۔ اَللّٰهُمَّ فَاَرْحَمَ حَيَرْتَهَا فِي مَذَاهِبِهَا، وَانْيَنِيهَا فِي مَوَالِجِهَا۔ اَللّٰهُمَّ خَرَجْنَا اِلَيْكَ حِينَ اعْتَكَرْتَ عَلَيْنَا حَدَايِمُ السَّيْنِ، وَاخْلَفْتَنَا مَحَايِلُ الْجُودِ فَكُنْتَ الرَّجَاءَ لِلْمُبْتَسِيسِ، وَالْبَلَاغَ لِلْمُلْتَمِسِ۔ نَدْعُوكَ حِينَ قَنَطَ الْاَنَامُ، وَمُنِعَ الْغَمَامُ، وَهَلَكَ السَّوَامُ، اَنْ لَا تَوَاخِدَنَا بِاعْمَالِنَا وَلَا تَاْخُذَنَا بِدُنُوبِنَا۔ وَاَنْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ الْمُنْبِقِ وَالرَّبِيعِ الْمُعْدِقِ وَالنَّبَاتِ الْمُوْنِقِ سَخَا وَابِلًا تُحْيِي بِهِ مَا قَدْ مَاتَ وَتَرُدُّ بِهِ مَا قَدْ فَاتَ۔ اَللّٰهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ مُحْيِيَّةٌ مُرْوِيَّةٌ، تَامَّةٌ عَامَّةٌ طَيِّبَةٌ مُبَارَكَةٌ، هَنِئِنَّا مَرِيْعَةٌ زَاكِيَا نَبَتْهَا، ثَامِرًا فَرَعَهَا، نَاضِرًا وَرَقَهَا، تَنْعِشُ بِهَا الضَّعِيفُ مِنْ عِبَادِكَ

طلب باراں کے لیے آپ کے دعائیہ کلمات :- بار الہا (خشک سالی سے) ہمارے پہاڑوں کا سبزہ بالکل سوکھ گیا ہے اور زمین پر خاک اڑ رہی ہے۔ ہمارے چوپائے پیاسے ہیں اور اپنے چوپایوں میں بوکھلائے ہوئے پھرتے ہیں اور اس طرح چلا رہے ہیں جس طرح رونے والیاں اپنے بچوں پر بین کرتی ہیں اور اپنی چراگاہوں کے پھیرے کرنے اور تالابوں کی طرف بصد شوق بڑھنے سے عاجز آ گئے ہیں۔ پروردگار ان چیخنے والی مکبریوں اور ان شوق بھرے لہجے میں پکارنے والے آؤنوں پر رحم کر۔ خدایا تو راستوں میں ان کی پریشانی اور گھروں میں ان کی چیخ پکار پر ترس کھا۔ بار خدایا جبکہ قحط سالی کے لاغر اور نڈھال اُونٹ ہماری طرف پلٹ پڑے ہیں اور بظاہر برسنے والی گھٹائیں آ آ کے بن برے گزر گئیں تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں۔ تو ہی دکھ درد کے ماروں کی آس ہے اور تو ہی التجا کرنے والوں کا سہارا ہے۔ جبکہ لوگ بے آس ہو گئے اور بادلوں کا اٹھنا بند ہو گیا اور مویشی بے جان ہو گئے تو ہم تجھ سے دعا کرے ہیں کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہماری گرفت نہ کر اور ہمارے گناہوں کے سبب سے ہمیں (اپنے عذاب میں نہ دھر لے۔ اے اللہ تو دھواں دار بارشوں والے اُبر اور چھا جوں پانی برسانے والی برکھا رت اور نظروں میں کھب جانے والے ہر یادل سے اپنے دامان رحمت کو ہم پر پھیلا دے وہ موسلا دھار اور لگا تار اس طرح برسیں کہ ان سے مری ہوئی چیزوں کو تو زندہ کر دے اور گزری ہوئی بہاروں کو پلٹا دے۔ خدایا ایسی سیرابی ہو کہ جو (مردہ زمینوں کو) زندہ کرنے والی، سیراب بنانے والی، اور بھر پور برسنے والی، اور سب جگہ پھیل جانے والی، اور پاکیزہ دبا برکت اور خوشگوار و شاداب ہو، جس سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں۔ شاخیں بار آور اور پتے ہرے بھرے ہو جائیں

اِسْکُتْ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ زَندہ مُردوں سے تمام تعلقات کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کس قدر زور ہے۔ بیشک کوئی اچھائی سے اچھی چیز نہیں سوا اس کے ثواب کے۔ دُنیا کی ہر چیز کا سُنا اُس کے دیکھنے سے عظیم تر ہے۔ مگر آخرت کی ہر شے کا دیکھنا سننے سے کہیں بڑھا چڑھا ہوا ہے تم اسی سننے سے اس کی اصلی حالت کا، جو مشاہدہ میں آئے گی۔ اندازہ اور خبر ہی سن کر اس غیب کی تصدیق کر لو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دُنیا کی کمی اور آخرت کا اضافہ قطعی کی کمی اور دُنیا کے اضافے سے کہیں بہتر ہے۔ بہت سے گھانا اٹھانے والے فائدہ میں رہتے ہیں اور بہت سے سمیٹ لینے والے نقصان میں رہتے ہیں۔ جن چیزوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے (اور تمہارے لئے جائز رکھی ہیں) ان کا دامن اُن چیزوں سے کہیں وسیع ہے جن سے روکا ہے اور حرام کی ہوئی چیزوں سے حلال چیزیں کہیں زیادہ ہیں۔ لہذا زیادہ چیزوں کی وجہ سے کم چیزوں کو چھوڑ دو، اور تنکنائے حرام سے نکل کر حلال کی وسعتوں میں آ جاؤ۔ اس نے تمہارے رزق کا ذمہ لے لیا ہے اور تمہیں اعمال بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا جس چیز کا ذمہ لیا جا چکا ہے اس کی تلاش و طلب اعمال و فراغ کے بجالانے سے تمہاری نظروں میں مقدم نہ ہونا چاہیے مگر خدا کی قسم تمہارا طرز عمل ایسا ہے کہ دیکھنے والے کو شبہ ہونے لگے۔ اور ایسا معلوم ہو کہ رزق کا حاصل کرنا تو تم پر فرض ہے۔ عمل کی طرف بڑھو اور موت کے اچانک آ جانے سے ڈرو۔ اس لیے کہ عمر کے پلٹ کی اُمید ہو سکتی ہے۔ جو رزق ہاتھ نہیں لگا، کل اس کی زیادتی کی توقع ہو سکتی ہے۔ اور اُمید نہیں کہ عمر کا گزرا ہوا کل آج پلٹ آئے گا۔ اُمید تو آنے والے کی ہو سکتی ہے اور جو گزر جائے اس سے تو مایوسی ہی ہے اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب موت آئے، تو تم کو بہر صورت مسلمان ہونا چاہیے۔

وَتُحْيِي بِهَا السَّيِّئَاتِ مِنْ بِلَادِكَ، اَللّٰهُمَّ
سُقِيَا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نَجَادُنَا وَتَجْرِي
بِهَا وَهَادُنَا، وَتُخْصِبُ بِهَا جَنَابَنَا، وَتُقْبِلُ
بِهَا ثِمَارَنَا وَتُعِيْشُ بِهَا مَوَاشِيَنَا وَتَنْدِي
بِهَا اَقَا صِيْنَا وَتَسْتَعِيْنُ بِهَا صَوَاحِبَنَا مِنْ
بَرَكَاتِكَ الْوَاسِعَةِ وَعَطَايَاكَ الْجَزِيْلَةِ
عَلَى بَرِيَّتِكَ السُّرْمَلَةِ، وَوَحْشِكَ
السُّهْمَلَةِ، وَانْزِلْ عَلَيْنَا سَمَاءً مُّخْصِلَةً
مِدْرَارًا هَاطِلَةً، يَدْفَعُ الْوَدْقُ مِنْهَا
الْوَدْقُ وَيَحْفِزُ الْقَطْرُ مِنْهَا الْقَطْرُ غَيْرَ
خُلْبٍ بَرْتَهَا، وَلَا جَهَامٍ عَارِضَهَا وَلَا
قَزَعٍ رَبَابَهَا، وَلَا شَفَّانٍ ذَهَابَهَا، حَتَّى
يُخْصِبَ لِامْرَأَةٍ السُّجْدُ بُونُ، وَيَحْيِي
بِرَبْرِ كَتَمِ السُّسْتُونِ، فَإِنَّكَ تَنْزِلُ
الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا، وَتَنْشُرُ
رَحْمَتَكَ وَأَنْتَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ.

تَفْسِيرُ مَا فِي هَذِهِ الْخُطْبَةِ مِنَ
الْغَرِيبِ.

قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَنْصَاحَتْ جِبَالُنَا،
أَيُّ تَشَقَّقَتْ مِنَ السُّحُولِ، يُقَالُ:
أَنْصَاحَ الثَّوْبِ إِذَا نَشَقَّ وَيُقَالُ أَيْضًا:
أَنْصَاحَ النَّبْتِ وَصَاحَ وَصَوَّحَ إِذَا جَفَّ
وَيَبَسَ. وَقَوْلُهُ: (حَدَابِيرُ السِّنِينَ) جَمْعُ
حَدَبَارٍ. وَهِيَ النَّاقَةُ الَّتِي أَنْصَاها

اور جس سے تو اپنے عاجز وزمین گیر بندوں کو سہارا دے کر اوپر
اٹھائے اور اپنے مردہ شہروں کو زندگی بخش دے۔ اے اللہ ایسی
سیرابی کہ جس سے ہمارے نیلے سبز پوش ہو جائیں اور ندی
نالے بہہ نکلیں اور آس پاس کے اطراف سرسبز و شاداب ہو
جائیں اور پھل نکل آئیں اور چوپائے جی انھیں اور دور کی
زمینیں بھی تریتر ہو جائیں اور کھلے میدان بھی اُس سے مدد پا
سکیں۔ اپنی پھیلنے والی برکتوں اور بڑی بڑی بخششوں سے جو
تیری تباہ حال مخلوق اور بغیر چرواہے کے کھلے پھرنے والے
حیوانوں پر ہیں۔ ہم پر ایسی بارش ہو۔ جو پانی سے شرابور کر
دینے والی، اور موسلا دھار اور لگاتار برسنے والی ہو۔ اس طرح
کہ برشیں بارشوں سے ٹکرائیں اور بوندیں بوندوں کو تیزی سے
دھکیلیں (کہ تار بندھ جائے) اس کی بجلی دھوکہ دینے والی نہ ہو۔
اور نہ افق پر چھا جانے والی گھٹاپانی سے خالی ہو اور نہ سفید ابر کے
ٹکڑے ٹکڑے بکھرے سے ہوں اور نہ صرف ہوا کے ٹھنڈے
جھونکوں والی بوند باندی ہو کر رہ جائے (یوں برسا کہ) خط کے
مارے ہوئے اس کی سرسبزیوں سے خوشحال ہو جائیں اور خشک
سالی کی سختیاں جھیلنے والے اس کی برکتوں سے جی انھیں، اور تو
ہی وہ ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بینہ برساتا ہے،
اور اپنی رحمت کے دامن پھیلا دیتا ہے، اور تو ہی والی و وارث اور
(اچھی) صفتوں والا ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ امیر المومنین کے اس ارشاد ”انصاحت
جبالنا“ کے معنی یہ ہیں کہ پہاڑوں میں قحط سالی سے شگاف پڑ
گئے ہیں۔ انصاح الثوب اُس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کپڑا
پھٹ جائے اور انصاح النبات، صاح النبات اور صوح النبات
اُس وقت بولا جاتا ہے کہ جب سبزہ خشک ہو جائے اور جائے
اور بالکل سوکھ جائے اور حامت دوا بنائے معنی یہ ہیں کہ ہمارے
چوپائے پیاسے ہو گئے ہیں۔ ہیام کے معنی پیاس کے ہوتے

السَّيْرِ، فَشَبَّهَ بِهَا السَّنَةَ الَّتِي فَشَا فِيهَا
الْجَدْبُ. قَالَ ذُو الرُّمَّةِ: حَدَابِيرُ مَا
تَنْفَكَ إِلَّا مُنَاحَتُهُ عَلَى الْخَسْفِ
أَوْ تَرَمِي بِهَا بَلَدًا قَفْرًا.

وَقَوْلُهُ: (وَلَا قَزَعٍ رَبَابَهَا) الْقَزَعُ الْقِطْعُ
الصِّغَارُ الْمُتَفَرِّقَةُ مِنَ السَّحَابِ. وَقَوْلُهُ:
(وَلَا شَفَّانٍ ذَهَابَهَا، فَإِنَّ تَقْدِيرُهَا وَلَا
ذَاتَ شَفَّانٍ ذَهَابَهَا. وَالشَّفَّانُ الرِّيحُ
الْبَادِرَةُ، وَالذَّهَابُ الْإِمْطَارُ اللَّيْنَةُ.
فَحَدَفَ ذَاتَ لِعَلِّمِ السَّامِعِ بِهِ.

ہیں۔ اور حدابیر السنین میں حدابیر حد بار کی جمع ہے۔ جس کے
معنی اُس اونٹنی کے ہیں جسے سفروں نے لاغرا اور نڈھال کر دیا
ہو۔ چنانچہ حضرت نے قحط زدہ سال کو اسی سفروں کی ماری ہوئی
اونٹنی سے تشبیہ دی ہے۔ (عرب کے شاعر) ذوالرملہ نے کہا
ہے:۔ یہ لاغرا اور کمزور اونٹنیاں ہیں کہ جو یا تو بس ہرختی و صعبوت
کو جھیل کو اپنی جگہ پر بیٹھی رہتی ہیں اور یا یہ کہ ہم انہیں کسی بے
آب و گیاہ جنگل کے سفر میں لے جاتے ہیں تو وہاں جاتی ہیں
اور قزع رباب میں قزع چھوٹی چھوٹی بکھری ہوئی بدلیوں کو کہتے
ہیں اور شفاف زہاب میں شفاف کے معنی ٹھنڈی ہواؤں کے ہیں
اور زہاب ہلکی ہلکی بوند باندی کو کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے
کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں والی پھوہار۔ اور ذات کی لفظ جس کے
معنی والی ہوتے ہیں۔ ان جگہ خد فرمادی ہے۔ اس لیے کہ
سننے والا اسے خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

خطبہ ۱۱۴

وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.
أَرْسَلَهُ دَاعِيًا إِلَى الْحَقِّ وَشَاهِدًا عَلَى
الْخَلْقِ. فَبَلَغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ غَيْرَ وَاوٍ
وَلَا مَقْصُرٍ، وَجَاهَدَ فِي اللَّهِ أَعْدَاءَهُ
غَيْرَ وَاهِنٍ وَلَا مُعَدِّرٍ. إِمَامٌ مِنَ التَّقَى،
وَبَصَرٌ مِنَ اهْتَدَى (مِنْهَا) وَلَوْ تَعَلَّوْنَ
مَا أَعْلَمَ مِمَّا طَوَى عَنْكُمْ غَيْبَهُ. إِذَا
لَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعَدَاتِ تَبْكُونَ عَلَى
أَعْمَالِكُمْ، وَتَلْتَدِمُونَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ.
وَلَتَرَكْتُمْ أَمْوَالَكُمْ لَا حَارِسَ لَهَا وَلَا
خَالِفَ عَلَيْهَا وَلَهْمَتْ كُلُّ أَمْرِي مِنْكُمْ
نَفْسُهُ لَا يَلْتَفِتُ إِلَى غَيْرِهَا. وَلَكِنْكُمْ

اللہ نے آپ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے
والا بنا کر بھیجا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو
پہنچایا۔ نہ اُس میں کچھ سستی کی نہ کوتاہی اور اللہ کی راہ میں اس
کے دشمنوں سے جہاد کیا جس میں نہ کمزوری دکھائی، نہ حیلے
بہانے کئے، وہ پرہیزگاروں کے امام اور ہدایت پانے والوں
(کی آنکھوں) کے لیے بصارت اسی خطبہ کا ایک تجویز ہے۔ جو
چیزیں تم سے پردہ غیب میں لپیٹ دی گئیں ہیں۔ اگر تم بھی
انھیں جان لیتے، جس طرح میں جانتا ہوں، تو بلاشبہ تم اپنی
بد اعمالیوں پر روتے ہوئے اور اپنے نفسوں کا ماتم کرتے ہوئے
اور اپنے مال و متاع کو بغیر کسی نگہبان اور بغیر کسی نگہداشت
کرنے والے کے یونہی چھوڑ چھاڑ کر کھلے میدانوں میں نکل
پڑتے، اور ہر شخص کو اپنے ہی نفس کی پڑی ہوتی۔ کسی اور کی
طرف متوجہ ہی نہ ہوتا۔ لیکن جو تمہیں یاد دلایا گیا تھا اُسے تم

تَكْرُمُونَ بِاللّٰهِ عَلَىٰ عِبَادِهِۦٓ، وَلَا تُكْرِمُونَ
اللّٰهَ فِي عِبَادِهِۦ فَاعْتَبِرُوا يَا بَنِيٓ آدَمَ لَا تَمَسُّوهُ
مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَأَنْقِطَاعُكُمْ عَنْ أَوْصِلِ
إِخْوَانِكُمْ۔

خطبہ ۱۱۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَنْتُمْ الْأَنْصَارُ عَلَى الْحَقِّ، وَالْإِخْوَانُ فِي
الدِّينِ، وَالْجَنُّنُ يَوْمَ الْبَاسِ، وَالْبَطَانَةُ
دُونَ النَّاسِ بِكُمْ أَضْرَبُ الْمُدْبِرِ، وَأَرْجُو
طَاعَةَ الْمُقْبِلِ۔ فَأَعِينُونِي بِنَاصِحَةِ خَلِيَّةٍ
مِّنَ الْغُثِّ سَلِيمَةٍ مِنَ الرَّيْبِ۔ فَوَاللّٰهِ إِنِّي
لَأَدْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ۔

تم حق کے قائم کرنے میں (میرے) ناصر و مددگار ہو، اور دین
میں (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہو، اور سختیوں میں (میری)
سپہ ہو، اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی میرے رازدار ہو۔ تمہاری
مدد سے روگردانی کرنے والے پر میں تلوار چلاتا ہوں اور پیش
قدمی کرنیوالے کی اطاعت کی توقع رکھتا ہوں۔ ایسی خیر خواہی
کے ساتھ میری مدد کرو کہ جس میں دھوکا فریب ذرا نہ ہو، اور شک
و بدگمانی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اس لیے کہ میں ہی لوگوں (کی
امامت) کے لیے سب زیادہ اولیٰ و مقدم ہوں۔

خطبہ ۱۱۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
وَقَدْ جَمَعَ النَّاسَ وَحَضَّهُمْ عَلَى الْجِهَادِ
فَسَكَنُوا مَلِيًّا۔
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا بَالُكُمْ أَمْخَرَسُونَ
أَنْتُمْ؟ (فَقَالَ قَوْمٌ مِنْهُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
إِنْ سَرَتْ سِرَّنَا مَعَكَ فَقَالَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ، مَا بَالُكُمْ لَا سُدَّدْتُمْ لِرَشْدِي،
وَلَا هُدَيْتُمْ لِقَصْدِي أَفِي مِثْلِ هَذَا يَنْبَغِي
لِي أَنْ أَخْرُجَ؟ إِنَّمَا يَخْرُجُ فِي مِثْلِ
هَذَا رَجُلٌ مِّنْ أَرْضَالٍ مِنْ شُجْعَانِكُمْ

امیر المؤمنین علی السلام نے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں جہاد
پر آمادہ کرنا چاہا تو وہ لوگ دیر تک چپ رہے، تو آپ نے
فرمایا، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟ تو ایک گروہ
نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اگر آپ چلیں، تو ہم بھی آپ کے ہمراہ
چلیں گے۔ جس پر حضرت نے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے۔
تمہیں ہدایت کی توفیق نہ ہو اور نہ سیدھی راہ دیکھنا
نصیب ہو۔ کیا ایسے حالات میں میں ہی نکلوں۔ اس وقت تو
تمہارے جوان مردوں اور طاقتوروں میں سے جس شخص کو میں
پسند کروں اُسے جانا چاہئے میرے لیے مناسب نہیں کہ میں
لشکر، شہر، بیت المال زمین کے خراج کی فراہمی، مسلمانوں کے

نَسِيتُمْ مَا ذُكِّرْتُمْ، وَأَمِنْتُمْ مَا حُدِّرْتُمْ،
فَتَلَا عَنْكُمْ رَأْيَكُمْ، وَتَشَتَّتَ عَلَيْكُمْ
أَمْرُكُمْ۔ وَلَوْ دِدْتُ أَنَّ اللَّهَ فَرَّقَ بَيْنِي
وَبَيْنَكُمْ وَالْحَقَّقَنِي بَيْنَ هُوَ أَحَقُّ بِي
مِنْكُمْ۔ قَوْمٌ وَاللّٰهِ مَيَّامِينَ الرَّأْيِ،
مَرَا جِبِ الْجُلْمِ، مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ،
مَتَارِيكُ لِلْبَغْيِ۔ مَضَوْا قُدَمًا، عَلَى
الطَّرِيقَةِ وَأَوْجَفُوا عَلَى
السَّحَابَةِ، فَظَفَرُوا بِالْمُقْبَى الدَّائِمَةِ
وَالْكَرَامَةِ الْبَارِدَةِ۔ أَمَا وَاللّٰهِ لَيْسَلَطُنْ
عَلَيْكُمْ غَلَامٌ ثَقِيفٌ الدِّيَالُ الْمِيَالُ يَأْكُلُ
خَضِرَ تَكْمَ وَيَذِيبُ شَحْمَتَكُمْ إِيَّاهُ أَبَا
وَذَحَةَ۔ (أَقُولُ: الْوَذَحَةُ الْخُنْفَاءُ۔
وَهَذَا الْقَوْلُ يَوْمِي بِهِ إِلَى الْحَجَّاجِ
وَلَهُ مَعَ الْوَذَحَةِ حَدِيثٌ لَيْسَ هَذَا
مَوْضِعُ ذِكْرِهِ)

بھول گئے اور جن چیزوں سے تمہیں ڈرایا گیا تھا، اس سے تم
نڈر ہو گئے اس طرح تمہارے خیالات بھٹک گئے، اور تمہارے
سارے امور درہم و برہم ہو گئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میرے
اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے، اور مجھے اُن لوگوں سے
ملا دے، جو تم سے زیادہ میرے حقدار ہیں۔ خدا کی قسم وہ ایسے
لوگ ہیں جن کے خیالات مبارک اور سرکشی و بغاوت کو
چھورنے والے تھے وہ قدم آگے بڑھا کر اللہ کی راہ پر ہو لیے
اور سیدھی راہ پر (بے کھٹکے) دوڑے چلے گئے۔ چنانچہ انہوں
نے ہمیشہ رہنے والی آخرت اور عمدہ و پاکیزہ نعمتوں کو پالیا۔
تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم پر نبی ثقیف کا ایک لڑکا تسلط پالے
گا وہ دراز قد ہوگا، اور بل کھا کر چلے گا۔ وہ تمہارے تمام سبزہ
زاروں کو چر جائے گا۔

اور تمہاری چربی (تک) پگھلا دے گا۔ ہاں اے ابو ذحہ کچھ
اور۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ و ذحہ کے معنی خنفساء کے ہیں۔
آپ نے اپنے اس ارشاد سے حجّاج (ابن یوسف ثقفی) کی
طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا خنفساء سے متعلق ایک واقعہ ہے
جس کے بیان کرنے کا یہ محل نہیں ہے۔

۱۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حجّاج ایک دن نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا، تو خنفساء اس کی طرف بڑھا حجّاج نے ہاتھ بڑھا کر اُسے
روکنا چاہا۔ مگر اُس نے اسے کاٹ لیا جس سے اس کے ہاتھ پر درم آ گیا اور آخر اُس کے اثر سے اس کی موت واقع ہوئی۔
ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ و ذحہ اس کو برکوت کہتے ہیں جو کسی حیوان کی دم پر لگا رہ گیا ہو، اور ان کنیت سے مقصود اس کی تذلیل ہے۔

خطبہ ۱۱۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَلَا أَمْوَالَ بَدَلْتُمُوهَا لِلَّذِي رَزَقَهَا، وَلَا
أَنْفُسَ خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِي خَلَقَهَا۔

جس نے تم کو مال و متاع بخشا ہے اس کی راہ میں تم اُسے
صرف نہیں کرتے اور نہ اپنی جانوں کو اُس کے لیے خطرہ میں
ڈالتے ہو جس نے ان کو پیدا کیا ہے تم نے اللہ کی وجہ سے
بندوں میں عزت و آبرو پائی۔ لیکن اس کے بندوں کے ساتھ

وَذَوِي بَأْسِكُمْ، وَلَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَدَعَ الْجُنْدَ وَالْبَصَرَ وَبَيْتَ الْمَالِ وَجَبَايَةَ الْأَرْضِ وَالْقِضَاءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّظَرَ فِي حُقُوقِ الْمُطَالِبِينَ، ثُمَّ أَخْرَجَ فِي كَتِيبَةٍ أَتْبَعَ أُخْرَى اتَّقَلَّقُ تَقَلُّقَ الْقَدَحِ فِي الْجَفِيرِ الْفَارِغِ، وَإِنَّمَا أَنَا قُطْبُ الرَّحَى تَدُورُ عَلَيَّ وَأَنَا بِمَكَانِي، فَإِذَا فَارَقْتُهُ اسْتَحَارَ مَدَارُهَا وَاضْطَرَبَ ثُفَالُهَا هَذَا لَعَمْرُ اللَّهِ الرَّأْيُ السُّوءُ. وَاللَّهِ لَوْلَا رَجَائِي الشَّهَادَةَ عِنْدَ لِقَائِي الْعَدُوَّ لَوْ قَدْ حُمَّ لِي لِقَاؤُهُ. لَقَرَبْتُ لِكَابِي ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْكُمْ فَلَا أَطْلُبُكُمْ مَا اخْتَلَفَ جَنُوبٌ وَشَمَالٌ. إِنَّهُ لَا غِنَاءَ فِي كَثْرَةِ عَدُوِّكُمْ مَعَ قَلْبَةٍ اجْتِمَاعَ قُلُوبِكُمْ. لَقَدْ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ الَّتِي لَا يَهْلِكُ عَلَيْهَا إِلَّا هَالِكٌ مَنِ اسْتَقَامَ فَالِي الْجَنَّةِ وَزَلَّ فَالِي النَّارِ.

جنگ صفین کے بعد جب معاویہ کی فوجوں نے آپ کے مختلف علاقوں پر حملہ شروع کر دیئے تو ان کی روک تھام کے لیے آپ نے عراقیوں سے کہا۔ لیکن انہوں نے نالانے کے لیے یہ عذر تراشا کہ اگر آپ فوج کے ہمراہ چلیں تو ہم بھی چلنے کو تیار ہیں جس پر حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا، اور اپنی مجبور یوں کو واضح کیا کہ اگر میں چلوں تو مملکت کا نظم و ضبط برقرار نہیں رہ سکتا اور اس عالم میں کہ دشمن کے حملے چاروں طرف سے شروع ہو چکے ہیں۔ مرکز کو خالی رکھنا مصلحت کے خلاف ہے مگر ان لوگوں سے کیا توقع کی جاسکتی تھی جنہوں نے صفین کی فتح کو شکست سے بدل کر ان حملوں کا دروازہ کھول دیا ہو۔

خطبہ ۱۱۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. خدا کی قسم مجھے پیغاموں کے پہنچانے، وعدوں

تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ تَبْلِيغَ الرِّسَالَاتِ، وَإِتْمَامَ الْعِدَاتِ، وَتِمَامَ الْكَلِمَاتِ وَعِنْدَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ أَبْوَابُ الْحَكَمِ وَضِيَاءُ الْأَمْرِ. إِلَّا وَإِنْ شَرَّ آئِعِ الدِّينِ وَاحِدَةٌ، وَسُبُلُهُ قَاصِدَةٌ. مَنْ أَخَذَ بِهَا لِحَقٍّ وَغَنِمَ، وَمَنْ وَقَفَ عَنْهَا ضَلَّ وَنَدِمَ. عَمَلُوا لِيَوْمٍ تَذْخِرُ لَهُ الدَّخَائِرُ، وَتُبْلَى فِيهِ السَّرَائِرُ. وَمَنْ لَا يَنْفَعُهُ حَاضِرٌ لَبَّهِ فَعَازِبُهُ عَنْهُ أَعْجَرُ وَغَائِبُهُ أَعْوَدُ. وَاتَّقُوا نَارًا حَرُّهَا شَدِيدٌ وَقَعْرُهَا بَعِيدٌ، وَحَلِيتُهَا حَدِيدٌ أَشْرَ أَبْهَاصِدِيدٌ، إِلَّا وَإِنَّ اللِّسَانَ الصَّالِحَ يَجْعَلُهُ اللَّهُ تَعَالَى لِلْسَرِّ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُوْرُثُهُ مَنْ لَا يَحْمِلُهُ.

اگر انسان جیتے جاگتے اپنے اختیار سے کسی کو کچھ دے جائے تو لینے والا اُس کا احسان مند ہوتا ہے لیکن جو مال مجبوری سے چھین جائے، تو چھین لینے والا اپنے کو اس کا زیر احسان نہیں سمجھتا اور نہ اُسے سراہتا ہے یہی حالت مرنے والے کی ہوتی ہے۔ کہ اس کے درناؤ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ چھوڑ گیا ہے وہ ہمارا حق تھا کہ جو ہمیں ملنا چاہیے تھا۔ اس میں اس کا احسان ہی کیا کہ اسے سراہا جائے۔ لیکن اسی مال سے اگر وہ کوئی اچھا کام کر جاتا، تو دنیا میں اس کا نام بھی رہتا اور دنیا والے اس کی تحسین و آفرین بھی کرتے۔ خنک کے کہ پس از دے حدیث خبر کنند کہ جز حدیث نے ماند از بنی آدم

خطبہ ۱۱۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھ کر وَقَدْ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: آپ کے سامنے آیا اور کہا کہ یا امیر المومنین پہلے تو نَهَيْتَنَا عَنِ الْحُكُومَةِ ثُمَّ أَمَرْتَنَا بِهَا فَمَا نَذَرِي أَى الْأَمْرَيْنِ أَرَشَدُ؟ فَصَفَّقَ آپ نے ہمیں تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دیا۔ نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات

عَلَيْهِ السَّلَامُ أَحَدَى يَدَيْهِ عَلَى
الْأُخْرَى ثُمَّ قَالَ:

هَذَا جَزَاءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ أَمَا وَاللَّهِ
لَوْ أَنِّي حَيَّنَ أَمْرُتُكُمْ بِمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ
حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوهِ الَّذِي يَجْعَلُ اللَّهُ
فِيهِ خَيْرًا فَإِنِ السَّتَقْتُمْ هَدَيْتُكُمْ، وَإِنِ
اعْوَجَجْتُمْ قَوْمْتُكُمْ، وَإِنِ ابْتَيْتُمْ
تَدَارَكْتُكُمْ، لَكَانَتِ الْوُثْقَى، وَلَكِنْ بَيْنَ
وَالِى مَنْ؟ أُرِيدُ أَنْ أَدَاوِيَ بِكُمْ وَأَنْتُمْ
دَائِي، كَنَاقِشِ الشُّوْكَةَ بِالشُّوْكَةِ وَهُوَ يَعْلَمُ
أَنْ ضَلَعَهَا مَعَهَا۔ اَللّٰهُمَّ قَدْ مَلَّتْ اَطْبَاءُ
هَذَا الدَّاءِ الدَّوِي، وَكَلَّتِ النَّزْعَةُ
بِاشْطَانِ الرُّكْبَى اَيْنَ الْقَوْمِ الَّذِي دُعُو اِلَى
الْاِسْلَامِ فَقَبِلُوهُ۔ وَقَرَأُوا الْقُرْآنَ
فَاحْكُمُوهُ۔ وَهَبِجُو اِلَى الْقِتَالِ فَوَلَّوْا۔
وَوَلَّاهُ الْبِقَاحِ اِلَى اَوْلَادِهَا، وَسَلَبُوا
السُّيُوفَ اَعْمَادَهَا۔ وَاَخَذُوا بِاطْرَافِ
الْاَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَصَفًا صَابَ بَعْضُ
هَلَاكَ وَبَعْضُ نَجَا۔ لَا يُبَشِّرُونَ بِالْاَحْيَاءِ،
وَلَا يُعْزُونَ عَنِ الْمَوْتِ۔ مَرَّةً الْعَيُونَ مِنْ
الْبُكَاءِ خُمْصُ الْبَطُونِ مِنَ الصِّيَامِ۔ ذَبِيلُ
الشِّفَاءِ مِنَ الدُّعَاءِ۔ صُفْرُ الْاَلْوَانِ مِنَ
الشَّهْرِ۔ عَلَى وَجْهِهِمْ غَبْرَةُ الْخَالِشِيِّينَ۔
اُولَئِكَ اِخْوَانِي الدَّاهِبُونَ۔ فَحَقُّ لَنَا اَنْ

زیادہ صحیح ہے۔ (یہ سن کر) حضرت نے اپنے ہاتھ پر
ہاتھ مارا، اور فرمایا،

جس نے عہد وفا کو توڑ دیا ہو، اُس کی یہی پاداش ہوا کرتی
ہے۔ خدا کی قسم! جب میں نے تمہیں تحکیم کے مان لینے کا حکم
دیا تھا اگر اسی امرنا گوار (جنگ) پر تمہیں ٹھہرائے رکھتا کہ جس
میں اللہ تمہارے لئے بہتری ہی کرتا۔ چنانچہ تم اس پر جے
رہتے، تو میں تمہیں سیدھی راہ پر لے چلتا اور اگر ٹیڑھے
ہوتے تو تمہیں سیدھا کر دیتا اور اگر انکار کرتے تو تمہارا
تدارک کرتا تو بلاشبہ یہ ایک مضبوط طریق کار ہوتا۔ لیکن کس
کی مدد سے، اور کس کے بھروسے پر؟ میں تم سے اپنا چارہ
چاہتا تھا اور تم ہی میرا مرض نکلے جیسے کانٹے کو کانٹے سے
نکلنے والا کہ وہ جانتا ہے کہ یہ بھی اسی کی طرف جھکے گا۔ خدا یا
اس موذی مرض سے چارہ گر عاجز آگئے ہیں، اور اس کنوئیں
کی رسیاں کھینچنے والے تھک کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ لوگ کہاں
ہیں کہ جنہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی، تو انہوں نے
اُسے قبول کر لیا اور قرآن کو پڑھا، تو اس پر عمل بھی کیا۔ جہاد
کے لئے انہیں ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے، جیسے
دودھ دینے والی اونٹیاں اپنے بچوں کی طرف۔ انہوں نے
تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا، اور دستہ بدستہ اور صف
بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پالیا۔ (ان
میں سے کچھ مر گئے، کچھ بچ گئے، نہ زندہ رہنے والوں کے
مژدہ ہے وہ خوش ہوتے ہیں اور نہ مرنے والوں کی تعزیت
سے متاثر ہوتے ہیں۔ رونے سے اُن کی آنکھیں سفید،
روزوں سے اُن کے پیٹ لاغر، دعاؤں سے اُن کے ہونٹ
خشک اور جاگنے سے اُن کے رنگ زرد ہو گئے تھے اور فروتنی و
عاجزی کرنے والوں کی طرح اُن کے چہرے خاک آلود
رہتے تھے۔ یہ میرے وہ بھائی تھے، جو (دنیا سے) گزر گئے۔

نَظْمَاءَ إِلَيْهِمْ وَنَعَضَ الْأَيْدَى عَلَى
فِرَاقِهِمْ۔ إِنَّ الشَّيْطَانَ يُسْتَبَى لَكُمْ
طَرَفَهُ، وَيُرِيدُ أَنْ يَحُلَّ دَيْنَكُمْ عُقْدَةً
عُقْدَةً، وَيُعْطِيَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ۔
فَاصْدِقُوا عَنْ نَزَاغِهِ وَنَفَثَاتِهِ۔ وَاقْبَلُوا
النَّصِيحَةَ مِمَّنْ أَهْدَاهَا إِلَيْكُمْ، وَاعْقِلُوا
عَلَى أَنْفُسِكُمْ۔

تشریح:-

اب ہم حق بجانب ہیں۔ اگر ان کے دید کے پیاسے ہوں، اور
اُن کے فراق میں اپنی بوٹیاں کاٹیں۔ بے شک تمہاری لئے
شیطان نے اپنی راہیں آسان کر دی ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ
تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول دے اور تم میں یکجائی کے
بجائے پھوٹ ڈلوائے تم اُس کے وسوسوں اور جھاڑ پھونک
سے منہ موڑے رہو، اور نصیحت کی پیش کش کرنے والے کا ہدیہ
قبول کرو، اور اپنے نفسوں میں اس کی گرہ باندھ لو۔

امیر المومنین کے پرچم کے نیچے جنگ کرنے والے گو آپ ہی کی جماعت میں شمار ہوتے تھے۔ مگر جن کی آنکھوں میں آنسو
چہروں پر زردی، زبانوں پر قرآنی نغمہ، دلوں میں ایمانی ولولہ، پیروں میں ثبات و قرار، روح میں عزم و ہمت اور نفس میں صبر و
استقامت کا جو ہر ہوتا تھا، انہی کو صحیح معنوں میں شیخان علی کہا جاتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جن کی جدائی میں امیر المومنین کے
دل کی بے تابیاں آہ بن کر زبان سے نکل رہی ہیں، اور آتش فراق کے لو کے قلب و جگر کو پھونکنے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو
دیوانہ وار موت کی طرف لپکتے تھے، اور بچ رہنے پر انہیں مسرت و شادمانی نہ ہوتی تھی بلکہ ان کے دل کی آواز یہ ہوتی تھی، کہ

شرمندہ ماندہ ایم کہ چرا زندہ ماندہ ایم

جس انسان میں ان صفات کی تھوڑی بہت جھلک ہوگی، وہی متبع آل محمد (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، اور شیعہ علی علیہ
السلام کہلا سکتا ہے۔ ورنہ یہ ایک ایسی لفظ ہوگی، جو اپنے معنی کو کھو چکا ہو۔ اور بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے اپنی عظمت کو گنوا چکا
ہو۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ امیر المومنین نے ایک جماعت کو اپنے دروازہ پر دیکھا، تو قنبر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ قنبر نے کہا کہ یا
امیر المومنین یہ آپ کے شیعہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت کی پیشانی پر بل آیا اور فرمایا۔ ”مالی لا ادی فیہم سبب الشیعۃ“ کیا وجہ
ہے کہ یہ شیعہ کہلاتے ہیں، اور ان میں شیعوں کی کوئی بھی علامت نظر نہیں آتی۔“ اس پر قنبر نے دریافت کیا کہ شیعوں کی علامت کیا
ہوتی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا۔

خُمْصُ الْبَطُونِ مِنَ الطَّوْلِ يَبْسُ الشِّفَاةِ بھوک سے اُنکے پیٹ لاغر، پیاس سے اُنکے ہونٹ خشک
مِنَ الظُّبَاءِ عَمَشَ الْعَيُونِ مِنَ الْبُكَاءِ اور رونے سے اُن کی آنکھیں بے رونق ہو گئی ہوتی ہیں۔

خطبہ ۱۲۰

جب خوارج تحکم کے نہ ماننے پراڑ گئے، تو حضرت ان کے پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: کیا تم سب کے سب ہمارے ساتھ صفین میں موجود تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کچھ تھے اور کچھ نہیں تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ پھر تم دو گروہوں میں الگ الگ ہو جاؤ۔ ایک وہ جو صفین میں موجود تھا اور ایک وہ جو وہاں موجود نہ تھا، تاکہ میں ہر ایک سے جو گفتگو اس سے مناسب ہو وہ کروں اور لوگوں سے پکار کر کہا۔ کہ بس اب (آپس میں) بات چیت نہ کرو، اور خاموشی سے میری بات سنو اور دل سے توجہ کرو، اور جس سے ہم گواہی طلب کریں وہ اپنے علم کے مطابق (جو ان کی توں) گواہی دے۔ پھر حضرت نے ان لوگوں سے ایک طویل گفتگو فرمائی۔

مجملہ اس کے یہ فرمایا کہ جب ان لوگوں نے حیلہ و کمر اور جعل و فریب سے قرآن (نیزوں پر) اٹھائے تھے تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ

وہ ہمارے بھائی بند اور ہمارے ساتھ (اسلام کی) دعوت قبول کرنے والے ہیں۔ اب چاہتے ہیں کہ ہم جنگ سے ہاتھ اٹھالیں اور وہ اللہ سبحانہ کی کتاب پر (سجھوتہ کے لئے) ٹھہر گئے ہیں۔ صحیح رائے یہ ہے کہ ان کی بات مان لی جائے اور ان کی گلو خلاصی کی جائے، تو میں نے تم سے کہا تھا کہ اس چیز کے باہر ایمان اور اندر کینہ و عناد ہے اس کی ابتداء شفقت و مہربانی اور نتیجہ ندامت و پشیمانی ہے۔ لہذا تم اپنے رویہ پر ٹھہرے رہو، اور اپنی راہ پر مضبوطی سے جبرے رہو۔ اور جہاد کے لئے اپنے دانتوں کو بھیج لو اور اس چلانے والے کی طرف دھیان نہ دو کہ اگر اس کی آواز پر لبیک کہی گئی تو یہ گمراہ کرے گا اور اگر اسے یونہی رہنے دیا جائے تو ذلیل ہو کر رہ جائے گا

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ لِلْخَوَارِجِ وَقَدْ خَرَجَ إِلَى
مُعَسَّكِرِهِمْ وَهُمْ مُقِيمُونَ عَلَى انْكَارِ
الْحُكُومَةِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَكُلُّكُمْ
شَهِدٌ مَعَنَا صَفِّينَ؟ فَقَالُوا: مِنَّا مَنْ
شَهِدَ وَمِنَّا مَنْ لَمْ يَشْهَدْ: قَالَ فَاِمْتَاذُوا
فِرْقَتَيْنِ- فَلْيَكُنْ مِنْ شَهِدٍ صَفِّينَ فِرْقَةٌ
وَمَنْ لَمْ يَشْهَدْ هَا فِرْقَةٌ حَتَّى أَكَلِمَ كُلًّا
مِّنْكُمْ بِكَلَامِهِ وَنَادَى النَّاسَ فَقَالَ اَمْسِكُوا
عَنِ الْكَلَامِ، وَانْصِتُوا لِقَوْلِي، وَاقْبَلُوا
بِأَفْنِدَتِكُمْ إِلَى فَمَنْ نَشَدْنَا شَهَادَةً
فَلْيَقُلْ بِعَلْمِهِ فِيهَا: ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ
السَّلَامُ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ (مِنْهُ)

أَلَمْ تَقُولُوا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْبَصَاحَةَ
حِيلَةً وَغِيْلَةً وَمَكْرًا وَخَدِيْعَةً-

إِخْوَانِنَا وَأَهْلُ دَعْوَتِنَا اسْتَقَالُونَا
وَأَسْتَرَا حُورًا إِلَى كِتَابِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ
فَالرَّأْيُ الْقَبُولُ مِنْهُمْ وَالتَّنْفِيسُ عَنْهُمْ
فَقُلْتُ لَكُمْ: هَذَا أَمْرٌ ظَاهِرٌ لَا إِيمَانُ
وَبَاطِنُهُ عُدُوَانٌ وَأَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَآخِرُهُ
نَدَامَةٌ: فَاقْبَلُوا عَلَيَّ شَائِكُمْ وَالزَّمُوا
طَرِيقَتَكُمْ وَاعْضُوا عَلَى الْجِهَادِ

نہج البلاغہ

جلد دوم

خطبہ ۱۲۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
قَالَ لِأَصْحَابِهِ فِي سَاحَةِ الْحَرْبِ،
وَأَيُّ أَمْرٍ مِّنْكُمْ أَحْسَنَ مِنْ نَفْسِهِ
رِبَاطَةً جَاشٍ عِنْدَ اللَّقَاءِ وَدَأَى مِنْ
أَحَدٍ مِّنْ إِخْوَانِهِ فَشَلًّا فَلْيَدْبُ عَنْ
أَخِيهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ الَّتِي فَضَّلَ بِهَا
عَلَيْهِ كَمَا يَدْبُ عَنْ نَفْسِهِ۔ فَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
لَجَعَلَهُ مِثْلَهُ۔ إِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَيْثُ لَا
يَفُوتُهُ الْمُقِيمُ وَلَا يُعْجِزُهُ الْهَارِبُ إِنَّ
أَكْرَمَ الْمَوْتَ الْقَتْلُ وَالَّذِي نَفْسُ ابْنِ
أَبِي طَالِبٍ بِيَدِهِ لَا لَفَ ضَرْبَةٍ ۚ بِالسَّيْفِ
أَهْوَنَ عَلَى مَنْ مَيِّتَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ
وَمِنْهَا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْكُمْ تَكْشُونَ
كَشِيشَ الضُّبَابِ لَا تَأْخُذُونَ حَقًّا وَلَا
تَنْنَعُونَ ضَمِيمًا۔ قَدْ خَلَيْتُمْ وَالطَّرِيقُ
فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ وَالْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ۔

جنگ کے میدان میں اپنے اصحاب سے فرمایا۔
تم میں سے جو شخص بھی جنگ کے موقع پر اپنے دل میں
آثار دیکھے تو اُسے چاہئے کہ اپنی شجاعت کی برتری کے ذریعہ سے
جس کے لحاظ سے وہ اس پر فوقیت رکھتا ہے اس سے (دشمنوں کو)
اسی طرح دور کرے، جیسے انہیں اپنے سے دور ہٹاتا ہے۔ اس لئے کہ
اگر اللہ چاہے تو اُسے بھی ویسا ہی کر دے۔ بیشک موت تیزی سے
ڈھونڈھنے والی ہے۔ نہ ٹھہرنے والا اس سے بچ کر نکل سکتا ہے اور
نہ بھاگنے والا اُسے عاجز کر سکتا ہے۔ بلاشبہ قتل ہونا عزت کی موت
ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابن ابی طالب
کی جان ہے کہ بستر پر اپنی موت مرنے سے تلوار کے ہزار وار کھانا
مجھے آسان ہے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم
(شکست و ہزیمت کے وقت) اس طرح کی آوازیں نکال رہے ہو
جس طرح سوساروں کے اژدہا کے وقت ان کے جسموں کے
رگڑ کھانے کی آواز ہوتی ہے نہ تم اپنا حق لیتے ہو، اور نہ تو بن آمیز
زیادتیوں کی روک تھام کر سکتے ہو۔ تمہیں راستے پر کھلا چھوڑ دیا گیا
ہے۔ نجات اس کے لئے ہے جو اپنے کو جنگ میں جھونک دے
اور جو سوجھتا ہی رہ جائے اس کے لئے ہلاکت و تباہی ہے۔

خطبہ ۱۲۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
فِي حَيْثُ أَصْحَابِهِ عَلَى الْقِتَالِ
فَقَلِّمُوا الدَّرْعَ، وَأَخْجِرِ الْحَاسِرَ وَ
عَضُّوا عَلَى الْأَضْرَاسِ فَإِنَّهُ أَنْبَى

اپنے اصحاب کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے فرمایا
زرہ پوش کو آگے رکھو اور بے زرہ کو پیچھے کر دو اور دانتوں
کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اچٹ جاتی ہیں اور
نیزوں کی اینٹوں کو پہلو بدل کر خالی دیا کرو کہ اس سے اُن سے
ان کے رخ پلٹ جاتے ہیں آنکھیں جھکائے رکھو کہ اس سے

بَنُوا جِدْكُمْ: وَلَا تَلْتَفِتُوا إِلَى نَاعِي نَعَقٍ: إِنَّ أُجِيبَ أَضَلَّ وَإِنْ تُرِكَ ذَلَّ۔ وَقَدْ كَانَتْ لِهَذِهِ الْفِعْلَةِ، وَقَدْ رَأَيْتُكُمْ أَعْطَيْتُمُوهَا وَاللَّهُ لَيَنْ أَبَيْتُهَا مَا وَجَبَتْ عَلَى فَرِيضَتِهَا وَلَا حَسْلَنِي اللَّهُ ذَنْبَهَا، وَاللَّهُ إِنْ جَحَّتْهُ إِنْنِي لِلْحَقِّ الَّذِي يَتَّبِعُ وَإِنَّ الْكِتَابَ لَنَعَى، مَا فَارَقْتُهُ مُدَّصِحْتُهُ۔ فَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَإِنَّ الْقَتْلَ لَيَدُورُ عَلَى الْأَبْسَاءِ وَالْأَبْنَاءِ وَالْإِخْوَانِ وَالْقَرَابَاتِ، فَمَا نَزْدَادُ عَلَى كُلِّ مُصِيبَةٍ وَشِدَّةٍ إِلَّا إِسْنَاءً، وَمُضِيًّا عَلَى الْحَقِّ وَتَسْلِيًّا لِلْأَمْرِ وَصَبْرًا عَلَى مَضَضِ الْجَرَاحِ: وَلَكِنَّا إِنَّمَا أَصْبَحْنَا نَقَاتِلُ إِخْوَانَنَا فِي الْإِسْلَامِ عَلَى مَا دَخَلَ فِيهِ مِنَ الزَّيْغِ وَالْأَعْوَجَاجِ وَالشُّبُهَةِ۔ وَالتَّوِيلُ فَإِذَا طَمَعْنَا فِي حَصَلَةٍ يَلُمُّ اللَّهُ بِهَا شَعْنَنَا وَنَتَدَلَّى بِهَا إِلَى الْبَقِيَّةِ فِيمَا بَيْنَنَا وَرَغْبَتَنَا فِيهَا وَأَمْسَكْنَا عَمَّا سِوَاهَا۔

(لیکن) جب تکمیل کی صورت انجام پاگئی تو میں تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم ہی اس پر رضا مندی دینے والے تھے۔ خدا کی قسم! اگر میں نے اس سے انکار کر دیا ہوتا تو مجھ پر اس کا کوئی فریضہ واجب نہ ہوتا اور نہ اللہ مجھ پر اس (کے ترک) کا گناہ عائد کرتا اور قسم بخدا اگر میں اس کی طرف بڑھا تو اس صورت میں بھی میں ہی وہ حق پرست ہوں جس کی پیروی کی جانا چاہئے اور کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے میں اس سے الگ نہیں ہوا۔ ہم (جنگوں میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور قتل ہونے والے وہی تھے جو ایک دوسرے کے باپ، بیٹے، بھائی اور رشتہ دار ہوتے تھے۔ لیکن ہر مصیبت اور سختی میں ہمارا ایمان بڑھتا تھا۔ اور حق کی پیروی اور دین کی اطاعت میں زیادتی ہوتی تھی اور زخموں کی ٹیسوں پر صبر میں اضافہ ہوتا تھا۔ مگر اب ہم کو ان لوگوں سے کہ جو اسلام کی رو سے ہمارے بھائی کہلاتے ہیں جنگ کرنا پڑ گئی ہے، چونکہ (ان کی وجہ سے) اس میں گمراہی، کجی، شبہات اور غلط سلط و بیانات داخل ہو گئے ہیں تو جب ہمیں کوئی ایسا ذریعہ نظر آئے کہ جس سے (ممکن ہے) اللہ تعالیٰ ہماری پریشانیوں کو دور کر دے، اور اس کی وجہ سے ہمارے درمیان جو باقی ماندہ (لگاؤ) رہ گیا ہے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے قریب ہوں تو ہم اسی کے خواہش مند رہیں گے اور کسی دوسری صورت سے جو اس کے خلاف ہو ہاتھ روک لیں گے۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ تین ایسے ٹکروں پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے سے غیر مرتبط ہیں، چونکہ علامہ سید رضی حضرت کے خطبوں کا کچھ حصہ منتخب کرتے تھے اور کچھ درج نہ کرتے تھے جس سے سلسلہ کلام ٹوٹ جاتا تھا اور ربط برقرار نہ رہتا تھا۔ چنانچہ ایک ٹکڑا ان ترک ذیل پر اور دوسرا ممبر اعلیٰ مفض الجراح پر ختم ہوتا ہے اور تیسرا آخر کلام تک ہے۔

اس سے معاویہ یا عمرو بن عاص مراد ہے۔

الْأَضْرَاسَ فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلْسُيُوفِ عَنِ
الْهَامِ وَالْتَوُوا فِي أَطْرَافِ الرِّمَاحِ فَإِنَّهُ
أَمُورٌ لِلْأَسِنَّةِ، وَغُضُوءٌ لِلْبَصَارِ فَإِنَّهُ
أَرَبَطُ لِلْجَاشِ وَأَسْكَنُ لِلْقُلُوبِ
وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشْلِ
وَرَأَيْتُكُمْ فَلَا تُبِيلُوهَا وَلَا تُخْلُوهَا، وَلَا
تَجْعَلُوهَا إِلَّا بِأَيْدِي شُجْعَانِكُمْ
وَالْمَانِعِينَ الدِّمَارَ مِنْكُمْ، فَإِنَّ الصَّابِرِينَ
عَلَى نَزْوِلِ الْحَقَائِقِ هُمُ الَّذِينَ يَحْفُونَ
بِرَأْيَا تِهِمْ وَيَكْتَفُونَهَا حِفَا فِيهَا وَوَرَاءَ
هَآؤَ أَمَامَهَا۔ وَلَا يَتَأَخَّرُونَ عَنْهَا
فَسَلْبُوهَا وَلَا يَتَقَدَّمُونَ عَلَيْهَا
فَيَفْرُدُوهَا أَجْزَاءَ أَمْرُؤَاقِرْنَهُ وَأَسَى أَخَاهُ
بِنَفْسِهِ وَلَمْ يَكِلْ قِرْنَهُ إِلَى أَخِيهِ
فَيَجْتَبِعَ عَلَيْهِ قِرْنَهُ وَقِرْنُ أَخِيهِ وَآيَمٌ
لِلَّهِ لَئِنْ فَرَدْتُمْ مِنْ سَيْفِ الْعَاجِلِ لَا
تَسْلَمُوا مِنْ سَيْفِ الْآخِرَةِ: وَأَنْتُمْ لَهَا
مِيمُ الْعَرَبِ وَالسَّنَامُ الْأَعْظَمُ۔ إِنَّ فِي
الْفِرَارِ مَوْجِدَةَ اللَّهِ، وَالذُّلُّ اللَّازِمُ وَ
الْعَارُ الْبَاقِي: وَإِنَّ الْفَارَ لَغَيْرَ مَزِيدٍ فِي
عُمُرِهِ وَلَا مَحْضُورَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَوْمِهِ
الرَّائِحِ إِلَى اللَّهِ كَالظَّمَانِ يَرِدُ الْمَاءَ
الْجَنَّةَ تَحْتَ أَطْرَافِ الْعَوَالِي۔ الْيَوْمَ
تُبْلَى الْأَخْبَارُ۔ وَاللَّهُ لَا نَأْشُوقُ إِلَى

لِقَائِهِمْ مِنْهُمْ إِلَى دِيَارِهِمْ: اللَّهُمَّ فَإِنْ
رَدُّوا الْحَقَّ فَافْضُضْ جَمَاعَتَهُمْ وَشَتِّتْ
كَلِمَتَهُمْ، وَأَبْسِلْهُمْ بِخَطَايِهِمْ إِنَّهُمْ لَنْ
يَزُولُوا عَنْ مَوَاقِفِهِمْ دُونَ طَعْنِ دِرَاكٍ،
يُخْرِجُ مِنْهُ النَّسِيمُ، وَضَرْبُ يَفْلِقُ الْهَامَ
وَيُطَيِّحُ الْعِظَامَ، وَيَنْدِرُ السَّوَاعِدَ
وَالْأَقْدَامَ وَحَتَّى يُرْمَوْا بِالْمَنَاسِيرِ تَتَّبِعُهَا
الْمَنَاسِيرُ: وَيُرْجَمُوا بِالْكَتَائِبِ تَقْفُوَهَا
الْحَلَائِبُ: وَحَتَّى يُجَرَّبِلَادِهِمُ الْخَمِيسُ
يَتَلَوُّهُ الْخَمِيسُ، وَحَتَّى تَدْعَى الْخَيُْولُ
فِي نَوَاحِرِ أَرْضِهِمْ، وَبِأَعْنَانِ مَسَارِبِهِمْ
وَمَسَارِحِهِمْ وَأَقُولُ: الدَّعَقُ: الدَّقُّ أَيْ
تَدَقُّ الْخَيُْولُ بِحَوَافِرِهَا أَرْضَهُمْ وَ
نَوَاحِرُ أَرْضِهِمْ مُتَقَابِلَاتُهَا۔ يُقَالُ مَنَادِلُ
بَنِي فَلَانٍ تَتَنَاحَرُ، أَيْ تَتَقَابَلُ۔
تشریح:-

۱۔ حضرت نے یہ خطبہ جنگ صفین کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ یہ جنگ امیر المومنین اور امیر شام معاویہ کے درمیان ۳۵ھ میں
خون عثمان کے قصاص کے نام سے لڑی گئی مگر اصل حقیقت اس کے علاوہ کچھ بھی تھی کہ امیر شام حضرت عمر کے عہد سے شام کا
خود مختار حکمران چلا آرہا تھا حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کر کے شام کی ولایت سے دستبردار ہونا نہ چاہتا تھا اور قتل عثمان سے
فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنا چاہتا تھا جیسا کہ بعد کے واقعات اس کے شاہد ہیں کہ اس نے حکومت حاصل
کر لینے کے بعد خون عثمان کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اٹھایا اور بھولے سے بھی قاتلین عثمان کا نام نہ لیا۔ امیر المومنین کو
اگرچہ پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ اس نے ایک نہ ایک دن جنگ ضرور ہوگی۔ تاہم اس پر اتمام حجت کر دینا ضروری تھا اس
لئے جب ۱۲ رجب روز دوشنبہ ۳۵ھ میں جنگ جمل سے فارغ ہو کر واد کو فہوئے تو جریر ابن عبد اللہ بنی کلب کو خط دے کر
معاویہ کے پاس دمشق روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا کہ مہاجرین و انصار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں لہذا تم بھی میری
اطاعت قبول کرتے ہوئے پہلے بیعت کرو اور پھر قتل عثمان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو، تاکہ میں کتاب و سنت کے مطابق

اس کا فیصلہ کروں مگر معاویہ نے جریر کو چیلے بہانوں سے روک لیا اور عروا بن عاص سے مشورہ کرنے کے بعد خون عثمان کے بہانہ سے بغاوت شروع کر دی اور شام کے سربراہ آوردہ لوگوں کے ذریعہ تنگ نظر و نا فہم عوام کو یقین دلادیا کہ حضرت عثمان کے قتل کی ذمہ داری حضرت علی پر عائد ہوتی ہے اور وہی اپنے طرز عمل سے محاصرہ کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنے والے اور انہیں اپنے دامن میں پناہ دینے والے ہیں اور ادھر حضرت عثمان کا خون آلودہ پیرا بن اور ان کی زوجہ نائلہ بنت خرفصہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر لٹکا دیں۔ جس کے گرد ستر ہزار شامی دھاڑیں مار مار کر روتے اور قصاص عثمان کے عہد و بیان باندھتے تھے۔ جب معاویہ نے شامیوں کے جذبات اس حد تک بھڑکا دیئے کہ وہ جان دینے اور کٹ مرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تو خون عثمان کے قصاص پر ان سے بیعت لی اور حرب و پیکار کے سروسامان کرنے میں مصروف ہو گیا اور جریر کو یہ سارا نقشہ دکھا کر کامران رخصت کر دیا۔

جب امیر المومنین کو جریر ابن عبداللہ کی زبانی ان واقعات کا علم ہوا تو آپ اس کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئے اور مالک بن حبیب یروبی کو وادی نخیلہ میں فوجوں کی فراہمی کا حکم دیا۔ چنانچہ کوفہ اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں پر جوق در جوق آنے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کی تعداد اسی ہزار سے متجاوز ہو گئی۔ حضرت نے پہلے آٹھ ہزار کا ایک ہر اول دستہ زیاد بن نصر حارثی کی زیر قیادت اور چار ہزار کا ایک دستہ شریح بن ہانی کی زیر سرکردگی شام کی جانب روانہ کیا اور اس مقدمہ پیش کش کی روداگی کے بعد ۵۵ شوال روز چہار شنبہ خود بھی بقایا لشکر کو لے کر شام کی جانب چل دیئے جب حدود کوفہ سے نکلے تو نماز ظہر ادا فرمائی اور ویرا بوموی، نہر نرس قبلہ قبیل، بابل، دیرکعب، کربلا، ساباط، بہریر، انبار اور بزیہ میں منزل کرتے ہوئے مقام رقتہ پر پہنچے۔ یہاں کے لوگ حضرت عثمان کے ہوا خواہ تھے اور یہیں پر ساک ابن مخرمہ اسدی بنی اسد کے آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ مقیم تھا۔ یہ لوگ امیر المومنین سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس جانے کے لئے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے حضرت کی فوج کو دیکھا تو دریائے فرات پر سے کشتیوں کا پل اتار دیا تاکہ آپ کی فوج ادھر سے دریا کو عبور کر کے دوسری طرف نہ جاسکے۔ مگر مالک اشتر کے ڈرانے دھمکانے سے وہ لوگ خوفزدہ ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے کے بعد کشتیوں کو پھر سے جوڑ دیا جس سے حضرت اپنے لشکر سمیت گزر گئے۔ جب دریا کے اس پار اترے تو دیکھا کہ زیاد اور شریح بھی اپنے اپنے دستوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہیں چونکہ ان دونوں نے دریائے فرات کے کنارے خشکی کا راستہ اختیار کیا تھا اور یہاں پہنچ کر جب انہیں معلوم ہوا کہ امیر شام اپنی فوجوں کے ہمراہ فرات کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ شامی فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں گے امیر المومنین کے انتظار میں ٹھہر گئے تھے جب ان لوگوں نے اپنے رک جانے کی وجہ بیان کی تو حضرت نے ان کے عذر کو صحیح قرار دیا اور یہاں سے پھر انہیں آگے کی جانب روانہ کر دیا۔ جب یہ فیصلہ روم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ابوالاعور سلمی سپاہ شام کے ساتھ چھاؤنی ڈالے ہوئے ہے۔ ان دونوں نے امیر المومنین کو اس کی اطلاع دی جس پر حضرت نے مالک بن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر ان کے عقب میں روانہ کر دیا اور انہیں تاکید فرمادی کہ جنگ میں پہل نہ کریں اور جہاں تک بن پڑے انہیں سمجھانے بجھانے اور حقیقت حال پر مطلع کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ مالک اشتر نے وہاں پہنچ کر ان کے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ جنگ تو ہر وقت شروع کی جاسکتی تھی مگر انہوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ کوئی ایسا اقدام کیا کہ جس سے جنگ کے چھڑنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی۔ مگر ابوالاعور نے اچانک رات کے وقت ان پر بکھ بول دیا جس پر انہوں نے بھی تلواریں نیاموں سے نکال لیں

اور ان کی روک تھام کے لئے آمادہ ہو گئے کچھ دیر تک آپس میں جھڑپیں ہوتی رہیں آخر وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جنگ کی ابتدا تو ہو چکی تھی۔ صبح ہوتے ہی عراقیوں کے ایک سپہ سالار ہاشم ابن عتبہ میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ ادھر سے بھی فوج کا ایک دستہ مقابلہ کے لئے اتر آیا اور دونوں طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ آخر مالک اشتر نے ابوالاعور کو اپنے مقابلہ کے لئے لٹکارا۔ مگر وہ ان کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا اور شام کے وقت اپنے لشکر کو لے کر آگے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے دن امیر المومنین بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ہر اول دستوں اور فوجوں کے ہمراہ صفین کے رخ پر چل دیئے کہ جہاں معاویہ نے پہلے ہی پہنچ کر مناسب جگہوں پر مورچے قائم کر لئے تھے اور فرات کے گھاٹ پر پہرا بٹھا کر اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضرت نے وہاں پہنچ کر اسے فرات پر سے پہرا اٹھالینے کے لئے کہلوایا مگر اس نے انکار کیا جس پر عراقیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور دلیرانہ حملہ کر کے فرات پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو حضرت نے بشیر ابن عمرو انصاری سعید بن قیس ہمدانی اور شہب بن ربعی تہمی کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ اسے جنگ کے نشیب و فراز سمجھائیں اور مصالحت و بیعت کے لئے آمادہ کریں۔ مگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم کسی طرح عثمان کے خون کو رانیکاں نہیں جانے دیں گے اور اب ہمارا فیصلہ تلوار ہی کرے گی۔ چنانچہ ذی الحجہ ۳۶ھ میں دونوں فریق میں جنگ کی ٹھن گئی اور دونوں طرف سے میدان کا رزار اپنے حریف کے مقابلہ کے لئے میدان میں اتر آئے۔ حضرت کی طرف سے میدان مقابلہ میں آنے والے حجر بن عدی کنڈی، شہب بن ربعی، خالد بن معمر زیاد بن نصر، زیاد بن خفصہ تہمی سعید بن قیس، قیس بن سعد اور مالک بن حارث اشتر تھے اور شامیوں کی طرف سے عبدالرحمن بن خالد مخزومی، ابوالاعور سلمی، حبیب بن مسلمہ فہری عبداللہ ابن ذی الکلام حمیری، عبید اللہ بن عمر بن خطاب، شرجیل ابن سمط کنڈی اور حمزہ بن مالک ہمدانی تھے۔ جب ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہو گیا، تو محرم میں جنگ کا سلسلہ روک دینا پڑا اور یکم صفر روز چہار شنبہ سے پھر جنگ شروع ہو گئی اور دونوں فریق تلواروں، نیزوں، تیروں اور دوسرے ہتھیاروں سے سج ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ صف آرا ہو گئے۔ حضرت کی طرف سے اہل کوفہ کے سواروں پر مالک اشتر اور پیادوں پر غماد بن یاسر اور اہل بصرہ کے سواروں پر ہبل بن حنیف اور پیادوں پر قیس بن سعد سپہ سالار متعین ہوئے اور علم لشکر ہاشم بن عتبہ کے سپرد کیا گیا اور سپاہ شام کے مہینہ پر ابن ذی الکلاع اور میسرہ پر حبیب بن مسلمہ اور سواروں پر عمرو بن عاص اور پیادوں پر ضحاک بن قیس امیر سپاہ مقرر ہوئے۔

پہلے دن مالک اشتر اپنے دستہ کے ساتھ میدان و غام میں آئے اور ادھر سے ان کے مقابلہ میں حبیب بن مسلمہ اپنی فوج کو لے کر نکلا اور دونوں طرف سے خون ریز جنگ شروع ہو گئی اور دن بھر تلواریں تلواروں سے اور نیزے نیزوں سے مگراتے رہے۔

دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سپاہ علوی کے ساتھ نکلے اور ادھر سے ابوالاعور سوار و پیادے لے کر مقابلہ میں آیا اور جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو سوار سواروں پر اور پیادے پیادوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑے صبر و استقلال سے ایک دوسرے پر وار کرتے اور سہتے رہے۔

تیسرے دن عمار بن یاسر اور زیاد بن نصر سوار و پیادے لے کر نکلے اور ادھر سے عمرو بن عاص سپاہ کثیر لے کر بڑھا زیاد نے فوج مخالف کے سواروں پر اور عمار یاسر نے پیادوں پر ایسے جوش و خروش سے حملے کئے کہ سپاہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ تاب مقاومت نہ لا کر اپنی قیام گاہوں کی طرف پلٹ گئے۔

چوتھے دن محمد بن حنفیہ اپنے دستہ فوج کے ساتھ میدان میں آئے اور ادھر سے عید اللہ بن عمر شامیوں کے لشکر کے ساتھ بڑھا اور دونوں فوجوں میں گھسان کی لڑائی ہوئی۔

پانچویں دن عبداللہ بن عباس آگے بڑھے اور ادھر سے ولید بن عتبہ سامنے آیا۔ عبداللہ بن عباس نے بڑی پامردی و جرأت سے حملے کئے اور اس طرح جو ہر شجاعت دکھائے کہ دشمن میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

چھٹے دن قیس بن سعد انصاری فوج کو لے کر بڑھے اور ان کے مقابلہ میں ذوالکلاع اپنا دستہ لے کر بڑھا اور ایسا سخت زحمت پڑا کہ قدم قدم پر لاشے ترپتے اور خون کے سیلاب بہتے ہوئے نظر آنے لگے۔ آخر رات کے اندھیروں نے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا۔

ساتویں دن مالک اشتر نکلے اور ان کے مقابلہ میں حبیب ابن مسلمہ اپنی سپاہ کے ساتھ بڑھا اور ظہر تک معرکہ کارزار گرم رہا۔

اٹھویں دن خود امیر المومنین لشکر کے جلو میں نکلے اور اس طرح حملہ کیا کہ میدان میں زلزلہ آگیا اور صفوں کو چیرتے اور تیر و نہان کے حملے روکتے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان آکھڑے ہوئے اور معاویہ کو لکارا جس پر عمرو ابن عاص کو لیے ہوئے کچھ قریب آیا تو آپ نے فرمایا: اَبْدِرَالِیْ فَاَیْنَ قَتَلَ صَاحِبَهُ فَلَا مَرَّةً، تم خود میرے مقابلہ کے لئے نکلو، اور پھر جو اپنے حریف کو مارے وہ خلافت کو سنبھال لے۔ جس پر عمرو ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ بات تو انصاف کی کہتے ہیں۔ ذرا جرأت کرو اور مقابلہ کر دیکھو۔ معاویہ نے کہا میں تمہارے تانے کی وجہ سے اپنی جان گنوانے کے لئے تیار نہیں اور یہ کہہ کر واپس ہو گیا۔ حضرت نے اُسے جاتے دیکھا تو مسکرا کر خود بھی لوٹ آئے۔

امیر المومنین نے صفین کے میدان میں جس بے جگری سے حملے کئے اسے اعجازی قوت ہی کا کرشمہ کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جب آپ میدان میں لکارتے ہوئے نکلے دشمن کی صفیں ابتری اور سراسیمگی کے عالم میں منتشر ہو جاتیں اور جی توڑ کر لڑنے والے بھی آپ کے مقابلہ میں آنے سے ہچکچانے لگتے۔ اسی لئے حضرت بعض دفعہ لباس تبدیل فرما کر میدان میں آئے تاکہ دشمن پہچان نہ سکے اور کوئی دوا بدو ہو کر لڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ عباس ابن ربیعہ کے مقابلہ میں ادھر سے غراز ابن اوہم نکلا اور دونوں داؤ پیچ دکھاتے رہے مگر کوئی اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا اتنے میں عباس کو اس کی زرہ کا ایک حلقہ ڈھیلا دکھائی دیا۔ چنانچہ انہوں نے نہایت چابکدستی سے اس حلقہ کو تلوار کی نوک میں پرو لیا اور جھٹکا دے کر زرہ کے حلقے چیر ڈالے اور پھر تاک کر ایسا وار کیا کہ تلوار اُس کے سینہ کے اندر اتر گئی۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ معاویہ اس آواز پر چونکا اور جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ غراز مارا گیا تو پیچ و تاب کھانے لگا اور پکار کر کہا کہ کوئی ہے جو عباس کو قتل کر کے غراز کا بدلہ لے جس پر قبیلہ بنی لُحَم کے دو شیر زن اٹھ کھڑے ہوئے اور عباس کو اپنے مقابلہ میں لکارا، عباس نے کہا کہ میں اپنے امیر سے اجازت لے کر آتا ہوں اور یہ کہہ کر حضرت کے پاس اجازت طلب کرنے کے لئے آئے۔ حضرت نے انہیں روک کر ان کا لباس خود پہن لیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آگئے۔ لُحَمی آپ کو عباس سمجھ کر کہنے لگا کہ کیا آپ امیر سے اجازت لے آئے ہو۔ حضرت نے جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اُوْن لَیْلَیْنِ یُقَاتِلُوْنَ بِاَنھُمْ ظَلَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِھُمْ لَقَدِیْرٌ (ترجمہ) جن (مسلمانوں) کے خلاف (کافر) لڑا کرتے ہیں اب انہیں بھی جنگ کی اجازت ہے۔ کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔

اب ان میں سے ایک فیل مست کی طرح چنگھاڑتا ہوا نکلا اور آپ پر حملہ کیا، مگر آپ نے اُس کا وار خالی جانے دیا اور پھر اس طرح صفائی سے اُس کی سر پر تلوار چلائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ وار خالی گیا ہے مگر جب اُس کا گھوڑا اُچھلا تو اُس کے دونوں ٹکڑے الگ الگ زمین پر جا پڑے۔ اس کے بعد دوسرا نکلا اور وہ بھی چشم زدن میں ڈھیر ہو گیا۔ پھر حضرت نے دوسروں کو مقابلہ کے لئے لکارا مگر دشمن تلوار کے وار سے سمجھ گیا کہ عباس کے ہمیں میں خود امیر المومنین ہیں۔ اس لئے کسی نے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔

نویں دن میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے اور میسرہ عبداللہ ابن عباس کے زیرِ کمان تھا اور قلب لشکر میں خود امیر المومنین رونق افزا تھے اور ادھر سے حبیب ابن مسلمہ سپاہ شام کی قیادت کر رہا تھا۔ جب دونوں صفیں ایک دوسرے کے قریب ہوئیں تو بہادروں نے تلواریں سونت لیں اور ایک دوسرے پر پھیرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور ہر طرف زحمت پڑنے لگا۔ حضرت کے میمنہ لشکر کا علم بنی ہمدان کے ہاتھوں میں گردش کر رہا تھا۔ چنانچہ جب بھی ان میں سے کوئی شہید ہو کر گرتا تھا تو دوسرا بڑھ کر علم اٹھا لیتا تھا۔ پہلے کریب ابن شریح نے علم سپاہ بلند کیا۔ اُن کے شہید ہونے پر شریح ابن شریح نے پھر مرثد ابن شریح نے پھر ہبیرہ ابن شریح نے پھر ندیم ابن شریح نے ان سب بھائیوں کے مارنے جانے کے بعد عمیر ابن بشیر نے بڑھ کر علم لے لیا۔ ان کے شہید ہونے کے بعد حارث ابن بشیر نے اور پھر وہب ابن کریب نے اٹھا لیا۔ آج دشمن کا زیادہ زور میمنہ ہی پر تھا اور اس کے حملے اتنے شدید تھے کہ میمنہ لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا اور رئیس میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے ہمراہ صرف دو تین سو آدمی رہ گئے۔ امیر المومنین نے جب یہ صورت حال دیکھی تو مالک اشتر سے فرمایا ذرا انہیں پکارو اور کہو کہ کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ اگر زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں تو بھاگ کر موت سے بچ نہیں سکتے ادھر میمنہ لشکر کی ہزیمت سے قلب لشکر کا متاثر ہونا بھی چونکہ ضروری تھا اس لئے حضرت میسرہ کی طرف مڑ گئے اور صفوں کو چیر کر آگے بڑھ رہے تھے کہ بنی امیہ کے ایک غلام امر نامی نے حضرت سے کہا کہ خدا مجھے مارے اگر میں آج آپ کو قتل نہ کروں یہ سن کر حضرت کا غلام کہیاں اس کی طرف چھینا مگر اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ حضرت نے یہ دیکھا تو بڑھ کر اسے دامن زرہ سے پکڑ لیا اور اونچالے جا کر اس طرح زمین پر پٹکا کہ اس کے جوڑ بند لگ ہو گئے۔ اور امام حسن اور محمد ابن حنفیہ نے بڑھ کر اسے دارالبوار میں پہنچا دیا۔ ادھر مالک اشتر کے لکارنے اور شرم و غیرت دلانے سے بھاگنے والے پلٹ پڑے اور پھر جم کر اس طرح حملہ کیا کہ دشمن کو دھکیلے ہوئے وہیں پہنچ گئے جہاں عبداللہ ابن بدیل نزعہ میں گھرے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے اپنے آدمیوں کو دیکھا تو ان کی ہمت بندھ گئی اور تلوار سونت کر معاویہ کے خیمہ کی طرف لپکے۔ مالک اشتر نے انہیں روکنا چاہا مگر وہ نہ رکے اور سات شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر معاویہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ معاویہ نے جب انہیں بڑھتے دیکھا تو اُن پر پتھراؤ کا حکم دیا جس سے آپ ٹڈھال ہو کر گر پڑے اور شامیوں کے جھوم نے آپ کو شہید کر دیا۔ مالک اشتر نے یہ دیکھا تو قبیلہ ہمدان اور بنی مذحج کے جنگجوؤں کے ہمراہ معاویہ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے اور اس کے گرد حلقہ کرنے والے حفاظت دستوں کو منتشر کرنا شروع کیا جب ان کے پانچ حلقوں میں سے صرف ایک حلقہ منتشر ہونے سے رہ گیا تو معاویہ نے گھوڑے کی رکاب میں بیر رکھ دیا اور بھاگنے پر تیار ہو گیا۔ مگر ایک شخص کے ڈھارس بندھانے سے پھر رک گیا۔

ادھر میدان کا رزار میں غمار ابن یاسر اور ہاشم ابن عتبہ کی تلواروں سے اس سرے سے لے کر اس سرے تک تلاطم برپا تھا۔ حضرت

عمار جدھر سے ہو کر گزرتے تھے صحابہ ہجوم کر کے آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے اور پھل کر اس طرح حملہ کرتے تھے کہ دشمن کی صفوں میں تہلکہ مچ جاتا تھا۔ معاویہ نے جب ان کو بڑھتے دیکھا تو اپنی تازہ دم فوجیں ان کی طرف جھونک دیں۔ مگر آپ تلواروں اور سنانوں کے ہجوم میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر ابو عادیہ مری نے آپ پر نیزہ لگایا جس سے آپ سنبھل نہ سکے اور ابن جوں نے آگے بڑھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ عمار یا سر کی شہادت سے معاویہ کی فوج میں ہلچل مچ گئی کیونکہ ان کے متعلق پیغمبر کا ارشاد قتل عمارا لفیئة الباغیة ایک باغی گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے وہ سن چکے تھے چنانچہ ان کی شہادت سے پہلے ذوالکلاع نے عمرو ابن عاص سے کہا بھی تھا کہ میں عمار کو علیؑ کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کیا وہ باغی گروہ ہم ہی تو نہیں جس پر عمرؓ نے یہ کہا تھا کہ آخر میں عمار ہمارے ساتھ مل جائیں گے۔ مگر جب وہ امیر المومنین کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو اگرچہ باغی گروہ بے نقاب ہو چکا تھا اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی تھی مگر معاویہ نے شامیوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علیؑ ہیں۔ چونکہ وہی انہیں میدان جنگ میں لانے والے ہیں۔ امیر المومنین نے یہ پرفریب جملہ سناتو فرمایا کہ پھر حمزہ کے قاتل رسول اللہ تھے جو انہیں میدان احد میں لائے تھے۔ اس معرکہ میں ہاشم ابن عبد مناف بھی کام آگئے، جو حادثہ ابن منذر کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ان کے بعد علم لشکر ان کے فرزند عبد اللہ نے سنبھال لیا۔

جب ایسے ایسے جان نثار ختم ہو چکے تو حضرت نے قبیلہ ہمدان اور ربیعہ کے جوان مردوں سے کہا کہ تم میرے لئے بمنزلہ زہرہ اور نیزہ کے ہو۔ اٹھو اور ان باغیوں کو کھنڈر کر دے اور تک پہنچاؤ۔ چنانچہ قبیلہ ربیعہ و ہمدان کے بارہ ہزار نبرد آزما شمشیر بکف اٹھ کھڑے ہوئے۔ علم لشکر حصین ابن منذر نے اٹھالیا اور دشمن کی صفوں میں گھس کر اس طرح تلواریں چلائیں کہ سرکٹ کٹ کر گر گئے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے اور ہر طرف خون کے سیلاب بہہ نکلے۔ مگر ان شمشیر زنوں کے حملے کی طرح رکنے میں نہ آتے تھے یہاں تک کہ دن اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سمٹنے لگا اور شام کے بھیاں اندھیرے پھیلنے لگے۔ اور وہ دہشت انگیز اور بلا نیزہ رات شروع ہوئی جسے تاریخ میں ”لیلة البری“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور شامیوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ امیر المومنینؑ کے باطل شکن اعرور سے ایک طرف دلوں میں ہمت و شجاعت کی لہریں دوڑ رہی تھیں اور دوسری طرف سینوں میں کلیجے دہل رہے تھے۔ جنگ اپنے پورے زوروں پر تھی۔ تیر اندازوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے نیزوں کی چوبیس ٹوٹ چکی تھیں۔ صرف تلواروں سے دست بدست جنگ ہوتی رہی اور کشتوں کے پستے لگتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوتے تک مقتولین کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز ہو گئی۔

دسویں دن امیر المومنین کے لشکریوں کے وہی دم خم تھے۔ مینہ پر مالک اشتر اور میسرہ پر ابن عباس متعین تھے اور تازہ دم سپاہیوں کی طرح حملوں پر حملے کئے جارہے تھے۔ شامیوں پر شکست کے آثار ظاہر ہو چکے تھے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے کو تیار ہی تھے کہ پانچ سو قرآن نیزوں پر بلند کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا گیا۔ چلتی ہوئی تلواریں رک گئیں۔ فریب کا حربہ چل نکلا اور باطل کے اقتدار کے لئے راستہ ہموار ہو گیا۔ اس جنگ میں ۳۵ ہزار شامی مارے گئے اور ۲۵ ہزار عراقی شہید ہوئے۔

کتاب صفین (نصر ابن مزاحم المقرئ المتوفی ۲۱۲ھ) ص ۲۱۲ (تاریخ طبری)

خطبہ ۱۲۳

تجسیم کے بارے میں فرمایا۔

ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا۔ چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولائیں کرتی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کے لئے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں۔ جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیتے۔ جبکہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ ”اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کے لئے) اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو“ اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پر چلیں۔ چنانچہ اگر کتاب خدا سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت کے) حق دار ہوں گے اور اگر سنت رسولؐ کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے۔ اب رہا تمہارا یہ قول کہ ”آپ نے تجسیم کے لئے اپنے اور ان کے درمیان مہلت کیوں رکھی“ تو یہ میں نے اس لئے کیا کہ (اس عرصہ میں) نہ جاننے والا تحقیق کر لے اور جاننے والا اپنے مسلک پر جم جائے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ اس صلح کی وجہ سے اس امت کے حالات درست کر دے اور وہ (بے خبری میں) گلا گھونٹ کر تیار نہ کی جائے کہ حق کے واضح ہونے سے پہلے جلدی میں کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھے اور پہلی ہی گمراہی پیچھے لگ جائے بلاشبہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جو حق پر عمل پیرا ہے چاہے وہ اس کے لئے باعث نقصان و مضرت ہو اور باطل کی طرف رخ

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّحْكِيمِ

إِنَّا لَمْ نُحْكِمِ الرَّجَالَ وَإِنَّا حَكَمْنَا الْقُرْآنَ وَهَذَا الْقُرْآنُ إِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْطُورٌ بَيْنَ الدَّقَّتَيْنِ - لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ وَلَا بَدَلَهُ مِنْ تَرْجُمَانٍ - وَإِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرَّجَالُ - وَلَمَّا دَعَا الْقَوْمُ إِلَى أَنْ نُحْكِمَ بَيْنَنَا الْقُرْآنَ لَمْ تَكُنِ الْفَرِيقُ الْمُتَوَلَّى عَنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَقَدْ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ - ”فَرَدُّهُ إِلَى اللَّهِ أَنْ نُحْكِمَ بِكِتَابِهِ وَرَدُّهُ إِلَى الرَّسُولِ أَنْ نَأْخُذَ بِسُنَّتِهِ فَإِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَتَحْنُ أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ وَإِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَتَحْنُ أَوْلَاهُمْ بِهِ وَأَمَّا قَوْلُكُمْ لِمَ جَعَلْتُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ أَجَلًا فِي التَّحْكِيمِ فَإِنَّمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ لِيَتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ وَيَتَبَيَّنَ الْعَالِمُ - وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ فِي هَذِهِ الْهَدَنَةِ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَمِ - وَلَا تُؤْخَذُ بِأَكْظَامِهَا فَتَعَجَّلَ عَنْ تَبَيَّنِ الْحَقِّ وَتَنْقَادَ لِأَوَّلِ الْغَيِّ - إِنَّ أَفْضَلَ

وَأَسْرَافٌ، وَهُوَ يَرْفَعُ صَاحِبَهُ فِي الدُّنْيَا وَيَضْعُهُ فِي الْآخِرَةِ وَيُكْرِمُهُ فِي النَّاسِ وَيُهِينُهُ عِنْدَ اللَّهِ وَلَمْ يَضَعْ أَمْرًا وَمَالَهُ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَلَا عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللَّهُ شُكْرَهُمْ وَكَانَ لِغَيْرِهِ وَدُهُمْ- فَإِنَّ زَلَّتْ بِهِ النُّعْلُ يَوْمًا فَاحْتَاجَ إِلَى مَعُونَتِهِمْ فَشَرَّ حَدِيثَيْنِ وَالْأَمُّ خَلِيلٌ-

یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کر دیتی ہے۔ لیکن آخرت میں پست کرتی ہے اور لوگوں کے اندر عزت میں اضافہ کرتی۔ مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے۔ جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے یا نا اہل افراد کو دے گا اللہ اُسے ان کے شکر یہ سے محروم ہی رکھے گا اور ان کی دوستی و محبت بھی دوسروں ہی کے حصہ میں جائے گا اور اگر کسی دن اس کے پیر پھسل جائیں (یعنی فقر و تنگدستی اُسے گھیر لے) اور ان کی امداد کا محتاج ہو جائے تو وہ اُس کے لئے بہت ہی بُرے ساتھی اور کہینے دوست ثابت ہوں گے۔

خطبہ ۱۲۵

خوارج کے متعلق فرمایا۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْخَوَارِجِ أَيْضًا- فَإِنَّ أَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَزْعُمُوا أَنِّي أَخْطَأْتُ وَضَلَلْتُ فَلِمَ تَضِلُّوْنَ عَامَّةَ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِضَلَالِي وَتَأْخُذُونَهُمْ بِخَطَايَايَ وَتَكْفُرُونَهُمْ بِذُنُوبِي- سَيُوفِكُمْ عَلَى عَوَاتِقِكُمْ تَضَعُونَهَا مَوَاضِعَ الْبُرِّ وَالسُّقْمِ وَتَحْلِطُونَ مَنْ أَدْنَبَ بَيْنَ لَمْ يُدْنِبْ- وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ الزَّانِيَ الْمُحْصَنَ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ وَرَّثَهُ أَهْلَهُ: وَقَتْلَ الْقَاتِلِ وَوَرَّثَ مِيرَاثَهُ أَهْلَهُ وَقَطَعَ السَّارِقَ وَجَلَدَ الزَّانِيَ غَيْرَ اللَّهِ فِيهِمْ وَلَمْ يَمْنَعَهُمْ سَهْمَهُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ،

اگر تم اس خیال سے باز آنے والے نہیں ہو کہ میں نے غلطی کی اور گمراہ ہو گیا ہوں، تو میری گمراہی کی وجہ سے امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عام افراد کو کیوں گمراہ سمجھتے ہو اور میری غلطی کی پاداش انہیں کیوں دیتے ہو، اور میرے گناہوں کے سبب سے انہیں کیوں کافر کہتے ہو۔ تلواریں کندھوں پر اٹھائے ہر موقع و بے موقع جگہ پر وار کیے جا رہے ہو، اور بے خطاؤں کو خطا کاروں کے ساتھ ملانے دیتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ بھی اُس کی پڑھی اور اس کے وارثوں کو اُس کا ورثہ بھی دلوا دیا اور قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی چور کے ہاتھ کاٹے اور زنا کے غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انہیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا۔ اور انہوں نے (مسلمان ہونے کی حیثیت سے) مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کئے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گناہوں کی سزا ان کو دی اور جو ان کے

نہ کرے چاہے وہ اُس کے کچھ فائدہ کا باعث ہو رہا ہو۔ تمہیں تو بھٹکایا جا رہا ہے آخر تم کہاں سے (شیطان کی راہ پر) لائے گئے ہو۔ تم اس قوم کی طرف بڑھنے کے لئے مستعد و آمادہ ہو جاؤ کہ جو حق سے منہ موڑ کر بھٹک رہی ہے کہ اسے دیکھتی ہی نہیں اور وہ بے راہ رویوں میں بہکا دیئے گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر سیدھی راہ پر آنا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ کتاب خدا سے الگ رہنے والے اور صحیح راستے سے ہٹ جانے والے ہیں۔ لیکن تم تو کوئی مضبوط وسیلہ ہی نہیں ہو کہ تم پر بھروسہ کیا جائے اور نہ عزت کے سہارے ہو کہ تم سے وابستہ ہوا جائے۔ تم (دشمن کے لئے) جنگ کی آگ بھڑکانے کے اہل نہیں ہو تم پر افسوس ہے کہ مجھے تم سے کتنی تکلیف اٹھانا پڑی ہیں۔ میں کسی دن تمہیں (دین کی امداد کے لئے) پکارتا ہوں اور کسی دن تم سے (جنگ کی) راز دارانہ باتیں کرتا ہوں، مگر تم نہ پکارنے کے وقت سچے جو امر داور نہ راز کی باتوں کے لئے قابل اعتماد بھائی ثابت ہوتے ہو۔

النَّاسُ عِنْدَ اللَّهِ مَنْ كَانَ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ أَحَبَّ إِلَيْهِ- وَإِنْ نَقَصَهُ وَكَرَّهَهُ مِنَ الْبَاطِلِ وَإِنْ جَرَّ إِلَيْهِ فَايْدَةً وَزَادَةً- فَأَيْنَ يَتَلَا بِكُمْ! وَمِنْ آيِنَ آتَيْتُمْ! اسْتَعِذْ وَالْمَسِيرَ إِلَى قَوْمٍ حَيَاوَى عَنِ الْحَقِّ لَا يُبْصِرُونَهُ وَمُؤْذِعِينَ الْحَقِّ لَا يُبْصِرُونَهُ وَمُؤْذِعِينَ بِالْجَوْرِ لَا يَعْدِلُونَ بِهِ- جُفَاءً عَنِ الْكِتَابِ نُكِبَ عَنِ الطَّرِيقِ مَا أَنْتُمْ بِوَثِيقَةٍ يُعَلِّقُ بِهَا وَلَا ذَوَا فِرْعَنْ يُعْتَصِمُ إِلَيْهَا لِبَنَسِ حُشَّاشِ نَارِ الْحَرْبِ أَنْتُمْ أَقْبَى لَكُمْ لَقَيْتُمْ مِنْكُمْ بَرَّحًا- يَوْمًا أَنْادِيَكُمْ وَيَوْمًا أَنْاجِيَكُمْ فَلَا خَرَارَ صَدَقَ عِنْدَ النَّدَاءِ وَلَا إِخْوَانٌ ثَقَّةٌ عِنْدَ النَّجَاءِ-

خطبہ ۱۲۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عُوْتُبَ عَلَى التَّسْوِيَةِ فِي الْعَطَاءِ- أَتَأْمُرُونَنِي أَنْ أَطْلُبَ النَّصْرَ بِالْجَوْرِ فِيمَنْ وَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَاللَّهِ لَا أَطُورُ بِهِ مَا سَمَرَ سَبِيرٌ- وَمَا أَمَّ نَجْمٌ فِي السَّمَاءِ نَجْمًا وَلَوْ كَانَ الْمَالُ لِي لَسَوَّيْتُ بَيْنَهُمْ فَكَيْفَ وَإِنَّمَا الْمَالُ مَالُ اللَّهِ إِلَّا وَإِنْ أَعْطَاءَ الْمَالِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ تَبْدِيرٌ

جب مال کی تقسیم میں آپ کے برابری و مساوات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑا اٹھے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرنا چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم ہوں اُن پر ظلم و زیادتی کر کے (کچھ لوگوں کی) امداد حاصل کروں تو خدا کی قسم! جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے گا اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہیں گے میں اس چیز کے قریب بھی نہیں بھٹکوں گا۔ اگر یہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کرتا۔ چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔ دیکھو بغیر کسی حق کے داد و دہش کرنا بے اعتمادی اور فضول خرچی ہے اور

وَلَمْ يُخْرِجْ أَسْمَاءَ هَعْمَ مِنْ بَيْنِ أَهْلِهِ
ثُمَّ أَنْتَمَ شِرَارُ النَّاسِ، وَمَنْ رَمَى بِهِ
الشَّيْطَانُ مَرَامِيَهُ وَضَرَبَ بِهِ تِيَهُهُ وَ
سَيَّهْلِكَ فِي صِنْفَانِ، مُحِبُّ مُفْرِطٍ
يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ-
وَمُبْغِضُ مُفْرِطٍ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى
غَيْرِ الْحَقِّ، وَخَيْرُ النَّاسِ فِي حَالِ
النِّسْطِ الْآوَسُطُ، فَالزُّمُوءُ وَالزُّمُوءُ
السَّوَادُ الْآعْظَمُ فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى
الْجَمَاعَةِ: وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةُ فَإِنَّ الشَّاذَّ
مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ
الْغَنَمِ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ
الْفَيْءِ وَلَكَهَا الْمُسْلِمَاتِ- فَأَخَذَهُمْ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
بِذُنُوبِهِمْ وَأَقَامَ حَقَّ لِلذِّبِّ إِلَّا مَنْ دَعَا
إِلَى هَذَا الشَّعَارِ فَاقْتُلُوهُ وَلَوْ كَانَ
تَحْتَ عِمَامَتِي هَذِهِ وَإِنَّمَا حَكَمَ
الْحَكَمَانِ لِيُحْيِيَ مَا أَحْيَا الْقُرْآنُ
وَيُسَيِّتَا مَا آمَاتَ الْقُرْآنُ وَإِحْيَاؤُهُ
الْإِجْتِمَاعُ عَلَيْهِ، وَإِمَاتَتُهُ الْإِفْتِرَاقُ
عَنْهُ، فَإِنْ جَرْنَا الْقُرْآنَ إِلَيْهِمْ اتَّبَعْنَاهُمْ،
وَإِنْ جَرُّهُمْ إِلَيْنَا اتَّبَعُونَا فَلَمْ أَتِ-

لَا أَبَا لَكُمْ بُجْرًا وَلَا حَسَنَتَكُمْ عَنْ أَمْرِكُمْ
وَلَا لِبَسْتِهِ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا اجْتَمَعَ رَأْيُ

بارے میں اللہ کا حق (حد شرعی) تھا اسے جاری کیا، مگر انہیں
اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام
خارج کئے۔ اسکے بعد (ان شرانگیزیوں کے معنی یہ ہیں کہ) تم
ہی شریک اور وہ کہ جنہیں شیطان نے اپنی مقصد برآری کی راہ
پر لگا رکھا ہے اور اگر اسی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے (یاد
رکھو کہ) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے،
ایک حد سے زیادہ چاہنے والے اور ایک میرے مرتبہ میں کمی
کر کے دشمنی رکھنے والے کہ جنہیں یہ عناد حق سے بے راہ
کردے گا۔ میرے متعلق درمیانی راہ اختیار کر نیوالے ہی سب
سے بہتر حالت میں ہوں گے۔ تم اسی راہ پر جسے رہو اور اسی
بڑے گروہ کے ساتھ لگ جاؤ۔ چونکہ اللہ کا ہاتھ اتفاق و اتحاد
رکھنے والوں پر ہے اور تفرقہ و انتشار سے باز آ جاؤ اس لئے کہ
جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا
ہے۔ جس طرح گلے سے کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیے کو مل
جاتی ہے۔ خبردار! جو بھی ایسے نعرے لگا کر اپنی طرف بلائے،
اُسے قتل کر دو، اگر چہ اسی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو (یعنی میں خود
کیوں نہ ہوں) اور وہ دونوں حکم (ابو موسیٰ و عمر و ابن عباس) تو
صرف اس لئے ثالث مقرر کئے گئے تھے کہ وہ انہی چیزوں کو
زندہ کریں جنہیں قرآن نے زندہ کیا ہے اور انہی چیزوں کو
نیست و نابود کریں جنہیں قرآن نے نیست و نابود کیا ہے۔ کسی
چیز کے زندہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر یک جہتی کے ساتھ
متحد ہوا جائے اور اس کے نیست و نابود کرنے کا مطلب یہ ہے
کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ اب اگر قرآن ہمیں ان
لوگوں (کی اطاعت) کی طرف لے جاتا تو ہم ان کے پیرو بن
جاتے اور اگر انہیں ہماری طرف لائے تو پھر انہیں ہمارا اتباع کرنا
چاہئے۔ تمہارا براہو میں نے کوئی مصیبت تو کھڑی نہیں کی اور نہ
کسی بات میں تمہیں دھوکا دیا ہے اور نہ اس میں فریب کاری کی

مَلَائِكُمْ عَلَى اخْتِيَارِ رَجُلَيْنِ أَحَدُنَا
عَلَيْهِمَا أَنْ لَا يَتَعَدَّيَا الْقُرْآنَ فَتَنَاهَا عَنْهُ
وَتَرَكَ الْحَقَّ وَهُمَا يَبْصُرَانِهِ وَكَانَ
الْجَوْرُ هَوَاهُمَا فَمَضَيَا عَلَيْهِ وَقَدْ سَبَقَ
اسْتِثْنَانَا وَنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكُومَةِ
بِالْعَدْلِ وَالصِّدْقِ لِلْحَقِّ سُوءٌ رَأَيْهِمَا
وَجَوْرٌ حُكْمُهُمَا-

خطبہ ۱۲۶

اس میں بصرہ کے اندر برپا ہونیوالے ہنگاموں
کا تذکرہ ہے۔

اے احف!! میں اُس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا
ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لے کر بڑھ رہا ہے کہ جس میں نہ
گردوغبار ہے نہ شوروغوغا، نہ لگاموں کی کھڑکھڑاہٹ ہے اور نہ
گھوڑوں کے نہہانے کی آواز وہ لوگ زمین کو اپنے پیروں
سے جوشتر مرغ کے پیروں کے مانند ہیں روند رہے ہوں گے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے حبشیوں کے
سردار کی طرف اشارہ کیا ہے پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے
ہاتھوں سے کہ جن کے قتل ہو جانے والوں پر بین نہیں کیا جاتا
اور گرم ہونے والوں کو ڈھونڈنا نہیں جاتا تمہاری اُن آبادگیوں
اور سبجے سجائے مکانوں کے لئے تباہی ہے کہ جن کے سبجے
گدوں کے پروں اور ہاتھوں کی سوئدوں کے مانند ہیں۔ میں
دنیا کو اوندھے منہ گرانے والا اور اس کی بساط کا صحیح اندازہ رکھنے
والا اور اس کے لائق حال نگاہوں سے دیکھنے والا ہوں۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِيمَا يُخْبِرُ بِهِ مِنَ الْمَلَا حِمِّ بِالْبَصْرَةِ
يَا أَحْنَفُ كَانِي بِهٍ وَقَدْ سَارَ بِالْجَيْشِ
الَّذِي لَا يَكُونُ لَهُ غُبَارٌ وَلَا لَجَبٌ وَلَا
قَعْقَعَةُ لُجَمٍ، وَلَا حَمِيمَةُ خَيْلٍ يُثِيرُونَ
الْأَرْضَ بِأَقْدَامِهِمْ كَانَتْهَا أَقْدَامُ النَّعَامِ-
رَبُّوْمِي بِذَلِكَ إِلَى صَاحِبِ الزَّنَجِ ثُمَّ
قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَيَلُّ لَيْسَ كَيْكُمْ
الْعِمْرَةِ- وَالذُّورِ الْمَرْخَرَفَةِ الَّتِي لَهَا
أَجْنِحَةٌ كَأَجْنِحَةِ النُّسُورِ، وَخَرَّاطِيمُ
كَخَرَّاطِيمِ الْفَيْلَةِ، مِنْ أُولَئِكَ الَّذِينَ
لَا يَنْدَبُ قَتِيلُهُمْ، وَلَا يُفْتَقَدُ غَائِبُهُمْ-
أَنَا كَاتِبُ الدُّنْيَا لَوْ جَهَّهَا وَقَادِرُهَا بِقَدْرِهَا
وَنَاطِرُهَا بِعَيْنِهَا (مِنْهُ) وَيَوْمِي بِهِ إِلَى
وَصَفِّ الْأَثَرِ كَانِي أَرَاهُمْ قَوْمًا كَانُوا

آزادی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ۱۷ اربھال ۲۵ھ میں مار دھاڑ کرتا ہوا بصرہ کے اندر داخل ہوا اور صرف دو دن میں ہزار افراد کو کہ جن میں بچے بوڑھی عورتیں سب ہی تھیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور ظلم و سفاکی اور وحشت و خونخواری کی انتہا کر دی، مکانوں کو سہاڑ کر دیا اور مسجدوں میں آگ لگادی اور لگا تار چودہ برس تک قتل و غارت گری کے بعد موثق کے دور میں صفر ۲۷ھ میں قتل ہوا اور لوگوں کو اس کی تباہ کاریوں سے نجات ملی۔

امیر المؤمنین کی یہ پیشین گوئی ان پیشینگوئیوں میں سے ہے جو آپ کے علم امامت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لشکر کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے کہ نہ اس میں گھوڑوں کے نہہانے کی آواز اور نہ ہتھیاروں کے کھڑکھڑانے کی صدا ہوگی ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ جب یہ خروج کے ارادے سے مقام کرخ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اُس کا خیر مقدم کیا اور ایک شخص نے ایک گھوڑا بطور تحفہ اُسے پیش کیا۔ مگر تلاش کے باوجود اس کے لئے لگام نہ مل سکی۔ آخر ایک رسی کی لگام دے کر اُس پر سوار ہوا۔ اور یونہی اس کے لشکر میں اس وقت صرف تین تلواریں تھیں ایک خود اُس کے پاس اور ایک علی ابن مہلبی اور ایک محمد ابن مسلم کے پاس اور بعد میں لوٹ مار سے کچھ اور اسلحہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

امیر المؤمنین کی پیشین گوئی تاتاریوں کے حملہ کے متعلق ہے جو ترکستان کے شمال مشرق کی جانب صحرائے منگولیا کے رہنے والے تھے۔ ان نیم وحشی قبیلوں کی زندگی لوٹ مار اور قتل و غارت میں گذرتی تھی اور آپس میں لڑتے بھڑتے اور گردنواج پر حملے کرتے رہتے تھے۔ ہر قبیلہ کا ایک سردار الگ الگ ہوتا تھا جو ان کی حفاظت کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ چنگیز خان جو انہی تاتاری قبائل کے حکمران خاندان کا ایک فرد اور بڑا باہمت و جرأت مند تھا ان تمام منتشر و پراگندہ قبیلوں کو منظم کرنے کے لئے اٹھا اور ان کے مزاحم ہونے کے باوجود اپنی قوت و حسن تدبیر سے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا اور ایک کثیر تعداد اپنے پرچم کے نیچے جمع کر کے ۶۰۷ھ میں سیلاب کی طرح امنڈ اور شہروں کو غرق اور آبادیوں کو ویران کرتا ہوا شمالی چین تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

جب اس کا اقتدار قائم ہو گیا تو اُس نے اپنے ہمسایہ ملک ترکستان کے فرمانروا علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف دست مصالحت بڑھایا اور ایک وفد بھیج کر اس سے عہد لیا کہ تاتاری تاجران کے علاقہ میں خرید و فروخت کے لئے آتے جاتے رہیں گے ان کے جان و مال کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک وہ بے کھلکے آتے جاتے رہے۔ مگر ایک موقع پر اس نے تاتاری تاجروں پر جاسوسی کا الزام لگا کر اُن کا مال لوٹ لیا اور انہیں والی اترار کے ذریعہ قتل کروادیا۔ چنگیز خان کو جب معاہدہ کی خلاف ورزی اور تاتاری تاجروں کے مارے جانے کا علم ہوا تو اُس کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے۔ غصہ میں بیچ و تاب کھانے لگا اور علاؤ الدین کو پیغام بھیجا کہ وہ تاتاری تاجروں کا مال واپس کرے اور والی اترار کو اس کے حوالے کرے، مگر علاؤ الدین اپنی قوت و طاقت کے نشہ میں مدھوش تھا۔ اُس نے کوئی پرواہ نہ کی اور نا عاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے چنگیز خان کے ایلچی کو بھی مروادیا۔ اب چنگیز خان میں تاب ضبط نہ رہی۔ اُس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ شمشیر بکف اٹھ کھڑا ہوا اور تاتاری جنگجو بادشاہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے بخارا پر چڑھ دوڑے۔ علاؤ الدین بھی چار لاکھ نہروآ زماؤں کے ساتھ مقابلہ کو نکلا مگر تاتاریوں کے تابوتوز حملوں کو نہ روک سکا اور چند ہی حملوں میں سپر انداختہ ہو کر جیون کے راستہ سے نیشاپور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ تاتاریوں نے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ مسجدوں اور مدرسوں کو سہاڑ کر گھر وں کو پھونک کر رکھ دیا اور بلا امتیاز زن و مرد سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اگلے سال سمرقند پر یورش کی اور اُسے بھی تباہ و بربادہ کر کے رکھ دیا۔

اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ان ڈھالوں کی طرح ہیں کہ جن پر چڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہوں۔ وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور اخیل گھوڑوں کو عزیز رکھتے ہیں اور وہاں کشت و خون کی گرم بازاری ہوگی، یہاں تک زخمی کشتوں کے اوپر سے ہو کر گزریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے اسیر ہونے والوں سے کم ہوں گے۔

(اس موقع پر) آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلہ بنی کلب سے تھا، عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین آپ کو تو علم غیب حاصل ہے جس پر آپ بنے اور فرمایا اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک صاحب علم (رسول) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے ہے کہ شکموں میں کیا ہے۔ نہ ہے یا مادہ، بد صورت ہے یا خوب صورت، سخی ہے یا بخیل، بد بخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبی کو دیا اور نبی نے مجھے بتایا، اور میرے لئے دعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں۔

وَجُوهَهُمُ الْمَجَانُ السُّطْرَقَةُ يَلْبَسُونَ السَّرَقَ وَالْدِّيَّاسَ وَيَعْتَقِبُونَ الْخَيْلَ الْعِتَاقَ وَيَكُونُ هُنَاكَ اسْتِحْرَارُ قَتْلِ حَتَّى يَمْسَى النَّجْرُوحُ عَلَى الْمَقْتُولِ، وَيَكُونُ الْمَقْلُتُ أَقْلَ مِنَ الْمَأْسُورِ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: لَقَدْ أُعْطِيتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عِلْمَ الْغَيْبِ، فَضَحَكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ لِلرَّجُلِ وَكَانَ كَلْبِيًّا: يَا أَحَا كَلْبٍ لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ وَ إِنَّمَا هُوَ تَعْلَمُ مِنْ ذِي عِلْمٍ، وَإِنَّمَا عِلْمُ الْغَيْبِ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا عَدَدَةُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ بِقَوْلِهِ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةِ، فَيَعْلَمُ سُبْحَانَهُ مَا فِي الْأَرْحَامِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَ قَبِيحٍ أَوْ جَمِيلٍ، وَ سَخِيٍّ أَوْ بَخِيلٍ وَ شَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ وَ مَنْ يَكُونُ فِي النَّارِ حَطْبًا أَوْ فِي الْجَنَّةِ لَبَنِيْنٍ مُرَافِقًا۔ فَهَذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَعِلْمُ عِلْمِهِ اللَّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَعَلِمْنَاهُ وَدَعَا لِي بِأَنْ يَعْيَنَهُ صَدْرِي وَتَضُمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِي۔

علی ابن محمد رے کے مضامفات میں ور زمین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ خوارج کے فرقہ ازرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسیٰ ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مدعی بنتا تھا۔ مگر اہل انساب و سیر نے اس کے دعویٰ سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کے باپ کا نام محمد ابن احمد کے بجائے محمد ابن ابراہیم تحریر کیا ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولد ہوا تھا۔

علی ابن محمد نے ۲۵۵ھ میں مہندی باللہ کے دور میں خروج کیا اور اطراف بصرہ میں بسنے والے غلاموں کو مال و دولت اور

علاء الدین کے نکل بھاگنے کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھال لی تھی۔ تاتاریوں نے اس کا بھی پیچھا کیا مگر وہ دس برس تک ادھر سے ادھر بھاگتا پھرا اور ان کے ہاتھ نہ لگا اور آخر دریا کو عبور کر کے اپنی حدود سلطنت سے باہر نکل گیا اس اثنا میں تاتاریوں نے آباد زمینوں کو دیران اور نسل انسانی کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھنا کوئی شہر ان کی غارت گریوں سے بچ سکا اور نہ کوئی آبادی ان کی پامالیوں سے محفوظ رہ سکی۔ جدھر کا رخ کیا مملکتوں کو تہ و بالا کر دیا۔ حکومتوں کا تختہ الٹ دیا اور تھوڑے عرصہ میں ایشیاء کے بالائی حصہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

جب ۶۲۲ھ میں چنگیز خان کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا اوگتائی خان تخت نشین ہوا جس نے ۶۲۸ھ میں جلال الدین کو ڈھونڈ نکالا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد چنگیز خان کے دوسرے لڑکے تولی خان کا بیٹا منگو خان تخت حکومت پر بیٹھا، منگو خاں کے بعد قوبلائی خاں مملکت کے ایک حصہ کا وارث ہوا، اور وسط ایشیاء کے بھائی ہلاکو خاں کے حصہ میں آیا۔ جب سلطنت چنگیز خاں کے پوتوں میں بٹ گئی تو ہلاکو خاں اسلامی ممالک کو تسخیر کرنے کی فکر میں تھا ہی کہ خراساں کے خفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آکر اسے خراساں پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس نے خراساں پر چڑھائی کر دی اور خفیوں نے اپنے کوتا تاری تلواروں سے محفوظ بچتے ہوئے شہر کے دروازے کھول دیے۔ مگر تاتاریوں نے خفیوں اور شافعیوں میں کوئی امتیاز نہ کیا اور جو سامنے آیا اسے تہ تیغ کر دیا اور وہاں کی بیشتر آبادی کو قتل کرنے کے بعد اسے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا اور انہی شافعیوں اور خفیوں کے جھگڑوں نے اس کے لئے عراق تک کے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ خراساں کو فتح کرنے کے بعد ان کی ہمت بڑھ گئی اور ۶۵۶ھ میں دو لاکھ تاتاریوں کے ساتھ بغداد کی جانب لشکر کشی کی مقصد بابل اللہ کی فوج اور اہل بغداد نے مل کر مقابلہ کیا مگر اس سیلاب ہلاکو کو روکنا اُن کے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ تاتاری مار دھاڑ کرتے ہوئے عاشوراء کے دن بغداد کے اندر داخل ہو گئے اور چالیس دن تک اپنی خون آشام تلواروں کی پیاس بجھاتے رہے۔ گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہا دیں راستے لاشوں سے پاٹ دیئے لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور معتصم باللہ کو بیروں کے نیچے روند کر مار ڈالا اور صرف وہی لوگ بچ سکے جو کنفوں اور تہ خانوں میں چھپ کر ان کی آنکھوں سے اوجھل رہ سکے۔ یہ تھی بغداد کی وہ تباہی کہ جس سے عباسی سلطنت بنیاد سے ہل گئی اور اس کا پرچم پھر لہرا نہ سکا۔

بعض مورخین نے اس تباہی و بربادی کی ذمہ داری ابن علقمی پر عائد کی ہے کہ اس نے شیعوں کے قتل عام اور حملہ کرخ کی تباہی سے متاثر ہو کر نصیر الدین طوسی وزیر ہلاکو خاں کی وساطت سے اسے بغداد پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔ اگر ایسا ہو بھی تو اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے پہلے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی تحریک خلیفہ عباسی الناصر الدین اللہ کو چکا تھا چنانچہ جب خوارزمیوں نے مرکز خلافت کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اُس نے چنگیز خاں کو خوارزم پر حملہ کرنے کے لئے کہلوا یا تھا جس سے تاتاریوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں میں یک جہتی و اتحاد نہیں ہے اور پھر خفیوں نے شافعیوں کی سرکوبی کے لئے ہلاکو خاں کو بلاوا بھیجا تھا جس کے نتیجے میں خراساں پر ان کا اقتدار قائم ہو گیا اور بغداد کی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے انہیں راستہ مل گیا۔ ان حالات میں بغداد کی تباہی کا ذمہ دار صرف ابن علقمی کو ٹھہرانا اور الناصر الدین اللہ کی تحریک اور خفی و شافعی نزاع کو نظر انداز کر دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے۔ جبکہ بغداد کی تباہی کا پیش خیمہ یہی خراساں کی فتح تھی کہ جس کا سبب وہاں کے خفی باشندے تھے۔ چنانچہ اسی فتح کی وجہ سے اس کا اتنا حوصلہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے مرکز پر حملہ آور ہو ورنہ محض ایک شخص کے پیغام کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بغداد ایسے قدیم مرکز پر

لیٹا کر کرتا ہوا پہنچ جاتا کہ جس کی سطوت و ہیبت کی دھاک ایک دنیا کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔

ذاتی طور پر عالم الغیب ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی طرف سے کسی امر پر مطلع ہو کر خبر دینا دوسری چیز ہے۔ انبیاء و اولیاء کو جو مستقبل کا علم ہوتا ہے وہ اللہ ہی کے سکھانے اور بتانے سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ذاتی طور پر مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہے تو وہ صرف اللہ سبحانہ ہے۔ البتہ وہ جس کو چاہتا ہے امور غیب پر مطلع کر دیتا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے۔
عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَيْهِ غَيْبِهِ أَحَدًا
وہی غیب کا علم جاننے والا ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔
إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ۔

یونہی امیر المؤمنین کو بھی مستقبل کا علم تعلیم رسول و القائے ربانی سے حاصل ہوتا تھا جس کے لئے آپ کا یہ کلام شاہد ہے البتہ کبھی بعض چیزوں پر مطلع کرنے کی مصلحت یا ضرورت نہیں ہوتی تو انہیں پردہ خفا میں رہنے دیا جاتا ہے جن پر کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا، جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْآرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ
مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ
أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔
بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور شکموں میں جو کچھ ہے وہ جانتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ (ان چیزوں سے) آگاہ اور باخبر ہے۔

خطبہ ۱۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي ذِكْرِ الْمَكَايِيلِ وَالْمَوَازِينِ۔
عِبَادَ اللَّهِ! إِنَّكُمْ وَمَا تَمْلِكُونَ مِنْ هَذِهِ
الدُّنْيَا أَثَوِيَاءُ مُوَجِّلُونَ، وَمَدِينُونَ
مُقْتَضُونَ۔ أَجَلٌ مُنْقُوصٌ وَعَمَلٌ
مَحْفُوظٌ۔ فَرُبَّ دَائِبٍ مُضَيِّعٍ وَرُبَّ
كَادِحٍ خَاسِرٍ؛ وَقَدْ أَصْبَحْتُمْ فِي ذَمَنِ
الْأَزْدَادِ الْخَيْرِ فِيهِ إِلَّا إِدْبَارًا أَوَّلَ الشَّرِّ فِيهِ
إِلَّا أَقْبَالًا، وَلَا الشَّيْطَانُ فِي هَلَاكِ
النَّاسِ إِلَّا طَمَعًا، فَهَذَا أَوَانٌ قَوِيَتْ عُدَّتُهُ

جس میں آپ نے بیانوں اور ترازوؤں کا ذکر فرمایا ہے۔
اللہ کے بندو! تم اور تمہاری اس دنیا سے بندھی ہوئی امیدیں مقررہ مدت کی مہمان ہیں اور ایسے قرض دار جن سے ادائیگی کا تقاضا کیا جا رہا ہے عمر ہے جو گھٹتی جا رہی ہے اور اعمال ہیں جو محفوظ ہو رہے ہیں۔ بہت سے دوڑ دھوپ کرنے والے اپنی محنت اکارت کرنے والے ہیں اور بہت سے سعی و کوشش میں لگے رہنے والے کھائے میں جا رہے ہیں تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جس میں بھلائی کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں اور برائی آگے بڑھ رہی ہے اور لوگوں کو تباہ کرنے میں شیطان کی حرص تیز ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ یہی وہ وقت ہے کہ اسکے (ہتھکنڈوں) کا سروسامان مضبوط ہو چکا ہے اور اس کی سازشیں پھیل رہی ہیں

وَعَمَّتْ مَكِيدَتُهُ وَآمَنَتْ فَرِيَسْتُهُ أَضْرَبَ
بَطْرَفِكَ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ فَهَلْ
تُبْصِرُ إِلَّا فَقِيرًا يُكَابِدُ فَقْرًا أَوْ غَنِيًّا
بَدَالَ نِعْمَةِ اللَّهِ كُفْرًا أَوْ بَخِيلًا اتَّخَذَ
الْبُخْلَ بِحَقِّ اللَّهِ وَقْرًا، أَوْ مُتَمَرِّدًا كَانَ
بِأَذْنِهِ عَنِ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ وَقْرًا، آيَنَ
خِيَارُكُمْ وَصَلَحَاؤُكُمْ، وَأَحْرَارُكُمْ
وَسُحَاؤُكُمْ وَآيَنَ السُّتُورُ عَوْنَ فِي
مَكَاسِبِهِمُ وَالسُّتُورُ هَوْنٌ فِي مَكَاهِبِهِمُ
الْيَسَّ قَدْ ظَعَنُوا جَبِيْعًا عَنِ هَذِهِ الدُّنْيَا
الدُّنْيَا وَالْعَاجِلَةِ إِلَّا تَلْتَقِي بِدَمِهِمُ
الشَّفَقَتَانِ اسْتَصْغَارَ الْقَدْرِ هُمْ وَذَهَابًا
عَنْ ذِكْرِهِمْ، فَإِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
ظَهَرَ الْفَسَادُ فَلَا مُنْكَرَ مُغَيِّرٍ وَلَا زَاجِرٍ
مُزْدَجِرٍ فِيهِدَا تَرِيدُونَ أَنْ تَجَاوِرَ اللَّهُ
فِي دَارِ قُدْسِهِ وَتَكُونُوا أَعَزَّ أَوْلِيَائِهِ
عِنْدَهُ؟ هَيْهَاتَ لَا يُخَدِّعُ اللَّهُ الْأَمْرِينَ
بِالْمَعْرُوفِ التَّارِكِينَ لَهُ، وَالنَّاهِيْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ الْعَامِلِينَ بِهِ۔

خطبہ ۱۲۸

جب حضرت ابو ذر کو ربذہ کی طرف جلا وطن کیا گیا تو
اُن سے خطاب کر کے فرمایا۔
اے ابو ذر! تم اللہ کیلئے غضب ناک ہوئے ہو تو پھر جس کی
خاطریہ تمام غم و غصہ ہے اُسی سے امید بھی رکھو۔ ان لوگوں کو تم

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَا بِيْ دَرٍّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَمَّا أُخْرِجَ إِلَى
الرَّبَذَةِ۔

یَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ غَضِبْتَ لِلَّهِ فَارْجُ مَنْ
غَضِبْتَ لَهُ، إِنَّ الْقَوْمَ خَافُوكَ عَلَى دُنْيَا
هُمْ فَبِيْ أَيْدِيهِمْ بِيَا حِفْظَهُمْ عَلَيْهِ فَمَا
أَحْرَجَهُمْ إِلَى مَا مَنَعْتَهُمْ وَمَا أَغْنَاكَ عَمَّا
مَنَعُوكَ وَاسْتَعْلَمَ مِنَ الرَّبِّ غَدًا وَالْأَكْثَرُ
حَسَدًا وَلَوْ أَنَّ السُّسُوتِ وَالْأَرْضِضِينَ
كَانَتَا عَلَى عَبْدٍ رَّتْقًا ثُمَّ اتَّقَى اللَّهُ
لَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْهُمَا مَخْرَجًا، وَلَا
يُؤْنِسُنَّكَ إِلَّا الْحَقُّ، وَلَا يُؤْحِشُنَّكَ إِلَّا
الْبَاطِلُ فَلَوْ قَبِلْتَ دُنْيَاهُمْ لَا حَبُوكَ۔ وَلَوْ
قَرَضْتَ مِنْهَا لَا مَنُوكَ۔

تشریح:-

ابو ذر غمخوار کی کا نام جناب ابن جنادہ تھا۔ ربذہ کے رہنے والے تھے جو مدینہ کی مشرقی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جب بعثت
رسول کا تذکرہ سنا تو وہ کمہ آئے اور پوچھ گچھ کرنے کے بعد پیغمبر کی خدمت میں باریاب ہو کر اسلام قبول کیا جس پر کفار قریش
نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور اذیتوں پر اذیتیں پہنچائیں مگر آپ کے ثبات قدم میں لغزش نہ آئی۔ اسلام لانے
والوں میں آپ تیسرے یا چوتھے یا پانچویں ہیں اور اس سبقت اسلامی کے ساتھ آپ کے زہد و اتقا کا یہ عالم تھا کہ پیغمبر اکرمؐ نے
فرمایا کہ ابو ذرؓ اتنی شبیہ عیسیٰ ابن مریمؑ فی زہد و ورع میری امت میں ابو ذرؓ زہد و ورع میں عیسیٰ ابن مریمؑ کی مثال ہیں۔

آپ حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں شام چلے گئے اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں بھی وہیں مقیم تھے۔ زندگی کے شب و روز
ہدایت و تبلیغ کے فرائض سرانجام دیتے۔ اہل بیت رسولؐ کی عظمت سے روشناس کرنے اور جادہ حق کی طرف رہنمائی فرمانے میں گزرتے
تھے۔ چنانچہ شام اور جبل عامل میں شیعیت کے جو اثرات پائے جاتے ہیں وہ آپ ہی کی تبلیغ و مساعی کا نتیجہ اور آپ ہی کے بونے ہوئے
نخ کے برگ و بار ہیں۔ امیر شام معاویہ کو ان کی یہ روش پسند نہ تھی۔ چنانچہ وہ ان کے کھلم کھلا لے دے کرنے اور حضرت عثمانؓ کی زراعت و زری
و بے راہ روی کے تذکرے کرنے سے انتہائی بیزار تھے۔ مگر کچھ بنائے نہ بنتی تھی آخر اس نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ اگر یہ کچھ عرصہ اور
یہاں مقیم رہے تو ان اطراف کے لوگوں کو تم سے برگشتہ کر دیں گے۔ لہذا اس کا اسناد ہونا چاہیے۔ جس پر انہوں نے لکھا کہ ابو ذرؓ کو شتر بے
پالان پر سوار کر کے مدینہ روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور انہیں مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو یہاں بھی حق
و صداقت کی تبلیغ شروع کر دی۔ مسلمانوں کو پیغمبر کا عہد یاد دلانے کی سروی و قیصری شان کے مظاہروں سے روکتے جس پر حضرت عثمانؓ جز بز
ہوتے۔ اُن کی زبان بندی کی تدبیریں کرتے۔ چنانچہ ایک دن انہیں بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے پھرتے ہو کہ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا۔

اِذَا كَمَلْتُمْ بِنَاوِيَّةَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا اتَّخَذُوا بِلَادَ
اللَّهِ دَوْلًا وَعِبَادَ اللَّهِ حَوْلًا وَدِينَ اللَّهَ
وَحَلًّا۔

جب بنی امیہ کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے
شہروں کو اپنی جاگیر اور اس کے بندوں کو اپنا غلام اور اس
کے دین کو فریب کاری کا ذریعہ قرار دے لیں گے۔

آپ نے کہا بے شک میں نے پیغمبر اسلام کو یہ فرماتے سنا تھا۔ عثمان نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور پاس بیٹھنے والوں سے کہا کہ
کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سنا ہے۔ سب نے نفی میں جواب دیا۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب
سے دریافت کیا جائے۔ چنانچہ آپ کو بلا کر دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے اور ابوذر ریح کہتے ہیں۔ عثمان نے کہا
کہ آپ کس بناء پر اس حدیث کی صحت کی گواہی دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر کو فرماتے سنا ہے کہ
مَا أَظْلَمَتِ الْخَضِرَاءُ وَلَا أَقْلَتِ الْغُبَرَاءُ
عَلَى ذِي لَهْجَةٍ أَصْدَقُ مِنْ أَبِي ذَرٍّ
نے اُسے نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ راست گو ہو۔

اب حضرت عثمان کیا کہہ سکتے تھے اگر جھٹلاتے تو پیغمبر کی تکذیب لازم آتی تھی۔ بیچ و تاب کھا کر رہ گئے اور کوئی تردید نہ کر سکے۔ ادھر
حضرت ابوذر نے سرمایہ پرستی کے خلاف کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عثمان کو دیکھتے تو اس آیت کی تلاوت فرماتے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا
يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبِئْسَ لَهُمْ بَعْدَ اب
الْيَمِّ يَوْمَ يُحْمَلَىٰ عَلَيْهِمَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ
فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ
هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ
تَكْنِزُونَ

وہ لوگ یہ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اُسے
اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کو دردناک عذاب کی
خوشخبری سنا دو جس دن کہ اُن کا جمع کیا ہوا سونا چاندی
دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا اور اس سے انکی پیشانیاں،
پہلو اور پٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائیگا کہ یہ
وہی ہے جسے تم نے اپنے لئے ذخیرہ بنا کر رکھا تھا تو اب
اس ذخیرہ اندوزی کا مزہ اچکھو۔

حضرت عثمان نے مال و دولت کا لالچ دیا مگر اُس طائر آزاد کو سنہری جال میں نہ جکڑ سکے۔ تشدد و سختی سے بھی کام لیا مگر اُن کی زبان
حق ترجمان کو بند نہ کر سکے آخر انہیں مدینہ چھوڑ دینے اور ربذہ کی جانب چلے جانے کا حکم دیا اور طرید رسول کے فرزند مردان کو اس پر
مامور کیا کہ وہ انہیں مدینہ سے باہر نکال دے اور اس کے ساتھ یہ قہرمانی فرمان بھی صادر فرمایا کہ کوئی اُن سے حکام نہ کرے اور نہ انہیں
الوداع کہے، مگر امیر المومنین، امام حسن، امام حسین، عقیل، عبداللہ، ابن جعفر اور عمار یاسر نے اس فرمان کی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں
رخصت کرنے کے لئے ساتھ ہوئے اور اسی رخصت کے موقع پر حضرت نے اُن سے یہ کلمات فرمائے۔

ربذہ میں حضرت ابوذر کی زندگی بڑی ابتلاؤں میں کٹی، یہیں پر آپ کے فرزند ذر اور اہلیہ نے انتقال کیا اور جو بھیڑ بکریاں گزارے
کے لئے پال رکھی تھیں وہ بھی ہلاک ہو گئیں۔ اولاد میں صرف ایک دختر رہ گئی جو فاقوں اور دکھوں میں برابر کی شریک تھی، جب سر و سامان
زندگی ناپید ہو گئے اور فاقوں پر فاقے ہونے لگے تو اُس نے حضرت ابوذر سے عرض کیا کہ بابا یہ زندگی کے دن کس طرح نکلیں گے کہیں آنا

جانا چاہئے اور رزق کی تلاش کرنا چاہئے۔ جس پر حضرت ابوذر اسے ہمراہ لے کر صحرائ کی طرف نکل کھڑے ہوئے، مگر گھاس پات بھی میسر نہ
آ سکا۔ آخر تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ریت جمع کر کے اُس کا ڈھیر بنایا اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے اسی عالم میں سانسیں اکھڑ گئیں پتلیاں
اوپر چڑھ گئیں نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ جب دختر ابوذر نے یہ حالت دیکھی تو سر اسیمہ و مضطرب ہو کر کہنے لگی کہ بابا اگر آپ نے اس لق
ودق صحرائ میں انتقال فرمایا تو میں اکیلی کیسے دفن و کفن کا سامان کروں گی۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹی گھبراؤ نہیں، پیغمبر اکرمؐ مجھ سے فرما گئے تھے کہ
اے ابوذر تم عالم غربت میں مرو گے، اور کچھ عراقی تمہاری تجہیز و تکفین کریں گے۔ تم میرے مرنے کے بعد ایک چادر میرے اوپر ڈال دینا
اور سر راہ جا بیٹھنا اور جب ادھر سے کوئی قافلہ گزرے تو اس سے کہنا کہ پیغمبرؐ کے صحابی ابوذرؓ نے انتقال کیا ہے۔ چنانچہ اُن کی رحلت کے
بعد وہ سر راہ جا کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد ایک قافلہ گزرا جس میں ہلال ابن مالک مزی، اخف ابن قیس تمیمی صعصعہ ابن صوحان عبدی،
اسود ابن قیس تمیمی اور مالک ابن حارث اشتر تھے۔ جب انہوں نے حضرت ابوذر کے انتقال کی خبر سنی تو اس بیکسی کی موت پر ترپ
اٹھے۔ سواریاں روک لیں اور ان کی تجہیز و تکفین کے لئے سفر ملٹوی کر دیا۔ مالک اشتر نے ایک حلہ کفن کے لئے دیا جس کی قیمت چار ہزار
درہم تھی اور تجہیز و تکفین کے فرائض سر انجام دے کر رخصت ہوئے۔ یہ واقعہ ۸ ربی الحجۃ ۳۲ھ کا ہے۔

خطبہ ۱۲۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَيَّتَهَا النَّفُوسُ الْمُخْتَلِفَةُ وَالْقُلُوبُ
الْمُتَشَتِّتَةُ الشَّاهِدَةُ أَبْدَانَهُمْ وَالْعَالِيَةُ
عَنْهُمْ عَقُولُهُمْ، أَظَارَكُمْ عَلَى الْحَقِّ وَ
أَنْتُمْ تَنْفَرُونَ عَنْهُ نَفُورَى الْبِعْزَى مِنْ
وَعَوَةِ الْأَسَدِ، هَيْهَاتَ أَنْ أُطْلِعَ بِكُمْ
سَرَارَ الْعَدْلِ، أَوْ أُقِيمَ أَعْوَجَاجُ الْحَقِّ
اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنِ الَّذِي كَانَ
مِنَّا مُنَافَسَةً فِي سُلْطَانٍ وَلَا التَّمَسَّاسِ
شَيْءٍ مِّنْ فُضُولِ الْحُطَامِ، وَلَكِنْ لِنَرِدَّ
الْمَعَالِمَ مِنْ دِينِكَ وَنُظْهِرَ الْإِصْلَاحَ فِي
بِلَادِكَ فَيَأْمَنَ الْمَظْلُومُونَ مِنْ عِبَادِكَ
وَتَقَامَ الْمُعْطَلَةُ مِنْ حُدُودِكَ اللَّهُمَّ إِنِّي

اے الگ الگ طبیعتوں اور پراگندہ دل و دماغ والو کہ جن
کے جسم موجود اور عقلیں گم ہیں میں تمہیں نرمی و شفقت سے
حق کی طرف لانا چاہتا ہوں اور تم اس سے اس طرح بھڑک
اٹھتے ہو جس طرح شیر کے دھاڑ سے بھیڑ بکریاں، کتنا دشوار
ہے کہ میں تمہارے سہارے پر چھپے ہوئے عدل کو ظاہر کروں
یا حق میں پیدا کی ہوئی بچیوں کو سیدھا کروں۔ بارالہا تو خوب
جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے (جنگ و پیکار کی صورت
میں) ظاہر ہوا اس لئے نہیں تھا کہ ہمیں تسلط و اقتدار کی
خواہش تھی یا مال دنیا کی طلب تھی بلکہ یہ اس لئے تھا کہ ہم
دین کے نشانات کو (پھر اُن کی جگہ پر) پلٹائیں اور تیرے
شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تاکہ تیرے
ستم رسیدہ ہندوں کو کوئی کھٹکانہ رہے اور تیرے وہ احکام (پھر
سے) جاری ہو جائیں جنہیں بیکار بنا دیا گیا ہے۔ اے اللہ!
میں پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کی اور تیرے
حکم کو سن کر لبیک کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے علاوہ

أَوَّلَ مَنْ أَنْسَابَ وَسَمِعَ وَأَجَابَ لَمْ
يَسْبِقْنِي إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ بِالصَّلَاةِ۔

وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْوَالِي
عَلَى الْفُرُوجِ وَالْذِمَّاءِ وَالْمَغَانِمِ وَالْأَحْكَامِ
وَأَمَامَةِ الْمُسْلِمِينَ الْبَخِيلِ فَتَكُونُ فِي
أَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهُ۔ وَلَا الْجَاهِلُ فِيضْلُهُمْ
بِجَهْلِهِ، وَلَا الْجَافِي فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَائِهِ،
وَلَا الْحَافِئُ لِدَوْلٍ فَيَتَّخِذَ قَوْمًا دُونَ
قَوْمٍ وَلَا السَّرْتَشِي فِي الْحُكْمِ فَيَذْهَبَ
بِالْحَقُوقِ وَيَقِفَ بِهَا دُونَ الْمَقَاطِعِ، وَلَا
الْمُعْطَلُ لِلْسُنَّةِ فَيُهْلِكَ الْأُمَّةَ۔

خطبہ ۱۳۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
نَحْنُذُهُ عَلَى مَا أَخَذَ وَأَعْطَى، وَعَلَى
مَا آبَى وَأَبْتَلَى الْبَاطِنُ لِكُلِّ حَفِيَّةٍ
وَالْحَاضِئُ لِكُلِّ سِرِّيَّةٍ الْعَالِمُ بِمَا تَكُنُّ
الْصُّدُورُ وَمَا تَخُونُ الْعُيُونُ، وَنَشْهَدُ
أَنَّ لَا إِلَهَ غَيْرُهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَجِيْبُهُ وَبَعِيْثُهُ شَهِادَةُ
يُؤَافِقُ فِيهَا السِّرُّ الْإِعْلَانُ وَالْقَلْبُ
اللِّسَانُ۔

(مِنْهَا) فَإِنَّهُ وَاللَّهِ الْجَدُّ لَا اللَّعِبُ
وَالْحَقُّ لَا الْكُذِبُ۔ وَمَا هُوَ إِلَّا الْبَوْتُ

لِی نے بھی نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی۔
(اے لوگو!) تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت
(نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لئے کسی طرح
مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں
کے مال پر لگا رہے گا، اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت
کی وجہ سے گمراہ کرے گا۔ اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ اپنی
تند مزاجی سے چر کے لگا تا ہے گا، اور نہ کوئی مال و دولت میں
بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو
محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ وہ
دوسروں کے حقوق کو رانیکاں کر دے گا اور انہیں انجام تک نہ
پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ امت کو تباہ
ویرباد کر دے گا۔

قَدْ أَسْمَعَ دَاعِيَهُ وَأَعَجَلَ حَادِيَهُ، فَلَا
يَغْرُنُكَ سِوَاكَ النَّاسِ مِنْ نَفْسِكَ فَقَدَّرَ
آيَتٌ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ
وَحَذَرِ الْأَقْلَالِ وَأَمِنَ الْعَوَاقِبَ طُولَ
أَمَلٍ وَأَسْتَبْعَادَ أَجَلٍ۔ كَيْفَ نَزَلَ بِهِ
الْمَوْتُ فَازْعَجَهُ عَنْ وَطْنِهِ۔ وَأَخَذَهُ مِنْ
مَأْمَنِهِ، مَحْمُولًا عَلَى أَعْوَادِ الْمَنَآيَا۔

يَتَعَاطَى بِهِ الرَّجَالُ الرَّجَالَ حَمَلًا عَلَى
الْمَنَاقِبِ وَأَمْسَاكَ بِالْأَنَامِلِ أَمَّا أَيْتُمُ
الَّذِينَ مَأْمُلُونَ بَعِيدًا وَيَبْنُونَ مَشِيدًا
وَيَجْمَعُونَ كَثِيرًا كَيْفَ أَصْبَحَتْ بَيُوتُهُمْ
قُبُورًا۔ وَمَا جَمَعُوا بُورًا۔ وَصَارَتْ
أَمْوَالُهُمْ لِسَوَارِثِينَ لَا فِي حَسَنَةٍ
يَزِيدُونَ، وَلَا مِنْ سَيِّئَةٍ يَسْتَعْتَبُونَ فَمَنْ
أَشْعَرَ التَّقْوَى قَلْبَهُ بَرَزَ مَهْلُهُ وَقَازَ
عَمَلُهُ۔ فَاهْتَبَلُوا هَبْلَهَا وَأَعْمَلُوا لِلْجَنَّةِ
عَمَلَهَا۔ فَإِنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَخْلُقْ لَكُمْ
دَارَ مَقَامٍ، بَلْ خُلِقَتْ لَكُمْ مَجَازًا
لِتَزُودُوا مِنْهَا الْأَعْمَالَ إِلَى دَارِ الْقَرَارِ
فَكُونُوا مِنْهَا عَلَى أَوْفَازٍ، وَقَرَّبُوا الظُّهُورَ
لِزِيَالٍ۔

خطبہ ۱۳۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
دُنْيَا وَآخِرَتِ ابْنِ بَاغِ ذُو اللَّهِ كُوسُ نَظْمِ هُوَئِ أَسْ كِ زِيَرِ

کثرت تمہارے نفس کو دھوکا نہ دے (کہ اپنی موت کو بھول جاؤ)
تم اُن لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے جنہوں نے مال و دولت کو سمیٹا
تھا۔ جو افلاس سے ڈرتے تھے اور امیدوں کی درازی اور موت
کی دور کا (فریب کھا کر) نتائج سے بے خوف بن چکے تھے۔
دیکھ چکے ہو کہ کس طرح موت اُن پر ٹوٹ پڑی کہ انہیں وطن سے
نکال باہر کیا اور اُن کی جائے امن سے انہیں اپنی گرفت میں لے
لیا اس عالم میں کہ وہ تابوت پر لدے ہوئے تھے اور لوگ یکے
بعد دیگرے کندھا دے رہے تھے اور اپنی انگلیوں (کے
سہارے) سے روکے ہوئے تھے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں
دیکھا کہ جو دور کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ جنہوں نے مضبوط
محل بنائے تھے اور ڈھیروں مال جمع کیا تھا کس طرح ان کے گھر
قبروں میں بدل گئے اور جمع شدہ پونجی تباہ ہو گئی اور ان کا مال
وارثوں کا ہو گیا۔ اور ان کی بیویاں دوسروں کے پاس پہنچ گئیں
(اب) نہ وہ نیکیوں میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کا کوئی
موقعہ ہے کہ وہ کسی گناہ کے بعد (توبہ کر کے) اللہ کی رضا
مندیاں حاصل کر لیں جس شخص نے اپنے دل کو تقویٰ شعار بنالیا
وہ بھلائیوں میں سبقت لے گیا اور اس کا کیا کرایا سوارت ہوا
تقویٰ حاصل کرنے کا موقعہ غنیمت سمجھو اور جنت کے لئے جو عمل
ہونا چاہئے اُسے انجام دو۔ کیونکہ دنیا تمہاری قیام گاہ نہیں بنائی
گئی، بلکہ یہ تو تمہارے لئے گزر گاہ ہے تاکہ تم اس سے اپنی
مستقل قیام گاہ کے لئے زاد اکٹھا کر سکو۔ اُس دنیا سے چل نکلنے
کے لئے آمادہ رہو، اور کوچ کے لئے سواریاں اپنے سے قریب
کر لو (کہ وقت آنے پر بآسانی سوار ہو سکو)۔

وَأَنْقَادَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ بَارِئَتِهَا
وَقَدَفَتْ إِلَيْهِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُونَ
مَقَالِيدَهَا، وَسَجَدَتْ لَهُ بِالْعُدُوِّ
وَالْأَصَالِ الْأَشْجَارُ النَّاضِرَةُ وَقَدَحَتْ
لَهُ مِنْ قُضْبَانِهَا النَّيِّرَانَ الْمُضِيئَةَ وَآتَتْ
أُكْلَهَا بِكَلِمَاتِهِ الْيَمَارَ الْيَانِعَةَ۔

(مِنْهَا) وَكِتَابُ اللَّهِ بَيْنَ أَظْهُرٍ كُمْ نَاطِقٌ
لَا يَعْنِي لِسَانُهُ وَبَيَّتْ لَا تَهْدُمُ أَرْكَانَهُ۔
وَعِزُّ لَا تَهْزُمُ أَعْوَانَهُ۔

(وَمِنْهَا) أَرْسَلَهُ عَلَى حِينٍ قُتِرَتْ مِنْ
الرُّسُلِ وَتَنَازَعَ مِنَ الْأَلْسُنِ، فَقَفَى بِهِ
الرُّسُلُ وَخَتَمَ بِهِ الْوَاحِي فَجَاهَدَ فِي
اللَّهِ الْمُدَبِّرِ بَيْنَ عَنَّةٍ وَالْعَادِلِينَ بِهِ۔

(وَمِنْهَا) وَأَنَسَا الدُّنْيَا مُنْتَهَى بَصَرِ
الْأَعْمَى، لَا يُبْصِرُ وَرَاءَ هَا شَيْئًا وَ
الْبَصِيرُ يَنْفُذُهَا بَصَرُهُ وَيَعْلَمُ أَنَّ الدَّارَ
وَرَاءَ هَا، فَالْبَصِيرُ مِنْهَا شَاقِقٌ وَالْأَعْمَى
إِلَيْهَا شَاقِصٌ وَالْبَصِيرُ مِنْهَا مُتَزَوِّدٌ۔
وَالْأَعْمَى لَهَا مُتَزَوِّدٌ۔

(وَمِنْهَا) وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا
وَيَكَادُ صَاحِبُهُ أَنْ يَشْبَعَ مِنْهُ وَيَلْكَهُ إِلَّا
الْحَيَوَةُ فَإِنَّهُ لَا يَجِدُ لَهُ فِي الْمَوْتِ
رَاحَةً وَإِنْسَا ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْحِكْمَةِ الَّتِي
هِيَ حَيَاةٌ لِلْقَلْبِ الْبَيِّتِ، وَبَصَرٌ لِلْعَيْنِ

فرمان ہے اور آسمان وزمین نے اپنی کنجیاں اُس کے آگے ڈال
دی ہیں اور تروتازہ شاداد درخت صبح وشام اس کے آگے
سر بسجود ہیں اور اپنی شاخوں سے چمکتی ہوئی آگ (کے شعلے)
بھڑکاتے ہیں اور اس کے حکم میں (پھل پھول کر) پکے ہوئے
میوؤں (کی ڈالیاں) پیش کرتے ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ اللہ کی کتاب تمہارے سامنے
اس طرح (کھل کر) بولنے والی ہے کہ اس کی زبان کہیں
لڑکھاتی نہیں اور ایسا گھر ہے جسکے کعبے سرنگوں نہیں ہوتے اور
ایسی عزت ہے کہ اس کے معاون شکست نہیں کھاتے۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا۔ اللہ نے آپ کو اس وقت
بھیجا جبکہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور لوگوں میں جتنے
منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔ چنانچہ آپ کو سب رسولوں سے آخر
میں بھیجا اور آپ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپ نے
اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے
ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہم سر ٹھہرا رہے تھے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے (دل کے) اندھے کے منہ سے نظر
میں دنیا ہوتی ہے کہ اسے اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور نظر رکھنے
والے کی نگاہیں اس سے پار چلی جاتی ہیں اور وہ اس امر کا یقین
رکھتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک گھر ہے۔ نگاہ رکھنے والا اس
سے ٹکنا چاہتا ہے اور اندھا اسی پر نظر میں جمائے رہتا ہے۔

بالصیرت اس سے (آخرت کے لئے) زاد حاصل کرتا ہے اور
بے بصیرت اسی کے سر و سامان میں لگا رہتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے تمہیں جاننا چاہئے کہ ہر شے
سے آدمی کبھی کبھی سیر ہو جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے۔ سوا زندگی
کے وہ کبھی مرنے میں راحت نہیں محسوس کرتا اور اس حکمت کی
طرح ہے کہ جو قلب مردہ کے لئے، حیات، اندھی آنکھوں

الْعَبْيَاءِ، وَسَمِعَ لِلْأَذْنِ الصَّمَاءِ، وَرَى
لِلظُّمَانِ وَفِيهَا الْغِنَى كُلُّهُ وَالسَّلَامَةُ
كِتَابُ اللَّهِ تَبْصِرُونَ بِهِ۔ وَتَنْطِقُونَ بِهِ،
وَتَسْمَعُونَ بِهِ۔ وَيَنْطِقُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ،
وَيَشْهَدُ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ وَلَا يَخْتَلِفُ
فِي اللَّهِ وَلَا يُخَالِفُ بِصَاحِبِهِ عَنِ اللَّهِ۔
قَدْ اصْطَلَحْتُمْ عَلَى الْغُلِّ فِيمَا بَيْنَكُمْ،
وَنَبَتَ الْمَرْغَى عَلَى دِمْنِكُمْ۔ وَتَصَافَيْتُمْ
عَلَى حُبِّ الْأَعْمَالِ وَتَعَادَيْتُمْ فِي كَسْبِ
الْأَمْوَالِ لَقَدْ اسْتَهَانَ بِكُمْ الْخَبِيثُ وَتَاهَ
بِكُمْ الْغُرُورُ، وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى
نَفْسِي وَأَنْفُسِكُمْ۔

خطبہ ۱۳۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فِي
الْخُرُوجِ إِلَى عِزِّ الرُّومِ بِنَفْسِهِ۔
وَقَدْ تَوَكَّلَ اللَّهُ لَا هَلْ هَذَا الدِّينَ
بِعِزَّازِ الْحَوَازَةِ وَسَعَةِ الْعَوْرَةِ، وَالَّذِي
نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْصِرُونَ وَمَنْعَهُمْ،
وَهُمْ قَلِيلٌ إِلَّا يَمْنَعُونَ۔ ”حَسْبِيَ لَا
يَمُوتُ“ إِنَّكَ مَتَى تَسِرْ إِلَى هَذَا الْعَدُوِّ
بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ بِشَخْصِكَ فَتَنْكَبُ
لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَانِفَةً دُونَ أَقْصَى

کے لئے بینائی۔ بہرے کانوں کے لئے شنوائی اور تشنہ کام کے
لئے سیرابی ہے اور اسی میں پورا پورا سامان کفایت و سر و سامان
حفاظت ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے کہ جس کے ذریعہ تمہیں بھائی
دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز)
سننے ہو۔ اس کے کچھ حصے کچھ حصوں کی وضاحت کرتے ہیں اور
بعض بعض کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں اور یہ ذات الہی کے
متعلق الگ الگ نظریے نہیں پیش کرتا اور نہ اپنے ساتھی کو اس کی
راہ سے ہٹا کر کسی اور راہ پر لگا دیتا ہے (مگر) تم نے دلی کدورتوں
اور گھوڑے پر اُگے ہوئے سبزہ کی خواہش پر ایک کر لیا ہے۔
امیدوں کی چاہت پر تو تم میں صلح صفائی ہے اور مال کے کمانے پر
ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہو۔ تمہیں (شیطان) غیبت نے
بھٹکا دیا ہے اور فریبوں نے تمہیں بہکا رکھا ہے۔ میرے اور
تمہارے نفوس کے مقابل میں اللہ ہی مددگار ہے۔

جب حضرت عمر ابن خطاب نے غزوہ روم میں شرکت
کے لئے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔
اللہ نے دین والوں کی حدود کو تقویت پہنچانے اور ان کی غیر
محفوظ جگہوں کو (دشمن کی) نظر سے بچائے رکھنے کا ذمہ لیا ہے۔
وہی خدا (اب بھی) زندہ و غیر فانی ہے کہ جس نے اس وقت ان
کی تائید و نصرت کی تھی جبکہ وہ اتنے تھوڑے تھے کہ دشمن سے
انتقام نہیں لے سکتے تھے اور ان کی حفاظت کی جب وہ اتنے کم
تھے کہ اپنے کو محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔ تم اگر خود ان دشمنوں کی
طرف بڑھے اور ان سے ٹکرائے اور کسی افتاد میں پڑ گئے تو اس
صورت میں مسلمانوں کے لئے دور کے شہروں کے پہلے کوئی
ٹھکانہ نہ رہے گا اور نہ تمہارے بعد کوئی ایسی پلٹنے کی جگہ ہوگی کہ

بِلَادِهِمْ۔ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ
إِلَيْهِ۔ فَابْعَثْ إِلَيْهِمْ رَجُلًا مُجَرَّبًا وَاحْفَظْ
مَعَهُ أَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصْحَةِ، فَإِنَّ أَظْهَرَ
اللَّهُ فِدَاكَ مَا تُحِبُّ، وَإِنْ تَكُنِ الْآخِرَى
كُنْتَ رِدْءًا لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِّلْمُسْلِمِينَ۔

اس کی طرف پلٹ کر آسکیں۔ تم ان کی طرف (اپنے بجائے)
کوئی تجربہ کار آدمی بھیجو اور اس کے ساتھ اچھی کارکردگی والے اور
خیر خواہی کرنے والے لوگوں کو بھیج دو۔ اگر اللہ نے غلبہ دے دیا تو
تم یہی چاہتے ہو اگر دوسری صورت (شکست) ہوگئی تو تم لوگوں
کے لئے ایک مددگار اور مسلمان کے لئے پلٹنے کا مقام ہوگے۔

امیر المومنین کے متعلق یہ عجیب روش اختیار کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ امور سیاست سے بے خبر اور طریق
جہانبانی سے نا آشنا تھے کہ جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بنی امیہ کے ہوس اقتدار سے پیدا کی ہوئی شورشوں کو آپ کی کمزوری
سیاست کا نتیجہ قرار دیا جائے اور دوسری طرف خلفائے وقت نے مملکت کے اہم معاملات اور کفار سے عمارات کے سلسلہ میں
جو مختلف مواقع پر آپ سے مشورے لئے انہیں بڑی اہمیت دے کر اُچھالا جاتا ہے جس سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آپ کی صحت فکرو
نظر اصابت رائے اور تہ رس بصیرت کو پیش کیا جائے بلکہ صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ آپ اور خلفاء میں اتحاد، یگانگت اور یک جہتی
کا مظاہرہ کیا جائے تاکہ ادھر تو جدی مبذول نہ ہونے پائے کہ آپ کسی مرحلہ پر ان سے متصادم بھی رہے ہیں اور باہم اختلاف و
منافشات بھی رونما ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ تاریخی حقائق اس کے شاہد ہیں کہ آپ ان کے نظریات سے اختلاف کرتے تھے اور
ان کے ہر اقدام کو درست صحیح نہ سمجھتے تھے جیسا کہ خطبہ شمشیر میں ہر دور کے متعلق و اشکاف لفظوں میں تبصرہ کرتے ہوئے اپنے
اختلاف رائے اور غم و غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن اس اختلاف کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلامی و اجتماعی مفاد کے سلسلہ میں صحیح
رہنمائی نہ کی جائے۔ پھر امیر المومنین کی سیرت تو اتنی بلند تھی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی ایسے مشورے سے پہلو
تہی کریں گے کہ جس سے مفاد عامہ وابستہ ہو یا کوئی ایسا مشورہ دیں گے جس سے مصالح عامہ کو نقصان پہنچے۔ اسی لئے نظریات
کے اختلاف کے باوجود آپ سے مشورے لئے جاتے تھے جس سے آپ کے کردار کی عظمت اور صحت فکرو نظر پر روشنی پڑتی ہے
اور جس طرح پیغمبر اکرم کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر ہے کہ کفار قریش آپ کو دعوت نبوت میں جھٹلانے کے باوجود بہترین امانت
دار سمجھتے تھے اور کبھی آپ کی امانت پر شبہ نہ کر سکے بلکہ مخالفت کے ہنگاموں میں بھی اپنی امانتیں بے کھٹکے آپ کے سپرد کر دیتے
تھے اور کبھی یہ وہم نہ کرتے تھے کہ ان کی امانتیں خرد و دیر ہو جائیں گی۔ یوں ہی امیر المومنین بھی وثوق و اعتماد کی اس سطح بلند پر سمجھتے
تھے کہ دوست و دشمن ان کی اصابت رائے پر اعتماد کرتے تھے تو جس طرح پیغمبر کے طرز عمل سے ان کے کمال امانتداری کا پتہ
چلتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ ان میں اور کفار میں یگانگت تھی کیونکہ امانت اپنے مقام پر ہے اور کفر و اسلام کا کھراؤ
اپنے مقام پر اسی طرح امیر المومنین خلفاء سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کی نظروں میں ملکی و قومی مفاد کے محافظ اور اسلام کی
فلاح و بہود کے نگران سمجھے جاتے تھے، چنانچہ جہاں نوعی مفاد کا سوال پیدا ہوتا تھا آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپ شخصی اغراض
کی سطح سے بلند ہو کر اپنی بے لاگ رائے کا اظہار فرما دیتے تھے اور حدیث نبوی المستشار متوسل مشیر امین ہوتا ہے کہ پیش نظر کبھی
غل و غش گوارا نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ فلسطین کے موقع پر جب حضرت عمرؓ نے اپنی شرکت کے بارے میں اُن سے مشورہ لیا
تو قطع نظر اس سے کہ آپ کی رائے ان کے جذبات کے موافق ہو، یا مخالفت آپ اسلام کی عزت و بقا کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں

اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور محاذ جنگ میں ایسے شخص کو بھیجنے کی رائے دیتے ہیں کہ جو آزمودہ کار اور فہم حرب
و ضرب میں ماہر ہو۔ کیونکہ نا تجربہ کار آدمی کے چلے جانے سے فتح و کامرانی کی بجائے شکست و ہزیمت کے آثار آپ کو نظر
آ رہے تھے اس لئے انہیں روک دینے ہی میں اسلامی مفاد نظر آیا چنانچہ اس کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ہے کہ اگر تمہیں میدان
چھوڑ کر پلٹنا پڑے تو یہ صرف تمہاری شکست نہ ہوگی بلکہ اس سے مسلمان بدول ہو کر حوصلہ چھوڑ بیٹھیں گے اور میدان جنگ سے
روگردان ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے کیونکہ رئیس لشکر کے میدان چھوڑ دینے سے لشکر کے قدم جم نہ سکیں گے اور ادھر مرکز کے خالی
ہو جانے کی وجہ سے یہ توقع بھی نہ کی جاسکے گی کہ عقب سے مزید فوجی کمک آجائے گی کہ جس سے لڑنے بھڑنے والوں کی
ڈھارس بندھی رہے۔

یہ ہے وہ مشورہ جسے باہمی روابط پر دلیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ یہ مشورہ صرف اسلام کی سر بلندی اور اُس کی عزت و بقا کے
پیش نظر تھا جو آپ کو ہر مفاد سے زیادہ عزیز تھی اور کسی شخص خاص کی جان عزیز نہ تھی کہ جس کی بناء پر اسے جنگ میں شرکت سے روکا ہو۔

خطبہ ۱۳۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
وَقَدْ وَقَعَتْ مُشَاجَرَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عُثْمَانَ
فَقَالَ الْمُغِيرَةُ ابْنُ الْأَخْنَسِ لِعُثْمَانَ أَنَا
أَكْفِيكَه فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لِلْمُغِيرَةِ:
يَا بْنَ الدَّعِينِ الْآبَتَرِ، وَالشَّجَرَةُ الَّتِي لَا
أَصْلَ لَهَا وَلَا فَرْعَ، أَنْ تَكْفِينِي؟
وَاللَّهِ مَا أَعَزَّ اللَّهُ مِنْ أَنْتَ نَاصِرُهُ وَلَا قَامَ
مَنْ أَنْتَ مِنْهُضُهُ أَخْرَجْنَا أَبْعَدَ اللَّهِ
نَوَاكٍ، ثُمَّ أَبْلَغَ جُهْدَكَ فَلَا بَقِيَّ اللَّهُ
عَلَيْكَ إِنْ أَبْقَيْتَ۔

آپ میں اور عثمان ابن عفان میں کچھ بحث ہوئی تو مغیرہ ابن
اخنس نے عثمان سے کہا میں ان سے تمہاری طرف سے نپٹ لیتا
ہوں، جس پر آپ نے مغیرہ سے کہا۔
اے بے اولاد لعین کے بیٹے اور ایسے درخت کے پھل جس
کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ تو بھلا مجھ سے کیا نپٹے گا خدا کی قسم
جس کا تجھ ایسا مددگار ہو، اللہ اُسے غلبہ و سرفرازی نہیں دیتا اور
جس کا تجھ ایسا ابھارنے والا ہو (وہ اپنے پیروں پر) کھڑا نہیں
ہو سکتا۔ ہم سے دور ہو خدا تیری منزل کو دور ہی رکھے اور اس
کے بعد جو بن پڑے کرنا اور اگر کچھ بھی مجھ پر ترس کھائے تو خدا
تجھ پر رحم نہ کرے۔

مغیرہ ابن اخنس عثمان کے خیر خواہوں میں سے تھا۔ اس کا بھائی ابوالحکم ابن اخنس امیر المومنین کے ہاتھ سے مارا گیا تھا
جس کی وجہ سے یہ حضرت کی طرف سے دل میں کینہ و عناد رکھتا تھا۔ اس کا باپ اُن لوگوں میں سے تھا جو فتح مکہ کے موقع پر بظاہر
ایمان لے آئے۔ مگر دلوں میں کفر و نفاق لئے ہوئے تھے، اس لئے لعین فرمایا اور ابتر اس لئے کہا ہے کہ جس کی مغیرہ ایسی اولاد ہو
وہ بے اولاد ہی سمجھے جانے کے لائق ہے۔

خطبہ ۱۳۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَمْ تَكُنْ بِيَعْتِكُمْ إِيَّايَ فَلْتَتَّهَ وَلَيْسَ أَمْرِي وَأَمْرُكُمْ وَاحِدًا، إِنْ أُرِيدُكُمْ لِلَّهِ وَأَنْتُمْ تُرِيدُونَ نَفْسِي لَا نَفْسَكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ أَعَيْنُونِي عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَأَيُّمُ اللَّهِ لَا نَصِفَنَّ الْمَظْلُومَ مِنْ ظَالِمِهِ وَلَا قُودَنَّ الظَّالِمَ بِخَزَائِمِهِ، حَتَّى أُوْرِدَهُ مَنَهْلَ الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ كَارِهًا۔

تم نے میری بیعت اچانک اور بے سوچے سمجھے نہیں کی تھی اور نہ میرا اور تمہارا معاملہ یکساں ہے میں تمہیں اللہ کے لئے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے شخصی فوائد کے لئے چاہتے ہو۔ اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو۔ خدا کی قسم میں مظلوم کا اس کے ظالم سے بدلہ لوں گا اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے سرچشمہ حق تک کھینچ کر لے جاؤں گا اگرچہ اُسے یہ ناگوار کیوں نہ گزرے۔

خطبہ ۱۳۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ: وَاللَّهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ مُنْكَرًا۔ وَلَا جَعَلُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ نَصْفًا، وَأَنْتُمْ لِيَطْلُبُونَ حَقَّاهُمْ تَرْكُوهُ، وَدَمَاهُمْ سَفَكُوهُ، فَإِنْ كُنْتُ شَرِّ يَكُهُمْ فِيهِ فَإِنَّ لَهُمْ نَصِيْبَهُ مِنْهُ، وَإِنْ كَانُوا وَلَوْهُ دُونِي فَمَا الظِّلْبَةُ إِلَّا قَبْلَهُمْ وَإِنْ أَوَّلَ عَدْلِهِمْ لِلْحَكْمِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ إِنْ مَعِيَ لَبْصِيرَتِي مَا لَبَسْتُ وَلَا لَيْسَ عَلَيَّ وَإِنَّهَا لِلْفِتْنَةِ الْبَاغِيَةِ فِيهَا الْحَمَا وَالْحُمَةُ وَالشُّبْهَةُ الْبُعْدِيَّةُ، وَإِنْ الْأَمْرَ لَوَاضِحٌ۔ وَقَدْ زَاخَ الْبَاطِلُ عَنْ

ظلم و زبیر کے متعلق ارشاد فرمایا خدا کی قسم! انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انہی سے ہونا چاہئے اور ان کے عدل و انصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے، نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا اور بلاشبہ میں وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھوکا ڈنگ (حمیرا) ہے اور حق پر سیاہ پردے ڈالنے والے شیعے ہیں۔ (اب تو) حقیقت حال کھل کر سامنے آچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شر انگیزی سے اس کی

نَصَابِهِ، وَأَنْقَطَعَ لِسَانُهُ عَنْ شَعْبِهِ وَأَيُّمُ اللَّهِ لَا أَقْرَطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا أَنَا مَاتِحُهُ لَا يُصْدِرُونَ عَنْهُ بَرِّي، وَلَا يَعْبُونَ بَعْدَهُ فِي حَسَنِي

(مِنْهُ) فَأَقْبَلْتُمْ إِلَى إِقْبَالِ الْعُوْذِ الْمَطَافِيلِ عَلَى أَوْلَادِهَا تَقُولُونَ الْبَيْعَةُ الْبَيْعَةُ قَبَضْتُ كَفَيْ فَبَسَطْتُوْهَا، وَنَازَعْتُمْ يَدَيَّ فَجَدَّ بَتُّوْهَا اللَّهُمَّ أَنْتُمْ قَطَعَانِي وَظَلَمَانِي، وَنَكَّسَا بَيْعَتِي وَالْبَا النَّاسَ عَلَيَّ، فَاحْلُلْ مَا عَقَّدَا وَلَا تُحْكِمْ لَهُمَا مَا أَبْرَمَا وَأَرِهْمَا الْمَسَآئَةَ فِيمَا أَمَلَا وَعَمَلَا، وَلَقَدْ اسْتَبْتُهُمَا قَبْلَ الْقِتَالِ وَاسْتَأْنَيْتُ بِهِمَا أَمَامَ لَوْ قَاعٍ۔ فَغَطَّطَا النَّعْمَةَ وَرَدَّ الْعَافِيَةَ۔

خطبہ ۱۳۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (يَوْمَ فَيَّهَا إِلَى ذِكْرِ الْمَلَا حِمٍ) يُعْطِفُ الْهُوَى عَلَى الْهُدَى إِذَا عَطَفُوا الْهُدَى عَلَى الْهُوَى وَيُعْطِفُ الرَّأْيَ عَلَى الْقُرْآنِ إِذَا عَطَفُوا الْقُرْآنَ عَلَى الرَّأْيِ (مِنْهَا) حَتَّى تَقُومَ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ عَلَى سَاقٍ بَادِيًا نَوَاجِدَهَا، مَمْلُوءَةً أَخْلَافَهَا۔ أَلَا وَفِي عَدَا وَسَيِّئَاتِي عَدُوٌّ بِنَا لَا تَعْرِفُونَ

زبان بند ہو چکی ہے۔ خدا کی قسم! میں ان کے لئے ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں کہ جس سے سیراب ہو کر پلٹنا ان کے امکان میں نہ ہوگا اور نہ اس کے بعد کوئی گڑھا کھود کر پانی پی سکیں گے۔

اسی خطبہ کا ایک جُز یہ ہے۔ تم اس طرح (شوق و رغبت سے) بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑے جس طرح نئی بیاہی ہوئی بچوں والی اونٹیاں اپنے بچوں کی طرف۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انہیں اپنی جانب پھیلایا۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھیننا چاہا مگر تم نے انہیں کھینچا۔ خدایا ان دونوں نے میرے حقوق کو نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے، لہذا تو جو انہوں نے گریں لگائی میں انہیں کھول دے اور جو انہوں نے بٹا ہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور انہیں ان کی امیدوں اور کرتوتوں کا برا نتیجہ دکھا۔ میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انہیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انہیں ڈھیل دیتا رہا۔ لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرادیا۔

اس میں آنے والے فتنوں اور ہنگاموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ خواہشوں کو ہدایت کی طرف موڑے گا۔ جبکہ لوگوں نے ہدایت کو خواہشوں کی طرف موڑ دیا ہوگا اور ان کی راہوں کو قرآن کی طرف پھیرے گا جبکہ انہوں نے قرآن کو (توڑ مروڑ کر) قیاس و رائے کے ڈھیر پر لگالیا ہوگا۔

اس خطبہ کا ایک جُز یہ ہے۔ (اس داعی حق سے پہلے) یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ جنگ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی۔ دانت نکالے ہوئے اور تھن بھرے ہوئے جن کا دودھ شیریں و

پرایے ایسے ظلم ڈھائے کہ جن سے روگئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

خطبہ ۱۳۷

شوریٰ کے موقع پر فرمایا

مجھ سے پہلے تبلیغ حق صلہ رحم اور جود و کرم کی طرف کسی نے بھی تیزی سے قدم نہیں بڑھایا، لہذا تم میرے قول کو سنو، اور میری باتوں کو یاد رکھو کہ تم جلدی ہی دیکھ لو گے کہ اس دن کے بعد سے خلافت کے لئے تلواریں سنت لی جائیں گی اور عہد و بیان توڑ کر رکھ دیئے جائیں گے۔

یہاں تک کہ کچھ لوگ گمراہ لوگوں کے پیشوا بن کے کھڑے ہوں گے اور کچھ جاہلوں کے پیروکار ہو جائیں گے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي وَقْتِ الشُّورَى-

لَمْ يُسْرِعْ أَحَدٌ قَبْلِي إِلَى دَعْوَةِ حَقٍّ وَصَلَةِ رَحِمٍ وَعَائِدَةِ كَرَمٍ فَاسْمَعُوا قَوْلِي وَعُوا مَنْطِقِي- عَسَى أَنْ تَرَوْا هَذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِ هَذَا الْيَوْمِ تُنْتَضِي فِيهِ السُّيُوفُ وَتُخَانُ فِيهِ الْعُهُودُ حَتَّى يَكُونَ بَعْضُكُمْ أَمَّةَ الْآهْلِ الضَّلَالَةِ وَشِيعَةَ لَا أَهْلِ الْجَهَالَةِ-

خطبہ ۱۳۸

اس میں لوگوں کو دوسروں کے عیب بیان کرنے سے روکا ہے۔

جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک صاف ہے اور بفضل الہی گناہوں سے محفوظ ہیں انہیں چاہئے کہ وہ گناہگاروں اور خطا کاروں پر رحم کریں اور اس چیز کا شکر ہی (کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے بچائے رکھا ہے) ان پر غالب اور دوسروں کے عیب اچھالنے سے مانع رہے۔ چہ جائیکہ عیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے اور اس کے عیب بیان کرے طعن و تشنیع کرے یہ آخر خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا جو اُس نے خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس کی وہ غیبت کر رہا ہے بڑے تھے اور کیوں کر کسی ایسے گناہ کی بنا پر اُس کی برائی کرتا ہے جبکہ خود بھی ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو چکا ہے اور اگر بعینہ ویسا گناہ نہیں بھی

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

فِي النَّهْيِ عَنْ عَيْبِ النَّاسِ: وَأَنَا يَنْبَغِي لِأَهْلِ الْعَصَةِ وَالْمَصْنُوعِ إِلَيْهِمْ فِي السَّلَامَةِ أَنْ يَرْحَمُوا أَهْلَ الذُّنُوبِ وَالْمَعْصِيَةِ وَيَكُونِ الشُّكْرُ هُوَ الْغَالِبَ عَلَيْهِمْ وَالْحَاجِزُ لَهُمْ عَنْهُمْ فَكَيْفَ بِالْعَائِبِ الَّذِي عَابَ أَخًا وَغَيْرَهُ يَبْلُوَاهُ أَمَّا ذَكَرَ مَوْضِعَ سِتْرِ اللَّهِ عَلَيْهِ مِنْ ذُنُوبِهِ مِمَّا هُوَ أَعْظَمُ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِي عَابَهُ بِهِ وَكَيْفَ يَذُمَّهُ بِذَنْبٍ قَدَّرَ كَبْ مَثَلَهُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ رَكِبَ ذَلِكَ الذَّنْبَ

خوش گوار معلوم ہوگا لیکن اس کا انجام تلخ و ناگوار ہوگا۔ ہاں کل اور یہ کل بہت نزدیک ہے کہ ایسی چیزوں کو لے کر آجائے جنہیں ابھی تک تم نہیں پہچانتے حاکم و والی جو اس جماعت میں سے نہیں ہوگا تمام حکمرانوں سے ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے مواخذہ کرے گا اور زمین اس کے سامنے اپنے خزانے انڈیل دے گی اور اپنی کنجیاں سہولت اس کے آگے ڈال دے گی، چنانچہ وہ تمہیں دکھائے گا کہ حق و عدالت کی روش کیا ہوتی ہے اور وہ دم توڑ چکنے والی کتاب وسنت کو پھر سے زندہ کر دے گا۔

اسی خطبہ کا ایک بجز یہ ہے گویا یہ منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ (داعی باطل) شام میں کھڑا ہوا لکڑا رہا ہے اور کوفہ کی اطراف میں اپنے جھنڈے لہرا رہا ہے۔ اور کاٹ لھانے والی اونٹنی کی طرح اس پر (حملہ کے لئے) جھکا ہوا ہے اور اُس نے زمین پر سروں کا فرش بچھا دیا ہے اُس کا منہ (بھاڑ کھانے کے لئے) کھل چکا ہے اور زمین میں اُس کی پامالیاں بہت سخت ہو چکی ہیں وہ دور دور تک بڑھ جانے والا اور بڑے شہر و مد سے حملہ کرنے والا ہے۔ بخدا وہ تمہیں اطراف زمین میں بکھیر دے گا یہاں تک کہ تم میں سے کچھ تھوڑے ہی بچیں گے جیسے آنکھ میں سرمہ تم اسی سراسیمگی کے عالم میں رہو گے یہاں تک کہ عربوں کی عقلیں پھر اپنے ٹھکانے پر آجائیں تم مضبوط طریقوں، روشن نشانیوں اور اسی قریب کے عہد پر جسے رہو کہ جس میں نبوت کے پاسدار آوار ہیں اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ شیطان اپنے قدم بگڑم چلانے کے لئے راہیں آسان کرتا رہتا ہے۔

يَا أَخِذُوا أَلْوَالِي مِنْ غَيْرِهَا عُمَالَهَا عَلَى مَسَاوِي أَعْمَالِهَا- وَتَخْرِجْ لَهُ الْأَرْضُ أَفَالِيذَ كَبِدِهَا وَتُلْقِي إِلَيْهِ سَلْمًا مَقَالِيذَهَا فَيُرِيَكُمْ كَيْفَ عَدْلُ السَّيْرَةِ وَيُحْيِي مَيِّتَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ-

(مِنْهَا) كَاتِبِي بِهِ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ وَفَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ فَعَطَفَ عَلَيْهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ وَفَرَشَ الْأَرْضَ بِالرُّوسِ- قَدْ فَعَرَتْ فَاغْرُتُهُ، وَثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطَاتُهُ بَعِيدَ الْجَوْلَةِ عَظِيمِ الصَّوْلَةِ وَاللَّهِ لَيُشِيرَنَّ دَنُوكُمْ فِي أَطْرَافِ الْأَرْضِ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْكُمْ إِلَّا قَلِيلٌ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ فَلَاتَرَا لَوْ أَنَّ كَذَلِكَ حَتَّى تَوُوبَ إِلَى الْعَرَبِ عَوَازِبَ أَحْلَامِهَا فَالْزَمُوا السُّنَنَ الْقَائِمَةَ وَالْأَثَارَ الْبَيِّنَةَ وَالْعَهْدَ الْقَرِيبَ الَّذِي عَلَيْهِ بَاقِي النُّبُوَّةِ- وَاعْلَمُوا أَنَّ الشَّيْطَانَ إِنَّمَا يُسْنِي لَكُمْ طَرِيقَهُ لِيَتَّبِعُوا عَقِبَهُ-

۱۔ امیر المومنین کی یہ پیشین گوئی حضرت حجت کے ظہور کے سلسلہ میں ہے۔

۲۔ یہ عبد الملک ابن مروان کی طرف اشارہ ہے کہ جو مروان کے بعد شام میں برسر اقتدار آیا اور پھر مصعب کے مقابلہ میں مختار ابن ابی عبیدہ کے مارے جانے پر یہ اپنے پرچم لہراتا ہوا عراق کی طرف بڑھا اور اطراف کوفہ میں ویر جاثلیق کے نزدیک مقام مسکن پر مصعب کی فوجوں سے نبرد آزما ہوا۔ اور اُسے شکست دینے کے بعد فتح مندانه کوفہ میں داخل ہوا، اور وہاں کے باشندوں سے بیعت لی اور پھر حجاج ابن یوسف ثقفی کو عبد اللہ ابن زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ روانہ کیا چنانچہ اس نے مکہ کا محاصرہ کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی اور ہزاروں بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہا دیا۔ ابن زبیر کو قتل کر کے اُس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا اور خلق خدا

بَعَيْنِهِ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ فِيمَا سِوَاهُ مِمَّا هُوَ
أَعْظَمُ مِنْهُ۔ وَإِنَّمَا اللَّهُ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ عَصَاةُ
فِي الْكَبِيرِ وَعَصَاةُ فِي الصَّغِيرِ لَجَرَّأَتُهُ
عَلَى عَيْبِ النَّاسِ أَكْبَرُ۔

يَا عَبْدَ اللَّهِ! لَا تَعْجَلْ فِي عَيْبِ أَحَدٍ
بِدَنِّهِ فَلَعَلَّهُ مَغْفُورٌ لَهُ۔ وَلَا تَأْمَنْ عَلَى
نَفْسِكَ صَغِيرَ مَعْصِيَةٍ۔ فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ
عَلَيْهِ فَلْيَكْفُفْ مِنْ عِلْمِ مِنْكُمْ عَيْبِ غَيْرٍ
لِمَا يَعْلَمُ مِنْ غَيْبِ نَفْسِهِ وَلْيَكُنِ الشُّكْرُ
شَاغِلًا لَهُ عَلَى مُعَافَاتِهِ مِمَّا ابْتَلَى بِهِ
غَيْرُهُ۔

تشریح:-

کیا تو ایسے گناہ کئے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ خدا
کی قسم اگر اُس نے گناہ کبیرہ نہیں بھی کیا تھا اور صرف صغیرہ کا
مرتکب ہوا تھا تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان کرنا بہت
بڑا گناہ ہے۔

اے خدا کے بندے جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ لگا، شاید اللہ
نے وہ بخش دیا ہے اور اپنے کسی چھوٹے (سے چھوٹے) گناہ
کے لئے بھی اطمینان نہ کرنا شاید کہ اس پر تجھے عذاب ہو۔ لہذا
تم میں سے جو شخص بھی کسی دوسرے کے عیوب جانتا ہو اسے ان
کے اظہار سے باز رہنا چاہئے اس علم کی وجہ سے جو خود اسے
اپنے گناہوں کے متعلق ہے اور اس امر کا شکر کہ اللہ نے اسے
ان چیزوں سے محفوظ رکھا ہے کہ جن میں دوسرے مبتلا ہیں کسی
اور طرف اُسے متوجہ نہ ہونے دے۔

عیب جوئی و خوردہ گیری کا مشغلہ اتنا عام اور ہمہ گیر ہو چکا ہے کہ اس کی برائی کا احساس تک جاتا رہا ہے اور اب تو نہ خواص کی زبانیں
بند ہیں نہ عوام کی، نہ منبر کی رفعت اس سے مانع ہے نہ محراب کی تقدیس۔ بلکہ جہاں چند ہم خیال جمع ہوں گے موضوع سخن اور
دلچسپ مشغلہ یہی ہوگا کہ اپنے فریق مخالف کے عیوب رنگ آمیزیوں سے بیان کئے جائیں اور کان دھر کر ذوق سماعت کا مظاہرہ
کیا جائے۔ حالانکہ غیبت کرنے والے کا دامن اُن آلودگیوں سے خود آلودہ ہوتا ہے جن کا اظہار وہ دوسروں کے لئے کرتا ہے۔ مگر
وہ اپنے لئے یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے عیوب آشکارا ہوں تو پھر اسے دوسروں کے جذبات کا بھی پاس دلچاظ کرتے ہوئے اُن کی
عیب گیری و دل آزادی سے احتراز کرنا چاہئے اور آئینہ برائے خودنی پسندی برائے دیگران پسند پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ اپنے کسی برادر مومن کے عیب کو بغرض تنقیص اس طرح بے نقاب کرنا کہ اس کے لئے دل آزادی کا
باعث ہو چاہے یہ اظہار زبان سے ہو یا محاکات سے۔ اشارہ یہ ہوا کہ نایہ و تخریص سے بعض لوگ غیبت بس اسی کو سمجھتے ہیں جو غلط اور
خلاف واقع ہو اور جو دیکھا اور سنا ہوا اُسے جوں کا توں بیان کر دینا ان کے نزدیک غیبت نہیں ہوتی اور وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم غیبت
نہیں کرتے بلکہ جو دیکھا یا سنا ہے اسے صحیح صحیح بیان کر دیا ہے حالانکہ غیبت اسی سچ کہنے کا نام ہے اور اگر جھوٹ ہو تو وہ افتراء و بہتان
ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے کہ:-

اِنَّهٗ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ
قَالَ اللّٰهُ وَرِسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ ذَكَرْتُ
اَنْتُمْ نَعْلَمُ مَا الْغِيْبَةُ
اَنْتُمْ نَعْلَمُ مَا الْغِيْبَةُ

احاک بما یکرہ قیل ادا یت ان کان فی
احی ما اقول قال ان کان فیہ ہ ماتقول
اغبتہ و ان لم یکن فیہ فقد بہتہ۔
فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کے متعلق کوئی
ایسی بات کہو جو اُس کے لئے ناگواری کا باعث ہو۔ کہنے
والے نے کہا کہ اگر میں وہی بات کہوں جو واقعاً اُس میں
پائی جاتی ہو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر ہو جب ہی تو وہ غیبت
ہے اور اگر نہ ہو تو تم نے اُس پر افتراء باندھا ہے۔

غیبت میں مبتلا ہونے کے بہت سے وجوہ و اسباب ہیں جن کی وجہ سے انسان کہیں دانستہ اور کہیں نادانستہ اس کا مرتکب ہوتا
ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ان وجوہ و اسباب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ ان میں چند نمایاں اسباب یہ ہیں۔

- (۱) کسی کی ہنسی اڑانے اور اُسے پست و سبک دکھانے کے لئے۔
- (۲) لوگوں کو ہنسانے اور اپنی زندہ دلی و خوش طبعی کا مظاہرہ کرنے کے لئے۔
- (۳) غیظ و غضب کے تقاضوں سے متاثر ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے۔
- (۴) کسی کی تنقیص سے اپنا تفوق جتانے کے لئے۔
- (۵) اپنی بے تعلقی اور برائت ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ بات مجھ سے سرزد نہیں ہوئی بلکہ فلاں سے سرزد ہوئی ہے۔
- (۶) کسی بزم میں بیٹھ کر ہم رنگ جماعت ہونے کے لئے تاکہ اس سے اجنبیت نہ برتی جائے۔
- (۷) کسی ایسے شخص کی بات کو بے وقعت بنانے کے لئے کہ جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کے کسی عیب کے بے نقاب کر دے گا۔
- (۸) اپنے کسی ہم پیشہ رقیب کی سر بازاری کے لئے۔
- (۹) کسی رئیس کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کے لئے۔
- (۱۰) اظہار رنج و تاسف کے لئے یہ کہنا کہ مجھے افسوس ہے کہ فلاں شریف زادہ فلاں بُری بات میں مبتلا ہو گیا ہے۔
- (۱۱) اظہار تعجب کے لئے مثلاً اس طرح کہنا کہ مجھے حیرت ہے کہ فلاں شخص اور یہ کام کرے۔
- (۱۲) کسی امر قبیح پر غم و غصہ کا اظہار کرنے کے لئے اس کے مرتکب کا نام لے دینا۔

البتہ چند صورتوں میں عیب گیری و نکتہ چینی غیبت میں شمار نہیں۔

- (۱) مظلوم اگر دادرسی کے لئے ظالم کا گلہ کرے تو غیبت نہیں ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔
لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا
مَنْ ظَلَمَ۔
اللہ برائی کے لئے اچھا لے کو پسند نہیں کرتا مگر وہ کہ جس پر
ظلم کیا گیا ہو۔

(۲) مشورہ دینے کے موقع پر کسی کا کوئی عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ کیونکہ مشورہ میں غل و غش جائز نہیں ہے۔

(۳) اگر استفتاء کے سلسلہ میں کسی خاص شخص کو متعین کئے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو تو علی قدر الضرورة اُس کا عیب بیان کر دینا غیبت نہ ہوگا۔

(۴) کسی مسلمان کو ضرر سے بچانے کے لئے کسی خائن و بددیانت کی بددیانتی سے آگاہ کر دینا غیبت نہ ہوگا۔

(۵) کسی ایسے شخص کے سامنے کسی کی برائی کرنا کہ جو اسے برائی سے روک سکتا ہو غیبت نہیں ہے۔

(۶) روایت کے سلسلہ میں رواۃ پر نقد و تبصرہ غیبت میں داخل نہیں ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص اپنے کسی عیب ہی سے متعارف ہو تو اسے پہنچوانے کے لئے اُس کا ذکر کرنا غیبت نہ ہوگا جیسے بہرا، گونگا، گنجا، لنگرا وغیرہ۔

(۸) بغرض علاج طبیب کے سامنے مریض کے کسی عیب کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۹) اگر کوئی غلط نسبت کا مدعی ہو تو اس کے نسب کی تردید کرنا غیبت نہ ہوگا۔

(۱۰) اگر کسی کی جان و مال یا عزت کا بچاؤ اسی صورت میں ہو سکتا ہو کہ اُسے کسی عیب سے روشناس کیا جائے تو یہ بھی غیبت نہیں ہے۔

(۱۱) اگر دو شخص آپس میں کسی ایسی برائی کا ذکر کریں کہ جو انہیں پہلے سے معلوم ہو تو یہ اگرچہ غیبت نہیں ہے تاہم زبان کو بچانا ہی بہتر ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بھول چکا ہو۔

(۱۲) جو علانیہ فسق و فجور کرتا ہو، اُس کی برائی کرنا غیبت نہیں جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے۔ من القی حلیب الحیا فلا غیبة لہ۔ جو حیاء کی چادر اتار ڈالے اُس کی غیبت، غیبت نہیں۔

خطبہ ۱۳۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَرَفَ مِنْ أَخِيهِ وَثِقَةً
وَيَسَّرَ وَسَدَّ طَرِيقَ فَلَا يَسْمَعَنَّ فِيهِ
أَقَاوِيلَ الرِّجَالِ۔ أَمَا إِنَّهُ قَدْ يَرْمِي الرَّاغِبَ
وَتَعْطَى السَّهَامَ وَيَحِيلُ الْكَلَامَ وَبَاطِلُ
ذَلِكَ يَبُورُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ وَشَهِيدٌ۔ أَمَا إِنَّهُ
لَيْسَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ إِلَّا أَرْبَعُ أَصَابِعَ
(فَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَعْنَى قَوْلِهِ

هَذَا۔ فَجَمَعَ أَصَابِعَهُ وَوَضَعَهَا بَيْنَ أُذُنِهِ
وَعَيْنِهِ ثُمَّ قَالَ) الْبَاطِلُ أَنْ تَقُولَ سَمِعْتُ،
وَالْحَقُّ أَنْ تَقُولَ رَأَيْتُ۔

خطبہ ۱۴۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَلَيْسَ لِرَؤُوسِ الْمَعْرُوفِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ
وَعِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ مِنَ الْحِظِّ فِيمَا أَتَى إِلَّا
مَحْمَدَةُ اللَّئَامِ، وَتَنَاءُ الْأَشْرَارِ، وَمَقَالَةُ
الْجُهَالِ مَا دَامَ مُنْعِبًا عَلَيْهِمْ مَا أَجَوَادُ
يَذَلُّ وَهُوَ عَنْ ذَاتِ اللَّهِ بِخَيْلٍ! فَمَنْ آتَاكَ
اللَّهُ مَالًا فَلْيَصِلْ بِهِ الْقَرَابَةَ وَلْيُحْسِنْ
مِنْهُ الضِّيَافَةَ وَلْيَفُكْ بِهِ الْأَسِيرَ وَالْعَانِي
وَالْمُعْطِ مِنْهُ الْفَقِيرَ وَالْغَارِمَ
وَالْيَصْبِرْ نَفْسَهُ عَلَى الْحَقُوقِ وَالنَّوَائِبِ
ابْتِغَاءَ الثَّوَابِ فَإِنَّ فَوْزًا بِهَذِهِ الْخِصَالِ
شَرَفٌ مَكَارِمِ الدُّنْيَا وَدَرَكُ فَضَائِلِ
الْآخِرَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔

خطبہ ۱۴۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
فِي الْإِسْتِسْقَاءِ:
أَلَا وَإِنَّ الْأَرْضَ الَّتِي تَحْبِلُكُمْ وَالسَّمَاءَ
الَّتِي تَظْلُمُكُمْ مُطِيعَتَانِ لِرَبِّكُمْ وَمَا أَصْبَحَ
چاہتے ہیں یا کسی بھلائی کے تم سے امیدوار ہیں۔ بلکہ یہ تو

تَتَجَوَّدَانِ لَكُمْ بِبَرَكَتِهِمَا تَوَاجُعًا لَكُمْ وَلَا
ذُلْفَةً إِلَيْكُمْ وَلَا لَخِيرٍ تَرْجُوَانِهِ مِنْكُمْ
وَلَكِنْ أَمْرٌ تَابِينَا فِيكُمْ فَطَاعَتَا، وَأَقِيمَتَا
عَلَيْ حُدُودٍ مَصَالِحِكُمْ فَقَامَتَا۔

إِنَّ اللَّهَ يَتَّبِعُ عِبَادَهُ عِنْدَ الْأَعْمَالِ
السَّيِّئَةِ يَنْقُصُ الثَّمَرَاتِ وَحَبْسِ
الْبَرَكَاتِ، وَأَغْلَاقِ خَزَائِنِ الْخَيْرَاتِ
لِيَتَوَبَّ تَائِبٌ وَيُقْلِعَ مُقْلِعٌ۔ وَيَتَذَكَّرُ
مُتَذَكِّرٌ رَازِحٌ مُزْجِرٌ۔ وَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ
سُبْحَانَهُ الْإِسْتِغْفَارَ سَبِيلًا لِلدُّرُورِ وَالرِّزْقِ
وَرَحْمَةِ الْخَلْقِ۔ فَقَالَ سُبْحَانَهُ
وَأَسْتَغْفِرُكَ وَأَرْجُو رَبِّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارٌ
أَيُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا
أَوْ يُنْزِلُكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَيْنِينَ، فَارْحَمِ اللَّهَ
أَمْرًا اسْتَقْبَلَ تَوْبَتَهُ وَاسْتَقَالَ خَطِيئَتَهُ،
وَبَادَرَ مَنِيئَتَهُ۔

اللَّهُمَّ إِنَّا خَرَجْنَا إِلَيْكَ مِنْ تَحْتِ
الْأَسْتَارِ وَالْأَكْنَانِ وَبَعْدَ عَجِيجِ الْبَهَائِمِ
وَالْوِلْدَانِ رَاغِبِينَ فِي رَحْمَتِكَ،
وَرَاغِبِينَ فَضْلَ نِعْمَتِكَ وَخَائِفِينَ مِنْ
عَذَابِكَ۔ وَنَقِمَتِكَ اللَّهُمَّ فَاسْقِنَا غَيْثَكَ
وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِينَ وَلَا
تُهْلِكْنَا بِالسِّنِينَ وَلَا تَوَاخِدْنَا بِمَا
فَعَدَّ لِسُفَهَاءٍ مَنِيًّا أَرْحَمَ الرَّحِيمِينَ اللَّهُمَّ

تمہاری منفعت رسانی پر مامور ہیں جسے بجالاتے ہیں اور
تمہاری مصلحتوں کی حدود پر انہیں ٹھہرایا گیا ہے۔ چنانچہ یہ
ٹھہرے ہوئے ہیں۔

(البتہ) اللہ سبحانہ بندوں کو ان کی بد اعمالیوں کے وقت پھلوں
کے کم کرنے، برکتوں کے روک لینے اور انعامات کے خزانوں کو
بند کر دینے سے آزاد کرتا ہے تاکہ توبہ کرنے والا توبہ کرے (انکار
وسرکشی سے) باز آنے والا باز آجائے۔ نصیحت و عبرت حاصل
کرنے والا نصیحت و بصیرت حاصل کرے اور گناہوں سے
رُکنے والا رُک جائے۔ اللہ سبحانہ نے توبہ و استغفار کو روزی کے
آترنے کا سبب اور خلق پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ
اُس کا ارشاد ہے کہ اپنے پروردگار سے توبہ و استغفار کرو۔ بلاشبہ
وہ بہت بخشنے والا ہے وہی تم پر موسلا دھار بارش برساتا ہے اور مال
و اولاد سے تمہیں سہارا دیتا ہے۔ خدا اُس شخص پر رحم کرے جو
توبہ کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے ہاتھ اٹھائے اور موت
سے پہلے نیک اعمال کرے۔

بارِ الہا! تیری رحمت کی خواہش کرتے ہوئے اور نعمتوں کی
فراوانی چاہتے ہوئے اور تیرے عذاب و غضب سے ڈرتے
ہوئے ہم پردوں اور گھروں کے گوشوں سے تیری طرف نکل
کھڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت جبکہ چوپائے چیخ رہے ہیں اور
بچے چلا رہے ہیں خدایا ہمیں بارش سے سیراب کر دے اور ہمیں
مایوس نہ کرو اور خشک سالی سے ہمیں ہلاک نہ ہونے دے اور ہم
میں سے کچھ بے وقوفوں کے کروتوت پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ
لے، اے رحم کرنے والوں میں بہت رحم کرنے والے، خدایا،
جب ہمیں سخت تنگیوں نے مضطرب و بے چین کر دیا اور قحط
سالیوں نے بے بس بنادیا اور شدید حاجت مند یوں نے لاچار
بنا دیا اور مندر و رفتوں کا ہم پر تانتا بندھ گیا تو ہم تیری طرف
نکل پڑے ہیں۔ گلے لے کر اس کا جو تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اے

إِنَّا خَرَجْنَا إِلَيْكَ نَشْكُو إِلَيْكَ مَا لَا يَخْفَى
عَلَيْكَ حِينَ الْجَاتِنَا الْمَقَاحِطُ الْمُجْدِبَةُ
وَأَعْيَتْنَا الْمَطَالِبُ الْمُتَعَسِّرَةُ وَتَلَاَحَبَتْ
عَلَيْنَا الْفِتْنُ الْمُتَصَبِّعَةُ اللَّهُمَّ إِنَّا
نَسْأَلُكَ أَنْ لَا تَرُدَّنَا خَائِبِينَ وَلَا تَقْلِبْنَا
وَأَحْمِئْنَا وَلَا تُخَاطِبْنَا بِذُنُوبِنَا وَلَا
تُقَايِسْنَا بِأَعْمَالِنَا۔ اللَّهُمَّ
انْشُرْ عَلَيْنَا غَيْثَكَ، وَبَرِّكَتَكَ وَرِزْقَكَ
وَرَحْمَتَكَ اسْقِنَا سُقْيَا نَافِعَةً مُرْوِيَةً
مُعْشِبَةً تُنْبِتُ بِهَا مَا قَدَفَاتِ وَتُحْيِي
بِهَا مَا قَدَمَاتِ نَافِعَةً الْحَيَا كَثِيرَةً الْمُجْتَنِي
تُرْوَى بِهَا الْقَيْعَانِ، وَتُسِيلُ الْبُطْنَانَ
وَتَسْتَوْرِقُ الْأَشْجَارَ وَتُرْخِصُ الْأَسْعَارَ
إِنَّكَ عَلَيَّ مَا تَشَاءُ قَدِيرٌ۔

خطبہ ۱۴۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَعَثَ اللَّهُ رَسُولَهُ بِمَا خَصَّهُمْ بِهِ مِنْ
وَحْيِهِ، وَجَعَلَهُمْ حُجَّةً لَهُ عَلَى خَلْفِهِ
لِنَلَّا تَجِبَ الْحُجَّةُ لَهُمْ بِتَرَكِ الْأَعْدَادِ
إِلَيْهِمْ، فَدَعَاهُمْ بِلِسَانِ الصِّدْقِ إِلَى
سَبِيلِ الْحَقِّ إِلَّا إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَشَفَ
الْخَلْقَ كَشْفَةً، لَا أَنَّهُ جَهْلَ مَا أَخْفَوُ
مِنْ مَصُونٍ أَسْرَارِ هُمْ وَمَخْنُونٍ
ضَمَائِرِهِمْ وَلَكِنْ لِيَبْلُوَهُمُ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ

اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں محروم نہ پلانا اور نہ
اس طرح کہ ہم اپنے نفسوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہوں اور
ہمارے گناہوں کی بناء پر ہم سے (عتاب آمیز) خطاب نہ کر
اور ہمارے کئے کے مطابق ہم سے سلوک نہ کر خداوند! تو ہم پر
باران و برکت اور رزق رحمت کا دامن پھیلا دے اور ایسی
سیرابی سے ہمیں نہال کر دے جو فائدہ بخشے والی اور سیراب
کرنے والی اور گھاس پات اُگانے والی ہو کہ جس سے تو گئی
گذری ہوئی (کھیتوں میں پھر سے) روئیدگی لے آئے۔ اور
مردہ زمینوں میں حیات کی لہریں دوڑا دے۔ وہ ایسی سیرابی ہو
کہ جس کی تروتازگی (سرتاسر) فائدہ مند اور پختے ہوئے
پھلوں کے انبار لئے ہوئے ہو جس سے تو ہموار زمینوں کو جل
تھل بنادے اور ندی نالے بہا دے اور درختوں کو برگ و بار
سے سرسبز کر دے اور زرخوں کو سستا کر دے اور بلاشبہ تو جو
چاہے اُس پر قادر ہے۔

اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا
اور انہیں مخلوق پر اپنی حجت ٹھرایا تاکہ وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ ان پر
حجت تمام نہیں ہوئی۔ چنانچہ اللہ نے انہیں سچی زبانوں سے راہ
حق کی دعوت دی (یوں تو) اللہ مخلوقات کو اچھی طرح جانتا ہو جھٹتا
ہے اور لوگوں کے ان رازوں اور بھیدوں سے کہ جنہیں وہ چھپا
کر رکھتے ہیں بے خبر نہیں (پھر یہ حکم و احکام اس لئے دیئے
ہیں) کہ وہ ان لوگوں کو آزما کر ظاہر کر دے کہ ان میں اعمال
کے اعتبار سے کون اچھا ہے تاکہ ثواب ان کی جزا اور عقاب ان
کی (بد اعمالیوں) کی پاداش ہو کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ

عَمَلًا- فَيَكُونُ الثَّوَابُ جَزَاءً وَ الْعِقَابُ
بَوَاءً- آيِنَ الَّذِينَ ذَعَمُوا أَنَّهُمْ
الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ دُونَنَا كَذِبًا وَبَغْيًا
عَلَيْنَا أَنْ رَفَعَنَا اللَّهُ وَوَضَعَهُمْ أَعْطَانَا
وَ حَرَمَهُمْ وَ ادْخَلَنَا وَ أَخْرَجَهُمْ-
بِنَايَسْتَعْطَى الْهُدَى وَيُسْتَجْلَى
الْعَمَى- إِنَّ الْأَيْمَةَ مِنْ قُرَيْشٍ غُرُسُوا
فِي هَذَا الْبَطْنِ مِنْ هَاشِمٍ، لَا تَصْلَحُ
عَلَى سِوَاهُمْ وَلَا تَصْلَحُ الْوَلَاةُ مِنْ
غَيْرِهِمْ-

(مِنْهَا) اَثَرُوا عَاجِلًا وَآخِرًا أَجَلًا
وَتَرَكُوا صَافِيًا وَشَرِبُوا أَجْنًا- كَاتِيَّ
أَنْظُرُ إِلَى فَاسِقِهِمْ وَقَدْ صَحِبَ النُّكْرُ
فَالْفَقْهَ- وَبَيْسَى بِهِ وَوَأَفْقَهُ، حَتَّى
شَابَتْ عَلَيْهِ مَفَارِقُهُ وَصَبِغَتْ بِهِ
خَلَالَتُهُ- ثُمَّ أَقْبَلَ مُزِيدًا كَالْتِّيَارِ
لَا يُبَالِي مَا غَرَّقَ- أَوْ كَوَقَعَ النَّارُ فِي
الْهَشِيمِ لَا يُحْفِلُ مَا حَرَّقَ آيِنَ الْعُقُولُ
السُّتُصْبَحَةُ بِصَاصِيحِ الْهُدَى
وَالْأَبْصَارُ اللَّامِحَةُ إِلَى مَنَارِ التَّقْوَى
آيِنَ الْقُلُوبُ الَّتِي وَهَبَتْ لِلَّهِ وَعَوَّقَدَتْ
عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ- اذْذَحَمُوا عَلَى
الْحُطَامِ وَتَشَاخَوْا عَلَى الْحَرَامِ وَرَفَعَ
لَهُمْ عِلْمَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَصَرَفُوهُ عَنِ الْجَنَّةِ

وَجُوهَهُمْ، وَأَقْبَلُوا إِلَى النَّارِ بِأَعْمَالِهِمْ-
دَعَاهُمْ رَبُّهُمْ فَنَفَرُوا وَوَلَّوْا- وَدَعَاهُمْ
الشَّيْطَانُ فَاسْتَجَابُوا وَأَقْبَلُوا-

۱۔ اس سے عبد الملک ابن مروان مراد ہے کہ جس نے اپنے عامل حجاج ابن یوسف کے ذریعہ ظلم و سفاکی کی انتہا کر دی تھی۔

خطبہ ۱۳۳

وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيُّهَا النَّاسُ
إِنَّمَا أَنْتُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ
فِيهِ الْمَنِيَا مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرْقٍ- وَفِي
كُلِّ أَكْلَةٍ غَصَصٌ لَا تَنَالُونَ مِنْهَا نِعْمَةً إِلَّا
بِفِرَاقٍ أُخْرَى وَلَا يَعْمُرُ مَعْمَرٌ مِنْكُمْ يَوْمًا
مِنْ عُمْرِهِ إِلَّا بِهِدْمِ أَحَرٍ مِنْ أَجَلِهِ وَلَا
تُجَدِّدُ لَهُ زِيَادَةٌ فِي أَكْلِهِ إِلَّا بِنَقَادٍ مَاقَبَلَهَا
مِنْ رِزْقِهِ- وَلَا يَجْمِي لَهُ أَثَرٌ إِلَّا مَاتَ لَهُ
أَثَرٌ- وَلَا يَتَجَدَّدُ لَهُ جَدِيدٌ إِلَّا بَعْدَ أَنْ
يَخْلُقَ لَهُ جَدِيدٌ وَلَا تَقُومُ لَهُ نَابِتَةٌ إِلَّا
وَتَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُودَةٌ- وَقَدْ مَضَتْ
أُصُولُ نَحْنُ فُرُوعُهَا فَمَا بَقَاءُ فَرْعٍ
بَعْدَ ذَهَابِ أَصْلِهِ- (مِنْهَا) وَمَا أَحْدَثَتْ
بِدْعَةٌ إِلَّا تَرَكَ بِهَا سُنَّةٌ- فَاتَّقُوا الْبِدْعَ
وَالرَّمُومَ الَّتِي هِيَ إِنْ عَوَّازِمِ الْأُمُورِ أَفْضَلُهَا
وَأَنَّ مُحَدَّثَاتِهَا شَرُّ أَرْهَافِهَا-

اے لوگو! تم اس دنیا میں موت کی تیر انداز یوں کا ہدف ہو
(جہاں) ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ میں گلو گیر پھندا
ہے جہاں تم ایک نعمت اس وقت تک نہیں پاتے جب تک
دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے اور تم میں سے کوئی زندگی پانے والا
ایک دن کی زندگی میں قدم نہیں رکھتا جب تک اس کی مدت
حیات میں سے ایک دن کم نہیں ہو جاتا اور اس کے کھانے میں
کسی اور رزق کا اضافہ نہیں ہوتا جب تک پہلا رزق ختم نہ
ہو جائے اور جب تک ایک نقش مٹ نہ جائے دوسرا نقش ابھرتا
نہیں اور جب تک کوئی نئی چیز کہنہ و فرسودہ نہ ہو جائے دوسری نئی
چیز حاصل نہیں ہوتی اور جب تک کئی ہوئی فصل گر نہ جائے نئی
فصل کھڑی نہیں ہوتی آباؤ اجداد گزر گئے اور ہم انہی کی شاخیں
ہیں جب جڑ ہی نہ رہی تو شاخیں کہاں رہ سکتی ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک جزئیہ ہے کوئی بدعت وجود میں نہیں آتی مگر یہ
کہ اگر اوجہ سے سنت کو چھوڑنا پڑتا ہے بدعتی لوگوں سے بچو
روشن طریقہ پر چلے رہو۔ پرانی باتیں ہی اچھی ہیں اور (دین
میں) پیدا کی ہوئی نئی چیزیں بدترین ہیں۔

خطبہ ۱۳۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- جب حضرت عمر ابن خطاب نے جنگ فارس میں شریک ہونے

وَقَدْ اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشُّخُوصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ۔
 إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِدْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ۔ وَهُوَ وَبَيْنَ اللَّهِ الَّذِي أَظْهَرَ وَجْنَهُ الَّذِي أَعْدَّهْ وَأَمَدَّهُ حَتَّى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ مَاطَلَعَ۔ وَنَحْنُ عَلَى مَوْعِدٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ وَمَكَانُ الْقَيْمِ بِأَلَا مَرَّ مَكَانُ النَّظَامِ مِنَ الْخَرْزِ يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ فَإِنْ انْقَطَعَ النَّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرْزُ وَذَهَبَ۔ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَدِّهَا فِيرَ أَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرُونَ بِأَلَا سَلَامَ وَعَزِيزُونَ بِأَلَا جِتْمَاعَ فَخَنَ قُطْبًا وَاسْتَدَارَ الرَّحَى بِالْعَرَبِ وَأَصْلَبَهُمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ، فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ مَا تَدْعُ وَدَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ۔
 إِنَّ الْأَعَاجِمَ إِنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ غَدًا يَقُولُوا هَذَا أَصْلُ الْعَرَبِ فَإِذَا قَطَعْتُوهُ اسْتَرْحَتُمْ، فَيَكُونُ ذَلِكَ أَشَدَّ لِكُلِّهِمْ عَلَيْكَ وَطَبَعِهِمْ فِيكَ۔ فَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيرِ الْقَوْمِ إِلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ

کے لئے آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا اس امر میں کامیابی و ناکامیابی کا دار و مدار فوج کی کمی بیشی پر نہیں رہا ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جسے اُس نے (سب دینوں پر) غالب رکھا ہے اور اسی کا لشکر ہے جسے اُس نے تیار کیا ہے اور اس کی ایسی نصرت کی ہے کہ وہ بڑھ کر اپنی موجودہ حد تک پہنچ گیا ہے اور پھیل کر اپنے موجودہ پھیلاؤ پر آ گیا ہے اور ہم سے اللہ کا ایک وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی خود ہی مدد کرے گا۔ امور (سلطنت) میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈورے کی جو انہیں سمیٹ کر رکھتا ہے۔ جب ڈور اٹھوٹ جائے تو سب مہرے کھرجائیں گے اور پھر کبھی سٹ نہ سکیں گے۔ آج عرب والے اگر چہ گنتی میں کم ہیں مگر اسلام کی وجہ سے وہ بہت ہیں اور اتحاد باہمی کے سبب سے (فتح) و غلبہ پانے والے ہیں تم اپنے مقام پر کھوئی کی طرح جے رہو اور عرب کا نظم و نسق برقرار رکھو اور ان ہی کو جنگ کی آگ کا مقابلہ کرنے دو۔ اس لئے کہ اگر تم نے اس سرزمین کو چھوڑا تو عرب اطراف و جوانب سے تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ تمہیں اپنے سامنے کے حالات سے زیادہ ان مقامات کی فکر ہو جائے گی جنہیں تم اپنے پس پشت غیر محفوظ کر گئے ہو کل اگر عجم والے تمہیں دیکھیں گے تو (آپس میں) یہ کہیں گے کہ یہ ہے ”سردار عرب“ اگر تم نے اس کا قلع قمع کر دیا تو آسودہ ہو جاؤ گے تو اس کی وجہ سے ان کی حرص و طمع تم پر زیادہ ہو جائے گی۔ لیکن یہ جو تم کہتے ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے لڑنے بھڑنے کے لئے چل کھڑے ہوئے ہیں تو اللہ ان کے بڑھنے کو تم سے زیادہ برا سمجھتا ہے۔ اور وہ

اللَّهُ سُبْحَانَهُ هُوَ أَكْرَهُ لِمَسِيرِهِمْ مِنْكَ، وَهُوَ أَقْدَرُ عَلَى تَغْيِيرِ مَا يَكْرَهُ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَإِنَّا لَمْ نَكُنْ نَقَاتِلُ فِيمَا مَضَى بِالْكَثَرَةِ۔ وَإِنَّمَا كُنَّا نَقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمُعَوْنَةِ۔

جسے برا سمجھے اس کے بدلنے اور روکنے پر بہت قدرت رکھتا ہے اور ان کی تعداد کے متعلق جو کہتے ہو (کہ وہ بہت ہیں) تم ہم سابق میں کثرت کے بل بوتے پر نہیں لڑا کرتے تھے بلکہ (اللہ کی) تائید و نصرت (کے سہارے) پر۔

جب حضرت عمر کو کچھ لوگوں نے جنگ قادسیہ یا جنگ نہاند کے موقع پر شریک کارزار ہونے کا مشورہ دیا تو آپ نے لوگوں کے مشورہ کو اپنے جذبات کے خلاف سمجھتے ہوئے امیر المومنین سے مشورہ لینا بھی ضروری سمجھا کہ اگر انہوں نے ٹھہرنے کا مشورہ دیا تو دوسروں کے سامنے یہ عذر کر دیا جائے گا کہ امیر المومنین کے مشورہ کی وجہ سے رک گیا ہوں اور اگر انہوں نے بھی شریک جنگ ہونے کا مشورہ دیا تو پھر کوئی اور تدبیر سوچ لی جائے گی۔ چنانچہ حضرت نے دوسروں کے خلاف انہیں ٹھہرے رہنے ہی کا مشورہ دیا۔ دوسرے لوگوں نے تو اس بناء پر انہیں شرکت کا مشورہ دیا تھا کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف لشکر والوں ہی کو جنگ میں نہ جھونکتے تھے بلکہ خود بھی شرکت فرماتے تھے اور اپنے خاندان کے عزیز ترین فردوں کو بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امیر المومنین کے پیش نظر یہ چیز تھی کہ ان کی شرکت اسلام کے لئے مفید نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا اپنے مقام پر ٹھہرے رہنا ہی مسلمانوں کو پراگندگی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ حاکم کی حیثیت ایک محور کی ہوتی ہے جس کی گرد نظام مملکت گھومتا ہے۔ ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی خاص شخصیت کے متعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حکمران مسلمان ہو یا کافر، عادل ہو یا ظالم، نیک عمل ہو یا بدکردار مملکت کے نظم و نسق کے لئے اس کا وجود ناگزیر ہے جیسا کہ حضرت نے اس مطلب کو دوسرے مقام پر وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

و انه لا بد للناس من امير بر او فاجر
 يعمل في امرته المومن و يستمتع فيها
 الكافرو يبلغ الله فيها الاجل و يجمع به
 الفنى و يوخذ به للضعيف من القوى
 حتى يستريح به بروي استراح من
 فاجر۔
 لوگوں کے لئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے وہ نیک ہو یا بدکردار (اگر نیک ہوگا) تو مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا اور (اگر فاسق ہوگا) تو کافر اس کے عہد میں بہرہ اندوز ہوں گے اور اللہ اس نظام حکومت کی ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا اور اس حاکم کی وجہ سے (چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا) مالیات فراہم ہوتے ہیں۔ دشمن سے لڑا جاتا ہے راستے پر امن رہتے ہیں یہاں تک کہ نیک حاکم (مرکریا معزول ہو کر) راحت پائے اور بُرے حاکم (کے مرنے یا معزول ہونے) سے دوسروں کو راحت پہنچے۔

حضرت نے مشورہ کے موقع پر جو الفاظ کہے ہیں ان سے حضرت عمر کے حاکم و صاحب اقتدار ہونے کے علاوہ اور کسی خصوصیت کا اظہار نہیں ہوتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہیں دنیاوی اقتدار حاصل تھا چاہے وہ صحیح طریق سے حاصل ہوا ہو یا غلط طریق سے اور جہاں

اقتدار ہو وہاں رعیت کی مرکزیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ نکل کھڑے ہوں گے تو پھر عرب بھی جوق در جوق میدان جنگ کا رخ کریں گے کیونکہ جب حکمران ہی نکل کھڑا ہو تو رغبت پیچھے رہنا گوارا نہ کرے گی اور ان کے نکلنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شہروں کے شہر خالی ہو جائیں گے اور دشمن بھی ان کے میدان جنگ میں پہنچ جانے سے یہ اندازہ کرے گا کہ اسلامی شہر خالی پڑے ہیں اگر انہیں پسپا کر دیا گیا تو پھر مسلمانوں کو مرکز سے کمک حاصل نہیں ہو سکتی اور اگر حکمران ہی کو ختم کر دیا گیا تو فوج خود بخود منتشر ہو جائے گی کیونکہ حکمران بمنزلہ اساس و بنیاد کے ہوتا ہے۔ جب بنیادی ہل جائے تو دیواریں کہاں کھڑی رہ سکتی ہیں۔ یہ اصل العرب (عرب کی جڑ) کا لفظ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں فرمائے بلکہ عجمیوں کی زبان سے نقل کی ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی نظروں میں بنیاد عرب ہی سمجھے جا رہے تھے اور پھر یہ اضافت ملک کی طرف ہے اسلام یا مسلمین کی طرف نہیں کہ اسلامی اعتبار سے ان کی کسی اہمیت کا اظہار ہو۔

خطبہ ۱۲۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبَعَتْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ إِلَى عِبَادَتِهِ، وَمِنْ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ إِلَى طَاعَتِهِ بِقُرْآنٍ قَدْ بَيَّنَّهٖ وَأَحْكَمَهُ لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ إِذْ جَهِلُوهُ۔ وَلِيَقْرَؤُوا بِهِ إِذْ جَحَدُوهُ وَلِيُثَبِّتُوهُ بَعْدَ إِذْ أَنْكَرُوهُ۔ فَتَجَلَّى سُبْحَنَهُ لَهُمْ فِي كِتَابِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَخُونُوا رَأَوْهُ بِمَا أَرَاهُمْ مِنْ قُدْرَتِهِ۔ وَخَوْفَهُمْ مِنْ سَطْوَتِهِ۔ وَكَيْفَ مَحَقَ مَنْ مَحَقَ بِالْمَثَلَاتِ۔ وَاحْتَصَدَمَ مَنْ احْتَصَدَ بِالنَّقِمَاتِ وَأَنَّهُ سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي زَمَانٌ لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ أَحْفَى مِنَ الْحَقِّ وَلَا أَظْهَرَ مِنَ الْبَاطِلِ وَلَا أَكْثَرَ مِنَ

اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی طرف، اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں تاکہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اُسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔ اللہ اُن کے سامنے بغیر اُس کے کہ اُسے دیکھا ہو قدرت کی (ان نشانیوں) کی وجہ سے جلوہ طراز ہے، کہ جو اُس نے اپنی کتاب میں دکھائی ہیں اور اپنی سطوت و شوکت کی (قہر مانیوں سے) نمایاں ہے کہ جن سے ڈرایا ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جنہیں اُسے مٹانا تھا انہیں کس طرح اُس نے اپنی عقوبتوں سے مٹا دیا اور تمہیں نہیں کرنا تھا انہیں کیونکر اپنے عذابوں سے تمہیں نہیں کر دیا۔ میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق بہت پوشیدہ اور باطل بہت نمایاں ہوگا اور اللہ و رسولؐ پر افترا پر دازی کا زور ہوگا۔ اس زمانہ والوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہوگی جبکہ اُسے اس طرح پیش کیا جائے جیسے پیش

الْكَذِبِ عَلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ ذَلِكَ الزَّمَانِ سِلْعَةٌ أَبْوَرُ مِنَ الْكِتَابِ إِذَا تُلِيَ حَقٌّ تِلَاوَتِهِ وَلَا نَفَقَ مِنْهُ إِذَا حُرِفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَلَا فِي الْبِلَادِ شَيْءٌ أَنْكَرَ مِنَ الْمَعْرُوفِ وَلَا أَعْرَفَ مِنَ الْمُنْكَرِ فَقَدْ نَبَذَ الْكِتَابَ حَمَلَتُهُ۔ وَتَنَاسَاهُ حَفَظَتُهُ فَالْكِتَابُ يَوْمَئِذٍ وَأَهْلُهُ مَنْفِيَانِ طَرِيدَانِ وَصَاحِبَانِ مُصْطَحِبَانِ فِي طَرِيقٍ وَاحِدٍ لَا يُؤْوِيهِمَا مَوْوٍ فَالْكِتَابُ وَأَهْلُهُ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ فِي النَّاسِ وَلَيْسَ فِيهِمْ، وَمَعَهُمْ وَلَيْسَ مَعَهُمْ لِأَنَّ الضَّلَالَةَ لَا تُؤَافِقُ الْهُدَى وَإِنْ اجْتَمَعَا فَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ عَلَى الْفُرْقَةِ۔ وَافْتَرَقُوا عَنِ الْجَمَاعَةِ۔ كَانَتْهُمْ أَمَّةُ الْكِتَابِ وَلَيْسَ الْكِتَابُ إِمَامَهُمْ فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ مِنْهُ إِلَّا اسْمُهُ۔ وَلَا يَعْرِفُونَ إِلَّا حَطَّهٖ وَذَبَّرَهُ۔ وَمِنْ قَبْلُ مَامَثَلُوا بِالصُّلَحِينَ كُلِّ مَثَلَةٍ وَسَمَوْا صَدَقَهُمْ عَلَى اللَّهِ فَرِيَةً وَجَعَلُوا فِي الْحَسَنَةِ عَقُوبَةَ السَّيِّئَةِ۔ وَانْبَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بَطُولَ أَمَالِهِمْ وَتَغْيِبَ أَجَالِهِمْ حَتَّى نَزَلَ بِهِمُ الْبُوعُودُ الَّذِي تُرْدِعُهُ الْمَعْدِرَةُ وَتُرْفَعُ عَنْهُ التَّوْبَةُ وَتَحُلُّ مَعَهُ الْقَارِعَةُ وَالنِّقْمَةُ۔

کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہوگی۔ اس وقت جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے اور نہ (اُن کے) شہروں میں نیکی سے زیادہ کوئی بُرائی اور بُرائی سے زیادہ کوئی نیکی ہوگی۔ چنانچہ قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ کرینگے اور حفظ کرینوالے اس کی (تعلیم) بھلا بیٹھیں گے اور قرآن اور قرآن والے (اہل بیت) بے گھر اور بے در ہوں گے اور ایک ہی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ انہیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا۔ وہ (بظاہر) لوگوں میں ہوں گے مگر ان سے الگ تھلگ ان کے ساتھ ہوں گے۔ مگر بے تعلق اس لئے کہ گمراہی ہدایت سے سازگار نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ ایک جاہلوں۔ لوگوں نے تفرقہ پردازی پر تو اتفاق کر لیا ہے اور جماعت سے کٹ گئے ہیں گویا کہ وہ کتاب کے پیشوا ہیں کتاب ان کی پیشوا نہیں۔ ان کے پاس تو صرف قرآن کا نام رہ گیا ہے اور صرف اس کے خطوط و نقوش کو پہچان سکتے ہیں۔ اس آنے والے دور سے پہلے وہ نیک بندوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا چکے ہوں گے اور اللہ کے متعلق ان کی سچی باتوں کا نام بھی بہتان رکھ دیا ہوگا اور نیکیوں کے بدلہ میں انہیں بُری سزائیں دی ہوں گی۔

تم سے پہلے لوگوں کی تباہی کا سبب یہ ہے کہ وہ امیدوں کے دامن پھیلاتے رہے اور موت کو نظروں سے اوجھل سمجھا کیے۔ یہاں تک کہ جب وعدہ کی ہوئی (موت) آگئی تو اُن کی معذرت کو ٹھکرا دیا گیا اور توبہ اٹھالی گئی اور مصیبت و بلا ان پر ٹوٹ پڑی۔

اے لوگو! جو اللہ سے نصیحت چاہے اسے ہی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جو اس کے ارشادات کو رہنما بنائے وہ سیدھے راستہ پر ہولیتا ہے اس لئے کہ اللہ کی ہمسائیگی میں رہنے والا امن و سلامتی میں ہے اور اُس کا دشمن خوف و ہراس میں جو اللہ کی

گے۔ خدا کی قسم اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں تو ایک ان میں دوسرے کو جان ہی سے مار ڈالے اور ختم کر کے ہی دم لے (دیکھو) باغی گروہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ (اب) کہاں ہیں اجر و ثواب کے چاہنے والے جبکہ حق کی راہیں مقرر ہو چکی ہیں اور یہ خبر انہیں پہلے سے دی جا چکی ہے۔ ہر گراہی کیلئے حیلے بہانے ہوا کرتے ہیں اور ہر بیان شکن (دوسروں کو) اشتباہ میں ڈالنے کیلئے کوئی نہ کوئی بات بنایا کرتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کی طرح نہیں ہوں گا جو ماتم کی آواز پر کان دھرے موت کی سنائی دینے والے کی آواز سنے اور رونے والے کے پاس (پر سے کے لئے) بھی جائے اور پھر عبرت بھی نہ کرے۔

خطبہ ۱۴

مرنے سے پہلے فرمایا
اے لوگو! ہر شخص اسی چیز کا سامنا کرنے والا ہے جس سے وہ راہ فرار اختیار کئے ہوئے ہے اور جہاں زندگی کا سفر کھینچ کر لے جاتا ہے وہی حیات کی منزل منتہا ہے۔ موت سے بھاگنا اُسے پالینا ہے۔ میں نے اس موت کے چھپے ہوئے بھیدوں کی جستجو میں کتنا ہی زمانہ گزارا مگر مشیت ایزدی یہی رہی کہ اس کی (تفصیلات) بے نقاب نہ ہوں۔ اُس کی منزل تک رسائی کہاں وہ تو ایک پوشیدہ علم ہے، تو ہاں میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو۔ جب تک منتشر و پراگندہ نہیں ہوتے تم میں کوئی برائی نہیں آئے گی۔ تم میں سے ہر شخص اپنی وسعت بھر بوجھ اٹھائے۔ نہ جاننے والوں کا بوجھ بھی ہلکا رکھا گیا ہے۔ (کیونکہ) اللہ رحم کرنے والا دین سیدھا (کہ جس میں کوئی الجھاؤ نہیں) اور پیغمبر عالم و دانا ہے۔ میں کل تمہارا ساتھی تھا اور

كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَامِلٌ ضَبِّ لِمَا حَبِيهِ
وَعَمَّا قَلِيلٍ يَكْشَفُ قَنَاعَهُ بِهِ۔ وَاللَّهِ لَئِنْ
أَصَابُوا الَّذِي يُرِيدُونَ لَيَنْتَزِعَنَّ هَذَا
نَفْسَ هَذَا وَلَيَأْتِيَنَّ هَذَا أَعْلَى هَذَا قَدْ
قَامَتِ الْفِتْنَةُ الْبَاغِيَّةُ فَأَيُّنَ الْمُحْتَسِبُونَ
فَقَدْ سُنَّتْ لَهُمُ السُّنَنُ وَقَدْ لَمْ لَهُمُ الْخَبَرُ
وَلِكُلِّ ضَلَّةٍ عِلَّةٌ وَلِكُلِّ نَاكِثٍ شُبْهَةٌ۔
وَاللَّهِ لَا أَكُونُ كَمُسْتَمِعِ الدَّمِ يَسْمَعُ
النَّاعِيَ وَيَحْضُرُ الْبَاكِيَ ثُمَّ لَا يَعْتَبِرُ۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (قَبْلَ مَوْتِهِ)
أَيُّهَا النَّاسُ كُلُّ امْرِئٍ لَأَيِّ مَا يَفْرُغُهُ فَيُفْرِ
فِرَارًا وَالْأَجَلَ مَسَاقُ النَّفْسِ۔ وَالْهَرَابُ
مِنْهُ مَوَافَاتُهُ كَمْ أَطَرَدْتُ الْآيَّامَ الْجَنَّةَ عَنْ
مَكُونٍ هَذَا الْأَمْرِ فَأَبَى اللَّهُ إِلَّا إِخْفَاءً لَا
هِيَ هَاتِ عِلْمٌ مَخْرُوضٌ۔ أَمَا وَصِيَّتِي
فَاللَّهُ لَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ
أَقْبِيُوا هَذَيْنِ الْعُمُودَيْنِ وَأَوْقِدُوا هَذَيْنِ
الصُّبَارَيْنِ وَخَلَاكُمْ دَمٌ مَالَمْ
تَشْرُدُوا۔ حَمَلْتُ كُلَّ امْرِئٍ مِنْكُمْ
مَجْهُودًا۔ وَخَفَّفَ عَنِ الْجَهْلَةِ رُبَّ حَيِّمٍ،
وَدَيْنٌ قَوِيْمٌ، وَإِمَامٌ عَلِيْمٌ أَنَابًا لَا مَسْ

عظمت و جلالت کو پہچان لے اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عظمت کی نمائش کرے چونکہ اس کی عظمت کو پہچان چکے ہیں ان کی رفعت و بلندی اسی میں ہے کہ اس کے آگے جھک جائیں اور جو اس کی قدرت کو جان چکے ہیں اُن کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں، حق سے اس طرح بھڑک نہ اٹھو جس طرح صحیح و سالم خارش زدہ سے، یا تندرست بیمار سے تم ہدایت کو اس وقت تک نہ پہچان سکو گے جب تک اُس کے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو اور قرآن کے عہد و بیان کے پابند نہ رہ سکو گے جب تک کہ اس کے ٹوڑنے والے کو نہ جان لو اور اُس سے وابستہ نہیں رہ سکتے جب تک اُسے دور پھینکنے والی کی شناخت نہ کر لو، جو ہدایت والے ہیں انہی سے ہدایت طلب کرو، وہی علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا (دیا ہوا) ہر حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کی گویائی کا پتہ دے گی اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ دار ہے۔ وہ نہ دین کی مخالفت کرتے ہیں نہ اُس کے بارے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ دین ان کے سامنے ایک سچا گواہ ہے اور ایک ایسا بے زبان جو بول رہا ہے۔

خطبہ ۱۴۶

ان دنوں (طلحہ وزیر) میں سے ہر ایک اپنے لئے خلافت کا امیدوار ہے اور اُسے اپنی ہی طرف موڑ کر لانا چاہتا ہے۔ نہ اپنے ساتھی کی طرف، وہ اللہ کی طرف کسی وسیلہ سے تو سل نہیں ڈھونڈتے اور نہ کوئی ذریعہ لے کر اُسکی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے (دلوں میں کینہ) لیے ہوئے ہیں اور جلد ہی اس سلسلے میں بے نقاب ہو جائیں

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ مَنْ اسْتَصَحَّ اللَّهَ وَفَقَّ وَمَنْ
اتَّخَذَ قَوْلَهُ دَلِيلًا هَدَىٰ لِلتَّى هِيَ أَقْوَامٌ فَإِنَّ
جَارَ اللَّهِ آمِنٌ وَعَدُوُّهُ خَائِفٌ۔ وَإِنَّهُ لَا
يَنْبَغِي لِمَنْ عَرَفَ عِظَمَ اللَّهِ أَنْ يَتَعَظَّمَ فَإِنَّ
رَفْعَةَ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ مَا عَظُمَتْهُ أَنْ
يَتَوَاضَعُوا لَهُ وَسَلَامَةَ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ مَا
قَدَرَتْهُ أَنْ يَسْتَسْلِمُوا لَهُ فَلَا تَنْفِرُوا مِنَ
الْحَقِّ نِفَارَ الصَّحِيحِ مِنَ الْآجِرَابِ وَ
الْبَارِي مِنْ ذِي السَّقَمِ۔ وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ لَنْ
تَعْرِفُوا الرُّشْدَ حَتَّى تَعْرِفُوا الَّذِي تَرَكْتُمْ۔
وَلَنْ تَأْخُذُوا بِبَيِّنَاتِ الْكِتَابِ حَتَّى تَعْرِفُوا
الَّذِي نَقَضْتُمْ وَلَنْ تَسْكُوا بِهِ حَتَّى تَعْرِفُوا
الَّذِي نَبَذْتُمْ فَالْتَمِسُوا ذَلِكَ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهِ
فَإِنَّهُمْ عِيْشُ الْعِلْمِ وَمَوْتُ الْجَهْلِ هُمُ الَّذِينَ
يُخْبِرُكُمْ حُكْمَهُمْ عَنْ عَلَيْهِمْ وَصَتُّهُمْ عَنْ
مَنْطِقِهِمْ، وَظَاهَرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ لَا
يُخَالِفُونَ الَّذِينَ وَلَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَهُوَ
بَيْنَهُمْ شَاهِدٌ صَادِقٌ وَصَامِتٌ نَاطِقٌ۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

(فِي ذِكْرِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ)

كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَرْجُوا الْأَمْرَ لَهُ
وَيَعْطِفُهُ عَلَيْهِ دُونَ صَاحِبِهِ لَا يُمْتَنَانِ
إِلَى اللَّهِ بِحَبْلِ۔ وَلَا يُمْدَانِ إِلَيْهِ بِسَبَبٍ

مَفَارِقُكُمْ غَفَرَ اللَّهُ لِي وَلَكُمْ- إِنْ تَبَّتِ
الْوُطَاةُ فِي هَذِهِ الْمَرْلَةِ فَذَلِكَ- وَإِنْ
تَدَحَّضَ الْقَدَمُ- فَإِنَّمَا كُنَّا فِي أَقْيَاءِ
أَعْصَانٍ وَمَهَبَ رِيَّاحٌ وَتَحْتَ ظِلِّ غَمَامٍ
أَصْحَلٌ فِي الْجَوْ مُتَلَقِّفُهَا وَعَفَا فِي
الْأَرْضِ مَحْطُهَا- وَإِنَّمَا كُنْتُ جَارًا
جَاوَرَكُمْ بِدَنِيَّ أَيْامًا، وَتَسْتَعْقِبُونَ، مِنِّي
جُثَّةً خَلَاءَ- سَاكِنَةً بَعْدَ حَرَالِكِ وَصَامِتَةً
بَعْدَ نُطْقِي- لِيَعْظَمَكُمْ هُدُوءِي- وَخُصُوتُ
أَطْرَافِي وَسُكُونُ أَطْرَافِي فَإِنَّهُ أَوْعَظُ
لِلْمُسْتَعْبِرِينَ مِنَ الْمُنْطِقِ الْبَلِيغِ وَالْقَوْلِ
الْمَسْمُوعِ وَدَاعِيكُمْ وَدَاعِ أَمْرِي مُرْصِدًا
لِلتَّلَاقِي، غَدًا تَرَوْنَ أَيْامِي وَيُكْشَفُ لَكُمْ
عَنْ سَرَائِرِي، وَتَعْرِفُونَنِي بَعْدَ خُلُقِي
مَكَانِي وَقِيَامِ غَيْرِي مَقَامِي-

آج تمہارے لئے عبرت بنا ہوا ہوں اور کل تم سے چھوٹ جاؤں
گا۔ خدا مجھے اور تمہیں مغفرت عطا کرے۔ اگر اس پھسلنے کی جگہ
پر قدم جسے رہے تو خیر اور اگر قدموں کا جماؤ اکھڑ گیا تو ہم نے
انہی (گھٹی) شاخوں کی چھاؤں ہوا کی گذرگا ہوں اور چھائے
ہوئے ابر کے سایوں میں تھے (لیکن) اس کے تہ بہ تہ سے
ہوئے لکے چھوٹ گئے اور ہوا کے نشانات مٹ مٹا گئے۔ میں
تمہارا ہمسایہ تھا کہ میرا جسم چند دن تمہارے پڑوس میں رہا اور
میرے مرنے کے بعد مجھے حسد بے روح پاؤ گے کہ جو حرکت
کرنے کے بعد قہم کیا اور بولنے کے بعد منہ جانا اور ہاتھ
پیروں کا بے حس حرکت ہو جانا تمہیں پسند و نصیحت کرے۔ کیونکہ
عبرت حاصل کرنے والی باتوں سے زیادہ موعظت و عبرت
دلانے والا ہوتا ہے۔ میں تم سے اس طرح رخصت ہو رہا ہوں،
جیسے کوئی شخص (کسی کی) ملاقات کے لئے چشم براہ ہو۔ کل تم
میرے اس دور کو یاد کرو گے اور میری نیتیں کھل کر تمہارے سامنے
آ جائیں گی اور میری جگہ کے خالی ہونے اور دوسروں کے اس
مقام پر آنے سے تمہیں میری قدر و منزلت کی پہچان ہوگی۔

۱۔ یعنی انسان موت سے بچنے کے لئے جو ہاتھ پیر مارتا ہے اور چارہ سازی کرتا ہے اس میں جتنا زمانہ صرف ہوتا ہے وہ مدت حیات
ہی ہے کہ جو کم ہو رہی ہے اور جوں جوں وقت گزرتا ہے موت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ زندگی ڈھونڈتے
ڈھونڈتے موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔

۲۔ خلا کم زم (تم پر کوئی برائی عائد نہ ہوگی) یہ جملہ بطور مثل استعمال ہوتا ہے جسے سب سے پہلے جذبہ ابرش کے غلام قصیر نے
استعمال کیا تھا۔

۳۔ مقصد یہ ہے کہ جب یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی تو ان میں رہنے والے کیونکر موت سے محفوظ رہ سکتے ہیں، یقیناً انہیں بھی ہر
چیز کی طرح ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے۔ لہذا میرے جام حیات کے چھلک جانے پر تعجب ہی کیا۔

خطبہ ۱۲۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وہ لوگ) گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی

(فِي الْمَلَا حِم)

وَأَحَدُوا يَمِينًا وَشِمَالًا طَعْنًا فِي مَسَالِكِ
الْغَيِّ، وَتَرَكَا لِمَذَاهِبِ الرُّشْدِ- فَلَا
تَسْتَعْجِلُوا مَا هُوَ كَائِنٌ مُرْصَدٌ- وَلَا
تَسْتَبْطُوا مَا يَجِيءُ بِهِ الْعُدُ- فَكَمْ مِّنْ
مُّسْتَعْجِلٍ بِمَا إِنْ أَدْرَكَهُ وَدَّ أَنَّهُ لَمْ
يُدْرِكْهُ- وَمَا أَقْرَبَ الْيَوْمَ مِنْ تَبَاشِيرِ
غَدِيَّا قَوْمَ هَذَا إِبَانٍ وَرُودٍ كُلِّ مَوْعُودٍ،
وَدُنُو مِّنْ طَلْعَةٍ مَا لَا تَعْرِفُونَ- أَلَا وَمَنْ
أَدْرَكَهَا مِنَّا يَسْرِي فِيهَا بِسَرَّاجٍ مُنِيرٍ-
وَيَحْدُو فِيهَا عَلَى مِثَالِ الصَّالِحِينَ لِيَحُلَّ
فِيهَا رَبَقًا وَيَعْتِقَ رِقًا، وَيَصْدَعَ شَعْبًا-

وَيَشْعَبُ صَدْعًا فِي سِتْرِ عَنْ النَّاسِ
لَا يَبْصُرُ الْقَائِفُ أَثَرَهُ وَلَوْ تَابَعَ نَظْرَهُ ثُمَّ
لِيُشْحَذَنَّ فِيهَا قَوْمَ شَحْدِ الْقَيْنِ النَّصْلِ
تُحْلَى بِالتَّنْزِيلِ أَبْصَارُهُمْ وَيُرْمَى
بِالتَّفْسِيرِ فِي مَسَامِعِهِمْ وَيُعْبَقُونَ كَأْسَ
الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصُّبُوحِ-

(مِنْهَا) وَطَالَ الْأَمَدُ بِهِمْ لِيَسْتَكْمِلُوا
الْحَزِيَّ وَيَسْتَوْجِبُوا الْغَيْرَ حَتَّى إِذَا اخْلَوْ
لِقَ الْأَجَلِ وَاسْتَرَّاحَ قَوْمٌ إِلَى الْفِتَنِ
وَأَشَالُوا عَنْ لَقَاحِ حَرْبِهِمْ لَمْ يَمْنُوا عَلَى
اللَّهِ بِالصَّبْرِ وَلَمْ يَسْتَعْظُمُوا بِذَلِكَ أَنْفُسَهُمْ
فِي الْحَقِّ حَتَّى إِذَا وَافَقَ وَارِدُ الْقَضَاءِ
انْقِطَاعَ مَدَّةِ الْبَلَاءِ حَمَلُوا بِصَافِرِهِمْ عَلَى

راہوں کو چھوڑ کر (افراط و تفریط کے) دائیں بائیں راستوں پر
ہولے ہیں جو بات کہ ہو کر رہنے والی اور کل انتظار میں ہوا
س کے لئے جلدی نہ بچاؤ اور جسے ”کل“ اپنے ساتھ لئے آ رہا ہے
اس کی دوری محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو۔
بہتیرے لوگ ہیں کہ جو کسی چیز کے لئے جلدی بچاتے ہیں اور
جب اسے پالیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی
پاتے تو اچھا تھا ”آج“ آنے والے ”کل“ کے اجالوں سے
کتنا قریب ہے۔ اے میری قوم یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں
کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہو کر قریب ہونے کا زمانہ
ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو، دیکھو! ہم (اہل بیت) میں
سے جو (ان فتنوں کا دور) پائے گا وہ اس میں (ہدایت
کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم
اٹھائے گا تا کہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد
کرے اور حسب ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے
ہوئے کو جوڑے وہ لوگوں کی (نگاہوں سے) پوشیدہ ہوگا۔
کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے
نقش قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو (حق کی سان
پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لو ہار تلوار کی باڑ تیز کرتا
ہے۔ قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور
اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے اور حکمت
کے چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح و شام پلائے جائیں گے۔
اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ بڑھتا ہی
رہا تا کہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور تختیوں کا استحقاق پیدا
کر لیں۔ یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آ گئی
تو ایک (فتنا گیز) جماعت فتنوں کا سہارا لے کر بڑھی اور جنگ
کی تخم پاشیوں کے لئے کھڑی ہو گئی تو اُس وقت ایمان لانے
والے اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتاتے تھے اور نہ

أَسْيَافِهِمْ وَوَأَنُوا لِرَبِّهِمْ بِأَمْرٍ وَعَظِهِمْ
حَتَّى إِذَا قَبَضَ اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى
الْأَعْقَابِ - وَغَالَتْهُمْ السُّبُلُ - وَاتَّكَلُوا
عَلَى الْوَلَايَةِ وَوَصَلُوا غَيْرَ الرَّحِمِ
وَهَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِي أَمَرُوا بِمُودَّتِهِ
وَنَقَلُوا الْبِنَاءَ عَنْ رِصِّ أَسَاسِهِ فَبَنَوْا فِي
غَيْرِ مَوْضِعِهِ مَعَادُونَ كُلِّ حَظِيئَةٍ وَأَبْوَابُ
كُلِّ ضَارِبٍ فِي غَرَّةٍ - قَدْ مَارُوا فِي الْحَيَرَةِ
وَذَهَلُوا فِي السَّكْرَةِ عَلَى سُنَّةٍ مِّنَ الْ
فِرْعَوْنَ مِّنْ مُنْقَطِعٍ إِلَى الدُّنْيَا رَاكِبٍ
أَوْ مُفَارِقٍ لِلدِّينِ مُبَايِنٍ -

حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حکمِ قضا نے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو انہوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اٹھالیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے اٹھالیا تو ایک گروہ لٹے پاؤں پلٹ گیا، اور گمراہی کی راہوں نے اُسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلسلہ عقیدوں پر بھروسہ کر بیٹھا (فریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) دلیلوں سے اُسے مودت کا حکم دیا گیا تھا انہیں چھوڑ بیٹھا اور (خلافت کو) اُس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا، جو اس کی جگہ نہ تھی یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آل فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے۔

خطبہ ۱۴۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاحِدَ اللَّهُ
وَأَسْتَعِينُهُ عَلَى مَدَاحِ الشَّيْطَانِ
وَمَزَاجِرِهِ وَالْإِعْتِصَامِ مِنْ حَبَائِلِهِ
وَمَخَاتِلِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ وَنَجِيُّهُ وَصَفْوَتُهُ لَا يُوَادِي
فَضْلُهُ وَلَا يُجْبِرُ فَقْدُهُ أَضَاءَتْ بِهِ
الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ وَالْجَهَالَةِ
الْعَالِيَةِ وَالْجَفْوَةِ الْجَافِيَةِ وَالنَّاسُ
يَسْتَحِلُّونَ الْحَرِيمَ وَيَسْتَدِلُّونَ الْحَكِيمَ -
يَحْبُونَ عَلَى فِتْرَةٍ - وَيَمُوتُونَ عَلَى كَفْرَةٍ -

میں اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اور ان چیزوں کے لئے اس سے مدد مانگتا ہوں کہ جو شیطان کو راندہ اور دور کرنے والی اور اُس کے پھندوں اور ہتھکنڈوں سے اپنی پناہ میں رکھنے والی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عہد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں۔ نہ اُن کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہو سکتی ہے۔ تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن و منور ہو گئے جبکہ لوگ حلال کو حرام اور مرد زریک و دانا کو ذلیل سمجھتے تھے۔ نبیوں سے خالی زمانہ میں جیتے تھے اور گمراہیوں کی حالت میں مر جاتے تھے پھر یہ کہ اے گروہ عرب تم ایسی امتلاؤں کا نشانہ بننے والے ہو کہ جو قریب پہنچ چکی ہیں۔ عیش و تنعم کی بد مستیوں سے بچو اور عذاب

ثُمَّ إِنَّكُمْ مَعَشَرَ الْعَرَبِ اغْرَاضُ بَلَايَا قَدِ
اقْتَرَبَتْ - فَاتَّقُوا سَكَرَاتِ النِّعْمَةِ وَاحْذَرُوا
بَوَائِقِ النِّقْمَةِ وَتَثَبُّتُوا فِي قَتَامِ الْعَشْوَةِ -
وَأَعُوْجَاجِ الْفِتْنَةِ عِنْدَ طُلُوعِ جَنِينِهَا
وَزُفُورِ كَيْسِنِهَا وَانْتِصَابِ قُطْبِهَا وَمَدَارِ
رَحَاهَا تَبْدَأُ فِي مَدَارِجِ خَفِيَّةٍ، وَتَوَوَّلُ
إِلَى قِطَاعَةِ جَلِيَّةٍ شَبَابُهَا كَشَبَابِ الْغُلَامِ
وَأَنَارُهَا كَأَنَارِ السَّلَامِ تَتَوَارَثُهَا الظُّلُمَةُ
بِالْعَهْدِ وَإِلَهُمْ قَائِدٌ لِّآخِرِهِمْ وَآخِرُهُمْ
مُقْتَدٍ بِأَوَّلِهِمْ - يَتَنَافَسُونَ فِي دُنْيَا دُنْيَةٍ،
وَيَتَكَلَّبُونَ عَلَى جَفِيَّةٍ مُرِيحَةٍ وَعَنْ قَلِيلٍ
يَتَبَرَّأُ التَّابِعُ مِنَ الشُّبُوعِ وَالْقَائِدُ مِنَ الْمَقُودِ
فَيَتَرَايِلُونَ بِالْبَغْضَاءِ - وَيَتَلَاعَنُونَ عِنْدَ
الِلْقَاءِ ثُمَّ يَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ طَالِعُ الْفِتْنَةِ
الرَّجُوفُ وَالْقَاصِمَةُ الرَّخُوفُ - فَتَزِيغُ
قُلُوبٌ بَعْدَ اسْتِقَامَةٍ وَتَضِلُّ رِجَالٌ
بَعْدَ سَلَامَةٍ وَتَخْتَلِفُ الْآهْوَاءُ عِنْدَ
هُجُومِهَا وَتَلْتَبِسُ الْأَرْءَاءُ عِنْدَ نُجُومِهَا مَن
أَشْرَفَ لَهَا قَصَصَتَهُ وَمَن سَعَى فِيهَا تَكَادَمَ
الْحُمُرُ فِي الْعَانَةِ قَدْ اضْطَرَبَ مَعْقُودُ
الْحَبْلِ وَعَمِيَ وَجْهُ الْأَمْرِ تَغْيِضُ فِيهَا
الْحِكْمَةُ وَتَنْطِقُ فِيهَا الظُّلُمَةُ - وَتَدُقُّ أَهْلُ
الْبَدْوِ بِسُحُلِهَا، وَتَرُضُّهُمْ بِكَلْكَلِهَا يَضِيْعُ
فِي غَبَارِهَا الْوُحْدَانُ - وَيَهْلِكُ فِي

کی تباہ کاریوں سے ڈرو۔ شبہات کے دھندلوں اور فتنہ کی کج رویوں سے اپنے قدموں کو روک لو جبکہ اُس کا چھپا ہوا خدشہ سراٹھائے اور مخفی اندیشہ سامنے آجائے اور اس کا کھوٹا مضبوط ہو جائے۔ فتنے ہمیشہ چھپے ہوئے راستوں سے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور انجام کار اُن کی کھلم کھلا برائیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اُن کی اٹھان ایسی ہوتی ہے جیسے نوخیز بچے کی اور اُن کے نشانات ایسے ہوتے ہیں جیسے پتھر (کی چوٹوں) کے ظالم آپس کے عہد و پیمان سے اس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں۔ اگلا پچھلے کا رہنما اور پچھلا اگلے کا پیرو ہوتا ہے۔ وہ اسی رذیل دنیا پر مر مٹتے ہیں اور اس سڑے ہوئے مردار پر ٹوٹ پڑے ہیں جلد ہی پیرو کار اپنے پیشرو و رہنماؤں سے اظہارِ بیزاری کریں گے اور ایک دوسرے کو دشمنی کے ساتھ علیحدگی اختیار کر لیں گے اور سامنے ہونے پر ایک دوسرے کو لعنت کریں گے اس دور کے بعد ایک فتنہ ایسا آئے گا جو امن و سلامتی کو تباہ کرنے والا اور تباہی مچانے والا اور خلقِ خدا پر سختی کے ساتھ حملہ آور ہوگا، تو بہت سے دل ٹھہراؤ کے بعد ڈانٹ و دل اور بہت سے لوگ (ایمان کی) سلامتی کے بعد گمراہ ہو جائیں گے۔ اس کے حملہ آور ہونے کے وقت رائیں مشتبه ہو جائیں گی، جو اس فتنہ کی طرف جھک کر دیکھے گا وہ اُسے تباہ کر دے گا اور جو اس میں سعی و کوشش کرے گا اُسے جڑ بنیاد سے اکھڑ دے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کاٹنے لگیں گے جس طرح وحشی گدھے اپنی بھیڑ میں ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ اسلام کی مٹی ہوئی رسی کے بل کھل جائیں گے۔ صحیح طریق کار چھپ جائے گا حکمت کا پانی خشک ہو جائے گا اور ظالموں کی زبان کھل جائے وہ فتنہ بادیہ نبینوں کو اپنے ہتھوڑوں سے کچل دے گا اور اپنے سینہ سے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اُس کے گرد و غبار میں اکیلے دو کیلے تباہ و برباد ہو جائیں گے اور سوار اس کی راہوں میں ہلاک ہو جائیں گے۔

طَرِيقَهَا الرُّكْبَانُ تَرِدُ بَيْرَ الْقَضَاءِ وَتَحْلُبُ عَيْطُ الدِّمَاءِ وَتَقْلُمُ مَنَارَ الدِّينِ وَتَنْقُضُ عَقْدَ الْيَقِينِ تَهْرُبُ مِنْهَا الْآكِيَّاسُ وَتَدْبُرُهَا الْأَرْجَاسُ مِرْعَادُ مَبْرَاقٍ - كَاشِفَةٌ عَنْ سَاقٍ تُقْطَعُ فِيهَا الْأَرْحَامُ وَيُفَارِقُ عَلَيْهَا الْإِسْلَامُ - بِرِيْهَا سَقِيمٌ وَظَاعِنُهَا مُقِيمٌ -

(مِنْهَا) بَيْنَ قَتِيلٍ مَطْلُولٍ وَخَائِفٍ مُسْتَجِيرٍ - يُخْتَلُونَ بِعَقْدِ الْإِيمَانِ وَبِغُرُورِ الْإِيمَانِ - فَلَا تَكُونُوا أَنْصَابَ الْفِتَنِ وَأَعْلَامَ الْبِدْعِ وَالزُّمُومَ عَقْدَ عَلَيْهِ جُلُ الْجَمَاعَةِ وَيُنِيتُ عَلَيْهِ أَرْكَانُ الطَّاعَةِ - وَأَقْدَمُوا عَلَى اللَّهِ مَظْلُومِينَ وَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ظَالِمِينَ - وَاتَّقُوا مَدَارِجَ الشَّيْطَانِ وَمَهَا بِطَ الْعُدْوَانِ وَلَا تُدْخِلُوا بُطُونَكُمْ لَعْقِ الْحَرَامِ فَإِنَّكُمْ بَعِيْنٌ مِنْ حَرَمٍ عَلَيْكُمْ الْبَعْصِيَّةَ - وَسَهْلٌ لَكُمْ سُبُلُ الطَّاعَةِ -

خطبہ ۱۵۰

تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے کہ جو خلق (کائنات سے) اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم وازی ہونے کا اور ان کی باہمی شہادت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ دینے والا ہے نہ خواہ اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں - چونکہ بنانے والے اور بننے والے، گھیرنے والے اور

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الدَّالِّ عَلَى وُجُودِهِ بِخَلْقِهِ وَبِمُحَدِّثِ خَلْقِهِ عَلَى أَرْزَلِيَّتِهِ وَبِاشْتِبَاهِهِمْ عَلَى أَنْ لَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ لَا فِتْرَاقٍ

الصَّانِعِ وَالْمَصْنُوعِ، وَالْحَادِ وَالْمَحْدُودِ وَالرَّبِّ وَالْمَرْبُوبِ الْأَحَدَ لَا يَتَأَوَّلُ عَدُوُّ وَالْخَالِقِ لَا يَمَعْنَى حَرَكَةٍ وَنَصَبِ وَالسَّيِّعِ لَا يَدَاذِلُ وَالْبَصِيرِ لَا يَتَفَرِّقُ إِلَهٌ، وَالشَّاهِدِ لَا يُمَسَّسُهُ وَالْبَائِنِ لَا يَتَرَاخَى مَسَافَةً - وَالظَّاهِرِ لَا يَرُوءِيَّةٌ وَالْبَاطِنِ لَا يَلْطَافَةُ - بَانَ مِنَ الْأَشْيَاءِ بِالْقَهْرِ لَهَا وَالْقُدْرَةُ عَلَيْهَا - وَبَانَ الْأَشْيَاءُ مِنْهُ بِالْخُضُوعِ لَهُ وَالرَّجُوعِ إِلَيْهِ - مَنْ وَصَفَهُ فَقَدْ حَدَّثَ وَمَنْ عَدَّاهُ فَقَدْ أَبْطَلَ أَرْزَلَهُ وَمَنْ قَالَ كَيْفَ فَقَدْ اسْتَوْصَفَهُ - وَمَنْ قَالَ آيْنَ فَقَدْ حَيَّرَهُ - وَعَالِمٌ إِذْ لَا مَعْلُومٌ وَرَبٌّ إِذْ لَا مَرْبُوبٌ وَقَادِرٌ إِذْ لَا مَقْدُورٌ -

(مِنْهَا) قَدْ طَلَعَ طَالِعٌ وَلَمَعَ لَا مَعٌ وَلَا خَ لَا نَحْ وَأَعْتَدَلْ مَائِلٌ - وَاسْتَبَدَلَ اللَّهُ بِقَوْمٍ قَوْمًا وَيَوْمًا وَيَوْمًا - وَانْتَظَرْنَا الْغَيْرَ انْتَظَارَ الْمُجْدِبِ الْمَطَرِ وَإِنَّمَا الْآئِمَةُ قَوْمٌ اللَّهُ عَلَى خَلْقِهِ وَعُرْفَانُهُ عَلَى عِبَادِهِ - لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ عَرَفَهُمْ وَعَرَفُوهُ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا مَنْ أَنْكَرَهُمْ وَأَنْكَرُوهُ - إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَصَّكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَاسْتَخْلَصَكُمْ لَهُ وَذَلِكَ لِأَنَّهُ اسْمُ سَلَامَةٍ وَجَمَاعٍ كَرَامَةٍ - إِصْطَفَى اللَّهُ تَعَالَى

گھرنے والے، پالنے والے اور پرورش پانے والے میں فرق ہوتا ہے وہ ایک ہے لیکن نہ ویسا کہ جو شمار میں آئے، وہ پیدا کرنے والا ہے لیکن نہ اس معنی سے کہ اسے حرکت کرنا اور تعجب اٹھانا پڑے، وہ سننے والا ہے لیکن نہ کسی عضو کے ذریعہ سے اور دیکھنے والا ہے لیکن نہ اس طرح کی آنکھیں پھیلائے۔ وہ حاضر ہے لیکن نہ اس طرح کہ چھوا جاسکے۔ وہ جدا ہے نہ اس طرح کی بیچ میں فاصلہ کی دوری ہو۔ وہ ظاہر بظاہر ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ذاتا پوشیدہ ہے نہ لطافت جسمانی کی بناء پر۔ وہ سب چیزوں سے اس لئے علیحدہ ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے اور ان پر اقتدار رکھتا ہے اور تمام چیزیں اس لئے اس سے جدا ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس طرف پلٹنے والی ہیں۔ جس نے (ذات کے علاوہ) اس کے لئے صفات تجویز کئے اُس نے اس کی حد بندی کر دی اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ اسے شمار میں آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس نے اسے شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اس کی قدامت ہی سے انکار کر دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے وہ اس کے لئے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈھے لگا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کہاں ہے اس نے اسے کسی جگہ میں محدود سمجھ لیا۔ وہ اُس وقت بھی عالم تھا جبکہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اُس وقت بھی رب تھا۔ جبکہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جبکہ یہ زیر قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی۔

اسی خطبہ کا ایک جزویہ ہے۔ ابھرنے والا ابھر آیا۔ چمکنے والا چمک اٹھا اور ظاہر ہونے والا ظاہر ہوا۔ ٹیڑھے معاملے سیدھے ہو گئے۔ اللہ نے جماعت کو جماعت سے اور زمانہ کو زمانہ سے بدل دیا۔ ہم اس انقلاب کے اس طرح منتظر تھے جس طرح قحط زدہ بارش کا بلاشبہ آئمہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حاکم ہیں اور اُس کو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں۔ جنت میں وہی جائے گا جسے ان کی معرفت ہو، اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو نہ انہیں پہچانے اور نہ وہ اُسے پہچانیں۔ اللہ

مَنْهَجَهُ وَبَيَّنَ حُجَجَهُ مِنْ ظَاهِرِ عِلْمٍ
وَبَاطِنِ حَكَمٍ لَا تَفْنَى غَرَائِبُهُ وَلَا
تَنْقُصِي عَجَائِبُهُ۔ فِيهِ مَرَابِيعُ النِّعَمِ
وَمَصَابِيحُ الظُّلَمِ لَا تَفْتَحُ الْخَيْرَاتُ إِلَّا
بِمَفَاتِيحِهِ وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلَّا
بِمَصَابِيحِهِ قَدْ أَحْمَى حِمَاهُ وَأَدْعَى
مَرَعَاهُ فِيهِ شِفَاءُ الْمُشْتَفَى وَكَفَايَةُ
الْمُكْتَفَى۔

ہم نہیں اسلام کے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اس کے لئے تمہیں
چھانٹ لیا ہے اور یہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام اور عزت
انسانی کا سرمایہ ہے۔ اس کی راہ کو اللہ نے تمہارے لئے چن لیا
ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں سے اُس
کے دلائل واضح کر دیے ہیں۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں
اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ اسی میں نعمتوں کی
بارشیں اور تاریکیوں کے چراغ ہیں۔ اسی کی کنجیوں سے نیکیوں
کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں سے
تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے۔ خدا نے اس کے ممنوعہ
مقامات سے روکا ہے اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت
دی ہے۔ شفا چاہنے والے کے لئے اس میں بے نیازی ہے۔

اس خطبہ کا پہلا جز علم الہیات کے اہم مطالب پر مشتمل ہے جس میں خلق کائنات سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال فرماتے
ہوئے اس کی ازلیت و عینیت صفات پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ جب ہم کائنات پر نظر کرتے ہیں تو ہر حرکت کے پیچھے کسی محرک کا
ہاتھ کار فرما نظر آتا ہے جس سے ایک سطحی ذہن والا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی اثر موثر کے بغیر ظاہر نہیں
ہو سکتا۔ یہاں تک کہ چند دنوں کا ایک بچہ بھی اپنے جسم کے چھوئے جانے سے اپنے شعور کے دھندلکوں میں یہ محسوس کرتا ہے کہ
کوئی چھونے والا ہے۔ جس کا اظہار آنکھوں کو کھولنے یا مز کر دیکھنے سے کرتا ہے۔ تو پھر کس طرح دنیائے کائنات کی تخلیق اور
عالم کون و مکان کا نظم و نسق کسی خالق و منتظم کے بغیر مانا جاسکتا ہے۔

جب ایک خالق کا اعتراف ضروری ہوا تو اُسے موجود بالذات ہونا چاہئے کیونکہ ہر وہ چیز جس کی ابتداء ہے اس کے لئے ایک
مرکز وجود کا ہونا ضروری ہے جس تک وہ منتہی ہو۔ تو اگر وہ بھی کسی موجد کا محتاج ہوگا تو پھر اس موجد کے لئے سوال ہوگا کہ وہ از خود ہے یا
کسی کا بنایا ہوا۔ اور جب تک ایک موجود بالذات ہستی کا اقرار نہ کیا جائے کہ جو تمام ممکنات کے لئے عللہ العلل ہو پڑ کر اسے کہیں ٹھہراؤ
نصیب نہ ہوگا اور اگر خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیا جائے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ معدوم ہوگا یا موجود۔ اگر معدوم ہوگا
تو معدوم کسی کو موجود نہیں بنا سکتا اور اگر موجود ہوگا تو اُسے دوبارہ موجود کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ لہذا اُسے ایسا موجود ماننا پڑے گا
جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز اُس کی محتاج اور اور وحدت اپنی آپ ہی نظیر ہے اس لئے کوئی چیز اس کی مثل و
نظیر نہیں ہو سکتی اور ایک کہی جانے والی چیزوں کو بھی اس کی یکتائی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ ہر اعتبار سے واحد و یگانہ ہے وہ اُن
تمام چیزوں سے منزہ و مبرا ہے جو جسم و جسمانیات میں پائی جاتی ہیں کیونکہ نہ وہ جسم ہے نہ رنگ ہے نہ شکل ہے نہ کسی جہت میں واقع ہے
اور نہ کسی محل و مکان میں محدود ہے۔ اس لئے انسان اپنے حواس و مشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک و مشاہدہ نہیں کر سکتا کیونکہ حواس انہی
چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں جو زمان و مکان اور مادہ کے حدود کی پابند ہوں۔ لہذا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دیکھا جاسکتا ہے اس کے لئے جسم
مان لینا ہے اور جب وہ جسم ہی نہیں ہے اور نہ جسم کے ساتھ قائم ہے اور نہ کسی جہت و مکان میں واقع ہے تو اس کے دیکھے جانے کا سوال

ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی یہ پوشیدگی ان لطیف اجسام کی طرح نہیں کہ جن سے ان کی لطافت کی وجہ سے نگاہیں آ رہا ہو جاتی ہیں اور
آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں جیسے فضا کی پہنائیوں میں ہوا بلکہ وہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے البتہ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں
ہے، وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ لیکن آلات سماعت و بصارت کا محتاج نہیں کیونکہ اگر وہ دیکھنے سننے کے لئے اعضاء کا محتاج ہوگا تو
اُس کی ذات اپنے کمالات میں خارجی چیزوں کے دست نگر ہوگی اور بحیثیت ذات کامل نہ رہے گی حالانکہ وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور
اُس کا کوئی کمال اُس کی ذات سے الگ نہیں۔ کیونکہ ذات کے علاوہ الگ سے صفات ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذات ہوگی اور کچھ
صفیات اور اس ذات و صفات کے مجموعہ کا نام ہوگا خدا، اور جو چیز جز اُسے مرگب ہو وہ اپنے وجود میں اجزاء کی محتاج ہوتی ہے اور ان
اجزاء کو مرکب کے ترکیب پانے سے پہلے موجود ہونا چاہئے، تو جب اجزاء اس پر مقدم ہوں گے تو وہ ہمیشہ سے موجود اور ازلی کیونکہ
ہو سکتا ہے جبکہ اس کا وجود اجزاء سے متاثر ہے حالانکہ وہ اس وقت بھی علم و قدرت ربوبیت لئے ہوئے تھا جبکہ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ کیونکہ
اس کی کوئی صفت خارج سے اس میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ وہ صفت ہے وہی ذات ہے اور جو ذات ہے وہی صفت ہے اس لئے اس کا علم
اس پر منحصر نہیں ہے کہ معلوم کا وجود ہو لے تو پھر وہ جانے، کیونکہ اُس کی ذات حادث ہونے والے معلومات سے مقدم ہے اور نہ اُس کی
قدرت کے لئے ضروری ہے کہ مقدور کا وجود ہو تو وہ قادر سمجھا جائے۔ کیونکہ قادر اُسے کہتے ہیں جو ترک فعل پر یکساں اختیار رکھتا ہو اور
اُس کے لئے مقدور کا ہونا ضروری نہیں، اور یونہی رب کے معنی مالک کے ہیں اور وہ جس طرح معدوم کا اس کے موجود نہ ہونے کے بعد
مالک ہے اسی طرح موجود کے پردہ عدم میں ہونے کی صورت میں اسے موجود کرنے پر اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اسے معدوم رہنے دے
اور چاہے اُسے وجود بخش دے۔

خطبہ ۱۵۱

اُسے اللہ کی طرف سے مہلت ملی ہے۔ وہ غفلت شعاروں کے
ساتھ (بتاہیوں میں) گرتا ہے بغیر سیدھی راہ اختیار کئے اور بغیر
کسی ہادی اور ہبر کے ساتھ دیئے صبح سویرے ہی گنہگاروں کے
ساتھ ہو لیتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے آخر کار جب اللہ اُن کے گناہوں کا
نتیجہ اُن کے سامنے لائے گا اور غفلت کے پردوں سے جسے پیٹھ
کھاتے تھے اور اس شے سے پیٹھ پھرائیں گے جس کی طرف
ان کا رخ رہتا تھا۔ انہوں نے اپنے مطلوبہ سر و سامان کو پا کر اور
خواہشوں کو پورا کر کے کچھ بھی تو فائدہ حاصل نہ کیا۔ میں تمہیں
اور خود اپنے کو اس مرحلہ سے متنبہ کرتا ہوں۔ انسان کو چاہئے کہ
وہ اپنے نفس سے فائدہ اٹھائے اس لئے کہ آنکھوں والا وہ ہے

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَهُوَ فِي مَهَلَةٍ مِنَ اللَّهِ يَهْوَىٰ مَعَ الْغَافِلِينَ
وَيَعْدُو مَعَ الْمُدْنِيِّينَ بِلَا سَبِيلٍ قَاصِدٍ وَلَا
إِمَامٍ قَائِدٍ۔

(مِنْهَا) حَتَّىٰ إِذَا كَشَفَ لَهُمْ عَنْ جَزَاءِ
مَعْصِيَتِهِمْ۔ وَاسْتَجَرَ جَهْمٌ مِّنْ جَلَابِيبِ
غَفْلَتِهِمْ اسْتَقْبَلُوا مُدْبِرًا وَاسْتَدْبَرُوا
مُقْبِلًا۔ فَلَمْ يَنْتَفِعُوا بِمَا أَدْرَكُوا مِّنْ
طَلَبَتِهِمْ، وَلَا بِمَا قَضَوْا مِّنْ وَطَرِهِمْ وَإِنِّي
أُحَذِّرُكُمْ وَنَفْسِي هَذِهِ الْمَنْزِلَةَ فَلْيَنْتَفِعِ

أَمْرُو بِنَفْسِهِ۔ فَإِنَّمَا الْبَصِيرُ مَنْ سَمِعَ
فَتَفَكَّرَ وَنَظَرَ فَأَبْصَرَ وَانْتَفَعَ بِالْعَبْرِ ثُمَّ سَلَكَ
جَدَدًا وَاضِحًا يَتَجَنَّبُ فِيهِ الصَّرْعَةَ فِي
السَّهَوَىٰ۔ وَالضَّلَالِ فِي الْمَغَاوَى۔ وَلَا
يُعِينُ عَلَى نَفْسِهِ الْفَوَاقِ بِتَعَسُفٍ فِي حَقِّ
أَوْ تَحْرِيفٍ فِي نَظَرٍ أَوْ تَخَوُّفٍ مِّنْ صِدْقٍ
فَأَفِيقَ أَيُّهَا السَّامِعُ مِّنْ سَكْرَتِكَ۔
وَاسْتَيْقِظْ مِّنْ غَفْلَتِكَ وَاخْتَصِرْ مِّنْ
عَجَلَتِكَ وَانْعِمِ الْفِكْرَ فِيمَا جَاءَكَ عَلَى
لِسَانِ النَّبِيِّ الْأَمِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا مَحِيصَ عَنْهُ
وَخَالَفَ مَنْ خَالَفَ ذَلِكَ إِلَىٰ غَيْرِهِ۔ وَ
دَعَا وَمَا رَضِيَ لِنَفْسِهِ۔ وَضَعُ فُحْرَكَ
وَاحْطُطْ كِبْرَكَ۔ وَادْكُرْ قَبْرَكَ فَإِنَّ عَلَيْهِ
مَمْرَكَ، وَكَمَا تَدِينُ تُدَانُ وَكَمَا تَزَرُّعُ
تَحْصُدُ۔ وَمَا قَدَّمْتَ الْيَوْمَ تَقْدِمُ عَلَيْهِ
غَدًا فَاْمْهَدْ لِقَدَمِكَ وَقَدْ مَرَّ لِيَوْمَكَ
فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ۔

أَيُّهَا الْمُسْتَعِمُّ۔ وَالْجَدَّ الْجَدَّ أَيُّهَا الْغَافِلُ
وَلَا يَنْبِتُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ۔ إِنَّ مَنُ غَزَا أَيْمَ اللَّهِ
فِي الدِّكْرِ الْحَكِيمِ الَّتِي عَلَيْهَا يَثِيبُ
وَيُعَاقِبُ وَلَهَا يَرْضَىٰ وَيَسْخَطُ، أَنَّهُ
لَا يَنْفَعُ عَبْدًا وَإِنْ أَجْهَدَ نَفْسَهُ وَأَخْلَصَ
فِعْلَهُ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا لَا قِيَارَ رَبِّهِ
بِخَصْلَةٍ مِّنْ هَذِهِ الْخِصَالِ لَمْ يَتَّبِعْ مِنْهَا۔

جو سننے تو غور کرے اور نظر اٹھائے تو حقیقتوں کو دیکھ لے اور
عبرتوں سے فائدہ اٹھائے۔ پھر واضح راستہ اختیار کرے
جس کے بعد گڑھوں میں گرنے اور شبہات میں بھٹک جانے
سے بچتا رہے اور حق سے بے راہ ہونے اور بات میں
رد و بدل کرنے اور سچائی میں خوف کھانے سے گراہیوں کی
مدد کر کے زیاں کا نہ بنے۔ اے سننے والو اپنی سرمستوں
سے ہوش میں آؤ غضب سے آنکھیں کھولو اور دنیا کی دوڑ
دھوپ کو کم کرو اور جو باتیں نبی اکرمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
زبان (مبارک) سے پہنچی ہیں ان میں اچھی طرح غور و فکر
کرو کہ ان سے نہ کوئی چارہ ہے اور نہ کوئی گریز کی راہ۔ جو
ان کی خلاف ورزی کرے تم اس سے دوسری طرف رخ
پھیر لو اور اسے چھوڑ دو کہ وہ اپنے نفس کی مرضی پر چلتا رہے۔
فخر کے پاس نہ جاؤ اور بڑائی (کے سر) کو نیچا کرو، اپنی قبر کو
یاد رکھو کہ تمہارا راستہ وہی ہے اور جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے
جو بوؤ گے وہی کاٹو گے اور جو آج آگے بھیجو گے وہی کل پالو
گے آگے کے لئے کچھ مہیا کرو اور اُس دن کیلئے سروسامان
تیار رکھو۔

اے سننے والو! ڈرو، ڈرو، اور اے غفلت کرنے والو! کوشش
کرو، کوشش کرو تمہیں خبر رکھنے والا جو بتائے گا وہ دوسرا نہیں
بتا سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ کے ان اٹل اصول میں سے کہ
جن پر وہ جزا و سزا دیتا ہے اور راضی و ناراض ہوتا ہے یہ چیز
ہے کہ کسی بندے کو چاہے وہ جو کچھ حقن کر ڈالے دنیا سے نکل
کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ذرا فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جبکہ وہ ان
خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت سے توبہ کئے بغیر مر جائے
ایک یہ کہ فرائض عبادت میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو، یا

أَنْ يَشْرِكَ بِاللَّهِ فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ مِنْ
عِبَادَتِهِ أَوْ يَشْفِيَ غَيْظَهُ بِهَلَاكِ
نَفْسٍ أَوْ يَعْزَّ بِأَمْرٍ فَعَلَهُ غَيْرُهُ أَوْ يَسْتَنْجِحَ
حَاجَةً إِلَى النَّاسِ بِإِظْهَارِ بِدْعَةٍ فِي دِينِهِ،
أَوْ يَلْقَى النَّاسَ بِوَجْهَيْنِ۔ أَوْ يَشْفِيَ فِيهِمْ
بِلِسَانَيْنِ اعْقِلْ ذَلِكَ فَإِنَّ الْمِثْلَ دَلِيلٌ عَلَى
شَبْهَةٍ۔

إِنَّ الْبَهَائِمَ هُنَّهَا بُطُونُهَا۔ وَإِنَّ السِّبَاعَ
هُنَّهَا الْعُدَدُ وَأَنْ عَلَىٰ غَيْرِهَا وَإِنَّ النِّسَاءَ
هُنَّ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْفَسَادُ فِيهَا۔
إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ مُسْتَكِينُونَ۔ إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ
مُشْفِقُونَ إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ خَائِفُونَ۔

کسی کو ہلاک کر کے اپنے غضب کو ٹھنڈا کیا ہو، یا دوسرے کے
کئے پر عیب لگایا ہو یا دین میں بدعتیں ڈال کر لوگوں سے اپنا
مقصد پورا کیا ہو، یا لوگوں سے دوزخی چال چلتا ہو، یا دوزبانوں
سے لوگوں سے گفتگو کرتا ہو۔ اس بات کو سمجھو اس لئے کہ ایک
نظری دوسری نظیر کی دلیل ہوا کرتی ہے۔

بلاشبہ چوپاؤں کا مقصد پیٹ (بھرنا) اور درندوں کا مقصد
دوسروں پر حملہ آور ہونا اور عورتوں کا مقصد اس پست دنیا کو بنانا
سنوارنا اور فتنے اٹھانا ہی ہوتا ہے۔ مومن وہ ہیں جو تکبر و غرور
سے دور ہوں، مومن وہ ہیں جو خائف و ترسان ہوں۔ مومن وہ
ہیں جو ہر اسال ہوں۔

۱۔ مقصد یہ ہے کہ تمام شر و مفاسد کا سرچشمہ قوت شہود قوت غضبیہ ہوتی ہے اگر انسان قوت شہویہ سے مغلوب ہو کر پیٹ بھرنا ہی اپنا
مقصد بنالے تو اس میں اور چوپائے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، کیونکہ چوپائے کے پیش نظر بھی پیٹ بھرنے کے علاوہ اور کوئی مقصد
نہیں ہوتا اور اگر قوت غضبیہ سے مغلوب ہو کر ہلاکت و تباہ کاری شروع کر دے تو اس میں اور درندے میں کوئی فرق نہ رہے گا کیونکہ
اس کا مقصد بھی یہی چیرنا پھاڑنا ہوتا ہے اور اگر دونوں قوتیں اس میں کار فرما ہوں تو پھر عورت کے مانند ہے۔ کیونکہ عورت میں یہ
دونوں قوتیں کار فرما ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ بناؤ سنگار پر جان دیتی ہے اور فتنہ و فساد کو ہوا دینے میں کوششوں کو برسر کار رکھتی ہے۔

البتہ مرد مومن کبھی یہ گوارا نہ کرے گا کہ وہ ان حیوانی خصلتوں کو اپنا شعار بنائے بلکہ وہ ان قوتوں کو دبائے رکھتا ہے یوں کہ نہ وہ
غور خود پسندی کو اپنے پاس بٹکنے دیتا ہے اور نہ خوف خدا کی وجہ سے فتنہ و شر کو ہوا دیتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت ارشاد فرمایا اور بصرہ کا ہنگامہ چونکہ ایک
عورت کے ابھارنے کا نتیجہ تھا اس لئے چوپاؤں اور درندوں کی طبعی عادتوں کا ذکر کرنے کے بعد عورت کو بھی انہی خصلتوں کا حامل قرار دیا
ہے۔ چنانچہ انہی کے نتیجے میں بصرہ کی خوریز جنگ ہوئی اور ہزاروں افراد ہلاکت و تباہی کی لپیٹ میں آ گئے۔

خطبہ ۱۵۲

وَمَنْ خُطِبَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَنَظَرَ قَلْبَ اللَّيْبِ بِهِ يُبْصِرُ أَمَدَهُ
وَيَعْرِفُ غَوْرَهُ وَنَجْدَهُ دَاعٍ دَعَا وَدَاعٍ
رَغَى - فَاسْتَجِيبُوا لِلدَّاعِي وَاتَّبِعُوا
الرَّاعِي -

قَدْ خَاضُوا بِحَارِ الْفِتَنِ - وَأَخَذُوا بِالْبِدَعِ
دُونَ السُّنَنِ، وَارْزَأَ الْمُؤْمِنُونَ وَنَطَقَ
الضَّالُّونَ الْمَكْدِبُونَ - نَحْنُ الشُّعَارُ
وَالْأَصْحَابُ وَالْخَزَنَةُ وَالْأَبْوَابُهَا فَمَنْ
اتَّاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقًا -

(مِنْهَا) فِيهِمْ كَرَائِمُ الْقُرَانِ وَهُمْ كُنُوزُ
الرَّحْمَنِ - إِنْ نَطَقُوا صَدَقُوا، وَإِنْ صَمَتُوا
لَمْ يُسَبِّحُوا فَلْيَصْصِدُقْ رَأْيُ أَهْلِهِ،
وَلْيَحْضُرْ عَقْلُهُ، وَلْيَكُنْ مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ
فَإِنَّهُ مِنْهَا قَدِيمٌ وَلِیَّهَا يَنْقَلِبُ فَالْناظِرُ
بِالْقَلْبِ الْعَامِلُ بِالْبَصَرِ يَكُونُ مُبْتَدَأُ عَمَلِهِ
أَنْ يَعْلَمَ أَعْمَلَهُ عَلَيْهِ أَمْ لَهُ - فَإِنْ كَانَ لَهُ
مَطْى فِيهِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ وَقَفَ عَنْهُ فَإِنَّ
الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَالسَّائِرِ عَلَى غَيْرِ
طَرِيقٍ فَلَا يَزِيدُهُ بَعْدَهُ عَنِ الطَّرِيقِ إِلَّا
بُعْدًا مِّنْ حَاجَتِهِ وَالْعَامِلُ بِالْعِلْمِ كَالسَّائِرِ
عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِعِ فَلْيَنْظُرْ نَازِرٌ أَسَائِرُ

عقل مند دل کی آنکھوں سے اپنا مال کا ردیکھتا ہے اور اپنی اونچ نیچ
(اچھی بُری راہوں) کو پہچانتا ہے۔ دعوت دینے والے نے پکارا
اور نگہداشت کرنے والے نے نگہداشت کی۔ بلانے والے کی
آواز پر لبیک کہو اور نگہداشت کرنے والے کی پیروی کرو۔
کچھ لوگ فتنوں کے دریاؤں میں اترے ہوئے ہیں اور سنتوں کو
چھوڑ کر بدعتوں میں پڑ چکے ہیں۔ ایمان والے دیکھ پڑے ہیں
اور گمراہوں اور جھٹلانے والوں کی زبانیں کھلی ہوئی ہیں۔ ہم قریبی
تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور خزانہ دار اور دروازے ہیں
اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو
چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اُس کا نام چور ہوتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک تجزیہ ہے (آل محمد) انہی کے بارے میں قرآن
کی نفیس آیتیں اُتری ہیں اور وہ اللہ کے خزانے ہیں اگر بولتے
ہیں تو سچ بولتے ہیں اور اگر خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بات میں
پہل کا حق نہیں پیش رو اپنے قوم قبیلے سے (ہر بات) سچ سچ
بیان کرنا چاہئے اور اپنی عقل کو گم نہ ہونے دے اور اہل آخرت
میں سے بنے اس لئے کہ ادھر ہی سے آیا ہے اور ادھر ہی اُسے
پلٹ کر جانا ہے۔ دل (کی آنکھوں سے دیکھنے والے اور
بصیرت کے ساتھ عمل کرنے والے کے عمل کی ابتدا یوں ہوتی
ہے کہ وہ (پہلے) وہ جان لیتا ہے کہ یہ عمل اُس کے لئے فائدہ
مند ہے یا نقصان رساں اگر مفید ہوتا ہے تو آگے بڑھتا ہے۔
مضر ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اس لئے کہ بے جانے بوجھے ہوئے
بڑھنے والا ایسا ہے جیسے کوئی غلط راستے پر چل نکلے تو جتنا وہ اس
راہ پر بڑھتا جائے گا اتنا ہی مقصد سے دور ہوتا جائے گا اور علم کی
(روشنی میں) عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی روشن راہ پر چل
رہا ہو (تو اب) دیکھنے والے کو چاہئے کہ وہ دیکھے کہ آگے کی

هُوَ أَمْرٌ رَاجِعٌ - وَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ ظَاهِرٍ بَاطِنًا
عَلَى مِثَالِهِ فَمَا طَابَ ظَاهِرُهُ طَابَ بَاطِنُهُ - وَقَدْ
وَمَا خَبَتْ ظَاهِرُهُ خَبَتْ بَاطِنُهُ - وَقَدْ
قَالَ الرَّسُولُ الصَّادِقُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَحِبُّ الْعَبْدَ
وَيُبْغِضُ عَمَلَهُ وَيَحِبُّ الْعَمَلَ وَيُبْغِضُ
بَدَنَهُ وَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ نَبَاتًا - وَكُلُّ
نَبَاتٍ لَا غِنَى بِهِ عَنِ الْمَاءِ وَالْمِيَاهِ
مُخْتَلِفَةٌ فَمَا طَابَ سَقْيُهُ طَابَ غَرْسُهُ
وَحَلَّتْ ثَمَرَتُهُ - وَمَا خَبَتْ سَقْيُهُ خَبَتْ
غَرْسُهُ وَأَمَرَتْ ثَمَرَتُهُ -

طرف بڑھ رہا ہے یا پیچھے کی طرف پلٹ رہا ہے۔ تمہیں جاننا
چاہئے کہ ہر ظاہر کا ویسا ہی باطن ہوتا ہے جس کا ظاہر اچھا ہوتا
ہے اُس کا باطن بھی اچھا ہوتا جس کا ظاہر بُرا ہوتا ہے اُس کا
باطن بھی بُرا ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا رسول صادق صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ ایک بندے کو (ایمان کی
وجہ سے) دوست رکھتا ہے اور اُس کے عمل کو بُرا سمجھتا ہے اور
(کہیں) عمل کو دوست رکھتا ہے اور عمل کرنے والے کی ذات
سے نفرت کرتا ہے۔ دیکھو ہر عمل ایک اُگنے والا سبزہ ہے اور سبزہ
کے لئے پانی کا ہونا ضروری ہے اور پانی مختلف قسم کا ہوتا ہے
جہاں پانی اچھا دیا جائے گا وہاں پر کھیتی بھی اچھی ہوگی اور اس کا
پھل بھی میٹھا ہوگا اور جہاں پانی بُرا دیا جائے گا وہاں کھیتی بھی
بُری ہوگی اور پھل بھی کڑوا ہوگا۔

خطبہ ۱۵۳

وَمَنْ خُطِبَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَذْكُرُ فِيهَا بَدِيعَ خَلْقَةِ الْخَفَاشِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْحَسَرَتْ الْأَوْصَافُ
عَنْ كُنْهِهِ مَعْرِفَتِهِ وَرَدَّعَتْ عَظَمَتُهُ
الْعُقُولَ فَلَمْ تَجِدْ مَسَاغًا إِلَى بُلُوغِ
غَايَةِ مَلَكُوتِهِ - هُوَ اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ
السَّبِيحُ أَحَقُّ وَأَبْيَنُ مِمَّا تَرَى الْعَيُّونَ لَمْ
تَبْلُغْهُ الْعُقُولُ بِتَحْدِيدٍ فَيَكُونُ مُشَبَّهًا -
وَلَمْ تَقْعْ عَلَيْهِ إِلَّا وَهَامٌ بِتَقْدِيرٍ فَيَكُونُ
مُشْتَبَّهًا - خَلَقَ الْخَلْقَ عَلَى غَيْرِ تَمْثِيلٍ
وَلَا مَشُورَةٍ مُّشِيرٍ وَلَا مَعُونَةٍ مُّعِينٍ -

اس میں چمکاؤ کی عجیب و غریب خلقت کا ذکر فرمایا ہے۔
تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس کی معرفت کی حقیقت ظاہر
کرنے سے اوصاف عاجز ہیں اور اُس کی عظمت و بلندی نے
عقلوں کو روک دیا ہے جس سے وہ اُس کی سرحد فرما زوئی تک
پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پاتیں۔ وہ اللہ اقتدار کا مالک ہے اور
(سراپا) حق اور (حق کا) ظاہر کرنے والا ہے۔ وہ ان چیزوں
سے بھی زیادہ (اپنے مقام پر) ثابت و آشکارا ہے کہ جنہیں
آنکھیں دیکھتی ہیں عقلیں اُس کی حد بندی کر کے اس تک نہیں
پہنچ سکتیں کہ وہ دوسروں سے مشابہہ ہو جائے اور نہ ہم اس کا
اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی چیز کے مانند ہو جائے۔ اُس نے
بغیر نمونہ و مثال کے اور بغیر کسی مشیر کار کے مشورہ کے اور بغیر کسی
معاون کی امداد کے مخلوقات کو پیدا کیا۔ اُس کے حکم سے مخلوق
اپنے کمال کو پہنچ گئی اور اُس کی اطاعت کے لئے جھک گئی اور

فَتَمَّ خَلْقَهُ بِأَمْرِهِ وَأَدْعَنَ لَطَاعَتِهِ
فَاجَابَ وَلَمْ يَدَافِعْ وَأَنقَادَ وَلَمْ يَنَازِعْ
وَمِنْ لَطَائِفِ

صَنَعَتِهِ وَعَجَائِبِ خَلْقَتِهِ مَا أَرَانَا مِنْ
غَوَامِضِ الْحِكْمَةِ فِي هَذِهِ الْخَفَافِيشِ
الَّتِي يَقْبِضُهَا الضِّيَاءُ الْبَاسِطُ لِكُلِّ
شَيْءٍ وَيَبْسُطُهَا الظُّلَامُ الْقَابِضُ لِكُلِّ
حَيٍّ - وَكَيْفَ عَشِيتَ أَعْيُنُهَا عَنْ أَنْ
تَسْتَبِدَّ مِنَ الشَّمْسِ الْعَصِيَّةِ نُورًا
تَهْتَدِي بِهِ فِي مَذَاهِبِهَا وَتَصِلُ بَعْلَانِيَّةِ
بُرْهَانَ الشَّمْسِ إِلَى مَعَارِفِهَا - وَدَدَعَهَا
بِتَلَاوُءِ ضِيَائِهَا عَنِ الْمُضِيِّ فِي
سُبُحَاتِ إِشْرَاقِهَا وَآكَنَهَا فِي مَكَامِنِهَا
عَنِ الدَّهَابِ فِي بَلَجِ انْتِلَاقِهَا فَهِيَ
مُسْدِلَةُ الْجُفُونِ بِالنَّهَارِ عَلَى
أَحْدَاقِهَا - وَجَاعِلَةُ اللَّيْلِ سِرَاجًا
تَسْتَدِيلُ بِهِ فِي التَّمَاسِ أَرْدَاقِهَا فَلَا
يَرُدُّ أَبْصَارَهَا إِسْدَافَ ظُلْمَتِهِ وَلَا تَمْتَنِعُ
مِنَ الْمُضِيِّ فِيهِ لِعَسَقِ دُجَّتِهِ فَإِذَا لَقِيَ
الشَّمْسُ قِنَاعَهَا وَبَدَّتْ أَوْضَاحُ نَهَارِهَا
وَدَخَلَ مِنْ إِشْرَاقِ نُورِهَا عَلَى الصَّبَابِ
فِي وَجَارِهَا أَطْبَقَتْ الْأَجْفَانُ عَلَى مَا
قِيَّهَا وَتَبَلَّغَتْ بِمَا اكْتَسَبَتْ مِنْ فَيِّ ظَلَمٍ
لِيَالِيَّهَا - فَسُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَهَا

بلا توقف لبیک کہی اور بغیر کسی نزاع و مزاحمت کے اُس کی مطیع ہوگئی۔ اس کی صنعت کی لطافتوں اور خلقت کی عجیب و غریب کارفرمایوں میں کیا گیا گہری حکمتیں ہیں کہ جو اُس نے ہمیں چگاڑوں کے اندر دکھائی ہیں کہ جن کی آنکھوں کو (دن کا) اُجالا سیکڑ دیتا ہے۔ حالانکہ وہ تمام آنکھوں میں روشنی پھیلانے والا ہے اور اندھیرا اُن کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ حالانکہ وہ ہر زندہ شے کی آنکھوں پر نقاب ڈالنے والا ہے اور کیونکہ چمکتے ہوئے سورج میں ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں کہ وہ اُس کی نورپاش شعاعوں سے مدد لے کر اپنے راستوں پر آجائیں اور نور آفتاب کے پھیلاؤ میں اپنی جانی پہچانی ہوئی چیزوں تک پہنچ سکیں۔ اُس نے تو اپنی ضوپا شیوں کی تابش سے انہیں نور کی تھلیوں میں بڑھنے سے روک دیا ہے اور اُن کے پوشیدہ ٹھکانوں میں انہیں چھپا دیا ہے کہ وہ اُس کی روشنی کے اُجالوں میں آسکیں دن کے وقت تو وہ اس طرح ہوتی ہیں کہ اُن کی پلکیں جھلک کر آنکھوں پر لٹک آتی ہیں اور تاریکی شب کو اپنا چراغ بنا کر رزق کے ڈھونڈنے میں اس سے مدد لیتی ہیں۔ رات کی تاریکیاں اُن کی آنکھوں کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ اُس کی گھٹا ٹوپ اندھیاریاں راہ پیمانیوں سے باز رکھتی ہیں۔ مگر جب آفتاب اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتا ہے اور دن کے اُجالے ابھر آتے ہیں اور سورج کی کرنیں سوسمار کے سوراخ کے اندر تک پہنچ جاتی ہیں تو وہ اپنی پلکوں کو آنکھوں پر جھکا لیتی ہیں اور رات کی تیرگیوں میں جو معاش حاصل کی ہے اسی پر اپنا وقت پورا کر لیتی ہے۔ سبحان اللہ کہ جس نے رات ان کے کسب معاش کے لئے اور دن آرام و سکون کے لئے بنایا ہے اور ان کے گوشت ہی سے ان کے پر بنائے ہیں اور جب اڑنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انہی پروں سے اونچی ہوتی ہیں گویا کہ وہ

نَهَارًا وَمَعَاشًا وَالنَّهَارَ سَكَنًا وَقَرَارًا وَجَعَلَ
لَهَا أَجْنَحَةً مِّنْ لَّحْيِهَا تَعْرُجُ بِهَا عِنْدَ
الْحَاجَةِ إِلَى الطَّيْرِ أَنْ كَانَتْ شَطَايَا الْأَذَانِ
غَيْرَ ذَوَاتِ رِيَشٍ وَلَا قَصَبٍ إِلَّا أَنَّكَ
تَرَى مَوَاضِعَ الْعُرُوقِ بَيِّنَةً أَعْلَامًا - لَهَا
جَنَاحَانِ لَمَّا يَرِيقَا فَيَنْشَقُّا - وَلَمْ يَغْلُظَا
فَيَقْلُا تَطِيرُ وَلَدَهَا لَا صِقُ بِهَا لَا جِي
إِلَيْهَا يَقَعُ إِذَا وَقَعَتْ وَيَرْتَفِعُ إِذَا
ارْتَفَعَتْ لَا يَفَارِقُهَا حَتَّى تَشْتَدَّ أَرْكَانُهُ
وَيَحْمِلُهُ لِلنَّهْوِضِ جَنَاحُهُ وَيَعْرِفُ
مَذَاهِبَ عَيْشِهِ وَمَصَالِحَ نَفْسِهِ
فَسُبْحَانَ الْبَارِي لِكُلِّ شَيْءٍ عَلَى
غَيْرِ مِثَالٍ خَلَقَ مِنْ غَيْرِهِ -

کانوں کی لویں ہیں کہ نہ ان میں پرو بال ہیں اور نہ کریاں، مگر تم اُن کی رگوں کی جگہ کو دیکھو گے کہ اس کے نشان ظاہر ہیں اور اس میں دو پر سے لگے ہوئے ہیں کہ جو نہ اتنے باریک ہیں کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنے موٹے ہیں کہ بوجھل ہو جائیں (کہ اڑانہ جاسکے) وہ اڑتی ہیں تو بچے اُن سے چمٹے پڑتے ہیں اور جب وہ نیچے کی طرف جھکتی ہیں تو بچے بھی جھک پڑتے ہیں اور جب وہ اونچی ہوتی ہیں تو بچے بھی اونچے ہو جاتے ہیں اور اُس وقت تک الگ نہیں ہوتے جب تک اُن کے اعضاء میں مضبوطی نہ آجائے اور بلند ہونے کے لئے اُن کے پر (ان کا بوجھ) اٹھانے کے قابل نہ ہو جائیں، وہ اپنی زندگی کی راہوں پر اپنی مصلحتوں کو پہچانتے ہیں۔ پاک ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر کسی نمونہ کے کہ جو اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو ان تمام چیزوں کو پیدا کر نیا لا ہے۔

چگاڑا ایک عجیب و غریب پرندہ ہے جو اندھے دینے کی بجائے بچے دیتا، دانہ بھرنے کے بجائے دودھ پلاتا اور بغیر پروں کے پرواز کرتا ہے۔ اسکی انگلیاں چھلی دار ہوتی ہیں جن سے پروں کا کام لیتا ہے۔ ان پروں کا پھیلاؤ ڈیڑھ انچ سے پانچ فٹ تک ہوتا ہے۔ یہ اپنے پیروں کے بل چل پھر نہیں سکتا اس لئے اڑ کر روزی حاصل کرتا اور درختوں اور چھتوں میں الٹا لٹکا رہتا ہے۔ دن کی روشنی میں اسے کچھ نظر نہیں آتا اس لئے غروب آفتاب کے بعد ہی پرواز کرتا ہے اور کیڑے کوڑے اور رات کو اڑنے والے پروانے کھاتا ہے۔ چگاڑوں کی ایک قسم پھل کھاتی ہے اور بعض گوشت خوار ہوتی ہیں جو مچھلی کا شکار کرتی ہیں۔ شمالی امریکہ کے تاریک غاروں میں خونخوار چگاڑیں بھی بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں یہ بڑی خطرناک اور مہلک ہوتی ہیں۔ ان کی خوراک انسانی حیوانی خون ہے۔ جب یہ کسی انسان کا خون چوستی ہیں تو انسانی خون میں زہر سرایت کر جاتا ہے جس کے نتیجے میں پہلے ہلکا سا بخار اور درد سر ہوتا ہے پھر سانس کی نالی متورم ہو جاتی ہے۔ کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے۔ جسم کا نیچے والا حصہ بے حس و حرکت ہو جاتا ہے آخر سانس کی آمد و شد رک جاتی ہے اور وہ دم توڑ دیتا ہے۔ یہ خوں آشام چگاڑیں اُس وقت حملہ کرتی ہیں جب آدمی بے ہوش ہو یا سو رہا ہو۔ جاگتے میں حملہ کم ہوتا ہے اور خون چوستے وقت درد کا احساس تک نہیں ہوتا۔

چگاڑوں کی آنکھ خاص قسم کی ہوتی ہے جو صرف تاریکی ہی میں کام کر سکتی ہے اور دن کے اُجالے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کی وسعت کے مقابلہ میں بڑا ہوتا ہے اور تیز روشنی میں سمٹ جاتا ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بڑی طاقت کے کیمرہ سے کھلی روشنی میں تصویر اتاری جائے تو روشنی کی چھوٹ سے تصویر دھندلی اُترتی ہے

اسی لئے کیمبرہ کے شیشہ کا سائز جو بمنزلہ آنکھ کی پتلی کے ہوتا ہے چھوٹا کر دیا جاتا ہے تاکہ روشنی کی چکا چوند کم ہو جائے اور تصویر صاف اترے۔ اگر چکا ڈر کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کے مقابلہ میں کم ہوتا تو وہ بھی دوسرے جانوروں کی طرح دن کی روشنی میں دیکھ سکتی تھی۔

خطبہ ۱۵۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
خَاطِبَ بِهِ أَهْلَ الْبَصْرَةِ عَلَى جِهَةِ
اِقْتِصَاصِ الْمَلَا حِمٍ
فَمَنْ اسْتَطَاعَ عِنْدَ ذَلِكَ أَنْ يَعْتَقِلَ
نَفْسَهُ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلْيَفْعَلْ - فَإِنْ
أَطْعَمُونِي فَإِنِّي حَامِلُكُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ
عَلَى سَبِيلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ دَامَشَقُ
شَدِيدَةً وَمَذَاقُهُ مَرِيئَةً - وَأَمَّا فَلَانَةُ
فَادَّرْهَا رَأَى النِّسَاءَ، وَضَعْنَ غِلَافِي
صَدْرَهَا كَمِرْجَلِ الْقَيْنِ وَلِوُدِّعِيَتْ
لِتَنَالَ مِنْ غَيْرِي مَا أَتَتْ إِلَيَّ لَمْ تَفْعَلْ
وَلَهَا بَعْدُ حُرْمَتُهَا الْأُولَى وَالْحِسَابُ
عَلَيْهِ اللَّهُ تَعَالَى -

(مِنْهُ) سَبِيلُ ابْلِجِ الْمِنْهَاجِ أَنْوَدُ
السَّرَاجِ - فَبِالْإِيمَانِ يُسْتَدَلُّ عَلَى
الصَّالِحَاتِ - وَبِالصَّالِحَاتِ يُسْتَدَلُّ
عَلَى الْإِيمَانِ - وَبِالْإِيمَانِ يُعْمَرُ الْعِلْمُ -
وَبِالْعِلْمِ يُرْهَبُ الْمَوْتُ وَبِالْمَوْتِ تُخْتَمُ
الدُّنْيَا - وَبِالدُّنْيَا تُحَرِّدُ الْآخِرَةُ - وَإِنَّ
الْخَلْقَ لَا مَقْصَرَ لَهُمْ عَنِ الْقِيَامَةِ،

اس خطبہ کا ایک جزئیہ ہے۔ وہ اپنی قبروں کے ٹھکانوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی آخرت کے ٹھکانوں کی طرف پلٹ

مُرْقِلِينَ فِي مَضَارِهَا إِلَى الْغَايَةِ
الْقُصْوَى -

(مِنْهُ) قَدْ شَخَّصُوا مِنْ مُسْتَقَرِّ
الْأَجْدَاثِ وَصَارُوا إِلَى مَصَائِرِ الْغَايَاتِ
لِكُلِّ دَارٍ أَهْلُهَا - لَا يَسْتَبْدِلُونَ بِهَا وَلَا
يُنْقَلُونَ عَنْهَا وَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ
وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ لَخُلُقَانٍ مِنْ خُلُقِ
اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَإِنَّهُمَا لَا يَقْرَبَانِ مِنْ أَجَلٍ
وَلَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِزْقٍ وَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ
اللَّهِ فَإِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِينُ وَالنُّورُ الْمُبِينُ
وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ وَالرَّيُّ النَّاقِعُ وَالْعَصَا
لِلْمُتَمَسِّكِ وَالنَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ لَا يَعْوجُ
فَيْقَامُ وَلَا يَزِيغُ فَيُسْتَعْتَبُ - وَلَا تُخْلِفُهُ
كَثْرَةُ الرَّدْوِ وَلَوْ جُوعَ السَّمْعِ - مَنْ قَالَ بِهِ
صَدَقَ وَمَنْ عَيْلَ بِهِ سَبَقَ -

(وَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
أَخْبِرْنَا عَنِ الْفِتْنَةِ وَهَلْ سَأَلْتَ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ
سُبْحَانَهُ قَوْلَهُ (الَّذِينَ أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ
يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ)
عَلِمْتُ أَنَّ الْفِتْنَةَ لَا تَنْزِلُ بِنَا وَرَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ
أَظْهَرْنَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ
الْفِتْنَةُ الَّتِي أَخْبَرَكَ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا فَقَالَ

پڑے، ہر گھر کے لئے اس کے اہل ہیں کہ نہ وہ اسے تبدیل کر سکیں گے اور نہ اس سے منتقل ہو سکیں گے نیکوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ایسے دو کام ہیں جو اخلاق خداوندی میں سے ہیں۔ نہ ان کی وجہ سے موت قبل از وقت آ سکتی ہے اور نہ جو رزق مقرر ہے اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔ تمہیں کتاب خدا پر عمل کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ ایک مضبوط رشتی روشن و واضح نور، نفع بخش شفا، پیاس بجھانے والی سیرابی، تمسک کرنے والے کے لئے سامان حفاظت اور وابستہ رہنے والے کے لئے نجات ہے۔ اس میں کچی نہیں آتی کہ اسے سیدھا کیا جائے نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رخ موڑا جائے۔ کثرت سے دھرایا جانا اور (بار بار) کانوں میں پڑنا اسے پرانا نہیں کرتا جو اس کے مطابق کہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ سبقت لے جانے والا ہے۔

(اسی اثنا میں) ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتائیے اور کیا آپ نے اس کے متعلق رسول اللہ سے دریافت کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ نے یہ آیت اتاری کہ ”کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ فتنوں سے دوچار نہیں ہوں گے، تو میں سمجھ گیا کہ فتنہ ہم پر تو نہیں آئے گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! یہ فتنہ کیا ہے کہ جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے علی! میرے بعد میری امت جلدی فتنوں میں پڑ جائے گی۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ! (أحد کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہو چکے تھے اور شہادت مجھ سے روک لی گئی

ابن ابی طالب وَلَکِنَّهَا کَانَتْ لَا تَقْدِرُ نہیں کہا کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے مگر حضرت عائشہ کے بس کی یہ بات نہ تھی کہ وہ علی کا کسی اچھائی کے ساتھ ذکر کرتیں۔
(تاریخ طبری ج ۲ ص ۳۳۳)

اس نفرت و عناد کا ایک سبب حضرت فاطمہ الزہرا کا وجود تھا کہ جن کی ہمہ گیر عظمت و توقیر ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھکتی تھی اور سوتا پے کی جلن یہ گوارا نہ کر سکتی تھی کہ پیغمبر سوت کی دختر کو اس طرح چاہیں کہ اسے دیکھتے ہی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اپنی مسند پر جگہ دیں اور سیدۃ النساء العالمین کہہ کر دنیا جہاں کی عورتوں پر اس کی فوقیت ظاہر کریں اور اس کی اولاد کو اس حد تک درست رکھیں کہ انہیں اپنا فرزند کہہ کر پکاریں۔ یہ تمام چیزیں ان پر شاق گزرنے والی تھیں اور فطری طور پر ان کے جذبات اس موقع پر یہی ہوں گے کہ اگر خود ان کے بطن سے اولاد ہوئی تو وہ پیغمبر کے بیٹے کہلاتے اور بجائے حسن و حسین کے وہ ان کی محبت کا مرکز بننے مگر ان کی گود اولاد سے ہمیشہ خالی ہی رہی اور ماں بننے کی آرزو کو اپنے بھانجے کے نام پر اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھ کر پورا کر لیا۔ غرض یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنہوں نے ان کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا جس کی تقاضے سے مجبور ہو کر جناب سیدہ کے خلاف شکوہ و شکایت کرتی رہتی تھیں۔ مگر پیغمبر کی توجہات ان سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس رنجش و کشیدگی کا تذکرہ حضرت ابو بکر کے کانوں میں بھی برابر پہنچتا رہتا تھا جس سے وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے تھے۔ مگر ان کے کئے بھی کچھ نہ ہو سکتا تھا سوا اس کے کہ ان کی زبانی ہمدردیاں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ پیغمبر اکرم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آ گئی۔ اب موقع تھا کہ وہ جس طرح چاہتے انتقام لیتے اور جو تہذیب چاہتے رواج رکھتے چنانچہ پہلا قدم یہ اٹھایا کہ جناب سیدہ کو محروم الارث قرار دینے کے لئے پیغمبروں کے ورثہ کی نفی کر دی کہ نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا ترکہ حکومت کی ملکیت ہوتا ہے جس سے سیدہ اس حد تک متاثر ہوئیں کہ ان سے ترک کلام کر دیا اور انہی تاثرات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے اس موقع پر بھی اپنی روش نہ بدلی اور یہ تک گوارا نہ کیا ان کے انتقال پر ملال پر افسوس کا اظہار کرتیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ۔

ثم ماتت فاطمة فجاء نساء رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم كلهنَّ اِلَى بَنِي هَاشِمٍ فِي الْعَزَاءِ اِلَّا عَائِشَةَ فَإِنَّهَا لَمْ تَأْتِ وَأَظْهَرَتْ مَرَضًا وَنَقَلَ اِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْهَا كَلَامٌ يَدُلُّ عَلَى السُّرُورِ۔
(شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۵۹)

جب جناب سیدہ سے اس حد تک عناد تھا تو جن سے ان کا دامن وابستہ ہو گا وہ کس طرح ان کی دشمنی و عناد سے بچ سکتا تھا جبکہ ایسے واقعات بھی رونما ہوتے رہے ہوں کہ جو اس مخالفت کو ہوا دیتے اور ان کے جذبہ نفرت کو ابھارتے ہوں جیسے واقعہ انک کے سلسلہ

”يَا عَلِيُّ إِنَّ أُمَّتِي سَيَفْتَنُونَ مِنْ بَعْدِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ أَوَلَيْسَ قَدْ قُلْتُ لِي يَوْمَ أُحُدٍ حَيْثُ اسْتَشْهَدَ مَنْ اسْتَشْهَدَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَحَيَزَتْ عَنِّي الشَّهَادَةُ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيَّ فَقُلْتُ لِي أَبِشْرُ فَإِنَّ الشَّهَادَةَ مِنْ وَرَائِكَ فَقَالَ لِي ”إِنَّ ذَلِكَ لَكَدَالِكَ فَكَيْفَ صَبْرُكَ إِذَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ هَذَا مِنْ مَوَاطِنِ الصَّبْرِ، وَلَكِنْ مِنْ مَوَاطِنِ الْبُشْرَى، وَالشُّكْرِ، وَقَالَ يَا عَلِيُّ إِنَّ الْقَوْمَ سَيَفْتَنُونَ بَعْدِي بِأَمْوَالِهِمْ وَيَمْنُونَ بِبَيْتِهِمْ عَلَى رِثَتِهِمْ وَيَتَمَنُونَ رَحْمَتَهُ، وَيَأْمَنُونَ سَطْوَتَهُ وَيَسْتَجِلُّونَ حَرَامَهُ بِالشُّبُهَاتِ الْكَاذِبَةِ وَالْأَهْوَاءِ السَّاهِيَةِ فَيَسْتَجِلُّونَ الْخَمْرَ بِالنَّبِيذِ، وَالسُّحْتَ بِالْهَدْيَةِ وَالرِّبَا بِالْبَيْعِ“ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَأَيِّ الْمَنَازِلِ أَنْزَلَهُمْ عِنْدَ ذَلِكَ؟ ابْنَزِلْهُ رِدَّةً أَمْرٍ بِمَنْزِلَةٍ فِتْنَةٍ؟ فَقَالَ بِمَنْزِلَةٍ فِتْنَةٍ۔“

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عائشہ کا رویہ امیر المؤمنین سے ہمیشہ معاندانہ رہا اور اکثر ان کے دل کی کدورت ان کے چہرے پر کھل جاتی اور طرر عمل سے نفرت و بیزاری جھلک اٹھتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر کسی واقعہ کے سلسلہ میں حضرت کا نام آ جاتا تو ان کی پیشانی پر بل پڑ جاتا تھا اور اس کا زبان پر لانا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔ چنانچہ عبید اللہ ابن عبد اللہ نے حضرت عائشہ کی اس روایت کا کہ پیغمبر حالت مرض میں فضل ابن عباس اور ایک دوسرے شخص کا سہارا لے کر ان کے ہاں چلے آئے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا۔

هَلْ تَدْرِي مَنْ الرَّجُلُ قُلْتُ لَا قَالَ عَلِيُّ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا شخص کون تھا اس نے کہا کہ

میں امیر المومنین کا پیغمبر سے یہ کہنا کہ ان ہی لاشعس فعلک۔ ”یہ تو آپ کی جوتی کا تمہ ہے۔“ اسے چھوڑیے اور طلاق دے کر الگ کیجئے۔ جب حضرت عائشہ نے یہ سنا ہوگا تو یقیناً بے قراری کے بستر پر کروٹیں بدلی ہوں گی اور حضرت کے خلاف جذبہ نفرت انتہائی شدت سے ابھرا ہوگا۔ پھر ایسے واقعات بھی پیش آتے رہے کہ ان کے والد حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں حضرت کو امتیاز دیا گیا اور ان کے مدارج کو بلند اور نمایاں کر کے دکھایا گیا۔ جیسے تبلیغ سورہ برات کے سلسلہ میں پیغمبر کا انہیں معزول کر کے واپس بلانا اور یہ خدمت حضرت علیؑ کے سپرد کرنا اور یہ فرمانا کہ انی امرت ان البلغہ انا ورجل من اهل بیتی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود سے پہنچاؤں یا وہ شخص جو میرے اہلبیت میں سے ہو اسی طرح مسجد نبویؐ میں کھٹنے والے تمام دروازے کہ جن میں حضرت ابوبکر کے گھر کا بھی دروازہ تھا پھنوا دیئے اور صرف امیر المومنین کے گھر کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔

حضرت عائشہ اپنے باپ کے مقابلہ میں حضرت کا تفوق گورا نہ کر سکتی تھیں اور جب کوئی امتیازی صورت پیدا ہوتی تھی تو اُسے مٹانے کی کوئی کوشش اٹھانہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب پیغمبرؐ نے آخر وقت میں حضرت اسامہ کے ہمراہ لشکر روانہ کیا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھی ان کی زیر امارت جانے کا حکم دیا تو ازواج پیغمبر کے ذریعہ انہیں یہ پیغام ملتا ہے کہ پیغمبر کی حالت نازک ہے۔ لشکر کو آگے بڑھنے کی بجائے پلٹ آنا چاہئے۔ چونکہ ان دور رس نظروں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مدینہ کو مہاجرین و انصار سے خالی کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ رحلت نبی کے بعد امیر المومنین سے کوئی مزاحم نہ ہو اور کسی شورش انگیزی کے بغیر آپ منصب خلافت پر فائز ہو جائیں۔ چنانچہ لشکر اسامہ اس پیغام پر پلٹ آیا۔ جب پیغمبر نے یہ دیکھا تو اسامہ کو پھر لشکر لے جانے کی تاکید فرمائی اور یہ تک فرمایا لعن اللہ علی من تخلف عن جيش اسامة جو شخص لشکر اسامہ سے تخلف کرے اُس پر خدا کی لعنت ہو۔ جس پر وہ پھر روانہ ہوئے۔ مگر پھر انہیں واپس بلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبر کے مرض نے شدت اختیار کر لی اور لشکر کو روانہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اس کاروائی کے بعد بلال کے ذریعہ حضرت ابوبکر کو یہ کہلوایا جاتا ہے کہ وہ امامت نماز کے فرائض سرانجام دیں تاکہ ان کی خلافت کے لئے راستہ ہموار ہو جائے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر انہیں خلیفہ رسول اللہ علی الصلوٰۃ کہہ کر خلیفہ علی الاطلاق مان لیا گیا اور پھر ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ کسی طرح خلافت امیر المومنین تک نہ پہنچ سکے لیکن دو در ثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مجبور ہو گئے۔ حضرت عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرما تھیں انہیں جب حضرت کی بیعت کا علم ہوا تو ان کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے، غیظ و غضب نے مزاج میں برہمی پیدا کر دی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ جس خون کے بہانے کا فتویٰ دے چکی تھیں اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا۔ جس کی نتیجہ میں ایسا کشت و خون ہوا کہ بصرہ کی سرزمین کشتوں کے خون سے رنگیں ہو گئی اور افتراق انگیزی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھل گیا۔

خطبہ ۱۵۵

وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ لِلْمُؤَيَّدِ مِنَ
فَضْلِهِ وَدَلِيلًا عَلَى الْآيَةِ وَعَظَمَتِهِ

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس نے حمد کو اپنے ذکر کا افتتاحیہ، اپنے فضل و احسان کے بڑھانے کا ذریعہ اور اپنی نعمتوں اور عظمتوں کا دلیل راہ قرار دیا ہے۔ اے اللہ کے بندو! باقی ماندہ

عِبَادَ اللَّهِ إِنَّ الدَّهْرَ يَجْرِي بِالْبَاقِينَ
كَجَرِيهِ بِالْبَاضِينَ لَا يَعُودُ مَا قَدْ أَوَّلَى
مِنْهُ، وَلَا يَبْقَى سَرْمَدًا مَا فِيهِ۔ اِحْرُ
فَعَالِهِ كَأَوَّلِهِ مُتَسَابِقَةً أُمُورُهُ مُتَظَاهِرَةً
أَعْلَامُهُ فَكَانَكُمْ بِالسَّاعَةِ تَحْدُوكُمْ
حَدَّو الزَّجَرِ بِشَوْلِهِ فَمَنْ شَغَلَ نَفْسَهُ
بَغَيْرِ نَفْسِهِ تَحِيرَ فِي الظُّلُمَاتِ۔
وَأَرْتَبَكَ فِي الْهَلَكَاتِ وَمَدَّتْ بِهِ
شَيْطَانِيَّةٌ فِي طُغْيَانِهِ، وَزَيَّنَتْ لَهُ سَيِّءَ
أَعْمَالِهِ۔ فَالْحَنَّةُ غَايَةُ السَّابِقِينَ وَالنَّارُ
غَايَةُ الْمَفْرُطِينَ۔

إِعْلَمُوا عِبَادَ اللَّهِ أَنَّ التَّقْوَى دَارُ حِصْنِ
عَزِيزٍ وَالْفُجُورُ دَارُ حِصْنٍ ذَلِيلٍ لَا يَنْتَعِمُ
أَهْلُهُ وَلَا يُحَرِّدُ مَنْ لَجَأَ إِلَيْهِ۔ أَلَا
وَبِالتَّقْوَى تُقْطَعُ جُمَةُ الْخَطَايَا۔
وَبِالْبِقَيْنِ تَدْرُكُ الْغَايَةُ الْقُصُوصُ۔

عِبَادَ اللَّهِ! اللَّهُ اللَّهُ فِيَّ ااعَزَّ اَلْاَنفُسِ
عَلَيْكُمْ وَاَجِبَهَا إِلَيْكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ
أَوْضَحَ لَكُمْ سَبِيلَ الْحَقِّ وَأَنَارَ طَرِيقَهُ
فَشِقْوَةٌ لَا زِمَةَ أَوْ سَعَادَةٌ دَائِمَةٌ فَتَزَوُّوا فِي
أَيَّامِ الْفَنَاءِ لَا يَأْمُ الْبَقَاءِ فَقَدْ دَلَّلْتُمْ عَلَى
الزَّادِ وَأَمَرْتُمْ بِالطَّعْنِ وَحَشَمْتُمْ عَلَى
الْمَسِيرِ فَإِنَّمَا أَنْتُمْ كَرَكِبٍ وَقُوفٍ لَا
تَدْرُونَ مَتَى تُؤْمَرُونَ بِالْمَسِيرِ أَلَا ف

لوگوں کے ساتھ بھی زمانہ کی وہی روش رہے گی جو گذر جانے والے کے ساتھ تھی۔ جتنا زمانہ گذر چکا ہے وہ پلٹ کر نہیں آئے گا اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں آخر میں بھی اس کی کارگزاریاں وہی ہوں گی جو پہلے رہ چکی ہیں اور اس کے جھنڈے ایک دوسرے کے عقب میں ہیں، گویا تم قیامت کے دامن سے وابستہ ہو کہ وہ تمہیں دھکیل کر اس طرح لئے جارہی ہے جس طرح لکارنے والا اپنی اونٹنیوں کو جو شخص اپنے نفس کو سنوارنے کے بجائے چیزوں میں پڑ جاتا ہے وہ تیرگیوں میں سرگرداں اور ہلاکتوں میں پھنسا رہتا ہے اور شیاطین اُسے سرکشوں میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اور اس کی بد اعمالیوں کو اسکے سامنے سج دیتے ہیں آگے بڑھنے والوں کی آخری منزل جنت ہے اور عداوت کو تاہیاں کرنے والوں کی حد جہنم ہے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ ہے اور فسق و فجور ایک (کمزور) چار دیواری ہے کہ جو نہ اپنے رہنے والوں سے تباہیوں کو روک سکتی ہے اور نہ ان کی حفاظت کر سکتی ہے۔ دیکھو تقویٰ ہی وہ چیز ہے کہ جس سے گناہوں کا ڈنک کاٹا جاتا ہے اور یقین ہی سے منتہائے مقصد کی کامرانیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اے اللہ کے بندو! اپنے نفس کے بارے میں کہ جو تمہیں تمام نفسوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہے اللہ سے ڈرو! اُس نے تمہارے لئے حق کا راستہ کھول دیا ہے اور اُس کی راہیں اجاگر کر دی ہیں۔ اب یا تو امنٹ بدبختی ہوگی یا دائمی خوش بختی و سعادت۔ دار فانی سے عالم باقی کے لئے توشہ مہیا کرلو۔ تمہیں زاہد راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے اور کوچ کا حکم مل چکا ہے اور چل چلاؤ کے لئے جلدی چٹائی جا رہی ہے۔ تم ٹھہرے ہوئے سواروں کے مانند ہو کہ تمہیں یہ پتہ نہیں کہ کب روانگی کا حکم دیا جائے گا۔ بھلا وہ دنیا کو لے کر کیا کرے گا جو آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہو، اور اُس مال کا کیا کرے گا جو عنقریب اُس سے چھن جانے والا ہے اور اُس کا مظہر و حساب اُس کے ذمہ رہنے والا ہے۔

فَاتَّعِظُوا بِالْغَيْرِ، وَاعْتَبِرُوا بِالْغَيْرِ وَانْتَفِعُوا
بِالنُّذُرِ۔

خطبہ ۱۵۶

(اللہ نے) آپ کو اُس وقت رسول بنا کر بھیجا جبکہ رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور اُشتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں اور (دین کی) مضبوطی کے بل کھل چکے تھے۔ چنانچہ آپ اُن کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق (کرنے والی کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ قرآن ہے۔ اس کتاب سے پوچھو لیکن یہ بولے گی نہیں۔ البتہ میں تمہیں اُس کی طرف سے خبر دیتا ہوں کہ اس میں اندہ کے معلومات گذشتہ واقعات اور تمہاری بیماریوں کا چارہ اور تمہارے باہمی تعلقات کی شیرازہ بندی ہے۔

اس خطبہ کا ایک تجزیہ یہ ہے اُس وقت کوئی پختہ گھر اور کوئی اونی خیمہ ایسا نہ بچے گا کہ جس میں ظلم و غم و حزن کو داخل نہ کریں اور سختیوں کو اُس کے اندر نہ پہنچائیں وہ دن ایسا ہوگا کہ آسمان میں تمہارا کوئی عذر خواہ اور زمین میں کوئی تمہارا مددگار نہ رہے گا۔ تم نے امر (خلافت) کے لئے نااہلوں کو چن لیا اور ایسی جگہ پر سے لاؤ تارا کہ جو اُس کے اُترنے کی جگہ نہ تھی۔ عنقریب اللہ ظلم ڈھانے والوں سے بدلہ لے گا۔ کھانے کے بدلے میں کھانے کا اور پینے کے بدلے میں پینے کا یوں کہ انہیں کھانے کے لئے حنظل اور پینے کے لئے ایلو اور زہر ہلا بل دیا جائے گا اور ان کا اندرونی لباس خوف اور بیرونی پہناؤ تلوار ہوگا۔ وہ گناہوں کی سواریاں اور خطاؤں کے بار بردار اونٹ ہیں۔ میں قسم پر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے بعد نبی امیہ کو یہ خلافت اس طرح تھوک دینا پڑے گی جس طرح ہلیم تھوکا جاتا ہے۔ پھر

اللہ! يَصْنَعُ بِالْدُّنْيَا مَن خُلِقَ لِلْآخِرَةِ
وَمَا يَصْنَعُ بِالْمَالِ مَن عَمَّا قَلِيلٍ يُسْلِبُهُ
وَيَبْقَى عَلَيْهِ تَبِعَتُهُ وَحِسَابُهُ۔

عِبَادَ اللَّهِ! إِنَّهُ لَيْسَ لِمَا وَعَدَ اللَّهُ مِنَ
الْخَيْرِ مَتْرُكٌ، وَلَا فِيمَا نَهَى عَنْهُ مِنَ
الشَّرِّ مَرْعَبٌ۔

عِبَادَ اللَّهِ! احْذَرُوا يَوْمًا تُفَحَّصُ فِيهِ
الْأَعْمَالُ وَيَكْثُرُ فِيهِ الزَّلْزَالُ۔ وَتَشِيبُ
فِيهِ الْأَطْفَالُ۔

إِعْلَمُوا عِبَادَ اللَّهِ أَنَّ عَلَيْكُمْ رَصْدًا مِّن
أَنْفُسِكُمْ۔ وَعَمِيرًا مِّنْ جَوَارِحِكُمْ
وَحُفَظًا صِدْقٍ يَحْفَظُونَ أَعْمَالَكُمْ
وَعَدَدَ أَنْفَاسِكُمْ لَا تَسْتُرُكُمْ مِنْهُمْ ظُلْمَةٌ

لَيْلٍ دَاجٍ وَلَا يُكِنُّكُمْ مِنْهُمْ بَابٌ ذُو رِجَالٍ
وَأَنَّ عَدَا مِنَ الْيَوْمِ قَرِيبٌ۔

يَذْهَبُ الْيَوْمُ بِمَا فِيهِ وَيَجِيءُ الْعَدْلُ حَقًّا
بِهِ۔ فَكَأَنَّ كُلَّ أَمْرٍ مِنْكُمْ قَدْ بَلَغَ مِنْ
الْأَرْضِ مَنْزِلَ وَحَدَّثِهِ وَمَحَطَّ حَفَرَتِهِ
فِي سَالِهِ مِنْ بَيْتٍ وَحَدَّثِهِ وَمَنْزِلٍ وَحَشِيَّةٍ
وَمُفْرَدٍ غُرْبَةٍ وَكَأَنَّ الصَّبِيحَةَ قَدْ اتَّكَمَتْ
وَالسَّاعَةَ قَدْ غَشِيَتْكُمْ۔ وَبَرَزْتُمْ لِفَصْلِ
الْقَضَاءِ قَدْ زَا حَتَّ عَنْكُمْ الْآبَاطِيلُ
وَأَصْبَحَلَتْ عَنْكُمْ الْعِلَلُ وَاسْتَحَقَّتْ بِكُمْ
الْحَقَائِقُ وَصَدَرَتْ بِكُمْ الْأُمُورُ مَصَادِرَهَا

اور اُس مال کا کیا کرے گا جو عنقریب اُس سے چھین جانے والا ہے اور اُس کا مظہر و حساب اُس کے ذمہ رہنے والا ہے۔ اللہ کے بندو! خدا نے جس بھلائی کا وعدہ کیا ہے اُسے چھوڑا نہیں جاسکتا اور جس برائی سے روکا ہے اس کی خواہش نہیں کی جاسکتی۔

اللہ کے بندو! اس دن سے ڈرو کہ جس میں عملوں کی جانچ پڑتال اور زلزلوں کی بہتات ہوگی اور بچے تک اس میں بوڑھے ہو جائیں گے۔

اللہ کے بندو! یقین رکھو کہ خود تمہارا ضمیر تمہارا نگہبان اور خود تمہارے اعضاء و جوارح تمہارے نگران ہیں اور تمہارے عملوں اور سانسوں کی گنتی کو صحیح صحیح یاد رکھنے والے (کراما کا تین) ہیں ان سے نہ اندھیری رات کی اندھیاریاں چھپا سکتی ہے اور نہ بند دروازے تمہیں اوجھل رکھ سکتے ہیں۔ بلاشبہ آنے والا ”کل“ آج کے دن سے قریب ہے۔

”آج کا دن“ اپنا سب کچھ لے کر چلا جائے گا اور ”کل“ اس کے عقب میں آیا ہی چاہتا ہے۔ گویا تم میں سے ہر شخص زمین کے اس حصہ پر کہ جہاں تمہاری منزل اور گڑھے کے نشان (قبر) ہے پہنچ چکا ہے۔ اس تمہائی کے گھر و حشت کی منزل اور مسافت کے عالم تمہائی (کی ہولناکیوں) کا کیا حال بیان کیا جائے۔ گویا کہ صورت کی آواز تم تک پہنچ چکی ہے اور قیامت تم پر چھا گئی ہے اور آخری فیصلہ سننے کے لئے تم (قبروں سے) نکل آئے ہو باطل کے پردے تمہاری آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور تمہارے حیلے بہانے دب چکے ہیں اور حقیقتیں تمہارے لئے ثابت ہو گئی ہیں اور تمام چیزیں اپنے اپنے مقام کی طرف پلٹ پڑی ہیں۔ عبرتوں سے ہند و نصیحت اور زمانہ کے الٹ پھیر سے

أُمِّيَّةٌ مِنْ بَعْدِي كَمَا تُلْفَظُ النُّحَامَةُ ثُمَّ لَا تَذُوقُهَا وَلَا تَطْعَمُ بِطَعْمِهَا أَبَدًا مَا كَرَّ الْجَدِيدَانِ -

جب تک دن رات کا چکر چلتا رہے گا وہ اس کا ذائقہ چکھیں گے اور نہ اس کا مزہ اٹھائیں گے۔

خطبہ ۱۵۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَقَدْ أَحْسَنْتُ جَوَارِكُمْ وَأَحْطُتُ بِجُهْدِي مِنْ وَرَائِكُمْ وَأَعْتَقْتُكُمْ مِنْ رَبِّي الدَّلَّ وَحَلَقِ الضِّمِيمِ شُكْرًا مَنِي لِلْبِرِّ الْقَلِيلِ - وَإِطْرَقَا عَنَّا أَدْرَكَهُ الْبَصَرُ وَشَهِدَهُ الْبَدَنُ مِنَ الْمُنْكَرِ الْكَثِيرِ -

میں تمہارا اچھا ہمسایہ بن کر رہا اور اپنی طاقت بھر تمہاری نگہداشت و حفاظت کرتا رہا اور تمہیں ذلت کے پھندوں اور ظلم کے بندھنوں سے آزاد کیا (یہ صرف) تمہاری تھوڑی سی بھلائی کا شکریہ ادا کرنے اور تمہاری بہت سی ایسی برائیوں سے چشم پوشی برتنے کے لئے کہ جو میری آنکھوں کے سامنے اور میری موجودگی میں ہوتی تھیں۔

خطبہ ۱۵۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمْرًا قَضَاءً وَحُكْمًا وَرِضًا أَمَانًا وَرَحْمَةً يَقْضِي بَعْلِمَ - وَيَعْفُو بِحِلْمِ اللَّهِ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا تَأْخُذُ وَتُعْطِي وَتُعْطِي عَلَى مَا تَعْفُو وَتَبْتَلِي - حَمْدًا يَكُونُ أَرْضَى الْحَمْدَ لَكَ، وَأَحَبُّ الْحَمْدِ إِلَيْكَ وَأَفْضَلُ الْحَمْدِ عِنْدَكَ حَمْدًا يَبْلَا مَا خَلَقْتَ - وَيَبْلُغُ مَا أَرَدْتَ - حَمْدًا لَا يُحْجَبُ عَنْكَ وَلَا يَقْصُرُ دُونَكَ، حَمْدًا لَا يَنْقُطُ عَدَدُهُ وَلَا يَقْنِي مَدَدُهُ - فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ إِلَّا أَنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ حَيٌّ قَيُّومٌ لَا

اس کا حکم، فیصلہ کن اور حکمت آمیز اور اُس کی خوشنودی امان اور رحمت ہے، وہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے حلم سے غفور کرتا ہے۔ بار الہا! تو جو کچھ (دے کر) لے لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن (مرضوں سے) شفا دیتا ہے اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے (سب پر) تیرے لئے حمد و ثناء ہے ایسی حمد جو انتہائی درجے تک تجھے پسند آئے اور انتہائی درجے تک تجھے محبوب ہو اور تیرے نزدیک ہر ستارش سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایسی حمد جو کائنات کو بھر دے اور جو تو نے چاہا ہے اس کی حد تک پہنچ جائے۔ ایسی حمد کہ جس کے آگے تیری بارگاہ تک پہنچنے سے نہ کوئی حجاب ہے اور نہ اس کے لئے کوئی بندش، ایسی حمد کہ جس کی گنتی نہ کہیں پر ٹوٹے اور نہ اس کا سلسلہ ختم ہو ہم تیری عظمت و بزرگی کی حقیقت کو نہیں جانتے مگر اتنا کہ تو زندہ و کارساز (عالم) ہے نہ تجھے غنودگی ہوتی ہے اور نہ نیند آتی ہے،

تَأْخُذُكَ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَمْ يَنْتَهَ إِلَيْكَ نَظَرٌ وَلَمْ يَدْرُكَكَ بَصَرٌ - أَدْرَكَتِ الْأَبْصَارُ وَأَحْصَيْتِ الْأَعْمَارُ وَأَخَذَتْ بِالنَّوْاصِي وَالْأَقْدَامِ - وَمَا الَّذِي مِنْ خَلْقِكَ وَنَعَجِبُ لَهُ مِنْ قُدْرَتِكَ وَنَصْفُهُ مِنْ عَظِيمِ سُلْطَانِكَ وَمَا تَغَيَّبَ عَنْ أَمْنِهِ وَقَصُرَتْ أَبْصَارُ مَا عَنْهُ وَأَنْتَ هَتَّ عَقُولَنَا دُونَهُ، وَحَالَتْ سَوَاتِرُ الْغُيُوبِ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ أَعْظَمَ - فَمَنْ فَرَّغَ قَلْبَهُ وَأَعْمَلَ فِكْرَهُ لِيَعْلَمَ كَيْفَ أَقْبَتَ عَوْشَكَ وَكَيْفَ زَرَأْتَ خَلْقَكَ وَكَيْفَ عَلَقْتَ فِي الْهَوَاءِ سَمَوَاتِكَ وَكَيْفَ مَدَدْتَ عَلَى مَوَازِيءِ أَرْضِكَ رَجَعَ طَرْفُهُ حَسِيرًا وَعَقْلُهُ مَبْهُورًا وَسَمْعُهُ وَالْهَاءُ وَفِكْرُهُ حَائِرًا -

نہ تار نظر تجھ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ نگاہیں تجھے دیکھ سکتی ہیں تو نے نظروں کو پالیا ہے اور عمروں کا احاطہ کر لیا ہے اور پیشانی کے بالوں کو پیروں (سے ملا کر) گرفت میں لے لیا ہے۔ یہ تیری مخلوق کیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور اس میں تیری قدرت (کی کارساز یوں پر تعجب کرتے ہیں اور تیری عظیم فرمانروائی (کی کارفرمایوں) پر اس کی توصیف کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ (مخلوقات) جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور جس تک پہنچنے سے ہماری نظریں عاجز اور عقلیں درماندہ ہیں اور ہمارے اور جن کے درمیان غیب کے پردے حائل ہیں اس سے کہیں زیادہ باعظمت ہے جو شخص (وسوسوں سے) اپنے دل کو خالی کر کے اور غور و فکر (کی قوتوں) سے کام لے کر یہ جاننا چاہے کہ تو نے کیونکر عرش کو قائم کیا ہے اور کس طرح مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور کیونکر آسمانوں کو فضا میں لٹکایا ہے اور کس طرح پانی کے تھیڑوں پر زمین کو بچھایا ہے تو اس کی آنکھیں تھک کر اور عقل مغلوب ہو کر اور کان حیران و سر اسیمہ و فکر گم گشتہ راہ ہو کر پلٹ آئے گی۔

(مِنْهَا) يَدْعِي بِرَعِيهِ أَنَّهُ يَرْجُو اللَّهَ كَذِبٌ وَالْعَظِيمُ مَا بِاللَّهِ لَا يَتَّبِعُونَ رَجَاؤُهُ فِي عَمَلِهِ؟ فَمَنْ رَجَا عَوْشَ رَجَاؤُهُ فِي عَمَلِهِ إِلَّا رَجَاءَ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنَّهُ مَدْخُولٌ وَكُلُّ خَوْفٍ مُحَقَّقٌ إِلَّا خَوْفَ اللَّهِ فَإِنَّهُ مَعْلُومٌ يَرْجُو اللَّهَ فِي الْكَبِيرِ وَيَرْجُو الْعِبَادَ فِي الصَّغِيرِ فَيُعْطِي الْعَبْدَ مَا لَا يُعْطِي الرَّبَّ - فَمَا بَالُ اللَّهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ يُقْصَرُ بِهِ عَمَّا يُصْنَعُ لِعِبَادِهِ أَتَخَافُ أَنْ تَكُونَ فِي رَجَائِكَ لَهُ

اسی خطبہ کا ایک جزو یہ ہے وہ اپنے خیال میں اس کا دعوے دار بنتا ہے کہ اس کا دامن امید اللہ سے وابستہ ہے۔ خدائے برتر کی قسم وہ جھوٹا ہے (اگر ایسا ہی ہے) تو پھر کیوں اس کے اعمال میں اس امید کی جھلک نمایاں نہیں ہوتی جبکہ ہر امیدوار کے کاموں میں امید کی پہچان ہو جایا کرتی ہے۔ سوائے اس امید کے کہ جو اللہ سے لگائی جائے کہ اس میں کھوٹ پایا جاتا ہے اور ہر خوف و ہراس جو (دوسروں سے ہو) ایک مسلمہ حقیقت رکھتا ہے۔ مگر اللہ کا خوف غیر یقینی ہے اور اللہ سے بڑی چیزوں کا اور بندوں سے چھوٹی چیزوں کا امیدوار ہوتا ہے پھر بھی جو عاجزی کا رویہ بندوں سے رکھتا ہے۔ وہ رویہ اللہ سے نہیں برتاؤ آخر کیا بات ہے کہ اللہ کے حق میں اتنا بھی نہیں صورت اس کے لئے کیا

كَادِبًا؟ أَوْ تَكُونُ لَا تَرَاهُ لِجَاءِ مَوْضِعًا؟ وَكَذَلِكَ إِنَّهُ هُوَ خَافَ عَبْدًا مِّنْ عِبِيدِهِ أَعْطَاهُ مِّنْ خَوْفِهِ مَا لَا يُعْطَى رَبَّهُ فَجَعَلَ خَوْفَهُ مِنَ الْعِبَادِ نَقْدًا وَخَوْفَهُ مِّنْ خَالِقِهِمْ ضِمَارًا وَوَعْدًا. وَكَذَلِكَ مَن عَظُمَتِ الدُّنْيَا فِي عَيْنِهِ وَكَبُرَ مَوْقِعُهَا فِي قَلْبِهِ أَثَرَهَا عَلَى اللَّهِ تَعَالَى فَانْقَطَعَ إِلَيْهَا وَصَارَ عَبْدًا لَهَا. وَلَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَافٍ لَكَ فِي الْأَسْوَةِ. وَدَلِيلٌ لَكَ عَلَى ذَمِّ الدُّنْيَا وَعَيْبِهَا وَكَفَرَةٍ فَخَازِيهَا وَمَسَاوِيهَا إِذْ قَبِضَتْ عَنْهُ أَطْرَافُهَا. وَوُطِئَتْ لِغَيْرِهَا أَكْنَافُهَا. وَفُطِمَ عَنْ رِضَاعِهَا، وَزُوِيَ عَنْ زَخَارِفِهَا. وَإِنْ شِئْتَ ثَنَيْتَ بِمَوْسَى كَلِيمِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ إِذْ يَقُولُ: رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ. وَاللَّهُ مَا سَأَلَهُ إِلَّا خَبْرًا يَأْكُلُهُ لِأَنَّهُ كَانَ يَأْكُلُ بِقَلَّةٍ الْأَرْضِ. وَلَقَدْ كَانَتْ حُضْرَةُ الْبَقْلِ تُرَى مِنْ شَفِيفِ صِفَاقِ بَطْنِهِ لِهَؤُلَاءِ وَتَشْدُبِ لَحْمِهِ وَإِنْ شِئْتَ ثَلَّثْتَ بِدَاوُودَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ صَاحِبِ الْمَزَامِيرِ وَقَارِيَّ أَهْلِ الْجَنَّةِ،

جاتا جتنا بندوں کے لئے کیا جاتا ہے کیا تمہیں کبھی اس کا اندیشہ ہوا ہے کہ کہیں تم ان امیدوں (کے دعوؤں) میں جھوٹے تو نہیں؟ یا یہ کہ تم محض امید ہی نہیں سمجھتے۔ یونہی انسان اگر اس کے بندوں میں سے کسی بندے سے ڈرتا ہے تو جو خوف کی اختیار کرتا ہے اللہ کے لئے ویسی صورت اختیار نہیں کرتا۔ انسانوں کا خوف تو اُس نے نقد کی صورت میں رکھا ہے اور اللہ کا ڈر صرف ٹال مٹول اور (غلط سلسلہ) وعدے یونہی جس کی نظروں میں دنیا عظمت پالیتی ہے اور اُس کے دل میں اس کی عظمت وقعت بڑھ جاتی ہے تو وہ اُسے اللہ پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی طرف مڑتا ہے اور اُسی کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و عمل بیروی کے لئے کافی ہے اور اُن کی ذات دنیا کے عیب و نقص اور اُس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لئے رہنما ہے۔ اس لئے کہ اس دنیا کے دامنوں کو اس سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لئے اُس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں اور اس (زال دنیا کی چھاتیوں سے) آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا کہ: پروردگار! تو جو کچھ بھی اس وقت تھوڑی بہت نعمت بھیج دے گا میں اُس کا محتاج ہوں۔ خدا کی قسم انہوں نے صرف کھانے کے لئے روٹی کا سوال کیا تھا۔ چونکہ وہ زمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور لاغری اور (جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پات کی بھری دکھائی دیتی تھی۔ اگرچہ ہو تو تیسری مثال داؤد علیہ السلام کی سامنے رکھ لو۔ جو صاحب زبور اور اہل جنت کے قاری ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی پتیوں کی ٹوکریاں بنا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ تم میں سے کون ہے جو انہیں بچ کی میری دستگیری کرے (پھر) جو اس کی قیمت ملتی اُس سے جو کی روٹی کھا لیتے تھے۔ اگرچہ ہو تو عیسیٰ ابن مریم کا حال کہوں کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے سخت اور کھردرا

شِئْتَ قُلْتَ فِي عَيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. فَلَقَدْ كَانَ يَتَوَسَّدُ الْحَجَرَ وَيَلْبَسُ الْحَشَنَ وَيَأْكُلُ الْجَشِبَ وَكَانَ إِدَامُهُ الْجُوعَ. وَبِسْرَاجُهُ بِاللَّيْلِ الْقَمَرَ. وَظِلَالُهُ فِي الشِّتَاءِ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَفَاكِهَتُهُ وَرِيحَانُهُ مَا تَنَبَّتْ الْأَرْضُ لِبَلْبَهِائِمِ. وَلَمْ تَكُنْ لَهُ زَوْجَةٌ تَفْتِنُهُ، وَلَا طَمَعٌ يُذِلُّهُ. دَائِبِيكَ الْأَطْيَبِ الْأَطْهَرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ فِيهِ أَسْوَةً لِّمَن تَأْسَى وَعَزَاءٌ لِّمَن تَعَزَى وَآحِبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللَّهِ الْمُتَأَسِّي بِنَبِيِّهِ وَالْمُقْتَصِّ لِأَثَرِهِ. فَضَمَّ الدُّنْيَا قَضِيًّا وَلَمْ يُعْرِهَا طَرَفًا. أَهْضَمَّ أَهْلَ الدُّنْيَا كَشْحًا. وَأَخْصَصَهُمْ مِّنَ الدُّنْيَا بَطْنًا عَرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا فَابَيَّ أَنْ يَقْبَلَهَا وَعَلِمَ أَنَّ اللَّهَ سَبَّحَانَهُ أَبْغَضَ شَيْئًا فَأَبْغَضَهُ. وَحَقَّرَ شَيْئًا فَحَقَّرَهُ. وَصَغَّرَ شَيْئًا فَصَغَّرَهُ. وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْنَا إِلَّا حُبْنَا مَا أَبْغَضَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَتَعَظَّمْنَا مَا صَغَّرَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَكَفَى بِهِ شِقَاقًا لِلَّهِ وَمُحَادَّةً عَنْ أَمْرِ اللَّهِ. وَلَقَدْ كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ عَلَى الْأَرْضِ. وَيَجْلِسُ جَلْسَةً الْعَبْدِ وَيَخْصِفُ بِيَدِهِ فَعَلَهُ. وَيَرْقَعُ

لباس پہنتے تھے اور (کھانے) میں سالن کے بجائے بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ کے بجائے (ان کے سر پر) زمین کے مشرق و مغرب کا سایان ہوتا تھا اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کے لئے آگاتی تھی وہ اُن کے لئے پھل پھول کی جگہ تھی نہ اُن کی بیوی تھیں جو انہیں دنیا (کے جھنجھوٹوں) میں مبتلا کرتیں اور نہ بال بچے تھے کہ ان کے لئے فکر و اندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ انہیں رسوا کرتی۔ اُن کی سواری ان کے دونوں پاؤں اور خادم اُن کے دونوں ہاتھ تھے۔ تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی کی پیروی کرو چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والے کے لئے نمونہ اور صبر کرنے والے کے لئے ڈھارس ہے۔ ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جنہوں نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا اور اُسے نظر بھر کر نہیں دیکھا وہ دنیا میں سب سے زیادہ شگم تھی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔ ان کے سامنے دنیا کی پیش کش کی گئی تو انہوں نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے ایک چیز کو بُرا جانا ہے تو آپ نے بھی اُسے بُرا ہی جانا اور اللہ نے ایک چیز کو حقیر سمجھا ہے تو آپ نے بھی اُسے حقیر ہی سمجھا اور اللہ نے ایک چیز کو پست قرار دیا ہے تو آپ نے بھی اُسے پست ہی قرار دیا۔ اگر ہم میں صرف یہی ایک چیز ہو کہ ہم اُس شے کو چاہنے لگیں جسے اللہ اور رسول بُرا سمجھتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم سے سرتابی کے لئے یہی بہت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھے تھے اپنے ہاتھ سے جوتی ٹاٹتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بے پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھا بھی لیتے تھے۔ گھر کے دروازہ پر (ایک دفعہ) ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں تو

بَيْدِهِ ثَوْبَهُ - وَيَرْكَبُ الْجِمَارَ الْعَارِيَّ وَيُرْدِفُ - خَلْفَهُ - وَيَكُونُ السِّتْرُ عَلَى بَابِ بَيْتِهِ فَتَكُونُ فِيهِ التَّصَاوِيرُ فَيَقُولُ يَا فَلَانَةُ - لَا حُدَىٰ أَزْوَاجَهُ غَيْبِيهِ عَنِّي فَإِنِّي إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا وَذَخَارَ فَهَا فَاعْرِضْ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهِ وَأَمَّا ذَكَرَهَا مِنْ نَفْسِهِ وَأَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيشًا - وَلَا يَعْتَقِدَهَا قَرَارًا وَلَا يَرْجُو فِيهَا مَقَامًا - فَأَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ وَأَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ وَغَيْبَهَا عَنِ الْبَصَرِ - وَكَذَلِكَ مَنْ أَبْغَضَ شَيْئًا أَبْغَضَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَأَنْ يُذَكَّرَ عِنْدَهُ -

وَلَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا يَذُكُّكَ عَلَى مَسَاوِي الدُّنْيَا وَعُيُوبِهَا إِذْ جَاعَ فِيهَا مَعَ خَاصَّتِهِ وَزُوِيَتْ عَنْهُ زَخَارُ فَهَا مَعَ عَظِيمِ ذُلِّهِ - فَلْيَنْظُرْنَا ظُرَّ بِعَقْلِهِ أَكْرَمَ اللَّهُ مُحَمَّدًا بِذَلِكَ أَمْ أَهَانَهُ؟ فَإِنْ قَالَ أَهَانَهُ فَقَدْ كَذَبَ وَآتَى بِالْأَفْكَ الْعَظِيمِ - وَإِنْ قَالَ أَكْرَمَهُ فَلْيَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهَانَ غَيْرَهُ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهُ وَزَاوَاهَا عَنْ أَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ فَتَأْسٍ بِنَبِيِّهِ، وَاقْتَصَصَ آثَرَهُ - وَوَلَجَ مَوْلَجَهُ وَإِلَّا فَلَا يَأْمَنُ الْهَلَكَةُ فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَ مُحَمَّدًا صَلَّى

آپ نے اپنے ازواج میں سے ایک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو۔ جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دنیا اور اس کی آرائش یاد آ جاتی ہیں۔ آپ نے دنیا سے دل ہٹالیا تھا اور اُس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سچ دھج لگا ہوں سے پوشیدہ رہے تاکہ نہ اُس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا اور دل سے اسے ہٹا دیا تھا اور لگا ہوں سے اُسے اوجھل رکھا تھا۔ یونہی جو شخص کسی شے کو بُرا سمجھتا ہے تو نہ اُسے دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کا ذکر سننا گوارا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے عادات و خصائل) میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو تمہیں دنیا کے عیوب و قبائح کا پتہ دیں گی جبکہ آپ اس دنیا میں اپنے خاص افراد سمیت بھوکے رہا کرتے تھے اور باوجود انتہائی قرب منزلت کے اس کی آرائش ان سے دور رکھی گئیں۔ چاہئے کہ دیکھنے والا عقل کی روشنی میں دیکھے کہ اللہ نے انہیں دنیا نہ دے کر اُن کی عزت بڑھائی ہے یا اہانت کی ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اہانت کی ہے تو اس نے جھوٹ کہا ہے اور بہت بڑا بہتان باندھا اور اگر یہ کہے کی عزت بڑھائی ہے تو اسے یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ نے دوسروں کی بے عزتی ظاہر کی جبکہ انہیں دنیا کی زیادہ سے زیادہ وسعت دے دی اور اُس کا رخ اپنے مقرب ترین بندے سے موڑ رکھا۔ پیروی کرنے والے کو چاہئے کہ ان کی پیروی کرے اور اُن کے نشان قدم پر چلے اور انہی کی منزل میں آئے ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اللہ نے ان کو (قرب) قیامت کی نشانی اور جنت کی خوشخبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا قرار دیا ہے۔ دنیا سے آپ بھوکے نکل کھڑے ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپ نے

اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْهِ وَسَلَّمَ عَلَمًا لِلْسَّاعَةِ وَمُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ، وَمُنْذِرًا بِالْعُقُوبَةِ خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيضًا، وَوَرَدَ الْأَخِرَةَ سَلِيمًا لَمْ يَضَعْ حَجَرًا عَلَى حَجَرٍ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ وَأَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهِ، فَمَا أَعْظَمَ مِنَّةَ اللَّهِ عِنْدَنَا حِينَ أَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهِ سَلَفًا نَتَّبِعُهُ - وَقَائِدًا نَطَاعُ قَبِيهِ وَاللَّهُ لَقَدْ رَفَعَتْ مِذَرَ عَتِيٍّ هَذِهِ حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مَنْ رَاقِعَهَا - وَلَقَدْ قَالَ لِي قَائِلٌ أَلَا تَنْبِذُهَا؟ فَقُلْتُ اغْرُبْ عَنِّي فَعِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْدُ الْقَوْمُ السُّرَى -

خطبہ ۱۵۹

اللہ نے اپنے رسول کو چمکتے ہوئے نور روشن دلیل کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا، ان کا قوم و قبیلہ بہترین قوم و قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے کہ جسکی شاخیں سیدھی اور پھل بھگے ہوئے ہیں۔

اُن کا مولد مکہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپ کے نام کا بول بالا ہوا، اور آپ کا آوازہ (چارو) پھیلا۔ اللہ نے آپ کو مکمل دلیل، شفا بخش نصیحت اور (پہلی جہالتوں کی) تلافی کرنے والا پیغام دیے کر بھیجا اور اُن کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آشکارا کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن و سنت میں) بیان کئے ہوئے احکام واضح کئے تو اب جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو اس کی بد بختی مسلم، اس کا شیرازہ درہم و برہم اور اُس کا منہ کے بل گرنا سخت و (ناگزیر) اور انجام طویل حزن اور مہلک

وَيَكُونُ نَابَهُ إِلَى الْحُزْنِ الطَّوِيلِ
وَالْعَذَابِ الْوَبِيلِ: وَأَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ
تَوَكَّلْ الْإِنَابَةَ إِلَيْهِ وَأَسْتَرْشِدْهُ السَّبِيلَ
الْمُؤَدِّيَةَ إِلَى جَنَّتِهِ الْقَاصِدَةَ إِلَى مَحَلِّ
رَغْبَتِهِ۔

عذاب ہے۔ میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں، ایسا بھروسہ کہ جس
میں ہمہ تن اس کی طرف توجہ ہے اور ایسے راستے کی ہدایت
چاہتا ہوں کہ جو اُس کی جنت تک پہنچانے والا اور منزل مطلوب
کی طرف بڑھنے والا ہے۔
اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کے
کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ ہی کار رستگاری (کا
وسیلہ) اور نجات کی منزل دائمی ہوگا اُس نے اپنے عذاب سے
ڈرایا تو سب کو خبردار کر دیا اور جنت کی رغبت دلائی تو اس میں
کوئی کسر نہیں چھوڑی دنیا اور اُس کے فنا و زوال اور اس کے
پلٹ جانے کو کھول کر بیان کیا۔ جو چیزیں اس دنیا سے تمہیں
اچھی معلوم ہوتی ہیں اُن سے پہلو بچائے رکھو، کیونکہ ان
میں سے ساتھ جانے والی تو بہت ہی تھوڑی ہیں۔ دنیا کی منزل
اللہ کی ناراضگیوں سے قریب اور اُس کی رضامندیوں سے دور
ہے۔ اللہ کے بندو اس کی فکروں اور اُس کے دھندوں سے
آنکھیں بند کر لو اس لئے کہ تمہیں یقین ہے کہ آخر یہ جدا
ہو جانے والی ہے اور اس کے حالات پلٹا کھانے والے ہیں۔
اُس دنیا سے اس طرح خوف کھاؤ، جس طرح کوئی ڈرانے والا
اور اپنے نفس کا خیر خواہ اور جانفشانی کے ساتھ کوشش کرنے والا
ڈرتا ہے۔ تم نے اپنے سے پہلے لوگوں کے جو گرنے کی جگہیں
دیکھی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو کہ اُن کے جوڑ بند الگ
الگ ہو گئے۔ نہ اُن کی آنکھیں رہیں اور نہ کان۔ اُن کا شرف و
قارمٹ گیا۔ اُن کی مسرتیں اور نعمتیں جاتی رہیں اور بال بچوں
کے قریب کے بجائے علیحدگی اور بیویوں سے ہم نشینی کے
بجائے اُن سے جدائی ہو گئی۔ اب نہ وہ فخر کرتے ہیں اور نہ اُن
کے اولاد ہوتی ہے، نہ ایک دوسرے سے ملتے ملا تے ہیں اور نہ
آپس میں ایک دوسرے کے ہمسایہ بن کر رہتے ہیں۔ اے اللہ

عِبَادَ اللَّهِ حَذَرَ الْغَالِبِ لِنَفْسِهِ۔ أَلْمَانِعِ
لِشَهَوَاتِهِ، النَّاطِرِ بِعَقْلِهِ فَإِنَّ الْأَمْرَ
وَاضِحٌ، وَالْعَلَمَ قَائِمٌ، وَالطَّرِيقَ جَدِّدٌ
وَالسَّبِيلَ قَصْدٌ۔

کے بندو! ڈرو جس طرح اپنے نفس پر قابو پالینے والا اور اپنی
خواہشوں کو دبانے والا اور چشم بصیرت سے دیکھنے والا ڈرتا ہے
کیونکہ (ہر) چیز واضح ہو چکی ہے۔ نشانات قائم ہیں۔ راستہ
ہموار ہے اور راہ سیدھی ہے۔

خطبہ ۱۶۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لِبَعْضِ أَصْحَابِهِ وَقَدْ سَأَلَهُ: كَيْفَ
دَفَعَكُمْ قَوْمُكُمْ عَنْ هَذَا الْمَقَامِ وَأَنْتُمْ
أَحَقُّ بِهِ۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا أَخَابَنِي أَسَدُ إِنَّكَ لَقَلِيلُ الْوَضِيِّينَ
تُرْسِلُ فِي غَيْرِ سَدِّدٍ وَلَكَ بَعْدُ ذِمَامَةُ
الصَّهْرِ وَحَقُّ الْمَسْنَلَةِ، وَقَدْ اسْتَعْلَمْتَ
فَاعْلَمْ أَمَّا لَا سَتَبْدَأُ عَلَيْنَا بِهَذَا الْمَقَامِ
وَنَحْنُ الْأَعْلَوْنَ نَسَبًا، وَالْأَشَدُّونَ
بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
نُوطًا، فَإِنَّهَا كَانَتْ أَثَرَةً شَحَّتْ عَلَيْهَا
نُفُوسُ قَوْمٍ، وَسَخَتْ عَنْهَا وَالْمَعُودُ إِلَيْهِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ: وَدَعُ عَنْكَ نَهَبًا صِيحَ فِي
حَجَرَاتِهِ۔

وَهَلُمَّ الْخُطْبَ فِي ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ،
فَلَقَدْ أَضْحَكَنِي الدَّهْرُ بَعْدَ ابْكَائِهِ وَلَا
غُرُوءَ وَاللَّهِ فَيَالَهُ خُطْبًا۔ يَسْتَفْرِغُ

حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال کیا
کہ کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے آپ کو اس منصب سے
الگ رکھا حالانکہ آپ اس کے زیادہ حق دار تھے۔

تو آپ نے فرمایا: کہ اے برادر بنی اسد! تم بہت تنگ حوصلہ ہو،
اور بے راہ ہو کر چل نکلتے ہو۔ (اس کے باوجود) چونکہ ہمیں
تمہاری قربت کا پاس و لحاظ ہے اور تمہیں سوال کرنے کا حق بھی
ہے۔ تو اب دریافت کیا ہے تو پھر جان لو کہ (ان لوگوں کا) اس
منصب پر خود اختیاری سے جم جانا، باوجودیکہ ہم نسبت کے
اعتبار سے بلند تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ
قربت بھی قوی تھا ان کی یہ خود غرضی تھی جس میں کچھ لوگوں کے
نفس اس پر مر مٹے تھے اور کچھ لوگوں کے نفوس نے اس کی پرواہ
تک نہ کی اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور اس کی طرف بازگشت
قیامت کے روز ہے۔ (اس کے بعد حضرت نے بطور تمثیل یہ
مصرع پڑھا) ”چھوڑو! اس لوٹ مار کے ذکر کو جس کا چاروں
طرف شور مچا ہوا تھا۔“ اب تو اس مصیبت کو دیکھو کہ جو ابوسفیان
کے بیٹے کی وجہ سے آئی ہے مجھے تو (اس پر) زمانہ نے رلانے
کے بعد ہنسایا ہے اور زمانہ کی (موجودہ روش سے) خدا کی قسم!
کوئی تعجب نہیں ہے۔ اس مصیبت پر تعجب ہوتا ہے کہ جس سے
تعجب کی حد ہو گئی ہے اور جس نے بے راہ رویوں کو بڑھا دیا
ہے۔ کچھ لوگوں نے اللہ کے روشن چراغ کو نور بجھانا چاہا اور

الْعَجَب، وَيَكْفُرُ الْآوَدَ- حَاوَلَ الْقَوْمُ
إِطْفَاءَ نُورِ اللَّهِ مِنْ مَصْبَاحِهِ،
وَسَدَّ فَوَارِدَهُ مِنْ يَنْبُوعِهِ، وَجَدَحُوا بَيْنِي
وَبَيْنَهُمْ شَرْبًا وَبَيْئًا- فَإِنْ تَرْتَفِعَ
عَنَّا وَعَنْهُمْ مَحَنُ الْبَلَوَى أَحْبَلُهُمْ مِّنَ
الْحَقِّ عَلَى مَحْضِهِ، وَإِنْ تَكُنِ الْآخِرَى
فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ
اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ-

یہ عرب کے مشہور شاعر امر القیس کے ایک شعر کا مصرع ہے جس کا دوسرا مصرع یہ ہے ”وہات حدیثا ما حدیث الزواہل“ اس شعر کا واقعہ یہ ہے کہ جب امر القیس کا باپ حجر کنڈی مارا گیا تو وہ قبائل عرب میں چکر لگاتا تھا تا کہ ان کی مدد سے اپنے باپ کا قصاص لے سکے۔ چنانچہ بنی جدیلہ کے ایک شخص طریف کے یہاں چند دن ٹھہرا اور پھر وہاں سے اپنے کو غیر محفوظ سمجھ کر چل دیا اور خالد ابن سدن کے ہاں جا کر آتر اس دوران میں بنی جدیلہ کا ایک شخص باعث ابن خویس اس کا اونٹ ہنگالایا۔ امر القیس نے اپنے میزبان سے اس کا شکوہ کیا تو اس نے کہا کہ تم اپنی اونٹنیاں میرے ساتھ کرو میں تمہارے اونٹ ان سے واپس لائے دیتا ہوں، چنانچہ خالد ان کے ہاں گیا اور ان سے کہا کہ تم نے میرے مہمان کے اونٹوں کو لوٹ لیا ہے تمہیں ان اونٹوں کو واپس کر دینا چاہئے۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہ نہ تمہارا مہمان ہے اور نہ تمہاری زیر حمایت ہے۔ خالد نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی میرا مہمان ہے اور یہ اس کی اونٹنیاں میرے ساتھ ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ پھر ہم وہ اونٹ واپس دیئے دیتے ہیں کہا تو یہ لیکن ان اونٹوں کو واپس کرنے کی بجائے ان اونٹنیوں کو بھی ہنگا کر لے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں نے وہ اونٹ خالد کے روانہ کر دیئے تھے اور اس نے امر القیس کو دینے کے بجائے خود ان پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب امر القیس کو اس کا پتہ چلا تو اس نے چند اشعار کہے جن کا ایک شعر یہ تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ان اونٹوں کا ذکر چھوڑو جنہیں لوٹا جا چکا ہے۔ اب ان اونٹنیوں کی بات کرو جو ہاتھ سے جاتی رہی ہیں۔

حضرت کے اس شعر کو بطور تمثیل پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ معاویہ برسرِ پیکار ہے اس کی بات کرو اور ان لوگوں کی غارت گریوں کا ذکر نہ دہ کہ جنہوں نے پیغمبر کے بعد میرے حق پر چھاپہ مارا۔ وہ دور گذر چکا ہے اب اس دور کے فتنوں سے بچنے کا وقت ہے۔ لہذا وقت کی بات کرو اور بے وقت کی راگنی نہ چھیڑو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ مسائل نے یہ سوال جنگِ صفین کے موقع پر کیا تھا، جبکہ جنگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور کشت و خون کی گرم بازاری تھی۔

خطبہ ۱۶۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو بندوں کا پیدا کرنے

الْحَمْدُ لِلَّهِ خَالِقِ الْعِبَادِ، وَسَاطِحِ
الْبَهَادِ، وَمُسِيلِ الْوَهَادِ، وَمُخَصِّصِ
النِّجَادِ، لَيْسَ لِأَوْلِيَّتِهِ ابْتِدَاءٌ وَلَا
لَا زَلِيَّتِهِ انْقِصَاءٌ- هُوَ الْأَوَّلُ لَمْ يَزَلْ،
وَالْبَاقِي بِلَا أَجَلٍ خَرَّتْ لَهُ الْجَبَاهُ وَ
وَحَدَّثَتْهُ الشِّفَاةُ- حَدَّثَ الْأَشْيَاءُ عِنْدَ
خَلْقِهِ لَهَا إِبَانَةٌ لَهُ مِنْ شَبَهَهَا لَا تُقَدَّرُ
الْأَوْهَامُ بِالْحُدُودِ وَالْحَرَكَاتِ- وَلَا
بِالْجَوَارِحِ وَالْآدَوَاتِ- لَا يُقَالُ لَهُ
مَتْنٌ، وَلَا يُضْرَبُ لَهُ أَمَدٌ بِحَثِّي الظَّاهِرِ
لَا يُقَالُ مَبْنً، وَالْبَاطِنُ لَا يُقَالُ فَيَبْنً-
لَا شَبَحٌ فَيَتَقَضَّى وَلَا مَحْجُوبٌ
فَيُحَوَّى- لَمْ يَقْرُبْ مِنَ الْأَشْيَاءِ
بِالتِّصَاقِ وَلَمْ يَبْعُدْ عَنْهَا بِالْفِتْرِاقِ
لَا يَخْفَى عَلَيْهِ مِنْ عِبَادِهِ، شُخُوصٌ
لِحِظَةٍ، وَلَا كُرُورٌ لِفُظَةٍ وَلَا أَزْدٌ لَفَافٍ
رَبَوَةٍ، وَلَا أَنْيَسَاطٌ خَطْوَةٍ فِي لَيْلٍ
دَاجٍ، وَلَا غَسَقِي سَاجٍ، يَتَفَقَّأُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ
الْمُنِيرُ، تَعْقِبُهُ الشَّمْسُ ذَاتُ النُّورِ فِي
الْأُفُولِ وَالْكُرُورِ، وَتَقْلِبُ الْأَزْمِنَةُ
وَالذُّهُورِ- مِنْ إِقْبَالِ لَيْلٍ مُّقْبِلٍ وَإِدْبَارِ
نَهَارٍ مُدْبِرٍ قَبْلَ كُلِّ غَايَةٍ وَمُدَّةٍ وَكُلِّ
إِحْصَاءٍ وَعُدَّةٍ- تَعَالَى عَمَّا
يَنْحَلُّهَا الْمُحْدَوْنُ مِنْ صِفَاتِ الْقَدَارِ،

والا، فرشِ زمین کا بچھانے والا، ندی نالوں کا بہانے والا اور
ٹیلوں کو سرسبز و شاداب بنانے والا ہے۔ نہ اس کی اولیت کی
کوئی ابتداء اور نہ اس کی ازلیت کی کوئی انتہا ہے۔ وہ ایسا اول
ہے جو ہمیشہ سے ہے، اور بغیر کسی مدت کی حد بندی کے ہمیشہ
رہنے والا ہے۔ پیشانیاں اُس کے آگے (سجدہ میں) گری
ہوئی ہیں اور لب اُس کی توحید کے معترف ہیں۔ اُس نے تمام
چیزوں کو اُن کے پیدا کرنے کے وقت ہی سے جدا گانہ صورتوں
اور شکلوں میں محدود کر دیا، تاکہ اپنی ذات کو ان کی مشابہت سے
الگ رکھے تصورات اسے محدود و حرکات اور اعضاء و حواس کے
ساتھ متعین نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ
”کب سے ہے“ اور نہ یہ کہہ کر اس کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے
کہ وہ ”کب تک ہے“۔ وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ
”کس سے (ظاہر ہوا) وہ باطن ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ
(کس میں) وہ نہ دور سے نظر آنے والا کوئی ڈھانچہ ہے کہ مٹ
جائے اور نہ کسی حیات میں ہے کہ محدود ہو جائے۔ وہ چیزوں
سے اس طرح قریب نہیں کہ ساتھ چھو جائے اور نہ وہ جسمانی
طور پر اُن سے الگ ہو کر دور ہوا ہے۔ اس سے کسی کا تکلیف باندھ
باندھ کر دیکھنا، کسی لفظ کا دہرایا جانا، کسی بلندی کا دور سے جھلکنا
اور کسی قدم کا آگے بڑھنا پوشیدہ نہیں ہے نہ اندھیری راتوں
میں اور نہ چھائی ہوئی اندھیاریوں میں کہ جن پر روشن چاند اپنی
کرنوں کا سایہ ڈالتا ہے اور نورانی آفتاب طلوع و غروب (کے
چکروں) میں اور زمانہ ان کی گردشوں میں اندھیرے کے بعد
نور پھیلاتا ہے کہ جو آنے والی رات اور جانے والے دن کی آمد
و شد سے (پیدا) ہوتی ہیں وہ ہر مدت و انتہا اور ہر گنتی اور شمار سے
پہلے ہے۔ اسے محدود سمجھ لینے والے جن اندازوں اور اطراف
و جوانب کی حدوں اور مکانون میں بسنے اور جگہوں میں ٹھہرنے
کو اُس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں وہ ان نسبتوں سے بہت

خطبہ ۱۶۲

جب امیر المومنینؑ کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کے متعلق جو باتیں انہیں بُری معلوم ہوئی تھیں اُن کا گلہ کیا اور چاہا کہ حضرت اُن کی طرف سے بات چیت کریں اور لوگوں کو رضا مند کرنے کا اُن سے مطالبہ کریں چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور اُن سے کہا کہ لوگ میرے پیچھے (منتظر) ہیں اور مجھے اس مقصد سے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو پٹاؤں خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں جبکہ میں (اس سلسلہ میں) ایسی کوئی بات نہیں جانتا کہ جس سے تم بے خبر ہو، اور نہ کوئی ایسی چیز بتانے والا ہوں کہ جس کا تمہیں علم نہ ہو جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں نہ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سنا ہے کہ تم تک پہنچائیں جیسے ہم نے دیکھا ویسے تم نے بھی دیکھا اور جس طرح ہم نے سنا تم نے بھی سنا۔ جس طرح ہم رسول اللہ کی صحبت میں رہے تم بھی رہے اور حق پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ابن ابی قحافہ اور ابن خطاب پر اس سے زیادہ نہ تھی جتنی کہ تم پر ہونا چاہئے، اور تم تو رسولؐ سے خاندانی قرابت کی بناء پر اُن دونوں سے قریب تر بھی ہو، اور اُن کی ایک طرح کی دامادی بھی تمہیں حاصل ہے کہ جو انہیں حاصل نہ تھی۔ کچھ اپنے دل میں اللہ کا بھی خوف کرو۔ خدا کی قسم اس لئے تمہیں سمجھایا نہیں جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر آ نہ سکتا ہو اور نہ اس لئے یہ چیزیں تمہیں بتائی جا رہی ہیں کہ تمہیں علم نہ ہو اور (لا علمی کے کیا معنی) جبکہ شریعت کی راہیں واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہتر وہ انصاف پرور حاکم ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور جای پہچانی ہوئی سنت کو مستحکم کرے اور انجانی بدعتوں کو فنا کرے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمَّا اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَشَكُّوا مَا نَقَمُوا
عَلَيْهِ عُثْمَانَ وَسَأَلُوهُ مُحَاطَبَتَهُ عَنْهُمْ
وَاسْتَعْتَابَهُ لَهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ:
إِنَّ النَّاسَ وَرَأَيْنِي وَقَدْ اسْتَسْفَرُونِي
بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ
لَكَ؟ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ، وَلَا أَدُلُّكَ
عَلَى أَمْرٍ إِلَّا تَعْرِفُهُ إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ۔
مَا سَبَقْنَاكَ إِلَى شَيْءٍ فَتُخْبِرُكَ عَنْهُ وَلَا
خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَتُبْلِغُكَهَ وَقَدْ رَأَيْتَ كَمَا
رَأَيْنَا، وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
كَمَا صَحَبْنَا، وَمَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَلَا
ابْنُ الْخَطَّابِ بِأَوْلَى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ،
وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَشَيْبَةَ رَحِمَ مِنْهُمَا۔
وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صَهْرِهِ مَالَمَ يَنَالَا، فَاللَّهُ
أَلَّهُ فِي نَفْسِكَ، فَإِنَّكَ وَاللَّهِ مَا تُبْصِرُ
مِنْ عَمَى وَلَا تَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ، وَإِنَّ
الطَّرِيقَ لَوَاضِحَةٌ، وَإِنَّ أَعْلَامَ الدِّينِ
لَقَائِمَةٌ۔ فَاعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللَّهِ
عِنْدَ اللَّهِ إِمَامٌ عَادِلٌ هُدًى وَهَدًى، فَاقَامَ
سُنَّةَ مَعْلُومَةٍ، وَأَمَاتَ بِدْعَةَ مَجْهُولَةٍ

بند ہے، حدیث تو اُس کی مخلوق کے لئے قائم کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان کی نسبت دی جایا کرتی ہے۔ اُس نے اشیاء کو کچھ ایسی مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو، اور نہ ایسی مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں۔ بلکہ اُس نے جو چیز پیدا کی اُسے مستحکم کیا اور جو ڈھانچہ بنایا اُسے اچھی شکل و صورت دی۔ کوئی شے اس کے (حکم سے) سرتابی نہیں کر سکتی نہ اس کو کسی اطاعت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے جیسا باقی رہنے والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں کو جانتا ہے ویسے ہی پست زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا ہے

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے۔ اے وہ مخلوق کہ جس کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا ہے اور جسے حکم کی اندھیاریوں اور دہرے پردوں میں بنایا گیا ہے اور ہر طرح سے اُس کی نگہداشت کی گئی ہے۔ تیری ابتداء مٹی کے خلاصہ سے ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے وقت اور طے شدہ مدت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں ٹھہرایا گیا کہ تو جنین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پھرتا تھا۔ نہ تو کسی پکار کا جواب دیتا تھا اور نہ کوئی آواز سنتا تھا۔ پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ جو تیرا دیکھا بھلا ہوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے کے طریقے پہچانتا تھا۔ کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی اور ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہ پہنچوائی۔ بھلا جو شخص ایک صورت و اعضاء والی کے پہچانے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور کیونکر مخلوقات کی سی حد بند یوں کے ساتھ اُسے پالینے سے دور نہ ہوگا۔

وَنَهَايَاتِ الْأَقْطَارِ وَتَأْتِلِ السَّائِكِينَ،
وَتَسْكُنِ الْأَمَاكِينَ۔ فَالْحَدِّدُ خَلَقَهُ
مَضْرُوبٌ، وَإِلَى غَيْرِهِ مَنْسُوبٌ لَمْ يَخْلُقِ
الْأَشْيَاءَ مِنْ أَصُولٍ أَرْثِيَّةٍ وَلَا أَوَائِلِ
أَبْدِيَّةٍ، بَلْ خَلَقَ مَا خَلَقَ فَاقَامَ حَدَّهُ،
وَصَوَّرَ مَا صَوَّرَ فَاحْسَنَ صُورَتَهُ، لَيْسَ
لِشَيْءٍ مِنْهُ امْتِنَاعٌ وَلَا لَهُ بِطَاعَةِ شَيْءٍ
انْتِفَاعٌ عَلَيْهِ بِالْأَمْوَاتِ الْمَاضِينَ كَعَلِيهِ
بِالْأَحْيَاءِ الْبَاقِينَ وَعَلَيْهِ بِمَا فِي السَّمَوَاتِ
الْعُلَى كَعَلِيهِ بِمَا فِي الْأَرْضِينَ السُّفْلَى۔
(مِنْهَا) أَيُّهَا الْمَخْلُوقُ السَّوِيُّ، وَالْمُنْشَأُ
السَّرْعِيُّ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ
وَمُضَاعَفَاتِ الْأَسْتَارِ۔ بَدِثْتَ مِنْ سَلَالَةٍ
مِنْ طِينٍ، وَوُضِعْتَ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ، إِلَى
قَدَرٍ مَعْلُومٍ، وَاجِلٍ مَقْسُومٍ تَمُورُ فِي
بَطْنِ أُمِّكَ جَنِينًا لَا تُحِيرُ دُعَاءً وَلَا تَسْمَعُ
نِدَاءً۔ ثُمَّ أُخْرِجْتَ مِنْ مَقْرَنِكَ إِلَى دَارٍ لَمْ
تَشْهَدْهَا، وَلَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا فَتَنْ
هَذَاكَ لَا جُتْرَارِ الْغَدَاءِ مِنْ تَدْيِ أُمِّكَ
وَعَرَفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ
وَأَرَادَتْكَ هَيْهَاتَ إِنْ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ
صِفَاتِ ذِي الْهِيئَةِ وَالْأَدْوَاتِ فَهُوَ عَنْ
صِفَاتِ خَالِقِهِ أَعْجِزُ وَمِنْ تَنَاوُلِهِ
يَحْدُودُ الْمَخْلُوقِينَ أَبْعَدُ۔

وَأَنَّ السُّنَنَ لَنَبِيٍّ لَهَا- أَعْلَامٌ وَإِنَّ الْبِدْعَ
نَظَاهِرَةً لَهَا أَعْلَامٌ وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ
إِمَامٌ جَائِرٌ ضَلَّ وَضَلَّ بِهِ، فَلَمَّتْ سُنَّةٌ مَّا
خُوذَتْ، وَأَحْيَىٰ بَدْعَةً مَّتَرُوكَةً- وَإِنِّي
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ
بِأَمَامٍ جَائِرٍ وَلَيْسَ مَعَهُ نَصِيرٌ وَلَا عَاوِدٌ
فَيُلْقَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيَدُورُ فِيهَا كَمَا
تَدُورُ الرَّحَى ثُمَّ يَرْتَبُطُ فِي تَعْرَهَا-
وَإِنِّي أَنشُدُكَ اللَّهَ أَنْ لَا تَكُونَ إِمَامًا هَذِهِ
الْأُمَّةِ الْمَقْتُولِ، فَإِنَّهُ كَانَ يُقَالُ: يُقْتَلُ فِي
هَذِهِ الْأُمَّةِ إِمَامٌ يَفْتَحُ عَلَيْهَا الْقَتْلَ
وَالْقِتْلَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَلْبَسُ أُمُورَهَا
عَلَيْهَا، وَيَبْثُ الْيَمْنَ فِيهَا، فَلَا يَبْصُرُونَ
الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ يَسُوجُونَ فِيهَا مَوْجًا،
وَيَمْرُجُونَ فِيهَا مَرْجًا- فَلَا تَكُونَنَّ لِبَرٍّ وَأَنْ
سَيِّقَةً يَسُوقُكَ حَيْثُ شَاءَ بَعْدَ جَلَالِ
السِّنِّ- وَتَقْضَى السَّرَّ- فَقَالَ لَهُ عُمَانُ-
”كَلِمَ النَّاسِ فِي أَنْ يُوْجِلُونِي، حَتَّى
أَخْرَجَ إِلَيْهِمْ مِنْ مَظَالِمِهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ مَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَلَا أَجَلَ فِيهِ
وَمَا غَابَ فَاجْلُهُ وَصَوْلُ أَمْرِكَ إِلَيْهِ-

تفريع:-

سننوں کے نشانات جگمگا رہے ہیں اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح
ہیں اور اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر وہ ظالم حکمران ہے جو
گمراہی میں پڑیں اور (رسول سے) حاصل کی ہوئی سننوں کو تباہ
اور قابل ترک بدعتوں کو زندہ کرے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن ظالم کو
اس طرح لایا جائے گا کہ نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی عذر خواہ
اور اُسے (سیدھا) جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس میں اس
طرح چکر کھائے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور پھر اُسے جہنم کے
گہراؤ میں جکڑ دیا جائے گا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم
اُس امت کے وہ سربراہ نہ بنو کہ جسے قتل ہی ہونا ہے۔ چونکہ کہا گیا
ہے کہ اس امت میں ایک ایسا حاکم مارا جائے گا، جو اس کے لئے
قیامت تک قتل و خون ریزی کا دروازہ کھول دے گا اور اس کے
تمام امور کو اشتباہ میں ڈال دے گا اور اُس میں فتنوں کو پھیلائے گا
کہ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے نہ دیکھ سکیں اور وہ فتنوں
میں (دریا کی) موجوں کی طرح اُلٹے پلٹے کھائیں گے اور انہی
میں تہہ وبالا ہوتے رہیں گے۔ تم مردان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ
تمہیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے اور جب کہ تم سن رسیدہ بھی
ہو چکے ہو اور عمر بھی بہت بچی ہے۔

(عثمان نے) کہا کہ آپ اُن لوگوں سے بات کریں کہ وہ مجھے
(کچھ عرصہ کے لئے) مہلت دیں کہ میں اُن کی حق تلفیوں سے
عہدہ برآ ہو سکوں تو آپ نے فرمایا کہ جن چیزوں کا تعلق مدینہ
سے ہے اُن میں تو کوئی مہلت کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو جگہاں
نگاہوں سے اوجھل (اور دور) ہیں اُن کے لئے اتنی مہلت
ہو سکتی ہے کہ تمہارا فرمان وہاں تک پہنچ جائے۔

حضرت عثمان کے دور خلافت میں جب حکومت اور اس کے کارندوں کے ستائے ہوئے مسلمان اکابر صحابہ تک اپنی فریاد
پہنچانے کے لئے مدینہ میں سٹ آئے تو پُر امن طریق کار اختیار کرتے ہوئے امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن

سے خواہش کی کہ وہ حضرت عثمان سے مل کر انہیں سمجھائیں۔ بھائیوں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق پامال نہ کریں اور ان فتنوں کا
سدباب کریں جو رعیت کے لئے تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔ جن پر حضرت ان کے ہاں تشریف لے گئے اور اس موقع پر یہ
کلام ارشاد فرمایا۔

امیر المومنین نے موعظت تلخیوں کو خوشگوار بنانے کے لئے تمہید میں وہ لب و لہجہ اختیار کیا ہے جو اشتعال دلانے کے بجائے اُن
میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرے اور فرائض کی جانب متوجہ کرے۔ چنانچہ اُن کی صحابیت شخصی اہمیت اور شیخین کے مقابلہ میں پیغمبر
سے ان کی خاندانی قربت کو ظاہر کرنے سے اسی فرض شناسی کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ موقعہ اُن کی مدح سرائی کا نہ
تھا کہ آخر کلام سے آنکھیں بند کر کے اسے قصیدہ شرف سمجھ لیا جائے جبکہ اس تمہید سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے جان
بو جھ کر کرتے تھے۔ ایسا نہ تھا کہ انہیں علم و اطلاع نہ ہو اور لاعلمی کی بناء پر ان کی لغزشوں کو قابل مواخذہ نہ سمجھا جائے، ہاں اگر رسول اللہ کی
صحبت میں رہنے ان کی تعلیمات کو سننے ان کے طرز عمل کو دیکھنے اور اسلامی احکام پر مطلع ہونے کے بعد ایسا طور طریقہ اختیار کرنا کہ جس
سے دنیائے اسلام چیخ اٹھے کوئی فضیلت ہے تو پھر اس تعریض کو بھی مدح سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر وہ فضیلت نہیں ہے تو پھر اسے بھی مدح
نہیں کہا جاسکتا۔ حالانکہ جن لفظوں کو مدح سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے وہ ان کے جرم کی یقینی ثابت کرنے کے لئے ہیں۔ کیونکہ بے خبری و
لاعلمی میں جرم اتنا سنگین نہیں ہوتا جتنا جانتے بوجھتے ہوئے جرم کا ارتکاب اُس کے وزن کو بڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ اگر راستے کے نشیب و
فراز سے ناواقف شخص گھپ اندھیرے میں ٹھوکر کھائے تو اُسے معذور سمجھ لیا جاتا ہے اور اگر راستے کے گڑھوں سے واقف دن کے
اجالے میں ٹھوکر کھائے تو اُسے سرزنش کے قابل سمجھا جاتا ہے اور اگر اس موقع پر اس سے یہ کہا جائے کہ تم آنکھیں بھی رکھتے ہو راستے کی
اونچ نیچ سے بھی واقف ہو، تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس کی وسعت علمی و روشنی چشم کو سراہا جا رہا ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس نے
آنکھوں کے ہوتے ہوئے پھر راستے کے گڑھوں کو نہ دیکھا اور جاننے بوجھنے کے باوجود پھر سنبھل کر نہ چلا۔ لہذا آنکھوں کا ہونا نہ ہونا
برابر اور جاننا نہ جاننا یکساں ہے۔

اس سلسلہ میں ان کی دامادی پر بڑا زور دیا جاتا ہے کہ پیغمبر نے اپنی دو صاحبزادیوں رقیہ و ام کلثوم کا عقد یکے بعد دیگرے اُن سے
کیا۔ اس کی وجہ شرف ماننے سے قبل یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ دامادی عثمان کی نوعیت کیا ہے۔ تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ اس میں
اولیت کا شرف حضرت عثمان کو حاصل نہ تھا، بلکہ ان سے قبل رقیہ و ام کلثوم ابولہب کے بیٹوں عتبہ و عتیبہ سے منسوب تھیں۔ مگر ان کو باوجود
پہلا داماد ہونے کے قبل از بعثت کے صاحبان شرف میں بھی اب تک شمار نہیں کیا گیا تو یہاں کسی جوہر ذاتی کے بغیر اس نسبت کو کس بناء پر
سرما یہ افتخار سمجھا جاسکتا ہے جب کہ اس رشتہ کی اہمیت کے متعلق یہ کوئی سند ہے اور نہ اس ماحول میں اس طرف کوئی توجہ پائی جاتی تھی کہ
یہ کہا جائے کہ کسی اہم ترین عظمت کی مالک شخصیت اور ان میں معاملہ دار تھا۔ پھر یہ منتخب ہو کر یہ شرف پا گئے۔ یا یہ کہ ان دونوں بیٹیوں کو
تاریخ و حدیث و سیر میں کسی کردار شخصیت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہو۔ جس کی وجہ سے اس رشتہ کو خاص اہمیت دے کر ان کے لئے طرہ
اتیاز قرار دیا جائے۔ اگر قبل بعثت عتبہ و عتیبہ سے ان کا بیابا جانا اس بناء پر صحیح سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت مشرکین کے ساتھ عقد کی حرمت کا
سوال پیدا نہ ہوتا تھا، تو یہاں پر بھی صحت عقد کے لئے صرف ظاہری اسلام کی شرط تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے زبان سے
اقرار شہادتین بھی کیا اور بظاہر ایمان بھی لائے۔ لہذا اس عقد کو صرف ظاہر اسلام کی دلیل تو قرار دیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ اور کسی اتیاز کو

اس کے ذریعہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ پھر یہی کہاں مسلم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تھیں جب کہ ایک طبقہ ان کے صلب رسول سے ہونے سے انکار کرتا ہے، اور وہ انہیں حضرت خدیجہ الکبریٰ کی بہن ہالہ کی اولاد یا ان کے پہلے شوہر کی اولاد قرار دیتا ہے، چنانچہ ابو القاسم الکونی متوفی ۳۵۲ھ صحیح تحریر فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِخَدِيجَةَ مَاتَتْ هَالَةُ بَعْدَ ذَلِكَ بِمِلَّةٍ يَسِيرَةٍ وَخَلَفَتِ الطِّفْلَتَيْنِ ذَيْنَبُ رَقِيَّةٌ فِي حَجَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَحَجَرِ خَدِيجَةَ فَرِيًّا هُمَا وَكَانَ مِنْ سُنَّةِ الْعَرَبِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَنْ يَرِي يَتِيمًا يَنْسَبُ ذَلِكَ إِلَيْهِمْ إِلَيْهِ۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے عقد کیا تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہالہ کا انتقال ہو گیا اور اس نے دو لڑکیاں چھوڑیں ایک کا نام زینب تھا اور ایک کا نام رقیہ اور ان دونوں نے پیغمبر اور خدیجہ کی گود میں پرورش پائی اور انہی نے ان کی تربیت کی اور اسلام سے قبل یہ دستور تھا کہ اگر کوئی یتیم بچہ کسی کی گود میں پرورش پاتا تھا تو اسے اسی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

(کتاب الاستغاثہ ص ۶۹)

اور ابن ہشام نے حضرت خدیجہ کی اولاد کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ

وَكَاثَتْ قَبْلَهُ عِنْدَ أَبِي هَالَةَ ابْنُ مَالِكٍ فَوَلَدَتْ لَهُ هِنْدًا ابْنُ أَبِي هَالَةَ وَذَيْنَبُ بِنْتُ أَبِي هَالَةَ وَكَانَتْ قَبْلَ أَبِي هَالَةَ عِنْدَ عَتِيقِ ابْنِ عَائِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ مَخْرُومٍ فَوَلَدَتْ لَهُ عَبْدَ اللَّهِ وَجَارِيَةً

حضرت خدیجہ رسول اللہ کے جہالہ عقد میں آنے سے پہلے ابی ہالہ بن مالک کی زوجیت میں تھیں جس سے ایک لڑکا ہند اور ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی اور ابی ہالہ سے قبل عتیق ابن عائد بن عبد اللہ ابن عمرو بن مخزوم فولدت له عبد الله وجارية

(سیرت ابن ہشام ج ۴، ص ۲۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ کی دو لڑکیاں عقد رسول میں آنے سے پہلے موجود تھیں جو حسب ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بیٹیاں کہلائیں گی اور وہ جن سے بھی بیانی جائیں گی وہ پیغمبر کے داماد ہی کہلائیں گے۔ لیکن دامادی کی حیثیت وہی ہوگی، جو ان لڑکیوں کے بیٹی ہونے کی ہو سکتی ہے۔ لہذا اسے محل افتخار میں پیش کرنے سے پہلے ان بیٹیوں کی حیثیت کو دیکھ لینا چاہئے اور حضرت عثمان کے رویہ پر بھی ایک نظر کر لینا چاہئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں امام بخاری اپنی صحیح میں یہ روایت درج کرتے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ وَرَسُولُ اللَّهِ جَالِسَ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ مَنْ أَحَدَلَمْ يَقَارِفَ اللَّيْلَةَ فَقَالَ

انس ابن مالک سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم دختر رسول کے دفن کے موقع پر موجود تھے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا؟ کہ کون تم میں ایسا ہے جو آج

أَبُو طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَاَنْزِلْ فِي قَبْرِهَا فَفَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا

کی رات ہم بستر نہ ہوا ہو۔ ابو طلحہ نے کہا کہ میں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم قبر میں اترو۔ چنانچہ وہ قبر میں اترے۔

(بخ۔ ص ۲۳۲)

اس موقع پر پیغمبر اکرم نے حضرت عثمان کے راز درون پردہ کو بے نقاب کر کے انہیں قبر میں اترنے سے روک دیا۔ حالانکہ پیغمبر کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر تھا، کہ وہ کسی کے اندرونی حالات کو پشت از بام کر کے اس کی ہنک و اہانت گوارا نہ کرتے تھے اور دوسروں کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود چشم پوشی فرما جاتے تھے مگر یہ کردار کا گھنونا پن کچھ ایسا تھا کہ بھرے مجمع میں انہیں رسوا کرنا ضروری سمجھا گیا۔

خطبہ ۱۶۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَذْكُرُ فِيهَا عَجِيبَ خَلْقَةِ الطَّاءِ وَسِ۔

جسمیں مور کی عجیب و غریب آفرینش کا تذکرہ فرمایا ہے۔

إِبْتَدَعَهُمْ خَلْقًا عَجِيبًا مِّنْ حَيَوَانَ وَمَوَاتٍ، وَسَاكِنٍ وَذِي حَرَكَاتٍ فَاقَامَ زِمَامِ التَّسْخِيرِ وَمَرْفِقَةٍ بِأَجْنَحَتِهَا فِي مَخَارِقِ الْجَوِّ الْمُنْفَسَخِ، وَالْفَضَاءِ الْمُنْفَرِّجِ۔ كَوْنَهَا بَعْدَ أَنْ لَمْ تَكُنْ فِي عَجَائِبِ صُورِ ظَاهِرَةٍ وَرَكِبَهَا فِي حَقَائِقِ مَفَاصِلِ مُحْتَجِبَةٍ وَمَنْعَ بَعْضُهَا بَعْثًا بِخَلْقِهِ أَنْ يَسْمُوَ فِي السَّمَاءِ خُضُوفًا، وَجَعَلَهُ يَذِفُ دَفِيفًا وَنَسْفَهَا عَلَى اخْتِلَافِهَا فِي الْأَصَابِعِ بِالطَّيْفِ قُدْرَتِهِ وَدَقِيقِ صَنْعَتِهِ فَمِنْهَا مَغْمُوسٌ فِي قَالِبٍ لَّوْنٍ لَا يَشُوبُهُ غَيْرُ لَوْنٍ مَا غَسَّ فِيهِ، وَمِنْهَا مَغْمُوسٌ فِي لَوْنٍ صَبِغٍ قَدْ طَوَّقَ بِخِلَافِ مَاصِبِغٍ بِهِ وَمِنْ أَعْجَبِهَا خَلْقًا مِّنْ شَوَاهِدِ الْبَيِّنَاتِ عَلَى لَطِيفِ صَنْعَتِهِ

متحرک، عجیب و غریب آفرینش کا جامہ پہنا کر ایجاد کیا ہے اور اپنی لطیف صنعت اور عظیم قدرت پر ایسی واضح نشانیاں شاہد بنا کر قائم کی ہیں کہ جنکے سامنے عقلیں اسکی ہستی کا اعتراف اور اسکی (فرمانبرداری) کا اقرار کرتے ہوئے سر اطاعت خم کر چکی ہیں اور اس کے یکتائی پر یہی عقل کی تسلیم کی ہوئی اور (اس کے خالق بے مثال ہونے پر) مختلف شکل و صورت کے پرندوں کی آفرینش سے ابھری ہوئی دلیلیں ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ وہ پرندے جن کو اس نے زمین کے گڑھوں، اور دروں کے شگافوں اور مضبوط پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسایا ہے۔ جو مختلف طرح کے پروبال اور جداگانہ شکل و صورت والے ہیں جنہیں تسلط (الہی) کی باگ ڈور میں گھمایا پھرایا جاتا ہے اور جو کشادہ ہوا کی وسعتوں اور کھلی فضاؤں میں پروں کو پھڑ پھڑاتے ہیں۔ انہیں جبکہ یہ موجود نہ تھے عجیب و غریب ظاہری صورتوں سے (آراستہ کر کے) پیدا کیا اور (گوشت و پوست میں) ڈھکے ہوئے جوڑوں کے سروں سے ان کے (جسموں کی) ساخت قائم کی۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جنہیں ان کے

وَعَظِيمٌ قُدْرَتِهِ مَا انْقَادَتْ لَهُ الْعُقُولُ مُعْتَرِفَةً بِهِ وَمُسْلِمَةً لَهُ وَنَعَقَتْ فِيَّ اسْبَاعَنَا دَلَالُهُ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ وَمَا ذَرَأَ مِنْ مُخْتَلِفٍ صَوَارِ الْأَطْيَارِ الَّتِي اسْكَنَهَا أَحَادِيدَ الْأَرْضِ وَخُرُوقَ فِجَاجِهَا، وَرَوَاسِيَ أَعْلَامِهَا، مِنْ ذَاتِ أَجْنَحَةٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَهَيْئَاتٍ مُتَبَايِنَةٍ، مُصَرَّفَةٍ فِي الطَّوَّاسِ الَّذِي أَقَامَهُ فِي أَحْكَمِ تَعْدِيلٍ، وَنَضَّدَ الْوَانَهُ فِي أَحْسَنِ تَنْضِيدٍ بِخَنَاحٍ أَشْرَجَ قَصْبَهُ. وَذَنْبٍ أَطَالَ مَسْحَبَهُ. إِذَا دَرَجَ إِلَى الْأَنْثَى نَشْرَةً مِنْ طَبَّهِ، وَسَابِيَهُ مُظْلًا عَلَى رَأْسِهِ كَأَنَّهُ قَلَمٌ دَارِي عُنَجَهُ نُوتِيَّةٌ يَخْتَالُ بِالْوَانِهِ، وَيُمِيسُ بِزَيْفَانِهِ يُفْضِي كَافُضَاءِ الدِّيَكَةِ، وَيُورِثُ بِمِلَاقِحِهِ أَرَا الْفُحُولَ الْمُغْتَمِلَةَ فِي الضَّرَابِ أَحْيَلُكَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى مُعَايَنَةٍ، لَا كَمَنْ يُحِيلُ عَلَى ضَعِيفِ اسْنَادِهِ وَلَوْ كَانَ كَزَعَمٍ مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ يُلْقِعُ بِدَمْعَةٍ تَسْفَحُهَا مَدَامَعُهُ فَتَقِفُ فِي ضَفَنَتِي جُفُونِهِ وَأَنَّ أَثْقَالَ تَطْعَمَ ذَلِكَ، ثُمَّ تَبْيِضُ لَا مِنْ لَقَاحِ فَحْلِ سِوَى الدَّمْعِ الْمُنْبَجِسِ لَمَّا كَانَ ذَلِكَ بِأَعْيَابٍ مِنْ مُطَاعِمَةِ الْغَرَابِ. تَخَالَ قَصْبَهُ مَدَارِي

جسموں کے بوجھل ہونے کی وجہ سے فضا میں بلند ہو کر تیز پروازی سے روک دیا ہے اور انہیں ایسا بنایا ہے کہ وہ زمین سے کچھ تھوڑے ہی اونچے ہر کر پرواز کر سکیں۔ اُس نے اپنی لطیف قدرت اور باریک صنعت سے ان قسم قسم کے پرندوں کو (مختلف) رنگوں سے ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ایک ہی رنگ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ یوں کہ جس رنگ کی ان میں آمیزش نہیں کی گئی اور بعض اس طرح رنگ میں ڈبوئے گئے ہیں کہ جس رنگ کا طوق انہیں پہنا دیا گیا ہے وہ اس رنگ سے نہیں ملتا۔ جس سے خود رنگین ہیں۔ ان سب پرندوں سے زائد عجیب الخلقہ مور ہے کہ (اللہ نے) جس کے (اعضاء کو) موزونیت کے محکم ترین سانچے میں ڈھالا ہے اور اس کے رنگوں کو ایک حسین ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ یہ (حسن و توازن) ایسے پروں سے ہے کہ جن کی جڑوں کو (ایک دوسرے سے) جوڑ دیا ہے۔ جب وہ اپنی مادہ کی طرف بڑھتا ہے تو اپنی لپٹی ہوئی دم کو پھیلا دیتا ہے اور اسے اس طرح اونچا لے جاتا ہے کہ وہ اس کے سر پر سایہ لگن ہو کر پھیل جاتی ہے۔ گویا وہ (مقام) دارین کی اس کشمی کا دبان ہے جسے اس کا ملاح ادھر ادھر موڑ رہا ہے۔ وہ اُس کے رنگوں پر اترتا ہے اور اس کی جنبشوں کے ساتھ جھومنے لگتا ہے اور مرغوں کی طرح جفتی کھاتا ہے اور (اپنی مادہ کو) حاملہ کرنے کیلئے جوش و ہيجان میں بھرے ہوئے نروں کی طرح جوڑ کھاتا ہے۔ میں اس (بیان) کے لئے مشاہدہ کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اُس شخص کی طرح نہیں کہتا جو کسی کمزور سکا حوالہ دے رہا ہو۔ گمان کرنے والوں کا یہ صرف وہم و گمان ہے کہ وہ اپنے گوشہ ہائے چشم کے بہائے ہوئے اس آنسو سے اپنی مادہ کو انڈوں پر لاتا ہے کہ جو اُس کی پلکوں کے دونوں کناروں میں آ کر ٹھہر جاتا ہے اور مورنی اُسے پی لیتی ہے اور پھر وہ انڈے دیئے لگتی ہے

مِنْ فَصَّةٍ وَمَا أَنْبَتَ عَلَيْهَا مِنْ عَجِيبٍ دَارَاتِهِ وَشُمُوسِهِ خَالِصَ الْعَقِيَّانِ وَفَلَدَ الزَّبَرَجَدِ فَإِنَّ شَبَهَتَهُ بِمَا أَنْبَتَتِ الْأَرْضُ قُلْتُ جَنِيَّ جَنِيَّ مِنْ زَهْرَةٍ كُلِّ رَيْبِعٍ وَإِنْ ضَاهَيْتَهُ بِالْمَلَابِسِ فَهُوَ كَمَوْشِي الْحُلَلِ، أَوْ مُوْنِقٍ عَصَبِ الْيَمِينِ. وَإِنْ شَاكَلْتَهُ بِالْجِلْيِ فَهُوَ كَقُصُوصِ ذَاتِ الْوَانِ قَدْ نَطَقَتْ بِاللَّجِينِ الْمُكَلَّلِ. يَمِشِي مَشَى الْمَرْحِ الْمُخْتَالِ وَيَتَصَفَّحُ ذَنْبَهُ وَجَنَاحِيهِ فَيَقْهَقُهُ ضَاحِكًا لِبَحَالِ سِرِّبَالِهِ وَأَصَابِيغِهِ وَشَاحِهِ فَإِذَا رَمَى بَبَصَرِهِ إِلَى قَوَائِمِهِ زَقَامُوعًا بِصَوْتٍ يَكَادِيْبِينُ عَنِ اسْتِغَاثَتِهِ، وَيَشْهَدُ بِصَادِقِ تَوَجُّعِهِ، لِأَنَّ قَوَائِمَهُ حُسْشُ كَقَوَائِمِ الدِّيَكَةِ الْخِلَاسِيَّةِ وَقَدْ نَحَمَتْ مِنْ طُنْبُوبِ سَاقِهِ صِيصِيَّةً خَفِيَّةً. وَلَهُ فِي مَوْضِعِ الْمَرْفِ فُنْزَعَةٌ خَضْرَاءُ مُوشَاةٌ. وَمَخْرَجُ عَنْقِهِ كَالْأَبْرِيقِ وَمَعْرُزُهَا إِلَى حَيْثُ بَطْنِهِ كَصَبْغِ الْوَسْمَةِ الْيَمَانِيَّةِ أَوْ كَحَرِيرَةٍ مُلْبَسَةٍ مَرَّةً أَوْ ذَاتِ صَقَالٍ وَكَأَنَّهُ مُتَلَقِّعٌ بِمَعْجَرٍ أَسْحَمَ إِلَّا أَنَّهُ يُخَيَّلُ لِكَثْرَةِ مَائِهِ وَشِدَّةِ بَرِّيقِهِ أَنَّ الْخَضِرَةَ النَّاضِرَةَ مُمْتَزِجَةً بِهِ. وَمَعَ فَتَقِ سَبْعِهِ خَطٌّ كَسْتَدَقِّ

اور اس پھوٹ کر نکلنے والے آنسو کے علاوہ یوں نراس سے جفتی نہیں کھاتا۔ اگر ایسا ہو تو بھی (ان کے خیال کے مطابق) کوئے کو اپنی مادہ کو (پوٹے سے دان پانی) بھر کر انڈوں پر لانے سے زیادہ تعجب چیز نہیں ہے (تم اگر بغور دیکھو گے) تو اس کے پروں کی درمیانی تیلیوں کو چاندی کی سلاخیاں تصور کرو گے اور ان پر جو عجیب و غریب ہالے بنے ہوئے ہیں اور سورج (کی شعاعوں) کے مانند (جو پروبال) اُگے ہوئے ہیں انہیں زردی میں خالص سونا اور (سبزی میں) زمرد کے ٹکڑے خیال کرو گے۔ اگر تم اسے زمین کی اگائی ہوئی چیزوں سے تشبیہ دو گے تو یہ کہو گے کہ وہ ہر موسم بہار کے پنے ہوئے شگوفوں کا گلہ ستہ ہے اور اگر کیڑوں سے تشبیہ دو گے تو وہ منقش حلوں یا خوشنما مینی چادروں کے مانند ہیں اور اگر زیورات سے تشبیہ دو گے تو وہ رنگ برنگ کے اُن گینوں کی طرح ہے جو مرصع بجواہر چاندی میں دائروں کی صورت میں پھیلا دیئے گئے ہوں اور اس طرح چلتا ہے جس طرح کوئی ہشاش بشاش اور متکبر مخرام ہوتا ہے، اور اپنی دم اور پروبال کو غور سے دیکھتا ہے تو اپنے پیرا بن کے حسن و جمال اور اپنے گول بند کی رنگتوں کی وجہ سے قہقہہ لگا کر ہنستا ہے مگر جب اپنے پیروں پر نظر ڈالتا ہے تو اس طرح اونچی آواز سے روتا ہے کہ گویا اپنی فریاد کو ظاہر کر رہا ہے اور اپنے پچے درد (دل) کی گواہی دے رہا ہے۔ کیونکہ اس کے پیر خاکستری رنگ کے دو غلے مرغوں کے پیروں کی طرح باریک اور پتلے ہوتے ہیں اور اس کی پنڈلی کے کنارے پر ایک باریک سا کاٹنا نمایاں ہوتا ہے اور اس کی (گردن پر) ایال کی جگہ سبز رنگ کے منقش پروں کا گچھا ہوتا ہے اور گردن کا پھیلاؤ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے صراحی (کی گردن) اور اس کے گڑنے کی جگہ سے لے کر وہاں تک کا حصہ کہ جہاں اس کا پیٹ ہے یعنی دسمہ کے رنگ

الْقَلَمُ فِي لَوْنِ الْأَقْحَوَانِ أَيْبَضُ يَقْقُ-
فَهُوَ بَيَاضُهُ فِي سَوَادِ مَا هُنَالِكَ يَاتْلِقُ-
وَقُلْ صَبَغُ إِلَّا وَقَدْ أَخَذَ مِنْهُ بِقِسْطٍ،
وَعَلَاهُ بِكَثْرَةِ صِقَالِهِ وَبَرِّيقِهِ
وَبَصِيصِ دِيْبَاجِهِ وَرَوْنَقِهِ
فَهُوَ كَالْزَاهِرِ الْمَبْثُوثَةِ لَمْ تَرَبَّهَا أَمْطَارُ
رَبِيعٍ وَلَا شَمْسُ قَيْطٍ- وَقَدْ يَتَحَسَّرُ
مِنْ رَيْشِهِ، وَيَعْرِى مِنْ لِبَاسِهِ،
فَيَسْقُطُ تَرَى وَيَنْبُتُ تَبَاعًا، فَيَنْحُتُ مِنْ
قَصْبِهِ انْحِتَاتِ أَوْ رَاقِ الْأَغْصَانِ ثُمَّ
يَتَلَحَّحُ نَامِيًا حَتَّى يَعُودَ كَهَيْئَتِهِ قَبْلَ
سُقُوطِهِ- لَا يُخَالِفُ سَالِفَ أَلْوَانِهِ، وَلَا
يَقَعُ لَوْنٌ فِي غَيْرِ مَكَانِهِ، وَإِذَا
تَصَفَّحَتْ شُعْرَةٌ مِنْ شَعَرَاتِ قَصْبِهِ
أَرْتَكَ خُمْرَةً وَرُدِيَّةً، وَتَارَةً خَضِرَةً
زَبَرَجَدِيَّةً، وَأَحْيَانًا صَفْرَةً عَسَجَدِيَّةً-
فَكَيْفَ تَصِلُ إِلَى صِفَةِ هَذَا عَمَانِقِ
الْفِطْنِ، أَوْ تَبْلُغَهُ قَرَآنُ الْعُقُولِ،
أَوْ تَسْتَظْمُ وَصْفَهُ أَقْوَالُ الْوَاصِفِينَ-
وَأَقْلُ اجْزَائِهِ قَدْ اعْجَرَ أَلَا وَهَامَ أَنْ
تُدْرِكَهُ وَالْأَلْسِنَةُ أَنْ تَصِفَهُ- فَسُبْحَانَ
الَّذِي بَهَرَ الْعُقُولَ عَنْ وَصْفِ خَلْقِ
جَلَاءَ لِلْعُيُونِ فَادْرَكَتَهُ مَحْدُودًا مَكُونًا،
وَمُؤَلَّفًا مَلُونًا- وَأَعْجَزَ أَلْسُنَ عَنْ

کی طرح (گہرا سبز) ہے یا اس ریشم کی طرح ہے جو صیقل کے
ہوئے آئینہ پر پہنا دیا گیا ہو۔ گویا کہ وہ سیاہ رنگ کی اودھنی
میں لپٹا ہوا ہے لیکن اس کی آب و تاب کی فراوانی اور چمک
دک کی بہتات سے ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں تروتازہ سبزی
کی (الگ سے) آمیزش کر دی گئی ہے اور اس کے کانوں کے
شگاف سے ملی ہوئی بامونہ کے پھولوں جیسی ایک سفید چمکیلی لکیر
ہوتی ہے جو قلم کی باریک نوک کے مانند ہے وہ (لکیر) اپنی
سفیدی کے ساتھ اس جگہ کی سیاہیوں میں جھگمکتی ہے۔ کم ہی
ایسے رنگ ہوں گے جس نے سفید دھاری کا کچھ حصہ نہ لیا ہو۔
اور وہ ان رنگوں پر اپنی آب و تاب کی زیادتی اپنے پیکر ریشمیں
کی چمک دک اور زیبائش کی وجہ سے چھائی ہوئی ہے۔ وہ ان
بکھری ہوئی کلیوں کے مانند ہے کہ جنہیں نہ فصل بہار کی
بارشوں نے پروان چڑھایا ہو اور نہ گرمیوں کے سورج نے
پرورش کیا ہو، وہ کبھی اپنے پروبال سے برہنہ اور اپنے رنگین
لباس سے عریاں ہو جاتا ہے اسکے بال و پر لگا تار جھڑتے ہیں
اور پھر پے درپے اگنے لگتے ہیں۔ وہ اس کے بازوؤں سے اس
طرح جھڑتے ہیں جس طرح ٹہنیوں سے پتے۔ یہاں تک کہ
جھڑنے سے پہلے جو شکل و صورت تھی اُس کی طرف پلٹ آتا
ہے اور اپنے پہلے رنگوں سے سر مُو ادھر سے ادھر نہیں ہوتا اور نہ
کوئی رنگ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اختیار کرتا ہے جب اس
کے پروں کے ریشموں میں سے کسی ریشم کو تم غور سے دیکھو گے
تو وہ تمہیں کبھی گلاب کے پھولوں جیسی سرخی اور کبھی زمرہ جیسی
سبزی اور کبھی سونے جیسی زردی کی (جھلکیاں) دکھائے گا۔
(غور تو کرو کہ) ایک ایسی مخلوق کی صفوں تک فکروں کی
گہرائیاں کیوں کر پہنچ سکتی ہیں یا عقول کی طبع آزمایا کس طرح
وہاں تک رسائی پاسکتی ہیں۔
یا بیان کرنے والوں کے کلمات کیوں اس کے وصفوں کو ترتیب
دے سکتے ہیں کہ جس کے چھوٹے سے چھوٹے جز نے واہموں

تَلَخِيصِ صِفَتِهِ، وَقَعَدَ بِهَا عَنْ تَأْدِيهِ
نَعْتِهِ- وَسُبْحَانَ مَنْ أَدْمَجَ قَوَائِمَ الدَّرَجَةِ
وَالْمَسْجَةِ إِلَى مَا فَوْقَهُمَا مِنْ خَلْقِ
الْحَيَاتَانِ وَالْفَيْلَةِ- وَوَأَى عَلَى نَفْسِهِ
أَنْ لَا يَضْطَرِبَ شَبَحٌ مِمَّا أَوْلَجَ فِيهِ
الرُّوحَ إِلَّا وَجَعَلَ الْحِمَامَ مَوْعِدًا-
وَالْفَنَاءَ غَايَةً-

(مِنْهَا فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ، فَلَوْ رَمَيْتَ بَبَصَرِ
قَلْبِكَ نَحْوَ مَا يُوصَفُ لَكَ مِنْهَا لَعَرَفْتَ
نَفْسُكَ عَنْ بَدَائِعِ مَا أُخْرِجَ إِلَى الدُّنْيَا
مِنْ شَهْوَاتِهَا وَلَذَاتِهَا وَزَخَارِفِ مَنَاطِرِهَا
وَلَدَّ هَلَّتْ بِالْفِكْرِ فِي اصْطِفَاقِ أَشْجَارِ
غَيْبَتِ عُرُوقِهَا فِي كُثْبَانِ الْمِسْكِ عَلَى
سَوَاحِلِ أَنْهَارِهَا، وَفِي تَعْلِيْقِ كِبَائِسِ
اللُّلُؤِ الرُّطْبِ فِي عَسَالِيْجِهَا وَأَفْنَانِهَا
وَطُلُوعِ تِلْكَ الثِّمَارِ مُخْتَلِفَةٍ فِي غُلْفِ
أَكْمَامِهَا- تُجْنِي مَنْ غَيْرِ تَكْلُفٍ فَتَاتِي
عَلَى مُنِيَّةٍ مُجْتَنِبِهَا وَيُطَافُ عَلَى نَزَالِهَا
فِي أَفْنِيَّةِ قُصُورِهَا بِأَلَا عَسَالِ الْمَصْفَقَةِ
وَالْخُمُورِ الْمُرَوِّقَةِ- قَوْمٌ لَمْ تَزَلِ الْكَرَامَةُ
تَتِمَادَى بِهِمْ حَتَّى حَلُّوْا دَارَ الْقَرَارِ، وَأَمْنُوْا
نُقْلَةَ الْأَسْفَارِ- فَلَوْ شَغَلَتْ قَلْبُكَ أَيُّهَا
الْمُسْتَمِعُ بِالْوُصُولِ إِلَى مَا يَهْجُمُ

کو سمجھنے سے عاجز اور زبانوں کو بیان کرنے سے درماندہ کر دیا
ہو، تو پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ایک ایسی مخلوق کی حالت
بیان کرنے سے بھی عقول کو مغلوب کر رکھا ہے کہ جسے آنکھوں
کے سامنے نمایاں کر دیا تھا اور ان آنکھوں نے اس کو ایک حد
میں گھرا ہوا اور (اجزاء) سے مُر کب اور (مختلف رنگوں سے)
رنگین صورت میں دیکھ بھی لیا اور جس نے زبانوں کو اس
(مخلوق) کے وصفوں کا خلاصہ کرنے سے عاجز اور اس کی
صفوں کے بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہے۔ اور پاک ہے
وہ خدا کہ جس نے چپوٹی اور مچھر سے لے کر ان سے بڑی مخلوق
مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو مضبوط و مستحکم کیا ہے اور
اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ کوئی پیکر کہ جس میں اُس نے روح
داخل کی ہے جنبش نہیں کھائے گا۔ مگر یہ کہ موت کو اس کی وعدہ گاہ
اور فنا کو اس کی حد آخر قرار دے گا۔

اس خطبہ کا یہ حصہ جنت کے بیان میں ہے۔ اگر تم دیدہ دل سے
جنت کی ان کیفیتوں پر نظر کرو جو تم سے بیان کی جاتی ہیں تو
تمہارا نفس دنیا میں پیش کی ہوئی عمدہ سے عمدہ خواہشوں اور
لذتوں اور اس کے مناظر کی زیبائشوں سے نفرت کرنے لگے گا
اور وہ ان درختوں کے پتوں کے کھڑکھڑانے کی آوازوں میں
کہ جن کی جڑیں جنت کی نہروں کے کناروں پر مشک کے ٹیلوں
میں ڈوبی ہوئی ہیں کھوجائے گا اور ان کی بڑی اور چھوٹی
ٹہنیوں میں تروتازہ موتیوں کے گچھوں کے نلکنے اور سبز پتیوں
کے غلافوں میں مختلف قسم کے پھولوں کے نلکنے کے (نظاروں)
میں محو ہو جائے گا۔ ایسے پھل کہ جو بغیر کسی زحمت کے چنے جا
سکتے ہیں اور چننے والے کی خواہش کے مطابق آگے بڑھ آتے
ہیں۔ وہاں کے بلند ایوانوں کے صحنوں میں اُترنے والے
مہمانوں کے گرد پاک و صاف شہد اور صاف ستھری شراب
(کے جام) گردش میں لائے جائیں گے اور ایسے لوگ ہیں کہ

۱۔ مور ایک خوبصورت دلکش اور انتہائی چوکنا رہنے والا پرندہ ہے جو برما، جاوا، ہندوستان اور شرقی ایشیاء کے ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پروں کی رنگین کا پھیلاؤ اور قص انتہائی جاذب نظر ہوتا ہے۔ جب یہ اپنی دم کو جو ۱۵۵ انچ سے ۷۲ انچ تک لمبی ہوتی ہے پھیلا کر چکر کاٹتا ہے تو نظروں میں مختلف رنگوں کی دنیا آباد ہو جاتی ہے۔ جس طرح خزاں میں درختوں کے پتے جھڑتے اور بہار میں آگے ہیں اسی طرح اس کے پر خزاں میں جھڑ جاتے ہیں اور بہار میں دوبارہ آگ آتے ہیں۔ بہار کا موسم اس کے حسن کے نکھار کا زمانہ ہوتا ہے اسی موسم میں جو دکھاتا ہے موری تین سال کی عمر سے انڈے دینے لگتی ہے اور اس کی اوسط عمر پینتیس برس ہوتی ہے۔ ایک سال میں کم و بیش بارہ انڈے دیتی اور ایک مہینہ تک انہیں سینتی ہے۔ مورا اکثر ان انڈوں کو توڑ دیتا ہے اس لئے اس کے انڈے مرغی کے نیچے بھی بٹھا دیے جاتے ہیں۔ مگر مرغی کے سینے سے بچوں کی خوبصورتی اور جسمانی ہیئت میں فرق آ جاتا ہے۔ مورا اپنی دلکشی و خوبصورتی کے باوجود مٹھوں تصور ہوتا ہے اور گھروں میں رکھنا برا سمجھا جاتا ہے۔

خطبہ ۱۶۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لِيَتَأَسَّ صَغِيرُكُمْ بِكَبِيرِكُمْ وَلِيَرَأَفَ
كَبِيرُكُمْ بِصَغِيرِكُمْ۔ وَلَا تَكُونُوا كَجُفَاةِ
الْجَاهِلِيَّةِ لَا فِي الدِّينِ يَتَفَقَّهُونَ۔ وَلَا
عَنِ اللَّهِ يَعْقِلُونَ، كَقَيْضٍ بَيْضٍ فِي
أَدَاخٍ يَكُونُ كَسَرُهَا وَذَرًّا، وَيُخْرِجُ
حَضَانَهَا شَرًّا۔

تمہارے چھوٹوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں اور
بڑوں کو چاہئے کہ وہ چھوٹوں سے شفقت و مہربانی سے پیش
آئیں۔ زمانہ جاہلیت کے اُن اُجداد میوں کے مانند نہ ہو جاؤ
کہ جو نہ دین میں فہم و بصیرت سے اور نہ اللہ کے بارے میں
عقل و فہم سے کام لیتے تھے۔ وہ اُن انڈوں کے چھلکوں کی
طرح ہیں جو شتر مرغوں کے انڈے دینے کی جگہ پر رکھے ہوں
جن کا توڑنا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر انہیں سینے کے لئے چھوڑ
دینا ایذا رساں بچوں کے نکالنے کا سبب ہوتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے وہ اُلفت و یکجائی کے بعد الگ الگ
اور اپنے مرکز سے منتشر ہو گئے ہوں گے۔ البتہ ان میں سے
کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ایک شاخ کو پکڑے رہیں گے کہ
جدھر یہ جھکے اُدھر وہ جھکیں گے یہاں تک کہ اللہ جلد ہی اس دن
کے لئے کہ جو بنی اُمیہ کے لئے بدترین دن ہوگا انہیں اس طرح
جمع کرے گا جس طرح خریف کے موسم میں بادل کے ٹکڑے
جمع ہو جاتے ہیں اللہ ان کے درمیان محبت و دوستی پیدا کرے گا
اور پھر ان کا تہہ بہ تہہ جے ہوئے ابر کی طرح ایک مضبوط جتھا بنا
دے گا اور اُن کے لئے دروازوں کو کھول دے گا کہ وہ اپنے

اللہ کی بخشش و عنایت ہمیشہ اُن کے حال رہی۔ یہاں تک کہ وہ
اپنی جائے قیام میں اُتر پڑے اور سفروں کی نقل و حرکت سے
آسودہ ہو گئے۔ اے سننے والے اگر تو ان دلکش مناظر تک پہنچنے
کے لئے اپنے نفس کو متوجہ کرے جو تیری طرف ایک دم آنے
والے ہیں تو اس کے اشتیاق میں تیری جان ہی نکل جائے گی
اور اسے جلد سے جلد پالینے کے لئے میری اس مجلس سے اٹھ کر
قبروں میں رہنے والوں کی ہمسائیگی اختیار کرنے کے لئے
آمادہ ہو جائے گا۔ اللہ سبحانہ اپنی رحمت سے ہمیں اور تمہیں ان
لوگوں میں سے قرار دے کر جو نیک بندوں کی منزل تک پہنچنے کی
(سر توڑ) کوشش کرتے ہیں۔

سید رضی اس خطبہ کے بعض مشکل الفاظ کی توضیح و تشریح کے سلسلہ
میں فرماتے ہیں کہ آپ کے ارشاد و یور یسلا قحط میں
لفظ اڑ سے مہاشرت کی طرف کنایہ ہے۔ یوں کہا جاتا ہے کہ
ارامۃ یورھا یعنی اُس نے عورت سے مہاشرت کی اور آپ کے
اس ارشاد کا نہ قلع داری عنجہ نوییہ میں قلع کے معنی کشتی کے بادبان
کے ہیں اور لفظ داری، دارین کی طرف منسوب ہے اور دارین
سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے کہ جہاں سے خوشبودار
چیزیں لائی جاتی ہیں اور عنجا کے معنی ہیں اس کو موڑا اور استعمال
یوں ہوتا ہے عنجت الناقۃ (عنجت بروزن نصرت) یعنی میں نے
اوٹنی کے رخ کو موڑا اور اُچھا عنجا اس وقت کہو گے کہ جب تم اس
کے رخ کو موڑو گے اور نوتی کے معنی ملاح کے ہیں اور آپ کے
ارشاد صفتی جفر نہ سے مراد مور کی پلوں کے دونوں کنارے ہیں
اور یوں صفتان کے معنی دو کناروں کے ہوتے ہیں اور آپ کے
قول فلذالبرجد میں فلذالذہ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے
کے ہیں اور آپ کے قول کبائس اللؤلؤ الرطب میں کبائس
کبائس کی جمع ہے جس کے معنی بھور کے خوشے کے ہیں اور عساج
عساج کی جمع ہے جس کے معنی ٹہنی کے ہیں۔

وَلَمْ يَرِدْ سَنَنَهُ رَضٌ طَوْدٌ وَلَا جَدَابٌ
أَرْضٍ - يُزَعِرُهُمُ اللَّهُ فِي بَطُونٍ
أَوْدِيَتِهِ، ثُمَّ يَسْلُكُهُمْ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ
يَأْخُذُ بِهِمْ مِنْ قَوْمٍ حُقُوقَ قَوْمٍ، وَيَسْكُنُ
لِقَوْمٍ فِي دِيَارِ قَوْمٍ - وَآيَمُ اللَّهُ لِيَكُونَنَّ
مَا فِي أَيْدِيهِمْ بَعْدَ الْعُلُوفِ وَالْتِمَكِينِ كَمَا
تَذُوبُ الْآلِيَةُ عَلَى النَّارِ -

أَيُّهَا النَّاسُ لَوْلَمْ تَتَخَذُوا عَنْ
نَصْرِ الْحَقِّ، وَلَمْ تَهْنُوا عَنْ تَوْهِينِ
الْبَاطِلِ - لَمْ يَطْمَعْ فِيكُمْ مَنْ لَيْسَ مِثْلَكُمْ
وَلَمْ يَقْوَمَنَّ قَوَىٰ عَلَيْكُمْ لِكِنْتُمْ تَهْتُمُ مَنَاهَ
بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَعَمْرِي لِيُضَعِفَنَّ لَكُمْ
الْيَمَّةُ مِنَ بَعْدِي أَضْعَافًا بِمَا خَلَفْتُمْ
الْحَقَّ وَرَأَىٰ ظُهُورَكُمْ، وَقَطَعْتُمُ الْأَدْنَىٰ
وَوَصَلْتُمُ الْآبَعَدَ - وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِنْ
اتَّبَعْتُمُ الدَّاعِيَ لَكُمْ سَلَكَ بِكُمْ مِنْهَا جِ
الرَّسُولُ، وَكُفَيْتُمْ مَوْنَةً إِلَّا عَتِسَافٍ،
وَنَبَذْتُمْ الثَّقَلَ الْفَادِحَ عَنِ الْأَعْنَاقِ -

اُبھرنے کے مقام سے شہر سب کے دو باغوں کے اس سیلاب کی
طرح بہ نکلیں گے جس سے نہ کوئی چٹان محفوظ رہی تھی اور نہ کوئی
ٹیلہ اس کے سامنے ٹک سکا تھا اور نہ پہاڑ کی مضبوط اور نہ زمین کی
اونچائی اس کا دھارا موڑ سکتی تھی۔ اللہ سبحانہ انہیں گھائیوں کے
نشیبوں میں متفرق کر دے گا پھر انہیں چشموں (کے پہاڑ) کی
طرح زمین میں پھیلا دے گا اور ان کے ذریعہ سے کچھ لوگوں
کے حقوق کچھ لوگوں سے لے گا اور ایک قوم کو دوسری قوم کے
شہروں پر متمکن کر دے گا۔ خدا کی قسم اُن کی سر بلندی و اقتدار کے
بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہوگا اس طرح پھل جائے گا
جس طرح آگ پر چربی اے لوگو! اگر تم حق کی نصرت و امداد
سے پہلو نہ بچاتے اور باطل کو کمزور کرنے سے کمزوری نہ دکھاتے
تو جو تمہارا ہم پایہ نہ تھا، وہ تم پر دانت نہ رکھتا اور جس نے تم پر قابو
پالیا وہ تم پر قابو نہ پاتا۔ لیکن تم نے بنی اسرائیل کی طرح صحرائے
تیم میں بھٹک گئے اور اپنی جان کی قسم میرے بعد تمہاری سرگردانی
و پریشانی کئی گنا بڑھ جائے گی۔ کیونکہ تم نے حق کو پس پشت ڈال
دیا ہے اور قریبیوں سے قطع تعلق کر لیا اور دور والوں سے رشتہ جوڑ
لیا ہے۔ یقین رکھو کہ اگر تم دعوت دینے والے کی پیروی کرتے تو
وہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر لے جاتا اور
تم بے راہ روی کی زحمتوں سے بچ جاتے اور اپنی گردنوں سے
بھاری بوجھ تار بھینکتے۔

۱۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کے ظاہری اسلام کا تقاضا تو یہ ہے کہ اُن پر تشدد نہ کیا جائے۔ مگر اس طرح انہیں چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ ہوتا
ہے کہ وہ شر و مفساد پھیلاتے ہیں۔

خطبہ ۱۶۵

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے کہ
جس میں اچھائیوں اور برائیوں کو (کھول کر) بیان کیا ہے۔ تم
بھلائی کا راستہ اختیار کرو تا کہ ہدایت پاسکو اور برائی کی جانب

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
(فِي أَوَّلِ خِلَافَتِهِ)
إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ أَنْزَلَ كِتَابًا هَادِيًا بَيْنَ فِيهِ

الْخَيْرِ وَالشَّرِّ - فَخُذُوا نَهَجَ الْخَيْرِ
تَهْتَدُوا، وَأَصْدِفُوا عَنْ سَبْتِ
الشَّرِّ تَقْصِدُوا الْفَرَائِضَ الْفَرَائِضَ،
أَذْهَبَ إِلَى اللَّهِ تَوَدُّكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، إِنْ
اللَّهُ حَرَّمَ حَرَامًا غَيْرَ مَجْهُولٍ، أَحَلَّ
حَلَالًا غَيْرَ مَدْخُولٍ، وَفَضَّلَ حُرْمَةً غَيْرَ
مَدْخُولٍ، وَفَضَّلَ حُرْمَةَ الْمُسْلِمِ عَلَى
الْحَرَمِ كُلِّهَا، وَشَدَّ بِأَلَا خِلَاصٍ
وَالشُّوْجِيدِ حُقُوقِ الْمُسْلِمِينَ فِي
مَعَاقِدِهَا - فَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ
مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ إِلَّا بِمَا يَجِبُ بَادِرُوا
أَمْرَ الْعَامَّةِ وَخَاصَّةَ أَحَدِكُمْ وَهُوَ الْمَوْتُ
فَإِنَّ النَّاسَ أَمَامَكُمْ وَإِنَّ السَّاعَةَ
تَخْذُلُكُمْ مَنْ خَلَفَكُمْ - تَخَفُوا تَلَحُّقُوا،
فَالنَّاسُ يَنْتَظِرُ بِأَوَّلِكُمْ، أَخِرُكُمْ اتَّقُوا اللَّهَ
فِي عِبَادِهِ وَبِلَادِهِ فَإِنَّكُمْ مَسْئُولُونَ حَتَّى
عَنِ الْبِقَاعِ وَالْبَهَائِمِ أَطِيعُوا اللَّهَ وَلَا
تَعْصُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُ الْخَيْرَ فَخُذُوا بِهِ،
وَإِذَا رَأَيْتُمُ الشَّرَّ فَانْصَرُوا عَنْهُ -

سے رخ موڑ لو تا کہ سیدھی راہ پر چل سکو، فرائض کو پیش نظر رکھو
اور انہیں اللہ کے لئے بجا لاؤ، تا کہ یہ تمہیں جنت تک
پہنچائیں۔ اللہ سبحانہ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے جو انجانی
نہیں ہیں اور اُن چیزوں کو حلال کیا ہے جن میں کوئی عیب و نقص
نہیں پایا جاتا۔ اُس نے مسلمانوں کی عزت و حرمت کو تمام
حرمتوں پر فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو ان کے
موقع و محل پر اخلاص و توحید کے دامن سے باندھ دیا ہے۔
چنانچہ مسلمان وہی ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان
بچے رہیں۔ مگر یہ کہ کسی حق کی بناء پر اُن پر ہاتھ ڈالا جائے اور
ان کو ایذا پہنچانا ناجائز نہیں مگر جہاں واجب ہو جائے اُس چیز کی
طرف بڑھو کہ جو ہمہ گیر اور تم میں سے ہر ایک کے لئے مخصوص
ہے اور وہ موت ہے۔ چونکہ (گذر جانے والے) لوگ
تمہارے سامنے ہیں اور (موت کی) گھڑی تمہیں پیچھے سے
آگے کی طرف ہٹائے لیے جارہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو تا کہ
آگے بڑھ جانے والوں کو پاسکو۔ تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا
انتظار کرایا جا رہا ہے۔ اللہ سے اُس کے بندوں اور اُس کے
شہروں کے بارے میں ڈرتے رہو۔ اسلئے کہ تم سے (ہر چیز کے
متعلق) سوال کیا جائے گا یہاں تک کہ زمینوں اور چوپاؤں
کے متعلق بھی اللہ کی اطاعت کرو، اس سے سرتابی نہ کرو۔ جب
بھلائی کو دیکھو تو اُسے حاصل کرو، اور جب بُرائی کو دیکھو تو اس
سے منہ پھیر لو۔

خطبہ ۱۶۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَعْدَ مَا بُوِيعَ بِالْخِلَافَةِ، وَقَدْ قَالَ لَهُ قَوْمٌ
مِنَ الصُّحَابَةِ لَوْ عَاقَبْتَ قَوْمًا مِمَّنْ
آپ کی بیعت ہو چکنے کے بعد صحابہ کی ایک جماعت نے
آپ سے کہا کہ بہتر ہے کہ آپ اُن لوگوں کو جنہوں نے
عثمان پر فوج کشی کی تھی سزا دیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا

اَجَلَبَ عَلَيَّ عُثْمَانُ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا اِخْوَتَاهُ اِنِّي لَسْتُ اَجْهَلُ مَا تَعْلَمُونَ، وَلَكِنْ كَيْفَ لِي بِقُوَّةٍ وَالْقَوْمُ الْمَجْلِبُونَ عَلَيَّ حَدِيثُ شَوْكَتِهِمْ يَمْلِكُونَنَا وَلَا نَمْلِكُهُمْ۔ وَهَاهُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ ثَارَتْ مَعَهُمْ عِبَادُكُمْ وَالتَّقَتْ إِلَيْهِمْ أَعْرَابُكُمْ، وَهُمْ خِلَالَكُمْ يَسُومُونَكُمْ مَا شَاءُوا وَهَلْ تَرَوْنَ مَوْضِعًا لِقُدْرَةٍ عَلَيَّ شَيْءٍ تَرِيدُونَهُ وَإِنَّ هَذَا الْأَمْرَ۔ إِذَا حُرِّكَتْ عَلَيَّ أُمُورٌ۔ فَرِقَةٌ تَرَى مَا تَرَوْنَ وَفَرِقَةٌ تَرَى مَا لَا تَرَوْنَ، وَفَرِقَةٌ لَا تَرَى هَذَا وَلَا ذَاكَ فَاصْبِرُوا حَتَّى يَهْدِيَ النَّاسُ، وَتَقَعَ الْقُلُوبُ مَوَاقِعَهَا، وَتَوَخَّذَ الْحَقُّوقُ مُسْبِحَةً فَاهْدَأُوا عَيْنِي، وَانْظُرُوا مَا دَايَا تِيكُمْ بِهِ أَمْرِي۔ وَلَا تَفْعَلُوا فَعَلَةً تَضَعُضِعُ قُوَّةً، وَتُسْقِطُ مَنَةً، وَتَوْرِثُ وَهْنًا وَذِلَّةً۔ وَسَامَسِكُ الْأَمْرَ مَا اسْتَمْسَكَ وَإِذَا لَمْ أَجِدْ بُدًّا فَاجْرُ الدَّوَاءَ الْكَيَّ۔

کہ اے بھائیو! جو تم جانتے ہو میں اُس سے بے خبر نہیں ہوں لیکن میرے پاس (اس کی) قوت و طاقت کہاں ہے جبکہ فوج کشی کرنے والے اپنے انتہائی زوروں پر ہیں وہ اس وقت ہم پر مسلط ہیں ہم اُن پر مسلط نہیں اور عالم یہ ہے کہ تمہارے تمام بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور صحرائی عرب بھی ان سے مل جل گئے ہیں۔ اور اس وقت بھی وہ تمہارے درمیان اس حالت میں ہیں کہ جیسا چاہیں تمہیں گزند پہنچا سکتے ہیں۔ کیا تم جو چاہتے ہو اس پر قابو پانے کی کوئی صورت تمہیں نظر آتی ہے؟ بلاشبہ یہ جہالت و نادانی کا مطالبہ ہے اُن لوگوں کی پشت پر مدد کا ایک ذخیرہ ہے۔ جب یہ قصہ چھڑے گا تو اُس معاملہ میں لوگوں کے مختلف خیالات ہوں گے۔ کچھ لوگوں کی رائے تو وہی ہوگی جو تمہاری ہے اور کچھ لوگوں کی رائے تمہاری رائے کے خلاف ہوگی اور کچھ لوگوں کی رائے نہ ادھر ہوگی اور نہ ادھر۔ اتنا صبر کرو کہ لوگ سکون سے بیٹھ لیں اور دل اپنی جگہ پر ٹھہر جائیں اور آسانی سے حقوق حاصل کئے جاسکیں، تم میری طرف سے مطمئن رہو اور دیکھتے رہو کہ میرا فرمان تم تک کیا آتا ہے کوئی ایسی حرکت نہ کرو جو طاقت کو متزلزل اور قوت کو پامال کر دے اور کمزوری و ذلت کا باعث بن جائے۔ میں اس جنگ کو جہاں تک رک سکے گی روکوں گا اور جب کوئی چارہ نہ پاؤں گا تو پھر آخری علاج اغنا تو ہے ہی۔

خطبہ ۱۶۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ مَسِيرِ أَصْحَابِ الْجَمَلِ إِلَى الْبَصْرَةِ۔

إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ رَسُولًا هَادِيًا بِكِتَابِ نَاطِقٍ وَأَمْرٍ قَائِمٍ۔ لَا يَهْلِكُ عَنْهُ إِلَّا هَالِكٌ۔ وَإِنْ

جب حمل والوں نے بصرہ کا رخ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو ہادی بنا کر بولنے والی کتاب اور برقرار رہنے والی شریعت کے ساتھ بھیجا جسے تباہ و برباد ہونا ہے وہی اس کی مخالفت سے تباہ ہوگا اور (حق سے)

النَّبَاتَاتِ الْمَشْبَهَاتِ هُنَّ الْمَهْلِكَاتُ إِلَّا مَا حَفِظَ اللَّهُ مِنْهَا وَإِنَّ فِي سُلْطَانِ اللَّهِ عِصْمَةً لِأَمْرِكُمْ فَأَعْطُوهُ طَاعَتَكُمْ غَيْرَ مُلَوَّمَةٍ وَلَا مُسْتَكْرَبَةٍ بِهَا وَاللَّهُ لَتَفْعَلَنَّ أَوْ لَيَنْقُلَنَّ اللَّهُ۔ عَنْكُمْ سُلْطَانُ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ لَا يَنْقُلُهُ إِلَيْكُمْ أَبَدًا حَتَّى يَأْرِدَ الْأَمْرَ إِلَى غَيْرِكُمْ۔

مشابہہ ہو جانے والی جماعتیں ہی تباہ کیا کرتی ہیں مگر وہ کہ جن میں (بتلا ہونے) سے اللہ بچائے رکھے۔ بلاشبہ حجت خدا کی (اطاعت میں) تمہارے لئے سامان حفاظت ہے۔ لہذا تم اس کی ایسی اطاعت کرو کہ جو نہ لائق سرزنش ہو اور نہ بددلی سے بجالائی گئی ہو۔ خدا کی قسم یا تو تمہیں (یہ اطاعت) کر گزرنا ہوگی یا اللہ اسلامی اقتدار تم سے منتقل کر دے گا اور پھر کبھی تمہاری طرف نہیں پلٹائے گا۔ یہاں تک کہ یہ اقتدار دوسروں کی طرف رخ موڑ لے گا۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ قَدْ تَمَلَّأُوا عَلَيَّ سَخَطَةً إِمَارَتِي، وَسَاصَبِرُ مَا لَمْ أَخَفْ عَلَيَّ جَسَاعَتِكُمْ۔ فَإِنَّهُمْ إِنْ تَمَمُوا عَلَى فَيَالَةَ هَذَا الرَّأْيِ انْقَطَعَ نِظَامُ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّمَا طَلَبُوا هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَدًا لِّلْمَنِ أَفَانَهَا اللَّهُ عَلَيْهِ فَارَادُوا رَدَّ الْأُمُورِ عَلَيَّ أَدْبَارَهَا۔ وَلَكُمْ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَسِيرَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالْقِيَامُ بِحَقِّهِ وَالنَّعْشُ لِسُنَّتِهِ۔

یہ لوگ جہاں تک میری خلافت سے نارضا مندی کا تعلق ہے آپس میں متفق ہو چکے ہیں اور مجھے بھی جب تک تمہاری پراگندگی کا اندیشہ نہ ہوگا صبر کئے رہوں گا، اگر وہ اپنی رائے کی کمزوری کے باوجود اس میں کامیاب ہو گئے تو مسلمانوں کا (رشتہ) نظم و نسق ٹوٹ جائے گا۔ یہ اس شخص پر جسے اللہ نے امارت و خلافت دی ہے حسد کرتے ہوئے اس دنیا کے طلب گار بن گئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام امور (شریعت) کو پلٹا کر (دور جاہلیت) کی طرف لے جائیں۔ (اگر تم ثابت قدم رہے تو) تمہارا ہم پر یہ حق ہوگا کہ ہم تمہارے امور کے تصفیہ کے لئے کتاب خدا اور سیرت پیغمبر پر عمل پیرا ہوں اور اُن کے حق کو برپا اور اُن کی سنت کو بلند کریں۔

خطبہ ۱۶۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَلَّمَ بِهِ بَعْضَ الْعَرَبِ وَقَدْ أَرْسَلَهُ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ لِمَا قَرَّبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْهَا لِيَعْلَمَ لَهُمْ مِنْهُ حَقِيقَةُ حَالِهِ مَعَ أَصْحَابِ الْجَمَلِ لِيَتَزَوَّلَ الشُّبْهَةُ مِنْ نَفُوسِهِمْ فَبَيَّنَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ أَمْرِهِ

جب امیر المومنین بصرہ کے قریب پہنچے تو وہاں کی ایک جماعت نے ایک شخص کو اس مقصد سے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ ان کے لئے اہل جمل کے متعلق حضرت کے موقف کو دریافت کرے تاکہ اُن کے دلوں سے شکوک مٹ جائیں چنانچہ حضرت نے اُس کے سامنے جمل والوں کے ساتھ اپنے رویہ کی وضاحت فرمائی جس سے اُسے معلوم ہو گیا کہ حضرت حق پر ہیں

مَعَهُمْ مَاعْلَمٌ بِهِ أَنَّهُ عَلَى الْحَقِّ، ثُمَّ قَالَ لَهُ بَايِعْ، فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ قَوْمٍ وَلَا أُحَدِّثُ حَدَثًا حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ الَّذِينَ وَرَاءَكَ بَعَثُواكَ رَأِيْدًا تَبْتَغِيْ لَهُمْ مَسَاقِطَ الْغَيْثِ فَرَجَعْتَ إِلَيْهِمْ وَأَخْبَرْتَهُمْ عَنِ الْكَلَاءِ وَالْمَاءِ فَخَالَفُوا إِلَى الْمَعَاطِشِ وَالْبَحَادِبِ مَا كُنْتَ صَانِعًا؟ قَالَ كُنْتُ تَارِكُهُمْ وَمُخَالِفُهُمْ إِلَى الْكَلَاءِ وَالْمَاءِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاْمُدُّ إِذَا يَدَكَ- فَقَالَ الرَّجُلُ فَوَاللَّهِ مَا اسْتَطَعْتُ أَنْ أَمْتَنَعَ عِنْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عَلَى قَبَايَعَتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ- وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ بِكُلِّبِ الْجَرْمِيِّ-

تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ (جب حق تم پر واضح ہو گیا ہے تو اب) بیعت کرو۔ اُس نے کہا کہ میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور جب تک ان کے پاس پلٹ کر نہ جاؤں کوئی نیا قدم نہیں اٹھا سکتا تو حضرت نے فرمایا کہ (دیکھو) اگر وہی جو تمہارے پیچھے ہیں اس مقصد سے تمہیں کہیں پیشرو بنا کر بھیجیں کہ تم ان کے لئے ایسی جگہ تلاش کرو، جہاں بارش ہوتی ہو اور تم تلاش کے بعد ان کے پاس پلٹ کر جاؤ اور انہیں خبر دو کہ سبزہ بھی ہے اور پانی بھی ہے اور وہ تمہاری مخالفت کرتے ہوئے خشک اور ویران جگہ کا رخ کریں تو تم اس موقع پر کیا کرو گے اس نے کہا میں اُس کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور اُن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھاس اور پانی کی طرف چل دوں گا، تو حضرت نے فرمایا کہ (جب ایسا ہی کرنا ہے) تو پھر (بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاؤ) وہ شخص کہتا ہے کہ خدا کی قسم حجت کے قائم ہو جانے کے بعد میرے بس میں نہ تھا کہ میں بیعت سے انکار کر دیتا۔ چنانچہ میں نے بیعت کر لی۔ (یہ شخص کلب جرمی کے نام سے موسوم ہے)۔

خطبہ ۱۶۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمَ عَلَى لِقَاءِ الْقَوْمِ بِصُقَيْينَ-
اللَّهُمَّ رَبَّ السَّقْفِ الْمَرْفُوعِ، وَالْجَوِّ الْمَكْفُوفِ، الَّذِي جَعَلْتَهُ مَغِيضًا لِلَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمَجْرَى لِلشَّيْءِ وَالْقَمَرِ، وَمُخْتَلَفًا لِلنَّجُومِ السَّيَّارَةِ وَجَعَلْتَ سَكَّانَهُ سَبْطًا مِّنْ مَّلَائِكَتِكَ لَا يَسْأَمُونَ مِنْ عِبَادَتِكَ- وَرَبِّ هَذِهِ الْأَرْضِ الَّتِي جَعَلْتَهَا قَرَارًا لِلْأَنْعَامِ وَمَدْرَجًا لِلْهَوَامِّ

جب صفین میں دشمن سے دو بدو ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا تو فرمایا:

اے اللہ! اے اُس بلند آسمان اور تھمی ہوئی فضا کے پروردگار جسی تو نے شب و روز کے سرچھپانے چاند اور سورج کے گردش اور چلنے پھرنے والے ستاروں کی آمد و رفت کی جگہ بنایا ہے اور جس میں بسنے والا فرشتوں کا وہ گروہ بنایا ہے جو تیری عبادت سے اکتاتا نہیں۔ اے اس زمین کے پروردگار جسے تو نے انسانوں کی قیام گاہ اور حشرات الارض اور چوپاؤں اور لالعداد دیکھی اور اُن دیکھی مخلوق کے چلنے پھرنے کا مقام قرار دیا ہے۔ اے مضبوط پہاڑوں کے پروردگار جنہیں تو نے زمین کے لئے

وَالْأَنْعَامِ، وَمَا لَا يُحْصَى مِمَّا يُرَى وَمِمَّا لَا يُرَى- وَرَبَّ الْجِبَالِ الرَّوَاسِي الَّتِي جَعَلْتَهَا لِلْأَرْضِ إِرْتَادًا، وَلِلْخَلْقِ عِمَادًا، إِنْ أَظْهَرْنَا عَلَى عَدُوِّنَا فَجَنَيْنَا الْبَغْيَ وَسَدَدْنَا لِلْحَقِّ، وَإِنْ أَظْهَرْنَا تَهُمَّ عَلَيْنَا فَارْزُقْنَا الشَّهَادَةَ- وَأَعْصِمْنَا مِنَ الْفِتْنَةِ-
أَيِّنَ الْمَانِعِ لِلدِّمَارِ وَالْغَائِرِ عِنْدَ نَزُولِ الْحَقَائِقِ مِنْ أَهْلِ الْحِفَاطِ الْعَارِ وَرَأَيْتُمْ وَالْجَنَّةَ أَمَامَكُمْ-

میں مخلوقات کے لئے (زندگی کا) سہارا بنایا ہے (اے اللہ) اگر تو نے دشمنوں پر غلبہ دیا تو ظلم سے ہمارا دامن بچانا اور حق کے سیدھے راستے پر برقرار رکھنا اور اگر دشمنوں کو ہم پر غلبہ دیا تو ہمیں شہادت نصیب کرنا، اور فریب حیات سے بچائے رکھنا۔ کہاں ہیں عزت و آبرو کے پاسبان؟ اور کہاں ہیں مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت تنگ و نام کی حفاظت کرنیوالے باعزت (اگر بھاگے تو) ج تنگ و عار تمہارے عقب میں ہے اور (اگر جھے رہے تو) جنت تمہارے سامنے ہے۔

خطبہ ۱۷۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا تَوَارِي عَنْهُ سِبَاءٌ سَمَاءٌ وَلَا أَرْضٌ أَرْضًا-
(مِنْهَا) وَقَدْ قَالَ قَائِلٌ: إِنَّكَ عَلَى هَذَا الْأَمْرِ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ لَحَرِيصٌ، فَقُلْتُ بَلْ أَنْتُمْ وَاللَّهِ لَا حَرَصٌ وَأَبَعَدُ، وَأَنَا أَخْصُ وَأَقْرَبُ، وَإِنَّمَا طَلَبْتُ حَقًّا لِّي وَأَنْتُمْ تَحُولُونَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ: وَتَضَرِّبُونَ وَجْهِي دُونَهُ- فَلَمَّا قَرَعْتُهُ بِالْحُجَّةِ فِي الْمَلَاءِ الْحَاضِرِينَ هَبَّ كَأَنَّهُ يَهْتَ لَا يَدْرِي مَا يُجِيبُنِي بِهِ-
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ وَمَنْ أَعَانَهُمْ، فَإِنَّهُمْ قَطَعُوا رَحِييَ، وَصَغَرُوا

تمام حمد اُس اللہ کیلئے ہے جس سے ایک آسمان دوسرے آسمان کو اور ایک زمین دوسری زمین کو نہیں چھپاتی۔ اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا۔ مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے ابن ابی طالب آپ تو اس خلافت پر لپچائے ہوئے ہیں۔ تو میں نے کہا خدا کی قسم تم اس پر کہیں زیادہ حریص اور (اس منصب کی اہلیت سے) دور ہو، اور میں اس کا اہل اور (پیغمبر سے) نزدیک تر ہوں۔ میں نے تو اپنا حق طلب کیا ہے اور تم میرے اور میرے حق کے درمیان حائل ہو جاتے ہو اور جب اُسے حاصل کرنا چاہتا ہوں تو تم میرا رخ موڑ دیتے ہو۔ چنانچہ جب بھری محفل میں میں نے اس دلیل سے اس (کے کان کے پردوں) کو کھٹکھٹایا تو چوکنا ہوا، اور اس طرح مہبوت ہو کر رہ گیا کہ اُسے کوئی جواب نہ سوچتا تھا۔

خدا یا! میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے قطع رحی کی اور میرے مرتبہ کی بلندی کو پست سمجھا اور اس (خلافت) پر کہ جو میرے لئے

آرائی اسی حرص کا نتیجہ نہ تھی؟ اگر امیر المومنین کو منصب کا لالچ ہوتا تو جب ابن عباس اور ابوسفیان نے بیعت قبول کرنے کے لئے زور دیا تھا، تو آپ نتائج و عواقب سے آنکھیں بند کر کے ان کے کہنے پر اٹھ کھڑے ہوتے اور جب دور ثالث کے بعد لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ رہے تھے تو آپ بگڑے ہوئے حالات کا خیال کئے بغیر ان کی پیش کش کو فوراً قبول کر لیتے۔ مگر آپ نے کسی موقع پر بھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپ منصب کو منصب کی حیثیت سے چاہتے ہیں۔ بلکہ خلافت کی طلب تھی تو صرف اس لئے کہ شریعت کے خدوخال بگڑنے نہ پائیں اور دین دوسروں کی خواہشوں کی آماج گاہ نہ بنے، نہ یہ کہ دنیا کی کامرانیوں سے بہرہ اندوز ہوں کہ جسے حرص کہا جاسکے۔

مقصود یہ ہے کہ اگر وہ نہ کہتے کہ میرا خلافت سے الگ رہنا بھی حق ہے تو میرے لئے اس پر صبر کرنا آسان ہوتا اس خیال سے کہ کم از کم میرے حق کا اعتراف تو ہے اگر چہ اسے ادا کرنے کے لئے تیار نہیں۔

خطبہ ۱۷۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَمِينٌ وَحِيَه، وَخَاتَمُ رَسُولِهِ، وَبَشِيرُ
رَحْمَتِهِ، وَنَذِيرُ نِقْمَتِهِ۔

اے لوگو! تمام لوگوں میں اس خلافت کا اہل وہ ہے جو اس (کے نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت و (صلاحیت) رکھتا ہو اور اس کے بارے میں اللہ کے احکام کو سب سے زائد جانتا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑا کرے تو (پہلے) اسے توبہ و بازگشت کے لئے کہا جائے گا اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائے گا۔ اپنی جان کی قسم! اگر خلافت کا انعقاد تمام افراد امت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہو تو اس کی کوئی سبیل ہی نہیں بلکہ اس صورت تو انہوں نے یہ رکھی تھی کہ اس کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو (بیعت کے وقت) موجود نہ ہوں گے۔ پھر موجود کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ (بیعت سے) انحراف کرے اور نہ غیر موجود کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی اور کو منتخب کرے دیکھو!

میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا، ایک وہ جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہ ہو، اور دوسرا وہ جو اپنے معاہدہ کا پابند نہ رہے۔

مخصوص تھی مگر ان کے لئے ایک کر لیا ہے پھر کہتے ہیں کہ حق تو یہی ہے کہ آپ اسے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپ اس سے دستبردار ہو جائیں۔

اس خطبہ کا یہ جو اصحاب جمل کے متعلق ہے۔ وہ لوگ (مکہ سے) بصرہ کا رخ کئے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسول اللہ کی حرمت و ناموس کو یوں کھینچے پھرتے تھے جس طرح کسی کینز کو فروخت کے لئے (شہر بھر) پھرایا جاتا ہے۔ ان دنوں نے اپنی بیویوں کو تو گھروں میں روک رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کھلے بندوں لے آئے تھے۔ ایک ایسے لشکر میں کہ جس کا ایک ایک فرد میری اطاعت تسلیم کئے ہوئے تھا اور برضاء و رغبت میری بیعت کر چکا تھا یہ لوگ بصرہ میں میرے (مقرر کردہ) عامل اور مسلمانوں کے بیت المال کے خزانہ داروں اور وہاں کے دوسرے باشندوں تک پہنچ گئے اور کچھ لوگوں کو قید کے اندر مار مار کے اور کچھ لوگوں کو حیلہ و مکر سے شہید کیا۔ خدا کی قسم اگر وہ مسلمانوں میں سے صرف ایک ناکردہ گناہ مسلمان کو عہد شکن کرتے تو بھی میرے لئے جائز ہوتا کہ میں اس تمام لشکر کو قتل کر دوں کیونکہ وہ موجود تھے اور انہوں نے نہ تو اسے برا سمجھا اور نہ زبان اور ہاتھ سے اس کی روک تھام کی، چہ جائیکہ انہوں نے مسلمانوں کے اتنے آدمی قتل کر دیئے جتنی تعداد خود ان کے لشکر کی تھی جسے لے کر ان پر چڑھ دوڑے تھے۔

حضرت عمر نے اپنے آخر وقت میں امیر المومنین کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا تھا اسی کو سعد ابن ابی وقاص نے شوریٰ کے موقع پر دہراتے ہوئے حضرت سے کہا کہ اے علی آپ اس منصب خلافت کے بہت حریص ہیں جس کی جواب میں حضرت نے فرمایا کہ جو اپنا حق طلب کرے اسے حریص نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ حریص وہ ہے جو اس حق تک پہنچنے سے مانع اور سد راہ ہو، اور نااہلیت کے باوجود اسے حاصل کرنے کے درپے ہو۔

اس میں شک نہیں کہ امیر المومنین اپنے کو حق دار سمجھتے تھے اور اپنا حق طلب کرتے تھے لیکن اس حق طلبی سے حق ساقط نہیں ہو جاتا کہ اسے خلافت کے نہ دینے کے لئے وجہ جواز قرار دے لیا جائے اور اسے حرص سے تعبیر کیا جائے اور اگر یہ حرص ہے تو پھر کون ایسا تھا جو حرص کے پھندوں میں جکڑا ہوا نہ تھا۔ کیا انصار کے مقابلہ میں مہاجرین کو زور آزمائی ارکان شوریٰ کی باہمی کش مکش اور طلحہ و زہر کی ہنگامہ

أَمْرٌ دُنْيَاكُمْ۔ أَخَذَ اللَّهُ بِقُلُوبِنَا وَقُلُوبِكُمْ
إِلَى الْحَقِّ۔ وَاللَّهُمَّ وَإِيَّاكُمْ الصَّبْرَ۔
تشریح:-

جب سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب کے سلسلہ میں اجتماع ہوا تو وہاں کے فیصلہ کا اُن لوگوں کو بھی پابند بنایا گیا جو اس موقع پر موجود نہ تھے اور یہ اصول قرار دے لیا گیا کہ جو انتخاب کے موقع پر موجود ہوا سے نظر ثانی اور بیعت سے انحراف کا کوئی حق نہ ہوگا، اور جو موجود نہ ہو وہ طے شدہ فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگا۔ لیکن جب امیر المومنین کے ساتھ پر اہل مدینہ نے بیعت کی تو امیر شام نے اس بنیاد پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ چونکہ انتخاب کے موقع پر موجود نہ تھا لہذا اس پر اس فیصلہ کی پابندی عائد نہیں ہوتی جس پر امیر المومنین نے ان مسلمات اور مقررہ اصول و شرائط کے مطابق اس خطبہ میں جواب دیا کہ جو ان لوگوں میں طے پا کر ناقابل انکار بن چکے تھے اور وہ یہ کہ جو اہل مدینہ اور انصار و مہاجرین میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو معاویہ کو اس بناء پر کہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھے بیعت سے انحراف کا حق نہیں پہنچتا اور نہ طلحہ و زبیر بیعت کرنے کے بعد عہد شکنی کے مجاز ہو سکتے ہیں۔

حضرت نے اس موقع پر پیغمبر کے کسی ارشاد کو کہ جو آپ کی خلافت پر نص قطعی کی حیثیت رکھتا ہوا استدلال میں پیش نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ انکار کی وجہ اصول انتخاب کے طریق کار کی بناء پر تھی۔ لہذا موقع محل کے لحاظ سے انہی کے مسلمات کی رو سے جواب دینا ہی فریق مخالف کے لئے مسکت ہو سکتا تھا اور اگر نص رسول سے استدلال فرماتے تو اسے مختلف تاویلوں کی زد پر رکھ لیا جاتا اور بات سمیٹنے کے بجائے بڑھتی ہی جاتی اور پھر رحلت پیغمبر کے فوراً بعد آپ دیکھ چکے تھے کہ باوجود قرب عہد کے تمام نصوص و ارشادات نظر انداز کر دیئے گئے، تو اب جبکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اس سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اسے تسلیم کرے گا، جبکہ قول رسول کے سامنے من مانی کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

خطبہ ۱۷۲

طلحہ ابن عبید اللہ کے متعلق فرمایا

مجھے تو کبھی بھی حرب و ضرب سے دھمکایا اور ڈرایا نہیں جاسکا ہے میں اپنے پروردگار کے کئے ہوئے وعدہ نصرت پر مطمئن ہوں۔ خدا کی قسم وہ خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے بھیجی ہوئی تلوار کی طرح اس لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ اسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اسی سے ان کے خون کا مطالبہ نہ ہونے لگے۔ کیونکہ (لوگوں کا) ظن غالب اس کے متعلق یہی ہے اور حقیقت ہے کہ (قتل کرنے والی) جماعت میں اس سے بڑھ کر ان کے خون کا پیاسا ایک بھی نہ تھا، چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے کے سلسلہ میں

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى
طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ: قَدْ كُنْتُ وَمَا أَهْدُدُ
بِالْحَرْبِ، وَلَا أَرْهَبُ بِالضَّرْبِ۔ وَأَنَا عَلَى
مَا قَدْ وَعَدَنِي رَبِّي مِنَ النَّصْرِ۔ وَاللَّهُ مَا
اسْتَعْجَلَ مُتَجَرِّدًا اللَّطْلَبِ بَدَمِ عُثْمَانَ إِلَّا
خَوْفًا مِّنْ أَنْ يُطَالَبَ بِدَمِهِ لِأَنَّهُ مَظْنُونَةٌ
وَلَمْ يَكُنْ فِي الْقَوْمِ أَحَرَصُ عَلَيْهِ مِنْهُ،
فَأَرَادَ أَنْ يُغَالِطَ بِمَا أَجْلَبَ فِيهِ لِيُطِيسَ

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے: اے اللہ کے بندو! میں تمہیں تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت کرتا ہوں کیونکہ بندے جن چیزوں کی ایک دوسرے کو ہدایت کرتے ہیں اُن میں تقویٰ سب سے بہتر و برتر ہے۔ تمہارے اور دوسرے اہل قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس (جنگ) کے جھنڈے کو وہی اٹھائے گا جو نظر رکھنے والا (مصیبتوں پر) صبر کرنے والا اور حق کے مقامات کو پہچاننے والا ہو۔ تمہیں جو حکم دیا جائے اُس پر عمل کرو اور جس چیز سے روکا جائے اُس سے باز رہو، اور کسی بات میں جلدی نہ کرو۔ جب تک اُسے خوب سوچ سمجھ نہ لو۔ ہمیں ان امور میں کہ جن پر تم ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہو، غیر معمولی انقلابات کا اندیشہ رہتا ہے دیکھو! یہ دنیا جس کی تم ترنا کرتے ہو اور جس کی جانب خواہش و رغبت سے بڑھتے ہو جو کبھی تم کو نصیب دلاتی ہے اور کبھی تمہیں خوش کر دیتی ہے۔ تمہارا (اصلی) گھر نہیں ہے اور نہ وہ منزل ہے جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو اور نہ وہ جگہ ہے جس کی طرف تمہیں دعوت دی گئی ہے۔ دیکھو! یہ تمہارے لئے باقی رہنے والی نہیں اور نہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اگر اس نے تمہیں (اپنی آرائشوں سے) فریب دیا ہے تو اپنی برائیوں سے خوف بھی دلایا ہے۔ لہذا تم اس کے ڈرانے سے متاثر ہو کر اس سے فریب نہ کھاؤ، اور اس کے خوفزدہ کرنے کی بناء پر اس کے طمع دلانے میں نہ آؤ۔ اُس گھر کی طرف بڑھو جس کی تمہیں دعوت دی گئی ہے اور اس دنیا سے اپنے دلوں کو موڑ لو تم میں سے کوئی شخص دنیا کی کسی چیز کے روک لئے جانے پر لونڈیوں کی طرح رونے نہ بیٹھ جائے۔ اطاعت خدا پر صبر کر کے اور جن چیزوں کی اُس نے اپنی کتاب میں تم سے حفاظت چاہی ان کی حفاظت کر کے اس سے نعمتوں کی تکمیل چاہو۔ دیکھو! اگر تم نے دین کے اصول محفوظ رکھے تو پھر دنیا کی کسی چیز کو کھو دینا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اور دین کو ضائع و برباد کرنے کے بعد تمہیں دنیا کی کوئی ایسی چیز نفع نہ پہنچائے گی

الْأُمُورِ عِنْدَ اللَّهِ۔ وَقَدْ فُتِحَ بَابُ الْحَرْبِ
بَيْنَكُمْ۔ وَبَيَّنَّ أَهْلُ الْقَبِيلَةِ، وَلَا يَحِيلُ
هَذَا الْعِلْمُ إِلَّا أَهْلُ الْبَصَرِ وَالصَّبْرِ
وَالْعِلْمُ بِمَوَاضِعِ الْحَقِّ۔ فَاْمْضُوا لِمَا
تُؤْمَرُونَ بِهِ وَقِفُوا عِنْدَ مَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ۔
وَلَا تَعْجَلُوا فِي أَمْرِ حَتَّى تَبَيَّنُوا، فَإِنْ
لَنَا مَعَ كُلِّ أَمْرٍ تُنْكَرُ وَتَهْ غَيْرًا۔ إِلَّا وَإِنْ
هَذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَصْبَحْتُمْ تَتَمَنَّوْنَهَا
وَتَرْغَبُونَ فِيهَا، وَأَصْبَحْتُمْ تَغْضَبُكُمْ،
وَتَرْضِيكُمْ لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ وَلَا مَنْزِلِكُمْ
الَّذِي خَلَقْتُمْ لَهُ وَلَا الَّذِي دُعِيتُمْ إِلَيْهِ۔
إِلَّا وَانْهَآ لَيْسَتْ بِبَاقِيَةٍ لَكُمْ وَلَا تَبْقَوْنَ
عَلَيْهَا۔ وَهِيَ وَإِنْ غَرَّتْكُمْ مِنْهَا فَقَدْ
حَدَّرَتْكُمْ شَرَّهَا فَدَعُوا غُرُورَهَا لِتَحْدِ
يَرَهَا وَاطْمَاعَهَا لِتَخُوفِهَا وَسَابِقُوا فِيهَا
إِلَى الدَّارِ الَّتِي دُعِيتُمْ إِلَيْهَا وَأَنْصَرِفُوا
بِقُلُوبِكُمْ عَنْهَا وَلَا يَخْنِ أَحَدُكُمْ خَنِينَ
الْأَمَةِ عَلَى مَا ذُوِيَ عَنْهُ مِنْهَا۔ وَاسْتَتَبُوا
نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَى مَا
اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهِ۔ إِلَّا وَإِنَّهُ لَا
يَضُرُّكُمْ تَضْيِيعُ شَيْءٍ مِّنْ دُنْيَاكُمْ بَعْدَ
حِفْظِكُمْ قَائِمَةً وَدِينَكُمْ بَعْدَ حِفْظِكُمْ
قَائِمَةً دِينَكُمْ۔ إِلَّا وَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُكُمْ بَعْدَ
تَضْيِيعِ دِينِكُمْ شَيْءٌ حَافَظْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ

سے مقصود کیا ہے۔ یہ تو اپنے دن کو اپنا پورا زمانہ خیال کرتے ہیں اور پیٹ بھر کر کھا لیتا ہی اپنا کام سمجھتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں بتانا چاہوں تو تم میں سے ہر شخص کو بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اُسے کہاں جانا ہے اور اس کے پورے حالات کیا ہیں۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم مجھ سے (کھو کر) پیغمبر سے کفر اختیار کر لو گے۔ البتہ میں اپنے مخصوص دوستوں تک یہ چیزیں ضرور پہنچاؤں گا کہ جن کے بھک جانے کا اندیشہ نہیں۔ اُس ذات کی قسم جس نے پیغمبر کو حق کے ساتھ معوث کیا اور ساری مخلوقات میں سے ان کو منتخب فرمایا۔ میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر (خلافت) کے انجام کی خبر دی ہے اور ہر وہ چیز جو سر پر گزرے گی اسے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔ اے لوگو! قسم بخدا میں تمہیں کسی اطاعت پر آمادہ نہیں کرتا مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی گناہ سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ تم سے پہلے خود اُس سے باز رہتا ہوں۔

سرچشمہ وحی والہام سے میرا ب ہونے والے غیب کے پردوں میں مخفی اور مستقبل میں رونما ہونے والی چیزوں کو اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح محسوسات کو آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور یہ ارشاد قدرت قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (تم کہہ دو کہ اللہ کے سوا زمین و آسمان کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا) کے منافی نہیں کیونکہ آیت میں ذاتی طور پر علم غیب کے جاننے کی نفی ہے اس علم کی غیب نفی نہیں جو انبیاء و اولیاء کو القا کرنے والی ہے جس کے نتیجہ میں وہ مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کرتے ہیں اور بہت سے احوال و واردات کو بے نقاب کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مطلب پر قرآن مجید کی متعدد آیتیں شاہد ہیں۔

فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاكَ هٰذَا
قَالَ نَبَّأَنِ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝
جب رسولؐ نے اس واقعہ کی خبر اپنی بیوی کو دی تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے تو رسولؐ نے کہا کہ مجھے ایک جاننے والے اور واقف کار نے خبر دی۔

جو نو جہیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ نہ تاکہ حقیقت مشتبہ ہو جائے اور اس میں شک پڑ جائے۔ خدا کی قسم! اس نے عثمان کے معاملہ میں ان تین باتوں میں سے ایک بات پر بھی تو عمل نہیں کیا۔ اگر ابن عثمان جیسا کہ اس کا خیال تھا ظالم تھے تو (اس صورت میں) اسے چاہئے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا ان کے مددگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا اور اگر وہ مظلوم تھے تو اس صورت میں اس کے لئے مناسب تھا کہ ان کے قتل سے روکنے والوں اور ان کی طرف سے عذر معذرت کرنے والوں میں ہوتا اور اگر ان دونوں باتوں میں اُسے شبہ تھا تو اس صورت میں اسے یہ چاہئے تھا کہ ان سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا اور انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا (کہ وہ جانیں اور ان کا کام) لیکن اُس نے ان باتوں میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا اور ایک ایسی بات کو لے کر سامنے آ گیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی عذر درست ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر طلحہ حضرت عثمان کو ظالم سمجھتے تھے تو ان کے قتل ہونے کے بعد ان کے قاتلوں سے آمادہ قضا ہونے کے بجائے ان کی مدد کرنا چاہئے تھی اور ان کے اس اقدام کو صحیح و درست قرار دینا چاہئے تھا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ظالم ہونے کی صورت میں محاصرہ کرنے والوں کی ان کو مدد کرنا چاہئے تھی۔ کیونکہ ان کی مدد و ہمت افزائی تو وہ کرتے ہی رہے تھے۔

خطبہ ۱۷۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اَيُّهَا الْغَافِلُونَ غَيْرَ الْمَغْفُولِ عَنْهُمْ،
وَالْتَّارِكُونَ الْمَآخِذَ مِنْهُمْ مَالِيٍّ اَرَاكُمْ
عَنِ اللّٰهِ ذَاهِبِينَ، وَاِلٰى غَيْرِهِ رَاغِبِينَ۔
كَانَكُمْ نَعَمَّ اَرَاخَ بِهَا سَأَلْتُ اِلٰى مَوْعِي
وَبَنِي وَمَشَرَّبٍ دَوِيٍّ اِنْسَاهِي كَالْمَعْلُوْفَةِ
لِلْمَسْدَى لَا تَعْرِفُ مَاذَا يَرَادُ بِهَا اِذَا

اے غافلوا! کہ جن کی طرف سے غفلت نہیں برتی جا رہی اور اے چھوڑ دیئے والو کہ جن کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ تعجب ہے کہ میں تمہیں اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ تم اللہ سے دور ہٹتے جا رہے ہو، اور دوسروں کی طرف شوق سے بڑھ رہے ہو گویا تم وہ اونٹ ہو جن کا چرواہا انہیں ایک ہلاک کرنے والی چراگاہ اور تباہ کرنے والے گھاٹ پر لایا ہو۔ یہ اُن چوپایوں کے مانند ہیں جنہیں چھریوں سے ذبح کرنے کے لئے چارہ دیا جا رہا ہو اور انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ جب ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے تو اس

تِلْكَ مِنْ أَتْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ اے رسول! یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں وحی کے ذریعہ تمہیں بتاتے ہیں۔

لہذا اپنے معتقدات کو خن پروری کرتے ہوئے یہ کہنا کہ انبیاء و اولیاء کو علم غیب کا حامل سمجھنا شرک فی الصفات ہے۔ حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ شرک تو اس وقت میں ہوتا کہ جب یہ کہا جاتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی ذاتی حیثیت سے عالم الغیب ہے جب ایسا نہیں بلکہ انبیاء و آلہ کا علم اللہ کا دیا ہوا ہے تو اس کو شرک سے کیا واسطہ اور اگر شرک کے یہی معنی ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ کے اس دعویٰ کا کیا نام ہوگا جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔

اَيُّ اَخْلَقَ لَكُمْ مِنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفَخْ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئِ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدْخُرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرندہ کا ڈھانچہ بناؤں گا پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ خدا کے حکم سے سچ کچ کا پرندہ بن جائے گا اور میں مادر زاد اندھے اور مبرص کو اچھا کر دوں گا اور اس کے حکم سے مردوں کو زندہ کروں گا اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو تم کو بتا دوں گا۔

کیا ان کو بحکم خدا خالق و حیات بخش مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کی صفت خلق و احیاء میں ان کو شریک سمجھا گیا ہے اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ کے کسی کو امور غیب پر مطلع کر دینے سے یہ کہاں سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کے عالم الغیب ہونے میں اس کو شریک ٹھہرایا گیا ہے کہ علم غیب کے جاننے کو شرک سے تعبیر کر کے اپنی موحدانہ عظمت کا مظاہرہ کیا جائے۔

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی چیزیں آ جاتی ہیں یا اس کی تعبیر سے ظاہر ہو جاتی ہیں کہ جن کا ظہور مستقبل سے وابستہ ہوتا ہے حالانکہ خواب کی حالت میں نہ حواس کام دیتے ہیں اور نہ ذہن و ادراک کی قوتیں ساتھ دیتی ہیں تو اگر بیداری میں بعض افراد پر کچھ حقائق منکشف ہو جائیں تو اس پر اچنبھا کیوں اور اس سے وجہ انکار کیا؟ جبکہ عقل کہتی ہے کہ جو چیز خواب میں واقع ہو سکتی ہے وہ بیداری میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ ابن مثنیٰ نے تحریر کیا ہے کہ خواب میں یہ افادہ و فیضان اس لئے ہوتا ہے کہ نفس تربیت بدن کی الجھنوں سے آزاد اور مادی علاقے سے الگ ہوتا ہے جس کی وجہ سے بہت سی ایسی پوشیدہ حقیقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کے دیکھنے سے حجاب عصری مانع ہوتا ہے یونہی وہ نفوس کاملہ جو منصبہ مادی سے بے اعتنا و قلب و روح کی پوری توجہ سے افاضہ علمی کے مرکز سے رجوع ہوتے ہیں ان پر وہ حقائق و بواطن منکشف ہو جاتے ہیں جنہیں ظاہری آنکھیں دیکھنے سے عاجز و قاصر ہوتی ہیں۔ لہذا اہل بیت کی روحانی عظمت کے پیش نظر اس میں قطعاً کوئی استبعاد نہیں کہ وہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہو سکیں۔ چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ

وَ اذْكَانَتْ الْكَرَامَةُ تَقَعُ لَغَيْرِهِمْ فَمَا ظَنُّكَ وَ اذْكَانَتْ الْكَرَامَةُ تَقَعُ لَغَيْرِهِمْ فَمَا ظَنُّكَ جبکہ کرامات کا ظہور اور رُوحوں سے ہو سکتا ہے تو ان ہستیوں بہم علما و دینا و اثار امن النبوة و عنایہ کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے کہ جو علم و دیانت کے

من اللہ بالاصل الکریم تشهد الفروعہ الطیبہ و قد ينقل بین اهل البيت کثیراً من هذا الکلام غیر منسوب الی احد۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۳۴)

اس صورت میں امیر المومنین کے دعوے پر کوئی وجہ استعجاب نہیں جبکہ آپ پروردہ آغوش رسالت و متعلم درس گاہ قدرت تھے۔ البتہ جن کا علم محسوسات کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور ان کے علم و ادراک کا وسیلہ صرف ظاہری حواس ہوتے ہیں وہ عرفان و حقیقت کی راہوں سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے بالمغیبات سے انکار کر دیتے ہیں۔ اگر اس قسم کا دعویٰ ان کو کھاتا اور صرف آپ ہی سے سننے میں آیا ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ اسے تسلیم کرنے میں دماغ پس و پیش کرتے طبیعتیں چپکچپ تیں مگر قرآن میں جب حضرت عیسیٰ کا یہ تک دعویٰ موجود ہے کہ میں تمہیں خبر دے سکتا ہوں کہ تم کیا کھاتے پیتے ہو، اور کیا گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو، تو امیر المومنین کے اس دعویٰ پر کیوں موجود ہے کہ میں تمہیں خبر دے سکتا ہوں کہ تم کیا کھاتے پیتے ہو، اور کیا گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو، تو امیر المومنین کے اس دعویٰ پر کیوں پس و پیش کیا جاتا ہے جبکہ یہ مسلم ہے کہ امیر المومنین پیغمبر کے تمام کمالات و خصوصیات کے وارث تھے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جن چیزوں کو حضرت عیسیٰ جان سکتے تھے پیغمبر اکرم ان سے بے خبر تھے تو پھر وارث علم پیغمبر اگر ایسا دعویٰ کرے تو اس سے انکار کیسا۔ جبکہ حضرت کی یہ علمی وسعت پیغمبر کے علم و کمال کی ایک بہترین حجت و دلیل اور ان کی صداقت کا ایک زندہ مجرہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر حیرت انگیز ہے کہ وہ حالات پر مطلع ہونے کے باوجود اپنے کسی قول و عمل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ وہ انہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ سید ابن طاووس علیہ الرحمہ اس دعویٰ کی غیر معمولی عظمت و اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

ومن عجائب هذا القول ان علی ابن ابی طالب مع علمه بتفصیل الاحوال یسیر فی الناس بالمقال و الفعل سیرة من لا یعتقد من یراه انه عارف ببواطن تلك الاعمال و الافعال و الاقوال و قد عرف العقلاء ان کل من عرف و اطلع علی مایتجدد من حركة من حرکات نفسه او حرکات من یصحبه او یطلع علی اسرار الناس فانه یظهر علی وجهه و فعله اثر علمه بذلك و ان من یعلم و یكون کمن لا یعلم فانه من اس دعویٰ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ امیر المومنین احوال و وقائع سے باخبر تھے پھر بھی قول و عمل کے لحاظ سے ایسی روش اختیار کئے ہوئے تھے کہ دیکھنے والا یہ ماننے کے لئے تیار ہو سکتا تھا کہ آپ دوسروں کی پوشیدہ باتوں اور مخفی کاموں پر مطلع ہوں گے کیونکہ عقلاً کو یہ اعتراف ہے کہ جس کو یہ معلوم ہو کہ اس سے کونسا عمل ظہور پذیر ہونے والا ہے یا اس کا ساتھی کیا قدم اٹھانے والا ہے یا لوگوں کے چھپے ہوئے بھید اس کی نظر میں ہوں تو اس علم کے اثرات اس کے چہرے کے خط و خال اور اس کے حرکات و سکنات سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور جو شخص جاننے بوجھنے کے باوجود اس طرح

الایات البہرات والجمع بین الاضداد رہے سبے کہ گویا وہ بے خبر ہے اور کچھ نہیں جانتا تو اس کی مشکلات۔ (طرائف ص ۲۲۲) شخصیت ایک معجزہ اور متضاد چیزوں کا مجموعہ ہوگی۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے باطنی علم کے مقتضیات پر عمل کیوں نہ کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ احکام شریعت کی بنیاد ظاہری اسباب پر ہے، چنانچہ قاضی کو اگر یہ علم و جائے فلاں فریق حق بجانب ہے اور فلاں باطل پر ہے تو وہ اپنے علم پر بنا کرتے ہوئے فریق اول کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گا، بلکہ کسی نتیجے پر پہنچنے کے لئے جو شرعی اور متعارف طریقے ہیں انہیں پر چلے گا اور ان سے جو نتیجہ نکلے گا اسی کا پابند ہوگا مثلاً قاضی کو اگر خواب مکافہ یا فراست سے یہ علم ہو جائے کہ زید نے عمرو کی دیوار گرائی ہے تو اُسے یہ حق نہیں پہنچتا، کہ وہ اپنے اس علم کے مطابق فیصلہ کرے بلکہ وہ یہ دیکھے گا کہ مینہ شہادت کی رو سے اس پر جرم عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ان ظاہری طریق سے جرم ثابت نہ ہوگا تو اُسے مجرم نہ قرار دیا جائے گا۔ اگرچہ اسے اپنے مقام پر اس کے مجرم ہونے کا یقین ہو۔ اس کے علاوہ انبیاء و اولیاء اپنے علم باطنی پر بنا کرتے ہوئے عملدرآمد کرتے تو یہ امر اختلال و انتشار امت کا باعث ہو جاتا مثلاً اگر کوئی نبی یا ولی اپنے علم باطنی کی وجہ سے کسی واجب القتل کو قتل کی سزا دے تو یہ دیکھنے والوں میں ایک اضطراب و ہيجان پیدا ہو جائے کہ اس نے ناحق ایک شخص کو قتل کر دیا ہے اسی لئے قدرت نے خاص موارد کے علاوہ علم باطنی پر بنا کر کے نتائج مرتب کرنے کی اجازت نہیں دی اور صرف ظواہر کا پابند بنایا ہے۔ چنانچہ پیغمبر بعض منافقین کے نفاق سے آگاہ ہونے کے باوجود ان سے وہی رویہ رکھتے تھے جو ایک مسلمان کے ساتھ رکھنا چاہئے۔

اب اس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اگر وہ پوشیدہ چیزوں کو جانتے تھے تو اس کے مطابق عمل کیوں نہ کرتے تھے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ علم باطنی کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے کے لئے مامور ہی نہ تھے البتہ پند و معظمت اور انداز و بشارت کے لئے جہاں حالات و مقتضیات ہوتے تھے بعض امور کو ظاہر کر دیتے تھے تاکہ پیش آئندہ واقعات کی پیش بندی کی جا سکے جیسا کہ امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ نے یحییٰ ابن زید کو مطلع کر دیا کہ وہ اگر نکلے تو قتل کر دیے جائیں گے چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے۔

وقد صح عنه انه كان يحذر بعض قرابته بوقائع تكون لهم فتصح كما يقول وقد حذر يحيى ابن عمه زيد من مصرعه و عصي فخرج وقتل بالجور ذبحان۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۴۳) امام جعفر صادق سے صحیح طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے بعض عزیزوں کو پیش آنیوالے حادثوں سے آگاہ کر دیتے تھے اور وہ اسی طرح ہو کر رہتے تھے جس طرح آپ فرما دیتے تھے چنانچہ آپ نے اپنے ابن عم یحییٰ ابن زید کو قتل ہو جانے سے متنبہ کیا مگر وہ آپ کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے چل دیئے اور جو زبان میں قتل کر دیئے گئے۔

البتہ جہاں ذہنوں میں تشویش پیدا ہونی کا اندیشہ ہوتا تھا وہاں اس کا اظہار تک نہ کیا جاتا تھا چنانچہ اس خطبہ میں حضرت نے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ان کو رسول کی منزل سے بھی بالاتر سمجھے لگیں گے زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا۔ لیکن اس کے باوجود جس طرح حضرت عیسیٰ کے بارے میں لوگ بھک گئے اور انہیں ابن اللہ کہنے لگے یونہی حضرت کے متعلق ”بعض“ بعض کج فہم کچھ کا کچھ کہنے لگے اور غلو کی حد تک پہنچ کر گمراہ ہو گئے۔

خطبہ ۱۷۴

وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْتَفِعُوا بَيِّنَاتِ اللَّهِ، وَاتَّعِظُوا بِمَوَاعِظِ اللَّهِ، وَاقْبَلُوا نَصِيحَةَ اللَّهِ - فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعَدَّ إِلَيْكُمْ بِالْجَلِيلَةِ وَأَخَذَ عَلَيْكُمْ الْحُجَّةَ وَبَيَّنَ لَكُمْ مُحَابَبَهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَمَكَارِهِهَا مِنْهَا لِيَتَّبِعُوا هَذِهِ وَتَجْتَنِبُوا هَذِهِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ الْجَنَّةَ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ وَإِنَّ النَّارَ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ - وَأَعْلَمُوا أَنَّهُ مَا مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ شَيْءٍ إِلَّا يَأْتِي فِي كُرِّهِ وَمَا مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ شَيْءٍ إِلَّا يَأْتِي فِي شَهْوَةٍ - فَرَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا تَزَعَ عَنْ شَهْوَتِهِ - وَقَمَعَ هَوَى نَفْسِهِ، فَإِنَّ هَذِهِ النَّفْسَ أَبْعَدَ شَيْءٍ مَنَزَعًا وَأَنْهَا لَا تَزَالُ تَنزِعُ إِلَى مَعْصِيَةٍ فِي هَوَى - وَأَعْلَمُوا أَنَّ الْيَوْمَ لَا يَنْبَغِي وَلَا يُصْبِحُ إِلَّا وَنَفْسُهُ ظَنُونٌ عِنْدَهُ - فَلَا يَزَالُ زَارِبًا عَلَيْهَا وَمُسْتَرِيدًا لَهَا فَكُونُوا كَالسَّائِقِينَ قَبْلَكُمْ وَالْمَاضِينَ أَمَامَكُمْ قَوْضُوا مِنَ الدُّنْيَا تَقْوِيضَ الرَّاحِلِ وَطَوَّوْهَا طَيَّ الْمَنَازِلِ - وَأَعْلَمُوا أَنَّ هَذَا الْقُرْآنَ هُوَ النَّاصِحُ الَّذِي لَا يَغْشَى، وَالْهَادِي الَّذِي لَا يُضِلُّ، وَالْمُحَدِّثُ الَّذِي

خداوند عالم کے ارشادات سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے موعظوں سے نصیحت حاصل کرو اور اس کی نصیحتوں کو مانو کیونکہ اُس نے واضح دلیلوں سے تمہارے لئے کسی عذر کی گنجائش نہیں رکھی اور تم پر (پوری طرح) حجت کو تمام کر دیا ہے اور اپنے پسندیدہ و ناپسند اعمال تم سے بیان کر دیئے ہیں تاکہ اچھے اعمال بجالاؤ اور بُرے کاموں سے بچو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت ناگواریوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں گھرا ہوا ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کی ہر اطاعت ناگواری صورت میں اور اس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا اُس شخص پر رحمت کرے جس نے خواہشوں سے دوری اختیار کی اور اپنے نفس کے ہوا و ہوس کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا، کیونکہ نفس خواہشوں میں لامحدود درجہ تک بڑھنے والا ہے اور وہ ہمیشہ خواہش و آرزوئے گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اللہ کے بندو! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مومن (زندگی کے) صبح و شام میں اپنے نفس سے بدگمان رہتا ہے اور اس پر (کوٹا ہوں) کا الزام لگاتا ہے اور اس سے (عبادتوں میں) اضافہ کا خواہش مند رہتا ہے۔ تم ان لوگوں کی طرح بنو کہ جو تم سے پہلے آگے بڑھ چکے ہیں اور تمہارے قبل اس راہ سے گزر چکے ہیں انہوں نے دنیا سے یوں اپنا رخت سفر باندھا جس طرح مسافر اپنا ڈیڑا اٹھا لیتا ہے اور دنیا کو اس طرح طے کیا جس طرح (سفر کی) منزلوں کو یاد رکھو کہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو فریب نہیں دیتا اور ایسا ہدایت کرنے والا ہے جو گمراہ نہیں کرتا اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا۔ جو بھی اس قرآن کا ہم نشین ہوا وہ ہدایت کو

لَا يَكْذِبُ۔ وَمَا جَالَسَ هَذَا الْقُرْآنَ أَحَدٌ إِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ أَوْ نَقْصَانٍ: زِيَادَةٍ فِي هُدًى: أَوْ نَقْصَانٍ مِنْ عَمَىٰ۔ وَأَعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَىٰ أَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ، وَلَا لِأَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْآنِ مِنْ غَنَىٰ فَاسْتَشْفُوهُ مِنْ أَدْوَائِكُمْ وَاسْتَعِينُوا بِهِ عَلَىٰ لَا وَائِكُمْ، فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ الدَّاءِ وَهُوَ الْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ وَالْغَىٰ وَالضَّلَالُ۔ فَاسْأَلُوا اللَّهَ بِهِ، وَتَوَجَّهُوا إِلَيْهِ بِحُبِّهِ، وَلَا تَسْأَلُوا بِهِ خَلْقَهُ إِنَّهُ مَا تَوَجَّهَ الْعِبَادُ إِلَى اللَّهِ بِمِثْلِهِ۔ وَأَعْلَمُوا أَنَّهُ شَافِعٌ وَمُشَفَّعٌ، وَقَائِلٌ وَمُصَدِّقٌ وَأَنَّهُ مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفَعَ فِيهِ، وَمَنْ مَحَلَّ بِهِ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَّقَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يَنَادِي مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا إِنْ كُلَّ حَارِثٍ مُبْتَلًى فِي حَرْثِهِ وَعَاقِبَةٍ عَلَيْهِ غَيْرَ حَرْثِهِ الْقُرْآنُ، فَكُونُوا مِنْ حَرْثِهِ وَاتَّبَاعِهِ۔ وَاسْتَدِلُّوا مِنْ حَرْثِهِ وَاتَّبَاعِهِ۔ وَاسْتَدِلُّوهُ عَلَىٰ رَبِّكُمْ، وَاسْتَنْصِحُوهُ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ، وَأَتَّهُمُوا عَلَيْهِ أَرَائِكُمْ وَاسْتَغْشَوْا فِيهِ أَهْوَاءَكُمْ الْعَمَلِ الْعَمَلِ، ثُمَّ النَّهَايَةَ النَّهَايَةَ۔ وَالْإِسْقَامَةَ الْإِسْقَامَةَ، ثُمَّ الصَّبْرَ الصَّبْرَ، وَالْوَرَعَ الْوَرَعَ۔ إِنَّ لَكُمْ نَهَايَةَ

بڑھا کر اور گمراہی و ضلالت کو گھٹا کر اس سے الگ ہوا۔ جان لو کہ کسی کو قرآن (کے تعلیمات) کے بعد (کسی اور لائحہ عمل کی احتیاج نہیں رہتی اور نہ کوئی قرآن سے) (کچھ سیکھنے) سے پہلے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ اس سے اپنی بیماریوں کی شفا چاہو اور اپنی مصیبتوں پر اس سے مدد مانگو۔ اس میں سفر و نفاق اور ہلاکت و گمراہی جیسی بڑی بڑی مرضوں کی شفا پائی جاتی ہے اس کے وسیلہ سے اللہ سے مانگو اور اس کی شفا پائی جاتی ہے اس کے وسیلہ سے اللہ سے مانگو اور اس کی دوستی کو لئے ہوئے اس کا رخ کرو اور اسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یقیناً بندوں کے لئے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا اس جیسا کوئی ذریعہ نہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات) تصدیق شدہ ہے۔ قیامت کے دن جس کی یہ شفاعت کرے گا، وہ اس کے حق میں مانی جائے گی اور اُس روز جس کے عیوب بتائے گا تو اس کی بارے میں بھی اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ قیامت کے دن ایک ندادینے والا پکار کر کہے گا کہ دیکھو قرآن کی کھیتی بونے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجے میں مبتلا ہے۔ لہذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پیروکار بنو، اور اپنے پروردگار تک پہنچنے کے لئے اُس سے پند و نصیحت چاہو اور اس کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو غلط و فریب خوردہ سمجھو۔ عمل کرو۔ عمل کرو اور عاقبت و انجام کو دیکھو، استوار و برقرار رہو، پھر یہ کہ صبر کرو، تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو، تمہارے لئے ایک منزل منتہا ہے اپنے کو وہاں تک پہنچاؤ، اور تمہارے لئے ایک نشان ہے اس سے ہدایت حاصل کرو۔ اسلام کی ایک حد ہے، تم اس حد

فَانْتَهُوْا اِلَىٰ نِهَآئَتِكُمْ وَاِنْ لَكُمْ عَلَمًا فَاهْتَدُوا بِعَلَمِكُمْ۔ وَاِنْ لَكُمْ عَلَمًا فَاهْتَدُوا بِعَلَمِكُمْ۔ وَاِنْ لِلْاِسْلَامِ غَايَةٌ فَانْتَهُوْا اِلَىٰ غَايَتِهِ۔ وَاخْرُجُوْا اِلَىٰ اللّٰهِ بِمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَقِّهِ وَبَيْنَ لَكُمْ مِنْ وُظَائِفِهِ۔ اَنَا شَهِدُ لَكُمْ وَحَجَّتُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْكُمْ۔

اَلَا وَاِنَّ الْقَدَرَ السَّابِقَ قَدْ وَقَعَ، وَالْقَضَاءُ الْمَاضِيَ قَدْ تَوَرَّدَ وَاِنِّیْ مُتَكَلِّمٌ بِعِدَّةِ اللّٰهِ وَحُجَّتِهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ”اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَنْزَلُ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اِلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشُرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ۔“ وَقَدْ قُلْتُمْ رَبُّنَا اللّٰهُ، فَاسْتَقِیْمُوْا عَلٰی کِتَابِهِ، وَعَلٰی مِنْهَا جِ اَمْرٌ۔ وَعَلٰی الطَّرِیْقَةِ الصَّالِحَةِ مِنْ عِبَادَتِهِ۔ ثُمَّ لَا تَمُرُّوْا مِنْهَا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فِيْهَا وَلَا تُخَالِفُوْا عَنْهَا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فِيْهَا وَلَا تُخَالِفُوْا عَنْهَا۔ فَاِنَّ اَهْلَ الْمُرُوْقِ مُنْقَطِعٌ بِهِمْ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ثُمَّ اِیَّاكُمْ وَتَهْزِیْعُ الْاَخْلَاقِ وَتَصْرِیْفُهَا۔ وَاجْعَلُوْا لِلِّسَانِ وَاَحَدًا۔ وَلِیَحْزُنِ الرَّجُلُ لِلسَّانَةِ۔ فَاِنَّ هَذَا اللِّسَانَ جَمُوْحٌ بِصَاحِبِهِ وَاللّٰهُ مَا اَرٰی عَبْدًا یَّتَّقِیْ تَقْوٰی تَنْفَعُهُ حَتّٰی یَحْزَنَ لِلسَّانَةِ۔ وَاِنَّ لِّسَانَ الْمُؤْمِنِ مِنْ وُدٍّ اٰی قَلْبِهِ۔ وَاِنَّ قَلْبَ

وانتہا تک پہنچو۔ اللہ نے جن حقوق کی ادائیگی کو تم پر فرض کیا ہے اور جن فرائض کو تم سے بیان کیا ہے انہیں ادا کر کے اُس سے عہدہ برآ ہو جاؤ میں تمہارے اعمال کا گواہ اور قیامت کے دن تمہاری طرف سے حجت پیش کرنے والا ہوں۔ دیکھو! جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو فیصلہ خداوندی تھا وہ سامنے آ گیا۔ میں الہی وعدہ و برہان کی رو سے کلام کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر وہ اس (عقیدہ) پر جمے رہے۔ ان پر فرشتے اُترتے ہیں اور (یہ کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کھاؤ اور ٹمگین نہ ہو۔ تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اب تمہارا قول تو یہ ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقہ پر جمے رہو اور پھر اس سے نکل کر نہ بھاگو، اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے خلاف چلو۔ اس لئے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ (کی رحمت) سے جدا ہونے والے ہیں۔ پھر یہ کہ تم اپنے اخلاق و اطوار کو پلٹنے اور انہیں ادا کرنے بدلنے سے پرہیز کرو۔ دورخی اور متلون مزاجی سے بچتے رہو، اور ایک زبان رکھو۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔ اس لئے کہ یہ اپنے مالک سے منہ زوری کرنے والی ہے۔ خدا کی قسم! میں نے کسی پرہیزگار کو نہیں دیکھا کہ تقویٰ اس کے لئے مفید ثابت ہوا ہو۔ جب تک کہ اس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی ہو۔ بے شک مومن کی زبان اُس کے دل کے پیچھے ہے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے۔ کیونکہ مومن جب کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو پہلے اسے دل میں سوچ لیتا ہے اور اگر وہ اچھی بات ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بُری ہوتی ہے تو اسے پوشیدہ ہی رہنے دیتا ہے

الْمَنَافِقِ مَنْ وَّرَاءَ لِسَانِهِ أَنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا
أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ تَدْبِيرُهُ فِي نَفْسِهِ،
فَإِنْ كَانَ خَيْرًا أَبَدَاهُ، وَإِنْ كَانَ
شَرًّا أَرَاهُ وَإِنَّ الْمَنَافِقَ يَتَكَلَّمُ بِمَا أَتَى
عَلَى لِسَانِهِ لَا يَدْرِي مَا ذَا لَهُ وَمَا ذَا عَلَيْهِ
وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَسْتَقِيمُ إِيْمَانُ عَبْدٍ
حَتَّى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ وَلَا يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ
حَتَّى يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ" فَمَنْ اسْتَطَاعَ
مِنْكُمْ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ وَهُوَ نَقِيُّ الرَّحَةِ مِنْ
دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالِهِمْ، سَلِيمُ
اللِّسَانِ مَنْ إِعْرَاضَهُمْ فَلْيَفْعَلْ -
وَأَعْلَمُوا عِبَادَ اللَّهِ أَنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْتَحِلُّ
الْعَامَ مَا اسْتَحَلَّ عَامًّا أَوَّلًا، وَيُحَرِّمُ
الْعَامَ مَا حَرَّمَ عَامًّا أَوَّلًا وَإِنْ مَا أَحَدَثَ
النَّاسُ لَا يُحِلُّ لَكُمْ شَيْئًا مِمَّا حَرَّمَ
عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ
وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ، فَقَدْ جَرَّبْتُمْ
الْأُمُورَ وَضَرَّ سَتْمُوهَا وَوُعِظْتُمْ بِمَنْ
كَانَ قَبْلَكُمْ وَضُرِبَتْ لَكُمْ الْأَمْثَالُ
وَدُعِيتُمْ إِلَى الْأَمْرِ الْوَاضِحِ، فَلَا يَصُمُّ
عَنْ ذَلِكَ إِلَّا أَصَمُّ، وَلَا يَعْمَى عَنْ ذَلِكَ
إِلَّا أَصَمُّ، وَلَا يَعْمَى عَنْ ذَلِكَ إِلَّا أَعْمَى
وَمَنْ لَمْ يَنْفَعَهُ اللَّهُ بِالْبَلَاءِ وَالتَّجَارِبِ لَمْ
يَنْتَفِعْ بِشَيْءٍ مِنَ الْعِظَةِ وَآتَاكَ التَّقْصِيرُ مِنْ

اور منافق کی زبان پر جو آتا ہے کہہ گزرتا ہے اسے یہ کچھ خبر نہیں
ہوتی کہ کون سی بات اس کے حق میں ہے اور کون سی بات مضر
ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی
بندے کا ایمان اُس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک اس کا
دل مستحکم نہ ہو اور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک
زبان مستحکم نہ ہو۔ لہذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ
اللہ کے حضور میں اس طرح پہنچے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے
خون اور ان کے مال سے پاک و صاف اور اس کی زبان
ان کی آبروریزی سے محفوظ رہے تو اُسے ایسا ہی کرنا چاہئے
خدا کے بندو! یاد رکھو کہ مومن اس سال بھی اسی چیز کو حلال
سمجھتا ہے جسے پارساں حلال سمجھ چکا ہے اور اس سال بھی
اسی چیز کو حرام کہتا ہے جسے گزشتہ سال حرام کہہ چکا ہے اور
یاد رکھو! کہ لوگوں کی پیدا کی ہوئی بدعتیں ان چیزوں کو جو خدا
کی طرف سے حرام ہیں حلال نہیں کر سکتیں، بلکہ حلال وہ ہے
جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام
کیا ہے۔ تم تمام چیزوں کو تجربہ و آزمائش سے پرکھ چکے ہو
اور پہلے لوگوں سے تمہیں پند و نصیحت بھی کی جا چکی ہے اور
(حق و باطل) کی مثالیں بھی تمہارے سامنے پیش کی جا چکی
ہیں اور واضح حقیقتوں کی طرف تمہیں دعوت دی جا چکی ہے۔
اب اس آواز کے سننے سے قاصر وہی ہو سکتا ہے جو واقعی بہرا
ہو اور اس کے دیکھنے سے معذور وہی سمجھا جاسکتا ہے جو اندھا
ہو اور جسے اللہ کی آزمائشوں اور تجربوں سے فائدہ نہ پہنچے وہ
کسی پند و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اسے زیاں
کاریاں ہی درپیش ہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ بُری باتوں کو
اچھا اور اچھی باتوں کو بُرا سمجھے گا۔ چونکہ لوگ دو قسم کے
ہوتے ہیں ایک شریعت کے پیروکار اور دوسرے بدعت ساز

أَمَامِهِ حَتَّى يَعْرِفَ مَا أَنْكَرَ، وَيَنْكَرَ مَا عَرَفَ
فَإِنَّ النَّاسَ رَجُلَانِ مَتَّبِعِ شَرِّعَةٍ وَمَتَّبِعِ
بِدْعَةٍ لَيْسَ مَعَهُ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ بَرْهَانُ
سُنَّةٍ وَلَا ضِيَاءُ بَرْهَانٍ سُنَّةٍ وَلَا ضِيَاءُ
حُجَّةٍ - وَأَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَعْظِ أَحَدًا
بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ حَبَّلَ اللَّهُ الْمَتِّينَ
وَسَبَبَهُ الْأَمِينُ، وَفِيهِ رَيْعُ الْقَلْبِ وَيَنَابِيعُ
الْعِلْمِ وَمَا لِلْقَلْبِ جَلَاءٌ غَيْرُهُ، مَعَ أَنَّهُ قَدْ
ذَهَبَ التَّدَكُّرُونَ وَبَقِيَ النَّاسُونَ
أَوِ التَّمَسُّونَ فَادَارَ أَيْتَمٌ خَيْرًا فَاعْيَنُوا عَلَيْهِ،
وَإِذَا رَأَيْتُمْ شَرًّا فَادْهَبُوا عَنْهُ فَإِنَّ رَسُولَ يَا
ابْنَ آدَمَ أَعْمَلُ الْخَيْرِ وَدَعِ الشَّرَّ فَإِذَا أَنْتَ
جَوَادٌ قَاصِدٌ "الْأَوَّانُ الظُّلْمُ ثَلَاثَةٌ فَظُلْمٌ لَا
يُغْفَرُ ظُلْمٌ لَا يَتْرُكُ وَظُلْمٌ مَغْفُورٌ لَا
يُطْلَبُ، فَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي لَا يُغْفَرُ فَالشَّرُّ
بِاللَّهِ - قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْفِرُ أَنْ
يُشْرَكَ بِهِ" - وَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي يُغْفَرُ فَظُلْمُ
الْعَبْدِ نَفْسَهُ عِنْدَ بَعْضِ الْهَنَاتِ وَأَمَّا الظُّلْمُ
الَّذِي لَا يَتْرُكُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضَهُمْ بَعْضًا -
الْقَصَاصُ هُنَاكَ شَدِيدٌ لَيْسَ هُوَ جَوْحًا
بِالسُّلَى وَلَا ضَرْبًا بِالسِّيَاطِ، وَلَكِنَّهُ مَا
يُسْتَصْعَرُ ذَلِكَ مَعَهُ، فَإِيَّاكُمْ وَالتَّلَوْنَ فِي
وَيْنِ اللَّهِ فَإِنَّ جَمَاعَةً فِيمَا تَكْرَهُونَ مِنَ
الْحَقِّ خَيْرٌ مِنْ فُرْقَةٍ فِيمَا تُحِبُّونَ مِنَ
الْبَاطِلِ وَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَعْظِ

کے جن کے پاس نہ سنت پیغمبر کی کوئی سند ہوتی ہے اور نہ
دلیل و برہان کی روشنی۔ بلاشبہ اللہ سبحانہ نے کسی کو ایسی
نصیحت نہیں کی جو اس قرآن کے مانند ہو کیوں کہ یہ اللہ کی
مضبوط رسی اور امانتدار وسیلہ ہے۔ اسی میں دل کی بہار اور
علم کے سرچشمے ہیں اور اسی سے (آئینہ) قلب پر جلا ہوتی
ہے۔ باوجودیکہ یاد رکھنے والے گزر گئے اور بھو جانے
والے یا بھولاوے میں ڈالنے والے باقی رہ گئے ہیں۔ اب
تمہارا کام یہ ہے کہ بھلائی کو دیکھو تو اُسے تقویت پہنچاؤ اور
برائی کو دیکھو تو اس سے (دامن بچا کر) چل دو، اس لئے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اے
فرزند آدم! اچھے کام کرو اور برائیوں کو چھوڑ دے۔ اگر تو
نے ایسا کیا تو تو نیک چلن اور راست رو ہے۔ دیکھو! ظلم تین
طرح کا ہوتا ہے ایک ظلم وہ جو بخشا نہیں جائے گا اور دوسرا
ظلم وہ جس کا (مواخذہ) چھوڑا نہیں جائے گا، تیسرا وہ جو
بخش دیا جائے گا اور اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔ لیکن وہ ظلم جو
بخشا نہیں جائے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے
جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ خدا اس (گناہ) کو نہیں بخشتا
کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ وہ ظلم جو بخش دیا جائے وہ
ہے جو بندہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہو کر اپنے
نفس پر کرتا ہے اور وہ ظلم کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا وہ
بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت
میں سخت بدلہ لیا جائے گا۔ وہ کوئی چھریوں سے کچوکے دینا
اور کوڑوں سے مارنا نہیں ہے بلکہ ایک ایسا سخت عذاب ہے
جس کے مقابلہ میں یہ چیزیں بہت ہی کم ہیں۔ دین خدا میں
رنگ بدلنے سے بچو، کیونکہ تمہارا حق پر ایک کر لینا جسے تم ناپسند
کرتے ہو باطل راستوں پر جا کر بٹ جانے سے جو تمہارا
محبوب مشغلہ ہے، بہتر ہے بے شک اللہ سبحانہ نے اگلوں

أَحَدًا بِفَرْقَةٍ خَيْرًا مِّنْ مَّضَى وَلَا مِّنْ بَقِيَ۔
اور پچھلوں میں کسی کو متفرق اور پرانہ ہو جانے سے کوئی بھلائی نہیں دی۔

اے لوگو! لائق مبارک باد وہ شخص ہے جسے اپنے عیوب دوسروں کی عیب گیری سے باز رکھیں اور قابل مبارک باد وہ شخص ہے جو اپنے گھر (کے گوشہ) میں بیٹھ جائے اور جو کھانا میسر آ جائے کھالے اور اپنے اللہ کی عبادت میں لگا رہے اور اپنے گناہوں پر آنسو بہائے کہ اس طرح وہ بس اپنی ذات کی فکر میں رہے اور دوسرے لوگ اس سے آرام میں رہیں۔

خطبہ ۱۷۵

وَمِنَ كَلَامِ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى الْحَكَمِينَ
فَاجْمَعْ رَأْيَ مَلَئِكَمَ عَلَى أَنْ اخْتَارُوا رَجُلَيْنِ فَاخْتَرْنَا عَلَيْهِمَا أَنْ يُجْعَلَا عِنْدَ الْقُرْآنِ۔ وَلَا يُجَاوِزَا، وَتَكُونَ أَلْسِنَتُهُمَا مَعَهُ وَقُلُوبُهُمَا تَبَعُهُ، فَتَاهَا عَنْهُ وَتَرَكَ الْحَقَّ وَهَمَّا يَبْصُرَانِهِ وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا۔ وَالْأَعْوَجَاجُ رَأْيُهُمَا وَقَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكْمِ بِالْعَدْلِ وَالْعَمَلِ بِالْحَقِّ سُوءَ رَأْيِهِمَا وَاجْوَرَ حُكْمِهِمَا، وَالْفَقْهُ فِي أَيْدِينَا لَا نَفْسِنَا حِينَ خَالَفَا سَبِيلَ الْحَقِّ وَاتَّبَاعِيَا لَا يُعْرِفُ مِنْ مَعْكَوسِ الْحُكْمِ۔
تمہاری جماعت ہی نے دو شخصوں کے چن لینے کی رائے طے کی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان دونوں سے یہ عہد لیا تھا، کہ وہ قرآن کے مطابق عمل کریں اور اس سے سرمو تجاوز نہ کریں اور ان کی زبانیں اس سے ہمو اور ان کے دل اس کے پیرو رہیں مگر وہ قرآن سے بھٹک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے حالانکہ وہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ ظلم ان کی عین خواہش اور کج روی ان کی روش تھی حالانکہ ہم نے پہلے ہی ان سے یہ ٹھہر لیا تھا کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق پر عمل پیرا ہونے میں بدینتی اور نا انصافی کو دخل نہ دیں گے۔ اب جب انہوں نے راہ حق سے انحراف کیا اور طے شدہ قرارداد کے برعکس حکم لگایا تو ہمارے ہاتھوں میں (ان کا فیصلہ ٹھکرا دینے کے لئے) ایک مضبوط دلیل (اور معقول وجہ) موجود ہے۔

خطبہ ۱۷۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
خداوند عالم کو ایک حالت دوسری حالت سے سب راہ نہیں ہوتی

لَا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ وَلَا يُغَيِّرُهُ زَمَانٌ وَلَا يَحْوِيهِ مَكَانٌ وَلَا يَصِفُهُ لِسَانٌ، لَا يَعَزُبُ عَنْهُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَاءِ، وَلَا نُجُومُ السَّمَاءِ وَلَا سَوَافِي الرِّيحِ فِي الْهَوَاءِ وَلَا ذَيْبُ النَّيْلِ عَلَى الصَّفَا۔ وَلَا مَقِيلُ الدَّرِّ فِي اللَّيْلَةِ الظُّلُمَاءِ يَعْلَمُ مَسَاقِطَ الْأَوْدَاقِ، وَخَفِيَّ طَرَفِ الْأَحْدَاقِ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ غَيْرَ مَعْدُولٍ بِهِ وَلَا مَشْكُوكٍ فِيهِ، وَلَا مَكْفُورٍ دِينُهُ، وَلَا مَجْحُودٍ تَكْوِينُهُ شَهَادَةً مِّنْ صَدَقَتْ نَيْتُهُ وَصَفَتْ دَخْلَتُهُ، وَخَلَصَ يَقِينُهُ وَثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الْمُجْتَبَى مِنْ خَلَائِقِهِ۔ وَالْمُعْتَمَدُ لِشَرْحِ حَقَائِقِهِ وَالْمُخْتَصَّ بِعَقَائِلِ كَرَامَاتِهِ، وَالْمُصْطَفَى لِكِرَامِ رِسَالَاتِهِ وَالْمُوضَّحُ بِهِ أَشْرَاطُ الْهُدَى، وَالْمُجْلُوبُ بِهِ غَرَبَاتُ الْعَلَى۔

اِيَّهَا النَّاسُ إِنَّ الدُّنْيَا تَغْرُ الْمَوْتَلِ لَهَا وَالْمُخْلَدِ إِلَيْهَا وَلَا تَنْفَسُ بَيْنَ نَافَسٍ فِيهَا، وَتَغْلِبُ مَنْ غَلَبَ عَلَيْهَا، وَأَيُّمُ اللَّهِ مَا كَانَ قَوْمٌ قَطُّ فِي غَضِّ نِعْمَةٍ مِنْ عَيْشٍ فَزَالَتْ عَنْهُمْ إِلَّا بِدُنُوبٍ اجْتَرَحُوهَا لِأَنَّ النَّاسَ حِينَ تَنْزِلُ بِهِمُ النِّقْمُ وَتَزُولُ عَنْهُمْ النِّعْمُ فَرَعَوْا إِلَى

نہ زمانہ اس میں تبدیلی پیدا کرتا ہے، نہ کوئی جگہ اسے گھیرتی ہے اور نہ زبان اس کا وصف کر سکتی ہے۔ اس سے پانی کے قطروں اور آسمان کے ستاروں اور ہوا کے جھکڑوں کا شمار کھینے پتھر پر چوٹی کے چلنے کی آواز اور اندھیری رات میں چھوٹی چوٹیوں کے قیام کرنے کی جگہ کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ بتوں کے گرنے کی جگہوں اور آنکھوں کے چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے نہ اس کی ہستی میں کوئی شبہ نہ اس کے دین سے سرتابی ہو سکتی ہے اور نہ اس کی آفرینش سے انکار، اس شخص کی ہی گواہی جس کی نیت سچی، باطن پاکیزہ، یقین (شہوں سے) پاک اور اس کے (نیک اعمال کا) پلہ بھاری ہو، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں اور مخلوقات میں منتخب، بیان شریعت کے لئے برگزیدہ، گراں بہا بزرگیوں سے مخصوص، اور عمدہ پیغاموں (کے پہنچانے) کے لئے منتخب ہیں۔ آپ کے ذریعہ سے ہدایت کے نشانات روشن کئے گئے اور گمراہی کی تیرگیوں کو چھانٹا گیا۔

اے لوگو! جو شخص دنیا کی آرزوئیں کرتا ہے اور اس کی جانب کھینچتا ہے وہ اسے انجام کار فریب دیتی ہے اور جو اس کا خواہش مند ہوتا ہے اس سے بخل نہیں کرتی اور جو اس پر چھا جاتا ہے وہ اس پر قابو پالے گی۔ خدا کی قسم جن لوگوں کے پاس زندگی کی تروتازہ و شاداب نعمتیں تھیں اور پھر ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں اور یہ ان کے گناہوں کے مرکب ہونے کی پاداش ہے کیونکہ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا اگر لوگ اس وقت کہ جب ان پر مصیبتیں ٹوٹ رہی ہوں اور نعمتیں ان سے زائل ہو رہی ہوں صدق نیت و رجوع قلب سے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ برگشتہ ہو جانے والی نعمتوں کو پھر ان کی

خطبہ ۱۷۸

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا:

میں اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں ہر اُس امر پر جس کا اُس نے فیصلہ کیا اور ہر اُس کام پر جو اُس کی تقدیر نے طے کیا ہو اور اس آزمائش پر جو تمہارے ہاتھوں اُس نے میری کی ہے۔ اے لوگو! کہ جنہیں کوئی حکم دیتا ہوں تو نافرمانی کرتے ہیں اور پکارتا ہوں تو میری آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ اگر تمہیں (جنگ سے) کچھ مہلت ملتی ہے تو ڈینگیں مارنے لگتے ہو اور اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو بزدلی دکھاتے ہو اور جب لوگ امام پر ایکا کر لیتے ہیں تو تم طعن و تشنیع کرنے لگتے ہو اور اگر تمہیں (جکڑ باندھ کر) جنگ کی طرف لایا جاتا ہے تو الٹے پیروں لوٹ جاتے ہو۔ تمہارے دشمنوں کا بُرا ہو۔ تم اب نصرت کے لئے آمادہ ہونے اور اپنے حق کے لئے جہاد کرنے میں کس چیز کے منتظر ہو۔ موت کے یا اپنی ذلت و رسوائی کے؟ خدا کی قسم! اگر میری موت کا دن آئے گا اور البتہ آ کر رہے گا تو وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ در آنحالیکہ میں تمہاری ہم نشینی سے بیزار اور (تمہاری کثرت کے باوجود) اکیلا ہوں۔ اب تمہیں اللہ ہی اجر دے۔ کیا کوئی دین تمہیں ایک مرکز پر جمع نہیں کرتا اور غیرت تمہیں (دشمن کی روک تھام پر) آمادہ نہیں کرتی۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ معاویہ چند تندرست مزاج اوباشوں کو دعوت دیتا ہے اور وہ بغیر کسی امداد و اعانت اور بخشش و عطا کے اُس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تمہیں امداد کے علاوہ تمہارے معینہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں مگر تم مجھ سے پراگندہ و منتشر ہو جاتے ہو، اور مخالفتیں کرتے ہو۔ حالانکہ تم اسلام کے رہے سبے افراد اور مسلمانوں کا بقیہ ہو۔ تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے اور نہ اس پر متحد ہوتے ہو۔ چاہے وہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف میں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں ان میں سب سے زیادہ محبوب

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ أَصْحَابِهِ۔

أَحْمَدُ اللَّهِ عَلَى مَا قَضَى مِنْ أَمْرٍ وَقَدَّرَ مِنْ فِعْلٍ وَعَلَى ابْتِلَائِي بِكُمْ أَيْتَهَا الْفِرْقَةُ الَّتِي إِذَا أَمَرْتُ لَمْ تُطْعَمْ - وَإِذَا دَعَوْتُ لَمْ تُجِبْ - إِنْ أَمَهَلْتُمْ خُصْمَكُمْ وَإِنْ حَوَرَبْتُمْ عَرْتُمْ طَعْنَكُمْ، وَإِنْ أَجَحْتُمْ إِلَى مَشَاقِقِ نَكَصْتُمْ - لَا أَبَا لِعَيْرِكُمْ مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ، وَالْجَهَادِ عَلَى حَقِّكُمْ؟ الْمَوْتُ أَوِ الدُّلُّ لَكُمْ فَوَاللَّهِ لَئِنْ جَاءَ يَوْمِي، وَلَيَأْتِيَنِي لِيُفَرِّقَنَّ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَنَا لَصَحْبَتِكُمْ قَالِ وَبِكُمْ غَيْرُ كَثِيرٍ - لِلَّهِ أَنْتُمْ أَمَادِينَ يَجْمَعُكُمْ؟ وَلَا حَيَّةٌ تَشْحَدُكُمْ أَوْ لَيْسَ عَجَبًا أَنْ مُعَاوِيَةَ يَدْعُو لِحِفَاةِ الطَّعَامِ فَيَتَّبِعُونَهُ عَلَى غَيْرِ مَعُونَةٍ وَلَا عَطَاءٍ وَأَنَا إِدْعُوكُمْ وَأَنْتُمْ تَرِيكَةُ الْإِسْلَامِ وَبَقِيَّةُ النَّاسِ إِلَى الْمَعُونَةِ وَطَائِفَةٌ مِنَ الْعَطَاءِ فَتَفَرَّقُونَ عَنِّي وَتَخْتَلِفُونَ عَلَيَّ - إِنَّهُ لَا يَخْرُجُ إِلَيْكُمْ مِنْ أَمْرِي رَضَى فَتَرَضُونَهُ - وَلَا سَخَطُ فَتَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ وَإِنْ أَحَبَّ مَا نَأْأَلَا قِيَّ الْمَوْتُ - قَدْ دَارَ سِتُّكُمْ

طرف پلٹا دے گا اور ہر خرابی کی اصلاح کر دے گا۔ مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم جہالت و نادانی میں نہ پڑ جاؤ۔ کچھ واقعات ایسے ہو گزرے ہیں کہ جن میں تم نے نامناسب جذبات سے کام لیا۔ میرے نزدیک تم ان میں سرانہ کے قابل نہیں ہو۔ اگر تمہیں پہلی روش پر پھر لگا دیا جائے تو تم یقیناً نیک بخت و سعادت مند بن جاؤ گے۔ میرا کام تو صرف کوشش کرنا ہے اگر میں کچھ کہنا چاہوں تو البتہ یہی کہوں گا کہ خدا (تمہاری) گزشتہ لغزشوں سے درگزر کرے۔

خطبہ ۱۷۷

ذعلب یعنی نے آپ سے سوال کیا کہ یا امیر المؤمنین کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں اُس اللہ کی عبادت کرتا ہوں؟ جسے میں نے دیکھا تک نہیں۔ اُس نے کہا آپ کیوں کر دیکھتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھیں اُسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں۔ وہ ہر چیز سے قریب ہے لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں۔ وہ ہر شے سے دور ہے مگر الگ نہیں۔ وہ غور و فکر کے بغیر کلام کرنے والا اور بغیر آماجگی کے قصد و ارادہ کرنے والا اور بغیر اعضاء (کی مدد) کے بنانے والا ہے۔ وہ لطیف ہے لیکن پوشیدگی سے اُسے متصہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بزرگ و برتر ہے مگر تند خوئی و بدخلقی کی صفت اس میں نہیں۔ وہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اُسے موصوف نہیں کیا جاسکتا۔ وہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل اُس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔

رَبِّهِمْ بِصِدْقٍ مِنْ نَبَاتِهِمْ كُلِّ شَارِدٍ، وَ أَصْلَحَ لَهُمْ كُلِّ فَاسِدٍ وَإِنِّي لَا خَشْيَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَكُونُوا فِي فِتْرَةٍ - وَقَدْ كَانَتْ أُمُورٌ مَضَتْ مِلَّتُمْ فِيهَا مَيْلَةً كُنْتُمْ فِيهَا عِنْدِي غَيْرَ مَحْمُودِينَ وَلَئِنْ رُدَّ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ إِنَّكُمْ لَسَعْدَاءُ وَمَا عَلَيَّ إِلَّا الْجُهْدُ، وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُولَ لَقُلْتُ، عَفَا اللَّهُ عَنَّا سَلَفَ۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ سَأَلَهُ ذُعْلَبُ الْيَمَانِيُّ فَقَالَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَفَاعْبُدُ مَا لَا أَرَى؟ فَقَالَ: وَكَيْفَ تَرَاهُ؟ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا يَرَاهُ الْعَيُّونُ بِشَاهِدَةِ الْعِيَانِ وَلَكِنْ قُدِّرَ لَهُ الْقُلُوبُ بِحَقَائِقِ الْإِيمَانِ قَرِيبٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ غَيْرِ مُلَامِسٍ بَعِيدٍ مَنَهَا غَيْرُ مُبَايِنٍ مُتَكَلِّمٍ لَا بِرَوِيَّةٍ، مُرِيدٌ لَا بِهَيْئَةٍ صَانِعٌ لَا بِجَارِحَةٍ، لَطِيفٌ لَا يُوصَفُ بِالْجَفَاءِ بَصِيرٌ لَا يُوصَفُ بِالْحَاسَةِ رَحِيمٌ لَا يُوصَفُ بِالرَّقَةِ تَعْنُوا لَوْجُوهَ لِعَظْمَتِهِ، وَتَجِبُ الْقُلُوبُ مِنْ مَخَافَتِهِ۔

الْكِتَابَ وَفَاتَحْتُمْ الْجَجَاجَ - وَعَرَفْتُمْ
مَا أَنْكَرْتُمْ وَسَوَّعْتُمْ مَا مَحَجَّتُمْ لَوْ كَانَ
الْأَعْنَى يَلْحَظُ أَوَالِ النَّائِمِ يَسْتَقِظُ،
وَأَقْرَبُ بِقَوْمٍ مِنَ الْجَهْلِ بِاللَّهِ قَائِدُ هُمْ
مُعَاوِيَةُ وَمُؤَدِّبُهُمُ ابْنُ النَّابِغَةِ -

مجھے موت ہے، میں نے تمہیں قرآن کی تعلیم دی اور دلیل و
برہان سے تمہارے درمیان فیصلے کئے اور ان چیزوں سے تمہیں
روشناس کیا جنہیں تم نہیں جانتے تھے اور ان چیزوں کو تمہارے
لئے خوشگوار بنایا جنہیں تم تھوک دیتے تھے کاش کہ اندھے کو کچھ
نظر آئے اور سونے والا (خواب غفلت سے) بیدار ہو۔ وہ قوم
اللہ (کے احکام) سے کتنی جاہل ہے کہ جس کا پیشرو معاویہ اور
معلم نابغہ کا بیٹا ہے۔

لے "نابغہ" عمرو ابن عاص کی والدہ لیلیٰ غزنیہ کا لقب ہے اسے بجائے باپ کے ماں کی طرف نسبت دینے کی وجہ اس کی عمومی شہرت
ہے، چنانچہ جب اروی بنت حارث معاویہ کے ہاں گئیں تو دوران گفتگو عمرو ابن عاص کے لئے آپ نے اُس سے کہا۔

وانت يا ابن النابغة تتكلم وامك
كانت اشهر امرأة تغنى
بمكة واخذهن اجرة ادعائك خمسة
نفر من قريش فسئلت امك عنهم
فقلت كلهم اتاني فانظروا اشبههم
به فالحقوه به فغلب ليك شبه
العاص ابن وائل فلحقته به -

اے نابغہ کے بیٹے تم بھی بولنے کی جرأت کرتے ہو حالانکہ
تمہاری ماں شہرہ آفاق اور مکہ میں گانے بجانے کا پیشہ کرتی
تھی اور اجرت لیتی تھی۔ چنانچہ تمہارے متعلق پانچ آدمیوں
نے دعویٰ کیا اور جب تمہاری ماں سے دریافت کیا گیا تو اس
نے کہا کہ ہاں یہ پانچوں آدمی میرے پاس آئے تھے لہذا
جس سے یہ مشابہہ ہو اس کا اسے بیٹا قرار دے لو تو تم عاص
ابن وائل سے زیادہ مشابہہ نظر آئے جسکی وجہ سے تم اسکے بیٹے
کہلانے لگے۔ وہ پانچ آدمی یہ ہیں۔ عاص ابن وائل، ابو
لہب، امیہ ابن خلف، ہشام ابن مغیرہ، ابوسفیان ابن حرب۔

خطبہ ۱۷۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ أَرْسَلَ
رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ يَعْلَمُ لَهُ عِلْمٌ أَحْوَالِ
قَوْمٍ مِنْ جُنْدِ الْكُوفَةِ قَدْ هَوُوا بِاللِّحَاقِ
بِالْخَوَارِجِ وَكَانُوا أَعْلَى خَوْفٍ مِنْهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا عَادَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ قَالَ
لَهُ: أَأْمِنُوا فَقَطَّنُوا أَمْ جَبَنُوا
فَقَطَّنُوا؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَلْ ظَعَنُوا يَا أَمِيرَ

حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو سیاہ
کوفہ کی ایک جماعت کی خبر لانے کے لئے بھیجا جو خاریجوں
سے منظم ہونے کا تہیہ کئے بیٹھی تھی، لیکن حضرت سے خائف
تھی۔ چنانچہ جب وہ شخص پلٹ کر آیا تو آپ نے دریافت
کیا کہ کیا وہ مطمئن ہو کر ٹھہر گئے ہیں یا کمزوری و بزدلی
دکھاتے ہوئے چل دیئے ہیں۔ اس نے کہا یا امیر المومنین
وہ تو چلے گئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا، انہیں قوم شہود کی طرح

الْمُؤْمِنِينَ: فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: بَعْدًا لَهُمْ
كَمَا بَعَدَتْ ثُمُودُ - أَمَا لَوْ أَشْرَعَتْ الْآسِنَّةُ
إِلَيْهِمْ وَصَبَّتِ السُّيُوفُ عَلَى هَامَاتِهِمْ،
لَقَدْ نَدِمُوا عَلَى مَا كَانَ مِنْهُمْ أَنَّ
الشَّيْطَانَ الْيَوْمَ قَدْ اسْتَعْلَاهُمْ وَهُوَ غَدَا
أَمْتَبَرِي مِنْهُمْ وَمَتَخَلَّ عَنْهُمْ فَحَسِبَهُمْ
يَخْرُوجُهُمْ مِنَ الْهَدَى وَإِدَّتْكَاسِهِمْ فِي
الضَّلَالِ وَالْعَنَى وَصَدَّهِمْ عَنِ الْحَقِّ
وَجَحَّاهُمْ فِي النَّيْبَةِ -

خدا کی رحمت سے دور ہو۔ دیکھنا جب نیزوں کے رخ ان کی
طرف سیدھے ہوں گے اور تلواروں (کے وار) ان کی
کھوپڑیوں پر پڑیں گے تو اپنے کئے پر پچھتائیں گے، آج تو
شیطان نے انہیں تتر بتر کر دیا ہے اور کل ان سے اظہار بیزاری
کرتا ہوا ان سے الگ ہو جائے گا۔ ان کا ہدایت سے نکل جانا،
گمراہی و ضلالت میں جا پڑنا حق سے منہ پھیر لینا اور ضلالتوں
میں منہ زوریاں دکھانا ہی ان کے (مستحق عذاب) ہونے کے
لئے کافی ہے۔

لے قبیلہ بنی ناجیہ کا ایک شخص خربت ابن راشد جنگ صفین میں امیر المومنین کے ساتھ شریک تھا مگر تحکیم کے بعد بغاوت پر اُتر آیا اور
تیس آدمیوں کے ہمراہ حضرت کے سامنے آ کر کہنے لگا۔ واللہ لا طبع امرک ولا اصلی خلفک والی خدا المارق لک خدا کی قسم! نہ
میں آپ کا کوئی حکم مانوں گا نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل آپ سے الگ ہو جاؤں گا۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ تمہیں
پہلے اس تحکیم کے وجوہ پر غور کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں مجھ سے بات چیت کرنا چاہئے۔ اگر تمہارا اطمینان نہ ہو تو پھر جو چاہو
کرو، اُس نے کہا کہ میں کل آؤں گا اور اس کے متعلق گفتگو کروں گا۔ حضرت نے فرمایا: کہہ دیکھو یہاں سے جا کر دوسروں کے
بہکانے میں نہ آ جانا اور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرنا۔ اگر تم سمجھنا چاہو گے تو میں تمہیں اس ٹیڑھی راہ سے ہٹا کر شاہراہ ہدایت پر
لگا دوں گا۔ اس گفتگو کے بعد وہ واپس ہو گیا۔ مگر اس کے تیور اس امر کے غماز تھے کہ وہ بغاوت پر تلا بیٹھا ہے اور کسی طرح
سمجھانے سے نہیں سمجھے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ وہ معاملہ قضی کے بجائے اپنی بات پراڑ گیا اور اپنی منزل پر پہنچ کر اپنے قبیلہ والوں
سے کہا کہ جب ہم نے امیر المومنین سے الگ ہونے کا تہیہ کر لیا ہے تو ان کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہمیں جو قدم
اٹھانا ہے اٹھالینا چاہئے۔ اس موقع پر عبد اللہ بن نعین ازدی بھی ان کی ٹوہ لگانے کے لئے ان کے ہاں پہنچ گئے۔ جب انہوں
نے یہ رنگ دیکھا تو بدرک ابن ریان ناجی سے کہا کہ تم اسے سمجھاؤ اور اس بغاوت کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ
اپنے پورے قبیلہ کے لئے تباہی کا باعث بن جائے جس پر بدرک نے اطمینان دلایا کہ اسے کوئی غلط قدم نہیں اٹھانے دیا جائے
گا۔ چنانچہ عبد اللہ مطمئن ہو کر واپس پلٹ آئے اور دوسرے دن امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام کیفیت سے آپ کو
مطلع کیا جس پر حضرت نے فرمایا کہ دیکھیں اس کے آنے پر کیا صورت ہوتی ہے۔ لیکن مقررہ وقت گزرنے کے بعد جب وہ نہ
آیا تو حضرت نے عبد اللہ سے فرمایا کہ تم جا کر دیکھو کہ کیا بات ہے اور اس تاخیر کا کیا سبب ہے۔ جب عبد اللہ وہاں پہنچے تو وہ سب
جاچکے تھے، پلٹ کر امیر المومنین کے پاس آئے تو حضرت نے اس موقع پر یہ کلام فرمایا۔

خربت ابن راشد اور اس کی جماعت کا جو حشر ہوا وہ خطبہ نمبر ۴۴ کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے۔

خطبہ ۱۸۰

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
 رَوَى عَنْ نَوْفٍ الْبَكَالِيِّ قَالَ خَطَبَنَا
 هَذِهِ الْخُطْبَةُ بِالْكُوفَةِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى حِجَارَةٍ
 نَصَبَهَا لَهُ جَعْدَةُ بْنُ هُبَيْرَةَ
 الْمَخْزُومِيَّةُ، وَعَلَيْهِ مَدْرَعَةٌ مِنْ
 صُوفٍ وَحِمَائِلُ سَيْفِهِ لَيْفٌ وَفِي
 رِجْلَيْهِ نَعْلَانِ مِنَ الْيَفِ، وَكَانَ جَبِينُهُ
 ثِفْنَةً بَعِيرٍ - فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي إِلَيْهِ مَصَائِرُ الْخَلْقِ،
 وَعَوَاقِبُ الْأَمْرِ - نَحْمَدُهُ عَلَى عَظِيمِ
 إِحْسَانِهِ وَنَبِيرِ بَرَهَانِهِ، وَنَوَاصِي فَضْلِهِ
 وَامْتِنَانِهِ، حَمْدًا يَكُونُ لِحَقِّهِ قَضَاءٌ
 وَشُكْرُهُ أَدَاءٌ وَإِلَى قَوْلِهِ مُقَرَّبًا وَلِحُسْنِ
 مَزِيدِهِ مُوجِبًا وَنَسْتَعِينُ بِهِ اسْتِعَانَةً
 رَاجٍ لِفَضْلِهِ مُؤْمِلٍ لِنَفْعِهِ وَائْتِقٍ بِدَفْعِهِ
 مُعْتَرِفٍ لَهُ بِالطُّولِ - مُدْعٍ لَهُ بِالْعَمَلِ
 وَالْقَوْلِ وَنُومِنُ بِهِ إِيْمَانًا مِنْ رَحَاهُ
 مُوَقِّنًا، وَأَتَابَ إِلَيْهِ مُؤْمِنًا وَخَنَعَ لَهُ
 مُدْعِنًا وَأَخْلَصَ لَهُ مَوْحِدًا أَوْعَظُهُ
 مُبْجِدًا، وَالْأَذِيهِ رَاغِبًا مُجْتَهِدًا - لَمْ
 يُولَدْ سُبْحَانَهُ فَيَكُونُ فِي الْعِزِّ مُشَارَكًا -
 وَلَمْ يَلِدْ فَيَكُونُ مُورِثًا هَالِكًا - وَلَمْ

نوف بکالی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ
 حضرت نے یہ خطبہ ہمارے سامنے کوفہ میں اس پتھر پر
 کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا جسے جعدہ ابن ہیرہ مخزومی نے
 نصب کیا تھا۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر ایک اونی
 جبہ تھا، اور آپ کی تلوار کا پر تلہ لیف خرما کا تھا اور پیروں میں
 جوتے بھی کھجور کی پتیوں کے تھے اور (سجدوں کی وجہ سے)
 پیشانی یوں معلوم ہوتی تھی جیسے اونٹ کے گھٹنے پر کا گھٹا۔
 تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس کی طرف تمام مخلوق کی
 بازگشت اور ہر چیز کی انتہا ہے۔ ہم اس کے عظیم احسان، روشن و
 واضح برہان اور اس کے لطف و کرم کی افزائش پر اس کی حمد و ثناء
 کرتے ہیں۔ ایسی حمد کہ جس سے اس کا حق پورا ہوا اور شکر ادا ہو
 اور اس کے ثواب کے قریب لے جانے والی اور اس کی
 بخششوں کو بڑھانے والی ہو۔ ہم اس سے اس طرح مدد مانگتے
 ہیں جس طرح اس کے فضل کا امیدوار اس کے نفع کا آرزو مند
 (رفع بلیات کا) اطمینان رکھنے والا اور بخشش و عطا کا معترف
 اور قول و عمل سے اس کا مطیع و فرمانبردار اس سے مدد چاہتا ہوں اور
 ہم اس شخص کی طرح اس پر ایمان رکھتے ہیں جو یقین کے ساتھ
 اس سے آس لگائے ہو، اور ایمان (کامل) کے ساتھ اس کی
 طرف رجوع ہو اور اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ اس کے
 سامنے عاجزی و فروتنی کرتا ہو، اور اُسے ایک جانتے ہوئے اس
 سے اخلاص برتتا ہو، اور سپاس گزاری کے ساتھ اسے بزرگ
 جانتا ہو اور رغبت و کوشش سے اُس کے دامن میں پناہ ڈھونڈتا
 ہو اس کا کوئی باپ نہیں کہ وہ عزت و بزرگی میں اس کا شریک ہو
 نہ اُس کے کوئی اولاد ہے کہ اُسے چھوڑ کر وہ دنیا سے رخصت
 ہو جائے اور وہ اس کی وارث ہو جائے نہ اس کے پہلے وقت اور
 زمانہ تھا، نہ اس پر یکے بعد دیگرے کی اور زیادتی طاری ہوتی

ہے، بلکہ جو اس نے مضبوط نظام (کائنات) اور اہل احکام کی
 علامتیں ہمیں دکھائی ہیں ان کی وجہ سے وہ عقلوں کے لئے ظاہر
 ہوا ہے۔ چنانچہ اس آفرینش پر گواہی دینے والوں میں
 آسمانوں کی خلقت ہے کہ جو بغیر ستونوں کے ثابت و برقرار اور
 بغیر سہارے کے قائم ہیں۔ خداوند عالم نے انہیں پکارا تو یہ بغیر
 کسی سستی اور توقف کے اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے
 لبیک کہہ اٹھے۔ اگر وہ اس کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتے اور اُس
 کے سامنے سر اطاعت نہ جھکاتے تو وہ انہیں اپنے عرش کا مقام
 اور اپنے فرشتوں کا مسکن اور پاکیزہ کلموں اور مخلوق کے نیک
 عملوں کے بلند ہونے کی جگہ نہ بتاتا۔ اللہ نے ان کے ستاروں
 کو ایسی روشن نشانیاں قرار دیا ہے کہ جن سے حیران و سرگرداں
 اطراف زمین کی راہوں میں آنے جانے کے لئے رہنمائی
 حاصل کرتے ہیں۔ اندھیری رات کی اندھیاریوں کے سیاہ
 پردے ان کے نور کی ضو پاشیوں کو نہیں روکتے اور نہ شب ہائے
 تاریکی کی تیرگی کے پردے یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وہ آسمانوں
 میں پھیلی ہوئی چاند کے نور کی جگمگاہٹ کو پلٹا دیں۔ پاک ہے وہ
 ذات جس پر پست زمین کے قطعوں اور باہم ملے ہوئے سیاہ
 پہاڑوں کی چوٹیوں میں اندھیری رات کی اندھیاریاں اور
 پرسکون شب کی ظلمتیں پوشیدہ نہیں ہیں اور نہ افق آسمان میں
 رعد کی گرج اس سے مخفی ہے اور نہ وہ چیزیں کہ جن پر بادلوں کی
 بجلیاں کوند کرنا پیدا ہو جاتی ہیں اور نہ وہ پتے جو (ٹوٹ کر)
 گرتے ہیں کہ جنہیں (بارش کے) پختہ ہونے کی تند ہوائیں اور
 موسلا دھار بارشیں ان کے گرنے کی جگہ سے ہٹا دیتی ہیں۔ وہ
 جانتا ہے کہ بارش کے قطرے کہاں گریں گے اور کہاں ٹھہریں
 گے اور چھوٹی چوٹیاں کہاں رنگیں گی اور کہاں (اپنے کو) کھینچ
 کر لے جائیں گی اور چھروں کو کونسی روزی کفایت کرے گی اور

مادہ اپنے پیٹ میں کیا لئے ہوئے ہے۔

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو عرش و کرسی، زمین و آسمان اور جن و انس سے پہلے موجود تھا۔ نہ (انسانی) واہموں سے اُسے جانا جاسکتا ہے اور نہ عقل و فہم سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسے کوئی سوال کر نیوالا (دوسرے سانکوں سے) غافل نہیں بناتا اور نہ بخشش و عطا سے اُس کے ہاں کچھ کمی آتی ہے۔ وہ آنکھوں سے دیکھا نہیں جاسکتا اور نہ کسی جگہ میں اُس کی حد بندی ہو سکتی ہے۔ نہ ساتھیوں کے ساتھ اسے متصف کیا جاسکتا ہے اور نہ اعضاء و جوارح کی حرکت سے وہ پیدا کرتا ہے اور نہ حواس سے وہ جانا پہچانا جاسکتا ہے اور نہ انسانوں پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر اعضاء و جوارح اور بغیر گویائی اور بغیر خلق کے کوؤں کو بلائے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں اور انہیں اپنے عظیم نشانات دکھائیں اے اللہ کی توصیف میں رنج و تعب اٹھانے والے اگر تو (اس سے عہدہ برآ ہونے میں) سچا ہے تو پہلے جبرائیل و میکائیل اور مقرب فرشتوں کے لاؤ لشکر کا وصف بیان کر کہ جو پاکیزگی و طہارت کے حجروں میں اس عالم میں سر جھکائے پڑے ہیں کہ ان کی عقلیں ششدر رہ و حیران ہیں کہ اس بہترین خالق کی توصیف کر سکیں۔ صفتوں کے ذریعے وہ چیزیں جانی پہچانی جاتی ہیں جو شکل و صورت اور اعضاء و جوارح رکھتی ہوں اور وہ کہ جو اپنی حد انتہا کو پہنچ کر موت کے ہاتھوں ختم ہو جائیں۔ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ جس نے اپنے نور سے تمام تاریکیوں کو روشن و منور کیا اور ظلمت (عدم) سے ہر نور کو تیرہ و تاریک بنا دیا ہے۔

اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تم کو لباس سے ڈھانپا اور ہر طرح کا سامان معیشت تمہارے لئے مہیا کیا اگر کوئی دینی بقاء کی (بلندیوں پر) چڑھنے کا زینہ یا موت کو دور کرنے کا راستہ پاسکتا ہوتا تو وہ

وَيَعْلَمُ مَسْقَطَ الْقَطْرَةِ وَمَقَرَّهَا، وَمَا مَسْحَبَ الدَّرَّةِ وَمَجَرَّهَا۔ وَمَا يَكْفِي الْبَعُوضَةَ مِنْ قُوَّتِهَا، وَمَا تَحِيلُ الْإِنْثَى فِي بَطْنِهَا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْكَائِنِ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ كُرْسِيُّ أَوْ عَرْشٌ، أَوْ سَاءٌ أَوْ أَرْضٌ أَوْ جَانٌّ أَوْ إِنْسٌ۔ لَا يُدْرِكُ بِهِمْ، وَلَا يُقْدَرُ بِهِمْ وَلَا يَشْغَلُهُ سَائِلٌ وَلَا يَنْقُصُهُ فَائِلٌ وَلَا يَبْصُرُ بَعِيْنٌ وَلَا يَحْدُ بِأَيْنٍ۔ وَلَا يُوصَفُ بِالْأَزْوَاجِ وَلَا يَخْلُقُ بِعِلَاجٍ۔ وَلَا يُدْرِكُ بِالْحَوَاسِّ۔ وَلَا يُقَاسُ بِالنَّاسِ الَّذِي كَلَّمَ مُوسَى تَكْلِيمًا، وَأَرَاهُ مِنْ آيَاتِهِ عَظِيمًا۔ بِالْأَحْوَارِ وَلَا أَدْوَاتٍ، وَلَا نَطْقٍ۔ وَلَا لِهَوَاتٍ بَلْ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا أَيُّهَا الْمُتَكَلِّفُ لِمَوْصِفِ رَبِّكَ فَصِفْ جَبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَجُنُودَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ فِي حُجَرَاتِ الْقُدُسِ مُرْجَحِينَ مَتَوَلِّهِ عَقُولُهُمْ أَنْ يَحْدُوا أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ فَإِنَّمَا يُدْرِكُ بِالصِّفَاتِ ذُودَ الْهَيْئَاتِ وَالْأَدْوَاتِ وَمَنْ يَنْقُصِي إِذَا بَلَغَ أَمَدَ حَدِّهِ بِالْفَنَاءِ، فَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَضَاءَ بِنُورِهِ كُلَّ ظَلَامٍ وَأَظْلَمَ بِظُلُمَتِهِ كُلَّ نُورٍ۔ أَوْصِيَكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ الَّذِي أَلْبَسَكُمْ الرِّيشَ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ

الْمَعَاشَ۔ وَلَوْ أَنَّ أَحَدًا يَجِدُ إِلَى الْبَقَاءِ سُلْمًا، وَإِلَى دَفْعِ الْمَوْتِ سَبِيلًا لَكَانَ ذَلِكَ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِي سَخَّرَ لَهُ مُلْكُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ مَعَ النُّبُوَّةِ وَالْعَظِيمِ الزُّلْفَةِ۔ فَلَمَّا اسْتَوْفَى طُعْمَتَهُ وَاسْتَكْمَلَ مَدَّتَهُ۔ رَمَتْهُ قَيْسِي الْفَنَاءِ بِنَيْالِ الْمَوْتِ۔ وَأَصْبَحَتِ الدِّيَارُ مِنْهُ خَالِيَةً وَالْمَسَاكِينُ مُعْظَلَّةً، وَوَرِثَهَا قَوْمٌ آخَرُونَ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْقُرُونِ السَّالِفَةِ لِعِبْرَةً۔ آيِنَ الْعَمَالِقَةِ وَأَبْنَاءَ الْعَمَالِقَةِ آيِنَ الْفَرَاعِنَةِ وَأَبْنَاءَ الْفَرَاعِنَةِ آيِنَ أَصْحَابِ مَدَائِنِ الرُّسِّ الَّذِينَ قَتَلُوا النَّبِيِّينَ وَأَطْفَأُوا سُنَنَ الْمُرْسَلِينَ وَأَحْيَوْا سُنَنَ الْجَبَّارِينَ۔ آيِنَ الَّذِينَ سَارُوا بِالْجِيُوشِ۔ وَهَزَمُوا الْأُلُوفَ وَعَسَكُرُوا الْعَسَاكِرَ وَمَدَّنُوا لِمَدَائِنٍ۔

(مِنْهَا) قَدْ لَبَسَ لِلْحِكْمَةِ جُنَّتَهَا وَأَخَذَهَا بِجَمِيعِ أَدْبِهَا مِنَ الْأَقْبَالِ عَلَيْهَا وَالْمَعْرِفَةِ بِهَا وَالتَّفَرُّعِ لَهَا وَهِيَ عِنْدَ نَفْسِهِ ضَالَّتُهُ الَّتِي يَطْلُبُهَا وَحَاجَتُهُ الَّتِي يَسْأَلُ عَنْهَا فَهُوَ مُغْتَرِبٌ إِذَا اغْتَرَبَ الْإِسْلَامُ وَضُرِبَ بِعَسِيبِ ذَنْبِهِ، وَالصَّقِ الْأَرْضِ بِجَرَانِهِ بِقِيَّةٍ مِّنْ بَقَايَا حَجَّتِهِ، خَلِيفَةً مِّنْ خَلَائِفِ أَنْبِيَائِهِ۔ (ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

سلیمان ابن داؤد (علیہا السلام) ہوتے کہ جن کے لئے نبوت و انتہائے تقرب کے ساتھ جن و انس کی سلطنت قبضہ میں دے دی گئی تھی لیکن جب وہ اپنا آب و دہانہ پورا اور اپنی مدت (حیات) ختم کر چکے تو فنا کی کمانوں نے انہیں موت کے تیروں کی زد پر رکھ لیا گھر ان سے خالی ہو گئے اور بستیاں اجڑ گئیں اور دوسرے لوگ ان کے وارث ہو گئے۔ تمہارے لئے گزشتہ دوروں (کے ہر دور) میں عبرتیں (ہی عبرتیں) ہیں (ذرا سوچو) تو کہ کہاں ہیں عمالقہ اور ان کے بیٹے اور کہاں ہیں فرعون اور ان کی اولادیں، اور کہاں ہیں اصحاب الرس کے شہروں کے باشندے جنہوں نے نبیوں کو قتل کیا، پیغمبر کے روشن طریقوں کو مٹایا اور ظالموں کے طور طریقوں کو زندہ کیا، کہاں ہیں وہ لوگ جو لشکروں کو لے کر بڑھے ہزاروں کو شکست دی اور فوجوں کو فراہم کر کے شہروں کو آباد کیا۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا ہے وہ حکمت کی سپر پہنہ ہوگا اور اُس کو اُس کے تمام شرائط و آداب کے ساتھ حاصل کیا ہوگا (جو یہ ہیں کہ) ہر تن اس کی طرف متوجہ ہو اُس کی اچھی طرح شناخت ہو، اور دل (علاقہ دنیا سے) خالی ہو چنانچہ وہ اس کے نزدیک اسی کی گمشدہ چیز اور اسی کی حاجت و آرزو ہے کہ جس کا وہ طلب گار و خواستگار ہے وہ اس وقت (نظروں سے اوجھل ہو کر) غریب و مسافر ہوگا کہ جب اسلام عالم غریب میں اور مثل اُس اونٹ کے ہوگا جو تھکن سے اپنی دم زمین پر مارتا ہو اور گردن کا اگلا حصہ زمین پر ڈالے ہوئے ہو، وہ اللہ کی باقی ماندہ حجتوں کا بقیہ اور انبیاء کے جانشینوں میں سے ایک وارث و جانشین ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں اسی طرح نصیحتیں کی ہیں جس طرح کی انبیاء اپنی امتوں کو کرتے چلے آئے ہیں اور ان چیزوں کو تم تک پہنچایا ہے جو اوصیاء بعد

أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ بَشَّيْتُ لَكُمْ الْمَوَاعِظَ
الَّتِي وَعَظَ الْأَنْبِيَاءُ بِهَا أُمَمَهُمْ - وَأَدَيْتُ
إِلَيْكُمْ مَا آدَتِ الْأَوْصِيَاءُ إِلَى مَنْ بَعْدَهُمْ -
وَأَدَيْتُكُمْ بِسَوَاطِي فَلَمْ
تَسْتَقِيمُوا وَاحْدَوْتُمْ بِالزَّوْجَرِ فَلَمْ
تَسْتَوْثِقُوا لِلَّهِ أَنْتُمْ أَتَوَقَّعُونَ إِمَامًا غَيْرِي
يُطَابُكُمْ الطَّرِيقُ، وَيُرْشِدُكُمْ السَّبِيلَ؟ أَلَا
إِنَّهُ قَدْ أَدْبَرَ مِنَ الدُّنْيَا مَا كَانَ مُقْبِلًا، وَأَقْبَلَ
مِنْهَا مَكَانَ مُدْبِرٍ، وَأَزْمَعَ التَّرَحَالَ عِبَادُ
اللَّهِ الْأَخْيَارُ، بَاعُوا قَلِيلًا مِنَ الدُّنْيَا لَا
يَبْقَى بِكَثِيرٍ مِنَ الْآخِرَةِ لَا يَفْنَى - مَا
ضُرَّ إِخْوَانَنَا الَّذِينَ سَفَكَتْ دِمَاؤُهُمْ وَهُمْ
بَصِيقِينَ أَنْ لَا يَكُونُوا الْيَوْمَ أَحْيَاءَ؟
يُسَيِّغُونَ الْغُصَصَ وَيَشْرَبُونَ الرِّيقَ قَدْ
وَاللَّهِ لَقَوْلُ اللَّهِ فَوْقَهُمْ أَجْوَرُهُمْ، وَاحْلَهُمْ
دَارَ الْأَمْنِ بَعْدَ خَوْفِهِمْ - آيِنَ إِخْوَانِي
الَّذِينَ رَكِبُوا الطَّرِيقَ وَمَضُوا عَلَى الْحَقِّ؟
آيِنَ عَمَّارٌ؟ وَآيِنَ ابْنُ التَّيْهَانِ؟ وَآيِنَ
ذُو الشَّهَادَتَيْنِ؟ وَآيِنَ نَظَرَ أَوْهُمْ مِّنْ
إِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ تَعَاقَدُوا عَلَى الْمَنِيَّةِ
وَأَبْرَدِيرُ نَوْسِهِمْ إِلَى الْفَجْرِ - (قَالَ ثُمَّ
ضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى الْحِمِيَةِ الشَّرِيفَةِ الْكَرِيمَةِ
فَاطَلُ الْبَكَاءِ، ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
أَوَّلَ عَلَى إِخْوَانِي الَّذِينَ تَلَوْا الْقُرْآنَ
فَأَحْكُمُوهُ وَتَدَبَّرُوا الْفَرْصَ فَاقَامُوهُ،

والوں تک پہنچایا کئے ہیں۔ میں نے تمہیں اپنے تازیانہ سے
ادب سکھانا چاہا مگر تم سیدھے نہ ہوئے اور زبرد تو بخ سے تمہیں
بنکایا لیکن تم ایک جانہ ہوئے۔ اللہ تمہیں سمجھے کیا میرے علاوہ کسی
اور امام کے امیدوار ہو جو تمہیں سیدھی راہ پر چلائے اور صحیح راستہ
دکھائے۔ دیکھو! دنیا کی طرف رخ کرنے والی چیزوں نے جو
رخ کئے ہوئے تھے پیٹھ پھرائی، اور جو پیٹھ پھرائے ہوئے تھے
انہوں نے رخ کر لیا۔ اللہ کے نیک بندوں نے (دنیا سے) کوچ
کرنے کا تہیہ کر لیا اور فنا ہونے والی تھوڑی سی دنیا ہاتھ سے
دے کر ہمیشہ رہنے والی بہت سی آخرت مول لے لی۔ بھلا
ہمارے ان بھائی بندوں کو کہا جن کے خون صفیں میں بہائے
گئے اس سے کیا نقصان پہنچا؟ کہ وہ آج زندہ موجود نہیں ہیں
(یہی نہ کہ اگر وہ ہوتے) تو تلخ گھونٹوں کو گوارہ کرتے اور گندلا
پانی پیتے۔ خدا کی قسم! وہ خدا کے حضور میں پہنچ گئے اس نے ان کو
پورا پورا اجر دیا اور خوف و ہراس کے بعد انہیں امن چین والے گھر
میں اتارا کہاں ہیں؟ وہ میرے بھائی کہ جو سیدھی راہ پر چلتے
رہے اور حق پر گزر گئے، کہاں ہیں؟ عمار اور کہاں ہیں؟ ابن
تہیان اور کہاں ہیں ذوالشہادتین اور کہاں ہیں ان کے ایسے اور
دوسرے بھائی کہ جو عمر نے پر عہد و پیمان باندھے ہوئے تھے اور
جن کے سروں کو فاسقوں کے پاس روانہ کیا گیا۔

نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے اپنا ہاتھ ریش مبارک
پر پھیرا اور دیر تک رویا کئے اور پھر فرمایا۔
آہ! میرے وہ بھائی کہ جنہوں نے قرآن کو پڑھا تو اسے مضبوط
کیا اپنے فرائض میں غور و فکر کیا تو انہیں ادا کیا، سنت کو زندہ کیا
اور بدعت کو موت کے گھاٹ اتارا جہاد کے لئے انہیں بلایا گیا تو
انہوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پر یقین کامل کے ساتھ بھروسا

کے۔ کیا۔ تو اس کی پیروی بھی کی (اس کے بعد حضرت نے بلند آواز
سے پکار کر کہا) جہاد جہاد۔ اے بندگان خدا! دیکھو میں آج ہی
لشکر کو ترتیب دے رہا ہوں جو اللہ کی طرف بڑھنا چاہے وہ نکل
کھڑا ہو۔
نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے دس ہزار کی سپاہ پر
حسین (علیہ السلام) کو اور دس ہزار کی فوج پر قیس ابن سعد
(رحمہ اللہ) کو اور دس ہزار کے لشکر پر ابو ایوب انصاری (رضی
اللہ عنہ) کو امیر بنایا اور دوسرے لوگوں کو مختلف تعداد کی فوجوں
پر سالار مقرر کیا اور آپ صفین کی طرف پلٹ کر جانے کا ارادہ
رکھتے تھے لیکن ایک ہفتہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ ملعون ابن ملجم
(لعنہ اللہ) نے آپ کے (سراقدس) پر ضرب لگائی جس سے
تمام لشکر پلٹ گئے اور ہماری حالت ان بھیڑ بکریوں کے مانند
ہو گئی جو اپنے چرواہے کو کھوپچکی ہوں اور بھیڑیے ہر طرف سے
انہیں اچک کر لے جا رہے ہوں۔
الدِّثَابُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ

تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں کہ اکثر و بیشتر قوموں کی ہلاکت و تباہی ان کے ظلم و جور اور علانیہ فسق و فجور کی وجہ سے ظہور میں
آئی۔ چنانچہ وہ قومیں جنہوں نے ربع مسکون کے ہر گوشہ پر اپنے اقتدار کے سکے جمائے اور شرق و غرب عالم پر اپنے پرچم
لہرائے جب ان کی بد اعمالیوں اور بد کرداریوں سے پردہ ہٹا تو ”پاداشِ عمل“ کے قانون نے اس طرح ان کا استیصال کیا کہ صفحہ
عالم سے حرف غلط کی طرح محو ہو گئے۔ عادیثہ کی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ فرعون اور نمرود کی شاہنشاہیاں مٹ گئیں طلسم و جادیس کی
سربفلک عمارتیں سنسان کھنڈر بن گئیں۔ اصحاب الرس کی بستیاں اجڑ کر ویرانہ ہو گئیں، اور جہاں زندگی کے قہقہے تھے وہاں موت
کی اداسیاں اور جہاں جنگھٹے تھے وہاں بھیا نک سنائے چھا گئے۔ یہ قوموں کا عروج و زوال چشم، پینا کے لئے ہزاروں عبرت کے
سامان رکھتا ہے اور ان واقعات کے پیش کرنے سے مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ انسان ان کے احوال و واردات سے عبرت اندوز
ہو اور غرور و طغیان کی سرمستیوں میں کھو کر اپنے انجام کو بھول نہ جائے چنانچہ امیر المومنین نے اسی موعظت و عبرت کے لئے
عمالقہ، فراعنہ اور اصحاب الرس کی تباہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو عظمت و ارتقاع کی چوٹیوں سے ہلاکت و بربادی کے قصر
مذلت میں اس طرح گرے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔
یہ عمالقہ کون تھے؟ اس کے لئے ابن قتیبہ نے تحریر کیا ہے۔

وَمَنْ وَلَدَارم ابن سام ابن نوح طسم
 وجدیس ابنالا ود ابن ارم بن سام بن
 نوح ونزلو الیما مة و اخرهما عملیق ابن
 لاود بن ارم بن سام ابن نوح نزل
 بعضهم بالحرم وبعضهم بالشام فمنهم
 العمالیق امم تفرقوا فی البلاد و منهم
 فراعنة مصر و الحبابة۔
 (المعارف ص ۱۳)

مورخ طبری نے لکھا ہے

وولد للاود ايضا عملیق و كان منزله
 الحرم و اکناف مگة و لحق بعض ولده
 بالشام فمنهم كانت العمالیق و من
 العمالیق الفراعنة بمصر
 (طبری ج ۱ ص ۱۴۲)

اس سے ظاہر ہوا کہ عمالقہ عرب کے قبائل باندہ تھے جنہوں نے شام و حجاز پر اپنی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں۔ چنانچہ ابتداء میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ عملیق کو اقتدار حاصل تھا مگر اس کے بعد طسم کی طرف منتقل ہو گیا اور طسم کے بعد جب عموکو ابن طسم برسر اقتدار آیا تو اس نے ظلم و جور اور فسق و فجور کی حد کر دی، یہاں تک کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ قبیلہ جدیس کی جو عورت بیابانی جائے وہ شوہر کے ہاں جانے سے پہلے اس کے شبتان عشرت میں ایک رات گزار کر جائے چنانچہ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور جب اسی خاندان کی ایک عورت عفیرہ بنت عفار کے ساتھ یہی شرمناک برتاؤ ہوا تو اس نے شوہر کے ہاں جانے سے انکار کر دیا اور اپنے قبیلہ کو اشعار کے ذریعہ سے غیرت دلائی جس پر پورا قبیلہ اپنی عزت و ناموس کی بربادیوں پر تمللا اٹھا اور انتقام لینے کے درپے ہو گیا۔ چنانچہ عفیرہ کے بھائی اسود ابن عفار نے عموکو کو اس کے عملہ کے ساتھ دعوت کے بہانے سے اپنے ہاں بلوایا اور ان کے پیچھے ہی بنی جدیس نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان پر اس طرح اچانک ٹوٹ پڑے کہ ریح ابن مر کے علاوہ کوئی اپنا بچاؤ نہ کر سکا۔ یہ بھاگ کر شاہ یمن کے دربار میں جا پہنچا اور اسے بنی جدیس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ وہ ایک لشکر جرار لے کر ان پر چڑھ دوڑا، اور انہیں شکست دے کر ہلاک و منتشر کر دیا اور اقتدار ان کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ یہ عمالقہ وہی ہیں جنہوں نے ۲۰۰۰ ق م مصر پر حملہ کیا تھا اور جنہیں میکوس (چرواہے بادشاہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے ان کے مصر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

وملكو النساء فطمعت فيهم ملوك جب اہل مصر نے عورتوں کے ہاتھ میں اقتدار دے دیا تو

الارض فسار اليهم من الشام ملك من
 ملوك العماليق يقال لدا ليدابن دومع
 فكانت له حروب بها وغلب على الملك
 فانقادوا اليه واستقام لدا لمر الى ان
 هلك (ثم ملك بعده) الريان بن الوليد
 العملاقي وهو فرعون يوسف (ثم ملك
 بعده) وادم بن الريان العملاقي (ثم ملك
 بعده) كامس ابن معدان العملاقي۔
 (مروج الذهب ج ۱ ص ۲۲۲)

یہ انتہائی سرکش و ظالم حکمران تھے جس کی پاداش میں قدرت نے ان کو نیست و نابود کرنے کے سامان پیدا کر دیے چنانچہ مسعودی تحریر کرتے ہیں۔

وقد كانت العماليق بغت في الارض
 فسلب الله عليهم ملوك الارض
 (مروج الذهب ج ۱ ص ۲۶۵)

ان عمالقہ کے بعد ولید ابن مصعب حکمران ہوا یہ بعض مورخین کے نزدیک شام کے قبیلہ ثم سے تھا اور بعض نے اسے قبلی لکھا ہے اور یہی حضرت موسیٰ کے عہد کافرعون تھا۔ اس کے کبر و انایت اور غرور و نخوت کی یہ حالت تھی کہ انارکم الاعلیٰ کا دعویٰ کر کے دنیا کی ساری قوتوں کو اپنے تصرف و اختیار میں سمجھنے لگا تھا۔ اور اس زعم میں مبتلا تھا کہ کوئی طاقت اس سے سلطنت و حکومت کو چھین نہیں سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس کے دعوے انا ولا غیر کی کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

قَالَ يَقُومُ آلِيسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَ
 هَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي أَفَلَا
 تُبْصِرُونَ ۝

مگر جب اس کی سلطنت مٹنے پر آئی تو لمحوں میں مٹ گئی۔ نہ اس کی جاہ و حشمت سد راہ ہوئی اور نہ مملکت کی وسعت روک تھام کر سکی۔ بلکہ جن نہروں کی ملکیت پر اسے گھمنڈ تھا انہی کی تلملاتی لہروں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی روح کو دارالبوار میں اور جسم کو کائنات کی عبرت و بصیرت کے لئے کنارے پھینک دیا۔

اسی طرح اصحاب الرس ایک نبی کی دعوت و تبلیغ کو ٹھکرانے اور سرکشی و نافرمانی کرنے کے نتیجہ میں ہلاک و برباد ہو گئے،

چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

وَعَادًا وَتَوَدًّا وَأَصْحَابَ الرَّيِّسِ وَ
قُرُونًا بَيِّنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝
وَكُلًّا صَبَرْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۝ وَكُلًّا تَبَيَّرْنَا
تَشْيِيرًا ۝

”رس“ آذربائیجان کے علاقہ میں ایک نہر کا نام ہے جس کے کنارے پر بارہ بستیاں آباد تھیں جن کے رہنے والوں کو اصحاب الرس کہا جاتا ہے۔ ان بستیوں کے نام (۱) ابان، (۲) آذر دی، (۳) بہمن، (۴) اسفند آر، (۵) فروردین، (۶) اردی، (۷) بہشت، (۸) خزوادا، (۹) مردانہ، (۱۰) تیر، (۱۱) صر، (۱۲) شہر پور تھے۔ ان میں اسفندار کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس میں صنوبر کا ایک درخت تھا جسے یافت ابن نوح نے لگایا تھا اور اسے شاہ درخت کہا جاتا تھا۔ اسی درخت کے پتوں سے دوسری بستیوں میں بھی ایک ایک درخت لگایا گیا تھا، یہ لوگ ہر مہینے ایک بستی میں جمع ہوتے اور اس درخت کی پرستش کرتے اور سال میں ایک مرتبہ نوروز کے موقع پر اسفندار میں ان کا اجتماع ہوتا تھا اور اس اصل درخت کی خاص اہتمام سے پوجا کرتے۔ قربانیاں چڑھاتے اور مٹھنیں مانتے تھے۔ قدرت نے انہیں اس درخت کی عبادت سے روکنے کے لئے یہود ابن یعقوب کی نسل سے ایک پیغمبر ان کی طرف بھیجا جنہوں نے انہیں اس مشرکانہ عبادت سے روکنا چاہا مگر انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور انکار و سرکشی پر اتر آئے اور ان کی ہلاکت کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے چشمہ کے اندر ایک کنواں کھود کر اس میں انہیں پھینک دیا اور اس کا منہ ایک پتھر سے بند کر دیا جس سے وہ تڑپ تڑپ کر جان بحق ہو گئے۔ اس ظلم و سفاکی کے نتیجہ میں قہر الہی نے کروٹی اور ان پر لو کے ایسے جھونکے چلے کہ ان کے بدن جھلس کر رہ گئے اور زمین سے گندھک کا لادوا پھوٹ نکلا جس سے ان کے جسم کی ہڈیاں تک پھل گئیں اور ساری کی ساری بستیاں الٹ گئیں۔

یہی نام فارسی مہینوں کے ہیں جو انہی بستیوں کے نام پر رکھے گئے تھے کیونکہ ہر مہینہ ان لوگوں کا ایک بستی میں اجتماع ہوتا تھا جس کی وجہ سے اس مہینہ کا بھی وہی نام ہو گیا جو اس بستی کا تھا۔

خطبہ ۱۸۱

(وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ رُويَةٍ
وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ مَنْصِبَةٍ۔ خَلَقَ
الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهِ، وَاسْتَعْبَدَ الْأَرْبَابَ
بِعِزَّتِهِ وَسَادَ الْمَظْمَاءَ بِجُودِهِ۔ وَهُوَ
الَّذِي أَسْكَنَ الدُّنْيَا خَلْقَهُ۔ وَبَعَثَ إِلَى
الْجِنِّ وَالْإِنْسِ رُسُلَهُ لِيَكْشِفُوا لَهُمْ عَنْ
غِطَائِهَا وَلِيَحْدِرُوا وَهُمْ مِنْ ضَرِّ أَثْمِهَا،
وَلِيَضْرِبُوا لَهُمْ أَمْثَالَهَا وَلِيَصْرِوْهُمْ
عُيُوبَهَا وَلِيَهْجُمُوا عَلَيْهِمْ بِمُغْتَبَرٍ مِّنْ
تَصَرُّفٍ مَّصَاحِبَهَا وَأَسْقَامِهَا وَحَلَالِهَا
وَحَرَامِهَا۔ وَمَا أَعَدَّ اللَّهُ لِلْمُطِيعِينَ
مِنْهُمْ وَالْعَصَاةِ مِنْ جَنَّةٍ وَنَارٍ وَكَرَامَةٍ
وَهَوَانٍ۔ أَحْمَدُهُ إِلَى نَفْسِهِ كَمَا
اسْتَحْمَدَ إِلَى خَلْقِهِ وَجَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ
قَدْرًا، وَلِكُلِّ قَدْرٍ أَجَلًا، وَلِكُلِّ أَجَلٍ
كِتَابًا۔

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے کہ جو بن دیکھے جانا پہنچانا ہوا اور
بے رنج و تعب اٹھائے (ہر چیز کا) پیدا کرنے والا ہے۔ اُس
نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی عزت و جلالت
سے پیش نظر فرمانرواؤں سے اطاعت و بندگی اور اپنے جود و عطا
کی بدولت با عظمت لوگوں پر سرداری کی۔ وہ اللہ جس نے دنیا
میں اپنی مخلوقات کو آباد کیا اور اپنے رسولوں کو جن و انس کی طرف
بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے دنیا کو بے نقاب کریں اور اس کی
مفسرتوں سے انہیں ڈرائیں۔ دھمکائیں اس کی (بیوفائی کی)
مثالیں بیان کریں اور اُس کی صحت و بیماری کے تغیرات سے
ایک دم انہیں پوری پوری عبرت دلانے کا سامان کر دیں اور اُس
کے عیوب اور حلال و حرام کے (ذرائع اکتساب) اور
فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے لئے جو بہشت و دوزخ اور
عزت و ذلت کے سامان اللہ نے مہیا کئے ہیں دکھلائیں۔ میں
اس کی ذات کی طرف ہمہ تن توجہ ہو کر اُس کی ایسی حمد و ثناء کرتا
ہوں جیسی حمد اُس نے اپنی مخلوقات سے چاہی ہے۔ اُس نے ہر
شے کا اندازہ اور ہر اندازے کی ایک مدت اور ہر مدت کے لئے
ایک نوشتہ قرار دیا ہے۔

اس خطبہ کا ایک جو یہ ہے: قرآن (اچھائیوں کا) حکم دینے
والا، برائیوں سے روکنے والا (بظاہر) خاموش اور (باطن)
گویا اور مخلوقات پر اللہ کی جُت ہے کہ جس پر (عمل کرنے کا)
اُس نے بندوں سے عہد لیا ہے اور اُن کے نفسوں کو اُس کا پابند
بنالیا ہے۔ اس کے نور کو کامل اور اس کے ذریعہ سے دین کو مکمل
کیا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس حالت میں دنیا
سے اٹھایا کہ وہ لوگوں کو ایسے احکام قرآن کی تبلیغ کر کے فارغ

إِلَى الْخَلْقِ مِنْ أَحْكَامِ الْهُدَى بِهِ۔
 فَعَظُمُوا مِنْهُ سُبْحَانَهُ مَا عَظُمَ مِنْ
 نَفْسِهِ۔ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفِ عَنْكُمْ شَيْئًا مِنْ
 دِينِهِ۔ وَلَمْ يَتْرِكْ شَيْئًا رَضِيَهُ أَوْ كَرِهَهُ
 إِلَّا وَجَعَلَ لَهُ عَلَمًا بَادِيًا وَآيَةً مُحْكَمَةً
 تَزَجُّرُ عَنْهُ أَوْ تَدْعُو إِلَيْهِ۔ فَرِضَا فِيهَا
 بَقِي وَاحِدًا وَسَخَطُهُ فِيهَا بَقِيَ وَاحِدًا۔
 وَأَعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرْضَى عَنْكُمْ بَشِيءٌ
 سَخَطَهُ عَلَيْهِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَلَنْ
 يَسْخَطَ عَلَيْكُمْ بَشِيءٌ رَضِيَهُ مِنْ كَانَ
 قَبْلَكُمْ وَإِنَّمَا تَسِيرُونَ فِي آثَرِ بَيْنٍ،
 وَتَتَكَلَّمُونَ بِرَجْعِ قَوْلٍ قَدْ قَالَهُ الرَّجَالُ
 مِنْ قَبْلِكُمْ۔ قَدْ كَفَاكُمْ مَوْنَةً دُنْيَاكُمْ،
 وَحُكْمًا عَلَى الشُّكْرِ، وَأَفْتَرَضَ مِنْ
 أَلْسِنَتِكُمُ الدِّكْرَ وَأَوْصَاكُمْ بِالتَّقْوَى
 وَجَعَلَهَا مُنْتَهَى رِضَا وَحَاجَتَهُ مِنْ
 خَلْقِهِ۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بَعِيْنُهُ
 وَنَوَاصِيكُمْ بَيْنَهُ، وَتَقَلُّبُكُمْ فِي قَبْضَتِهِ۔
 وَإِنْ أَسْرَرْتُمْ عَلَيْهِ، وَإِنْ أَعْلَنْتُمْ كَتَبَهُ۔
 قَدْ وَكَّلَ بِكُمْ حَفَظَةً كِرَامًا لَا
 يُسْقِطُونَ حَقًّا، وَلَا يُبْتُونَ بِأَطْلًا
 وَأَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ
 مَخْرَجًا مِنَ الْفِتَنِ وَنُورًا مِنَ الظُّلُمِ۔
 وَيَخْلُدْهُ فِيهَا اسْتَهْتَتْ نَفْسُهُ، وَيَنْزِلْهُ

مَنْزِلَةَ الْكَرَامَةِ عِنْدَهُ۔ فِي دَارِ اصْطِنَعَهَا
 لِنَفْسِهِ۔ ظِلُّهَا عَرْشُهُ۔ وَنُورُهَا بَهْجَتُهُ۔
 وَزُورُهَا مَلَائِكَتُهُ وَرُفَقَاؤُهَا رُسُلُهُ۔
 فَبَادِرُوا الْبَعَادَ وَسَابِقُوا الْأَجَالَ۔ فَإِنَّ
 النَّاسَ يُوشِكُ أَنْ يَنْقُطَعَ بِهِمُ الْأَمَلُ،
 وَيَرْهَقَهُمُ الْأَجَلُ، وَيَسْدُ عَنْهُمْ بَابُ
 التَّوْبَةِ۔ فَقَدْ أَصْبَحْتُمْ فِي مِثْلِ مَسْأَلِ
 إِلَيْهِ الرَّجْعَةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔ وَأَنْتُمْ
 بَنُو سَبِيلٍ عَلَى سَفَرٍ مِنْ دَارٍ لَيْسَتْ
 بِدَارِكُمْ وَقَدْ أَوْذَنْتُمْ مِنْهَا بِالْأَرْحَالِ
 وَأَمِرْتُمْ فِيهَا بِالزَّادِ۔ وَأَعْلَمُوا أَنْتُمْ لَيْسَ
 لِهَذَا الْجِلْدِ الرَّقِيقِ صَبْرٌ عَلَى النَّارِ،
 فَارْحَمُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّكُمْ قَدْ جَرَبْتُمْوهَا
 فِي مَصَائِبِ الدُّنْيَا۔ أَفَرَأَيْتُمْ جَزَعَ
 أَحَدِكُمْ مِنَ الشُّوْكَةِ تُصِيبُهُ،
 وَالْعَنْتَرَةَ تُذَلِّمُهُ وَالرَّمْضَاءَ تُحْرِفُهُ؟
 فَكَيْفَ إِذَا كَانَ بَيْنَ طَائِفَيْنِ مِنَ النَّارِ،
 ضَجِيعَ حَجَرٍ وَقَرْنِ شَيْطَانٍ۔ أَعْلِمْتُمْ
 أَنَّ مَالِكًا إِذَا غَضِبَ عَلَى النَّارِ حَطَمَ
 بَعْضُهَا بَعْضًا لِعُصْبِهِ وَإِذَا زَجَرَهَا تَوَثَّبَتْ
 بَيْنَ أَبْوَابِهَا جَرَا عَا مِّنْ زَجَرَتِهِ۔
 أَيُّهَا الْيَفْنَ الْكَبِيرُ الَّذِي قَدْ لَهَزَ الْفَتِيرُ،
 كَيْفَ أَنْتَ إِذَا التَّحَسَّتْ أَطْوَاقُ النَّارِ
 بِعِظَامِ الْأَعْنَاقِ! وَنَشِبَتِ الْجَوَامِعُ حَتَّى

نے اپنے لئے منتخب کیا ہے عزت و بزرگی کی منزل میں ا
 اُتارے گا۔ اس گھر کا سایہ عرش، اس کی روشنی جمال قدرت
 (کی چھوٹ) اس میں ملاقاتی ملائکہ اور رفیق و ہم نشین انبیاء و
 مرسلین ہیں۔ اپنی جائے بازگشت کی طرف بڑھو اور زانو عمل
 فراہم کرنے میں موت پر سبقت کرو اس لئے کہ وہ وقت قریب
 ہے کہ لوگوں کی امیدیں ٹوٹ جائیں، موت ان پر چھا جائے
 اور توبہ کا دروازہ اُن کے لئے بند ہو جائے، ابھی تو تم اس دور
 میں ہو کہ جس کی طرف پلٹنے کی تم سے قبل گزر جانے والے لوگ
 تمہا کرتے ہیں۔ تم اس دار دنیا میں کہ جو تمہارے رہنے کا گھر
 نہیں ہے مسافر راہ نور دو۔ اس سے تمہیں کوچ کرنے کی خبر دی
 جا چکی ہے اور اس میں رہتے ہوئے تمہیں زاد کے مہیا کرنے کا
 حکم دیا گیا ہے۔ یاد رکھو کہ اس نرم و نازک کھال میں آتش جہنم
 کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں (تو پھر) اپنی جانوں پر رحم
 کھاؤ۔ کیونکہ تم نے ان کو دنیا کی مصیبتوں میں آزما کر دیکھ لیا
 ہے۔ کیا تم نے اپنے میں سے کسی ایک کو دیکھا ہے کہ وہ (جسم
 میں) کاٹا لگنے سے یا ایسی ٹھوک کھانے سے کہ جو اسے لہو لہان
 کر دے یا ایسے گرم ریت (کی تپش) سے کہ جو اسے جلادے
 کس طرح بے چین ہو کر چیختا ہے۔ (ذرا سوچو تو) کہ اُس وقت
 کیا حالت ہوگی کہ جب وہ جہنم کے دو آتشین تودوں کے
 درمیان (دکھتے ہوئے) پتھروں کا پہلو نشین اور شیطان کا ساتھی
 ہوگا۔ کیا تمہیں خبر ہے کہ جب مالک (پاسان جہنم) آگ پر
 غضب ناک ہوگا تو وہ اس کے غصہ سے (بھڑک کر آپس میں
 ٹکرانے لگے گی) اور اس کے اجزاء ایک دوسرے کو توڑنے
 پھوڑنے لگیں گے اور جب اُسے جھڑکے گا تو اُسکی جھڑکیوں
 سے (تلملا کر) دوزخ کے دروازوں میں اُچھلنے لگے گی۔ اے
 پیر کہن سال کہ جس پر بڑھاپا چھایا ہوا ہے اُس وقت تیری کیا

اَكَلْتُ لُجُومَ السَّوَاعِدِ۔ فَاللّٰهُ اللّٰهُ
مَعَشَرَ الْعِبَادِ وَاَنْتُمْ سَالِمُونَ فِي الصَّحَةِ
قَبْلَ السَّقَمِ۔ وَفِي الْفُسْحَةِ قَبْلَ الضِّيقِ
فَاسْعَوْا فِيْ فِكَالِكِ رِقَابِكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ
تَغْلُقَ رِهَاتِنَهَا۔ اَسْهَرُوا عْيُونَكُمْ وَاَصْبِرُوا
بُطُونَكُمْ وَاسْتَعْمِلُوا اَقْدَامَكُمْ وَبُطُونَكُمْ
وَاسْتَعْمِلُوا اَقْدَامَكُمْ وَانْفِقُوا اَمْوَالَكُمْ
وَعُدُّوا مِنْ اَجْسَادِكُمْ وَجُودِ وَاِبْهَآ عَلٰى
اَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَبْخُلُوا بِهَا عَنْهَا فَقَدْ قَالَ
اللّٰهُ سُبْحَانَهُ "اِنْ تَنْصَرُوا اللّٰهُ يَنْصَرَكُمْ
وَيُبَيِّتْ اَقْدَامَكُمْ"۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى
"مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهُ قَرْضًا

حَسَنًا فَيُضَا عَفْوَ لَهُ وَلَهُ اَجْرٌ كَرِيمٌ"
فَلَمْ يَسْتَقْرِضْكُمْ مِنْ ذٰلِكَ، وَلَمْ
يَسْتَقْرِضْكُمْ مِنْ قَبْلِ، اِسْتَنْصَرَكُمْ وَلَهُ
جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ۔ وَاسْتَقْرِضْكُمْ وَلَهُ خَزَائِنُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ،
وَإِنَّمَا اَرَادَ اَنْ يَّبْلُوَكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ
عَمَلًا۔ فَبَادِرُوا بِاَعْمَالِكُمْ تَكُونُوا مَعَ
جِبْرِانِ اللّٰهِ فِيْ دَارِهِ۔ رَافِقٌ بِهِمْ رُسُلُهُ،
وَإِذَا رَهُمْ مَلَائِكَتُهُ وَآكْرَمَ اَسْمَاعُهُمْ اَنْ
تَسْمَعَ حَسِيْسَ نَارٍ اَبَدًا، وَصَانَ اَجْسَادَ
هُمْ اَنْ تَلْقٰى لُغُوبًا وَنَصَبًا۔ "ذٰلِكَ فَضْلُ

اللّٰهُ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ" اَقُوْلُ مَا تَسْمَعُونَ وَاللّٰهُ
الْمُسْتَعَانُ عَلٰى نَفْسِيْ وَاَنْفُسِكُمْ وَهُوَ
حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

خطبہ ۱۸۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ لِلْبُرْجِ بْنِ مُسْهِرٍ الطَّائِي وَقَدْ قَالَ
لَهُ بِحَيْثُ يَسْمَعُهُ: لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ،
وَكَانَ مِنَ الْخَوَارِجِ۔ اُسْكُتْ قَبْحَكَ
اللّٰهُ يَا اَقْرَمُ، فَوَاللّٰهِ لَقَدْ ظَهَرَ الْحَقُّ
فَكُنْتُ فِيْهِ ضَيِّلًا شَخْصُكَ، خَفِيًّا
صَوْتُكَ، حَتّٰى اِذَا نَعَرَ الْبَاطِلُ نَجَحْتُ
نُجُومَ قَرْنِ الْمَاعِزِ۔

خطبہ ۱۸۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَا تُدْرِكُهُ الشَّوَاهِدُ،
وَلَا تَحْوِيْهِ الشَّاهِدُ وَلَا تَرَاهُ التَّوَاطُّرُ،
وَلَا تَحْجُبُهُ الشَّوَاتِرُ، الدَّالُّ عَلَى
قَدَمِهِ بِحُدُوْثِ خَلْقِهِ وَبِحُدُوْثِ
خَلْقِهِ عَلَى وَجُوْدِهِ وَبِاشْتِبَآهِهِمْ عَلَى
اَنْ لَا شَبَّهَ لَهُ۔ الَّذِىْ صَدَقَ فِيْ
مِيعَادِهِ، وَارْتَفَعَ عَنْ ظُلْمِ عِبَادِهِ۔
وَقَامَبِالْقَسْطِ فِيْ خَلْقِهِ، وَعَدَلَ عَلَيْهِمْ

ساری حمد و ستائش اُس اللہ کے لئے ہے جسے حواس پا نہیں سکتے،
نہ جگہیں اُسے گھیر سکتی ہیں۔ نہ پردے اُسے چھپا سکتے ہیں وہ
مخلوقات کے نیست کے بعد بہت ہونے سے اپنے ہمیشہ سے
ہونے والے کا اور اُن کے باہم مشابہ ہونے سے اپنے بے مثل و
بے نظیر ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ وہ اپنے وعدہ میں سچا اور بندوں پر
ظلم کرنے سے بالاتر ہے۔ وہ مخلوق کے بارے میں عدل سے
چلتا ہے اور اپنے حکم میں انصاف برتتا ہے۔ وہ چیزوں کے وجود
پذیر ہونے سے اپنی قدامت پر ان کے عجز و کمزوری کے نشاںوں
سے اپنی قدرت پر اور ان کے فنا ہو جانے کی اضطراری کیفیتوں
سے اپنی ہمیشگی پر (عقل سے) گواہی حاصل کرتا ہے۔ وہ گنتی

فِي حُكْمِهِ مُسْتَشْهَدٌ بِحُدُوثِ الْأَشْيَاءِ
عَلَى أَدْلِيَّتِهِ، وَبِمَا وَسَّهَّاهُ مِنَ الْعَجَزِ
عَلَى قُدْرَتِهِ، وَبِمَا اضْطَرَّهَا إِلَيْهِ مِنَ
الْفَنَاءِ عَلَى دَوَامِهِ وَاحِدًا لَا يَبْعَدُ،
وَدَائِمًا لَا يَمُوتُ، وَقَائِمًا لَا يَبْعُدُ، تَتَلَقَّاهُ
الْأَذْهَانُ لَا بِمُشَاعَرَةٍ، وَتَشْهَدُ لَهُ
الْمَرَايِي لَا بِمُحَاضَرَةٍ، لَمْ تُحِطْ بِهِ
الْأَوْهَامُ، بَلْ تَجَلَّى لَهَا، وَبَهَا أَمْتَنَ مِنْهَا
وَأَلْيَا حَاكِمَهَا، لَيْسَ بِذِي كِبَرٍ امْتَدَّتْ
بِهِ النِّهَايَاتُ فَكَبَّرَتْهُ تَجَسُّيًّا، وَلَا بِذِي
عِظَمٍ، تَنَاهَتْ بِهِ الْغَايَاتُ فَعَظَّمَتْهُ
تَجَسُّيدًا، بَلْ كَبُرَ شَأْنًا، وَعَظُمَ
سُلْطَانًا، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ الصَّفِيُّ وَآمِنُهُ الرَّضِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَهُ بِوَجُوبِ
الْحُجَجِ وَظُهُورِ الْقُلُوبِ وَإِضْاحِ
الْمُنْحَجِ قَبْلَ الرِّسَالَةِ صَادِعًا بِهَا وَحَلَّ
عَلَى الْمَحْجَةِ دَالًّا عَلَيْهَا وَأَقَامَ أَعْلَامَ
الْإِهْتِدَاءِ وَمَنَارَ الضِّيَاءِ وَجَعَلَ أَمْرَاسَ
الْإِسْلَامِ مَتِينَةً وَعُرَى الْإِيمَانِ وَثِيقَةً
مِنْهَا فِي صِفَةِ (عَجِيبِ) خَلْقِ أَصْنَافٍ
مِنَ الْحَيَوَانِ، وَلَوْ فَكَّرُوا فِي عَظِيمِ
الْقُدْرَةِ وَحَسِيمِ النُّعْمَةِ، لَرَجَعُوا إِلَى
الطَّرِيقِ وَخَافُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ وَلَكِنَّ

اور شمار میں آئے بغیر ایک (یگانہ) ہے وہ کسی (متعینہ) مدت
کے بغیر ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور ستونوں (اعضاء)
کے سہارے کے بغیر قائم و برقرار ہے۔ حواس و مشاعر کے بغیر
ذہن اُسے قبول کرتے ہیں اور اُس تک پہنچے بغیر نظر آنے والی
چیزیں اُس کی ہستی کی گواہی دیتی ہیں۔ عقلیں اُس کی حقیقت کا
احاطہ نہیں کر سکتیں بلکہ وہ عقلوں کے وسیلہ سے عقلوں کے لئے
آشکارا ہوا ہے اور عقلوں ہی کے ذریعہ سے عقل و فہم میں آنے
سے انکار ہے اور ان کے معاملہ میں خود انہی کو حکم ٹھہرایا ہے۔ وہ
اس معنی کو جو اسے مجسم صورت میں بڑا کر کے دکھاتے ہیں اور نہ
اس اعتبار سے عظیم ہے کہ وہ جسامت میں انتہائی حدوں تک
پھیلا ہوا ہے۔ بلکہ وہ شان و منزلت کے اعتبار سے بڑا اور
دبدبہ و اقتدار کے لحاظ سے عظیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ
محمد اُس کے عبد اور برگزیدہ رسول اور پسندیدہ امین ہیں۔ خدا
ان پر ان کے اہل بیت پر رحمت فراوان نازل کرے اللہ نے
انہیں ناقابل انکار دلیلوں، واضح کارانیوں اور راہ (شریعت)
کی رہنمائیوں کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ آپ نے (حق کو باطل
سے) چھانٹ کر اس کا پیغام پہنچایا، راہ حق دکھا کر اس پر لوگوں کو
لگایا۔ ہدایت کے نشان اور روشنی کے مینار قائم کئے۔ اسلام کی
رستیوں اور ایمان کے بندھنوں کو مستحکم کیا۔

اس خطبہ کا ایک جزو یہ ہے جس میں مختلف قسم کے جانوروں کی
عجیب و غریب آفرینش کا ذکر فرمایا ہے اگر لوگ اس کی عظیم
الشان قدرتوں اور بلند پایہ نعمتوں میں غور و فکر کریں تو سیدھی راہ
کی طرف پلٹ آئیں اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھانے
لگیں۔ لیکن دل بیمار اور بصیرتیں کھوئی ہیں۔ کیا وہ لوگ ان
چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کہ جنہیں اس نے پیدا کیا ہے نہیں
دیکھتے کہ کیونکر ان کی آفرینش کو استحکام بخشا ہے اور ان کے جوڑ

الْقُلُوبَ عَلِيلَةً وَالْبَصَائِرَ مَذْخُولَةً۔ أَلَا
يَنْظُرُونَ إِلَى صَغِيرٍ مَّا خَلَقَ كَيْفَ
أَحْكَمَ خَلْقَهُ، وَاتَّقَنَ تَرْكِيْبَهُ، وَفَلَقَ لَهُ
السَّمْعَ وَالْبَصَرَ، وَسَوَّى لَهُ الْعَظْمَ
وَالْبَشَرَ۔ اُنْظُرُوا إِلَى النَّمْلَةِ فِي
صِغَرِ جُثَّتِهَا وَلَطَافَةِ هَيْئَتِهَا، لَا تَكَادُ تُنَالُ
بِلِحْظِ الْبَصَرِ، وَلَا بِمُسْتَدْرَكِ الْفِكْرِ،
كَيْفَ دَبَّتْ عَلَى أَرْضِهَا، وَصَبَّتْ عَلَى
رِزْقِهَا، تَنْقُلُ الْحَبَّةَ إِلَى جُحْرِهَا،
وَتَعْدُهَا فِي مُسْتَقَرِّهَا تَجْعَمُ فِي حَرِّهَا
لِيَرُدَّهَا، وَفِي دُرُودِهَا لِصَدْرِهَا مَكْفُولَةٌ
بِرِزْقِهَا مَرْزُوقَةٌ بِوَفْقِهَا۔ لَا يَغْفُلُهَا
الْمَنَّانُ، وَلَا يَحْرِمُهَا الدَّيَّانُ وَلَوْ فِي
الصَّفَايَا بَسِ وَالْحَجَرِ الْجَامِسِ۔
وَلَوْ فَكَّرْتَ فِي مَجَارِي أَكْلِهَا فِي عُلُوِّهَا
وَسُفْلِهَا وَمَا فِي الْجَوْفِ مِنْ شَرِّ اسِيفٍ
بَطْنِهَا وَمَا فِي الرَّأْسِ مِنْ عَيْنِهَا وَأُذُنِهَا
لَقَضَيْتَ مِنْ وَصْفِهَا تَعَبًا۔ فَتَعَالَى
الَّذِي أَقَامَهَا عَلَى قَوَائِمِهَا، وَبَنَاهَا عَلَى
دَعَائِمِهَا، لَمْ يَشْرِكْهُ فِي فِطْرَتِهَا فَاطِرٌ،
وَلَمْ يَعْنَهُ فِي خَلْقِهَا قَادِرٌ۔ وَلَوْ ضَرَبْتَ
فِي مَذَاهِبِ فِكْرِكَ لَتَبَلَّغَ غَايَا تَه
مَادَلَّتْكَ الدَّلَالَةُ إِلَّا عَلَى أَنَّ فَاطِرَ النَّمْلَةِ
هُوَ فَاطِرُ النَّعْلَةِ، لِذَقِيقِ تَفْصِيلِ كُلِّ

بند کو باہم استواری کے ساتھ ملایا ہے اور ان کے لئے کان اور
آنکھ (کے سوراخ کھولے ہیں اور ہڈی اور کھال کو اور کھال کو
(پوری مناسبت سے) درست کیا ہے۔ ذرا اس چیونٹی کی
طرف، اس کی جسامت کے اختصار اور شکل و صورت کی باریکی
کے عالم میں نظر کرو اتنی چھوٹی کہ گوشہ چشم سے بشکل دیکھی
جاسکے اور نہ فکروں میں سماتی ہے دیکھو تو کیونکر زمین پر ریگتی
پھرتی ہے اور اپنے رزق کی طرف لپکتی ہے اور دانے کو اپنے منہ
کی طرف لیے جاتی ہے اور اسے اپنے قیام گاہ میں مہیا رکھتی
ہے اور گرمیوں میں، جاڑے کے موسم کے لئے قوت اور توانائی
کے زمانہ میں مجرور در ماندگی کے دنوں کے لئے ذخیرہ اکٹھا
کر لیتی ہے۔ اس کی روزی کا ذمہ لیا جا چکا ہے اور اس کے
مناسب حال رزق اسے پہنچتا رہتا ہے۔ خدائے کریم اس سے
تغافل نہیں برتا اور صاحب عطا و جزا اسے محروم نہیں رکھتا۔
اگرچہ وہ خشک پتھر اور جے ہوئے سنگ خارا کے اندر کیوں نہ ہو
اگر تم اس کی غذا کی نالیوں اور اس کے بلند و پست حصوں اور اس
کے خول میں پیٹ کی طرف جھکے ہوئے پسلیوں کے کناروں اور
اس کے سر میں (چھوٹی چھوٹی) آنکھوں اور کانوں کی (ساخت
میں) غور و فکر کرو گے تو اس کی آفرینش پر تمہیں تعجب ہوگا، اور
اس کا وصف کرنے میں تمہیں تعب اٹھانا پڑے گا۔ بلند و برتر ہے
وہ کہ جس نے اس کو اس کے پیروں پر کھڑا کیا ہے اور ستونوں
(اعضاء) پر اس کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کے بنانے میں کوئی
بنانے والا اس کا شریک نہیں ہوا، اور نہ اُس کے پیدا کرنے میں
کسی قادر و توانا نے اس کا ہاتھ بٹایا ہے۔ اگر تم سوچ بچار کی
راہوں کو طے کرتے ہوئے اُس کی آخری حد تک پہنچ جاؤ تو
عقل کی رہنمائی تمہیں بس اس نتیجہ پر پہنچائے گی کہ جو چیونٹی کا
پیدا کرنے والا ہے وہی کھجور کے درخت کا پیدا کرنے والا ہے
کیونکہ ہر چیز کی تفصیل لطافت و باریکی لئے ہوئے ہے اور

شَيْءٍ وَغَامِضٍ اخْتِلَافٍ كُلِّ حَيٍّ، وَمَا لَجَلِيلٍ وَاللَّطِيفُ وَالثَّقِيلُ وَالْخَفِيفُ وَالْقَوِيُّ وَالضَّعِيفُ فِي خَلْقِهِ إِلَّا سَوَاءٌ وَكَذَلِكَ السَّمَاءُ وَالْهَوَاءُ وَالرِّيَّاحُ وَالْمَاءُ فَانْظُرْ إِلَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنَّبَاتِ وَالشَّجَرِ وَالْمَاءِ وَالْحَجَرِ وَاخْتِلَافِ هَذَا اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَتَفْجِيرِ هَذِهِ الْبَحَارِ وَكَثْرَةِ هَذِهِ الْجِبَالِ، وَطُولِ هَذِهِ الْقِلَالِ وَتَفَرُّقِ هَذِهِ اللُّغَاتِ، وَالْأَلْسِنِ الْمُخْتَلِفَاتِ - فَالْوَيْلُ لِمَنْ جَحَدَ الْمُقَدَّرَ وَانْكَرَ الْمُدَبِّرَ - زَعَمُوا أَنَّهُمْ كَالنَّبَاتِ مَا لَهُمْ زَارِعٌ، وَلَا لَا اخْتِلَافٍ صَوْرِهِمْ صَانِعٌ - وَلَمْ يَلْجَأُوا إِلَى حُجَّةٍ فِيمَا ادَّعَوْا، وَلَا تَحْقِيقٍ لِمَا أَوْعَدُوا - وَهَلْ يَكُونُ بِنَاءٌ مِنْ غَيْرِ بَانٍ، أَوْ جَنَابَةٌ مِنْ غَيْرِ جَانٍ - وَإِنْ شِئْتَ قُلْتُ فِي الْجَرَادَةِ إِذْ خَلَقَ لَهَا عَيْنَيْنِ حَمْرًا وَبَيْنَ وَجَعَلَ لَهَا السَّمْعَ الْخَفِيَّ، وَفَتَحَ لَهَا الْفَمَ السَّوِيَّ، وَجَعَلَ لَهَا الْحَسَّ الْقَوِيَّ وَنَابِيْنِ بِهِمَا تَقَرُّضٌ، وَمَنْجَلَيْنِ بِهِمَا تَقْبِضُ يَرْهَبُهَا الزُّرَّاعُ فَيُزِدُّهُمْ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ذِيهَا وَلَوْ أَحْلَبُوا بِجَمْعِهِمْ، حَتَّى تَرِدَ الْحَرْتُ فَيُنَزِّلُوا نَزْلَهَا وَخَلَقَهَا كُلُّهُ لَا يَكُونُ إَصْبَعًا

ہر ذی حیات کے مختلف اعضاء میں باریک ہی سافرق ہے اس کی مخلوقات میں بڑی اور چھوٹی، بھاری اور ہلکی، طاقتور اور کمزور چیزیں یکساں ہیں اور یونہی آسمان، فضا، ہوا اور پانی برابر ہیں۔ لہذا تم سورج، چاند، آسمان، فضا، ہوا اور پتھر کی طرف دیکھو اور اس رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے اور اُن دریاؤں کے جاری ہونے اور اُن پہاڑوں کے بہتاں اور اُن چوٹیوں کی اُچان پر نگاہ دوڑاؤ اور اُن نعمتوں اور قسم قسم کی زبانوں کے اختلاف پر نظر کرو۔ اس کے بعد افسوس ہے ان پر کہ جو قضاء و قدر کی مالک ذات اور نظم و انضباط کی قائم کرنے والی ہستی سے انکار کریں انہوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ گھاس پھوس کی طرح خود بخود آگ آئے ہیں، نہ ان کا کوئی بولنے والا ہے اور نہ ان کی گونا گوں صورتوں کا کوئی بنانے والا ہے۔ انہوں نے اپنے اس دعوے کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں رکھی اور نہ سنی سنائی باتوں کی تحقیق کی ہے۔ (ذرا سوچو تو کہ) کیا کوئی عمارت بغیر بنانے والے کے ہوا کرتی ہے؟ اور کوئی جرم بغیر مجرم کے ہوتا ہے؟ اگر چاہو تو (جینوں کی طرح ٹڈی کے متعلق بھی کچھ کہو، کہ اس کے لئے لال بھبھو کا دوا نکھیں پیدا کیں اور اُس کی آنکھوں کے چاند سے دونوں حلقوں کے چراغ روشن کئے اور اُس کے لئے بہت ہی چھوٹے چھوٹے کان بنائے اور مناسب و معتدل منہ کا شگاف بنایا اور اُس کے حس کو قوی اور تیز قرار دیا اور ایسے دو دانت بنائے کہ جن سے وہ (پتوں کو) کاٹتی ہے اور درخت کی طرح کے دو پیر دیئے کہ جن سے وہ (گھاس پات کو) پکڑتی ہے۔ کاشتکار اپنی زراعت کے بارے میں اس سے ہراساں رہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے جھٹوں کو سمیٹ لیں، جب بھی اس ٹڈی کا دل کا ہنکانا ان کے بس میں نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ جست و خیز کرتا ہوا اُن کی کھیتیوں پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ان سے اپنی خواہشوں کو پورا کر لیتا ہے۔ حالانکہ اس کا جسم ایک باریک

مُسْتَدِیْقَةً فَتَبَارَكَ اللَّهُ الَّذِي يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا، وَيَعْبُدُ لَهُ خَدًا وَوَجْهًا، وَيُلْقِي إِلَيْهِ بِالطَّاعَةِ سَلَامًا وَضَعْفًا، وَيُعْطِي لَهُ الْقِيَادَ رَهْبَةً وَخَوْفًا - فَالطَّيْرُ مُسَخَّرَةٌ لِأَمْرِ - أَحْصَى عَدَدَ الرَّيْشِ مِنْهَا وَالنَّفْسِ، وَأَدَسَى قَوَائِمَهَا عَلَى النَّدَى وَالْيَبْسِ - وَقَدَّرَ أَقْوَاتَهَا، وَأَحْصَى أَجْنَاسَهَا - فَهَذَا غَرَابٌ وَهَذَا عُقَابٌ - وَهَذَا حِمَامٌ وَهَذَا نَعَامٌ - دَعَا كُلُّ طَائِرٍ بِاسْمِهِ وَكَفَّلَ لَهُ بِرِزْقِهِ وَأَنْشَأَ السَّحَابَ الثَّقِيلَ فَاهْطَلَ دِيمَهَا وَعَدَّدَ قَسَمَهَا، فَبَلَ الْأَرْضَ بَعْدَ جَفْوِهَا وَأَخْرَجَ نَبْتَهَا بَعْدَ جُدُوبِهَا -

انگی کے بھی برابر نہیں ہوتا۔ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سامنے آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی یا مجبوری سے بہر صورت سجدہ میں گرا ہوا ہے اور اس کے لئے رخسار اور چہرے کو خاک پر مل رہا ہے اور عجز و انکسار سے اس کے آگے سرنگوں ہے اور خوف و دہشت سے اپنی باگ دوڑ اسے سوچے ہوئے ہے۔ پرندے اُس کے حکم (کی زنجیروں) میں جکڑے ہوئے ہیں وہ ان کے پروں اور سانسوں کی گنتی تک کو جانتا ہے اور (ان میں سے کچھ کے) پیر تری پر اور (کچھ کے) خشکی پر جمادیئے ہیں اور ان کی روزیاں معین کردی ہیں اور ان کے انواع و اقسام پر احاطہ رکھتا ہے کہ یہ کوا ہے، اور یہ عقاب، یہ کبوتر، اور یہ شتر مرغ۔ اُس نے ہر پرندے کو اس کے نام پر دعوت (وجود) دی اور ان کی روزی کا ذمہ لیا اور یہ بھاری بوجھل بادل پیدا کئے کہ جن سے موسلا دھار بارشیں برسا سکیں اور حصہ رسدی مختلف (سرزمینوں پر) انہیں بانٹ دیا اور زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد تر بتر کر دیا اور زنجیر ہونے کے بعد اُس سے (الہلہاتا ہوا) سبزہ اُگایا۔

تشریح:-

۱۔ جینوں کی بظاہر ایک حقیر سی مخلوق ہے اور جسامت کے اعتبار سے نہایت چھوٹی مگر قدرت نے شعور اور احساس کی اتنی قوتیں اس میں ودیعت کی ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کے حیات خصوصاً قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے جہاں کہیں خوارک ہو یہ اپنے حاسہ کی مدد سے فوراً وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنے جسم سے بیس گناہ زائد وزن اٹھا لیتی ہے اور جس چیز کو اس کیلئے نہیں اٹھا سکتی اُسے اٹھانے کے لئے دوسری جینوں کو اطلاع کر دیتی ہے اور وہ سب مل کر اسے اٹھا لے جاتی ہیں۔ اگر دیوار یا بلندی پر چڑھنے سے بوجھ گر پڑتا ہے تو جتنی مرتبہ گرے اُسے اٹھانے کے لئے پلٹتی ہے۔ دھوپ ہو یا سایہ، گرمی ہو یا سردی نہ ہمت ہارتی ہیں اور نہ محنت سے جی چراتی ہیں۔ ہمہ وقت طلب و تلاش میں لگی رہتی ہیں۔ یوں تو گرمی و سردی میں یکساں سعی و کاوش کا مظاہرہ کرتی ہیں مگر گرمیوں میں زیادہ سرگرم عمل رہتی ہیں تاکہ سردی اور برسات کے لئے اپنے بلوں میں اتنا ذخیرہ فراہم کر لیں جس سے ان کی گذر بسر ہو سکے۔ ان بلوں میں میڑھے میڑھے راستے بناتی ہیں تاکہ بارش کے پانی سے تحفظ ہو سکے۔ اس غذا کی جمع آوری کے ساتھ اس کے بچاؤ کی بھی تمام تدابیر عمل میں لاتی ہیں۔ چنانچہ جب اُس کے خراب یا متعفن ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اُسے بلوں سے باہر نکال کر ہوا میں پھیلا دیتی ہیں اور سوکھ جانے کے بعد اسے پھر بلوں میں منتقل کر دیتی ہیں۔ یہ نقل و حمل عموماً چاندنی راتوں میں کرتی ہیں تاکہ دن کے وقت گزرنے والے کی وجہ سے ذخیرہ پامال نہ ہو اور اتنی روشنی بھی رہے کہ کام جاری رکھا جاسکے اور اگر زمین کی تری و رطوبت کی وجہ سے دانوں سے کوئلیں پھوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو ہر دانے کے دو ٹکڑے کر دیتی ہیں

اور دھننے کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو بھی اگ آتا ہے اس لئے اس کے چار ٹکڑے کر دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ یہ اہتمام بھی کرتی ہیں کہ دانوں کی سطح پر بھوسے کے تھکے بچھا دیتی ہیں تاکہ زمین کے اندر کی نمی سے محفوظ رہیں۔

چیونٹیوں میں نظم و ضبط سے رہنے بل جل کر کام کرنے اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کا بھرپور جذبہ ہوتا ہے۔ ان میں کچھ کارکن ہوتی ہیں جو خوراک فراہم کرتی ہیں اور کچھ حفاظتی فریضہ انجام دیتی ہیں اور ایک ملکہ ہوتی ہے جو نگران کار ہوتی ہے۔ غرض یہ تمام کام تقسیم عمل اور نظم و ضبط کے تحت انجام پاتے ہیں۔

۳۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کا جائزہ لیا جائے تو وہ اپنے اندر ان تمام چیزوں کو سمیٹے ہوئے ہوگی جو بڑی سے بڑی چیز کے اندر پائی جاتی ہیں اور ہر ایک میں قدرت کی صنعت طرازی و کار سازی کی جھلک یکساں اور ہر ایک کی نسبت اس کی قوت و توانائی کی طرف برابر ہوگی۔ خواہ وہ چیونٹی کی طرح چھوٹی ہو یا درخت خرما کی طرح بڑی، ایسا نہیں نہیں کہ چھوٹی چیز کو بٹانا سہل اور بڑی چیز کو پیدا کرنا اس کے لئے مشکل ہو کیونکہ صورت رنگ، حجم اور مقدار کا اختلاف صرف اس کی حکمت و تدبیر کی کار فرمائی کی بناء پر ہے۔ مگر اصل خلقت کے اعتبار سے ان میں کوئی تفاوت نہیں۔ لہذا خلقت و آفرینش کی یہ یک رنگی اس کے صانع کی وحدت و یکتائی کی دلیل ہے۔

۴۔ مڈی ایک مختصر جسامت کا جانور ہے۔ بچپن میں اس کے پیر چھوٹے ٹانگیں لانی، سر بڑا اور دم چھوٹی ہوتی ہے جب بچپن کا دور گزر جاتا ہے تو پیر بڑے اور جسم کی لمبائی زیادہ ہو جاتی ہے۔ خوراک کی تلاش میں جھٹکنا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا رہتا ہے۔ اس پرواز سے اس کے جسم اور اعضاء پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور جسم قوی اور اعصاب مضبوط ہو جاتے ہیں لیکن یہ دور اس کے لئے انتہائی پریشان کن ہوتا ہے۔ کیونکہ بھوک کی شدت اسے کسی کروٹ پھینٹ نہیں لینے دیتی۔ چنانچہ جب مڈی دل ل کر پرواز کرتا ہے تو جہاں کہیں سبزہ نظر آتا ہے بے تحاشا ٹوٹ پڑتا ہے اور مادہ اپنی دم سے زمین میں سوراخ کر کے اٹھ کے چھوڑ جاتی ہے۔ جن سے بچے نکلتے ہیں اور جب ان کے جسم و جان میں توانائی آتی ہے تو اڑنے لگتے ہیں۔ ان کا پھیلاؤ کبھی کبھی دو ہزار مربع میل تک پہنچ جاتا ہے اور ایک دن میں بارہ سو میل کی مسافت طے کر لیتے ہیں اور جدھر سے ہو کر گزرتے ہیں کھڑی کھیتوں اور سبزہ زاروں کو اس طرح چاٹ جاتے ہیں کہ روئیدگی کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ یہ پرواز گرم خشک موسم میں ہوتی ہے، اور جب تک موسم سازگار رہتا ہے پرواز جاری رہتی ہے جب سخت سردی یا تیز آندھی انہیں منتشر کر دیتی ہے تو جماعتی زندگی کی کشمکش سے آزاد ہو کر تنہا رہ جاتے ہیں۔ یہ تنہائی کی زندگی ان کے لئے بڑی مطمئن زندگی ہوتی ہے۔ نہ انہیں بھوک ستاتی ہے اور نہ پرواز کی تعب و مشقت نڈھال کرتی ہے۔

خطبہ ۱۸۳

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) یہ خطبہ توحید کے متعلق ہے اور علم و معرفت کی اتنی بنیادی فی التَّوْحِيدِ، وَتَجَمُّعُ هَذِهِ الْخُطْبَةِ باتوں پر مشتمل ہے کہ جن پر کوئی دوسرا خطبہ حاوی نہیں ہے۔ جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اُس نے اسے یکتا

(غیر ہا)

مَا وَحَدَهُ مِنْ كَيْفِهِ وَلَا حَقِيقَتَهُ أَصَابَ مَنْ مَثَلَهُ۔ وَلَا إِيَّاهُ عَنْى مَنْ شَبَّهَهُ، وَلَا صِدْلَهُ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ وَتَوَهَّمَهُ۔ كُلُّ مَعْرُوفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوعٌ۔ وَكُلُّ قَائِمٍ فِى سِوَاهُ مَعْلُولٌ۔ فَاعِلٌ لَا يَاضْطَرُّ ابِ إِلَهٍ مُقَدَّرٌ لَا بِجَوْلٍ فَكْرٌ غَنِىٌّ لَا بِاسْتِفَادَةٍ لَا تَصْحَبُهُ إِلَّا وَقَاتٌ وَلَا تَسْرِفُهُ إِلَّا دَوَاتٌ سَبَقَ الْأَوْقَاتُ كَوْنُهُ، وَالْعَدَمُ وَجُودُهُ وَالْإِبْتِدَاءُ أَزْلُهُ۔ يَتَشَعَّرُ بِالسَّاعِرِ عُرْفٌ أَنْ لَا مَشْعَرْلَهُ وَيَبْضُضُ بَيْنَ الْأُمُورِ عُرْفٌ أَنْ لَا ضِدْلَهُ وَيُبْقِرُ نِتْهِ بَيْنَ الْأَشْيَاءِ عُرْفٌ أَنْ لَا قَرِينَ لَهُ۔ ضَادُّ النُّورِ بِالظُّلْمَةِ وَالْوُضُوحِ بِالْبَهْمَةِ وَالْجُمُودِ بِاللَّبَلِّ، وَالْحُرُودِ بِالصَّرْدِ مُؤَلَّفٌ بَيْنَ مُتَعَادٍ يَأْتِيهَا مَقَارِنُ بَيْنَ مُتَبَايِنَاتِهَا مُقَرَّبٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا۔ لَا يُشْمَلُ بِحَدٍّ، وَلَا يُحَسَّبُ بِعَدٍّ، وَإِنَّمَا تَحْدُ الْأَدَوَاتُ أَنْفُسَهَا، وَتُشِيرُ الْأَلَةُ إِلَى نَظَائِرِهَا مَنَعَتْهَا مُنْذُ الْقَدَمِيَّةِ، وَحَتَّتْهَا قِدَا الْأَذِلَّةَ وَجَنَّبَتْهَا لَوْلَا التَّكْمِيلَةُ بِهَا تَجَلَّى صَانِعُهَا لِلْعُقُولِ وَبِهَا امْتَنَعَ عَنْ نَظَرِ الْعَيُونِ۔ لَا يُجْرَى عَلَيْهِ السُّكُونُ

نہیں سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اُس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اُس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے قابل اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا اُس نے اس کا رخ نہیں کیا، جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہوگا وہ غافل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لانے وہ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے۔ بغیر فکر کی جولانی کے وہ تو نگر و غنی ہے۔ بغیر دوسروں سے استفادہ کئے نہ زمانہ اس کا ہم نشین اور نہ آلات اس کے معاون اور معین ہیں۔ اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی جھلکی نقطہ آغاز سے بھی پہلے سے ہے۔ اُس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جو اُس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اُس کا کوئی ساتھی نہیں، اُس نے نور کو ظلمت کی روشنی کو اندھیرے کی، خشکی کو تری اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے وہ ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والا، متضاد چیزوں کو ملانے والا، اور دوسرے سے دور کی چیزوں کو باہم قریب لانے والا ہے، اور باہم پیوستہ چیزوں کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ وہ کسی حد میں محدود نہیں اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے۔ جسمانی قوی تو جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں انہیں لفظ منذ نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے اور لفظ قد نے جھلکی سے منع کر دیا ہے اور لفظ لولا نے کمال سے ہٹا دیا ہے۔

انہی اعضاء و جوارح اور حواس و مشاعر کے ذریعہ ان کا موجد عقول کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدے سے بڑی ہو گیا ہے۔ حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو سکتے۔ بھلا جو چیز اُس نے مخلوقات پر

وَالْحَرَكَةُ - وَكَيْفَ يَجْرِي عَلَيْهِ مَا هُوَ
 أَجْرَاهُ، وَيَعُودُ فِيهِ مَا هُوَ أَحَدُهُ - إِذَا
 لَتَفَاوَتَتْ ذَاتُهُ، وَلَتَجَزَّ كُنْهَهُ وَلَا مَتَنَع
 مِنَ الْإِذِلِّ مَعْنَاهُ - وَلَكِنْ لَهُ وَرَاءُ
 إِذْ وَجَدَ لَهُ أَمَامَ وَلَا تَتَسَّ النَّشَامُ إِذْ لَوْ مَه
 النَّقْصَانُ وَإِذَا لَقَامَتْ آيَةُ الْمَصْنُوعِ فِيهِ،
 وَلَتَحُولُ دَلِيلًا بَعْدَ أَنْ كَانَ مَذْلُولًا
 عَلَيْهِ - وَخَرَجَ بِسُلْطَانِ الْأَمْتِنَاعِ مِنْ
 أَنْ يُؤَثِّرَ فِيهِ مَا يُؤَثِّرُ فِي غَيْرِهِ الَّذِي لَا
 يَحُولُ، وَلَا يَزُولُ وَلَا يَجُودُ عَلَيْهِ
 الْأَفُولُ، وَلَمْ يَلِدْ فَيَكُونْ مَوْلُودًا وَلَمْ
 يُولَدْ فَيَصِيرَ مَحْدُودًا - جَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ
 الْآبَاءِ وَطَهَرَ عَنِ مَلَامَسَةِ النِّسَاءِ - لَا
 تَنَالُهُ الْآوْهَامُ فَتَقْدِرُهُ وَلَا تَتَوَهَّمُهُ
 الْفِطْنُ فَتَصَوِّرُهُ وَلَا تُدْرِكُهُ الْحَوَاسُّ
 فَتَحْسُسُهُ وَلَا تَلْبِسُهُ الْآيْدِي فَتَمَسُّهُ لَا
 يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ، وَلَا تَتَبَدَّلِي وَالْآيَامُ، وَلَا
 يُغَيِّرُهُ الضِّيَاءُ وَالظَّلَامُ - وَلَا يُوصَفُ
 بِشَيْءٍ مِنَ الْأَجْزَاءِ، وَلَا بِالْجَوَارِحِ
 وَالْأَعْصَاءِ وَلَا بِعَرَضٍ مِنَ الْأَعْرَاضِ
 وَلَا بِالْغَيْرِيَّةِ وَالْأَبْعَاضِ وَلَا يَقَالُ لَهُ
 حَدٌّ وَلَا نِهَايَةٌ، وَلَا انْقِطَاعٌ وَلَا غَايَةٌ -
 وَلَا أَنَّ الْأَشْيَاءَ تَحْوِيهِ، فَتَقْلُهُ أَوْ تَهْوِيهِ
 أَوْ أَنَّ شَيْئًا يَحْمِلُهُ فَيُحْمِلُهُ أَوْ يَعْدِلُهُ -

وَلَيْسَ فِي الْأَشْيَاءِ بَوَالِجٍ، وَلَا عَنْهَا
 بِخَارِجٍ يُخْبِرُ لَا بِلِسَانٍ وَلَهَوَاتٍ،
 وَيَسْمَعُ لَا بِخُرُوقٍ وَأَدَوَاتٍ - يَقُولُ وَلَا
 يَلْفِظُ وَيَحْفَظُ وَيَتَحَفَّظُ، وَيُرِيدُ وَلَا
 يُضْمِرُ - يُحِبُّ وَيَرْضَى مِنْ غَيْرِ رِقَّةٍ،
 وَيَبْغِضُ وَيَغْضَبُ مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ -
 يَقُولُ لِمَنْ أَرَادَ كُونَهُ كُنْ فَيَكُونُ - لَا
 بِصَوْتٍ يَقْرَعُ وَلَا بِبِنْدَاءٍ يُسْمَعُ - وَإِنَّمَا
 كَلَامُهُ سُبْحَانَهُ فِعْلٌ مِنْهُ أَنْشَاءٌ - وَمِثْلُهُ
 لَمْ يَكُنْ مِنْ قَبْلِ ذَلِكَ كَانِنًا، وَلَوْ كَانَ
 قَدِيمًا لَكَانَ إِلَهًا ثَانِيًا لَا يَقَالُ كَانَ بَعْدَ
 أَنْ لَمْ يَكُنْ فَتَجْرِي عَلَيْهِ الصِّفَاتُ
 الْمُحْدَثَاتُ وَلَا يَكُونُ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ
 فَضْلٌ، وَلَا لَهُ عَلَيْهَا فَضْلٌ، فَيَسْتَوِي
 الصَّانِعُ وَالْمَصْنُوعُ، وَيَتَكَافَأُ الْمُبْتَدِعُ
 وَالْبَدِيعُ - خَلَقَ الْخَلَائِقَ عَلَى غَيْرِ
 مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهِ، وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلَى
 خَلْقِهَا بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ - وَأَنْشَأَ
 الْأَرْضَ فَاْمَسَكَهَا مِنْ غَيْرِ اسْتِغَالٍ -
 وَأَرَسَهَا عَلَى غَيْرِ قَرَارٍ - وَأَقَامَهَا بِغَيْرِ
 قَوَائِمٍ - وَرَفَعَهَا بِغَيْرِ دَعَائِمٍ - وَحَصَّنَهَا
 مِنَ الْآوَدِ وَالْأَعْوِجَاجِ وَمَنْعَهَا مِنَ
 التَّهَافُتِ وَالْإِنْفِرَاجِ - أَرَسَى أَوْتَادَهَا
 وَضَرَبَ أَسْدَادَهَا وَاسْتَفَادَ عُيُونَهَا

اور خواہ پست، یا چیزیں اُسے اٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اُسے
 ادھر ادھر موڑیں اور چاہے اُسے سیدھا رکھیں۔ نہ وہ چیزوں کے
 اندر ہے اور نہ اُن سے باہر، وہ خبر دیتا ہے بغیر زبان اور تالو
 جڑے کی حرکت کے، وہ سنتا ہے بغیر کانوں کے سوراخوں اور
 آلات سماعت کے، وہ بات کرتا ہے بغیر تلفظ کے وہ ہر چیز کو یاد
 رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے، وہ ارادہ کرتا ہے بغیر قلب
 اور ضمیر کے، وہ دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقت طبع
 کے، وہ دشمن رکھتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے بغیر غم و غصہ کی
 تکلیف کے۔ جیسے پیدا کرنا چاہتا ہے اُسے ”ہو جا“ کہتا ہے
 جس سے وہ ہو جاتی ہے۔ بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان (کے
 پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جاسکے۔ بلکہ
 اللہ سبحانہ کا کلام بس اُس کا ایجاد کردہ فعل ہے اور اس طرح کا
 کلام پہلے سے موجود نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا
 خدا ہوتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے
 کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور
 مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و
 برتری رہے کہ جس کے نتیجے میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آجائیں
 اور صانع و مصنوع برابر ہو جائیں۔ اُس نے مخلوقات کو بغیر کسی
 ایسے نمونے کے پیدا کیا کہ جو اس سے پہلے کسی دوسرے نے
 قائم کیا ہو اور اس کے بنانے میں اُس نے مخلوقات میں سے کسی
 ایک بھی مدد نہیں چاہی۔ وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام
 میں اچھے ہوئے اسے برابر رو کے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر
 ٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا، اور بغیر ستونوں کے اُس نے
 قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند کیا۔ کچی اور جھکاؤ سے اسے
 محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اُسے
 بچائے رہا۔ اس کی پہاڑوں کو مینوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو

وَحَدَّادُودِيَّتَهَا۔ فَلَمْ يَهْنِ مَابَنَاءُ، وَلَا
ضَعْفُ مَا قَوَّاهُ۔ هُوَ الظَّاهِرُ عَلَيْهَا
بِسُلْطَانِهِ وَعَظَمَتِهِ، وَهُوَ الْبَاطِنُ لَهَا
بِعِلْمِهِ وَمَعْرِفَتِهِ وَالْعَالِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
مِنْهَا بِجَلَالِهِ وَعِزَّتِهِ۔ وَلَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ
مِنْهَا طَلَبَهُ، وَلَا يَسْتَنْعِمُ عَلَيْهِ فَيَغْلِبُهُ وَلَا
يَفُوتُهُ السَّرِيعُ مِنْهَا فَيَسْبِقُهُ، وَلَا
يَحْتَاجُ إِلَى ذِي مَالٍ فَيَرْزُقُهُ خَصَصَتْ
الْأَشْيَاءَ لَهُ وَذَلَّتْ مُسْتَكِبَةً لِعَظَمَتِهِ، لَا
تَسْتَطِيعُ الْهَرَابَ مِنْ سُلْطَانِهِ إِلَى غَيْرِهِ
فَتَسْتَنْعِمُ مِنْ نَفْعِهِ وَضَرِّهِ وَلَا كُفُو لَهُ
فِيكَافِئَهُ وَلَا نَظِيرَ لَهُ فَيَسَاوِيهِ هُوَ
الْمُقْنِي لَهَا بَعْدَ وَجُودِهَا حَتَّى يَصِيرَ
مَوْجُودُهَا كَمَقْضُودِهَا وَلَيْسَ فَنَاءُ الدُّنْيَا
بَعْدَ ابْتِدَائِهَا بِأَعْجَبَ مِنْ إِنْشَائِهَا
وَأَحْتَرَأَ عِهَا وَكَيْفَ وَلَوْ اجْتَمَعَ جَمِيعُ
حَيَوَانِهَا مِنْ طَيْرِهَا وَبَهَائِئِهَا، وَمَا كَانَ
مِنْ مُرَاحِهَا وَسَائِسِهَا، وَأَصْنَافِ
أَسْنَاخِهَا وَاجْنَاسِهَا وَمَتَبَلَدَةِ أُمَمِهَا
وَأَكْيَاسِهَا عَلَى إِحْدَاثِ بَعُوضَةٍ مَا
قَدَّرَتْ عَلَى إِحْدَاثِهَا، وَلَا عَرَفَتْ كَيْفَ
السَّبِيلُ إِلَى إِبْجَادِهَا۔ وَلَتَحِيرَتْ
عُقُولُهَا فِي عِلْمِ ذَلِكَ وَتَاهَتْ وَعَجَزَتْ
قَوَاهَا وَتَنَاهَتْ، وَرَجَعَتْ خَاسِئَةً

مضبوطی سے نصب کیا، اس کے چشموں کو جاری اور پانی کی
گزرگا ہوں کو شگافتہ کیا۔ اُس نے جو بنایا اس میں کوئی ہستی نہ
آئی اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔ وہ اپنی
عظمت و شہابی کے ساتھ زمین پر غالب، علم و دانائی کی بدولت
اُس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال و عزت
کے سبب سے اُس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ وہ جس چیز کا اُس
سے خواہاں ہوتا ہے وہ اُس کے دسترس سے باہر نہیں ہو سکتی اور
نہ اس سے روگردانی کر کے اس پر غالب آ سکتی ہے اور نہ کوئی
تیز رو اُس کے قبضہ سے نکل سکتا ہے کہ اُس سے بڑھ جائے اور
نہ وہ کسی مال دار کا محتاج ہے کہ وہ اُسے روزی دے۔ تمام
چیزیں اُس کے سامنے عاجز اور اُس کی بزرگی و عظمت کے آگے
ذلیل و خوار ہیں۔ اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی
اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود و عطا
سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھ لیں۔ نہ
اس کا کوئی ہمسر ہے جو اس کے برابر اتر سکے نہ اس کا کوئی مثل و
نظیر ہے جو اس سے برابری کر سکے۔ وہی ان چیزوں کو جود
کے بعد فنا کرنے والا ہے یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں
کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں، اور یہ دنیا کو پیدا
کرنے کے بعد نیست و نابود کرنا اس کے شروع شروع و جود
میں لانے سے زیادہ تعجب خیز (و دشوار) نہیں اور کیوں کر ایسا
ہو سکتا ہے جبکہ تمام حیوان و پرندے ہوں یا چوپائے رات کو
گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں یا چراگا ہوں میں
چرنے والے جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کے ہوں اور
تمام آدمی کو دن و غمی صنف سے ہوں یا زیرک و ہوشیار سب مل
کر اگر ایک چمھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اس کے پیدا کرنے پر
قادر نہ ہوں گے اور نہ یہ جان سکیں گے کہ اس کے پیدا کرنے کی

حَسِيرَةً عَارِفَةً بِأَنَّهَا مَقْهُورَةٌ مُقَرَّرَةٌ
بِالْعَجْزِ عَنْ إِنْشَائِهَا مُدْعَنَةٌ بِالضَّعْفِ
عَنْ إِفْنَائِهَا وَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ يَعُودُ بَعْدَ
فَنَاءِ الدُّنْيَا وَحَدَهُ لَا شَيْءَ مَعَهُ كَمَا كَانَ
قَبْلَ ابْتِدَائِهَا كَذَلِكَ يَكُونُ بَعْدَ فَنَائِهَا۔
بِلَا وَقْتٍ وَلَا مَكَانٍ، وَلَا حِينٍ وَلَا زَمَانٍ
عُدِمَتْ عِنْدَ ذَلِكَ الْأَجَالُ وَالْأَوَقَاتُ،
وَذَلَّتِ السَّنُونَ وَالسَّاعَاتُ فَلَا شَيْءَ إِلَّا
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِي إِلَيْهِ مَصِيرُ جَمِيعِ
الْأُمُورِ۔ بِلَا قُدْرَةٍ مِنْهَا كَانَ ابْتِدَاءُ
خَلْقِهَا وَبِغَيْرِ امْتِنَاعٍ مِنْهَا كَانَ فَنَائُهَا۔
وَلَوْ قَدَّرَتْ عَلَى الِامْتِنَاعِ دَامَ بَقَاؤُهَا۔
لَمْ يَتَكَادَلْهُ صُنْعُ شَيْءٍ مِنْهَا إِذْ صَنَعَهُ،
وَلَمْ يُوَدِّدْهُ۔ مِنْهَا خَلَقَ مَا خَلَقَهُ وَبَرَأَهُ،
وَلَمْ يَكُونِ نَهَا لِيَتَشَدَّدَ سُلْطَانُ۔ وَلَا
لِيَحْوَفَ مِنْ ذَوَالٍ وَنُقْصَانٍ،
وَلَا لِيَسْتَعَانَةَ بِهَا عَلَى نِدِّ مُكَاتِرٍ، وَلَا
لِيَلْحَظِرَازَ بِهَا مِنْ ضِدِّ مُقَاوِرٍ۔ وَلَا
لِلْأَزْدِيَادِ بِهَا فِي مُلْكِهِ، وَلَا لِمُكَاتَرَةٍ
شَرِيكٍ فِي شُرْكِهِ۔ وَلَا لِيَوْحِشَةَ كَانَتْ
مِنْهُ فَارَادَ أَنْ يُسْتَأْنِسَ إِلَيْهَا۔ ثُمَّ
هُوَ يَفْنِيهَا بَعْدَ تَكْوِينِهَا لِإِسَامٍ دَخَلَ
عَلَيْهِ فِي تَصْرِيفِهَا وَتَذْيِيرِهَا وَلَا
لِرَاحَةٍ وَاصِلَةٍ إِلَيْهِ۔ وَلَا لِيُثْقِلَ شَيْءٌ مِنْهَا

کیا صورت اور اس جاننے کے سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران و
سرگرداں اور قوتیں عاجز و درماندہ ہو جائیں گی اور یہ جانتے
ہوئے کہ وہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ
اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ
اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ خستہ و نامراد ہو کر پلٹ
آئیں گے۔ بلاشبہ اللہ سبحانہ دنیا کے مٹ مٹا جانے کے بعد
ایک اکیلا ہوگا کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہوگی جس طرح کہ دنیا
کی ایجاد و آفرینش سے پہلے تھا۔ یونہی اس کے فنا ہو جانے کے
بعد بغیر وقت و مکان اور ہنگام و زمان کے ہوگا اُس وقت مدتیں
اور اوقات سال اور گھنٹیاں سب نابود ہوں گی، سوائے اس
خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت
ہے، کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ ان کی آفرینش کی ابتداء ان کے
اختیار و قدرت سے باہر تھی اور اُن کا فنا ہونا بھی اُن کی روک
ٹوک کے بغیر ہوگا۔ اگر اُن کو انکار پر قدرت ہوتی تو اُن کی
زندگی بقا سے ہلکنار ہوتی جب اُس نے کسی چیز کو بتایا تو اُس
کے بنانے میں اُسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور نہ جس چیز کو
اُس نے خلق و ایجاد کیا اُس کی آفرینش نے اُسے خستہ و درماندہ
کیا۔ اُس نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کو استوار کرنے اور
(مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطاط کے خطرات
(سے بچنے) اور کسی جمع جتھے والے حریف کے خلاف مدد حاصل
کرنے اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک و سلطنت کا
دائرہ بڑھانے اور کسی شریک کے مقابلہ میں اپنی کثرت پر
اتر آنے کے لئے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا اور نہ اس لئے کہ اس
نے (تنہائی کی) وحشت سے (گھبرا کر) یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں
سے جی لگائے، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے بعد فنا کر دے گا،
اس لئے نہیں کہ ان میں رد و بدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال
رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو اور نہ اُس آسودگی و راحت

عَلَيْهِ، لَمْ يُبَلِّهِ طُولَ بَقَائِهَا فَيَدْعُوهُ إِلَى سُرْعَةِ إِفْنَائِهَا لِكِنَّهُ سُبْحَانَهُ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهِ وَأَمْسَكَهَا بِأَمْرِهٖ، وَأَنْقَضَهَا بِقُدْرَتِهِ ثُمَّ يُعِيدُهَا بَعْدَ الْفَنَاءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِّنْهُ إِلَيْهَا وَلَا اسْتِعَانَةَ بِشَيْءٍ مِّنْهَا عَلَيْهَا وَلَا لِإِنْصِرَافٍ مِنْ حَالٍ وَحُشَّةٍ إِلَى حَالٍ اسْتِنْسَاسٍ، وَلَا مِنْ حَالٍ جَهْلٍ وَعَمَى إِلَى حَالٍ عِلْمٍ وَالتَّيَسَّاسِ- وَلَا مِنْ فَقْرٍ وَحَاجَةٍ إِلَى غِنَى وَكَثْرَةٍ- وَلَا مِنْ ذُلٍّ وَضَعَةٍ إِلَى عِزٍّ وَقُدْرَةٍ-

کے خیال سے کہ جو (انہیں مٹا کر) اُسے حاصل ہونے کی توقع ہو اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو، اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آرزو نہ دل تک نہیں بناتی کہ یہ انہیں جلدی سے فنا کر دینے کی اُسے دعوت دے۔ بلکہ اللہ سبحانہ نے اپنے لطف و کرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا نہ اس لئے کہ ان میں سے کسی چیز کی اُسے احتیاج ہے اور ان کی مدد کا خواہاں ہے اور نہ تنہائی کی الجھن سے منتقل ہو کر دل بنگلی کی حالت پیدا کرنے کے لئے اور جہالت و بے بصیرتی کی حالت سے واقفیت و تجربات کی دنیا میں آنے کے لئے اور فقر و احتیاج سے دولت و فراوانی اور ذلت و پستی کے عزت و توانائی کی طرف منتقل ہونے کے لئے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لفظ ”قد“ اور لولا جن معانی کی لئے وضع ہیں وہ قدیم و ازل و کامل ہونے کے معانی ہیں۔ لہذا ان کا اشیاء سے متعلق ہونا ان کے حادثات و ناقص ہونے کی دلیل ہوگا وہ اس طرح کہ منذ ابتدائے زمانہ کی تعیین کے لئے وضع ہے جیسے قد وجد منذ کذا (یہ چیز فلاں وقت سے پائی جاتی ہے) اس سے وقت کی تعیین و حد بندی ہوگئی اور جس کے لئے تحدید وقت ہو سکے وہ قدیم نہیں ہو سکتی اور لفظ قد ماضی قریب کے معنی دیتا ہے اور یہ معنی اسی میں ہو سکتے ہیں جو زمانہ میں محدود ہو اور لولا کی وضع امتناع الیشیٰ لوجز غیرہ کے لئے ہے جیسے ”ما احسنہ واکملہ لولافیکذا“ یہ چیز کتنی حسین و کامل ہوتی اگر اس میں یہ بات نہ ہوتی۔ لہذا جس سے یہ متعلق ہوگا وہ حسن و کامل میں دوسرے کا محتاج اور اپنی ذات میں ناقص ہوگا۔

خطبہ ۱۸۵

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
تَخْتَصُّ بِذِكْرِ الْمَلَا حِمٍ- أَلَا يَا بَنِي أُمِّي هُمْ مِّنْ عِدَّةِ أَسْمَاءُ هُمْ فِي السَّمَاءِ مَعْرُوفَةٌ، وَفِي الْأَرْضِ مَجْهُولَةٌ، أَلَا فَتَوَقَّعُوا مَا يَكُونُ مِنْ إِدْبَارِ أُمُورِكُمْ، وَأَنْقِطَاعِ وَصْلِكُمْ وَأَسْتِعْمَالِ صِغَارِكُمْ-
جو حوادث و فتن کے ذکر سے مخصوص ہے
ہاں! میرے ماں باپ ان گنتی کے چند افراد پر قربان ہوں، جن کے نام آسمانوں میں جانے پہچانے ہوئے اور زمین میں انجانے ہیں۔ لہذا اس صورت حال کے متوقع ہو کہ تمہیں مسلسل ناکامیاں ہوتی رہیں اور تمہارے تعلقات درہم و برہم ہوں اور تم میں سے چھوٹے برسرِ کار نظر آئیں یہ وہ ہنگام ہوگا کہ جب مومن کے لئے

ذَٰكَ حَيْثُ تَكُونُ ضَرْبَةُ السَّيْفِ عَلَى الْمُؤْمِنِ أَهْوَنَ مِنَ الدَّرْهِمِ مِنْ حِلِّهِ- ذَٰلِكَ حَيْثُ يَكُونُ الْمُعْطَىٰ أَكْثَرَ أَجْرًا مِنَ الْمُعْطَىٰ- ذَٰكَ حَيْثُ تَسْكُرُونَ مِنْ غَيْرِ شَرَابٍ، بَلْ مِنْ النِّعْمَةِ وَالنَّعِيمِ، وَتَجْلِفُونَ مِنْ غَيْرِ اضْطِرَّارٍ، وَتَكْذِبُونَ مِنْ غَيْرِ أَحْرَاجٍ وَذَٰلِكَ إِذَا عَضَّكُمْ الْبَلَاءُ كَمَا يَعَضُّ الْقَلْبَ غَارِبَ الْبَعِيرِ مَا أَطْوَلَ هَٰذَا لَعْنَاءً وَابْعَدَ هَٰذَا لِرَجَاءٍ-

بطریق حلال ایک درہم حاصل کرنے سے تلوار کا وار کھنا آسان ہوگا۔ وہ وہ وقت ہوگا کہ جب لینے والے (فقیر بے نوا) کا اجر ثواب دینے والے اغنیاء سے بڑھا ہوا ہوگا، یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب تم مست و سرشار ہوں گے۔ شراب سے نہیں بلکہ عیش و آرام سے اور بغیر کسی مجبوری کے (بات بات پر) قسمیں کھاؤ گے اور بغیر کسی لاچاری کے جھوٹ بولو گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ جب مصیبتیں تمہیں اس طرح کاٹیں گی جس طرح اونٹ کی کوبان کو پالان (آہ) ان سختیوں کی مدت کتنی دراز اور اس سے (چھٹکارا پانے کی) امیدیں کتنی دور ہیں۔

اے لوگو! ان سواروں کی باگیں اتار بیچو کہ جن کی پشت نے تمہارے ہاتھوں گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہیں۔ اپنے حاکم سے کٹ کر علیحدہ نہ ہو جاؤ، ورنہ بد اعمالیوں کے انجام میں اپنے ہی نفسوں کو برا بھلا کہو گے اور جو آتش فتنہ تمہارے آگے شعلہ در ہے اُس میں اندھا دھند کود نہ پڑو۔ اُس کی راہ سے مڑ کر چلو اور درمیانی راہ کو اُس کے لئے خالی کر دو۔ کیونکہ میری جان کی قسم! یہ وہ آگ ہے کہ مومن اس کی لپٹوں میں تباہ و برباد، اور کافر اس میں سالم و محفوظ رہے گا۔ تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے میں چراغ کہ جو اس میں داخل ہو وہ اس سے روشنی حاصل کرے۔ اے لوگو! سنو اور یاد رکھو اور دل کے کانوں کو (کھول کر) سامنے لاؤ، تاکہ سمجھ سکو۔

وَعُوا وَاحْضِرُوا أَذَانَ قُلُوبِكُمْ تَفْهَمُوا-

اس دور میں رہنے والے مالدار سے لینے والے فقیر نادار کا اجر و ثواب اس لئے زیادہ ہوگا کہ مالدار کے اکتسابِ رزق کے ذرائع ناجائز و حرام ہوں گے اور وہ جو کچھ دے گا اس میں نمودور یا اور شہرت و نمائش مقصود ہوگی جس کی وجہ سے وہ کسی اجر کا مستحق نہ ہوگا اور غریب لے گا تو اپنی غربت و بیچارگی سے مجبور ہو کر اور اُسے صحیح مصرف میں صرف کرنے سے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

شارح معترزی نے اس کے ایک اور معنی بھی تحریر کئے ہیں اور وہ یہ کہ اگر وہ مال و دولت مند کے پاس رہتا اور یہ فقیر اُسے نہ لیتا تو وہ حسب معمول اسے بھی حرام کاریوں اور عیش پرستیوں میں صرف کرتا اور چونکہ اس کا لے لینا بظاہر اُس کے مصرف ناجائز میں صرف کرنے سے سدا رہا ہے لہذا اس بُرے مصرف کی روک تھام کی وجہ سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

خطبہ ۱۸۶

(مَنْ خُطِبَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اُس کی نعمتوں پر جو اُس نے تمہیں دیں۔ ان انعامات پر جو تمہیں بخشے اور اُن احسانات پر جو تم پر ہمیشہ کئے ہیں، بکثرت حمد و ستائش کی نصیحت کرتا ہوں کتنا ہی اُس نے تمہیں اپنی نعمتوں کے لئے مخصوص کیا اور اپنی رحمت سے تمہاری دیکھری کی۔ تم نے علانیہ برائیاں کیں، لیکن اُس نے تمہاری پردہ پوشی کی۔ تم نے ایسی حرکتیں کیں جو قابل گرفت تھیں، مگر اُس نے تمہیں ڈھیل دی۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ موت کو یاد رکھو اور اس سے اپنی غفلت کو کم کرو، اور آخر کیونکر تم اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو، جو تم سے غافل نہیں، اور کیونکر اس (فرشتہ موت) سے کوئی آس لگاتے ہو، جو تمہیں ذرا مہلت نہ دے گا۔ تمہیں پند و عبرت دینے کے لئے وہی مرنے والے کافی ہیں کہ جنہیں تم دیکھتے رہے ہو۔ انہیں (کندھوں پر) لا دو قبروں کی طرف لے جایا گیا۔ درآں حالیکہ وہ خود سوار نہیں ہو سکتے اور انہیں قبروں میں اتارا گیا، جبکہ وہ خود اترنے پر قادر نہ تھے (یوں مٹ مٹا گئے) کہ گویا یہ کبھی دنیا میں بے ہوئے تھے ہی نہیں اور گویا یہی آخرت (کا گھر) ان کا ہمیشہ سے گھر تھا جسے وطن بنایا تھا اسے سنان چھوڑ گئے اور جس سے وحشت کھایا کرتے تھے وہاں اب جا کر سکونت اختیار کرنا پڑی۔ ہمیشہ اس کا انتظام کیا، جسے چھوڑنا تھا اور وہاں کی کوئی فکر نہ کی جہاں جانا تھا۔ (اب) نہ تو برائیوں سے (توبہ کر کے) پلٹنا ان کے بس میں ہے اور نہ نیکیوں کو بڑھانا ان کے اختیار میں ہے۔ انہوں نے دنیا سے دل لگایا تو اس نے انہیں فریب دیا اور اس پر بھروسہ کیا تو اُس نے انہیں بچھاڑ دیا، خدا تم پر رحم کرے ان گھروں کی طرف توجہ جلدی کرو، جن کے آباد کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جن کا تمہیں شوق دلایا گیا ہے اور جن کی جانب تمہیں بلایا گیا ہے۔ اس کی اطاعت پر صبر اور گناہوں سے کنارہ کشی کر کے اس کی

أَوْصِيَكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ بِتَقْوَى اللَّهِ وَكَثْرَةِ حَمْدِهِ عَلَى آلِهِ إِلَيْكُمْ وَنِعْمَتِهِ عَلَيْكُمْ وَبَلَائِهِ لَدَيْكُمْ۔ فَكُمْ حَصَّكُمْ بِنِعْمَةٍ، وَتَدَارَكَكُمْ بِرَحْمَةٍ أَعَدَّكُمْ لَهُ فَسْتَرَكُمُ، وَتَعَرَّضْتُمْ لَاْ خَذِذِهِ فَأَمْهَلَكُمُ۔ وَأَوْصِيَكُمْ بِذِكْرِ الْمَوْتِ وَأَقْلَالِ الْفُغْلَةِ عَنْهُ وَكَيْفَ غَفَلْتُمْ عَمَّا لَيْسَ يُغْفَلُكُمْ وَطَمَعْتُمْ فِيمَنْ لَيْسَ يُمْهَلُكُمْ فَكُفَى وَأَعْظَا بِمَوْلَى عَايَنْتُمُوهُمْ حُبُلُوا إِلَى قُبُورِهِمْ غَيْرَ رَاكِبِينَ، وَأَنْزِلُوا فِيهَا غَيْرَ نَازِلِينَ۔ فَكَاتَبَهُمْ لَمْ يَخُونُوا لِلدُّنْيَا عُمَارًا، وَكَانَ الْآخِرَةُ لَمْ تَزَلْ لَهُمْ دَارًا۔ أَوْحَشُوا مَا كَانُوا يُوْطِنُونَ، وَأَوْطَنُوا مَا كَانُوا يُوْحَشُونَ وَاشْتَغَلُوا بِمَا فَارَقُوا، وَأَضَاعُوا مَا إِلَيْهِ انْتَقَلُوا۔ لَا عَنْ قَبِيحٍ يَسْتَطِيعُونَ إِذْ دِيَادًا۔ أَنْسُوا بِالْأَنْبِيَاءِ فَغَرَّتْهُمْ، وَوَقَّعُوا بِهَا فَصَرَعَتْهُمْ، فَسَابَقُوا رَحِمَكُمُ الَّتِي أَمَرْتُمْ أَنْ تَعْمُرُوهَا، وَالَّتِي رَغِبْتُمْ فِيهَا وَدُعِيتُمْ إِلَيْهَا۔ وَاسْتَبْتُمُوا نِعَمَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَى طَاعَتِهِ وَالْمُجَانَبَةِ لِمَعْصِيَتِهِ فَإِنَّ

غَدًا مِنَ الْيَوْمِ قَرِيبٌ مَا أَسْرَعَ السَّاعَاتِ فِي الْيَوْمِ، وَأَسْرَعَ الْأَيَّامِ فِي الشَّهْرِ، وَأَسْرَعَ الشُّهُورِ فِي السَّنَةِ، وَأَسْرَعَ السِّنِينَ فِي الْعُمُرِ۔

خطبہ ۱۸۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَمِنْ الْإِيمَانِ مَا يَكُونُ ثَابِتًا مُسْتَقِرًّا فِي الْقُلُوبِ۔ وَمِنْهُ مَا يَكُونُ عَوَارِي بَيْنَ الْقُلُوبِ وَالصُّدُورِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ۔ فَإِذَا كَانَتْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ مِنْ أَحَدٍ فَقِفُوهُ حَتَّى يَحْضُرَ الْمَوْتُ فَعِنْدَ ذَلِكَ يَقَعُ حَدُّ الْبَرَاءَةِ وَالْهَجْرَةِ قَائِمَةً عَلَى حَدِّهَا الْأَوَّلِ مَا كَانَ لِلَّهِ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ حَاجَةً مِنْ مُسْتَسِرِّ الْأَمَّةِ وَمُعْلِنَهَا لَا يَقَعُ اسْمُ الْهَجْرَةِ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ الْحُجَّةِ فِي الْأَرْضِ۔ فَمَنْ عَرَفَهَا وَأَقْرَبَهَا فَهُوَ مُهَاجِرٌ وَلَا يَقَعُ اسْمُ الْإِسْتِصْعَافِ عَلَى مَنْ بَلَغَتْهُ الْحُجَّةُ فَسَمِعَتْهَا أَدْنَاهُ وَوَعَاَهَا قَلْبُهُ إِنَّ أَمْرَنَا صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ لَا يَحِيلُهُ إِلَّا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ اِمْتَحَنَ اللَّهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ، وَلَا يَعْيَى حَدِيثُنَا إِلَّا صُدُورٌ أَمِينَةٌ وَأَحْلَامٌ رَزَيْنَةُ أَيُّهَا النَّاسُ سَلُونِي قَبْلَ

نعمتوں کو جو تم پر ہیں، پایہ تکمیل تک پہنچاؤ کیونکہ آنے والا ”کل“ آج کے دن سے قریب ہے۔ دن کے اندر گھڑیاں کتنی تیز قدم اور مہینوں کے اندر کتنے تیز روز، اور سالوں کے اندر مہینے کتنے تیز گام اور عمر کے اندر سال کتنے تیز رفتار ہیں۔

ایک ایمان تو وہ ہوتا ہے جو دلوں میں جما ہوا اور برقرار ہوتا ہے، اور ایک وہ کہ جو دلوں اور سینے (کی تہوں) میں ایک مقررہ مدت تک عاریہ ہوتا ہے۔ لہذا اگر کسی ایک میں تمہیں کوئی برائی ایسی نظر آئے کہ جس سے تمہیں اظہار بیزاری کرنا پڑے تو اُسے اُس وقت تک موقوف رکھو کہ اس شخص کو موت آجائے کہ اس موقع پر اظہار بیزاری اپنی حد پر واقعی ہوگی۔ ہجرت کا اصول پہلے ہی کی طرح اب بھی برقرار ہے۔ اہل زمین میں کوئی گروہ چپکے سے خدا کا راستہ اختیار کر لے یا علانیہ۔ بہر حال اللہ کو اس کی کوئی احتیاج نہیں ہے زمین میں ہجرت خدا کی معرفت کے بغیر کسی ایک کو بھی صحیح معنی میں مہاجر نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں جو اسے پیچانے اور اس کا اقرار کرے وہی مہاجر ہے اور جس تک جُت (الہیہ) کی خبر پہنچے، کہ اس کے کان سن لیں اور دل محفوظ کر لیں تو اُسے مستضعفین میں (جو ہجرت سے مستثنیٰ ہیں) داخل نہیں سمجھا جاسکتا، بلاشبہ ہمارا معاملہ ایک امر مشکل و دشوار ہے جس کا متحمل وہی بندہ مومن ہوگا کہ جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لئے پرکھ لیا ہو، اور ہمارے قول و حدیث کو صرف امانت دار سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ اے لوگو! مجھے کھودینے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو اور میں زمین کی

أَنْ تَفْقِدُونِي فَلَا تَبْطُرُقِ السَّاءَ أَعْلَمُ
مِنْنِي بِطُرُقِ الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَشْغَرَ
بِرَجْلَيْهَا فِتْنَةً تَطْأِي حِطَامَهَا، وَتَذْهَبُ
بِأَحْلَامِ قَوْمِهَا۔

۱۔ امیر المؤمنین کے اس ارشاد کی بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ زمین کی راہوں سے مراد امور دنیا اور آسمان کے راستوں سے مراد احکام شرعیہ ہیں اور حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ امور دنیا سے زائد احکام شرعیہ و فتاویٰ تہذیبیہ کے واقف ہیں۔ چنانچہ ابن میثم تحریر کرتے ہیں کہ۔

نقل عن الامام الوبری انه قال اراد ان علمه بالدين او فر من علمه بالدنيا۔
امام وبری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت کا اس سے مقصد یہ ہے کہ اُن کے دینی معلومات کا دائرہ دنیوی معلومات سے وسیع تر ہے۔

لیکن سیاق و سباق کلام کو دیکھتے ہوئے یہ معنی صحیح نہیں قرار دیے جاسکتے۔ کیونکہ یہ جملہ سلونی قبل ان تفقده و فیکي علت کے طور پر وارد ہوا ہے اور اس کے بعد فتنہ انگیزی کی پیشین گوئی ہے اور ان دونوں جملوں کے درمیان یہ قول کہ میں امور دنیا سے زیادہ احکام شرعیہ سے واقف ہوں کلام کو بے ربط بنا دیتا ہے کیوں کہ حضرت کا دعویٰ جو چاہو پوچھو، احکام شرعیہ تک محدود نہیں ہے کہ یہ جملہ اس کی علت قرار پاسکے اور پھر اس کے بعد فتنہ کے اٹھ کھڑے ہونے کی جو پیشین گوئی کی ہے اُسے مسائل شرعیہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے کہ اسے امور دنیا سے علوم دینیہ کے زیادہ جاننے کے ثبوت میں پیش کیا جائے لہذا الفاظ کے واضح مفہوم کو نظر انداز کر کے ایسی تاویل کرنا کہ جس کا مورد محل متحمل نہ ہو سکے کسی صحیح جذبہ کی ترجمانی نہیں کرتا جبکہ سیاق و سباق کے اعتبار سے وہی معنی درست بیٹھتے ہیں کہ جنہیں ظاہر الفاظ ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت فتنہ بنی امیہ سے آگاہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ تم جو چاہو مجھ سے پوچھو، کیونکہ میں مقدرات الہیہ کے مجاری و مسالک کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں لہذا اگر تم ان امور کے متعلق بھی دریافت کرنا چاہو گے کہ جو لوح محفوظ میں ثبت اور تقدیر الہی سے وابستہ ہیں تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں اور میرے بعد ایک سخت فتنہ اٹھنے والا ہے جس میں تمہیں شک و شبہ نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ میری نظریں زمین پر ابھرنے والے نقوش سے زیادہ اُس فلکی خطوط سے آشنا ہیں کہ جن سے حوادث و فتن کا ظہور وابستہ ہے اور اس فتنہ کا ظہور اتنا ہی یقینی ہے جتنا آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے۔ لہذا تم اس کی تفصیل اور اس سے بچاؤ کی صورت مجھ سے دریافت کر لو تا کہ وقت آنے پر اپنی حفاظت کا سامان کر سکو۔ اس معنی کی تائید حضرت کے ان متواتر ارشادات سے بھی ہوتی ہے کہ جو آپ نے غیب کے سلسلہ میں فرمائے اور مستقبل نے اُن کی تصدیق کی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے حضرت کے اس دعویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

قد صدق لهذا القول عنه ماتوا تر عنه حضرت کے اس قول کی تصدیق آپ کے ان ارشادات من الاخبار بالغيوب المتكرر لامرأة ولا سے بھی ہوتی ہے کہ جو ایک مرتبہ نہیں، سومرتبہ نہیں بلکہ

مائة مرة حتى زال الشك والريب في
انہ اخبار عن علم وانہ ليس على
طريق الاتفاق۔
(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۷) تھے۔ اتفاقی صورت سے ایسا نہ ہوتا تھا۔

امیر المؤمنین کے اس کلام کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ کسی اور کو اس طرح کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہوگی اور جنہوں نے اس طرح کا ادعا کیا انہیں ذلت و رسوائی ہی اٹھانا پڑی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) مقاتل ابن سلیمان نے ایک موقع پر دعویٰ کیا کہ سلونی عبدالود العرش عرش سے ادھر کی جو بات چاہو پوچھو۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ جب حضرت آدم نے حج کیا تھا تو انہوں نے سرکس سے منڈوا لیا تھا۔ مقاتل نے کہا اللہ نے تمہارے دل میں یہ سوال اس لئے ڈالا ہے کہ مجھے اس نخوت و غرور پر رسوا و ذلیل کرے۔ بھلا مجھے اس کا علم کہاں ہو سکتا ہے۔

(۲) ایک مرتبہ اسی مقاتل ابن سلیمان نے اپنے بھائی کا ثبوت دینے کے لئے کہا کہ مجھ سے عرش کے نیچے اور زمین کے نیچے کی جو چیز پوچھنا چاہو پوچھو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں عرش اور تخت الشری کی بات دریافت نہیں کرتا بلکہ صرف زمین کے اوپر ہی کی ایک چیز پوچھتا ہوں جس کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے اور وہ یہ کہ اصحاب کہف کے کتے کا کیا رنگ تھا۔ مقاتل نے سنا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

(۳) ابراہیم ابن ہشام نے حج کے موقع پر کہا سلونی سلونی فان ابن الوحید لا تسئلوا اعلم منی مجھ سے پوچھو میں یکتائے روزگار اور اعلم زمانہ ہوں، جس پر ایک عراقی نے پوچھا کیا قربانی واجب ہے، مگر اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

(۴) شافعی نے مکہ میں کہا کہ سلونی ماشتم احدکم من کتاب اللہ و سنة نبیہ جو چاہو مجھ سے پوچھو۔ میں کتاب و سنت سے اس کا جواب دوں گا۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے کہ جس نے حالت احرام میں زبور کو مار دیا ہو۔ مگر وہ کتاب و سنت سے کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۵) مقاتل ابن سلیمان کے ایسا ہی دعویٰ کرنے پر ایک شخص نے پوچھا کہ چیونٹی کی انتزیاں اس کے جسم کے اگلے حصے میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصے میں؟ مگر وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔

(۶) جب قنادہ کوفہ میں وارد ہوا اور لوگوں کا اس کے گرد اجتماع ہوا تو اُس نے کہا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھو۔ اس پر امام ابو حنیفہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ حضرت سلیمان کے واقعہ میں جس چیونٹی کا ذکر ہے وہ مادہ تھی یا نہ۔ اُس سے دریافت کیا گیا مگر وہ جواب سے عاجز رہا۔ جب حضرت ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ مادہ تھی۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی دلیل کیا ہے کہا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد قانت نملہ اُس کے مادہ ہونے کی دلیل ہے۔ اگر نہ ہوتا تو قانت کے بجائے قانت ہوتا۔ لیکن یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ نملہ کا اطلاق مذکور موصوف پر یکساں ہوتا ہے اور فعل کی تائید نملہ کی

ثانیت لفظی کی وجہ سے ہے نہ اس کے مادہ ہونے کی بناء پر۔

(۷) ابن جوزی نے ایک دن منبر پر یہی دعویٰ کیا تو ایک خاتون نے دریافت کیا کہ اس روایت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ امیر المؤمنین سلمان کی خبر مرگ سن کر ایک ہی رات میں مدائن پہنچ گئے اور ان کی تجہیز و تکفین کی۔ فرمایا کہ ہاں درست ہے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہو کہ خلیفہ ثالث تین دن تک دفن نہ ہو سکے۔ حالانکہ امیر المؤمنین مدینہ ہی میں تشریف فرما تھے کہا کہ ہاں یہ بھی درست ہے۔ اس نے پھر کہا کہ ان میں امیر المؤمنین کا کونسا اقدام درست اور کونسا غلط تھا۔ یہ سن کر وہ کچھ چکرا سے گئے، مگر پھر سنبھل کر بولے کہ اے خاتون اگر تو شوہر کے اذن سے آئی ہے تو اس پر لعنت ہو، ورنہ تجھ پر کہ تو بے جبک یہاں چلی آئی ہے۔ اُس نے کہا کہ اے ابن جوزی کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ام المؤمنین کا نکلتا کس ذیل میں آتا ہے۔ اس کے بعد ابن جوزی کے لئے جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

(۸) ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ الناصر لدین اللہ کے عہد میں ایک واعظ طلاق لسانی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے دوران بیان میں صفات باری کا مسئلہ چھیڑ دیا جس پر بغداد کے ایک شخص احمد بن عبد العزیز نے کچھ اعتراضات کئے جن کا کوئی معقول جواب تو وہ دے نہ سکا البتہ اپنی عظمت و جلالت کا سکہ بٹھانے کے لئے پر شکوہ لفظوں اور متعجب عبارتوں سے کھینا شروع کیا جس سے عوام بھومنے لگے اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں آنے لگیں۔ واعظ بھی غرور علمی کے نشہ باطل میں بہک گیا اور مجمع سے کہنے لگا، کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو جس پر احمد نے کہا کہ اے شخص یہ دعویٰ تو حضرت علی ابن ابی طالب کا ہے اور اس کلام کا ایک تہہ یہ بھی ہے کہ میرے بعد یہ دعویٰ وہی کرے گا جو جھوٹا ہوگا۔ واعظ نے اپنے علم کی نمائش کرتے ہوئے بڑی تمکنت سے کہا کہ تم کس علی ابن ابی طالب کا ذکر کرتے ہو، کیا علی ابن ابی طالب ابن مبارک نیشاپوری کا یا علی ابن ابی طالب ابن اسحاق مروزی کا علی ابن ابی طالب بن عثمان قیروانی کا، علی ابن ابی طالب بن سلیمان رازی کا۔ اسی طرح کتنے اشخاص گنوا دیئے جن کا نام علی ابن ابی طالب تھا یہ سن کر احمد نے کہا۔

واہ سبحان اللہ! اس وسعت علمی کا کیا ٹھکانا، مگر میری مراد وہ ہیں جو سیدۃ نساء العالمین کے شوہر تھے اور جب پیغمبر نے صحابہ میں ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تھا تو انہیں اپنی اخوت کے لئے منتخب کیا تھا۔ اس نے کچھ جواب دینا چاہا کہ منبر کی داہنی طرف سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے شیخ محمد ابن عبد اللہ نام کے تو سینکڑوں لوگ ہیں مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس کے حق میں قدرت نے یہ کہا ہو کہ

مَا صَلَّيْنَا صَاحِبَكُمْ وَمَا عَوَّيْنَا ۖ وَمَا يُطِئُ
عَيْنُ الْهُوَى ۖ إِنَّ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ۖ
تمہارے ساتھی (پیغمبر) نہ بھٹکے نہ گمراہ ہوئے اور وہ
خواہش سے مغلوب ہو کر کچھ نہیں بولتے یہ تو وحی ہے جو
ان پر اُترتی ہے۔

اسی طرح علی ابن ابی طالب نام کے تو بہت سے افراد مل جائیں گے مگر ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں زبان وحی ترجمان نے یہ کہا ہو کہ انت منی بمنزلہ ہمدون من موسیٰ الا انه لانیبی بعدی (تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون موسیٰ سے رکھتے تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے) اب واعظ نے ادھر رخ کرنا چاہا تو بائیں طرف سے ایک شخص بول اٹھا کہ

ہاں اگر علی ابن ابی طالب کو نہ پہچانو تو اس تجاہل عارفانہ سے اُن کی قدر و منزلت گھٹ نہیں سکتی۔

شپہ پرہ گر وصل آفتاب نخواستہ رونق بازار آفتاب نکاہد

اس بحثی بحثی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ آپس میں اُلجھ پڑے اور واعظ منہ چھپا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

خطبہ ۱۸۸

(وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
أَحْمَدُ شُكْرًا لِلْإِنْعَامِ، وَأَسْتَعِينُهُ عَلَيَّ
وَأَطَائِفُ حُقُوقِهِ عَزِيزُ الْجَنْدِ، عَظِيمُ
السَّجْدِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدًا وَ
رَسُولُهُ دَعَا إِلَى طَاعَتِهِ وَقَاهَرِ أَعْدَاءَهُ
جَهَادًا عَلَى دِينِهِ، لَا يَقْنِيهِ عَنْ ذَلِكَ
اجْتِمَاعٌ عَلَى تَكْذِيبِهِ وَالْتِمَاسُ لِأَطْفَاءِ
نُورِهِ فَاعْتَصِمُوا بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّ لَهَا
حَبْلًا وَبَيْقًا عُرْوَةً وَمَعْقَلًا مَنِيْعًا ذُرْوَةً
وَبَادِرُ وَالْمَوْتَ فِي عَمْرَاتِهِ۔ وَأَمْهَدُوا لَهُ
وَمَعْقَلًا مَنِيْعًا ذُرْوَةً وَبَادِرُ الْمَوْتَ فِي
عَمْرَاتِهِ۔ وَأَمْهَدُوا لَهُ قَبْلَ حُلُولِهِ۔
وَأَعِدُّوا لَهُ قَبْلَ نَزُولِهِ فَإِنَّ الْغَايَةَ
الْقِيَامَةَ۔ وَكَفَى بِذَلِكَ وَأَعْظَا لِمَنْ
عَقَلَ، وَمُعْتَبَرًا لِمَنْ جَهَلَ۔ وَقَبْلَ بُلُوعِ
الْغَايَةِ مَا تَعْلَمُونَ مِنْ ضَيْقِ الْأَرْوَاحِ۔
وَشِدَّةِ الْإِبْلَاسِ، وَهَوْلِ السُّطْلَمِ،
وَدَوَعَاتِ الْفَرْعِ وَاخْتِلَافِ الْأَضْلَاحِ
وَأَسْتِكَالِ الْأَسْنَاعِ۔ وَظُلْمَةِ اللَّحْدِ،
وَخِيفَةِ الْوَعْدِ۔ وَعَمِّ الضَّرِيحِ۔ وَرَدَمِ

میں اس کے انعامات کے شکریہ میں اُس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اُسی سے مدد چاہتا ہوں۔ وہ بڑے لاؤ لشکر اور بڑی شان والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اُس کے بندہ اور رسول ہیں۔ جنہوں نے اس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا اور دین کی راہ میں جہاد کر کے اُس کے دشمنوں پر غلبہ پایا۔ اُن کے جھٹلانے پر لوگوں کا ایک کر لینا اور اُن کے نور کو بجھانے کے لئے کوشش و تلاش میں لگے رہنا اُن کو اس (تبلیغ و جہاد کی) راہ سے ہٹانہ سکا اب تم کو لازم ہے کہ خوفِ الہی سے لپٹے رہو۔ اس لئے کہ اس کی ریسمان کے بندھن مضبوط اور اس کی پناہ کی چوٹی ہر طرح محفوظ ہے اور موت اور اس کی سختیوں (کے چھا جانے) سے پہلے فرائض و اعمال اپنے پورے کر دو، اور اُس کے آنے سے پہلے اُس کا سر و سامان کر لو، اور اُس کے وارد ہونے سے قبل تہیا کر لو، کیونکہ آخری منزل قیامت ہے اور یہ عقلمند کے لئے نصیحت دینے اور نادان کے لئے عبرت بننے کے لئے کافی ہے اور اس آخری منزل کے پہلے تم جانتے ہی ہو کہ کیا کیا ہے۔ قبروں کی تنگنائی، برزخ کی ہولناکی، خوف کی دشمنیں (فشار قبر سے) پسلیوں کا ادھر سے ادھر ہو جانا، کانوں کا بہرا پن، لحد کی تاریکی، عذاب کی دھمکیاں، قبر کے شگاف کا بند کیا جانا اور اس پر پتھر کی سلوں کا جن دیا جانا۔ اے اللہ کے بندوں! اللہ سے ڈرو! ڈرو

الصَّافِيحِ - فَاللّٰهُ اللّٰهُ عِبَادَ اللّٰهِ فَإِنَّ الدُّنْيَا مَا ضِيءٌ بِكُمْ عَلَى سَنَنِ وَأَنْتُمْ وَالسَّاعَةُ فِي قَرْنٍ - وَكَانَهَا قَدْ جَاءَتْ بِأَشْرَاطِهَا - وَأَذْفَتْ بِأَفْرَاطِهَا، وَوَقَفَتْ بِكُمْ عَلَى صِرَاطِهَا - وَكَانَهَا قَدْ أَشْرَفَتْ بِزَلَالِهَا وَأَنَاحَتْ بِكَلَالِهَا - وَأَنْصَرَمَتِ الدُّنْيَا بِأَهْلِهَا - وَأَخْرَجَتْهُمْ مِنْ حَضْنِهَا - فَكَانَتْ كَيَوْمِ مَضَى - أَوْ شَهْرٍ انْقَضَى - وَصَارَ جَدِيدُهَا رُثًا وَسَبِينُهَا غُثًا، فِي مَوْقِفِ ضَنْكِ الْمَقَامِ - وَأُمُورٌ مُّشْتَبِهَةٌ عِظَامٍ، وَنَارٌ شَدِيدٌ كَلْبُهَا - عَالٍ لِحَبْهٍ - سَاطِعٌ لِهَبْهَا - مُتَغَيِّظٌ زَفِيرُهَا، مُتَجَاحٍ سَعِيرُهَا، بَعِيدٌ خُمُودُهَا - ذَلِكَ وَقُودُهَا، مُظْلِمَةٌ أَقْطَارُهَا - حَامِيَةٌ قُدُورُهَا، فَطِيعَةٌ أُمُورُهَا - وَسَبَقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا " قَدْ أَمِنَ الْعَذَابُ، وَانْقَطَعَ الْعِتَابُ، وَزُخِرَ حُورًا عَنِ النَّارِ - وَأَطْمَأَنَّتْ بِهِمُ الدَّارُورُ وَضُوءُ الْمَنَورِ وَالْقَرَارُ - الَّذِينَ كَانَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا زَاكِيَةً، وَأَعْيَنُهُمْ بَاكِيَةً وَكَانَ لَيْلُهُمْ فِي دُنْيَاهُمْ نَهَارًا تَخَشُّعًا وَاسْتِغْفَارًا - وَكَانَ نَهَارُهُمْ لَيْلًا تَوْحُّشًا وَانْقِطَاعًا - فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُمُ الْجَنَّةَ مَابَا

کیونکہ دنیا تمہارے لئے ایک ہی ڈھیر ہے پر چل رہی ہے اور تم اور قیامت ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہو، گویا کہ وہ اپنی علامتوں کو آشکارا کر کے آچکی ہے اور اپنے جھنڈوں کو لے کر قریب پہنچ چکی ہے اور تمہیں اپنے راستہ پر کھڑا کر دیا ہے گویا کہ وہ اپنی مصیبتوں کو لے کر تمہارے سر پر کھڑی ہوئی ہے۔ اور اپنا سینہ ٹیک دیا ہے اور دنیا اپنے بسنے والوں سے کنارہ کشی کر چکی ہے اور انہیں اپنی آغوش سے الگ رکھ دیا ہے گویا کہ وہ ایک دن تھا جو بیت گیا اور ایک مہینہ تھا جو گزر گیا۔ اُس کی نئی چیزیں پرانی اور مولے تازے (جسم) بدلے ہو گئے۔ ایک ایسی جگہ میں (پہنچ کر) جو تنگ (وتار) ہے اور ایسی چیزوں میں (پھنس کر) جو پیچیدہ و عظیم ہیں اور ایسی آگ میں (پڑ کر) جس کی ایذاں شدید، چھین بلند، شعلے اٹھتے ہوئے بھڑکنے کی آوازیں غصب ناک، لپٹیں تیز، بجھنا مشکل، بھڑکنا تیز، خطرات دہشت ناک، گہراؤ نگاہ سے دور اطراف تیرہ و تار (آتشیں) دیکھیں کھولتی ہوئی اور تمام کیفیتیں بخت و ناگوار ہیں اور جو لوگ اللہ کا خوف کھاتے تھے انہیں جوق در جوق جنت کی طرف بڑھایا جائے گا، وہ عذات سے محفوظ، عتاب و سرزنش سے علیحدہ اور آگ سے بری ہوں گے، گھر اُن کا پرسکون اور وہ اپنی منزل و جائے قرار سے خوش ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دنیا میں اعمال پاک و پاکیزہ تھے اور آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ دنیا میں ان کی راتیں خضوع و خشوع اور توبہ و استغفار میں (بیداری کی وجہ سے) اور دن لوگوں سے موعظ و علیحدہ رہنے کے باعث ان کے لئے رات تھے، تو اللہ نے جنت کو ان کی جائے بازگشت اور وہاں کی نعمتوں و اُن کی جزا قرار دیا ہے اور وہ اُس کے سزاوار اور اہل و حقدار تھے۔ اس ہمیشہ رہنے والی سلطنت اور برقرار

وَالْجَزَاءُ ثَوَابًا وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا فِي مَلِكٍ دَائِمٍ وَنَعِيمٍ قَائِمٍ - فَأَرْعُوا عِبَادَ اللَّهِ مَا بَرَّ عَابَتِهِ يَفُوزُ فَايُزُكُمْ وَبِإِضَاعَتِهِ يَخْسِرُ مُبْطِلُكُمْ - وَبَادِرُوا أَجَالَكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ فَإِنَّكُمْ مَرْتَهُونُونَ بِمَا أَسْلَفْتُمْ، وَمَدِينُونَ بِمَا قَدَّمْتُمْ وَكَانَ قَدْ نَزَلَ بِكُمْ الْمَخُوفُ فَلَا رَجْعَةَ تَنَالُونَ، وَلَا عَثْرَةَ تُقَالُونَ اسْتَعْمَلْنَا اللَّهُ وَإِيَّاكُمْ بِطَاعَتِهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ، وَعَفَاعَتَا وَعَنْكُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ الزُّمُورِ الْأَرْضِ وَأَصْبِرُوا عَلَى الْبَلَاءِ، وَلَا تُحَرِّكُوا بِيَايِدِكُمْ وَلَا تَسْتَعْجِلُوا بِمَا لَمْ يُعْجَلْهُ اللَّهُ لَكُمْ - فَإِنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ عَلَى فِرَاشِهِ وَهُوَ عَلَى مَعْرِفَةِ حَقِّ رَبِّهِ وَحَقِّ رَسُولِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ مَاتَ شَهِيدًا وَوَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَاسْتَوْجَبَ ثَوَابَ مَانُوِي مِنْ صَالِحِ عَمَلِهِ - وَقَامَتِ النَّبِيُّ مَقَامَ إِصْلَاحِهِ لِسَيْفِهِ - وَإِنْ لِكُلِّ شَيْءٍ مُدَّةٌ وَأَجَلًا -

خطبہ ۱۸۹

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِي حَمْدُهُ وَالْغَالِبُ حَمْدُهُ وَالْمُتَعَالَى جَدُّهُ أَحْمَدُهُ عَلَى

رہنے والی نعمتوں میں۔ لہذا اے خدا کے بندو! ان چیزوں کی پابندی کرو جن کی پابندی کرنے سے تم میں سے کامیاب ہونے والے کامیاب اور انہیں ضائع و برباد کرنے والے غلط کار نقصان رسیدہ ہوگا۔ موت آنے سے پہلے اعمال کا ذخیرہ مہیا کرلو، اس لئے کہ جن اعمال کو تم آگے بھیج چکے ہو گے انہی کے ہاتھوں میں تم گروی ہو گے اور جو کارگزاریاں انجام دے چکے ہو گے انہی کا بدلہ پاؤ گے اور یہ سمجھتے رہنا چاہئے کہ گویا موت تم پر وارد ہوئی چکی ہے۔ جس کے بعد نہ تو تمہارے لئے پلٹنا ہے، اور نہ گناہوں اور لغزشوں سے دستبرداری کا موقع ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق دے اور اپنی رحمت کی فراوانیوں سے ہمیں اور تمہیں دامن عفو میں جگہ دے۔ زمین سے چٹے رہو بلاؤ سختی کو برداشت کرتے رہو اور اپنی زبان کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر اپنے ہاتھوں اور تلواروں کو حرکت نہ دو، اور جن چیزوں میں اللہ نے جلدی نہیں کی ان میں جلدی نہ مچاؤ۔ بلاشبہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اُس کے رسول اور ان کے اہل بیت کے حق کو پہچانتے ہوئے بستر پر بھی دم توڑے وہ شہید مرتا ہے اور اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جس عمل خیر کی نیت اُس نے کی ہے اُس ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اُس کی یہ نیت تلوار سونٹنے کے قائم مقام ہے۔ بے شک ہر چیز کی ایک مدت اور معیار ہوا کرتی ہے۔

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس کی حمد ہمہ گیر ہے جس کا لشکر غالب اور عظمت و شان بلند ہے، میں اُس کی پے در پے نعمتوں اور بلند پایہ عطیوں پر اُس کی حمد و ثناء کرتا ہوں۔ اُس کے علم کا درجہ بلند ہے۔ چنانچہ اُس نے گنہگاروں سے درگزر

نَعِيهِ التَّوَامَ وَالْآثِيهِ الْعِظَامَ- الَّذِي
عَظَمَ حِلْيَهُ فَعَفَا- وَعَدَلَ فِي كُلِّ مَا
قَضَى- وَعَلِمَ مَا يَمْضِي وَمَا مَضَى
مُبْتَدِعِ الْخَلَائِقِ بَعْلِيهِ وَمُنْشِئِهِمْ
بِحَكْمِهِ بِلَا اِقْتِدَاءٍ وَلَا تَعْلِيمٍ وَلَا
اِحْتِدَاءٍ لِيَقَالَ صَانِعِ حَكِيمٍ وَلَا اِصَابَةٍ
خَطَاٍ وَلَا حَضَرَةٍ مَلَاءٍ وَأَشْهَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ابْتَعَثَهُ وَالنَّاسُ
يَضْرِبُونَ فِي غَمَرَةٍ وَيَبْهَوْنَ فِي حَيْرَةٍ
قَدْ قَادَتْهُمْ اَزْمَةٌ الْحَيْنِ، وَاسْتَغْلَقَتْ
عَلَى اَفْنِدَتِهِمْ اَقْفَالُ الرَّيْنِ-

اَوْصِيَكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّهَا حَقُّ
اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَالْمَوْجِبَةُ عَلَى اللَّهِ حَقُّكُمْ،
وَأَنْ تَسْتَعِينُوا عَلَيْهِ بِاللَّهِ وَتَسْتَعِينُوا
بِهَا عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ التَّقْوَى فِي الْيَوْمِ
الْحَرِّ وَالْجَنَّةِ وَفِي عِدِ الطَّرِيقِ إِلَى
الْجَنَّةِ مَسْلُكُهَا وَاضِحٌ وَسَالِكُهَا رَاجِعٌ،
وَمُسْتَوْدَعُهَا حَافِظٌ، لَمْ تَبْرَحْ عَارِضَةً
نَفْسَهَا عَلَى الْأَمَمِ الْمَاضِينَ وَالْغَابِرِينَ
لِحَاجَتِهِمْ إِلَيْهَا عَدَا إِذَا أَعَادَ اللَّهُ مَا
أَبْدَى وَأَخَذَ مَا أَعْطَى، وَسَالَ عَمَّا
أَسْدَى فَمَا أَقَلَّ مَنْ قَبْلَهَا وَحَمَلَهَا حَقٌّ
حَمَلَهَا- أُولَئِكَ الْأَقْلُونَ عَدَدًا وَهُمْ أَهْلُ
صِفَةِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ إِذْ يَقُولُ "وَقَلِيلٌ مِّنْ

کیا، اور اُس کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ وہ گزری
ہوئی اور گزرنے والی باتوں کو جانتا ہے اور بغیر کسی کے نقش قدم
پر چلے اور بغیر کسی کے سکھائے پڑھائے اور کسی باہم صنعت
گر کے نمونہ و مثال کی پیروی کے بغیر اور بغیر لغزشوں سے
دوچار ہوئے اور بغیر (مشیروں) کی جماعت کی موجودگی کے وہ
اپنے علم و دانش سے مخلوقات کو ایجاد و اختراع کرنے والا ہے
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندہ
و رسول ہیں جنہیں اُس وقت بھیجا جبکہ لوگ گمراہیوں میں چکر
کاٹ رہے تھے اور حیرانیوں میں غلطان و پبیجان تھے ہلاکت و
تباہی کی مہاریں انہیں کھینچ رہی تھیں اور رنگ و کدورت کے
تالے اُن کے دلوں پر لگے ہوئے تھے۔

اے خدا کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت
کرتا ہوں کہ یہ اللہ کا تم پر حق ہے اور تمہارے حق کو اللہ پر ثابت
کرنے والا ہے اور یہ کہ تقویٰ کے لئے اللہ سے اعانت چاہو
اور (تقرب) الہی کے لئے اُس سے مدد مانگو، اس لئے کہ تقویٰ
آج (دنیا میں) پناہ و سپر ہے اور کل جنت کی راہ ہے۔ اس کا
راستہ آشکارا اور اس کا راہ پناہ میں رہنے والا ہے۔ جس کے
سپر دیہ وسیعت ہے وہ اس کا نگہبان ہے۔ یہ تقویٰ اپنے آپ کو
گزر جانے والی اور پیچھے رہ جانے والی امتوں کے سامنے ہمیشہ
پیش کرتا رہا ہے کیونکہ وہ سب اس کی حاجت مند ہوں گی کل
جب خداوند عالم اپنی مخلوق کو دوبارہ پلٹائے گا جو دے رکھا ہے
وہ واپس لے گا اور اپنی بخشی ہوئی نعمتوں کے بارے میں سوال
کریگا تو اسے قبول کرنے والے اور اس کا پورا پورا حق ادا کرنے
والے بہت ہی تھوڑے نکلیں گے۔ وہ گنتی کے اعتبار سے کم اور
اس توصیف کے مصداق ہیں جو اللہ نے فرمائی ہے کہ "میرے
بندوں میں شکر گزار کم ہیں" لہذا تقویٰ کی (آواز پر) اپنے کان
لگاؤ، اور سعی و کوشش سے برابر اس کی پابندی کرو، اور اُس کو

عِبَادِي الشُّكُورُ، فَاهْطِعُوا بِأَسْمَاعِكُمْ
إِلَيْهَا، وَكُظُّوا بِجَدِّكُمْ عَلَيْهَا
وَأَعْتَاضُوهَا مِنْ كُلِّ سَلَفٍ خَلَفَا، وَمِنْ
كُلِّ مُخَالِفٍ مُّوَافِقًا، اَيَّقُظُّوا بِهَا
نَوْمَكُمْ- وَاَقْطَعُوا بِهَا يَوْمَكُمْ، وَأَشْعُرُوا
بِهَا قُلُوبَكُمْ وَارْحَضُوا بِهَا دُنُوبَكُمْ وَدَاوُوا
بِهَا الْأَسْقَامَ، وَبَادِرُوا بِهَا الْحِمَامَ،
وَبَادِرُوا بِهَا الْحِمَامَ وَاعْتَبِرُوا بِمَنْ
أَضَاعَهَا وَلَا يَعْتَبِرَنَّ بِكُمْ مَنْ أَطَاعَهَا أَلَا
فَصُونُوهَا وَتَصَوَّنُوا بِهَا وَكُونُوا عَيْنَ
الدُّنْيَا نِزَاهَا وَالْآخِرَةِ وَلَا هَا وَلَا
تَضَعُوا مَنْ رَفَعْتَهُ التَّقْوَى، وَلَا تَرْفَعُوا
مَنْ رَفَعْتَهُ الدُّنْيَا وَلَا تَشْيَبُوا بَارِقَهَا وَلَا
تَسْتَبِعُوا نَاطِقَهَا، وَلَا تُجَبِّبُوا نَاقَهَا
وَلَا تَسْتَضِيئُوا بِأَشْرَاقِهَا، وَلَا تُفْتَنُوا
بِأَعْلَاقِهَا فَإِنَّ بَرَقَهَا خَالِبٌ وَنَاطِقَهَا
كَادِبٌ وَأَمَوَالُهَا مَحْرُوبَةٌ وَأَعْلَاقُهَا
مَسْلُوبَةٌ أَلَا وَهِيَ الْمُتَصَدِّقَةُ الْعَنُونُ
وَالْجَامِحَةُ الْحَرُونَ وَالْمَائِنَةُ الْخَوُونُ
وَالْجَحُودُ الْكَنُودُ وَالْعَنُودُ الصَّدُودُ،
وَالْحَيُودُ السِّيُودُ، حَالُهَا انْتِقَالٌ،
وَوَطَانُهَا زَلْزَالٌ- وَعِزُّهَا ذُلٌّ، وَجَدُّهَا
هَزْلٌ- وَعُلُوُّهَا سُفْلٌ- دَارُ حَرْبٍ
وَسَلْبٌ، وَنَهَبٌ وَعَطَبٌ أَهْلُهَا عَلَى

گزری ہوئی کوتاہیوں کا عوض قرار دو، اور ہر مخالفت کرنیوالے
کے بدلہ میں اُسے اپنا ہمنوا بناؤ۔ اُسے خواب غفلت سے اپنے
چونکنے کا ذریعہ بناؤ اور اسی میں اپنے دن کاٹ دو، اور اُسے
اپنے دلوں کا شعاع بناؤ اور گناہوں کو اُس کے ذریعہ سے دھو
ڈالو اور اُس سے اپنی بیماریوں کا علاج کرو، اور موت سے پہلے
اُس کا توشہ حاصل کرو اور جنہوں نے اُسے ضائع و برباد کیا ہے
اُن سے عبرت حاصل کرو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے تقویٰ پر عمل
کرنے والے تم سے عبرت اندوز ہوں، دیکھو! اس کی حفاظت
کرو، اور اس کے ذریعہ سے اپنے لئے سر و سامان حفاظت
فراہم کرو۔ دنیا کی آلودگیوں سے اپنا دامن پاک و صاف رکھو،
اور آخرت کی طرف والہانہ انداز سے بڑھو۔ جسے تقویٰ نے
بلندی بخشی ہو اُسے پست نہ سمجھو، اور جسے دنیا نے اوج رفعت پر
پہنچایا ہو، اُسے بلند مرتبہ نہ خیال کرو۔

اُس کے چمکنے والے بادل پر نظر نہ کرو۔ اس کی باتیں کرنے
والے کی باتوں پر کان نہ دھرو، اور نہ اس کی دعوت دینے والے
کی (آواز پر) لبیک کہو، نہ اُس کی جگمگاہٹوں سے روشنی کی امید
کرو، نہ اُس کی عمدہ نفیس چیزوں پر مر مٹو۔ کیونکہ اُس کی چمکتی
ہوئی بجلیاں نمائش اور اُس کی باتیں جھوٹی ہیں اُس کا اثاثہ تباہ
اور اُس کا عمدہ متاع غارت ہونے والا ہے۔ دیکھو! یہ دنیا جھلک
دکھا کر منہ موڑ لینے والی چندال اور منہ زور اڑیل اور جھوٹی، بڑی
خانن اور ہٹ دھرم، ناشکری ہے اور سیدھی راہ سی مڑنے رخ
پھیر لینے والی اور کج روی و بیچ و تاب کھانے والی ہے۔ اس کا وتیرہ
(ایک سے دوسرے کی طرف) پلٹ جانا ہے اور اس کا ہر قدم
زلزلہ انگیز ہے۔ اس کی عزت (سراسر) ذلت اُس کی سنجیدگی
عین ہرزہ سرائی اور اس کی بلندی سر تا پستی ہے۔ یہ غارتگری و
تباہ کاری ہلاکت و تاراجی کا گھر ہے۔ اُس کے رہنے والے پادر
رکاب چل چلاؤ کے منظر، وصل و ہجر کی کشمکش میں گرفتار اس کے

سَاقٍ وَسِيقٍ، وَلِحَاقٍ وَفِرَاقٍ۔
 قَدْ تَحَيَّرَتْ مَذَاهِبُهَا، وَأَعْجَزَتْ
 مَهَارُهَا وَخَابَتْ مَطَالِبُهَا۔ فَاسْلَمْتُهُمْ
 الْمَعَاوِلَ، وَلَفَظْتُهُمُ الْمَنَازِلَ وَأَعَيْتُهُمُ
 الْمَحَاوِلَ، فَمِنْ نَاجٍ مَعْقُورٍ، وَلَحِمٍ
 مَجْزُورٍ، وَشَلْوٍ مَذْبُوحٍ، وَدَمٍ
 مَسْفُوحٍ۔ وَعَاضَ عَلَى يَدَيْهِ، وَصَابَقَ
 بِكَفَيْهِ وَمُرْتَفِقٍ بِخَدَيْهِ، وَذَارَ عَلَى
 رَأْيِهِ وَرَاجِعٍ عَنْ عَزْمِهِ۔ وَقَدْ أَدْبَرَتْ
 الْحَيْلُضُ وَأَقْبَلَتِ الْغِيلَةُ وَلَا تَحِينَ
 مَنَاصٍ۔ وَهِيَهَاتَ هِيَهَاتَ۔ قَدْ فَاتَ
 مَفَاتَ وَذَهَبَ مَازَهَبٌ، وَمَضَتْ الدُّنْيَا
 لِحَالٍ بِأَلْيَا: ”فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ
 وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ۔“

خطبہ ۱۹۰

راستے پاشان و پریشان، اُس سے گریز کی راہیں دشوار اور اُس
 کے منصوبے ناکام ہیں، چنانچہ اس کی محفوظ گھاٹیوں نے ان کو
 (بے دیار و مددگار) چھوڑ دیا، اور اُن کے گھروں نے انہیں دور
 پھینک دیا اور اُن کی ساری دانش مند یوں نے انہیں در ماندہ
 کر دیا اب جو ہیں (اُن کی حالت یہ ہے) کہ کچھ کی کوئیں کئے
 ہوئی ہیں اور کچھ گوشت کے لوتھڑے ہیں جن کی کھال اُتری
 ہوئی ہے اور کچھ کٹے ہوئے جسم اور بے ہونے خون ہیں اور کچھ
 (غم و اندوہ سے) اپنے ہاتھ کاٹنے والے اور کچھ کف افسوس
 ملنے والے اور کچھ (فکر و تردد میں) رخسار کہنیوں پر رکھے
 ہوئے ہیں اور کچھ اپنی سمجھ کو کوسنے والے اور کچھ اپنے ارادوں
 سے روگردانی کرنے والے ہیں۔ (لیکن اب کہاں) جبکہ چارہ
 سازی کا موقع ہاتھ سے نکل چکا اور ناگہانی مصیبت سامنے
 آگئی اب نکل بھاگنے کا وقت کہاں۔ یہ تو ایک اُن ہونی بات
 ہے جو چیز ہاتھ سے نکل گئی سو نکل گئی اور جو وقت جاچکا سو جاچکا
 اور دنیا اپنی من مانی کرتے ہوئے گزر گئی۔ اُن پر نہ آسمان رویا
 نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔

اس خطبہ کا نام خطبہ قاصعہ ہے۔

جس میں ابلیس کی مذمت ہے اس کے تکبر و غرور اور آدم (علیہ
 السلام) کے آگے سر بسجود نہ ہونے پر اور یہ کہ وہ پہلی فرد ہے
 جس نے عصیت کا مظاہرہ کیا اور غرور و نخوت کی راہ اختیار کی
 اور لوگوں کو اُس کے طور طریقوں پر چلنے سے تنبیہ کی گئی ہے۔
 یہ تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جو عزت و کبریائی کی ردا اوڑھے
 ہوئے ہے اور جس نے ان دونوں صفتوں کی بلا شرکت غیرے
 اپنی ذات کے لئے مخصوص کیا ہے اور دوسروں کے لئے ممنوع و
 ناجائز قرار دیتے ہوئے صرف اپنے لئے انہیں منتخب کیا ہے اور

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

تُسَمَّى الْقَاصِعَةَ
 وَهِيَ تَتَضَمَّنُ ذَمَّ إِبْلِيسَ لَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى
 اسْتِكْبَارِهِ وَتَرْكِهِ السُّجُودَ لِآدَمَ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ۔ وَأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ الْعَصِيَّةَ
 وَتَبَعَ الْحَيَّةَ وَتَحْدِيرَ النَّاسِ مِنْ سُلُوكِ
 طَرِيقِهِ۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَيْسَ الْعِزُّ وَالْكِبَرِيَاءُ

وَاخْتَارَهُمَا لِنَفْسِهِ دُونَ خَلْقِهِ وَجَعَلَهُمَا
 حَسَى وَحَرَمًا عَلَى غَيْرِهِ، وَأَصْطَفَاهُمَا
 لِحِلَالِهِ، وَجَعَلَ اللَّعْنَةَ عَلَى مَنْ نَازَعَ
 فِيهِمَا مِنْ عِبَادِهِ۔ ثُمَّ اخْتَبَرَ بِذَلِكَ مَلَائِكَتَهُ
 الْمُسْقَرِّينَ لِيُمَيِّزَ الْمُتَوَاضِعِينَ مِنْهُمْ مِنَ
 الْمُسْتَكْبِرِينَ فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَهُوَ الْعَالِمُ
 بِمُضْمَرَاتِ الْقُلُوبِ، وَمَحْجُوبَاتِ الْغُيُوبِ،
 ”إِنِّي خَالِقُ بَشَرًا مِنْ طِينٍ، فَإِذَا سَوَّيْتُهُ
 وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ
 سَاجِدِينَ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ
 إِلَّا إِبْلِيسَ۔“ اِعْتَرَضَتْهُ الْحَيَّةُ فَافْتَحَرَ
 عَلَى آدَمَ بِخَلْقِهِ، وَتَعَصَّبَ عَلَيْهِ لِأَصْلِهِ۔
 فَعَدَّ وَاللَّهُ إِمَامَ الْمُتَعَصِّبِينَ، وَسَلَفَ
 الْمُسْتَكْبِرِينَ الَّذِي وَضَعَ أَسَاسَ
 الْعَصِيَّةِ وَنَازَعَ اللَّهَ زَرَاءَ الْجَبَرِيَّةِ وَأَدْرَعَ
 لِبَاسَ التَّعَازُزِ، وَخَلَعَ قِنَاعَ التَّدَلُّلِ أَلَا
 تَرَوْنَ كَيْفَ صَغَّرَهُ اللَّهُ بِتَكْبَرِهِ وَوَضَعَهُ
 بِتَرْفَعِهِ فَجَعَلَهُ فِي الدُّنْيَا مَذْخُورًا،
 وَأَعَدَّ لَهُ فِي الْآخِرَةِ سَعِيرًا۔ وَلَوْ أَرَادَ اللَّهُ
 أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ مِنْ نُورٍ يَخْطَفُ الْآبْصَارَ
 ضِيَاؤُهُ، وَيَبْهَرُ الْعُقُولَ رَوَاؤُهُ وَطَيْبَ
 يَأْخُذُ الْآنْفَاسَ عَرْفُهُ لَفَعَلَ۔ وَلَوْ فَعَلَ
 لَظَلَّتْ لَهُ الْأَعْنَاقُ خَاضِعَةً۔ وَلَخَفَّتِ
 الْبَلَوِيُّ فِيهِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ وَلَكِنَّ اللَّهَ
 سُبْحَانَهُ يَبْتَلِي خَلْقَهُ بِبَعْضِ مَا يَجْهَلُونَ

اس کے بندوں میں جو ان صفتوں میں اس سے نکلے اُس پر
 لعنت ہے اور اسی کی رو سے اُس نے اپنے مقرب فرشتوں کا
 امتحان لیا تاکہ اُن میں سے فروتنی کرنے والوں کو گھنڈ کرنے
 والوں سے چھانٹ کر الگ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے
 باوجودیکہ وہ دل کے بھیدوں اور پردہ غیب میں چھپی ہوئی
 چیزوں سے آگاہ ہے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا
 ہوں جب میں اس کو تیار کر لوں اور اپنی خاص روح پھونک
 دوں تو تم اُس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ سب کے سب
 فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اسے سجدہ کرنے میں عار محسوس
 ہوئی اور اپنے مادہ تخلیق کی بناء پر آدم کے مقابلہ میں گھنڈ کیا اور
 اپنی اصل کے لحاظ سے اُن کے سامنے اکر گیا۔ چنانچہ یہ دشمن
 خدا عصیت برتنے والوں کا سرغنہ اور سرکشوں کا پیشرو ہے کہ
 جس نے تعصب کی بنیاد رکھی۔ اللہ سے اس کی روائے عظمت و
 کبریائی کو چھیننے کا تصور کیا۔ تکبر و سرکشی کا جامہ پہن لیا اور مجزو
 فرشتی کا نقاب اُتار ڈالی۔ پھر تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اُسے
 بڑے بننے کی وجہ سے کس طرح چھوٹا بنایا، اور بلندی کے زعم کی
 وجہ سے کس طرح پستی دی۔ دنیا میں اسے راندہ درگاہ بنایا اور
 آخرت میں اس کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کی اور اگر اللہ
 چاہتا تو آدم کو ایک ایسے نور سے پیدا کرتا کہ جس کی روشنی
 آنکھوں کو چوندھیا دے اور اُس کی خوش نمائی عقلوں پر چھا
 جائے اور ایسی خوشبو سے کہ جس کی مہک سانسوں کو جکڑ لے اور
 اگر ایسا کرتا تو ان کے آگے گردنیں خم ہو جاتیں اور فرشتوں کو
 اُن کے بارے میں آزمائش ہلکی ہو جاتی لیکن اللہ سبحانہ اپنی
 مخلوقات کو ایسی چیزوں سے آزماتا ہے کہ جن کی اصل و حقیقت
 سے وہ نادانف ہوتے ہیں۔ تاکہ اس آزمائش کے ذریعہ
 (اچھے اور بُرے افراد میں) امتیاز کر دے۔ ان سے نخوت و

أَصْلَهُ تَسْبِيْرًا بِالْأَحْتِبَارِ لَهُمْ وَنَفِيًّا
لِلْأَسْتِكْبَارِ عَنْهُمْ، وَإِبْعَادًا لِلْخِيْلَاءِ مِنْهُمْ
فَاعْتَبِرُوا بِمَا كَانَ مِنْ فِعْلِ اللَّهِ بِإِبْلِيسَ
إِذَا حَبَطَ عَلَيْهِ الطَّوِيلَ وَجَهْدَهُ الْجَهْدَ،
وَكَانَ قَدْ عَبَدَ لِلَّهِ سِتَّةَ آلَافِ سَنَةٍ لَا
يُذَرِّي أَمِنْ سِنِي الدُّنْيَا أَمْ سِنِي الْآخِرَةِ
عَنْ كِبَرِ سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ- فَمَنْ ذَا بَعْدَ إِبْلِيسَ
يَسْلُمُ عَلَى اللَّهِ بِشَيْءٍ مَعْصِيَتِهِ؟ كَلَّا مَا كَانَ
اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِيَدْخِلَ الْجَنَّةَ بَشَرًا بِأَمْرِ
أَخْرَجَ بِهِ مِنْهَا مَلَكَ- إِنَّ حُكْمَهُ فِي أَهْلِ
السَّمَاءِ وَأَهْلِ الْأَرْضِ لَوَاحِدٌ، وَمَبِينٌ
اللَّهُ وَبَيِّنَ أَحَدًا مِنْ خَلْقِهِ هُوَادَّةً فِي إِبَاحَةِ
حَيِّ حَرَمَهُ عَلَى الْعَالَمِينَ-

فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللَّهِ عَدُوَّ اللَّهِ أَنْ يُعَذِّبَكُمْ
بِدَائِهِ وَأَنْ يَسْتَفِرَّكُمْ بِدَائِهِ، وَأَنْ يُجْلِبَ
عَلَيْكُمْ بِخِيَلِهِ وَرَجَلِهِ- فَلَعَبْرَى لَقَدْ فُوقَ
لَكُمْ سَهْمَ الْوَعِيدِ، وَاعْرِقْ لَكُمْ بِالنَّزْعِ
الشَّدِيدِ، وَرَمَاكُمْ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ- وَ
قَالَ ”رَبِّ بِمَا أَعُوَيْتَنِي لَا ذِينَ لَهُمْ فِي
الْأَرْضِ وَلَا غَوْ يَنْهَمُ أَجْمَعِينَ-“ قَدْ قَا
بَغِيْبٍ بَعِيدٍ وَرَجَعَا بِظَنِّ غَيْرِ مُصِيبٍ-
صَدَقَهُ بِهِ نَسْبُكُمْ، وَاجْلَبَ بِخِيَلِهِ عَلَيْكُمْ
وَقَصَدَ بِرَجَلِهِ سَبِيلَكُمْ يَقْتَتِصُونَكُمْ بِكُلِّ
مَكَانٍ، وَيَضْرِبُونَ مِنْكُمْ كُلَّ بَنَانٍ، لَا
تَمْتَنِعُونَ بِخِيَلِهِ وَلَا تَدْفَعُونَ بِعَرِيْمَةٍ، فِي

برتری کو الگ اور غرور خود پسندی کو دور کر دے۔ تمہیں چاہئے کہ
اللہ نے شیطان کے ساتھ جو کیا اُس سے عبرت حاصل کرو، کہ اُس
کی طول طویل عبادتوں اور بھرپور کوششوں پر اس کے ایک گھڑی
کے گھنٹہ سے پانی پھیر دیا۔ حالانکہ اُس نے چھ ہزار برس تک جو
پتہ نہیں دنیا کے سال تھے یا آخرت کے اس کی عبادت کی تھی، تو
اب ابلیس کے بعد کون رہ جاتا ہے جو اس جیسی معصیت کر کے
اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہو؟ ہرگز نہیں، یہ نہیں ہو سکتا، کہ
اللہ نے جس چیز کی وجہ سے ایک ملک کو جنت سے نکال باہر کیا ہو،
اُسی پر کسی بشر کو جنت میں جگہ دے اُس کا حکم تو اہل آسمان اور اہل
زمین میں یکساں ہے۔ اللہ اور مخلوقات میں سے کسی فرد خاص کے
درمیان دوستی نہیں کہ اُس کو ایسے امر ممنوع کی اجازت ہو کہ جسے
تمام جہان والوں کے لئے اس نے حرام کیا ہو۔

خدا کے بندو! اللہ کے دشمن سے ڈرو کہ کہیں وہ تمہیں اپنا روگ نہ
لگا دے۔ اپنی پکار سے تمہیں بہکا نہ دے، اور اپنے سوار و پیارے
لے کر تم پر چڑھ نہ دوڑے اس لئے کہ میری جان کی قسم! اس نے
شر انگیزی کے تیر کو چلہ کمان میں جوڑ رکھا ہے اور قریب کی جگہ
سے تمہیں اپنے نشانہ کی زد پر رکھ کر کمان کو زور سے کھینچ لیا ہے
جیسا کہ اللہ نے اُس کی زبانی فرمایا ہے کہ اے میرے پروردگار!
چونکہ تو نے مجھے بہکا دیا ہے، اب میں بھی ان کے سامنے زمین
میں گناہوں کو جگ کر پیش کروں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا،
حالانکہ یہ اُس نے بالکل انک پیچو کہا تھا اور غلط گمان کی بناء پر
(اندھیرے میں) تیر چلایا تھا۔ لیکن فرزند ان رعونت برادران
عصبيت اور شہسواران غرور و جاہليت نے اس کی بات کو سچ
کر دکھایا، یہاں تک کہ جب تم میں سے سرکش اور منہ زور لوگ
اس کے فرمانبردار ہو گئے، اور تمہارے بارے میں اس کی ہوس
وطع قوی ہو گئی اور صورت حال پردہ خفا سے نکل کر کھلم کھلا
سامنے آ گئی تو اس کا پورا پورا تسلط تم پر ہو گیا اور وہ اپنے

حَوْمَةٍ ذُلٍّ، وَحَلَقَةٍ ضِيقٍ، وَعَرَصَةٍ مَوْتٍ
وَجَوْلَةٍ بَلَاءٍ فَاطَفِنُوا مَكْنَ فِي جُنُودًا وَ
إِعْوَانًا، وَرَجَلًا وَفَرَسَانًا، وَلَا تَكُونُوا
كَالْمُتَكَبِّرِ عَلَى ابْنِ أُمِّهِ مِنْ غَيْرِ مَا فَضَّلَ
جَعَلَهُ اللَّهُ فِيهِ سَوَى مَا إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ
فَإِنَّ لَهُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ الْحَقَّ الْعَظْمَةَ
بِنَفْسِهِ مِنْ عِدَاوَةِ الْحَسَدِ وَقَدْ حَتَّ
الْحَمِيَّةُ فِي قَلْبِهِ مِنْ نَارِ الْغَضَبِ، وَنَفَخَ
الشَّيْطَانُ فِي أَنْفِهِ مِنْ أَبْنَاءِ الْحَمِيَّةِ-
وَإِخْوَانِ الْعَصِيَّةِ، وَفَرَسَانِ الْكِبَرِ وَ
الْجَاهِلِيَّةِ حَتَّى إِذَا انْقَارَتْ لَهُ الْجَامِحَةُ
مِنْكُمْ وَاسْتَحْكَمَتِ الطَّمَاعِيَّةُ مِنْهُ فَيُكْم-
فَنَجَسَتْ الْحَالُ مِنَ السِّرِّ الْخَفِيِّ إِلَى
الْأَمْرِ الْجَلِيِّ اسْتَفْحَلَ سُلْطَانُهُ عَلَيْكُمْ
وَذَلَفَ بِجُنُودِهِ نَحْوَكُمْ فَاقْحَمُوكُمْ وَلَجَاتِ
السُّلِّ، وَأَحْلُوكُمْ وَرَطَّاتِ الْقَتْلِ،
وَأَوْطَأُوكُمْ إِنْخَانَ الْجِرَاحَةِ طَعْنًا فِي
عُيُونِكُمْ- وَحَزَافِي خُلُوفِكُمْ وَدَقًّا
لِسِنَاخِرِكُمْ وَقَصْدًا لِمَقَاتِلِكُمْ، وَسَوْفَا
بِخَزَائِمِ الْقَهْرِ إِلَى النَّارِ الْمُعَدَّةِ لَكُمْ
فَاصْبَحَ اعْظَمَ فِي دِينِكُمْ جَرَحًا وَأَوْرَى
فِي دُنْيَاكُمْ قَدْ حَا مِنْ الدِّينِ أَصْبَحْتُمْ
لَهُمْ مُنَاصِبِينَ وَعَلَيْهِمْ مُتَالِيِينَ فَاجْعَلُوا
عَلَيْهِ حَدَّكُمْ، وَلَهُ جَدَّكُمْ، فَلَعَبْرُ اللَّهِ لَقَدْ
فَخَرَ عَلَى أَصْلِكُمْ، وَوَقَعَ فِي حَسْبِكُمْ-

لشکر و سپاہ کو لے کر تمہاری طرف بڑھ آیا اور انہوں نے تمہیں
ذلت کے غاروں میں دھکیل دیا اور قتل و خون کے بھنوروں میں
لا گرایا اور گھاؤ پر گھاؤ لگا کر تمہیں پھیل دیا۔ تمہاری آنکھوں میں
نیزے گڑو کر، تمہارے گلے کاٹ کر، تمہارے نتھنوں کو پارہ پارہ
کر کے تمہارے ایک ایک جوڑ بند کو توڑ کر اور تمہاری ناک میں
غلبہ و تسلط کی ٹمکیں ڈال کر تمہیں اُس آگ کی طرف کھینچنے لئے
جاتا ہے جو تمہارے لئے تیار کی گئی ہے، اسی طرح اُن دشمنوں
سے جن سے کھلم کھلا تم سے مخالفت ہے اور جن کے مقابلہ کے
لئے تم فوجیں جمع کرتے ہو، زیادہ بڑھ چڑھ کر وہ تمہارے دین
کو مجروح کرنے والا اور دنیا میں تمہارے لئے (فتنہ و فساد)
کے شعلے بھڑکانے والا ہے لہذا تمہیں لازم ہے کہ اپنے جوش و
غضب کا پورا مرکز اسے قرار دو، اور پوری کوشش اس کے خلاف
صرف کرو، کیونکہ اُس نے شروع ہی میں تمہاری اصل
(آدم) پر فخر کیا تمہارے حسب (قدر و منزلت) پر حرف رکھا،
تمہارے نسب (اصل و طینت) پر طعن کیا، اور اپنے سواروں کو
لے کر تم پر یورش کی اور اپنے پیادوں کو لے کر تمہارے راستہ کا
قصد کیا ہے۔ وہ ہر جگہ سے تمہیں شکار کرتے ہیں اور تمہاری
(انگلی کی) ایک ایک پور پر چوٹیں لگاتے ہیں نہ کسی حیلہ و تدبیر
سے تم اپنا بچاؤ اور نہ پورا تہیا کر کے اُس کی روک تھام کر سکتے
ہو، درآئحالیکہ تم رسوائی کے بھنور، تنگی و ضیق کے دائرہ، موت
کے میدان اور مصیبت و بلا کی جولا نگاہ میں ہو، تمہیں لازم ہے
کہ اپنے دلوں میں چھپی ہوئی عصبيت کی آگ اور جاہليت کے
کینوں کو فرو کرو۔ کیونکہ مسلمان میں یہ غرور خود پسندی شیطان
کی وسوسہ اندازی، نخوت پسندی، فتنہ انگیزی اور فسوں کاری ہی
کا نتیجہ ہوتی ہے۔ عجز و فروتنی کو سر کا تاج و رعونت کا طوق گردن
سے اتارنے کا عزم بالجزم کر لو۔ اپنے اور اپنے دشمن شیطان

اور اُس کی سپاہ کے درمیان تواضع و فروتنی کا مورچہ قائم کر دیکھو کہ ہر جماعت میں اُس کے لشکر، یار و مددگار اور سوار و پیادے موجود ہیں۔ تم اس کی طرح نہ بنو کہ جس نے اپنے ماں جائے بھائی کے مقابلہ میں غرور کیا۔ بغیر کسی فضیلت و بلندی کے کہ اللہ نے اس میں قرار دی ہو، سو اس کے کہ حاسدانہ عداوت سے اس میں اپنی بوائی کا احساس پیدا ہوا، اور خود پسندی نے اس کے دل میں غیظ و غضب کی آگ بھڑکادی اور شیطان نے اس کے ناک میں کبر و غرور کی ہوا پھونک دی کہ جس کی وجہ سے اللہ نے ندامت و پشیمانی کو اس کے پیچھے لگا دیا اور قیامت تک کے قاتلوں کے گناہ اُس کے ذمہ ڈال دیئے۔

دیکھو! تم نے اللہ سے کھلم کھلا دشمنی پر اتر کر اور مومنین سے آمادہ پیکار ہو کر ظلم و تعدی کی انتہا کر دی۔ اور زمین میں فساد مچا دیا۔ تم زمانہ جاہلیت والی خود بینی کی بناء پر فخر و غرور کرنے سے اللہ کا خوف کھاؤ۔ کیونکہ یہ دشمنی و عناد کا سرچشمہ اور شیطان کی فسوں کاری کا مرکز ہے جس سے اُس نے گذشتہ امتوں اور پہلی قوموں کو ورغلا یا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے ڈھکیلنے اور آگے سے کھینچنے پر بے چوں و چرا جہالت کی اندھیاریوں اور ضلالت کے گڑھوں میں تیزی سے جا پڑیں۔ ایسی صورت سے جس میں ایسے لوگوں کے تمام دل ملتے جلتے ہوئے ہیں اور صدیوں کا حال ایک ہی سا رہا ہے اور ایسا غرور جس کے چھپانے سے سینوں کی سختیں تنگ ہوتی ہیں۔

دیکھو! اپنے اُن سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈرو کہ جو اپنی جاہ و حشمت پر اکڑتے اور اپنے نسب کی بلندیوں پر غرور کرتے ہوں اور بدناما چیزوں کو اللہ کے سر ڈال دیتے ہوں اور اُس کی تضاوت و قدر سے ٹکر لینے اور اُس کی نعمتوں پر غلبہ پانے کے لئے اُس کے احسانات سے یکسر انکار کر دیتے ہوں۔ یہی لوگ

تو عصیت کی عمارت کی گہری بنیاد، فتنہ کے کاغذ و ایوان کے ستون اور جاہلیت کے نسبی تفاخر کی تلواریں ہیں، لہذا اللہ سے ڈرو، اور اُس کی دی ہوئی نعمتوں کے دشمن نہ بنو، اور نہ اُس کے فضل و کرم کے جو تم پر ہے حاسد بنو، اور جھوٹے مدعیان اسلام کی پیروی نہ کرو کہ جن کا گندلا پانی تم اپنے صاف پانی میں سمو کر پیتے ہو اور اپنی درنگی کے ساتھ ان کی خرابیوں کو غلط ملط کر لیتے ہو اور اپنے حق میں اُن کے باطل کے لئے بھی راہ پیدا کر دیتے ہو وہ فسق و فجور کی بنیاد ہیں اور نافرمانوں کے ساتھ چسپیدہ ہیں۔ جنہیں شیطان نے گمراہی کی بار بردار سواری قرار دے رکھا ہے اور ایسا لشکر جس کو ساتھ لے کر لوگوں پر حملہ کرتا ہے اور ایسے ترجمان کہ جن کی زبان سے وہ گویا ہوتا ہے تاکہ تمہاری عقلیں چھین لے۔ تمہاری آنکھوں میں گھس جائے اور تمہارے کانوں میں پھونک دے۔ اس طرح اُس نے تمہیں اپنے تیروں کا ہدف اپنے قدموں کی جولا نگاہ اور اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنالیا ہے تمہیں لازم ہے کہ تم سے قبل سرکش امتوں پر جو قہر و عذاب اور عتاب و عقاب نازل ہوا اُس سے عبرت لو اور اُن کے رخساروں کے بل لیٹنے اور پہلوؤں کے بل گرنے کے مقامات سے نصیحت حاصل کرو، اور جس طرح زمانہ کی مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہو اسی طرح مغرور و سرکش بنانے والی چیزوں سے اللہ کے دامن میں پناہ مانگو۔ اگر خداوند عالم اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو بھی کبر و عنوت کی اجازت دے سکتا ہوتا تو وہ اپنے مخصوص انبیاء اور اولیاء کو اس کی اجازت دیتا۔ لیکن اُس نے ان کو کبر و غرور سے بیزار ہی رکھا، اور ان کے لئے عجز و مسکنت ہی کو پسند فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رخسارے زمین سے پیوستہ اور چہرے خاک آلودہ رکھے اور مومنین کے آگے تواضع و انکسار سے جھکتے رہے اور وہ دنیا میں جنہیں اللہ

وَدَفَعَ فِي قُلُوبِكُمْ مِنْ نِيرَانِ الْعَصَبِيَّةِ وَأَحْقَادِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّمَا تِلْكَ الْحَيَّةُ تَكُونُ فِي الْمُسْلِمِ مِنْ خَطَرَاتِ الشَّيْطَانِ وَنَحْوَاتِهِ وَنَزَعَاتِهِ وَنَفَثَاتِهِ۔ وَأَعْتَدُوا وَضَعَ التَّدْلِيلِ عَلَى رُءُوسِكُمْ وَالْقَاءَ التَّعَوُّدِ تَحْتَ أَقْدَامِكُمْ وَخَلَعَ التَّكْبَرِ مِنْ أَعْنَاقِكُمْ۔ وَاتَّخِذُوا التَّوَاضُّعَ مَسْلَحَةً بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّكُمْ رِيحَ الْكِبَرِ الَّذِي أَعْقَبَهُ اللَّهُ بِهِ النَّدَامَةَ وَالزَّمَةَ أَثَامَ الْقَاتِلِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ أَلَا وَقَدْ أَمَعْتُمْ فِي الْبَغْيِ، وَأَفْسَدْتُمْ فِي الْأَرْضِ مُصَارَحَةً لِلَّهِ بِالْمَنَاصِبِ وَمُبَارَاةً لِلْمُؤْمِنِينَ بِالْمُحَارَبَةِ۔ فَاللَّهُ اللَّهُ فِي كِبَرِ الْحَيَّةِ وَفَخْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔ فَإِنَّهُ مَلَأَهُ الشَّنَانِ۔ وَمَنَافَخِ الشَّيْطَانِ الَّتِي خَدَعَ بِهَا الْأَمَمَ الْمَاضِيَةَ وَالْقُرُونِ الْخَالِيَةَ حَتَّى إِعْنَقُوا فِي حَنَادِسِ جَهَالَتِهِ وَمَهَاوِي ضَلَالَتِهِ دُلَّالًا عَلَى سَبَاقِهِ، سُلَّسًا فِي قِيَادِهِ، أَمْرًا تَشَابَهَتْ الْقُلُوبُ فِيهِ۔ وَتَتَابَعَتِ الْقُرُونُ عَلَيْهِ وَكَبُرًا تَضَاقَعَتْ الصُّدُورُ بِهِ۔

أَلَا فَالْحَدَرَ الْحَدَرَ مِنْ طَاعَةِ سَادَاتِكُمْ وَكِبَرِائِكُمُ الَّذِينَ تَكَبَّرُوا عَنْ حَسَبِهِمْ۔ وَتَرَفُّعُوا فَوْقَ نَسَبِهِمْ وَالْقَوَا الْهَجِينَةَ عَلَى رَبِّهِمْ، وَجَاهَدُوا اللَّهَ مَصْنَعَهُمْ مَكَابِرَةً لِقِضَائِهِ وَمُغَالَبَةً لِأَلَانِهِ۔ فَإِنَّهُمْ قَوَاعِدُ

بِالسَّخْبَةِ وَابْتِلَاهُمْ بِالسَّخْبَةِ
وَأَمْتَحَنَهُمْ بِالْمَخَافِ، وَمَخَضَهُمْ
بِالْمَكَارِهِ فَلَا تَعْتَبِرُوا الرِّضَا وَالسُّخْطَ
بِالسَّالِ وَالْوَلَدِ جَهْلًا بِمَوَاقِعِ الْفِتْنَةِ
وَالْإِخْتِبَارِ فِي مَوَاضِعِ الْغِنَى وَالْإِقْتِدَارِ،
وَقَدْ قَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى "إِيْحَسُونْ
أَنَّمَا نُيِّدُهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ وَبَيْنِ نُسَارِعُ لَهُمْ
فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ" فَإِنَّ
اللَّهَ سُبْحَانَهُ يَخْتَبِرُ عِبَادَهُ الْمُسْتَكْبِرِينَ
فِي أَنْفُسِهِمْ بِأَوْلِيَائِهِ الْمُسْتَضْعِفِينَ فِي
أَعْيُنِهِمْ وَلَقَدْ دَخَلَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ
وَمَعَهُ أَخُوهُ هَارُونَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَلَى
فِرْعَوْنَ وَعَلَيْهِمَا مَدَارِعُ الصُّوفِ
وَبَنَائِدِيهِمَا الْعِصَى فَشَرَّ طَالَهُ إِنْ أَسْلَمَ
بَقَاءَ مُلْكِهِ وَدَوَّامَ عِزِّهِ، فَقَالَ "أَلَا
تَعْجَبُونَ مِنْ هَذَيْنِ يَشْرُطَانِ لِي دَوَّامَ
الْعِزِّ وَبَقَاءَ الْمُلْكِ وَهَبَا بِنَا تَرَوْنَ مِنْ حَالِ
الْفَقْرِ وَالذُّلِّ" فَهَلَا أَلْقَى عَلَيْهِمَا
أَسَاوِدَةً مِنْ ذَهَبٍ "إِعْظَامًا لِلذَّهَبِ
وَجَمْعِهِ، وَاحْتِقَارًا لِلصُّوفِ وَلُبْسِهِ-
وَلَوْ أَدَّاهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لَا نَبِيَّائِهِ حَيْثُ بَعَثَهُمْ
أَنْ يَفْتَحَ لَهُمْ كُنُوزَ الدُّهْبَانِ، وَمَعَادِنَ
الْعَقِيَّانِ، وَمَغَارِسَ الْجَنَانِ، وَأَنْ يَحْشُرَ
مَعَهُمْ طُيُورَ السَّيَاءِ وَوُحُوشَ الْأَرْضِ
لَفَعَلَ، وَلَوْ فَعَلَ لَسَقَطَ الْبَلَاءُ، وَبَطَلَ

نے بھوک سے آزمایا تعب و مشقت میں مبتلا کیا خوف و خطر کے
موقعوں سے ان کا امتحان لیا اور ابتلا و مصیبت سے انہیں تذبذبا
کیا۔ لہذا خدا کی خوشنودی و ناخوشنودی کا معیار اولاد و مال کو قرار
نہ دو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ دولت اور اقتدار سے بھی کس
کس طرح بندوں کا امتحان لیتا ہے چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے
کہ "وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے انہیں
سہارا دیتے ہیں تو ہم ان کے ساتھ بھلائیاں کرنے میں سرگرم
ہیں۔ مگر (جو اصل واقعہ ہے اُسے) یہ لوگ سمجھتے نہیں۔" اسی
طرح واقعہ یہ ہے کہ اللہ اپنے اُن بندوں کا جو بجائے خود اپنی
بڑائی کا گھمنڈ رکھتے ہیں امتحان لیتا ہے اپنے اُن دوستوں کے
ذریعے جو اُن کی نظروں میں عاجز و بے بس ہیں (چنانچہ اُن
کی مثال کمزور و بے بس تھے یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام اپنے
بھائی ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر اس حالت میں فرعون کے
پاس آئے کہ اُن کے جسم پر اونی کرتے اور ہاتھوں میں لٹھیاں
تھیں اور اُس سے یہ قول و قرار کیا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو
اُس کا ملک بھی باقی رہے گا، اور اس کی عزت بھی برقرار رہے
گی، تو اُس نے اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا کہ تمہیں ان پر تعجب
نہیں ہوتا کہ یہ دونوں مجھ سے یہ معاملہ ٹھہرا رہے ہیں کہ میری
عزت بھی برقرار رہے گی اور میرا ملک بھی باقی رہے گا اور جس
پچھے حال اور ذلیل صورت میں یہ ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو (اگر
ان میں اتنا ہی دم خم تھا تو پھر) ان کے ہاتھوں میں سونے کے
کنگن کیوں نہیں پڑے ہوئے۔ یہ اس لئے کہ وہ سونے کو اور
اس کی جمع آوری کو بڑی چیز سمجھتا تھا اور بالوں کے کپڑوں کو
حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ جس
وقت اُس نے نبیوں کو مبعوث کیا تو اُن کے لئے سونے کے
خزانوں اور خالص طلا کی کانوں کے منہ کھول دیتا اور باغوں کی

الْجَزْأُ وَأَصْحَحَلَّتِ الْأَنْبَاءُ، وَلَمَّا وَجَبَ
لِلْقَابِلِينَ أَحْجُورَ الْمُبْتَلِينَ۔ وَلَا اسْتَحَقَّ
الْمُؤْمِنُونَ ثَوَابَ الْمُحْسِنِينَ وَلَا لَزِمَتِ
الْأَسْمَاءُ مَعَانِيَهَا وَلَكِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ
رُسُلَهُ أُولَى قُوَّةٍ فِي عِزَائِهِمْ۔ وَضَعْفَةً
فِيمَا تَرَى الْأَعْيُنُ مِنْ حَالَاتِهِمْ مَعَ قِنَاعَةِ
تَمَلُّ الْقُلُوبِ وَالْعِيُونَ غِنَى، وَخَصَاصَةِ
تَمَلُّ الْأَبْصَارِ وَالْأَسْمَاعِ أَدَى۔ وَلَوْ كَانَتْ
الْأَنْبِيَاءُ أَهْلَ قُوَّةٍ لَا تُرَامُ وَعِزَّةٍ لَا تُضَامُ
وَمُلْكٍ تَمْتَدُّ حُوءُهُ أَعْنَاقَ الرِّجَالِ وَتَشْدُ
إِلَيْهِ عَقْدُ الرِّجَالِ، لَكَانَ ذَلِكَ إِهْوَنَ عَلَى
الْخَلْقِ فِي الْإِعْتِبَارِ وَأَبْعَدَ لَهُمْ فِي
الْإِسْتِكْبَارِ، وَلَا مَنُوءًا عَنْ رَهْبَةٍ قَاهِرَةٍ لَهُمْ
أَوْ رَغْبَةٍ مَائِلَةٍ بِهِمْ، فَكَانَتْ النَّبِيَّاتُ مُشْتَرَكَةً
وَالْحَسَنَاتُ مُفْتَسِمَةً وَلَكِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ،
أَرَادَ أَنْ يَكُونَ الْإِقْبَاعُ لِرُسُلِهِ وَالتَّصْدِيقُ
بِكُتُبِهِ وَالْخُشُوعُ لَوُجْهِهِ وَالْإِسْتِكَانَةُ
لِأَمْرِهِ وَالْإِسْتِسْلَامُ لِطَاعَتِهِ۔ أُمُورًا لَهُ
خَاصَّةٌ لَا تَشُوبُهَا مِنْ غَيْرِهَا شَائِبَةٌ وَكُلَّمَا
كَانَتْ الْبَلَوَى وَالْإِخْتِبَارُ أَعْظَمُ كَانَتْ
الْمُثُوبَةُ وَالْجَزَاءُ أَجْزَلَ۔

الَّتِي تَرَوْنَ أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ إِخْتَبَرَ أَلَّا وَلِيْنَ
مِنْ لَدُنْ أَدَمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِلَى
الْآخِرِينَ مِنْ هَذَا الْعَالَمِ بِأَحْبَارٍ لَا تُضَرُّ
وَلَا تَنْفَعُ، وَلَا تُبْصِرُ، وَلَا تَسْمَعُ فَجَعَلَهَا

کشت زاروں کو ان کے لئے مہیا کر دیتا اور فضا کے پرندوں اور
زمین کے صحرائی جانوروں کو اُن کے ہمراہ کر دیتا تو کر سکتا تھا اور
اگر ایسا کرتا تو پھر آزمائش ختم، جزا و سزا بیکار اور (آسانی)
خبریں اکارت ہو جاتیں اور آزمائش میں پڑنے والوں کا
اجراس طرح کے ماننے والوں کے لئے ضروری نہ رہتا اور نہ
ایسے ایمان لانے والے نیک کرداروں کی جزا کے مستحق
رہتے۔ اور نہ الفاظ اپنے معنی کا ساتھ دیتے لیکن اللہ سبحانہ
اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی اور آنکھوں کو دکھائی دینے
والے ظاہری حالات میں کمزوری و ناتواں قرار دیتا ہے اور
انہیں ایسی قناعت سے سرفراز کرتا ہے جو (دیکھنے اور سننے والوں
کے) دلوں اور آنکھوں کو بے نیازی سے بھر دیتی ہے اور ایسا
افلاس اُن کے دامن سے وابستہ کر دیتا ہے کہ جس سے
آنکھوں کو دیکھ کر اور کانوں کو سن کر اذیت ہوتی ہے۔ اگر انبیاء
ایسی قوت و طاقت رکھتے کہ جسے دہانے کا قصد و ارادہ بھی نہ
ہو سکتا ہوتا اور ایسا تسلط و اقتدار رکھتے کہ جس سے تعدی ممکن ہی
نہ ہوتی اور ایسی سلطنت کے مالک ہوتے کہ جس کی طرف
لوگوں کی گردنیں مڑتیں اور اس کے رخ پر سوار یوں کے پالان
کے جاتے تو یہ چیز نصیحت پذیری کے لئے بڑی آسان اور اس
سے انکار و سرتابی بہت بعید ہوتی ہے اور لوگ چھائے ہوئے
خوف یا مائل کرنے والے اسباب رغبت کی بناء پر ایمان لے
آتے تو اس صورت میں ان کی منتیں مشترک اور نیک عمل بٹے
ہوئے ہوتے لیکن اللہ سبحانہ نے تو یہ چاہا کہ اس کے پیغمبروں کا
اتباع اُس کی کتابوں کی تصدیق اور اس کے سامنے فروتنی اس
کے احکام کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت یہ سب چیزیں اسی
کے لئے مخصوص ہوں اور ان میں کوئی دوسرا شائبہ تک نہ ہو اور
جتنی آزمائش کڑی ہوگی اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔ تم دیکھتے
نہیں کہ اللہ سبحانہ نے آدم سے لے کر اس جہاں کے آخر تک

بَيْتَهُ الْحَرَامَ الَّذِي جَعَلَهُ لِلنَّاسِ قِيَامًا ثُمَّ وَضَعَهُ بِأَوْعَارِ بَقَاعِ الْأَرْضِ حَجَرًا - وَأَقْلَ نِتَائِقِ الدُّنْيَا مَدَارًا - وَأَضْمَقَ بَطُونِ الْأَوْدِيَةِ قُطْرًا - بَيْنَ جِبَالٍ خَشْنَةٍ وَرِمَالٍ دَمْنَةٍ وَعُيُونٍ وَشَلَّةٍ، وَقُرَى مُنْقَطِعَةٍ لَا يَزْكُوبُهَا خُفٌّ، وَلَا حَافِرٌ وَلَا ظِلْفٌ، ثُمَّ أَمَرَ آدَمَ وَوَلَدَهُ أَنْ يَتَنَوَّأُوا أَعْطَافَهُمْ نَحْوَةً، فَصَارَ مَثَابَةٌ لِمَنْتَجِعِ أَسْفَارِهِمْ وَغَايَةً لِمُلْقَى رِحَالِهِمْ - تَهْوِي إِلَيْهِ نَبَارُ الْأَفْدَانَةِ مِنْ مَفَاوِزِ قِفَارٍ سَحِيفَةٍ وَمَهَاوِي فَجَاجٍ عَيْقِقَةٍ وَجَزَائِرِ بَحَارٍ مُنْقَطِعَةٍ، حَتَّى يَهْزُوا مَنَاكِبَهُمْ ذُلًّا يَهْلِكُونَ لِلَّهِ حَوْلَهُ وَيَوْمَلُونَ عَلَى أَقْدَامِهِمْ شُعْنًا غُبْرًا لَهُ قَدْ نَبَدُوا أَسْرِبِيلَ وَرَأَى ظُهُورَهُمْ، وَشَوْهُوًا يَاعِفَاءِ الشُّعُورِ مُحَاسِنِ خَلْقِهِمْ إِبْتِلَاءَ عَظِيمًا وَامْتِحَانًا شَدِيدًا وَاخْتِبَارًا مُبِينًا - وَتَمَحِيصًا بَلِيغًا، جَعَلَهُ اللَّهُ سَبِيلًا رَحْمَةً، وَوَصَلَةً إِلَى جَنَّتِهِ - وَلَوْ أَرَادَ سُبْحَانَهُ أَنْ يَضَعَ بَيْتَهُ الْحَرَامَ وَمَشَاعِرَهُ الْعِظَامَ بَيْنَ جَنَاتٍ وَأَنْهَارٍ، وَسَهْلٍ وَقَرَارٍ جَمِّ الْأَشْجَارِ، دَانِي الثَّمَارِ، مُلْتَفِّ الْبَنَاءِ مُتَّصِلِ الْقُرَى، بَيْنَ بَرْقَةِ سَمَرَاءَ، وَرَوْضَةِ خَضْرَاءَ وَآرِيَابِ مُحَدِّقَةٍ، وَعِرَاصِ مُغْدِقَةٍ وَزُرُوعِ نَاضِرَةٍ وَطُرُقِ عَامِرَةٍ لَكَانَ قَدْ صَغُرَ قَدْرُ الْجَزَاءِ عَلَى حَسَبِ

کے اگلے پچھلوں کو ایسے پتھروں سے آزمایا ہے کہ جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اُس نے ان پتھروں ہی کو اپنا محترم گھر قرار دیا کہ جسے لوگوں کے لئے (امن کے) قیام کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ پھر یہ کہ اس نے اسے زمین کے رقبوں میں سے ایک سنگلاخ رقبہ اور دنیا میں بلندی پر واقع ہونے والی آبادیوں میں سے ایک کم مٹی والے مقام اور گھاٹیوں میں سے ایک تنگ اطراف والی گھاٹی میں قرار دیا کھڑے اور کھردرے پہاڑوں نرم ریتلے میدانوں، کم آب چشموں اور متفرق دیہاتوں کے درمیان کہ جہاں اونٹ، گھوڑا، گائے بکری نشوونما نہیں پاسکتے پھر بھی اُس نے آدم اور ان کی اولاد کو حکم دیا کہ اپنے رخ اُس کی طرف موڑیں، چنانچہ وہ ان کے سفروں سے فائدہ اٹھانے کا مرکز اور پالانوں کے اترنے کی منزل بن گیا اور دور افتادہ بے آب و گیاہانوں دور دراز گھاٹیوں کے نشیبی راہوں اور (زمین سے) کٹے ہوئے دریاؤں کے جزیریوں سے نفوس انسانی اُدھر متوجہ ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ پوری فرمانبرداری سے اپنے کندھوں کو ہلاتے ہوئے اس کی گرد لیک لپٹ لپٹ کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور اپنے پیروں سے پوہ دوڑ لگاتے ہیں۔ اس حالت میں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور بدن خاک میں آتے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنا لباس پشت پر ڈال دیا ہوتا ہے اور بالوں کو بڑھا کر اپنے کو بد صورت بنالیا ہوتا ہے۔ یہ بڑی ابتلا۔ کڑی آزمائش کھلم کھلا امتحان اور پوری پوری جانچ ہے۔ اللہ نے اُسے اپنی رحمت کا ذریعہ اور جنت تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ وہ اپنا محترم گھر اور بلند پایہ عبادت گاہیں ایسی جگہ پر بنائے کہ جس کے گرد باغ و چین کی قطاریں اور بہتی ہوئی نہریں ہوں زمین نرم و ہموار ہو کہ (جس میں)

ضَعَفَ الْبَلَاءِ، وَلَوْ كَانَ الْإِسَاسُ الْمَحْوُولَ عَلَيْهَا، وَالْأَحْجَارُ الرَّفُوعُ بَهَا بَيْنَ زُمُودَةٍ خَضِرَاءَ، وَيَاقُوتَةِ حَمْرَاءَ وَنُورِ وَضِيَاءِ لَخَفَّفَ ذَلِكَ مُصَارَعَةَ الشَّلِّ فِي الصُّدُورِ وَلَوْ ضَعَّ مُجَاهِدَةً إِبْلِيسَ عَنِ الْقُلُوبِ، وَلَنَفَسَى مُعْتَلِبِ الرِّيبِ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنَّ اللَّهَ وَيَخْتَبِرُ عِبَادَهُ بِأَنْوَاعِ الشَّدَائِدِ وَيَتَعَبَّدُ هُمْ بِأَنْوَاعِ الْمَجَاهِدِ وَيَبْتَلِيهِمْ بِضُرُوبِ الْمَكَارِهِ آخِرُ أَجَالِ التَّكْبِيرِ مِنْ قُلُوبِهِمْ وَأَسْكَانًا لِلتَّدَلُّلِ فِي نَفْسِهِمْ وَلِيَجْعَلَ ذَلِكَ أَبْوَابًا فَتْحًا إِلَى فَضْلِهِ، وَأَسْبَابًا ذُلًّا لِعَفْوِهِ فَاللَّهُ اللَّهُ فِي عَاجِلِ الْبَغْيِ وَاجِلِ وَخَامَةِ الظُّلْمِ، وَسُوءِ عَاقِبَةِ الْكِبَرِ، فَإِنَّهَا مَصِيدَةُ إِبْلِيسَ الْعُظْمَى، وَمَكِيدَتُهُ الْكُبْرَى الَّتِي تُسَاوِرُ قُلُوبَ الرِّجَالِ مُسَاوَرَةَ السُّمُومِ الْقَاتِلَةِ فَمَا تُكْدِي أَبَدًا - وَلَا تُشْوِي أَحَدًا - لَا عَالِيًا لِعَلَمِهِ، وَلَا مُقَلًّا فِي طَمَرِهِ وَعَنْ ذَلِكَ مَا حَرَسَ اللَّهُ عِبَادَةَ الْمُؤْمِنِينَ، بِالصَّلَوَاتِ وَالزَّكَاةِ وَمَجَاهِدَةِ الصِّيَامِ فِي الْأَيَّامِ الْبَغْرِ وَضَاتِ تَسْكِينِ لَا طَرَفِهِمْ وَتَحْشِيْعًا لَا بَصَارِهِمْ وَتَدْلِيلًا لِنَفْسِهِمْ وَتَخْفِضًا لِقُلُوبِهِمْ وَأَذْهَابًا لِلْخِيَلَاءِ عَنْهُمْ لِمَا فِي ذَلِكَ مِنْ تَغْيِيرِ عِتَاقِ الْوُجُوهِ بِالثَّرَابِ تَوَاضَعًا وَالتَّصَاقِ كَرَائِمِ الْجَوَارِحِ بِالْأَرْضِ

درختوں کے جھنڈ اور (اُن میں) جھکے ہوئے پھلوں کے خوشے ہوں جہاں عمارتوں کا جال بچھا ہوا اور آبادیوں کا سلسلہ ملا ہوا ہو۔ جہاں سرخی مال گیتوں کے پودے، سرسبز مرغزار چین در کنار سبزہ زار پانی میں شرابور میدان، لہلہاتے ہوئے کھیت اور آباد گزرگاہیں ہوں، تو البتہ وہ جزا و ثواب کو اسی اندازہ سے کم کر دیتا کہ جس اندازہ سے ابتلاء و آزمائش میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اگر وہ بنیاد کہ جس پر اس گھر کی تعمیر ہوئی ہے اور وہ پتھر کہ جس پر اس کی عمارت اٹھائی گئی ہے زمرہ بنزدیاقوت سرخ کے ہوتے اور (اُن میں) نور و ضیاء (کی تابانی) ہوتی تو یہ چیز سینوں میں شک و شبہات کے ٹکراؤ کو کم کر دیتی اور دلوں سے شیطان کی دوڑ دھوپ (کا اثر) مٹا دیتی اور لوگوں سے شکوک کے غلجیان دور کر دیتی۔ لیکن اللہ سبحانہ اپنے بندوں کو گونا گوں سختیوں سے آزماتا ہے اور اُن سے ایسی عبادت کا خواہاں ہے کہ جو طرح طرح کی مشقتوں سے بچالائی گئی ہو اور انہیں قسم قسم کی ناگوار یوں سے جانچتا ہے تاکہ اُن کے نفوس میں عجز و فردوسی کو جگہ دے اور یہ کہ اس ابتلاء و آزمائش (کی راہ) سے اپنے فضل و امتنان کے کھلے ہوئے دروازوں تک (انہیں) پہنچائے اور اُسے اپنی معافی و بخشش کا آسان وسیلہ و ذریعہ قرار دے۔ دنیا میں سرکشی کی پاداش اور آخرت میں ظلم کی گراں باری کے عذاب اور غرور و نخوت کے بُرے انجام کے خیال سے اللہ کا خوف کھاؤ کیونکہ یہ (سرکشی ظلم اور غرور و تکبر) شیطان کا بہت بڑا جال اور بہت بڑا ہتھکنڈا ہے کہ جو لوگوں کے دلوں میں زہر قاتل کی طرح اتر جاتا ہے نہ اُس کا اثر کبھی رایگاں جاتا ہے نہ اُس کا وار کسی سے خطا کرتا ہے۔ نہ عالم سے اُس کے علم کے باوجود اور نہ پچھے پرانے چیتھڑوں میں کسی فقیر بے نواسے یہی وہ چیز ہے جس سے خداوند عالم ایمان سے سرفراز ہونے والے

تَصَاغِرًا وَلِحُقُوقِ الْبُطُونِ بِالْمَتُونِ مِنَ الصِّيَامِ تَذَلُّلاً مَعَ مَا فِي الزَّكَاةِ مِنْ صَرْفِ ثِمَرَاتِ الْأَرْضِ وَغَيْرِ ذَلِكَ إِلَى أَهْلِ السَّكْنَةِ وَالْفَقْرِ۔

اَنْظُرُوا إِلَى مَا فِي هَذِهِ الْأَفْعَالِ مِنْ قَمْعِ نَوَاجِمِ الْفَخْرِ۔ وَقَدْ عَطَا الْكِبَرُ، وَلَقَدْ نَظَرْتُ فَمَا وَجَدْتُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ يَتَعَصَّبُ لِشَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا عَنْ عِلَّةٍ تَحْتَمِلُ تَمْوِيَةَ الْجَهْلَاءِ أَوْ حُجَّةً تَلِيْطُ بِعُقُولِ السُّفَهَاءِ غَيْرَ كُمْ فَإِنَّكُمْ تَتَعَصَّبُونَ لِأَمْرِ لَا يَعْرِفُ لَهُ سَبَبٌ وَلَا عِلَّةٌ۔ أَمَّا إِبْلِيسُ فَتَتَعَصَّبُ عَلَيْهِ أَدَمُ لَا صِلَةَ وَطْعَنَ عَلَيْهِ فِي خَلْقَتِهِ۔ فَقَالَ أَنَا نَارِيٌّ وَأَنْتَ طِينِيٌّ۔ وَأَمَّا الْأَغْنِيَاءُ مِنْ مُتَرَفَةِ الْأَمَمِ فَتَتَعَصَّبُوا لِأَثَارِ مَوَاقِعِ النِّعَمِ فَقَالُوا: "نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِبُعْدِيْنَ"۔ فَإِنْ كَانَ لَا بَدَلَ مِنَ الْعَصِيَّةِ فَلْيَكُنْ تَعَصُّبُكُمْ لِمَكَارِمِ الْخِصَالِ وَمَحَامِدِ الْأَفْعَالِ، وَمَحَاسِنِ الْأُمُورِ الَّتِي تَفَاضَلَتْ فِيهَا الْمَجْدَاءُ وَالنَّجْدَاءُ مِنْ بَيَّوْنَاتِ الْعَرَبِ وَيَعَاسِيْبِ الْقَبَائِلِ بِأَلَا خَلْقِ الرَّغِيْبَةِ وَالْأَحْلَامِ الْعَظِيْمَةِ وَالْأَخْطَارِ الْجَلِيلَةِ وَالْأَثَارِ الْمَحْمُودَةِ فَتَتَعَصَّبُوا لِخِلَالِ الْخِلْدِ مِنَ الْحِفْظِ لِلْجَوَادِ وَالْوَفَاءِ بِالِدِمَامِ،

بندوں کو نماز، زکوٰۃ اور مقررہ دنوں میں روزوں کے جہاد کے ذریعہ محفوظ رکھتا ہے اور اس طرح ان کے ہاتھ پیروں (کی طغیانوں) کو سکون کی سطح پر لاتا ہے۔ ان کی آنکھوں کو عجز و شکستگی سے جھکا کر نفس کو رام اور دلوں کو متواضع بنا کر رعونت و خود پسندی کو اُن سے دور کرتا ہے (نماز میں) نازک چروں کو عجز و نیاز مندی کی بناء پر خاک آلودہ کیا جاتا ہے اور روزوں میں از روئے فرمانبرداری پیٹ پیٹھ سے مل جاتے ہیں اور زکوٰۃ میں زمین کی پیداوار وغیرہ کو فقراء اور مساکین تک پہنچایا جاتا ہے۔ دیکھو! کہ ان اعمال و عبادت میں غرور کے ابھرے ہوئے اثرات کو مٹانے اور تمکنت کے نمایاں ہونے والے آثار کو دبانے کے کیسے کیسے فوائد مضر ہیں۔ میں نے نگاہ دوڑائی تو دنیا بھر میں ایک فرد بھی ایسا نہ پایا کہ وہ کسی چیز کی پاسداری کرتا ہو، مگر یہ کہ اُس کی نظروں میں اُس کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے کہ جو جاہلوں کے اشتباہ کا باعث بن جاتی ہے یا کوئی ایسی دلیل ہوتی ہے جو بیوقوفوں کی عقلوں سے چپک جاتی ہے۔ سوا تمہارے کہ تم ایک چیز کی جنبہ داری تو کرتے ہو، مگر اُس کی کوئی علت اور وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ابلیس ہی کو لو کہ اُس نے آدم کے سامنے حمیت جاہلیت کا مظاہرہ کیا تو اپنی اصل (آگ) کی وجہ سے اور اُن پر چوٹ کی تو اپنی خلقت و پیدائش کی بناء پر، چنانچہ اُس نے آدم سے کہا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور تم مٹی سے (یونہی) خوشحال قوموں کے مالدار لوگ اپنی نعمتوں پر اتراتے ہوئے بڑا بول بولے کہ ہم مال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں ہمیں کیونکر عذاب کیا جاسکتا ہے۔ اب اگر تمہیں فخری کرنا ہے تو اس کی پاکیزگی اخلاق، بلند کردار اور حسن سیرت پر فخر و ناز کرو کہ جس میں عرب گھرانوں کے با عظمت و بلند ہمت سرداران قوم اپنی خوش اطواریوں بلند پایہ دانائیوں اعلیٰ مرتبوں اور

وَالطَّاعَةِ لِلْبِرِّ وَالْمَعْصِيَةِ لِلْكِبَرِ وَالْأَخَذِ بِالْفَضْلِ وَالْكَفِّ عَنِ الْبَغْيِ وَالْإِعْظَامَ لِلْقَتْلِ وَالْإِنْصَافَ لِلْخَلْقِ وَالْكُظْمَ لِلْغَيْظِ وَاجْتِنَابَ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ وَاحْدَرُوا مَا نَزَلَ بِالْأَمَمِ قَبْلَكُمْ مِنَ الثَّلَاثِ بِسُوءِ الْأَفْعَالِ وَذَمِيمِ الْأَعْمَالِ فَتَذَكَّرُوا فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ أَحْوَالَهُمْ وَاحْدَرُوا أَنْ تَكُونُوا أَمْثَالَهُمْ فَإِذَا تَفَكَّرْتُمْ فِي تَفَادُتِ حَالِهِمْ فَالْزَمُوا كُلَّ أَمْرٍ لَزِمَتِ الْعِزَّةُ بِهِ شَانَهُمْ وَزَاوَتْ الْأَعْدَاءُ لَهُ عَنْهُمْ وَمُدَّتِ الْعَافِيَةُ فِيهِ عَلَيْهِمْ، وَأَنْقَادَتِ النِّعْمَةُ لَهُ مَعَهُمْ، وَوَصَلَتِ الْكَرَامَةُ عَلَيْهِمْ حَبْلُهُمْ مِنَ الْاجْتِنَابِ لِلْفُرْقَةِ وَالزُّوْمِ لِلْإِلْفَةِ وَالتَّحَاضُّ عَالِيهَا وَالتَّوَاصِي بَهَا، وَاجْتَنَبُوا كُلَّ أَمْرٍ كَسَرَ فَقَرَّتْهُمْ وَأَوْهَنَ مُنْتَهُمُ مِنَ تَضَاعُنِ الْقُلُوبِ وَتَشَاخُنِ الصُّدُورِ۔ وَتَدَابَّرِ النُّفُوسِ وَتَحَاذُلِ الْأَيْدِي، وَتَذَبُّرِ أَحْوَالِ الْمَاضِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قَبْلَكُمْ كَيْفَ كَانُوا فِي حَالِ التَّحْيِصِ وَالْبَلَاءِ۔ أَلَمْ يَكُونُوا أَثْقَلَ وَبَقِيَ قَصَصُ أَخْبَارِهِمْ فِيكُمْ عِبْرَةً لِلْمُعْتَبِرِينَ (مِنْكُمْ) فَاعْتَبِرُوا بِحَالِ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَبَنِي إِسْحَاقَ وَبَنِي إِسْرَافِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ فَمَا أَشَدَّ اعْتِدَالَ الْأَحْوَالِ، وَأَقْرَبَ اشْتِبَاكَ

پسندیدہ کارناموں کی وجہ سے ایک دوسرے پر برتری ثابت کرتے تھے۔ تم بھی ان قابل ستائش خصلتوں کی طرفداری کرو۔ جیسے مساکین کے حقوق کی حفاظت کرنا عہد و پیمان کو نبھانا۔ نیکیوں کی اطاعت اور سرکشوں کی مخالفت کرنا حسن سلوک کا پابند اور ظلم و تعدی سے کنارہ کش رہنا۔ خون ریزی سے پناہ مانگنا، خلق خدا سے عدل و انصاف برتنا۔ غصہ کو پی جانا۔ زمین میں شرانگیزی سے دامن بچانا تمہیں اُن عداوتوں سے ڈرنا چاہئے جو تم سے پہلی امتوں پر اُن کی بد اعمالیوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے نازل ہوئے اور (اپنے) اچھے اور بُرے حالات میں ان کے احوال و واردات کو پیش نظر رکھو اور اس امر سے خائف و ترساں رہو کہ کہیں تم بھی انہی کے ایسے نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے ان کی دونوں (اچھی بُری) حالتوں پر غور کر لیا ہے تو پھر ہر اُس چیز کی پابندی کرو کہ جس کی وجہ سے عزت و برتری نے ہر حال میں اُن کا ساتھ دیا اور دشمن اُن سے دور دور رہے اور عیش و سکون کے دامن اُن پر پھیل گئے۔ اور نعمتیں سرگلوں ہو کر اُن کے ساتھ ہوئیں اور عزت و سرفرازی نے اپنے بندہ اُن سے جوڑ لئے (وہ کیا چیزیں تھیں؟) یہ کہ وہ افتراق سے بچے اور اتفاق و یک جہتی پر قائم رہے۔ اسی پر ایک دوسرے کو ابھارتے تھے اور اسی کی باہم سفارش کرتے تھے اور تم ہر اس امر سے بچ کر رہو کہ جس نے اُن کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ ڈالا اور قوت و توانائی کو ضعف سے بدل دیا۔ (اور وہ یہ تھا) کہ انہوں نے دلوں میں کینہ اور سنینوں میں بغض رکھا اور ایک دوسرے کی مدد سے پیٹھ پھیرالی اور باہمی تعاون سے ہاتھ اٹھالیا اور تم کو لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کے اہل ایمان کے وقائع و حالات میں غور و فکر کرو، کہ (صبر آزما) ابتلاؤں اور (جانکاه) مصیبتوں میں اُن کی کیا حالت تھی کیا وہ ساری کائنات سے

الْأَمْثَالُ، تَأْمَلُوا أَمْرَهُمْ فِي حَالِ نَشْتِهِمْ
الْخَلَائِقِ أَعْبَاءَ وَأَجْهَدَ الْعِبَادِ بَلَاءَ وَأَضِيقَ
إِهْلَ الدُّنْيَا حَالًا - إِنْ خَدَّتْهُمْ الْفِرَاعِئَةُ
عَبِيدًا فَسَامَوْهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَجَرَّعُوا
هُمْ الْمُرَارَ فَلَمْ تَبْرَحِ الْحَالُ بِهِمْ فِي ذَلِّ
الْهَلَكَةِ وَتَهَرَّ الْعَلْبَةُ - لَا يَجِدُونَ حِيلَةً فِي
امْتِنَاعٍ، وَلَا سَبِيلًا إِلَى دِفَاعٍ حَتَّى إِذَا رَأَى
اللَّهُ جَدَّ الصَّبْرِ مِنْهُمْ عَلَى الْآذَى فِي
مَحِيَّتِهِ وَ الْإِحْتِمَالَ لِلْمَكْرُوهِ مِنْ خَوْفِهِ
جَعَلَ لَهُمْ مِنْ مَضَائِقِ الْبَلَاءِ فَرَجًا فَابَدَ لَهُمْ
الْعَزْمَ مَكَانَ الدَّلِّ، وَالْأَمَانَ مَكَانَ الْخَوْفِ
فَصَارُوا مُلُوكًا حُكَّامًا - وَإِنَّهُ أَعْلَمُ،
وَقَدْ بَلَغَتِ الْكَرَامَةُ مِنَ اللَّهِ لَهُمْ مَا لَمْ تَبْلُغِ
الْأَمْثَالُ إِلَيْهِ بِهِرَ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانُوا حَيْثُ
كَانَتِ الْأَمْثَالُ مُجْتَمِعَةً وَالْأَهْوَاءُ مُتَّفِقَةً،
وَالْقُلُوبُ مُعْتَدِلَةٌ وَالْأَيْدِي مُتَرَادِفَةٌ
وَالسُّيُوفُ مُتَنَاصِرَةٌ، وَالْبَصَائِرُ نَافِذَةٌ،
وَالْعَزَائِمُ وَاحِدَةٌ أَلَمْ يَكُونُوا أَرْبَابًا فِي
أَقْطَارِ الْأَرْضَيْنِ وَمُلُوكًا عَلَى رِقَابِ
الْعَالِيَيْنِ - فَانْظُرُوا إِلَى مَاصِرُوا إِلَيْهِ فِي
آخِرِ أُمُورِهِمْ حِينَ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ وَتَشَتَّتَتْ
الْأَلْفَةُ وَاخْتَلَفَتِ الْكَلِمَةُ وَالْأَفِيدَةُ
وَتَشَعَّبُوا مُخْتَلِفِينَ، وَتَفَرَّقُوا مُتَجَارِبِينَ
قَدْ خَلَعَ اللَّهُ عَنْهُمْ لِبَاسَ كَرَامَتِهِ وَسَلَبَهُمْ

زیادہ گرانبار تمام لوگوں سے زائد بتلائے تعب و مشقت اور دنیا
جہاں سے زیادہ تنگی و ضیق کے عالم میں تھے؟ کہ جنہیں دنیا کے
فرعونوں نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور انہیں سخت سے سخت اذیتیں
پہنچاتے اور تلخیوں کے گھونٹ پلاتے تھے اور ان کی یہ حالت
ہو گئی تھی کہ وہ تباہی و ہلاکت کی ذلتوں اور غلبہ و تسلط کی
قہر سامانیوں میں گھرتے چلے جا رہے تھے۔ نہ انہیں پچاؤ کی کوئی
تدبیر اور نہ روک تھام کا کوئی ذریعہ سوچتا تھا۔ یہاں تک کہ
جب اللہ سبحانہ نے یہ دیکھا کہ یہ میری محبت میں اذیتوں پر
پوری کدو کاوش سے صبر کئے جا رہے ہیں اور میرے خیال سے
مصیبتوں کو جھیل رہے ہیں تو ان کے لئے مصیبت و ابتلاء کی
تکنائے سے وسعت کی راہیں نکالیں اور ان کی ذلت کو عزت
اور خوف و ہراس کو امن سے بدل دیا۔ چنانچہ وہ تخت فرمانروائی
پر سلطان اور مسند ہدایت پر رہنما ہوئے اور انہیں امیدوں سے
بڑھ چڑھ کر اللہ کی طرف سے عزت و سرفرازی حاصل ہوئی۔
غور کرو! کہ جب ان کی جمیعتیں یک جا، خیالات یکسو اور دل
یکساں تھے اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کو سہارا دیتے اور
تلواریں ایک دوسرے کی معین و مددگار تھیں اور ان کی بصیرتیں
تیز اور ارادے متحد تھے، تو اُس وقت ان کا عالم کیا تھا! کیا وہ
اطراف زمین فرمانروا اور دنیا والوں کی گردنوں پر حکمران نہ
تھے؟ اور تصویر کا یہ رخ بھی دیکھو! کہ جب ان میں پھوٹ پڑ گئی
بیچہتی درہم برہم ہو گئی، ان کی باتوں اور دلوں میں اختلافات
کے شائخسانے پھوٹ نکلے، اور وہ مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے
اور الگ جتھے بن کر ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے لگے، تو اُس
کی نوبت یہ ہو گئی کہ اللہ نے ان سے عزت و بزرگی کا پیرا ہن
اُتار لیا اور نعمتوں کی آسائشیں ان سے چھین لیں اور تمہارے
درمیان ان کے واقعات کی حکایتیں عبرت حاصل کرنے والوں

عَضَادَةَ نَعِيَّتِهِ وَتَفَرَّقَهُمْ لِيَالِي كَانَتْ
الْكَاسِرَةُ وَالْقِيَاصِرَةُ أَرْبَابًا لَهُمْ
يَحْتَارُونَ وَهُمْ عَنْ رَيْفِ الْأَفَاقِ، وَبَحْرِ
الْعِرَاقِ وَخُضْرَةِ الدُّنْيَا إِلَى مَنَابِتِ الشَّيْخِ
وَمَهَا فِي الرِّيحِ، وَتَكْدِ الْمَعَاشِ فَتَرَكُوهُمْ
عَالَةً مَسَاكِينَ إِخْوَانِ دَبْرٍ وَوَبْرٍ، أَذَلَّ
الْأَمَمَ دَارًا وَاجْدَبَهُمْ قَرَارًا - لَا يَأْوُونَ إِلَى
جَنَاحِ دَعْوَةٍ يَعْتَصِمُونَ بِهَا، وَلَا إِلَى ظِلِّ
الْفَةِ يَعْتِيدُونَ عَلَى عِزِّهَا - فَلَا حَوَالَ
مُضْطَرِبَةٍ وَالْأَيْدِي مُخْتَلِفَةٌ، وَالْكَثْرَةُ
مُتَفَرِّقَةٌ - فِي بَلَاءِ أَدَلِّ، وَأَطْبَقِ جَهْلٍ،
مِنْ بَنَاتِ مَوءٍ وَدَقَّةٍ - وَأَصْنَامُ مَعْبُودَةٍ،
وَأَرْحَامُ مَقْطُوعَةٍ وَغَارَاتِ مَشْنُونَةٍ -

فَانْظُرُوا إِلَى مَوَاقِعِ نِعَمِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ حِينَ
بَعَثَ إِلَيْهِمْ رَسُولًا فَعَقَدَ بَيْلَتَهُ طَاعَتَهُمْ
وَجَمَعَ عَلَى دَعْوَتِهِ الْفَتْهَمَ - كَيْفَ نَشَرَتْ
النِّعْمَةُ عَلَيْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا، وَأَسَالَتْ لَهُمْ
جَدَاوِلَ نَعِيمِهَا، وَالتَّقَاتِ السِّلَّةُ بِهِمْ فِي
عَوَائِدِ بَرَكَتِهَا فَاصْبَحُوا فِي نِعْمَتِهَا غَرَقِينَ،
وَفِي خُضْرَةِ عَيْشِهَا فَكِهَيْنَ، قَدْ تَرَبَّعَتْ
الْأُمُورُ بِهِمْ فِي ظِلِّ سُلْطَانِ قَاهِرٍ وَأَوْتَهُمْ
الْحَالَ إِلَى كَنَفِ عِزِّ غَالِبٍ وَتَعَطَّفَتْ
الْأُمُورُ عَلَيْهِمْ فِي ذَرِيٍّ مُلْكٍ ثَابِتٍ، فَهُمْ
حُكَّامُ عَلَى الْعَالِيَيْنِ، وَمُلُوكُ فِي أَطْرَافِ

کے لئے عبرت بن کر رہ گئیں۔ (اب ذرا) اسماعیل کی اولاد
استحقاق کے فرزندوں اور یعقوب کے بیٹوں کے حالات میں
عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ حالات کتنے ملتے ہوئے ہیں اور
طور طریقے کتنے یکساں ہیں۔ ان کے منتشر و پراگندہ ہو جانے
کی صورت میں جو واقعات رونما ہوئے، اُن میں فکر و تامل کرو،
کہ جب شاہانِ عجم اور سلاطینِ روم اُن پر حکمران تھے، وہ انہیں
اطرافِ عالم کے سبزہ زاروں عراق کے دریاؤں اور دنیا کی
شادابیوں سے خاردار جھاڑیوں، ہواؤں کے بے روک گزر
گاہوں اور معیشت کی دشواریوں کی طرف دھکیل دیتے تھے اور
آخر انہیں فقیر و نادار اور زخمی پیٹھ والے اونٹوں کا چرواہا اور
بالوں کی جھونپڑیوں کا باشندہ بنا کر چھوڑتے تھے۔ ان کے گھر
بار دنیا جہاں سے بڑھ کر خستہ و خراب اور اُن کے ٹھکانے خشک
سالیوں سے تباہ حال تھے، نہ اُن کی کوئی آواز تھی جس کے
پر وہاں کا سہارا لیں، نہ اُنس و محبت کی چھاؤں تھی جس کے بل
بوتے پر بھروسہ کریں۔ اُن کے حالات پراگندہ ہاتھ الگ الگ
تھے کثرت و جمیعت بٹی ہوئی، جاگندار مصیبتوں اور جہالت کی
تہ بہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے یوں کہ لڑکیاں زندہ درگور
تھیں گھر گھر موتی پوجا ہوتی تھی۔ رشتے ناطے توڑے جا چکے
تھے اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔ بھیجا کہ جس نے اپنی
اطاعت کا انہیں پابند بنایا اور انہیں ایک مرکز وحدت پر جمع کر دیا
اور کیونکر خوش حالی نے اپنے پر وہاں اُن پر پھیلا دیئے اور اُن
کے لئے بخشش و فیضان کی نہریں بہادیں اور شریعت نے انہیں
اپنی برکت کے بے بہا فائدوں میں لپیٹ لیا۔ چنانچہ وہ اُس کی
نعمتوں میں شرا بور اور اس کی زندگی کی تروتازگیوں میں خوشحال
اور ایک مسلط فرمانروا (اسلام کے زیر سایہ اُن کی زندگی) کے
تمام شعبے (نظم و ترتیب سے) قائم ہو گئے اور اُن کے حالات

الْأَرْضَيْنِ يَمْلِكُونَ الْأُمُورَ عَلَى مَنْ كَانَ يَمْلِكُهَا عَلَيْهِمْ وَيُصْطَوْنَ الْأَحْكَامَ فِيمَنْ كَانَ يَنْصُيْهَا فِيهِمْ- لَا تُغْمِرُ لَهُمْ قِنَاءٌ وَلَا تُقْرِعُ لَهُمْ صَفَاءٌ- إِلَّا وَأَنْتُمْ قَدْ نَفَضْتُمْ أَيْدِيَكُمْ مِنْ جَبَلِ الطَّاعَةِ- وَثَلَّمْتُمْ حَصْنَ اللَّهِ الْبَصُرُوبَ عَلَيْكُمْ بِأَحْكَامِ الْجَاهِلِيَّةِ- فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَدِ امْتَنَّنَ عَلَى جَمَاعَةِ هَذِهِ الْأُمَّةِ فِيمَا عَقَدَ بَيْنَهُمْ مِنْ حَبْلِ هَذِهِ الْأَلْفَةِ الَّتِي يَنْتَقِلُونَ فِي ظِلِّهَا، وَيَأْوُونَ إِلَيْهَا كَنَفِهَا، بِنِعْمَةٍ لَا يَعْرِفُ أَحَدٌ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ لَهَا قِيَمَةً لِأَنَّهَا أَرْجَحُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَأَجَلُ مِنْ كُلِّ خَطَرٍ-

وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ صِرْتُمْ بَعْدَ الْهَجْرَةِ أَعْرَابًا، وَبَعْدَ الْمَوَالَاةِ أَحْزَابًا، مَا تَتَعَلَّقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا بِاسْمِهِ، وَلَا تَعْرِفُونَ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا رَسْمَهُ- تَقُولُونَ النَّارَ وَلَا الْعَارَ، كَأَنَّكُمْ تَرِيدُونَ أَنْ تُكْفِنُوا الْإِسْلَامَ عَلَى وَجْهِهِ، إِنَّهَا كَأَنَّهَا لِحَرِيْبِهِ، وَنَقَضْنَا لِيَمِينًا قَبْلَ الْهَذِي وَضَعَهُ اللَّهُ لَكُمْ حَرَمًا فِي أَرْضِهِ، وَأَمَّا بَيْنَ خَلْقِهِ، وَأَنْتُمْ إِنْ لَجَأْتُمْ إِلَى غَيْرِهِ حَارَبَكُمْ أَهْلُ الْكُفْرِ ثُمَّ لَا جَبْرَ أَيْلٌ وَلَا مَيْكَائِيلَ وَلَا مُهَاجِرُونَ وَلَا أَنْصَارٌ يَنْصُرُونَكُمْ إِلَّا الْمَقَارَعَةُ بِالسَّيْفِ حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَكُمْ، وَإِنْ

(کی درنگی) نے انہیں غلبہ و بزرگی کے پہلو میں جگہ دی اور ایک مضبوط سلطنت کی سر بلند چوٹیوں میں (دین و دنیا کی) سعادتیں اُن پر جھک پڑیں۔ وہ تمام جہان پر حکمران اور زمین کی پناہیوں میں تخت و تاج کے مالک بن گئے اور جن پابندیوں کی بناء پر دوسروں کے زیر دست تھے اب یہ انہیں پابند بنا کر اُن پر مسلط ہو گئے اور جن کے زیر فرمان تھے اُن کے فرمانروا بن گئے۔ نہ اُن کا دم خم ہی نکالا جاسکتا ہے اور نہ ہی اُن کا کس بل توڑا جاسکتا ہے۔

دیکھو! کہ اللہ نے اُن پر کتنے احسانات کئے کہ اُن میں اپنا رسول دیکھو! تم نے اطاعت کے بندھنوں سے اپنے ہاتھوں کو چھڑا لیا اور زمانہ جاہلیت کے طور طریقوں سے اپنے گرد گچھے ہوئے حصار میں رخنہ ڈال دیا۔ خداوند عالم نے اُس امت کے لوگوں پر اس نعمت بے بہا کے ذریعہ سے لطف و احسان فرمایا کہ جس کی قدر و قیمت کو مخلوقات میں سے کوئی نہیں پہنچاتا کیونکہ وہ ہر (شہرانی ہوئی) قیمت سے گراں تر اور ہر شرف و بلندی سے بالاتر ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے درمیان اُنس و یحییٰ کا رابطہ (اسلام) قائم کیا کہ جس کے سایہ میں وہ منزل کرتے ہیں اور جس کے کنار (عاطفت) میں پناہ لیتے ہیں۔

یہ جانے رہو کہ تم (جہالت و نادانی) کو خیر باد کہہ دینے کے بعد پھر صحرائی بدو اور باہمی دوستی کے بعد پھر مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ اسلام سے تمہارا واسطہ نام کو رہ گیا ہے اور ایمان سے چند ظاہری لکیروں کے علاوہ تمہیں کچھ بھائی نہیں دیتا۔ تمہارا قول یہ ہے کہ آگ میں کود پڑیں گے مگر عار قبول نہ کریں گے گویا تم یہ چاہتے ہو کہ اسلام کی ہتک حرمت اور اس کا عہد توڑ کر اسے منہ کے بل اوندھا کر دو، وہ عہد کہ جسے اللہ نے زمین میں پناہ اور مخلوقات میں امن قرار دیا ہے (یاد رکھو!) اگر تم نے

عِنْدَكُمْ الْأَمْثَالَ مِنْ بَأْسِ اللَّهِ وَقَوَارِعِهِ وَأَيَّامِهِ وَقَوَائِعِهِ فَلَا تَسْتَبْطِنُوا وَعَيْدُهُ جَهْلًا بِأَحْدِهِ وَتَهَاوُنًا بِبَطْشِهِ وَيَأْسًا مِنْ بَأْسِهِ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَلْعَنَ الْقَرْنَ الْمَاضِيَ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ إِلَّا لِتَرْكِهِمُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَلَعَنَ اللَّهُ الشُّفَهَاءَ لِرُكُوبِ الْمَعَاصِي، وَالْحُلَمَاءَ لِتَرْكِ التَّنَاهِي-

أَلَا وَقَدْ فَطَعْتُمْ قَيْدَ الْإِسْلَامِ وَعَظَلْتُمْ حُدُودَهُ وَأَمْتُمْ أَحْكَامَهُ إِلَّا وَقَدْ أَمَرَنِي اللَّهُ بِقِتَالِ أَهْلِ الْبَغْيِ وَالنُّكْثِ وَالْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ فَأَمَّا النَّاكِثُونَ فَقَدْ تَاتَلْتُ، وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَقَدْ جَاهَدْتُ، وَأَمَّا الْمَارِقَةُ فَقَدْ جَاهَدْتُ، وَأَمَّا الْمَارِقَةُ فَقَدْ دَوَّخْتُ، وَأَمَّا شَيْطَانُ الرَّدْهَةِ فَقَدْ كُفِّتُهُ بِصَعْقَةٍ سُبِعَتْ لَهَا وَجْبَةُ قَلْبِهِ وَرَجَّةٌ صَدَّرَتْهُ، وَبَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ الْبَغْيِ، وَلَئِنْ أَوْذَنَ اللَّهُ فِي الْكُرَّةِ عَلَيْهِمْ لَا دِيْلَنَ مِنْهُمْ إِلَّا مَا يَتَشَدَّرُ فِي أَطْرَافِ الْبِلَادِ تَشَدُّرًا- أَنَا وَضَعْتُ فِي الصِّغَرِ بِكَلَامِ الْعَرَبِ وَكَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُونٍ رَيْبَعَةً وَمُضَرَّ- وَقَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِالْقَرَابَةِ الْقُرَيْبَةِ وَالْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ وَضَعْنِي فِي

اسلام کے علاوہ کہیں اور کا رخ کیا تو کفار تم جسے جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر نہ جبرئیل و میکائیل ہیں اور نہ انصار و مہاجر ہیں کہ تمہاری مدد کریں، سو اس کے کہ تلواروں کو کھٹکھٹاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ خدا کا سخت عذاب، جھنجھوٹنے والا عقاب امتلاؤں کے دن اور تعزیرہ ہلاکت کے حادثے تمہارے سامنے ہیں۔ اس کی گرفت سے انجان بن کر اور اُس کی پکڑ کو آسان سمجھ کر اور اُس کی سختی سے غافل ہو کر اُس کے قہر و عذاب کو دور نہ سمجھو۔ خداوند عالم نے گذشتہ امتوں کو محض اس لئے اپنی رحمت سے دور رکھا کہ وہ اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے منہ موڑ چکے تھے۔ چنانچہ اللہ نے بے وقوفوں پر ارتکاب گناہ کی وجہ سے اور دانش مندوں پر خطاؤں سے باز نہ آنے کے سبب سے لعنت کی ہے۔ دیکھو! تم نے اسلام کی پابندیاں توڑ دیں اور اُس کی حدیں بیکار کر دیں اور اس کے احکام سرے سے ختم کر دیئے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ نے مجھے باغیوں عہد شکنوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں سے جہاد کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے عہد شکنوں (اصحاب جمل) سے جنگ کی نافرمانوں (اہل صفین) سے جہاد کیا اور بے دینوں (خوارج نہروان) کو بھی پوری طرح ذلیل کر کے چھوڑا۔ مگر گڑھے (میں گر کر مرنے) والا شیطان میرے لئے اس کی مہم سر ہو گئی۔ ایک ایسی چنگھاڑنے کے ساتھ کہ جس میں اُس کے دل کی دھڑکن اور سینے کی تھر تھری کی آواز میرے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ اب باغیوں میں سے کچھ رہے سبے باقی رہ گئے ہیں اگر اللہ نے پھر مجھے اُن پر دھاوا بولنے کی اجازت دی تو میں انہیں تیس تیس کر کے دولت و سلطنت کا رخ دوسری طرف موڑ دوں گا (پھر) وہی لوگ بچ سکیں گے جو مختلف شہروں کی دور دراز حدود میں تتر بتر ہو چکے ہوں گے۔ میں نے

حَجْرِهِ وَأَنَا وَلَدٌ يَضُنِّي إِلَى صَدْرِهِ
وَيَكْنُفُنِي إِلَى فِرَاشِهِ وَيَمْسُنِي جَسَدَهُ
وَيُشَمِّنِي عَرْفَهُ وَكَانَ يَمَضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ
يُلْقِيْنِيهِ وَمَا وَجَدَلِي كَذِبَةً فِي قَوْلٍ وَلَا
خَطْلَةً فِي فِعْلٍ وَلَقَدْ قَرَنَ اللَّهُ بِهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ لَدُنْ أَنْ كَانَ
فَطِيماً أَعْظَمَ مَلِكٍ مِنْ مَلَائِكَتِهِ يَسْلُكُ بِهِ
طَرِيقَ الْمَكَارِمِ، وَمَحَاسِنِ اخْتِلَاقِ الْعَالَمِ
لَيْلَهُ وَنَهَارَهُ، وَلَقَدْ كُنْتُ أَتَّبِعُهُ إِتِّبَاعَ
الْفَصِيلِ أَثَرِ أُمِّهِ يَرْفَعُ لِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ
أَخْلَاقِهِ عَلَماً وَيَأْمُرُنِي بِالْأَقْبَدَاءِ بِهِ۔
وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سَنَةِ بِحِرَاءِ
فَارَاهُ وَلَا يَرَاهُ غَيْرِي۔ وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ
وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرُ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَعَدِيدُ بَحَّةٍ وَأَنَا ثَالِثُهُمَا۔ أَرَى نُورَ الْوَحْيِ
وَالرِّسَالَةِ، وَأَشْمُ رِيحَ النَّبُوَّةِ۔

وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِينَ نَزَلَ
الْوَحْيُ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الرَّنَّةُ؟
فَقَالَ هَذَا الشَّيْطَانُ آيَسَ مِنْ عِبَادَتِهِ إِنَّكَ
تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَتَرَى مَا أَرَى إِلَّا أَنَّكَ
لَعَلَى خَيْرٍ وَلَقَدْ كُنْتُ مَعَهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا آتَاهُ الْمَلَاءُ مِنْ قَرَيْشٍ،

تو بچپن ہی میں عرب کا سینہ پیوند زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و
مضر کے ابھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیز داری اور
مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام اُن کے نزدیک کیا تھا
میں بچہ ہی تھا کہ رسول نے مجھے گود میں لے لیا تھا۔ اپنے سینے
سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے
تھے۔ اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو
مجھے سنکھاتے تھے۔ پہلے آپ کسی چیز کو چپاتے پھر اُس کے لقمے
بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انہوں نے نہ تو میری کسی بات
میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری
دیکھی۔ اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے
فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو
آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور
پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا، اور میں اُن کے پیچھے پیچھے
یوں لگا رہتا تھا جیسے اوٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز
میرے لئے اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی
پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرام میں کچھ عرصہ قیام
فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس
وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور (ام المؤمنین) خدیجہ
کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ
تیسرا اُن میں میں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور
نبوت کی خوشبو سنکھتا تھا۔ جب آپ پر (پہلے پہل) وحی نازل
ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر میں نے پوچھا
کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان
ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے (اے علی) جو
میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے

فَقَالُوا لَهُ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ قَدْ أَدْعَيْتَ عَظِيماً
لَمْ يَدْعِهِ آبَاؤُكَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ بَنِيكَ
وَنَحْنُ نَسْأَلُكَ أَمْرًا إِنَّ أَنْتَ أَجَبْتَنَا إِلَيْهِ
وَأَرَيْتَنَا عَلِمْنَا أَنَّكَ نَبِيٌّ وَرَسُولٌ وَإِنْ لَمْ
تَفْعَلْ عَلِمْنَا أَنَّكَ سَاحِرٌ كَذَّابٌ فَقَالَ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: وَمَا تَسْأَلُونَ؟ قَالُوا
تَدْعُونَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ حَتَّى تَنْقَلِعَ
بِعُرْوِهَا وَتَقِفَ بَيْنَ يَدَيْكَ فَقَالَ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ، فَإِنْ فَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ ذَلِكَ،
أَتُؤْمِنُونَ وَتَشْهَدُونَ بِالْحَقِّ؟ قَالُوا نَعَمْ
، قَالَ فَإِنِّي سَأَرِيكُمْ مَا تَطْلُبُونَ، وَإِنِّي
لَا أَعْلَمُ أَنَّكُمْ لَا تَفِيئُونَ إِلَى خَيْرٍ وَإِنْ
فِيكُمْ مَنْ يُطْرَحُ فِي الْقَلْبِ وَمَنْ
يُحَرِّبُ الْأَحْزَابَ، ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيَّتُهَا الشَّجَرَةُ إِنَّ
كُنْتَ تُؤْمِنِينَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَتَعْلَمِينَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَانْقَلِعِي
بِعُرْوِكَ حَتَّى تَقِفِي بَيْنَ يَدَيَّ بِإِذْنِ
اللَّهِ۔ فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَا نَقْلَعَتْ
بِعُرْوِهَا وَجَاءَتْ وَلَهَا دَوِيُّ شَدِيدٍ
وَقَصَفَ كَقَصْفِ أَجْحَحَةِ الطَّيْرِ حَتَّى
وَقَفَتْ بِغُصْنِهَا الْآعْلَى عَلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ،

ہو، فرق اتنا ہے کہ تم بنی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو
اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ساتھ تھا کہ قریش کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور
انہوں نے آپ سے کہا کہ اے محمد آپ نے ایک بہت بڑا دعویٰ
کیا ہے۔ ایسا دعویٰ نہ تو آپ کے باپ دادا نے کیا نہ آپ کے
خاندان والوں میں سے کسی اور نے کیا ہم آپ سے ایک امر کا
مطالبہ کرتے ہیں اگر آپ نے اُسے پورا کر کے دکھلادیا تو پھر ہم
بھی یقین کر لیں گے کہ آپ نبی و رسول ہیں اور اگر نہ کر سکے تو
ہم جان لیں گے کہ (معاذ اللہ) آپ جادوگر اور جھوٹے ہیں۔
حضرت نے فرمایا کہ وہ تمہارا مطالبہ ہے کیا؟ انہوں نے کہا کہ
آپ ہمارے لئے اس درخت کو پکاریں کہ یہ جڑ سمیت اکھڑ
آئے اور آپ کے سامنے آ کر ٹھہر جائے آپ نے فرمایا کہ
بلاشبہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اگر اُس نے تمہارے لئے ایسا
کر دکھایا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے اور حق کی گواہی دو گے؟
انہوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ اچھا جو تم چاہتے ہو
تمہیں دکھائے دیتا ہوں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم
بھلائی کی طرف پلٹنے والے نہیں ہو۔ یقیناً تم میں کچھ لوگ تو وہ
ہیں جنہیں چاہ (بدر) میں جھونک دیا جائے گا اور کچھ وہ ہیں جو
(جنگ) احزاب میں جتنا بند کریں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ
اے درخت اگر تو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور
یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تو اپنی جڑ سمیت اکھڑ
آ یہاں تک کہ تو بحکم خدا میرے سامنے آ کر ٹھہر جائے (رسول
کا یہ فرمانا تھا کہ) اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو یقین کے
ساتھ مبعوث کیا وہ درخت جڑ سمیت اکھڑ آیا اور اس طرح آیا
کہ اُس سے سخت کھڑکھڑاہٹ اور پرندوں کے پروں کی
پھڑ پھڑاہٹ کی سی آواز آتی تھی یہاں تک کہ وہ چلکتا جھومتا ہوا

يُفْسِدُونَ، قُلُوبُهُمْ فِي الْجَنَانِ
وَأَجْسَادُهُمْ فِي الْعَمَلِ

تشریح:-

۱۔ مطلب یہ کہ جس طرح حسد محسوس کی تباہی کے درپے ہوتا ہے اسی طرح تم کفرانِ نعمت و ارتکابِ معاصی سے زوالِ نعمت کے اسباب پیدا کرو۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ظاہری رعب و دبدبہ سے مرعوب ہو کر ایمان لایا جائے گا اور قوت و طاقت سے متاثر ہو کر عبادت کی جائے گی تو نہ ایمان اپنے حقیقی مفہوم پر اور نہ عبادت اپنے اصلی معنی پر باقی رہے گی۔ کیونکہ ایمان تصدیقِ باطنی و یقینِ قلبی کا نام ہے اور جبر و اکراہ سے جس یقین کا مظاہرہ کیا جائے گا وہ صرف زبانی اقرار ہوگا، مگر قلبی اعتراف نہیں ہوگا اور عبادت عبودیت کے مظاہرہ کے نام ہے اور جس عبادت میں احساسِ عبودیت و جذبہٴ نیاز مندی نہ ہو اور صرف سطوت و ہیبت کے پیشِ نظر بجالائی گئی ہو وہ عبادت نہیں ہو سکتی۔ لہذا ایسا ایمان اور ایسی عبادت اپنے صحیح معنی کی آئینہ دار نہ ہوگی۔

۳۔ عالم اور فقیر کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ عالم کے پاس علم کی روشنی ہوتی ہے جو اس کی رہنمائی کر سکتی ہے اور فقیر کی بے مانگی اُس کے لئے مانع ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے باوجود عالم فقیر دونوں اس کے فریب میں آ جاتے ہیں تو پھر جال کس طرح اپنے کو اس کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور مالدار کہ جس کے پاس بے راہ روی کے سارے وسائل و ذرائع موجود ہوتے ہیں کس طرح اس سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہے گلا کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَ اَكْرَهٌ اَنْ يَّسْتَعْلِفَ ۚ بے شک انسان جب اپنے کو مالدار دیکھتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے۔

۴۔ اہم سابقہ کے عروج و زوال اور وقائع و حالات پر اگر نظر کی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قوموں کا بننا بگڑنا صرف بخت و اتفاق کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں بڑی حد تک اُن کے افعال و اعمال کا دخل ہوتا ہے اور وہ اعمال جس نوعیت کے ہوتے ہیں ویسا ہی اُن کا نتیجہ و مظهر ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات اُس کے آئینہ دار ہیں کہ ظلم و بدعلی کا نتیجہ ہمیشہ تباہی و ہلاکت اور نیکی و سلامت روی کا ثمرہ ہمیشہ خوش بختی و کامرانی رہا ہے اور چونکہ زمانوں اور قوموں کے اختلاف سے نتائج میں کوئی فرق نہیں پڑتا لہذا ویسے حالات اگر پھر پیدا ہوں اور ویسے واقعات اگر پھر درہائے جائیں تو وہی نتائج ابھر کر سامنے آئیں گے جو پہلے حالات کے نتیجہ میں سامنے آچکے ہیں کیونکہ ہر چیز کے خواص و نتائج کی طرح اچھے اور بُرے عملوں کے نتائج کا ظہور بھی قطعی اور یقینی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو گزشتہ واقعات اور اُن کے نتائج کو پیش کر کے مظلوموں اور بے بس لوگوں کو بُرا امید نہ بنایا جاسکتا اور ظالموں اور ستمراؤں کو اُن کی پاداشِ عمل سے خائف و ترساں نہ کیا جاسکتا۔ اس بناء پر کہ کیا ضروری ہے کہ وہی نتائج اب پھر ظاہر ہوں جو اُن جیسے واقعات سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ لیکن نتائج کی یک رنگی ہی وہ چیز ہے جو گزشتہ واقعات کو بعد والوں کے لئے مرقعِ عبرت بنا کر پیش کرتی ہے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر امیر المومنین نے بنی اسماعیل و بنی اسحاق و بنی اسرائیل کے مختلف حالات و ادوار اور شاہانِ عجم و روم کے ہاتھوں اُن کی ابتلاؤں و مشقت اور تباہی و بربادی کا تذکرہ کر کے دعوتِ فکر و بصیرت دی ہے۔

حضرت ابراہیم کے بڑے فرزند حضرت اسمعیلؑ کی اولاد بنی اسمعیل اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحاقؑ کی اولاد بنی اسحاق کہلاتی ہے جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو آ کر ٹھہر گیا اور بلند
شاخیں اُن پر اور کچھ شاخیں میرے کندھے پر ڈال دیں اور
میں آپؐ کی دائیں جانب کھڑا تھا، جب قریش نے یہ دیکھا تو
نخوت و غرور سے کہنے لگے کہ اسے حکم دیں کہ آدھا آپ کے
پاس آئے اور آدھا اپنی جگہ پر رہے۔ چنانچہ آپ نے اُسے
یہی حکم دیا تو اُس کا آدھا حصہ آپ کی طرف بڑھا آیا اس طرح
کہ اُس کا آنا (پہلے آنے سے بھی) زیادہ عجیب صورت سے
اور زیادہ تیز آواز کے ساتھ تھا اور اب کے وہ قریب تھا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پلٹ جائے اب انہوں نے کفر و
سرکشی سے کہا کہ اچھا اب اس آدھے کو حکم دیجئے کہ یہ اپنے
دوسرے حصے کے پاس پلٹ جائے جس طرح پہلے تھا۔ چنانچہ
آپؐ نے حکم دیا اور وہ پلٹ گیا میں نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ
لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ اے اللہ کے رسول میں آپ پر پہلے ایمان لانے
والا ہوں اور سب سے پہلے اس کا اقرار کرنے والا ہوں کہ اس
کے درخت نے حکم خدا آپؐ کی نبوت کی تصدیق اور آپ کے
کلام کی عظمت و برتری دکھانے کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ امر
واقعی ہے۔ (کوئی آنکھ کا پھیر نہیں) یہ سن کر وہ ساری قوم کہنے
لگی کہ یہ (پناہ بخدا) پرلے درجے کے جھوٹے اور جادوگر
ہیں۔ ان کا سر عجیب و غریب ہے اور ہیں بھی اس میں چابک
دست اس امر پر آپؐ کی تصدیق ان جیسے ہی کر سکتے ہیں اور اس
سے مجھے مراد لیا (جو چاہیں کہیں) میں تو اس جماعت میں سے
ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں
ہوتی وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے پتھوں کی تصویر اور
جن کا کلام نیکیوں کے کلام کا آئینہ دار ہے، وہ شب زندہ دار دن
کے روشن مینار اور خدا کی رسی سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے
فرمانوں اور پیغمبر کی سنتوں کو زندگی بخشنے میں نہ سربلندی دکھاتے

بعد میں شاخ در شاخ ہو کر مختلف قبیلوں میں بٹی اور مختلف ناموں سے موسوم ہوتی گئی۔ اُن کا ابتدائی مسکن فلسطین کے علاقے میں مقام کنعان تھا۔ جہاں حضرت ابراہیمؑ سرزمین دجلہ و فرات سے ہجرت کر کے مقیم ہو گئے تھے، ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کی منزل سرزمین حجاز تھی جہاں حضرت ابراہیمؑ انہیں اور اُن کی والدہ حضرت ہاجرہ کو چھوڑ گئے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ نے انہی اطراف میں بسنے والے قبیلہ جرہم کی ایک خاتون السیدہ بنت مضاض سے شادی کی جن سے اُن کی اولاد پھلی پھولی اور اطراف و اکناف عالم میں پھیل گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے فرزند حضرت اسحاقؑ کنعان ہی میں مقیم رہے اور ان کے فرزند حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) تھے جنہوں نے اپنے ماموں لبان ابن ناہر کی دختر تیلیا سے عقد کیا اور اس کے مرنے کے بعد اُن کی دوسری صاحب زادی راحیل سے شادی کی اور ان دونوں سے ان کی اولاد ہوئی جو بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ ان فرزندوں میں سے ایک فرزند حضرت یوسفؑ تھے جو اپنے ہمسایہ ملک مصر میں ایک ناگہانی صورت سے پہنچ گئے اور غلامی و اسیری کی کڑیاں جھیلنے کے بعد مصر کے تخت و تاج کے مالک ہو گئے۔ اس انقلاب کے بعد انہوں نے اپنے تمام عزیزوں اور کنبہ والوں کو بھی وہیں بلا لیا اور اس طرح مصر بنی اسرائیل کا مستقر قرار پا گیا۔ یہ لوگ کچھ عرصہ تک امن چین سے رہتے سہتے اور عزت و احترام کی زندگی گزارتے رہے مگر رفتہ رفتہ وہاں کے باشندے انہیں ذلت و حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگے اور انہیں ہر طرح کے مظالم کا نشانہ بنالیا۔ یہاں تک کہ لڑکوں کو ذبح اور اُن کی عورتوں کو کنیزی کے لئے رکھ لیتے تھے جس سے اُن کی عزت و ہمت پامال اور روح آزادی مضحل ہو کر رہ گئی۔ آخر حالات نے پلٹا دکھایا اور چار سو برس تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے کے بعد کبت و مصیبت کا دور کٹا اور فرعون کی حکومت کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے قدرت نے حضرت موسیٰؑ کو بھیج دیا جو انہیں لے کر مصر سے نکل کھڑے ہوئے لیکن قدرت نے فرعون کو تباہ کرنے کے لئے اسرائیلیوں کا رخ دریائے نیل کی طرف موڑ دیا۔ جہاں آگے پانی کی طغیانیاں تھیں اور پیچھے فرعون کی دلی بادل فوجیں جس سے یہ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ مگر قدرت نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ بے کھٹکے دریائے اندر اتر جائیں۔ چنانچہ جب وہ بڑھے تو دریا میں ایک چھوڑی راستے پیدا ہو گئے۔ اور حضرت موسیٰؑ اسرائیلیوں کو لے کر دریائے نیل کے پار اتر گئے۔ فرعون عقب سے آ رہا تھا جب اُس نے اُن کو گزرتے ہوئے دیکھا تو لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور جب وسط دریا میں پہنچا تو رکے ہوئے پانی میں حرکت پیدا ہوئی اور فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی پلیٹ میں لے کر فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اِلٰٓ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْكُمْ
سُوْءَ الْعَذَابِ يُدَبِّحُوْنَ اَبْنَاءَكُمْ وَ
يَسْتَحْيُوْنَ نِسَاءَكُمْ ۗ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ۝۱۰

اور اُس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تمہیں بُرے سے بُرے عذاب دیتے تھے۔ تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی کٹھن آزمائش تھی۔

بہر صورت جب یہ حدود مصر سے نکل کر اپنے آبائی وطن فلسطین و شام میں پہنچے تو اپنی سلطنت و حکومت کی بنیاد رکھ کر آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے اور قدرت نے ان کی پستی و ذلت کو فرمانروائی کی بلندی و رفعت سے بدل دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسَٔفُقُوْنَ
مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بَرَكْنَا
ہم نے اُس جماعت کو جو کمزور و ناتواں سمجھی جاتی تھی زمین کے

فِیْهَا ۚ وَ تَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی عَلٰی
بَنِیْۤ اِسْرَٓءٰیْلَ ۚ بِمَا صَدَقُوْا ۚ وَ دَمَّرْنَا مَا
كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا
یَعْرِشُوْنَ ۝۱۱

برکتوں سے مالا مال کیا ہے۔ اے پیغمبرؐ تمہارے پروردگار کا خوشگوار وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا۔ چونکہ وہ (فرعون کے مظالم پر) صبر و استقامت سے جبرے رہے اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو عمارتیں بلند کرتی تھی ہم نے سب برباد کر دیں۔

اسرائیلیوں نے تخت فرمانروائی پر قدم رکھنے اور خوشحال و فارغ البالی کرنے کے بعد دور غلامی کی تمام ذلتوں اور رسوائیوں کو فراموش کر دیا اور اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر شکر گزار ہونے کے بجائے سرکشی و بغاوت پر اُتر آئے چنانچہ وہ بدکرداری اور بد اخلاقی کی طرف بے جھجک بڑھتے۔ شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، جیلے حوالوں سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے میں کوئی باک نہ کرتے۔ خدا کی طرف سے تبلیغ و دعوت کے فرائض انجام دینے والے انبیاء کو ستاتے اور ان کے خون ناحق سے ہاتھ رنگتے۔ اب ان کی بد اعمالیوں کا تقاضا یہی تھا کہ انہیں ان کے پاداشِ عمل کی گرفت میں جکڑ لیا جائے۔ چنانچہ بخت نصر کو جو ۶۰۰ ق۔ م بابل (عراق) پر اپنا پرچم حکومت لہرا رہا تھا شام و فلسطین پر حملہ کرنے کے لئے اٹھا اور اپنی خونچکاں تلواروں سے ستر ہزار اسرائیلیوں کو قتل اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا، اور بقیۃ السیف کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر کے اپنے ساتھ لے لیا، اور انہیں غلامی کے بندھنوں میں کس کر قعرِ مذلت میں لا پھینکا۔ اگرچہ اس تباہی و بربادی کے بعد کوئی ایسی صورت نظر نہ آتی تھی کہ وہ پھر اوج و عروج حاصل کر سکیں گے۔ مگر قدرت نے انہیں سمجھنے کا ایک اور موقع دیا چنانچہ بخت نصر کے مرنے کے بعد حکومت کا نظم و نسق بیل شازار کے سپرد ہوا تو اُس نے رعیت پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیئے جس سے تنگ آ کر وہاں کے باشندوں نے شہنشاہ فارس (سائرس) کو پیغام بھجوایا کہ ہم اپنے فرمانروا کے ظلم و جور سہتے سہتے عاجز آ گئے ہیں۔ آپ ہماری دستگیری کیجئے اور بیل شازار کے مظالم سے چھٹکارا دلایئے۔ خورس جو عدل گسترو انصاف پرورد حکمران تھا اُس آواز پر لبیک کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، اور وہاں کے لوگوں کے تعاون سے اُس نے بابل کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل کی گردنوں سے غلامی کا جوا اترا اور انہیں فلسطین کی طرف پلٹ جانے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ انہوں نے ستر برس غلامی میں گزارنے کے بعد دوبارہ اپنے ملک میں قدم رکھا اور حکومت کی باگ سنبھال لی۔ اب اگر وہ گزشتہ واقعات سے عبرت حاصل کرتے تو ان بد اعمالیوں کے مرتکب نہ ہوتے کہ جن کے نتیجے میں انہیں غلامی کی ذلت سے دوچار ہونا پڑا تھا مگر اُس ناہنجار قوم کے مزاج کی ساخت ہی کچھ اس طرح کی تھی کہ جب بھی انہیں آسائش و فارغ البالی حاصل ہوتی تو دولت کی سرمستیوں میں کھو جاتے اور عیش پرستیوں میں پڑ جاتے۔ احکام شریعت کا تسخیر اڑاتے اور انبیاء کا ستہ زاء کرتے بلکہ ان کے قتل سے بھی ان کی جبیں پر شکن نہ آتی تھی۔ چنانچہ جب ان کے فرمانروا ہیرودیس نے اپنی محبوبہ کے کہنے سے حضرت یحییٰؑ کا سر قلم کر کے اسے بطور تحفہ پیش کیا تو کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ وہ اس ظلم کے خلاف کوئی آواز بلند کرتا یا اس سے کوئی اثر لیتا۔ ان کی سرکشیوں اور منہ زوریوں کا یہی عالم تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ظہور فرمایا جو انہیں بے راہ رویوں سے روکتے اور نیکی و خوش اطواری کی تلقین فرماتے تھے لیکن انہوں نے ان کی بھی مخالفت کی اور طرح طرح کے دکھ پہنچائے۔ یہاں تک کہ ان کی زندگی کا خاتمہ کر دینے کے درپے ہو گئے۔ لیکن قدرت نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا اور حضرت عیسیٰؑ کو ان کے دستبرد سے محفوظ کر دیا۔ جب ان کی طغیانیاں اس حد تک بڑھ گئیں اور قبولِ ہدایت کی صلاحیتیں دم توڑ چکیں تو تقدیر نے ان کی ہلاکت و بربادی سامانِ مکمل کر کے ان کی تباہی کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ قیصر روم اسنبائوس

نے اپنے لڑکے ملیطوس (ملٹس) کو شام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جس نے بیت المقدس کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ مکانات کو مسار اور ہیکل کی دیواروں کو توڑ دیا جس سے ہزاروں اسرائیلی گھروں کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور ہزاروں بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گئے اور جو رہ گئے وہ تلواروں کی نذر ہو گئے اور وہ اسرائیل جو حصار کے زمانہ میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے ان میں سے بیشتر حجاز و یثرب میں آ کر آباد ہو گئے۔ مگر پیغمبر آخر الزمان کے انکار سے ان کی قومیت کا شیرازہ اس طرح بکھرا کہ پھر کسی مرکز عزت پر جمع نہ ہو سکے اور ذلت و رسوائی کے سوا عزت اور سرفرازی کی زندگی انہیں نصیب نہ ہوئی۔

اسی طرح شاہان عجم نے بھی عرب پر شدید حملے کئے اور وہاں کے باشندوں کو مہجور و مغلوب بنالیا۔ چنانچہ ساہورابن ہرمز نے سولہ برس کی عمر میں چار ہزار جنگجوؤں کو اپنے ساتھ لے کر ان عربوں پر حملہ کیا جو حدود فارس میں آباد تھے اور پھر بحرین قطیف اور حجر کی طرف چڑھائی کی اور بنی تمیم و بنی بکر ابن وائل و بنی عبد قیس کو تباہ و برباد کیا، اور ستر ہزار عربوں کے شانے چیر ڈالے جس سے اُس کا لقب ذوالاکناف پڑ گیا۔ اُس نے عربوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ صرف بالوں کی جھوپڑیوں میں رہیں اپنے سر کے بالوں کو بڑھا لیں۔ سفید لباس نہ پہنیں اور بغیر زین کے گھوڑوں پر سواری کریں اور پھر عراق و شام کے درمیان نصیبین میں بارہ ہزار اصفہان اور فارس کے دوسرے شہروں کے باشندے بسائے اور اس طرح وہاں کے رہنے والوں کو سربز و شاداب جگہوں سے صحراؤں اور بے آب و گیاہ جنگلوں کی طرف دھکیل دیا۔ جہاں نہ زندگی و راحت کا کوئی سامان تھا اور نہ معیشت کا کوئی ذریعہ اور یہ آپس کے تفرقہ و انتشار کے نتیجہ میں مدتوں تک دوسروں کی قہر سانیوں کا نشانہ بنتے رہے، آخر قدرت نے سرور کائنات کو مبعوث فرما کر انہیں ذلت سے عروج و رفعت کی بلند منزل پر پہنچا دیا۔

گڑھے میں گر کر مرنے والے شیطان سے مراد ذوالند یہ ہے جو نہروان میں صاعقہ آسمانی کے گرنے سے ہلاک ہوا۔ اور اُس پر تلوار اٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑی اس کی ہلاکت کے متعلق پیغمبر اکرمؐ پیشین گوئی فرما چکے تھے اس لئے امیر المؤمنین نہروان کے میدان میں استیصال خوارج کے بعد اس کی تلاش میں نکلے لیکن اس کی لاش کہیں نظر نہ آئی۔ مگر ریان ابن صبرہ نے نہر کے کنارے ایک گڑھے کے اندر چالیس پچاس لاشیں دیکھیں۔ جب انہیں نکالا گیا تو ان میں ذوالند یہ کی بھی لاش تھی اور اس کے شانے پر گوشت کا ایک ٹکڑا ابھرا ہوا تھا جس کی وجہ سے اُسے ذوالند یہ کہا جاتا تھا۔ جب امیر المؤمنین نے دیکھا تو فرمایا ”اللہ اکبر۔ خدا کی قسم! انہ میں نے جھوٹ کہا تھا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی۔“

خطبہ ۱۹۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) بیان کیا گیا ہے کہ امیر المؤمنین (علیہ السلام) کے ایک صحابی رُوِیَ أَنَّ صَاحِبًا لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَهُ هَذَا كَانَ رَجُلًا عَابِدًا، فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ صِفْ لِي الْمُتَّقِينَ حَتَّى كَاتِبَانَا نُنْظُرَ إِلَيْهِمْ فَتَشَاقَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بیان کیا گیا ہے کہ امیر المؤمنین (علیہ السلام) کے ایک صحابی نے کہ جنہیں ہمام کہا جاتا ہے اور جو بہت عبادت گزار شخص تھے حضرت سے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنینؑ مجھ سے پرہیزگاروں کی حالت اس طرح بیان فرمائیں کہ ان کی تصویر میری نظروں میں پھرنے لگے۔ حضرت نے جواب دینے میں کچھ تامل کیا۔ پھر

عَنْ جَوَابِهِ ثُمَّ قَالَ: يَا هَمَامُ اتَّقِ اللَّهَ وَأَحْسِنْ فَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ، فَلَمْ يَقْنَعْ هَمَامٌ بِهَذَا الْقَوْلِ حَتَّى عَزَمَ عَلَيْهِ فَحَدَّثَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى خَلْقُ الْخَلْقِ حِينَ خَلَقَهُمْ غَنِيًّا غَنَّا عَنَّا عَتَمَهُمْ، أَمَّا مِنْ مَعْصِيَتِهِمْ، لِأَنَّهُ لَا تَضُرُّهُ مَعْصِيَةٌ مِنْ عَصَا وَلَا تَنْفَعُهُ طَاعَةٌ مِنْ أَطَاعَهُ، فَقَسَمَ بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ وَوَضَعَهُمْ مِنَ الدُّنْيَا مَوَاضِعَهُمْ فَالْمُتَّقُونَ فِيهَا هُمْ أَهْلُ الْفَضَائِلِ مَنْطِقُهُمُ الصَّوَابُ وَمَلَبَسَهُمُ الْاِقْتِصَادُ وَمَشِيَّتُهُمُ التَّوَاضُّعُ غَضُّوْ أَبْصَارَهُمْ عَمَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَوَقَفُوا أَسْبَاعَهُمْ عَلَى الْعِلْمِ النَّافِعِ لَهُمْ، نَزَلَتْ أَنفُسُهُمْ مِنْهُمْ فِي الْبَلَاءِ كَالْتِي نَزَلَتْ فِي الرِّخَاءِ وَلَوْلَا الْآجَلُ الَّذِي كُتِبَ لَهُمْ لَمْ تَسْتَقِرَّ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَحْسَادِهِمْ طُرْفَةً عَيْنٍ شَوْقًا إِلَى الثَّوَابِ، وَخَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ، عَظُمَ الْخَالِقُ فِي أَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُونَهُ فِي أَعْيُنِهِمْ فَهُمْ وَالْجَنَّةُ كَمَنْ قَدَّرَ أَرَاهَا فَهُمْ فِيهَا مُنْعَمُونَ، وَهُمْ وَالنَّارُ كَمَنْ قَدَّرَ أَرَاهَا فَهُمْ فِيهَا مُعَذَّبُونَ قُلُوبُهُمْ مَحْزُونَةٌ، وَشُرُورُهُمْ مَآمُونَةٌ،

اتنا فرمایا کہ اے ہمام اللہ سے ڈرو اور اچھے عمل کرو، کیونکہ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی و نیک کردار ہوں۔ ہمام نے آپ کے اس جواب پر اکتفا نہ کیا اور آپ کو (مزید بیان فرمانے کیلئے) قسم دی جس پر حضرت نے خدا کی حمد و ثنا کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور یہ فرمایا۔

اللہ سبحانہ نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو اُن کی اطاعت سے بے نیاز اور اُن کے گناہوں سے بے خطر ہو کر کارگاہ ہستی میں انہیں جگہ دی، کیونکہ اُسے نہ کسی معصیت کار کی معصیت سے نقصان اور نہ کسی فرمانبردار کی اطاعت سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اُس نے زندگی کا سر و سامان اُن میں بانٹ دیا ہے اور دنیا میں ہر ایک کو اُس کے مناسب حال محل و مقام پر رکھا ہے۔ چنانچہ فضیلت اُن کے لئے ہے جو پرہیزگار ہیں کیونکہ ان کی گفتگو سچی تلی ہوئی، پہناوا میاں نہ روی اور چال ڈھال عجز و فروتنی ہے۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور فائدہ مند علم پر کان دھر لئے ہیں۔ ان کے نفس زحمت و تکلیف میں بھی ویسے ہی رہتے ہیں، جیسے آرام و آسائش میں اگر (زندگی کی مقررہ) مدت نہ ہوتی تو اللہ نے اُن کے لئے لکھ دی ہے تو ثواب کے شوق اور عقاب کے خوف سے اُن کی روئیں اُن کے جسموں میں چشم زدن کے لئے بھی نہ ٹھہرتیں۔ خالق کی عظمت اُن کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اسلئے کہ اس کے ماسواہر چیز ان کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے، اُن کو جنت کا ایسا ہی یقین ہے جیسے کسی کو آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے، تو گویا وہ اسی وقت جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہیں اور دوزخ کا بھی ایسا ہی یقین ہے جیسے کہ وہ دیکھ رہے ہیں تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہاں کا عذاب اُن کے گرد و پیش موجود ہے اُن کے دل غمزدہ و محزون اور لوگ اُن کے شر و ایذا سے محفوظ و مامون

وَأَحْسَادُهُمْ نَحِيفَةً وَهَاجَاتُهُمْ خَفِيفَةً،
وَأَنْفُسُهُمْ عَفِيفَةً، صَبَرُوا أَيَّامًا قَصِيرَةً
أَعْقَبَتْهُمْ رَاحَةً طَوِيلَةً، تَجَارَةً
مُرَبِّحَةً يَسْرَهَا لَهُمْ رَبُّهُمْ أَرَادَتْهُمْ الدُّنْيَا
فَلِلَّهِ يُرِيدُوهَا، وَأَسَرَّتْهُمْ فَفَدَّوْا
أَنْفُسَهُمْ مِنْهَا۔ أَمَّا اللَّيْلُ فَصَافُونَ
إِقْدَامَهُمْ، تَالِينَ لَا جَزَاءَ الْقُرْآنِ
يُرْتَلُونَهُ تَرْتِيلًا، يَحْزَنُونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ
وَيَسْتَشِيرُونَ بِسَهْ دَوَاءٍ دَائِهِمْ۔ فَإِذَا
مَرُّوْا بِأَيَّةٍ فِيهَا تَشْوِيقٌ رَكَنُوا إِلَيْهَا
طَمَعًا، وَتَطَلَّعَتْ نَفُوسُهُمْ إِلَيْهَا شَوْقًا،
وَظَنُّوا أَنَّهَا نَصَبٌ إَعِينَهُمْ۔ وَإِذَا مَرُّوْا
بِأَيَّةٍ فِيهَا تَخْوِيفٌ أَصْغَوْا إِلَيْهَا مَسَامَحَةً
قُلُوبُهُمْ وَظَنُّوا أَنَّ زَفِيرَ جَهَنَّمَ وَشَهيقَهَا
فِي أَصْوَلِ أَدَانِهِمْ فَهُمْ حَانُونَ عَلَى
أَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُونَ لِجَبَاهِهِمْ وَأَكْفِهِمْ
وَرُكْبِهِمْ وَأَطْرَافِ إِقْدَامِهِمْ يَطْلُبُونَ إِلَى
اللَّهِ تَعَالَى فِي فَكَائِكَ رِقَابِهِمْ وَأَمَّا النَّهَارُ
فُحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ إِبْرَارٍ أَتَقِيَاءُ۔ قَدْ بَرَأَهُمُ
الْخَوْفُ بَرَى الْقِدَاحَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمُ
النَّازِرُ فَيَحْسَبُهُمْ مَرْضَى وَمَا بِالْقَوْمِ
مِنْ مَرَضٍ وَ يَقُولُ قَدْ خُولِطُوا۔ وَلَقَدْ
خَالَطَهُمْ أَمْرٌ عَظِيمٌ۔ لَا يَرِضُونَ مِنْ
أَعْمَالِهِمُ الْقَلِيلِ وَلَا يَسْتَكْبِرُونَ

ہیں اُن کے بدن لاغر، ضروریات کم اور نفس نفسانی خواہشوں
سے بری ہیں۔ انہوں نے چند مختصر سے دنوں کی (تکلیف پر)
صبر کیا جس کے نتیجہ میں دائمی آسائش حاصل کی۔ یہ ایک فائدہ
مند تجارت ہے جو اللہ نے اُن کے لئے مہیا کی، دنیا نے انہیں
چاہا مگر انہوں نے دنیا کو نہ چاہا اُس نے انہیں قیدی بنایا تو انہوں
نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا۔ رات ہوتی ہے
ت اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر
تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ
کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈتے ہیں جب کسی
ایسی آیت پر اُن کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی
گئی ہو تو اس کی طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اُس کے
اشتیاق میں اُن کے دل بے تابانہ کھینچے ہیں اور یہ خیال کرتے
ہیں کہ وہ (پرکیر) منظر اُن کی نظروں میں سامنے ہے اور
جب کسی ایسی آیت پر اُن کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ
سے) ڈرایا گیا ہو، تو اُس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے
ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں
کی چیخ پکار اُن کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وہ (رکوع
میں) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیوں ہتھیلیاں
گھٹنے اور پیروں کے کنارے (اٹکوٹھے) زمین پر بچھائے
ہوئے ہیں اور اللہ سے گلو خلاصی کے لئے التجائیں کرتے
ہیں۔ دن ہوتا ہے تو وہ دانش مند عالم، نیکو کار اور پرہیزگار نظر
آتے ہیں۔ خوف نے انہیں تیروں کی طرح لاغر کر چھوڑا ہے۔
دیکھنے والا انہیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے، حالانکہ انہیں کوئی مرض
نہیں ہوتا اور جب ان کی باتوں کو سنتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ ان
کی عقلوں میں نور ہے (ایسا نہیں) بلکہ انہیں تو ایک دوسرا ہی
خطرہ لاحق ہے۔ وہ اپنے اعمال کی کم مقدار سے مطمئن نہیں

الْكَثِيرَ، فَهُمْ لَا أَنْفُسَهُمْ مُتَهَمُونَ وَمِنْ
أَعْمَالِهِمْ مُشْفِقُونَ۔ إِذَا ذُكِّرَ أَحَدُهُمْ
خَافَ مِمَّا يُقَالُ لَهُ فَيَقُولُ "أَنَا أَعْلَمُ
بِنَفْسِي مِنْ غَيْرِي وَرَبِّي أَعْلَمُ بِي مِنْنِي
بِنَفْسِي اللَّهُ لَا تُؤَا جِدْنِي بِمَا
يَقُولُونَ۔ وَاجْعَلْنِي أَفْضَلَ مِمَّا يَطْنُونَ۔
وَاعْفِرْ لِي مَا لَا يَعْلَمُونَ۔

فَمِنْ عَلَامَةِ أَحَدِهِمْ أَنَّكَ تَرَى لَهُ قُوَّةً فِي
دِينٍ وَحَزْمًا فِي لَيْنٍ، وَإِيمَانًا فِي يَقِينٍ
وَحِرْصًا فِي عِلْمٍ، وَعِلْمًا فِي حِلْمٍ
وَقَصْدًا فِي غِنَى، وَخُشُوعًا فِي عِبَادَةٍ،
وَتَجَمُّلاً فِي فَاقَةِ، وَصَبْرًا فِي شِدَّةِ
وَطَلَبًا فِي حَلَالٍ۔ وَنَشَاطًا فِي هُدًى۔
وَتَحَرُّجًا عَنْ طَمَعٍ يَعْمَلُ الْأَعْمَالِ
الصَّالِحَةِ وَهُوَ عَلَى وَجَلٍ۔ يَلْتَمِسُ
وَهْنَهُ الشُّكْرَ وَيُصْبِحُ وَهْنَهُ الدُّكْرُ
يَبِينُ حَذِرًا وَيُصْبِحُ فَرَحًا۔ حَذِرًا لِمَا
حَذَرَ مِنَ الْعَقْلَةِ وَفَرَحًا بِمَا أَصَابَ مِنَ
الْفَضْلِ وَالرَّحْمَةِ إِنْ اسْتَصْعَبَتْ عَلَيْهِ
نَفْسُهُ فِيمَا تَكَرَّرَ لَمْ يُعْطِهَا سُؤْلَهَا فِيمَا
تُحِبُّ قُرَّةَ عَيْنِهِ فِيمَا لَا يَزُولُ۔ وَزَهَادَتَهُ
فِيمَا لَا يَبْقَى۔ يَمَزُجُ الْحِلْمَ بِالْعِلْمِ
وَالْقَوْلَ بِالْعَمَلِ۔ تَرَاهُ قَرِيبًا أَمَلَهُ۔ قَلِيلًا
ذَلَّهُ، خَاشِعًا قَلْبَهُ قَانِعَةً نَفْسَهُ۔ مَنُورًا

ہوتے، اور زیادہ کو زیادہ نہیں سمجھتے، وہ اپنے ہی نفسوں پر
(کو تباہیوں) کا الزام رکھتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف زدہ
رہتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی ایک کو (صلاح و تقویٰ کی بناء
پر) سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کبھی ہوتی باتوں سے لرز اٹھتا
ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں دوسروں سے زیادہ اپنے نفس کو جانتا
ہوں، اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ میرے نفس کو جانتا ہے
خدا یا ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ
حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دینا اور میرے اُن
گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں۔

ان میں سے ایک کی علامت یہ ہے کہ تم اس کے دین میں
استحکام، نرمی و خوش خلقی کے ساتھ دور اندیشی، ایمان میں یقین و
استواری، بردباری کے ساتھ دانائی، خوش حالی میں میانہ روی،
عبادت میں عجز و نیاز مندی فقر و فقر وفاقہ میں آن بان،
مصیبت میں صبر، طلب رزق میں حلال پر نظر، ہدایت میں کیف
وسرور اور طمع سے نفرت و بے تعلقی دیکھو گے۔ وہ نیک اعمال بچا
لانے کے باوجود خائف رہتا ہے شام ہوتی ہے تو اس کی پیش نظر
اللہ کا شکر اور صبح ہوتی ہے تو اس کا مقصد یاد خدا ہوتا ہے۔ رات
خوف و خطر میں گزارتا ہے اور صبح کو خوش اٹھتا ہے۔ خطرہ اُس کا
کہ رات غفلت میں نہ گزر جائے اور خوشی اس فضل و رحمت کی
دولت پر جو اُسے نصیب ہوئی ہے۔ اگر اُس کا نفس کسی ناگوار
صورت حال کے برداشت کرنے سے انکار کرتا ہے تو وہ اس
کی من مانی خواہش کو پورا نہیں کرتا۔ جاودانی نعمتوں میں اس
کے لئے آنکھوں کا سرور ہے اور دار فانی کی چیزوں سے بے
تعلق و بیزاری ہے۔ اُس نے علم میں حلم اور قول میں عمل کو سمو
دیا ہے، تم دیکھو گے اس کی امیدوں کا دامن کوتاہ، لغزشیں کم،
دل متواضع اور نفس قانع، غذا قلیل، رویہ بے زحمت دین محفوظ
خواہشیں مردہ اور غصہ ناپید ہے۔ اُس سے بھلائی ہی کی توقع

اَكْلُهُ - سَهْلًا اَمْرًا - حَرِيْرًا دِيْنُهُ مَيْتَةٌ
 شَهْوَتُهُ - مَخْطُوْمًا غِيْظُهُ - اَلْخَيْرُ مِنْهُ
 مَأْمُوْلٌ، وَالشَّرُّ مِنْهُ مَأْمُوْنٌ اِنْ كَانَ فِي
 الْغَافِلِيْنَ كُتِبَ فِي الدَّاكِرِيْنَ - وَاِنْ
 كَانَ فِي الدَّاكِرِيْنَ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ
 الْغَافِلِيْنَ - يَعْفُو عَنْ ظَلَمِهِ وَيُعْطِي مَنْ
 حَرَمَهُ وَيَصِلُ مَنْ قَطَعَهُ - بَعِيْدًا
 فُحْشُهُ - لَيْسَ قَوْلُهُ - غَائِبًا مُنْكَرًا -
 حَاضِرًا مَعْرُوْفُهُ - مُقْبِلًا خَيْرًا - مُدْبِرًا
 شَرُّهُ - فِي الزَّلَازِلِ وَقُوْرٌ، وَفِي الْمَكَارِهِ
 صَبُوْرٌ وَفِي الرِّخَاءِ شُكُوْرٌ - لَا يُحِيْفُ
 عَلَى مَنْ يُبْغِضُ - وَلَا يَأْتُمُ فِيمَنْ
 يُحِبُّ - يَعْتَرِفُ بِالْحَقِّ قَبْلَ اَنْ يُشْهَدَ
 عَلَيْهِ - لَا يُضَيِّعُ مَا اسْتَحْفِظُ - وَلَا
 يَنْسِي مَا ذَكَرَ - وَلَا يَنْابِزُ بِالْاَلْقَابِ - وَلَا
 يُضَارُّ بِالْبَارِ - وَلَا يَشْتُ بِالْمَصَائِبِ -
 وَلَا يَدْخُلُ فِي الْبَاطِلِ - وَلَا يَخْرُجُ
 مِنَ الْحَقِّ - اِنْ صَمَتَ لَمْ يَغْنَهُ صَمَتُهُ
 وَاِنْ ضَحِكَ لَمْ يَعْلُ صَوْتُهُ وَاِنْ يُغِي
 عَلَيْهِ صَبْرٌ حَتَّى يَكُوْنَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِي
 يَنْتَقِمُ لَهُ نَفْسُهُ مِنْهُ فِي عَنَاءٍ - وَالنَّاسُ
 مِنْهُ فِي رَاحَةٍ - اَتَعَبَ نَفْسَهُ لِاخْرَتِهِ
 وَاَرَاحَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِهِ - بُعْدُهُ عَنِ
 تَبَاعُدِ عَنْهُ زُهْدٌ وَنَزَاهَةٌ - وَدُنُوْهُ مِنْ

ہو سکتی ہے اور اس سے گزند کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ جس وقت
 ذکر خدا سے غافل ہونے والوں میں نظر آتا ہے جب بھی ذکر
 کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے چونکہ اس کا دل غافل نہیں ہوتا،
 اور جب ذکر کرنے والوں میں ہوتا ہے تو ظاہر ہی ہے کہ اسے
 غفلت شعاروں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ جو اس پر ظلم کرتا ہے اس
 سے درگزر کر جاتا ہے اور جو اسے محروم کرتا ہے اس کا دامن اپنی
 عطا سے بھر دیتا ہے جو اس سے لگاؤ ہے یہ اس سے بناتا ہے۔
 بیہودہ بکواس اس کے قریب نہیں بھگتی اس کی باتیں نرم،
 برائیاں ناپید اور اچھائیاں نمایاں ہیں۔ خوبیاں ابھر کر سامنے
 آتی ہیں اور بدیاں پیچھے ہٹی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ مصیبت کے
 جھٹکوں میں کوہِ حلم و وقارِ رختیوں پر صابر اور خوش حالی میں شاکر
 رہتا ہے۔ جس کا دشمن بھی ہوا اس کے خلاف بے جا زیادتی نہیں
 کرتا اور جس کا دوست ہوتا ہے اس کی خاطر بھی کوئی گناہ نہیں
 کرتا۔ قبل اس کے کہ اس کی کسی بات کے خلاف گواہی کی
 ضرورت پڑے وہ خود ہی حق کا اعتراف کر لیتا ہے امانت کو
 ضائع و برباد نہیں کرتا جو اسے یاد دلایا گیا ہے

اسے فراموش نہیں کرتا۔ نہ دوسروں کو برے ناموں سے یاد کرتا
 ہے، نہ ہمسایوں کو گزند پہنچاتا ہے، نہ دوسروں کی مصیبتوں پر
 خوش ہوتا ہے، نہ باطل کی سرحد میں داخل ہوتا ہے اور نہ جادہ حق
 سے قدم باہر نکالتا ہے۔ اگر چپ سا دھ لیتا ہے تو اس خاموشی
 سے اس کا دل نہیں سمجھتا، اور اگر ہنستا ہے تو آواز بلند نہیں
 ہوتی۔ اگر اس پر زیادتی کی جائے تو سہ لیتا ہے تاکہ اللہ ہی اس
 کا انتقام لے۔ اس کا نفس اس کے ہاتھوں مشقت میں مبتلا ہے
 اور دوسرے لوگ اس سے امن و راحت میں ہیں۔ اس نے
 آخرت کی خاطر اپنے نفس کو زحمت میں اور خلق خدا کو اپنے
 نفس (کے شر) سے راحت میں رکھا ہے جن سے دوری اختیار
 کرتا ہے تو یہ زہد و پاکیزگی کے لئے ہوتی ہے اور جن سے

دَنَا مِنْهُ لِيْنٌ وَرَحْمَةٌ - لَيْسَ تَبَاعُدُهُ بِكِبَرٍ
 وَعَظَمَةٍ، وَلَا دُنُوُّهُ بِمَكْرٍ وَخَدِيْعَةٍ -
 (قَالَ) فَصَعِقَ هَنَامٌ صَعْقَةً كَانَتْ نَفْسُهُ
 فِيْهَا - فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
 اَمَّا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَخَافُهَا عَلَيْهِ - ثُمَّ
 قَالَ هَكَذَا تَصْنَعُ الْبَوَاعِظُ الْبَالِغَةُ
 بِاَهْلِهَا - فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ فَمَا بِاَلِك يَا اَمِيْرَ
 الْمُؤْمِنِيْنَ؟ فَقَالَ: وَيَحْكُ اِنْ لِكُلِّ اَجَلٍ
 وَقَتًا لَا يَعْدُوْهُ وَسَبَبًا لَا تَتَجَاوَزُهُ فَمَهْلًا
 لَا تُعْدِلُ لِيْغِيْهَا فَاِنَّمَا نَفَثَ الشَّيْطَانُ عَلَيَّ
 لِسَانِيْكَ -

قریب ہوتا ہے تو یہ خوش خلقی رحم دلی کی بناء پر ہے نہ اس کی
 دوری غرور و کبر کی وجہ سے اور نہ اس کا میل جول کسی فریب اور
 مکر کی بناء پر ہوتا ہے۔
 راوی کا بیان ہے کہ ان کلمات کو سنتے سنتے ہمام پر غشی طاری ہوئی
 اور اسی عالم میں اس کی روح پرواز کر گئی۔ امیر المؤمنین نے
 فرمایا، کہ خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق یہی خطرہ تھا۔ پھر فرمایا کہ
 مؤثر نصیحتیں نصیحت پذیر طبیعتوں پر بھی اثر کیا کرتی ہیں۔ اس
 وقت ایک کہنے والے نے کہا کہ یا امیر المؤمنین پھر کیا بات ہے
 کہ خود آپ پر ایسا اثر نہیں ہوتا؟ حضرت نے فرمایا کہ بلاشبہ
 موت کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ وہ اس سے آگے
 بڑھ ہی نہیں سکتا اور اس کا ایک سبب ہوتا ہے جو کبھی مل نہیں
 سکتا۔ ایسی (بے معنی) گفتگو سے جو شیطان نے تمہاری زبان پر
 جاری کی ہے باز آؤ اور ایسی بات پھر زبان پر نہ لانا۔

۱۔ ابن ابی الحدید کے نزدیک اس سے ہمام ابن شریح مراد ہیں اور علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ اس سے بظاہر ہمام ابن عبادہ مراد ہیں۔
 ۲۔ یہ شخص عبد ابن کو اتھا جو خوارج کی ہنگامہ آرائیوں میں پیش پیش اور حضرت کا سخت مخالف تھا۔

خطبہ ۱۹۲

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
 (يَصِفُ فِيْهَا السُّفَهَاءَ)
 نَحْمَدُكَ عَلَى مَا وَفَّقَ لَكَ مِنَ الطَّاعَةِ،
 وَدَادَ عَنْكَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ وَنَسَّأَلُهُ لِمَنْتِهِ
 تَسَامًا وَبِحَبْلِهِ اعْتَصَامًا - وَنَشْهَدُ اَنَّ
 مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ خَاصُّ اِلَى
 رِضْوَانِ اللّٰهِ كُلِّ عَمْرَةٍ، وَتَجَرَّعَ فِيْهِ
 كُلُّ غُصَّةٍ - وَقَدْ تَلَوْنَ لَهُ الْاَدْنُوْنَ
 وَتَلَّابَ عَلَيْهِ الْاَقْصُوْنَ - وَخَلَعْتَ اِلَيْهِ

ہم اس کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس نے اطاعت کی توفیق
 بخشی اور معصیت سے روک کر رکھا۔ ہم اس سے نعمتوں کے
 پایہ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش اور اس سے (اسلام کی) رسی
 سے وابستہ رہنے کا سوال کرتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ
 محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں۔ جو اللہ کی
 رضامندی حاصل کرنے کی لئے ہر سختی میں پھاند پڑے اور
 جنہوں نے اس کے لئے غم و غصہ کے گھونٹ پیئے۔ جن کے
 قریبوں نے بھی مختلف رنگ بدلے اور دور والوں نے بھی ان
 کی دشمنی پر ایکا کر لیا اور عرب والے بھی ان کے خلاف بگٹ
 چڑھ دوڑے اور دور دراز جگہوں اور دور افتادہ سرحدوں سے

الْعَرَبَ اعْتَنَاهَا، وَضَرَبَتْ لِمَحَارِبَتِهِ
بُطُونٌ رَوَّاحِلَهَا، حَتَّى انْزَلَتْ بِسَاحَتِهِ
عَدَاوَتَهَا مِنْ اَبْعَدِ الدَّارِ وَاَسْحَقِ
الْمَزَارِ-

اَوْصِيَكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ
وَاحْدَرُكُمْ اَهْلَ النِّفَاقِ فَإِنَّهُمْ الضَّالُّونَ
الْمُضِلُّونَ وَالزَّالُّونَ الْمُرْلُونِ يَتَلَوْنُ
الْوَأْسَاءِ وَيَقْتَنُونَ افْتِنَانًا وَيَعِيدُونَكُمْ
بِكُلِّ عِمَادٍ، وَيَرْصُدُونَكُمْ بِكُلِّ مِرْصَادٍ
قُلُوبُهُمْ دَوِيَّةٌ، وَصِفَاحُهُمْ نَقِيَّةٌ وَيَمْسُونَ
الْخَفَاءَ، وَيَدْبُونَ الضَّرَاءَ وَصَفُّهُمْ
دَوَاءٌ، وَقَوْلُهُمْ شِفَاءٌ، وَفِعْلُهُمُ الدَّاءُ
الْعِيَاءُ حَسَدَةُ الرَّخَاءِ، وَمَوَكِّدُو
الْبَلَاءِ، وَمَقْنَطُوا الرَّجَاءِ، لَهُمْ بِكُلِّ
طَرِيقٍ صَرِيْعٌ وَإِلَى كُلِّ قَلْبٍ شَفِيعٌ،
وَلِكُلِّ شَجْوَدٍ دُمُوعٌ، يَتَقَارُ ضُوءُ الثَّنَاءِ
وَيَتَرَأَّبُونَ الْجَزَاءُ إِنْ سَأَلُوا الْحَفْوَاءِ،
وَإِنْ عَدَلُوا كَشَفُوا، وَإِنْ حَكَمُوا
أَسْرَفُوا، قَدْ أَعَدُّوا لِكُلِّ حَقٍّ بَاطِلًا،
وَلِكُلِّ قَائِمٍ مَائِلًا، وَلِكُلِّ حَيٍّ قَاتِلًا،
وَلِكُلِّ بَابٍ مَفْتَحًا، وَلِكُلِّ لَيْلٍ
مُصْبِحًا- يَتَوَصَّلُونَ إِلَى الطَّمَعِ بِالْيَأْسِ
لِيُقِيمُوا بِهِ أَسْوَأَهُمْ، وَيَنْفِقُوا بِهِ
أَعْلَاهُمْ يَقُولُونَ فَيُشَبِّهُونَ وَيَصِفُونَ

سوار یوں کے پیٹ پر ایڑ لگاتے ہوئے آپ سے لڑنے کے
لئے جمع ہو گئے اور عداوتوں کے (پشتارے) آپ کے من میں
لا اُتارے۔

اے خدا کے بندو! میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تمہیں وصیت
کرتا ہوں اور منافقوں سے بھی چوکنہ کہنے دیتا ہوں کیونکہ وہ
گمراہ اور گمراہ کرنے والے بے راہ اور بے راہروی پر لگانے
والے ہیں۔ وہ مختلف رنگ اور ہر بات میں جدا گانہ پینترا
بدلتے ہیں اور (تمہیں ہم خیال بنانے کے لئے) ہر قسم کے مکرو
فریب کے اڑانوں کا سہارا دیتے ہیں اور ہر گھات کی جگہ میں
تمہاری تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ اُن کے دل (نفاق کے)
روگ میں مبتلا اور چہرے (بظاہر کدورتوں سے) پاک و صاف
ہیں وہ اندر ہی اندر چالیں چلتے ہیں اور (بہکانے کے لئے) اس
طرح ریگیتے ہوئے بڑھتے ہیں جس طرح مرض چپکے سے
سرایت کرتا ہے ان کے طور طریقے دوا باتیں شفا اور کرکوت و
ردیہ درماں ہیں (دوسروں کی) خوشحالی پر جلنے والے انہیں
مصیبت میں پھنسانے کیلئے جدوجہد کرنے والے اور انہیں
امیدوں سے بے آس بنانے والے ہیں۔ ہر راہ گذر پر اُن کا
ایک کشتہ اور ہر دل میں گھر کرنے کا ان کے پاس وسیلہ ہے اور
ہر غم کے لئے ان کی (آنکھوں میں مگرچھ کے) آنسو ہیں ایک
دوسرے کی قرضہ کے طور پر مدح و ستائش کرتے ہیں اور اس کا
بدلہ دینے جانے کی آس لگائے رکھتے ہیں۔ اگر مانگتے ہیں تو
لپٹ ہی جاتے ہیں اور بُرا بھلا کہنے پر آتے ہیں تو پھر رسوا
کر کے چھوڑتے ہیں۔ اگر کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو بے راہروی
میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ انہوں نے ہر حق کے مقابلہ میں
باطل اور ہر راست کے مقابلہ میں کج ہر زندہ کے لئے قاتل ہر
در کے لئے کلید اور ہر رات کے لئے چراغ مہیا کر رکھا ہے، وہ
بے آس میں آس پیدا کر لیتے ہیں کہ جس سے اپنے بازار

فَيَمُوهُونَ، قَدْ هَوَّنُوا الطَّرِيقَ، وَأَضْلَعُوا
لِبَصِيْقٍ- فَهُمْ لِنَةِ الشَّيْطَانِ وَحِمَةُ
النَّيِّرَانِ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ إِلَّا إِنْ
حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ-

جمائیں اور اپنے مال کو رواج دیں۔ غلط بات کو صحیح بات کے انداز
میں کہتے ہیں اور باطل کو حق کا رنگ دے کر پیش کرتے ہیں اور
دوسروں کے لئے پیچیدگیاں ڈال دی ہیں۔ وہ شیطان کا گروہ اور
آگ کا شعلہ ہیں (جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ) یہ شیطان کا گروہ
ہے اور جانے رہو کہ شیطان کا گروہ ہی گھانا اٹھانے والا ہے۔

خطبہ ۱۹۳

(وَمِنْ حُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَظْهَرَ مِنْ أَثَارِ سُلْطَانِهِ
وَجَلَّالِ كِبَرِيَّاتِهِ مَا حَيْرَ مُقَلَّ الْعُيُونِ مِنْ
عَجَائِبِ قُدْرَتِهِ وَدَدَعَ خَطَرَاتِ هَمَاهِمِ
النَّفُوسِ عَنْ عُرْفَانِ كُنْهِ صِفَتِهِ- وَأَشْهَدُ
أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ شَهَادَةً إِيْمَانٍ وَإِيقَانٍ
وَإِخْلَاصٍ وَإِذْعَانٍ- وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ وَأَعْلَامُ الْهُدَى
دَارِ سَةِ وَمَنَاهِجُ الدِّينِ طَامِسَةٌ فَصَدَعَ
بِالْحَقِّ، وَنَصَحَ لِلْخَلْقِ- وَهُدًى إِلَى
الرَّشْدِ، وَأَمَرَ بِالْقَصْدِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ-

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے اپنی فرمانروائی و جلال
کبریائی کے آثار کو نمایاں کر کے اپنی قدرت کی عجیب و غریب
نقش آرائیوں سے آنکھ کی پتلیوں کو حیرت کر دیا ہے۔
انسانی واہموں کو اپنی صفتوں کی تہ تک پہنچنے سے روک دیا ہے۔
میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ایسا اقرار جو
سراپا ایمان، یقین، اخلاص اور فرمانبرداری ہے اور گواہی دیتا
ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ و رسول ہیں۔
جنہیں اس وقت رسول بنا کر بھیجا کہ جب ہدایت کے نشان
مٹ چکے تھے اور دین کی راہیں اجڑ چکی تھیں، آپ نے حق کو
آشکارا کیا۔ خلق خدا کی نصیحت کی ہدایت کی۔ ہدایت کی جانب
رہنمائی فرمائی اور افراط و تفریط کی سمتوں سے بچ کر درمیانی راہ
پر چلنے کا حکم دیا۔ خدا اُن پر اور اُن کے اہل بیت پر رحمت نازل
کرے۔ اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ اُس نے تم
کو بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ یونہی کھلے بندوں چھوڑ دیا ہے جو
نعمتیں اُس نے تمہیں دی ہیں، اُن کی مقدار سے آگاہ اور جو
احسانات تم پر کئے ہیں اُس کا شمار جانتا ہے۔ اُس سے فتح و
کامرانی اور حاجت روائی چاہو اُس کے سامنے دست طلب
پھیلاؤ۔ اُس سے بخشش و عطا کی بھیک مانگو۔ تمہارے اور اُس
کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے اور نہ تمہارے لئے اُس کا
دروازہ بند ہے۔ وہ ہر جگہ اور ہر ساعت و ہر آن اور ہر جن و

سَرَابًا رَقْرَقًا وَمَعْهَدُهَا قَاعًا سَلْقًا فَلَا
شَفِيعَ يَشْفَعُ وَلَا حَبِيبَ يَدْفَعُ وَلَا
مَعْدِرَةً تَنْفَعُ۔

ہو جائیں گی (اس موقع پر) نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جو
سفارش کرے، نہ کوئی عزیز ہوگا جو (اس عذات کی) روک تھام
کرے۔ نہ عذر و معذرت پیش کی جاسکے گی کہ کچھ فائدہ بخشنے۔

خطبہ ۱۹۴

وَمِنْ خُطْبَتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَعَثَهُ حِينَ لَا عِلْمَ قَائِمٍ۔ وَلَا
مَنَارَ سَاطِعٍ۔ وَلَا مَنَهْجَ وَاضِعٍ،
أَوْصِيَكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ
وَأَحْدِرْكُمْ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا دَارُ شُخُوصٍ،
وَمَحَلَّةُ تَنَغِيصٍ۔ سَاكِنُهَا ظَاعِنٌ۔
وَقَاطِنُهَا بَائِسٌ۔ تَبِيدَ بِأَهْلِهَا مَيِّدَانُ
السَّفِينَةِ تَقْصِفُهَا الْعَوَاصِفُ فِي لُجَجِ
الْبَحَارِ۔

اللہ نے اپنے رسول کو اس وقت مبعوث کیا جبکہ (ہدایت) کی
کوئی نشان باقی نہ رہا تھا نہ (دین کا) کوئی بلند مینار اور نہ
(شریعت کی) کوئی واضح راہ موجود تھی۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس دنیا سے
متنبہ کئے دیتا ہوں کہ جو کوچ کی جگہ اور بے لطفی اور بد مزگی کا
مقام ہے۔ اس میں بسنے والا آخر اس سے چل چلاؤ پر مجبور
ہوگا اور ٹھہرنے والا اپنا رخ موڑ کر اس سے الگ ہو جائے گا یہ
اپنے رہنے والوں سمیت اس طرح ڈانوا ڈول ہو رہی ہے جس
طرح وہ کشتی جسے تند ہوائیں ہچکولے دے رہی ہوں کچھ تو ان
میں سے ہلاک و غرق ہو گئے ہیں اور جو بچ رہے ہیں وہ
موجوں کی سطح پر تھپڑے کھا رہے ہیں اور ہوائیں اپنے
دامنوں سے انہیں دھکیل رہی ہیں اور ہولنا کیوں میں بڑھائے
لئے جاری ہیں جو غرق ہو چکا ہے، وہ ہاتھ نہیں لگے گا، اور جو
بچ رہا ہے وہ مہلکوں میں پڑا رہیگا۔

اے اللہ کے بندو! اعمال نیک بجالاؤ، ابھی جبکہ زبانون کے
لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ بدن تندرست اور ہاتھ پیروں میں
لچک ہے (کہ جو چاہو ان سے کام لے سکتے ہو)
(ہو) آنے جانے کی جگہ وسیع اور میدان (عمل) کشادہ ہے۔
قبل اس کے کہ فرصت رفتہ موقع ندے اور موت ٹوٹ پڑے
اپنے لئے موت کو یہ سمجھو کہ وہ آجیگی۔ اس کا انتظار نہ کرو کہ وہ
آئے گی۔

عِبَادَ اللَّهِ لَأَنْ فَاعْمَلُوا وَالْأَلْسُنُ
مُطْلَقَةٌ، وَلَا بَدَانَ صَحِيحَةً،
وَالْأَعْضَاءُ لَدَنَةً، وَالْمُنْقَلَبُ فِسِيحٌ،
وَالسَّجَالُ عَرِيضٌ قَبْلَ إِرْهَاقِ الْفَوْتِ،
وَحُلُولِ الْمَوْتِ۔ فَحَقِّقُوا عَلَيْكُمْ
نُزُولَهُ، وَلَا تَتَنَظَّرُوا قُدُومَهُ۔

حِجَابٌ، وَلَا أُغْلِقَ عَنْكُمْ دُونَهُ بَابٌ،
وَأِنَّهُ لِكُلِّ مَكَانٍ، وَفِي كُلِّ حِينٍ
وَأَوَانٍ، وَمَعَ كُلِّ إِنْسٍ وَجَانٍ لَا يَتْلِيهِ
الْعَطَاءُ، وَلَا يَنْقُصُهُ الْحِبَاءُ وَلَا
يَسْتَنْفِدُهُ سَائِلٌ، وَلَا يَسْتَقْصِيهِ نَائِلٌ
وَلَا يَلْوِيهِ شَخْصٌ عَنْ شَخْصٍ، وَلَا
يُلْهِيه صَوْتُ عَنْ صَوْتٍ۔ وَلَا تَحْجُزُهُ
هَيْبَةٌ عَنْ سَلْبٍ۔ وَلَا يَشْغَلُهُ غَضَبٌ عَنْ
رَحْمَةٍ وَلَا تُولِيهِ رَحْمَةٌ عَنْ عِقَابٍ۔ وَلَا
يُجْنِتُهُ الْبُطُونُ عَنِ الظُّهُورِ۔ وَلَا يَقْطَعُهُ
الظُّهُورُ عَنِ الْبُطُونِ۔ قَرُبَ فَنَائِي،
وَعَلَا فَدَنَا۔ وَظَهَرَ قَبْطَنٌ، وَبَطَنَ
فَعَلَنَ۔ وَدَانَ وَلَمْ يَدَنَّ۔ لَمْ يَذَرِ الْخَلْقَ
بِاحْتِيَالٍ، وَلَا اسْتَعَانَ بِهِمْ لِكَلَالٍ۔
أَوْصِيَكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّهَا
الرِّمَامُ وَالْقَوَامُ۔ فَتَمَسَّكُوا بِوُثَائِقِهَا،
وَأَعْتَصِمُوا بِحَقَائِقِهَا تَوَلَّ بِكُمْ إِلَى
أَكْثَانِ الدَّعَةِ وَأَوْطَانِ السَّعَةِ، وَمَعَاقِلِ
الْجَرَزِ وَمَنَازِلِ الْعِزِّ فِي يَوْمٍ تَشْخَصُ
فِيهِ الْآبْصَارُ، وَتُظْلِمُ لَهُ الْآقْطَارُ۔
وَتُعْطَلُ فِيهِ صُرُومُ الْعِشَارِ۔ وَيَنْفَخُ
فِي الصُّورِ۔ فَتَزْهَقُ كُلُّ مُهْجَةٍ، وَتَبْكُمُ
كُلُّ لَهْجَةٍ، وَتَذُكُ الشُّمُ الشُّوَامِخُ،
وَالصُّمُ الرُّوَاسِخُ۔ فَيَصِيرُ صُلْدُهَا

انسان کے ساتھ موجود ہے نہ جو دوسرا سے اس میں کوئی رخنہ پڑتا
ہے نہ داد و بخشش سے اس کے ہاں کمی ہوتی ہے نہ مانگنے والے
اس کے خزانوں کو ختم کر سکتے ہیں نہ بخشش و فیضان اس کی
نعمتوں کو انتہا تک پہنچا سکتا ہے نہ ایک طرف التفات دوسروں
سے اس کی توجہ کو موڑ سکتا ہے اور نہ ایک آواز میں محبت دوسری
آواز سے اسے بے خبر بناتی ہے۔ نہ اسے (بیک وقت) ایک
نعت کا دینا دوسری نعت کے چھین لینے سے مانع ہوتا ہے اور نہ
غضب کے شرارے (رحمت کے فیضان) سے اسے روکتے
ہیں اور نہ لطف و کرم اسے تنبیہ و عقاب سے غافل کرتا ہے، اس
کی ذات کی پوشیدگی اور اس کے آثار کی جلوہ پاشیوں پر عقاب
نہیں ڈالتی اور نہ آثار کی جلوہ طرازیوں اس کی ذات سے
پوشیدگی کو الگ کر سکتی ہیں۔ وہ قریب پھر بھی دور ہے اور بلند مگر
نزدیک ہے، وہ ظاہر مگر اس کے ساتھ باطن وہ پوشیدہ مگر آشکارا
ہے۔ وہ جزا دیتا ہے مگر اسے جزا نہیں دی جاسکتی۔ اس نے
خلقت کائنات کو سوچ سوچ کر ایجاد نہیں کیا اور نہ نکان کی وجہ
سے ان سے مدد لینے کا محتاج ہے۔ اے اللہ کے بندو! میں
تمہیں خوف خدا کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ سعادت کی باگ
ڈور اور (دین کا) مضبوط سہارا ہے اس کے بندھنوں سے
وابستہ رہو اور اس کی حقیقتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو کہ یہ تمہیں
آسائش کی جگہوں، آسودگی کے گھروں، حفاظت کے قلعوں اور
عزت کی منزلوں میں پہنچائے گا۔ جس دن کہ آنکھیں (خوف
کی وجہ سے) پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ہر طرف اندھیرا ہی
اندھیرا ہوگا۔ دس دس مہینے کی گاہن اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں
گی اور صورت پھونکا جائے گا۔ تو ہر جان بدن سے نکل جائے گی
زبانیں گوئی ہو جائیں گی اور بلند پہاڑ اور مضبوط چٹانیں ریزہ
ریزہ ہو جائیں گی، اور سخت پتھر (آپس میں ٹکرا کر) چپکتے
ہوئے سراب کی طرح ہو جائیں گے اور جہاں آبادیاں (اور
فلک بوس عمارتیں) تھیں وہ جگہیں ہموار میدان کی صورت میں

خطبہ ۱۹۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَلَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُونَ مِنْ أَصْحَابِ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي
لَمْ أَرِدْ عَلَى اللَّهِ وَلَا عَلَى رَسُولِهِ سَاعَةً
قَطُّو لَقَدْ وَاسِيَتُهُ بِنَفْسِي فِي الْمَوَاطِنِ
الَّتِي تَنْكُصُ فِيهَا الْإِبْطَالُ، وَتَتَأَخَّرُ فِيهَا
الْأَقْدَامُ نَجْدَةً أَكْرَمَنِي اللَّهُ بِهَا،
وَلَقَدْ قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ رَأْسَهُ لَعَلِي
صَدْرِي، وَلَقَدْ سَأَلْتُ نَفْسَهُ فِي كَفِّي
فَأَمَرَتْهَا عَلَيَّ وَحْهِي. وَلَقَدْ وَلِيْتُ
غُسْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَالسَّلِيكَةَ أَعْوَانِي، فَصَبَحَتِ الدَّارُ
وَالْأَقْنِيَةَ مَلَأَ يَهْطُ وَمَلَأَ يَعْزُجُ وَمَا
فَارَقْتُ سَمْعِي هَيْنَ مِنْهُمْ يُصَلُّونَ
عَلَيْهِ حَتَّى وَارَيْنَاهُ فِي ضَرْيَحِهِ، فَمَنْ
ذَا أَحَقُّ بِهِ مِنِّي، حَيًّا وَمَيِّتًا؟ فَانْفُذُوا
عَلَيَّ بَصَائِرَكُمْ، وَلْتَصَدَّقْ نِيَاتُكُمْ فِي
جِهَادِ عَدُوِّكُمْ فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنِّي
لَعَلِّي جَادَةُ الْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَعَلِّي مَزَلَّةُ
الْبَاطِلِ. أَقُولُ مَا تَسْمَعُونَ
وَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ لِي وَلَكُمْ.

پیغمبر کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت) کے امیں ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں نے کبھی ایک آن کے لئے بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے سرتابی نہیں کی اور میں نے اسے اس جو اندر دی کے بل بوتے پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے پیغمبر کی دل و جان سے مدد و ان موقعوں پر کی کہ جن موقعوں سے بہادر (جی چرا کر) بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور قدم (آگے بڑھنے کے بجائے) پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں ان کی روح طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکا) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔ میں نے آپ کے غسل کا فریضہ انجام دیا۔ اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ (آپ کی رحلت سے) گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے۔ (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا) ایک گروچ اترتا تھا اور ایک گروہ چڑھتا تھا۔ وہ حضرت پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آرہی تھیں۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد کون ان کا حق دار ہو سکتا ہے؟ (جب میرا حق تمہیں معلوم ہو چکا) تو تم بصیرت کے جلو میں دشمن سے جہاد کرنے کے لئے صدق نیت سے بڑھو۔ اُس ذات کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بلاشبہ میں جادہ حق پر ہوں اور وہ (اہل شام) باطل کی ایسی گھاٹی پر ہیں کہ جہاں سے پھسلے کہ پھسلے۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ تم سن رہے ہو، میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے آمرزش کا طلب گار ہوں۔

۱۔ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ امیر المؤمنین کا ارشاد کہ ”میں نے کبھی پیغمبر کے احکام سے سرتابی نہیں کی۔“ یہ ان لوگوں پر ایک طرح کا طنز ہے کہ جو پیغمبر کے حکام کو رد کرنے میں بے باک تھے اور انہیں ٹوکنے کی جسارت کر گزرتے تھے جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب پیغمبر کفار قریش سے صلح پر آمادہ ہو گئے تو اصحاب میں سے ایک صاحب اسنے برا فروختہ ہوئے کہ وہ پیغمبر کی رسالت میں شک کا اظہار کرنے لگے جس پر حضرت ابوبکر کو یہ کہنا پڑا۔

وَيَحْكُ الزَّمْ غُرْزَهُ فَوَاللَّهِ أَنَّهُ لَرَسُولُ اللَّهِ
يَقِينًا اللَّهُ كَرَسُولِ هُنَّ اور اللہ انہیں ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا۔

اس شک کے ازالہ کے لئے قسم ان اور لام تاکید کے ذریعہ نبوت کے یقین دلانے کی کوشش کرنا اور اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ مخاطب شک کی منزل سے بھی کچھ آگے نکل چکا تھا کیونکہ یہ تاکید لفظیں وہیں پر استعمال کی جاتی ہیں جہاں انکار تک کی نوبت پہنچ چکی ہو۔ بہر صورت اگر ایمان عدم شک کا نام ہے تو شک سے ایمان کا مجروح ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔
انما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله
ثم لم يرتابوا۔
مومن بس وہی لوگ ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بعد شک نہیں کرتے۔

اسی طرح جب پیغمبر نے ابن سلول کی میت پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو پیغمبر سے ”کیف تستغفر لراس المنافقين“ کیا اس منافقوں کے سردار کے لئے آپ دعائے مغفرت کریں گے۔“ اور یہ کہہ کر پیغمبر کو دامن سے پکڑ کر کھینچ لیا جس پر پیغمبر کو یہ کہنا پڑا کہ میرا کوئی اقدام حکم خدا کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسی طرح جیش اسامہ کے ہمراہ جانے میں پیغمبر کے تاکید کی حکم کو ٹھکرا دیا گیا اور ان تمام سرتابیوں سے بڑھ کر وہ سرتابی تھی جو تحریر وصیت کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی اور پیغمبر کی طرف ایسی غلط نسبت دی گئی کہ جس سے احکام شریعت پر سے اعتماد ہی اٹھ جاتا ہے اور ہر حکم کے متعلق یہ اہتمام پیدا ہو سکتا ہے کہ نہ معلوم کہ یہ حکم وحی الہی کی بناء پر ہے یا معاذ اللہ کسی بدخواہی کا نتیجہ ہے۔

۲۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب ہر معرکہ اور جان جو کھوں کے موقع پر پیغمبر کے سینہ پر رہے اور اپنی خداداد جرأت و ہمت سے ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ چنانچہ پہلا جان نثاری کا موقع وہ ہے کہ جب قریش نے قتل پیغمبر کا عزم الحزم کر لیا تو آپ تلواروں کے زغہ اور دشمنوں کے جھوم میں بستر نبوت پر سو گئے جس سے دشمنوں کو اپنے ارادوں میں ناکام و نامراد ہونا پڑا۔ پھر ان جنگوں میں کہ جہاں دشمن جھوم کر کے پیغمبر پر ٹوٹ پڑتے تھے اور اچھے اچھے بہادروں کے قدم ڈگمگاتے تھے آپ علم لشکر کو لے کر پامردگی سے جے رہتے تھے، چنانچہ ابن عبد البر تحریر کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال لعلي اربع خصال
ليست لاحد غيره هو اول عربي و
عجبي صلى مع رسول الله صلى الله
ابن عباس کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین میں چار خصوصیتیں ایسی تھیں جو ان کے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھیں ایک یہ کہ آپ نے ہر عربی و غیر عربی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الَّذِي كَانَ لَوَانَهُ مَعَهُ فِي
كُلِّ زَحْفٍ وَهُوَ الَّذِي صَبَرَ مَعَهُ يَوْمَ فِرْعَانَهُ
غَيْرَهُ وَهُوَ الَّذِي غَسَلَهُ وَادْخَلَهُ قَبْرَهُ-

(استيعاب ج ۲- ص ۴۷۰)

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسرے ہر معرکہ وارد
گیر میں علمبردار ہوتے رہے اور تیسرے جب لوگ پیغمبر کو
چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے تو آپ صبر و استقامت
سے جے رہتے تھے اور چوتھے یہ کہ آپ ہی نے پیغمبر کو غسل
دیا اور قبر میں اتارا۔

اسلامی غزوات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جنگ تبوک کے علاوہ کہ جس میں مجسم پیغمبر امیر المومنین شرکت نہ
کر سکے تمام جنگیں آپ کی تحسین کارکردگی کی آئینہ دار اور تمام فتوحات آپ کے قوت بازو کی مرہون منت ہیں۔ چنانچہ جنگ بدر میں ستر
کفار قتل ہوئے جن میں سے نصف امیر المومنین کی تلوار سے مارے گئے۔ جنگ احد میں جب مسلمانوں کے مال غنیمت پر ٹوٹ پڑنے
کی وجہ سے فتح و شکست کی صورت اختیار کر گئی اور دشمنوں کے اچانک حملہ سے مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو امیر المومنین جہاد کو فریضہ
ایمانی سمجھتے ہوئے ثابت قدمی سے جے رہے اور پیغمبر کی ہمدردی و جان نثاری میں وہ کار نمایاں کیا کہ جس کا پیغمبر نے بھی اعتراف کیا اور
ملک نے بھی اقرار کیا۔ جنگ احزاب میں پیغمبر کے ہمراہ تین ہزار نیرد آزما تھے۔ مگر عمرو ابن ود کے مقابلہ میں بڑھنے کی کسی ایک کو بھی
جرات نہ ہوئی۔ آخر امیر المومنین نے اسے قتل کر کے مسلمانوں کو رسائی سے بچالیا۔ جنگ خیبر میں حضرت ابو بکر حضرت عمرؓ لے کر گئے
مگر پلٹ آئے اس موقع پر بھی امیر المومنین نے اس ہم کو سر کیا۔ جنگ حنین میں مسلمانوں کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا چونکہ ان کی تعداد
دس ہزار تھی اور کفار کی گنتی چار ہزار تھی، مگر یہاں بھی مال غنیمت پر لپ پڑے جس کی وجہ سے کفار کو موقع مل گیا کہ وہ ان پر ٹوٹ پڑیں۔
چنانچہ اس اچانک حملہ سے مسلمان گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَ
يَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ
عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ
بِمَازٍ حَبِطْتُمْ وَلَيْسَ بِمَدِيرٍ يَن-

اس موقع پر بھی امیر المومنین پہاڑ کی طرح جے رہے اور آخر تائید خداوندی سے فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔

خطبہ ۱۹۶

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
يَعْلَمُ عَجِيجَ الْوُحُوشِ فِي الْفَلَوَاتِ
وَمَعَاصِيَ الْعِبَادِ فِي الْخَلَوَاتِ وَ
اخْتِلَافَ النَّيْنَانِ فِي الْبَحَارِ الْغَامِرَاتِ
وہ (خداوند عالم) بیابانوں میں چوپاؤں کے نالے (سنتا ہے)
تہائیوں میں بندوں کے گناہوں سے آگاہ ہے۔ اور انتہاء
دریاؤں میں مچھلیوں کی آمد و شد اور تند ہواؤں کے ٹکراؤ سے
پانی کے تھپڑوں کو جانتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ

وَتَلَاطَمَ الْمَاءِ بِالرِّيَّاحِ الْعَاصِفَاتِ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا أَنْجَبَ اللَّهُ وَ سَفِيرُ
وَحْيِهِ وَرَسُولُ رَحْمَتِهِ-

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ
الَّذِي ابْتَدَأَ خَلْقَكُمْ، وَإِلَيْهِ يَكُونُ
مَعَادُكُمْ، وَبِهِ نَجَاحُ طَلِبَتِكُمْ، وَإِلَيْهِ
مُنْتَهَى رَغْبَتِكُمْ وَنَحْوَةُ قَصْدِ سَبِيلِكُمْ،
وَإِلَيْهِ مَرَامِي مَفَرِّعِكُمْ۔ فَإِنَّ تَقْوَى اللَّهِ
دَوَاءٌ دَاءِ قُلُوبِكُمْ، وَبَصَرٌ عَلَى أَفْئِدَتِكُمْ،
وَشِفَاءٌ مَرَضِ أَجْسَادِكُمْ، وَصَلَاحٌ
فَسَادِ صُدُورِكُمْ، وَطَهُورٌ دَنَسِ
أَنْفُسِكُمْ وَجَلَاءٌ غَشَا أَبْصَارَكُمْ وَأَمِنْ
فَزَعِ جَاشِكُمْ، وَضِيَاءٌ سَوَادِ ظُلُمَتِكُمْ
فَاجْعَلُوا طَاعَةَ اللَّهِ شِعَارًا دُونَ وَثَارِكُمْ،
وَدَحِيلًا دُونَ شِعَارِكُمْ، وَلَطِيفًا بَيْنَ
أَضْلَاعِكُمْ وَأَمِيرًا فَوْقَ أُمُورِكُمْ وَمَنْهَلًا
لِحَيِّينَ وَرُودُكُمْ، وَشَفِيعًا لِدَارِكِ
طَلِبَتِكُمْ وَجَنَّةٍ لِيَوْمِ فَرَعِكُمْ وَمَصَابِيحَ
لِبُطُونِ قُبُورِكُمْ، وَسَكَنًا لِبُطُولِ
وَحْشَتِكُمْ، وَنَفْسًا لِكُرْبِ مَوَاطِنِكُمْ۔
فَإِنَّ طَاعَةَ اللَّهِ حِرْزٌ مِّنْ مَّتَالِفٍ مُّكْتَنِفَةٍ
وَمَخَافُ مَتَوَقَّعَةٍ، وَأَوَارِ نِيرَانِ
مُوقَدَةٍ۔ فَمَنْ أَخَذَ بِالتَّقْوَى عَزَبَتْ عَنْهُ
الشَّدَائِدُ بَعْدُدُ نَوَاهَا، وَأَحْلَوْلَتْ لَهُ

علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ اُس کی وحی کے ترجمان اور رحمت
کے پیغامبر ہیں۔

میں تمہیں اُس اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ جس نے
تمہیں پیدا کیا اور جس کی طرف تمہیں پلٹنا ہے وہی تمہاری
کامرانیوں کا ذریعہ اور تمہاری آرزوؤں کی منزل منتہا ہے
تمہاری راہ حق اسی کی طرف پلٹتی ہے اور وہی خوف و ہراس کے
وقت تمہارے لئے پناہ گاہ ہے (دل میں اللہ کا خوف رکھو)
کیونکہ یہ تمہارے دلوں کے روگ کا چارہ، فکر و شعور کی تاریکیوں
کے لئے اُجالا جسموں کی بیماریوں کے لئے شفا، سینے کی تباہ
کاریوں کے لئے اصلاح، نفس کی کشافوں کے لئے پاکیزگی،
آنکھوں کی تیرگی کے لئے جلا، دل کی دہشت کے لئے ڈھارس
اور جہالت کی آندھیاں یوں کے لئے روشنی ہے۔ صرف ظاہری
طور پر اللہ کی اطاعت کا جامہ نہ اوڑھ لو (بلکہ) اُسے اپنا اندرونی
پہناؤ بناؤ، نہ صرف اندرونی پہناؤ بلکہ ایسا کرو کہ وہ تمہارے
باطن میں اتر جائے اور پسلیوں کے اندر (دل میں) رچ بس
جائے اور اُسے اپنے معاملات پر حکمران اور (حشر میں) وارد
ہونے کے وقت سرچشمہ منزل مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ، خوف
کے دن کے لئے سپر، نہان خانہ، قبر کے لئے چراغ، (تنہائی کی)
طویل وحشتوں کے لئے ہمنوا و مساز اور منزل کی اندوہنا کیوں
سے رہائی (کا ذریعہ) قرار دو، کیونکہ اطاعت خدا گھیرنے
والے مہلکوں، پیش آئند خوف و دہشت کے مرحلوں اور بھڑکتی
ہوئی آگ کی لپکوں کے لئے پناہ گاہ ہے جو تقویٰ کو مضبوطی سے
پکڑ لیتا ہے تو مصیبتیں اس کے قریب ہونے کے باوجود دور
ہٹ جاتی ہیں۔ تمام امور تلخی و بد مزگی کے بعد شیریں و خوشگوار
ہو جاتے ہیں (تباہی و ہلاکت کی) موجیں ہجوم کرنے کے بعد
چھٹ جاتی ہیں اور دشواریاں سختیوں میں مبتلا کرنے کے بعد

الْأُمُورَ بَعْدَ مَرَاتِبِهَا، وَأَنْفَرَجَتْ عَنْهُ
الْأُمُورُ أَجْبَعْدَ تَرَكَبِهَا وَأَسْهَلَتْ لَهُ
الصِّعَابَ بَعْدَ انْصَابِهَا وَهَطَلَتْ عَلَيْهِ
الْكَرَامَةُ بَعْدَ قُحُوطِهَا، وَتَحَدَّبَتْ عَلَيْهِ
الرَّحْمَةُ بَعْدَ نُفُورِهَا، وَتَفَجَّرَتْ عَلَيْهِ
النِّعَمُ بَعْدَ نُضُوبِهَا، وَوَبَّلَتْ عَلَيْهِ الْبَرَكَاتُ
بَعْدَ ارْدَادِهَا۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي نَفَعَكُمْ
بِسُوءِ عَظَمَتِهِ، وَوَعَظَمَكُمْ بِرِسَالَتِهِ، وَآمَنَنَّ
عَلَيْكُمْ بِنِعْمَتِهِ۔ فَعَبِّدُوا أَنْفُسَكُمْ
لِعِبَادَتِهِ وَآخِرُ جُؤَالِ إِلَهِ مِنْ حَقِّ طَاعَتِهِ۔
ثُمَّ إِنَّ هَذَا الْإِسْلَامَ دِينُ اللَّهِ الَّذِي
اصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، وَاصْطَنَعَهُ عَلَى عَيْنِهِ،
وَأَصْفَاهُ خَيْرَ خَلْقِهِ، وَأَقَامَ دَعَائِمَهُ
عَلَى مَحَبَّتِهِ۔ أَدَلَّ الْآدِيَانِ بِعِزَّتِهِ،
وَوَضَعَ الْبَلَلِ بِرَفْعِهِ، وَأَهَانَ أَعْدَاءَهُ
بِكِرَامَتِهِ، وَخَذَلَ مُحَادِيثَهُ بِنَصْرِهِ،
وَهَدَمَ أَرْكَانَ الضَّلَالَةِ بِرُكْنِهِ۔ وَسَقَى
مَنْ عَطِشَ مِنْ حَيَاضِهِ، وَأَتَقَى
الْحَيَاضَ بِمَوَاتِحِهِ ثُمَّ جَعَلَهُ لَا أَنْفِصَامَ
لِعُرْوِقِهِ، وَلَا فَكَّ لِحَلْقَتِهِ، وَلَا أَنْهَادَامَ
لِأَسَاسِهِ، وَلَا ذَوَالَ لِدَعَائِمِهِ، وَلَا
انْقِلَاعَ لِشَجَرَتِهِ، وَلَا انْقِطَاعَ لِمُدَّتِهِ،
وَلَا عَفَاءَ لِشَرَائِعِهِ، وَلَا جَذْلَ لِفُرُوعِهِ،
وَلَا ضَنْكَ لِمُطَرِّقِهِ، وَلَا دُعُوتَهُ لِسُهُولَتِهِ،

آسان ہو جاتی ہیں۔ قحط و نایابی کے بعد لطف و کرم کی جھری لگ
جاتی ہے۔ رحمت برگشتہ ہونے کے بعد پھر جھک پڑتی ہے۔
زمین میں پایاب ہونے کے بعد پھر نعمتوں کے سرچشمے اہل
پڑتے ہیں۔ پھوار کی کمی کے بعد رحمت و برکت کی دھواں دھار
بارشیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس اللہ سے ڈرو کہ جس نے پندو
موعظت سے تمہیں فائدہ پہنچایا۔ اپنے پیغام کے ذریعے تمہیں
وعظ و نصیحت کی، اپنی نعمتوں سے تم پر لطف و احسان کیا۔ اس کی
بندگی و نیاز مندی کے لئے اپنے نفسوں کو رام کرو، اور اُس کی
فرمانبرداری کا پورا پورا حق ادا کرو۔ پھر یہ کہ اسلام ہی وہ دین
ہے جسے اللہ نے اپنے پیچھوانے کے لئے پسند کیا اپنی نظروں
کے سامنے اُس کی دیکھ بھال کی۔ اُس کی (تبلیغ کے لئے)
بہترین خلق کا انتخاب فرمایا۔ اپنی محبت پر اُس کے ستون کھڑے
کئے، اُس کی برتری کی وجہ سے تمام دینوں کو سرنگوں کیا اور اُس
کی بلندی کے سامنے سب ملتوں کو پست کیا۔ اُس کی عزت و
بزرگی کے ذریعہ دشمنوں کو ذلیل اور اس کی نصرت و تائید سے
مخالفوں کو رسوا کیا۔ اُس کے ستون سے گمراہی کے کھمبوں کو
گرادیا۔ پیاسوں کو اُس کے تالابوں سے سیراب کیا اور پانی
الچنے والوں کے ذریعہ حوضوں کو بھر دیا۔ پھر یہ کہ اسے اس طرح
مضبوط کیا کہ اس کے بندھنوں کے لئے شکست و ریخت نہیں،
نہ اُس کے حلقہ (کی کڑیاں، الگ الگ ہو سکتی ہیں، نہ اُس کی
بنیاد گر سکتی ہے، نہ اُس کے ستون اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں نہ اُس کا
درخت اکھڑ سکتا ہے نہ اُس کی مدت ختم ہو سکتی ہے، نہ اُس کے
قوانین مچھوتے ہیں، نہ اُس کی شاخیں کٹ سکتی ہیں، نہ اُس کی
راہیں تنگ، نہ اُس کی آسانیاں دشوار ہیں، نہ اُس کے سفید
دامن پر سیاہی کا دھبہ، نہ اُس کی استقامت میں پیچ و خم، نہ اُس
کی لکڑی میں کچی نہ اُس کی کشادہ راہ میں کوئی دشواری ہے، نہ

ضَنْكَ لِمُطَرِّقِهِ، وَلَا دُعُوتَهُ لِسُهُولَتِهِ، وَلَا
سَوَادَ لِيَوْضَحِهِ، وَلَا عَوَاجَ لِانْتِصَابِهِ،
وَلَا عَصَلَ فِي عُوْدِهِ، وَلَا وَعْثَ لِفَجْجِهِ،
وَلَا انْطِفَاءَ لِمِصْبَاحِهِ وَلَا مَرَادَةَ
لِحِلَاوَتِهِ فَهُوَ دَعَائِمُ أَسَاخٍ فِي الْحَقِّ
أَسْنَاخُهَا، وَثَبَتْ لَهَا أَسَا سَهَا وَيَنَابِيعُ
غَزَرَتْ عُيُونُهَا وَمَصَابِيحُ شَبَّتْ نِيرَانُهَا،
وَمَنَارٌ اقْتَدَى بِهَا سَفَارُهَا، وَأَعْلَامٌ
قُصِدَ بِهَا فِجَاجُهَا، وَمَنَاهِلٌ رَوَى
بِهَادِرِهَا جَعَلَ فِيهِ مُنْتَهَى رِضْوَانِهِ،
وَذُرُوعَ دَعَائِمِهِ، وَسَنَامَ طَاعَتِهِ۔ فَهُوَ
عِنْدَ اللَّهِ وَثِيقُ الْأَرْكَانِ، رَفِيعُ الْبَنِيَانِ
'مُنِيرُ الْبَرَاهَانِ، مُضِي النُّبْرَانِ، عَزِيزُ
السُّلْطَانِ، مُشْرِفُ الْمَنَارِ۔ مَعُودُ
الْمَنَارِ۔ فَشَرَفُوهُ وَاتَّبِعُوهُ، وَأَدُّوا إِلَيْهِ
حَقَّهُ، وَضَعُوهُ مَوَاضِعَهُ۔ ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ
بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ حِينَ دَنَا مِنَ الدُّنْيَا
الْأَنْقِطَاعَ۔ وَأَقْبَلَ مِنَ الْإِحْرَاقِ
الْإِطْلَاعَ۔ وَأَظْلَمَتْ بِهَجَّتِهَا بَعْدَ
إِشْرَاقِ، وَقَامَتْ بِأَهْلِيهَا عَلَى سَاقٍ۔
وَحَشَنَ مِنْهَا مَهَادًا، وَأَذَقَ مِنْهَا قِيَادًا۔ فَبِ
انْقِطَاعٍ مِنْ مُدَّتِهَا، وَأَقْتِرَابٍ مِنْ
أَشْرَاطِهَا، وَتَصَرُّمٍ مِنْ أَهْلِهَا وَأَنْفِصَامٍ

اُس کے چراغ گل ہوتے ہیں، نہ اُس کی خوشگوار یوں میں
تلخیوں کا گزر ہوتا ہے۔ اسلام ایسے ستونوں پر حاوی ہے جس
کے پائے اللہ نے حق (کی سر زمین) میں قائم کئے ہیں اور اُن
کی اساس و بنیاد کو استحکام بخشا ہے اور ایسے سرچشمے ہیں جن کے
چشمے پانی سے بھر پور اور ایسے چراغ ہیں جن کی لوئیں ضیاء بار
ہیں، ایسے مینار ہیں جن کی روشنی میں مسافر قدم بڑھاتے ہیں
اور ایسے نشان ہیں کہ جن سے سیدھی راہوں کا قصد کیا جاتا ہے
اور ایسے گھاٹ ہیں جن پر اترنے والے اُن سے سیراب ہوتے
ہیں۔ اللہ نے اسلام میں اپنی انتہائے رضا مندی بلند ترین
ارکان اور اپنی اطاعت کی اونچی سطح کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ
کے نزدیک اس کے ستون مضبوط، اس کی عمارت سر بلند دلیلیں
روشن اور ضیائیں نور پاش ہیں۔ اس کی سلطنت غالب اور مینار
بلند ہیں اور اس کی تیخ کئی دشوار ہے۔ اُس کی عزت و وقار باقی
رکھو۔ اُس کے (احکام کی) پیروی کرو، اس کے حقوق ادا کرو،
اُس کے (ہر حکم کو) اُس کی جگہ پر قائم کرو۔ پھر یہ کہ اللہ سبحانہ
نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس وقت حق کے ساتھ مبعوث کیا
جبکہ فنا نے دنیا کے قریب ڈیرے ڈال دیئے اور آخر سر پر
منڈلانے لگی، اُس کی رونقوں کا اجالا اندھیرے سے بدلنے
لگا۔ اور اپنے رہنے والوں کے لئے مصیبت بن کر کھڑی ہو گئی۔
اُس کا فرش درشت و ناہموار ہو گیا اور فنا کے ہاتھوں میں باگ
ڈور دینے کے لئے آمادہ ہو گئی یہ اُس وقت کہ جب اُس کی
مدت اختتام پذیر اور (فنا کی) علامتیں قریب آ گئیں، اُس کے
بسنے والے تباہ اور اُس کے حلقہ کی کڑیاں الگ ہونے لگیں۔
اُس کے بندھن پر اگندہ اور نشانات یوسیدہ ہو گئے، اُس کے
عیب کھلنے اور پھیلے ہوئے دامن سمٹنے لگے۔ اللہ نے اُن کو پیغام
رسانی اور اُمت کی سرفرازی کا ذریعہ اہل عالم کے لئے بہار اور

بَعْدَ لَا دَاءَ، وَنُورًا لَيْسَ مَعَهُ ظُلْمَةٌ
وَحَبْلًا وَثِيقًا عَرُوتُهُ، وَمَعْقِلًا مَنِيعًا
ذُرُوتُهُ وَعِزًّا لِمَنْ تَوَلَّاهُ، وَسَلْمًا لِمَنْ
دَخَلَهُ، وَهُدًى لِمَنْ اتَّخَذَهُ وَغَدْرًا لِمَنْ
انْتَحَلَهُ وَبُرْهَانًا لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَشَاهِدًا
لِمَنْ خَاصَمَ بِهِ، وَفَلَجًا لِمَنْ حَاجَّ بِهِ
وَحَامِلًا لِمَنْ حَمَلَهُ وَمَطِيئَةً لِمَنْ أَعْمَلَهُ،
وَأَيَّةً لِمَنْ تَوَسَّسَ، وَجَنَّةً لِمَنْ اسْتَلَّامَ
وَعِلْمًا لِمَنْ وَعَى، وَحَدِيثًا لِمَنْ رَوَى،
وَحُكْمًا لِمَنْ قَضَى۔

خطبہ ۱۹۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
كَانَ يُوصِي بِهِ أَصْحَابَهُ:
تَعَاهَدُوا أَمْرًا الصَّلَاةَ وَحَافِظُوا عَلَيْهَا،
وَاسْتَكْثِرُوا مِنْهَا، وَتَقَرَّبُوا بِهَا، فَإِنَّهَا
كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا۔ أَلَا
تَسْمَعُونَ إِلَى جَوَابِ أَهْلِ النَّارِ حِينَ
سُئِلُوا: مَا سَلَكْتُمْ فِي سَقَرٍ؟ قَالُوا لَمْ
نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ۔ وَإِنَّهَا لَتَحُثُّ
الدُّنُوبَ حَتَّى الْوَرَقَ، وَتَطْلُقُهَا إِطْلَاقَ
الرَّبِّقِ وَشَبَّهَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْهَ وَسَلَّمُ بِالْحِمَةِ تَكُونُ
عَلَى بَابِ الرَّجُلِ فَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنْهَا فِي

یاد انصاری رفعت و عزت کا سبب قرار دیا۔ پھر آپ پر ایک
ایسی کتاب نازل فرمائی جو (سراپا) نور ہے جس کی قدیلیں گل
نہیں ہوتیں، ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی، ایسا
دریا ہے جس کی تھاہ نہیں لگائی جاسکتی۔ ایسی شاہراہ ہے جس میں
راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی۔ ایسی کرن ہے جس کی جھوٹ مدہم
نہیں پڑتی۔ وہ ایسا (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والا ہے
جس کی دلیل کمزور نہیں پڑتی۔ ایسا کھول کر بیان کرنے والا ہے
جس کے ستون منہدم نہیں کیے جاسکتے وہ سراسر شفا ہے (کہ
جس کے ہوتے ہوئے روحانی) بیماریوں کا کھٹکا نہیں وہ سرتا
سر عزت و غلبہ ہے جس کے یار و مددگار شکست نہیں کھاتے، وہ
(سراپا) حق ہے جس کے معین و معاون بے مدد چھوڑے نہیں
جاتے۔ وہ ایمان کا معدن اور مرکز ہے اس سے علم کے چشمے
پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں۔ اس میں عدل کے چمن اور انصاف
کے حوض ہیں۔ وہ اسلام کا سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے۔ حق
کی وادی اور اُس کا ہموار میدان ہے۔ وہ ایسا دریا ہے کہ جسے
پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے۔ وہ ایسا چشمہ ہے کہ پانی
الچنے والی اُسے خشک نہیں کر سکتے۔ وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اُس پر
اترنے والوں سے اُس کا پانی گھٹ نہیں سکتا۔ وہ ایسی منزل ہے
کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں۔ وہ ایسا نشان ہے کہ
چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ وہ ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا
قصد کرنے والے اس سے آگے گز نہیں سکتے۔ اللہ نے اسے
عالموں کی تشنگی کے لئے سیرابی فقیہوں کے دلوں کے لئے بہار
اور نیکیوں کی راہ گزر کے لئے شاہراہ قرار دیا ہے، یہ ایسی دوا ہے
کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا۔ ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا
گزر نہیں۔ ایسی رہی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں، ایسی
چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے۔ جو اُس سے وابستہ ہو اس
کے لئے سرمایہ عزت ہے جو اس کے حدود میں داخل ہو اس کے

کے عقاب و عتاب سے ڈر گئے تھے اور اُس چیز کو جان گئے جسے ان سے کمزور تر مخلوق انسان نہ جان سکا۔ بلاشبہ انسان بڑا نا انصاف اور بڑا اجال ہے۔

یہ بندگانِ خدات (کے پردوں) اور دن (کے اجالوں) میں جو گناہ کرتے ہیں وہ اللہ سے ڈھکے چھپے ہوئے نہیں وہ تو ہر چھوٹی سی چھوٹی چیز سے آگاہ اور ہر شے پر اُس کا علم محیط ہے۔ تمہارے ہی اعضاء اُس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے اور تمہارے ہی ہاتھ پاؤں اُس کے لا و لشکر ہیں اور تمہارے ہی قلب و ضمیر اُس کے جاسوس ہیں اور تمہاری تنہائیوں (کے عشرت کدے) اُس کی نظروں کے سامنے ہیں۔

خطبہ ۱۹۸

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک اور ہوشیار نہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ غدار یوں سے چوکتا نہیں اور بدکرداریوں سے باز نہیں آتا۔ اگر مجھے عیاری و غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زائد ہوشیار و زیرک ہوتا۔ لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکمِ الہی کی نافرمانی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر غدار کے ہاتھوں میں ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ خدا کی قسم! مجھے ہتھکنڈوں سے غفلت میں نہیں ڈالا جاسکتا اور نہ نچتیوں سے دبایا جاسکتا ہے۔

إِعْرَضْ وَلَا أَعْلَى وَلَا أَعْظَمَ مِنْهَا۔ وَلَوْ اِمْتَنَعَ شَيْءٌ بِطُولٍ أَوْ عَوْضٍ أَوْ قُوَّةٍ أَوْ عِزٍّ لَا مَتْنَعَنَّ، وَلَكِنْ أَشْفَقَنَّ مِنَ الْعُقُوبَةِ، وَعَقَلَنَّ مَا جَهِلَ مَنْ هُوَ أَضْعَفُ مِنْهُمْ وَهُوَ الْإِنْسَانُ۔ ”إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔ إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَا يَخْطِئُ عَلَيْهِ مَالِ الْعِبَادِ مُقْتَرِفُونَ فِي لَيْلِيهِمْ وَنَهَارِهِمْ لَطْفٌ بِهِ خَبْرًا، وَإِحَاطَةٌ بِهِ عِلْمًا، إِعْضَاؤُكُمْ شُهُودُهُ، وَجَوَارِحُكُمْ جُنُودُهُ، وَضَمَائِرُكُمْ عُيُونُهُ، وَخَلْقُكُمْ عِيَانُهُ۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَاللَّهِ مَا مُعَاوِيَةُ بِأَدْهَى مِنِّي وَلَكِنَّهُ يَغْدِرُ وَيَفْجَرُ۔ وَلَوْ لَا كَرَاهِيَةُ الْعَدْرِ لَكُنْتُ مِنَ آدْهَى النَّاسِ، وَلَكِنْ كُلُّ عَدْرَةٍ فَجْرَةٌ، وَكُلُّ فَجْرَةٍ كَفْرَةٌ۔ وَلِكُلِّ عَادِرٍ لَوْاءٌ يَعْرِفُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاللَّهِ مَا أَسْتَغْفِلُ بِالْمَكِيدَةِ، وَلَا أَسْتَغْمِرُ بِالْشَّدِيدَةِ۔

تشریح:-

وہ افراد جو مذہب و اخلاق سے بیگانہ شرعی قید و بند سے آزاد اور جزا و سزا کے تصور سے نا آشنا ہوتے ہیں ان کے لئے مطلب برآری کے لئے جیل ذرائع کی کمی نہیں ہوتی وہ ہر منزل پر کامیابی و کامرانی کی تدبیریں نکال لیتے ہیں۔ لیکن جہاں انسانی و اسلامی تقاضے اور اخلاقی و شرعی حدیں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں وہاں حیلہ و تدبیر کا میدان تنگ اور جولا نگاہ عمل کی وسعت محدود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ معاویہ کا نفوذ و تسلط انہی تدبیر و حیل کا نتیجہ تھا کہ جن پر عمل پیرا ہونے میں اُسے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ نہ حلال و حرام کا سوال اُس کے لئے سد راہ ہوتا تھا اور نہ پاداشِ آخرت کا خوف اُسے ان مطلق العنانیوں اور پیا کیوں سے روکتا

دروازہ پر ہوا اور وہ اُس میں دن رات پانچ مرتبہ غسل کرے، تو گا؟ نماز کا حق تو وہی مردانِ با خدا پہنچاتے ہیں جنہیں متاعِ دنیا کی بچ دھج اور مال و اولاد کا سرور دیدہ و دل اس سے غفلت میں نہیں ڈالتا۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ ”کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ انہیں جنت کی نوید دی جا چکی تھی (بکثرت) نماز پڑھنے سے اپنے کو رحمت و ثواب میں ڈالتے تھے۔ چونکہ انہیں اللہ کا ارشاد تھا کہ ”اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔ چنانچہ حضرت اپنے گھر والوں کو خصوصیت کے ساتھ نماز کی تاکید بھی فرماتے تھے اور خود بھی اس کی کثرت و بجا آوری میں زحمت و مشقت برداشت کرتے تھے پھر مسلمانوں کے لئے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی تقربِ خدا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے تو جو شخص اُسی برضاء و غبت ادا کرے گا اُس کے لئے یہ گناہوں کا کفارہ اور دوزخ سے آڑ اور بچاؤ ہے۔ (دیکھو! ادا کرنے کے بعد) کوئی شخص اُس کا خیال تک دل میں نہ لائے اور نہ اُس پر زیادہ ہائے دائے مچائے کیونکہ جو شخص دلی لگن کے بغیر زکوٰۃ دے کر اُس سے بہتر چیز کے لئے چشمِ براہ رہتا ہے وہ سنت سے بے خبر اجر کے اعتبار سے نقصان اٹھانے والا، غلط کار اور دائمی پریشانی و ندامت میں گرفتار ہے پھر امانت کا ادا کرنا ہے جو اپنے کو امانت کا اہل نہ بنا سکے وہ ناکام و نامراد ہے۔ اس امانت کو مضبوط آسمانوں پھیلی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے گڑے ہوئے پہاڑوں پر پیش کیا گیا۔ بھلا اُن سے تو بڑھ کر کوئی چیز لمبی، چوڑی، اونچی اور بڑی نہیں ہے تو اگر کوئی چیز لمبا کی چوڑائی یا قوت اور غلبہ کے بل بوتے پر سرتابی کر سکتی ہوتی تو یہ سرتابی کر سکتے تھے لیکن یہ تو اُس

الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَسَّ مَرَاتٍ فَمَا عَسَى أَنْ يَبْقَى عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ۔ وَقَدْ عَرَفَ حَقَّهَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ لَا تَشْغَلُهُمْ عَنْهَا زِينَةُ مَتَاعٍ وَلَا قُرَّةُ عَيْنٍ مِّنْ وَلَدٍ وَلَا مَالٍ يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: رَجُلٌ لَا تُلْهِمُهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ۔“ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَصِيبًا بِالصَّلَاةِ بَعْدَ التَّبَشِيرِ لَهُ بِالْجَنَّةِ لِقَوْلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ: ”وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔“ فَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ وَيَصْبِرُ عَلَيْهَا نَفْسَهُ۔ ثُمَّ إِنَّ الزَّكَاةَ جُعِلَتْ مَعَ الصَّلَاةِ قُرْبَانًا لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَسَوْفَ أُعْطَاهَا طَيِّبُ النَّفْسِ بِهَا فَإِنَّهَا تُجْعَلُ لَهُ كَفَّارَةً، وَمِنَ النَّارِ حِجَازًا وَوَقَايَةً فَلَا يَتْبَعْنَهَا أَحَدٌ نَفْسَهُ، وَلَا يَكْثُرَنَّ عَلَيْهَا الْهَفْءُ۔ فَإِنْ مَنَّ أُعْطَاهَا غَيْرَ طَيِّبِ النَّفْسِ بِهَا يَرْجُو بِهَا مَا هُوَ أَفْضَلُ مِنْهَا فَهُوَ جَاهِلٌ بِالسُّنَّةِ مَغْبُونٌ الْآجِرِ۔ ضَالُّ الْعَمَلِ۔ طَوِيلُ النَّدَمِ۔ ثُمَّ آدَاءُ الْإِمَانَةِ، فَقَدْ خَابَ مَنْ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهَا۔ إِنَّهَا عَرِضَتْ عَلَى السُّبُوتِ الْمُبِينَةِ، وَالْأَرْضَيْنِ الْمَدْحُوعَةِ، وَالْجِبَالِ ذَاتِ الطُّوْلِ الْمَنْصُوبَةِ، فَلَا أَطُولُ وَلَا

تھا جیسا کہ امام راغب اصفہانی اُس کی سیرت و کردار کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ غَايَتَهُ الْإِدْرَاكُ الْحَاجَةُ حَلِّ أَوْ مُطْمَئِنِّظِ نَظَرِيٍّ هُوَ تَقَاتُلُهُ كَيْسِي طَرَحَ بِنِزَارٍ أَيْ مَطْلَبِ
حَرَمِ ثَمَّ لَمْ يَكُنْ يَبَالِي بِاللَّدِينِ وَلَا يَتَفَكَّرُ
فِي سَخَطِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (محاضرات)

چنانچہ اُس نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے غلط بیانی و افتراء پر دمازی کے سہارے ڈھونڈے طرح طرح کے مکر و فریب کے حربے استعمال کئے اور جب یہ دیکھا کہ امیر المؤمنین کو جنگ میں الجھائے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی تو طلحہ و زبیر کو آپ کے خلاف ابھار کر کھڑا کر دیا اور جب اس صورت سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو شامیوں کو بھڑکا کر جنگ صفین کا فتنہ برپا کر دیا اور پھر حضرت عمار کی شہادت سے جب اس کا ظلم و عدوان بے نقاب ہونے لگا تو عوام فریبی کے لئے کبھی یہ کہہ دیا کہ عمار کے قاتل علی ہیں کیونکہ وہی انہیں ہمراہ لانے والے ہیں اور کبھی حدیث پیغمبر میں لفظ فتنہ باغیہ کی یہ تاویل کی کہ اس کے معنی باغی گروہ کے نہیں بلکہ اس کے معنی حلب کرنے والی جماعت کے ہیں۔ یعنی عمار اس گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے جو خون عثمان کے قصاص کا طالب ہوگا۔ حالانکہ اس حدیث کا دوسرا ٹکڑا۔ يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوهُمْ إِلَى النَّارِ (عمار اُن کو بہشت کی دعوت دیں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف بلائیں گے) اس تاویل کی کوئی گنجائش پیدا نہیں کرتا۔ جب ایسے اوجھے تھسواروں سے بھی فحش و کامرانی کے آثار نظر نہ آئے تو قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کا پرفریب حربہ استعمال کیا۔ حالانکہ اس کی نظروں میں نہ قرآن کا کوئی وزن اور نہ اُس کے فیصلہ کی کوئی اہمیت تھی۔ اگر اسے قرآن کا فیصلہ ہی مطلوب ہوتا تو یہ مطالبہ جنگ کے چھڑنے سے پہلے کرتا اور پھر جب اس پر یہ حقیقت کھل گئی کہ عمر و ابن عاص نے ابو موسیٰ کو فریب دے کر اُس کے حق میں فیصلہ کیا ہے اور اس کے فیصلہ کو قرآن سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے تو وہ اس پرفریب حکیم کے فیصلہ پر رضا مند نہ ہوتا اور عمر و ابن عاص کو اس فریب کاری کی سزا دینا یا کم از کم تنبیہ و سرزنش کرتا۔ مگر یہاں تو اس کے کارناموں پر اُس کی تحسین و آفرین کی جاتی ہے اور اس کا ردِ گردی کے صلہ میں اسے مصر کا گورنر بنا دیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس امیر المؤمنین کی سیرت شریعت و اخلاق کے اعلیٰ معیار کا نمونہ تھی۔ وہ ناموافق حالات میں بھی حق و صداقت کے مقتضیات کو نظر میں رکھتے تھے اور اپنی پاکیزہ زندگی کو حیلہ و مکر کی آلودگیوں سے آلودہ نہ ہونے دیتے تھے وہ چاہتے تو حیلوں کا توڑ حیلوں سے کر سکتے تھے اور اس کی رکاکت آ میر حرکتوں کا جواب دہی ہی حرکتوں سے دیا جاسکتا تھا جیسے اس نے فرات پر پہراٹھا کر پانی روک دیا تھا تو اُس کو اس امر کے جواز میں پیش کیا جاسکتا تھا کہ جب عراقیوں نے فرات پر قبضہ کر لیا تو ان پر بھی پانی بند کر دیا جاتا اور اس ذریعہ سے ان کی قوت حرب و ضرب کو مضلل کر کے انہیں مغلوب بنالیا جاتا۔ مگر امیر المؤمنین ایسے تنگ انسانیت اقدام سے کہ جس کی کوئی آئین و اخلاق اجازت نہیں دیتا کبھی اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیتے تھے۔ اگرچہ دنیا والے ایسے حربوں کو دشمن کے مقابلہ میں جائز سمجھتے ہیں اور اپنی کامرانی کے لئے ظاہر و باطن کی دورگی کی سیاست و حسن تدبیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر امیر المؤمنین کسی موقعہ پر فریب کاری و دورگی سے اپنے اقتدار کے استحکام کا تصور بھی نہ کرتے تھے چنانچہ جب لوگوں نے آپ کو یہ مشورے دیئے کہ عثمانی دور کے عمال کو ان کے عہدوں پر برقرار رہنے دیا جائے اور طلحہ و زبیر کو کوفہ و بصرہ کی امارت دے کر ہمنوا بنالیا جائے اور معاویہ کو شام کا اقتدار سونپ کر اُس کے دنیوی تدبیر سے فائدہ اٹھایا جائے تو آپ نے دنیوی مصلحتوں پر شرعی تقاضوں کو ترجیح دیتے ہوئے اُسے ماننے سے انکار کر دیا۔

اور معاویہ کے متعلق صاف صاف لفظوں میں فرمایا۔

ان اقررت معاویة على مافي يدلا كنت
متخذ المضلين عضدا
(استیعاب ج ۱، ص ۲۵۹)

ظاہر میں لوگ صرف ظاہری کامیابی دیکھتے ہیں اور یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ یہ کامیابی کن ذرائع سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ شاطرانہ چالوں اور عیارانہ گھاتوں سے جسے کامیاب و کامران ہوتے دیکھتے ہیں اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور اُسے مدد و با فہم اور سیاستدان اور بیدار مغز اور خدا جانے کیا کیا سمجھنے لگتے ہیں اور جو الہی تعلیمات اور اسلامی ہدایات کی پابندی کی وجہ سے چالوں اور ہتھکنڈوں کو کام میں نہ لائے اور غلط طریق کار سے حاصل کی ہوئی کامیابی پر محرومی کو ترجیح دے وہ اُن کی نظروں میں سیاست سے نا آشنا اور سوجھ بوجھ کے لحاظ سے کمزور سمجھا جاتا ہے۔ انہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ یہ سوچیں کہ ایک پابند اصول و شرع کی راہ میں کتنی مشکلیں اور رکاوٹیں حاصل ہوتی ہیں کہ جو منزل و کامرانی کے قریب پہنچنے کے باوجود اُسے قدم آگے بڑھانے سے روک دیتی ہے۔

خطبہ ۱۹۹

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَسْتَوْحِشُوا فِي
طَرِيقِ الْهُدَى لِقَلَّةِ أَهْلِهِ۔ فَإِنَّ
النَّاسَ قَدْ اجْتَمَعُوا عَلَى مَا نِدَّوْهُ
شَبَعُهَا قَصِيرٌ، وَجُوعُهَا طَوِيلٌ۔
أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضَا
وَالسَّخَطُ۔ وَإِنَّمَا عَقَرْنَا قَلَّةً
ثَمُودَ رَجُلٌ وَاحِدٌ فَغَضِبَهُمُ اللَّهُ
بِالْعَذَابِ لَمَّا عَمِلُوا بِالرِّضَا فَقَالَ
سَبْحَانَهُ: ”فَعَقَرُوْهَا فَأَصْبَحُوا
نَادُوْمِينَ۔ فَمَا كَانَ إِلَّا أَنْ خَارَتْ
أَرْضُهُمْ بِالْخَسْفَةِ خَوَارَ السَّكَّةُ
الْمَحْمَاةُ فِي الْأَرْضِ الْخَوَارَةِ۔ أَيُّهَا
النَّاسُ مَنْ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوَاضِحَ

اے لوگو! ہدایت کی راہ میں ہدایت پانے والوں کی کمی سے گھبرا نہ جاؤ کیونکہ لوگ تو اسی دنیا کے خوانِ نعمت پر ٹوٹے پڑتے ہیں جس سے شکم پُر کی مدت کم اور گرنگی کا عرصہ دراز ہے۔
اے لوگو! (افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر) رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں۔
آخر قوم ثمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا کیونکہ وہ سارے کے سارے اُس پر رضا مند تھے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے ”کہ انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت (جب عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کپڑے پر) نادم و پریشان ہوئے (عذاب کی آمدیوں تھے) کہ زمین کے دھنسنے (اور زلزلوں کے جھکوں سے) ایسی گھڑ گھڑا ہٹ ہونے لگی جیسے نرم زمین میں ہل کی تپی ہوئی پھالی کے چلانے سے آواز آتی ہے۔ اے لوگو! جو روشن و واضح راہ پر چلتا ہے وہ سرچشمہ ہدایت پر پہنچ جاتا ہے اور جو بے راہ روی کرتا۔

وَرَدَ الْمَاءَ، وَمَنْ خَالَفَ وَقَعَ فِي النَّيْبِ۔ ہے وہ صحرائے بے آب و گیاہ میں جا پڑتا ہے۔

۱۔ شہود ابن عامر ابن سام کی اولاد قوم شہود کہلاتی ہے ان کا موطن و مستقر جاز شام کے راستے میں مقام دادی القری تھا جو متفرق بستیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم تھا۔ خداوند عالم نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ان میں حضرت صالحؑ کو مبعوث فرمایا جو ۱۶ برس کی عمر سے ۱۲۰ برس کی عمر تک انہیں ہدایت و تبلیغ کرتے رہے۔ مگر وہ بتوں کی پرستش اور اپنی گمراہی و ضلالت سے باز نہ آئے۔ آخر اللہ نے ایک اونٹنی کو ان کے سامنے اپنی آیت و نشانی کے طور پر پیش کیا جس کے متعلق حضرت صالحؑ نے اُن سے کہا کہ ایک دن چشمہ کا پانی یہ پیئے گی اور ایک دن تم اور تمہارے مومنین پیئیں گے اور یہ جہاں چاہے چرتی پھرے تم اس سے کوئی تعرض نہ کرنا اور اگر تم نے اسے کوئی صدمہ پہنچایا تو تم پر عذاب الہی نازل ہوگا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ ایک دن وہ اپنی ضروریات کے لئے پانی لے لیتے اور دوسرے دن اُس اونٹنی کے پینے کے لئے چھوڑ دیتے۔ مگر اُن لوگوں نے اس پر اکتفا نہ کی اور آپس میں مشورہ کر کے اس اونٹنی کو ہلاک کرنے کا حکم دیا کر لیا۔ چنانچہ خداوند عالم نے اس کی کوئی بھی کٹ کر اسے ہلاک کر دیا۔ حضرت صالحؑ (علیہ السلام) نے جب یہ دیکھا تو اُن سے کہا کہ تم نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، اگر تم تین دن کے اندر اندر توبہ نہ کر لو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور ان کی بات کو تمسخر میں اڑا دیا۔ آخر تین دن گزرنے کے بعد ایسا آتش فشاں زلزلہ آیا جس نے ان کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

خطبہ ۲۰۰

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
رَوَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: عِنْدَ دَفْنِ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ: كَأَلْمَنَاجِي بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ قَبْرِهِ۔
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَنِّي وَعَنْ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِي جَوَارِكَ وَالسَّرِيعَةِ الْحَقَاقِ بِكَ قُلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِي وَدَقَّ عَنْهَا تَجَلْدِي إِلَّا أَنْ لِي فِي النَّاسِ مَوْضِعٌ بَعْظَلَمَ فُرْقَتِكَ وَقَادِحَ مُصِيبَتِكَ مَوْضِعَ تَعَزٍّ۔ فَلَقَدْ وَسَدْتُكَ فِي مَلْحُودَةِ قَبْرِكَ، وَفَاضَتْ

بَيْنَ نَحْرِي وَصَدْرِي نَفْسُكَ۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ فَلَقَدْ اسْتَرْجَعْتُ الْوُدِّيَّةَ، وَأَخَذْتُ الرَّهْيَنَةَ۔ أَمَّا حُزْنِي فَسَرَمَدٌ وَأَمَّا لَيْلِي فَسَهْدٌ إِلَى أَنْ يَخْتَارَ اللَّهُ لِي دَارَكَ أَلَسِي أَنْتَ بِهَا مُقِيمٌ۔ وَسَتْنِيكَ ابْنَتُكَ بِتَضَافَرِ أُمَّتِكَ عَلَيَّ هَضْبِهَا فَاحْفَهَا السُّوَالُ وَاسْتَحْبِرْهَا الْحَالُ۔ هَذَا وَلَمْ يَطُلِ الْعَهْدُ وَلَمْ يَخُلْ مِنْكَ الدُّكْرُ۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمَا سَلَامٌ مُوَدَّعٍ لَا قَالٍ وَلَا سَمِيمٍ۔ فَإِنْ أَنْصَرَفَ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ۔ وَإِنْ أَقِمَ فَلَا عَنْ سُوءِ ظَنٍّ بِنَا وَعَدَ اللَّهُ الصَّابِرِينَ۔

تفريح:

اور میری راتیں بے خواب رہیں گی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لئے بھی اُس گھر کو منتخب کرے جس میں آپ روتی افروز ہیں وہ وقت آ گیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں کہ کس طرح آپ کی امت نے اُن پر ظلم ڈھانے کے لئے ایک کر لیا۔ آپ اُن سے پوری طور پر پوچھیں اور تمام احوال و واردات دریافت کریں۔ یہ ساری مصیبتیں اُن پر بیت گئیں حالانکہ آپ کو گزرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔ آپ دونوں پر میرا سلام رخصتی ہو نہ ایسا سلام جو کسی ملول دل تنگ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب اگر میں (اس جگہ سے) پلٹ جاؤں تو اس لئے نہیں کہ آپ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا ہوں تو اس لئے نہیں کہ میں اس وعدے سے بدظن ہوں جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔

۱۔ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد امت محمدیہ نے بنت رسول سے جو رویہ اختیار کیا وہ انتہائی تکلیف دہ اور فحش ناک ہے اگرچہ پیغمبرؐ کے اٹھ جانے کے بعد جناب سیدہ چند ماہ سے زیادہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔ مگر یہ قلیل عرصہ بھی رنج و اندوہ کی ایک طویل داستان اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو پہلا منظر سامنے آیا ہے وہ ہے کہ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین کا سر و سامان بھی نہیں ہونے پاتا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جنگ اقتدار شروع ہو جاتی ہے۔ فطری طور پر ان لوگوں کا فحش پیغمبرؐ کو چھوڑ کر چلے جانا۔ سیدہ کے غم رسیدہ دل پر اثر انداز ہوا ہوگا کہ زندگی میں بیان وفا و محبت باندھنے والے ان کی اکھوتی بیٹی کی تسلی و تسکین کا سامان کرنے کے بجائے اپنے اقتدار کی فکر میں اس طرح کھو گئے کہ نہ یہ پتہ چلا کہ کب پیغمبرؐ کو غسل دیا گیا اور کب دفن کیا گیا۔ اور تعزیت کی بھی تو اس صورت سے کہ پوری شعلہ سامانیوں کے ساتھ ان کے گھر پر ہجوم کر کے آدھکے اور ظلم و جبر اور درشتی و تشدد کے مظاہروں کے ساتھ ہجرت لینے کے درپے ہو گئے۔ یہ تمام قہر سامانیاں صرف اس لئے تھیں کہ اس گھر کی عظمت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا جائے تاکہ کسی موقع پر یہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل نہ کر سکے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر صدیقہ کبریٰ کی اقتصادی حالت کو پامال کرنے کے لئے اُن کے دعویٰ فذک کو کذب بیانی سے محمول کر کے انہیں محروم کر دیا گیا جس سے متاثر ہو کر سیدہ نے یہ وصیت فرمائی کہ ان میں کوئی مشایعت جنازہ تک نہ کرے۔

خطبہ ۲۰۱

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
اے لوگو! یہ دنیا گذرگاہ ہے اور آخرت جائے قرار۔ اس راہ گزر

(وَقَدْ مَضَى شَيْءٌ مِنْ هَذَا الْكَلَامِ فِيمَا تَقَدَّمَ بِخِلَافِ هَذِهِ الرَّوَايَةِ) لیکن اس روایت کے الفاظ پہلی روایت سے کچھ مختلف ہیں۔

خطبہ ۲۰۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد طلحہ اور زبیر نے آپ سے شکایت کی کہ اُن سے کیوں (امور) حکومت میں مشورہ نہیں لیا جاتا اور کیوں اُن سے امداد کی خواہش نہیں کی جاتی تو حضرت نے فرمایا:

ذرا سی بات پر تو تمہارے تیور بگڑ گئے ہیں اور بہت سی چیزوں کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ کسی چیز میں تمہارا حق تھا اور میں نے اُسے دبا لیا ہو یا تمہارے حصہ میں کوئی چیز آتی ہو اور میں نے اُس سے دریغ کیا ہو یا کسی مسلمان نے میرے سامنے کوئی دعویٰ پیش کیا ہو اور میں اس کا فیصلہ کرنے سے عاجز رہا اُس کے حکم سے جاہل رہا ہوں، یا صحیح طریق کار سے خطا کی ہو۔ خدا کی قسم! مجھے تو کبھی بھی اپنے لئے خلافت اور حکومت کی حاجت و تمنا نہیں رہی۔ تم ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب وہ مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اُس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اُس نے حکم دیا میں اُسی کے مطابق چلا اور جو سنت پیغمبر قرار پا گئی اُس کی پیروی کی۔ اُس میں نہ تو تم سے کبھی مجھے رائے لینے کی احتیاج ہوئی اور نہ تمہارے علاوہ کسی اور سے، لیکن تم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے (بیت المال سے) برابر کی تقسیم جاری کی ہے تو یہ میری رائے کا حکم اور میری خواہش نفسانی

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) کَلِمَ بِهِ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ بَعْدَ بَيْعَتِهِ بِالْخِلَافَةِ وَقَدْ عَتَبَا عَلَيْهِ مِنْ تَرْكِ مَشُورَتَيْهِمَا وَالْإِسْتِعَانَةِ فِي الْأُمُورِ بِهِمَا۔ لَقَدْ نَقَمْتُمَا يَسِيرًا وَارْجَأْتُمَا كَثِيرًا۔ أَلَا تُخْبِرَانِي أَيْ شَيْءٍ لَكُمْ فِيهِ حَقٌّ دَفَعْتُكُمْ عَنْهُ، وَأَيْ قِسْمٍ اسْتَأْثَرْتُ عَلَيْكُمَا بِهِ، أَمْ أَيْ حَقٍّ رَفَعَهُ إِلَيَّ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ضَعُفْتُ عَنْهُ أَمْ جَهَلْتُهُ، أَمْ جَهَلْتُهُ، أَمْ أَخْطَأْتُ بَابَهُ وَاللَّهِ مَا كَانَتْ لِي فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ وَلَا فِي الْوِلَايَةِ إِرْبَةٌ۔ وَلَكِنْكُمْ دَعَوْتُمُونِي إِلَيْهَا وَحَمَلْتُمُونِي عَلَيْهَا فَلَمَّا أَفْضَتْ إِلَيَّ نَظَرْتُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَمَا وَضَعَ لَنَاوَأَمَرْنَا بِالْحُكْمِ بِهِ فَاتَّبَعْتُهُ، وَمَا اسْتَنْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَاتَّقَدَيْتُهُ فَلَمْ أَحْتَجْ فِي ذَلِكَ إِلَي رَأْيِكُمَا وَلَا رَأْيَ غَيْرِكُمَا، وَلَا وَقَعَ حُكْمٌ جَهْلْتُهُ فَاسْتَشِيرْتُكُمْ وَأَخَوَانِي الْمُسْلِمِينَ، وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ لَمْ أَرْغَبْ عَنْكُمَا وَلَا عَنْ غَيْرِكُمَا۔ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتُمَا مِنْ أَمْرِ الْأَسْوَةِ

سے اپنی منزل کے لئے توشہ اٹھا لو، جس کی سامنے تمہارا کوئی بھیہد چھپا نہیں رہ سکتا۔ اُس کے سامنے اپنے پردے چاک نہ کرو۔ قبل اس کے کہ تمہارے جسم دنیا سے الگ کر دیئے جائیں۔ اپنے دل اس سے ہٹا لو۔ اس دنیا میں تمہیں چاہنا چاہا رہے، لیکن تمہیں پیدا دوسری جگہ کے لئے کیا گیا ہے۔ جب کوئی انسان مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ چھوڑ گیا ہے؟ اور فرشتے کہتے ہیں کہ اُس نے آگے کے لئے کیا سر و سامان کیا ہے۔ خدا تمہارا بھلا کرے کچھ آگے کے لئے بھی بھیجو کہ وہ تمہارے لئے ایک طرح سے (اللہ کے ذمہ) قرضہ ہوگا۔ سب کا سب پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لئے بوجھ ہوگا۔

خطبہ ۲۰۲

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اکثر اپنے اصحاب سے پکار کر فرمایا کرتے تھے۔

خدا تم پر رحم کرے کچھ سفر کا ساز و سامان کر لو۔ کوچ کی صدائیں تمہارے گوش گزار ہو چکی ہیں، دنیا کے وقفہ قیام کو زیادہ تصور نہ کرو، اور جو تمہارے دسترس میں بہترین زاد ہے، اُسے لے کر (اللہ کی طرف پلٹو) کیونکہ تمہارے سامنے ایک دشوار گزار کھاٹی ہے اور پُر ہول و خوفناک مراحل ہیں کہ جہاں اترے اور ٹھہرے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں تمہیں جاننا چاہئے کہ موت کی ترچھی نظریں تم سے قریب پہنچ چکی ہیں اور گویا تم اُسکے بنیوں میں ہو جو تم میں گزردیئے گئے ہیں اور موت کے شدائد و مشکلات تم پر چھا گئے ہیں۔ دنیا سے سارے علائق قطع کر لو، اور زاد تقویٰ سے اپنے کو تقویت پہنچاؤ۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ اس خطبہ کا کچھ حصہ پہلے بھی گزر چکا ہے)

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ وَالْآخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ، فَخُذُوا مِنْ مَمَرِكُمْ لِمَقَرِّكُمْ، وَلَا تَهْتِكُوا اسْتَارَكُمْ عِنْدَ مَنْ يَعْلَمُ أَسْرَارَكُمْ۔ وَأَخْرِجُوا مِنَ الدُّنْيَا قُلُوبَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا أَبْدَانُكُمْ۔ فَفِيهَا اخْتِبرْتُمْ، وَلِغَيْرِهَا خُلِقْتُمْ إِنَّا لَمَرَّةٌ إِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ مَا تَرَكَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ لِلَّهِ أَبَاؤُكُمْ فَقَدْ مَوَا بَعْضًا يَكُنْ لَكُمْ قَرْضًا وَلَا تَخْلِفُوا كُلًّا فَيَكُونَ عَلَيْكُمْ كَلًا۔

كَانَ كَثِيرًا مَا يُنَادِي بِهِ أَصْحَابَهُ: تَجَهَّزُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ فَقَدْ نُوْدِيَ فِيكُمْ بِالرَّحِيلِ۔ وَأَقْلُوا الْعُرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا۔ وَأَنْقَلِبُوا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ فَإِنَّ أَمَامَكُمْ عَقَبَةً كُنُودًا وَمَنَازِلَ مَخُوفَةً مَهُولَةً لَا بُدَّ مِنَ الْوُرُودِ عَلَيْهَا وَالْوُقُوفِ عِنْدَهَا۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ مَلَا حَظَّ الْمَنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَانِيَةً وَكَانَتْكُمْ بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ نَشَبَتْ فِيكُمْ، وَقَدْ دَهَسَتْكُمْ فِيهَا مَفْظَعَاتُ الْأُمُورِ وَمُعْضَلَاتُ السَّحُودِ۔ فَقَطِّعُوا عِلَاقَ الدُّنْيَا وَاسْتَظْهِرُوا بِزَادِ التَّقْوَى۔

فَإِنَّ ذَلِكَ أَمْرٌ لَمْ أَحْكَمْ أَنَا فِيهِ بِرَأْيِي وَلَا وَلِيَّتُهُ هُوَ مِنِّي - بَلْ وَجَدْتُ أَنَا وَأَنْتُمَا مَاجَاءَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَرَّغَ مِنْهُ، فَلَمْ أَحْتَجِ إِلَيْكُمَا فِيمَا فَرَّغَ اللَّهُ مِنْ قَسْبِهِ وَأَمْطَى فِيهِ حُكْمَهُ - فَلَيْسَ لَكُمَا وَاللَّهِ عِنْدِي وَلَا لِيغَيْرِ كَسَافِي هَذَا عَتَبِي: أَخَذَ اللَّهُ بِقُلُوبِنَا وَقُلُوبِكُمْ إِلَى الْحَقِّ، وَاللَّهِمَّ وَإِيَّاكُمْ الصَّبْرُ - (ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) رَحِمَ اللَّهُ أَمْرًا رَأَى حَقًّا فَاعَانَ عَلَيْهِ - أَوْ رَأَى جَوْرًا فَرَدَّهُ وَكَانَ عَوْنًا بِالْحَقِّ عَلَى صَاحِبِهِ -

خطبہ ۲۰۴

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَقَدْ سَمِعَ قَوْمًا مِنْ أَصْحَابِهِ يُسَبُّونَ أَهْلَ الشَّامِ أَيَّامَ حَرْبِهِمْ بِصِغِيرٍ - إِنِّي أَكْرَهُ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا سَبَابِينَ وَلَكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ أَعْمَالَهُمْ وَذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ كَانَ أَصَوَّبَ فِي الْقَوْلِ وَأَبْلَغَ فِي الْغَدْرِ، وَقُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ وَإِيَّاكُمْ: اللَّهُمَّ احْقِنْ دِمَائَنَا وَدِمَاءَهُمْ، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنَهُمْ، وَاهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتَّى يَعْرِفَ الْحَقَّ مِنْ جَهْلِهِ وَيَرْعَوْى عَنِ لَغْيٍ وَالْعُدْوَانِ مَنْ لَهَجَ بِهِ -

خطبہ ۲۰۵

وَقَالَ مِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي بَعْضِ أَيَّامِ صِفِّينَ وَقَدْ رَأَى الْحَسَنَ ابْنَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَسَرَّعُ إِلَى الْحَرْبِ: أَمْلِكُوا عَنِّي هَذَا الْغَلَامَ لَا يَهْدِنِي فَإِنِّي أَنَفْسُ بِهِدَيْنٍ (يَعْنِي الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) عَلَى الْمَوْتِ لِنَلَّا يَنْقُطِعَ بِهِمَا نَسْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - قَالَ الرضی ابو الحسن وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمْلِكُوا عَنِّي هَذَا الْغَلَامَ مِنْ أَعْلَى الْكَلَامِ وَأَفْصَحِهِ -

خطبہ ۲۰۶

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَالَ لَمَّا اضْطَرَبَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ فِي أَمْرِ الْحُكُومَةِ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَمْ يَزَلْ أَمْرِي مَعَكُمْ عَلَى مَا أَحْبَبْتُ حَتَّى نَهَكْتُمْ الْحَرْبَ، وَقَدْ وَاللَّهِ أَخَذْتُ مِنْكُمْ وَتَرَكَتُ، وَهِيَ لِعَدْوِكُمْ أَنَّهُلُ - لَقَدْ كُنْتُ أَمْسٍ أَمِيرًا فَاصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَأْمُورًا، وَكُنْتُ أَمْسٍ نَاهِيًا فَاصْبَحْتُ الْيَوْمَ مِنْهِيًا - وَقَدْ أَحْبَبْتُمُ الْبَقَاءَ وَلَيْسَ لِي أَنْ أَحِيلَكُمْ عَلَى مَا تَكْرَهُونَ -

۱۔ جب شامیوں کی بچی بچائی اور بچی کچی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر آمادہ ہو گئی تو معاویہ نے قرآن کو آواز دیا کہ جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا اور عراقیوں میں ایسی پھوٹ ڈلوادی کہ امیر المومنین کے سمجھانے کے باوجود وہ ایک قدم بھی اٹھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور جنگ کے رکوانے پر بضد ہو گئے۔ جس سے حضرت کو بھی مجبوراً تحکیم پر رضا مند ہونا پڑا۔ ان لوگوں میں کچھ تو ایسے تھے جو اقتنا دھوکے میں آ گئے تھے اور یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ حقیقتاً قرآن کی طرف دعوت کی جارہی ہے اور کچھ لوگ وہ تھے جو جنگ کے اس طولانی مدت سے اکتا چکے تھے اور اب جی چھوڑے بیٹھے تھے۔ چنانچہ انہیں جنگ کے رکوانے کا حیلہ مل گیا، تو انہوں نے التوائے جنگ کا شور مچا دیا اور کچھ لوگ وہ تھے جو حضرت کے اقتدار سے متاثر ہو کر ساتھ ہو گئے تھے مگر دل سے ان سے ان کے ہمنوا تھے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کو فتح و کامرانی حاصل ہو اور کچھ لوگ وہ تھے جن کے تو قعات معاویہ سے وابستہ تھے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اس سے امیدیں باندھنے لگے تھے اور کچھ پہلے ہی سے اس سے ساز باز کئے ہوئے تھے۔ ان حالات میں اور ایسی فوج کے ساتھ دشمن سے اس حد تک ٹکرا جانا بھی امیر المومنین کے حسن سیاست اور فوجی نظم و نسق کی صلاحیت کا نتیجہ تھا اور اگر معاویہ یہ چال نہ چلتا تو کامیابی میں کوئی شبہ ہی نہ تھا کیونکہ فوج شام کی قوت حرب و ضرب ختم ہو چکی تھی اور شکست اُس کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ خلص الاشتراکی معاویہ فاحلہ بعنقہ ولم یکن بقی من قوة الشام الا حركة ذنب الوزعة عند قتلها يضرب يميننا وشمالنا (شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۰) مالک اشتر معاویہ تک پہنچ چکے اور اسے گردن سے پکڑ لیا تھا اور شامیوں کا سارا دم خم جاتا رہا تھا جس ان میں ایسی ہی حرکت باقی رہ گئی تھی جیسے چھبکی کو مار دیا جائے تو اُس کی دم دائیں بائیں اچھلتی رہتی ہے۔

خطبہ ۲۰۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) بالْبَصْرَةِ وَقَدْ دَخَلَ عَلَى الْعَلَاءِ بْنِ زِيَادٍ الْحَارِثِيِّ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُهُ فَلَمَّا رَأَى سَعَةَ دَارِهِ قَالَ: مَا كُنْتُ تَصْنَعُ بِسَعَةِ هَذِهِ الدَّارِ فِي الدُّنْيَا۔ أَمَا أَنْتَ إِلَيْهَا فِي الْآخِرَةِ كُنْتَ أَحْوَجَ، وَبَلَسَى إِنْ شِئْتَ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ تَقْرَى فِيهَا الضَّيْفَ وَتَصِلُ فِيهَا الرَّحِمَ، وَتَطْلُعُ مِنْهَا الْحَقُوقَ مَطَالِعَهَا، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ، فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَشْكُو إِلَيْكَ

بصرہ میں اپنے ایک صحابی علاء ابن زیاد حارثی کے ہاں عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اس کے گھر کی وسعت کو دیکھ کر فرمایا۔ تم دنیا میں اس گھر کی وسعت کو کیا کرو گے؟ درآئیکالہ آخرت میں تم گھر کی وسعت کے زیادہ محتاج ہو (کہ جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے) ہاں! اگر اس کے ساتھ تم آخرت میں بھی وسیع گھر چاہتے ہو تو اس میں مہمانوں کی مہمان نوازی، قریبیوں سے اچھا برتاؤ اور موقع و محل کے مطابق حقوق کی ادائیگی کرو اگر ایسا کیا تو اس کے ذریعے آخرت کی کامرانیوں کو پا لو گے۔ علاء ابن زیاد نے کہا کہ یا امیر المومنین مجھے اپنے بھائی عصم ابن زیاد کی آپ سے شکایت کرنا ہے۔ حضرت نے پوچھا کیوں اُس کیا ہوا؟ علاء نے کہا کہ اُس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے

بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے تو حضرت نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ! اے اپنی جان کے دشمن شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا؟ اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے اگر تم انہیں کھاؤ، بر تو گے تو اُسے ناگوار گزرے گا۔ تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے اس نے کہا کہ یا امیر المومنین آپ کا پہنوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا روکھا سوکھا ہوتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم پر حیف ہے میں تمہارے مانند نہیں ہوں، خدا نے آئمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادار لوگوں کی طرح پرکھیں تاکہ مفلوک الحال اپنے فخر کی وجہ سے بیچ و تاب نہ کھائے۔

اَحْيَىٰ عَاصِمَ بْنِ ذِيَادٍ، قَالَ وَمَالَهُ؟ قَالَ لَبَسَ الْعَبَاثَةَ وَتَحَلَّى عَنِ الدُّنْيَا۔ قَالَ عَلِيٌّ بِهِ۔ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: يَا عَدِيَّ نَفْسِهِ لَقَدْ اسْتَهَامَ بِكَ الْخَبِيثُ، أَمَارَ حِمْتِ أَهْلِكَ وَلَلَّذِكَ أَتَرَى اللَّهَ أَحَلَّ لَكَ الطَّيِّبَاتِ وَهُوَ يَكْرَهُ أَنْ تَأْخُذَهَا؟ أَنْتَ أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ۔ قَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَذَا أَنْتَ فِي خُشُونَةٍ مَلْبَسِكَ وَخُشُونَةٍ مَأْكَلِكَ۔ قَالَ: وَيَحْكُ إِنِّي لَسْتُ كَأَنْتَ، إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَى أَيْمَةِ الْعَدْلِ أَنْ يُقَدِّرُوا أَنْفُسَهُمْ بِضَعْفَةِ النَّاسِ كَيْلًا يَتَّبِعُ بِالْفَقِيرِ فَقْرَهُ۔

تشریح:

۱۔ رہبانیت و ترک علان کو زمانہ قدیم سے طہارت نفس و درنگی اعمال کا ذریعہ سمجھ جاتا رہا ہے چنانچہ جو لوگ زہد و استغراق میں زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ شہروں اور بستیوں سے نکل کھڑے ہوتے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں سکونت اختیار کر کے بخیال خود اللہ سے لو لگائے پڑے رہتے۔ اگر کسی راہ گیر یا آس پاس کی بستی والے نے کچھ کھانے کو دے دیا تو کھالیا ورنہ جنگلی درختوں کے پھلوں اور چشموں کے پانی پر قناعت کر لیتے اور اس طرح زندگی کے لمحات گزار دیتے۔ اس طریقہ عبادت کی ابتداء یوں ہوئی کہ کچھ لوگ حکمرانوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور ان کی گرفت سے بچنے کے لئے سنان جنگل یا کسی پہاڑ کی کھوٹ میں جا چھپے اور وہاں اللہ کی عبادت و پرستش میں منہمک ہو گئے بعد میں اس قہری زہد و انزوانے اختیار کی صورت حاصل کر لی اور لوگ باختیار خود کھوٹوں اور غاروں میں گوشہ نشین ہونے لگے اور یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ جو روحانی ترقی کا خواہش مند ہوتا وہ تمام دنیوی بندھنوں کو توڑ کر کسی گوشے میں مختف ہو جاتا، چنانچہ صدیوں تک اس پر عمل درآمد ہوتا رہا اور اب تک اس طریقہ عبادت کو آثار بدھ متوں اور عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں لیکن اسلام کا اعتدال پسندانہ مزاج اس خائفانہ زندگی سے سازگار نہیں ہے وہ روحانی ترقی کے لئے دنیا کی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھالینے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ اُس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ مسلمان گھر بار چھوڑ کر اور اپنا جس سے علیحدہ ہو کر کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے اور صرف رسی عبادت میں لگا رہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف چند مخصوص اعمال تک محدود نہیں ہے بلکہ جائز ذریعہ معاش سے روزی کی تلاش اور باہمی سلوک و ہمدردی اور تعاون و سازگاری کو بھی عبادت کا ایک اہم جز قرار دیتا ہے۔ اگر

ہے اور صفہ مسجد نبوی کے قریب ایک چبوتر تھا جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی ہوئی تھی جس میں رہنے والے اصحاب صفہ کہلاتے تھے اور غربت و بیچارگی کی وجہ سے وہیں پڑے رہتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قبیلہ کے جد اعلیٰ کا نام صوف تھا اور یہ قبیلہ خانہ کعبہ اور حجاج کی خدمت کے فرائض سرانجام دیتا تھا اور اسی قبیلہ کی نسبت سے یہ لوگ صوفی کہے جاتے ہیں۔

یہ گروہ متعدد فرقوں میں بٹا ہوا ہے۔ لیکن بنیادی فرقے صرف سات ہیں۔

(۱) وحدتہ

یہ فرقہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے۔ چنانچہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا ہے یہاں تک کہ ہر نجس و ناپاک چیز کو بھی یہ اسی منزل الوہیت پر ٹھہراتے ہیں اور اللہ کو دریا سے اور مخلوقات کو اُس میں اٹھنے والی لہروں سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ دریا کی لہریں دریا کے علاوہ کوئی جدا گانہ وجود نہیں رکھتیں، بلکہ اُن کا وجود بیحد دریا کا وجود ہے جو کبھی ابھرتی ہیں اور کبھی دریا کے اندر سمٹ جاتی ہیں۔ لہذا کسی چیز کو اس کی ہستی سے الگ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(۲) اتحادیہ

اس فرقہ کا خیال ہے کہ وہ اللہ ہے، اور اللہ اُس سے متحد ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کو آگ سے اور اپنے کو اس لوہے سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جو آگ میں پڑا رہنے کی وجہ سے اُس کی صورت و خاصیت پیدا کر چکا ہے۔

(۳) حلولیہ

اُس کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم عارفوں اور کاملوں کے اندر حلول کر جاتا ہے اور ان کا جسم اس کی فرو گاہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بظاہر بشر اور باطن خدا ہوتے ہیں۔

(۴) واصلیہ

یہ فرقہ اپنے کو واصل باللہ سمجھتا ہے، اور اس کا نظریہ یہ ہے کہ احکام شرع، تکمیل نفس و تہذیب اخلاق کا ذریعہ ہیں اور جب نفس حق سے متصل ہو جاتا ہے تو پھر اُسے تکمیل و تہذیب کی احتیاج نہیں رہتی۔ لہذا واصلین کے لئے عبادات و اعمال بیکار ہو جاتے ہیں کیونکہ اذاصلت الحقیقۃ بطلت الشریعہ (جب حقیقت حاصل ہو جاتی ہے تو شریعت بیکار ہو جاتی ہے لہذا وہ جو چاہیں کریں ان پر حرف گیری نہیں کی جاسکتی۔

(۵) زراقیہ

یہ فرقہ نقد و سرور کی دھنوں اور حال و قال کی سرمستیوں کو سرمایہ عبادت سمجھتا ہے اور روشنی و درویشی و یوزہ گری سے دنیا کماتا ہے اور اپنے پیشواؤں کی من گڑھت کراٹیں سنا کر عوام کو موعوب کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

(۶) عشاقیہ

اس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ الجازۃ قسطۃ الحقیقۃ عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لہذا عشق الہی کہ منزل تک پہنچنے کے لئے

انسان دنیوی حقوق و فرائض کو نظر انداز کر دے کہ نہ اہل و عیال کی ذمہ داریوں کو محسوس کرے، نہ کسب معاش کے لئے سعی و کوشش کو برسر کار رکھے اور دوسروں پر سہارا کر کے ہر وقت مراقبہ میں پڑا رہے تو وہ مقصد حیات کو پورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی کو تباہ کر رہا ہے، اگر اللہ کو یہی چیز مطلوب ہوتی تو پھر دنیا کو بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جبکہ پہلے ہی سے ایک ایسی مخلوق موجود تھی جو ہمہ وقت اُس کی عبادت و پرستش میں مشغول رہتی تھی۔ انسان کو قدرت نے اس دورا ہے پر کھڑا کیا ہے کہ جس میں حد وسط ہی ہدایت کا مرکز ہے کہ اگر ذرا اس نقطہ اعتدال سے ادھر ادھر ہوا تو اُس کے لئے گمراہی ہی گمراہی ہے اور وہ حد وسط یہ ہے کہ انسان نہ دنیا کی طرف اتنا جھکے کہ آخرت کو نظر انداز کر کے صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جائے اور نہ دنیا سے اتنا کنارہ کش ہو جائے کہ کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہ رکھے اور ہر چیز سے دستبردار ہو کر کسی گوشہ میں معترف ہو جائے۔ جب اللہ نے انسان کو دنیا میں پیدا کیا تو اُسے اس دنیا میں رہتے ہوئے دستور حیات پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور جہ اعتدال میں رہتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہئے۔ ایسا نہیں کہ اللہ کی حلال ہوئی چیزوں کو کھانا برتنا خدا پرستی کے خلاف ہو، بلکہ قدرت نے ان نعمتوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ جو خا صان خدا تھے وہ دنیا میں مل جل کر رہتے سہتے اور دنیا داروں کی طرح کھاتے پیتے تھے۔ انہیں ویرانوں اور پہاڑوں کی غاروں کو اپنا مسکن بنانے اور دنیا والوں سے منہ موڑ کر کسی دور دراز جگہ پر منزل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ دنیا کے جھیلوں میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھتے تھے اور زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کے باوجود موت کو نہ بھولتے تھے۔ رہبانیت کی زندگی عموماً ایسے مفسد کا باعث ہوتی ہے کہ جو دنیا کی ساتھ عقی کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور انسان صحیح معنے میں خسر الدنیا والا خرقۃ کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جب فطری خواہشات کو حلال و مشروع طریقے سے پورا نہیں کیا جاتا تو انسان کا ذہن خیالات فاسد کا مرکز بن جاتا ہے اور اطمینان و یکسوئی سے عبادت کو سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور کبھی ہونا سے نفس اس طرح اس پر غلبہ پالیتی ہے کہ وہ تمام اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے ایسے گڑھے میں جا پڑتا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی لئے شریعت نے متاہل کی عبادت کو غیر متاہل کی عبادت پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ وہ عبادات و اعمال میں ذہنی سکون و یکسوئی بہم پہنچا سکتا ہے۔

وہ افراد جو جامعہ تصوف پہن کر زہد و بے تعلقی دنیا اور روحانی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے وہ اسلام کی عملی راہ سے الگ اور اس کی حکیمانہ تعلیم سے نا آشنا ہیں اور صرف شیطان کے بہکانے سے خود ساختہ سہاروں پر بھروسہ کر کے ضلالت کے راستے پر گامزن ہیں۔ چنانچہ ان کی گمراہی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کو اس سطح پر سمجھتے لگتے ہیں کہ گویا اُن کی آواز خدا کی آواز اور اُن کا عمل خدا کا عمل ہے اور کبھی شرعی حدود و قیود سے اپنے کو آزاد سمجھتے ہوئے ہر امر قبیح کو اپنے لئے جائز قرار دے لیتے ہیں۔ اس الحاد و بے دینی کو تصوف کے نام سے پیش کیا جاتا ہے اور اس کے غیر شرعی اصولوں کو طریقت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ مسلک اختیار کرنے والے صوفی کہے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ابو ہاشم کوئی و شامی نے یہ لقب اختیار کیا کہ جو اموی السب اور جبری العقیدہ تھا۔ اسے اس لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے زہد و تقویٰ کی نمائش کے لئے صوف کا لباس پہن رکھا تھا۔ بعد میں اس لقب نے عمومیت حاصل کر لی اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف توجیہات گڑھ لی گئیں۔ چنانچہ ایک توجیہ یہ ہے کہ صوف کے تین حرف ہیں ص، و، ف، صاد سے مراد صبر، صدق اور صفا ہے اور واؤ سے مراد ود، ودد اور وفا ہے اور فا سے مراد فرد، فقر اور فنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صفہ سے موخوذ

ضروری ہے کہ کسی مہوش سے عشق کیا جائے لیکن جس عشق کو یہ عشق الہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ صرف اختلالِ دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے عاشق قلب و روح کی پوری توجہ کے ساتھ ایک فرد کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس تک رسائی ہی اس کی منزل آخر ہوتی ہے۔ یہ عشق فسق و فجور کی راہ پر تو لگا سکتا ہے مگر عشق حقیقی کی منزل سے اُسے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔

عشق مجاز چوں بہ حقیقت نظر کنی دیواست و دیو رانہ بود پائے رہبری

(۷) تلقیہ

اس فریق کے نزدیک علومِ دینیہ کا پڑھنا اور کتبِ علمیہ کا مطالعہ کرنا قطعاً حرام ہے بلکہ جو مرتبہ علمی، ستر برس تک پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا وہ ایک ساعت میں مرشد کے تصرفِ روحانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

علمائے شیعہ کے نزدیک یہ تمام فریقے گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آئمہ اطہار کے بکثرت ارشادات موجود ہیں اور اس خطبہ میں بھی امیر المومنین نے عاصم ابن زیاد کے قطعِ علاق دینا کو شیطانی و سوسہ کا نتیجہ قرار دیا ہے اور اسے اس راہ پر چلنے سے شدت منہج کیا ہے۔

خطبہ ۲۰۸

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَقَدْ سَأَلَهُ سَائِلٌ عَنْ أَحَادِيثِ الْبَدْعِ وَعَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ مِنْ اخْتِلَافِ الْخَيْرِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ فِي أَيْدِي النَّاسِ حَقًّا وَبَاطِلًا، وَصِدْقًا وَكَذِبًا، وَنَاسِخًا وَمَنْسُوخًا، وَعَامًّا وَخَاصًّا، وَمُحْكَمًا وَمُتَشَابِهًا، وَحِفْظًا وَوَهْدًا. وَلَقَدْ كَذَبَ عَلِيٌّ عَهْدَهُ حَتَّى قَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَبِدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" وَإِنَّمَا أَتَاكَ بِالْحَدِيثِ أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ: رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلْإِيمَانِ، مُتَضَنِّعٌ بِالإِسْلَامِ لَا

ہے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول کرتے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کرتے۔ لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے۔ اُس نے آنحضرت کو دیکھا بھی ہے اور اُن سے حدیثیں بھی سنی ہیں اور آپ سے تحصیلِ علم بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ (بے سوچے سمجھے) اُس کی بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اور ان کے رنگِ ڈھنگ سے بھی تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ پھر وہ رسول کے بعد بھی باقی و برقرار رہے اور کذب و بہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے اُن کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا اور اُن کے ذریعے سے اچھی طرح دنیا کو حلق میں اتارا اور لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے ہی کہ وہ بادشاہوں اور دنیا (والوں) کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ مگر سوا اُن (محدودے چند افراد کے) کہ جنہیں اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

چار میں سے ایک تو یہ ہوا اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے (تھوڑا بہت) رسول اللہ سے سنا لیکن جوں کا توں اُسے یاد نہ رکھ سکا اور اس میں اُسے سہو ہو گیا۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا یہی کچھ اُس کے دسترس میں ہے اُسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اور اسی پر خود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اُس کی یادداشت میں بھول چوک ہو گئی ہے تو وہ اُس کی بات کو نہ مانتے اور اگر خود بھی اسے اس لاعلم ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا۔ تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنا کہ آپ نے

يَتَأْتُمْ وَلَا يَتَخَرَّجُ، يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُتَعَبِدًا، فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ أَنَّهُ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ وَلَمْ يُصَدِّقُوا قَوْلَهُ. وَلَكِنَّهُمْ قَالُوا صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَأَا وَسَمِعَ مِنْهُ وَلَقِفَ عَنْهُ فَيَأْخُذُونَ بِقَوْلِهِ، وَقَدْ أَخْبَرَكَ اللَّهُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ بِمَا أَخْبَرَكَ، وَوَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهِ لَكَ، ثُمَّ يَقُولُوا بَعْدَهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ السَّلَامُ فَتَقَرَّبُوا إِلَى آئِنَةِ الضَّلَالَةِ وَالْدُّعَاةِ إِلَى النَّارِ بِالزُّورِ الْبُهْتَانِ، فَوَلَّوْهُمْ الْأَعْمَالَ وَجَعَلُوهُمْ حُكَّامًا عَلَى رِقَابِ النَّاسِ، وَآكَلُوا بِهِمُ الدُّنْيَا. وَإِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوكِ وَالْدُّنْيَا إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللَّهُ فَهُوَ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ. وَرَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ عَلَى وَجْهِهِ فَوَهِمَ فِيهِ وَلَمْ يَتَعَبَّدْ كَذِبًا فَهُوَ فِي يَدَيْهِ وَيَرْوِيهِ وَيَعْمَلُ بِهِ وَيَقُولُ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ وَهُمْ فِيهِ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ، وَلَوْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ كَذَلِكَ لَرَفَضَهُ. وَرَجُلٌ ثَالِثٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا يَأْمُرُ بِهِ ثُمَّ نَهَى عَنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، أَوْ سَمِعَهُ يَنْهَى

عَنْ شَيْءٍ ثُمَّ أَمَرَهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَحَفِظَ الْمُنْسُوخَ وَلَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ فَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضَهُ وَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ إِذْ سَمِعُوهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضُوهُ۔

وَأَخْرَجَ رَابِعٌ لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللَّهِ وَلَا عَلَى رَسُولِهِ، مَبْغُضٌ لِلْكَذِبِ خَوْفًا مِنَ اللَّهِ وَتَعْظِيمًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَهَمْ بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلَى وَجْهِهِ فَجَاءَ بِهِ عَلَى مَا سَمِعَهُ لَمْ يَزِدْ فِيهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ، فَحَفِظَ، فَحَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهِ، وَحَفِظَ الْمُنْسُوخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ وَعَرَفَ الْخَاصَّ وَالْعَامَّ فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعَهُ وَعَرَفَ الْمُتَشَابِهَ وَمُحْكَمَهُ۔ وَقَدْ كَانَ يَخُونُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْكَلَامَ لَحْ وَجْهَانِ فَكَلَامٌ خَاصٌّ وَكَلَامٌ عَامٌّ، فَيَسْبَعُهُ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ بِهِ وَلَا مَا عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَيَحِيلُهُ السَّامِعُ وَيُوجِّهُهُ عَلَى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ وَمَا قُصِدَ بِهِ وَمَا خَرَجَ مِنْ أَجْلِهِ۔ وَلَيْسَ كُلُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يَسْأَلُهُ، وَيَسْتَفْهِمُهُ حَتَّى أَنْ كَانُوا

ایک چیز کے بجالانے کا حکم دیا ہے پھر پیغمبر نے تو اس سے روک دیا لیکن یہ اسے معلوم نہ ہو سکا یا یوں کہ اُس نے پیغمبر کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سنا پھر آپ نے اس کی اجازت دے دی لیکن اس کے علم میں یہ چیز نہ آ سکی اس نے (قول) منسوخ کو یاد رکھا اور (حدیث) ناسخ کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اگر اُسے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ منسوخ ہے تو وہ اُسے چھوڑ دیتا اور مسلمانوں کو بھی اگر اس کے منسوخ ہو جانے کی خبر ہوتی تو وہ بھی اسے نظر انداز کر دیتے۔

اور چوتھا شخص وہ ہے جو اللہ اور اُس کے رسول پر جھوٹ نہیں باندھتا۔ وہ خوف خدا اور عظمت رسول کے پیش نظر کذب سے نفرت کرتا ہے۔ اس کی یادداشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی بلکہ جس طرح سنا اسی طرح اُسے یاد رکھا اور اسی طرح اُسے بیان کیا۔ نہ اُس میں کچھ بڑھایا نہ اس میں سے کچھ گھٹایا۔ حدیث ناسخ کو یاد رکھا، تو اس پر عمل بھی کیا، حدیث منسوخ کو بھی اپنی نظر میں رکھا اور اس سے اجتناب برتا، وہ اس حدیث کو بھی جانتا تھا جس کا دائرہ محدود، اور اُسے بھی ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث کو اس کے محل و مقام پر رکھتا ہے اور یوں ہی واضح اور مبہم حدیثوں کو پہچانتا ہے۔

کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام دو رخ لئے ہوتا تھا کچھ کلام وہ جو کسی وقت یا افراد سے مخصوص ہوتا تھا اور کچھ وہ جو تمام اوقات اور تمام افراد کو شامل ہوتا تھا اور ایسے افراد بھی سن لیا کرتے تھے کہ جو سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ اللہ نے اس سے کیا مراد لیا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے مقصد کیا ہے۔ تو یہ سننے والے اسے سن تو لیتے تھے، اور کچھ اس کا مفہوم بھی قرار دے لیتے تھے مگر اس کے حقیقی معنی اور مقصد اور وجہ سے ناواقف ہوتے تھے اور نہ اصحاب پیغمبر میں سب ایسے

لِيَحْبُونَ أَنْ يَجِيءَ الْأَعْرَابِيُّ وَالطَّارِئُ يَسْمَعُوا۔ وَكَانَ لَا يُمَرَّبِي مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ إِلَّا سَأَلْتُ عَنْهُ وَحَفِظْتُهُ۔ فَهَذِهِ وَجُوهٌ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ وَعَلَيْهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ۔

تھے کہ جنہیں آپ سے سوال کرنے کی ہمت ہو، بلکہ وہ تو یہ چاہا کرتے تھے کہ کوئی صحرائی بدو یا پردیسی آجائے اور وہ کچھ پوچھتے تو یہ بھی سن لیں مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی۔ مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اُسے یاد رکھتا تھا۔ یہ ہیں لوگوں کے احادیث و روایات میں اختلاف کے وجوہ و اسباب۔

۱۔ یہ سلیم ابن قیس ہلائی تھے جو امیر المومنین علیہ السلام کے رواۃ حدیث میں سے ہیں۔

۲۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں رواۃ حدیث کو چار قسموں میں منحصر کیا ہے۔

پہلی قسم یہ ہے کہ راوی خود سے کسی روایت کو وضع کر کے پیغمبر کی طرف منسوب کر دے۔ چنانچہ ایسی روایتیں گڑھ کر آپ کے سر منڈھ دی جاتی تھیں اور یونہی یہ سلسلہ جاری رہا اور نئی روایتیں معرض وجود میں آتی رہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت پر نہیں بلکہ سخن پروری و مناظرانہ ضرورت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ علم الہدی سید مرتضیٰ کو علمائے اہل سنت سے مناظرہ کا اتفاق ہوا تو سید مرتضیٰ نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ اکابر اصحاب کے فضائل میں جو روایتیں نقل کی جاتی ہیں وہ خود ساختہ اور جعلی ہیں اس پر ان علماء نے کہا یہ نامکن ہے کہ کوئی رسول اللہ پر افتراء باندھنے کی جرأت کرے اور اپنی طرف سے کوئی روایت گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دے۔ سید مرتضیٰ نے فرمایا کہ پیغمبر کی حدیث ہے کہ

سَتَكُفِّرُ عَلَى الْكَذِبَةِ بَعْدَ مَوْتِي فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا أَفْلَيْتَبَوُّهُ مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ

تو اگر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہو تو تسلیم کرو کہ پیغمبر پر جھوٹ باندھا گیا اور اگر غلط سمجھتے ہو تو اس کا غلط ہونا خود ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔ بہر صورت یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا اور دین میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے گڑھت روایتیں بناتے تھے اور جس طرح پیغمبر کے زمانہ میں مسلمانوں سے گھلے ملے رہتے تھے اسی طرح ان کے بعد بھی ان میں گھلے ملے رہے اور جس طرح اس وقت فساد و فحشاء میں لگے رہتے تھے اسی طرح ان کے بعد بھی اسلام کے تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے نقوش کو سبک کرنے کی فکر سے غافل نہ تھے بلکہ پیغمبر کے زمانہ میں توڑے سہے رہتے تھے کہ کہیں پیغمبر انہیں بے نقاب کر کے رسوا نہ کر دیں مگر آنحضرت کے بعد ان کی منافقانہ ہر گرمیاں بڑھ گئیں اور بے جھجک اپنے ذاتی مفاد و اغراض کے لئے پیغمبر پر افتراء باندھ دیتے تھے اور سننے والے انہیں صحابی رسول سمجھ کر اعتبار و اعتماد کر لیتے تھے کہ بس جو کہہ دیا ہے وہ صحیح ہے اور جو فرما دیا ہے وہ درست ہے اور بعد میں بھی الصحابہ کلہم عدول (صحابہ سب کے سب عادل ہیں) کے عقیدہ نے زبانوں پر پیرہہ بٹھا دیا کہ جس کی وجہ سے

نقد و نظر اور جرح و تعدیل سے انہیں بلند و بالا سمجھ لیا گیا اور پھر ان کے کارہائے نمایاں نے انہیں بارگاہ حکومت میں بھی مقرب بنا رکھا تھا جس کی وجہ سے ان کے خلاف زبان کھولنے کے لئے جرأت و ہمت کی ضرورت تھی، چنانچہ امیر المومنین کا یہ قول شاہد ہے۔

فتقر بوا الى ائمة الضلالة والدعاة
الى النار بالزور والبهتان فولوهم
الاعمال وجعلوهم حكما على
رقاب الناس۔

مناقضین کا مقصد اسلام کی تخریب کے ساتھ دنیا کو حاصل کرنا بھی تھا اور وہ انہیں مدعی اسلام بنے رہنے کی وجہ سے پوری فراوانی سے حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کی نقاب اُتار کر اپنے اصلی خط و خال میں سامنے آنا نہیں چاہتے تھے اور اسلام ہی کے پردے میں اپنے شیطانی اطوار کو جاری رکھتے تھے اور اس کی بنیادی تخریب کے لئے روایات وضع کر کے انتشار و افتراق پھیلانے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔

لما ترکوا ترکوا و حیث سکت عنہم
سکتوا عن الاسلام و اہلہ الافی
دسیسة خفیة يعملونہا نحو الکذب
الذی اشار الیہ امیر المومنین علیہ
السلام فانہ خالط الحدیث کذب کثیر
صدر عن قوم غیر صاحبی العقیدۃ
قصدوا بہ الا ضلال و تخبیت القلوب
والعقائد و قصد بہ بعضهم التنویہ بذاکر
قوم کان لہم فی التنویہ بذاکرہم غرض
دنوی۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۳)

اس دور کے گزرنے کے بعد جب معاویہ دین کی راہنمائی اور ملک کی قیادت کا ذمہ دار بن کر تخت فرمانروائی پر متمکن ہوا تو اُس نے جعلی روایتیں گڑھنے کا باقاعدہ ایک محکمہ کھول دیا اور اپنے کارندوں کو اس پر مامور کیا کہ وہ اہل بیت اطہار کی تنقیص اور عثمان اور بنی امیہ کے فضائل میں حدیثیں گڑھ کر نشر کریں اور اس کے لئے انعامات اور جاگیریں مقرر کریں جن کے نتیجے میں کثیر التعداد کو دو ساختہ فضائل کی روایتیں کتب احادیث میں پھیل گئیں۔ چنانچہ ابوالحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں تحریر کیا

ہے اور ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اسے درج کیا ہے۔

و کتب الیہم ان نظرو امن قبلکم من
شیعة عثمان و مجیہ و اہل و لایتہ
والدین یروون فضالہ و مناقبہ فادنو
امجالسہم و قربوہم و اکرموہم
واکتبو الی بکل ما یروی کل رجل منہم
واسمہ و اسم ابیہ و عشرتہ ففعلوا ذلک
حتی اکثر وانی فضائل عثمان و مناقبہ
لما کان یبعثہ الیہم معاویۃ من الصلوات
والکساء و الحباء القطائع۔

معاویہ نے اپنے عثمانی حکومت کو تحریر کیا جو تمہارے یہاں عثمان کے طرفدار ہو، یا اور دوستدار ہوں ان پر نظر تو جرح رکھو اور ان لوگوں کو جو اُن کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں انہیں اپنا دربار نشین اور مقرب قرار دو اور ان کا احترام کرو۔ اور ان میں سے جو شخص جو روایت کرے وہ مجھے لکھو اور اُس کے اور اُس کے باپ اور اس کے قوم، قبیلے کے نام سے مجھے آگاہ کرو۔ چنانچہ اُن لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ عثمان کے مناقب و فضائل کے انبار لگا دیئے کیونکہ امیر معاویہ ایسے لوگوں کو جائزے خلتیں عطیے اور جاگیریں دیتا تھا۔

جب حضرت عثمان کے فضائل میں خود ساختہ روایتیں چار داگ عالم میں پھیل گئیں تو اس خیال سے کہ پہلے خلفاء کا پلہ سبک نہ رہ جائے اُس نے اپنے اعمال کو تحریر کیا۔

فاذ اجاء کم کتابی ہذا فادعوا الناس الی
الروایۃ فی فضائل الصحابة والخلفاء
الاولین ولا تترکوا اخباریو ویہ احد من
المسلمین فی ابی تراب الا و اتونی
بمناقض لہ فی الصحابة مفتعلة فان ہذا
احب الی و اقر لعینی واد حص لحجة
ابی تراب و شیعة و اشد الیہم من مناقب
عثمان و فضله فقرئت کتبہ علی الناس
فرویت اخبار کثیرۃ فی مناقب الصحابة
مفتعلة لا حقیقة لہا۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۶)

جب تمہیں میرا یہ فرمان ملے تو لوگوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ صحابہ اور پہلے خلفاء کے فضائل میں بھی حدیثیں روایت کریں اور دیکھو مسلمانوں سے جو شخص بھی ابوتراب کے بارے میں کوئی حدیث بیان کرے تو اسے توڑنے کے لئے صحابہ کے لئے بھی ویسی ہی حدیثیں گڑھ کر بیان کر۔ کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند اور میرے لئے خشکی چشم کا باعث ہے اور یہ چیز ابوتراب اور اس کے شیعوں کی حجت کو کمزور کرنے والی اور عثمان کے فضائل و مناقب سے بھی زیادہ گراں گزرنے والی ہے۔ چنانچہ اس کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے جس کے نتیجے میں صحابہ کے فضائل میں ایسی روایتیں گڑھنا شروع ہو گئیں کہ جن کی کوئی اصل و حقیقت نہ ہوتی تھی۔

اس سلسلہ میں اب عرفہ معروف بہ نطفیہ نے کہ جو اکابر علماء و محدثین میں سے تھے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید

نے اسے اپنی شرح میں درج کیا ہے کہ۔

ان اکثر الاحادیث الموضوعة فی فضائل
الصحابة افتعلت فی ایام بنی امیہ تقربا
الیهم بما یظنون انهم یرغمون به انوف
بنی ہاشم۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۶)

وضوح روایات کی عادت تو پڑ ہی چکی تھی اب دنیا پرستوں نے سلاطین و امراء کا تقرب حاصل کرنے اور مال دنیا سیٹھ کے لئے اُسے ایک ذریعہ بنالیا۔ جیسا کہ غیاث ابن ابراہیم نے نہدی ابن منصور کو خوش کرنے اور اس سے تقرب حاصل کرنے کے لئے کبوتروں کی پرواز میں ایک روایت گڑھ کر سنائی اور ابوسعید مدائنی وغیرہ نے اسے ذریعہ معاش بنالیا، اور حدیث ہے کہ کرامیہ اور بعض متصوف نے مصیبت سے روکنے اور اطاعت کی طرف راغب کرنے کے لئے وضع حدیث کے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا۔ چنانچہ ترغیب وترہیب کے سلسلہ میں بے کھٹکے روایتیں وضع کی جاتی تھیں اور اسے شریعت و دیانت کے خلاف نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ عموماً یہ کام وہی انجام دیتے تھے کہ جو بظاہر زہد و تقویٰ اور صلاح و رشد سے آراستہ ہوتے تھے اور جن کی راتیں مصلوں پر اور دن جھوٹی روایتوں سے دفتر سیاہ کرنے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ ان جعلی روایتوں کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے دو ہزار چھ سو اٹھ حدیثیں منتخب کیں۔ مسلم نے آٹھ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار حدیثیں قابل انتخاب سمجھیں۔ ابوداؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انتخاب کیں۔ احمد ابن حنبل نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں میں سے تیس ہزار منتخب کیں۔ مگر جب اس انتخاب کو دیکھا جاتا ہے تو ایسی حدیثیں سامنے آتی ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی پیغمبر اکرم کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتیں، چنانچہ آج مسلمانوں میں ایک معتد بہ طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو کہ ان مسانید و صحاح پر نظر کرنے کے سرے سے حدیث کی حجت ہی سے انکار کر چکا ہے۔

دوسری قسم کے روایت وہ ہیں کہ جو موقع پر محل کو سمجھے بغیر جو الناسید ہا انہیں یاد رہ جاتا تھا وہ روایت کر دیتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری باب البکاء علی المیت میں ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو صہیب روتے ہوئے ان کے ہاں آئے تو حضرت عمر نے کہا کہ اب تکسی علی وقد قال رسول اللہ ان اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو، حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا المیت یعذب ببکاء اہلہ۔

جب حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ خدا عمر پر رحم کرے۔ رسول اللہ نے تو ایسا نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے مومن کی میت پر عذاب ہوتا ہے۔ البتہ یہ فرمایا تھا کہ کافر کی میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد ام المومنین نے فرمایا کہ قرآن میں تو یہ کہ لا تنود واذرة وذر آخری ایک کا بار دوسرا نہیں اٹھاتا تو یہاں رونے والوں کا بار میت کیسے اٹھائے گی۔ پھر حضرت عائشہ سے یہ حدیث درج کی ہے کہ اس سے پہلی حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے۔

عن عائشة زوج النبی قالت انما مر
رسول اللہ علی یهودیہ یبکی علیہا
اہلہا فقال انہم لیبکون وانہا لتعذب فی
قبر ہا۔

تیسری قسم کے روایت وہ ہیں کہ جنہوں نے پیغمبر سے حدیث منسوب کو سنا مگر اس کی ناخ حدیث کے سننے کا ان کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ اُسے بیان کرتے یا اس پر عمل کرتے۔ حدیث ناخ کی مثال پیغمبر کا یہ ارشاد ہے کہ جس میں حدیث منسوخ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ نصیبکم ان زیارة القبر الا فرودھا (میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم زیارت کر سکتے ہو) اس میں زیارت قبور کی نبی کو اذن زیارت قبور سے منسوخ کر دیا ہے تو جن لوگوں نے صرف حدیث منسوخ کو محض رکھا تھا وہ اسی پر عمل پیرا ہے۔

چوتھی قسم کی روایت وہ ہیں کہ جو عدالت سے آراستہ فہم و ذکا کے مالک و حدیث کے مورد محل سے آگاہ ناخ و منسوخ خاص و عام، متقید و مطلق سے واقف کذب و افتراء سے کنارہ کش ہوتے تھے ان کے حافظہ میں محفوظ رہتا تھا اور اسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچا دیتے تھے، انہی کی بیان کردہ احادیث اسلام کا سرمایہ غل و غش سے پاک اور قابل اعتماد عمل ہیں۔ خصوصاً وہ سرمایہ احادیث جو امیر المومنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و برید اور تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔ کاش کہ دنیا علم کے ان سرچشموں سے پیغمبر کے فیوض حاصل کرتی۔ مگر تاریخ کا یہ افسوس ناک باب ہے کہ خوارج و معاندین آل محمد سے تو حدیث لی جاتی ہے اور جہاں سلسلہ روایت میں اہل بیت کی کسی فرد کا نام آ جاتا ہے تو قلم رک جاتا ہے۔ چہرے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور تیور بدل جاتے ہیں۔

خطبہ ۲۰۹

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَكَانَ مِنْ اقْتِدَارِ جَبَرُوتِهِ وَبَدِيعِ
لَطَائِفِ صَنَعَةِ أَنْ جَعَلَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ
الزَّاجِرِ الْمُتَرَاكِمِ الْمُتَقَاصِفِ بَيْتًا
جَامِدًا۔ ثُمَّ فَطَرَ مِنْهُ أَطْبَاقًا فَفَتَّقَهَا سَبْعَ
سَمَوَاتٍ بَعْدَ اِرْتِقَاقِهَا فَاسْتَمْسَكَتْ
بِأَمْرِهَا، وَقَامَتْ عَلَى حَدِّهَا۔ وَأَدْرَسِي
أَرْضًا يَحْمِلُهَا إِلَّا خَضِرُ

اللہ سبحانہ کے زور فرما روائی اور عجیب و غریب صنعت کی لطیف
نقش آرائی ایک یہ ہے کہ اُس نے ایک انتہا دریا کے پانی سے
جس کی سطحیں تہ بہ تہ اور موجیں تھپڑے مار رہی تھیں، ایک
خشک و بے حرکت زمین کو پیدا کیا پھر یہ کہ اُس نے پانی (کے
بخار) کی تہوں پر تھیں چڑھا دیں جو آپس میں ملی ہوئی تھیں اور
انہیں الگ الگ کر کے سات آسمان بنائے جو اس کے حکم سے
تھمے ہوئے اور اپنے مرکز پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور زمین کو اس
طرح قائم کیا کہ اسے ایک نیلگوں گہرا اور (فرمان الہی کے

الشَّعْنَجَرُ وَالْقَمَقَامُ السَّخَرُ، قَدْ ذَلَّ
لَا مَرَّةً، وَأَذَعْنَ لِهَيْبَتِهِ، وَوَقَفَ الْجَارِي مِنْهُ
لِحَشِيَّتِهِ۔ وَجَبَلَ جَلَامِيدَهَا وَنَشُوْرَ
مُتَوْنِهَا وَأَطْوَادَهَا فَارَّسَاهَا فِي مَرَاسِيهَا۔
وَالزَّمَهَا قَرَارَ تَهَا فَضَّتْ رُودُسَهَا فِي الْهَوَاءِ
وَرَسَتْ أَصُولُهَا فِي الْمَاءِ۔ فَانْهَدَ جَبَالُهَا
عَنْ سُهُولِهَا، وَأَسَاحَ قَوَاعِدُهَا فِي مُتَوْنٍ
أَقْطَارِهَا وَمَوَاضِعِ انْصَابِهَا۔ فَاشْهَقَ
قِلَالُهَا، وَأَطَالَ انْشَازُهَا۔ وَجَعَلَهَا لِلْأَرْضِ
عِمَادًا، وَأَرَزَهَا فِيهَا أَوْتَادًا فَسَكَنْتْ عَلَى
حَرَكَتِهَا مِنْ أَنْ تَسِيدَ بِأَهْلِهَا أَوْ تَسِيخَ
بَحْمِلُهَا أَوْ تَزُولَ عَنْ مَوَاضِعِهَا۔ فَسُبْحَانَ
مَنْ أَمْسَكَهَا بَعْدَ مَوَاجِحَانِ مِيَاهِهَا،
وَأَجْمَدَهَا بَعْدَ رُطُوبَةِ أَكْنَافِهَا فَجَعَلَهَا
لِيَخْلُقَ مِنْهَا، وَبَسَطَهَا لَهُمْ فِرَاشًا فَوْقَ
بَحْرِ لُجِّيٍّ رَاكِبًا لَا يَجْرِي وَقَائِمًا لَا
يَسْرِي۔ تُكَرِّرُهُ الرِّيَّاحُ الْعَوَاصِفُ۔
وَتَمُخْضُهُ الْغَمَامُ الدَّوَارِفُ (إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَخْشَى)۔

خطبہ ۲۱۰

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
اللَّهُمَّ أَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِكَ سَمِعَ مَقَالَتَنَا
الْعَادِلَةَ غَيْرَ الْجَائِرَةِ، وَالْمُصْلِحَةَ غَيْرَ
الْمُفْسِدَةِ فِي الدِّينِ وَالْدُّنْيَا قَابِي بَعْدَ

سَمِعَهُ لَهَا إِلَّا النُّكُوصَ عَنْ نُصْرَتِكَ،
وَالْإِبْطَاءَ عَنْ اعْرَازِ دِينِكَ، فَإِنَّا
نَسْتَشْهَدُكَ عَلَيْهِ بِكَبِيرِ الشَّاهِدِينَ۔
شَهَادَةً وَنَسْتَشْهَدُ عَلَيْهِ جَمِيعَ مَنْ
أَسْكَنْتَهُ أَرْضَكَ وَسُؤْلَكَ ثُمَّ أَنْتَ بَعْدَهُ
الْمُغْنَى عَنْ نُصْرِهِ وَالْأَحْدَلُ بِدُنْبِهِ۔

خطبہ ۲۱۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ عَنْ شِبْهِ الْمَخْلُوقِينَ
الْغَالِبِ لِمَقَالِ الْوَاصِفِينَ۔ الظَّاهِرِ
بِعَجَائِبِ تَذْيِيرِهِ لِلنَّاطِرِينَ الْبَاطِنِ
بِجَلَالِ عِزَّتِهِ عَنْ فِكْرِ الْمُتَوَهِّمِينَ۔
الْعَالِمِ بِلَا اِكْتِسَابٍ وَلَا اِزْدِيَارٍ وَلَا عِلْمِ
مُسْتَفَادٍ، الْمُقْدِرِ لِجَمِيعِ الْأُمُورِ بِلَا
رُوءِيَّةٍ وَلَا ضَمِيرٍ۔ الَّذِي لَا تَغْشَاهُ الظُّلُمُ
وَلَا يَسْتَضِيءُ بِالْأَنْوَارِ، وَلَا يَرْهَقُهُ لَيْلٌ
وَلَا يَجْرِي عَلَيْهِ نَهَارٌ۔ لَيْسَ اِدْرَاكُهُ
بِالْبَصَارِ وَلَا عِلْمُهُ بِالْأَخْبَارِ۔

وَمِنْهَا فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ) أَرْسَلَهُ بِالضَّيَاءِ وَقَدَّمَهُ فِي
الْأَصْطِفَاءِ فَرَّقَ بِهِ الْبَفَاتِقَ، وَسَاوَرَهُ
الْمُغَالِبَ۔ وَذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوبَةَ، وَسَهَّلَ بِهِ
الْحَزْنَ وَنَهَ حَتَّى سَرَّحَ الضَّلَالَ عَنْ يَوْمِي
وَشَيْئَالٍ۔

یہ ہیں کہ وہ تیری نصرت سے منہ موڑنے والا، اور تیرے دین کو
ترقی دینے سے کوتاہی کرنے والا ہے۔ اے گواہوں میں سب
سے بڑے گواہ! ہم تجھے اور اُن سب کو جنہیں تو نے آسمانوں
اور زمینوں میں بسایا ہے اُس شخص کے خلاف گواہ کرتے ہیں پھر
اس کے بعد تو ہی اس نصرت و امداد سے بے نیاز کر نیوالا اور
اسکے گناہ کا اس سے مواخذہ کر نیوالا ہے۔

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو مخلوقات کی مشابہت سے بلند تر،
توصیف کرنے والوں کے تعریفی کلمات سے بالاتر، اپنے عجیب
و غریب نظم و نسق کی بدولت دیکھنے والوں کے سامنے آشکارا اور
اپنے جلال عظمت کی وجہ سے وہم و گمان دوڑانے والوں کے
فکر و اہام سے پوشیدہ ہے وہ عالم ہے بغیر اس کے کہ کسی سے
کچھ دیکھے یا علم میں اضافہ اور کہیں سے استفادہ کرے اور بغیر
فکر و تامل کے ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے، نہ اُسے
تاریکیاں ڈھانپتی ہیں، نہ وہ روشنیوں سے کسب ضیا کرتا ہے نہ
رات اُسے گھیرتی ہے، نہ (دن کی) گردشوں کا اس پر گزر ہوتا
ہے اور اس کا جاننا بوجھنا آنکھوں کے ذریعہ سے نہیں اور نہ اس
کا علم دوسروں کے بتانے پر منحصر ہے۔

اسی خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ نے
انہیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے
آگے رکھا تو اُن کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں
کو دور کیا اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جمالیا۔ مشکوں کو سہل اور
دشوار یوں کو آسان بنایا۔ یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط و
تفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا۔

خطبہ ۲۱۲

وَأَشْهَدُ أَنَّهُ عَدَلٌ وَعَدْلٌ وَحَكَمٌ فَضْلٌ -
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
وَسَيِّدُ عِبَادِهِ كُلِّمَانَسَخَ اللَّهُ الْخَلْقَ
فِرْقَتَيْنِ جَعَلَهُ فِي خَيْرِهِمَا - لَمْ يَسْهَمْ
فِيهِ عَاهِرٌ وَلَا ضَرْبٌ فِيهِ فَاجِرٌ -

أَلَا وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ جَعَلَ لِلْخَيْرِ إِهْلًا وَ
لِلْخَيْرِ دَعَائِمَ وَلِلطَّاعَةِ عَصًا وَإِنَّ لَكُمْ
عِنْدَ كُلِّ طَاعَةٍ عَوْنًا مِنَ اللَّهِ يَقُولُ عَلَى
الْأَلْسِنَةِ وَيُبَيِّنُ الْآفِيئَةَ - فِيهِ كَفَاءٌ
لِمُكْتَفٍ وَشِفَاءٌ لِمُسْتَفٍ -

وَأَعْلَمُوا أَنَّ عِبَادَ اللَّهِ الْمُسْتَحْفَظِينَ
عَلَيْهِ يَصُونُونَ مَصُونَهُ، وَيَفْجَرُونَ
عُيُونَهُ - يَتَوَاصِلُونَ بِالْوَلَايَةِ -
وَيَتَلَقَّوْنَ بِالْحَبِيَّةِ - وَيَتَسَاقَوْنَ بِكَأْسِ
رَوِيَّةٍ - وَيَصْدُرُونَ بِرِيَّةٍ - لَا تَشُوْبُهُمُ
الرَّيِّيَّةُ، وَلَا تُسْرِغُ فِيهِمُ الْغِيْبَةُ عَلَى
ذَلِكَ عَقْدَ خَلْقِهِمْ وَأَخْلَاقِهِمْ - فَعَلَيْهِ
يَتَحَابُّونَ وَبِهِ يَتَوَاصِلُونَ - فَكَانُوا
كَتَفَاضِلِ الْبَدْرِ يَنْتَقِي، فَيُوْخَدُ مِنْهُ
وَيَلْقَى، قَدْ مَيَّزَهُ التَّخْلِيصُ، وَهَذَّبَهُ
التَّحْيِيصُ فَلْيَقْبَلْ أَمْرًا كَرَامَةً بِقَبُولِهَا -
وَلْيَحْذَرْ قَارِعَةً قَبْلَ حُلُولِهَا - وَلْيَنْظُرْ

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا عادل ہے کہ جس نے عدل ہی کی
راہ اختیار کی ہے اور ایسا حکم ہے جو (حق و باطل کو) الگ الگ
کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس
کے بندہ اور رسول اور بندوں کے سید و سردار ہیں - شروع سے
انسان نسل میں جہاں جہاں پر سے شاخیں الگ ہوئیں ہر منزل
میں وہ شاخ جس میں اللہ نے آپ کو قرار دیا تھا دوسری
شاخوں سے بہتر ہی تھی - آپ کے نسب میں کسی بدکار کا سا جھا
اور کسی فاسق کی شرکت نہیں -

دیکھو! اللہ نے بھلائی کے لئے اہل حق کے لئے ستون، اور
اطاعت کے لئے سامان حفاظت مہیا کیا ہے ہر اطاعت کے موقع
پر تمہارے لئے اللہ کی طرف سے نصرت و تائید و تگبیری کے لئے
موجود ہوتی ہے (جس کو) اس نے زبانوں سے ادا کیا ہے اور اس
سے دلوں کو ڈھارس دی ہے - اس میں بے نیازی چاہنے والے
کے لئے بے نیازی اور شفا چاہنے والے کے لئے شفا ہے -

تمہیں جاننا چاہئے کہ اللہ کے وہ بندے جو علم الہی کے مانند
ہیں وہ محفوظ چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے چشموں کو
(توکان علم و معارف کے لئے) بہاتے ہیں ایک دوسرے کی
(اعانت کے لئے) باہم ملتے ملائے ہیں اور خلوص و محبت سے
میل ملاقات کرتے ہیں اور (علم و حکمت کے) سیراب
کرنیوالوں ساغروں سے چھک کر سیراب ہوتے ہیں اور
سیراب ہو کر (سرچشمہ) علم سے پلٹتے ہیں - ان میں شک و
شبہ کا شائبہ نہیں ہوتا اور غیب کا گھر نہیں ہوتا - اللہ نے ان
کیا کیزہ اخلاق کو ان کی طینت و فطرت میں سمو دیا ہے - انہی
خوبیوں کی بناء پر وہ آپس میں محبت و انس رکھتے ہیں اور ایک
دوسرے سے ملتے ملائے ہیں - وہ لوگوں میں اس طرح نمایاں
ہیں جس طرح (نیچوں میں) صاف ستھرے بچہ (کے) اچھے دانوں
(کو) لے لیا جاتا ہے اور (بروں کو) پھینک دیا جاتا ہے - اس

أَمْرًا فِي قَصِيرِ أَيَّامِهِ، وَقَلِيلٍ مُّقَامِهِ
فِي مَنْزِلِهِ حَتَّى يَسْتَبْدِلَ بِهِ مَنْزِلًا -
فَلْيَصْنَعْ لِمُتَحَوِّلِهِ وَمَعَارِفِ مُنْتَقِلِهِ
فَطُوبَى لِمَنْ لَدَى قَلْبٍ سَلِيمٍ أَطَاعَ مَنْ
يَهْدِيهِ، وَتَجَنَّبَ مَنْ يُرْدِيهِ، وَأَصَابَ
سَبِيلَ السَّلَامَةِ بَبَصَرٍ مَنْ بَصُرَهُ
وَطَاعَةَ هَادٍ أَمْرًا - وَبَادَرَ الْهُدَى قَبْلَ
أَنْ تُغْلَقَ أَبْوَابُهُ وَتُقَطَعَ أَسْبَابُهُ
وَأَسْتَفْتَحَ التَّوْبَةَ وَأَمَاطَ الْحَوْبَةَ فَقَدْ
أَقِيمَ عَلَى الطَّرِيقِ وَهُدِيَ نَهْجَ
السَّبِيلِ -

صفائی و پاکیزگی نے انہیں چھانٹ اور پرکھنے سے نکھار دیا ہے -
انسان کو چاہئے کہ وہ اُن اوصاف کی پذیرائی سے اپنے لئے شرف
و عزت قبول کرے اور قیامت کے وار ہونے سے پہلے اُس سے
ہر اسلئے رہے اور اُسے چاہئے کہ وہ (زندگی کے) مختصر دنوں اور
اس گھر کے تھوڑے سے قیام میں کہ جو بس اتنا ہے اس کو آخرت
کے گھر سے بدل لے، آنکھیں کھولے اور غفلت میں نہ پڑے اور
اپنی جائے بازگشت اور منزل آخرت کے جانے پہچانے ہوئے
مرحلوں (قبر، برزخ، حشر کے لئے نیک اعمال کر لے - مبارک
ہو اُس پاک و پاکیزہ دل والے کو کہ جو ہدایت کرنے والے کی
پیروی اور تباہی میں ڈالنے والے سے کنارہ کرتا ہے اور دیدہ
بصیرت میں جلا بخشنے والے کی روشنی اور ہدایت کرنے والے کے
حکم کی فرمانبرداری سے سلامتی کی راہ پالیتا ہے اور ہدایت کے
دروازوں کے بند اور وسائل و ذرائع کے قطع ہونے سے پہلے
ہدایت کی طرف بڑھ جاتا ہے - توبہ کا دروازہ کھلواتا ہے اور (پھر)
گناہ کا دھبہ اپنے دامن سے چھڑاتا ہے - وہ سیدھے راستے پر
کھڑا کر دیا گیا ہے اور واضح راہ اسے بتا دی گئی ہے -

خطبہ ۲۱۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَمِنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُو بِهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ كَثِيرًا -

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يُصْبِحْ بِي مَيِّتًا وَلَا
سَقِيمًا، وَلَا مَضْرُوبًا عَلَى عُرْوَقِي
بِسُوءٍ، وَلَا مَأْخُودًا بِأَسْوَاءٍ عَمَلِي وَلَا
مَقْطُوعًا دَابِرِي، وَلَا مُرْتَدًّا عَنْ دِينِي،
وَلَا مُنْكَرًا لِرَبِّي، وَلَا مُسْتَوْحِشًا مِنْ
إِيمَانِي وَلَا مُلْتَبِسًا عَقْلِي، وَلَا مُعَذَّبًا

امیر المومنین علیہ السلام کے وہ دعائیہ کلمات جو اکثر
آپ کی زبان پر جاری رہتے تھے -
تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے اس حالت میں رکھا
کہ نہ مردہ ہوں، نہ بیمار، نہ میری رگوں پر برص کے جراثیم کا حملہ
ہوا ہے نہ بُرے اعمال (کے نتائج) میں گرفتار ہوں نہ بے اولاد
ہوں، نہ دین سے برگشتہ، نہ اپنے پروردگار کا منکر ہوں اور نہ
ایمان سے متوحش، نہ میری عقل میں فتور آیا ہے اور نہ پہلی
امتوں کے سے عذاب میں مبتلا ہوں - میں اس کا بے اختیار
بندہ اور اپنے نفس پرستم ران ہوں (اے اللہ) تیری حجت مجھ پر
تمام ہو چکی ہے، اور میرے لئے اب عذر کی کوئی گنجائش نہیں

بَعْدَ الْآمَمِ مِنْ قَبْلِي أَصْبَحْتُ عَبْدًا
مَبْلُوكًا ظَالِمًا لِنَفْسِي لَكَ الْحُجَّةُ عَلَيَّ وَلَا
حُجَّةَ لِي وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَخْذِلَ إِلَّا مَا
أَعْطَيْتَنِي، وَلَا أَتَّقِي إِلَّا مَا وَقَيْتَنِي۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَفْتَقِرَ فِي غِنَاكَ،
أَوْ أَضِلَّ فِي هِدَاكَ، أَوْ أَضَامَ فِي
سُلْطَانِكَ، أَوْ أَضْطَهَدَ وَالْأَمْرُ لَكَ۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ نَفْسِي أَوَّلَ كَرِيْمَةٍ تَنْتَزِعُهَا
مِنْ كَرَائِبِي، وَأَوَّلَ وَدِيعَةٍ تَرْتَجِعُهَا مِنْ
وَدَائِعِ نَعْيِكَ عِنْدِي۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَذْهَبَ عَنْ قَوْلِكَ،
أَوْ نَفْتِنَ عَنْ دِينِكَ، أَوْ تَتَابَعَنَا هَوَاؤُنَا
دُونَ الْهُدَى الَّذِي جَاءَ مِنْ عِنْدِكَ۔

خطبہ ۲۱۲

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
(خُطْبَهَا بِصَفِيْن)

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِي عَلَيْكُمْ حَقًّا
بِوَلَايَةِ أَمْرِكُمْ، وَلَكُمْ عَلَيَّ مِنَ الْحَقِّ
مِثْلُ الَّذِي لِي عَلَيْكُمْ۔ فَالْحَقُّ أَوْسَعُ
الْأَشْيَاءِ فِي التَّوَاصُفِ، وَأَضْيَقُهَا فِي
التَّنَاصُفِ، لَا يَجْرِي إِلَّا حَدٌّ إِلَّا جَرَى
عَلَيْهِ وَلَا يَجْرِي عَلَيْهِ إِلَّا جَرَى لَهُ، وَلَا
لَوْ كَانَ لَا حَدَّ أَنْ يَجْرِيَ لَهُ، وَلَا

ہے۔ خدایا! مجھ میں کسی چیز کے حاصل کرنے کی قوت نہیں سوا
اس کے کہ جو تو مجھے عطا کر دے اور کسی چیز سے بچنے کی سکت
نہیں سوائے اس کے کہ جس سے تو مجھے بچائے رکھے۔ اے
اللہ میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں کہ تیری ثروت کے باوجود
فقیر و تہیدست رہوں یا تیری رہنمائی کے ہوتے ہوئے بھٹک
جاؤں یا تیری سلطنت میں رہتے ہوئے ستایا جاؤں یا ذلیل کیا
جاؤں جبکہ تمام اختیارات تجھے حاصل ہیں۔ خدایا! میری ان
نفیس چیزوں میں جنہیں تو چھین لے گا۔ میری روح کو اولیت کا
درجہ عطا کر اور مجھے سوچی ہوئی ان امانتوں میں جنہیں تو پلانا لے
گا اے پہلی امانت قرار دے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ کے طلب گار ہیں۔ اس بات سے کہ
تیرے ارشاد سے منہ موڑیں یا ایسے فتنوں میں پڑ جائیں کہ
تیرے دین سے پھر جائیں، یا تیری طرف سے آئی ہوئی
ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے نفسانی خواہشیں ہمیں بُرائی کی
طرف لے جائیں۔

صفین کے موقع پر فرمایا

اللہ سبحانہ نے مجھے تمہارے امور کا اختیار دے کر میرا حق تم پر
قائم کر دیا ہے اور جس طرح میرا تم پر حق ہے ویسا ہی تمہارا بھی
مجھ پر حق ہے۔ یوں تو حق کے بارے میں باہمی اوصاف
گنوانے میں بہت وسعت ہے لیکن آپس میں حق و انصاف
کرنے کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ دو آدمیوں میں اس کا حق اس
پر اسی وقت ہے جب دوسرے کا بھی اس پر حق ہو، اور اس کا حق
اس پر جب ہی ہوتا ہے جب اس کا حق اس پر بھی ہو اور اگر ایسا
ہو سکتا ہے کہ اس کا حق تو دوسروں پر ہو لیکن اس پر کسی کا حق نہ ہو
تو یہ امر ذات باری کے لئے مخصوص ہے نہ اس کی مخلوق کے لئے

يَجْرِي عَلَيْهِ لَكَ أَنْ ذَلِكَ خَالِصًا لِلَّهِ
سُبْحَانَهُ دُونَ خَلْقِهِ لِقُدْرَتِهِ عَلَى
عِبَادِهِ وَلِعَدْلِهِ فِي كُلِّ مَا جَرَتْ عَلَيْهِ
صُرُوفُ قَضَائِهِ۔ وَلَكِنَّهُ جَعَلَ حَقَّهُ
عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يُطِيعُوهُ، وَجَعَلَ جَزَاءَ
هُمْ عَلَيْهِ مَضَاعِفَ الثَّوَابِ تَفْضُلًا مِنْهُ
وَتَوْسَعًا بِمَا هُوَ مِنَ الْمَزِيدِ أَهْلُهُ۔ ثُمَّ
جَعَلَ سُبْحَانَهُ مِنْ حُقُوقِهِ حَقُّوًّا
إِفْتَرَضَهَا لِبَعْضِ النَّاسِ عَلَى بَعْضٍ
فَجَعَلَهَا تَتَكَافَأُ فِي وَجْهِهَا وَيُوجِبُ
بَعْضُهَا بَعْضًا۔ وَلَا يَسْتَوْجِبُ بَعْضُهَا
إِلَّا بِبَعْضٍ۔ وَأَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ سُبْحَانَهُ
مِنْ تِلْكَ الْحُقُوقِ حَقُّ الْوَالِي عَلَى
الرَّعِيَّةِ وَحَقُّ الرَّعِيَّةِ عَلَى الْوَالِي۔
فَرِيضَةٌ فَرَضَهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِكُلِّ عَلَى
كُلِّ، فَجَعَلَهَا نِظَامًا لِلْأَفْتِنِمْ وَعِزًّا
لِدِينِهِمْ۔ فَلْيَسْتَ تَصْلَحْ الرَّعِيَّةُ إِلَّا
بِصَلَاةِ الْوَلَاةِ، وَلَا يَصْلَحْ الْوَلَاةُ إِلَّا
بِاسْتِقَامَةِ الرَّعِيَّةِ، وَأَدَى الْوَالِي إِلَيْهَا
حَقُّهَا، عَزَّ الْحَقُّ بَيْنَهُمْ، وَقَامَتْ مَنَاهِجُ
الدِّينِ، وَاعْتَدَلَتْ مَعَالِمُ الْعَدْلِ،
وَجَرَتْ عَلَى أَذَلِّهَا السَّنَنُ فَصَلَحَ
بِذَلِكَ الزَّمَانُ، وَطُيِعَ فِي بَقَاءِ الدَّوْلَةِ
وَيُسِّتَ مَطَامِعُ الْأَعْدَاءِ۔ وَإِذَا غَلَبَتْ

کیونکہ وہ اپنے بندوں پر پورا تسلط و اقتدار رکھتا ہے اور اس نے
تمام اُن چیزوں میں کہ جن پر اُس کے فرمانی قضا جاری ہوئے
ہیں عدل کرتے ہوئے (ہر صاحب حق کا حق دے دیا ہے)
اُس نے بندوں پر اپنا یہ حق رکھا ہے کہ وہ اس کی اطاعت و
فرمانبرداری کریں اور اس نے محض اپنے فضل و کرم اور اپنے
احسان کو وسعت دینے کی بناء پر کہ جس کا وہ اہل ہے ان کا کئی
گناہ اجر قرار دیا ہے پھر اس نے ان حقوق انسانی کو بھی کہ جنہیں
ایک کے لئے دوسرے پر قرار دیا ہے اپنے ہی حقوق میں سے
قرار دیا ہے۔ اور انہیں اس طرح ٹھہرایا ہے کہ وہ ایک دوسرے
کے مقابلہ میں برابر اُتریں اور کچھ ان میں سے کچھ حقوق کا
باعث ہوتے ہیں اور اس وقت تک واجب نہیں ہوتے جب
تک اس کے مقابلہ میں حقوق ثابت نہ ہو جائیں اور سب سے
بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہ نے واجب کیا ہے حکمران کا رعیت پر
اور رعیت کا حکمران پر ہے کہ جسے اللہ نے والی و رعیت میں سے
ہر ایک کے لئے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے اور اُسے اُن میں رابطہ
محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار
دیا ہے۔ چنانچہ رعیت اُسی وقت خوش حال رہ سکتی ہے جب حاکم
کے طور طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اُسی وقت صلاح و
درستی سے آراستہ ہو سکتا ہے جب رعیت اس کے احکام کی انجام
دہی کے لئے آمادہ ہو۔ جب رعیت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو
اُن میں حق باوقار، دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے
نشانات برقرار ہو جائیں گے اور پیغمبر کی سنتیں اپنے ڈھرے پر
چل نکلیں گی اور زمانہ سدھر جائے گا۔ بقائے سلطنت کے
توقعات پیدا ہو جائیں گے اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس و
نامیدی سے بدل جائے گی اور جب رعیت حاکم پر مسلط
ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقع پر ہر بات
میں اختلاف ہوگا۔ ظلم کے نشانات ابھر آئیں گے دین میں

بَعْدَ ابِ الْأَمَمِ مِنْ قَبْلِي أَصْبَحْتُ عَبْدًا
مَمْلُوكًا ظَالِمًا لِنَفْسِي لَكَ الْحُجَّةُ عَلَيَّ وَلَا
حُجَّةَ لِي وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَخْذِلَ إِلَّا مَا
أَعْطَيْتَنِي، وَلَا أَتَقِي إِلَّا مَا وَقَيْتَنِي۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَفْتَقِرَ فِي غِنَاكَ،
أَوْ أَضِلَّ فِي هُدَاكَ، أَوْ أَضَامَ فِي
سُلْطَانِكَ، أَوْ أَضْطَهَدَ وَلَا مَرْلَكَ۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ نَفْسِي أَوَّلَ كَرِيْمَةٍ تَنْتَزِعُهَا
مِنْ كَرَامِي، وَأَوَّلَ وَدِيعَةٍ تَرْتَجِعُهَا مِنْ
وَدَائِعِ نِعْمِكَ عِنْدِي۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَذْهَبَ عَنْ قَوْلِكَ،
أَوْ نَفْتِنَ عَنْ دِينِكَ، أَوْ تَتَابَعُ بِنَا أَهْوَاؤُنَا
دُونَ الْهُدَى الَّذِي جَاءَ مِنْ عِنْدِكَ۔

خطبہ ۲۱۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
(خُطْبَاهَا بِصِفَيْنِ)

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِي عَلَيْكُمْ حَقًّا
بِوَلَايَةِ أَمْرِكُمْ، وَلَكُمْ عَلَيَّ مِنَ الْحَقِّ
مِثْلُ الَّذِي لِي عَلَيْكُمْ۔ فَالْحَقُّ أَوْسَعُ
الْأَشْيَاءِ فِي التَّوَاصُفِ، وَأَضْيَقُهَا فِي
التَّنَاصُفِ، لَا يَجْرِي لِأَحَدٍ إِلَّا جَرَى
عَلَيْهِ وَلَا يَجْرِي عَلَيْهِ إِلَّا جَرَى لَهُ،
وَلَوْ كَانَ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْرِيَ لَهُ، وَلَا

ہے۔ خدایا! مجھ میں کسی چیز کے حاصل کرنے کی قوت نہیں سوا
اس کے کہ جو تو مجھے عطا کر دے اور کسی چیز سے بچنے کی سکت
نہیں سوائے اس کے کہ جس سے تو مجھے بچائے رکھے۔ اے
اللہ میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں کہ تیری ثروت کے باوجود
فقیر و تہیدست رہوں یا تیری رہنمائی کے ہوتے ہوئے بھٹک
جاؤں یا تیری سلطنت میں رہتے ہوئے ستایا جاؤں یا ذلیل کیا
جاؤں جبکہ تمام اختیارات تجھے حاصل ہیں۔ خدایا! میری ان
نفس چیزوں میں جنہیں تو چھین لے گا۔ میری روح کو اذیت کا
درجہ عطا کر اور مجھے سوچی ہوئی ان امانتوں میں جنہیں تو پلٹا لے
گا اے پہلی امانت قرار دے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ کے طلب گار ہیں۔ اس بات سے کہ
تیرے ارشاد سے منہ موڑیں یا ایسے فتنوں میں پڑ جائیں کہ
تیرے دین سے پھر جائیں، یا تیری طرف سے آئی ہوئی
ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے نفسانی خواہشیں ہمیں بُرائی کی
طرف لے جائیں۔

صفین کے موقع پر فرمایا

اللہ سبحانہ نے مجھے تمہارے امور کا اختیار دے کر میرا حق تم پر
قائم کر دیا ہے اور جس طرح میرا تم پر حق ہے ویسا ہی تمہارا بھی
مجھ پر حق ہے۔ یوں تو حق کے بارے میں باہمی اوصاف
گنوانے میں بہت وسعت ہے لیکن آپس میں حق و انصاف
کرنے کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ دو آدمیوں میں اس کا حق اس
پر اسی وقت ہے جب دوسرے کا بھی اس پر حق ہو، اور اس کا حق
اس پر جب ہی ہوتا ہے جب اس کا حق اس پر بھی ہو اور اگر ایسا
ہو سکتا ہے کہ اس کا حق تو دوسروں پر ہو لیکن اس پر کسی کا حق نہ ہو
تو یہ امر ذات باری کے لئے مخصوص ہے نہ اُس کی مخلوق کے لئے

يَجْرِي عَلَيْهِ لَكَ أَنْ ذَلِكْ خَالِصًا لِلَّهِ
سُبْحَانَهُ دُونَ خَلْقِهِ لِقَدَرْتِهِ عَلَيْهِ
عِبَادَةٍ وَلِعَدْلِهِ فِي كُلِّ مَا جَرَتْ عَلَيْهِ
صُرُوفُ قَضَائِهِ۔ وَلَكِنَّهُ جَعَلَ حَقَّهُ
عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يُطِيعُوهُ، وَجَعَلَ جَزَاءَ
هُمْ عَلَيْهِ مَضَاعِفَ الثَّوَابِ تَفْضُلًا مِنْهُ
وَتَوْسَعًا بِمَا هُوَ مِنَ الْمَزِيدِ أَهْلُهُ۔ ثُمَّ
جَعَلَ سُبْحَانَهُ مِنْ حُقُوقِهِ حُقُوقًا
إِفْتَرَضَهَا لِبَعْضِ النَّاسِ عَلَى بَعْضٍ
فَجَعَلَهَا تَتَكَافَأُ فِي وَجُوهِهَا وَيُوجِبُ
بَعْضُهَا بَعْضًا۔ وَلَا يُسْتَوْجَبُ بَعْضُهَا
إِلَّا بِبَعْضٍ۔ وَأَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ سُبْحَانَهُ
مِنْ تِلْكَ الْحُقُوقِ حَقُّ الْوَالِي عَلَى
الرَّعِيَّةِ وَحَقُّ الرَّعِيَّةِ عَلَى الْوَالِي۔
فَرِيضَةٌ فَرَضَهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِكُلِّ عَلَى
كُلِّ، فَجَعَلَهَا نِظَامًا لِبَالِقَتِهِمْ وَعِزًّا
لِيَدِيْنِهِمْ۔ فَلَيْسَتْ تَصْلَحُ الرَّعِيَّةُ إِلَّا
بِصَلَاحِ الْوَلَاةِ، وَلَا يَصْلَحُ الْوَلَاةُ إِلَّا
بِاسْتِقَامَةِ الرَّعِيَّةِ، وَأَدَّى الْوَالِي إِلَيْهَا
حَقَّهَا، عَزَّ الْحَقُّ بَيْنَهُمْ، وَقَامَتْ مَنَاهِجُ
الِدِّينِ، وَاعْتَدَلَتْ مَعَالِمُ الْعَدْلِ،
وَجَرَتْ عَلَى آذَانِهَا السُّنَنُ فَصَلَحَ
بِذَلِكَ الزَّمَانُ، وَطُمِعَ فِي بَقَاءِ الدَّوْلَةِ
وَيُسِّتَ مَطَامِعُ الْأَعْدَاءِ۔ وَإِذَا غَلَبَتْ

کیونکہ وہ اپنے بندوں پر پورا تسلط و اقتدار رکھتا ہے اور اس نے
تمام اُن چیزوں میں کہ جن پر اُس کے فرمان قضا جاری ہوئے
ہیں عدل کرتے ہوئے (ہر صاحب حق کا حق دے دیا ہے)
اُس نے بندوں پر اپنا یہ حق رکھا ہے کہ وہ اس کی اطاعت و
فرمانبرداری کریں اور اس نے محض اپنے فضل و کرم اور اپنے
احسان کو وسعت دینے کی بناء پر کہ جس کا وہ اہل ہے ان کا کئی
گناہ اجر قرار دیا ہے پھر اس نے ان حقوق انسانی کو بھی کہ جنہیں
ایک کے لئے دوسرے پر قرار دیا ہے اپنے ہی حقوق میں سے
قرار دیا ہے۔ اور انہیں اس طرح ٹھہرایا ہے کہ وہ ایک دوسرے
کے مقابلہ میں برابر اُتریں اور کچھ ان میں سے کچھ حقوق کا
باعث ہوتے ہیں اور اس وقت تک واجب نہیں ہوتے جب
تک اس کے مقابلہ میں حقوق ثابت نہ ہو جائیں اور سب سے
بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہ نے واجب کیا ہے حکمران کا رعیت پر
اور رعیت کا حکمران پر ہے کہ جسے اللہ نے والی و رعیت میں سے
ہر ایک کے لئے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے اور اُسے اُن میں رابطہ
محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار
دیا ہے۔ چنانچہ رعیت اُسی وقت خوش حال رہ سکتی ہے جب حاکم
کے طور طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اُسی وقت صلاح و
درستی سے آراستہ ہو سکتا ہے جب رعیت اس کے احکام کی انجام
دہی کے لئے آمادہ ہو۔ جب رعیت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو
اُن میں حق باوقار، دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے
نشانات برقرار ہو جائیں گے اور پیغمبر کی سنتیں اپنے دھڑے پر
چل نکلیں گی اور زمانہ سدھر جائے گا۔ بقائے سلطنت کے
توقعات پیدا ہو جائیں گے اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس و
نامیدی سے بدل جائے گی اور جب رعیت حاکم پر مسلط
ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقع پر ہر بات
میں اختلاف ہوگا۔ ظلم کے نشانات ابھر آئیں گے دین میں

الرَّعِيَّةَ وَلِيَّهَا، وَأَعَجَفَ الْوَالِيَّ بِرَعِيَّتِهِ
اِخْتَلَفَتْ هُنَالِكَ الْكَلِمَةُ وَظَهَرَتْ مَعَالِمُ
الْجَوْدِ وَكَثُرَ الْإِدْعَالُ فِي الدِّينِ
وَتَرَكْتَ مَحَاجِ السُّنَنِ - فَعِيلٌ بِالْهَوَى -
وَعُطِّلَتِ الْأَحْكَامُ - وَكَثُرَتْ عِلَلُ
النَّفُوسِ - فَلَا يُسْتَوْحَشُ لِعَظِيمِ حَقِّ
عُطِّلَ وَلَا لِعَظِيمِ بَاطِلِ فِعْلٍ - فَهَنَالِكَ
تَذِلُّ الْأَبْرَارُ وَتَعِزُّ الْأَشْرَارُ، وَاتَّعَظُمَ
تَبَعَاتُ اللَّهِ عِنْدَ الْعِبَادِ فَعَلَيْكُمْ بِالتَّفَاصُحِ
فِي ذَلِكَ وَحُسْنِ التَّعَاوُنِ عَلَيْهِ، فَلَيْسَ
أَحَدٌ وَإِنْ اشْتَدَّ عَلَى رِضَا اللَّهِ حِرْصُهُ
وَطَالَ فِي الْعَمَلِ اجْتِهَادُهُ بِبَالِغِ حَقِيقَةِ
مَا اللَّهُ أَهْلُهُ مِنَ الطَّاعَةِ لَهُ - وَلَكِنْ مِنْ
وَاجِبِ حُقُوقِ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ
النَّصِيحَةِ بِبَلِّغِ جُهِدِهِمْ، وَالتَّعَاوُنُ
عَلَى إِقَامَةِ الْحَقِّ بَيْنَهُمْ، وَلَيْسَ أَمْرٌ
وَإِنْ عَظُمَتْ فِي الْحَقِّ مَنْزِلَتُهُ،
وَتَقَدَّمَ فِي الدِّينِ فَضِيلَتُهُ بِفَوْقِ أَنْ
يُعَانَ عَلَى مَا حَبَلَهُ اللَّهُ مِنْ حَقِّهِ،
وَلَا أَمْرٌ وَإِنْ صَغُرَتْهُ النُّفُوسُ
وَأَقْتَحَمَتْهُ الْعُيُونُ بِدُونِ أَنْ يَعِينَ عَلَى
ذَلِكَ أَوْ يُعَانَ عَلَيْهِ -

(فَاجَابَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ مِنْ
أَصْحَابِهِ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ يُكْثَرُ فِيهِ الثَّنَاءُ

مفسدے بڑھ جائیں گے۔ شریعت کی راہیں متروک ہو جائیں
گی۔ خواہشوں پر عمل درآمد ہوگا۔ شریعت کے احکام ٹھکرا دیئے
جائیں گے۔ نفسانی بیماریاں بڑھ جائیں گی اور بڑے سے
بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور بڑے سے بڑے باطل پر عمل پیرا
ہونے سے بھی کوئی نہ گھبرائے گا۔ ایسے موقع پر نیکو کار، ذلیل
اور بدکردار، باعزت ہو جاتے ہیں اور بندوں پر اللہ کی عقوبتیں
بڑھ جاتی ہیں۔ لہذا اس حق کی ادائیگی میں ایک دوسرے کو سمجھانا
بجھانا اور ایک دوسرے سے بخوبی تعاون کرنا تمہارے لئے
ضروری ہے اس لئے کہ کوئی شخص بھی اللہ کی اطاعت و بندگی میں
اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ جس کا وہ اہل ہے، چاہے وہ اس کی
خوشنودیوں کو حاصل کرنے کے لئے کتنا ہی حریص ہو، اور اس
کی عملی کوششیں بھی بڑھی چڑھی ہوئی ہوں۔ پھر بھی اُس نے
بندوں پر یہ حق واجب قرار دیا ہے کہ وہ مقدور بھر بند و نصیحت
کریں اور اپنے درمیان حق کو قائم کرنے کے لئے ایک
دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ کوئی شخص بھی اپنے کو اس سے بے نیاز
نہیں قرار دے سکتا کہ اللہ نے جس ذمہ داری کا بوجھ اُس پر ڈالا
ہے اُس میں اس کا ہاتھ بٹایا جائے، چاہے وہ حق میں کتنا ہی بلند
منزلت کیوں نہ ہو اور دین میں اُسے فضیلت و برتری کیوں نہ
حاصل ہو اور کوئی شخص اس سے بھی گیا گزرا نہیں کہ حق میں
تعاون کرے یا اُس کی طرف دست تعاون بڑھایا جائے،
چاہے لوگ اُسے ذلیل سمجھیں اور اپنی حقارت کی وجہ سے
آنکھوں میں نہ نہنچے۔

اس موقع پر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپ کی
آواز پر لیک کہتے ہوئے ایک طویل گفتگو کی جس میں حضرت
کی بڑی مدح و ثنا کی اور آپ کی باتوں پر کان دھرنے اور ہر حکم
کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا اقرار کیا، تو آپ نے فرمایا جس

عَلَيْهِ وَيَذْكُرُ سَعَةَ وَطَاعَتَهُ لَهُ)
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

إِنَّ مِنْ حَقِّ مَنْ عَظُمَ جَلَالُ اللَّهِ فِي
نَفْسِهِ وَجَلَّ مَوْضِعُهُ مِنْ قَلْبِهِ - أَنْ
يَصْغُرَ عِنْدَهُ لِعَظَمِ ذَلِكَ كُلِّكَ لَمَنْ
عَظُمَتْ نِعْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَلَطُفَ إِحْسَانُهُ
إِلَيْهِ - فَإِنَّهُ لَمْ تَعْظُمْ نِعْمَةُ اللَّهِ عَلَى
أَحَدٍ إِلَّا أَزْدَادَ حَقِّ اللَّهِ عَلَيْهِ عِظَمًا،
وَأَنَّ مِنْ أَسْخَفِ حَالَاتِ الْوَلَايَةِ عِنْدَ
صَالِحِ النَّاسِ أَنْ يُظَنَّ بِهِمْ حُبُّ
الْفَخْرِ، وَيُوضَعَ أَمْرُهُمْ عَلَى الْكِبَرِ -
وَقَدْ كَرِهْتُ أَنْ يَكُونَ جَالٍ فِي ظَنِّكُمْ
أَنْتَى أَحَبُّ الْأَطَوَاءِ وَالْإِسْتِيعَاءِ،
وَلَسْتُ بِحَمْدِ اللَّهِ كَذَلِكَ وَلَوْ كُنْتُ
أَحَبُّ أَنْ يُقَالَ ذَلِكَ لَتَرَكْتُهُ إِنْ حِطَّاطًا
لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَنْ تَنَاوُلِ مَا هُوَ أَحَقُّ بِهِ
مِنَ الْعَظَمَةِ وَالْكَبَرِيَاءِ - وَرُبَّمَا اسْتَحْلَى
النَّاسُ الثَّنَاءَ بَعْدَ الْبَلَاءِ - فَلَا تَتَنَوَّأْ عَلَى
بِجْبِيلِ ثَنَاءٍ لِأَخْرَاجِي نَفْسِي إِلَى اللَّهِ
وَالْيَكْمُ مِنَ التَّقِيَّةِ فِي حُقُوقِ لَمْ أَفْرُغْ
مِنْ أَدَائِهَا، وَفَرَايَضَ لَا بُدَّ مِنْ إِمْضَائِهَا،
فَلَا تُكَلِّمُونِي بِمَا تُكَلِّمُ بِهِ الْجَبَابِرَةَ، وَلَا
تَتَحَفَّظُوا مِنِّي بِمَا يَتَحَفَّظُ بِهِ عِنْدَ
أَهْلِ الْبَادِرَةِ وَلَا تُخَالِطُونِي بِالْمُصَانَعَةِ،

شخص کے دل میں جلال الہی کی عظمت اور قلب میں منزلت
خداوندی کی رفعت کا احساس ہو اُسے سزاوار ہے کہ اس
جلالت و عظمت کے پیش نظر اللہ کے ماسواہر چیز کو حقیر جانے
اور ایسے لوگوں میں وہ شخص اور بھی اس کا زیادہ اہل ہے کہ
جسے اُس نے بڑی نعمتیں دی ہوں اور اچھے احسانات کئے
ہوں اس لئے کہ جتنی اللہ کی نعمتیں کسی پر بڑی ہوں گی اتنا ہی
اُس پر اللہ کا حق زیادہ ہوگا۔ نیک بندوں کے نزدیک
فرمانرواؤں کی ذلیل ترین صورت حال یہ ہے کہ ان کے
متعلق یہ گمان ہونے لگے کہ وہ فخر و سر بلندی کو دوست رکھتے
ہیں اور ان کے حالات کبر و غرور پر محمول ہو سکیں۔ مجھے یہ تک
ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اس کا وہم و گمان بھی گزرے کہ
میں بڑھ چڑھ کر سراہے جانے یا تعریف سننے کو پسند کرتا
ہوں۔ بھگ اللہ کہ میں ایسا نہیں ہوں اور اگر مجھے اس کی
خواہش بھی ہوتی کہ ایسا کہا جائے تو بھی اللہ کے سامنے فروتنی
کرتے ہوئے اُسے چھوڑ دیتا کہ ایسی عظمت و بزرگی کو اپنایا
جائے کہ جس کا وہی اہل ہے۔ یوں تو لوگ اکثر اچھی
کارکردگی کے بعد مدح و ثنا کو خوشگوار سمجھا کرتے ہیں (لیکن)
میری اس پر مدح و ستائش نہ کرو کہ اللہ کی اطاعت اور
تمہارے حقوق سے عہدہ برا ہوا ہوں۔ کیونکہ ابھی ان حقوق
کا ڈر ہے کہ جنہیں پورا کرنے سے میں ابھی فارغ نہیں ہوا۔
اور ان فرائض کا ابھی اندیشہ ہے کہ جن کا نفاذ ضروری ہے۔
مجھ سے ویسی باتیں نہ کیا کرو، جیسی جا بروسر کش فرمانرواؤں
سے کی جاتی ہیں اور نہ مجھ سے اس طرح بچاؤ کرو جس طرح
طیش کھانے والے حاکموں سے بچ بچاؤ کیا جاتا ہے۔ اور
مجھ سے اس طرح کا میل جول نہ رکھو جس سے چالپوسی اور
خوشامد کا پہلو نکلتا ہو۔ میرے متعلق یہ گمان نہ

جس طرح دوسروں کا دامن کفر و شرک سے آلودہ رہ چکا تھا اسی طرح آپ بھی تاریکی و ضلالت میں رہے ہوں گے۔ کیونکہ آپ پیدائش کے دن سے رہبر عالم کے زیر سایہ پرورش پا رہے تھے اور انہی کی تعلیم و تربیت کے اثرات آپ کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے۔ لہذا یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ابتدائے عمر میں پیغمبر کے نقش قدم پر چلنے والا زندگی کے کسی لمحہ میں ہدایت سے بیگانہ رہا ہوگا۔ چنانچہ مسعودی نے تحریر کیا ہے۔

انہ لم یشرک باللہ شیئا فیستأنف
الاسلام بل کان تابعاً للنبی فی جمیع
فعالہ مقتدیابہ بلغ و هو علی ذلک
ابتاع میں آپ نے سرحد بلوغ میں قدم رکھا۔

(مروج الذهب ج ۲، ص ۳)

اس مقام پر ان لوگوں سے جن کو اللہ نے تاریکی و گمراہی سے راہ راست پر لگایا وہ لوگ مراد ہیں جو آپ کے مخاطب تھے چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ

لیس لهذا اشارة الى خاص نفسه عليه
السلام لانه لم یکن کافرا فاسلم ولكنه کلام
یقولہ ویشیر به الى القوم الذین یخاطبهم
من افناء الناس۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۶)

خطبہ ۲۱۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَعِيدُكَ عَلَى قُرَيْشٍ فَإِنَّهُمْ
قَدْ قَطَعُوا رَحِمِي وَأَكْفَأُوا إِنَائِي،
وَأَجْبَعُوا عَلَيَّ مُنَازَعَتِي حَقًّا كُنْتُ
أَوَّلِي بِهِ مِنْ غَيْرِي، وَقَالُوا: أَلَا إِنَّ فِي
الْحَقِّ أَنْ تَأْخُذَهُ وَفِي الْحَقِّ أَنْ تُنْجِعَهُ،
فَاصْبِرْ مَغْمُومًا أَوْ مُتَّاسِفًا، فَظَنَرْتُ
فَلِذَا لَيْسَ لِي رَافِدٌ وَلَا ذَابٌ وَلَا

خدایا! میں قریش سے انتقام لینے پر تجھ سے مدد کا خواستگار ہوں
کیونکہ انہوں نے میری قرابت و عزیز داری کے بندھن توڑ
دیئے اور میرے ظرف (عزت و حرمت) کو اوندھا کر دیا اور
اس حق میں کہ جس کا میں سب سے زیادہ اہل ہوں جھگڑا کرنے
کے لئے ایک کر لیا اور یہ کہنے لگے کہ یہ بھی حق ہے آپ اسے
لے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپ کو اس سے روک دیا جائے یا تو
غم و حزن کی حالت میں صبر کیجئے یا رنج و اندوہ سے مرجائیے۔
میں نے نگاہ دوڑائی تو مجھے اپنے اہل بیت کے سوانہ کوئی معاون
نظر آیا اور نہ کوئی سینہ سپر اور معین دکھائی دیا تو میں نے انہیں

وَلَا تَطْنُوا بِي إِسْتِغْقَالَ فِي حَقِّ قِيلَ
لِي وَلَا التَّمَسَّاءِ اعْظَامَ لِنَفْسِي۔ فَإِنَّهُ
مَنْ اسْتَقْبَلَ الْحَقَّ أَنْ يُقَالَ لَهُ أَوَّلُ الْعَدَلِ
أَنْ يُعْرِضَ عَلَيْهِ كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا أَثْقَلَ
عَلَيْهِ فَلَا تَكْفُوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقِّ
أَوْ مَشُورَةٍ بِعَدَلٍ، فَإِنِّي لَسْتُ فِي
نَفْسِي بِفُوقٍ أَنْ أُخْطِئَ، وَلَا أَمِنْ
ذَلِكَ مَنْ فَعَلِي إِلَّا أَنْ يُكْفِي اللَّهُ مِنْ
نَفْسِي مَا هُوَ أَمْلَكُ بِهِ مِنِّي فَإِنَّمَا أَنَا وَأَنْتُمْ
عَبِيدٌ مَسْلُوكُونَ لِرَبِّ لَا رَبَّ غَيْرُهُ۔
يَمْلِكُ مِنَّا مَالًا نَمْلِكُ مِنْ أَنْفُسِنَا،
وَأَخْرَجَنَا مِمَّا كُنَّا فِيهِ إِلَى مَا صَلَحْنَا
عَلَيْهِ، فَابْدَلْنَا بَعْدَ الضَّلَالَةِ بِالْهُدَى،
وَأَعْطَانَا الْبَصِيرَةَ بَعْدَ الْعَمَى۔

یہ امر کسی تصریح کا محتاج نہیں ہے کہ عصمت ملکی اور عصمت بشری اور ہے۔ فرشتوں کے معصوم ہونے کے یہ معنی ہوتے
ہیں کہ ان میں کسی خطا و لغزش کی تحریک ہی پیدا نہیں ہوتی۔ مگر انسان کے معصوم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں بشری تقاضے
اور نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں مگر وہ انہیں روکنے کی ایک قوت خاص رکھتا ہے اور ان سے مغلوب ہو کر کسی خطا کا مرتکب نہیں ہوتا
اور اسی قوت کا نام عصمت ہے کہ جو ذاتی خواہشات و جذبات کو ابھرنے نہیں دیتی۔ حضرت کے ارشاد فانی لست فی نفسی
بفوق ان اعطی (میں اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا کہ خطا کروں) میں انہی بشری تقاضوں اور خواہشوں کی طرف اشارہ
ہے۔ اور للان یکفی اللہ فی نفسی (مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے) میں عصمت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ
اسی لب دلچہ میں حضرت یوسف کی زبانی قرآن میں وارد ہوا ہے کہ وما ابوء فی النفس ان النفسی لا مارة الو الا مارحم
دبسی (میں اپنے نفس کو گناہ سے پاک نہیں ٹھہراتا۔ کیونکہ انسان کا نفس گناہ پر بہت ابھارنے والا ہے یہ کہ میرا پروردگار رحم
کرے۔ تو جس طرح یہاں پر الامارحم ربی کا جو استثناء ہے اس کی وجہ سے آیت کے پہلے جزو سے آپ کی عصمت کے خلاف
دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ اسی طرح امیر المومنین کے کلام میں الا ان یکفی اللہ کا جو استثناء ہے اس کے ہوتے ہوئے کلام کے پہلے
کٹڑے سے آپ کے غیر معصوم ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا ورنہ ایک نبی کی عصمت سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ یونہی اس
خطبہ کے آخری کٹڑے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ بعثت رسول سے پہلے دور جاہلیت کے عقائد سے متاثر رہ چکے ہوں گے اور

مَسَاعِدُ إِلَّا أَهْلَ بَيْتِي، فَصَنَنْتُ بِهِمْ عَنِ السُّنْبَةِ فَأَغْضَيْتُ عَلَى الْقَدَى، وَجَرَعْتُ رَيْقِي عَلَى الشَّجَى وَصَبَرْتُ مِنْ كَظْمِ الْغَيْظِ عَلَى أَمْرِ مِنَ الْعَلَقَمِ، وَالْمِ لِقَلْبٍ مِنْ حَرِّ الشِّفَارِ - وَقَدْ مَضَى هَذَا الْكَلَامُ فِي أَثْنَاءِ خُطْبَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ إِلَّا أَنِّي كَرَّتُهُ لِهَهْنَا لَا خِتْلَافٍ الرَّوَايَتَيْنِ -

موت کے منہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی حلق میں (غم و رنج کے) پھندے تھے مگر میں لعاب دہن لگتا رہا اور غم و غصہ پی لینے کی وجہ سے ایسے حالات پر صبر کیا جو تحمل (اندازن) سے زیادہ تلخ اور دل کے لئے چھریوں کے پچوکوں سے زیادہ المناک تھے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کا یہ کلام ایک پہلے خطبہ کے ضمن میں گزر چکا ہے مگر میں نے پھر اس کا اعادہ کیا ہے چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ فرق ہے

(وَمِنْهُ فِي ذِكْرِ السَّائِرِينَ إِلَى الْبَصْرَةِ لِحَرْبِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَقَدِمُوا عَلَى عُمَالِي وَخَزَانِ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي فِي يَدَيَّ، وَعَلَى أَهْلِ مِصْرٍ كُلِّهِمْ فِي طَاعَتِي وَعَلَى بَيْعَتِي، فَشَتَّتُوا كَلِبَتَهُمْ، وَأَفْسَدُوا عَلَى جَمْعَا عَتَهُمْ وَوَتَّبَعُوا عَلَى شِيعَتِي فَقَتَلُوا طَائِفَةً مِنْهُمْ عَدْرًا، وَطَائِفَةً عَضُوا عَلَيَّ أَسْيَافَهُمْ فَضَارَبُوا بِهَا حَتَّى لَقُوا اللَّهَ صَادِقِينَ -

خطبہ ۲۱۶

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لَمَّا مَرَّ بِطَلْحَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَتَابِ ابْنِ أُسَيْدٍ وَهَمَّا قَتِيلَانِ يَوْمَ الْجَمَلِ: لَقَدْ أَصْبَحَ أَبُو مُحَمَّدٍ بِهَذَا الْمَكَانِ غَرِيْبًا - أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ كُنْتُ أَكْرَهُ أَنْ

جب آپ طلحہ و عبد الرحمن ابن عتاب ابن اسید کی طرف گزرے کہ جب وہ میدان جمل میں مقتول پڑے تھے تو فرمایا ابو محمد (طلحہ) اس جگہ گھبراہ سے دور پڑا ہے خدا کی قسم! میں پسند نہیں کرتا تھا کہ قریش ستاروں کے نیچے (کھلے میدانوں میں) مقتول پڑے ہوں۔ میں نے عبد مناف کی اولاد سے

تَكُونُ قَرِيْشٌ قَتَلَتْ تَحْتَ بُطُوْنِ الْكَوَاكِبِ - أَدْرَكْتُ وَتَرَوْنِي مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ وَأَفْلَتَنِي أَعْيَانُ بَنِي جُمَحٍ لَقَدْ اتَّلَعُوا أَعْنَاقَهُمْ إِلَى أَمْرِ لَمْ يَكُونُوا أَهْلَهُ فَوَقِصُوا دُونَهُ -

(ان کے کئے کام) بدلہ لے لیا ہے۔ (لیکن) بنی نضج کے اکابر میرے ہاتھوں سے قتل ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اس چیز کی طرف گردنیں اٹھائی تھیں جس کے وہ اہل نہ تھے چنانچہ اس تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کی گردنیں توڑ دی گئیں۔

جنگ جمل میں بنی نضج کی ایک جماعت حضرت عائشہ کے ہمراہ تھی لیکن اس جماعت کے سرکردہ افراد میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں سے چند یہ ہیں۔ عبد اللہ الطویل ابن صفوان، یحییٰ ابن حکیم عامر ابن مسعود۔ ایوب ابن حبیب۔

خطبہ ۲۱۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَدْ أَحْيَى عَقْلُهُ وَأَمَاتَ نَفْسُهُ، حَتَّى دَقَّ جَلِيلُهُ وَلَطَفَ غَلِيظُهُ، وَبَرَقَ لَهُ لَامِعٌ كَثِيرُ الْبَرَقِ فَابَانَ لَهُ الطَّرِيقُ وَسَلَّكَ بِهِ السَّبِيلَ، وَتَدَا فَعَتَهُ الْأَبْوَابُ إِلَى بَابِ السَّلَامَةِ وَدَارِ الْإِقَامَةِ، وَثَبَّتَتْ رِجْلَاهُ بِطُمَأْنِينَةٍ بَدَنِهِ فِي قَرَارِ الْأَمْنِ وَالرَّحَةِ بِمَا اسْتَعْمَلَ قَلْبُهُ وَأَرْضَى رَبُّهُ -

مومن نے اپنی عقل کو زندہ رکھا اور اپنے نفس کو مار ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کا ذیل ڈول لاغر اور تن و توش ہلکا ہو گیا۔ اس کیلئے بھرپور درخشندگیوں والا نور ہدایت چمکا کہ جس نے اس کے سامنے راستہ نمایاں کر دیا اور اُسے سیدھی راہ پر لے چلا، اور مختلف دروازے اسے دکھائیے ہوئے سلامتی کے دروازہ اور (دائمی) قرار گاہ تک لے گئے اور اس کے پاؤں بدن کے ٹکاؤ کیساتھ امن و راحت کے مقام پر جم گئے۔ چونکہ اس نے اپنے دل کو عمل میں لگائے رکھا تھا اور اپنے پروردگار کو راضی و خوشنود کیا تھا۔

خطبہ ۲۱۸

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَالَهُ بَعْدَ تِلَاوَتِهِ "الْهَيْكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّى ذُوْتُمُ الْمَقَابِرِ -" يَالَهُ مَرَامًا مَا أَبْعَدَهُ وَذُوْدًا مَا أَغْفَلَهُ، وَخَطَرًا مَا أَفْطَعَهُ - لَقَدْ اسْتَخْلَوْا مِنْهُمْ أَى مُدَّكَرٍ، وَتَنَّاوَسُوهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ

امیر المومنین نے آیت الہکم التکاثر حتی ذرتم المقابر (تمہیں قوم قبیلے کی کثرت پر اترانے نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں دیکھ ڈالیں) کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا۔

دیکھو تم ان بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کرنے والوں کا مقصد کتنا دور از عقل ہے، اور یہ قبروں پر آنے والے کتنے غافل و بے خبر ہیں اور یہ ہم کتنی سخت و دشوار ہے۔ انہوں نے مرنے والوں کو کیسی

أَفَبَصَارِ عِابَاتِهِمْ يَفْخَرُونَ؟ أَمْ يَعْدِيدُ
الْهَلَكِي يَتَكَثَّرُونَ؟ يَرْتَجِعُونَ مِنْهُمْ
أَجْسَادًا خَوَاتٍ، وَحَرَكَاتٍ سَكَنَتْ،
وَلَا يَكُونُوا عِبْرًا أَحَقُّ مِنْ أَنْ يَكُونُوا
مُفْخَرًا، وَلَا يَكُونُوا يَهْبُطُوا بِهِمْ جَنَابَ ذَلَّةٍ
أَحْجَى مِنْ أَنْ يَقُومُوا بِهِمْ مَقَامَ عِزَّةٍ
لَقَدْ نَظَرُوا إِلَيْهِمْ بِأَبْصَارِ الْعُشُورَةِ
وَضَرَبُوا مِنْهُمْ فِي غَمْرَةٍ جَهَالَةٍ
وَلَوْ اسْتَنْطَقُوا عَنْهُمْ عَرَصَاتِ تِلْكَ
الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوعِ الْخَالِيَةِ
لَقَالَتْ ذَهَبُوا فِي الْأَرْضِ ضَلَالًا
وَذَهَبْتُمْ فِي إَعْقَابِهِمْ جَهَالًا - تَطَاوَنَ
فِي هَامِهِمْ، وَتَسْتَتِبُونَ فِي أَجْسَادِهِمْ،
وَتَرْتَعُونَ فِيْمَا لَفْظُوا، وَتَسْكُنُونَ فِيْمَا
خَرَبُوا وَإِنَّمَا الْإِيَّامُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ بَوَالِثُ
وَنَوَائِحُ عَلَيْكُمْ -
أَوَلَيْكُمْ سَلَفٌ غَايَتُكُمْ، وَفَرَاطٌ مَنَاهِلُكُمْ
الَّذِينَ كَانَتْ لَهُمْ مَقَاوِمُ الْعِزِّ وَحَلَبَاتُ
الْفَخْرِ مَلُوكًا وَسُوقًا - سَلَكُوا فِي بَطُونِ
الْبَرَزَخِ سَبِيلًا سُلْطَتِ الْأَرْضُ عَلَيْهِمْ
فِيهِ، فَكَانَتْ مِنْ لُحُومِهِمْ وَشَرِبَتْ مِنْ
دِمَائِهِمْ فَاصْبَحُوا فِي فَجَوَاتِ قُبُورِهِمْ
جَمَادًا لَا يَنْمُونَ، وَضِمَارًا لَا يُوجَدُونَ
لَا يَفْزِعُهُمْ وَرُودُ الْإِهْوَالِ، وَلَا يَحْزَنُهُمْ

تَنْكُرُ الْأَحْوَالِ، وَلَا يَحْفِلُونَ
بِالرَّوْاجِفِ، وَلَا يَأْذَنُونَ لِلْقَوَاصِفِ -
غَيْبًا لَا يُنْتَظَرُونَ، وَشُهُودًا لَا
يَحْضُرُونَ - وَإِنَّمَا كَانُوا جَمِيعًا
فَتَشَتَّتُوا، وَالْأَقْصَا فَافْتَرَقُوا - وَمَا عَنْ
طُولِ عَهْدِهِمْ وَلَا بُعْدِ مَحَلِّهِمْ عَيِّتَ
أَخْبَارُهُمْ وَصَمَّتْ دِيَارُهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ
سَقُوا كَأْسًا بَدَّلَتْهُمْ بِالنُّطْقِ خَرَسًا
وَبِالسَّمْعِ صَمْعًا، وَبِالْحَرَكَاتِ سُكُونًا،
فَكَانَتْهُمْ فِي أَرْجَحَالِ الصِّفَةِ صَرَعِي
سَبَاتٍ - جِئْرَانِ بَلِيَّتَ بَيْنَهُمْ عُرَى
التَّعَارُفِ وَأَنْقَطَعَتْ مِنْهُمْ أَسْبَابُ
الْإِحْسَاءِ فَكُلُّهُمْ وَحِيدٌ وَهُمْ جَمِيعٌ وَ
بِجَانِبِ الْهَجْرِ وَهُمْ أَحِلَاءٌ - لَا يَتَعَارَفُونَ
لِللَّيْلِ صَبَاحًا وَلَا لِنَهَارٍ مَسَاءً - أَيْ
الْجَدِيدِينَ ظَعَنُوا فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِمْ
سَرْمَدًا شَاهِدًا مِنْ أخطارِ دَارِهِمْ
أَفْطَعَ مِنْ خَافُوا، وَرَأَوْا مِنْ آيَاتِهَا أَعْظَمَ
مِمَّا قَدَّرُوا - فَكَلَّمْنَا الْغَايَتَيْنِ مُدَّتْ لَهُمْ
إِلَى مَبَانِي فَاتَتْ مَبَالِغَ الْخَوْفِ
وَالرَّجَاءِ - فَلَوْ كَانُوا يَنْطِقُونَ بِهَالَعِيَّوَا
بِصِفَةِ مَا شَاهَدُوا وَمَا عَايَنُوا وَلَئِنْ
عَيِّتَ أَثَارُهُمْ وَأَنْقَطَعَتْ أَخْبَارُهُمْ -
النَّوَاعِمُ - وَلَبَسْنَا أَهْدَامَ الْبِلَى - وَتَكَاءَ

اندو ہناک بناتا ہے۔ نہ زلزلوں کی پرواہ کرتے ہیں۔ نہ رعد کی
کڑک پر کان دھرتے ہیں وہ ایسے غائب ہیں کہ جن کا انتظار
نہیں کیا جاتا اور ایسے موجود ہیں کہ سامنے نہیں آتے وہ مل جل
کر رہتے تھے جواب بکھر گئے ہیں اور آپس میں میل محبت رکھتے
تھے، جواب جدا ہو گئے ہیں۔ ان کے واقعات سے بے خبری
اور ان کے گھروں کی خاموشی امتداد زمانہ اور دوری منزل کی
وجہ سے نہیں، بلکہ انہیں (موت کا) ایسا ساغر پلا دیا گیا ہے کہ
جس نے ان کی گویائی چھین کر انہیں گونگا بنا دیا ہے اور ان کی
حرکت و جنبش کو سکون و بے حسی سے بدل دیا ہے، گویا کہ وہ
سرری نظر میں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے نیند میں لپٹے ہوئے
ہوں۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں جو ایک دوسرے سے انس و محبت کا
لگاؤ نہیں رکھتے اور ایسے دوست ہیں جو آپس میں ملتے ملا تے
نہیں، ان کے جان پہچان کے رابطے بوسیدہ ہو چکے ہیں اور
بھائی بندی کے سلسلے ٹوٹ گئے ہیں وہ ایک ساتھ ہوتے ہوئے
پھراکیلے ہیں اور دوست ہوتے ہوئے پھر علیحدہ اور جدا ہیں۔
یہ لوگ شب ہو تو اس کی صبح سے بے خبر، دن ہو تو اس کی شام سے
نا آشنا ہیں۔ جس رات یا جس دن میں انہوں نے رخت سفر
باندھا ہے وہ ساعت ان پر ہمیشہ اور یکساں رہنے والی ہے۔
انہوں نے منزل آخرت کی ہولناکیوں کو اس سے بھی کہیں زیادہ
ہولناک پایا جتنا انہیں ڈر تھا اور وہاں کے آثار کو اس سے عظیم تر
دیکھا جتنا کہ وہ اندازہ لگاتے تھے۔ (مومنوں اور کافروں کی)
منزل انتہا کو جائے بازگشت دوزخ و جنت تک پھیلا دیا گیا
ہے۔ وہ (کافروں کے لئے) ہر درجہ امید سے بالاتر ہے، اگر
وہ بول سکتے ہوتے جب بھی دیکھی ہوئی چیزوں کے بیان سے
ان کی زبانیں گنگ ہو جاتیں اگرچہ ان کے نشانات مٹ چکے
ہیں اور ان کی خبروں کا سلسلہ قطع ہو چکا ہے۔ لیکن چشم بصیرت
انہیں دیکھتی اور گوش عقل وہ خردان کی سنتے ہیں، وہ بولے نہ لے لے لے
و کلام کے طریقہ پر نہیں بلکہ انہوں نے زبان حال سے کہا شگفتہ

دَنَا ضَيْقُ الْمَضْجَعِ - وَتَوَارَتْنا الْوَحْشَةُ - وَتَهَكَّتْ عَلَيْنَا الرُّبُوعُ الصُّبُوتُ فَأَنْبَحَتْ مَحَاسِنُ أَجْسَادِنَا، وَتَنَكَّرَتْ مَعَارِفُ صَوَارِنَا، وَطَالَتْ فِي مَسَاكِينِ الْوَحْشَةِ إِقَامَتُنَا وَلَمْ نَجِدْ مِنْ كَرْبِ فَرَجٍ، وَلَا مِنْ ضَيْقٍ مُتَسَعٍّ - فَلَوْ مَثَلْتَهُمْ بِعَقْلِكَ أَوْ كَشِفْتَ عَنْهُمْ مَحْجُوبَ الْغَطَاءِ لَكَ وَقَدْ ارْتَسَخَتْ أَسْمَاعُهُمْ بِالْهَوَامِّ فَاسْتَكَّتْ، وَاکْتَحَلَتْ أَبْصَارُهُمْ بِالشَّرَابِ فَخَسَفَتْ، وَتَقَطَّعَتْ الْأَلْسِنَةُ فِي أَفْوَاهِهِمْ بَعْدَى ذَلَالَتِهَا، وَهَمِدَتِ الْقُلُوبُ فِي صُدُورِهِمْ بَعْدَ يَقْظَتِهَا وَعَاثَ فِي كُلِّ جَارِحَةٍ مِنْهُمْ جَدِيدٌ بَلَى سَجَّهَا، وَسَهَّلَ طُرُقَ الْأَفَةِ إِلَيْهَا، مُسْتَسْلِمَاتٍ فَلَا أَيْدٍ تَدْفَعُ، وَلَا قُلُوبٌ تَجْزَعُ لِرَأَيْتِ أَشْجَانَ قُلُوبٍ، وَأَفْدَاءَ عُمُومٍ لَهُمْ فِي كُلِّ فَظَاعَةٍ صِفَةُ حَالٍ لَا تَنْتَقِلُ، وَغَمْرَةٌ لَا تَنْجَلِي - وَكَمْ أَكَلَتِ الْأَرْضُ مِنْ عَزِيْزٍ جَسَدٍ وَأَنِيْقٍ لَوْ كَانَ فِي الدُّنْيَا غَدِيٌّ تَرَفٍّ وَرَيْبٍ شَرَفٍ - يَتَعَلَّلُ بِالسُّرُورِ فِي سَاعَةِ حُزْنِهِ، وَيَفْرَعُ إِلَى السَّلَوةِ إِنْ مُصِيبَةٌ نَزَلَتْ بِهِ ضَنَا بِغَضَارَةِ عَيْشِهِ وَشَحَاحَةٍ بِلَهْوِهِ وَلَعِبِهِ - فَبَيْنَا هُوَ

چہرے بگڑ گئے۔ نرم و نازک بدن مٹی میں مل گئے اور ہم نے بوسیدہ کفن پہن رکھا ہے اور قبر کی تنگی نے ہمیں عاجز کر دیا ہے۔ خوف و دہشت کا ایک دوسرے سے ورثہ پایا ہے۔ ہماری خاموش منزلیں ویران ہو گئیں۔ ہمارے جسم کی رعنائیاں مٹ گئیں۔ ہماری جانی پہچانی ہوئی صورتیں بدل گئیں۔ ان وحشت کدوں میں ہماری مدت رہائش دراز ہو گئی۔ نہ بے چینی سے چھٹکارا نصیب ہے نہ تنگی سے فراخی حاصل ہے۔ اب اس عالم میں کہ جب کیروں کی وجہ سے اُن کے کان سماعت کو کھو کر بہرے ہو چکے ہیں اور اُن کی آنکھیں خاک کا سرمہ لگا کر اندر کو دھنس چکی ہیں اور اُن کے منہ میں زبانی طلاق و روانی دکھانے کے بعد پارہ پارہ ہو چکی ہیں اور سینوں میں دل جو کتنا رہنے کے بعد بے حرکت ہو چکے ہیں اور ان کے ایک ایک عضو کونت نئی بوسیدگیوں نے تباہ کر کے بد ہیئت بنا دیا ہے اور اس حالت میں کہ وہ (ہر مصیبت سہنے کے لئے) بلا مزاحمت آمادہ ہیں۔ ان کی طرف آفتوں کا راستہ ہموار کر دیا ہے، نہ کوئی ہاتھ ہے جو ان کا بچاؤ کرے اور نہ (پہنچنے والے) دل ہیں جو بے چین ہو جائیں، اگر تم اپنی عقلوں میں اُن کا نقشہ بجاؤ، یا یہ کہ تمہارے سامنے سے ان پر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا جائے تو البتہ تم ان کے دلوں کے اندر اور آنکھوں میں پڑے ہوئے خس و خاشاک کو دیکھو گے کہ ان پر شدت و سختی کی ایسی حالت ہے کہ وہ بدلتی نہیں اور ایسی مصیبت و جان کا ہی ہے کہ ہنسنے کا نام نہیں لیتی، اور تمہیں معلوم ہوگا کہ زمین نے کتنے باوقار جسموں اور دلغریب رنگ روپ والوں کو کھالیا جو رنج کی گھڑیوں میں بھی مسرت انگیز چہروں سے دل بہلاتے تھے۔ اگر کوئی مصیبت ان پر آ پڑتی تھی تو اپنے عیش کی تازگیوں پر لپچائے رہنے، اور کھیل تفریح پر فریفتہ ہونے کی وجہ سے خوش و قیوں کے سہارے ڈھونڈتے تھے۔ اسی دوران میں کہ وہ غافل و مدہوش کرنے والی زندگی کی چھاؤں میں دنیا کو دیکھ دیکھ کر ہنس دے تھے اور

يَضْحَكُ إِلَى الدُّنْيَا وَتَضْحَكُ الدُّنْيَا إِلَيْهِ فِي ظِلِّ عَيْشٍ غَفُولٍ إِذْ وَطِئَ الدَّهْرُ بِهِ حَسَكُهُ، وَنَقَضَتْ الْأَيَّامُ قَوَاهُ وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ الْحُتُوفُ مِنْ كَثْبٍ، فَخَالَطَهُ بَثٌّ لَا يَعْرِفُهُ، وَنَجَّى هُمٌ مَا كَانَ يَجِدُهُ - وَتَوَلَّدَتْ فِيهِ فَتَرَاتٌ عِلَلٍ أَنْسَ مَا كَانَ بِصِحَّتِهِ فَفَرَّغَ إِلَى مَا كَانَ عَوْدَهُ إِلَّا طِبَّاءُ مِنْ تَسْكِينِ الْحَارِّ بِالْقَارِّ وَتُحْرِيقِ الْبَارِدِ بِالْحَارِّ، فَلَمْ يُطْفِئِ بَارِدُ إِلَّا ثَوْرَ جَرَادَةٍ، وَلَا حَرَّكَ بِحَارٍ إِلَّا هَيْبَجَ بُرُودَةٍ، وَلَا اعْتَدَلَ بِمَسَازِجِ لَيْلِكَ الطَّبَائِعِ إِلَّا أَمَدَّ مِنْهَا كُلَّ ذَاتٍ دَاءً حَتَّى فَتَرَ مَعْلَلُهُ، وَذَهَلَ مَرَضُهُ وَتَعَايَا أَهْلُهُ بِصِفَةِ دَائِهِ، وَخَرَسُوا عَنْ جَوَابِ السَّائِلِينَ عَنْهُ - وَتَنَازَعُوا دُونَهُ شَجِيءٌ خَبِيرٌ يَكْتُمُونَهُ، فَقَائِلٌ يَقُولُ هُوَ لِمَا بِهِ، وَمُسْنٍ لَهُمْ إِيَّابَ عَافِيَتِهِ، وَمُصْبِرٌ لَهُمْ عَلَى فَقْدِهِ - يُذَكِّرُهُمْ أَسَى الْمَاضِيْنَ مِنْ قَبْلِهِ - فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ عَلَى جَنَاحٍ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا وَتَرْكِ الْأَحْبَةِ، إِذْ عَرَضَ لَهُ عَارِضٌ مِنْ غُصَصِهِ فَتَحَيَّرَتْ نَوَافِدُ فِطْنَتِهِ، وَبَيَّسَتْ رُطُوبَةُ لِسَانِهِ - فَكَمْ مِنْ مِهِمٍ مِنْ جَوَابِهِ عَرَفَهُ فَعَيَّ عَنْ رَدِّهِ، وَدَعَاءِ مُؤَلِّمٍ لِقَلْبِهِ

دنیا انہیں دیکھ دیکھ کر تہقیر لگا رہی تھی کہ اچانک زمانہ نے انہیں کانٹوں کی طرح روند دیا اور اُن کے سارے زور توڑ دیئے اور قریب ہی سے موت کی نظریں اُن پر پڑنے لگیں اور ایسا غم و اندوہ اُن پر طاری ہوا کہ جس سے وہ آشنا نہ تھے اور ایسے اندرونی قلق میں مبتلا ہوئے کہ جس سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا اور اس حالت میں کہ وہ صحت سے بہت زیادہ مانوس تھے۔ ان میں مرض کی کمزوریاں پیدا ہو گئیں تو اب انہوں نے انہی چیزوں کی طرف رجوع کیا جن کا طبیبوں نے انہیں عادی بنا رکھا تھا کہ گرمی کے زور کو سرد دواؤں سے فرو کیا جائے اور سردی کو گرم دواؤں سے ہٹایا جائے۔ مگر سرد دواؤں نے گرمی کو بجھانے کے بجائے اور بھڑکا دیا اور گرم دواؤں نے ٹھنڈک کو ہٹانے کے بجائے اس کا جوش اور بڑھا دیا اور نہ ان طبیعتوں میں مخلوط ہونے والی چیزوں نے ہر عضو مآؤف کا آزار اور بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ وہ چارہ گرسٹ پڑ گئے۔ تیمار دار (مانوس ہو کر) غفلت برتنے لگے۔ گھر والے مرض کی حالت بیان کرنے سے عاجز آ گئے اور مزاج پر ہی کرنے والوں کے جواب سے خاموش اختیار کر لی اور اس سے چھپاتے ہوئے اس اندوہناک خبر کے بارے میں اختلاف رائے کرنے لگے۔ ایک کہنے والا یہ کہتا تھا کہ اس کی حالت جو ہے سو ظاہر ہے اور ایک صحت و تندرستی کے پلٹ آنے کی امید دلاتا تھا اور ایک اس کی (ہونے والی) موت پر انہیں صبر کی تلقین کرتا اور اس سے پہلے گزر جانے والوں کی مصیبتیں انہیں یاد دلاتا تھا۔ اسی آٹا میں کہ وہ دنیا سے جانے اور دوستوں کو چھوڑنے کے لئے پر تول رہا تھا کہ ناگاہ گلوگیر پھندوں میں سے ایک ایسا پھندا اُسے لگا کہ اُس کے ہوش و حواس پاشان و پریشان ہو گئے اور زبان کی تری خشک ہو گئی اور کتنے ہی مہم سوالات تھے کہ جن کے جواب وہ جانتا تھا مگر بیان کرنے سے عاجز ہو گیا اور کتنی ہی دل سوز صدائیں اس

سَبْعَهُ فَتَصَامَ عَنْهُ مِنْ كَبِيرٍ كَانَ يُعْظِمُهُ
أَوْ صَغِيرٍ كَانَ يَرْحُمُهُ - وَإِنْ لَيْسَتْ
لِغَيْرَاتٍ هِيَ أَفْضَلُ مِنْ أَنْ تُسْتَغْرَقَ بِصِفَةِ
أَوْ تَعْتَدِلَ عَلَى عُقُولِ أَهْلِ الدُّنْيَا -

کے کان سے ٹکرائیں کہ جن کے سننے سے بہرہ ہو گیا وہ آوازیں
کسی ایسے بزرگ کی ہوتی تھی جس کا یہ بڑا احترام کرتا تھا، یا کسی
ایسے خوردسال کی ہوتی تھی جس پر یہ مہربان و شفیق تھا۔ موت کی
 سختیاں اتنی ہیں کہ مشکل ہے کہ دائرہ بیان میں آسکیں یا اہل دنیا
کی عقلوں کے اندازہ پر پوری اتر سکیں۔

۱۔ اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ بنی عبد مناف اور بنی سہم مال و دولت کی فراوانی اور افراتفری کی کثرت پر آپس میں تفاخر کرنے
لگے اور ایک اپنی کثرت دکھانے کے لئے اپنے مردوں کو بھی شمار کرنے لگا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہیں مال و دولت کی
کثرت نے غافل کر دیا ہے یہاں تک کہ تم نے زندوں کے ساتھ مردوں کو بھی شمار کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس آیت کے ایک معنی
یہ بھی کہے گئے ہیں کہ مال و اولاد کی فراوانی نے تمہیں غافل کر دیا ہے یہاں تک کہ تم مرکز قبروں تک پہنچ گئے۔ مگر امیر المومنین
کے ارشاد سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ جو دن کے وقت مرتے ہیں اُن کی نگاہوں میں ہمیشہ دن ہی رہتا ہے اور جو رات کے وقت مرتے ہیں اُن کے
لئے رات کا اندھیرا نہیں چھٹتا۔ کیونکہ وہ ایسے مقام پر ہیں جہاں چاند، سورج کی گردش اور شب و روز کا چکر نہیں ہوتا اس مضمون کو
ایک شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے۔

لَا بَدَّ مِنْ يَوْمٍ بِلَالِيَةٍ أَوَّلِيَةٍ تَأْتِي بِلَايَوْمٍ

پھر اُجال رات کا منظر نہ دیکھے گا یہ دن صبح کا جلوہ نہ دیکھے گی کبھی شام فراق

خطبہ ۲۱۹

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
قَالَ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ "رَجُلًا لَا تَلْهِيهِمْ
تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ -"
إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ الذِّكْرَ جَلَاءً
لِلْقُلُوبِ تَسْمَعُ بِهِ بَعْدَ الْوَقْرَةِ، وَتَبْصُرُ
بِهِ بَعْدَ الْعَشْوَةِ، وَتَنْقَادُ بِهِ بَعْدَ
الْمَعَانِدَةِ - وَمَا يَرِخُ لِلَّهِ - عَزَّتْ الْأَوَّلُ -
فِي الْبُرْهَةِ بَعْدَ الْبُرْهَةِ وَفِي أَدَمَانَ
الْفَتَرَاتِ عِبَادٌ نَاجَاهُمْ فِي فِكْرِهِمْ

آیہ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وہ
لوگ ایسے ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر الہی
سے غافل نہیں بناتی۔" کی تلاوت کے بعد فرمایا
بے شک اللہ سبحانہ نے اپنی یاد کو دلوں کی عقل قرار دیا ہے جس
کے باعث وہ (اواحر و نواہی سے بہرا ہونے کے بعد سننے لگے
اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے اور دشمنی و عناد کے بعد
فرمانبردار ہو گئے یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیاء سے خالی دور
میں حضرت رب العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود
رہے ہیں کہ جن کی فکر میں سرگوشیوں کی صورت میں
(حقائق و معارف کا) القاء کرتا ہے اور ان کی عقلوں سے الہامی

وَكُلُّهُمْ فِي ذَاتِ عُقُولِهِمْ، فَاسْتَصْبَحُوا
بِنُورٍ يَقْطَعُ فِي الْأَسْبَاحِ وَالْأَبْصَارِ
وَالْأَفْئِدَةِ يُدْكَرُونَ بِأَيَّامِ اللَّهِ،
وَيُخَوِّقُونَ مَقَامَهُ بِمَنْزِلَةِ الْأَوَّلَةِ فِي
الْفَلَوَاتِ - مَنْ أَخَذَ لِقَصْدٍ حَيْدًا وَإِلَيْهِ
طَرِيقُهُ وَبَشَرًا وَلَا بِالنَّجَاةِ وَمَنْ أَخَذَ
يَمِينًا وَشِمَالًا ذَمُّوا إِلَيْهِ الطَّرِيقُ،
وَحَدَّرُوا مِنَ الْهَلَكَةِ وَكَانُوا كَذَلِكَ
مَصَابِيحَ تِلْكَ الظُّلُمَاتِ وَأَوَّلَةَ تِلْكَ
أَشْبَهَاتِ وَإِنْ لِدِكْرِ لَاهِلًا أَخَذُوا مِنَ
الدُّنْيَا بَدَلًا فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ تِجَارَةٌ لَا بَيْعٌ
عَنْهُ، يَقْطَعُونَ بِهِ أَيَّامَ الْحَيَاةِ وَيَهْتَفُونَ
بِالزَّوْاجِرِ عَنْ مَحَارِمِ اللَّهِ فِي أَسْبَاحِ
الْغَافِلِينَ - وَيَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ
وَيَأْتِيهِمْ بِهِ، وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
يَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ - فَكَانُوا قَطْعُوا الدُّنْيَا إِلَى
الْآخِرَةِ وَهُمْ فِيهَا فَشَاهِدٌ وَأَمَّا وَرَاءَ
ذَلِكَ فَكَانُوا أَطْلَعُوا غُيُوبَ أَهْلِ الْبَرَزِخِ
فِي طُولِ الْإِقَامَةِ فِيهِ، وَحَقَّقَتِ الْقِيَامَةُ
عَلَيْهِمْ عَدَاتِهَا فَكَشَفُوا غِطَاءَ ذَلِكَ
لِأَهْلِ الدُّنْيَا حَتَّى كَانَتْهُمْ يَرَوْنَ مَا لَا
يَرَى النَّاسُ وَيَسْمَعُونَ مَا لَا يَسْمَعُونَ،
فَلَوْ مَثَلَتْهُمْ لِعَقْلِكَ فِي مَقَاوِمِهِمْ
الْحَمُودَةُ، وَمَجَالِسِهِمُ الشَّهُودَةُ وَقَدْ

آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی آنکھوں
کانوں اور دلوں میں بیداری کے نور سے (ہدایت و بصیرت
کے) چراغ روشن کئے۔ وہ مخصوص یاد رکھنے (کے قابل) دنوں
کی یاد دلاتے ہیں اور اُس کی جلالت و بزرگی سے ڈراتے ہیں۔
وہ ملق و دلق صحراؤں میں دلیل راہ ہیں۔ جو میانہ روی اختیار کرتا
ہے اس کے طور طریقے پر تحسین و آفرین کرتے ہیں اور اسے
نجات کی خوشخبری سناتے ہیں اور جو (افراط و تفریط کی) دائیں
بائیں سمتوں پر ہوتا ہی و ہلاکت سے خوف دلاتے ہیں۔ انہیں
خصوصیتوں کے ساتھ یہ ان اندھیاریوں کے چراغ اور اُن
شبہوں کے لئے رہنما ہیں۔ کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنہوں نے
یاد الہی کو دنیا کے بدلے میں لے لیا۔ انہیں نہ تجارت اس سے
غافل رکھتی ہے نہ خرید و فروخت اسی کے ساتھ زندگی کے دن
بسر کرتے ہیں اور محرمات الہیہ سے متنبہ کرنے والی آوازوں
کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں۔ عدل و
انصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔
برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں گویا
کہ انہوں نے دنیا میں ہوتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے
کر لیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے اسے اپنی آنکھوں سے
دیکھ لیا اور گویا کہ وہ اہل برزخ کے ان چھپے ہوئے حالات پر
جوان کے طویل عرصہ قیام میں نہیں پیش آئے گا ہو چکے ہیں اور
گویا کہ قیامت نے ان کے لئے اپنے وعدوں کو پورا کر دیا اور
انہوں نے اہل دنیا کے سامنے ان چیزوں پر سے پردہ الٹ دیا
یہاں تک کہ گویا وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جسے دوسرے لوگ
نہیں دیکھ سکتے اور وہ سب کچھ سن رہے ہیں جسے دوسرے نہیں
سن سکتے۔ اگر تم ان کی پاکیزہ جگہوں اور پسندیدہ محفلوں میں ان
کی تصویر اپنے ذہن میں کھینچو جبکہ وہ اسے اعمال ناموں کو کھولے
ہوں اور اپنے نفسوں سے ہر چھوٹے بڑے کام کا محاسبہ کرنے پر

نَشَرُوا دُؤَابِينَ أَعْمَالِهِمْ
وَفَرَّغُوا الْحَاسِبَةَ أَنْفُسِهِمْ عَلَى كُلِّ
صَغِيرَةٍ وَكَبِيرَةٍ أَمْرًا بِهَا فَقَصَرُوا عَنْهَا،
أَوْنُوهَا عَنْهَا فَفَرَطُوا فِيهَا، وَحَمَلُوا ثِقَلَ
أَوْزَارِهِمْ ظُهُورَهُمْ فَضَعُفُوا عَنِ
الْإِسْتِقْلَالِ بِهَا فَتَنَشَجُوا نَشِيجًا
وَتَجَاوَبُوا نَحِيْبًا يَعْجُونَ إِلَى رَبِّهِمْ مِنْ
مَقَامٍ نَدَمَ - وَاعْتَرِافٍ لَرَأَيْتَ أَعْلَامَ
هُدًى، وَمَصَابِيحَ دُجًى، قَدْ حَقَّتْ بِهِمْ
الْبَلَاءُ، وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ،
وَفَتَحَتْ لَهُمْ أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَأَعَدَّتْ لَهُمْ
مَقَاعِدَ الْكَرَامَاتِ فِي مَقَامٍ أَطْلَعَ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ فِيهِ فَرَضِي سَعْيِهِمْ وَحَمِيدَ
مَقَامِهِمْ يَتَنَسَّمُونَ بِدُعَائِهِ رَوْحَ
التَّجَاوُزِ - رَهَائِنُ فَاقَةِ إِلَى فَضْلِهِ،
وَأَسَارَى ذَلَّةٍ لِعَظَمَتِهِ جَرَّحَ طُولُ
الْأَسَى قُلُوبَهُمْ - وَطُولُ الْبُكَاءِ عُمُومُهُمْ -
لِكُلِّ بَابٍ رَغْبَةٌ إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ
يَدْفَعُونَ يَسْأَلُونَ مَنْ لَا تَضِيقُ لَدَيْهِ
السَّادُوحُ وَلَا يَخِيْبُ عَلَيْهِ الرَّاعِبُونَ -
فَحَاسِبْ نَفْسَكَ لِنَفْسِكَ فَإِنَّ غَيْرَهَا مِنَ
الْأَنْفُسِ لَهَا حَسِبَتْ غَيْرُكَ -

خطبہ ۲۲۰

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) آیت یایہا الانسان ما غرک بربک والکریم

قَالَ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ:

”يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ
الْكَرِيمِ -“

أَدْحَضَ مَسْئُولٍ حَجَّةً، وَأَقْطَعَ مُغْتَرِّ
مَعْذِرَةً - لَقَدْ أَبْرَحَ جَهَالَةً بِنَفْسِهِ -

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا جَرَّأَكَ عَلَى ذَنْبِكَ، وَمَا
غَرَّكَ بِرَبِّكَ، وَمَا أَنْسَكَ بِهَلَكَةِ نَفْسِكَ -

أَمَامِنُ دَانِكَ بُلُولُ - أَمْ لَيْسَ مِنْ نَوْمَتِكَ
يَقْظَةٌ - أَمَا تَرَحَّمُ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَرَحَّمُ

مِنْ غَيْرِكَ - فَرُبَّمَا تَرَى الضَّاحِيَ مِنْ
حَرِّ الشَّمْسِ فَتُظِلُّهُ، أَوْ تَرَى الْبَيْتَ بِالنِّمْرِ

يُبِضُّ جَسَدَهُ فَتَبْكِي رَحْمَةً لَهُ فَمَا
صَبَرَكَ عَلَى دَانِكَ، وَجَلَدَكَ عَلَى

مُصَابِكَ، وَعَزَاكَ عَنِ الْبُكَاءِ عَلَى
نَفْسِكَ - وَهِيَ أَعَزُّ الْأَنْفُسِ عَلَيْكَ -

وَكَيْفَ لَا يُوقِظُكَ خَوْفُ بَيَاتِ نِقْمَةٍ وَقَدْ
تَوَرَّطْتَ بِعَاصِيَةِ مَذَارِجِ سَطَوَاتِهِ

فَتَدَا وَمِنْ دَاءِ الْفِتْرَةِ فِي قَلْبِكَ بَعْزِيَّةٌ،
وَمِنْ كَرَى الْعُفْلَةِ فِي نَاطِرِكَ بِيَقْظَةٍ وَ

كُنْ لِلَّهِ مُطِيعًا، وَبِدُكْرِ الْإِنْسَانِ - وَتَمَثَّلْ
فِي حَالِ تَوَلَّيْكَ عَنْهُ إِقْبَالَهُ عَلَيْكَ -

يَدْعُوكَ إِلَى عَفْوِهِ وَيَتَعَمَّدُكَ بِفَضْلِهِ
وَأَنْتَ مُتَوَلِّ عَنْهُ إِلَى غَيْرِهِ -

فَتَعَالَى مِنْ قُوِّي مَا أَكْرَمَهُ، وَتَوَاضَعَتْ

”اے انسان تجھے کس چیز نے پروردگار کریم کے
بارے میں دھوکا دیا۔“ کی تلاوت کے وقت ارشاد
فرمایا۔

یہ شخص جس سے یہ سوال ہو رہا ہے جواب میں کتنا عاجز اور یہ
فریب خوردہ عذر پیش کرنے میں کتنا قاصر ہے۔ وہ اپنے نفس
کو سختی سے جہالت میں ڈالے ہوئے ہے۔

اے انسان تجھے کس چیز نے گناہ پر دلیر کر دیا ہے اور کس چیز نے
تجھے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکا دیا ہے اور کس چیز نے
تجھے اپنی تباہی پر مطمئن بنا دیا ہے۔ کیا تیرے مرض کے لئے شفا

اور تیرے خواب (غفلت) کے لئے بیداری نہیں ہے۔ کیا تجھے
اپنے پراگتہ بھی رحم نہیں آتا جتنا دوسروں پر ترس کھاتا ہے۔ بسا

اوقات تو جلتی دھوپ میں کسی کو دیکھتا ہے تو اس پر سایہ کر دیتا
ہے یا کسی کو درد و کرب میں مبتلا پاتا ہے تو اس پر شفقت کی بناء پر

تیرے آنسو کل پڑتے ہیں مگر خود اپنے روگ پر کس نے تجھے
صبر دلایا ہے اور کس نے تجھے اپنی مصیبتوں پر توانا کر دیا ہے

اور خود اپنے اوپر رونے سے تسلی دے دی ہے۔ حالانکہ سب
جانوں سے تجھے اپنی جان عزیز ہے اور کیوں کر عذاب الہی کے

رات ہی کو ڈیرے ڈال دینے کا خطرہ تجھے بیدار نہیں رکھتا
حالانکہ تو اپنے گناہوں کی بدولت اس کے قہر و تسلط کی راہ میں

پڑا ہوا ہے۔ دل کی کوتاہیوں کے روگ کا چارہ عزمِ راسخ سے
آنکھوں کے خواب غفلت کا مداوا بیداری سے کرو۔ اللہ کے مطیع

و فرمانبردار بنو اور اس کی یاد سے جی لگاؤ، ذرا اس حالت کا تصور
کرو، وہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور تم اس سے منہ پھیرے

ہوئے ہو اور وہ تمہیں اپنے دامنِ عفو میں لینے کے لئے بلا رہا
ہے اور اپنے لطف و احسان سے ڈھانپنا چاہتا ہے اور تم ہو کہ اس

سے روگرداں و کر دوسری طرف رخ کئے ہوئے ہو۔ بلند و برتر
ہے وہ خدائے قوی و توانا کہ جو کتنا بڑا کریم ہے اور تو اتنا عاجز و
نا توانا اور اتنا پست ہو کر گناہوں پر کتنا جری اور دلیر ہے حالانکہ

منزل پر کل وہی لوگ پہنچیں گے جو آج اس سے گریزاں ہیں۔ جب زمین زلزلہ میں اور قیامت اپنی ہولناکیوں کے ساتھ آجائے گی اور ہر عبادت گاہ سے اُس کے پجاری ہر معبود سے اُس کے پرستار اور ہر پیشوا سے اُس کے مقتدی ملحق ہو جائیں گے تو اس وقت فضا میں شکاف کرنے والی نظر اور زمین میں قدموں کی ہلکی سی چاپ کا بدلہ بھی اس کی عدالت گستری و انصاف پروری کے پیش نظر حق و انصاف سے پورا پورا دیا جائے گا۔ اُس دن کتنی ہی دلیلیں غلط و بے معنی ہو جائیں گی اور غدو معذرت کے بندھن ٹوٹ جائیں گے تو اب اس چیز کو اختیار کرو جس سے تمہارا عذر قبول اور تمہاری حجت ثابت ہو سکے جس دنیا سے تم نے ہمیشہ بہرِ یاب نہیں ہونا اُس سے وہ چیزیں لے لو جو تمہارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں اپنے سفر کے لئے تیار رہو (دنیا کی ظلمتوں میں) نجات کی چمک پر نظر کرو اور جدوجہد کی ساریوں پر پالان کس لو۔

خطبہ ۲۲۱

خدا کی قسم مجھے سعدان کے کائناتوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق و زنجیر میں مقید ہو کر گھسنا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو۔ یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غضب کی ہو، میں اس نفس کی خاطر کیونکر کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا ہے اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے۔

بخدا میں نے (اپنے بھائی) عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے (حصہ کے) گیہوں میں ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے اُن کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر و بے نوئی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے گویا اُن کے چہرے نیل چمڑک کر سیاہ کر دیئے

إِذَا رَجَفَتِ الرَّاجِفَةُ - وَحَقَّتْ بَجَلَالِهَا الْقِيَامَةُ - وَلَحِقَ بِكُلِّ مَنَسَكٍ أَهْلُهُ، وَبِكُلِّ مَعْبُودٍ عَبْدَتُهُ، وَبِكُلِّ مُطَاعٍ أَهْلُ طَاعَتِهِ، فَلَمْ يُجْزَ فِي عَذْلِهِ وَقِسْطِهِ يَوْمَئِذٍ حَرْقُ بَصَرٍ فِي الْهَوَاءِ، وَلَا هَمْسٌ قَدَمٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَكَمْ حُجَّةٌ يَوْمَ ذَلِكَ دَاخِصَةٌ وَعَلَانِيَةٌ عُدْرٍ مُنْقَطِعَةٍ - فَتَحَرَّمَنَّ أَمْرُكَ مَا يَقُومُ بِهِ عُدْرُكَ وَتَثَبَّتْ بِهِ حُجَّتُكَ - وَخُذْ مَا يَبْقَى لَكَ مِمَّا لَا تَبْقَى لَهُ - وَتَيَسَّرَ لِسْفَرِكَ - وَشَمَّ بَرِّقَا النَّجَاةِ - وَارْحَلْ مَطَايَا التَّشْيِيرِ -

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَاللَّهِ لَأَنْ أَبَيْتَ عَلَى حَسَنِ الْأَغْلَالِ مُصْفَدًا، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظَالِمًا لِبَعْضِ الْعِبَادِ، وَغَاصِبًا لِمَنْشَأٍ مِنَ الْخَطَامِ - وَكَيْفَ أَظْلِمُ أَحَدًا لِنَفْسٍ يُسْرِعُ إِلَى الْبِلْسَى قُقُولُهَا وَيَطْوُلُ فِي الثَّرَى خُلُولُهَا - وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ عَقِيلًا، وَقَدْ أَمْلَقَ حَتَّى اسْتَمَا حَنِيٍّ مِنْ بُرْكُمْ صَاعًا، وَرَأَيْتُ صَبِيَانَهُ شُعْتَ الشُّعُورِ غُبَّرَ

اُسی کے دامن پناہ میں اقامت گزیر ہے اور اسی کے لطف و احسان کی پہنائیوں میں اٹھتا بیٹھا ہے۔ اُس نے اپنے لطف و کرم کو تجھ سے روکا نہیں اور نہ تیرا پردہ چاک کیا ہے۔ بلکہ اس کی کسی نعمت میں جو اُس نے تیرے لئے خلق کی یا کسی گناہ میں کہ جس پر اُس نے پردہ ڈالا یا کسی مصیبت و ابتلا میں کہ جس کا رخ تجھ سے موڑا تو اُس کے لطف و کرم سے لحظہ بھر کے لئے محروم نہیں ہوا یہ اُس صورت میں ہے کہ جب تو اُس کی معصیت کرتا ہے تو پھر تیرا اس کی بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر تو اُس کی اطاعت کرتا ہوتا۔ خدا کی قسم! اگر یہی رویہ دوا ایسے شخصوں میں ہوتا جو قوت و قدرت میں برابر کے ہم پلہ ہوتے (اور ان میں سے ایک تو ہوتا جو بے رخی کرتا اور دوسرا تجھ پر احسان کرتا تو تو ہی سب سے پہلے اپنے نفس پر کچھ خلقی و بدکرداری کا حکم لگاتا، سچ کہتا ہوں کہ دنیا نے تجھ کو فریب نہیں دیا بلکہ خود جان بوجھ کر اُس کے فریب میں آیا ہے۔ اس نے تو تیرے سامنے نصیحتوں کو کھول کر رکھ دیا اور تجھے (ہر چیز سے) یکساں طور پر آگاہ کر دیا۔ اس نے جن بلاؤں کو تیرے جسم پر نازل ہونے اور جس کمزوری کے تیرے قوی پر طاری ہونے کا وعدہ کیا ہے اس میں راستگو اور ایفائے عہد کرنے والی ہے بجائے اس کے کہ تجھ سے جھوٹ کہا ہو یا فریب دیا ہو۔ کتنے ہی اس دنیا کے بارے میں سچے نصیحت کرنے والے ہیں جو تیرے نزدیک قابل اعتبار ہیں اور کتنے ہی اس کے حالات کو صحیح صحیح بیان کرنے والے ہیں جو جھٹلائے جاتے ہیں۔ اگر تو ٹوٹے ہوئے گھروں اور سنان مکانوں سے دنیا کی معرفت حاصل کرے تو تو انہیں اچھی یاد دہانی اور مؤثر پند و ہی کے لحاظ سے بمنزلہ ایک مہربان کے پائے گا کہ جو تیرے (بلاؤں میں پڑنے سے) بخل سے کام لیتے ہیں یہ دنیا اس کے لئے اچھا گھر ہے جو اسے گھر سمجھنے پر خوش نہ ہو اور اسی کے لئے اچھی جگہ ہے جو اسے اپنا وطن بنا کر نہ رہے۔ اس دنیا کی وجہ سے سعادت کی

مِنْ ضَعِيفٍ مَا أَجْرَكَ عَلَى مَعْصِيَتِهِ وَأَنْتَ فِي كَنْفِ سِتْرٍ مُقِيمٌ، وَفِي سَعَةِ فَضْلِهِ مُتَتَلِّبٌ - فَلَمْ يَمْنَعْكَ فَضْلُهُ وَلَمْ يَهْتِكْ عَنْكَ سِتْرَهُ بَلْ لَمْ تَخُلْ مِنْ لُطْفِهِ مَطْرَفَ عَيْنٍ، فِي نِعْمَةٍ يُحْدِثُهَا لَكَ، أَوْ سَيِّئَةٍ يَسْتُرُهَا عَلَيْكَ، أَوْ بِلِيَّةٍ يَصْرِفُهَا عَنْكَ فَمَا ظَنُّكَ بِهِ لَوْ أَطَعْتَهُ؟ وَإِمَّ اللَّهُ لَوْ أَنَّ هَذِهِ الصِّفَةَ كَانَتْ فِي مُتَفَقِّهٍ فِي الْقُوَّةِ، مُتَوَازِنِينَ فِي الْقُدْرَةِ لَكُنْتَ أَوَّلَ حَاكِمٍ عَلَى نَفْسِكَ بِدَمِيمِ الْأَخْلَاقِ وَمَسَاوِي الْأَعْمَالِ - وَحَقًّا أَقُولُ مَا لِدُنْيَا غَرَّتْكَ وَلَكِنْ بِهَا اغْتَرَرْتَ وَلَقَدْ كَاشَفْتُكَ الْعِظَاتُ وَأَذْنَتُكَ عَلَى سَوَاءٍ وَلَهِيَ بِمَا تَعْدُكَ مِنْ نُزُولِ الْبَلَاءِ بِحَسَبِكَ وَالنَّقْصُ فِي قُوَّتِكَ أَصْدَقُ وَأَوْفَى مِنْ أَنْ تَكْذِبَكَ أَوْ تَغُرَّكَ - وَلَرُبَّ نَاصِحٍ لَهَا عِنْدَكَ مَتَّهِمٌ، وَصَادِقٍ مِنْ خَبَرِهَا مُكَذَّبٌ وَلَئِنْ تَعَرَّفْتَهَا فِي الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوعِ الْخَالِيَةِ لَتَجِدَنَّهَا مِنْ حُسْنِ تَذَكِيرِكَ وَبَلَاغِ مَوْعِظَتِكَ بِسَحْلَةِ الشَّفِيقِ عَلَيْكَ وَالشَّحِيحِ بِكَ - وَلَنِعَمَ دَارٌ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِهَا دَارًا، وَمَحَلٌّ مَنْ لَمْ يُوطِّنْهَا مَحَلًّا - وَإِنَّ السَّعْدَاءَ بِالْذُّنْيَا عَدَا هُمُ الْهَارِبُونَ مِنْهَا الْيَوْمَ -

الْأَلْوَانِ مِنْ فَقْرِهِمْ كَانَسَا سُودَتَ
وَجُوهَهُمْ بِالْعِظْلِيمِ، وَعَاوَدَنِي مُوَكِّدًا
وَكُرَّرَ عَلَيَّ الْقَوْلَ مُرَدَّدًا فَاصْغَيْتُ إِلَيْهِ
سَمِعِي فَظَنُّنِي أَبِيعَهُ دِينِي وَاتَّبَعُ
قِيَادَهُ مُفَارِقًا طَرِيقِي فَاحْبَبْتُ لَهُ
حَدِيدَةً ثُمَّ أَدْبَيْتُهَا مِنْ جَسَمِهِ لِيَعْتَبِرَ بِهَا
فَصَحَّ ضَجِيجَ دِي دَلْفٍ مِنَ الْيَهَاءِ
وَكَادَانِ يَحْتَرِقُ مِنْ مَيْسِبِهَا، فَقُلْتُ لَهُ
تَكَلَّمْتَ الشَّوَاكِلَ يَا عَقِيلُ، أَتَيْنُ مِنْ
حَدِيدَةٍ أَحْسَاهَا إِنْسَانُهَا لِلْعَبِ،
وَتَجَرْنِي إِلَى نَارٍ سَجَرَهَا جَبَارُهَا
لِغَضَبِهِ. أَتَيْنُ مِنَ الْآذَى وَلَا آئِنُ مِنْ
نَظِي. وَأَعْجَبُ مِنْ ذَلِكَ طَارِقُ طَرِيقَنَا
بِإِلْفُوفَةٍ فِي وَعَائِهَا، وَمَعْجُونَةٍ شَنْتِهَا
كَأَنَّمَا عَجَنْتَ بِرَيْقِ حَيَّةٍ أَوْ قَيْنِهَا، فَقُلْتُ
أَصِلَّةٌ أَمْ زَكَاةٌ أَمْ صَدَقَةٌ فَذَلِكَ مُحَرَّمٌ
عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَقَالَ لَا ذَا وَلَا ذَاكَ
وَلَكِنَّهَا هَدِيَّةٌ فَقُلْتُ هَبْلَتِكَ الْهَبُولُ،
أَعَنْ دِينَ اللَّهِ أَتَيْتَنِي لِتَخْدَعَنِي،
أَمْ حَتِيطُ أَنْتَ أَمْ دُوجِنَةٌ أَمْ تَهْجُرُ.
وَاللَّهِ لَوْ أُعْطِيتُ إِلَّا قَالِيمَ السَّبْعَةِ بَمَا
تَحْتَ أَفْلَاكِهَا عَلَى أَنْ أَعْصِيَ اللَّهَ فِي
نَمْلَةٍ أَسْلُبَهَا جَلْبَ شَعِيرَةٍ مَا فَعَلْتُ وَإِنْ
دُنْيَاكُمْ عِنْدِي لَا هَوْنٌ مِنْ وَرَقَةٍ فِي فَمٍ

جَرَادَةً تَقْضُمُهَا مَا لِعَلِّي وَلِنَعِيمٍ يَفْنَى
وَلَكِنَّهُ لَا تَبْقَى. نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ سُبَاتِ
الْعَقْلِ وَقُبْحِ الزُّلْمِ وَبِهِ نَسْتَعِينُ.

۱۔ ایک خاردار جھاڑی ہے جسے اونٹ چرتا ہے۔

۲۔ یہ اشعث ابن قیس تھا۔

خطبہ ۲۲۲

(وَمِنْ دُعَاءٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
اَللّٰهُمَّ صُنْ وَجْهِي بِالْيَسَارِ، وَلَا تَبْدُلْ
جَاهِي بِالْاِقْتَارِ فَاسْتَرْزِقْ طَالِبِي رِزْقِكَ،
وَاسْتَعْطِفْ شِرَارَ خَلْقِكَ، وَابْتَلِي بِحَدِيدٍ
مَنْ اَعْطَانِي، وَاَفْتِنَنَّ بَذَمٍ مِنْ مَنَعَنِي،
وَاَنْتَ مَنْ وَرَاءَ ذَلِكَ كُلِّهِ وَلِيْ الْاَعْطَاءِ
وَالْمَنَعِ "اِنَّكَ عَلَيَّ وَلِيٌّ اِلَّا عَطَاءٍ وَالْمَنَعِ
"اِنَّكَ عَلَيَّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔"

خطبہ ۲۲۳

(یہ دنیا) ایک ایسا گھر ہے جو بلاؤں میں گھرا ہوا اور فریب
کاریوں میں شہرت یافتہ ہے اس کے حالات کبھی یکساں نہیں
رہتے اور نہ اس میں فروکش ہونے والے صحیح و سالم رہ سکتے
ہیں۔ اس کے حالات مختلف اور اطوار ادا کرنے والے
ہیں۔ خوش گذرانی کی صورت اس میں قابل مذمت اور امن و
سلامتی کا اس میں پتہ نہیں۔ اس کے رہنے والے تیر اندازی
کے ایسے نشانے ہیں کہ جن پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور
موت کے ذریعہ انہیں فنا کرتی رہتی ہے۔

جانے والی لذتوں سے کیا واسطہ۔ ہم عقل کے خواب غفلت میں
پڑ جانے اور لغزشوں کی برائیوں سے خدا کے دامن میں پناہ لیتے
ہیں اور اُسی سے مدد کے خواستگار ہیں۔

وَأَعْلَمُوا عِبَادَ اللَّهِ أَنَّكُمْ وَمَا أَنْتُمْ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الدُّنْيَا عَلَى سَبِيلٍ مَنْ قَدْ مَضَى قَبْلَكُمْ مِمَّنْ كَانَ أَطْوَلَ مِنْكُمْ أَعْمَارًا، وَأَعْمَرَ دِيَارًا، وَابْعَدَ أَثَارًا، أَصْبَحَتْ أَصْوَاتُهُمْ هَامِدَةً، وَرِيَا حُهُم رَاكِدَةً، وَأَجْسَادُهُمْ بَالِيَةً، وَدِيَارُهُمْ خَالِيَةً، وَأَثَارُهُمْ عَافِيَةً۔ فَاسْتَبْدَلُوا بِالْقُصُورِ الْمَشِيدَةِ وَالنَّارِقِ الْمُهْدَةِ الْمُصْحُورِ وَالْأَحْجَارِ الْمُسْنَدَةِ، وَالْقُبُورِ اللَّاطِنَةِ الْمُلْحَدَةِ۔ الَّتِي قَدْ بَنَى بِالْخَرَابِ فَنَاوَهَا، وَشِيدَ بِالثَّرَابِ بَنَاوَهَا، وَشِيدَ بِالثَّرَابِ بَنَاوَهَا۔ فَمَحَلُّهَا مُقْتَرَبٌ، وَسَاكِنُهَا مُغْتَرِبٌ۔ بَيْنَ أَهْلِ مَحَلَّةٍ مُوَحِّشِينَ وَأَهْلِ فَرَاغٍ مُتَشَاغِلِينَ لَا يَسْتَأْنِسُونَ بِالْأَوْطَانِ، وَلَا يَتَوَاصِلُونَ تَوَاصِلَ الْجِيرَانِ عَلَى مَا بَيْنَهُمْ مِنْ قُرْبِ الْجَوَانِ عَلَى مَا بَيْنَهُمْ مِنْ قُرْبِ الْجَوَارِ وَدُنُو الدَّارِ وَكَيْفَ يَكُونُ بَيْنَهُمْ تَزَاوُرٌ وَقَدْ طَحَنَهُمْ بِكُلِّكِلِهِ الْبَلَى وَآكَلَتْهُمْ الْجَنَادِلُ وَالشَّرَى وَكَانَ قَدْ صِرْتُمْ إِلَى مَاصِرًا وَإِلَيْهِ، وَأَرْتَهَنَكُمْ ذَلِكَ الْمَضْجَعُ، وَضَبَكُمْ ذَلِكَ الْمُسْتَوْدَعُ۔ فَكَيْفَ بِكُمْ لَوْ تَنَاهَتْ بِكُمْ الْأُمُورُ، وَبُعْثِرَتِ الْقُبُورُ "هَذَا لَكَ تَبَلُّو كُلِّ نَفْسٍ

اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں اور اس دنیا کی اُن چیزوں کو کہ جن میں تم ہو انہی لوگوں کی راہ پر گزرنا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ جو تم سے زیادہ لمبی عمروں والے، تم سے زیادہ آباد گھروں والے اور تم سے زیادہ پاکندار نشانیوں والے تھے ان کی آوازیں خاموش ہو گئیں، بندھی ہوئیں اکھڑ گئیں، بدن گل سڑ گئے، گھر سنان ہو گئے، اور نام و نشان تک مٹ گئے۔ انہوں نے مضبوط محلوں اور پتھری ہوئی مسندوں کو پتھروں اور چنی ہوئی سلوں اور پیوند زمین ہونے والی (اور) لحد والی قبروں سے بدل لیا کہ جن کے صحنوں کی بنیاد تباہی و ویرانی پر ہے۔ اور مٹی ہی سے ان کی عمارتیں مضبوط کی گئی ہیں۔ ان قبروں کی جگہیں آپس میں نزدیک نزدیک ہیں اور ان میں بسنے والے دور افتادہ مسافر ہیں ایسے مقام میں کہ جہاں وہ بوکھلائے ہوئے ہیں اور ایسی جگہ میں کہ جہاں (دنیا کے کاموں سے) فارغ ہو کر آخرت کی فکروں میں مشغول ہیں۔ وہ اپنے وطن سے اُنس نہیں رکھتے اور نزدیک کی ہمسائیگی اور گھروں کے قریب کے باوجود ہمسایوں کی طرح آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور کیونکر آپس میں ملنا جلنا ہو سکتا ہے جبکہ بوسیدگی و تباہی نے اپنے سینہ سے انہیں پیس ڈالا ہے اور پتھروں اور مٹی نے انہیں کھالیا ہے۔ تم بھی یہی سمجھو کہ (گویا) وہیں پہنچ گئے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں اور اسی خواب گاہ (قبر) نے تمہیں بھی جکڑ لیا ہے اور اسی امانت گاہ (لحد) نے تمہیں بھی چن لیا ہے۔ اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی کہ جب تمہارے سارے مرحلے انتہا کو پہنچ جائیں گے اور قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ وہاں ہر شخص اپنے اعمال کے (نفع و نقصان) کی جانچ کرے گا اور وہ اپنے سچے مالک خدا کی

مَا أَسْلَفْتُ، وَرُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمْ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔“

طرف پلٹائے جائیں گے اور جو کچھ افتراء پر دازیاں کرتے تھے ان کے کام نہ آئیں گی۔

خطبہ ۲۲۴

(وَمِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَنْسُ الْإِنْسِينَ لَا وَلِيَّكَ۔ وَأَحْضَرُهُم بِالْكَفَايَةِ لِلْمُتَوَكِّلِينَ عَلَيْكَ۔ تَشَاهَدُهُمْ فِي سَرَائِرِهِمْ، وَتَطْلِعُ عَلَيْهِمْ فِي ضَمَائِرِهِمْ وَتَعْلَمُ مَبْلَغَ بَصَائِرِهِمْ۔ فَاسْرَأْرُهُمْ لَكَ مَكْشُوفَةٌ، وَقُلُوبُهُمْ إِلَيْكَ مَلْهُوفَةٌ۔ إِنْ أَوْحَشَتْهُمْ الْغُرْبَةُ أَنْسَهُمْ ذِكْرَكَ، وَإِنْ صَبَّتْ عَلَيْهِمُ الْمَصَائِبُ لَجَأُوا إِلَى اسْتِجَارَةِ بَكَ عِلْمًا بِأَنَّ أَرْمَةَ الْأُمُورِ بِيَدِكَ وَمَصَادِرُهَا عَنْ قَضَائِكَ۔

اے اللہ! تو اپنے دوستوں کے ساتھ تمام اُنس رکھنے والوں سے زیادہ مانوس ہے اور تجھ پر بھروسہ رکھنے والے ہیں ان کی حاجت روائی کے لئے ہمہ وقت پیش پیش ہے۔ تو ان کی باطنی کیفیتوں کو دیکھتا اور ان کے چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا ہے اور ان کی بصیرتوں کی رسائی سے باخبر ہے۔ ان کے راز تیرے سامنے آشکارا اور اُن کے دل تیرے آگے فریادی ہیں۔ اگر تنہائی سے ان کا جی گھبراتا ہے تو تیرا ذکر ان کا دل بہلاتا ہے۔ اگر مصیبتیں اُن پر پڑتی ہیں تو وہ تیرے دامن میں پناہ کے لئے ملتی ہوتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ سب چیزوں کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہے اور اُن کے نفاذ پذیر ہونے کی جگہیں تیرے ہی فیصلوں سے وابستہ ہیں۔

اللَّهُمَّ إِنْ فَهَمْتُ عَنْ مَسْأَلَتِي أَوْ عَيَيْتُ عَنْ طَلِبَتِي فَدَلَّنِي عَلَى مَصَالِحِي، وَخُذْ بِقَلْبِي إِلَى مَرَادِي، فَلَيْسَ ذَلِكَ بِنُكْرٍ مِنْ هِدَايَاتِكَ وَلَا بِيَدِّعٍ مِنْ كِفَايَاتِكَ۔

خدا یا! اگر میں سوال کرنے سے عاجز رہوں یا اپنے مقصود پر نظر نہ ڈال سکوں تو تو میری مصلحتوں کی طرف رہنمائی فرما اور میرے دل کو اصلاح و بہبود کی صحیح منزل پر پہنچا۔ یہ چیز تیری رہنمائیوں اور حاجت روائیوں کو دیکھتے ہوئے کوئی نزالی نہیں۔

اللَّهُمَّ أَحْلِلْنِي عَلَى عَفْوِكَ وَلَا تَحْمِلْنِي عَلَى عَذْلِكَ۔

خدا یا! میرا معاملہ اپنے عفو و بخشش سے طے کر نہ اپنے عدل و انصاف کے معیار سے۔

خطبہ ۲۲۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) فَلَاحُ شَخْصٍ كَارِكِ دُغْيُوكِ جَزَا اللَّهِ دَعَا۔

فلاح شخص کی کارکردگیوں کی جزا اللہ دے۔

لِلَّهِ بِلَاءٌ فَلَا تَنفَكْ وَلَئِنَّ الْآوَدَّ وَدَّوَايَ الْعَمَدِ۔ حَلَفَ الْفِتْنَةِ وَأَقَامَ السُّنَّةَ۔ ذَهَبَ نَقِيُّ الثُّوبِ، قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا۔ أَدَّى إِلَى اللَّهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ۔ رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِي طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لَا يَهْتَدِي فِيهَا الصَّالُّ وَلَا يَسْتَقِينُ الْمُهْتَدِي۔

انہوں نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا مرض کا چارہ کیا۔ فتنہ و فساد کو پیچھے چھوڑ گئے۔ سنت کو قائم کیا صاف ستھرے دامن اور کم عیبوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے (دنیا کی) بھلائوں کو پالیا اور اُس کی شر انگیزیوں سے آگے بڑھ گئے۔ اللہ کی اطاعت بھی کی اور اس کا پورا پورا خوف بھی کھایا۔ خود چلے گئے اور لوگوں کو ایسے متفرق راستوں میں چھوڑ گئے جن میں گم کروہ راہ راستہ نہیں پاسکتا اور ہدایت یافتہ یقین تک نہیں پہنچ سکتا۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ لفظ فلاں کنایہ ہے حضرت عمرؓ سے اور یہ کلمات انہی کی مدح و توصیف میں کہے گئے ہیں جیسا کہ سید رضی کے تحریر کردہ نسخہ نبیج البلاغہ میں لفظ فلاں کے نیچے انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا لفظ موجود تھا ابن ابی الحدید کا دعویٰ، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر سید رضی نے بطور تشریح حضرت عمر کا نام لکھا ہوتا تو جس طرح ان کے دوسرے تشریحات موجود ہیں اس تشریح کو بھی موجود ہونا چاہئے تھا اور ان نسخوں میں بھی اس کا وجود ہونا چاہئے تھا کہ جو ان کے نسخہ سے نقل ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ اب بھی موصل میں مستعصم باللہ کے دور کے شہرہ آفاق خطاط یا قوت المستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا قدیم ترین نبیج البلاغہ کا نسخہ موجود ہے۔ مگر سید رضی کی اس تشریح کی نشان دہی کسی ایک نے بھی نہیں کی، اور اگر ابن ابی الحدید کی اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اسے زائد سے زائد جناب رضی کی ذاتی رائے کہا جاسکتا ہے جسے کسی قوی دلیل کی موجودگی میں بطور موجد تو پیش کیا جاسکتا ہے مگر مستقلاً اس شخص کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

حیرت ہے کہ ابن ابی الحدید ساتویں ہجری میں سید رضی کے ڈھائی سو برس بعد یہ افادہ فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عمرؓ مراد ہیں اور یہ کہ سید رضی نے اس کی تصریح کر دی تھی چنانچہ ان کے تتبع میں بعض دوسرے شارحین نے بھی یہی لکھنا شروع کر دیا۔ لیکن سید رضی کے معاصرین میں سے جن لوگوں نے بھی نبیج البلاغہ کے متعلق کچھ لکھا ہے ان کی تحریرات میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حالانکہ بحیثیت معاصر ہونے کے سید رضی کی تحریر پر انہیں زیادہ مطلع ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ علامہ علی ابن الناصر جو جناب سید رضی کے ہم عصر تھے اور انہی کے دور میں نبیج البلاغہ کی شرح اعلام نبیج البلاغہ کے نام سے لکھتے ہیں اور وہ اس خطبہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

مدح بعض اصحابہ بحسن السیرۃ حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک ایسے شخص کو کُسن وانہ مات قبل الفتنۃ التی وقعت بعد سیرت کے ساتھ سراہا ہے کہ جو پیغمبرؐ کے بعد پیدا ہونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ والے فتنہ سے پہلے ہی انتقال کر چکا تھا۔

اس کی تائید علامہ قطب الدین راوندی متوفی ۷۳۵ھ کی شرح نبیج البلاغہ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن مثم نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

انما ارا بعض اصحابہ فی زمن رسول اللہ مِّن مات قبل وقوع الفتنۃ و انتشارہا۔ حضرت نے اس زمانہ پیغمبرؐ کے اپنے ایک ایسے ساتھی کو مراد لیا ہے جو فتنہ کے برپا ہونے اور پھیلنے سے پہلے ہی رحلت کر چکا تھا۔

اگرچہ یہ کلمات حضرت عمرؓ کے متعلق ہوتے اور اس کے متعلق کوئی قابل اعتماد سند ہوتی تو ابن ابی الحدید اس سند و روایت کو درج کرتے اور اس کا ذکر تاریخ میں آتا اور زبانوں پر اس کا چرچا ہوتا، مگر یہاں تو اثبات مدعا کے لئے خود ساختہ قرآن کے علاوہ کچھ نظری نہیں آتا۔ چنانچہ ”خیر ہاشرھا“ کا ضمیر کا مرجع خلافت کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کلمات ایسی ہی شخص پر صادق آسکتی ہیں جو تسلط اور اقتدار رکھتا ہو، کیونکہ اقتدار کے بغیر ناممکن ہے کہ سنت کی ترویج اور بدعت کی روک تھام کی جاسکے۔ یہ ہے اس دلیل کا خلاصہ جسے اس مقام پر پیش کیا ہے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ ضمیر کا مرجع خلافت ہے بلکہ وہ دنیا کی طرف راجع ہو سکتی ہے جو سیاق کلام سے مستفاد ہے اور مفاد عامہ کی حفاظت اور ترویج سنت کے لئے اقتدار کی شرط لگانا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند کر دینا ہے حالانکہ خداوند عالم نے شرط اقتدار کے بغیر امت کے ایک گروہ پر یہ فریضہ عائد کیا ہے۔

ولتکن منکم أمة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر۔ تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہئے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ لا یزال الناس بخیر ما امر و ابالمعروف و نہوا عن المنکر و تعاونو اعلی البر و التقوی۔ لوگ جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں گے اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے رہیں گے وہ بھلائی پر باقی رہیں گے۔

یونہی امیر المؤمنین ابنی ایک وصیت میں عمومیت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اقیموا ہذین العمودین و اوقدوا ہذین المصابحین۔ توحید اور سنت کے ستونوں کو قائم کرو اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھو۔

ان ارشادات میں کہیں بھی اس طرف اشارہ نہیں کہ اس فریضہ کی انجام دہی حکومت و اقتدار کے بغیر نہیں ہو سکتی اور واقعات بھی یہ بتاتے ہیں کہ امر و سلاطین لشکر و سپاہ و قوت و طاقت کے باوجود براہیوں کو اس حد تک نہ مٹا سکے اور نیکیوں کو اس قدر رواج نہ دے سکے جس قدر بعض گم نام اور شکستہ حال درویش دل و دماغ پر اپنی روحانیت کا نقش بٹھا کر اخلاقی رفعتوں کو ابھار گئے۔ حالانکہ ان کی پشت پر نہ فوج نہ سپاہ ہوتی تھی اور نہ بے سروسامانی کے علاوہ کوئی سروسامان ہوتا تھا۔ بے شک تسلط و اقتدار سروسوں کو جھکا سکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ دلوں میں نیکی کی راہ بھی پیدا کر سکے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بیشتر اسلامی تاجداروں نے اسلامی خدو خال کو مٹا کر رکھ دیا اور اسلام اپنے بقاء و فروغ میں صرف اُن بے نواؤں کا مہم ہون منت رہا جن کی جھولی میں فقر و نامرادی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا۔

اگر اسی پر اصرار ہو کہ اس سے صرف ایک حکمران ہی مراد لیا جاسکتا ہے تو کیوں نہ اس سے حضرت کا کوئی ایسا ساتھی مراد لیا جائے جو کسی صوبہ پر حکمران رہ چکا ہو جیسے حضرت سلمان فارسی جن کی تجہیز و تکفین کے لئے حضرت مدائن تشریف لے گئے اور بعد میں ان کے دفن کرنے کے بعد ان کی زندگی اور آئین حکمرانی پر تبصرہ فرماتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوں۔ پھر یہ سمجھنا کہ وہ حضرت عمرؓ کے متعلق الفاظ ہیں بلا دلیل ہی تو ہے۔ آخر میں اثبات مدعا کے لئے طبری کی اس روایت کو پیش کیا ہے۔

عن المغيرة ابن شعبه قال لبامات عمر
رضي الله عنه بكتنه ابنة ابي حشمة
فقاتل و اعمراه اقام الاود و ابر العبد
امات الفتن و احبب السنن
خرج نقى الثوب بريئاً من العيب (قال)
و قال المغيرة عليا وانا احب ان اسمع
منه في عمر شيئاً فخرج ينفذ راسه
وهو ملتحف بثوب لا يشك ان الامر
يصير اليه فقال يرحم الله ابن الخطاب
لقد صدقت ابنة ابي حشمة لقد ذهب
بخيرها و نجا من شرها اما والله ما قالت
ولكن قولت۔

(طبری - ج ۳ ص ۲۸۵)

اس واقعہ کا راوی مغیرہ ابن شعبہ ہے جس کا ام جہیل کے ساتھ فعل بد کا مرتکب ہونا اور شہادت کے باوجود حضرت عمرؓ کا اُسے حد سے بچالے جانا اور معاویہ کے حکم سے اس کا کوفہ میں علانیہ امیر المومنین پر سب و شتم کرنا تاریخی مسلمات میں سے ہے۔ اس بناء پر اس کی روایت کا جو وزن ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور پھر درایت بھی اس روایت کو قبول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اُس نے یہ اندازہ لگایا جبکہ تاریخی حقائق اس کے سراسر خلاف ہیں اور اگر کسی کی خلافت یقینی تھی تو وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ چنانچہ عبدالرحمن ابن عوف نے شوری کے موقع پر امیر المومنین سے کہا کہ

يا علي لا تجعل علي نفسك سبيلاً فاني
قد نظرت و شاورت الناس فاذا هم لا
يعدلون بعثمان۔ (طبری ج ۳ ص ۲۹۷)

سب عثمان کو چاہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت کو خلافت کے نہ ملنے کا پورا یقین تھا جیسا کہ خطبہ ششقیہ کے ذیل میں تاریخ طبری سے نقل کیا جا چکا ہے کہ امیر المومنین نے ارکان شوری کے نام دیکھتے ہی عباس ابن عبدالمطلب سے فرما دیا تھا کہ خلافت عثمان کے علاوہ کسی اور کو نہیں مل سکتی۔ کیونکہ تمام اختیارات عبدالرحمن کو سونپ دیے گئے تھے اور وہ عثمان کے بہنوئی ہوتے ہیں اور سعد ابن ابی وقاص، عبدالرحمن کے عزیز و ہم قبیلہ ہیں اور یہ دونوں مل کر خلافت انہی کو دیں گے۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا جذبہ تھا جس نے مغیرہ کے دل میں یہ تڑپ پیدا کی کہ وہ حضرت عمرؓ کے متعلق امیر المومنین سے کچھ کہلوائے، اگر وہ جانتا تھا کہ حضرت ان کے متعلق ایسے خیالات رکھتے ہیں تو ان کے تاثرات کا بھی اندازہ ہو سکتا تھا اور اگر یہ سمجھتا تھا کہ امیر المومنین ان کے متعلق حسن ظن نہیں رکھتے تو پوچھنے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا کہ آپ جو کچھ فرمائیں اسے اچھا لکھتا ہوں اور ان کے خلاف اور ارکان شوری کو ان سے بدظن کیا جائے اور ارکان شوری کے نظریات تو اسی سے ظاہر ہیں کہ وہ انتخاب خلافت میں سیرت شیعین کی پابندی لگا کر شیعیان سے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان حالات میں جب مغیرہ نے یہ سازش کرنا چاہی تو آپ نے حکایت واقعہ کے طور پر فرمایا لہذا جب بخیروا و نجا من شرها اس جملہ کو مدح و توصیف سے کوئی لگاؤ نہیں، یقیناً وہ اپنے دور میں ہر طرح کے فائدے اٹھاتے رہے ہیں اور بعد میں پیدا ہونے والے فتنوں سے ان کا دور خالی رہا۔ ابن ابی الحدید اس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

ولهذا كما ترى يقوى الظن ان المراد
والمعنى بالكلام هو عمر ابن الخطاب۔
مقصود عمر ابن الخطاب ہیں۔

اگر اس کلام سے وہ کلمات مراد ہیں جو بنت ابی حشمة نے کہے ہیں کہ جن کے متعلق امیر المومنین نے فرمایا کہ یہ اس کے دل کی آواز نہیں بلکہ اس سے کہلوائے گئے ہیں تو بے شک اس سے حضرت عمرؓ مراد ہیں۔ لیکن یہ کہ یہ الفاظ امیر المومنین نے ان کی مدح میں کہے ہیں تو یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس روایت سے تو صراحتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بنت ابی حشمة نے کہے تھے، خدا جانے کس بنا پر۔ بنت ابی حشمة کے الفاظ کو درج کر کے یہ دعویٰ کرنے کی جرأت کی جاتی ہے کہ یہ الفاظ امیر المومنین نے حضرت عمرؓ کے بارے میں کہے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین نے کسی موقع پر یہ الفاظ کسی کے متعلق کہے ہوں گے اور بنت ابی حشمة نے حضرت عمرؓ کے انتقال پر ان سے ملنے جلتے ہوئے الفاظ کہے تو حضرت علیؓ کے کلمات کو بھی حضرت عمرؓ کی مدح میں سمجھ لیا گیا اور نہ عقل اعتراف کے علاوہ کوئی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی کہ بنت ابی حشمة کے کہے ہوئے الفاظ کو اس کی دلیل قرار دیا جائے کہ امیر المومنین نے حضرت عمرؓ کی مدح میں الفاظ فرمائے ہیں۔ کیا خطبہ ششقیہ کے تصریحات کے بعد یہ توقع ہو سکتی ہے کہ امیر المومنین نے ایسے الفاظ کہے ہوں گے اور پھر غور طلب بات یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ حضرت عمرؓ کی رحلت کے موقع پر فرمائے ہوتے تو جب آپ شوری کے موقع پر علانیہ سیرت شیعین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں تو آپ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ کل تو آپ یہ فرما رہے تھے کہ انہوں نے سنت کو قائم کیا اور بدعت کو مٹایا تو جب ان کی سیرت سنت سے ہموار ہے تو پھر سنت کو تسلیم کرنے کے بعد سیرت سے انکار کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔

خطبہ ۲۲۶

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) آپ کی بیعت کے بیان میں ایسا ہی ایک خطبہ اس سے قبل اس

سے کچھ مختلف لفظوں میں گزر چکا ہے۔

تم نے (بیعت کے لئے) میرا ہاتھ اپنی طرف پھیلا نا چاہا تو میں نے اُسے روکا اور تم نے کھینچا تو میں اُسے سمیٹا رہا مگر تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح بیا سے اونٹ پینے کے دن تالا بوں پر ٹوٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ جوتی (کے تسمے) ٹوٹ گئے اور عبا کا ندھے سے گر گئی۔ کمزور و ناتواں تو اس کچلے گئے اور میری بیعت پر لوگوں کی مسرت یہاں تک پہنچ گئی کہ چھوٹے چھوٹے بچے خوشیاں منانے لگے اور بوڑھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بیعت کیلئے بڑھے۔ بیمار بھی اٹھتے بیٹھتے ہوئے پہنچ گئے اور نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل کر دوڑ پڑیں۔

خطبہ ۲۲۷

بے شک اللہ کا خوف ہدایت کی کلید اور آخرت کا ذخیرہ ہے (خواہشوں کی) ہر غلامی سے آزادی اور ہر تباہی سے رہائی کا باعث ہے۔ اس کے ذریعہ طلب گار منزل مقصود تک پہنچتا اور (سختیوں سے) بھاگنے والا نجات پاتا ہے اور مطلوبہ چیزوں تک پہنچ جاتا ہے۔ (اچھے) اعمال بجائے آؤ، ابھی جبکہ اعمال بلند ہو رہے ہیں تو یہ فائدہ دے سکتی ہے۔ پکار سنی جا رہی ہے۔ حالات پرسکون اور (کراما کا تین کے) قلم رواں ہیں۔ ضعف و بیماری کی طرف پلٹانے والی عمر زنجیر پا بن جانے والے مرض اور چھپٹ لینے والی موت سے پہلے اعمال کی طرف جلدی کرو کیونکہ موت تمہاری لذتوں کو تباہ کرنے والی خواہشات کو مکدر بنانے والی اور تمہاری منزلوں کو دور کر دینے والی ہے۔ یہ ناپسندیدہ ملاقاتی اور شکست نہ کھانے والا حریف ہے اور ایسی خونخوار ہے کہ اس سے (خون بہا کا) مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے پھندے تمہیں جکڑے ہوئے ہیں اور اس کی تباہ کاریاں

فِي وَصَفِ بَيْعَتِهِ بِالْخِلَافَةِ وَقَدْ تَقَدَّمَ مَثْلُهُ بِالْفَاطِ مَخْتَلِفَةً:

وَبَسَطْتُمْ يَدِي فَكَفَفْتُهَا، وَمَدَدْتُ مَوَهَا فَقَبَضْتُهَا، ثُمَّ تَدَا كَتُمْتُمْ عَلَى تَدَاكَ الْإِبِلِ الْهَيْمِ عَلَى حَيَاضِهَا يَوْمَ وَرُودِهَا حَتَّى انْقَطَعَتِ النَّعْلُ وَسَقَطَتِ الرِّدَاءُ وَوُطِئَ الضَّعِيفُ وَبَلَغَ مِنْ سُورِ النَّاسِ بَيْعَتُهُمْ إِيَّايَ أَنْ ابْتَهَجَ بِهَا الصَّغِيرُ وَهَدَجَ إِلَيْهَا الْكَبِيرُ وَتَحَامَلَ نَحْوَهَا الْعَلِيلُ، وَحَسَرَتْ إِلَيْهَا الْكَعْبُ.

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَإِنَّ تَقْوَى اللَّهِ مِفْتَاحُ سَدَاوٍ، وَذَخِيرَةُ مَعَادٍ. وَعَتَقُ مِنْ كُلِّ مَلَكَةٍ، وَنَجَاةٌ مِنْ كُلِّ هَلَكَةٍ. بِهَا يَنْجَحُ الطَّالِبُ وَيَنْجُو الْهَارِبُ. وَتُنَالُ الرِّغَائِبُ. فَاعْمَلُوا وَالْعَمَلُ يُرْفَعُ، وَالتَّوْبَةُ تَنْفَعُ، الدُّعَاءُ يُسْمَعُ. وَالْحَالُ هَادِئٌ، وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ. وَبَادِرُوا بِأَلَا عَمَالٍ عُمَرًا نَاكِسًا، وَمَرْضَا حَايِسًا أَوْ مَوْتًا خَالِسًا. فَإِنَّ الْيُوتَ هَادٍ لِدَاكُمْ وَمُكَدِّرٌ شَهَوَاتِكُمْ، وَمُبَاعِدٌ طِبَائِكُمْ ذَائِرٌ غَيْرٌ مَحْبُوبٌ، وَقِرْنٌ غَيْرٌ مَغْلُوبٌ، وَوَاتِرٌ غَيْرٌ مَطْلُوبٌ، قَدْ أَعْلَقْتُكُمْ حَبَائِلُهُ

وَتَكَنَّفْتُكُمْ غَوَائِلُهُ، وَأَقْصَدْتُكُمْ مَعَابِلُهُ وَعَظُمْتُ فِيكُمْ سَطَوْتُهُ وَتَتَابَعْتُ عَلَيْكُمْ نَبَوْتُهُ.

فَيُوشِكُ أَنْ تَغْشَاكُمْ دَوَاجِي ظُلُمِهِ، وَاحْتِدَامُ عِلَلِهِ. وَحَنَادِسُ غَمَرَاتِهِ، وَغَوَاشِي سَكْرَاتِهِ وَالْيَمُّ إِزْهَاقِهِ، وَدُجُوْ طَبَاقِهِ وَجَشُوبَةُ مَذَاقِهِ فَكَانَ قَدْ أَتَاكُمْ بَغْتَةً فَاسْكَنْتُمْ نَجِيئَكُمْ، وَفَرَّقَ نَدِيئَكُمْ، وَعَفَى أَثَارَكُمْ وَعَطَّلَ دِيَارَكُمْ وَبَعَثَ وَرَائَكُمْ يَقْتَسِمُونَ تَرَائِكُمْ بَيْنَ حَبِيبٍ خَاصٍّ لَمْ يَنْعَمْ، وَآخِرَ شَامِتٍ لَمْ يَجْزَعْ. فَعَلَيْكُمْ بِالْجِدِّ وَالْإِحْتِهَادِ، وَالتَّشَاهُبِ وَالْإِسْتِعْدَادِ، وَالتَّزَوُّدِ فِي مَنَازِلِ الزَّادِ. وَلَا تَغْرُتْكُمْ الدُّنْيَا كَمَا غَرَّتْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأَمَمِ السَّاضِيَةِ وَالْقُرُونِ الْخَالِيَةِ الَّذِينَ اخْتَلَبُوا وَدَّتْهَا وَأَصَابُوا غِرَّتَهَا، وَأَفْنَوْا عِدَّتَهَا وَأَخْلَقُوا جَدَّتَهَا وَأَصْبَحَتْ مَسَاكِنُهُمْ أَحْدَاثًا، وَأَمْوَالُهُمْ مِيرَاثًا. لَا يَعْرِفُونَ مَنْ أَتَاهُمْ، وَلَا يَحْفَلُونَ مَنْ بَكَاهُمْ، وَلَا يُجِيبُونَ مَنْ دَعَاهُمْ فَاحْذَرُوا الدُّنْيَا فَإِنَّهَا غَدَارَةٌ، غَرَارَةٌ خَدُوعٌ مُعْطِيَةٌ مُنَوَّعٌ، مُلْبِسَةٌ نَزُوعٌ لَا يَدُومُ رَحَاؤُهَا، وَلَا يَنْقُضِي عَنَاؤُهَا، وَلَا يَرُكِّدُ بَلَاؤُهَا.

تمہیں گھیرے ہوئے ہیں اور اس کے (تیروں کے) پھل تمہیں سیدھا نشانہ بنائے ہوئے ہیں اور تم پر اس کا غلبہ و تسلط عظیم اور تم پر اس کا ظلم و تعدی برابر جاری ہے اور اس کے وار کے خالی جانے کا امکان کم ہے۔ قریب ہے کہ صحاب مرگ کی تیرگیاں مرض الموت کے لو کے جان لیوا سختیوں کے اندھیرے، سانس اکھڑنے کی مدوشیاں، جان کنی کی اذیتیں، اس کے ہر طرف سے چھا جانے کی تاریکی اور کام و دہن کے لئے اس کی بد مزگی تمہیں گھیر لے گیا کہ وہ تم پر اچانک آپڑی ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ چپکے چپکے باتیں کرنے والے کو خاموش کر دیا اور تمہاری جماعت کو متفرق و پراگندہ کر دیا اور تمہارے نشانات کو مٹا دیا اور تمہارے گھروں کو سنسان کر دیا۔ اور تمہارے وارثوں کو تیار کر دیا کہ وہ تمہارے ترکہ کو مخصوص عزیزوں میں جنہوں نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور ان غمزدہ قریبیوں میں کو جو (موت کو) روک نہ سکے اور ان خوش ہونے والے (رشتہ داروں) میں جو ذرا بے چین نہیں ہوتے تقسیم کر لیں لہذا تمہیں لازم ہے کہ تم سعی و کوشش کرو، اور (سفر آخرت کے لئے) تیار ہو جاؤ اور سر و سامان مہیا کرو اور زاد مہیا کر لینے والی منزل سے زاد فراہم کر لو۔ دنیا تمہیں فریب نہ دے۔ جس طرح تم سے پہلے گزر جانے والی امتوں اور گذشتہ لوگوں کو فریب دیا کہ جنہوں نے اس دنیا کا دودھ دوبا اور اس کی غفلت سے فائدہ اٹھالے گئے اور اس کے گئے چنے (ڈنوں کو) فنا اور تازیگیوں کو پشمرہ کر دیا، ان کے گھروں نے قبروں کی صورت اختیار کر لی ہے، ان کا مال ترکہ بن گیا جو ان کی قبروں پر آتا ہے، اسے پہچانتے نہیں جو انہیں روتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتے اور جو پکارے اُسے جواب نہیں دیتے۔ اس دنیا سے ڈرو کہ یہ غدار، دھوکہ باز اور فریب کار ہے، دینے والی (اور پھر) لے لینے والی ہے۔ لباس پہنانے والی (اور پھر) اُتر و لینے والی ہے۔ اس کی آسائش ہمیشہ نہیں رہتی نہ اس کی سختیاں ختم ہوتی ہیں اور نہ اس کی مصیبتیں ختم ہوتی ہیں۔

وَلِلْمُسْلِمِينَ وَجَلَبُ أَسْيَافِهِمْ، فَإِنْ شَرُّهُمْ فِي حَرْبِهِمْ كَانَ لَكَ مِثْلُ حَظِّهِمْ، وَإِلَّا فَجَنَازَةُ أَيْدِيهِمْ لَا تَكُونُ لِغَيْرِ أَقْوَاهِهِمْ۔

میں شریک ہوئے ہوتے تو تمہارا حصہ بھی اُن کے برابر ہوتا، ورنہ ان کے ہاتھوں کی کمائی دوسروں کے منہ کا نوالہ بننے کے لئے نہیں ہے۔

خطبہ ۲۳۰

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَلَا إِنَّ اللِّسَانَ بَضْعَةٌ مِنَ الْإِنْسَانِ فَلَا يُسَعِدُهُ الْقَوْلُ إِذَا امْتَنَعَ وَلَا يَهْلُهُ النُّطْقُ إِذَا اتَّسَمَعَ۔ وَإِنَّا لَأَمْرَاءُ الْكَلَامِ، وَفِينَا تَنَشَّبَتْ عُرُوقُهُ وَعَلَيْنَا تَهَدَّلَتْ غُصُونُهُ۔ وَاعْلَمُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ أَنْكُمْ فِي زَمَانِ الْقَائِلِ فِيهِ بِالْحَقِّ قَلِيلٌ، وَاللِّسَانُ عَنِ الصِّدْقِ كَلِيلٌ، وَاللَّازِمُ لِلْحَقِّ ذَلِيلٌ۔ أَهْلُهُ مُعْتَكِفُونَ عَلَى الْعَصِيَانِ۔ مُصْطَلِحُونَ عَلَى الْإِدْهَانِ فَتَاهُمْ عَارِمٌ، وَشَائِيهِمْ أَيْمٌ، وَعَالِيهِمْ مُنَافِقٌ، وَقَادَرُهُمْ مُنَافِقٌ لَا يُعْظَمُ صَغِيرٌ هُمْ كَبِيرٌ هُمْ، وَلَا يَعُولُ غَنِيَهُمْ فَقِيرٌ هُمْ۔

معلوم ہونا چاہئے کہ زبان انسان (کے بدن کا) ایک ٹکڑا ہے جس انسان (کا ذہن) رک جائے تو پھر کلام اُن کا ساتھ نہیں دیا کرتا اور جب اُس کے (معلومات میں) وسعت ہو تو پھر کلام زبان کو رکنے کی مہلت نہیں دیا کرتا، اور ہم (اہل بیت) اقلیم خن کے فرمانروا ہیں۔ وہ ہمارے رگ و پے میں سایا ہوا ہے اور اُس کی شاخیں ہم پر بھیگی ہوئی ہیں۔

خدا تم پر رحم کرے اس بات کو جان لو کہ تم ایسے دور میں ہو جس میں حق گو، زبانیں صدق بیانی سے کند اور حق والے ذلیل و خوار ہیں۔ یہ لوگ گناہ و نافرمانی پر جیسے ہوئے ہیں اور ظاہر داری و نفاق کی بناء پر ایک دوسرے سے صلح و صفائی رکھتے ہیں ان کے جوان بدخو، ان کے بوڑھے گنہگار، ان کے عالم منافق اور اُن کے واعظ چالوس ہیں، نہ چھوٹوں بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ مال دار فقیر و بے نوا کی دستگیری کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ایک موقع پر اپنے بھانجے جعفر ابن ہبیرہ مخزومی سے فرمایا کہ وہ خطبہ دیں، مگر جب خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو زبان لڑکھڑانے لگی اور کچھ نہ کہہ سکے۔ جس پر حضرت خطبہ دینے کے لئے منبر پر بلند ہوئے اور ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند جملے سید رضی نے یہاں درج کئے ہیں۔

خطبہ ۲۳۱

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ذَعْلَبُ يَمَانِي نِي ابْنِ قَيْتَبَةَ سِي اور اُس نے عبد اللہ ابن یزید سے انہوں نے مالک ابن وجیہ سے روایت کی ہے رَوَى ذَعْلَبُ الْيَمَانِي عَنْ أَحْمَدَ بْنِ قُتَيْبَةَ

اس خطبہ کا یہ حصہ زاہدوں کے اوصاف میں ہے وہ ایسے لوگ تھے جو اہل دنیا میں تھے مگر (حقیقتاً) دنیا والے نہ تھے۔ وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ گویا دنیا سے نہ ہوں۔ اُن کا عمل ان چیزوں پر ہے جنہیں خوب جانے پہچانے ہوئے ہیں اور جس چیز سے خائف ہیں اُس سے بچنے کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ اُن کے جسم گویا اہل آخرت کے مجمع میں گردش کر رہے ہیں وہ اہل دنیا کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی جسمانی موت کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور وہ ان اشخاص کے حال کو زیادہ اندوہناک سمجھتے ہیں، جو زندہ ہیں مگر اُن کے دل مردہ ہیں۔

خطبہ ۲۲۸

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خُطْبِيهَا بِذِي قَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ إِلَى الْبَصْرَةِ۔ ذَكَرَهَا الْوَاقِدِيُّ فِي كِتَابِ الْجَمَلِ: فَصَدَعَ بِمَا أَمَرَهُ، وَبَلَغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ فَلَمَّ اللَّهُ بِهِ الصَّدْعَ وَدَتَّقَ بِهِ الْفَتْقَ۔ وَالْفَ بِهِ الشَّمْلَ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاعِرَةِ فِي الصُّدُورِ وَالضَّغَائِنِ الْقَادِحَةِ فِي الْقُلُوبِ۔

امیر المومنین نے بصرہ کی طرف جاتے ہوئے مقام ذی قار میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا، اس کا واقدی نے کتاب الجمل میں ذکر کیا ہے۔

رسول اکرم کو جو حکم تھا اُسے آپ نے کھول کر بیان کر دیا اور اللہ کے پیغامات پہنچا دیئے۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی سینوں میں بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اٹھنے والے کینوں کے بعد خویش و اقارب کو آپس میں شیر و شکر کر دیا۔

خطبہ ۲۲۹

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَلِمٌ بِهِ عَيْدَ اللَّهِ بَيْنَ زَمْعَةٍ وَهُوَ مِنْ شَيْعَتِهِ وَذَلِكَ أَنَّهُ قَدِمَ عَلَيْهِ فِي خِلَافَتِهِ يَطْلُبُ مِنْهُ مَالًا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ هَذَا الْمَالَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ، وَإِنَّمَا هُوَ فِي

عبد اللہ ابن زمعہ جو آپ کی جماعت میں محسوب ہوتا تھا آپ کے زمانہ خلافت میں کچھ مال طلب کرنے کے لئے حضرت کے پاس آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

یہ مال نہ میرا ہے نہ تمہارا بلکہ مسلمانوں کا حق مشترکہ اور اُن کی تلواروں کا جمع کیا ہوا سرمایہ ہے۔ اگر تم ان کے ساتھ جنگ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ يَزِيدَ عَنْ مَالِكِ بْنِ دَحِيَّةٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ ذُكِرَ عِنْدَهُ اخْتِلَافُ النَّاسِ فَقَالَ: إِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَهُمْ مَبَادِي طِينَهُمْ وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا فَلَاقَةً مِنْ سَبَخِ أَرْضٍ وَعَدْبِهَا، وَحُزْنِ تُرْبَةٍ وَسَهْلِيهَا فَهُمْ عَلَى حَسَبِ قُرْبِ أَرْضِهِمْ يَتَفَارِقُونَ، وَعَلَى قَدَرِ اخْتِلَافِهَا يَتَفَاوَتُونَ. فَتَأْمُرُ الرُّوَاءِ نَاقِصُ الْعَقْلِ، وَمَا ذُو الْقَامَةِ قَصِيرُ الْهَيْبَةِ، وَذَا كِبَى الْعَمَلِ قَبِيحُ الْمَنْظَرِ، وَقَرِيبُ الْقَعْرِ بَعِيدُ السَّبْرِ، وَمَعْرُوفُ الضَّرْبَةِ مُنْكَرُ الْجَلِيلَةِ، وَتَائِبُ الْقَلْبِ مُتَفَرِّقُ اللَّبِّ وَطَلِيقُ اللِّسَانِ حَدِيدُ الْجَنَانِ.

کہ انہوں نے کہا کہ ہم امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر تھے کہ لوگوں کے اختلاف (صورت و سیرت) کا ذکر چھڑا، تو آپ نے فرمایا۔

ان کے مبادی طینت نے ان میں تفریق پیدا کر دی ہے اور یہ اس طرح کہ وہ شورہ زار و شیریں زمین اور سخت و نرم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں لہذا وہ زمین کے قرب کے اعتبار سے متفق ہوتے اور اختلاف کے تناسب سے مختلف ہوتے ہیں۔ (اس پر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) پورا خوش شکل انسان عقل میں ناقص اور بلند قامت آدمی پست ہمت ہو جاتا ہے اور نیکو کار، بد صورت اور کوتاہ قامت دور اندیش ہوتا ہے اور طبعاً نیک سرشت کسی بُری عادت کے پیچھے لگا لیتا ہے، اور پریشان دن والا پرانگندہ عقل اور چلتی ہوئی زبان والا ہوش مند دل رکھتا ہے۔

حضرت نے اس کلام میں انسانی صورت و سیرت کے اختلاف کے سبب انسان کی مبادی طینت کو قرار دیا ہے کہ جن کے مطابق ان کے خط و خال بنتے اور سیرت و کردار کے ڈھانچے ڈھلتے ہیں۔ چنانچہ انسانوں کے مبادی طینت میں جتنا باہمی قرب ہوگا اتنا ہی ان کے ذہنی و فکری رجحانات ہم آہنگ ہوں گے اور جتنا اُن میں بعد ہوگا، اتنا ہی ان کے امیال و عواطف میں اختلاف ابھرے گا۔ مبادی شے سے مراد وہ چیزیں ہوتی ہیں کہ جن پر اس کے وجوہ کا انحصار ہو، مگر وہ اس کے لئے علت نہ ہوں اور طین طینت کی جمع ہے جس کے معنی اصل و بنیاد کے ہوتے ہیں اور یہاں پر طینت سے مراد نطفہ ہے کہ جو نشوونما کی مختلف منزلوں سے گزر کر انسانی صورت میں رونما ہوتا ہے اور اس کے مبادی سے مراد وہ اجزاء غصہ ہیں جن سے اُن چیزوں کی پیدائش ہوتی ہے جس سے نطفہ کی تخلیق وابستہ ہے۔ چنانچہ زمین شورہ اور زار و شیریں اور نرم و سخت سے

انہی اجزاء غصہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ اجزاء غصہ یہ چونکہ مختلف کیفیات کے حامل ہوتے ہیں لہذا ان سے پیدا ہونے والا نطفہ بھی مختلف خصوصیات و استعدادات کا حامل ہوگا۔ جن کا اظہار اس سے پیدا ہونے والی مخلوق کے اختلاف صور و اخلاق سے ہوتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ مبادی طینت سے مراد نفوس مدبرہ ہیں کہ جو اپنی مایات میں مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ افلاطون اور حکماء کی ایک جماعت کا مسلک ہے اور انہیں مبادی طینت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جسم انسانی کے لئے حصار اور عناصر کے متفرق و پاشاں ہونے سے مانع ہوتے ہیں تو جس طرح سے شے کا وجود اس سے مبادی پر منحصر ہوتا ہے اسی طرح جسد غصہ کی بقاء نفس مدبرہ پر منحصر ہے۔ چنانچہ جب تک نفس مدبرہ باقی رہتا ہے بدن شکست و ریخت سے اور عناصر منتشر و پراگندہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں

اور جب وہ بدن کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو پھر عناصر کا شیرازہ بھی بکھر جاتا ہے۔

اس تاویل کی بناء پر حضرت کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ قدرت نے مختلف نفوس پیدا کئے ہیں جن میں سے کچھ شقی ہیں کچھ سعید اور کچھ ضعیف ہیں اور کچھ قوی اور جس میں جیسا نفس کا فرما ہوگا اُس سے ویسے ہی افعال و اعمال صادر ہوں گے اور دو شخصوں کے رجحانات میں اگر یکسانیت و ہم رنگی ہوتی ہے تو اس لئے کہ ان کے نفس یکساں و ہم رنگ ہیں اور اگر ان کے میلانات میں فرق ہوتا ہے تو اس لئے کہ ان کے نفس آپس میں کوئی مناسبت نہیں رکھتے لیکن یہ تاویل قابل قبول نہیں کیونکہ امیر المؤمنین کے ارشاد میں صرف سیرت و کردار کے اختلاف کا تذکرہ نہیں بلکہ صورت و شکل کے اختلاف کا بھی ذکر ہے اور صورت و شکل کے اختلاف کو نفس کے اختلاف کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

بہر صورت انسانی صورت و سیرت کے اختلاف کی وجہ نفوس مدبرہ ہوں یا اجزاء غصہ یہ ان کلمات سے نفی اختیار اور جبر کا تو ہم ہے کہ اگر انسان کی فکری و عملی خصوصیات طینت کی کار فرمائی کی وجہ سے ہوتی ہیں تو وہ اپنے نوایک معینہ سانچے میں ڈالنے پر مجبور ہوگا کہ جس کی وجہ سے نہ اچھی خصلت پر تحسین و آفرین کا مستحق قرار پائے گا اور نہ بُری خصلت پر نفرت و ملامت کے قابل سمجھا جائے گا۔ لیکن یہ تو ہم غلط ہے کیونکہ یہ چیز اپنے مقام پر ثابت ہے کہ خداوند عالم جس طرح کائنات کی ہر چیز کو اس کے موجود ہونے کے بعد جانتا ہے اسی طرح اس کے موجود ہونے سے پہلے بھی جانتا تھا اور اس کے علم میں تھا کہ انسان اپنے ارادہ و اختیار سے کن چیزوں پر عمل کرے گا، اور کن چیزوں کو ترک کرے گا تو قدرت نے اس کے اختیاری افعال کے لحاظ سے ویسی ہی ایک استعداد دے دی اور ویسی ہی طینت سے اسے خلق کر دیا اور یہ طینت ان افعال کے وقوع کی علت نہیں کہ انسان کو مجبور قرار دے کر اس سے اختیار کو سلب کر لیا جائے، بلکہ مناسب طینت سے خلق کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اس کے لئے بھر مانع نہیں ہوتا اور جس راہ پر وہ با اختیار خود چلنا چاہتا ہے چلنے دیتا ہے۔

خطبہ ۲۳۲

(وَمَنْ كَلَامَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَالَ: وَهُوَ يَلِي غُسْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتَجْهِيْزَةَ: يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ انْقَطَعَ بِسَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِسَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْأَنْبَاءِ وَأَخْبَارِ السَّيِّئَةِ خَصَّصْتَ حَتَّى صِرْتَ مُسْلِيًّا عَمَّنْ سِوَاكَ وَعَمِمْتَ حَتَّى صَارَ النَّاسُ فِيكَ سَوَاءً - وَلَوْلَا أَنْكَ أَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَأَنْفَدْنَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل و کفن دیتے وقت فرمایا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کے رحلت فرمانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہو گیا جو کسی اور (نبی) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا (آپ نے) اس مصیبت میں اپنے اہل بیت کو مخصوص کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے دوسروں کے غموں سے تسلی دے دی اور (اس غم کو) عام بھی کر دیا کہ سب لوگ آپ کے (سوگ میں) برابر کے شریک ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم اور نالہ و فریاد سے روکا نہ تو تا ہم آپ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر دیتے اور یہ درد منت پذیر درماں نہ ہوتا اور یہ غم و حزن ساتھ نہ چھوڑتا۔

عَلَيْكَ مَاءَ الشُّنُونِ، وَلَكَانَ الدَّاءُ مُسَاطِلًا وَالْكَدُّ مُحَالِفًا وَقَلَّالَكَ، وَلَكِنَّهُ مَا لَا يُبَلِّكَ رَدَّةً وَلَا يُسْتَطَاعُ دَفْعُهُ۔
بَابِي أَنْتَ وَأُمِّي أَذْكَرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ۔

(پھر بھی یہ) گریہ و بکا اور اندوہ حزن آپ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتا۔ لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلٹنا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجئے گا اور ہمارا خیال رکھئے گا۔

خطبہ ۲۳۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اقْتَصَّ فِيهِ ذِكْرُ مَا كَانَ مِنْهُ بَعْدَ هَجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَحَاقَهُ بِهِ: فَجَعَلْتُ اتَّبِعُ مَا أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَاطِمًا ذِكْرًا حَتَّى أَنْتَهَيْتُ إِلَى الْعَرَجِ (فِي كَلَامٍ طَوِيلٍ) قَالَ الشَّرِيفُ (قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاطِمًا ذِكْرًا۔ مِنْ الْكَلَامِ الَّذِي رُمِيَ بِهِ إِلَى غَايَتِي الْإِيحَارِ وَالْفَصَاحَةِ أَرَادَ إِنِّي كُنْتُ أُعْطَى خَبْرَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَدْءِ خُرُوجِي إِلَى أَنْ أَنْتَهَيْتُ إِلَى هَذَا الْوَضْعِ فَكُنِيَ عَنْ ذَلِكَ بِهَذِهِ الْكِنَايَةِ الْعَجَبِيَّةِ)

اس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد اپنی کیفیت اور پھر اُن تک پہنچنے تک کی حالت کا تذکرہ کیا ہے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر روانہ ہوا، اور آپ کے ذکر کے خطوط پر قدم رکھتا ہوا مقام عرج تک پہنچ گیا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ ٹکڑا ایک طویل کلام کا جز ہے اور (فاطمہ ذکرہ) ایسا کلام ہے جس میں انتہائی درجہ کا اختصار اور فصاحت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ابتدائے سفر سے لے کر یہاں تک کہ میں اس مقام عروج تک پہنچا برابر آپ کی اطلاعات مجھے پہنچ رہی تھیں۔ آپ نے اس مطلب کو اس عجیب و غریب کنایہ میں ادا کیا ہے۔

پیغمبر اسلام بعثت کے بعد تیرہ برس تک مکہ میں رہے۔ یہ عرصہ آپ کی انتہائی مظلومیت و بے سروسامانی کا تھا۔ کفار قریش نے آپ پر وسائل معیشت کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تھا یہاں تک کہ آپ کی جان کے دشمن ہو کر اس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح آپ کا کام تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے چالیس سرکردہ افراد اور اندوہ میں صلاح و مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد منتخب کر لیا جائے اور وہ آپ پر حملہ کریں اس طرح بنی ہاشم یہ جرات نہ کر سکیں گے کہ تمام قبائل کا مقابلہ کریں اور یہ معاملہ خون بہا پر ٹل جائے گا اس قرار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ربیع الاول کی شب اول کو یہ لوگ پیغمبر کے گھر کے قریب گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جب حضرت بستر پر استراحت فرمائیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ ادھر قتل کی تیاری مکمل ہو چکی تھی ادھر قدرت نے کفار قریش کی تمام سازشوں سے آپ کو آگاہ کر دیا اور حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر بلا کر مدینہ کی طرف ہجرت

کر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ پیغمبر نے علی ابن ابی طالب کو بلا کر اُن سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ اے علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ امیر المومنین نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میرے سو جانے سے آپ کی جان بچ جائے گی۔ فرمایا کہ ہاں، یہ سن کر امیر المومنین سجدہ شکر بجا لائے اور سرقن کی بازی لگا کر رسول کے بستر پر لیٹ گئے اور پیغمبر مکان کے عقبی دروازے سے نکل گئے۔ کفار قریش جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے اور حملہ کے لئے پرتول رہے تھے کہ ابولہب نے کہا کہ رات کے وقت حملہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ گھر میں عورتیں بچے ہیں جب صبح ہو تو حملہ کر دینا اور رات بھر ان پر کڑی نگرانی رکھو کہ ادھر ادھر نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ رات بھر وہ بستر پر نظریں جمائے رہے اور جب پو پھوٹی تو دبے پاؤں آگے بڑھے، امیر المومنین نے اُن کے قدموں کی چاپ سن کر چادر الٹ دی اور اٹھ کھڑے ہوئے قریش آ نکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ یہ نظروں کا پھیر ہے یا حقیقت ہے۔ مگر جب یقین ہو گیا کہ یہ علیؑ ہیں تو پوچھا کہ محمدؐ کہاں ہیں فرمایا کہ کیا مجھے سپرد کر گئے تھے جو مجھ سے پوچھتے ہو۔ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ تعاقب میں آدمی دوڑے مگر غار ثور تک نشان قدم ملتا رہا اور اس کے بعد نہ نشان قدم تھا اور نہ غار میں چھپنے کے کچھ آثار تھے حیران و سراسیمہ ہو کر پلٹ آئے، اور پیغمبر تین دن غار ثور میں گزار کر مدینہ کی طرف چل دیئے۔ امیر المومنین نے یہ تین دن مکہ میں گزارے، لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالے کیں اور پھر پیغمبر کی جستجو میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مقام عروج تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے پیغمبر گریہ نہیں چلتا رہا اور اُن کی تلاش میں قدم شوق اٹھاتا رہا۔ یہاں تک کہ بارہ ربیع الاول کو مقام قبا میں پیغمبر سے جا ملے اور پھر انہی کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

خطبہ ۲۳۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) فَاْعْمَلُوا وَأَنْتُمْ فِي نَفْسِ الْبَقَاءِ وَالصُّحُفِ مَشْهُورَةٌ، وَالتَّوْبَةُ مَبْسُوطَةٌ، وَالْمَدُّ بَرِيْدٌ عَسَى، وَالسَّيْسُ يُرْجَى۔ قَبْلَ أَنْ يَخْتَدَّ الْعَصْلُ وَيَنْقَطِعَ الْبَهْلُ، وَيَنْقَضِيَ الْأَجَلُ وَيُسَدَّ بَابُ التَّوْبَةِ وَتَصْعَدَ الْمَلَائِكَةُ۔

اعمال بجالاؤ، ابھی جب کہ تم زندگی کی فراخی و وسعت میں ہو اعمال تارے کھلے ہوئے اور توبہ کا دامن پھلا ہوا ہے۔ اللہ سے رخ پھیر لینے والے کو پکارا جا رہا ہے اور گنہگاروں کو امید دلائی جا رہی ہے قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور مدت ختم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں چاہئے کہ انسان خود اپنے واسطے اور زندہ سے مردہ کے لئے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگی سے حیات جاودانی کے لئے نفع و بہبود حاصل کرے وہ انسان جسے ایک مدت تک عمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام دہی کیلئے مہلت بھی ملی ہے۔ اُسے اللہ سے ڈرنا چاہئے مردہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کہ اُس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے اور لگام کے

عَلَيْكَ مَاءَ الشُّؤْنِ، وَلَكَانَ الدَّاءُ مُسَاطِلًا وَالْكَدُّ مُحَالِفًا وَقَلَالُكَ، وَلَكِنَّهُ مَا لَا يَسْلُكُ رَدًّا وَلَا يُسْتَطَاعُ دَفْعُهُ۔
بَابِي أَنْتَ وَأُمِّي اذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ۔

(پھر بھی یہ) گریہ و بکا اور اندوہ حزن آپ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتا۔ لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر شمار ہوں ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجئے گا اور ہمارا خیال رکھئے گا۔

خطبہ ۲۳۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اِقْصُ فِيهِ ذِكْرُ مَا كَانَ مِنْهُ بَعْدَ هَجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَحَاقَهُ بِهِ: فَجَعَلْتُ أَتْبَعُ مَا خَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَاطِمًا ذِكْرًا حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى الْعَرَجِ (فِي كَلَامٍ طَوِيلٍ) قَالَ الشَّرِيفُ (قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاطِمًا ذِكْرًا۔ مِنْ الْكَلَامِ الَّذِي رُمِيَ بِهِ إِلَى غَايَتِي الْإِيْجَازِ وَالْفَصَاحَةِ أَرَادَ إِنِّي كُنْتُ أُعْطَى خَيْرًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَدْءِ خُرُوجِي إِلَى أَنْ انْتَهَيْتُ إِلَى هَذَا الْبُؤْضِ فَكُنِيَ عَنْ ذَلِكَ بِهَذِهِ الْكِنَايَةِ الْعَجَبِيَّةِ)

اس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد اپنی کیفیت اور پھر اُن تک پہنچنے تک کی حالت کا تذکرہ کیا ہے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر روانہ ہوا، اور آپ کے ذکر کے خطوط پر قدم رکھتا ہوا مقام عرج تک پہنچ گیا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ ٹکڑا ایک طویل کلام کا جز ہے اور (فاطمہ ذکرہ) ایسا کلام ہے جس میں انتہائی درجہ کا اختصار اور فصاحت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ابتدائے سفر سے لے کر یہاں تک کہ میں اس مقام عروج تک پہنچا برابر آپ کی اطلاعات مجھے پہنچ رہی تھیں۔ آپ نے اس مطلب کو اس عجیب و غریب کنایہ میں ادا کیا ہے۔

پیغمبر اسلام بعثت کے بعد تیرہ برس تک مکہ میں رہے۔ یہ عرصہ آپ کی انتہائی مظلومیت و بے سروسامانی کا تھا۔ کفار قریش نے آپ پر وسائل معیشت کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تھا یہاں تک کہ آپ کی جان کے دشمن ہو کر اس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح آپ کا کام تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے چالیس سرکردہ افراد اور اندوہ میں صلاح و مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد منتخب کر لیا جائے اور وہ مل کر آپ پر حملہ کریں اس طرح بنی ہاشم یہ جرات نہ کر سکیں گے کہ تمام قبائل کا مقابلہ کریں اور یہ معاملہ خون بہا پڑے گا اس قرار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ربیع الاول کی شب اول کو یہ لوگ پیغمبر کے گھر کے قریب گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جب حضرت بستر پر استراحت فرمائیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ ادھر قتل کی تیاری مکمل ہو چکی تھی ادھر قدرت نے کفار قریش کی تمام سازشوں سے آپ کو آگاہ کر دیا اور حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کر مدینہ کی طرف ہجرت

کر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ پیغمبر نے علی ابن ابی طالب کو بلا کر اُن سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ اے علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ امیر المومنین نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میرے سو جانے سے آپ کی جان بچ جائے گی۔ فرمایا کہ ہاں، یہ سن کر امیر المومنین سجدہ شکر بجا لائے اور سرور قن کی بازی لگا کر رسولؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور پیغمبر مکان کے عقبی دروازے سے نکل گئے۔ کفار قریش جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے اور حملہ کے لئے پرتول رہے تھے کہ ابولہب نے کہا کہ رات کے وقت حملہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ گھر میں عورتیں بچے ہیں جب صبح ہو تو حملہ کر دینا اور رات بھر ان پر کڑی نگرانی رکھو کہ ادھر ادھر نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ رات بھر وہ بستر پر نظریں جمائے رہے اور جب پو پھوٹی تو دبے پاؤں آگے بڑھے، امیر المومنین نے اُن کے قدموں کی چاپ سن کر چادر الٹ دی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ یہ نظروں کا پھیر ہے یا حقیقت ہے۔ مگر جب یقین ہو گیا کہ یہ علیؑ ہیں تو پوچھا کہ محمد کہاں ہیں فرمایا کہ کیا مجھے سپرد کرد گئے تھے جو مجھ سے پوچھتے ہو۔ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ تعاقب میں آدمی دوڑے مگر غار ثور تک نشان قدم ملتا رہا اور اس کے بعد نہ نشان قدم تھا اور نہ غار میں چھپنے کے کچھ آثار تھے حیران و سراسیمہ ہو کر پلٹ آئے، اور پیغمبر تین دن غار ثور میں گزار کر مدینہ کی طرف چل دیئے۔ امیر المومنین نے یہ تین دن مکہ میں گزارے، لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالے کیں اور پھر پیغمبر کی جستجو میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مقام عروج تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ہستی ہے پیغمبرؐ گاپتہ انہیں چلتا رہا اور اُن کی تلاش میں قدم شوق اٹھاتا رہا۔ یہاں تک کہ بارہ ربیع الاول کو مقام قبائیں پیغمبر سے جا ملے اور پھر انہی کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

خطبہ ۲۳۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اَعْمَالُ بَجَالًا، ابھی جب کہ تم زندگی کی فراخی و وسعت میں ہو اَعْمَالُ تَا مَے کھلے ہوئے اور توبہ کا دامن پھلا ہوا ہے۔ اللہ سے رخ پھیر لینے والے کو پکارا جا رہا ہے اور گنہگاروں کو امید دلائی جا رہی ہے قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور مدت ختم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں چاہئے کہ انسان خود اپنے واسطے اور زندہ سے مردہ کے لئے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگی سے حیات جاودانی کے لئے نفع و بہود حاصل کرے وہ انسان جسے ایک مدت تک عمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام دہی کیلئے مہلت بھی ملی ہے۔ اُسے اللہ سے ڈرنا چاہئے مردہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کہ اُس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے اور لگام کے

فَاعْمَلُوا وَانْتُمْ فِي نَفْسِ الْبَقَاءِ وَالصُّحُفِ مَنشُورَةٌ، وَالتَّوْبَةُ مَبْسُوطَةٌ۔ وَالنَّدُّ بِرَيْدَعِي، وَالْمُسَى يُرْجَى۔ قَبْلَ أَنْ يَخْتَدَّ الْعَمَلُ وَيَنْقَطِعَ الْهَلْ، وَيَنْقَضِيَ الْأَجَلُ وَيَسْدُبَابُ التَّوْبَةِ وَتَصْعَدَ الْمَلَائِكَةُ۔

فَاخَذَ أَمْرُو مِنْ نَفْسِهِ، لِنَفْسِهِ۔ وَأَخَذَ مِنْ حَيِّ لَيْبَتٍ، وَمِنْ فَا نِ لِبَاقٍ، وَمِنْ ذَاهِبٍ لِدَائِمٍ أَمْرُو خَافَ اللَّهُ وَهُوَ مُعَمَّرٌ إِلَى أَجَلِهِ، وَمَنْظُورٌ إِلَى عَمَلِهِ، أَمْرُو لَجَمَ نَفْسَهُ بِلَجَامِهَا وَزَمَّهَا بِزَمَامِهَا، فَامْسَكْهَا

بِلَجَامِهَا عَنْ مَعْصِيِ اللَّهِ وَقَادَهَا بِزِمَامِهَا
ذُرْبَةُ أَسَ اللہ کی نافرمانیوں سے روکے اور اس کی باگیں تھام کر
اللہ کی اطاعت کی طرف اسے کھینچ لے جائے۔

خطبہ ۲۳۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
فِي شَأْنِ الْحَكَمَيْنِ وَدَمِ أَهْلِ الشَّامِ
جُفَاءَ طَعَامٍ، عَيْدُ أَقْرَامٍ - جُمُعُوا مِنْ كُلِّ
أَوْبٍ، وَتَلْقُطُوا مِنْ كُلِّ شُوبٍ مِمَّنْ يَنْبَغِي
أَنْ يُفْقَهُ وَيُودَّبَ، وَيَعْلَمَ وَيُدْرَبَ، وَيُولَى
عَلَيْهِ وَيُوَحَّدَ عَلَى يَدَيْهِ لَيْسُوا مِنَ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَلَا مِنَ الَّذِينَ
تَبَوَّأُوا الدَّارَ -

دونوں ثالثوں (ابوموسیٰ و عمرو ابن عاص) کے بارے
میں اور اہل شام کی مذمت میں فرمایا۔
وہ تند خواہاں اور کینے میں کہ جو ہر طرف سے اکٹھا کر لئے گئے
ہیں اور مخلوط النسب لوگوں میں سے چن لئے گئے ہیں۔ وہ ان
لوگوں میں سے ہیں جو جہالت کی بناء پر اس قابل ہیں کہ انہیں
(ابھی اسلام کے متعلق) کچھ بتایا جائے اور شائستگی سکھائی
جائے (اچھائی اور برائی کی تعلیم) دی جائے اور (عمل کی)
مشق کرائی جائے اور ان پر کسی نگران کو چھوڑا جائے اور ان کے
ہاتھ پکڑ کر چلایا جائے، نہ تو وہ مہاجر ہیں نہ انصار اور نہ ان لوگوں
میں سے ہیں جو مدینہ میں فروکش تھے۔
دیکھو! اہل شام نے تو اپنے لئے ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو ان
کے پسندیدہ مقصد کے بہت قریب ہے اور تم نے ایسے شخص کو چنا
ہے جو تمہارے ناپسندیدہ مقصد سے انتہائی نزدیک ہے۔ تم کو
عبداللہ ابن قیس (ابوموسیٰ) کا کل والا وقت یاد ہوگا (کہ وہ کہتا
پھرتا تھا) کہ ”یہ جنگ ایک قتنہ ہے لہذا اپنی کمانوں کے چلوں کو
توڑ دو، اور تلواروں کو نیا موم میں رکھ لو“، اگر وہ اپنے اس قول
میں سچا تھا تو (ہمارے ساتھ) چل کھڑا ہونے میں خطا کا رہے
کہ جب اس پر کوئی جبر بھی نہیں اور اگر جھوٹا تھا تو اس پر
(تمہیں) بے اعتمادی ہونا چاہئے لہذا عمرو ابن عاص کے دھکیلنے
کے لئے عبداللہ ابن عباس کو منتخب کرو۔ ان دنوں کی مہلت و
غنیمت جانو اور اسلامی (شہروں کی) سرحدوں کو گھیر لو کیا تم
اپنے شہروں کو نہیں دیکھتے کہ ان پر حملے ہو رہے ہیں اور تمہاری
قوت و طاقت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

خطبہ ۲۳۶

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
يَذْكُرُ فِيهَا آلَ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ:
وَهُمْ عَيْشُ الْعِصَمِ وَمَوْتُ الْجَهْلِ
يُخْبِرُكُمْ حِلْسُهُمْ عَنْ عَلَيْهِمْ وَظَاهِرُهُمْ
عَنْ بَاطِنِهِمْ وَصِتَّتُهُمْ عَنْ حِكْمِ مَنْطِقِهِمْ
لَا يَخَالِفُونَ الْحَقَّ وَلَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ -
هُمْ دَعَائِمُ الْإِسْلَامِ وَلَا نَجِجُ الْإِعْتِصَامِ
بِهِمْ عَادَالِ الْحَقِّ فِي نِصَابِهِ، وَأَنْزَاحِ
الْبَاطِلِ عَنْ مُقَامِهِ، وَأَنْقَاطِ لِسَانِهِ عَنْ
مَنْبِتِهِ - عَقَلُوا الدِّينَ عَقْلًا وَعَايَةً
وَرَعَايَةً، لَا عَقْلَ سَمَاعٍ وَرَوَايَةً - فَإِنْ
رَوَاةُ الْعِلْمِ كَثِيرٌ وَرَعَاتُهُ قَلِيلٌ -

اس میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا۔
وہ علم کے لئے باعث حیات اور جہالت کے لئے
سبب مرگ ہیں۔ ان کا علم ان کے علم کا اور ان کا ظاہر ان
کے باطن کا اور ان کی خاموشی ان کے کلام کی حکمتوں کا پتہ
دیتی ہے۔ وہ نہ حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اس میں
اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے ستون اور بچاؤ
کا ٹھکانہ ہیں ان کی وجہ سے حق اپنے اصلی مقام پر پلٹ آیا
اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس کی زبان جڑ سے کٹ
گئی۔ انہوں نے دین کو سمجھ کر اور اس پر عمل کر کے اسے
پہنچانا ہے۔ نہ صرف نقل و سماعت سے اسے جانا ہے یوں تو
علم کے راوی بہت ہیں مگر اس پر عمل پیرا ہو کر اس کی
نگہداشت کرنے والے کم ہیں۔

خطبہ ۲۳۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَقَدْ جَاءَهُ
بِرِسَالَةٍ مِنْ عُثْمَانَ وَهُوَ مُحْصُورٌ يَسْأَلُهُ
فِيهَا الْخُرُوجَ إِلَى مَالِهِ بَيْنَهُ لِيَقْلُ هَتَفُ
النَّاسِ بِإِسْمِهِ لِلْخِلَافَةِ بَعْدَ أَنْ كَانَ سَأَلَهُ
مِثْلَ ذَلِكَ مِنْ قَبْلُ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا
أَبْنُ عَبَّاسٍ مَا يَرِيدُ عُثْمَانُ إِلَّا أَنْ يَجْعَلَنِي
جَنَلًا نَاضِحًا بِالْغَرْبِ أَقْبَلُ وَأَدْبِرُ بَعَثَ

جن دنوں میں عثمان ابن عفان محاصرہ میں تھے تو
عبداللہ ابن عباس ان کی ایک تحریر لے کر امیر المومنین
کے پاس آئے جس میں آپ سے خواہش کی تھی کہ
آپ اپنی جاگیر بیع کی طرف چلے جائیں تاکہ خلافت
کے لئے جو حضرت کا نام پکارا جا رہا ہے اس میں کچھ کمی
آجائے اور وہ ایسی درخواست پہلے بھی کر چکے تھے جس
پر حضرت نے ابن عباس سے فرمایا

اے ابن عباس! عثمان تو بس یہ چاہتے ہیں کہ وہ مجھے اپنا شتر
آب کش بنالیں کہ جو ڈول کے ساتھ کبھی آگے بڑھتا ہے اور

نہج البلاغہ

جلد سوم

إِلَى أَنْ أَخْرَجَ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَيَّ أَنْ أَقْدَمَ، ثُمَّ هُوَ الْآنَ يَبْعَثُ إِلَيَّ أَنْ أَخْرَجَ، وَاللَّهِ لَقَدْ دَفَعْتُ عَنْهُ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ أَكُونَ اثِمًا۔

کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ انہوں نے پہلے بھی یہی پیغام بھیجا تھا کہ میں (مدینہ سے) باہر نکل جاؤں اور اس کے بعد یہ کہلوایا بھیجا کہ میں پلٹ آؤں۔ اب پھر وہ پیغام بھیجتے ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں (جہاں تک مناسب تھا) میں نے ان کو بچایا، اب تو مجھے ڈر ہے کہ میں (ان کو مدد دینے سے) کہیں گنہگار نہ ہو جاؤں۔

خطبہ ۲۳۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (يَحُثُّ فِيهِ أَصْحَابُهُ عَلَى الْجَهَادِ) وَاللَّهُ مُسْتَوْدِعُكُمْ شُكْرًا وَمُؤَرِّثُكُمْ أَمْرًا، وَمُمَهِّلُكُمْ فِي مَضْمَارٍ مَحْدُودٍ۔ لَتَمْنَا زَعَا سَبْقَهُ فَشَدُّوا عُقْدَ الْمَازِرِ، وَأَطَوْا فَضُولَ الْخَوَاصِرِ، وَلَا تَجْتَمِعْ عَزِيمَةٌ وَوَلِيمَةٌ۔ مَا أَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَائِمِ الْيَوْمِ، وَأَمَحَى الظُّلْمَ لَتَذَاكِيرِ الْهَمِّ۔

خداوند عالم تم سے ادائے شکر کا طلب گار ہے اور تمہیں اپنے اقتدار کا مالک بنایا ہے اور تمہیں اس (زندگی کے) محدود میدان میں مہلت دے رکھی ہے تاکہ سبقت کا انعام حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ کمریں مضبوطی سے کس لو اور دامن گردان لو۔ بلند ہمتی اور دعوتوں کی خواہش ایک ساتھ نہیں چل سکتی۔ رات کی گہری نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے اور (اس کی) اندھیاریاں ہمت و جرات کی یاد کو بہت مٹا دینے والی ہیں۔

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ مَصَابِيحِ الدُّجَى وَالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَسَلَّم تَسْلِيمًا كَثِيرًا ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ الْمُخْتَارِ مَنْ كُتِبَ مَوْلَانَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَسَائِلُهُ إِلَى أَعْدَائِهِ وَأَمْرًا بِلَادِهِ وَيَدْخُلُ فِي ذَلِكَ مَا اخْتَبَرَ مِنْ عُهْدِهِ إِلَى عَمَالِهِ وَوَصَايَاهُ لِأَصْحَابِهِ وَإِنْ كَانَ كُلُّ كَلَامِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مُخْتَارًا

بَابُ التَّخْرِيرَاتِ

اس میں مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام کے وہ خطوط اور تحریریں درج ہیں جو آپ نے اپنے مخالفین اور اپنے قلمرو کے مختلف شہروں کے حاکموں کے نام بھیجی ہیں اور اس میں کارندوں کے نام جو حکومت کے پروانے اور اپنے صاحبزادوں اور ساتھیوں کے نام جو وصیت نامے لکھے ہیں یا ہدایتیں کی ہیں، ان کا انتخاب بھی درج ہے۔ اگرچہ حضرت کا تمام کلام انتخاب میں آنے کے لائق ہے۔

مکتوب (۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إلى أَهْلِ الْكُوفَةِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْبَصْرَةِ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ جَهَّةَ الْأَنْصَارِ وَسَنَامِ الْعَرَبِ - أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَخْبَرُكُمْ عَنْ أَمْرِ عُمَانَ حَتَّى يَكُونَ سَعَهُ كَعَيْنِهِ إِنَّ النَّاسَ طَعَنُوا عَلَيْهِ، فَكُنْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ أَكْثَرَ اسْتِعْتَابَهُ وَأَقْلَ عِتَابَهُ، وَكَانَ طَلْحَةَ وَالزُبَيْرُ أَهْوَنَ سَيْرِهِمَا فِيهِ الْوَجِيفُ، وَأَوْفَقُ حَدَائِهِمَا الْعَنِيفُ، وَكَانَ مِنْ عَائِشَةَ فِيهِ فَلْتُهُ غَضَبٌ فَأَتَيْتُ لَهُ قَوْمٌ فَقَتَلُوهُ، وَبَايَعَنِي النَّاسُ

جو مدینہ سے بصرہ کی جانب روانہ ہوتے ہوئے اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا۔ خدا کے بندے علی امیر المؤمنین کی طرف سے اہل کوفہ کے نام جو مددگاروں میں سربراہ آدرہ، اور قوم عرب میں بلند نام ہیں۔ میں عثمان کے معاملہ سے تمہیں اس طرح آگاہ کئے دیتا ہوں، کہ سننے اور دیکھنے میں کوئی فرق نہ رہے۔ لوگوں نے اُن پر اعتراضات کئے تو مہاجرین میں سے ایک میں ایسا تھا جو زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا تھا کہ ان کی مرضی بخلاف کوئی بات نہ ہو، اور شکوہ شکایت بہت کم کرتا تھا۔ البتہ ان کے بارے میں طلحہ و زبیر کی ہلکی سے ہلکی رفتار بھی سختی و درشتی لئے ہوئے تھی، اور ان پر عائشہ کو بھی بے تحاشہ غصہ تھا۔ چنانچہ ایک گروہ آمادہ ہو گیا اور اُس نے انہیں قتل کر دیا اور لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ اس طرح کہ نہ ان پر کوئی زبردستی تھی، اور نہ انہیں مجبور کیا گیا تھا۔

غَيْرَ مُسْتَكْرِهَيْنَ وَلَا مُجْبَرَيْنَ بَلْ طَائِعِينَ مُخِيرِينَ وَأَعْلَمُوا أَنَّ دَارَ الْهَجْرَةِ تَدْتَلَعُ بِأَهْلِهَا وَقَلْعُوا بِهَا، وَجَاسَتْ جَيْشَ الْبِرِّ جَلَّ وَقَامَتِ الْفِتْنَةُ عَلَى الْقُطْبِ وَأَسْرِعُوا إِلَى أَمِيرِكُمْ وَبَادِرُوا جِهَادَ عَدُوِّكُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ - تشریح:-

بلکہ انہوں نے رغبت و اختیار سے ایسا کیا۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دارالہجرت (مدینہ) اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گیا ہے اور اس کے باشندوں کے قدم وہاں سے اکھڑ چکے ہیں اور وہ دیگر کی طرح اہل رہا ہے اور فتنہ کی چکی چلنے لگی ہے لہذا اپنے امیر کی طرف تیزی سے بڑھو اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لئے جلدی سے نکل کھڑے ہو۔

ابن مشیم نے تحریر کیا ہے کہ جب امیر المؤمنین علیہ السلام طلحہ و زبیر کی شورش انگیز یوں کی خبر سن کر بصرہ کی جانب روانہ ہوئے تو مقام ماء الغدیب میں امام حسن اور عمار یاسر کے ہاتھ یہ خط اہل کوفہ کے نام بھیجا اور ابن ابی الحدید نے یہ روایت لکھی ہے کہ جب حضرت نے ربدہ میں منزل کی تو محمد ابن جعفر اور محمد ابن ابی بکر کے ذریعہ سے روانہ کیا۔ حضرت نے اس مکتوب میں واضح طور سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ حضرت عثمان کا قتل اُم المؤمنین اور طلحہ و زبیر کی کوششوں کا نتیجہ تھا، اور وہی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور حضرت عائشہ تو اپنے حدود کار کا لحاظ کئے بغیر عام اجتماعات میں ان کی بے عنوانیوں کو بے نقاب کر کے ان کے قتل کا حکم دیا کرتی تھیں چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے تحریر کیا ہے کہ۔

ان ام المؤمنین أخرجت فعلى رسول الله صلى الله عليه واله وسلم و قبيصة من تحت ستار هاد عثمان رضى الله عنه على المنبر وقالت هذان نعلا رسول الله وقبيصة لم تبيل وقد بدلت من عينه وغيرت من سنته دجری بينهما كلام البخاشنته فقالت اقتلو نعتلا تشبهه برجل معروف نهج البلاغه (مطبوعه مصر ج ۲ صفحہ ۳)

حضرت عائشہ نے جب کہ حضرت عثمان منبر پر تھے رسول کی جوتیاں اور قمیض نکالی اور ان سے کہا کہ یہ رسول اللہ کی جوتیاں اور اُن کی قمیض ہے۔ ابھی یہ چیزیں پرانی بھی نہیں ہوئیں کہ تم نے ان کے دین کو بدل دیا اور سنت کو مسخ کر دیا۔ پھر دونوں میں بہت زیادہ تلخ کلامی ہوئی اور حضرت عائشہ نے کہا کہ اس نعل کو قتل کر ڈالو۔ حضرت عائشہ انہیں ایک مشہور آدمی سے تشبیہ دیتے ہوئے نعل کہا کرتی تھیں۔

لوگ حضرت عثمان کے ہاتھوں نالائق تھے ہی ان باتوں سے اُن کی ہمت بندھی اور انہوں نے ان کو محاصرہ میں لیا تاکہ وہ اپنی روش میں ترمیم کریں یا خلافت سے کنارہ کش ہو جائیں، اور ان حالات میں یہ قوی اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے ان دو میں سے ایک بات تسلیم نہ کی تو قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ سب کچھ حضرت عائشہ کی نظروں کے سامنے تھا۔ مگر انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور انہیں محاصرہ میں چھوڑ کر مکہ جانے کا تہیہ کر لیا۔ حالانکہ اس موقع پر مردان اور عتاب ابن اسید نے ان سے کہا بھی کہ اگر آپ اپنا سفر ملتوی کر دیں تو ممکن ہے کہ ان کی جان بچ جائے، اور یہ ہجوم چھٹ جائے مگر آپ نے فرمایا کہ میں نے حج کا مہم ارادہ کر لیا ہے جسے بدلائیں جا سکتا۔ جس پر مردان نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا۔

حرق قيس على البلاد حتى اذا اضطرممت اجدمها
”قيس نے میرے خلاف شہروں میں آگ لگائی اور جب وہ شعلہ ور ہوئے تو دامن بچا کر چلتا ہوا۔“

اسی طرح طلحہ وزبیر کے غصہ کا پارہ بھی ان کے خلاف چڑھا رہتا تھا اور وہ اس آگ کو بھڑکانے اور مخالفت کو ہوا دینے میں پیش پیش رہتے تھے اور اس لحاظ سے بڑی حد تک قتل عثمان میں شریک اور ان کے خون کے ذمہ دار تھے اور دوسرے لوگ بھی ان کو اسی حیثیت سے جانتے اور انہی کو قاتل ٹھہراتے تھے اور ان کے ہوا خواہ بھی صفائی پیش کرنے سے قاصر رہتے تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب مقام اوطاس میں حضرت عائشہ سے مغیرہ ابن شعبہ کی ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے دریافت کیا کہ:

این تریدین یا ام المومنین؟ قالت ارید البصرة قال وما تصنعین بالبصرة قالت اطلب بدم عثمان قال فهو لاء قتلتہ عثمان معل ثم اقبل علی مروان فقال این ترید ایضا؟ قال البصرة قال وما تصنع بها قال اطلب قتلة عثمان قال نهولاء قتله عثمان معك ان هذین الرجلین قتلای عثمان طلحه والزبیر (کتاب الامامته والسیاسته ص ۵۵)

بہر صورت جب یہ قاتلین عثمان کی جماعت امیر المومنین کو مورد الزام ٹھہرا کر بصرہ میں ہنگامہ آرائی کے لئے پہنچ گئی، تو امیر المومنین بھی اس فتنہ کو دبانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اہل کوفہ کا تعاون حاصل کرنے کے لئے یہ خط انہیں لکھا جس پر وہاں کے جانبازوں اور جاٹاروں کی ایک کثیر جماعت اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ کی فوج میں آ کر شامل ہو گئی اور پوری ہمت و جوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کیا، جس کا امیر المومنین نے بھی اعتراف کیا۔ چنانچہ اس کے بعد کا مکتوب اسی اعتراف حقیقت کے سلسلہ میں ہے۔

مکتوب (۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَيْهِمْ بَعْدَ فَتْحِ الْبَصْرَةِ: وَجَزَاكُمُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ مِصْرٍ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ أَحْسَنَ مَا يَجْزِي الْعَامِلِينَ بِطَاعَتِهِ سَمِعْتُمْ وَأَطَعْتُمْ، وَدَعَيْتُمْ فَأَجَبْتُمْ

جو فتح بصرہ کے بعد اہل کوفہ کی طرف تحریر فرمایا۔ خدا تم شہر والوں کو تمہارے نبی کے اہل بیت کی طرف سے بہتر ہے بہتر وہ جزا دے، جو اطاعت شعاروں اور اپنی نعمت پر شکر گزاروں کو وہ دیتا ہے تم نے ہماری آواز سنی، اور اطاعت کے لئے آمادہ ہو گئے، اور تمہیں پکارا گیا تو تم لبیک کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

دستاویز (۳)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَتَبَهُ لَشُرَيْحَ بْنِ الْحَارِثِ قَاضِيَهُ رُوِيَ أَنَّ شُرَيْحَ بْنَ الْحَارِثِ قَاضِيَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْتَرَى عَلَى عَهْدِهِ دَارَ بَثْمَانِينَ دِينَارًا فَبَلَغَهُ ذَلِكَ فَاسْتَدْعَاهُ وَقَالَ لَهُ: بَلَّغْنِي أَنَّكَ ابْتَعْتَ دَارًا بِبَثْمَانِينَ دِينَارًا وَكَتَبْتَ لَهَا كِتَابًا وَأَشْهَدْتَ فِيهِ شُهودًا فَقَالَ شُرَيْحٌ: قَدْ كَانَ ذَلِكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ۔ قَالَ فَظَنَرَ إِلَيْهِ نَظَرَ مُغْضِبٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ: يَا شُرَيْحُ أَمَا إِنَّهُ سَيَأْتِيكَ مَنْ لَا يَنْظُرُ فِي كِتَابِكَ وَلَا يَسْأَلُكَ عَنْ بَيْتِكَ حَتَّى يُخْرِجَكَ مِنْهَا شَاخِصًا، وَيُسَلِّبَكَ إِلَى قَبْرِكَ خَالِصًا۔ فَانْظُرْ يَا شُرَيْحُ لَا تَكُونَ ابْتَعْتَ هَذِهِ الدَّارَ مِنْ غَيْرِ مَالِكَ، أَوْ فَقَدْتَ الْقَيْنَ مِنْ غَيْرِ حَلَالٍ فَلِذَا أَنْتَ قَدْ خَسِرْتَ دَارَ الدُّنْيَا وَدَارَ الْآخِرَةِ۔ أَمَا إِنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَتَيْتَنِي عِنْدَ شِرَاؤِكَ مَا اشْتَرَيْتَ لَكَ كِتَابًا عَلَى هَذِهِ النُّسخَةِ فَلَمْ تَرْغَبْ فِي شِرَاءِ هَذِهِ الدَّارِ بِدَرَاهِمٍ فَمَا فَوْقَ۔ وَالنُّسخَةُ هَذِهِ هَذَا مَا اشْتَرَى عَبْدٌ ذَلِيلٌ مِنْ عَبْدٍ قَدْ أَزْعَجَ لِلرَّحِيلِ، اشْتَرَى مِنْهُ دَارًا مِنْ

جو آپ نے شریح ابن حارث قاضی کوفہ کے لئے تحریر فرمائی۔ روایت ہے کہ امیر المومنین کے قاضی شریح ابن حارث نے آپ کے دور خلافت میں ایک مکان اسی ۸۰ دینار کو خرید کیا۔ حضرت کو اس کی خبر ہوئی تو انہیں بلوا بھیجا اور فرمایا، مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک مکان اسی ۸۰ دینار کو خرید کیا ہے اور دستاویز بھی تحریر کی ہے اور اس پر گواہوں کی گواہی بھی ڈلوائی ہے؟ شریح نے کہا کہ جی ہاں یا امیر المومنین ایسا ہوا تو ہے۔ (راوی کہتا ہے)

اس پر حضرت نے انہیں غصہ کی نظر سے دیکھا اور فرمایا، دیکھو! بہت جلد ہی وہ (ملک الموت) تمہارے پاس آ جائے گا جو تمہاری دستاویز دیکھے گا، اور نہ تم سے گواہوں کو پوچھے گا، اور وہ تمہارا بوریا بستر بندھوا کر یہاں سے نکال باہر کرے گا، اور قبر میں کیلا چھوڑ دے گا اسے شریح دیکھو! ایسا تو نہیں کہ تم نے اس گھر کو دوسرے کے مال سے خریدا ہو، یا حرام کی کمائی سے قیمت ادا کی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو سمجھ لو کہ تم نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔ دیکھو اس کی خریداری کے وقت تم میرے پاس آئے ہوتے، تو میں اُس وقت تمہارے لئے ایک ایسی دستاویز لکھ دیتا، کہ تم ایک درہم بلکہ اس سے کم کو بھی اس ہر کے خریدنے کو تیار نہ ہوتے۔

وہ دستاویز یہ ہے:-

یہ وہ ہے جو ایک ذلیل بندے نے ایک ایسے بندے سے کہ جو سفر آخرت کے لئے پادر رکاب ہے خریدا ہے۔ ایک

بچے کو نکالا جائے۔ چونکہ شاہان روم میں اسطوس اسی طرح پیدا ہوا تھا، اس وجہ سے وہ اس نام سے مشہور ہو گیا، اور پھر وہاں کے ہر بادشاہ کے لئے اُس نے لقب کی صورت اختیار کر لی۔

حمیر بن کے بادشاہوں کا لقب ہے اس حکومت کا بانی حمیر ابن سبا تھا جس نے یمن میں اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی، اور پھر اس کی اولاد نسلاً بھی تخت و تاج کی وارث ہوتی رہی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اکسومی حبشیوں نے یمن پر حملہ کر کے حکومت ان کے ہاتھ سے چھین لی۔ مگر انہوں نے حکومت اور ذلت کی زندگی گوارا نہ کی اور اپنی منتشر و پراگندہ قوتوں کو یکجا کر کے اکسومیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں شکست دے کر دوبارہ اقتدار حاصل کر لیا اور یمن کے ساتھ حضرموت، حبشہ اور حجاز پر بھی اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہ سلاطین حمیر کا دوسرا دور تھا جس میں پہلا بادشاہ حارث الراش تھا جو تاج کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا اور پھر بعد کے سلاطین اسی لقب سے پکارے جانے لگے۔ تبع کے معنی سامی زبان میں متبوع و سردار کے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ حبشی زبان کے لفظ ہے جس کے معنی صاحب تسلط و اقتدار کے ہیں۔

مکتوب (۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ایک سالار لشکر کے نام:

إِلَى بَعْضِ أَمْرَاءِ حَبِشَةٍ: اگر وہ اطاعت کی چھاؤں میں پلٹ آئیں، تو یہ تو ہم چاہتے ہی ہیں، اور اگر ان کی تائیں بس بغاوت اور نافرمانی ہی پر ٹوٹیں، تو تم فرماں بردار کو لے کر نافرمانوں کی طرف اٹھ کھڑے ہو، اور جو تمہارا ہمنوا ہو کر تمہارے ساتھ ہے اُس کے ہوتے ہوئے منہ موڑنے والوں کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ جو بددلی سے ساتھ ہو اُس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے، اور اس کا بیٹھے رہنا اُس کے اٹھ کھڑے ہونے سے زیادہ مفید ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔

۱۔ جب عامل بصرہ عثمان ابن حنیف نے امیر المومنین کو طلحہ و زبیر کے بصرہ پہنچنے کی اطلاع دی اور ان کے عزائم سے آگاہ کیا، تو حضرت نے یہ خط ان کے نام تحریر کیا جس میں انہیں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر دشمن لڑائی پر آمیز آئے تو وہ اس کے مقابلہ کے لئے ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ نہ لیں کہ جو ایک طرف حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کی شخصیت سے متاثر ہوں اور دوسری طرف کہنے سننے سے ان کے خلاف جنگ پر بھی آمادہ ہو گئے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگوں سے جم کر لڑنے کی توقع نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی ان پر پھر وسوسا کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ایسے لوگ اگر موجود رہے تو دوسروں کو بھی بد دل بنانے کی کوشش کریں گے لہذا ایسی لوگوں کو نظر انداز کر دینا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

مکتوب (۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اشعث ابن قیس والی آذر بایجان کے نام:

دَارُ الْغُرُورِ مِنْ جَانِبِ الْفَانِينَ، وَحِطَّةُ الْهَالِكِينَ وَيَجْمَعُ هَذِهِ الدَّارُ حُدُودَ أَرْبَعَةٍ: الْحَدُّ الْأَوَّلُ يَنْتَهِي إِلَى دَوَاعِي الْأَنَاتِ، وَالْحَدُّ الثَّانِي يَنْتَهِي إِلَى دَوَاعِي الْمَصِيبَاتِ، وَالْحَدُّ الثَّالِثُ يَنْتَهِي إِلَى الْهَوَى الْمَرْدِي، وَالْحَدُّ الرَّابِعُ يَنْتَهِي إِلَى الشَّيْطَانِ الْمَغْوِي، وَفِيهِ يُشْرَعُ بَابُ هَذِهِ الدَّارِ اشْتَرَى هَذَا الْمَغْتَرُّ بِالْأَمَلِ مِنْ هَذَا الْمُرْعَجِ بِالْأَجَلِ هَذِهِ الدَّارُ بِالْخُرُوجِ مِنْ عِزِّ الْقَنَاعَةِ وَالذُّخُولِ فِي ذُلِّ الطَّلَبِ وَالضَّرَاعَةِ، فَمَا أَدْرَكَ هَذَا الْمُشْتَرَى فِيمَا اشْتَرَى مِنْ دَرَكٍ فَعَلَى مَبْلِلِ أَجْسَامِ الْمُلُوكِ، وَسَالِبِ نَفُوسِ الْجَبَابِرَةِ، وَمُزِيلِ مُلْكِ الْفِرْعَوْنِ مِثْلِ كِسْرَى وَقَبْصَرٍ، وَبَيْعِ وَحْمِيرٍ، وَمَنْجَمِ الْمَالِ عَلَى الْمَالِ فَكَثُرَ، بَنَى وَشَيْدَ وَذَخُوفَ، وَنَجَدَ، وَأَدْخَرَ، وَاعْتَقَدَ وَنَظَرَ بِزَعْمِهِ لِيُولَدَ إِشْخَاصَهُمْ جَمِيعًا إِلَى مَوْقِفِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ وَمَوْضِعِ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ إِذَا وَقَعَ الْأَمْرُ بِفَضْلِ الْقَضَاءِ، وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْبُطْلُونَ شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ الْعَقْلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ أَسْرِ الْهَوَى وَسَلِمَ مِنْ عَاقِقِ الدُّنْيَا۔

۱۔ کسری، خسرو کا معرب ہے جس کے معنی اس بادشاہ کے ہوتے ہیں جس کا دارہ مملکت وسیع ہو یہ سلاطین عجم کا لقب تھا، اور قبصر و شاہان روم کا لقب ہے جو رومی زبان میں اس بچے کے لئے لولا جاتا ہے جس کی ماں جننے سے پہلے مر جائے اور اُس کا پیٹ چیر کر

إِلَى الْأَشْعَثِ قَيْسٍ عَامِلٍ أَدْرَبِيحَانَ :
وَأَنَّ عَمَلَكَ لَيْسَ لَكَ بِطَعْمَةٍ وَلَكِنَّهُ فِي
عُنُقِكَ أَمَانَةٌ، وَأَنْتَ مُسْتَرَعَى لِمَنْ
فَوْقَكَ. لَيْسَ لَكَ أَنْ تَفْتَتَ فِي رَعِيَّةٍ
وَلَا تُخَاطِرَ إِلَّا بِوَيْثِقَةٍ، وَفِي يَدَيْكَ
مَالٌ مِّنْ مَّالِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْتَ مِنْ
خَزَائِنِهِ حَتَّى تُسَلِّمَهُ إِلَيَّ، وَلَعَلِّي أَنْ لَا
أَكُونَ شَرًّا وَلَا تِلْكَ لَكَ وَالسَّلَامُ.

یہ عہدہ تمہارے لئے کوئی آزدقہ نہیں ہے بلکہ وہ تمہاری گردن
میں ایک امانت کا پھندا ہے اور تم اپنے حکمران بالا کی طرف
سے حفاظت پر مامور ہو۔ تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ رعیت کے
معاملہ میں جو چاہو کر گزرو۔ خبردار! کسی مضبوط دلیل کے بغیر کسی
بڑے کام میں ہاتھ نہ ڈالا کرو۔ تمہارے ہاتھوں میں خدائے
بزرگ و برتر کے اموال میں سے ایک مال ہے اور تم اس وقت
تک اسکے خزانچی ہو جب تک میرے حوالے نہ کر دو، بہر حال
میں غالباً تمہارے لئے برا حکمران نہیں ہوں۔ والسلام۔

۱۔ جب امیر المومنین جنگ جمل سے فارغ ہوئے، تو اشعث ابن قیس کو جو حضرت عثمان کے زمانہ سے آذربائیجان کا عامل چلا آ رہا
تھا تحریر فرمایا کہ وہ اپنے صوبہ کا مال خراج و صدقات روانہ کرے۔ مگر چونکہ اسے اپنا عہدہ و منصب خطرہ میں نظر آ رہا تھا، اس لئے
وہ حضرت عثمان کے دوسرے عمال کی طرح اس مال کو ہضم کر جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس خط کے پہنچنے کے بعد اس نے اپنے
مخصوصین کو بلایا اور ان سے اس خط کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مال مجھ سے چھین نہ لیا جائے۔ لہذا میرا ارادہ
ہے کہ میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں۔ جس پر ان لوگوں نے کہا یہ کہ تمہارے لئے باعث تنگ و عار ہے کہ اپنے قوم قبیلہ کو چھوڑ
کر معاویہ کے دامن میں پناہ لو۔ چنانچہ ان لوگوں کے کہنے سننے سے اس نے جانے کا ارادہ تو ملتوی کر دیا مگر اس مال کے دینے پر
آمادہ نہ ہوا۔ جب حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسے کوفہ طلب کرنے کے لئے حجر ابن عدی کندی کو روانہ کیا جو اسے
سمجھا بجا کر کوفہ لے آئے۔ یہاں پہنچنے پر اس کا سامان دیکھا گیا تو اس میں چار لاکھ درہم پائے گئے جس میں سے تیس سو سہزار
حضرت نے اسے دے دیئے اور بقیہ بیت المال میں داخل کر دیئے۔

مکتوب (۶)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُعَاوِيَةَ :
إِنَّهُ يَا يَعْنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا
بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى مَا بَايَعُوهُمْ
عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ
وَلَا لِلْعَائِبِ أَنْ يَرُدَّ، وَإِنَّمَا الشُّورَى
لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنْ

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام :
جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، انہوں نے
میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ
ان کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی بناء پر جو حاضر ہے اسے پھر
نظر ثانی کا حق نہیں، اور جو بروقت موجود نہ ہو، اسے رد کرنے کا
اختیار نہیں اور شوری کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے، وہ اگر
کسی پر ایذا کر لیں اور اسے خلیفہ سمجھ لیں تو اسی میں اللہ کی رضا

اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ وَسَمُوهُ إِمَامًا
كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رِضَى، فَإِنْ خَرَجَ مِنْ
أَمْرِهِمْ خَارِجٌ يَطْعَنُ أَوْ يَدْعِي رَدَّوهُ
إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ أَبَى الْمُؤْمِنِينَ
وَوَلَّاهُ اللَّهُ مَا تَوَلَّى وَلَعَمْرِي
يَا مُعَاوِيَةُ لَنْ نَنْظُرَ بِعَقْلِكَ دُونَ
هُوَ أَكْ لَتَجِدِنِّي أَبْرَأُ النَّاسِ مِنْ دَمِ
عُثْمَانَ، وَلَتَعْلَمَنَّ إِنِّي كُنْتُ فِي عَزْلَةٍ
عَنْهُ إِلَّا أَنْ تَتَجَنَّبَنِي فَتَجِدَنَّ مَا بَدَلَكَ
وَالسَّلَامُ.

خوشنودی سمجھی جائیگی۔ اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا
نیا نظریہ اختیار کرتا ہے الگ ہو جائے تو اسے وہ سب اسی طرف
واپس لائیں گے، جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار
کرے تو اس سے لڑیں کیونکہ وہ مومنوں کے طریقے سے ہٹ
کر دوسری راہ پر ہولیا ہے اور جدھر وہ پھر گیا ہے اللہ بھی اسے
ادھر ہی پھیر دے گا۔
اے معاویہ! میری جان کی قسم اگر تم اپنی نفسانی خواہشوں سے
دور ہو کر عقل سے دیکھو، تو سب لوگوں سے زیادہ مجھے عثمان کے
خون سے بری پاؤ گے۔ مگر یہ کہ تم بہتان باندھ کر کھلی ہوئی
چیزوں پر پردہ ڈالنے لگو۔ والسلام۔

تقریب:

۱۔ جب امیر المومنین کے ہاتھ پر تمام اہل مدینہ نے بالاتفاق بیعت کر لی، تو معاویہ نے اپنے اقتدار کو خطرہ میں محسوس کرتے ہوئے
بیعت سے انکار کر دیا اور آپ کی خلافت کی صحت کو محل نظر قرار دینے کے لئے یہ عذر تراشا کہ یہ عمومی انتخاب سے قرار نہیں پائی۔
لہذا اس انتخاب کو مسترد کر کے دوبارہ انتخاب عام ہونا چاہئے۔ حالانکہ جس خلافت سے اصول انتخاب کی بنیاد پڑی، وہ ایک
ناگہانی صورت حال کا نتیجہ تھی جس میں عام افراد کی رائے و ہندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اسے عمومی اختیار کا نتیجہ کہا جاسکے۔
البتہ عوام پر اس کی پابندی عائد کر کے اسے ”فیصلہ جمہوریہ“ سے تعبیر کر لیا گیا۔ جس سے یہ اصول قرار پا گیا کہ جسے اکابر مدینہ
منتخب کر لیں وہ تمام دنیائے اسلام کا نمائندہ تصور ہوگا۔ اور کسی کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہ ہوگی۔ خواہ وہ انتخاب کے موقع پر
موجود ہو یا موجود نہ ہو۔ بہر صورت اس اصول کے قرار پا جانے کے بعد معاویہ کو یہ حق نہ پہنچتا تھا کہ وہ دوبارہ انتخاب کی تحریک یا
بیعت سے انکار کرے۔ جبکہ وہ عملی طور پر ان خلافتوں کو صحیح تسلیم کر چکا تھا کہ جن کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ مدینہ کے اہل
حل و عقد نے طے کی تھیں۔ چنانچہ جب اس انتخاب کو غلط قرار دیتے ہوئے بیعت سے انکار کیا، تو امیر المومنین نے اصول
انتخاب کو اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس پر حجت تمام کی اور یہ وہی طرز کلام ہے جسے (فرض الباطل مع الخصم
حتی تلزمہ الحجة) حریف کے سامنے اس کے غلط مسلمات کو پیش کر کے اس پر حجت قائم کرنا) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ
کسی مرحلہ پر امیر المومنین نے خلافت کی صحت کا معیار شوریٰ اور رائے عامہ کو نہیں سمجھا۔ ورنہ جن خلافتوں کے متعلق یہ کہا جاتا
ہے کہ وہ مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے قرار پائی تھیں آپ اس رائے عامہ کو سند و حجت سمجھتے ہوئے ان کو صحیح و درست
سمجھتے۔ مگر آپ کا دور اول ہی میں بیعت سے انکار کر دینا کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اس کی دلیل ہے کہ آپ ان ساختہ
اصولوں کو خلافت کا معیار نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ ہر دور میں اپنے استحقاق خلافت کو پیش کرتے رہے کہ جو رسول اللہ سے تو لا
وعملًا ثابت تھا۔ مگر معاویہ کے مقابلہ میں اسے پیش کرنا سوال و جواب کا دروازہ کھول دینا تھا۔ اس لئے اسی کے مسلمات و

معتقدات سے اُسے قائل کرنا چاہا ہے تاکہ اس کے لئے تاویلات کے الجھاوے ڈالنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ ورنہ وہ تو یہ چاہتا ہی تھا کہ کسی طرح بات بڑھتی جائے تاکہ کسی موڑ پر اس کے متزلزل اقتدار کو سہارا مل جائے۔

مکتوب (۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَيْهِ أَيْضًا:

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ أَتَيْتَنِي مِنْكَ مَوْعِظَةٌ مُوَصَّلَةٌ، وَرِسَالَةٌ مُحَبَّرَةٌ نَبِّقَتْهَا بِضَلَالِكَ، وَأَمْضِيَّتَهَا بِسُوءِ رَأْيِكَ، وَكِتَابٌ أَمْرِي لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ يَهْدِيهِ وَلَا قَائِدٌ يَرْشِدُهُ قَدْ دَعَا الْهَوَى فَأَجَابَهُ وَقَادَهُ الضَّلَالُ فَاتَّبَعَهُ فَهَجَرَ لَا عِظًا وَضَلَّ خَابِطًا - (مِنْهُ)

لَا نَهَا بَيْعَةً وَاحِدَةً لَا يُنْتَنَى فِيهَا النَّظَرُ وَلَا يُسْتَأْنَفُ فِيهَا الْخِيَارُ - الْخَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ، وَالْمُرَوِّى فِيهَا مُدَاهِنٌ -

مکتوب (۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ لَمَّا أَوْسَلَهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي فَاحْبِلْ مُعَاوِيَةَ أَتَاكَ كِتَابِي فَاحْبِلْ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْفَصْلِ، وَخُذْ لَهُ بِالْأَمْرِ الْجَزْمَ، ثُمَّ خَيِّرْ بَيْنَ حَرْبٍ مُجْبِيَةٍ أَوْ سَلَمٍ مُخْزِيَةٍ، فَإِنْ اخْتَارَ

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

تمہارا بے جوڑ نصیحتوں کا پلندہ اور بنایا سنوارا ہوا خط میرے پاس آیا جسے گمراہی کی بناء پر تم نے لکھا اور اپنی بے عقلی کی وجہ سے بھیجا۔ یہ ایک ایسے شخص کا خط ہے کہ جسے نہ روشنی نصیب ہے کہ اسے سیدھی راہ دکھائے، اور نہ کوئی رہبر ہے کہ اسے صحیح راستے پر ڈالے۔ جسے نفسانی خواہش نے پکارا تو وہ لیک کہہ کر اٹھا اور گمراہی نے اس کی رہبری کی تو وہ اس کے پیچھے ہو لیا اور یا وہ گوئی کرتے ہوئے ادل فول بکنے لگا، اور بے راہ ہوتے ہوئے بھٹک گیا۔

اس مکتوب کا ایک حصہ یہ ہے: کیونکہ یہ بیعت ایک ہی دفعہ ہوتی ہے نہ پھر اس میں نظر ثانی کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ پھر سے چناؤ ہو سکتا ہے۔ اس سے منحرف ہونے والا نظام اسلامی پر معترض قرار پاتا ہے اور غور و تامل سے کام لینے والا منافق سمجھا جاتا ہے۔

جب جریر ابن عبد اللہ بجلی کو معاویہ کی طرف روانہ

کیا اور انہیں پلٹنے میں تاخیر ہوئی تو انہیں تحریر فرمایا:

میرے خط ملتے ہی معاویہ کو دو لوک فیصلے پر آمادہ کرو، اور اُسے کسی آخری اور قطعی رائے کا پابند بناؤ اور دو باتوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کرو، کہ گھر سے بے گھر کر دینے والی جنگ یا رسوا کرنے والی صلح۔ اگر وہ جنگ کو اختیار کرے تو تمام تعلقات اور گفت و شنید ختم کر دو، اور اگر صلح چاہے

الْحَرْبُ فَانْبِذْ إِلَيْهِ وَإِنْ اخْتَارَ السَّلَامَ فَخُذْ بَبَيْعَتِهِ وَالسَّلَامَ - تو اس سے بیعت لے لو۔ والسلام۔

مکتوب (۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ:

فَارَادَ قَوْمًا قَتَلَ نَبِيَّنَا وَاجْتَبَا حَاضِرَنَا، وَهُمُ آبَاؤُنَا الْهُمُومُ وَفَعَلُوا بِنَا الْأَفَاعِيلَ وَمَنْعُونَا الْعَذَبَ، وَأَجْلَسُونَا الْخَرْبَ، وَأَضْطَرُّونَا إِلَى جَبَلٍ وَعَوَى، وَأَوْقَدُوا لَنَا نَارَ الْحَرْبِ فَعَزَمَ اللَّهُ لَنَا عَلَى الدَّبِّ عَنْ حَوْزَتِهِ، وَالرَّمْيِ مِنْ وَرَاءِ حُرْمَتِهِ مُؤْمِنُنَا يَبْغِي بِدَايِكَ الْآجِرَ وَكَافِرُنَا يُحَامِي عَنْ الْأَصْلِ وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْ قُرَيْشٍ خَلَوْا مِمَّا نَحْنُ فِيهِ بِحَلْفِ يَسَّعُهُ أَوْ عَشِيرَةٍ تَقُومُ دُونَهُ فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَكَانٍ أَمِنٍ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِذَا احْمَرَ الْبَأْسُ وَأَحْجَمَ النَّاسُ قَدَّمَ أَهْلَ بَيْتِهِ فَوْقَهُ بِهِمْ أَصْحَابَهُ حَرَّ السُّيُوفِ وَالْأَسِنَّةِ فَقَتَلَ عُبَيْدَةَ بْنَ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَقَتَلَ حَمْزَةَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَقَتَلَ جَعْفَرَ يَوْمَ مَوْتَةٍ وَأَرَادَ مَنْ لَوْ شِئْتَ ذَكَرْتُ اسْمَهُ وَمِثْلَ الَّذِي أَرَادُوا مِنَ الشَّهَادَةِ، وَلَكِنْ آجَالُهُمْ عَجَلَتْ وَمَنْيَتُهُ أَجَلَتْ -

معاویہ کے نام: ہماری قوت (قریش) نے ہمارے نبی کو قتل کرنے اور ہماری جڑ اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کیا اور ہمارے لئے غم و اندوہ کے سر و سامان کئے، اور بُرے سے بُرے برتاؤ ہمارے ساتھ روا رکھے۔ ہمیں آرام و راحت سے روک دیا اور مستقل طور پر خوف و دہشت سے دوچار کر دیا اور ایک سنگلاخ و ناہموار پہاڑ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور ہمارے لئے جنگ کی آگ بھڑکادی۔ مگر اللہ نے ہماری ہمت باندھی کہ ہم پیغمبر کے دین کی حفاظت کریں اور اُن کے دامن حرمت پر آج نہ آنے دیں۔ ہمارے مومن ان سختیوں کی وجہ سے ثواب کے امیدوار تھے، اور ہمارے کافر قربت کی بناء پر حمایت ضروری سمجھتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے وہ ہم پر آنے والی مصیبتوں سے کوسوں دور تھے۔ اس عہد و پیاں کی وجہ سے جو ان کی حفاظت کو اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ لہذا وہ قتل سے محفوظ تھے اور رسالت مآب کا یہ طریقہ تھا کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور لوگوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے تو پیغمبر اپنے اہل بیت کو آگے بڑھا دیتے تھے اور یوں انہیں سینہ سپر بنا کر اصحاب کو نیزہ و شمشیر کی مار سے بچالے جاتے تھے۔ چنانچہ عبیدہ ابن حارث بدر میں، حمزہ اُحد میں اور جعفر جنگ موتہ میں شہید ہو گئے ایک اور شخص نے بھی کہ اگر میں چاہوں تو اس کا نام لے سکتا ہوں انہیں لوگوں کی طرح شہید ہونا چاہا لیکن اُن کی عمریں جلد پوری ہو گئیں اور اس کی موت پیچھے جا پڑی۔ اس زمانہ (کج رفتار) پر حیرت ہوتی ہے کہ میرے ساتھ ایسوں کا نام لیا جاتا ہے جنہوں نے میدان سعی میں میری سی تیز گامی کبھی نہیں دکھائی اور نہ اُن کے لئے میرے ایسے دیرینہ اسلامی خدمات ہیں۔ ایسے خدمات کہ جن کی

فَيَا عَجَبًا لِلدَّهْرِ إِذْ صَرَتْ يَقْرَنُ بِي مَنْ
لَمْ يَسْمَعْ بِقَدَمِي، وَلَمْ تَكُنْ لَهُ كَسَابِقَتِي
الَّتِي لَا يُدْلِي أَحَدٌ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَدْعِيَ
مُدْعٍ مَالًا أَعْرِفُهُ، وَلَا أَظُنُّ اللَّهَ عَلَى
كُلِّ حَالٍ - وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ مِنْ دَفْعِ قَتْلَةٍ
عُثْمَانَ إِلَيْكَ فَإِنِّي نَظَرْتُ فِي هَذَا
الْأَمْرِ فَلَمْ أَرَهُ يَسْعُنِي دَفْعُهُمْ إِلَيْكَ وَلَا
إِلَى غَيْرِكَ، وَلَعَبْرِي لَنْ لَمْ تَنْزِعْ عَنْ
عَبْكَ وَشِقَاقِكَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَنْ قَلِيلٍ
يَطْلُبُونَكَ لَا يُكَلِّفُونَكَ طَلَبَهُمْ فِي بَرٍّ وَلَا
بَحْرٍ وَلَا جَبَلٍ وَلَا سَهْلٍ، إِلَّا أَنَّهُ طَلَبُ
يَسْوءٍ وَجَدَانَةٍ، وَذَوْرٌ لَا يُسْرَكَ
لَتَيْنَانِهِ وَالسَّلَامُ لَأَهْلِهِ۔

مانند کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہ کوئی مدعی ایسی چیز کا
دعوے کر بیٹھے کہ جسے میں نہیں جانتا ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ
اللہ اسے جانتا ہوگا (یعنی کچھ ہو تو وہ جانے بہر حال اللہ تعالیٰ کا
شکر ہے۔

اے معاویہ! تمہارا یہ مطالبہ جو ہے کہ میں عثمان کے قاتلوں کو
تمہارے حوالے کر دوں تو میں نے اس کے ہر پہلو پر غور و فکر کیا
اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ انہیں تمہارے یا تمہارے علاوہ کسی اور
کے حوالے کرنا میرے اختیار سے باہر ہے، اور میری جان کی
قسم! اگر تم اپنی گمراہی اور انتشار پسندی سے باز نہ آئے تو بہت
جلد ہی انہیں پہچان لو گے وہ خود تمہیں ڈھونڈتے ہوئے آئیں
گے اور تمہیں جنگلوں، دریاؤں، پہاڑوں اور میدانوں میں اُن
کے ڈھونڈنے کی زحمت نہ دیں گے۔ مگر یہ ایک ایسا مطلوب
ہوگا جس کا حصول تمہارے لئے ناگواری کا باعث ہوگا اور وہ
آنے والے ایسے ہوں گے جن کی ملاقات تمہیں خوش نہ کرے
گی۔ سلام اُس پر جو سلام کے لائق ہو۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت تو حید دینے پر مامور ہوئے تو کفر و عصیان کی طاقتیں اعلان حق کی راہ روکنے کے لئے
اٹھ کھڑی ہوئیں اور قبائل قریش جبر و تشدد سے اس آواز کو دبانے کے درپے ہو گئے۔ اُن منکرین کے دلوں میں اپنے خود ساختہ
معبودوں کی محبت اس قدر راسخ ہو چکی تھی کہ وہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اُن کے سامنے ”ایک خدا“ کا
نظریہ پیش کرنا ہی ان کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے کافی تھا۔ چہ جائیکہ انہوں نے اپنے بتوں کے متعلق ایسے کلمات سنے
جو انہیں ایک سنگ بے شعور سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ جب اس طرح انہیں اپنے اصول و عقائد خطرہ میں نظر آئے تو وہ
پیغمبر کی اذیت پر کمر بستہ ہو گئے اور اپنے ترکش کے ہر تیر کو آزمانے کے لئے میدان میں اُتر آئے اور اس طرح ایذا رسانی
کے وسائل کام میں لائے کہ آپ کو گھر سے قدم باہر نکالنا مشکل ہو گیا۔ اس دور میں جو گنتی کے چند افراد ایمان لائے تھے، انہیں
بھی مسلسل و پیہم آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ ان پر ستار ان توحید کو جلتی ہوئی دھوپ میں زمین پر لٹا دیا جاتا اور پتھروں
اور کوڑوں سے اتارا جاتا کہ ان کے بدن بولہبان ہو جاتے جب قریش کے مظالم اس حد تک بڑھ گئے تو پیغمبر نے بعثت کے
پانچویں سال انہیں مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔ قریش نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا مگر حبشہ کے
فرمانروا نے انہیں اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی عدل گستری و انصاف پروری سے ان پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔
ادھر پیغمبر کی تبلیغ برابر جاری تھی، اور حق کی کوشش و تاثیر اپنا کام کر رہی تھی اور لوگ اسلام کی تعلیم آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر
آپ کے دامن میں وابستہ ہوتے جا رہے تھے۔ جس سے قریش انگاروں پر لوٹے، اندر ہی اندر بیچ و تاب کھاتے اور اس بڑھتی

ہوئی تاثیر و نفوذ کو روکنے کی کوشش کرتے۔ مگر جب ان کے کئے کچھ نہ ہو سکا تو یہ طے کیا کہ بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب سے تمام
تعلقات قطع کر لئے جائیں۔ نہ ان سے میل جول رکھا جائے اور نہ ان سے لین دین کی جائے تاکہ وہ تنگ آ کر پیغمبر کی حمایت
سے دستبردار ہو جائیں اور پھر وہ جیسا چاہیں اُن کے ساتھ برتاؤ کریں۔ چنانچہ ان میں باہمی معاہدہ ہوا اور اس سلسلہ میں ایک
دستاویز لکھ کر محفوظ کر دی گئی۔ اس معاہدہ کے بعد اگر چہ زمین وہی تھی اور زمین پر بسنے والے بھی وہی تھے مگر بنی ہاشم کے لئے
درد و یار سے اجنبیت برسنے لگی۔ جانی پہچانی ہوئی صورتیں یوں نظر آنے لگیں جیسے کبھی شناسائی تھی ہی نہیں۔ سب نے رخ موڑ
لئے اور میل ملاقات اور راہ و رسم بندی کر دی۔ ان حالات میں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں پیغمبر پر اچانک حملہ نہ ہو جائے، اس لئے
شہر سے باہر پہاڑ کی ایک تنگ گھاٹی میں کہ جسے ”شعب ابوطالب“ کہا جاتا ہے، پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس موقع پر بنی ہاشم
میں سے جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے وہ خاندانی اتحاد کی بناء پر آپ کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور آڑے وقت پر سینہ سپر
ہو کر کھڑے ہو جاتے اور جو ایمان لا چکے تھے۔ جیسے حضرت حمزہ و حضرت ابوطالب، وہ اپنا فریضہ ایمانی سمجھ کر آپ کی حفاظت
میں سرگرم عمل رہتے۔ خصوصاً حضرت ابوطالب نے اپنا سکون و آرام سب چھوڑ رکھا تھا۔ اُن کے دن پیغمبر کو تسکین دینے اور
راتیں پہرا دینے اور پیغمبر کی خواب گاہ بدلوانے میں گزرتی تھیں۔ اس طرح کہ جس بستر پر ایک رات پیغمبر آرام فرماتے دوسری
رات اُس بستر پر علیؑ کو سلا دیتے کہ اگر کوئی حملہ کے تو آنحضرتؐ کے بجائے علیؑ کا کام آ جائے۔

یہ دور بنی ہاشم کے لئے انتہائی مصائب و آلام کا دور تھا۔ حالت یہ تھی کہ ضروریات زندگی ناپید، معیشت کے تمام دروازے بند
ہو چکے تھے۔ درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لئے درنہ فاقوں میں پڑے رہے جب اس طرح تین برس قید و بند کی سختیاں بھیلنے لگ گئے،
تو زبیر ابن ابی امیہ، ہشام ابن عمرو، مطعم ابن عدی، ابوالختری اور زمعہ ابن اسود نے چاہا کہ اس معاہدہ کو توڑ دیں۔ چنانچہ اکابر قریش
خانہ کعبہ میں مشورے کے لئے جمع ہوئے۔ ابھی کچھ طے نہ کرنے پائے تھے کہ حضرت ابوطالب بھی شعب سے نکل کر ان کے مجمع میں پہنچ
گئے اور اُن سے کہا کہ میرے بھتیجے محمد ابن عبد اللہ نے مجھے بتایا کہ جس کا غدر پر تم نے معاہدہ تحریر کیا تھا اُسے دیکھنے چاہئے اور
اب اس پر اللہ کے نام کے علاوہ کچھ نہیں رہا۔ لہذا تم اس دستاویز کو منگوا کر دیکھو۔ اگر انہوں نے سچ کہا ہے تو تمہیں اُن کی دشمنی سے
دستبردار ہو جانا چاہئے۔ اور اگر غلط کہا ہے تو میں انہیں تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں چنانچہ اس دستاویز کو منگوا کر دیکھا گیا تو واقعی
”باسم اللہ“ کے علاوہ کہ جو دیر جاہلیت میں سرنامہ کے طور پر لکھا جاتا تھا، تمام تحریر دیکھ کی نذر ہو چکی تھی، یہ دیکھ کر مطعم ابن عد
نے اس تحریر کو پارہ پارہ کر دیا، اور وہ معاہدہ توڑ دیا گیا اور خدا خدا کر کے بنی ہاشم کو اس مظلومیت و بے کسی کی زندگی سے نجات ملی، لیکن اس
کے بعد بھی پیغمبر کے ساتھ مشرکین کے رویہ میں سر مو فرق نہ آیا۔ بلکہ وہ بغض و عناد میں اس طرح کھو گئے کہ اُن کی جان لینے کی تدبیریں
کرنے لگے جس کے نتیجہ میں ہجرت مدینہ کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس موقع پر اگرچہ حضرت ابوطالب زندہ نہ تھے مگر علی ابن ابی طالب نے
پیغمبر کے بستر پر لیٹ کر اُن کی یاد دلوں میں تازہ کر دی، کیونکہ انہیں کا دبا ہوا درس تھا کہ جس سے پیغمبر کی حفاظت کا سر و سامان کیا جاتا تھا۔

یہ واقعات اگرچہ معاویہ سے مخفی نہ تھے مگر چونکہ اُس کے سامنے اُس کے اسلاف کے کارناموں کو رکھ کر اس کی معاندانہ روح کو
جھنجھوڑنا مقصود تھا اس لئے قریش و بنی عبد شمس کی ان ایذا رسانیوں کی طرف اُسے توجہ دلائی ہے کہ وہ عہد نبوی کی پرستاران حق اور
پرستاران باطل کی روش کو دیکھتے ہوئے یہ غور کرے کہ وہ حق کی راہ میں چل رہا ہے یا اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہے۔

مکتوب (۱۰)

معاویہ کی طرف

تم اس وقت کیا کرو گے جب دنیا کے یہ لباس جن میں لپٹے ہوئے ہو تم سے اتر جائیں گے۔ یہ دنیا جو اپنی جگہ کی جھلک دکھاتی اور اپنے حظ و کیف سے ورغلاتی ہے جس نے تمہیں پکارا تو تم نے لبیک کہی۔ اُس نے تمہیں کھینچا تو تم اُس کے پیچھے ہو لئے اور اُس نے تمہیں حکم دیا تو تم نے اُس کی پیروی کی۔ وہ وقت دور نہیں کہ بتانے والا تمہیں ان چیزوں سے آگاہ کرے کہ جن سے کوئی سپر تمہیں بچانہ سکے گی۔ لہذا اس دعوے سے باز آ جاؤ حساب و کتاب کا سرو سامان کرو، اور آنے والی موت کے لئے تیار ہو جاؤ، اور گمراہیوں کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو پھر میں تمہاری غفلتوں پر (بھنبھوڑ کر) تمہیں متنبہ کروں گا۔ تم عیش و عشرت میں پڑے ہو۔ شیطان نے تم میں اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے وہ تمہارے بارے میں اپنی آرزوئیں پوری کر چکا ہے اور تمہارے اندر روح کی طرح سرایت کر گیا ہے اور خون کی طرح (رگ و پے میں) دوڑ رہا ہے۔

اے معاویہ! بھلا تم لوگ (امیہ کی اولاد) کب رعیت پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے اور کب امت کے امور کے والی و سرپرست تھے؟ بغیر کسی پیش قدمی اور بغیر کسی بلند عزت و منزلت کے ہم دیرینہ بد بختیوں کے گھر کر لینے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں اس چیز پر تمہیں متنبہ کئے دیتا ہوں کہ تم ہمیشہ آرزوؤں کے فریب پر فریب کھاتے ہو، اور تمہارا ظاہر باطن سے جدا رہتا ہے۔

تم نے مجھے جنگ کے لئے لکارا ہے تو ایسا کرو کہ لوگوں کو ایک طرف کر دو اور خود (میرے مقابلے میں) باہر نکل آؤ۔ دونوں

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَيْهِ يُضَادُّ

وَكَيفَ أَنْتَ صَانِعٌ إِذَا تَكَشَّفَتْ عَنْكَ جَلَابِيبُ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ دُنْيَا قَدْ تَبَهَّجْتَ بِزِينَتِهَا وَخَدَعْتَ بِلَذَّتِهَا۔ دَعَتْكَ فَأَجَبْتَهَا، وَقَادَتْكَ فَاتَّبَعْتَهَا، وَأَمَرَتْكَ فَأَطَعْتَهَا، وَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَقْفِكَ وَأَقْفَ عَلَى مَا لَا يَنْجِيكَ مِنْهُ مَحَنٌ۔ فَأَقْعَسَ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ، وَخُذْ أَهْبَةَ الْحِسَابِ، وَشَمِّرْ لِمَا قَدْ نَزَلَ بِكَ، وَلَا تَمْكِنِ الْغُرَاةَ مِنْ سَمْعِكَ وَإِلَّا تَفْعَلَ أَعْلَبِكَ مَا أَعْفَلْتَ مِنْ نَفْسِكَ، فَإِنَّكَ مُتَرَفِّقٌ قَدْ أَخَذَ الشَّيْطَانُ مِنْكَ مَا خَذَا، وَبَلَغَ فِيكَ أَمَلُهُ، وَجَرَى مِنْكَ مَجْرَى الرُّوحِ وَالْدَّمِ۔

وَصَتَى كُنْتُمْ يَا مُعَاوِيَةُ سَاسَةَ الرِّعِيَةِ وَدَلَاةَ أُمَرَاءِ الْأَمَّةِ؟ بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ وَلَا شَرَفٍ بَاسِقٍ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ لُزُومِ سَوَابِقِ الشِّفَاءِ وَأَحْدَرِكَ أَنْ تَكُونَ مُتَسَاوِيًا فِي غُرَّةِ الْأَمْنِيَةِ مُخْتَلِفَ الْعَلَانِيَةِ وَالسَّرِيرَةِ۔

وَقَدْ دَعَوْتُ إِلَيْهِ الْحَرْبَ فَدَعِ النَّاسَ جَانِبًا وَاخْرُجْ إِلَيَّ وَأَعْفِ الْفَرِيقَيْنِ مِنْ

الْقِتَالِ لِيُعْلَمَ أَئِنَّا الْمَرِينُ عَلَى قَلْبِهِ وَالْمُغْطَى عَلَى بَصَرِهِ، فَأَنَا أَبُو حَسَنِ قَاتِلُ جَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيكَ شَدْحًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَذَلِكَ السَّيْفُ مَعِي، وَبِذَلِكَ الْقَلْبُ الْقَلَى عَدُوِّي، مَا اسْتَبَدَلْتُ دِيْنًا، وَلَا اسْتَحْدَثْتُ نِيْسًا، وَإِنِّي لَعَلَى السِّنْهَاجِ الَّذِي تَرَكْتُمُوهُ طَائِعِينَ وَدَخَلْتُمْ فِيهِ مَكْرَهِيْنَ۔ وَزَعَمْتَ أَنَّكَ جُنْتُ ثَائِرًا بَعُثْمَانَ۔ وَلَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ مِنْ هُنَاكَ إِنَّ كُنْتَ طَالِبًا، فَكَأَنِّي قَدَرْتُ أَيْتَكَ تَضَعُ مِنَ الْحَرْبِ إِذَا عَصَيْتُكَ ضَجِيحَ الْجِمَالِ بِالْأَثْقَالِ وَكَأَنِّي بِجَمَاعَتِكَ تَدْعُونِي جَوْعًا مِنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ وَالْقَضَاءِ الْوَاقِعِ وَمَصَارِعَ بَعْدَ مَصَارِعَ... إِلَيَّ كِتَابُ اللَّهِ، وَهِيَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ، أَوْ مُبَايَعَةٌ حَائِلَةٌ۔

۱۔ عقبہ بن ربیعہ ۲۔ ولید بن عقبہ ۳۔ حنظلہ ابن ابی سفیان

فریق کو کشت و خون سے معاف کرو تا کہ پتہ چل جائے کہ کس کے دل پر رنگ کی تمہیں چڑھی ہوئی اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں (کوئی اور نہیں) وہی ابو الحسن ہوں کہ جس نے تمہارے نانا تمہارے ماموں اور تمہارے بھائی کے پرچے اڑا کر بدر کے دن مارا تھا۔ وہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اُسی دل گردے کے ساتھ اب بھی دشمن سے مقابلہ کرتا ہوں۔ نہ میں نے کوئی دین بدلا ہے، نہ کوئی نیا نبی کھڑا کیا ہے اور میں بلاشبہ اُسی شاہراہ پر ہوں جسے تم نے اپنے اختیار سے چھوڑ رکھا تھا اور پھر بھجوری اس میں داخل ہوئے اور تم ایسا ظاہر کرتے ہو کہ کہ تم خون عثمان کا بدلہ لینے کو اٹھے ہو حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کا خون کس کے سر ہے۔ اگر واقعی بدلہ ہی لینا منظور ہے تو انہی سے لو۔

اب تو وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ جب جنگ تمہیں دانتوں سے کاٹ رہی ہوگی اور تم اس طرح بلبلاتے ہو گے جس طرح بھاری بوجھ سے اونٹ بلبلاتے ہیں اور تمہاری جماعت تلواروں کی تابڑ توڑ مار، سر پر منڈلانے والی قضا اور کشتیوں کے پستے لگ جانے سے گھبرا کر مجھے کتاب خدا کی طرف دعوت دے رہی ہوگی۔ حالانکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کافر اور حق کے منکر ہیں یا بیعت کے بعد اسے توڑ دینے والے ہیں۔

۱۔ امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین کے متعلق ہے جس میں مختصر سے لفظوں میں اس کا پورا منظر کھینچ دیا ہے۔ چنانچہ ایک طرف معاویہ عراقیوں کے حملوں سے حواس باختہ ہو کر بھاگنے کی سوچ رہا تھا اور دوسری طرف اس کی فوج موت کی پیہم یورش سے گھبرا کر چلا رہی تھی اور آخر کار جب بھاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو قرآن کو نیزوں پر اٹھا کر صلح کا شور مچا دیا اور اس حیلہ سے بچے کوچے لوگوں نے اپنی جان بچائی۔

اس پیشین گوئی کو کسی قیاس و تخمین یا واقعات سے اخذ نتائج کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ ان جزئی تفصیلات کا فراست و دور رس بصیرت سے احاطہ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ان پر سے وہی پردہ اٹھا سکتا ہے جس کا ذریعہ اطلاع پیغمبر کی زبان وحی تہمان ہو، یا القائے ربانی۔

ہدایت (۱۱)

دشمن کی طرف بھیجے ہوئے ایک لشکر کو یہ ہدایتیں فرمائیں۔

جب تم دشمن کی طرف بڑھو یا دشمن تمہاری طرف بڑھے، تو تمہارا پڑاؤ ٹیلوں کے آگے یا پہاڑ کے دامن میں، یا نہروں کے موڑ میں ہونا چاہئے تاکہ یہ چیز تمہارے لئے پشت پناہی اور روک کا کام دے، اور جنگ بس ایک طرف یا (زائد سے زائد دو طرف سے ہو) اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور ٹیلوں کی بلند سطحوں پر دید بانوں کو بٹھا دو تاکہ دشمن کسی کھٹکے کی جگہ سے یا اطمینان والی جگہ سے (اچانک) نہ آ پڑے اور اس کو جانے رہو کہ فوج کا ہر اول دستہ فوج کا خبر رساں ہوتا ہے اور ہر اول دستے کو اطلاعات ان خبروں سے حاصل ہوتی ہیں (لوگ آگے بڑھ کر سراغ لگاتے ہیں) دیکھو تشر بتہ ہونے سے بچے رہو، اتر دو تو ایک ساتھ اترو، اور کوچ کرو تو ایک ساتھ کرو، اور جب رات تم پر چھا جائے تو نیزوں کو (اپنے گرد) گاڑ کر ایک دائرہ سا بنالو، اور صرف اونگھ لینے اور ایک آدھ جھپکی لے لینے کے سوا نیند کا مزہ نہ چکھو۔

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَصِيَّ بِهَا جَيْشًا بَعَثَهُ إِلَى الْعَدُوِّ فَإِذَا نَزَلْتُمْ بَعْدُوْ أَوْ نَزَلَ بِكُمْ فَلْيَكُنْ مَعْسَكُكُمْ فِي قَبْلِ الْأَشْرَافِ أَوْ سِفَاحِ الْجِبَالِ، أَوْ ثَنَاءِ الْأَنْهَارِ كَيْمَا يَكُونَ لَكُمْ رَدٌّ أَوْ دُونَكُمْ مَرَدًّا۔ وَلَتَكُنْ مُقَاتِلَتُكُمْ مِنْ وَجْهِهِ وَاحِدًا أَوْ اثْنَيْنِ۔ وَاجْعَلُوا لَكُمْ رُقَبَاءَ فِي صِيَاصِي الْجِبَالِ وَمَنَاقِبِ الْهَضَابِ لِنَلَا يَأْتِيَكُمْ الْعَدُوُّ مِنْ مَكَانٍ مَخَافَةِ الْقَوْمِ عِيُونُهُمْ، وَعِيُونَ الْبُقَدِّمَةِ طَلَائِعُهُمْ۔ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّفَرُّقَ، فَإِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِلُوا جَمِيعًا، وَإِذَا ارْتَحَلْتُمْ فَارْتَحِلُوا جَمِيعًا، وَإِذَا غَشِيَكُمْ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا الرِّمَاحَ كِفَّةً، وَلَا تَدْوَقُوا النَّوْمَ إِلَّا غَوْرًا أَوْ مَضْمَضَةً۔

جب امیر المومنین نے خلیفہ کی چھاؤنی سے زیادہ ابن نصر حارثی اور شرق ابن ہانی کو آٹھ ہزار کے دستے پر سپہ سالار مقرر کر کے شام کی جانب روانہ کیا تو ان میں منصب کے سلسلے میں کچھ اختلاف رائے ہو گیا جس کی اطلاع انہوں نے امیر المومنین کو دی اور ایک دوسرے کے خلاف شکایت امیر خطوط لکھے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم مل کر سفر کرو تو پوری فوج کا نظم و نسق زیادہ ابن نصر کے ہاتھ میں ہوگا، اور اگر الگ الگ سفر کرو تو جس جس دستے پر تمہیں امیر مقرر کیا گیا ہے اسی کا نظم و انصرام تم سے متعلق ہوگا۔

اس خط کے ذیل میں حضرت نے جنگ کے لئے چند ہدایات بھی انہیں تحریر فرمائے اور علامہ رضی نے صرف ہدایات والا حصہ ہی اس مقام پر درج کیا ہے۔ یہ ہدایات نہ صرف اس زمانہ کے طریقہ جنگ کے لحاظ سے نہایت کارآمد اور مفید ہیں بلکہ اس زمانہ میں بھی جنگی اصول کی رہنمائی کرنے کے اعتبار سے ان کی افادیت و اہمیت ناقابل انکار ہے۔ وہ ہدایات یہ ہیں کہ جب دشمن سے مدبھیڑ ہو تو پہاڑوں کے دامنوں اور ندی نالوں کے موڑوں پر پڑاؤ ڈالو، کیونکہ اس صورت میں نہروں کے نشیب خندق کا اور پہاڑوں کی چوٹیوں

فصیل کا کام دیں گی۔ اور تم عقب سے مطمئن ہو کر دوسرے اطراف سے دشمن کا دفاع کر سکو گے۔ دوسرے یہ کہ لڑائی ایک طرف سے ہو یا زیادہ سے زیادہ دو طرف سے، کیونکہ فوج کے متعدد محاذوں پر تقسیم ہو جانے سے اس میں کمزوری کا رونما ہونا ضروری ہے، اور دشمن تمہاری فوج کے تفرق و انتشار سے فائدہ اٹھا کر کامیابی میں کوئی دشواری محسوس نہ کرے گا۔ تیسرے یہ کہ ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پاسان دستے بٹھا دو، تاکہ وہ دشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے تمہیں آگاہ کر سکیں کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جدھر سے دشمن کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے وہ اُدھر سے آنے کی بجائے دوسری طرف سے حملہ کر دیتا ہے۔ لہذا اگر بلند یوں پر پاسان دستے موجود ہوں، تو وہ دور سے اڑتے ہوئے گردوغبار کو دیکھ کر دشمن کی آمد کا پتہ چلا لیں گے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے اس کا افادی پہلو واضح کرنے کے لئے یہ تاریخی واقعہ نقل کیا ہے کہ جب قطبہ نے خراساں سے نکل کر ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالا تو وہ اور خالد ابن برمک ایک بلند جگہ پر جا بیٹھے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ خالد نے دیکھا کہ جنگل کی طرف سے ہرنوں کی ٹکڑیاں چلی آ رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے قطبہ سے کہا کہ اے امیر اٹھئے اور لشکر میں فوراً اعلان کرائیے کہ وہ صف بندی کر کے ہتھیاروں کو سنبھال لے۔ یہ سن کر قطبہ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر دیکھ کر کہنے لگا کہ مجھے تو کہیں بھی دشمن کی فوج نظر نہیں آتی۔ اُس نے کہا کہ اے امیر! یہ وقت باتوں میں ضائع کرنے کا نہیں۔ آپ ان ہرنوں کو دیکھ لیجئے جو اپنے ٹھکانے چھوڑ کر آبادی کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے عقب میں دشمن کی فوج چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ اُس نے فوراً فوج کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ ادھر لشکر کا تیار ہونا تھا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کانوں میں آنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن سر پر منڈلانے لگا اور یہ چونکہ بروقت مدافعت کا سامان کر چکے تھے اس لئے پورے طور سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اگر خالد اس بلندی پر نہ ہوتا اور اپنی سوجھ بوجھ سے کام نہ لیتا، تو دشمن اچانک حملہ کر کے انہیں ختم کر دیتا۔ چوتھے یہ کہ ادھر ادھر جا سوس چھوڑ دیئے جائیں تاکہ وہ دشمن کی نقل و حرکت اور اُس کے عزائم سے آگاہ کرتے رہیں اور اُس کی سوچی سمجھی ہوئی چالوں کو ناکام بنایا جاسکے۔ پانچواں یہ کہ پڑاؤ ڈالو تو ایک ساتھ اور کوچ کرو تو ایک ساتھ تاکہ دشمن اس پر انگڑی و انتشار کی حالت میں تم پر حملہ کر کے بآسانی قابو نہ پاسکے۔ چھٹے یہ کہ رات کو اپنے گرد نیزے گاڑ کر حصار کھینچ لو تاکہ اگر دشمن شب خوں مارے تو اس کے حملہ آور ہوتے ہی تم اپنے ہتھیاروں کو اپنے ہاتھوں میں لے سکو اور اگر دشمن تیر بارانی کرے تو اس کے ذریعہ سے کچھ بچاؤ ہو سکے۔ ساتویں یہ کہ گہری نیند نہ سوؤ کہ دشمن کی آمد کا تمہیں پتہ ہی نہ چل سکے اور وہ تمہارے سنبھلتے سنبھلتے تمہیں گزند پہنچانے میں کامیاب ہو جائے۔

ہدایت (۱۲)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لِمَعْقِلِ بْنِ قَيْسِ الرِّيَّاحِيِّ حِينَ أَنْفَذَهُ إِلَى الشَّامِ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ مُّقَدِّمَةً لَهُ: اتَّقِ اللَّهَ الَّذِي لَا بُدَّ لَكَ مِنْ لِقَائِهِ وَلَا مُنْتَهَى لَكَ دُونَهُ۔ وَلَا تُقَاتِلَنَّ إِلَّا مَنْ قَاتَلَكَ دَسِيرَ

جب معقل ابن قیس ریاحی کو تین ہزار کے ہراول دستہ کے ساتھ شام روانہ کیا، تو یہ ہدایت فرمائی۔ اس اللہ سے ڈرتے رہنا جس کے رو برو پیش ہونا لازمی ہے، اور جس کے علاوہ تمہارے لئے کوئی اور آخری منزل نہیں جو تم سے جنگ کرے۔ اس کے سوا کسی سے جنگ نہ کرنا اور صبح و شام کے ٹھنڈے وقت سفر کرنا اور دوپہر کے

ابن جہان کے ہاتھ ایک خط بھیج کر حضرت کو اس کی اطلاع دی جس پر آپ نے ہر اول دستے پر مالک ابن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور ان دونوں کو اطلاع دینے کے لئے یہ خط تحریر فرمایا۔ اس میں جن مختصر اور جامع الفاظ میں مالک اشتر کی توصیف فرمائی ہے اس سے مالک اشتر کی عقل و فراست، ہمت و جرأت اور فنون حرب میں تجربہ و مہارت اور ان کی شخصی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہدایت (۱۳)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
لِعَسْكَرِهِ قَبْلَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ بِصَفَيْنَ:

صَفَيْنَ میں دشمن کا سامنا کرنے سے پہلے اپنے لشکر کو ہدایت فرمائی۔
جب تک وہ پہل نہ کریں، تم ان سے جنگ نہ کرنا، کیونکہ تم بھلائی و دلیل و حجت رکھتے ہو، اور تمہارا انہیں چھوڑ دینا کہ ”وہی پہل کریں“ یہ ان پر دوسری حجت ہوگی۔ خبردار! جب دشمن (منہ کی کھا کر) میدان چھوڑ بھاگے، تو کسی پیٹھ پھرانے والے کو قتل نہ کرنا۔ کسی بے دست و پا پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ کسی زخمی کی جان نہ لینا اور عورتوں کو اذیت پہنچا کر نہ ستانا چاہئے۔ وہ تمہاری عزت و آبرو پر گالیوں کے ساتھ حملہ کریں اور تمہارے افسروں کو گالیاں دیں، کیونکہ ان کی قوتیں ان کی جانیں اور ان کی عقلیں کمزور و ضعیف ہوتی ہیں۔ ہم (پیغمبر کے زمانہ میں بھی) مامور تھے کہ ان سے کوئی تعرض نہ کریں۔ حالانکہ وہ مشرک ہوتی تھیں۔ اگر جاہلیت میں بھی کوئی دشمن کسی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے گزند پہنچاتا تھا تو اُس کو اور اسکے بعد کی پشتوں کو مطعون کیا جاتا تھا۔

تفہیم:

امیر المومنین اور معاویہ کے درمیان جو جنگ و قتال کی صورت رونما ہوئی اُس کی تمام ذمہ داری معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اُس نے آپ پر خون عثمان کا غلط الزام لگا کر جنگ کے لئے قدم اٹھایا۔ حالانکہ یہ حقیقت اس سے مخفی نہ تھی کہ قتل عثمان کے کیا وجوہ ہیں اور کن کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ مگر اسے جنگ و جدل کا موقع بہم پہنچانے بغیر چونکہ اپنے مقصد میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اس لئے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے اُس نے جنگ چھیڑ دی جو سراسر جارحانہ تھی اور جسے کسی صورت سے جواز کے حدود میں نہیں لایا جاسکتا۔ کیونکہ امام برحق کے خلاف بغاوت و سرکشی باقائے امت حرام ہے۔ چنانچہ امام نووی نے تحریر کیا ہے۔

الْبَرْدَيْنِ - وَغَوْرٍ بِالنَّاسِ وَرَقَهُ
بِالسَّيْرِ - وَلَا تَسِيرْ أَدْلَ اللَّيْلِ فَإِنَّ
اللَّهَ جَعَلَهُ سَكَنًا وَقَدْرَةً مَّقَامًا لَا
ظَعْنًا فَارَحَ فِيهِ بَدَنُكَ وَدَوَّحَ
ظَهْرَكَ - فَإِذَا وَقَفْتَ حِينَ يَنْبَطِحُ
السَّحَرُ أَوْ حِينَ يَنْفَجِرُ الْفَجْرُ فَسِرْ
عَلَى بَرَكَاتِ اللَّهِ - فَإِذَا لَقِيتَ الْعَدُوَّ
فَقِفْ مِنْ أَصْحَابِكَ وَسَطًا، وَلَا
تَذَنْ مِنَ الْقَوْمِ دُئُومًا يُرِيدُ أَنْ
يُنْشِبَ الْحَرْبَ، وَلَا تَبَاعِدْ عَنْهُمْ
تَبَاعُدَ مَنْ يَهَابُ الْبَأْسَ حَتَّى يَأْتِيكَ
أَمْرِي، وَلَا يَحِيلَنَّكُمْ شَنَّائُهُمْ عَلَى
قِتَالِهِمْ قَبْلَ دُعَائِهِمْ وَالْإِعْدَارِ إِلَيْهِمْ -

مکتوب (۱۳)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى أَمِيرٍ مِنْ أَمْرَاءِ حَبِشَةٍ:

فوج کے دوسرے داروں کے نام:

میں نے مالک ابن حارث اشتر کو تم پر اور تمہارے ماتحت لشکر پر امیر مقرر کیا ہے۔ لہذا ان کے فرمان کی پیروی کرو اور انہیں اپنے لئے زرہ اور ڈھال سمجھو، کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن سے کمزوری و لغزش کا اور جہاں جلدی کرنا تقاضائے ہوشمندی ہو وہاں سستی کا، اور جہاں ڈھیل کرنا مناسب ہو وہاں جلد بازی کا اندیشہ نہیں۔

وَقَدْ أَمَرْتُ عَلَيْكُمَا وَعَلَى مَنْ فِي حَيْزٍ
كَمَا مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ الْأَشْترَ فَاسْبِعَا لَهُ
وَأَطِيعَا، وَجَعَلَا دِرْعًا دَمَجْنَا، فَإِنَّهُ
مِمَّنْ لَا يُخَافُ وَهْنُهُ وَلَا سَقَطَتُهُ وَلَا
بُطُؤُهُ عَمَّا الْإِسْرَاعُ إِلَيْهِ أَحْزَمٌ، وَلَا
إِسْرَاعُهُ إِلَى مَا الْبُطُءُ عَنْهُ أَمْلَلُ -

جب حضرت نے زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کے ماتحت بارہ ہزار کاہر اول دستہ شام کی جانب روانہ کیا تو راستہ میں سورہ الروم کے نزدیک ابوالاعور سلمي سے مڈبھیڑ ہوئی جو شامیوں کے دستہ کے ساتھ وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور ان دونوں نے حارث

الْعَدُوِّ مُحَادِبًا)

اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَفْضَتِ الْقُلُوبُ وَمَدَّتِ
الْأَحْشَاقُ وَشَخَصَتِ الْأَبْصَارُ، وَنُقِلَتِ
الْأَقْدَامُ، وَأَنْصَبَتِ الْأَبْدَانُ -

اللَّهُمَّ قَدْ صَرَخَ مَكْتُومُ الشَّنَانِ
وَجَاشَتْ مَرَاجِلُ الْأَضْغَانِ -

اللَّهُمَّ إِنَّا نَشْكُو إِلَيْكَ غَيْبَةَ نَبِيِّنَا - وَكَثْرَةَ
عَدُوِّنَا وَتَشْتَتِ أَهْوَانُنَا

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ
وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ -

عرض کرتے تھے۔

بارالہا! دل تیری طرف کھینچ رہے ہیں، گردنیں تیری طرف اٹھ
رہی ہیں۔ آنکھیں تجھ پر لگی ہوئی ہیں، قدم حرکت میں آچکے
ہیں اور بدن لاغر پڑ چکے ہیں۔

بارالہا! چھپی ہوئی عداوتیں ابھر آئی ہیں اور کینہ و عناد کی دیکیں
جوش کھانے لگی ہیں۔

خداوند! ہم تجھ سے اپنے نبی کے نظروں سے اوجھل ہو جانے،
اپنے دشمنوں کے بڑھ جانے اور اپنی خواہشوں میں تفرقہ
پڑ جانے کا شکوہ کرتے ہیں۔

پروردگار! تو ہی ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کیساتھ
فیصلہ کر اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

ہدایت (۱۶)

جنگ کے موقع پر اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے۔

وہ پسپائی نہ کر جس کے بعد پلٹنا ہو، اور وہ اپنی سے ہٹنا جس کے
بعد حملہ مقصود ہو، تمہیں گراں نہ گزرے، تلواروں کا حق ادا کرو،
اور پہلوؤں کے بل کرنے والے (دشمنوں) کے لئے میدان
تیار رکھو۔ سخت نیزہ لگانے اور تلواروں کا بھرپور ہاتھ چلانے
کے لئے اپنے کو آمادہ کرو۔ آوازوں کو دبا لو کہ اس سے یو داہین
قریب نہیں بھٹکتا۔

اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا
کیا، وہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کر لی تھی، اور
دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا تھا۔ اب جبکہ یار و مددگار مل گئے تو
اسے ظاہر کر دیا۔

مکتوب (۱۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

معاویہ کے خط کے جواب میں

إِلَى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا عَنْ كِتَابٍ مِنْهُ إِلَيْهِ :
فَلَمَّا طَلَبُكَ إِلَى الشَّامِ فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ
لَا عَطِيَّتِكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتِكَ أُمْسٍ - وَأَمَّا
تَوَلَّكَ إِنَّ الْحَرْبَ قَدْ أَكَلَتْ أَعْرَبَ إِلَّا
حُشَاشَاتِ أَنْفُسٍ بَقِيَتْ إِلَّا وَمَنْ أَكَلَهُ
الْحَقُّ فَإِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ أَكَلَهُ الْبَاطِلُ فَإِلَى
النَّارِ وَأَمَّا اسْتَوُوا وَنَا فِي الْحَرْبِ وَالرِّجَالِ
فَلَسْتُ بِأَمْضَى عَلَى الشَّكِّ مِنِّي عَلَى
الْيَقِينِ - وَلَيْسَ أَهْلُ الشَّامِ بِأَحْرَصَ عَلَى
الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى الْآخِرَةِ وَأَمَّا
قَوْلُكَ إِنَّا بَنُو عَبْدِ مَنْفٍ فَكَذَلِكَ نَحْنُ -

وَلَكِنْ لَيْسَ أُمِّيَّةٌ كَهَا شِمٍ - وَالْأَحَرْبُ كَعَبْدِ
الْمُطَلِّبِ وَلَا أَبُو سَفْيَانَ كَأَبِي طَالِبٍ وَلَا
السَّهَاجِرُ كَالطَّلِيحِ وَلَا الصَّرِيحُ
كَالْصَبِيحِ - وَلَا الْحَقُّ كَالْبَاطِلِ وَلَا الْمُؤْمِنُ
كَالْعَدُوِّ - وَلَيْسَ الْخَلْفُ خَلْفًا يَتَّبِعُ
سَلَفًا هَوَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ -

وَفِي أَيِّدِنَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ الَّتِي أَذَلَّلْنَا
بِهَا الْعَزِيزَ وَنَعَشْنَا بِهَا الدَّلِيلَ - وَلَمَّا
أَدْخَلَ اللَّهُ الْعَرَبَ فِي دِينِهِ أَفْوَاجًا
وَأَسْلَمَتْ لَهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ طَوْعًا وَكَرْهًا
كُنْتُمْ مِمَّنْ دَخَلَ فِي الدِّينِ إِمَارَ عَجَبَةٍ
وَأَمَارَهَبَةٍ عَلَى حِينٍ فَادَّاهِلُ السَّبْقِ
بِسَبْقِهِمْ، وَذَهَبَ السَّهَاجِرُونَ وَالْأَوَّلُونَ
بِفَضْلِهِمْ -

تمہارا لٹیر مطالبہ کہ میں شام کا علاقہ تمہارے حوالے کر دوں،
تو میں آج وہ چیز تمہیں دینے سے رہا کہ جس سے کل انکار
کر چکا ہوں اور تمہارا یہ کہنا کہ جنگ نے عرب کو کھا ڈالا ہے
اور آخری سانسوں کے علاوہ اس میں کچھ نہیں رہا، تو تمہیں
معلوم ہونا چاہئے کہ جسے حق نے کھایا ہے وہ جنت کو سدھارا
ہے اور جسے باطل نے لقمہ بنایا ہے وہ دوزخ میں جا پڑا ہے۔
رہا یہ دعویٰ کہ ہم فن جنگ اور کثرت تعداد میں برابر برابر کے
ہیں تو یاد رکھو کہ تم شک میں اتنے سرگرم عمل نہیں ہو سکتے جتنا
میں یقین پر قائم رہ سکتا ہوں۔ اور اہل شام دنیا پر اتنے
مرمٹے ہوئے نہیں جتنا اہل عراق آخرت پر جان دینے والے
ہیں اور تمہارا یہ کہنا کہ ہم عبد مناف کی اولاد ہیں، تو ہم بھی
ایسے ہی ہیں۔ مگر امیہ ہاشم کے اور حرب عبد المطلب کے اور
ابوسفیان ابوطالب کے برابر نہیں ہیں۔ (فتح مکہ کے بعد)
چھوڑ دیا جانے والا مہاجر کا ہم مرتبہ نہیں۔ اور الگ سے سختی
کیا ہوا روشن و پاکیزہ نسب والے کا مانند نہیں اور غلط کار حق
کے پرستار کا ہم پلہ نہیں۔ اور منافق مومن کا ہم درجہ نہیں
ہے۔ کتنی بُری نسل وہ نسل ہے جو جہنم میں گر چکنے والے
اسلاف کی ہی پیروی کر رہی ہے۔

پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے کہ جس کے
ذریعے ہم نے طاقتور کو کمزور، اور پست کو بلند و بالا کر دیا اور
جب اللہ نے عرب کو اپنے دین میں جوق در جوق داخل کیا اور
امت اپنی خوشی سے یا ناخوشی سے اسلام لے آئی تو تم وہ لوگ
تھے کہ جولاہ یا ڈر سے اسلام لائے، اس وقت کہ جب سبقت
کرنے والے سبقت حاصل کر چکے تھے اور مہاجرین اولین
فضل و شرف کو لے چکے تھے۔

فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطَانِ فِيكَ نَصِيْبًا، وَلَا عَلَى نَفْسِكَ سَبِيْلًا۔ (سنو) شیطان کا اپنے میں سا جھا نہ رکھو اور نہ اُسے اپنے اوپر چھا جانے دو۔

جنگ صفین کے دوران معاویہ نے چاہا کہ حضرت سے دوبارہ شام کا علاقہ طلب کرے، اور کوئی ایسی چال چلے جس سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔ چنانچہ اس نے عمرو ابن عاص سے اس سلسلہ میں مشورہ لیا۔ مگر اُس نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ اے معاویہ! ذرا سوچو کہ تمہاری اس تحریر کا علی ابن ابی طالب پر کیا اثر ہو سکتا ہے، اور وہ تمہارے ورغلانے سے کیسے فریب میں آجائیں گے جس پر معاویہ نے کہا کہ ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں۔ مجھ میں اور علیؑ میں فرق یہی کیا ہے کہ وہ مجھ سے بازی لے جائیں اور میں انہیں فریب دینے میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ عمرو نے کہا کہ اگر ایسا ہی خیال ہے تو پھر لکھ دیکھو۔ چنانچہ اُس نے حضرت کی طرف ایک خط لکھا جس میں شام کا مطالبہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ نحن بنو عبد مناف لیس لبعضنا علی بعض فضل۔ ”ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں، اور ہم میں سے ایک کو دوسرے پر برتری نہیں ہے۔“ تو حضرت نے اس کے جواب میں یہ نامہ تحریر فرمایا اور اپنے اسلاف کے پہلو بہ پہلو اس کے اسلاف کا تذکرہ کر کے اس کے دعویٰ کو ہموائیگی کو باطل قرار دیا۔ اگرچہ دونوں کی اصل ایک اور دونوں کا سلسلہ نسب عبد مناف تک متنتھی ہوتا ہے، مگر عبد شمس کی اولاد تہذیبی و اخلاقی برائیوں کا سرچشمہ اور شرک و ظلم میں مبتلا تھی اور ہاشم کا گھرانہ خدائے واحد کا پرستار اور بت پرستی سے کنارہ کش تھا۔ لہذا ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی شاخوں میں اگر پھول بھی ہوں اور کانٹے بھی، تو اس سے دونوں کو ایک سطح پر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ یہ امر کسی صراحت کا محتاج نہیں کہ امیہ اور ہاشم، حرب اور عبد المطلب، ابوسفیان اور ابوطالب کسی اعتبار سے ہم پایہ نہ تھے۔ جس سے نہ کسی مؤرخ کو انکار ہے نہ کسی سیرت نگار کو بلکہ اس جواب کے بعد معاویہ کو بھی اس کی تردید میں کچھ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ کیونکہ اس واضح حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا کہ عبد مناف کے بعد حضرت ہاشم ہی تھے جو قریش میں ایک امتیازی وجاہت کے مالک تھے اور خانہ کعبہ کے اہم ترین عہدوں میں سے سقایہ (حاجیوں کے لئے کھانے پینے کا سامان فراہم کرنا) اور رقادہ (حاجیوں کی مالی اعانت کا انتظام کرنا) انہی سے متعلق تھا۔ چنانچہ حج کے موقع پر قافلوں کے قافلے آپ کے ہاں اترتے اور آپ کے خوش اسلوبی سے فرائض مہمان نوازی انجام دیتے، کہ آپ کے سرچشمہ جو دو سخا سے سیراب ہونے والے مدتوں آپ کی مدح و تحسین میں رطب اللسان رہتے۔

اسی عالی حوصلہ و بلند ہمت باپ کے چشم و چراغ حضرت عبد المطلب تھے جن کا نام شیبہ اور لقب ”سید المطلب“ تھا جو نسل ابراہیمی کے شرف کے وارث اور قریش کی عظمت و سرداری کے مالک تھے اور ابراہیم کے سامنے جس عالی ہمتی و بلند نگاہ کا مظاہرہ کیا وہ آپ کی تاریخ کا تابناک باب ہے۔ بہر صورت آپ ہاشم کے تاج کا آویزہ اور عبد مناف کے گھرانے کا روشن ستارہ تھے۔ ”انسا عبد مناف جوہر زین الجوہر عبد المطلب“۔ ”عبد مناف ایک موتی تھے، مگر اس پر جلا کرنے والے عبد المطلب تھے۔“

حضرت عبد المطلب کے فرزند حضرت ابوطالبؑ تھے جن کی آغوش یتیم عبد اللہ کا گہوارہ اور رسالت کی تربیت گاہ تھی جنہوں نے پیغمبرؐ کو اپنے سایہ میں پروان چڑھایا اور دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ان کی حفاظت کرتے رہے۔ ان جلیل القدر افراد کے مقابلہ میں ابوسفیان، حرب اور امیہ کو لانا اور ان کا ہم رتبہ خیال کرنا ایسا ہی ہے جیسے نور کی ضو پاشیوں سے آنکھ بند کر کے اُسے ظلمت کا ہمہ پلہ سمجھ لینا۔

اس نسلی تفریق کے بعد دوسری چیز ”وجہ فضیلت“ یہ بیان کی ہے کہ آپ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں اور معاویہ طلیق ہے۔ طلیق اُسے کہا جاتا ہے جسے پیغمبرؐ نے فتح مکہ کے موقع پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ جب پیغمبرؐ کا تھانہ طور پر مکہ میں وارد ہوئے تو قریش سے پوچھا کہ تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ سب نے کہا کہ ہم کریم ابن کریم سے بھلائی ہی کے امید دار ہیں، جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جاؤ تم طلقاء ہو۔ یعنی تم تھے تو اس قابل کہ تمہیں غلام بنا کر رکھا جاتا مگر تم پر احسان کرتے ہوئے تمہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان طلقاء میں معاویہ اور ابوسفیان بھی تھے۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے اس مکتوب کے حواشی میں تحریر کیا ہے۔

وابو سفیان و معاویہ کان من الطلقاء ابوسفیان اور معاویہ دونوں طلقاء (آزاد کردہ لوگوں) میں سے تھے۔

تیسری چیز ”وجہ فضیلت“ یہ ہے کہ آپ کا نسب واضح اور روشن ہے جس میں کہیں کوئی شبہ نہیں۔ اس کے برعکس معاویہ کے لئے لفظ یصق استعمال کیا ہے اور اہل لغت نے یصق کے معنی الدعی المصلق بغیرابیہ کے کیے ہیں۔ یعنی وہ جو اپنے باپ کے علاوہ دوسروں سے منسوب ہو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا شبہ امیہ کے متعلق کیا جاتا ہے کہ وہ عبدس کا بیٹا تھا یا اس کا غلام کہ جو صرف اس کی تربیت کی وجہ سے اُس کا بیٹا کہلانے لگا تھا۔ چنانچہ علامہ مجلسیؒ بحار الانوار میں کابل بھائی سے نقل کیا ہے۔

ان امیۃ کان غلاما رومیا لعبد شمس امیہ عبد شمس کا ایک رومی غلام تھا جب انہوں نے اس کو فلیما انفلا کیسا فطنا اعتقه و تبناہ فقیل ہوشیار اور باہم پایا تو اُسے آزاد کر دیا، اور اپنا بیٹا بنالیا۔

امیۃ ابن عبد شمس کماکانوا یقولون جیسا کہ آیت اترنے سے قبل لوگ زید کو ”زید ابن محمد“ کہا کرتے تھے۔

(بحار الانوار جلد ۸ ص ۳۸۳)

اموی سلسلہ نسبت میں دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ حرب جسے فرزند امیہ کہا جاتا ہے وہ اس کا واقعی بیٹا تھا یا پروردہ غلام تھا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی سے نقل کیا ہے کہ

ان معاویۃ قال لد عبد النابیہ رأیت عبد المطلب قال نعم قال کیف رأیتہ قال رأیتہ رجلا نبیلا جمیلا و ضیاکان علی وجہہ نور النبوة قال افرأیت امیۃ ابن عبد شمس قال نعم قال کیف رأیتہ قال رجلا ضیئلا منحیا اعمی یقودہ عبد ذکوان

معاویہ نے ماہر انساب دعبیل سے دریافت کیا کہ تم نے عبد المطلب کو دیکھا ہے؟ کہا کہ ہاں! پوچھا کہ تم نے اُسے کیسا پایا؟ کہا کہ وہ باوقار، خوب رو اور روشن جبین انسان تھے اور ان کے چہرے پر نور نبوت کی درخشندگی تھی۔

معاویہ نے کہا کہ کیا امیہ کو بھی دیکھا ہے کہا کہ ہاں اُسے بھی دیکھا ہے پوچھا کہ اس کو کیسا پایا؟ کہا کہ کمزور جسم، خمیدہ قامت اور آنکھوں سے نابینا تھا۔ اس کے آگے

فَقَالَ معاوية ذلك ابنه ابو عمر وقال
انتم تقولون ذلك فاما قریش فلم
تكن تعرف الا انه عبده۔
(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۴۶۶)

اس سلسلہ میں تیسرا شبہ خود معاویہ کے متعلق ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے۔

وكانت هند تذكر في مكة بفجور و
عهد و قال الزمخشري في كتاب ربيع
الابرار كان معاوية يعزى الى اربعة الى
مسافر ابن ابی عمرو و الى عمارة ابن
الوليد ابن المغيرة دالى العباس و الى
الصباح۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۶۳)

جو بھی چیز وجہ فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ حق کے پرستار ہیں، اور معاویہ باطل کا پرستار، اور یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ معاویہ کی پوری زندگی حق پوشی و باطل کوشی میں گزری اور کسی مرحلہ پر بھی اُس کا قدم حق کی جانب اٹھتا ہوا نظر نہیں آتا۔

پانچویں فضیلت یہ پیش کی ہے کہ آپ مومن ہیں اور معاویہ مفسد و منافق اور جس طرح حضرت کے ایمان میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح معاویہ کی مفسدہ انگیزی و نفاق پروری میں بھی کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امیر المومنین نے اس کے نفاق کو واضح طور سے اس سے پہلے خطبہ میں ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

ما اسلموا ولكن استسلموا واسروا
الكفر فلما وجدوا اعوانا عليه
اظهره۔

مکتوب (۱۸)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى
عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ عَامِلُهُ
عَلَى الْبَصْرَةِ:
اعْلَمْ أَنَّ الْبَصْرَةَ مَهْبُطُ إِبْلِيسَ وَمَعْرَسُ
الْفِتَنِ، فَحَادِثُ أَهْلِهَا بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ،

والی بصرہ عبد اللہ ابن عباس کے نام۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ بصرہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان اترتا ہے اور فتنے سر اٹھاتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو حسن سلوک سے خوش رکھو، اور اُن کے دلوں سے خوف کی گرہیں کھول دو۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم بنی تمیم سے درستی کے ساتھ پیش آتے

وَأَحْلِلْ عُقْدَةَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوبِهِمْ۔ وَقَدْ
بَلَغَنِي تَنَمُّرُكَ لِبَنِي تَيْمٍ وَعَلَّظْتُكَ عَلَيْهِمْ،
وَأَنَّ بَنِي تَيْمٍ لَمْ يَغِبْ لَهُمْ نَجْمٌ إِلَّا طَلَعَ
لَهُمْ آخَرُ، وَإِنَّهُمْ لَمْ يَسْبِقُوا بِوَعْمٍ فِي
جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ۔ وَإِنَّ لَهُمْ بَنَارَ حِمَا
مَاسَّةٍ وَقَرَابَةَ خَاصَّةٍ نَحْنُ مَا جُورُونَ
عَلَى صَلَاتِهَا وَمَا زُورُونَ عَلَى قَطِيعَتِهَا۔
فَارْبَعُ أَبَا الْعَبَّاسِ رَحِمَكَ اللَّهُ فِيمَا جَرَا
عَلَى لِسَانِكَ وَيَدِكَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ فَإِنَّا
شَرِيكَانَ فِي ذَلِكَ وَكُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّي
بِكَ، وَلَا يَفِيلَنَّ رَأْيِي فِيكَ وَالسَّلَامُ۔

تشریح:-

طلحہ وزہیر کے بصرہ پہنچنے کے بعد بنی تمیم ہی وہ تھے جو انتقام عثمان کی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لینے والے اور اس فتنہ کو ہوا دینے میں پیش پیش تھے۔ اس لئے جب عبد اللہ ابن عباس بصرہ کے عامل مقرر ہوئے تو انہوں نے ان کی بدعہدی و عداوت کو دیکھتے ہوئے انہیں برے سلوک ہی کا مستحق سمجھا اور ایک حد تک ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ بھی کیا۔ مگر اس قبیلہ میں کچھ لوگ امیر المومنین کے مخلص شیعہ بھی تھے۔ انہوں نے جب ابن عباس کا اپنے قبیلے کے ساتھ یہ رویہ دیکھا تو حارثہ اب قدامہ کے ہاتھ ایک خط حضرت کی خدمت میں تحریر کیا جس میں ابن عباس کے تشددانہ رویہ کی شکایت کی جس پر حضرت نے ابن عباس کو یہ خط تحریر کیا جس میں اپنی روش کے بدلنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کی ہدایت فرمائی ہے اور انہیں اس قربت کی طرف متوجہ کیا ہے جو بنی ہاشم و بنی تمیم میں پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی ہاشم و بنی تمیم سلسلہ نسبت میں الیاس ابن پراہیک ہو جاتے ہیں کیونکہ بدر کہ ابن الیاس کی اولاد سے ہاشم میں اور طائفہ ابن الیاس کی اولاد سے تمیم تھا۔

مکتوب (۱۹)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ:
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ دَهَاقِينَ أَهْلَ بَلَدِكَ شَكَّوْا
مِنْكَ غِلْظَةً وَتَسَوُّةً وَاحْتِقَارًا وَحَفْوَةً،

ایک عامل کے نام

تمہارے شہر کے زمینداروں نے تمہاری سختی، سنگدلی، تحقیر آمیز برتاؤ، اور تشدد کے رویہ کی شکایت کی ہے۔ میں نے غور کیا تو وہ شرک کی وجہ سے اس قابل تو نہیں نہیں آتے کہ انہیں نزدیک

وَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَهُمْ أَهْلًا لِأَنْ يُدْنَوْا
لِشَرِّهِمْ وَلَا أَنْ يُقْصَوْا وَيُجَفَّوْا لِعَهْدِهِمْ
فَالْبَسَ لَهُمْ جَلْبَابًا مِنَ اللَّيْلِ تَشْوِبُهُ بَطْرَفُ
مِنَ الشِّدَّةِ، وَدَاوُلٌ لَهُمْ بَيْنَ الْقَسْوَةِ
وَالرَّافَةِ، وَأَمْزَجَ لَهُمْ بَيْنَ التَّقْرِيبِ
وَالْإِدْنَاءِ، وَالْإِبْعَادِ وَالْإِقْصَاءِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔

یہ لوگ مجھ سے اس لئے حضرت کے عامل کا رویہ ان کے ساتھ دیکھا تھا جو عام مسلمانوں کے ساتھ تھا جس سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے امیر المومنین کو شکایت کا خط لکھا اور اپنے حکمران کے تشدد کا شکوہ کیا جس کے جواب میں حضرت نے اپنے عامل کو تحریر فرمایا کہ وہ ان سے ایسا برتاؤ کریں کہ جس میں تشدد ہو، اور نہ اتنی نرمی کہ وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر شرانگیزی پر اتر آئیں کیونکہ انہیں پوری ذہیل دے دی جائے، تو وہ حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں کھوجاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی فتہ کھڑا کر کے ملک کے نظم و نسق میں روڑے اٹکاتے ہیں اور پوری طرح سختی و تشدد کا برتاؤ اس لئے روا نہیں رکھا جاسکتا کہ وہ رعایا میں شمار ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے ان کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

مکتوب (۲۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى زِيَادِ بْنِ أَبِيهِ كِتَابُ عَمَلِ بْنِ أَبِيهِ وَهُوَ خَلِيفَةُ عَمَلِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَلَى الْبَصْرَةِ - وَعِنْدَ اللَّهِ عَمَلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا وَعَلَى كُورِ الْأَهْوَازِ وَفَارِسَ وَكِرْمَانَ) وَإِنِّي أَقْسِمُ بِاللَّهِ تَسْمَاً صَادِقاً لَنْ بَلَّغْنِي أَنَّكَ خُنْتَ مِنْ قَبْلِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئاً صَغِيراً أَوْ كَبِيراً لَأَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شِدَّةً تَدْعُكَ قَلِيلَ الْوَقْرِ ثَقِيلَ، الظَّهْرِ ضَمِيلَ الْأَمْرِ - وَالسَّلَامُ۔

زیادہ ابن ابیہ کے نام: جب کہ عبداللہ ابن عباس بصرہ، نواحی اہواز اور فارس و کرمان پر حکمران تھے اور یہ بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا۔ میں اللہ کی قسم قاسم کھاتا ہوں کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تم نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کرتے ہوئے کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں ہیر پھیر کیا ہے، تو یاد رکھو کہ میں ایسی مار ماروں گا کہ جو تمہیں تہی دست، بوجھل پیٹھ والا اور بے آبرو کر کے چھوڑے گی۔ والسلام!

مکتوب (۲۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) زیادہ ابن ابیہ کے نام:

إِلَيْهِ أَيْضًا:

قَدَحَ الْبَسْرَافَ مُقْتَصِدًا، وَادَّكَرُفَ الْيَوْمَ غَدًا، وَأَمْسِكَ مِنَ الْمَالِ بِقَدَرِ ضَرُورَتِكَ، وَقَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ - أَتَرْجُو أَنْ يَعْطِيكَ اللَّهُ أَجْرَ الْمُتَوَاضِعِينَ وَأَنْتَ عِنْدَهُ مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ وَتَطْمَعُ - وَأَنْتَ مُتَمَرِّغٌ فِي النَّعِيمِ تَنْبَعُهُ الضَّعِيفُ وَالْأَرْمَلَةُ - أَنْ يُوجِبَ لَكَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِينَ - وَإِنَّمَا الْمَرْءُ مَجْرِي بِمَا أَسْلَفَ وَقَادِمٌ عَلَى مَا قَدَّمَ وَالسَّلَامُ۔

مکتوب (۲۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ) عبد اللہ ابن عباس کے نام: عبد اللہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جتنا فائدہ میں نے اس کلام سے حاصل کیا ہے، اتنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے بعد کسی کلام سے حاصل نہیں کیا۔ انسان کو کبھی ایسی چیز کا پالینا خوش کرتا ہے جو اس کے ہاتھوں میں جانے والی ہوتی ہی نہیں اور کبھی ایسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا اسے غمگین کر دیتا ہے جو اسے حاصل ہونے والی ہوتی ہی نہیں۔ یہ خوشی اور غم بیکار ہیں۔ تمہاری خوشی صرف آخرت کی حاصل کی ہوئی چیزوں پر ہونا چاہئے اور اس میں سے کوئی چیز جاتی رہے اس پر رنج ہونا چاہئے اور جو چیز دنیا سے پالو، اس پر یہ قرار ہو کہ افسوس کرنے نہ لگو بلکہ تمہیں موت کے پیش آنے والے حالات کی طرف اپنی توجہ موڑنا چاہئے۔

وصیت (۲۳)

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) جب ابن ملجم نے آپ کے سر اقدس پر ضرب لگائی تو انتقال

قَالَ قَبِيلَ مَوْتِهِ عَلَى سَبِيلِ الْوَصِيَّةِ
لِمَا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللَّهُ وَصِيَّتِي لَكُمْ
أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَمُحَمَّدٌ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ أَقْبُوا
هَدْيَيْنِ الْعُمُودَيْنِ وَأَوْقِدُوا هَدْيَيْنِ
الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ دَمٌ أَنَا بِالْأَمْسِ
صَاحِبُكُمْ - وَالْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ، وَغَدًا
مُفَارِقُكُمْ إِنْ أَتَقْنَا فَإِنَّا وَلِيٌّ دَمِي وَإِنْ أَفْنَى
فَالْفَنَاءُ مِيعَادِي - وَإِنْ أَعْفُ فَاَلْعَفْوُ لِي
قُرْبَةً وَهُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ، فَاعْفُوا "أَلَا
تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ" - وَاللَّهُ مَا
فَجَانِي مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهُ، وَلَا طَالِعٌ
أَنْكَوْتُهُ - وَمَا كُنْتُ إِلَّا كَقَارِبٍ وَرَدَدُو
طَالِبٍ وَجَدَ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْآبِرَارِ -
(أَقُولُ : وَقَدْ مَضَى بَعْضُ هَذَا الْكَلَامِ
فِيمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْخُطْبِ إِلَّا أَنَّ فِيهِ هَهُنَا
زِيَادَةٌ أَوْجَبَتْ تَكَرُّرَهُ)

وصیت (۲۳)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
بِمَا يُعْمَلُ فِي أَمْوَالِهِ كَتَبَهَا بَعْدَ
مَنْصَرِفِهِ مِنْ صَقِيْن -
هَذَا مَا أَمَر بِهِ عَبْدُ اللَّهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي
طَالِبٍ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي مَالِهِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ
اللَّهِ لِيُؤَلِّحَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَيُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ -

حضرت کی وصیت اس امر کے متعلق کہ آپ کے اموال میں کیا
عمل درآمد ہوگا۔ اُسے صفین سے پلٹنے کے بعد تحریر فرمایا۔
یہ وہ ہے جو خدا کے بندے امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے
اپنے اموال (اوقاف) کے بارے میں حکم دیا ہے جسے اللہ کی
رضا جوئی کیلئے تاکہ وہ اُس کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل
کرے اور اسن و آسائش عطا فرمائے۔

(مِنْهَا) وَإِنَّهُ يَقُومُ بِذَلِكَ الْحَسَنُ ابْنُ
عَلِيٍّ يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْفِقُ فِي
الْمَعْرُوفِ فَإِنْ حَدَّثَ بِحَسَنِ حَدَّثْ
وَحُسَيْنٌ حَتَّى قَامَ بِالْأَمْرِ بَعْدَهُ وَأَصْدَرَهُ
مَصْدَرَهُ وَإِنْ لَبَنِي فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةٍ
عَلَيَّ إِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذَلِكَ إِلَى ابْنِي
فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَقُرْبَةً إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ، وَتَكَرُّمًا لِحُرْمَتِهِ وَتَشْرِيفًا
لِوَصْلَتِهِ وَيَشْتَرِطُ عَلَى الذِّي يَجْعَلُهُ
إِلَيْهِ أَنْ يَتْرَكَ الْمَالَ عَلَى أَصُولِهِ،
وَيَنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهِ حَيْثُ أَمَرَهُ وَهَدَى لَهُ،
وَأَنْ لَا يَبِيعَ مِنْ أَرْلَادٍ نَحْلِ هَذِهِ الْقُرَى
وَدِيَّةٍ حَتَّى تُشَكَلَ أَرْضُهَا غَرَّاسًا وَمَنْ
كَانَ مِنْ إِمَائِي اللَّائِي أُطُوفُ عَلَيْهِمْ
لَهَا وَلَدًا أَوْ هِيَ حَامِلٌ فَتَمْسُكْ عَلَى
وَلَدِهَا وَهِيَ مِنْ حَظِّهِ فَإِنْ مَاتَ وَلَدُهَا
وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ عَتِيقَةٌ قَدْ أَفْرَجَ عَنْهَا
الرِّقُّ وَحَرَّرَهَا لِعَتَقِ

قَالَ الرَّضِيُّ (قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي
هَذِهِ الْوَصِيَّةِ : أَنْ لَا يَبِيعَ مِنْ نَحْلِهَا
وَدِيَّةٍ - الْوَدِيَّةُ الْفَسِيلَةُ وَجَمْعُهَا وَدَى -
قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى تُشَكَلَ أَرْضُهَا
غَرَّاسًا هُوَ مِنْ أَفْصَحِ الْكَلَامِ وَالْمُرَادُ بِهِ
أَنَّ الْأَرْضَ يَكْثُرُ فِيهَا غَرَّاسُ النَّخْلِ
حَتَّى يَرَاهَا النَّاطِرُ عَلَى غَيْرِ تِلْكَ

اس وصیت کا ایک حصہ یہ ہے حسن ابن علی اس کے متولی ہوں
گے جو اس مال سے مناسب طریقہ پر روزی لیں گے اور امور
خیر میں صرف کریں گے۔ اگر حسن کو کچھ ہو جائے اور حسین
زندہ ہوں تو وہ اُن کے بعد اس کو سنبھال لیں گے، اور انہی کی
راہ پر چلائیں گے۔ علی کے اوقاف میں جتنا حصہ فرزند ابن علی کا
ہے اتنا ہی اولاد فاطمہ کا ہے۔ بے شک میں نے صرف اللہ کی
رضا مندی، رسول کے تقرب، اُن کی عزت و حرمت کے اعزاز
اور اُن کی قرابت کے احترام کے پیش نظر اس کی تولیت فاطمہ
کے دونوں فرزندوں سے مخصوص کی ہے اور جو اس جائیداد کا
متولی ہو اُس پر یہ پابندی عائد ہوگی کہ وہ مال کو اس کی اصلی
حالت پر رہنے دے اور اُس کے پھلوں کو ان مصارف میں جن
کے متعلق ہدایت کی گئی ہے تصرف میں لائے اور یہ کہ وہ اُن
دیہاتوں کے نخلستانوں کی نئی پود کو فروخت نہ کرے یہاں تک
کہ ان دیہاتوں کی زمین کا ان نئے درختوں کے جم جانے سے
عالم ہی دوسرا ہو جائے اور وہ کنیزیں جو میرے تصرف میں ہیں
اُن میں سے جس کی گود میں بچہ ہے یا پیٹ میں ہے تو وہ بچے
کے حق میں روک لی جائے گی اور اُس کے حصہ میں شمار ہوگی۔
پھر اگر بچہ مر بھی جائے اور وہ زندہ ہو، تو بھی وہ آزاد ہوگی۔ اس
سے غلامی چھٹ گئی ہے اور آزادی اُسے حاصل ہو چکی ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس وصیت میں حضرت کا ارشاد ان
لایبیع من نخلها و دية میں و دية کے معنی کھجور کے چھوٹے
درخت کے ہیں اور اس کی جمع و دى آتی ہے اور آپ کا یہ ارشاد
حتى تشکل ارضها غراسا (زمین درختوں کے جم جانے
سے مشتبہ ہو جائے) اس سے مراد یہ ہے کہ جب زمین میں
کھجوروں کے پیر کثرت سے اُگ آتے ہیں تو دیکھنے والے
نے جس صورت میں اُسے پہلے دیکھا تھا، اب دوسری صورت

الصِّفَةِ الَّتِي عَرَفَهَا بِهَا فَيُشْكِلَ عَلَيْهِ
أَمْرُهَا وَيَحْسِبُهَا غَيْرَهَا۔
میں دیکھنے کی وجہ سے اسے اشتباہ ہو جائے گا، اور اسے دوسری
زمین خیال کرے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی ایک مزدور اور کاشتکار کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپ دوسروں کے کھیتوں میں کام کرتے اور بھراور
افتادہ زمینوں میں آب رسانی کے وسائل مہیا کر کے انہیں آباد کرتے اور کاشت کے قابل بنا کر ان میں باغات لگاتے اور چونکہ
یہ زمینیں آپ کی آباد کردہ ہوتی تھیں اس لئے آپ کی ملکیت میں داخل تھیں۔ مگر آپ نے کبھی مال پر نظر نہ کی اور ان زمینوں کو
وقف قرار دے کر اپنے حقوق ملکیت کو اٹھالیا۔ البتہ قرابت پیغمبر کا لحاظ کرتے ہوئے ان اوقات کی تولیت کیے بعد دیگرے امام
حسن اور امام حسین علیہما السلام کے سپرد کی۔ لیکن ان کے حقوق میں کوئی امتیاز گوارا نہیں کیا۔ بلکہ دوسری اولاد کی طرح انہیں بھی
صرف اتنا حق دیا کہ وہ گزارے بھر کا لے سکتے ہیں اور بقیہ عامۃ المسلمین کے مفاد اور امور خیر میں صرف کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ
ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أَحَدٍ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ سَبَّ كُومَعْلُومٌ هُوَ أَنَّ امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَدِينَةِ
اِسْتَخْرَجَ عِيُونًا كَثِيرَةً بِكَدِّ يَمِينِهِ بِالْمَدِينَةِ وَ اَوْرِيْنَجٍ اَوْرَسُوْبِعٍ فِيْهِ مِنْ جَشْمَةٍ كُودُ كَرْنَا لَ اَوْر
يَنْبَعُ وَ سَوِيْغَةً وَ اَحْيَا بِهَا اَمْوَاتًا كَثِيْرًا اِثْمَ اَوْرِيْنَجٍ اَوْرَسُوْبِعٍ فِيْهِ مِنْ جَشْمَةٍ كُودُ كَرْنَا لَ اَوْر
اَخْرَجَهَا عَنْ مَلِكِهِ وَ تَصَدَّقَ بِهَا عَلٰى قَبْضَةِ اُتْهَالِيَا اَوْرَسُوْبِعٍ فِيْهِ مِنْ جَشْمَةٍ كُودُ كَرْنَا لَ اَوْر
اَلْمُسْلِمِيْنَ وَلَمْ يَمُتْ وَ شَتَّى مِنْهَا فِيْ مَلِكِهِ اَسْ حَالَتِ فِيْ دُنْيَا سَ اُتْهَالِيَا اَوْرَسُوْبِعٍ فِيْهِ مِنْ جَشْمَةٍ كُودُ كَرْنَا لَ اَوْر
(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۴۳۳) میں نہ تھی۔

وصیت (۲۵)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
كَانَ يَكْتُبُهَا لِمَنْ يَسْتَعِيْلُهُ عَلَى
الصَّدَقَاتِ وَأَنَّمَا ذَكَرْنَا هُنَا جُمْلَةً
لِيَعْلَمَ بِهَا أَنَّهُ كَانَ يُقِيمُ عِبَادَ الْحَقِّ
وَيَشْرَعُ أَمْثِلَةَ الْعَدْلِ فِي صَغِيرِ
الْأُمُورِ وَكَبِيرِهَا وَدَقِيقِهَا وَجَلِيلِهَا:
أَنْطَلِقَ عَلَى تَقْوَى اللَّهِ وَحَدِّهِ لَا
شَرِيكَ لَهُ۔ وَلَا تَرَوْعَنَّ مُسْلِمًا وَلَا
تَجْتَازَنَّ عَلَيْهِ كَارَهَا، وَلَا تَأْخُذَنَّ مِنْهُ

جن کارندوں کو زکوٰۃ و صدقات کے وصول کرنے پر مقرر
کرتے تھے، اُن کے لئے یہ ہدایت نامہ تحریر فرماتے تھے
اور ہم نے اُس کے چند کلمے یہاں پر اس لئے درج
کئے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ آپ ہمیشہ حق کے ستون
کھڑے کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے اور پوشیدہ و
ظاہر امور میں عدل کے نمونے قائم فرماتے تھے۔
اللہ وحدہ لا شریک کا خوف دل میں لیے ہوئے چل کھڑے ہو،
اور دیکھو کسی مسلمان کو خوفزدہ نہ کرنا اور اس (کے املاک) پر اس
طرح سے نہ گزرنا کہ اُسے ناگوار گزرے اور جتنا اس کے مال
میں اللہ کا حق نکلتا ہو اُس سے زائد نہ لینا۔ جب کسی قبیلہ کی

أَكْثَرَ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِي مَالِهِ، فَإِذَا قَدِمْتَ
عَلَى الْحَيِّ فَأَنْزِلْ بِمَا نَهَمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ
تُخَالِطَ أَيْتَانَهُمْ، ثُمَّ امْضِ إِلَيْهِمْ
بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ حَتَّى تَقُومَ بَيْنَهُمْ
فَتَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ، وَلَا تُخْذِلْ بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ
: ثُمَّ تَقُولُ: عِبَادَ اللَّهِ أَرْسَلَنِي إِلَيْكُمْ وَلِيُّ
اللَّهِ وَخَلِيفَتُهُ لِأَخَذِ مِنْكُمْ حَقَّ اللَّهِ فِي
أَمْوَالِكُمْ، فَهَلْ لِلَّهِ فِي أَمْوَالِكُمْ مِنْ حَقِّ
فَتَوَدُّوهُ إِلَى وَلِيِّهِ؟ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ لَا
فَلَا تَرَا جَعَهُ، وَإِنْ أَنْعَمَ لَكَ مُنْعِمٌ فَانْطَلِقْ
مَعَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخَيِّفَهُ أَوْ تُوَعِّدَهُ
أَوْ تَعْسِفَهُ أَوْ تُرْهِقَهُ فَخُذْ مَا أَعْطَاكَ
مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَاشِيَةٌ أَوْ
إِبِلٌ فَلَا تَدْخُلْهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ فَإِنْ أَكْثَرَهَا
لَهُ، فَإِذَا أَتَيْتَهَا فَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهَا دُخُولَ
مُتَسَلِّطٍ عَلَيْهِ وَلَا عَنِيفٍ بِهِ، وَلَا
تُنْفِرَنَّ بِهِيَّةً وَلَا تُفْرِعَنَّهَا تَسْوِئًا
صَاحِبِهَا فِيْهَا وَأَصْدَعْ الْمَالِكَ صَدْعَيْنِ
ثُمَّ خَيْرَ لَّ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعْرِضَنَّ لِمَا
اخْتَارَهُ ثُمَّ اصْدَعْ الْبَاقِيَ صَدْعَيْنِ ثُمَّ
خَيْرَ لَّ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعْرِضَنَّ لِمَا
اخْتَارَهُ، فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يَبْقَى
مَافِيهِ وَنَاءٌ حَقَّ اللَّهُ مِنْهُ۔ فَإِنْ اسْتَقَالَكَ
فَاقِلْهُ ثُمَّ اخْلِطْهُمَا ثُمَّ لَا حَتَّى تَأْخُذَ

طرف جانا تو لوگوں کے گھروں میں گھسنے کے بجائے پہلے ان
کے کنوؤں پر جا کر اترنا۔ پھر سکون و وقار کے ساتھ ان کی طرف
بڑھنا۔ یہاں تک کہ جب ان میں جا کر کھڑے ہو جاؤ، تو اُن پر
سلام کرنا اور آداب و تسلیم میں کوئی کسر اٹھانہ رکھنا۔ اس کے بعد
اُن سے کہنا کہ اے اللہ کے بندو! مجھے اللہ کے ولی اور اُس کے
خلیفہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اگر تمہارے مال میں اللہ کا
کوئی حق نکلتا ہے تو اُسے وصول کرو۔ لہذا تمہارے مال میں
اللہ کا کوئی واجب الادا حق ہے کہ جسے اللہ کے ولی تک پہنچاؤ؟
اگر کوئی کہنے والا کہے کہ نہیں تو پھر اس سے دھرا کر نہ پوچھنا اور
اگر کوئی ہاں کہنے والا ہاں کہے تو اُسے ڈرائے دھمکائے یا اس پر
 سختی و تشدد کئے بغیر اس کے ساتھ ہو لینا اور جو سونا یا چاندی
(درہم و دینار) وہ دے، لے لینا اور اگر اس کے پاس گائے،
بکری یا اونٹ ہوں تو اُن کے غول میں اُس کی اجازت کے
بغیر داخل نہ ہونا کیونکہ ان میں زیادہ حصہ تو اُسی کا ہے۔ اور
جب (اجازت کے بعد) ان تک جانا تو یہ انداز اختیار نہ کرنا کہ
جیسے تمہیں اس پر پورا قابو ہے اور تمہیں اس پر تشدد کرنے کا حق
حاصل ہے۔ دیکھو نہ کسی جانور کو بھڑکانا، نہ ڈرانا اور نہ اس کے
بارے میں اپنے غلط رویہ سے مالک کو رنجیدہ کرنا۔ جتنا مال ہو
اُس کے دو حصے کر دینا اور مالک کو یہ اختیار دینا (کہ وہ جو حصہ
چاہے پسند کر لے اور جب وہ کوئی سا حصہ منتخب کر لے تو اس
کے انتخاب سے تعرض نہ کرنا۔ پھر بقیہ حصے کے دو حصے کر دینا اور
مالک کو اختیار دینا (کہ وہ جو حصہ چاہے لے لے) اور جب وہ
ایک حصہ منتخب کر لے تو اس کے انتخاب پر معرض نہ ہونا، یونہی
ایسا ہی کرتے رہنا۔ یہاں تک کہ بس اتنا رہ جائے جتنے سے
اس مال میں جو اللہ کا حق ہے وہ پورا ہو جائے تو اُسے بس تم اپنے
قبضہ میں کر لینا اور اس پر بھی اگر وہ پہلے انتخاب کو مسترد کر کے
دوبارہ انتخاب کرنا چاہے تو اُسے اس کا موقع دو اور دونوں
حصوں کو ملا کر پھر نئے سرے سے مال سے اللہ کا حق

مکتوب (۲۶)

ایک کارندے کے نام کہ جسے زکوٰۃ اکٹھا کرنے کے لئے بھیجا گیا، یہ عہد نامہ تحریر فرمایا۔

میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے پوشیدہ ارادوں اور مخفی کاموں میں اللہ سے ڈرتے رہیں جہاں نہ اللہ کے علاوہ کوئی گواہ ہوگا اور نہ اُس کے ماسوا کوئی نگران ہے اور انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ ظاہر میں اللہ کا کوئی ایسا فرمان بجا نہ لائیں کہ اُن کے چھپے ہوئے اعمال اس سے مختلف ہوں۔ اس جس شخص کا باطن و ظاہر اور کردار و گفتار مختلف نہ ہو، اُس نے امانتداری کا فرض انجام دیا اور اللہ کی عبادت میں خلوص سے کام لیا۔

اور میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگوں کو آزر نہ کریں اور نہ انہیں پریشان کریں، اور نہ اُن سے اپنے عہدے کی برتری کی وجہ سے بے رخی برتیں کیونکہ وہ دینی بھائی اور زکوٰۃ و صدقات کے برآمد کرنے میں معین و مددگار ہیں۔

یہ معلوم ہے کہ اس زکوٰۃ میں تمہارا بھی معین حصہ اور جانا پہچانا ہوا حق ہے اور اس میں بیچارے مسکین اور فاقہ کش لوگ بھی تمہارے شریک ہیں، اور ہم تمہارا حق پورا پورا ادا کرتے ہیں، تو تم بھی اُن کا حق پورا پورا ادا کرو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ روز قیامت تمہارے ہی دشمن سب سے زیادہ ہوں گے، اور وائے بدبختی اُس شخص کی جس کے خلاف اللہ کے حضور فریق بن کر کھڑے ہونے والے فقیر، نادار، سائل، دھکے کھارے ہوئے لوگ قرض دار اور (بے خرچ) مسافر ہوں۔ یاد رکھو! کہ جو شخص امانت کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اُسے ٹھکرا دے اور خیانت کی چراگاہوں میں چرتا پھرے اور اپنے کو اور اپنے دین کو اس کی آلودگی سے نہ بچائے، تو اُس نے دنیا میں بھی اپنے کو ذلتوں

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اِلٰی بَعْضِ عُمَّالِهِ وَقَدْ بَعَثَهُ عَلٰی الصَّدَقَةِ:

اَمْرًا بِتَقْوَى اللّٰهِ فِی سَرَائِرِ اَمْرِهِ وَخَفِیَّاتِ عَمَلِهِ، حَيْثُ لَا شَهِیدَ غَیْرَہٗ وَلَا وَکِیلَ دُوْنَہٗ۔ وَاَمْرًا اَنْ لَا یَعْمَلَ بِشَیْءٍ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ فِیْمَا ظَہَرَ فِیْخَالَفَ اِلٰی غَیْرِہٗ فِیْمَا اَسَرَ وَمَنْ لَمْ یَخْتَلِفْ سِرُّہٗ وَعَلَانیَّتہٗ وَفَعْلُہٗ وَمَقَالَّتہٗ فَقَدْ اَدٰی الْاَمَانَةَ وَاَخْلَصَ الْعِبَادَةَ۔ وَاَمْرًا اَنْ لَا یَجْہَہُم وَلَا یَعْصَہُم، وَلَا یَرْغَبَ عَنْہُمْ تَفْضُلًا بِالْاِمَارَةِ عَلَیْہُمْ، فَانْہُمْ الْاِخْوَانُ فِی الدِّیْنِ وَالْاَعْوَانُ عَلٰی اسْتِخْرَاجِ الْحَقُّوقِ۔

وَإِنْ لَكَ فِیْ هَذِهِ الصَّدَقَةِ نَصِیبًا مَّفْرُوضًا وَحَقًّا مَعْلُومًا وَشُرْكَاءَ أَهْلِ مَسْکِنَةٍ وَصُعَفَاءَ ذَرِیِّ فَاقَةٍ، وَإِنَّا مُوقِفُكَ حَقَّكَ نَوْفِقُہُمْ حَقُّوقَہُمْ، وَإِلَّا تَفْعَلْ فَإِنَّكَ مِنْ أَكْثَرِ النَّاسِ خُصُومًا یَوْمَ الْقِیَمَةِ وَیُوسُلِیْنَ خَصْمَہٗ عِنْدَ اللّٰهِ الْفُقَرَاءُ وَالْمَسَاكِیْنُ وَالسَّائِلُونَ وَالْمَدْفُوعُونَ وَ الْغَارِمُ وَابْنُ السَّبِیْلِ؟ وَمَنْ اسْتَهَانَ بِالْاَمَانَةِ وَرَفَعَ فِی الْخِیَانَةِ وَلَمْ یُنْزِلْ نَفْسَہٗ وَدِیْنَہٗ عَنْہَا فَقَدْ اَحْلَ بِنَفْسِہٖ فِی الدُّنْیَا الْخِزْیَ

لے لو۔ ہاں دیکھو! کوئی بوزہا بالکل پھونس اونٹ اور جس کی کمر شکستہ یا پیر ٹوٹا ہوا ہو، یا بیماری کا مارا ہوا یا عیب دار ہو، نہ لینا۔ اور انہیں کسی ایسے شخص کی امانت میں سونپنا جس کی دینداری پر تم کو اعتماد ہو کہ جو مسلمانوں کے مال کی نگہداشت کرتا ہوا اُن کے امیر تک پہنچا دے تاکہ وہ اس مال کو مسلمانوں میں بانٹ دے۔ کسی ایسے ہی شخص کے سپرد کرنا جو خیر خواہ خدا ترس، امانتدار اور نگران ہو کہ نہ تو ان پر سختی کرے، اور نہ دوڑا دوڑا کر انہیں لاغر و خستہ کرے، نہ انہیں تھکا مارے اور نہ تعجب و مشقت میں ڈالے۔ پھر جو کچھ تمہارے پاس جمع ہو اُسے جلد سے جلد ہماری طرف بھیجتے رہنا تاکہ ہم جہاں جہاں اللہ کا حکم ہے اُسے کام میں لائیں۔ جب تمہارا امین اس مال کو اپنی تحویل میں لے لے تو اُسے فہمائش کرنا کہ وہ اونٹنی اور اُس کے دودھ پیتے بچے کو الگ الگ نہ رکھے اور نہ اُس کا سارے کا سارا دودھ وہ لیا کرے کہ بچے کے لئے ضرر رسائی کا باعث بن جائے اور اُس پر سواری کر کے اُسے ہلکان نہ کر ڈالے۔ اس میں اور اس کے ساتھ کی دوسری اونٹیوں میں (سواری کرنے اور دوہنے میں) انصاف و مساوات سے کام لے۔ تمہارے ہاتھ اونٹ کو ستانے کا موقع دے، اور جس کے گھر گھس گئے ہوں یا پیر لنگ کرنے لگے ہوں اُسے آہستگی اور نرمی سے لے چلے اور اُن کی گزرگاہوں میں جو تالاب پڑیں وہاں انہیں پانی پینے کے لئے اُتارے اور زمین کی ہریالی سے اُن کا رخ موڑ کر (بے آب و گیاہ) راستوں پر نہ لے چلے اور قافو قفا انہیں راحت پہنچاتا رہے اور جہاں تھوڑا بہت پانی یا گھاس سبزہ ہو انہیں کچھ دیر کے لئے مہلت دے تاکہ جب وہ ہمارے پاس پہنچیں تو وہ بحکم خدا موئے تازے ہوں اور اُن کی ہڈیوں کا گودا بڑھ چکا ہو، وہ تمہارے ہاتھ سے اور خستہ حال نہ ہوں تاکہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق انہیں تقسیم کریں۔ بے شک یہ تمہارے لئے بڑے ثواب کا باعث اور منزل ہدایت تک پہنچنے کا ذریعہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

حَقَّ اللّٰهِ فِی مَالِہٖ۔ وَلَا تَأْخُذَنَّ عَوْدًا وَلَا هَرَمًا وَلَا مَكْسُورَةً وَلَا مَهْلُوسَةً وَلَا ذَاتَ عَوَارٍ وَلَا تَأْمَنْنَ عَلَیْہَا إِلَّا مَنْ تَبَقَّ بِدِیْنِہٖ رَافِقًا بِمَالِ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی یُوصِلَہٗ اِلٰی وَلِیْہُمْ فِیْقِسِہٖ بَیْنَہُمْ وَلَا تُوصِلَہٗ اِلٰی وَلِیْہُمْ فِیْقِسِہٖ بَیْنَہُمْ وَلَا تُوَكِّلْ بِہَا اِلَّا نَاصِحًا شَفِیْقًا وَاَمِیْنًا حَفِیْظًا غَیْرَ مُعِیْہِ وَلَا مُجْجَہِ، وَلَا مُلْغِبٍ وَلَا مُتْعِبٍ، ثُمَّ اَحْدِثْ اِلَیْہَا مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ نَصِیْرًا حَیْثُ اَمْرًا لِلّٰہِ بِہٖ۔ فَاِذَا اَحْدَثَہَا اَمِیْنُکَ فَاَوْعِزْ اِلَیْہِ اَنْ لَا یَحُولَ بَیْنَ نَاقَةٍ وَبَیْنَ فَصِیْلَہَا وَلَا یُصْصِرَ لَبْنُہَا فِیْضُرَّ ذَٰلِكَ بَوْلَہَا، وَلَا یَجْہَدْنِہَا رُکُوبًا۔ وَلِیَعْدِلَ بَیْنَ صَوَاحِبِا تِہَا فِیْ ذَٰلِكَ وَبَیْنَہَا وَلِیُرْقَہٗ عَلٰی اللَّاعِبِ۔ وَلِیَسْتَنَ بِالنَّقَبِ وَالظَّالِعِ۔ وَلِیُورِدَہَا مَا تَمْرُبُہٗ مِنَ الْغُدْرِ وَلَا یَعْدِلُ بِہَا عَنْ نَبْتِ الْاَرْضِ اِلٰی جَوَادِ الطَّرِیقِ، وَلِیُرِدَ الطَّرِیقِ، وَلِیُرَوِّحَہَا فِی السَّاعَاتِ وَلِیَمْلَہَا عِنْدَ النَّظَافِ وَالْاَعْشَابِ حَتّٰی تَأْتِیْنَا بِاِذْنِ اللّٰہِ بِدَانًا مُنْقِیَاتٍ غَیْرِ مُتْعَبَاتٍ وَلَا مَجْہُودَاتٍ، لِیَنْقَسِہَا عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّةِ نَبِیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَاِنَّ ذَٰلِكَ اَعْظَمُ لَاجْرِکَ وَاَقْرَبُ لِرُشْدِکَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ۔

وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَذَلُّ وَأَحْزَى - وَإِنَّ
أَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةَ الْإِمَّةِ، وَأَفْظَعَ
الْغِشِّ غِشُّ الْأَيْمَةِ - وَالسَّلَامُ -

عہد نامہ (۲۷)

(وَمِنْ عَهْدِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ حِينَ قَلَدَهُ
مِصْرَ:

فَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ، وَأَلِنْ لَهُمْ
جَانِبَكَ، وَأَبْسُطْ لَهُمْ رَجَحَكَ، وَأَسْ
بِئَنَّهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظَرَةِ حَتَّى لَا
يَطْمَعَ الْعَظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ لَهُمْ وَلَا
يَبْأَسَ الضَّعَفَاءُ مِنْ عَذْلِكَ بِهِمْ، فَإِنَّ
اللَّهَ تَعَالَى يُسَائِلُكُمْ مَعَشَرَ عِبَادِهِ عَنِ
الصَّغِيرَةِ مِنْ أَعْمَالِكُمْ وَالْكَبِيرَةِ
وَالظَّاهِرَةِ وَالسُّتُورَةِ فَإِنْ أَكْرَمَ -

وَأَعْلَمُوا عِبَادَ اللَّهِ أَنَّ الْمُتَّقِينَ ذَهَبُوا
بِعَاجِلِ الدُّنْيَا دَاجِلِ الْآخِرَةِ، فَشَارَكُوا
أَهْلَ الدُّنْيَا فِي دُنْيَا هُمْ وَلَمْ يَشَارِكُهُمْ
أَهْلُ الدُّنْيَا فِي آخِرَتِهِمْ - سَكَنُوا الدُّنْيَا
بِأَفْضَلِ مَا سَكِنَتْ، وَأَكَلُوا بِأَفْضَلِ مَا
أَكَلَتْ، فَحَظُّوا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظَّ بِه
الْمُسْرِفُونَ، وَأَخَذُوا مِنْهَا مَا أَخَذَهُ
الْجَبَابِرَةُ، الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ انْقَلَبُوا عَنْهَا
بِالزَّادِ الْمُبْلَغِ وَالْمَتَجَرِّ الرَّابِحِ - أَصَابُوا

لَذَّةَ زُهْدِ الدُّنْيَا فِي دُنْيَا هُمْ، وَتَيَقَّنُوا
أَنَّهُمْ جَبَرَانُ اللَّهِ عَدَا فِي آخِرَتِهِمْ - لَا
تُرْدِلُهُمْ دَعْوَةٌ وَلَا يَنْقُصُ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنْ
لِّذَّةٍ فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللَّهِ الْمَوْتَ وَتَوَرَّبَهُ،
وَأَعِدُّوا لَهُ عُدَّتَهُ، فَإِنَّهُ يَأْتِي بِأَمْرِ
عَظِيمٍ وَخَطْبٍ جَلِيلٍ، بِخَيْرٍ لَا يَكُونُ
مَعَهُ شَرًّا أَبَدًا، أَوْ شَرًّا لَا يَكُونُ مَعَهُ
خَيْرًا أَبَدًا، فَسَنَ أَقْرَبَ إِلَى الْجَنَّةِ مَن
عَامِلِيهَا؟ وَمَنَ أَقْرَبَ إِلَى النَّارِ مَنَ عَامِلِيهَا
وَأَنْتُمْ طُرَادَاءُ الْمَوْتِ إِنْ أَقْسَمْتُ لَكَ
أَخَذَكُمْ وَإِنْ فَرَدْتُمْ مِنْهُ أَدْرَكُمْ، وَهُوَ
الزَّمُ لَكُمْ مِنْ ظِلِّكُمْ - الْمَوْتُ مَعْقُودٌ
بِنَوَاصِيكُمْ وَالْدُّنْيَا قَطْرِي مِّنْ خَلْفِكُمْ
فَاخْذَرُوا نَارًا قَعْرُهَا بَعِيدٌ، وَحَرُّهَا
شَدِيدٌ وَعَدَابُهَا جَدِيدٌ - دَارٌ لَيْسَ
فِيهَا رَحْمَةٌ وَلَا تَسْمَعُ فِيهَا دَعْوَةً وَلَا
تُفَرِّجُ فِيهَا كُرْبَةً - وَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ
يَشْتَدَّ خَوْفُكُمْ مِنَ اللَّهِ وَأَنْ يَحْسُنَ
ظَنُّكُمْ بِهِ فَاجْمَعُوا بَيْنَهُمَا فَإِنَّ أَحْسَنَ
النَّاسِ ظَنًّا بِاللَّهِ أَشَدُّهُمْ خَوْفًا لِلَّهِ -

وَأَعْلَمَ يَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنِّي قَدْ
وَلَّيْتُكَ أَعْظَمَ أَجْنَادِي فِي نَفْسِي أَهْلَ
مِصْرَ، فَأَنْتَ مُحَقَّقٌ أَنْ تُخَالِفَ عَلَيَّ
نَفْسِكَ وَأَنْ تُنَافِحَ عَنِّي وَنَفْسِكَ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ

نہ اُن کی کوئی آواز ٹھکرائی جائے گی، نہ اُن کے حظ و نصیب
میں کمی ہوگی۔ تو اللہ کے بندو! موت اور اُس کی آمد سے
ڈرو، اور اُس کے لئے سروسامان فراہم کرو۔ وہ آئے گی
اور ایک بڑے حادثے اور سانحے کے ساتھ آئے گی۔ جس
میں یا تو بھلائی ہی بھلائی ہوگی کہ بُرائی کا اُس میں کبھی گزرنہ
ہوگا۔ یا ایسی بُرائی ہوگی کہ جس میں کبھی بھلائی کا شائبہ نہ
آئے گا۔ کون ہے؟ جو جنت کے کام کرنے والے سے زیادہ
جنت کے قریب ہو۔ اور کون ہے جو دوزخ کے کام کرنے
والے سے زیادہ دوزخ کے نزدیک ہو؟ تم وہ شکار ہو جس کا
موت پیچھا کئے ہوئے ہے۔ اگر تم ٹھہرے رہو گے جب بھی
تمہیں گرفت میں لے لے گی، اور اگر اس سے بھاگو گے
جب بھی وہ تمہیں پالے گی وہ تو تمہارے سایہ سے بھی زیادہ
تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔ موت تمہاری پیشانی کے بالوں
سے جکڑ کر باندھ دی گئی ہے، اور دنیا تمہارے عقب سے تہہ
کی جارہی ہے لہذا جہنم کی اس آگ سے ڈرو جس کا گہراؤ
دور تک چلا گیا ہے جس کی تپش بے پناہ ہے اور جس کا عذاب
ہمیشہ نیا اور تازہ رہتا ہے۔ وہ ایسا گھر ہے جس میں رحم و کرم
کا سوال ہی نہیں، نہ اُس میں کوئی فریاد سنی جاتی ہے اور نہ
کرب و اذیت سے چھٹکارا ملتا ہے اگر یہ کرسکو کہ تم اللہ کا
زیادہ سے زیادہ خوف بھی رکھو اور اُس سے اچھی امید بھی
وابستہ رکھو، تو ان دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کرلو۔ کیونکہ
بندے کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی امید بھی ہوتی ہے جتنا
کہ اُس کا ڈر ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ اللہ سے امید
رکھتا ہے وہی سب سے زیادہ اُس سے خائف ہوتا ہے۔

اے محمد ابن ابی بکر! اس بات کو جان لو کہ میں تمہیں مصروالوں پر
کہ جو میری سب سے بڑی سپاہ ہیں، حکمران بنایا ہے۔ اب تم
سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ تم اپنے نفس کی خلاف ورزی کرنا، اور
اپنے دین کے لئے سینہ سپر رہنا۔ اگرچہ تمہیں زمانہ میں ایک ہی

لَكَ إِلَّا سَاعَةٌ مِنَ الدَّهْرِ، وَلَا تُسْحِطِ
اللَّهُ بِرِضَا أَحَدٍ مِنْ خَلْفِهِ فَإِنَّ خَلْفَ
فِي غَيْرِهِ۔ صَلِّ الصَّلَاةَ وَقْتَهَا لَا شَيْعَالٍ
وَأَعْلَمْ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ
لِصَلَاتِكَ۔

(وَمِنْهُ) فَإِنَّهُ لَا سَوَاءَ إِمَامَ الْهُدَى وَإِمَامَ
الرَّدَى، وَوَلِيَّ النَّبِيِّ وَعَدُّدُ النَّبِيِّ وَلَقَدْ
قَالَ بَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ: إِنِّي لَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي مُؤْمِنًا
وَلَا مُشْرِكًا۔ أَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَمْنَعُهُ اللَّهُ
بِإِيمَانِهِ، وَأَمَّا الْمُشْرِكُ فَيَقْبَعُهُ اللَّهُ
بِشُرْكِهِ، وَلَكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ كُلَّ
مَنَافِقِ الْجَنَانِ عَالِمِ اللِّسَانِ، يَقُولُ مَا
تَعْرِفُونَ وَيَفْعَلُ مَا تُنْكِرُونَ۔

مکتوب (۲۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا۔

وَهُوَ مِنْ مَحَاسِنِ الْكُتُبِ:

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ أَتَانِي كِتَابُكَ تَذَكُّرُ فِيهِ
اصْطِفَاءَ اللَّهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ لِدِينِهِ وَتَأْيِيدِهِ إِيَّاهُ بِمَنْ أَيْدَاهُ مِنْ
أَصْحَابِهِ فَلَقَدْ حَبَا لَنَا الدَّهْرُ مِنْكَ
عَجَبًا إِذْ طَفِقْتَ تَحْبِيرَ بِلَاءِ اللَّهِ عِنْدَنَا
وَبِعَمَلِهِ عَلَيْنَا فِي نَبِينَا فَكُنْتَ فِي ذَلِكَ

گھڑی کا موقع حاصل ہو اور مخلوقات میں سے کسی کو خوش کرنے
کیلئے اللہ کو نازاں نہ کرنا کیونکہ اوروں کا عوض تو اللہ میں مل سکتا،
مگر اللہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ نماز کو اُس کے مقررہ وقت پر
ادا کرنا اور فرصت ہونے کی وجہ سے قبل از وقت نہ پڑھ لینا، اور
نہ مشغولیت کی وجہ سے اُسے پیچھے ڈال دینا۔ یاد رکھو کہ تمہارا ہر
عمل نماز کے تابع ہے۔

اس عہد نامہ کا ایک حصہ یہ ہے ہدایت کا امام اور ہلاکت کا پیشوا،
پیغمبر کا دوست اور پیغمبر کا دشمن برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ سے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کے
بارے میں نہ مومن سے کھڑکا ہے اور نہ مشرک سے کیونکہ مومن
کی اللہ اس کے ایمان کی وجہ سے (گمراہ کرنے سے) حفاظت
کرے گا اور مشرک کو اُس کے شرک کی وجہ سے ذلیل و خوار
کرے گا۔ (کہ کوئی اس کی بات پر کان نہ دھرے گا) بلکہ مجھے
تمہارے لئے ہر اُس شخص سے اندیشہ ہے کہ جودل سے منافق
اور زبان سے عالم ہے۔ کہتا ہوں کہ جسے تم اچھا سمجھتے ہو اور
کہتا وہ ہے جسے تم برا جانتے ہو۔

معاویہ کے نام:

یہ مکتوب امیر المومنین کے بہترین مکتوب میں سے ہے۔
تمہارا خط پہنچا، تم نے اس میں یہ ذکر کیا ہے، کہ اللہ نے محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دین کے لئے منتخب فرمایا، اور تائید و
نصرت کرنے والے ساتھیوں کے ذریعہ اُن کو قوت و توانائی
بخشی۔ زمانہ نے تمہارے عجائبات پر اب تک پردہ ہی ڈالے
رکھا تھا جو یوں ظاہر ہو رہے ہیں کہ تم ہمیں ہی خبر دے رہے ہو،
ان احسانات کی جو خود ہمیں پر ہوئے ہیں اور اس نعمت کی جو
ہمارے رسول کے ذریعہ سے ہمیں پر ہوئی ہے۔ اس طرح تم
ویسے ٹھہرے جیسے ہجر کی طرف کجوریں لا کر لے جانے والا یا

كُنَّا قَبْلَ التَّسْبِيحِ إِلَى هَجَرَ أَوْ دَاعَى مُسَدِّدٍ
إِلَى النَّصَالِ۔ وَذَعَبْتَ أَنْ أَفْضَلَ النَّاسِ
فِي الْإِسْلَامِ فَلَانٌ وَقَلَانٌ فَذَكَرْتَ أَمْرًا
إِنْ تَسَمَّ اعْتَزَلَ لَكَ كُبْلُهُ، وَإِنْ نَقَصَ لَمْ
تَدْحَقْ تَلْمِئَتُهُ۔ وَمَا أَنْتَ وَالْفَاضِلِ
وَالْمَفْضُولِ وَالسَّائِسِ وَالْمَسُومِ؟ وَمَا
لِلطَّلَقَاءِ وَابْنَاءِ الطَّلَقَاءِ وَالتَّمْيِيزِ بَيْنَ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَوَّلِينَ وَتَرْتِيبِ دَرَجَاتِهِمْ
وَتَعْرِيفِ طَبَقَاتِهِمْ هِيَهَاتَ لَقَدْ حَنَّ
قِدْحُ لَيْسَ مِنْهَا، وَطَفِقَ يَحْكُمُ فِيهَا مَنْ
عَلَيْهِ الْحُكْمُ لَهَا۔ أَلَا تَرُبُّعُ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ
عَلَى ظَلْعِكَ وَتَعْرِفُ قُصُورَ ذُرْعِكَ؟
وَتَتَأَخَّرُ حَبْتُ أَخْرَكَ الْقَدْرُ فَمَا عَلَيْكَ
غَلْبَةُ الْمَغْلُوبِ وَلَا لَكَ ظَفَرُ الظَّافِرِ
وَأَنْتَ لَدَهَابٍ فِي التَّيْسِ رَوَاغٍ عَنِ
الْقَصْدِ۔ أَلَا تَرَى۔ غَيْرُ مُخْبِرٍ لَكَ وَلَكِنْ
بِنِعْمَةِ اللَّهِ أَحَدْتُ۔ أَنْ قَوْمًا اسْتَشْهَدُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ وَلِكُلِّ فَضْلٍ، حَتَّى إِذَا
سَتَّشْهَدَ شَهِيدَانَا قِيلَ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ،
رَخَصَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ بِسَبْعِينَ تَكْبِيرَةً عِنْدَ صَلَاتِهِ عَلَيْهِ۔
أَوَلَا تَرَى أَنْ قَوْمًا قُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ۔ وَلِكُلِّ فَضْلٍ۔ حَتَّى إِذَا

اپنے استاد کو تیر اندازی کے مقابلے کی دعوت دینے والا۔ تم نے
یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسلام میں سب سے افضل فلاں اور فلاں
(ابو بکر و عمر) ہیں۔ یہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر صحیح ہو تو
تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں، اور غلط ہو تو اس سے تمہارا کوئی
نقصان نہیں ہوگا اور بھلا کہاں تم اور کہاں یہ، بحث کو کون افضل
سے اور کون غیر افضل، اور کون حاکم ہے اور کون رعایا! بھلا آزاد
کردہ لوگوں اور اُن کے بیٹوں کو یہ حق کہاں سے ہو سکتا ہے کہ وہ
مہاجرین اولین کے درمیان امتیاز کرنے، اُن کے درجے
ٹھہرانے اور اُن کے طبقے پہنچوانے بیٹھیں۔ کتنا نامناسب ہے
کہ جو بچے کے تیروں میں نقلی تیر آواز دینے لگے اور کسی معاملہ
میں وہ فیصلہ کرنے بیٹھے جس کے خود خلاف۔ بہر حال اس میں
فیصلہ ہونا ہے۔ اے شخص، تو اپنے پیروں کے لنگ کو دیکھتے
ہوئے اپنی حد پر ٹھہرتا کیوں نہیں، اور اپنی کوتاہی کو سمجھتا کیوں
نہیں بیچھے ہٹ کر رکتا وہیں جہاں قضا و قدر کا فیصلہ تجھے پیچھے ہٹا
چکا ہے۔ آخر تجھے کسی مغلوب کی شکست سے اور کسی فاتح کی
کامرانی سے سروکار ہی کیا ہے! تمہیں محسوس ہونا چاہئے کہ تم
حیرت و سرگشتگی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہو، اور راہ راست سے
منحرف ہو۔ آخر تم نہیں دیکھتے اور یہ میں جو کہتا ہوں، تمہیں کوئی
اطلاع دینا نہیں ہے، بلکہ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنا ہے کہ
مہاجرین و انصار کا ایک گروہ خدا کی راہ میں شہید ہوا، اور سب
کے لئے فضیلت کا ایک درجہ ہے۔ مگر جب ہم میں سے شہید
نے جام شہادت پیا تو اُسے سید الشہداء کہا گیا اور پیغمبرؐ نے
صرف اُسے یہ خصوصیت بخشی کہ اُس کی نماز جنازہ میں ستر
تکبیریں کہیں، اور کیا نہیں دیکھتے کہ بہت لوگوں کے ہاتھ خدا
کی راہ میں کاٹے گئے اور ہر ایک کے لئے ایک حد تک فضیلت
ہے مگر جب ہمارے آدمی کے لئے یہی ہوا جو اوروں کے ساتھ

فَعِلْ بِوَاحِدٍ نَا مَا فَعِلْ - حَتَّى إِذَا فَعِلَ
بِوَاحِدِنَا مَا فَعِلَ بِوَاحِدِهِمْ قِيلَ الطَّيَّارُ
فِي الْجَنَّةِ وَذُو الْجَنَاحِينَ، وَلَوْلَا مَا نَهَى
اللَّهُ عَنْهُ مِنْ تَزَكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهُ لَذَكَرَ
ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَنَّةٍ تَعْرِفُهَا قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ
وَلَا تَمُجُّهَا آذَانُ السَّامِعِينَ فَدَعَّ عَنْكَ
مَنْ مَالَتْ بِهِ الرِّمِيَّةُ فَإِنَّا صَنَائِعُ رَبِّنَا
وَالنَّاسُ بَعْدُ صَنَائِعُ لَنَا - لَمْ يَنْعَنَا قَدِيمٌ
عِزَّنَا وَلَا عَادِيٌّ طَوْلَنَا عَلَى قَوْمِكَ أَنْ
خَلَطْنَاكُمْ بِنَفْسِنَا فَتَكْحَنَّا وَأَتَكْحَنَّا فَعِلْ
الْأَطْفَاءَ وَلَسْتُمْ هُنَاكَ - وَأَنْتَى يَكُونُ ذَلِكَ
كَذَلِكَ وَمِنَّا النَّبِيُّ وَمِنْكُمْ الْكَذَّابُ، وَمِنَّا
أَسَدُ اللَّهِ وَمِنْكُمْ أَسَدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
وَمِنْكُمْ صَبِيَّةُ النَّارِ، وَمِنَّا خَيْرُ نِسَاءِ
الْعَالَمِينَ وَمِنْكُمْ حَمَّالَةُ الْحَطَبِ فِي كَثِيرٍ
مِمَّا لَنَا وَعَلَيْكُمْ -

فَإِسْلَامَنَا مَا قَدْ سَمِعَ، وَوَجَاهِلِيَّتَنَا
لَا تُدْسِمْ، وَدَجَاهِلِيَّتَنَا لَا تُدْفَعُ، وَ
كِتَابُ اللَّهِ يَجْمَعُ لَنَا مَا شَدَّ عَنَّا وَهُوَ
قَوْلُهُ، "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى "إِنْ
أُولَى النَّاسِ، بِأَبْرَاهِيمَ لِلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ
وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ
الْمُؤْمِنِينَ" فَنَحْنُ مَرَّةً أَوْلَى بِالْقَرَابَةِ،
وَتَارَةً أَوْلَى بِالطَّاعَةِ - وَلَنَا احْتِجُّ

ہو چکا تھا تو اسے الطیاری الجنہ (جنت میں پرواز کرنے والا)
اور ذوالجناحین (دو پروں والا) کہا گیا اور اگر خداوند عالم نے
خود ستائی سے روکا نہ ہوتا تو بیان کرنے والا اپنے بھی وہ فضائل
بیان کرتا کہ مومنوں کے دل جن کا اعتراف کرتے ہیں، اور سننے
والوں کے کان انہیں اپنے سے الگ نہیں کرنا چاہتے۔ ایسوں کا
ذکر کیوں کرو جن کا تیر نشانوں سے خطا کرنے والا ہے۔ ہم وہ
ہیں جو براہ راست اللہ سے نعمتیں لے کر پروان چڑھے ہیں اور
دوسرے ہمارے احسان پروردہ ہیں۔ ہم نے اپنی نسل بعد نسل
چلی آنے والی عزت اور تمہارے خاندان پر قدیمی برتری کے
باوجود کوئی خیال نہ کیا، اور تم سے میل جول رکھا، اور برابر والوں
کی طرح رشتے دیے لئے۔ حالانکہ تم اس منزلت پر نہ تھے اور
ہو کیسے سکتے ہو جبکہ ہم میں نبی اور تم میں جھٹلانے والا ہم میں
اسد اللہ اور تم میں اسد الاحلاف ہم میں دوسرا در جوانان اہل
جنت اور تم میں جہنمی لڑکے، ہم میں سردار زنان عالمیان، اور تم
میں حمالۃ الحطب اور ایسی ہی بہت باتیں جو ہماری بلندی اور
تمہاری پستی کی آئینہ دار ہیں۔

چنانچہ ہمارا ظہور اسلام کے بعد کا دور بھی وہ ہے جس کی شہرت
ہے اور جاہلیت کے دور کا بھی ہمارا امتیاز ناقابل انکار ہے اور
اس کے بعد جو رہ جائے، وہ اللہ کی کتاب جامع الفاظ میں
ہماری لئے بتا دیتی ہے، ارشاد الہی ہے "قرابت اور آپس میں
ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔" دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا
ہے "ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار
تھے اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان
والوں کا سرپرست ہے۔" تو ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی
دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا
حق فائق ہے اور سقیفہ کے دن جب مہاجرین نے رسول کی

الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ يَوْمَ السَّقِيفَةِ
بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
فَدَجُّوا عَلَيْهِمْ فَإِنْ يَكُنِ الْفَدَجُ بِهِ فَالْحَقُّ
لَنَا دُونَكُمْ، وَإِنْ يَكُنْ بَغَيْرِهِ فَلَا نَصَارَ
عَلَيْ دَعْوَاهُمْ وَدَعَيْتُ أَنْتَى لِكُلِّ
الْخُلُقَاءِ حَسَدَتْ وَعَلَى كُلِّهِمْ بَغِيَّتٌ،
فَإِنْ يَكُنْ ذَلِكَ كَذَلِكَ فَلَيْسَ الْجَنَانِيَّةُ
عَلَيْكَ فَيَكُونُ الْعُدْرُ إِلَيْكَ :

"وَبَلَكَ شَكَاةَ ظَاهِرٍ عَنْكَ عَادَهَا"
وَقُلْتُ إِنِّي كُنْتُ أَقْدَا كَمَا يَقْدُ الْجَحَلُ
الْمَحْشُوشُ حَتَّى أَبَايَعُ وَلَعَمْرُ اللَّهِ لَقَدْ
أُرِدْتُ أَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتَ وَأَنْ تَفْضَحَ
فَافْتَضَحْتَ - وَمَا عَلَى السَّلِيمِ مِنْ
عَضَاظَةٍ فِي أَنْ يَكُونَ مَظْلُومًا مَا لَمْ يَكُنْ
شَاكًا فِي دِينِهِ وَلَا مُرْتَابًا بِبَقِيَّتِهِ وَهَذِهِ
حُجَّتِي إِلَى غَيْرِكَ قَصْدُهَا، وَلَكِنِّي
أُطْلَقْتُ لَكَ مِنْهَا بِقَدَرٍ مَا سَتَحَ مِنْ ذِكْرِهَا -
ثُمَّ ذَكَرْتُ مَا كَانَ مِنْ أَمْرِي وَ أَمْرِ عَثْمَانَ
فَلَكَ أَنْ تَجَابَ عَنْ هَذِهِ لِرَحِمِكَ مِنْهُ
فَأَيْنَا كَانَ أَعْدَى لَهْ وَأَهْدَى إِلَى
مَقَاتِلِهِ - أَمِنْ بَدَلٍ لَهُ نَصْرَتُهُ
فَاسْتَقْعَدَهُ وَاسْتَكْفَفَهُ، أَمِنْ اسْتَنْصَرَهُ
فَتَرَاخَى عَنْهُ وَبَتَّ السُّنُونُ إِلَيْهِ حَتَّى
أَتَى قَدْرُهُ عَلَيْهِ كَلَّا وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمَ اللَّهُ
الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ

قرابت کو استدلال میں پیش کیا تو انصار کے مقابلہ میں کامیاب
ہوئے تو ان کی کامیابی اگر قرابت کی وجہ سے تھی، تو پھر یہ
خلافت ہمارا حق ہے نہ کہ ان کا اور اگر استحقاق کا کچھ اور معیار
ہے تو انصار کا دعویٰ اپنے مقام پر برقرار رہتا ہے اور تم نے یہ
خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے سب خلفاء پر حسد کیا اور ان کے
خلاف شورشیں کھڑی کیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس سے میں نے
تمہارا کیا لگاؤ ہے کہ تم سے معذرت کروں۔ (بقول شاعر)
”یہ ایسی خطاب ہے جس سے مجھے بیعت کے لئے یوں کھینچ کر
لایا جاتا تھا جس طرح کیل پڑے ہوئے اونٹ کو کھینچا جاتا ہے تو
خالق کی ہستی کی قسم! تم اترے تو برائی کرنے پر تھے، کہ تعریف
کرنے لگے۔ چاہا تو یہ تھا کہ مجھے رسوا کرو کہ خود ہی رسوا
ہو گئے۔ بھلا مسلمان آدمی کے لئے اس میں کون سی عیب کی
بات ہے کہ وہ مظلوم ہو جبکہ وہ نہ اپنے دین میں شک کرتا ہو، نہ
اُس کا یقین ڈانواؤں ہو۔ اور میری اس دلیل کا تعلق اگرچہ
دوسروں سے ہے مگر جتنا بیان یہاں مناسب تھا، تم سے کر دیا۔

پھر تم نے میرے اور عثمان کے معاملہ کا ذکر کیا ہے تو ہاں اس میں
تمہیں حق پہنچتا ہے کہ تمہیں جواب دیا جائے کیونکہ تمہاری ان
سے قرابت ہوتی ہے۔ اچھا تو پھر (بیچ بیچ) بتاؤ کہ ہم دونوں
میں اُن کے ساتھ زیادہ دشمنی کرنے والا، اور اُن کے قتل کا
سرو سامان کرنے والا کون تھا وہ کہ جس نے اپنی امداد کی پیش
کش کی، اور انہوں نے اُسے بٹھا دیا اور روک دیا، یا وہ کہ جس
سے انہوں نے مدد چاہی اور وہ نال گیا، اور اُن کے مقدر کی
موت نے انہیں آ گھیرا، ہرگز نہیں! خدا کی قسم! (وہ پہلا زیادہ
دشمن ہرگز قرار نہ پاسکتا) اللہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو
جنگ سے دوسروں کو روکنے والے ہیں اور اپنے بھائی بندوں
سے کہنے والے ہیں کہ آؤ ہماری طرف آؤ، اور خود بھی جنگ
کے موقع پر برائے نام ٹھہرتے ہیں۔“ بے شک میں اس چیز

إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا وَمَا كُنْتُ لَأَعْتَدِرَ مِنْ أُنِّي كُنْتُ أَنْقِمُ عَلَيْهِ أَحَدًا، فَإِنْ كَانَ الذَّنْبُ إِلَيْهِ إِرْشَادِي وَهَذَا يَتَنَبَّأُ لَهُ قُرْبٌ مَلُومٌ لَا ذَنْبَ لَهُ : وَقَدْ يَسْتَفِيدُ الظَّنَّ الْمُنْتَصِحُ وَمَا أَرَدْتُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوَفَّقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ - وَذَكَرَتْ أَنَّهُ لَيْسَ لِي وَلَا لِصَحَابِي عِنْدَكَ إِلَّا السَّيْفُ - وَلَقَدْ أَضْحَكْتَ بَعْدَ اسْتِغْيَارِ مَتْنِي الْفَيْتِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْأَعْدَاءِ نَاكِلِينَ وَبِالسُّيُوفِ مُحَوِّقِينَ : لَبِثَ قَلِيلًا يَلْحَقُ الْهَيْجَا حَمَلٌ فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ ، وَيَقْرُبُ مِنْكَ مَا تَسْتَبْعِدُ ، وَأَنَا مُرْقِلٌ نَحْوَكَ فِي جَحْفَلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَالْأَنْصَارِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ شَدِيدٍ زَحَامُهُمْ سَاطِعٌ قَتَامُهُمْ مَتَسَرِّبِلِينَ سَرَابِيلَ الْمَوْتِ أَحَبُّ الْإِقَاءِ إِلَيْهِمْ لِقَاءُ رَبِّهِمْ ، قَدْ صَحِبْتَهُمْ ذُرِيَّةً بَذْرِيَّةً وَسَيُوفَ هَاشِمِيَّةٍ قَدْ عَرَفَتْ مَوَاقِعَ نَصَالِهَا فِي أَخِيكَ وَخَالِكَ وَجَدِّكَ وَأَهْلِكَ :

”وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ“

کے لئے معذرت کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ میں اُن کی بعض بدعتوں کو ناپسند کرتا تھا۔ اگر میری خطابی ہی ہے کہ میں انہیں صحیح راہ دکھاتا تھا اور ہدایت کرتا تھا، تو اکثر ناکردہ گناہ ملا متوں کا نشان بن جایا کرتے ہیں اور کبھی نصیحت کرینوالے کو بدگمانی کا مرکز بن جانا پڑتا ہے۔ میں نے تو جہاں تک بن پڑا ہی چاہا کہ اصلاح حال ہو جائے اور مجھی توفیق حاصل ہونا ہے تو صرف اللہ سے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی سے لو لگاتا ہوں۔ تم نے مجھے لکھا ہے کہ ”میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے تمہارے پاس بس تلوار ہے۔“ یہ کہہ کر تو تم روتوں کو بھی ہنسانے لگے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے اولاد عبدالمطلب کو کب دشمن سے پیٹھ پھیراتے ہوئے پایا، اور کب تلواروں سے خوفزدہ ہوتے دیکھا۔ (اگر یہی ارادہ ہے تو پھر بقول شاعر) تھوڑی دیر دم لو کہ محل میدان جنگ میں پہنچ لے۔“ عنقریب جسے تم طلب کر رہے ہو وہ خود تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہوگا اور جسے دور سمجھ رہے ہو وہ قریب پہنچے گا۔ میں تمہاری طرف مہاجرین و انصار اور ایٹھے طریقے سے اُن کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین کا لشکر جبرائے کر عنقریب اڑتا ہوا آ رہا ہوں۔ ایسا لشکر کہ جس میں بے پناہ جہوم اور پھیلا ہوا گرد و غبار ہوگا۔ وہ موت کے کفن پہنے ہوئے ہوں گے۔ ہر ملاقات سے زیادہ انہیں لقائے پروردگار محبوب ہوگی۔ اُن کے ساتھ شہدائے بدر کی اولاد اور ہاشمی تلواریں ہوں گی کہ جن کی تیز دھار کی کاٹ تم اپنے ماموں، بھائی نانا اور کنبہ والوں میں دیکھ چکے ہو۔

”وہ ظالموں سے اب بھی دور نہیں ہیں۔“

امیر المومنین علیہ السلام کا یہ مکتوب معاویہ کے اُس خط کے جواب میں ہے جو اس نے ابو امامہ باہلی کے ہاتھ حضرت کے پاس کوئد بھیجا تھا اور اُس میں بعض اُن باتوں کا بھی جواب ہے جو اُس نے ابو مسلم خلوانی کے ہاتھ بھجوائے ہوئے خط میں تحریر کی تھیں۔

معاویہ نے ابو امامہ کے خط میں بعثت پیغمبر اور اُن کے وحی و رسالت پر فائز ہونے کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا کہ گویا یہ چیزیں امیر المومنین کے لئے انجانی اور ان سمجھی ہیں، اور آپ اُس کے بتانے اور سمجھانے کے محتاج ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اجنبی گھر والوں کو ان کے گھر کا نقشہ بتانے بیٹھے اور ان کی دیکھی بھالی ہوئی چیزوں سے آگاہ کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت نے اس کی روش پر تعجب کرتے ہوئے اُسے اس شخص کے مانند قرار دیا ہے جو ہجر کی طرف کھجوریں لاد کر لے گیا تھا۔ حالانکہ خود ہجر میں بڑی کثرت سے کھجور پیدا ہوتی تھی۔ یہ ایک مثل ہے کہ جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی اپنے سے زیادہ جاننے والے اور واقف کار کو بتانے بیٹھ جائے۔ اس مثل کو واقعہ یہ ہے کہ ہجر سے کہ جو بحرین کے نزدیک ایک شہر ہے ایک شخص بصرہ میں خرید و فروخت کے لئے آیا اور مال فروخت کرنے کے لئے جب خریدنے کے لئے بازار کا جائزہ لیا تو کھجوروں کے علاوہ اُسے کوئی چیز ارزاں نظر نہ آئی۔ لہذا اس نے کھجوروں ہی کے خریدنے کا فیصلہ کیا، اور جب کھجوریں لاد کر ہجر پہنچا تو وہاں کی کثرت و ارزانی کی وجہ سے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ فی الحال انہیں ذخیرہ کر کے رکھ دے، اور جب اُن کا بھاؤ چڑھے تو انہیں فروخت کرے۔ مگر اُن کا بھاؤ دن بدن گھٹتا گیا یہاں تک کہ اس انتظار میں وہ تمام کی تمام گل سرگیں اور اُس کے پلے گھلیوں کے علاوہ کچھ نہ پڑا۔ بہر حال معاویہ نے پیغمبر کے مبعوث برسات ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد غلافے خلاشہ کے حامد و فضائل اور اُن کے مراتب و مدارج پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا۔

فكان افضلهم مرتبة واعلاهم عند الله
والمسلمين منزلة الخليفة الاول الذي
جمع الكلمة ولم الدعوة وقاتل اهل الروة
ثم الخليفة الثاني الذي فتح الفتوح و
مصر الامصار واذل رقاب المشركين ثم
الخليفة الثالث المظلوم الذي نشر
البلة وطبق الافاق بالكلمة الحنيفة۔
(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۸)

صحابہ میں سب سے افضل اور اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک سب سے رفیع المنزلت خلیفہ اول تھے جنہوں نے سب کو ایک آواز پر جمع کیا، انتشار کو مٹایا اور اہل روہ سے جنگ و قتال کیا۔ ان کے بعد خلیفہ ثانی کا درجہ ہے جنہوں نے فتوحات حاصل کیں، شہروں کو آباد کیا، اور مشرکین کی گردنوں کو ذلیل کیا۔ پھر خلیفہ ثالث کا درجہ ہے جو مظلوم و ستم رسیدہ تھے، انہوں نے ملت کو فروغ دیا، اور کلمہ حق پھیلایا۔

معاویہ کے اس سازبے آہنگ کے چھیڑنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اُن باتوں سے آپ کے احساسات کو مجروح اور جذبات کو مشتعل کر کے آپ کے قلم یا زبان سے ایسی بات اگلائے کہ جس سے اصحاب ثلاثہ کی مذمت و تنقیص ہوتی ہو، اور پھر اسے اچھا ل کر شام و عراق کے باشندوں کو آپ کے خلاف بھڑکائے۔ اگرچہ وہ اہل شام کے ذہنوں میں پہلے یہ بٹھا چکا تھا کہ علی ابن ابی طالب نے عثمان کے خلاف لوگوں کو اکسایا، طلحہ و زبیر کو قتل کرایا، ام المومنین کو گھر سے بے گھر کیا اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا، اور وہ اصل واقعات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان بے بنیاد باتوں پر یقین کئے بیٹھے تھے۔ پھر بھی محاذ اختلاف کو مضبوط کرنے کے لئے اُس نے ضروری سمجھا کہ انہیں یہ ذہن نشین کرائے کہ حضرت اصحاب ثلاثہ کی فضیلت سے انکاری، اور اُن سے دشمنی و عناد رکھتے ہیں اور سند میں آپ کی تحریک و پیش کرے اور اُس کے ذریعہ سے اہل عراق کو بھی ورغلائے کیونکہ ان کی اکثریت ان خلفاء کے ماحول سے متاثر اور اُن کی فضیلت و برتری کی قائل تھی۔ مگر امیر المومنین نے اس کے مقصد کو بھانپ کر ایسا جواب دیا کہ جس سے اُس کی زبان میں گرہ لگ جائے اور کسی

کے سامنے اُسے پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے، چنانچہ اُس کی اسلام دشمنی اور مجبوری اطاعت قبول کرنے کی وجہ سے اُس کی پست مرگئی کو ظاہر کرتے ہوئے اُسے اپنی حد پر ٹھہرنے کی ہدایت کی ہے اور اُن مہاجرین کے درجات مقرر کرنے اور ان کے طبقات پہنچوانے سے متنبہ کیا ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں اس لحاظ سے بہر صورت فوقیت رکھتے تھے کہ انہوں نے ہجرت میں پیش قدمی کی اور یہ چونکہ ظلم و آزاد کردہ، اور مہاجرین سے دور کا بھی واسطہ نہ رکھتا تھا۔ اس لئے مسئلہ زیر بحث میں اس کی حیثیت وہی قرار دی ہے جو جوئے کے تیروں میں نقلی تیر کی ہوتی ہے اور یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقع پر استعمال کی جاتی ہے جہاں کوئی شخص ایسے لوگوں پر فخر کرے کہ جن سے کوئی لگاؤ نہ ہو۔ رہا اس کا یہ دعویٰ کہ فلاں اور فلاں افضل ہیں تو حضرت نے لفظ زعمت سے واضح کر دیا کہ یہ اُس کا ذاتی خیال ہے سے حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، کیونکہ یہ لفظ اُسی موقع پر استعمال ہوتی ہے، جہاں کسی غلط اور خلافت موقع چیز کا ادعا کیا جائے۔

اس دعوائے فضیلت کو زعم باطل قرار دینے کے بعد بنی ہاشم کے اُن خصوصیات و امتیازات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو دوسروں کے مقابلہ میں ان کے کمالات کی بلند حیثیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے پیغمبرؐ کے ساتھ شریک ہو کر شہادت کا شرف حاصل کیا، انہوں نے بلند سے بلند درجات پائے۔ مگر حسن کارکردگی کی وجہ سے جو امتیاز حضرت حمزہؓ کو حاصل ہوا، وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے انہیں سید الشہداء کے لقب سے یاد کیا اور چودہ مرتبہ اُن پر نماز جنازہ پڑھی کہ جس سے تکبیروں کی مجموعی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔ اسی طرح مختلف جنگوں میں مجاہدین کے ہاتھ قطع ہوئے۔ چنانچہ جنگ بدر میں حبیب ابن یساف اور معاذ ابن جبل کے اور جنگ اُحد میں عمرو ابن جموح سلمیٰ اور عبید اللہ ابن عتیک کے ہاتھ کاٹے گئے مگر جب جنگ موتہ میں حضرت جعفر ابن ابی طالب کے ہاتھ قطع ہوئے تو پیغمبرؐ نے انہیں یہ خصوصیت بخشی کہ انہیں الطیاری الجہد اور ذوالجناحین کے لقب سے یاد کیا۔ بنی ہاشم کے امتیاز خصوصی کے بعد اپنے اُن فضائل و کمالات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن سے تاریخ وحدیث کے دامن چھلک رہے ہیں اور جن کی صحت شک وشبہات سے آلودہ نہ ہو سکی۔ چنانچہ محمد شین کا قول ہے۔

ما جاء لاحد من اصحاب رسول الله جنتي قابل وثوق ذرائع سے علی ابن ابی طالب کی فضیلت
صلی اللہ علیہ وسلم من الفضائل بالا میں احادیث وارد ہوئی ہیں، پیغمبر کے صحابہ میں سے کسی
سانید الحسان ما جاء لعلی ابن ابی ایک کے بارے میں بھی نہیں آئیں۔
طالب۔ (استیعاب ج ۲ ص ۷۹)

ان فضائل مخصوصہ اہل بیتؑ میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے جس کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے کہ نحن منافع اللہ والناس بعد صناعت لایا یہ وہ معراج فضیلت ہے کہ جس کی بلندیوں تک بلند سے بلند شخصیت کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی اور ہر منزلت اُس کے سامنے پست و سرنگوں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید اس جملہ کی عظمت و رفعت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے معانی و مطالب کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں۔

يقول ليس من البشر علينا نعمة بل
الله تعالى هو الذي انعم علينا فليس
بيننا وبينه واسطة والناس باسرههم
حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم پر کسی بشر کا احسان نہیں،
بلکہ خداوند عالم نے ہمیں تمام نعمتیں براہ راست دی ہیں
اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں ہے

صنائعنا فنحن الواسطة بينهم وبين
الله تعالى وهذا مقام جليل ظاهرة
ماسمعت و باطنه انهم عبيد الله و
ان الناس عبيدهم

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۵۱)

اور تمام لوگ ہمارے احسان پروردہ اور ساختہ و پرداختہ
ہیں اور ہم اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ ایک
عظیم منزلت اور جلیل مقام ہے۔ ان الفاظ کا ظاہر مفہوم
وہی ہے جو تمہارے گوش گزار ہو چکا ہے لیکن ان کے باطنی
معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور تمام لوگ ہمارے
بندے اور حلقہ بگوش ہیں۔

لہذا جب یہ فیضان الہی کی منزل اول اور مخلوق کے لئے سرچشمہ نعمات ٹھہرے تو مخلوقات میں سے کسی کو ان کی سطح پر نہیں لایا
جاسکتا اور نہ دوسروں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کے قائم کرنے سے کسی کو ان کا ہم پایہ تصور کیا جاسکتا ہے چہ جائیکہ وہ افراد کہ جو ان کے
کمالات و خصوصیات سے ایک متضاد حیثیت رکھتے ہوں، اور ہر موقع پر حق و صداقت سے ٹکرانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔
چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام معاویہ کے سامنے تصور کے دونوں رخ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم میں سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم تھے، اور جھٹلانے والوں میں پیش پیش تمہارا باپ ابوسفیان تھا۔ ہم میں سے حضرت حمزہؓ تھے جنہیں پیغمبرؐ نے اسد اللہ کا لقب دیا۔ اور
تمہارا نانا عتبہ ابن ربیعہ اسد الاحلاف ہونے پر نالاں تھا۔ چنانچہ جب جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ اور عتبہ ابن ربیعہ آمنے سامنے ہوئے تو
حضرت حمزہؓ نے کہا انا حمزہ ابن عبدالمطلب اسد اللہ، واسد رسولہ (میں حمزہ ابن عبدالمطلب ہوں جو اللہ اور اُس کے رسول کا شیر ہے)
جس پر عتبہ نے کہا انا اسد الخلفاء (میں ہم سوگند جماعت کا شیر ہوں) اور اسد الاحلاف بھی روایت ہوا ہے۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ وہ حلف
اٹھانے والی جامعیت کا سردار تھا۔ اس حلف کا واقعہ یہ ہے کہ جب بنی عبد مناف کے قبائل عرب میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوئی تو
انہوں نے چاہا کہ بنی عبدالدار کے ہاتھوں میں خانہ کعبہ کے منصب ہیں وہ اُن سے لے لئے جائیں اور انہیں تمام عہدوں سے الگ
کر دیا جائے اس سلسلہ میں بنی عبد مناف نے بنی اسد ابن عبد العزیٰ، بنی تیم، بنی زہرہ اور بنی حارث کو اپنے ساتھ ملا لیا اور باہم عہد و
پیمان کیا اور اس عہد کو استوار کرنے کے لئے عطر میں اپنے ہاتھ ڈبو کر حلف اٹھایا کہ وہ ایک دوسرے کی نصرت و امداد کریں گے جس کی
وجہ سے یہ قبائل خلفاء مطہیین کہلاتے ہیں اور دوسری طرف بنی عبدالدار، بنی مخروم، بنی سہم اور بنی عدی نے بھی حلف اٹھایا کہ وہ بنی عبد
مناف اور ان کے خلیف قبائل کا مقابلہ کریں گے۔ یہ قبائل احلاف کہلاتے ہیں۔ عتبہ نے خلفاء و مطہیین کا اپنے کو سردار گمان کیا ہے۔
بعض شارحین نے اس سے ابوسفیان مراد لیا ہے چونکہ اُس نے جنگ خندق میں رسولؐ سے لڑنے کے لئے مختلف قبائل سے حلف لیا تھا اور
بعض نے اس سے اسد ابن عبد العزیٰ مراد لیا ہے، لیکن یہ قول چنداں وزن نہیں رکھتا کیونکہ یہاں روئے سخن معاویہ سے ہے اور اس سے
معاویہ پر کوئی زہ نہیں پڑتی جبکہ بنی عبد مناف بھی اس حلف میں شامل تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جو انان اہل جنت کے سردار
ہیں اور پیغمبرؐ کے حدیث ”الحسن والحسين سيد شباب اهل الجنة“ کی طرف اشارہ ہے اور تم میں سے جہنمی لڑکے ہیں یہ عتبہ ابن معیط کے
لڑکوں کی طرف اشارہ ہے کہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دیتے ہوئے پیغمبرؐ نے عتبہ سے کہا تھا کہ لك ولهم النار (تیرے اور تیرے
لڑکوں کے لئے جہنم ہے) پھر فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بہترین زنان عالمیاں فاطمہ الزہراءؑ ہیں اور تم میں سے حملہ الحطب اس سے
معاویہ کی پھوپھی ام جمیل بنت حرب مراد ہے کہ جو ابولہب کے گھر میں تھی۔ یہ کانٹے جمع کر کے رسول اللہؐ کی راہ میں بچھایا کرتی تھی۔
قرآن مجید میں ابولہب کے ساتھ اس کا بھی تذکرہ ان لفظوں میں ہے۔

سیصلی نارا ذات لہب وامر آتہ حمالہ وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی الحطب۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص پند و نصیحت میں مبالغہ سے کام لیتا ہے، تو اس میں اس کے ذاتی اغراض و مقاصد کا لگاؤ سمجھا جاتا ہے۔ خواہ وہ نصیحتیں کتنی ہی نیک نیتی و بے غرضی پر مبنی ہوں۔ یہ مصرع ایسے ہی مواقع پر بطور مثل استعمال ہوتا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے۔

وكم سقت في اثاركم من نصيحة وقد يستفيد الظنة المتنصح

۳۔ یہ مصرع حمل ابن بدر کا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے۔

لبث قليلا يلحق الهيجاء حمل ما احسن الموت اذا الموت نزل

تھوڑی دیر دم لو کہ حمل میدان جنگ میں پہنچ لے موت وارد ہونے کے وقت کتنی حسین دکش ہوتی ہے

اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک ابن زہیر نے حمل کو جنگ کی دھمکی جس کے جواب میں اُس نے یہ شعر پڑھا اور پھر مالک پر حملہ کیا، اور اُسے قتل کر دیا۔ جب مالک کے بھائی نے یہ دیکھا تو اس نے قصاص میں حمل اور اُس کے بھائی حذیفہ کو مار دیا۔ چنانچہ اُس نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

شفيت النفس من حمل ابن بدر وسيفي من حذيفة قد شفاني

میں نے حمل ابن بدر سے بدلہ لیکر اپنے نفس کا اضطراب دور کیا اور میری تلوار نے حذیفہ کو قتل کر کے مجھے تسکین دی۔

مکتوب (۲۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ:

وَقَدْ كَانَ مِنْ انْتِشَارِ حَبْلِكُمْ وَشِقَاتِكُمْ مَا لَمْ تَغْبُوا عَنْهُ، فَعَفَوْتُ عَنْ مُجْرِمِكُمْ، وَرَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ مُدْبِرِكُمْ، وَقَبِلْتُ مِنْ مُقْبِلِكُمْ۔ فَإِنْ خَطَّتْ بِكُمْ الْأُمُورُ الْمُرْدِيَّةُ وَسَفَهُ الْأَرَاءِ الْجَاكِرَةِ إِلَى مُنَابَدَتِي وَخِلَافِي فَهَا أَنَا ذَا قَدْ لَئِن الْجَائِمُونَ إِلَى الْمَسِيرِ إِلَيْكُمْ لَا وَقَعَنَّ

اہل بصرہ کی طرف:

تمہاری تفرقہ پردازی و شورش انگیزی کی جو حالت تھی، اُس کو تم خود سمجھ سکتے ہو، لیکن میں نے تمہارے مجرموں سے درگزر کیا، پیٹھ پھرانے والوں سے تلوار روک لی اور بڑھ کر آنے والوں کے لئے میں نے ہاتھ پھیلا دیے۔ اب اگر پھر تباہ کن اقدامات اور کج فہمیوں سے پیدا ہونے والے سفسیانہ خیالات نے تمہیں عہد شکنی اور میری مخالفت کی راہ پر ڈالا، تو سن لو کہ میں نے اپنے گھوڑوں کو قریب کر لیا ہے اور اونٹوں پر پالان کس لیا ہے اور تم نے مجھے حرکت کرنے پر مجبور کیا تو تم میں اس طرح معرکہ آرائی کروں گا کہ اس کے سامنے جنگ جمل کی حقیقت

بکم وَقَعَةٌ لَا يَكُونُ يَوْمُ الْجَمَلِ إِلَيْهَا إِلَّا كَلْعَقَةٍ لَاعِقٍ، مَعَ أَيْسَى عَارِفٍ لِذِي الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلُهُ وَلِذِي النَّصِيحَةِ حَقُّهُ، غَيْرَ مُتَجَاوِزٍ مُتَّهَا إِلَى بَرِيءٍ، وَلَا نَاكِثًا إِلَى وَفِيٍّ۔

مکتوب (۳۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ

فَاتَّقِ اللَّهَ فِيمَا لَدَيْكَ، وَانْظُرْ فِي حَقِّهِ عَلَيْكَ، وَارْجِعْ إِلَى مَعْرِفَةِ مَا لَا تُعْذَرُ بِجَهَالَتِهِ، فَإِنَّ لِلطَّاعَةِ أَعْلَامًا وَأَضْحَةً، وَسُبُلًا نَيْرَةً، وَمَحَجَّةً نَهَجَةً وَغَايَةً مَطْلُوبَةً يَرُدُّهَا إِلَّا كَيْاسٌ وَيُخَالِفُهَا إِلَّا نَكْاسٌ۔ مَنْ نَكَبَ عَنْهَا جَارَعَ عَنِ الْحَقِّ وَخَبَطَ فِي التِّيهِ، وَغَيَّرَ اللَّهُ نِعْمَتَهُ، وَأَحَلَّ بِهِ نِقْمَتَهُ۔ فَنَفْسُكَ نَفْسُكَ فَقَدْ بَيَّنَّ اللَّهُ لَكَ سَبِيلَكَ وَحَيْثُ تَنَاهَتْ بِكَ أُمُورُكَ فَقَدْ أَجْرَيْتَ إِلَى غَايَةِ خُسْرٍ وَمَحَلَّةٍ كُفْرٍ، وَإِنَّ نَفْسُكَ قَدْ أُولَجَتْكَ شَرًّا وَأَقْحَمَتْكَ غَيًّا، وَأَوْرَدَتْكَ الْمَهَالِكَ وَأَوْعَرَتْ عَلَيْكَ الْمَسَالِكَ۔

وصیت نامہ (۳۱)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) كَتَبَهَا إِلَيْهِ

صفین سے پلٹتے ہوئے جب مقام حاضرین میں منزل کی تو امام حسین علیہ السلام کے لئے یہ وصیت نامہ تحریر فرمایا۔

بِحَاضِرِ يَنْ مُنْصَرِّفًا مِّنْ صَفِيٍّ:
مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ - الْمَقَرِّ لِلْزَمَانِ الْمُدْبِرِ
الْعُمُرِ، الْمُسْتَسْلِمِ لِلدَّهْرِ الدَّامِرِ لِلدُّنْيَا،
السَّاكِنِ مَسَاكِينِ الْمَوْتِ - وَالطَّاعِنِ
عَنْهَا غَدًا -

إِلَى الْمَوَلُودِ الْمَوْمِلِ مَا لَا يُدْرِكُ السَّالِكِ
سَبِيلَ مَنْ قَدْ هَلَكَ غَرَضُ الْأَسْقَامِ
وَرَهِيْنَةُ الْأَيَّامِ وَرَمِيَّةُ الْمَصَائِبِ - وَعَبْدُ
الدُّنْيَا - وَتَاجِرُ الْغُرُورِ - وَغَرِيْمُ الْمَنَآيَا
وَأَسِيرُ الْمَوْتِ وَحَلِيفُ الْهُوْمِ - وَقَرِيبُ
الْأَحْزَانِ وَنَصِيبُ الْأَفَاتِ وَصَرِيْعُ
الشَّهَوَاتِ وَخَلِيفَةُ الْأَمْوَاتِ -

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ فِيمَا تَبَيَّنَتْ مِنْ إِدْبَارِ الدُّنْيَا
عَيْنِي وَجُمُوحِ الدَّهْرِ عَلَيَّ وَإِقْبَالَ
الْأَحْيَا إِلَى مَا يَرْعُبُنِي عَنْ ذِكْرِ مَنْ
سِوَايَ، وَالْإِهْتِسَامَ بِمَا وَرَأَيْتُ غَيْرَ أَنِّي
حَيْثُ تَفَوَّدَتْنِي دُونَ هُوْمِ النَّاسِ هُمْ
نَفْسِي، فَصَدَّقْتَنِي دَائِبِي وَصَرَفْتَنِي عَنْ
هُوَآيَ، وَصَرَخَ لِي مَحْضُ أَمْرِي
فَأَقْضَى بَنِي إِلَى جَلَلًا يَكُونُ فِيهِ لَعِبٌ،
وَصِدْقٌ لَا يَشْرَبُهُ كَذِبٌ - وَوَجَدْتُكَ
بَعْضِي، بَلْ وَجَدْتُكَ كُلِّي حَتَّى كَأَنَّ
شَيْئًا لَوْ أَصَابَكَ أَصَابَنِي وَكَأَنَّ الْمَوْتَ
لَوْ أَتَاكَ أَتَانِي، فَعَنَافِي مِنْ أَمْرِكَ مَا

یہ وصیت ہے اُس باپ کی جو فنا ہونے والا، اور زمانہ (کی چیرہ
وستیوں) کا اقرار کرنے والا ہے۔ جس کی عمر پیٹھ پھرائے
ہوئے ہے اور جو زمانہ کی سختیوں سے لاچار ہے اور دنیا کی
برائیوں کو محسوس کر چکا ہے، اور مرنے والوں کے گھر میں مقیم اور
کل کو یہاں سے رخت سفر باندھ لینے والا ہے۔ اس بیٹے کے
نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزو مند، جادہ عدم کا راہ بینا، بیمار یوں
کا ہدف، زمانہ کے ہاتھ گروہ، مصیبتوں کا نشانہ، دنیا کا پابند،
اور اُس کی فریب کاریوں کا تاجر، موت کا قرضدار، اجل کا
قیدی، غموں کا حلیف، حزن و ملال کا ساتھی، آفتوں میں مبتلا،
نفس سے عاجز اور مرنے والوں کا جانشین ہے۔

بعدہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے دنیا کی روگردانی زمانہ
کی منہ زوری اور آخرت کی پیش قدمی سے جو حقیقت پہچانی ہے
وہ اس امر کے لئے کافی ہے کہ مجھے دوسرے تذکروں اور اپنی فکر
کے علاوہ دوسری کوئی فکر نہ ہو مگر اسی وقت جبکہ دوسروں کے فکرو
اندیشہ کو چھوڑ کر میں اپنی ہی ذہن میں کھویا ہوا تھا اور میری عقل و
بصیرت نے مجھے خواہشوں سے منحرف و روگرداں کر دیا اور میرا
معاملہ کھل کر سامنے آ گیا، اور مجھے واقعی حقیقت اور سبب لاگ
صداقت تک پہنچا دیا۔

میں نے دیکھا کہ تم میرا ہی ایک ٹکڑا ہو، بلکہ جو میں ہوں، وہی تم
ہو، یہاں تک کہ اگر تم پر کوئی آفت آئے تو گویا مجھ پر آئی ہے
اور تمہیں موت آئے تو گویا مجھے آئی ہے۔ اس سے مجھے تمہارا
اتنا ہی خیال ہوا، جتنا اپنا ہو سکتا ہے۔ لہذا میں نے یہ وصیت
نامہ تمہاری رہنمائی میں اسے معین سمجھتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ خواہ
اس کی بعد میں زندہ رہوں یا دنیا سے اٹھ جاؤں۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اس کے
احکام کی پابندی کرنا اور اُس کے ذکر سے قلب کو آباد رکھنا، اور
اُسی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا۔ تمہارے اور اللہ کے

يَعْنِيْنِي مِنْ أَمْرِ نَفْسِي فَكَتَبْتُ إِلَيْكَ
مُسْتَظْهِرًا بِهِ إِنَّ أَنَا بَقِيْتُ لَكَ أَوْ فَنَيْتُ -
فَإِنِّي أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ أَيْ بَنِي
وَلَزُومِ أَمْرِهِ، وَعِمَادَةِ قَلْبِكَ بِذِكْرِهِ،
وَالْإِعْتِصَامِ بِحَبْلِهِ - وَأَيُّ سَبَبٍ أَوْثَقُ
مِنْ سَبَبٍ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللَّهِ إِنَّ أُنْتِ
أَخَذْتَ بِهِ؟ أَحْيِ قَلْبَكَ بِالْمَوَاعِظِ،
وَأَمْنَهُ بِالزَّهَادَةِ وَقُوَّةَ بِالْيَقِينِ، وَتَوَرُّدَهُ
بِالْحِكْمَةِ، وَذَلِّلْهُ بِذِكْرِ الْمَوْتِ، وَقَرِّبْهُ
بِالْفَنَاءِ وَبَصْرَهُ فَجَائِعِ الدُّنْيَا، وَحَدِّدْهُ
صَوْلَةَ الدَّهْرِ وَفَحْشَ تَقَلُّبِ اللَّيَالِي
وَالْأَيَّامِ، وَأَعْرِضْ عَلَيْهِ أَكْبَارَ
السَّامِضِينَ، وَذَكْرَهُ بِمَا أَصَابَ مَنْ كَانَ
قَبْلَكَ مِنَ الْأَوَّلِينَ، وَسِرْفَى دِيَارِهِمْ
وَأَثَارِهِمْ فَانْظُرْ فِيمَا فَعَلُوا وَعَمَّا انْتَقَلُوا
وَأَيَّنْ حُلُومًا وَنَزَلُوا، فَإِنَّكَ تَجِدُهُمْ
قَدْ انْتَقَلُوا عَنِ الْأَحْبَةِ، وَحَلُومًا وَدِيَارَ
الْغُرْبَةِ، وَكَأَنَّكَ عَنْ قَلِيلٍ قَدْ صِرْتَ
كَأَحَدِهِمْ - فَأَصْلِحْ مَثْوَاكَ، وَلَا تَبِعْ
آخِرَتَكَ بِدُنْيَاكَ وَدَعْ الْقَوْلَ فِيمَا
لَا تَعْرِفُ وَالْحِطَابَ فِيمَا لَمْ تُكَلِّفْ -
وَأَمْسِكْ عَنْ طَرِيقِي إِذَا حِفَّتْ ضَلَالَتُهُ
فَإِنَّ الْكَفَّ عِنْدَ طَرِيقِي إِذَا حِفَّتْ
ضَلَالَتُهُ فَإِنَّ الْكَفَّ عِنْدَ حَيْرَةِ الضَّلَالِ

درمیان جو رشتہ ہے اس سے زیادہ مضبوط رشتہ ہو بھی کیا سکتا
ہے؟ بشرطیکہ مضبوطی سے اُٹے تھامے رہو۔ وعظ و ہند سے دل کو
زندہ رکھنا، اور زہد سے اُس کی خواہشوں کو مردہ۔ یقین سے
اُسے سہارا دینا اور حکومت سے اُسے پر نور بنانا۔ موت کی یاد
سے اُسے قابو میں کرنا۔ فنا کے اقرار پر اُسے ٹھہرانا۔ دنیا کے
حادثے اُس کے سامنے لانا۔ گردش روزگار سے اُسے ڈرانا
گزرے ہوؤں کے واقعات اس کے سامنے رکھنا۔ تمہارے
پہلے والے لوگوں پر جو بقی ہے اُسے یاد دلانا۔ اُن کے گھروں
اور کھنڈروں میں چلنا پھرنا، اور دیکھنا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا،
کہاں سے کوچ کیا، کہاں اُترے، اور کہاں ٹھہرے ہیں۔ دیکھو
گے تو تمہیں صاف نظر آئے گا کہ وہ دوستوں سے منہ موڑ کر چل
دیئے ہیں، اور پردیس کے گھر میں جا کر اُترے ہیں، اور وہ
وقت دور نہیں کہ تمہارا شمار بھی اُن میں ہونے لگے۔ لہذا اپنی
اصل منزل کا انتظار کرو اور اپنی آخرت کا دنیا سے سودا نہ کرو جو
چیز جانتے نہیں ہو، اُس کے متعلق بات نہ کرو، اور جس چیز کا تم
سے تعلق نہیں ہے اُس کے بارے میں زبان نہ ہلاؤ۔ جس راہ
میں بھٹک جانے کا اندیشہ ہو اُس راہ میں قدم نہ اٹھاؤ کیونکہ
بھٹکنے کی سرگردانیاں دیکھ کر قدم روک لینا، خطرات مول لینے
سے بہتر ہے نیکی کی تلقین کرو تا کہ خود بھی اہل خیر میں محسوب ہو۔
ہاتھ اور زبان کے ذریعہ برائی کو روکتے رہو۔ جہاں تک ہو سکے
بُروں سے الگ رہو۔ خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو، اور اس
کے بارے میں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اثر نہ
لو۔ حق جہاں ہو سختیوں میں پھانڈ کر اُس تک پہنچ جاؤ۔ دین میں
سوچو بوجھ پیدا کرو۔ سختیوں کو جھیل لے جانے کے خوگر بنو۔ حق
کی راہ میں صبر و شکیبائی بہترین سیرت ہے۔ ہر معاملہ میں اپنے
کو اللہ کے حوالے کر دو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تم اپنے کو ایک
مضبوط پناہ گاہ اور قوی محافظ کے سپرد کر دو گے۔ صرف اپنے

خَيْرٌ مِنْ رُكُوبِ الْاَهْوَالِ
وَأَمْرٍ بِالْمَعْرُوفِ تَكُنْ مِنْ أَهْلِهِ، وَأَنْكِرِ
الْمُنْكَرَ بِيَدِكَ وَلِسَانِكَ وَبَابِنِ مَنْ فَعَلَهُ
بِجَهْدِكَ۔ وَجَاهِدْ فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ
وَلَا تَأْخُذْكَ فِي اللَّهِ لَوْمَةٌ لَا تَنْفَعُ
رَخِصُ الْعِمْرَاتِ لِلْحَقِّ حَيْثُ كَانَ،
وَتَفَقَّهُ فِي الدِّينِ، وَعَوِّدْ نَفْسَكَ
التَّصَبُّرَ عَلَى الْمَكْرُوهِ وَنِعَمَ الْخُلُقِ
التَّصَبُّرُ فِي الْحَقِّ۔ وَالْجَنَى نَفْسَكَ فِي
الْأُمُورِ كُلِّهَا إِلَى إِلَهِكَ فَإِنَّكَ تُلْجِئُهَا إِلَى
كَهْفٍ حَرِيْزٍ، وَمَنْعٍ عَزِيْزٍ۔ وَأَخْلِصْ
فِي الْمَسْأَلَةِ لِرَبِّكَ فَإِنَّ بِيَدِهِ الْعَطَاءَ وَ
الْحِرْمَانَ وَأَكْثَرَ الْبَسِخَارَةِ وَتَفَهَّمْ
وَصِيَّتِي وَلَا تَذْهَبَنَّ عَنْهَا صَفْحًا فَإِنَّ
خَيْرَ الْقَوْلِ مَنَافِعُ۔ وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا خَيْرَ
فِي عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَلَا يَنْتَفَعُ بِعِلْمٍ لَا
يَحِقُّ تَعَلُّمُهُ۔

پروردگار سے سوال کرو کیونکہ دینا اور نہ دینا بس اُسی کے اختیار میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنے اللہ سے بھلائی کے طالب رہو۔ میری وصیت کو سمجھو اور اس سے روگردانی نہ کرو۔ اچھی بات وہی ہے جو فائدہ دے اور اُس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو فائدہ رساں نہ ہو۔ اور جس علم کا سیکھنا سزاوار نہ ہو اُس سے کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھایا جاسکتا۔

اے فرزند! جب میں نے دیکھا کہ کافی عمر تک پہنچ چکا ہوں اور دن بدن ضعف بڑھتا جا رہا ہے تو میں نے وصیت کرنے میں جلدی کی اور اُس میں کچھ اہم مضامین درج کئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت میری طرف سبقت کر جائے اور دل کی بات دل ہی میں رہ جائے یا بدن کی طرح عقل درائے بھی کمزور پڑ جائے یا وصیت سے پہلے ہی تم پر کچھ خواہشات کا تسلط ہو جائے، یا دنیا کے جھیلے تمہیں گھیر لیں کہ تم بھڑک اٹھنے والے منہ زور اونٹ کی طرح ہو جاؤ۔ کیونکہ کم سن کا دل اس خالی زمین کے مانند ہوتا ہے جس میں جو بوجھ ڈالا جاتا ہے اُسے قبول کر لیتی ہے۔ لہذا قبل اس کے کہ تمہارا دل سخت ہو جائے اور تمہارا ذہن دوسری باتوں میں لگ جائے میں نے تعلیم دینے کے لئے قدم اٹھایا تا کہ تم عقل سلیم کے ذریعہ ان چیزوں کے قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ جن کی آزمائش اور تجربہ کی زحمت سے تجربہ کاروں نے تمہیں بچا لیا ہے اس طرح تم تلاش کی زحمت سے مستغنی اور تجربہ کی کلفتوں سے آسودہ ہو جاؤ گے اور تجربہ و علم کی وہ باتیں (بے تعب و مشقت) تم تک پہنچ رہی ہیں کہ جن پر ہم مطلع ہوئے اور پھر وہ چیزیں بھی اجاگر ہو کر تمہارے سامنے آ رہی ہیں کہ جن میں سے کچھ ممکن ہے۔ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہوں۔ اے فرزند! اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھیں پھر بھی میں نے اُن کی کار

أَيُّ بُنَى إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُنِي قَدْ بَلَغْتَ سِنًا،
وَرَأَيْتُنِي أَزْدَادُ وَهَنَا بَادَرْتُ بِوَصِيَّتِي
إِلَيْكَ، وَأَوْرَدْتُ خِصَالًا مِنْهَا قَبْلَ أَنْ
يَعْجَلَ بِي أَجَلِي دُونَ أَنْ أَقْضِيَ إِلَيْكَ
بِمَا فِي نَفْسِي، وَأَنْ أَنْقُصَ فِي رَأْيِي
كَمَا نَقَصْتُ فِي جِسْمِي، أَوْ يَسْبِقُنِي
إِلَيْكَ بَعْضُ غَلَبَاتِ الْهَوَى وَفِتَنِ الدُّنْيَا،

فَتَكُونَنَّ كَالصَّعْبِ النَّفُورِ، وَإِنَّمَا قَلْبُ
الْحَدِثِ كَالْأَرْضِ الْخَالِيَةِ مَا الْقِيَّ
فِيهَا مِنْ شَيْءٍ قَبْلَتَهُ فَبَادَرْتُكَ بِالْأَدَبِ
قَبْلَ أَنْ يَفْسُقَ قَلْبُكَ وَيَشْتَغِلَ لُبُّكَ
لِتَسْتَقْبِلَ بِجَدِّ رَأْيِكَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ
كَفَاكَ أَهْلُ التَّجَارِبِ بَغِيَّتَهُ وَتَجَرَّبَتَهُ،
فَتَكُونَنَّ قَدْ كَفَيْتَ مَوْنَةَ الطَّلَبِ،
وَعَوْفِيَّتَ مِنْ عِلَاجِ التَّجَرُّبَةِ۔ فَاتَاكَ
مِنْ ذَلِكَ مَا قَدْ كُنَّا نَأْتِيهِ، وَاسْتَبَانَ لَكَ
مَا رَبُّنَا أَظْلَمَ عَلَيْنَا مِنْهُ۔

اُی بُنَى إِنِّي وَإِنْ لَمْ أَكُنْ عَوَّيْتُ عُمَرَ مَنْ
كَانَ قَبْلِي فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ
وَفَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ، وَسَرْتُ فِي
أَنَارِهِمْ حَتَّى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ بَلْ كَأَنِّي
بِمَا انْتَهَى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ حُيِّرْتُ
مَعَ أَوْلِيهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ، فَعَرَفْتُ صَفْوَ
ذَلِكَ مِنْ كَدَرِهِ، وَنَفْعَهُ مِنْ ضَرَرِهِ،
فَاسْتَخْلَصْتُ لَكَ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ نَخِيلَهُ
وَتَوَخَّيْتُ لَكَ جَبِيلَهُ، وَصَرَفْتُ عَنْكَ
مَجْهُولَهُ، وَصَرَفْتُ حَيْثُ عَنَانِي مِنْ
أَمْرِكَ مَا يَعْنِي الْوَالِدَ الشَّفِيقَ وَأَجْمَعْتُ
عَلَيْهِ مِنْ أَدَبِكَ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ وَأَنْتَ
مُقْبِلُ الْعُمَرِ وَمُقْتَبِلُ الدَّهْرِ، دُونِيَّةٍ
سَلِيمَةٍ وَنَفْسٍ صَافِيَةٍ، وَأَنْ أَبْتَدِيَنَّكَ

گزار یوں کو دیکھا، اُن کے حالات و واقعات میں غور کیا اور اُن کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیر و سیاحت کی یہاں تک کہ گویا میں بھی انہی میں کا ایک ہو چکا ہوں۔ بلکہ اُن سب کے حالات و معلومات جو مجھ تک پہنچ گئے ہیں اُن کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے اُن کے اول سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ چنانچہ میں نے صاف کو گندے اور نفع کو نقصان سے الگ کر کے پہچان لیا ہے اور اب سب کا نچوڑ تمہارے لئے مخصوص کر رہا ہوں اور میں نے خوبیوں کو چن چن کر تمہارے لئے سمیٹ دیا ہے اور بے معنی چیزوں کو تم سے جدا رکھا ہے اور چونکہ مجھے تمہاری ہر بات کا اتنا ہی خیال ہے جتنا ایک شفیق باپ کو ہونا چاہئے اور تمہاری اخلاقی تربیت بھی پیش نظر ہے۔ لہذا مناسب سمجھا ہے کہ یہ تعلیم و تربیت اس حالت میں ہو کہ تم نوعمر اور بساط دہر پر تازہ وارد ہو، اور تمہاری نیت کھری اور نفس پاکیزہ ہے اور میں نے چاہا تھا کہ پہلے کتاب خدا احکام شرع اور حلال و حرام کی تعلیم دوں اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا رخ نہ کروں۔ لیکن یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں وہ چیزیں جن میں لوگوں کے عقائد و مذہبی خیالات میں اختلاف ہے تم پر اُسی طرح مشتبه نہ ہو جائیں جیسے اُن پر مشتبه ہو گئی ہیں۔ باوجودیکہ ان غلط عقائد کا تذکرہ تم سے مجھے ناپسند تھا مگر اس پہلو کو مضبوط کر دینا تمہارے لئے مجھے بہتر معلوم ہوا۔ اس سے کہ تمہیں ایسی صورت حال کے سپرد کروں جس میں مجھے تمہارے لئے ہلاکت و تباہی کا خطرہ ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت کی توفیق دے گا اور صحیح راستے کی راہنمائی کرے گا۔ ان وجوہ سے تمہیں یہ وصیت نامہ لکھتا ہوں۔

بیٹا یاد رکھو کہ میری اس وصیت سے جن چیزوں کی تمہیں پابندی کرنا ہے ان میں سب سے زیادہ میری نظر میں جس چیز کی اہمیت ہے وہ اللہ کا تقویٰ ہے اور یہ کہ جو فرائض اللہ کی طرف

بِتَعْلِيمِ كِتَابِ اللَّهِ وَتَأْوِيلِهِ وَشَرَائِعِ
الْبِسْلَامِ وَأَحْكَامِهِ وَحَلَالِهِ وَحَرَامِهِ وَلَا
أَجَاوِزَ ذَلِكَ بِكَ إِلَى غَيْرِهِ، ثُمَّ أَشْفَقْتُ
أَنْ تَلْتَبَسَ عَلَيْكَ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيهِ
مِنْ أَهْوَاءِهِمْ وَآرَائِهِمْ مِثْلَ الَّذِي
التَّبَسَّ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ إِحْكَامُ ذَلِكَ عَلَى
مَآكَرِهِتٍ مِنْ تَنْبِيهِكَ لَهُ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ
إِسْلَامِكَ إِلَى أَمْرِ إِلَّا أَمَّنْ عَلَيْكَ بِهِ
الْهَلَكَةَ - وَرَجَوْتُ أَنْ يُوقِّقَكَ اللَّهُ فِيهِ
لِرُشْدِكَ، وَأَنْ يَهْدِيكَ لِقَصْدِكَ،
فَعَهَدْتُ إِلَيْكَ وَصِيَّتِي هَذِهِ -

وَأَعْلَمَ يَا بَنِيَّ أَنَّ أَحَبَّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِهِ
إِلَيَّ مِنْ وَصِيَّتِي تَقْوَى اللَّهِ وَالْإِقْتِسَارُ
عَلَى مَا فَرَضَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، وَالْأَخْذُ بِمَا
مَضَى عَلَيْهِ إِلَّا وَلَوْنٌ مِنْ آبَائِكَ، وَ
الصَّالِحُونَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ، فَإِنَّهُمْ لَمْ
يَدْعُوا أَنْ نَنْظُرُوا لِأَنْفُسِهِمْ كَمَا أَنْتَ
نَاطِرٌ، وَفَكَّرُوا كَمَا أَنْتَ مُفَكِّرٌ ثُمَّ رَدَّهُمْ
أَخْبَرْتُكَ إِلَى الْأَخْذِ بِمَا عَرَفُوا
وَالِإِمْسَاكِ عَمَّا لَمْ يُكَلِّفُوا - فَإِنْ أَبَتْ
نَفْسُكَ أَنْ تَقْبَلَ ذَلِكَ دُونَ أَنْ تَعْلَمَ كَمَا
عَلِمُوا فَلْيَكُنْ طَلَبُكَ ذَلِكَ بِتَفْهِمٍ وَتَعْلَمُ
لَا يَتَوَرَّطُ الشُّبُهَاتِ وَعُلُوُّ الْخُصُومَاتِ
وَأَبْدًا قَبْلَ نَظَرِكَ فِي ذَلِكَ بِالْإِسْتِعَانَةِ
بِإِلْهِكَ وَالرَّغْبَةِ إِلَيْهِ فِي تَوْفِيقِكَ وَتَرْكِ

سے تم پر عائد ہیں ان پر اکتفا کرو، اور جس راہ پر تمہارے آباء
اجداد اور تمہارے گھرانے کے افراد چلتے رہے ہیں اسی پر چلتے
رہو کیونکہ جس طرح تم اپنے لئے نظر و فکر کر سکتے ہو انہوں نے
اس نظر و فکر میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی۔ مگر انتہائی غور و فکر نے بھی
ان کو اسی نتیجہ پر پہنچایا، کہ جو انہیں اپنے فرائض معلوم ہوں۔ ان
پر اکتفا کریں اور غیر متعلق چیزوں سے قدم روک لیں لیکن اگر
تمہارا نفس اس کے لئے تیار نہ ہو کہ بغیر ذاتی تحقیق سے علم
حاصل کئے ہوئے جس طرح انہوں نے حاصل کیا تھا، ان
باتوں کو قبول کرے تو بہر حال یہ لازم ہے کہ تمہارے طلب کا
انداز سیکھنے اور سمجھنے کا ہو، نہ شبہات میں پھاند پڑنے اور بحث و
نزاع میں الجھنے کا اور اس فکر و نظر کو شروع کرنے سے پہلے اللہ
سے مدد کے خواستگار ہو، اور اُس سے توفیق و تائید کی دعا کرو،
اور ہر اُس وہم کے شائبہ سے اپنا دامن بچاؤ کہ جو تمہیں شبہ میں
ڈال دے، یا گمراہی میں چھوڑ دے، اور جب یہ یقین ہو جائے
کہ اب تمہارا دل صاف ہو گیا ہے اور اس میں اثر لینے کی
صلاحیت پیدا ہو گئی ہے اور ذہن پورے طور پر یکسوئی کے ساتھ
تیار ہے اور تمہارا ذوق و شوق ایک نقطہ پر جم گیا ہے تو پھر ان
مسائل پر غور کرو جو میں نے تمہارے سامنے بیان کئے ہیں،
لیکن تمہارے حسبِ نشاط و دل کی یکسوئی اور نظر و فکر کی آسودگی
حاصل نہیں ہوئی ہے تو سمجھ لو کہ تم ابھی اس وادی میں شیکور و اونی
کی طرح ہاتھ پیر مار رہے ہو اور جو دین (کی حقیقت) کا طلب
گار ہو وہ تاریکی میں ہاتھ پاؤں نہیں مارتا اور نہ غلط بحث کرتا
اس حالت میں قدم نہ رکھنا اس وادی میں بہتر ہے۔

اب اے فرزند! میری وصیت کو سمجھو اور یہ یقین رکھو کہ جس کے
ہاتھ میں موت ہے اُسی کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے اور جو پیدا
کرنے والا ہے وہی مارنے والا بھی ہے اور جو نیست و نابود

كُلِّ شَائِبَةٍ أَوْ لَجَتْكَ فِي شُبُهَةٍ -
أَوْ أَسْلَمْتِكَ إِلَى ضَلَالَةٍ - فَإِذَا أَيقَنْتَ أَنَّ
قَدْ صَفَا قَلْبُكَ فَخَشَعْ، وَتَمَّ رَأْيُكَ
فَاجْتَنِعْ، وَكَانَ هَمُّكَ فِي ذَلِكَ هَمًّا
وَاحِدًا فَانْظُرْ قِيَمًا فَسَرْتَ لَكَ - وَإِنْ
أَنْتَ لَمْ يَجْتَنِعْ لَكَ مَا تُحِبُّ مِنْ
نَفْسِكَ، وَفَرَاغَ نَظَرِكَ وَفَكْرِكَ فَاعْلَمْ
أَنَّكَ إِنَّمَا تَحِيطُ الْعُشُوءَ، وَتَتَوَرَّطُ
الظُّلُمَاءَ - وَلَيْسَ طَالِبُ الدِّينِ مَنْ
خَبَطَ أَوْ خَلَطَ، وَالِإِمْسَاكِ عَنْ ذَلِكَ
أَمْثَلُ - فَتَفْهَمُ يَا بَنِيَّ وَصِيَّتِي، وَأَعْلَمُ أَنَّ
مَالِكَ الْمَوْتِ هُوَ مَالِكُ الْحَيَاةِ، وَأَنَّ
الْخَالِقَ هُوَ الْمُسَمِّتُ، وَأَنَّ الْمُغْنَى هُوَ
الْمُعِيدُ، وَأَنَّ السَّبْتِي هُوَ الْمَعَاذِي، وَأَنَّ
الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ لَتَسْتَقِرَّ إِلَّا عَلَى مَا جَعَلَهَا
اللَّهُ عَلَيْهِ مِنَ النِّعَمَاءِ، وَالْإِبْتِلَاءِ،
وَالْجَزَاءِ فِي الْمَعَادِ وَمَا شَاءَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ
فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ
فَاحْمِلْهُ عَلَى جَهَالَتِكَ بِهِ فَإِنَّكَ أَوَّلُ مَا
خُلِقْتَ خُلِقْتَ جَاهِلًا ثُمَّ عَلِمْتَ - وَمَا
أَكْثَرَ مَا تَجْهَلُ مِنَ الْأَمْرِ وَبِتَحْيِيرٍ فِيهِ
رَأْيُكَ وَيُضِلُّ فِيهِ بَصْرُكَ، ثُمَّ تَبْصُرُهُ
بَعْدَ ذَلِكَ - فَاعْتَصِمْ بِالَّذِي خَلَقَكَ
وَرَزَقَكَ وَسَوَّأَكَ، وَلْيَكُنْ لَهُ تَعَبُّدُكَ
وَالِإِيَّاهُ رَغْبَتُكَ وَمِنْهُ شَفَقَتُكَ -

کرنے والا ہے وہی دوبارہ پلٹانے والا بھی ہے اور جو بیمار
ڈالنے والا ہے وہ ہی صحت عطا کرنے والا بھی ہے اور بہر حال
دنیا کا نظام وہی رہے گا جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے
نعمتوں کا دنیا ابتلاؤ آزماتش میں ڈالنا اور آخرت میں جزا دینا
وہ کہ جو اس کی مشیت میں گزر چکا ہے اور ہم اُسے نہیں جانتے تو
جو چیز اس میں کی تمہاری سمجھ نہ آئے، تو اُسے لاعلمی پر محمول کرو
کیونکہ جب تم پہلے پہل پیدا ہوئے تھے تو کچھ نہ جانتے تھے بعد
میں تمہیں سکھایا گیا اور ابھی کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے
تم بے خبر ہو کہ ان میں پہلے تمہارا ذہن پریشان ہوتا ہے اور نظر
بھٹکتی ہے اور پھر انہیں پیدا کیا، اور رزق دیا، اور ٹھیک ٹھاک
بنایا۔ اُسی کی بس پرستش کرو، اُسی کی طلب ہو، اُسی کا ڈر ہو۔
اے فرزند! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کسی ایک نے بھی اللہ سبحانہ
کی تعلیمات کو ایسا پیش نہیں کیا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے۔ لہذا ان کو بطیب خاطر اپنا پیشوا، اور نجات کا رہبر
مانو۔ میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی، اور تم
کوشش کے باوجود اپنے سود و بہود پر اُس حد تک نظر نہیں کر سکتے
جس تک میں تمہارے لئے سوچ سکتا ہوں۔
اے فرزند! یقین کرو کہ اگر تمہارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا
تو اُس کے بھی رسول آتے، اور اُس کی سلطنت و فرمانروائی کے
بھی آثار دکھائی دیتے اور اُس کے افعال و صفات بھی کچھ معلوم
ہوتے مگر وہ ایک اکیلا خدا ہے جیسا کہ اُس نے خود بیان کیا
ہے۔ اس کے ملک میں کوئی اُس سے ٹکر نہیں لے سکتا۔ وہ ہمیشہ
سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ بغیر کسی نقطہ آغاز کے تمام چیزوں
سے پہلے ہے، اور بغیر کسی انتہائی حد کے سب چیزوں کے بعد
ہے۔ وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اُس کی ربوبیت کا اثبات قلب
یا نگاہ کے گھیرے میں آ جانے سے وابستہ ہو۔ جب تم یہ جان

وَأَعْلَمَ يَابُنَى أَنْ أَحَدًا لَمْ يُنَبِّئْ عَنِ اللَّهِ
كَمَا أُنْبَأَتْهُ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ،
فَارْضَ بِهِ رَائِدًا وَالِي النَّجَاةِ قَائِدًا فَإِنِّي
لَمْ أَلِكْ نَصِيحَةً - وَإِنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ فِي النَّظَرِ
لِنَفْسِكَ - وَإِنْ اجْتَهَدْتَ - مُبْلَغَ نَظَرِي
لَكَ - وَأَعْلَمَ يَا بُنَى أَنَّهُ لَوْ كَانَ لِرَبِّكَ شَرِيكَ
لَأَتَتْكَ رُسُلُهُ، وَلَرَأَيْتَ آثَارَ مُلْكِهِ
وَسُلْطَانِهِ، وَلَعَرَفْتَ أَفْعَالَهُ وَصِفَاتِهِ،
وَلَكِنَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ -
لَا يُضَادُّهُ فِي مُلْكِهِ أَحَدٌ، وَلَا يَزُولُ أَبَدًا
وَلَمْ يَزَلْ أَوَّلَ قَبْلِ الْأَشْيَاءِ بِلَا أَوَّلِيَّةٍ،
وَآخِرُ بَعْدَ الْأَشْيَاءِ بِلَا نَهَايَةٍ عَظُمَ عَنْ
تَثْبِثِ رَبُّوَيْتُهُ بِإِحَاطَةِ قَلْبٍ أَوْ بَصَرٍ - فَإِذَا
عَرَفْتَ ذَلِكَ فَافْعَلْ كَمَا يَنْبَغِي لِمِثْلِكَ أَنْ
يَفْعَلَهُ فِي صَغِيرٍ خَطِيرٍ، وَقَلَّةٍ مَقْدَرَتِهِ،
وَكَثْرَةٍ عَجْزِهِ، وَعَظِيمِ حَاجَتِهِ إِلَى رَبِّهِ
فِي طَلَبِ طَاعَتِهِ وَالْخَشْيَةِ مِنْ عَقُوبَتِهِ،
وَالشَّفَقَةِ مِنْ سُخْطِهِ - فَإِنَّهُ لَمْ يَأْمُرْكَ إِلَّا
بِحَسَنِ وَلَمْ يَنْهَكَ إِلَّا عَنْ قَبِيحٍ -

يَابُنَى إِنِّي قَدْ أُنْبَأْتُكَ عَنِ الدُّنْيَا وَحَالِهَا
وَزَوَالِهَا وَانْتِقَالِهَا، وَأُنْبَأْتُكَ عَنِ الْآخِرَةِ
وَمَا أُعَدُّ لَهَا هَلْهَا فِيهَا، وَضَرَبْتُ لَكَ فِيهِمَا
الْأَمْثَالَ لَتَعْتَبِرَ بِهَا وَتَحْدُو عَلَيْهَا إِنَّمَا مَثَلُ
مَنْ خَبَرَ الدُّنْيَا كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفَرُوا نَبَاهِمُ

چکے، تو پھر عمل کرو۔ ویسا جو تم ایسی مخلوق کو اپنی پست منزلت کم
مقدرت اور بڑی ہوئی عاجزی اور اس کی اطاعت کی جستجو اور
اُس کی سزا کے خوف اور اُس کی ناراضگی کے اندیشہ کے ساتھ
پروردگار کی طرف بہت بڑی احتیاج کے ہوتے ہوئے کرنا
چاہئے۔ اُس نے تمہیں انہی چیزوں کا حکم دیا ہے جو اچھی ہیں
اور انہی چیزوں سے منع کیا ہے جو بُری ہیں۔

اے فرزند! میں نے تمہیں دنیا اور اُس کی حالت کی بے ثباتی و
ناپائیداری سے خبردار کر دیا ہے اور آخرت اور آخرت والوں کے
لئے جو سر و سامان عشرت مہیا ہے اس سے بھی آگاہ کر دیا ہے اور
ان دونوں کی مثالیں بھی تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ اُن
سے عبرت حاصل کرو اور اُن کے تقاضے پر عمل کرو۔ جن لوگوں
نے دنیا کو خوب سمجھ لیا ہے اُن کی مثال اُن مسافروں کی سی ہے

جن کا قُط زوہ منزل سے دل اچاٹ ہوا، اور انہوں نے ایک
سرسبز و شاداب مقام اور ایک تروتازہ و پُر بہار جگہ کا رخ کیا تو
انہوں نے راستے کی دشواریوں کو جھٹلا، دوستوں کی جدائی
برداشت کی، سفر کی صعوبتیں گوارا کیں، اور کھانے کی بدمزگیوں
پر صبر کیا تاکہ اپنی منزل کی پہنائی اور دائمی قرار گاہ تک پہنچ
جائیں۔ اس مقصد کی دھن میں انہیں ان سب چیزوں سے کوئی
تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور جتنا بھی خرچ ہو جائے اس میں
نقصان معلوم نہیں ہوتا۔ انہیں اب سب سے زیادہ وہی چیز
مرغوب ہے جو انہیں منزل کے قریب اور مقصد سے نزدیک
کر دے اور اُس کے برخلاف اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے دنیا
سے فریب کھایا اُن لوگوں کی سی ہے کہ جو ایک شاداب سبزہ زار
میں ہوں اور وہاں سے دل برداشتہ ہو جائیں اور اس جگہ کا رخ
کر لیں جو خشک سالیوں سے تباہ ہو۔ اُنکے نزدیک خشک سخت
ترین حادثہ یہ ہوگا کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ کر ادھر جائیں کہ

مَنْزِلٌ جَدِيدٌ فَأَمُّوا مَنْزِلًا خَصِيْبًا وَجَنَابًا
مَرِيْعًا فَاحْتَمَلُوا وَعَشَاءَ الطَّرِيقِ وَفِرَاقَ
الصَّدِيقِ وَخَشْوَةَ السَّفَرِ، وَجُشُوبَةَ
الْمَطْعَمِ لِيَأْتُوا سَعَةً دَارِهِمْ وَمَنْزِلَ
قَرَارِهِمْ، فَلَيْسَ يَجِدُونَ لِمِثْلِهِ مِنْ ذَلِكَ
الْمَاءِ وَلَا يَرَوْنَ نَفَقَةً فِيهِ مَغْرَمًا، وَلَا
شَيْءَ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا قَرَّبَهُمْ مِنْ مَنْزِلِهِمْ،
وَأَدْنَاهُمْ مِنْ مَحَلَّتِهِمْ - وَمَثَلُ مَنْ اعْتَرَبَهَا
كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوا بِمَنْزِلٍ خَصِيْبٍ فَبَيَّاهُمْ
إِلَى مَنْزِلٍ جَدِيدٍ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ
إِلَيْهِمْ وَلَا أَفْظَعَ عِنْدَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ
مَا كَانُوا فِيهِ إِلَى مَا يَهْجُمُونَ عَلَيْهِ
وَيَصِيرُونَ إِلَيْهِ - يَابُنَى اجْعَلْ نَفْسَكَ
مِيزَانًا فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ غَيْرِكَ، فَأَحْبِبْ
لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَأَكْرَهَ لَهُ مَا تُكْرَهُ
لَهَا، وَلَا تُظْلِمَ كَمَا لَا تُحِبُّ أَنْ تُظْلَمَ،
وَأَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ أَنْ يُحْسِنَ إِلَيْكَ - وَ
اسْتَقْبَحْ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَسْتَقْبَحُ مِنْ
غَيْرِكَ، وَأَرْضَ مِنَ النَّاسِ بِمَا تَرْضَاهُ لَهُمْ
مِنْ نَفْسِكَ وَلَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ وَإِنْ قُلْ مَا
تَعْلَمُ، وَلَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَكَ -

وَأَعْلَمُ أَنَّ الْعَاجِبَ ضِدُّ الصَّوَابِ وَآفَةُ
الْأَلْبَابِ - فَاسْمَعْ فِي كَذْحِكَ وَلَا تَكُنْ
حَازِنًا لِغَيْرِكَ وَإِذَا أَنْتَ هُدَيْتَ لِقَصْدِكَ

جہاں انہیں اچانک پہنچنا ہے اور بہر صورت وہاں جانا ہے۔
اے فرزند! اپنے اور دوسروں کے درمیان ہر معاملہ میں اپنی
ذات کو میزان قرار دو، جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں
کے لئے پسند کرو، اور جو اپنے لئے نہیں چاہتے اُسے دوسروں
کے لئے بھی نہ چاہو۔ جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو
یونہی دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو اور جس طرح یہ چاہتے ہو کہ
تمہارے ساتھ حسن سلوک ہو، یونہی دوسروں کے ساتھ بھی حسن
سلوک سے پیش آؤ۔ دوسروں کی جس چیز کو بُرا سمجھتے ہو اُسے
اپنے میں بھی ہو تو بُرا سمجھو، اور لوگوں کے ساتھ جو تمہارا رویہ ہو
اُسی رویہ کو اپنے لئے بھی درست سمجھو۔ جو بات نہیں جانتے اُس
کے بارے میں زبان نہ بلاؤ۔ اگرچہ تمہارے معلومات کم ہوں
دوسروں کے لئے وہ بات نہ کہو جو اپنے لئے سننا گوارا نہیں
کرتے یا درکھو! کہ خود پسندی صحیح طریقہ کار کے خلاف اور عقل
کی تباہی کا سبب ہے۔ روزی کمانے میں دوڑ دھوپ کرو اور
دوسروں کے خزاہچی نہ بنو۔ اور اگر سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق
تمہارے شامل حال ہو جائے تو انتہائی درجہ تک بس اپنے
پروردگار کے سامنے تذل اختیار کرو۔ دیکھو تمہارے سامنے ایک
دشووار گزار اور دور دراز راستہ ہے جس کے لئے بہترین زاد کی
تلاش اور بقدر توشہ کی فراہمی اس کے علاوہ سبکباری ضروری
ہے۔ لہذا اپنی طاقت سے زیادہ اپنی پیٹھ پر بوجھ نہ لا دو۔ کہ اس
کا بار تمہارے لئے وبال ان بن جائے گا اور جب ایسے فاقہ کش
لوگ مل جائیں کہ جو تمہارا توشہ اٹھا کر میدان حشر میں پہنچا
دیں اور کل کو جب کہ تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی تمہارے
حوالے کر دیں تو اُسے غنیمت جانو اور جتنا ہو سکے اس کی پشت پر
رکھ دو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پھر تم ایسے شخص کو ڈھونڈو اور نہ پاؤ اور
جو تمہاری دولت مندی کی حالت میں تم سے قرض مانگ رہا

فَكُنْ أَخْشَعَ مَا تَكُونُ لِرَبِّكَ وَاعْلَمْ أَنَّ
أَمَامَكَ طَرِيقًا ذَا مَسَافَةٍ بَعِيدَةٍ وَمَشَقَّةٍ
شَدِيدَةٍ - وَأَنَّهُ لَا غِنَى لَكَ فِيهِ عَنْ حُسْنِ
الْإِرْتِيَادِ - وَقَدَّرَ بِلَاغِكَ مِنَ الزَّادِ مَعَ خِفَّةِ
الظَّهْرِ - فَلَا تَحْمِلَنَّ عَلَى ظَهْرِكَ فَوْقَ
طَاقَتِكَ فَيَكُونُ ثِقْلٌ ذَلِكَ وَبَالًا عَلَيْكَ -
وَإِذَا وَجَدْتَ مِنْ أَهْلِ الْفَاقَةِ مَنْ يَحْمِلُ
لَكَ زَادَكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَيُؤَافِيكَ بِهِ
غَدًا حَيْثُ تَحْتَاجُ إِلَيْهِ فَاعْتَنِمُهُ وَحَبِّلْهُ
إِيَّاهُ - وَأَكْثِرْ مِنْ تَزْوِيدِهِ وَأَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ
فَلَعَلَّكَ تَطْلُبُهُ فَلَا تَجِدْهُ - وَاعْتَنِمِ مَنْ
اسْتَفْرَضَكَ فِي حَالِ غِنَاكَ لِيَجْعَلَ
قَضَائَهُ لَكَ فِي يَوْمِ عُسْرَتِكَ - وَاعْلَمْ أَنَّ
أَمَامَكَ عَقَبَةً كَوُودًا، الْمُخْفِ فِيهَا أَحْسَنُ
حَالًا مِنَ الشَّقِيلِ، وَالْمُبْطِئُ عَلَيْهَا أَقْبَحُ
حَالًا مِنَ الْمُسْرِعِ، وَأَنَّ مَهِيْطَكَ بِهَا لَا
مَحَالَةَ عَلَى جَنَّةٍ أَوْ عَلَى نَارٍ فَارْتَدَّ
لِنَفْسِكَ قَبْلَ نُزُولِكَ وَوَجَّيْءَ الْمَنْزِلِ قَبْلَ
حُلُولِكَ، فَلَيْسَ بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٌ،
وَلَا إِلَى الدُّنْيَا مُنْصَرَفٌ - وَاعْلَمْ أَنَّ الدُّيْ
بِيَدِهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قَدْ أُذِنَ
لَكَ فِي الدُّعَاءِ وَتَكَفَّلَ لَكَ بِالْإِجَابَةِ،
وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْأَلَهُ لِيُعْطِيكَ وَتَسْتَرْجِيَهُ
لِيَرْحَمَكَ وَلَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ

ہے اُس وعدہ پر کہ تمہاری تنگدستی کے وقت ادا کر دے گا تو اُسے
غنیمت جانو۔

یاد رکھو! تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے جس میں ہلکا
پھلکا آدمی گراں بار آدمی سے کہیں اچھی حالت میں ہوگا اور
ست رفتار تیز قدم دوڑنے والے کی بہ نسبت بری حالت میں
ہوگا اور اس راہ میں لامحالہ تمہاری منزل جنت ہوگی یا دوزخ لہذا
اُترنے سے پہلے جگہ منتخب کرلو، اور پڑاؤ ڈالنے سے پہلے اس
جگہ کو ٹھیک ٹھاک کرلو۔ کیونکہ موت کے بعد خوشنودی حاصل
کرنے کا موقع نہ ہوگا اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کی کوئی صورت
ہوگی۔ یقین رکھو کہ جس کے قبضہ میں قدرت میں آسمان وزمین
کے خزانے ہیں اُس نے تمہیں سوال کرنے کی اجازت دے
رکھی ہے اور قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم مانگو تا کہ
وہ دے رحم کی درخواست کرو تا کہ وہ رحم کرے۔ اُس نے اپنے
اور تمہارے درمیان دربان کھڑے نہیں کئے جو تمہیں روکتے
ہوں نہ تمہیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں سفارش
کے لئے لاؤ تب ہی کام ہو اور تم نے گناہ کیے ہوں تو اس نے
تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں
جلدی کی ہے، اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے
(کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا) نہ ایسے موقعوں پر اُس نے
تمہیں رسوا کیا کہ جہاں تمہیں رسوا ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ اُس
نے توبہ کے قبول کرنے میں (کڑی شرطیں لگا کر) تمہارے
ساتھ سخت گیری کی ہے۔ نہ گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے
ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔ بلکہ
اُس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور برائی
ایک ہو تو اسے ایک (برائی) اور نیکی ایک ہو تو اُسے دس
(نیکیوں) کے برابر ٹھہرایا ہے۔ اُس نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا

وَبَيْنَهُ مَنْ يَحْبِبُهُ عَنْكَ، وَلَمْ يُلْجِئَكَ إِلَى
مَنْ يَشْفَعُ لَكَ إِلَيْهِ، وَلَمْ يَنْعَكَ أَنْ أُسَأَلَ
مِنَ التَّوْبَةِ، وَلَمْ يُعَاجِلْكَ بِالنِّقْمَةِ، وَلَمْ
يَعْيِرْكَ بِالْإِنَابَةِ وَلَمْ يَفْضَحْكَ حَيْثُ
الْفَضِيحَةُ بِكَ أَوْلَى وَلَمْ يَشْدِدْ عَلَيْكَ فِي
قَبُولِ الْإِنَابَةِ، وَلَمْ يَنْقُشْكَ بِالْجَرِيمَةِ، وَلَمْ
يُؤَيِّسْكَ مِنَ الرَّحْمَةِ، بَلْ جَعَلَ نُزُوءَكَ
عَنِ الذَّنْبِ حَسَنَةً، وَحَسَبَ سَيِّئَتَكَ
وَاحِدَةً وَحَسَبَ حَسَنَتَكَ عَشْرًا، وَفَتَحَ
لَكَ بَابَ التَّائِبِ - فَإِذَا نَادَيْتَهُ سَمِعَ نِدَاءَكَ
وَإِذَا نَاجَيْتَهُ عَلِمَ نَجْوَاكَ فَأَفْضَيْتَ إِلَيْهِ
بِحَاجَتِكَ وَأَبْتَنَتْهُ ذَاتَ نَفْسِكَ، وَشَكَرَتْ
إِلَيْهِ هُمُومَكَ، وَاسْتَكْشَفَتْهُ كُرُوبَكَ،
وَاسْتَعْنَتْهُ عَلَى أُمُورِكَ، وَسَأَلَتْهُ مِنْ
خَزَائِنِ رَحْمَتِهِ مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى إِعْطَائِهِ
غَيْرُهُ مِنْ زِيَادَةِ الْأَعْمَارِ وَصِحَّةِ الْأَبْدَانِ
وَسَعَةِ الْأَرْزَاقِ - ثُمَّ جَعَلَ فِي يَدَيْكَ
مَفَاتِيحَ خَزَائِنِهِ بِمَا أُذِنَ لَكَ مِنْ مَسْأَلَتِهِ،
فَمَتَى شِئْتَ اسْتَفْتَحْتَ بِالْدُّعَاءِ أَبْوَابَ
نِعْمَتِهِ، وَاسْتَطَطَرْتَ تَشَابِيحَ رَحْمَتِهِ فَلَا
يُقْنِطُكَ إِبْطَاءُ إِحَاتِهِ فَإِنَّ الْعَطِيَّةَ عَلَى
قَدَرِ النِّيَّةِ وَرُبَّمَا أُخِرَتْ عَنْكَ الْإِجَابَةُ
لِيَكُونَ ذَلِكَ أَعْظَمَ لِأَجْرِ السَّائِلِ وَأَجْزَلَ
لِعَطَاءِ الْآمِلِ - وَرُبَّمَا سَأَلْتَ الشَّيْءَ فَلَا

ہے جب بھی اُسے پکارو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز
کرتے ہوئے اُس سے کچھ کہو وہ جان لیتا ہے۔ تم اُسی سے
مرادیں مانگتے ہو، اور اُسی کے سامنے دل کے بھید کھولتے ہو۔
اُسی سے اپنے دکھ درد کا ردنا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی
التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد مانگتے ہو اور اُس کی رحمت
کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور
کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و
توانائی اور رزق میں وسعت اور اس پر اُس نے تمہارے ہاتھ
میں اپنے خزانوں کے کھولنے والی کنجیاں دے دی ہیں اس طرح
کہ تمہیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا۔ اس طرح
جب تم چاہو دعا کے ذریعہ اُس کی نعمت کے دروازوں کو کھولو،
اُس کی رحمت کے جھالوں کو برسالو۔ ہاں بعض اوقات قبولیت
میں دیر ہو، تو اُس سے ناامید نہ ہو۔ اس لئے کہ عطیہ نیت کے
مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ
سائل کے اجر میں اضافہ ہو، اور امیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور
کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وہ حاصل نہیں ہوتی
مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیزیں تمہیں مل جاتی ہیں یا
تمہارے کسی بہتر مفاد کے پیش نظر تمہیں اس سے محروم کر دیا جاتا
ہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر
تمہیں دے دی جائیں تو تمہارا دین تباہ ہو جائے۔ لہذا تمہیں
بس وہ چیز طلب کرنا چاہئے جس کا جمال پائیدار ہو اور جس کا
دوال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو۔ رہا دنیا کا مال تو نہ یہ تمہارے
لئے رہے گا، اور نہ تم اُس کے لئے رہو گے۔

یاد رکھو! تم آخرت کے لئے پیدا ہوئے ہو، نہ کہ دنیا کے لئے، فنا
کے لئے خلق ہوئے ہو، نہ بقا کے لئے موت کے لئے بنے ہو نہ
حیات کے لئے، تم ایک ایسی منزل میں ہو جس کا کوئی ٹھیک نہیں

تَوَاتَاهُ وَأَوْتِيَتْ خَيْرًا مِّنْهُ عَاجِلًا أَوْ آجِلًا،
أَوْصِرْفَ عَنْكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَّكَ فَلَرُبَّ أَمْرٍ
قَدْ طَلَبْتَهُ فِيهِ هَلَكَ دِينُكَ لَوْ أُوْتِيْتَهُ
فَلَتَكُنْ مَسْأَلَتُكَ فِيمَا يَبْقَى لَكَ جَمَالُهُ
وَيَنْفَى عَنْكَ وَبَالُهُ۔ فَاَلْمَالُ لَا يَبْقَى لَكَ
وَلَا تَبْقَى لَهُ۔

وَأَعْلَمُ أَنَّكَ إِنَّمَا خُلِقْتَ لِلْآخِرَةِ لَا لِلدُّنْيَا،
وَلِلْفَنَاءِ لَا لِلْبَقَاءِ، وَلِلْمَوْتِ لَا لِلْحَيَاةِ،
وَأَنَّكَ فِي مَنْزِلِ قُلْعَةٍ وَدَارِ بُلْعَةٍ، وَطَرِيقُ
إِلَى الْآخِرَةِ، وَأَنَّكَ طَرِيدُ الْمَوْتِ الَّذِي لَا
يَنْجُو مِنْهُ هَارِبُهُ، وَلَا بُدَّ أَنَّهُ مُدْرِكُهُ
فَكُنْ مِنْهُ عَلَى حَذَرٍ أَنْ يُدْرِكَكَ وَأَنْتَ
عَلَى حَالٍ سَيِّئَةٍ قَدْ كُنْتَ تَحْدِثُ نَفْسَكَ
مِنْهَا بِالتَّوْبَةِ فَيَحُولُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ ذَلِكَ، فَإِذَا
أَنْتَ قَدْ أَهْلَكْتَ نَفْسَكَ۔ يَابْنِي أَكْثَرُ مِنْ
ذِكْرِ الْمَوْتِ وَذِكْرِ مَا تَهْجُمُ عَلَيْهِ وَتُفْضِي
بَعْدَ الْمَوْتِ إِلَيْهِ حَتَّى يَأْتِيَكَ وَقَدْ أَخَذَتْ
مِنْهُ حِدْرَكَ، وَشَدَدَتْ لَهُ أَزْرَكَ، وَلَا
يَأْتِيَكَ بَغْتَةً فَيَبْهَرَكَ۔ وَإِيَّاكَ أَنْ تَغْتَرِبَا
تَرَى مِنْ إِخْلَادِ أَهْلِ الدُّنْيَا إِلَيْهَا، وَ
تَكَلِّمُهُمْ عَلَيْهَا، فَقَدْ نَبَّأَكَ اللَّهُ عَنْهَا، وَنَعَتْ
لَكَ نَفْسَهَا، وَتَكَشَّفَتْ لَكَ عَنْ مَسَاوِيهَا،
فَإِنَّمَا أَهْلُهَا كِلَابٌ عَاوِيَةٌ، وَسَبَاعٌ ضَارِيَةٌ،
يَهْرُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَيَأْكُلُ عَزِيزُهَا ذَلِيلَهَا

اور ایک ایسے گھر میں ہو جو آخرت کا ساز و سامان مہیا کرنے
کے لئے ہے اور صرف منزل آخرت کی گزرگاہ ہے۔ تم وہ ہو
جس کا موت پیچھے کئے ہوئے ہے جس سے بھاگنے والا چھٹکارا
نہیں پاتا۔ کتنا ہی کوئی چاہے، اُس کے ہاتھ سے نہیں نکل سکتا۔
اور وہ بہر حال اُسے پالیتی ہے۔ لہذا ڈرو اس سے کہ موت تمہیں
ایسے گناہوں کے عالم میں آجائے جن سے توبہ کے خیالات تم
دل میں لاتے تھے۔ مگر وہ تمہارے اور توبہ کے درمیان حائل
اسے فرزند! موت کو اور اُس منزل کو جس پر تمہیں اچانک وارد
ہونا ہے اور جہاں موت کے بعد پہنچنا ہے ہر وقت یاد رکھنا تاکہ
جب وہ آئے تو تم اپنا حفاظتی سروسامان مکمل اور اُس کے لئے
اپنی قوت مضبوط کر چکے ہو، اور وہ اچانک تم پر نہ ٹوٹ پڑے کہ
تمہیں بے دست و پا کر دے۔ خبردار! دنیا داروں کی دنیا پرستی
اور اُن کی حرص و طمع جو تمہیں دکھائی دیتی ہے وہ تمہیں فریب نہ
دے۔ اس لئے کہ اللہ نے اس کا وصف خوب بیان کر دیا ہے،
اور دنیا نے خود بھی اپنی حقیقت واضح کر دی ہے اور اپنی برائیوں
کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اس (دنیا) کے گردیدہ بھونکنے والے
کتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں وہ آپس میں ایک
دوسرے پر غراتے ہیں۔ طاقتور کمزور کو نگلے لیتا ہے اور بڑا
چھوٹے کو کچل رہا ہے۔ ان میں کچھ چوپائے بندھے ہوئے اور
کچھ چھئے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی عقلیں کھودی ہیں اور
انجانے راستے پر سوار ہو لیے ہیں یہ دشوار گزار وادیوں میں
آفتوں کی چراگاہ میں چھپے ہیں۔ نہ ان کا کوئی نگہ بان ہے جو ان
کی رکھوالی کرے، نہ کوئی چرواہا ہے جو انہیں چرائے۔ دنیا نے
اُن کو گمراہی کے راستے پر لگایا ہے اور ہدایت کے مینار سے اُن
کی آنکھیں بند کر دی ہیں۔ یہ اُس کی گمراہیوں میں سرگرداں
اور اُس کی نعمتوں میں غلطان ہیں، اور اُسے ہی اپنا معبود بنا رکھا

وَيَقْهَرُ كَبِيرُهَا صَغِيرَهَا نَعَمَ مَعْقِلَةٌ،
وَأُخْرَى مُهْمَلَةٌ قَدْ أَضَلَّتْ عَقْلُهَا وَرَكِبَتْ
مَجْهُولَهَا، سُرُوحٌ عَاهِيَةٌ بَوَادٍ وَعَيْثُ۔
لَيْسَ لَهَا رَاعٌ يُقِيمُهَا، وَلَا مُسَيِّمٌ يُسَيِّمُهَا۔
سَلَكْتَ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيقَ الْعَمَى،
وَأَخَذْتَ بِأَبْصَارِهِمْ عَنْ مَنَارِ الْهُدَى،
فَتَاهُوا فِي حَيْرَتِهَا، وَغَرُّوا فِي نِعْمَتِهَا،
وَاتَّخَذُوا هَا رَبًّا فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَلَعِبُوا بِهَا وَ
نَسُوا مَا وَرَأَتْهَا۔

رَوَيْدًا يُسْفِرُ الظَّلَامَ اللَّهُ كَانَ قَدْ وَرَدَتْ
الْأَظْعَانُ يُوشِكُ مَنْ أَسْرَعَ أَنْ يَلْحَقَ
وَأَعْلَمُ أَنْ مَنْ كَانَتْ مُطِئَتُهُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ
فَإِنَّهُ يُسَارِبُهُ وَإِنْ كَانَ وَاقِفًا، وَيَقْطَعُ
السَّافَةَ وَإِنْ كَانَ مُقِيمًا وَادِعًا۔ وَأَعْلَمُ
يَقِينًا أَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ أَمْلَكَ وَلَنْ تَعُدَّ أَجَلَكَ
وَأَنَّكَ فِي سَبِيلٍ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ فَخَقِصْ
فِي الطَّلَبِ، وَأَجِزْ فِي الْمَكْتَسَبِ فَإِنَّهُ
رُبَّ طَلَبٍ قَدْ جَرَّ إِلَى حَرْبٍ فَلَيْسَ كُلُّ
طَبِيبٍ وَبَيْنَ اللَّهِ ذُو نِعْمَةٍ فَا فَعَلْ فَإِنَّكَ
مُدْرِكٌ قِسْمِكَ وَآخِذٌ سَهْمِكَ وَإِنْ
الْيَسِيرَ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ أَعْظَمُ وَأَكْرَمُ مِنَ
الْكَثِيرِ مِنْ خَلْقِهِ وَإِنْ كَانَ كُلُّ مَنْهُ
وَتَلَا فَيْكَ مَافَرَطٍ مِنْ صَبْتِكَ أَيْسَرُ مِنْ
إِدَارِكَ مَافَاتٍ مِنْ مَنْطِقِكَ،

ہے۔ دنیا ان سے کھیل رہی ہے، اور یہ دنیا سے کھیل رہے ہیں
ہو جائے۔ ایسا ہوا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا۔
اور اس کے آگے کی منزل کھو بھولے ہوئے ہیں۔ ٹھہرو! اندھیرا
چھٹنے دو۔ گویا (میدان حشر میں) سواریاں اتر ہی پڑی ہیں۔
تیز قدم چلنے والوں کے لئے وہ وقت دور نہیں کہ اپنے قافلہ سے
مل جائیں اور معلوم ہونا چاہئے کہ جو شخص لیل و نہار کے مرکب
پر سوار ہے وہ اگرچہ ٹھہرا ہوا ہے مگر حقیقت میں چل رہا ہے۔ اور
اگرچہ ایک جگہ پر قیام کئے ہوئے ہے مگر مسافت طے کئے جا رہا
ہے اور یہ یقین کیساتھ جانے رہو کہ تم اپنی آرزوؤں کو پورا کبھی
نہیں کر سکتے، اور حقیقی زندگی لے کر آئے ہو اُس سے آگے نہیں
بڑھ سکتے اور تم بھی اپنے پہلے والوں کی راہ پر ہو، لہذا طلب میں
نرم رفتاری اور کسب معاش میں میانہ روی سے کام لو۔ کیونکہ اکثر
طلب کا نتیجہ مال کا گنونا ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ رزق
کی تلاش میں لگا رہنے والا کامیاب ہی ہو، اور کدو کاوش میں
اعتدال سے کام لینے والا محروم ہی رہے۔ ہر ذلت سے اپنے
نفس کو بلند تر سمجھو، اگرچہ وہ تمہاری من مانی چیزوں تک تمہیں
پہنچا دے۔ کیونکہ اپنے نفس کی عزت جو کھودو گے، اُس کا بدل
کوئی حاصل نہ کر سکو گے۔ دوسروں کے غلام نہ بن جاؤ جبکہ اللہ
نے تمہیں آزاد بنایا ہے۔ اُس بھلائی میں کوئی بہتری نہیں جو
برائی کے ذریعہ حاصل ہو اور اُس آرام و آسائش میں کوئی
بہتری نہیں جس کے لئے (ذلت کی) دشواریاں بھیلنا پڑیں۔
خبردار تمہیں طمع و حرص کی تیز روسواریاں ہلاکت کے گھاٹ پر نہ
لا اُتاریں۔ اگر ہو سکے تو یہ کرو کہ اپنے اور اللہ کے درمیان کسی
ولی نعمت کو واسطہ نہ بننے دو کیونکہ تم اپنا حصہ اور اپنی قسمت کا پا کر
رہو گے۔ وہ تھوڑا جو اللہ سے بے منت خلق طے اس بہت سے
کہیں بہتر ہے جو مخلوق کے ہاتھوں سے ملے۔ اگرچہ حقیقتاً جو ملتا
ہے اللہ ہی کی طرف سے ملتا ہے بے محل خاموشی کا تدارک بے

وَحَفِظْ مَا فِي الْوَعَاءِ بِشِدَّةِ الْوَكَاةِ
وَحَفِظْ مَا فِي يَدَيْكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ
طَلَبِ مَا فِي يَدِ غَيْرِكَ - وَمَوَارِدُ الْيَأْسِ
خَيْرٌ مِنَ الطَّلَبِ إِلَى النَّاسِ - وَالْحِرْفَةُ
مَعَ الْعِفَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْغِنَى مَعَ الْفُجُورِ -
وَالْمِرَّةُ أَحْفَظُ لِسِرِّهِ - وَرُبَّ سَاعٍ فِيهَا
يَضُرُّهُ - مَنْ أَكْثَرَ أَهْجَرَ - وَمَنْ تَفَكَّرَ
أَبْصَرَ - قَارِنِ أَهْلَ الْخَيْرِ تَكُنْ مِنْهُمْ -
وَبَايِنِ أَهْلَ الشَّرِّ تَكُنْ عَنْهُمْ بِنَسِ الطَّعَامِ
الْحَرَامِ - وَظَلَمَ الضَّعِيفَ أَفْحَشُ الظُّلْمِ -
إِذَا كَانَ الرَّفْقُ حَرْقًا كَانَ الْخَرْقُ رَفَقًا -
رُبَّمَا كَانَ الدَّوَاءُ دَاءً وَالِدَاءُ دَوَاءً وَرُبَّمَا
نَصَحَ غَيْرُ النَّاصِحِ وَغَشَّ الْمُسْتَنْصَحُ -
وَإِيَّاكَ وَإِنكَالَكَ عَلَى الْمُنَى فَإِنَّهَا بَضَائِعُ
النُّوْكَى، وَالْعَقْلُ حَفِظُ الشَّجَارِبِ
وَخَيْرُ مَا جَرَّبْتَ مَا وَعَظَكَ - بَادِرِ
وَعَظَكَ - بَادِرِ الْفُرْصَةَ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ
غَضَّةً لَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ يُصِيبُ، وَلَا كُلُّ
غَائِبٍ يُؤَوِّبُ - وَمِنَ الْفَسَادِ إِضَاعَةُ الزَّادِ
وَمُفْسَدَةُ الْمَعَادِ - وَلِكُلِّ أَمْرٍ عَاقِبَةٌ - سَوْفَ
يَأْتِيكَ مَا قَدَّرَ لَكَ - التَّاجِرُ مُحَاطِرٌ - وَرُبَّ
يَسِيرٍ أَنْسَى مِنْ كَثِيرٍ - لَا خَيْرَ فِي مُعِينٍ
مُهِينٍ وَلَا فِي صَدِيقٍ ظَنِينٍ - سَاهِلِ
الدَّهْرَ مَا ذَلَّ لَكَ قُعُودُهُ - وَلَا

موقعہ گفتگو ہے آسان ہے۔ برتن میں جو ہے اُس کی حفاظت
یونہی ہوگی کہ منہ بند رکھو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اُس کو
محفوظ رکھنا دوسروں کے آگے دست طلب بڑھانے سے مجھے
زیادہ پسند ہے یاں کی تلخی سہہ لینا لوگوں کے سامنے ہاتھ
پھیلانے سے بہتر ہے۔ پاک دامانی کے ساتھ محنت و مزدوری
کر لینا فسق و فجور میں گھری ہوئی دولت مندی سے بہتر ہے
انسان خود ہی اپنے راز کو خوب چھپا سکتا ہے۔ بہت سے لوگ
ایسی چیز کے لئے کوشاں ہوتے ہیں جو اُن کے لئے ضرر رساں
ثابت ہوتی ہے جو زیادہ بولتا ہے وہ بے معنی باتیں کرنے لگتا
ہے۔ سوچ بچار سے قدم اٹھانے والا (صحیح راستہ) دیکھ لیتا ہے
نیکیوں سے میل جول رکھو گے تو تم بھی نیک ہو جاؤ گے، بروں
سے بچے رہو گے تو اُن (کے اثرات) سے محفوظ رہو گے۔

بدترین کھانا وہ ہے جو حرام ہو۔ اور بدترین ظلم وہ ہے جو کسی کمزور
و ناتواں پر کیا جائے۔ جہاں نرمی سے کام لینا مناسب ہو وہاں
 سخت گیری ہی نرمی ہے۔ کبھی کبھی دوا بیماری، اور بیماری دوا بن
جایا کرتی ہے۔ کبھی بدخواہ بھلائی کی راہ سوچا دیا کرتا ہے، اور
دوست فریب دے جاتا ہے۔ خبردار! امیدوں کے سہارے پر
نہ بیٹھنا، کیونکہ امیدیں امتحانوں کا سرمایہ ہوتی ہیں۔ تجربوں کو
محفوظ رکھنا عقلمندی ہے۔ بہترین تجربہ وہ ہے جو پسند و نصیحت
دے۔ فرصت کا موقع غنیمت جانو۔ قبل اس کے کہ وہ رنج و
اندوہ کا سبب بن جائے ہر طلب و سعی کرنے والا مقصد کو پانہیں
لیا کرتا، اور ہر جانے والا پلٹ کر نہیں آیا کرتا۔ توشہ کا کھودنا اور
عاقبت بگاڑ لینا بربادی و تباہ کاری ہے۔ ہر چیز کا ایک نتیجہ و ثمر ہوا
کرتا ہے جو تمہارے مقدر میں ہے وہ تم تک پہنچ کر رہے گا۔
تاجر اپنے کو خطروں میں ڈالا ہی کرتا ہے۔ کبھی تھوڑا مال مالی
فراواں سے زیادہ بابرکت ثابت ہوتا ہے پست طینت مددگار

تُخَاطِرُ بَشِيٍّ رَجَاءٌ أَكْثَرُ مِنْهُ - وَإِيَّاكَ
أَنْ تَجْمَحَ بِكَ مَطِيَّةُ اللَّجَاجِ - أَحْيِلْ
نَفْسَكَ مِنْ أَحْيِكَ عِنْدَ صَرْمِهِ عَلَى
الصَّلَاةِ، وَعِنْدَ صُدُودِهِ عَلَى اللَّطْفِ
وَالْمُقَارَبَةِ، وَعِنْدَ جُمُودِهِ عَلَى الْبَدَلِ،
وَعِنْدَ تَبَاعُدِهِ عَلَى الدُّنُوِّ،
وَعِنْدَ تَبَاعُدِهِ عَلَى الدُّنُوِّ، وَعِنْدَ شِدَّتِهِ
عَلَى اللَّيْنِ، وَعِنْدَ جُرْمِهِ عَلَى الْعُدْرِ
حَتَّى كَأَنَّكَ لَهُ عَبْدٌ وَكَانَهُ ذُو نِعْمَةٍ
عَلَيْكَ -

وَإِيَّاكَ أَنْ تَضَعَ ذَلِكَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ أَوْ
أَنْ تَفْعَلَهُ بِغَيْرِ أَهْلِهِ - لَا تَتَّخِذَنَّ عَدُوَّ
صَدِيقِكَ صَدِيقًا فَتُعَادِيَ صَدِيقَكَ -
وَأَمَحْضُ أَخَاكَ النَّصِيحَةُ حَسَنَةٌ كَانَتْ
أَوْ قَبِيحَةً - وَتَجَرَّعُ الْغَيْظُ فَإِنِّي لَمْ
أَرْجُرْ عَةً أَحْلَى مِنْهَا عَاقِبَةً وَلَا
الدَّمْعَةُ - وَلَنْ لِمَنْ غَالَطَكَ فَإِنَّهُ يُوشِكُ
أَنْ يَلِيَنَّ لَكَ - وَخُذْ عَلَى عَدُوِّكَ
بِالْفَضْلِ فَإِنَّهُ أَحْلَى الظُّفَرَيْنِ وَإِنْ أَرَدْتَ
قَطِيعَةً أَحْيِكَ فَاسْتَبِقْ لَهُ مِنْ نَفْسِكَ بَقِيَّةً
يَرْجِعُ إِلَيْهَا إِنْ بَدَّلَهُ ذَلِكَ يَوْمًا مَا - وَمَنْ
ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهُ - وَلَا تُضَيِّعَنَّ
حَقَّ أَحْيِكَ إِنْكَالًا عَلَى مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ فَإِنَّهُ
لَيْسَ لَكَ بِأَخٍ مَنْ أَضَعْتَ حَقَّهُ - وَلَا يَكُنْ

میں کوئی بھلائی نہیں اور نہ بدگمان دوست میں جب تک زمانہ کی
سواری تمہارے قابو میں ہے اس سے نباہ کرتے رہو۔ زیادہ کی
امید میں اپنے کو خطروں میں نہ ڈالو۔ خبردار! کہیں دشمن و عناد کی
سواریاں تم سے منہ زوری نہ کرنے لگیں۔ اپنے کو اپنے بھائی
کے لئے اس پر آمادہ کرو کہ جب وہ دوستی توڑے تو تم اُسے
جوڑو، وہ منہ پھیرے تو تم آگے بڑھو اور لطف و مہربانی سے پیش
آؤ۔ وہ تمہارے لئے کنجوسی کرے تم اُس پر خرچ کرو و دوری
اختیار کرے تو تم اُس کے نزدیک ہونے کی کوشش کرو، وہ سختی
کرتا رہے اور تم نرمی کرو۔ وہ خطا کا مرتکب ہو اور تم اس کے لئے
عذر تلاش کرو، یہاں تک کہ گویا تم اس کے غلام اور وہ تمہارا
آقا ہے۔

مگر خبردار یہ برتاؤ بے محل نہ ہو اور نا اہل سے یہ رویہ نہ اختیار
کرو۔ اپنے دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ ورنہ اس
دوست کے دشمن قرار پاؤ گے۔ دوست کو کھری کھری نصیحت
کی باتیں سننا خواہ اُسے اچھی لگیں یا بُری۔ غصہ کے کڑوے
گھونٹ پی جاؤ۔ کیونکہ میں نے نتیجہ کے لحاظ سے اس سے
زیادہ خوش مزہ و شیریں گھونٹ نہیں پائے، جو شخص تم سے سختی
کے ساتھ پیش آئے اُس سے نرمی کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ اس
رویہ سے وہ خود ہی نرم پڑ جائے گا۔ دشمن پر لطف و کرم کے
ذریعہ سے راہ چارہ و تدبیر مسدود کرو کیونکہ دو قسم کی کامیابیوں
میں یہ زیادہ مزے کی کامیابی ہے اپنے کسی دوست سے
تعلقات قطع کرنا چاہو تو اپنے دل میں اتنی جگہ رہنے دو کہ اگر
اس کا رویہ بدلے تو اس کے لئے گنجائش ہو۔ جو تم سے حُسن
ظن رکھے اُس کے حُسن ظن کو سچا ثابت کرو۔ باہمی روابط کی
بنیاد پر اپنے کسی بھائی کی حق تلفی نہ کرو۔ کیونکہ پھر وہ بھائی
کہاں رہا جس کا حق تم تلف کرو۔ یہ نہ چاہئے کہ تمہارے گھر
والے تمہارے ہاتھوں دنیا جہاں میں سب سے زیادہ

أَهْلَكَ أَشَقَى الْخَلْقِ بِكَ - وَلَا تَرْغَبَنَّ
فِيمَنْ زَهَدَ فِيكَ وَلَا يَكُونَنَّ أَخُوكَ أَقْوَى
عَلَى قَطِيعَتِكَ مِنْكَ عَلَى صَلَاتِهِ وَلَا
تَكُونَنَّ عَلَى الْبِاسَانَةِ أَقْوَى مِنْكَ عَلَى
الْبَاحْسَانِ، وَلَا يَكْبُرَنَّ عَلَيْكَ ظَلَمٌ مِّنْ
ظَلَمِكَ فَإِنَّهُ يَسْعَى فِي مَضْرَبَتِهِ وَنَفْعُكَ
وَلَيْسَ جَزَاءُ مَنْ سَرَّكَ أَنْ تَسُوَّاهُ -
وَأَعْلَمُ يَابُنَى أَنْ الرِّزْقَ رِزْقَانِ رِزْقٌ
تَطْلُبُهُ، وَرِزْقٌ يَطْلُبُكَ فَإِنْ لَمْ تَأْتِهِ
أَتَاكَ مَا أَقْبَحَ الْخُضُوعِ عِنْدَ الْحَاجَةِ
وَالْجَفَاءِ عِنْدَ الْغِنَى؟ إِنْ لَكَ مِنْ دُنْيَاكَ
مَا أَصْلَحْتَ بِهِ مَثْوَاكَ - وَإِنْ جَزِعْتَ
عَلَى مَا تَفَلَّتَ مِنْ يَدَيْكَ فَاجْزَعْ عَلَى
كُلِّ مَالٍ يَصِلُ إِلَيْكَ اسْتَدِلَّ عَلَى مَالٍ
يَكُنْ بِمَا قَدْ كَانَ فَإِنَّ الْأُمُورَ أَشْبَاهُ - وَلَا
تَكُونَنَّ مِمَّنْ لَا تَنْفَعُهُ الْعِظَةُ إِلَّا إِذَا بَالَعَتْ
فِي إِيْلَامِهِ، فَإِنَّ الْعَاقِلَ يَتَعَطَّى بِالْأَدَابِ
وَالْبَهَائِمُ لَا تَتَعَطَّى إِلَّا بِالضَّرْبِ - أَطْرَحَ
عَنْكَ وَارِدَتِ الْهُومُ بِعِزِّ الصَّبْرِ وَحُسْنِ
النِّيَّةِ - مَنْ تَرَكَ الْقَصْدَ جَارًا
الصَّاحِبُ مُنَاسِبٌ وَالصَّدِيقُ مَنْ صَدَّقَ
غَيْبَهُ - وَالْهُوَى شَرِيكَ الْغِنَاءِ - رَبُّ قَرِيبٍ
أَبْعَدُ مِنْ بَعِيدٍ، وَأَقْرَبُ مِنْ قَرِيبٍ
وَالْغَرِيبُ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَبِيبٌ مِّنْ

تَعَدَى الْحَقُّ ضَاقَ مَذْهَبُهُ وَمَنْ اقْتَصَرَ
عَلَى قَدَرِهِ كَانَ أَبْقَى لَهُ - وَأَوْثَقُ سَبَبٍ
أَخَذْتَ بِهِ سَبَبٌ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللَّهِ - وَمَنْ
لَمْ يُبَالِكْ فَهُوَ عَدُوُّكَ قَدْ يَكُونُ الْيَأْسُ
إِذَا كَانَ الطَّمَعُ هَلَاكًا - لَيْسَ كُلُّ
عَوْدَةٍ تَظْهَرُ وَلَا كُلُّ فُرْصَةٍ تُصَابُ - وَدُبًّا
أَخْطَا الْبَصِيرُ قَصْدَهُ وَأَصَابَ الْأَعْمَى
رُشْدَهُ - أَخْبَرَ الشَّرَفَانِكَ إِذَا شِئْتَ
تَعَجَّلْتَهُ - وَقَطِيعَةُ الْجَاهِلِ تَعْدِلُ صِلَةَ
الْعَاقِلِ مَنْ أَمِنَ الزَّمَانَ خَانَهُ، وَمَنْ
أَعْظَمَهُ أَهَانَهُ لَيْسَ كُلُّ مَنْ رَمَى أَصَابَ -
إِذَا تَغَيَّرَ السُّلْطَانُ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ سَلَّ عَنِ
الرَّفِيقِ قَبْلَ الطَّرِيقِ وَعَنِ الْجَارِ قَبْلَ
الدَّارِ إِيَّاكَ أَنْ تَذْكُرَ فِي الْكَلَامِ مَا يَكُونُ
مُضْجِكًا وَإِنْ حَكَيْتَ ذَلِكَ عَنْ غَيْرِكَ
وَأِيَّاكَ وَمُشَاوَرَةَ النِّسَاءِ فَإِنْ رَأَيْتَهُنَّ إِلَى
أَفْسٍ وَعَزَمْتَهُنَّ إِلَى وَهْنٍ ذَلِكَ يَدْعُو
الصَّحِيحَةَ إِلَى السُّقْمِ وَالْبَرِيئَةَ إِلَى
الرَّيْبِ - وَاجْعَلْ لِكُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ خَدَمِكَ
عَمَلًا تَأْخُذُ بِهِ فَإِنَّهُ أَحْوَى أَنْ لَا يَتَوَاطَلُوا
فِي خَدَمَتِكَ وَأَكْرَمَ عَشِيرَتِكَ فَإِنَّهُمْ
جَنَاحُكَ الَّذِي بِهِ تَطِيرُ وَأَصْلُكَ الَّذِي
إِلَيْهِ تَصِيرُ، وَيَذْكُ التِّي بِهَا تَصُولُ -
أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَدُنْيَاكَ - وَأَسْأَلُهُ خَيْرَ

کرجاتا ہے اس کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے جو اپنی حیثیت سے
آگے نہیں بڑھتا اس کی منزل برقرار رہتی ہے۔ تمہارے
ہاتھوں میں سب سے زیادہ مضبوط وسیلہ وہ ہے جو تمہارے
اور اللہ کے درمیان ہے۔ جو تمہاری پرواہ نہیں کرتا وہ تمہارا
دشمن ہے۔ جب حرص و طمع تباہی کا سبب ہو تو مایوسی ہی میں
کا مرانی ہے۔ ہر عیب ظاہر نہیں ہوا کرتا۔ فرصت کا موقع بار
بار نہیں ملا کرتا۔ کبھی آنکھوں والا صحیح راہ کو دیتا ہے اور اندھا
صحیح راستہ پالیتا ہے۔ برائی کو پس پشت ڈالتے رہو کیونکہ
جب چاہو گے اُس کی طرف بڑھ سکتے ہو۔ جاہل سے علاقہ
توڑنا، عقلمند سے رشتہ جوڑنے کے برابر ہے۔ جو دنیا پر اعتماد
کر کے مطمئن ہو جاتا ہے دنیا اُسے دغا دے جاتی ہے، اور
جو اُسے عظمت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے وہ اُسے پست و
ذلیل کرتی ہے۔ ہر تیر انداز کا نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھا کرتا۔
جب حکومت بدلتی ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے۔ راستے سے
پہلے شریک سفر اور گھر سے پہلے ہمسایہ کے متعلق پوچھ گچھ
کرو۔ خبردار اپنے گفتگو میں ہنسانے والی باتیں نہ لاؤ۔
اگرچہ وہ نقل قول کی حیثیت سے ہوں۔ عورتوں سے ہرگز
مشورہ نہ لو کیونکہ ان کی رائے کمزور اور ارادہ سست ہوتا
ہے۔ انہیں پردہ میں بٹھا کر ان کی آنکھوں کو تاک جھانک
سے روکو۔ کیونکہ پردہ کی سختی اُن کی عزت و آبرو کو برقرار
رکھنے والی ہے۔ ان کا گھروں سے نکلنا اس سے زیادہ
خطرناک نہیں ہوتا جتنا کسی ناقابل اعتماد کو گھر میں آنے دینا،
اور اگر بن پڑے تو ایسا کرو کہ تمہارے علاوہ کسی اور کو وہ
پہچانتی ہی نہ ہوں۔ عورت کو اُس کے ذاتی امور کے علاوہ
دوسرے اختیارات نہ سونپو کیونکہ عورت ایک پھول ہے وہ
کارفرما اور حکمران نہیں ہے۔ اس کا پاس و لحاظ اُس کی ذات
سے آگے نہ بڑھاؤ اور یہ حوصلہ پیدا نہ ہونے دو کہ وہ

الْقَضَاءُ لَكَ فِي الْعَاجِلَةِ وَالْآجِلَةِ وَالْذَنْبِ
وَالْأَجْرَةِ وَالسَّلَامُ۔

وَأِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَغْرِبَنَّ غَيْرُكَ
فَأَفْعَلْ وَلَا تُسَلِّكِ الْمَوَاةَ مِنْ أَمْرِهَا مَا
جَاوَزَ نَفْسَهَا فَإِنَّ الْمَرَاةَ رِيحَانَةٌ وَلَيْسَتْ
بِقَهْرٍ مَانَةٍ وَلَا تَعُدُّ بِكَرَامَتِهَا نَفْسَهَا،
وَلَا تُطِيعُهَا فِي أَنْ تَشْفَعَ بِغَيْرِهَا۔
وَإِيَّاكَ وَالتَّغَايِرَ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ غَيْرَ فَإِنَّ
وَكَفَّفَ عَلَيْهِنَّ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحِجَابِ
أَبْقَى عَلَيْهِنَّ وَلَيْسَ خُرُوجُهُنَّ بِأَشَدَّ
مِنْ إِدْخَالِكَ مَنْ لَا يُوقِقُ بِهِ عَلَيْهِنَّ،

دوسروں کی سفارش کرنے لگے۔ بے محل شبہ بدگمانی کا اظہار
نہ کرو کہ اس سے نیک چلن اور پاکباز عورت بھی بے راہی اور
بدکرداری کی راہ دیکھ لیتی ہے۔ اپنے خدمت گزاروں میں
ہر شخص کے لئے ایک کام معین کر دو، جس کی جواب دہی اس
سے کر سکو۔ اس طریق کار سے وہ تمہارے کاموں کو ایک
دوسرے پر نہیں ٹالیں گے۔ اپنے قوم قبیلے کا احترام کرو۔
کیونکہ وہ تمہارے ایسے پر وبال ہیں کہ جن سے تم پرواز
کرتے ہو، اور ایسی بنیادیں ہیں جن کا تم سہارا لیتے ہو، اور
تمہارے وہ دست و بازو ہیں جن سے حملہ کرتے ہو۔ میں
تمہارے دین اور تمہاری دنیا کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں اور
اس سے حال و مستقبل اور دنیا و آخرت میں تمہارے لئے
بھلائی کے فیصلہ کا خواستگار ہوں۔ والسلام۔

ابن میثم نے جعفر ابن بابونہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نے یہ وصیت نامہ محمد ابن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام
تحریر فرمایا، اور علامہ رضی نے تحریر کیا ہے کہ اس سے مراد مخاطب امام حسن علیہ السلام ہیں۔ بہر صورت مخاطب خواہ امام حسن ہوں،
یا محمد ابن حنفیہ یہ منشور امامت تمام نوع انسان کے لئے درس ہدایت ہے کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے سعادت و کامرانی کی راہیں
کھل سکتی ہیں۔ اور انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلے جادۂ ہدایت پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اُس میں دنیا و آخرت کو سنوارنے،
اخلاقی شعور کو ابھارنے اور معیشت و معاشرت کو سدھارنے کے وہ بنیادی اصول درج ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے علماء فلاسفر
کے ضخیم دفتر قاصر ہیں۔ اس کے حقائق آگئیں مواعظ انسانیت کے بھولے ہوئے درس کو یاد دلانے، حسن معاشرت کے مئے
ہوئے نقوش کو تازہ کرنے اور اخلاقی رفعتوں کو ابھارنے کے لئے قوی محرک ہیں۔

مکتوب (۳۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

معاویہ کے نام

تم نے لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو تباہ کر دیا ہے۔ اپنی گمراہی
سے انہیں فریب دیا ہے اور انہیں اپنے سمندر کی موجوں میں
ڈال دیا ہے۔ ان پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں اور شبہات کی
لہریں انہیں تھپڑے دے رہی ہیں جس کے بعد وہ سیدھی راہ

إِلَى مُعَاوِيَةَ :
وَأَرَدَيْتَ جِيلًا مِّنَ النَّاسِ كَثِيرًا
خَدَعْتَهُمْ بِغَيْمِكَ، وَالْقَيْتَهُمْ فِي مَوْجٍ
بَحْرِكَ تَغْشَاهُمُ الظُّلُمَاتُ وَتَتَلَا طَمَ بِهِمْ

الشُّبُهَاتُ فَجَازُوا عَنْ وَجْهِهِمْ وَنَكَصُوا
عَلَى أَعْقَابِهِمْ وَتَوَلَّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمْ۔
وَعَوَّلُوا عَلَى أَحْسَابِهِمْ إِلَّا مَنْ فَارَقُواكَ
بَعْدَ مَعْرِفَتِكَ، وَهَرَبُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ
مُؤَاذِرَتِكَ إِذْ حَمَلْتَهُمْ عَلَى الصُّعْبِ
وَعَدَلْتَ بِهِمْ عَنِ الْقَصْدِ فَاتَّقِ اللَّهَ
يَا مُعَاوِيَةُ فِي نَفْسِكَ وَجَاوِبِ الشَّيْطَانَ
قِيَادَكَ، فَإِنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ عَنْكَ وَ
الْآخِرَةُ قَرِيبَةٌ مِنْكَ۔ وَالسَّلَامُ۔

سے بے راہ ہو گئے، اٹے پیروں پھر گئے پیٹھ پھیر کر چلتے بنے،
اور اپنے حسب و نسب پر پھر و سہ کر بیٹھے، کچھ اہل بصیرت کے جو
پلٹ آئے اور تمہیں جان لینے کے بعد تم سے علیحدہ ہو گئے اور
تمہاری نصرت و امداد سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف تیزی سے چل
پڑے جبکہ تم نے انہیں دشواریوں میں مبتلا کر دیا تھا اور اعتدال
کی راہ سے ہٹا دیا تھا۔

اے معاویہ! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور اپنی مہار شیطان
کے ہاتھ سے چھین لو کیونکہ دنیا تم سے بہر حال قطع ہو جائیگی اور
آخرت تمہارے قریب پہنچ چکی ہے۔ والسلام۔

مکتوب (۳۳)

والی مکہ قثم ابن عباس کے نام

مغربی علاقہ کے میرے جاسوس نے مجھے تحریر کیا ہے کہ کچھ
شام کے لوگوں کو (مکہ) حج کیلئے روانہ کیا گیا ہے جو دل
کے اندھے اور کانوں کے بہرے اور آنکھوں کی روشنی سے
محروم ہیں جو حق کو باطل کی راہ سے ڈھونڈتے ہیں، اور اللہ
کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت کرتے ہیں، اور دین کے
بہانے دنیا (کے تھنوں) سے دودھ دوہتے ہیں، اور نیکیوں
اور پرہیزگاروں کے اجر آخرت کو ہاتھوں سے دے کر دنیا
کا سودا کر لیتے ہیں۔ دیکھو بھلائی اُسی کے حصہ میں آتی ہے
جو اُس پر عمل کرتا ہے اور بُرا بدلہ اُسی کو ملتا ہے جو بُرے کام
کرتا ہے۔ لہذا تم اپنے فرائض منصبی کو اس شخص کی طرح ادا
کرو جو با فہم، پختہ کار، خیر خواہ اور دانش مند ہو اور اپنے حاکم
کا فرماں بردار اور اپنے امام کا مطیع رہے اور خبردار! کوئی ایسا
کام نہ کرنا کہ تمہیں معذرت کرنے کی ضرورت پیش آئے اور
نعمتوں کی فراوانی کے وقت کبھی اتراؤ نہیں اور سختیوں کے موقعہ

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى قُثَمِ
بْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى مَكَّةَ)
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ عَيْنِي بِالْمَغْرِبِ كَتَبَ إِلَيَّ
يُخْبِنُنِي أَنَّهُ وَجَّهَ عَلَى الْمَوْسِمِ أَنْتَ مِنْ
أَهْلِ الشَّامِ الْعُصْبَى الْقُلُوبِ الصُّمِّ الْأَسْمَاعِ،
الْكُمَةِ الْأَبْصَارِ، الَّذِينَ يَلْتَمِسُونَ الْحَقَّ
بِالْبَاطِلِ، وَيُطِيعُونَ الْمَخْلُوقَ فِي مَعْصِيَةِ
الْخَالِقِ، وَيَحْتَلِبُونَ الدُّنْيَا دَرَّهَا بِالْذِّبَانِ،
وَيَشْتَرُونَ عَاجِلَهَا بِأَجَلِ الْآبِرَارِ
وَالْمُتَّقِينَ۔ وَلَنْ يَفُوزَ بِالْخَيْرِ إِلَّا عَامِلُهُ وَلَا
يُجْزَى جَزَاءُ الشَّرِّ إِلَّا فَاعِلُهُ۔ فَأَقِمْ عَلَى
مَافِي يَدِيكَ قِيَامَ الْحَازِمِ الصَّلِيبِ وَ
النَّاصِحِ اللَّيْبِ، وَالتَّابِعِ لِسُلْطَانِهِ الطَّيِّعِ
لِإِمَامِهِ۔ وَإِيَّاكَ وَمَا يَعْتَدِرُ مِنْهُوَلَا تَكُنْ

عِنْدَ النَّعْمَاءِ بَطْرًا وَلَا عِنْدَ الْبَاسَاءِ فَشِلًّا۔ پر بودا پین نہیں دکھاؤ۔ والسلام۔
وَالسَّلَامُ۔

۱۔ معاویہ نے کچھ لوگوں کو حاجیوں کے بھیس میں مکہ روانہ کیا تاکہ وہاں کی خاموش فضا میں سنسنی پیدا کریں اور تقویٰ و دودرغ کی نمائش سے عوام کا اعتماد حاصل کریں ان کے یہ ذہن نشین کر دیں کہ علی ابن ابی طالب نے حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا، اور آخر انہیں قتل کرا کے دم لیا اور اس طرح حضرت کو ان کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر عوام کو ان سے بدظن کریں، اور امیر شام کے کردار کی بلندی اخلاق کی عظمت اور داد و بخش کے تذکروں سے لوگوں کو اس کی طرف مائل کریں۔ مگر حضرت نے جن لوگوں کو شام میں حالات کا جائزہ لینے اور خبر رسانی کے لئے مقرر رکھا تھا انہوں نے جب آپ کو اطلاع دی تو آپ نے والہی مکہ تقیم ابن عباس کو ان کے نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور ان کی شورش انگیزیوں کے اسناد کے لئے یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

خطبہ (۳۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) محمد ابن ابی بکر کے نام:
إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ: اُس موقع پر جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ مصر کی حکومت سے اپنی معزولی اور مالک اشتر کے تقرر کی وجہ سے رنجیدہ ہیں اور پھر مصر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں انتقال فرما گئے، تو آپ نے محمد کو تحریر فرمایا۔
لَمَّا بَلَغَهُ تَوَجُّدُهُ مِنْ غَزَاهُ بِأَلَّا شَتَرَ عَنْ مِصْرَ، ثُمَّ تَوَقَّى الْأَشْتَرَ فِي تَوَجُّهِهِ إِلَى مِصْرَ قَبْلُ وَصُولِهِ إِلَيْهَا)
مُجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہاری جگہ پر اشتر کو بھیجنے سے تمہیں ملال ہوا ہے تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے یہ تبدیلی اس لئے نہیں کی تھی کہ تمہیں کام میں کمزور اور ڈھیلا پایا ہو اور یہ چاہا ہو کہ تم اپنی کوشش کو تیز کر دو اور اگر تمہیں اُس منصب حکومت سے جو تمہارے ہاتھ میں تھا میں نے ہٹایا تھا تو تمہیں کسی ایسی جگہ کی حکومت سپرد کرتا جس میں تمہیں زحمت کم ہو، اور وہ تمہیں پسند بھی زیادہ آئے۔

بلاشبہ جس شخص کو میں نے مصر کا والی بنایا تھا وہ ہمارا خیر خواہ اور دشمنوں کے لئے سخت گیر تھا۔ خدا اس پر رحمت کرے اس نے زندگی کے دن پورے کر لئے اور موت سے ہم کنار ہو گیا۔ اس حالت میں کہ ہم اس سے رضا مند ہیں۔ خدا کی رضا مندیاں بھی اُسے نصیب ہوں اور اُسے بیش از بیش ثواب عطا کرے۔
مَوْدَّةً وَأَعْجَبُ إِلَيْكَ وَلَا يَئِيَّةً۔
إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي كُنْتُ وَلِيَّتُهُ أَمَرَ مِصْرَ كَانَ لَنَا رَجُلًا لَنَا صِحًا وَعَلَى عَدُوِّنَا شَدِيدًا نَاقِمًا۔ فَرَحِمَهُ اللَّهُ فَلَقَدْ اسْتَكْمَلَ أَيَّامَهُ وَلَا تَنِي جَبَامَهُ وَنَحْنُ عَنْهُ رَاضُونَ۔

أُولَاةُ اللَّهِ رِضْوَانَهُ وَضَاعَفَ الثَّوَابَ لَهُ، اب تم دشمن کے مقابلہ کے لئے باہر نکل کھڑے ہو اور اپنی بصیرت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور جو تم سے لڑے اُس سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور اپنے پروردگار کی راہ کی طرف سبیلِ رَبِّكَ، وَأَكْثِرِ الْأَسْتِعَانَةَ بِاللَّهِ دُعوت دو، اور زیادہ سے زیادہ اللہ سے مدد مانگو کہ وہ تمہاری مہمات میں کفایت کرے گا اور مصیبتوں میں تمہاری مدد کرے۔
إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔

مکتوب (۳۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مصر میں محمد ابن ابی بکر کے شہید ہو جانے کے بعد عبد اللہ ابن عباس کے نام۔
مصر کو دشمنوں نے فتح کر لیا ہے، اور محمد ابن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے۔ ہم اللہ ہی سے اجر چاہتے ہیں۔ اس فرزند کے مارے جانے پر کہ جو ہمارا خیر خواہ سرگرم کارکن تیغ براں اور دفاع کا ستون تھا، اور میں نے لوگوں کو اُن کی مدد کو جانے کی دعوت دی تھی۔ اس حادثہ سے پہلے ان کی فریاد کو پہنچنے کا حکم دیا تھا اور لوگوں کو علانیہ اور پوشیدہ بار بار پکارا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ کچھ آئے بھی تو بادل نا خواستہ، اور کچھ حیلے حوالے کرنے لگے اور کچھ نے جھوٹ بہانے کر کے عدم تعاون کیا۔ میں تو اب اللہ سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے ان کے ہاتھوں سے جلد چھٹکارا دے۔ خدا کی قسم اگر دشمن کا سامنا کرتے وقت مجھے شہادت کی تمنا نہ ہوتی اور اپنے کو موت پر آمادہ نہ کر چکا ہوتا تو میں اُن کے ساتھ ایک دن بھی رہنا پسند نہ کرتا اور انہیں ساتھ لے کر کبھی دشمن کی جنگ کو نہ نکلتا۔
وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اِلَى عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ بَعْدَ مَقْتَلِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ۔
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مِصْرَ قَدْ افْتُتِحَتْ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ قَدْ اسْتُشْهِدَ۔
فَعِنْدَ اللَّهِ نَحْتَسِبُهُ وَلَكِنَّا فَاصِحًا وَعَامِلًا كَادِحًا وَسَيِّفًا قَاطِعًا وَرُكْنًا دَافِعًا۔ وَقَدْ كُنْتُ حَشَّتُ النَّاسَ عَلَى لِحَاقِهِ وَأَمَرْتُهُمْ سِرًّا وَجَهًا وَعَوْدًا وَبَدَأَ فِيهِمْ الْآتِي كَارِهَا، وَمِنْهُمْ الْبُعْثُ كَاذِبًا، وَمِنْهُمْ الْقَاعِدُ خَاذِلًا وَأَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَرَجًا عَاجِلًا، فَوَ اللَّهُ لَوْ لَا طَمَعِي عِنْدَ لِقَائِي عَدُوِّي فِي الشَّهَادَةِ وَتَوَطُّي نَفْسِي عَلَى النِّيَّةِ لَا حَبِيتُ أَنْ لَا أَبْقَى مَعَ هَؤُلَاءِ يَوْمًا وَاحِدًا وَلَا أَلْتَقِيَ بِهِمْ أَبَدًا۔

۱۔ مقتدر باللہ کی حکومت ۲۹۵ھ سے ۳۲۰ھ تک قائم رہی۔

مکتوب (۳۶)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي ذِكْرِ جَيْشِ أَنْفَذَهُ إِلَى بَعْضِ الْأَعْدَاءِ وَهُوَ جَوَابُ كِتَابٍ كَتَبَهُ إِلَيْهِ عَقِيلٌ) فَسَرَّحْتُ إِلَيْهِ جَيْشًا كَثِيفًا مِنَ السُّلَيْمِينَ، فَلَمَّا بَلَغَهُ ذَلِكَ شَرَّ هَارِبًا وَنَكَصَ نَادِمًا فَلَدَحِقُوهُ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ وَقَدْ طَفَلَتِ الشَّمْسُ لِلْأَيَّامِ فَاقْتُلُوا شَيْئًا كَلًا وَلَا، فَمَا كَانَ إِلَّا كَمَوْقِفِ سَاعَةٍ حَتَّى نَجَا جَرِيضًا بَعْدَ مَا أُجِدَّ مِنْهُ بِالْمُخَنِقِ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُ غَيْرُ الرَّمَقِ فَلَايَا بَلَايَ مَا نَجَا، فَدَعُ عَنْكَ قُرَيْشًا وَتَرَكَاظُهُمْ فِي الضَّلَالِ، وَتَجَوَّاهُمْ فِي الشَّقَاقِ، وَجَمَّاحَهُمْ فِي التَّيِّبَةِ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَجْمَعُوا عَلَيَّ حَرْبِي كِإِجْمَاعِهِمْ عَلَيَّ حَرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَبْلِي فَجَزَتْ قُرَيْشًا عَنِّي الْجَوَازِي، فَقَدْ قَطَعُوا رَحِمِي، وَسَلَّيُونِي سُلْطَانَ ابْنِ أُمِّي وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ عَنْهُ مِنْ رَأْيِي فِي الْقِتَالِ فَإِنَّ رَأْيِي فِي قِتَالِ الْمُجَلِّينَ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ لَا يُزِيدُنِي كَثْرَةَ النَّاسِ حَوْلِي عِزَّةً، وَلَا تَفَرُّهُمْ عَنِّي

جو امیر المومنین نے اپنے بھائی عقیل ابن ابی طالب کے خط کے جواب میں لکھا ہے جس میں کسی دشمن کی طرف بھیجی ہوئی ایک فوج کا ذکر کیا ہے۔

میں نے اُس کی طرف مسلمانوں کی ایک بھاری فوج روانہ کی تھی جب اس کو پتہ چلا تو وہ دامن گردان کر بھاگ کھڑا ہوا اور پشیمان ہو کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا کہ ہماری فوج نے اُسے ایک راستہ میں جالیا اور نہ ہونے کے برابر کچھ بھڑپیں ہوئی ہوں گی، اور گھڑی بھر بھڑپا ہوگا کہ بھاگ کر جان بچالے گیا جبکہ اُسے گلے سے پکڑا جا چکا تھا اور آخری سانسوں گے سوا اُس میں کچھ باقی نہ رہ گیا تھا اس طرح بڑی مشکل سے وہ بچ نکلا۔

تم قریش کے گمراہی میں دوڑ لگانے، سرکشی میں جولانیاں کرنے اور ضلالت میں منہ زوری دکھانے کی باتیں چھوڑ دو۔ انہوں نے مجھ سے جنگ کرنے میں اُسی طرح ایکا کیا ہے جس طرح وہ مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے کیلئے ایکا کئے ہوئے تھے۔ خدا کرے ان کی کرنی ان کے سامنے آئے۔ انہوں نے میرے رشتے کا کوئی لحاظ نہ کیا اور میرے ماں جانے کی حکومت مجھ سے چھین لی اور جو تم نے جنگ کے بارے میں میری رائے دریافت کی ہے، تو میری آخردم تک یہی رائے رہے گی کہ جن لوگوں نے جنگ کو جائز قرار دے لیا ہے اُن سے جنگ کرنا چاہئے گرد لوگوں کا جھگھا دیکھ کر میری ہمت نہیں بڑھتی اور نہ اُن کے چھٹ جانے سے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے دیکھو اپنے بھائی کے متعلق چاہے کتنا ہی لوگ اُس کا ساتھ چھوڑ دیں یہ خیال کبھی نہ کرنا کہ وہ بے ہمت و

وَحَشَّةٌ- وَلَا تَحْسَبَنَّ ابْنَ أَبِيكَ- وَلَا أَسْلَمَهُ النَّاسُ مُتَضَرِّعًا مُتَحَشِّعًا، وَلَا مُقِرًّا لِلضَّمِيمِ وَاهِنًا، وَلَا سَلِسَ الزَّمَانِ لِلْقَائِدِ، وَلَا وَطِئَ الظَّهْرَ لِلرَّاكِبِ الْمُتَقَعِّدِ، وَلَكِنَّهُ كَمَا قَالَ أُخُوْنِي سَلِيمٌ: فَإِنْ تَسْأَلُنِي كَيْفَ أَنْتَ فَإِنِّي صَبُورٌ عَلَى رَيْبِ الزَّمَانِ صَلِيبُ يَعُزُّ عَلَيَّ أَنْ تَرَى بِي كَلْبَةً فَيَشْمَتَ عَلَا أَوْ يَسَاءَ حَبِيبٌ- تَفَرِّجُ:-

ہراساں ہو جائے گا۔ یا کمزوری دکھاتے ہوئے ذلت کے آگے جھکے گا یا مہار کھینچنے والے ہاتھ میں با سانی اپنی مہار دے دے گا۔ یا سوار ہونے والے کیلئے اپنی پشت کو مرکب بنے دے گا۔ بلکہ وہ تو ایسا ہے جیسے قبیلہ بنی سلیم والے نے کہا ہے۔ ”اگر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیسے ہوتو سنو! کہ میں زمانہ کی سختیاں جھیل لے جانے میں بڑا مضبوط ہوں مجھے یہ گوارا نہیں کہ مجھ میں حزن و غم کے آثار دکھائی دیں کہ دشمن خوش ہونے لگیں، اور دوستوں کو رنج پہنچے۔

لہ حکیم کے بعد جب معاویہ نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو ضحاک ابن قیس فہری کو چار ہزار کے لشکر کے ہمراہ حضرت کے مقبوضہ شہروں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت کو جب اس کی غارت گریوں کا علم ہوا تو آپ نے اہل کوفہ کو اس کے مقابلہ کے لئے ابھارا مگر انہوں نے حیلے بہانے شروع کر دیے۔ آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار جنگجوؤں کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے مقام تدمر میں اُس کو جالیا۔ دونوں فریق میں کچھ ہی بھرپیں ہوئی تھیں کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا اور وہ اس سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عقیل ابن ابی طالب مکہ میں عمرہ بجالانے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ضحاک حیرہ پر حملہ کرنے کے بعد صحیح و سالم بچ نکلا ہے، اور اہل کوفہ جنگ سے جی چھوڑ بیٹھے ہیں اور اُن کی تمام سرگرمیاں ختم ہو گئی ہیں تو آپ نے نصرت و امداد کی پیش کش کرتے ہوئے عبید الرحمن ابن عبید از دی کے ہاتھ ایک مکتوب حضرت کی خدمت میں روانہ کیا جس کے جواب میں حضرت نے یہ مکتوب تحریر فرمایا جس میں اہل کوفہ کے رویہ کا شکورہ اور ضحاک کے کفر کا تذکرہ کیا ہے۔

خطبہ (۳۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي سَفْيَانَ كِتَابُ نَامٍ:

اللہ اکبر! تم نفسانی خواہشوں اور زحمت و تعب میں ڈالنے والی حیرت و سرکشگی سے کس بُری طرح چمٹے ہوئے ہو اور ساتھ ہی حقائق کو برباد کر دیا ہے اور اُن دلائل کو ٹھکرا دیا ہے جو اللہ کو مطلوب اور بندوں پر حجت ہیں۔ تمہارا عثمان اور اُن کے قاتلوں کے بارے میں جھگڑا بڑھانا کیا معنی رکھتا ہے جبکہ تم نے عثمان کی اُس وقت مدد کی جب وہ مدد خود تمہاری ذات

إِلَى مُعَاوِيَةَ فَسُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَشَدَّ لُزُومَكَ لِلْأَهْوَاءِ الْمُبْتَدَعَةِ وَالْحَيْرَةِ الْمُتَعَبَةِ، مَعَ تَضْيِيعِ الْحَقَائِقِ وَاطِّرَاحِ الْوَقَائِقِ الَّتِي هِيَ لِلَّهِ طَلَبَةٌ، وَعَلَى عِبَادِهِ حُجَّةٌ- فَمَا إِنْكَارُكَ الْحِجَاجِ فِي عُثْمَانَ وَقَتْلَتِهِ فَإِنَّكَ إِنَّمَا

إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ :

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغْنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتُ
فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتُ رَبَّكَ وَعَصَيْتُ
إِمَامَكَ وَأَخَذَيْتُ أَمَّا نَتَكَ-

بَلَغْنِي أَنَّكَ جَرَدْتَ الْأَرْضَ فَأَخَذْتَ
مَاتَحْتَ قَدَمَيْكَ وَأَكَلْتَ مَا تَحْتَ
يَدَيْكَ، فَارْفَعْ إِلَيَّ حِسَابَكَ، وَأَعْلَمْ أَنَّ
حِسَابَ اللَّهِ أَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ-

مکتوب (۴۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ :

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَكَكَ فِي أَمَانَتِي
وَجَعَلْتُكَ شِعَارِي وَبِطَانَتِي وَلَمْ يَكُنْ
رَجُلٌ مِنْ أَهْلِي أَوْثَقَ مِنْكَ فِي نَفْسِي
مِلْوَ سَاقِي وَمَوَازِنِي، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ
إِلَيَّ- فَلَمَّا رَأَيْتَ الزَّوْمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِكَ قَدْ
كَلَبَ، وَالْعَدُوَّ قَدْ حَرَبَ، وَأَمَانَةَ النَّاسِ
قَدْ خَرَبَتْ، وَهَذِهِ الْأُمَّةُ قَدْ فَتَكَتْ
وَشَغَرَتْ قَلْبَتْ لِابْنِ عَمِكَ ظَهَرَ الْوَجْهِ
فَفَارَقْتَهُ مَعَ الْمَفَارِقِينَ، وَخَذَلْتَهُ مَعَ
الْخَاذِلِينَ وَخَنَّتَهُ مَعَ الْخَائِنِينَ، فَلَا ابْنَ
عَمِكَ أَسَيْتَ، وَلَا الْأَمَانَةَ أَدَيْتَ- وَكَأَنَّكَ
لَمْ تُكُنِ اللَّهُ تَرِيدُ بِجَهَادِكَ وَكَأَنَّكَ لَمْ
يَكُنْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكَ وَكَأَنَّكَ إِنَّمَا

مجھے تمہارے متعلق ایک اسے امر کی اطلاع ملی ہے کہ اگر تم اس
کے مرتکب ہوئے ہو تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا، اپنے
امام کی نافرمانی کی، اور اپنی امانتداری کو بھی ذلیل و سوا کیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے (بیت المال کی) زمین کو صفا چٹ
میدان کر دیا ہے اور جو کچھ تمہارے پاؤں تلے تھا، اس پر قبضہ
جما لیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا اسے نوش جان کر لیا
ہے تم تو ذرا اپنا حساب مجھے بھیج دو، اور یقین رکھو کہ انسانوں کی
حساب نبی سے اللہ کا حساب کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ والسلام۔

ایک عامل کے نام:

میں نے تمہیں اپنی امانت میں شریک کیا تھا، اور تمہیں اپنا بالکل
مخصوص آدمی قرار دیا تھا اور تم سے زیادہ ہمدردی، مددگاری اور
امانتداری کے لحاظ سے میرے قوم قبیلہ میں میرے بھروسے کا
کوئی آدمی نہ تھا۔ لیکن جب تم نے دیکھا کہ زمانہ تمہارے چچا
زاد بھائی کے خلاف حملہ آور ہے اور دشمن بھرا ہوا ہے۔ امانتیں
لٹ رہی ہیں اور امت بے راہ اور منتشر و پراگندہ ہو چکی ہے تو تم
نے بھی اپنے ابن عم سے رخ موڑ لیا اور ساتھ چھوڑ دینے والوں
کے ساتھ تم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، اور خیانت کرنے والوں میں
داخل ہو کر تم بھی خائن ہو گئے۔ اس طرح نہ تم نے اپنے چچا زاد
بھائی کے ساتھ ہمدردی ہی کا خیال کیا، نہ امانت داری کے فرض کا
احساس کیا۔ گویا اپنے جہاد سے تمہارا مدعا خدا کی رضا مندی نہ
تھا اور گویا تم اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی روشن دلیل نہ
رکھتے تھے اور اس امت کے ساتھ اس کی دنیا بٹورنے کے لئے
چال چل رہے تھے اور اس کا مال چھین لینے کے لئے غفلت کا
موقع تاک رہے تھے چنانچہ امت کے مال میں بھرپور خیانت

كُنْتَ تَكِيدُ هَذِهِ الْأُمَّةَ عَنْ دُنْيَاهُمْ
وَتَنَوِي غُرَّتَهُمْ عَنْ فَيْنِهِمْ- فَلَمَّا أَمَكَّنْتُكَ
الشَّدَّةَ فِي حَيَانَةِ الْأُمَّةِ أَسْرَعْتَ الْكَرَّةَ،
وَعَاجَلْتَ الْوَقْبَةَ، وَاحْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ
عَلَيْهِ مِنْ أُمُورِهِمُ الْمَصُونَةِ لِأَرَادَ مِلْهِمْ
وَأَيْتَمِهِمْ اخْتِطَفَ الدِّبَّ الْأَذَلَّ دَامِيَّةَ
الْمِعْرَى الْكَسِيرَةَ فَحَمَلْتَهُ إِلَى
الْحِجَازِ رَحِيْبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهِ
غَيْرِ مُتَأَمِّنٍ مِنْ أَخِيهِ كَأَنَّكَ لَا أَبَالِغِيكَ-
حَدَرْتَ إِلَيَّ أَهْلِكَ تَرَاثًا مِنْ أَبِيكَ
وَأَمْلِكَ فَسُبْحَانَ اللَّهِ! أَمَّا تَوْمُنٌ بِالْمَعَادِ؟
أَوْ مَاتَخَافُ نِقَاشَ الْحِسَابِ؟ أَيُّهَا
الْمَعْدُودُ كَانَ عِنْدَنَا مِنْ ذَوِي الْأَلْيَابِ
كَيْفَ تُسَيِّغُ شَرَابًا وَطَعَامًا وَأَنْتَ تَعْلَمُ
أَنَّكَ تَأْكُلُ حَرَامًا وَتَشْرَبُ حَرَامًا؟
وَتَبْتَاعُ الْإِمَاءَ وَتَنْكِحُ النِّسَاءَ مِنْ مَالِ
الْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُجَاهِدِينَ الَّذِينَ أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
هَذِهِ الْأَمْوَالُ وَأَخْرَجَ بِهِمْ هَذِهِ الْبِلَادَ-
فَاتَّقِ اللَّهَ وَارْدُدْ إِلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ
أُمُورَهُمْ، فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ ثُمَّ أَمَكَّنِي
اللَّهُ مِنْكَ لِأَعِزَّنَ إِلَيَّ اللَّهُ فِيكَ،
وَلَا ضَرْبُكَ بِسَيْفِي الَّذِي مَا ضَرَبْتُ بِهِ
أَحَدًا إِلَّا دَخَلَ النَّارَ- وَاللَّهِ لَوْ أَنَّ
الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِي فَعَلْتَ

کرنے کا موقع تمہیں ملا، تو جھٹ سے دھاوا بول دیا اور
جلدی سے کود پڑے اور جتنا بن پڑا اس مال پر جو بیواؤں
اور یتیموں کے لئے محفوظ رکھا گیا تھا یوں جھپٹ پڑے جس
طرح پھر تیرا بھیڑیا زخمی اور لاچار بکری کو اچانک لیتا ہے اور
تم نے بڑے خوش خوش اُسے حجاز روانہ کر دیا اور اُسے لے
جانے میں گناہ کا احساس تمہارے لئے سد راہ نہ ہوا۔ خدا
تمہارے دشمنوں کا بُرا کرے، گویا یہ تمہارے ماں باپ کا
ترکہ تھا جسے لے کر تم نے اپنے گھر والوں کی طرف روانہ
کر دیا۔ اللہ اکبر کیا تمہارا قیامت پر ایمان نہیں؟ کیا حساب
کتاب کی چھان بین کا ذرا بھی ڈر نہیں؟ اے وہ شخص جسے ہم
ہوش مندوں میں شمار کرتے تھے، کیونکر وہ کھانا اور پینا تمہیں
خوش گوار معلوم ہوتا ہے اور حرام پی رہے ہو۔ تم ان یتیموں
مسکینوں، مومنوں اور مجاہدوں کے مال سے جسے اللہ نے ان
کا حق قرار دیا تھا اور ان کے ذریعہ سے ان شہروں کی
حفاظت کی تھی، کنیزی خریدتے ہو، اور عورتوں سے بیاہ
رچاتے ہو، اب اللہ سے ڈرو اور اُن لوگوں کا مال انہیں
واپس کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور پھر اللہ نے مجھے تم پر قابو
دے دیا تو میں تمہارے بارے میں اللہ کے سامنے اپنے کو
سرخرو کروں گا اور اپنے اس تلوار سے تمہیں ضرب لگاؤں گا
جس کا وار میں نے جس کسی پر بھی لگایا، وہ سیدھا دوزخ میں
گیا۔ خدا کی قسم حسن و حسین بھی وہ کرتے جو تم نے کیا ہے
تو میں اُن سے بھی کوئی رعایت نہ کرتا اور نہ وہ مجھ سے اپنی
کوئی خواہش منوا سکتے یہاں تک کہ میں اُن سے حق کو پلٹا
لیتا، اور اُن کے ظلم سے پیدا ہونے والے غلط نتائج کو منا
دیتا۔ میں رب العالمین کی قسم کھاتا ہوں کہ میرے لئے یہ

مکتوب (۴۳)

مصلحہ ابن ہبیرہ شیبانی کے نام جو آپ کی طرف سے ارد شیر خرہ کا حاکم تھا۔

مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی خبر ملی ہے جو اگر تم نے کیا ہے تو اپنے خدا کو ناراض کیا، اور اپنے امام کو بھی غضبناک کیا۔ وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مال غنیمت کو کہ جسے ان کے نیزوں (کی اینوں) اور گھوڑوں (کی ٹاپوں) نے جمع کیا تھا، اور جس پر ان کے خون بہائے گئے تھے تم اپنی قوم کے اُن بدوں میں بانٹ رہے ہو جو تمہارے ہوا خواہ ہیں۔ اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر یہ صحیح ثابت ہوا، تو تم میری نظروں میں ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارا پلہ ہلکا ہو جائے گا۔ اپنے پروردگار کے حق کو سبک نہ سمجھو، اور دین کو ہکا بکا کر دنیا کو نہ سنوارو ورنہ عمل کے اعتبار سے خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

دیکھو! وہ مسلمان جو میرے اور تمہارے پاس ہیں، اس مال کی تقسیم میں برابر کے حصہ دار ہیں اسی اصول پر وہ اس مال کو میرے پاس لینے کے لئے آتے ہیں اور لے کر چلے جاتے ہیں۔

مکتوب (۴۴)

زیاد ابن ابیہ کے نام: جب حضرت کو یہ معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر اپنے خاندان میں منسلک کر لینے سے اُسے چکمہ دینا چاہا ہے، تو آپ نے زیاد کو تحریر کیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے تمہاری طرف خط لکھ کر تمہاری عقل کو پھسلانا اور تمہاری دھار کو کند کرنا چاہا ہے تم اُس سے

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مَصْقَلَةَ بَنٍ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِي وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى أَرْدَشِيرِ خُرَّه)۔

بَلِّغْنِي عَنْكَ أَمْرًا إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ إِلَهَكَ وَأَغَضَبْتَ إِمَامَكَ : أَنْتَ تَقْسِمُ فِي الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ حَازَتْهُ رِمَاحُهُمْ وَخِيُولُهُمْ وَأَرِيقَتْ عَلَيْهِ دِمَاءُهُمْ فِيمَنْ اعْتَمَلَكَ مِنْ أَعْرَابٍ قَوْمِكَ فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَئِنْ كَانَ ذَلِكَ حَقًّا لَتَجِدَنَّ بَكَ عَلَى هَوَانًا ، وَلَتَحْقُقَنَّ عِنْدِي مِيزَانًا فَلَا تَسْتَهِنُ بِحَقِّ رَبِّكَ ، وَلَا تُصْلِحَ دُنْيَاكَ بِسُحْقِ دِينِكَ فَتَكُونُ مِنَ الْآخَسَرِينَ أَعْمَالًا ۔

أَلَا وَإِنْ حَقَّ مِنْ قِبَلِكَ وَقَبَلْنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِي قِسْمَةِ هَذَا الْفَيْءِ سَوَاءٌ يَرُدُّونَ عِنْدِي عَلَيْهِ وَيَصْدُرُونَ عَنْهُ ۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى زِيَادِ بْنِ أَبِيهِ وَقَدْ بَلَغَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْهِ يُرِيدُ خَدِيعَتَهُ بِاسْتِلْحَاقِهِ) وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لَبْلَكَ وَيَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ ، فَاحْذَرُهُ

کوئی دل خوش کن بات نہ تھی کہ وہ مال جو تم نے ہتھیا لیا میرے لئے حلال ہوتا اور میں اُسے بعد والوں کے لئے بطور ترکہ چھوڑ جاتا، ذرا سنبھلو اور سمجھو کہ تم عمر کی آخری حد تک پہنچ چکے ہو، اور مٹی کے نیچے سوئپ دیئے گئے ہو، اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے پیش ہیں، اس مقام پر کہ جہاں ظالم و احسرتا کی صدا بلند کرتا ہوگا، اور عمر کو برباد کر نیوالے دنیا کی طرف پلٹنے کی آرزو کر رہے ہو گئے۔ حالانکہ اب گریز کا کوئی موقع نہ ہوگا۔

مکتوب (۴۲)

حاکم بحرین عمر ابن ابی سلمہ مخزومی کے نام جب انہیں معزول کر کے نعمان ابن عجلان زرقی کو ان کی جگہ پر مقرر فرمایا۔

میں نے نعمان ابن عجلان زرقی کو بحرین کی حکومت دی ہے، اور تمہیں اس سے بے دخل کر دیا ہے۔ مگر یہ اس لئے نہیں کہ تمہیں نا اہل سمجھا گیا ہو، اور تم پر کوئی الزام عائد ہوتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے تو حکومت کو بڑے اچھے اسلوب سے چلایا، اور امانت کو پورا پورا ادا کیا۔ لہذا تم میرے پاس چلے آؤ۔ نہ تم سے کوئی بدگمانی ہے، نہ ملامت کی جاسکتی ہے اور نہ تمہیں خطا کا ر سمجھا جا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے شام کے ستم گاروں کی طرف قدم بڑھانے کا ارادہ کیا ہے اور چاہا ہے کہ تم میرے ساتھ رہو۔ کیونکہ تم اُن لوگوں میں سے ہو جن سے دشمن سے لڑنے اور دین کا ستون گاڑنے میں مدد لے سکتا ہوں۔ انشاء اللہ۔

مَا كَانَتْ لَهَا عِنْدِي هَوَادَّةٌ وَلَا ظَفِيرًا مِثْلِي بِإِرَادَةٍ حَتَّى أَخَذَ الْحَقُّ مِنْهَا وَأَزِيحَ الْبَاطِلَ مِنْ مَظْلَمَتَيْهَا وَأَقْسِمُ بِاللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ مَا يَسْرُلِي أَنَّ مَا أَخَذْتَ مِنْ أَمْوَالِهِمْ حَلَالٌ فِي أَتْرُكِهِ مِيرَاثًا لِنَّ بَعْدِي فَصَحَّ رُويْدًا فَكَانَكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدَى وَدَفَنْتَ تَحْتَ الثَّرَى وَعَرَضْتَ عَلَيْكَ أَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِي يَنَادِي الظَّالِمُ فِيهِ بِالْحَسْرَةِ وَيَتَنَبَّى الْمُضِيعُ الرَّجْعَةَ وَلَا تَحِينَ مَنَاصٍ ۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَى عُمَرَ بْنِ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيِّ وَكَانَ عَامِلُهُ عَلَى الْبَحْرَيْنِ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَيْقِيَّ مَكَانَهُ) أَمَا بَعْدُ فَإِنِّي قَدْ وَلَّيْتُ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَيْقِيَّ عَلَى الْبَحْرَيْنِ، وَنَزَعْتُ يَدَكَ بِلَاذِمٍ لَكَ وَلَا تَتْرِبْ عَلَيْكَ۔ فَلَقَدْ أَحْسَنْتَ الْوَلَايَةَ وَأَدَيْتَ الْأَمَانَةَ۔ فَاقْبَلْ غَيْرَ ظَنِينٍ وَلَا مَلُومٍ وَلَا مَتَّهِمٍ وَلَا مَاتُومٍ۔ فَقَدْ أَرَدْتُ السَّيْرَ إِلَى ظَلَمَةِ أَهْلِ الشَّامِ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَشْهَدَ مَعِيَ فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِمُ بِهِ عَلَى جِهَادِ الْعَدُوِّ وَإِقَامَةِ عِبَادَةِ الدِّينِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔

فَإِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ يَأْتِي الْمُؤْمِنَ مِنْ
مَبِينٍ يَدِيهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ
وَعَنْ شِمَالِهِ لِيَقْتَحِمَ غَفْلَتَهُ وَيَسْتَلْبِ
غَوْرَتَهُ۔

وَقَدْ كَانَ مِنْ أَبِي سُفْيَانَ فِي ذِمَنِ عُمَرَ
ابْنِ الْخَطَّابِ فَلْتَةً مِنْ حَدِيثِ النَّفْسِ
وَنَزْعَةٍ مِنْ نَزَعَاتِ الشَّيْطَانِ لَا يَثْبُتُ بِهَا
نَسَبٌ وَلَا يُسْتَحَقُّ بِهَا إِرْثٌ وَالْمَتَعَلِّقُ بِهَا
كَالْوَاغِلِ الْمُدْفَعِ وَالنُّوْطِ الْمُدْبَذِبِ۔

(فَلَمَّا قَرَأَ يَاوُ الْكِتَابَ قَالَ شَهِدَ بِهَا وَرَبُّ
الْكَعْبَةِ، وَلَمْ يَزَلْ فِي نَفْسِهِ حَتَّى ادْعَاهُ
مُعَاوِيَةُ) قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْوَاغِلُ، هُوَ
الَّذِي يُهْجَمُ، عَلَى الشَّرْبِ لِيَشْرَبَ
مَعَهُمْ وَلَيْسَ مِنْهُمْ فَلَا يَزَالُ مَدْفَعًا
مُحَاجِرًا وَالنُّوْطُ الْمُدْبَذِبُ هُوَ مَا يَنْطُ
بِرَحْلِ الرِّكَبِ مِنْ قَعْبٍ أَوْ قَدَحٍ أَوْ مَا
أَشْبَهَ ذَلِكَ فَهُوَ أَبَدًا يَتَقَلَّقُ إِذَا حَثَّ
ظَهْرَهُ وَاسْتَعَجَلَ سَيْرَهُ)۔

ہوشیار رہو کیونکہ وہ شیطان ہے جو مومن کے آگے پیچھے اور
دائیں بائیں جانب سے آتا ہے تاکہ اُسے غافل پا کر اُس پر
ٹوٹ پڑے اور اُس کی عقل پر چھاپہ مارے۔ واقعہ یہ ہے کہ عمر
(ابن خطاب) کے زمانہ میں ابوسفیان کے منہ سے بے سوچے
سمجھے ایک بات نکل گئی تھی جو شیطانی وسوسوں سے ایک وسوسہ
تھی، جس سے نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ وارث ہونے کا حق
پہنچتا ہے تو جو شخص اس بات کا سہارا کر بیٹھے وہ ایسا ہے جیسے نرم
مے نوشی میں بن بلائے آنے والا کہ اُسے دھکے دے کر نکال
باہر کیا جاتا ہے یا یونین فرس میں لٹکے ہوئے اس پیالے کے
مانند کہ جو ادھر سے ادھر تھرکتا رہتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ زیاد نے جب یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ
رب کعبہ کی قسم انہوں نے اس بات کی گواہی دے دی۔ چنانچہ
یہ چیز اُس کے دل میں رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اُس کے
اپنے بھائی ہونے کا ادعا کر دیا) امیر المومنین نے جو لفظ
”الواغل“ فرمایا ہے تو یہ اس شخص کو کہتے ہیں جوے خواروں کی
مجلس میں بن بلائے پہنچ جائے تاکہ اس کے ساتھ پی سکے،
حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ایسا شخص ہمیشہ
دھتکارا اور روکا جاتا ہے اور النوط المذبذب لکڑی کے پیالہ یا
جام اُس سے ملتے جلتے ظرف کو کہا جاتا ہے کہ جو مسافر کے
سامان سے بندھا رہتا ہے اور جب سوار سواری کو چلاتا اور تیز
ہنکا تا ہے تو وہ برابر ادھر سے ادھر جنبش کھاتا رہتا ہے۔

۱۔ حضرت عمر نے زیاد کو یمن کی ایک مہم پر روانہ کیا۔ جب وہ اس مہم کو سر کرنے کے بعد پلٹا تو ایک اجتماع میں (کہ جس میں
امیر المومنین، حضرت عمر و ابن عباس اور ابوسفیان بھی موجود تھے۔ ایک خطبہ دیا جس سے متاثر ہو کر عمر نے کہا:
لِلّٰہِ اَبُوہَذَا الْغَلَامِ لَوْ کَانَ قَرَشِیَالَسَاقِ اس جوان کا کیا کہنا، اگر یہ قریش میں سے ہوتا، تو تمام
العرب بعصا۔

جس پر ابوسفیان نے کہا کہ یہ قریش ہی کا ایک فرد ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا باپ کون ہے۔ عمرو ابن عباس نے پوچھا کہ وہ
کون ہے؟ کہا کہ وہ میں ہوں۔ چنانچہ تاریخ اس پر متفق ہے کہ زیاد کی ماں سمیہ جو حارث ابن کلدہ کی کنیز اور عبید نامی ایک غلام کے نکاح

میں تھی طائف کے محلہ حارۃ البغایا میں بدنام زندگی گزارتی تھی، اور اخلاق باختہ لوگ اُس کے ہاں آیا جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ
ابوسفیان بھی ابومریم سلولی کے ذریعہ اس کے ہاں پہنچ گیا جس کے نتیجہ میں زیاد کی ولادت ہوئی، بہر حال جب عمرو نے ابوسفیان کی زبانی
یہ سنا تو اُس نے کہا کہ پھر اسے ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ اُس نے حضرت عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، کہ مجھے ان کا ڈر ہے۔ ورنہ
آج اسے اپنا بیٹا قرار دے دیتا۔ اگرچہ اُسے یہ جرأت نہ ہوئی مگر معاویہ کو جب اقتدار حاصل ہوا تو اُس نے اس سے خط و کتابت کا
سلسلہ شروع کر دیا۔ کیونکہ معاویہ کو تو ایسے لوگوں کی ضرورت تھی ہی کہ جو ہوشیار و زیرک اور جوڑ توڑ کرنے میں ماہر ہوں۔ بہر صورت
جب امیر المومنین کو اس خط و کتابت کی اطلاع ہوئی تو آپ نے زیاد کو یہ خط لکھا جس میں اُسے معاویہ کے درغلانے سے خبردار کیا تاکہ
وہ اُس کے فریب میں نہ آئے۔ مگر وہ اُس کے بہکانے میں آ گیا، اور معاویہ سے جا کر مل گیا، اور اس نے اُسے اپنا بھائی قرار دے کر نسبی
اعتبار سے ملحق کر لیا۔ حالانکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الْوَلَدَ لِلْفَرَّاشِ وَلِلزَّانِي الْحَجَرِ
بچہ شوہر کا متصور ہوگا، اور زانی کیلئے سنگساری و محرومی ہے۔

مکتوب (۴۵)

جب حضرت کو یہ خبر پہنچی کہ والئی بصرہ عثمان ابن حنیف کو
وہاں کے لوگوں نے کھانے کی دعوت دی ہے اور وہ اُس
میں شریک ہوئے ہیں تو انہیں تحریر فرمایا۔

اے ابن حنیف مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں
میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہنچ
گئے کہ رنگارنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لئے چن چن کر
لائے جا رہے تھے اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف
بڑھائے جا رہے تھے۔ مجھے امید نہ تھی کہ تم اُن لوگوں کی
دعوت قبول کر لو گے کہ جن کے یہاں سے فقیر و نادار
دھتکارے گئے ہوں، اور دولت مند مدعو ہوں۔ جو لقمے
چباتے ہو، انہیں دیکھ لیا کرو، اور جسکے متعلق شبہ بھی ہوا اُسے
چھوڑ دیا کرو اور جسکے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے
کا یقین ہوا کہیں سے کھاؤ۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا ہے جس کی
وہ پیروی کرتا ہے، اور جس کے نور علم سے کسب ضیا کرتا ہے۔
دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اُس نے دنیا کے ساز و
سامان میں سے دو بچٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى
عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ
عَامِلُهُ عَلَى الْبَصْرَةِ وَقَدْ بَلَغَهُ أَنَّهُ
دُعِيَ إِلَى وَلِيْمَةٍ قَوْمٍ مِنْ أَهْلِهَا
فَمَضَى إِلَيْهَا)

أَمَّا بَعْدُ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا
مِنْ فَتْيَةِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ دَعَاكَ إِلَى مَادِيَةٍ
فَأَسْرَعْتَ إِلَيْهَا تَسْتَطَابُ لَكَ الْوَأْنُ وَتَنْقُلُ
إِلَيْكَ الْجَفَانُ، وَمَا ظَنَنْتُ أَنَّكَ تُجِيبُ إِلَيَّ
طَعَامَ قَوْمٍ عَائِلَتُهُمْ مَجْفُوٌّ وَغَنِيَّتُهُمْ مَدْعُوٌّ۔
فَانْظُرْ إِلَى مَا تَقْضِيهِ مِنْ هَذَا الْبَقْضِ، فَمَا
اشْتَبَهَ عَلَيْكَ عِلْمُهُ فَالْفِظَةُ وَمَا آيَقَنْتَ
بِطَيْبٍ وَجْوهٍ فَنَلَّ مِنْهُ۔

أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَأْمُومٍ إِمَامًا يَقْتَدِي بِهِ
وَيَسْتَضِيءُ بِنُورِ عَلَيْهِ، أَلَا وَإِنَّ إِمَامَكُمْ
قَدْ اكْتَفَى مِنْ دُنْيَاهُ بِطَمَرِيَةٍ۔ وَمِنْ

طُعْمِهِ بِقُرْصِيهِ۔ اَلَا وَاِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُوْنَ
عَلٰى ذٰلِكَ وَلٰكِنْ اَعْيُنُوْنِیْ یَّرْعَ وَاجْتَهَلُوْا
وَعِقَّةٍ وَسَدَاوٍ۔ فَوَ اللّٰهَ مَا كُنَزْتُ مِنْ
دُنْیَاكُمْ، تَبْرًا، وَلَا اَذْخَرْتُ مِنْ غَنَائِیْهَا وَفَرًّا
وَلَا اَعْدَدْتُ لِیَالِیْ ثَوْبِیْ طَمْرًا بَلٰی كَانَتْ
فِیْ اَیْدِیْنَا فَذٰلِكَ مِنْ كُلِّ مَا اَظْلَمْتُهُ السَّمَاءُ،
فَشَحَّتْ عَلَیْهَا نَفُوْسُ قَوْمٍ وَ سَخَتْ عَنْهَا
نَفُوْسُ اٰخَرِیْنَ۔ وَیَعْمُ الْحَكَمُ اللّٰهُ وَمَا
اَصْنَعُ بِفَدَاكَ وَغَیْرِ فَدَاكَ وَالنَّفْسُ مَظَانِّهَا
فِیْ عَدِیْ جَدَثٍ تَنْقَطِعُ فِیْ ظِلْمَتِهِ اَثَارُهَا،
وَتَغِیْبُ اَخْبَارُهَا، وَحُفْرَةٌ لُّوْزِیْدٍ فِیْ
فُسْحَتِهَا وَآوَسَعَتْ یَدَا حَافِرِهَا
لَا ضُغْطَهَا الْحَجَرُ وَالْمَدْرُ وَسَدَّ فُرْجَهَا
الْتَرَابُ الْمُتَرَاكِمُ وَاِنَّمَا هِیْ نَفْسِیْ اُرُوْضُهَا
بِالْتَقْوٰی لِتَأْتِیْ اَمْنَةً یَوْمَ الْخَوْفِ الْاَكْبَرِ،
وَتَثْبِتَ عَلٰی جَوَانِبِ الْمَرْقِیِّ۔ وَلَوْ وُثِنْتُ
لَا هَتَدِیْتُ الطَّرِیْقَ اِلٰی مُصَفِّیْ هَذَا
الْعَسَلِ وَلِبَابِ هَذَا الْقَمَحِ وَنَسَائِجِ هَذَا
الْقَرِّ، وَلٰكِنْ هِیْهَاتَ اَنْ یَّغْلِبَنِیْ هَوَاۤیِ
وِیَقُوْدَنِیْ جَشْعِیْ اِلٰی تَخْیْرِ الْاَطْمَعَةِ۔
وَلَعَلَّ بِالْحِجَازِ اَوْ الْیَمَامَةِ مِنْ لَا طَعْمَ لَهُ
فِی الْقُرْصِ وَلَا عَهْدَ لَهُ بِالشَّیْبَعِ،
اَوْ اُبَیَّتْ مِیْطَانًا وَحَوْلٰی بُطُوْنَ غَرْفِیْ
وَالْبَادُ حَرِّیْ؟ اَوْ اَكُوْنَ كَمَا قَالَ الْقَائِلُ
وَحَسْبُكَ دَاءٌ اَنْ تَبِیْتَ بِیْطَنَةٍ وَحَوْلَكَ

روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے بس کی یہ بات نہیں۔ لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری سعی و کوشش پاکدامنی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔ خدا کی قسم میں نے تمہاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا اور نہ اس کی مال و متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں، اور نہ ان پرانے کپڑوں کے بدلہ میں (جو پہنے ہوئے ہوں) اور کوئی پرانا کپڑا میں نے مہیا کیا ہے۔ بے شک اس آسمان کے سایہ تلے دے کر ایک فکد ہمارے ہاتھوں میں تھا اس پر بھی کچھ لوگوں کے منہ سے رال پکی، اور دوسرے فریق نے اس کے جانے کی پروا نہ کی اور بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے بھلا میں فکد یا فکد کے علاوہ کسی اور چیز کو لے کر کروں، ہی گا کیا جبکہ نفس کی منزل کل قبر قرار پانے والی ہے کہ جس کی اندھاریوں میں اس کے نشانات مٹ جائیں گے اور اس کی خبریں ناپید ہو جائیں گی۔ وہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اس کا پھیلاؤ بڑھا بھی دیا جائے اور گورکن کے ہاتھ اسے کشادہ بھی رکھیں، جب بھی پتھر اور کنکر اس کو تنگ کر دیں گے، اور مسلسل مٹی کے ڈالے جانے سے اس کی دراڑیں بند ہو جائیں گی۔ میری توجہ تو صرف اس طرف ہے کہ میں تقویٰ الہی کے ذریعہ اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں تاکہ اس دن کہ جب خوف حد سے بڑھ جائے گا وہ مطمئن رہے اور پھسلنے کی جگہوں پر مضبوطی سے جمار ہے۔ اگر میں چاہتا تو صاف سترے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑوں کے لئے ذرائع مہیا کر سکتا تھا لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے کہ خواہشیں مجھے مغلوب بنالیں، اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانوں کے چن لینے کی دعوت دے جبکہ حجاز و یامامہ میں شاید ایسے لوگ ہوں کہ جنہیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی آس نہ ہو، اور انہیں پیٹ بھر کر کھانا کبھی نصیب نہ ہوا ہو۔ کیا میں شکم سیر ہو کر پڑا ہا کروں؟ درآں حالیکہ میرے گرد و

اُكْبَادُ تَحْنُ اِلٰی الْقِدِّ۔ اَقْنَعُ مِنْ نَفْسِیْ
بِاَنَّ یُقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا اُشَارُ كَهْمَ
فِیْ مَكَارِہِ الدَّهْرِ، اَوْ اَكُوْنَ اَسْوَةً لَّهُمْ
فِیْ جُشُوْبَةِ الْعَیْشِ۔ فَمَا خُلِقْتُ
لِیَسْغَلَنِیْ اَكْلُ الطَّیِّبَاتِ
كَالْبَیْہِمَةِ الْمَرْبُوْطَةِ هَمُّهَا عَلْفُهَا،
اَوْ اَلرَّسَلَةِ شُغْلُهَا تَقَبُّلُهَا، تَكْتَرُشُ مِنْ
اَعْلَافِهَا وَتَلْهُوْ عَمَایِرِ اَدْبِہَا۔ اَوْ اُتْرِكَ
سُدٰی اَوْ اُھْمَلْ غَایِبًا، اَوْ اُجْرَحَ حَبَلُ
الضَّلَالَةِ، اَوْ اُعْتَسِفَ طَرِیْقُ الْمَتَآهِ
وَكَانَتْ بِقَائِلِكُمْ یَقُوْلُ اِذَا كَانَ لِهَذَا قُوْتٌ
ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَدْ قَعَدَ بِہِ الضَّعْفُ
عَنْ قِتَالِ الْاَتْرَآنِ وَمَنَا زِلَّةُ الشُّجْعَانِ۔
اَلَا وَاِنَّ الشَّجَرَةَ الْبَرِیَّةَ اَصْلَبُ عُوْدًا،
وَالرَّوْائِعَ الْخَضِرَةَ اَرْقُ جُلُوْدًا،
وَالنَّبَاتَاتِ الْبَدْوِیَّةَ اَقْوٰی وَقُوْدًا وَاَبْطَا
خُمُوْدًا، وَاَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَالصَّنُوْ مِنْ
الصَّنُو وَالِدِّرَاعِ مِنَ الْعَصَدِ۔ وَاللّٰهُ
لَوْ تَظَاھَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰی قِتَالِیْ لَمَا وَلِیْتُ
عَنْهَا، وَلَوْ اُمَكْنَتِ الْقُرْصُ مِنْ رِقَابِہَا
لَسَارَعَتْ اِلَیْہَا، وَسَاجَھَدُ فِیْ اَنْ اُطْھَرَ
الْاَرْضَ مِنْ هَذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوْسِ
وَالْجَسْمِ الْمَرْكُوْسِ حَتّٰی تَخْرُجَ
الْمَدْرَةُ مِنْ بَیْنِ حَبِّ الْحَصِیْدِ۔
اِلَیْكَ عَنِّیْ یَا دُنْیَا فَحَبْلُكَ عَلٰی غَارِبِكَ،

پیش بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر تڑپتے ہوں یا میں دیریا ہو جاؤں جیسے کہنے والے نے کہا ہے، کہ تمہاری بیماری یہ کیا کم ہے کہ تم پیٹ بھر کر لمبی تان لو اور تمہارے گرد کچھ ایسے جگر ہوں جو سوکھے چمڑے کو ترس رہے ہوں، کیا میں اسی میں مگن رہوں کہ مجھے امیر المؤمنین کہا جاتا ہے مگر میں زمانہ کی سختیوں میں مومنوں کا شریک و ہم اور زندگی کی بد مزگیوں میں اُن کے لئے نمونہ نہ ہوں۔ میں اس لئے تو پیدا نہیں ہوا ہوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں۔ اس بندھے ہوئے مغلوب چوپایہ کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر لگی رہتی ہے یا اس کھلے ہوئے جانور کی طرح جس کا کام منہ مارنا ہوتا ہے، وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور جو اس سے مقصد پیش نظر ہوتا ہے اس سے غافل رہتا ہے کیا میں بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہوں؟ یا بیکار کھلے بندوں رہا کرو یا گیا ہوں کہ گمراہی کی رسیوں کو کھینچتا رہوں اور بھٹکنے کی جگہوں میں منداٹھائے پھرتا رہوں۔

میں سمجھتا ہوں تم میں سے کوئی کہے گا کہ جب ابن ابی طالب کی خوراک یہ ہے تو ضعف و ناتوانی نے اُسے حریفوں سے بھرنے اور دیروں سے ٹکرانے سے بٹھادیا ہوگا۔ مگر یاد رکھو کہ جنگل کے درخت کی لکڑی مضبوط ہوتی ہے اور تروتازہ پتروں کی چھال کمزور اور پتلی ہوتی ہے اور صحرائی جھاڑ کا ایندھن زیادہ بھڑکتا ہے اور دیر میں بجھتا ہے۔ مجھے رسول سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ خدا کی قسم اگر تمام عرب ایک کر کے مجھ سے بھڑنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤں گا اور موقع پاتے ہی اُن کی گردنیں دبوچ لینے کے لئے لپک کر آگے بڑھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس اٹلی کھوپڑی والے بے ہنگم ڈھانچے (محاویہ) سے زمین کو پاک کر دوں تاکہ کھلیان کے

دانوں سے نکل کر نکل جائے۔

اے دنیا میرا پیچھا چھوڑ دے۔ تیری باگ ڈور تیرے کاندھے پر ہے میں تیرے بیٹوں سے نکل چکا ہوں تیرے پھندوں سے باہر ہو چکا ہوں، اور تیرے پھسلنے کی جگہوں میں بڑھنے سے قدم روک رکھے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں تو نے کھیل تفریح کی باتوں سے چکے دیئے کدھر ہیں وہ جماعتیں جنہیں تو نے اپنی آرائشوں سے ورغلائے رکھا؟ وہ قبروں میں جکڑے ہوئے اور خاک لحد میں دبے پڑے ہیں، اگر تو دکھائی دینے والا مجسمہ اور سامنے آنے والا ڈھانچہ ہوتی، تو بخدا میں تجھ پر اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں جاری کرتا کہ تو نے بندوں کو امیدیں دلا دلا کر بہکایا، تو مومن کی قوموں کو (ہلاکت کے) گڑھوں میں لا چینکا اور تاجداروں کو تباہیوں کے حوالے کر دیا اور تختیوں کے گھاٹ پر لا اتارا جن پر اس کے بعد نہ سیراب ہونے کے لئے اُترا جائے گا اور نہ سیراب ہو کر پلٹا جائے گا۔ پناہ بخدا جو تیری پھسلن پر قدم رکھے گا وہ ضرور پھسلے گا جو تیری موجوں پر سوار ہوگا، وہ ضرور ڈوبے گا، جو تیرے پھندوں سے بچ کر رہے گا وہ توفیق سے ہمکنار ہوگا۔ تجھ سے دامن چھڑا لینے والا پروا نہیں کرتا۔ اگر چہ دنیا کی وسعتیں اُس کے لئے تنگ ہو جائیں اُس کے نزدیک تو دنیا ایک دن کے برابر ہے کہ جو ختم ہوا چاہتا ہے۔ مجھ سے دور ہو، میں تیرے قابو میں آنے والا نہیں کہ تو مجھے دلتوں میں جھونک دے اور نہ میں تیرے سامنے اپنی باگ ڈھیلی چھوڑنے والا ہوں کہ تو مجھے ہنکالے جائے، میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں ایسی قسم جس میں اللہ کی مشیت کے علاوہ کسی چیز کا استثناء نہیں کرتا کہ میں اپنے نفس کو ایسا سدھاؤں گا کہ وہ کھانے میں ایک روٹی کے ملنے پر خوش ہو جائے اور اس کے ساتھ صرف نمک پر قناعت کر لے اور اپنی آنکھوں کا سوتا اس طرف خالی

قَدْ اَنْسَلْتُ مِنْ مَخَالِيكَ وَاَقْلْتُ مِنْ حَبَائِلِكَ وَاجْتَنَبْتُ الدَّهَابَ فِى مَدَاحِصِكَ۔ اَيْنَ الْقُرُونُ الَّتِي غَرَرْتَهُمْ بِسَدَائِكَ اَيْنَ الْاُمَمُ الَّتِي فَتَنَتْهُمْ بِزَخَارِفِكَ هَاهُمْ رَهَائِنُ الْقُبُورِ وَمَضَامِينُ اللُّحُودِ۔ وَاللّٰهُ لَوْ كُنْتَ شَخْصًا مَّرْنِيًا وَقَالَبًا حَسِبًا لَأَقَمْتَ عَلَيْكَ حُدُودَ اللّٰهِ فِى عِبَادِهِ غَرَرْتَهُمْ بِالْاَمَانِيِّ وَالْاُمَمِ الْقَتِيَّتِهِمْ فِى الْمَهَاوِيِّ وَمُلُوكِ اَسْلَبْتَهُمْ اِلَى التَّلَفِّ وَادَّرَدْتَهُمْ مَوَارِدَ الْبَلَاءِ اِذْ لَا وَرْدَ وَلَا صَدَرَ۔ هِيَهَاتَ مَنْ وَطِئَ دَحْضَكَ زَلِقَ، وَمَنْ رَكِبَ لُجَجَكَ غَرِقَ، وَمَنْ اِذْوَدَ عَنْ حَبَالِكَ وُقِقَ۔ وَالسَّلَامُ مِنْكَ لَا يَبَالِي اِنْ ضَاقَ بِهِ مَنَاحُهُ وَالْذَّنْيَا عِنْدَهُ كَيَوْمِ حَانَ اَنْسِلَاحُهُ۔ اَعَزُّبِي عَنِّي فَوَاللّٰهِ لَا اُذُكَ لَكَ فَتَسْتَذِلِّيْنِي وَلَا اُسْلَسُ لَكَ فَتَقْفُو دِيْنِيَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ يَبِيْنًا اُسْتَنْبِيْ فِيْهَا بِمَشِيْنَةِ اللّٰهِ لَا دَوْضَنَ نَفْسِيْ رِيَاضَةً تَهْشُ مَعَهَا اِلَى الْقُرْصِ اِذَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ مَظْعُومًا، وَتَقْنَعُ بِالْمِلْحِ مَادُومًا وَلَا دَعْنَ مَقْلَتِيْ كَعَيْنِ مَاءٍ نَضَبَ مَعِيْنَهَا مُسْتَفْرِغَةً دُمُوعَهَا اَتَبْتَلِي السَّائِمَةَ مِنْ رَغِيْهَا فَتَبْرُكُ، وَتَشْبَعُ الرِّبِيْضَةَ مِنْ عُشْبِهَا فَتَرْبُضَ وَيَأْكُلُ عَلَيَّ مِنْ زَادِهِ فَيَهْجَعُ؟ قَرَّتْ اِذَا عَيْنُهُ اِذَا اقْتَدَى بَعْدَ السِّنِيْنِ

الْمُتَطَاوِلَةِ بِالْبَهِيْمَةِ الْهَامِلَةِ وَالسَّائِمَةِ الْمَرْعِيَّةِ۔

طُوبَى لِنَفْسٍ اَدَّتْ اِلَى رَبِّهَا فَرْضَهَا، وَعَرَكَتْ بِجَنِّيْهَا بُوسَهَا وَهَجَرَتْ فِى اللَّيْلِ غُضْضَهَا حَتَّى اِذَا غَلَبَ الْكَرَى عَلَيْهَا افْتَرَشَتْ اَرْضَهَا وَتَوَسَّدَتْ كَفَّهَا فِى مَعَشَرَ اَسْهَرِ عَيُونِهِمْ خَوْفَ مَعَادِهِمْ، وَتَجَافَتْ عَنْ مَضَاجِعِهِمْ جُنُوبَهُمْ۔ وَهَنَمَتْ بِذِكْرِ رَبِّهِمْ شَفَاهُهُمْ، وَتَقَشَّعَتْ بِطُولِ اِسْتِغْفَارِهِمْ ذُنُوبَهُمْ اُولَئِكَ حَزَبَ اللّٰهُ اِلَّا اِنْ حَزَبَ اللّٰهُ هُمْ الْفَالِحُونَ۔“

فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا اِبْنَ حُنَيْفٍ وَلَتَكْفِكَ اَقْرُصُكَ لِيَكُوْنَ مِنَ النَّارِ خَلَاصُكَ۔

کردوں گا جس طرح وہ چشمہ آب جس کا پانی یہ نشین ہو چکا ہے کیا جس طرح بکریاں پیٹ بھر لینے کے بعد سینہ کے بل بیٹھ جاتی ہیں اور سیر ہو کر اپنے باڑے میں گھس جاتی ہیں، اسی طرح علی بھی اپنے پاس کا کھانا کھالے اور بس سو جائے اُس کی آنکھیں بے نور ہو جائیں۔ اگر وہ زندگی کے طویل سال گزارنے کے بعد کھلے ہوئے چوپاؤں اور چرنے والے جانوروں کی پیروی کرنے لگے۔

خوش نصیب اُس شخص کے کہ جس نے اللہ کے فرائض کو پورا کیا۔ سختی اور مصیبت میں صبر کئے پڑا رہا، راتوں کو اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو ہاتھ کو تکلیف بنا کر اُن لوگوں کے ساتھ فرش خاک پر پڑا رہا کہ جن کی آنکھیں خوفِ حشر سے بیدار پہلو بچھوٹوں سے الگ اور ہونٹ یادِ خدا میں زمزمہ سنج رہتے ہیں، اور کثرتِ استغفار سے جن کے گناہ چھٹ گئے ہیں۔ یہی اللہ کا گروہ ہے اور بے شک اللہ کا گروہ ہی کامران ہونے والا ہے۔

فدک مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب مقام تھا جو یہودیوں کی ملکیت تھا اور انہی سے مکہ حج میں یہ علاقہ پیغمبر اسلام کی صلح کے طور پر حاصل ہوا۔ اس مصالحت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب انہیں فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کی طاقت کا صحیح صحیح اندازہ ہوا تو ان کے جنگجو یا نہ جو صلے پست ہو گئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ پیغمبر خدا نے کچھ یہودیوں کو پناہ طلب کرنے پر چھوڑ دیا ہے انہوں نے بھی رسول خدا کو پیغام صلح بھیج کر خواہش کی کہ ان سے فدک کا علاقہ لے لیا جائے اور ان کی سرزمین کو جنگ کی آماج گاہ نہ بنایا جائے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم نے ان کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے انہیں امان دے دی۔ اور یہ علاقہ آپ کی خصوصی ملکیت قرار پا گیا، جس میں کسی اور کا دخل نہ تھا اور نہ ہوسکتا تھا کیونکہ دوسرے مسلمانوں کا انہی اموال پر حصہ ہوتا ہے کہ جنہیں جہاد کے نتیجہ میں بطور غنیمت انہوں نے حاصل کیا ہو۔ اور جو مال بغیر فوج کشی کے حاصل ہوا ہو، وہ مال نے کہلاتا ہے جو صرف پیغمبر کا حق ہوتا ہے جس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وما اناء اللّٰہ علیٰ رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللّٰہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللّٰہ علی کل شیء قادیور۔

جو مال اللہ نے اپنے رسول کو اُن لوگوں سے بغیر جنگ کے دلوا لیا کہ جس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ (اس میں تمہارا کوئی حق نہیں) بلکہ اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا کرتا ہے۔“

اور اس بارے میں کسی اک نے بھی اختلاف نہیں کیا کہ فدک فوج کشی کے بغیر حاصل ہوا۔ اس لئے یہ آنحضرتؐ کی ذاتی جائیداد تھی جس میں کسی دوسرے کا استحقاق نہیں تھا۔ چنانچہ مورخ طبری تحریر کرتے ہیں۔

وكانت فدك خالصة لرسول الله صلى
الله عليه وسلم لانهم لم يجلبوا عليها
نجيل ولا ركاب (طبري ج ۲ ص ۳۰۲)

اور امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں کہ

وكانت فدك لرسول الله خالصة لا نه
لم يرجف المسلمون عليها بخيل
ولا ركاب (فتوح البلدان ص ۳۷)

اور یہ بھی مسلم حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں یہ علاقہ جناب سیدہ کو بطور ہبہ عطا کر دیا تھا۔ چنانچہ ملا علی قلی تحریر کرتے ہیں کہ۔

عن أبي سعيد الخدري قال لسانزل
وات ذالقربى حقه قال النبي يا فاطمة لك
فدك (كنز العمال ج ۲ ص ۱۰۸)

جب حضرت ابو بکر برسر اقتدار آئے تو انہوں نے حکومت کی بعض مصلحتوں کے پیش نظر جناب سیدہ کو بے دخل کر دیا اور فدک ان کے قبضہ سے نکال لیا۔ چنانچہ ابن حجر تحریر کرتے ہیں۔

إن ابا بكر انتزع من فاطمة فدك
(صواعق محرقة ص ۳۲)

جناب سیدہ نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور حضرت ابو بکر سے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے فدک پر قبضہ کر لیا ہے، حالانکہ رسول اللہؐ اپنی زندگی میں مجھے ہبہ فرما چکے تھے۔ جس پر ابو بکر نے جناب سیدہ سے ہبہ کے گواہ طلب کئے۔ چنانچہ امیر المؤمنین اور ام ایمن نے ان کے حق میں گواہی دی۔ مگر حضرت ابو بکر کے نزدیک یہ شہادت قابل تسلیم نہیں سمجھی گئی اور جناب سیدہ کے دعویٰ کو غلط بیانی پر محمول کرتے ہوئے خارج کر دیا گیا۔ چنانچہ امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں۔

قالت فاطمة لا بی بکر إن رسول الله
صلى الله عليه وسلم جعل لي فدك
فاعطني اياها و شهد لها علي ابن ابي

طالب فسئالها شاهدا آخر فشهدت لها ام
ايمن فقال قد علمت يا بنت رسول الله انه
لا تجوز الا شهادة رجلين او رجل و
امرأتين۔ (فتوح البلدان ص ۳۸)

ان شواہد کے بعد اس میں قطعاً گنجائش انکار نہیں رہتی کہ فدک پیغمبرؐ کی مخصوص ملکیت تھا اور انہوں نے اپنی زندگی میں جناب سیدہ کو قبضہ دلا کر ہبہ کی تکمیل کر دی تھی۔ لیکن حضرت ابو بکر نے اس کا قبضہ چھین کر آپ کو بے دخل کر دیا اور اسی سلسلہ میں حضرت علیؑ اور ام ایمن کی گواہی اس وجہ سے مسترد کر دی کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے نصاب شہادت مکمل نہیں ہوتا۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فدک پر جناب سیدہ کا قبضہ مسلم ہے جیسا کہ حضرت نے بھی اس مکتوب میں بلی کانت فی آیدیننا فدک سے اس کی صراحت کی ہے۔ تو حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا سے ان کے دعویٰ پر ثبوت طلب کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں جبکہ بار ثبوت اس کے ذمہ نہیں ہوتا جس کا قبضہ ہو؟ بلکہ جو اس کے خلاف دعویٰ کرے، ثبوت کا ہم پہنچا بھی اس کے ذمہ ہوتا ہے کیونکہ قبضہ خود ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا حضرت ابو بکر پر امر عائد ہوتا تھا کہ وہ اپنے تصرف کے جواز پر کوئی ثبوت پیش کرتے در صورتیکہ وہ اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہ لائے، جناب سیدہ کا قبضہ ان کی صحیح ملکیت کا ثبوت ہوگا اور اس صورت میں ان سے کسی اور ثبوت اور مشاہدہ کا مطالبہ کرنا بنیادی طور پر غلط ہوگا۔

حیرت اس پر ہوتی ہے کہ جب حضرت ابو بکر کے سامنے اسی نوعیت کے اور قضایا پیش ہوتے ہیں تو وہ محض دعوے کی بناء پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیتے ہیں نہ اس سے ثبوت طلب کیا جاتا ہے اور نہ گواہوں کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری تحریر کرتے ہیں۔

عن جابر ابن عبد الله يقول قال لي رسول
الله لو قد جاء مال البحرين لقد اعطيتك
لهكذا وهكذا ثلاثا فلم يقدم ما بالبحرين
حتى قبض رسول الله فلبا جاء مال
البحرين قدم على ابي بكر امرا ابو بكر
مناديا فنادى من كان له عند النبي دين
أو عدة فليأتني قال جابر فجلت ابا بكر
فاخبرته أن النبي قال لو جاء مال البحرين
اعطيتك وهكذا وهكذا ثلاثا قال فاعطاني

(صحیح بخاری جلد ۲ جز ۲ ص ۱۹۰)

اسی حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی نے تحریر کیا ہے۔

هذا الخیر فیہ دلالة علی قبول الخیر
العدل من الصحابة ولو جر ذلك نفعاً
لنفسه لئلا ابکر لم یلتمس من جابر
شاهد اعلیٰ صحته دعواه۔

یہ خبر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ میں سے ایک
عادل کی بھی خبر قبول کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ وہ خود اسی کے
فائدے کے لئے کیوں نہ ہوں، کیونکہ ابوبکر نے جابر سے
ان کے دعوے کی صحت پر کوئی گواہ طلب نہیں کیا۔

اگر حسن ظن پر بنا کرتے ہوئے بغیر کسی شاہد اور بینہ کے جابر کو مال دے دینا جائز تھا تو اسی حسن ظن کی بناء پر جناب سیدہ کے دعویٰ
کی تصدیق کرنے میں کیا چیز مانع تھی جبکہ جابر کے متعلق یہ خوش اعتمادی ہو سکتی ہے کہ وہ غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے تو جناب سیدہ کے
متعلق یہ خوش اعتمادی کیوں نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک قطعہ زمین کی خاطر رسول اللہ پر افتر نہیں باندھ سکتیں۔ اولاً آپ کی مسلمہ صداقت و
دیانت ہی اس کے لئے کافی تھی کہ آپ کو ان کے دعویٰ میں سچا سمجھا جاتا۔ چہ جائیکہ حضرت علیؓ اور ام ایمن کی گواہی بھی ان کے حق میں
موجود ہو اور یہ کہنا کہ ان دو گواہیوں سے جناب سیدہ کے حق میں فیصلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن نے شہادت کا اصول یہ مقرر کیا ہے کہ
واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان
لہم یکونا رجلین فوجل و امراتہن

”اپنے مردوں میں سے دو کی گواہی لیا کرو، اور اگر دو مرد نہ
ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔“

اگر یہ اصول ہمہ گیر اور عام تھا تو ہر موقع پر اس کا لحاظ ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ بعض امور پر اس کی پابندی نظر نہیں آتی چنانچہ جب
ایک اعرابی نے ناقہ کے معاملہ میں آنحضرت سے جھگڑا کیا تو خزیمہ ابن ثابت نے پیغمبر کے حق میں گواہی دی اور اس ایک گواہی کو دو
گواہیوں کے برابر قرار دیا گیا۔ کیونکہ جن کے حق میں یہ گواہی تھی ان کی دیانت و صداقت میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اس لئے نہ یہ شہادت کے
عموم میں کچھ رخنہ پڑا اور نہ اُسے آئین شہادت کے خلاف سمجھا گیا۔ تو اگر یہاں پیغمبر کی صداقت کے پیش نظر ان کے حق میں ایک گواہی
کافی سمجھی گئی تو کیا جناب سیدہ کی اخلاقی عظمت اور راست گفتاری کی بناء پر حضرت علیؓ و ام ایمن کی گواہی کو ان کے حق میں کافی نہیں سمجھا
جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس آیت میں نہیں کیا گیا کہ ان دو صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت اثبات مدعا کے لئے نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ
قاضی نور اللہ شوستر علیہ الرحمۃ نے احقاق الحق باب المطاعن میں تحریر کیا ہے۔

”معتز کا یہ کہنا ام ایمن کی گواہی سے نصاب شہادت نامکمل رہتا ہے یہ اس بناء پر غلط ہے کہ بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا
ہے کہ ایک گواہ اور حلف سے بھی حکم لگانا جائز ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا حکم منسوخ قرار پائے کیونکہ اس آیت
کا مطلب یہ ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے حکم لگایا جاسکتا ہے اور ان کی دہائی سند و حجت ہے مگر اس سے یہ ظاہر
نہیں ہوتا کہ شہادت کے علاوہ اور دلیل ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہے اور نہ اُس کی بناء پر حکم لگایا جاسکتا ہے مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ اس کا مفہوم
(لازمی معنی) یہی نکلتا ہے لیکن (ہر مورد میں) مفہوم حجت نہیں ہوتا، لہذا اس مفہوم کو برطرف کیا جاسکتا ہے جبکہ حدیث میں اس مفہوم کے
خلاف صراحت موجود ہے اور مفہوم کو برطرف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت منسوخ ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ آیت میں دو مردوں
یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی میں اختیار دیا گیا ہے اور اگر اُزروے حدیث ان دو شقوق میں ایک شق کا اور اضافہ ہو جائے اور وہ یہ کہ
ایک گواہی اور قسم سے بھی فیصلہ ہو سکتا ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ قرآن آیت کا حکم منسوخ ہو جائے۔“

بہر حال اس جواب سے یہ امر واضح ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے اس کا محتاج نہیں کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو

عورتوں کی گواہی پیش کرے۔ بلکہ اگر ایک شاہد کے ساتھ حلف اٹھائے تو اُسے اس کے دعویٰ میں سچا سمجھتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ
ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری تحریر کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ و بایک و عمرو و عثمان
کانوا یقضون بشهادة الواحد و یبین المدعی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان ایک
گواہی اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔
(کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۶)

جب ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ ہوتے رہے تھے تو اگر حضرت ابوبکر کی نظر میں نصاب شہادت نامکمل تھا تو وہ جناب سیدہ سے قسم لے
لیتے اور ان کے حق میں فیصلہ کر دیتے۔ مگر یہاں تو مقصد ہی یہ تھا کہ جناب سیدہ کی صداقت کو مجروح کیا جائے تاکہ آئندہ کسی منزل پر
ان کی تصدیق کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

بہر صورت جب اس طرح جناب فاطمہ کا دعویٰ مسترد کیا گیا اور فدک کو ہیہ رسولؐ نہ سمجھا گیا تو آپؐ نے میراث کی رو سے اس کا
مطالبہ کیا کہ اگر تم یہ نہیں مانتے کہ پیغمبرؐ نے مجھے ہیہ کیا تھا تو اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ فدک پیغمبرؐ کی مخصوص ملکیت تھا اور میں ان کی تہا
وارث ہوں۔ چنانچہ عبدالکریم شہرستانی تحریر کرتے ہیں۔

و دعویٰ فاطمة علیہا السلام و ارثہ تارۃ
و تملک اخری حتی دفعت عن ذلک
بلارواۃ المشہورۃ عن النبی نحن
معاشر الانبیاء لا نورث ماتر کنا صدقۃ
جناب فاطمہ علیہا السلام نے ایک دفعہ وراثت کی رو سے
دعویٰ کیا اور ایک دفعہ ملکیت کی رو سے مگر آپؐ کو اس سے محروم
کر دیا گیا۔ اس مشہور روایت کی وجہ سے جو پیغمبرؐ سے مروی
ہے کہ ”آپؐ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث
نہیں بناتے بلکہ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“
(کتاب الملل و النحل صفحہ ۹)

اس قول کا جسے حدیث رسولؐ کہہ کر پیش کیا گیا حضرت ابوبکر کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا اور نہ صحابہ میں سے کسی اور نے اُسے سنا تھا۔
چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تحریر کیا ہے کہ

اختلفوا فی میراثہ فبا و جد و عند
احد من ذلک علیما فقال ابو بکر سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا
صدقۃ
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی میراث کے بارے
میں اختلاف پیدا ہوا۔ اور کسی کے پاس اس کے متعلق
کوئی اطلاع نہ تھی۔ البتہ ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہم گروہ
انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، بلکہ جو چھوڑے جاتے
ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔
(تاریخ الخلفاء ص ۵۳)

عقل یہ تسلیم کرنے سے انکاری ہے کہ پیغمبرؐ ان افراد کو جو آپؐ کے وارث سمجھے جاسکتے تھے یہ تک نہ بتائیں کہ وہ وارث نہیں ہوں

گئے اور ایک اجنبی کو کہ جسے آنحضرتؐ کی وراثت سے دور کا بھی لگاؤ نہ تھا یہ بتا جائیں کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہے۔ پھر یہ روایت اُس وقت منظر عام پر لائی جاتی ہے کہ جب فدک کا مقدمہ آپ کی عدالت میں دائر ہو چکا تھا اور وہ خود اُس میں ایک فریق مخالف کی حیثیت رکھتے تھے، تو ایسی صورت میں ان کا اپنی تائید میں ایسی روایت پیش کرنا جو صرف انہی سے سنی گئی ہو کیونکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابوبکر کی جلالت کے قدر کے پیش نظر اس روایت پر اعتماد کرنا چاہئے۔ تو اگر ان کی عظمت و منزلت کی بناء پر اس روایت پر وثوق کیا جاسکتا ہے تو کیا جناب سیدہ کی دیانت و راست بازی کے پیش نظر ان کے دعویٰ ہبہ پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا؟ جب کہ امیر المومنین اور ام ایمن کی شہادت بھی ان کے حق میں ہو۔ اور اگر اس سلسلہ میں مزید شہادت کی ضرورت محسوس کی گئی ہو تو اس روایت کے لئے بھی شہادت طلب کی جاسکتی ہے جبکہ یہ روایت قرآن کے عمومی وارث کے بھی مخالف ہے اور ایسی روایت جو روایت کمزور اور درایت مقدور و مجروح ہو، قرآن کے عمومی حکم و وارث کی مخصص کیونکر قرار پاسکتی ہے جبکہ قرآن میں انبیاء کی وراثت کا صراحتاً تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے

ورث سلیمان داؤد
سلیمان داؤد کے وارث ہوئے

دوسرے موقع پر جناب زکریا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی ارشاد ہے۔

إِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَالَتِ
أَمْرَاتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا
وَيُورِثُ مِنَ الْإِسْلَامِ رِبَاضِيَاءَ
میں اپنے بعد اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہوں۔ اس لئے کہ میری بیوی بے اولاد ہے۔ (اے اللہ) تو مجھ کو اپنی طرف سے ایک ولی عطا فرما جو میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو، اور اے اللہ تو اسے پسندیدہ قرار دے۔

ان آیات میں ورثہ سے مال ہی کا ورثہ مراد ہے۔ اور اُسے معنی مجازی پر محمول کرتے ہوئے علم و نبوت کا ورثہ مراد لینا نہ صرف بعید بلکہ واقعیت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ علم و نبوت ورثہ میں ملنے والی چیزیں نہیں ہیں اور نہ ان میں بطور ورثہ منتقل ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ ورثہ میں منتقل ہوا کرتی ہیں۔ تو پھر تمام انبیاء کی اولاد کو نبی ہونا چاہئے تھا۔ اس تفریق کے کوئی معنی نہیں کہ بعض انبیاء کی اولاد کو ورثہ نبوت ملے اور بعض کو اس سے محروم کر دیا جائے۔ حیرت ہے کہ نبوت کے بطور ورثہ منتقل ہونے کا نظریہ ان لوگوں کی طرف سے پیش ہوتا ہے کہ جو ہمیشہ سے شیعوں پر یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ انہوں نے امامت و خلافت کو ایک موروثی چیز قرار دے کر اُسے ایک ہی خاندان پر منحصر کر دیا ہے۔ تو کیا یہاں ورثہ نبوت مراد لینے سے نبوت ایک موروثی چیز بن کر نہ رہ جائے گی۔

اگر حضرت ابوبکر کی نظر میں اس حدیث کی رو سے پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہو سکتا تو اُس وقت یہ حدیث کہاں تھی کہ جب حضرت فاطمہ کا حق وراثت تسلیم کرتے ہوئے دستاویز تحریر کر دی تھی۔ چنانچہ صاحب سیرۃ جلیبہ سبط ابن جوزی سے نقل کرتے ہیں۔

ان فاطمة جائت الی ابی بکر و هو علی المنبر فقال یا ابا بکر فی کتاب اللہ ان ترثک ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر ابو

بکر باکیا ثم نزل و کتب لها بفدک و دخل علیہ عمر و فقال ما لهذا فقال کتاب کتبت لفاطمة میراثها من ابیها قال فماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربک العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ (سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۰۰)

لگے اور منبر سے نیچے اتر آئے اور حضرت فاطمہ کو دستاویز لکھ دی۔ اتنے میں حضرت عمر آئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے حضرت فاطمہ کیلئے میراث کا نوشتہ لکھ دیا ہے کہ جو انہیں ان کے باپ کی طرف سے پہنچتی ہے حضرت عمر نے کہا کہ پھر مسلمانوں پر کیا صرف کرو گے جبکہ عرب تم سے جنگ کیلئے آمادہ ہیں اور یہ کہہ کر حضرت عمر نے وہ تحریر چاک کر ڈالی۔

اس طرز عمل کو دیکھنے کے بعد ہر صاحب بصیرت بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ روایت خود ساختہ اور غلط ہے اور صرف فدک پر تصرف حاصل کرنے کے لئے گڑھ لی گئی تھی۔ چنانچہ جناب سیدہ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس طرح اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا کہ حضرت ابوبکر و عمر کے بارے میں وصیت فرمادی کہ یہ دونوں ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ جناب سیدہ کی اس ناراضگی کو جذبات پر محمول کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو کم کرنا کئی صحیح جذبہ کی بناء پر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ ناراضگی جذبات کے ماتحت ہوتی تو امیر المومنین حضرت زہرا کی اس بے محل ناراضگی کو روکتے مگر کوئی تاریخ نویس یہ نہیں بتاتی کہ جناب امیرؑ نے اس ناراضگی کو بے محل سمجھا ہو، اور پھر آپ کی ناراضگی ذاتی رجحان اور جذبات کے نتیجہ میں ہو کیسے سکتی تھی جبکہ ان کی خوشنودی و ناخوشنودی عین منشاء الہی کے مطابق ہوتی تھی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس کا شاہد ہے۔

یا فاطمة ان اللہ یغضب لغضبک و اے فاطمہ (صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا) اللہ تمہارے غضب سے غضبناک اور تمہاری خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے۔

مکتوب (۴۶)

ایک عامل کے نام:

تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دین کے قیام میں مدد لیتا ہوں اور گنہگاروں کی نجات توڑتا ہوں، اور خطرناک سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں۔ پیش آنے والی مہمات میں اللہ سے مدد مانگو۔ (رعیت کے بارے میں) سختی کے ساتھ کچھ نرمی کی آمیزش کئے رہو۔ جہاں تک نرمی مناسب ہو نرمی برتو، اور جب سختی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو سختی کرو۔

رعیت سے خوش خلقی اور کشادہ روی سے پیش آؤ۔ اُن سے اپنا

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
(إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ)
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى إِقَامَةِ الدِّينِ وَأَقْمَعُ بِهِ نَخْوَةَ الْأَثِيمِ، وَأَسْدُ بِهِ لِهَآئِةِ الشَّعْرِ الْمَخُوفِ فَاسْتَعِزَّ بِاللَّهِ عَلَى مَا أَهْمَكَ، وَأَخْلِطِ الشَّدَّةَ بِضَعْفٍ مِنَ اللَّيِّنِ۔ وَارْفُقْ مَا كَانَ الرَّفْقُ أَرْفَقَ۔ وَاعْتَزِّمْ بِالشَّدَّةِ حِينَ لَا يُغْنِي عَنْكَ إِلَّا الشَّدَّةُ۔ وَأَخْفِضْ لِلرَّحِيَةِ جَنَاحَكَ،

وَأَبْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ وَالْأَيْنُ لَهُمْ جَانِبَكَ۔
وَأَسِ بَيْنَهُمْ فِي الدَّحْظَةِ وَالنَّظَرَةِ،
وَالْإِشَارَةِ وَالتَّحِيَّةِ حَتَّى لَا يَطْمَعَ
الْعُظْمَاءُ فِي حَيْفِكَ، وَلَا يَأْسَ
الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ۔ وَالسَّلَامُ۔

وصیت (۴۷)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا
ضَرَبَهُ ابْنُ مَرْجَمٍ لَعْنَهُ اللَّهُ:
أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَأَنْ لَا تَبْغِيَا
الدُّنْيَا وَإِنْ بَغْتُكُمْ وَلَا قَاسِفًا عَلَى
شَيْءٍ مِنْهَا زَوَى عَنْكُمْ وَقَوْلًا بِالْحَقِّ۔
وَأَعْمَلًا لِلْآخِرِ۔ وَكُونَا لِلظَّالِمِ حَصَمًا
وَلِلْمَظْلُومِ عَوْنًا۔

اَوْصِيكُمْ وَجِبِعَ وَلَدِي وَاهْلِي وَمَنْ
بَلَّغَهُ كِتَابِي بِتَقْوَى اللَّهِ وَنَظْمِ أَمْرِكُمْ،
وَصَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ، فَإِلَيَّ سَبِغْتُ
جَدُّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ:
صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَةِ
الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ، وَاللَّهُ اللَّهُ فِي الْإِيْتَامِ
فَلَا تَغْبُوا أَقْوَاهُمْ وَلَا يَضِيعُوا
بِحَضَرَتِكُمْ۔ وَاللَّهُ اللَّهُ فِي جِيرَانِكُمْ
فَإِنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ مَا زَالَ يُوصِي بِهِمْ
حَتَّى ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيُورِثُهُمْ۔ وَاللَّهُ اللَّهُ فِي

رویہ نرم رکھو اور کنکھیں اور نظر بھر کر دیکھنے اور اشارہ اور سلام
کرنے میں برابری کر دو تاکہ بڑے لوگ تم سے بے راہ روی کی
توقع نہ رکھیں، اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہوں۔
والسلام

جب آپ کو ابن ملجم لعنہ اللہ ضربت لگا چکا تو آپ نے
حسن اور حسین علیہما السلام سے فرمایا۔
میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے
خواہشمند نہ ہونا، اگرچہ وہ تمہارے پیچھے لگے اور دنیا کی کسی ایسی
چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے، جو کہنا حق کے لئے کہنا،
اور جو کرنا ثواب کے لئے کرنا۔ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مدد
گار بنے رہنا۔

میں تم کو اپنی تمام اولاد کو اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ
پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اپنے
معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا، کیونکہ
میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے
سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزہ سے افضل
ہے۔ (دیکھو) یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان
کا کام و دین کے لئے فائدہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی
میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ اپنے ہمسایوں کے بارے میں
اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر
نے برابر ہدایت کی ہے اور آپ اس حد تک ان کے لئے
سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ
انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے

الْقُرْآنَ لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ وَاللَّهُ
اللَّهُ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا عَمُودُ دِينِكُمْ وَاللَّهُ
اللَّهُ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ لَا تَخْلُوهَا مَا بَقِيْتُمْ
فَإِنَّهُ إِنْ تَرَكْتُمْ لَمْ تَنْظُرُوا وَاللَّهُ اللَّهُ فِي
الْجِهَادِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّنْتِكُمْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ۔ وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَّاضُعِ
وَالْتَبَادُلِ۔ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّذَابُرَ وَالتَّقَاطُعَ۔
لَا تَتَرَكُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ
الْمُنْكَرِ فَيُؤْتَى عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ ثُمَّ تَدْعُونَ
فَلَا يَسْتَجَابُ لَكُمْ۔ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
لَا أَلْفَيْتُكُمْ تَخَوْضُونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ،
خَوْضًا تَقُولُونَ قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِلَّا
لَا تَقْتُلُنَّ بَنِي إِلَّا قَاتِلِي۔

أَنْظُرُوا إِذَا أَنَا مِتُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هَذِهِ
فَاضْرِبُوا ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ وَلَا يُمَثَّلُ
بِالرَّجُلِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَالِهِ يَقُولُ: إِيَّاكُمْ وَالْمَثَلَةَ وَلَوْ بِالْكَذِبِ
الْعَقُورِ۔

مکتوب (۴۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُعَاوِيَةَ
وَإِنَّ الْبَغْيَ وَالزُّورَ يُذَيِّعَانِ بِالْبَرِّ فِي
دِينِهِ وَدُنْيَاةٍ وَيُبْدِيَانِ عِلَلَهُ عِنْدَ مَنْ
يَعْبُدُهُ۔ وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ غَيْرُ مُدْرِكٍ

ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر
سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ
تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھر کے بارے
میں اللہ سے ڈرنا اُسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی
چھوڑ دیا گیا، تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے۔ جان،
مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو
نہ بھولنا اور تم کو لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک
دوسرے کی طرف سے پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے
پرہیز کرنا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے بھی ہاتھ
نہ اٹھانا ورنہ بدکردار تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ پھر دعا مانگو گے تو
قبول نہ ہوگی۔

(پھر ارشاد فرمایا) اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے
کہ تم ”امیر المؤمنین قتل ہو گئے، امیر المؤمنین قتل ہو گئے“ کے
نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھینا شروع
کردو۔

دیکھو میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو
جب میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے
میں ایک ہی ضرب لگانا۔ اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا، کیونکہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار
کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو۔

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:
یاد رکھو! سرکشی اور دروغ گوئی انسان کو دین و دنیا میں رسوا
کردیتی ہے اور نکتہ چینی کرنے والے کے سامنے اس کی
خامیاں کھول دیتی ہے تم جانتے ہو کہ جس چیز کا ہاتھ سے جانا ہی
طے ہے، اُسے تم پانہیں سکتے۔ بہت سے لوگوں نے بغیر کسی حق

مَا قُضِيَ فَوَاتُهُ۔ وَقَدْ رَامَ أَقْوَامٌ أَمْرًا
بَغْيَ الْحَقِّ فَتَاوُوا عَلَى اللَّهِ فَأَكْذَبَهُمْ
فَاحْدَرُوا يَوْمًا يَغْتَبِطُ فِيهِ مَنْ أَمَكَنَ
الشَّيْطَانُ مِنْ قِيَادِهِ فَلَمْ يُجَاوِبْهُ۔ وَقَدْ
دَعَوْتَنَا إِلَى حُكْمِ الْقُرْآنِ وَلَسْتَ مِنْ
أَهْلِهِ وَلَسْنَا بِإِيَّاكَ أَجَبْنَا، لَكِنَّا أَجَبْنَا
الْقُرْآنَ فِي حُكْمِهِ وَالسَّلَامُ

مکتوب (۴۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُعَاوِيَةَ أَيْضًا:
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الدُّنْيَا مَشْغَلَةٌ عَنْ غَيْرِهَا،
وَلَمْ يَصِبْ صَاحِبُهَا مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا فَتَحَتْ
لَهُ جِرْصًا عَلَيْهَا وَلَهْجًا بِهَا، وَلَكِنْ
يَسْتَغْنِي صَاحِبُهَا بِمَا نَالَ فِيهَا عَمَّا لَمْ
يَبْلُغْهُ مِنْهَا وَمَنْ وَرَأَى ذَلِكَ فِرَاقُ مَا جَمَعَ
وَنَقْضُ مَا أَبْرَمَ وَلَوْ اعْتَبَرْتَ بِمَا مَضَى
حَفِظْتَ مَا بَقِيَ وَالسَّلَامُ

معاویہ کے نام:
دنیا آخرت سے روگرداں کر دینے والی ہے اور جب دنیا دار
اس سے کچھ تھوڑا بہت پالیتا ہے تو وہ اُسکے لئے اپنی حرص و
شیفتگی کے دروازے کھول دیتی ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ اب
جتنی دولت مل گئی اس پر اکتفا کرے اور جو ہاتھ نہیں آیا اُس
سے بے نیاز رہے۔ حالانکہ نتیجہ میں جو کچھ جمع کیا ہے اُس
سے جدائی اور جو کچھ بندوبست کیا ہے اُس کی شکست لازمی
ہے اور اگر تم گزشتہ حالات سے عبرت حاصل کرو تو باقی عمر کی
حفاظت کر سکو گے۔ (والسلام)

مکتوب (۵۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى أَمْرَائِهِ عَلَى الْجِيُوشِ
مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلِيِّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى
أَصْحَابِ السَّلَاحِ۔
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ حَقًّا عَلَى الْوَالِي أَنْ لَا

سرदार ان لشکر کے نام:
خدا کے بندے علی امیر المؤمنین کا خط چھانوئوں کے سالاروں
کی طرف۔
حاکم پر فرض ہے کہ جس برتری کو اُس نے پایا ہے اور جس فارغ
الہالی کی منزل پر پہنچا ہے وہ اس کے رویہ میں جو رعایا کے ساتھ
ہے تبدیلی پیدا نہ کرے۔ بلکہ اللہ نے جو نعمت اُس کے نصیب

يُغَيِّرُ لَا عَلَى رَعِيَّتِهِ فَضْلٌ نَالَهُ وَلَا طَوْلٌ
خُصَّ بِهِ، وَأَنْ يَزِيدَهُ مَا قَسَمَ اللَّهُ لَهُ مِنْ
نِعَمِهِ دُنُوًا مِنْ عِبَادِهِ وَعَطْفًا عَلَى إِخْوَانِهِ
أَلَا وَإِنْ لَكُمْ عِنْدِي أَنْ لَا أَحْتَجِزَ دُونَكُمْ
سِرًّا إِلَّا فِي حَرْبٍ، وَلَا أَطْوِي دُونَكُمْ أَمْرًا
إِلَّا فِي حُكْمٍ۔ وَلَا أُوخِرُ لَكُمْ حَقًّا عَنْ
حَلِّهِ، وَلَا أَقْفَ بِهِ دُونَ مَقْطَعِهِ، وَأَنْ
تَكُونُوا عِنْدِي فِي الْحَقِّ سَوَاءً فَإِذَا فَعَلْتُ
ذَلِكَ وَجَبَتْ لِلَّهِ عَلَيْكُمْ النِّعْمَةُ وَلِيَ عَلَيْكُمْ
الطَّلَعُ وَأَنْ لَا تَنْكُصُوا عَنْ دَعْوَةٍ، وَلَا
تُفْسِرُ طَوْفًا فِي صَلَاحٍ وَأَنْ تَخَوْضُوا
الْغَمَوَاتِ إِلَى الْحَقِّ۔ فَإِنْ أَنْتُمْ لَمْ
تَسْتَقِيمُوا إِلَيَّ عَلَى ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ
أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ أَعْوَجَ مِنْكُمْ، ثُمَّ أُعْظِمُ لَهُ
الْعُقُوبَةَ، وَلَا يَجِدُ فِيهَا عِنْدِي رُحْمَةً۔
فُخِّدُوا هَذَا مِنْ أَمْرَائِكُمْ وَأَعْطَوْهُمْ مِنْ
أَنْفُسِكُمْ مَا يَصْلِحُ اللَّهُ بِهِ أَمْرَكُمْ۔

میں کی ہے وہ اُسے بندگان خدا سے نزدیکی اور اپنے
بھائیوں سے ہمدردی میں اضافہ ہی کا باعث ہو ہاں! مجھ پر
تمہارا یہ بھی حق ہے کہ جنگ کی حالت کے علاوہ کوئی راز تم
سے پردہ میں نہ رکھوں اور حکم شرعی کے سوا دوسرے امور میں
تمہاری رائے مشورہ سے پہلو تہی نہ کروں اور تمہارے کسی
حق کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کروں اور اُسے انجام تک
پہنچائے بغیر دم نہ لوں اور یہ کہ حق میں تم میرے نزدیک
سب برابر سمجھے جاؤ۔ جب میرا برتاؤ یہ ہو تو تم پر اللہ کے
احسان کا شکر لازم ہے اور میری اطاعت بھی اور یہ کہ کسی
پکار پر قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ اور نیک کاموں میں کوتاہی نہ کرو،
اور حق تک پہنچنے کیلئے سختیوں کا مقابلہ کرو۔ اور اگر تم اس رویہ
پر برقرار نہ رہو تو پھر تم میں سے بے راہ ہو جانیا لوں سے
زیادہ کوئی میری نظر میں ذلیل نہ ہوگا پھر اُسے سزا بھی سخت
دوں گا اور وہ اس بارے میں مجھ سے کوئی رعایت نہ پائیگا۔
تم اپنے (ماتحت) سرداروں سے یہی عہد و پیمان لو، اور اپنی
طرف سے بھی ایسے حقوق کی پیش کش کرو کہ جس سے اللہ
تمہارے معاملات کو سلجھا دے۔ (والسلام)

مکتوب (۵۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى عَمَلِهِ عَلَى الْخَرَاجِ
مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلِيِّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
إِلَى أَصْحَابِ الْخَرَاجِ۔
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مَنْ لَمْ يَحْدَرِ مَا هُوَ صَائِرٌ
إِلَيْهِ لَمْ يَقْدَمْ لِنَفْسِهِ مَا يُحْرِزُهَا۔ وَأَعْلَمُوا
أَنْ مَا كُفِّتُمْ يَسِيرٌ وَأَنْ ثَوَابَهُ كَثِيرٌ۔ وَلَوْ

خراج کے تحصیلداروں کے نام
خدا کے بندے علی امیر المؤمنین کا خط خراج وصول کرنے والوں
کی طرف۔
جو شخص اپنے انجام کار سے خائف نہیں ہوتا وہ اپنے نفس کے
بچاؤ کیلئے کوئی سروسامان فراہم نہیں کر سکتا۔ تمہیں معلوم ہونا
چاہئے کہ جو فرائض تم پر عائد کئے گئے ہیں وہ کم ہیں اور اُن کا
ثواب زیادہ ہے۔ خدا نے ظلم و سرکشی سے جو روکا ہے اُس پر

لَمْ يَكُنْ فِيمَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ مِنَ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ عِقَابٌ يُخَافُ لَكَانَ فِي ثَوَابِ اجْتِنَابِهِ مَالًا عُدْرَ فِي تَرْكِ طَلَبِهِ فَأَنْصِفُوا النَّاسَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ وَأَصْبِرُوا لِحَوَائِجِهِمْ فَإِنَّكُمْ خُزَّانُ الرَّعِيَّةِ وَرُكَّلَاءُ الْأُمَّةِ وَسُفَرَاءُ الْأَلَمَّةِ - وَلَا تَحْسِبُوا أَحَدًا عَنْ حَاجَتِهِ، وَلَا تَحْسِبُوا عَنْ طَلَبَتِهِ، وَلَا تَبِيعَنَّ لِلنَّاسِ فِي الْخُرَاجِ كِسُوفَ شَتَاءٍ وَلَا صَيْفٍ، وَلَا دَابَّةً يَعْتَبِلُونَ عَلَيْهَا وَلَا عَبْدًا، وَلَا تَضْرِبَنَّ أَحَدًا سَوْطًا لِمَكَانٍ دَرَاهِمٍ، وَلَا تَسْنُ مَالَ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مُصَلٍّ وَلَا مَعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ تَجِدُوا فَرَسًا أَوْ سِلَاحًا يُعَدِّي بِهِ عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْإِسْلَامِ أَنْ يَدْعَ ذَلِكَ فِي أَيْدِي أَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ فَيَكُونَ شَوْكَةً عَلَيْهِ - وَلَا تَدْخِرُوا أَنْفُسَكُمْ نَصِيحَةً، وَلَا الْجُنْدَ حُسْنَ سِيرَةٍ وَلَا الرَّعِيَّةَ مَعُونَةً، وَلَا دِينَ اللَّهِ قُوَّةً - وَأَبْلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا اسْتَوْجَبَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَدِ اصْطَنَعَ عِنْدَنَا وَعِنْدَكُمْ أَنْ نَشْكُرَهُ بِجُحْدٍ نَأْوَأَنَّ نَصْرَهُ بِمَا بَلَغَتْ قُوَّتُنَا، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ -

مکتوب (۵۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) نماز کے بارے میں مختلف شہروں کے حکمرانوں کے نام:

سزا کا خوف نہ بھی ہوتا جب بھی اُس سے بچنے کا ثواب ایسا ہے کہ اس کی طلب سے بے نیاز ہونے میں کوئی عذر نہیں کیا جاسکتا۔ لوگوں سے عدل و انصاف کا رویہ اختیار کرو، اور اُن کی خواہشوں پر صبر و تحمل سے کام لو اس لئے کہ تم رعیت کے خزانہ دار، امت کے نمائندے اور اقتدار اعلیٰ کے فرستادہ ہو۔ کسی سے اس کی ضروریات کو قطع نہ کرو، اور اُس کے مقصد میں روڑے نہ لگاؤ اور لوگوں سے خراج وصول کرنے کے لئے اُن کے جاڑے یا گرمی کے کپڑوں اور مویشیوں کو جن سے وہ کام لیتے ہوں، اور اُن کے غلاموں کو فروخت نہ کرو، اور کسی کو پیسہ کی خاطر کوڑے نہ لگاؤ اور کسی مسلمان یا ذمی کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ مگر یہ کہ اُس کے پاس گھوڑا یا ہتھیار ہو کہ جو اہل اسلام کے خلاف استعمال ہونے والا ہو اس لئے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اُس کو دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں رہنے دے کہ جو مسلمانوں پر غلبہ کا سبب بن جائے اور اپنوں کی خیر خواہی، فوج سے نیک برتاؤ، رعیت کی امداد اور دین خدا کو مضبوط کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ اللہ کی راہ میں جو تمہارا فرض ہے اُسے سرانجام دو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے اپنے احسانات کے بدلہ میں ہم سے اور تم سے یہ چاہا ہے کہ ہم مقدور بھر اُس کا شکر اور طاقت بھر اُس کی نصرت کریں اور ہماری قوت و طاقت بھی تو خدا ہی کی طرف سے ہے۔

إِلَى أَمْرَاءِ الْبِلَادِ فِي مَعْنَى الصَّلَاةِ أَمَّا بَعْدُ فَصَلُّوا بِالنَّاسِ الظُّهَرَ حَتَّى تَفِئَءَ الشَّمْسُ مِثْلَ مَرَبُصِ الْعَنَزِ وَصَلُّوا بِهِمُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيضاءَ حَيَّةً فِي عَضْوٍ مِنَ النَّهَارِ حِينَ يُسَارُ فِيهَا فَرَسَخَانِ - وَصَلُّوا بِهِمُ الْمَغْرِبَ حِينَ يُقْطِرُ الصَّائِمُ وَيَدْفَعُ الْحَاجُّ وَصَلُّوا بِهِمُ الْعِشَاءَ حِينَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ - وَصَلُّوا بِهِمُ الْغَدَاةَ وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ رَجْعَهُ صَاحِبِهِ وَصَلُّوا بِهِمُ صَلَاةَ أَضْعَفِهِمْ وَلَا تَكُونُوا فِتْنَيْنِ -

عہد نامہ (۵۳)

اس دستاویز کو (مالک) اشتر غنی رحمۃ اللہ کے لئے تحریر فرمایا۔ جبکہ محمد ابن ابی بکر کے حالات بگڑ جانے پر انہیں مصر اور اُس کے اطراف کی حکومت سپرد کی۔ یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیر المومنین کے توقعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ہے وہ فرمان جس پر کار بند رہنے کا حکم دیا ہے خدا کے بندے علی امیر المومنین نے مالک ابن حارث اشتر کو جب مصر کا انہیں والی بنایا تاکہ وہ خراج جمع کریں دشمنوں سے لڑیں، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کریں۔

انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اُس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اُن کا اتباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بد بختی و امنگیر ہوتی ہے اور یہ

(وَمِنْ عَهْدٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَتَبَهُ لِلْأَشْتَرِ النَّخَعِيِّ لَمَّا وَلَاَهُ عَلَى مِصْرَ وَأَعْمَالِهَا حِينَ اضْطَرَبَ أَمْرُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ أَطْوَالُ عَهْدٍ وَاجْمَعُ كُتُبَهُ لِلْمَحَاسِنِ

(بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝)

هَذَا مَا أَمَرِي بِهِ عَبْدُ اللَّهِ عَلِيُّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ الْأَشْتَرِيُّ فِي عَهْدِهِ إِلَيْهِ حِينَ وَلَاَهُ مِصْرَ : جَبَايَةَ خَرَاجِهَا، وَجِهَادَ عَدُوِّهَا، وَاسْتِصْلَاحَ أَهْلِهَا، وَعِمَارَةَ بِلَادِهَا - أَمْرًا بِتَقْوَى اللَّهِ وَإِيشَارِ طَاعَتِهِ، وَإِتِّبَاعِ مَا أَمَرَ بِهِ فِي

كِتَابِهِ: مَنْ فَرَّائِضِهِمْ وَسُنَنِهِ الَّتِي لَا يَسْعَدُ أَحَدٌ إِلَّا بِاتِّبَاعِهَا، وَلَا يَشْفَى إِلَّا مَعَ جُحُودِهَا وَإِضَاعَتِهَا وَأَنْ يَنْصُرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِقَلْبِهِ وَيَدَهُ وَلِسَانِهِ، فَإِنَّهُ جَلَّ اسْمُهُ قَدْ تَكْفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَصَرَهُ وَإِعْزَازٍ مَنْ أَعَزَّهُ

وَأَمْرَهُ أَنْ يَكْسِرَ نَفْسَهُ مِنَ الشَّهَوَاتِ وَيَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمَحَاتِ فَإِنَّ النَّفْسَ أَمَارَةً بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ اللَّهُ

ثُمَّ أَعْلَمَ بِأَمَالِكَ أَنْتَى قَدْ وَجَّهْتَكَ إِلَى بِلَادٍ قَدْ جَرَتْ عَلَيْهَا دُولُ قَبْلِكَ مِنْ عَدْلٍ وَجَوْرِ - وَأَنَّ النَّاسَ يَنْظُرُونَ مِنْ أُمُورِكَ فِي مِثْلِ مَا كُنْتَ تَنْظُرُ فِيهِ مِنْ أُمُورِ الْوَلَاةِ قَبْلَكَ، وَيَقُولُونَ فِيكَ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِيهِمْ - وَإِنَّمَا يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحِينَ بِمَا يُجْرِي اللَّهُ لَهُمْ عَلَى أَلْسِنِ عِبَادِهِ - فَلْيَكُنْ أَحَبَّ الدَّخَائِرِ إِلَيْكَ ذَخِيرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ - فَاْمْلِكْ هَوَاكَ، وَشَحْ بِنَفْسِكَ عَمَلًا يَحِلُّ لَكَ، فَإِنَّ الشَّحَّ بِالنَّفْسِ الْإِنْصَافُ مِنْهَا فِيمَا أَحَبَّتْ أَوْ كَرِهَتْ - وَأَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِيَّةِ وَالْمَحَبَّةَ لَهُمْ وَاللُّطْفَ بِهِمْ - وَلَا تَكُونَنَّ عَلَيْهِمْ سُبْحًا ضَارِيًا تَغْتَنِمُ أَكْلَاهُمْ فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ إِمَّا أَخْ لَكَ

کہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اُس کی نصرت کرے گا وہ اُس کی مدد کرے گا اور جو اُس کی حمایت کے لئے کھڑا ہوگا وہ اُسے عزت و سرفرازی بخشے گا۔ اس کے علاوہ انہیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو پکلیں اور اُس کی منہ زوریوں کے وقت اُسے روکیں۔ کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ مگر یہ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو۔

اے مالک! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں اُن علاقوں کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم سے پہلے عادل اور ظالم کئی حکومتیں گزر چکی ہیں اور لوگ تمہارے طرز عمل کو اُسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تم اپنے اگلے حکمرانوں کے طور طریقے کو دیکھتے رہے ہو اور تمہارے بارے میں بھی وہی کہیں گے جو تم اُن حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہو۔ یہ یاد رکھو، کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے اُسی نیک نامی سے جو انہیں بندگان الہی میں خدائے دے رکھی ہے۔ لہذا ہر ذخیرے سے زیادہ پسند تمہیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہئے۔ تم اپنی خواہشوں پر قابو رکھو، اور جو مشاغل تمہارے لئے حلال نہیں ہیں اُن میں صرف کرنے سے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرو۔ کیونکہ نفس کے ساتھ بخل کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا ہے۔ چاہے وہ خود اسے پسند کرے یا ناپسند۔ رعایا کے لئے اپنے دل کے اندر رحم و رافت اور لطیف و محبت کو جگہ دو۔ ان کے لئے پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جاؤ کہ انہیں نکل جانا غنیمت سمجھتے ہو۔ اس لئے کہ رعایا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے تمہارے جیسی مخلوق خدا۔ اُن کی لغزشیں بھی ہوں گی خطاؤں سے بھی انہیں سابقہ پڑے گا اور اُن کے ہاتھوں سے جان بوجھ

فِي الدِّينِ وَإِمَّا نَظِيرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ يَفْرُطُ مِنْهُمْ الزَّلَلُ، وَتَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ، وَيُؤْتِي عَلَى أَيْدِيهِمْ فِي الْحَمْدِ وَالْخَطَاءِ فَأَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَصَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِي تُحِبُّ أَنْ يُعْطِيَكَ اللَّهُ مِنْ عَفْوِهِ وَصَفْحِهِ، فَإِنَّكَ فَوْقَهُمْ، وَوَالِي الْأَمْرِ عَلَيْكَ قُوَّتُكَ، وَاللَّهُ فَوْقَ مَنْ وَلَاكَ، وَقَدْ

اسْتَكْفَاكَ أَمْرُهُمْ وَابْتَلَاكَ بِهِمْ وَلَا تَنْصِبَنَّ نَفْسَكَ لِحَرْبِ اللَّهِ فَإِنَّهُ لَا يَدَى لَكَ بِنِقْمَتِهِ، وَلَا غِنَى بِكَ عَنْ عَفْوِهِ وَرَحْمَتِهِ - وَلَا تَنْدَمَنَّ عَلَى عَفْوٍ - وَلَا تَبْجَحَنَّ بِعُقُوبَةٍ، وَلَا تُسْرِ عَنْ إِلَى بِسَادَةٍ وَجَدْتَ مِنْهَا مَنَافِعًا، وَلَا تَقُولَنَّ إِنِّي مُؤَمَّرٌ أَمْرٌ فَاطْعٌ فَإِنَّ ذَلِكَ إِذْغَالٌ فِي الْقَلْبِ، وَمَنْهَكَةٌ لِلدِّينِ، وَتَقَرُّبٌ مِنَ الْغَيْرِ، وَإِذَا أَحَدَتْ لَكَ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ سُلْطَانِكَ أَبْهَةً أَوْ مَخِيلَةً فَانْظُرْ إِلَى عَظَمِ مُلْكِ اللَّهِ قُوَّتِكَ وَ قُدْرَتِهِ مِنْكَ عَلَى مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ نَفْسِكَ، فَإِنَّ ذَلِكَ يُطَامِنُ إِلَيْكَ مِنْ طَسَاحِكَ، وَيَكْفُ عَنْكَ مِنْ غَرَبِكَ وَيَفِيءُ إِلَيْكَ بِمَا عَزَبَ عَنْكَ مِنْ عَقْلِكَ - وَإِيَّاكَ وَمُسَامَاةَ اللَّهِ فِي عَظَمَتِهِ

کر یا بھولے چوکے سے غلطیاں بھی ہوں گی۔ تم اُن سے اسی طرح عفو و درگزر سے کام لینا، جس طرح اللہ سے اپنے لئے عفو و درگزر کو پسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ تم اُن پر حاکم ہو، اور تمہارے اوپر تمہارا امام حاکم ہے۔ اور جس (امام) نے تمہیں والی بنایا ہے اُس کے اوپر اللہ ہے اور اس نے تم سے ان لوگوں کے معاملات کی انجام دہی چاہی ہے اور اُن کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی ہے۔ اور دیکھو! خبردار اللہ سے مقابلہ کے لئے نہ اُترنا۔ اس لئے کہ اُس کے غضب کے سامنے تم بے بس ہو اور اُس کے عفو و رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ تمہیں کسی کو معاف کر دینے پر پچھتانا اور سزا دینے پر اترانا نہ چاہئے۔ غصہ میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ جبکہ اُس کے ٹال دینے کی گنجائش ہو کبھی یہ نہ کہنا کہ میں حاکم بنایا گیا ہوں، لہذا میرے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہونا چاہئے، کیونکہ یہ دل میں فساد پیدا کرنے، دین کو کمزور بنانے اور بربادیوں کو قریب لانے کا سبب ہے اور کبھی حکومت کی وجہ سے تم میں تمکنت یا غرور پیدا ہو تو اپنے بالاتر اللہ کے ملک کی عظمت کو دیکھو اور خیال کرو کہ وہ تم پر وہ قدرت رکھتا ہے کہ جو خود تم اپنے آپ پر نہیں رکھتے۔ یہ چیز تمہاری رعونیت و سرکشی کو بادلے گی، اور تمہاری طفیانی کو روک دے گی، اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو پلٹا دے گی۔

خبردار! کبھی اللہ کے ساتھ اُس کی عظمت میں نہ ٹکراؤ اور اس کی شان و جبروت سے ملنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ اللہ ہر جبار و سرکش کو نیچا دکھاتا ہے اور ہر مغرور کے سر کو جھکا دیتا ہے۔

اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں اپنے دل پسند افراد کے معاملے میں حقوق اللہ اور حقوق الناس کے متعلق بھی انصاف کرنا کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ظالم ٹھہرو

وَالْتَّشْبَهُ بِهِ فِي جَبَرٍ وَتَهٍ، فَإِنَّ اللَّهَ يُدِلُّ كُلَّ جَبَّارٍ وَيَهِينُ كُلَّ مُخْتَالٍ أَنْصِفِ اللَّهَ وَأَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ وَمِنْ خَاصَّةِ أَهْلِكَ وَمَنْ لَكَ فِيهِ هَوًى مِنْ رِعِيَّتِكَ، فَإِنَّكَ إِلَّا تَفْعَلْ تَظْلِمُ، وَمَنْ ظَلَمَ عِبَادَ اللَّهِ كَانَ اللَّهُ خَصَمَهُ دُونَ عِبَادِهِ، وَمَنْ خَاصَمَهُ اللَّهُ أَدْحَضَ حُجَّتَهُ وَكَانَ لِلَّهِ حَرْبًا حَتَّى يَنْزِعَ وَيَتُوبَ. وَلَيْسَ شَيْءٌ أَدْعَى إِلَى تَغْيِيرِ نِعْمَةِ اللَّهِ وَتَعْجِيلِ نِقْمَتِهِ مِنْ إِقَامَةِ عَلَى ظُلْمٍ، فَإِنَّ اللَّهَ يَسْمَعُ دَعْوَةَ الْمُضْطَّهِدِينَ وَهُوَ لِلظَّالِمِينَ بِالْبَرِّ صَادٍ. وَلَيْكُنْ أَحَبُّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَوْ سَطْهَا فِي الْحَقِّ وَأَعْمَهَا فِي الْعَدْلِ وَأَجْمَعَهَا لِرِضَى الرَّعِيَّةِ، فَإِنَّ سُخْطَ الْعَامَّةِ يُجَحِّفُ بِرِضَى الْخَاقِنَةِ وَإِنْ سُخْطَ الْخَاصَّةِ يَغْتَفِرُ مَعَ رِضَى الْعَامَّةِ. وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الرَّعِيَّةِ أَثْقَلَ عَلَى الْوَالِيٍّ مَوْئِنًا فِي الرِّخَاءِ، وَأَقْلَ مَعْرَنَةً لَهُ فِي الْبَلَاءِ، وَأَكْرَهَ لِلْأَنْصَافِ، وَأَسْأَلَ بِالْأَلْحَافِ، وَأَقْلَ شُكْرًا عِنْدَ الْبَاعْطَاءِ وَأَبْطَأَ عُدْرًا عِنْدَ الْمَنَعِ، وَأَضْعَفَ صَبْرًا عِنْدَ مُلْسَاتِ الدَّهْرِ مِنْ أَهْلِ الْخَاصَّةِ وَإِنَّمَا عِمَادُ الدِّينِ وَجِبَاعُ

گے۔ اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو بندوں کے بجائے اللہ اس کا حریف و دشمن بن جاتا ہے اور جس کا وہ حریف و دشمن ہو، اس کی ہر دلیل کو کچل دے گا، اور وہ اللہ سے برسر پیکار رہے گا۔ یہاں تک کہ باز آئے اور توبہ کر لے۔ اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی، اور اُس کی عقوبتوں کو جلد بلا دینے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار سنتا ہے اور ظالموں کے لئے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہئے جو حق کے اعتبار سے بہترین، انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو۔ کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے، اور خاص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے نظر انداز کی جاسکتی ہے اور یہ یاد رکھو کہ رعیت میں خاص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوش حالی کے وقت حاکم پر بوجھ بننے والا مصیبت کے وقت امداد سے کترانے والا انصاف پر ناک بھوں چڑھانے والا، طلب و سوال کے موقع پر بچے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا، بخشش پر کم شکر گزار ہونے والا، محروم کر دیئے جانے پر بمشکل عذر سننے والا، اور زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو اور دین کا مضبوط سہارا، مسلمانوں کی قوت اور دشمن کے مقابلہ میں سامانِ دفاع یہی امت کے عوام ہوتے ہیں لہذا تمہاری پوری توجہ اور تمہارا پورا رخ انہی کی جانب ہونا چاہئے۔

اور تمہاری رعایا میں تم سے سب سے زیادہ دور اور سب سے زیادہ تمہیں ناپسند وہ ہونا چاہئے جو لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ لگا رہتا ہو۔ کیونکہ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ حاکم

الْمُسْلِمِينَ وَالْعَدَّةُ لِلْعَدَاءِ الْعَامَّةِ مِنَ الْأُمَّةِ فَلَيْكُنْ صَغُوكَ لَهُمْ وَمِيلُكَ مَعَهُمْ. وَلَيْكُنْ أَبْعَدُ رِعِيَّتِكَ مِنْكَ وَأَشْنُوهُمْ عِنْدَكَ أَطْلِبْهُمْ لِبَعَائِبِ النَّاسِ، فَإِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوبًا الْوَالِيُّ أَحَقُّ مِنْ سَتْرِهَا. فَلَا تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيرُ مَا ظَهَرَ لَكَ، وَاللَّهُ يَحْكُمُ عَلَى مَا غَابَ عَنْكَ. فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَا اسْتَطَعْتَ يَسْتُرِ اللَّهُ مِنْكَ مَا تَحِبُّ سَتْرَهُ مِنْ رِعِيَّتِكَ. أَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عَقْدَةَ كُلِّ حَقْدٍ. وَأَقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وَتْرٍ وَتَغَابَ عَنْ كُلِّ مَلَا يَصْحَرُ لَكَ، وَلَا تَعْجَلَنَّ إِلَى تَصْدِيقِ سَاعٍ فَإِنَّ السَّاعِيَ غَاشٍ وَإِنْ تَشَبَهَ بِالنَّاصِحِينَ. وَلَا تُدْخِلَنَّ فِي مَشُورَتِكَ بَخِيلًا يَعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ وَيَعْدُكَ الْفَقْرَ، وَلَا جَبَانًا يُضْعِفُكَ عَنِ الْأُمُورِ، وَلَا حَرِيصًا يُزَيِّنُ لَكَ الشَّرَّ بِالْجَوْرِ، فَإِنَّ الْبَخِيلَ وَالْجَبِينَ وَالْحَرِصَ غَرَّائِزُ شَتَّى يَجْمَعُهَا سُوءُ الظَّنِّ بِاللَّهِ. إِنْ شَرَّ وَذَرَأَتْكَ مَنْ كَانَ لِلْأَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزَيْرًا وَمَنْ شَرَّ كَهُمْ فِي الْأَقَامِ فَلَا يَكُونَنَّ لَكَ بَطَانَةٌ فَإِنَّهُمْ أَعْوَانُ الْأَثَمَةِ وَإِخْوَانُ الظُّلْمَةِ، وَأَنْتَ وَاجِدٌ مِنْهُمْ خَيْرَ

کے لئے انتہائی شایان یہ ہے کہ اُن پر پردہ ڈالے۔ لہذا جو عیب تمہاری نظروں سے اوجھل ہوں انہیں نہ اچھالنا کیونکہ تمہارا کام انہی عیبوں کو مٹانا ہے کہ جو تمہارے اوپر ظاہر ہوں، اور جو چھپے ڈھکے ہوں اُن کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ اس لئے جہاں تک بن پڑے عیبوں کو چھپاؤ تا کہ اللہ بھی تمہارے اُن عیبوں کی پردہ پوشی کرے جنہیں تم رعیت سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔ لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو اور دشمنی کی ہر سی کاٹ دو، اور ہر ایسے رویہ سے جو تمہارے لئے مناسب نہیں ہے خبر بن جاؤ اور چغل خور کی جھٹ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ۔ کیونکہ وہ فریب کار ہوتا ہے اگر خیر خواہوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

اپنے مشورہ میں کسی خیال کو شریک نہ کرنا کہ وہ تمہیں دوسروں کیساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا، اور فقر و افلاس کا خطرہ دلائے گا اور نہ کسی بزدل سے مہمات میں مشورہ لینا کہ وہ تمہاری ہمت پست کر دے گا اور نہ کسی لالچی سے مشورہ کرنا کہ وہ ظلم کی راہ سے مال بٹورنے کو تمہاری نظروں میں بیج دے گا۔ یاد رکھو کہ بخل بزدلی اور حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر اللہ سے بدگمانی ان سب میں شریک ہے تمہارے لئے سب سے بدتر وزیر وہ ہوگا جو تم سے پہلے بدکرداروں کا وزیر اور گناہوں میں ان کا شریک رہ چکا ہے اس قسم کے لوگوں کو تمہارے مخصوصین میں سے نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ گنہگاروں کے معاون اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں۔ ان کی جگہ تمہیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو تدبیر و رائے اور کارکردگی کے اعتبار سے ان کے مثل ہوں گے مگر ان کی طرح گناہوں کی گراںباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں۔ جنہوں نے کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو اور نہ کسی

الْخَلْفَ مَنْ لَهٗ مِثْلُ آرَائِهِمْ وَنَفَادِهِمْ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ مِثْلُ أَصَارِهِمْ، وَأَوْزَادِهِمْ مَنْ لَمْ يُعَاوَنَ ظَالِمًا عَلَى ظُلْمِهِ وَلَا آثِمًا عَلَى إِثْمِهِ۔ اُولَٰئِكَ أَخَفُّ عَلَيْكَ مَوْنَةً وَأَحْسَنُ لَكَ مَعُونَةً، وَأَحْنَى عَلَيْكَ عَظْفًا، وَأَقْلَلُ لِيَغْيِرَكَ الْإِلْفَا فَاتَّخِذْ اُولَٰئِكَ خَاصَّةً لِّخَلْوَانِكَ وَحَفَلَاتِكَ، ثُمَّ لِيَكُنْ أَثَرُهُمْ عِنْدَكَ أَقْوَالَهُمْ بِمِرِّ الْحَقِّ لَكَ، وَأَقْلَهُمْ مُسَاعَدَةً فِيمَا يَكُونُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللَّهُ لَا وَلِيَّائِهِ وَأَقْعَا ذَلِكَ مِنْ هَوَاكَ حَيْثُ وَقَعَ، وَالصَّقِّ بِأَهْلِ الْوَرَعِ وَالصَّدِّقِ، ثُمَّ رَضُّهُمْ عَلَى أَنْ لَا يَطْرُقُ وَلَا يَبْجَحُوكَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْحَلْهُ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْبَاطِرِ آءِ تَحْدِثُ الزَّهْوَ وَتَذْنِي مِنَ الْعِزَّةِ۔

وَلَا يَكُونُ الْمُحْسِنُ وَالْمُسِيءُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَةِ سَوَاءٍ، فَإِنَّ فِي ذَلِكَ تَرْهِيْدًا لِأَهْلِ الْإِحْسَانِ فِي الْأَحْسَانِ، وَتَذَرِيْبًا لِأَهْلِ الْإِسَاءَةِ عَلَى الْإِسَاءَةِ۔ وَالزَّمُّ كُلُّهُ مِنْهُمْ مَا الزَّمُّ نَفْسِيَّةٌ۔ وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِأَدْعَى إِلَى حُسْنِ ظَنِّ رَاعٍ بِرِعِيَّتِهِ مِنْ إِحْسَانِهِ إِلَيْهِمْ، وَتَخْفِيفِهِ الْمَوْنَاتِ عَلَيْهِمْ، وَتَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ إِيَّاهُمْ عَلَى مَا لَيْسَ لَهُ قَبْلَهُمْ فَالْجُنُودُ بِإِذْنِ اللَّهِ حُصُونُ الرِّعِيَّةِ، وَذِيْنُ الْوَلَاةِ، وَعِزُّ الدِّيْنِ، وَسَبِيلُ الْأَمْنِ،

گنہگار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو، ان کا بوجھ تم پر ہلکا ہوگا اور یہ تمہارے بہترین معاون ثابت ہوں گے اور تمہاری طرف محبت سے جھکنے والے ہوں گے اور تمہارے علاوہ دوسروں سے رابطہ ضبط نہ رکھیں گے۔ انہی کو تم خلوت و جلوت میں اپنا مصاحب خاص ٹھہرانا پھر تمہارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہئے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں اور ان چیزوں میں کہ جنہیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لئے ناپسند کرتا ہے۔ تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتے ہوں۔ پرہیزگاروں اور راستبازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا۔ پھر انہیں اس کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر تمہاری تعریف کر کے تمہیں خوش نہ کریں۔

کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے اور تمہارے نزدیک نیکو کار اور بدکردار دونوں برابر نہ ہوں اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو، جس کا وہ مستحق ہے۔ اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہئے جبکہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو اور ان پر بوجھ نہ لادے اور انہیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے جو ان کے بس میں نہ ہوں۔ تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہئے کہ اس حسن سلوک سے تمہیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے کیونکہ یہ اعتماد تمہاری طویل اندرونی الجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ تمہارے اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمہارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔

اور دیکھو! اس اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس امت

وَلَيْسَ تَقْوَمُ الرِّعِيَّةُ إِلَّا بِهِمْ۔ ثُمَّ لَا قَوَامَ لِلْجُنُودِ إِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللَّهُ لَهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ الَّذِي يَقْدُونَ بِهِ عَلَى جِهَادِ عَدُوِّهِمْ، وَيَعْتَبِدُونَ عَلَيْهِ فِيمَا يُصْلِحُهُمْ، وَيَكُونُ مِنْ وَرَاءِ حَاجَتِهِمْ ثُمَّ لَا قَوَامَ لِلْهَادِيْنَ الصَّنَفِيْنَ إِلَّا بِالصَّنَفِ الثَّالِثِ مِنَ الْقُضَاةِ وَالْعُمَّالِ وَالْكَتَّابِ لِمَا يُحْكِمُونَ مِنَ السَّعَادِ وَيَجْمَعُونَ مِنَ الْمَنَافِعِ، وَيُؤْتَمَنُونَ عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ فَلْيَكُنْ مِنْكَ فِي ذَلِكَ أَمْرٌ يَجْتَمِعُ لَكَ بِهِ حُسْنُ الظَّنِّ بِرِعِيَّتِكَ، فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ يَقْطَعُ عَنْكَ نَصَبًا طَوِيلًا وَإِنْ أَحَقَّ مَنْ حَسَنَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ حَسَنَ بِلَاؤُكَ عِنْدَهُ وَإِنْ أَحَقَّ مَنْ سَاءَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ سَاءَ بِلَاؤُكَ عِنْدَهُ۔

وَلَا تَنْقُضْ سُنَّةَ صَالِحَةٍ عَمِلَ بِهَا صُدُورُ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَاجْتَمَعَتْ بِهَا الْأَلْفَةُ، وَصَلَحَتْ عَلَيْهَا الرِّعِيَّةُ وَلَا تُحْدِثَنَّ سُنَّةَ تَضَرُّبِ شَيْءٍ مِنْ مَاضِي تِلْكَ السَّنَنِ فَيُخَوِّنَ الْأَجْرُ لِمَنْ سَنَهَا۔ وَالْوَدْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا۔ وَأَكْثَرُ مَدَارَسَةِ الْعُلَمَاءِ وَمَنَافَةِ الْحُكَمَاءِ فِي تَثْبِيْتِ مَا صَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ بِلَاؤِكَ وَإِقَامَةِ مَا اسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ۔

کے بزرگ چلتے رہے ہیں اور جس سے اتحاد و یک جہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہے اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں، اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں کو ثواب تو ملتا رہے گا مگر انہیں ختم کر دینے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا، اور اپنے شہروں کے اصلاحی امور کو مستحکم کرنے اور ان چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے علماء و حکماء کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں جن کی سود و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے تیسرا انصاف کرنے والے قضا کا ہے چوتھا حکومت کے وہ عمال جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے پانچواں خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا چھٹا تجارت پیشہ و اہل حرفہ کا ساتواں فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب سے پست ہے اور اللہ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبویؐ میں اس کی حد بندی کر دی اور وہ (مکمل) دستور ہمارے پاس محفوظ ہے۔

(پہلا طبقہ) فوجی دستے یہ بحکم خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ، فرمانرواؤں کی زینت، دین و مذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں۔ رعیت کا نظم و نسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اس کے لئے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو درست بناتے اور ضروریات کو بہم

وَأَعْلَمَ أَنَّ الرِّعْيَةَ طَبَقَاتٌ لَا يَصْلَحُ بَعْضُهَا إِلَّا بِبَعْضٍ، وَلَا غِنَى بِبَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ، فَبَيْنَهَا جُنُودُ اللَّهِ - وَمِنْهَا كُتَابُ الْغَامَةِ وَالْخَاصَةِ وَمِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ - وَمِنْهَا عَمَلُ الْإِنصَافِ وَالرِّفْقِ - وَمِنْهَا أَهْلُ الْحَزِينَةِ وَالْخِرَاجِ مِنْ أَهْلِ الدِّمَتِ وَمُسْلِمَةِ النَّاسِ - وَمِنْهَا التَّجَارُ وَأَهْلُ الصَّنَاعَاتِ - وَمِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْمَسْكِينَةِ وَكُلًّا قَدْ سَمَّى اللَّهُ سَمَةً لَهُ، وَوَضَعَ عَلَى حَدِّهِ قَرِيبَتَهُ فِي كِتَابِهِ أَوْ سَنَةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَهْدًا مِنْهُ عِنْدَنَا مُحْفُوظًا - الْأُمُورَ وَعَوَامِهَا وَلَا قِيَامَ لَهُمْ حَيِّعًا إِلَّا بِالتَّجَارِ وَذَوِي الصَّنَاعَاتِ فِيمَا يَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ مِنْ مَرَافِقِهِمْ، وَيُقِيمُونَ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ - وَيَكْفُونَهُمْ مِنَ التَّرَفُّقِ بِأَيْدِيهِمْ مَا لَا يَبْلُغُهُ رِفْقٌ غَيْرُهُمْ ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ أَهْلِ الْحَاجَةِ وَالْمَسْكِينَةِ الَّذِينَ يَحِقُّ رِفْقُهُمْ وَمَعُونَتُهُمْ - وَفِي اللَّهِ لِكُلِّ سَعَةٍ وَلِكُلِّ عَلَى الْوَالِي حَقٌّ بِقَدَرِ مَا يَصْلَحُهُ - وَلَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِي مِنْ حَقِيقَةِ مَا أَنْزَمَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا بِالْإِهْتِمَامِ وَالِاسْتِعَانَةِ بِاللَّهِ، وَتَوْطِينِ نَفْسِهِ عَلَى لُزُومِ الْحَقِّ،

پہنچاتے ہیں۔ پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقا کے لئے تیسرے طبقے کی ضرورت ہے کہ جو قضاۃ، عمال اور منشیات دفاتر کا ہے کہ جن کے ذریعہ باہمی معاہدوں کو مضبوطی اور خراج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں ان کے ذریعہ وثوق و اطمینان حاصل کیا جاتا ہے اور سب کا دار و مدار سودا گروں اور صناعتوں پر ہے کہ وہ ان کی ضروریات کو فراہم کرتے ہیں بازار لگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے ان کی ضروریات کو مہیا کر کے انہیں خود مہیا کرنے سے آسودہ کر دیتے ہیں اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دیکھری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے کہ وہ ان کے لئے اتنا مہیا کرے جو ان کی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے ان تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ مگر اسی صورت میں کہ پوری طرح کوشش کرے اور اللہ سے مدد مانگے اور اپنے کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور چاہے اس کا طبیعت پر آسان ہو یا دشوار بہر حال اس کو برداشت کرے۔ فوج کا سردار اس کو بہانا جو اپنے اللہ کا اور اپنے رسول کا اور تمہارے امام کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو، سب سے زیادہ پاک دامن ہو اور بردباری میں نمایاں ہو۔ جلد غصہ میں نہ آ جاتا ہو عذر معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو، کمزوروں پر رحم کھاتا ہو، اور طاقتوروں کے سامنے اڑ جاتا ہو، نہ بد خوئی اسے جوش میں لے آتی ہو اور نہ پست ہمتی اسے بٹھا دیتی ہو۔ پھر ایسا ہونا چاہئے کہ تم بلند خاندان، نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور ہمت و شجاعت اور جود و سخا کے مالکوں سے اپنا ربط و ضبط بڑھاؤ کیونکہ یہ لوگ بزرگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ پھر ان کے حالات کی اس طرح

وَالصَّبْرُ عَلَيْهِ فِيمَا خَفَّ عَلَيْهِ أَوْ ثَقُلَ - فَوَلِّ مَنْ جُنُودَكَ أَنْصَحَهُمْ فِي نَفْسِكَ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِإِمَامِكَ، وَأَنْقَاهُمْ جَبِيًّا، وَأَفْضَلَهُمْ حِلْمًا مِمَّنْ يَبْطِئُ عَنِ الْغَضَبِ، وَيَسْتَرِيحُ إِلَى الْعَدْرِ، وَيَرَأْفُ بِالضَّعْفَاءِ وَيَنْبُو عَلَى الْأَقْوِيَاءِ - وَمِمَّنْ لَا يَشِيرُهُ الْعَنْفُ وَلَا يَقْعُدُ بِهِ الضَّعْفُ - ثُمَّ الصَّقِ بَدْوِي الْأَحْسَابِ وَأَهْلُ الْبَيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ وَالسَّوَابِقِ الْحَسَنَةِ - ثُمَّ أَهْلُ النَّجْدَةِ الشَّجَاعَةِ وَالسَّخَاءِ وَالسَّاحَةِ، فَإِنَّهُمْ جَمَاعٌ مِنَ الْكَرَمِ، وَشَعْبٌ مِنَ الْعُرْفِ ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ أُمُورِهِمْ مَا يَتَفَقَّدُهُ الْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا، وَلَا يَتَفَقَّدُ قِمْنَ فِي تَفْسِكَ شَيْءٌ قَوِيَّتُهُمْ بِهِ - وَلَا تَحْقِرَنَّ لُطْفًا تَعَاهَدَتْهُمْ بِهِ وَإِنْ قَلَّ فَإِنَّهُ دَاعِيَةٌ لَهُمْ إِلَى بَدَلِ النَّصِيحَةِ لَكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ بِكَ - وَلَا تَدْعُ تَفَقُّدَ لَطِيفِ أُمُورِهِمْ اتِّكَالًا عَلَى جَسِيئِهَا فَإِنَّ لَيْسِيرَ مِنْ لُطْفِكَ مَوْضِعًا يَرْتَفِعُونَ بِهِ - وَلِلْحَسِيمِ مَوْقِعًا لَا يَسْتَغْنُونَ عَنْهُ -

وَلْيَكُنْ أَثَرُ رُؤُوسِ جُنُودِكَ عِنْدَكَ مَنْ وَأَسَاهُمْ فِي مَعُونَتِهِ، وَأَفْضَلُ عَلَيْهِمْ مِنْ جَدَّتِهِ بِمَا يَسْعُهُمْ وَيَسْعُ مِنْ رَأْيِهِمْ مِنْ خُلُوفِ أَهْلِهِمْ حَتَّى يَكُونَ هَهُمْ هَمًّا وَاحِدًا فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ - الْأُمُورُ، وَلَا

دیکھ بھال کرنا، جس طرح ماں باپ اپنے اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کر دے جو ان کی تقویت کا سبب ہو تو اسے بڑا نہ سمجھنا، اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا (کہ اسے چھوڑ بیٹھو) کیونکہ اس حسن سلوک سے ان کی خیر خواہی کا جذبہ ابھرے گا اور حسن اعتماد میں اضافہ ہوگا اور اس خیال سے کہ تم نے ان کی بڑی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے کہیں ان کی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند نہ کر لینا۔ کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بات بھی اپنی جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے، اور وہ بڑی ضرورتیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں، اور فوجی سرداروں میں تمہارے یہاں وہ بلند منزلت سمجھا جائے، جو فوجیوں کی اعانت میں برابر کا حصہ لیتا ہو، اور اپنے روپے پیسے سے اتنا سلوک کرتا ہو کہ جس سے ان کا اور ان کے پیچھے رہ جانے والے بال بچوں کا بخوبی گزارا ہو سکتا ہو۔ تاکہ وہ ساری فکروں سے بے فکر ہو کہ پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کریں۔ اسلئے کہ فوجی سرداروں کے ساتھ تمہارا مہربانی سے پیش آنا ان کے دلوں کو تمہاری طرف موڑ دے گا۔

حکمرانوں کے لئے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے اور ان کی محبت اسی وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب ان کے دلوں میں میل نہ ہو اور ان کی خیر خواہی اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کے لئے گھیرا ڈالے رہیں۔ ان کا اقتدار سر پر ابوجھ نہ سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمہ کے لئے گھڑیاں گھنیں۔ لہذا ان کی امیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا انہیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا اور ان میں کے اچھی کارکردگی دکھانے والوں کے کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا۔ اس لئے کہ

تَمَحُّكُهُ الْخُصُومُ، وَلَا يَتِمَادَى فِي الزَّلَّةِ، وَلَا يَحْصُرُ مِنَ الْفَيْءِ إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ وَلَا تُشْرِفُ نَفْسُهُ عَلَى طَمَعٍ، وَلَا يَكْتَفِي بِأَدْنَى فَهْمٍ دُونَ أَقْصَاةٍ، وَأَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ وَأَخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَأَقْلَهُمْ تَبَرُّمَا بَرًّا جَعَلَ الْخَصْمَ، وَأَصْبَرَهُمْ عَلَى تَكْشِيفِ الْأُمُورِ وَأَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّصَاحِ الْحُكْمِ مَسْنً لَا يَزِدُّهُ يَهِيهِ إِطْرَاءٌ وَلَا يَسْتَيْبِلُهُ إِغْرَاءٌ. وَأُولَئِكَ قَلِيلٌ ثُمَّ أَكْثَرُ تَعَاهَدُ قَضَائِهِ، وَأَفْسَخَ لَهُ فِي الْبَدَلِ مَا يُزِيلُ عِلَّتَهُ، وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى النَّاسِ، فَإِنَّ عَطْفَكَ عَلَيْهِمْ يَعْطِفُ قُلُوبَهُمْ عَلَيْكَ. وَإِنْ أَفْضَلَ قُرَّةَ عَيْنِ الْوَلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ، وَظُهُورُ مَوَادَّةِ السَّرْعِيَّةِ. وَإِنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ إِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ، وَلَا تَصِحُّ نَصِيحَتُهُمْ إِلَّا بِحَيْطِيَّتِهِمْ عَلَى وَلَاةِ أُمُورِهِمْ وَقَلْبَةِ اسْتِقْصَالِ دَوْلِهِمْ، وَتَرْكِ اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مَدَّتِهِمْ. فَافْسَخْ فِي أَمَالِهِمْ، وَدَاصِلِ فِي حُسْنِ النِّئَاءِ عَلَيْهِمْ، وَتَعَدِيدِ مَا أَبْلَى دَوَّوَالْبَلَاءِ مِنْهُمْ. فَإِنَّ كَثْرَةَ الذِّكْرِ لِحُسْنِ أَفْعَالِهِمْ تَهْزُ الشُّجَاعَ وَتَحَرِّضُ النَّاكِلَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. ثُمَّ اعْرِفْ لِكُلِّ أَمْرٍ مِنْهُمْ مَا أَبْلَى، وَلَا تَعْصِفَنَّ بِلَاءَ أَمْرٍ إِلَى غَيْرِهِ،

ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے۔ انشاء اللہ جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اُسے پہچانتے رہنا اور ایک کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کر دینا اور اس کی حسن کارکردگی کا صلہ دینے میں کمی نہ کرنا اور کبھی ایسا نہ کرنا کہ کسی شخص کی بلندی و رفعت کی وجہ سے اُس کے معمولی کام کو بڑا سمجھ لو اور کسی کے بڑے کام کو اُس کے خود پست ہونے کی وجہ سے معمولی قرار دے لو۔ جب ایسی مشکلیں تمہیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات کو جو مشتبہ ہو جائیں تو ان میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے اُن کے لئے فرمایا ہے۔ ”اے ایمان دارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی اور اُن کی جو تم میں سے صاحبان امر ہوں۔“ تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اُن متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں۔ پھر یہ کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو واقعات کی پیچیدگیوں سے صیقل میں نہ پڑ جاتا ہو اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویہ سے غصہ میں آتا ہو۔ نہ اپنے کسی غلط نقطہ نظر پر اڑتا ہو، نہ حق کو پہچان کر اُس کے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو، نہ اُس کا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو، اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کئے ہوئے سرسری طور پر کسی بڑے صبر و ضبط سے کام لیتا ہو اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو۔ وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور تانہ جنبہ داری پر آمادہ نہ کر دے۔ اگرچہ

وَلَا تُقْصِرَنَّ بِهِ دُونَ غَايَةِ بَلَاءِهِ، وَلَا يَدْعُوَنَّكَ شَرَفُ أَمْرٍ إِلَى أَنْ تُعْظِمَ مِنْ بَلَاءِهِ مَا كَانَ صَغِيرًا وَلَا ضَعْفُ أَمْرٍ إِلَى أَنْ تَسْتَصْغِرَ مِنْ بَلَاءِهِ مَا كَانَ عَظِيمًا. نَ لَا تَصْبِقُ بِهِ الْأُمُورَ، وَلَا تَمَحُّكُهُ الْخُصُومُ، وَلَا يَتِمَادَى فِي الزَّلَّةِ، وَلَا يَحْصُرُ مِنَ الْفَيْءِ إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ وَلَا تُشْرِفُ نَفْسُهُ عَلَى طَمَعٍ، وَلَا يَكْتَفِي بِأَدْنَى فَهْمٍ دُونَ أَقْصَاةٍ، وَأَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ وَأَخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَأَقْلَهُمْ تَبَرُّمَا بَرًّا جَعَلَ الْخَصْمَ، وَأَصْبَرَهُمْ عَلَى تَكْشِيفِ الْأُمُورِ وَأَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّصَاحِ الْحُكْمِ مَسْنً لَا يَزِدُّهُ يَهِيهِ إِطْرَاءٌ وَلَا يَسْتَيْبِلُهُ إِغْرَاءٌ. وَأُولَئِكَ قَلِيلٌ ثُمَّ أَكْثَرُ تَعَاهَدُ قَضَائِهِ، وَأَفْسَخَ لَهُ فِي الْبَدَلِ مَا يُزِيلُ عِلَّتَهُ، وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى النَّاسِ، وَأَعْطَاهُ مِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْكَ مَا لَا يَطْمَعُ فِيهِ غَيْرُكَ مِنْ خَاصَّتِكَ لِيَأْمَنَ بِذَلِكَ أُعْتِيَالَ الرِّجَالِ لَهُ عِنْدَكَ. فَانْظُرْ فِي ذَلِكَ نَظْرًا بَلِيغًا، فَإِنَّ هَذَا الدِّينَ قَدْ كَانَ أَسِيرًا فِي أَيْدِي الْأَشْرَارِ يَعْمَلُ فِيهِ بِالْهَوَى، وَتَطْلُبُ بِهِ الدُّنْيَا. ثُمَّ انْظُرْ فِي أُمُورِ عِبَالِكَ فَاسْتَعْمِلْهُمْ اخْتِبَارًا، وَلَا تُولِهِمْ مُحَابَاةً وَأَثَرَةً، فَإِنَّهُمْ

ایسے لوگ کم ہی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو۔ شک و شبہ کے موقع پر قدم روک لیتا ہو، اور دلیل و حجت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو فریقین کی بحثا بحثی سے اکتانہ جاتا ہو۔ معاملات کی تحقیق میں ملتے ہیں پھر یہ کہ تم خود اُن کے فیصلوں کا بار بار جائزہ لیتے رہنا۔ دل کھول کر انہیں اتنا دینا کہ جو اُن کے ہر عذر کو غیر مسموع بنادے اور لوگوں کی انہیں کوئی احتیاج نہ رہے۔ اپنے ہاں انہیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمہارے دربار میں لوگ انہیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں تاکہ وہ تمہارے التفات کی وجہ سے لوگوں کی سازش سے محفوظ رہیں اس بارے میں انتہائی بالغ نظری سے کام لینا کیونکہ (اس سے پہلے) یہ دین بدکرداروں کے بچے میں اسیر رہ چکا ہے جس میں نفسانی خواہشوں کی کار فرمائی تھی، اور اُسے دنیا طلبی کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا تھا۔ پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا ان کو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا کبھی صرف رعایت اور جانبداری کی بناء پر انہیں منصب عطا نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہ باتیں نا انصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ و غیرت مند ہوں۔ ایسے خاندانوں میں سے جو اچھے ہوں اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ہوں کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں۔ حرص و طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب و نتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا، کیونکہ اس سے انہیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی، اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو اُن کے ہاتھوں میں بطور امانت ہوگا۔ اس کی بعد بھی وہ تمہارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمہاری حجت اُن پر قائم ہوگی۔ پھر ان

جَمَاعٍ مِنْ شُعَبِ الْجَوَارِ الْخِيَانَةِ، وَتَوَخَّ مِنْهُمْ أَهْلَ التَّجَرُّبَةِ وَالْحَيَاءِ مِنْ أَهْلِ الْبَيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ وَالْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ الْمُتَقَدِّمَةِ، فَإِنَّهُمْ أَكْرَمُ أَخْلَاقًا، وَأَصَحُّ أَعْرَاضًا وَأَقْلُ فِي الْمَطَامِعِ إِشْرَافًا، وَأَبْلَغُ فِي عَوَاقِبِ الْأُمُورِ نَظَرًا ثُمَّ أَسْبَغَ عَلَيْهِمُ الْأَرْذَاقَ فَإِنَّ ذَلِكَ قُوَّةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِصْلَاحِ أَنْفُسِهِمْ، وَغْنَى لَهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ وَحُجَّةٌ عَلَيْهِمْ إِنْ خَالَفُوا أَمْرَكَ أَوْ تَلَمَّسُوا أَمَانَتَكَ ثُمَّ تَفَقَّدَ أَعْمَالَهُمْ، وَأَبْعَثَ الْعُيُونَ مِنْ أَهْلِ الصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ عَلَيْهِمْ، فَإِنْ تَعَاهَدَكَ فِي السِّرِّ لِأُمُورِهِمْ حَدُّوهُ لَكُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْأَمَانَةِ وَالرَّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ وَتَحَقُّظٍ مِنَ الْأَعْوَانِ، فَإِنْ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَسَطَ يَدَهُ إِلَى خِيَانَةٍ اجْتَمَعَتْ بَهَا عَلَيْهِ عِنْدَكَ أَخْبَارُ عُيُونِكَ اكْتَفَيْتَ بِذَلِكَ شَاهِدًا، فَبَسَطْتَ عَلَيْهِ الْعُقُوبَةَ فِي بَدَنِهِ وَأَخَذْتَهُ بِمَا أَصَابَ مِنْ عَمَلِهِ ثُمَّ نَصَبْتَهُ بِمَقَامِ الْمَدْلَةِ وَسَمَّيْتَهُ بِالْخِيَانَةِ وَقَلَّدْتَهُ عَارَ التُّهْمَةِ۔

کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہتا اور سچے اور وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا، کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی انہیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہوگی۔ خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا اور ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں، تو شہادت کے لئے بس اُسے کافی سمجھنا اُسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اُس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے اُسے واپس لینا اور اُسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا، اور خیانت کی رسوائیوں کے ساتھ اُسے روشناس کرانا اور تنگ و رسوائی کا طوق اُس کے گلے میں ڈال دینا۔

مال گذاری کے معاملہ میں مال گذاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ باج اور باجگزاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کئے جاسکتے ہیں۔ سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے اور اُسکی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔

أَبْلَغُ مَنْ نَظَرَكَ فِي اسْتِجْلَابِ الْخَرَاجِ لِأَنَّ ذَلِكَ لَا يَذْرُكُ إِلَّا بِالْعِمَارَةِ وَمَنْ طَلَبَ الْخَرَاجَ بِغَيْرِ عِمَارَةٍ أَخْرَبَ الْبِلَادَ وَأَهْلَكَ الْعِبَادَ، وَلَمْ يَسْتَقِمَّ أَمْرُهُ إِلَّا قَلِيلًا فَإِنْ شَكُوا ثِقْلًا أَوْ عِلَّةً أَوْ انْقِطَاعَ شَرْبٍ أَوْ بَالَةً أَوْ إِلَةً أَرْضٍ اغْتَرَبَهَا غَرَقٌ أَوْ أَجْحَفَ بِهَا عَطَشٌ خَفَّفْتَ عَنْهُمْ بِمَا تَرَجَّوْا أَنْ يَصْلَحَ بِهِ أَمْرُهُمْ، وَلَا يَشْقَلَنَّ عَلَيْكَ شَيْءٌ خَفَّفْتَ بِهِ الْمَوُونَةَ عَنْهُمْ فَإِنَّهُ ذُخْرٌ يَعُودُونَ بِهِ عَلَيْكَ فِي عِمَارَةِ بِلَادِكَ وَتَزْيِينِ وَلَا يَتَكَ مَعَ اسْتِجْلَابِكَ حُسْنِ ثَنَائِهِمْ وَتَبَجُّحِكَ بِاسْتِيفَاضَةِ الْعَدْلِ فِيهِمْ مُعْتَبِدًا فَضَّلْ قُوَّتَهُمْ بِمَا ذَخَرْتَ عِنْدَهُمْ مِنْ إِبْجَامِكَ لَهُمْ وَالثِّقَةِ مِنْهُمْ بِمَا عَوَدْتَهُمْ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ فِي رَفَقِكَ بِهِمْ فَرُبَّمَا حَدَّثَ مِنَ الْأُمُورِ مَا إِذَا عَوَلْتَ فِيهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدِ احْتِمَالِهِ طَبِيعَةَ أَنْفُسِهِمْ بِهِ، فَإِنَّ الْمُسْرَانَ مُحْتَبِلٌ مَا حَمَلَتْهُ وَإِنَّمَا يُؤْتِي خَرَابُ الْأَرْضِ مِنْ إِعْوَازِ أَهْلِهَا وَإِنَّمَا يُعَوِّزُ أَهْلُهَا لِإِشْرَافِ أَنْفُسِ الْوَلَاةِ عَلَى الْجَمْعِ، وَسُوءِ ظَنِّهِمْ بِالْبَقَاءِ، وَقِلَّةِ انْتِفَاعِهِمْ بِالْعَبْرِ۔

ثُمَّ انْظُرْ فِي حَالِ كُتَابِكَ فَوَلَّ عَلَى أُمُورِكَ خَيْرَهُمْ، وَأَخْصُصْ رَسَائِلَكَ الَّتِي تُدْخِلُ فِيهَا مَكَائِدَكَ وَأَسْرَارَكَ

کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گیا اور اُس کے ساتھ تم ان سے خراج تحسین اور عدل قائم رکھنے کی وجہ سے مسرت بے پایاں بھی حاصل کر سکو گے اور اپنے اس حسن سلوک کی وجہ سے کہ جس کا ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے تم (آڑے وقت پر) ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کر سکو گے اور رحم و درافت کے جلو میں جس سریت عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے اس کے سبب سے تمہیں اُن پر وثوق و اعتماد ہو سکے گا اسکے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیب خاطر جمیل لے جائیں گے۔ کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لا دو گے، وہ اٹھالے گا اور زمین کی تباہی تو اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں اور اُن کی تنگ دستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹے پر تل جاتے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

معاملات اُن کے سپرد کرنا جو اُن میں بہتر ہوں اور اپنے اُن فرامین کو جن میں مخفی تدابیر اور (مملکت کے) رموز و اسرار درج ہوتے ہیں خصوصیت کے ساتھ اُن کے حوالے کرنا جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں جنہیں اعزاز کا حاصل ہونا سرکش نہ بنائے کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں اور ایسے بے پرواہ نہ ہو کہ لین دین کے بارے میں جو تم سے متعلق ہوں تمہارے کارندوں کے خطوط تمہارے سامنے پیش کرنے اور ان کے مناسب جوابات روانہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں اور وہ تمہارے حق میں جو معاہدہ

بِأَجْمَعِهِمْ لَوْ جُودَ صَالِحُ الْأَخْلَاقِ، مَسْنٍ لَا تُبْطِرُهُ الْكَرَامَةُ فَيَجْتَرِي بِهَا عَلَيْكَ فِي خِلَافٍ لَكَ بِحَضْرَةِ مَلَكٍ، وَلَا تَقْصُرُ بِهِ الْغَفْلَةُ عَنْ إِيْرَادِ مَكَاتِبَاتِ عَمَلِكَ عَلَيْكَ، وَإِصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَى الصُّوَابِ عَنْكَ وَفِيهَا يَأْخُذُكَ وَيُعْطِي مِنْكَ وَلَا يُضْعِفُ عَقْدًا اِعْتَقَدَهُ لَكَ، وَلَا يَعْجِزُ عَنْ مَبْلَغٍ قَدَّرَ نَفْسَهُ فِي الْأُمُورِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَنَعٌ مِنْهُ، وَلَيَكُنِ الْبَيْعُ بِيَعَّاسًا، وَبِمَوَازِينَ عَدْلٍ وَأَسْعَارٍ لَا تُجْحِفُ بِالْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعِ فَمَنْ قَارَفَ حَكْرَةً بَعْدَ نَهْيِكَ إِيَّاهُ فَتَكَلُّ بِهِ، وَعَاقِبُ فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ، ثُمَّ اللَّهُ اللَّهُ فِي الطَّبَقَةِ السُّفْلَى مِنَ الدِّينِ لَا حِيلَةَ لَهُمْ وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُتَحَاجِّينَ وَأَهْلَ الْجَاهِلِ بِقَدَرِ نَفْسِهِ يَكُونُ بِقَدَرٍ غَيْرِهِ أَجْهَلُ، ثُمَّ لَا يَكُنِ اخْتِيَارُكَ إِيَّاهُمْ عَلَى فِرَاسَتِكَ وَأَسْتِنَامَتِكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ مِنْكَ فَإِنَّ السَّرَّجَالَ يَتَعَرَّفُونَ لِفِرَاسَاتِ الْوَلَاةِ بِتَصْنَعِهِمْ وَحُسْنِ خِدْمَتِهِمْ وَلَيْسَ وَدَاءُ ذَلِكَ مِنَ النَّصِيحَةِ وَالْأَمَانَةِ شَيْءٌ، وَلَكِنْ اخْتَبَرَهُمْ بِمَا وَلُوا لِلصَّالِحِينَ قَبْلَكَ فَاعْبُدْ لِأَحْسَنِهِمْ كَانَ فِي الْعَامَةِ أَثَرًا، وَأَعْرِفَهُمْ بِالْأَمَانَةِ وَجْهًا، فَإِنَّ ذَلِكَ دَلِيلٌ عَلَى نَصِيحَتِكَ لِلَّهِ وَلِبْنِ وَلِيَّتِ أَمْرًا، وَاجْعَلْ

کریں اُس میں کوئی خامی نہ رہنے دیں اور نہ تمہارے خلاف کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری دکھائیں اور وہ معاملات میں اپنے صحیح مرتبہ اور مقام سے نا آشنا نہ ہوں کیونکہ جو اپنا صحیح مقام نہیں پہچانتا وہ دوسروں کے قدر و مقام سے اور بھی زیادہ ناواقف ہوگا۔ پھر یہ کہ ان کا انتخاب تمہیں اپنی فراست، خوش اعتمادی اور حسن ظن کی بناء پر نہ کرنا چاہئے کیونکہ لوگ تصنع اور حسن خدمات کے ذریعہ حکمرانوں کی نظروں میں سا کر تعارف کی راہیں نکال لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں ذرا بھی خیر خواہی اور امانت داری کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لیکن تم انہیں ان خدمات سے پرکھو جو تم سے پہلے وہ نیک حاکموں کے ماتحت رہ کر انجام دے چکے ہوں تو جو عوام میں نیک نام اور امانت داری کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہوں ان کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔ اس لئے کہ ایسا کرنا اس کی دلیل ہوگا کہ تم اللہ کے مخلص اور اپنے امام کے خیر خواہ ہو۔ تمہیں محکمہ تحریر کے ہر شعبہ پر ایک ایک افسر مقرر کرنا چاہئے جو اس شعبہ کے بڑے سے بڑے کام پھر یہ کہ اپنے مشتیان دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا اپنے سے عاجز نہ ہو اور کام کی زیادتی سے بوکھلا نہ اٹھے۔ یاد رکھو کہ ان منشیوں میں جو بھی عیب ہوگا اور تم اُس سے آنکھ بند رکھو گے اُس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ پھر تمہیں تاجروں اور صناعتوں کے خیال اور اُن کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمہیں دوسروں کو اُن کے متعلق ہدایت کرنا ہے خواہ وہ ایک جگہ رہ کر بیوپار کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت (مزدوری یا دستکاری) سے کمانے والے ہوں کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کے مہیا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان ضروریات کو خشکیوں، تریوں، میدانی علاقوں اور

لِرَأْسِ كُلِّ أَمْرٍ مِنْ أُمُورِكَ رَأْسًا مِنْهُمْ لَا يَقْهَرُهُ كِبَرُهَا، وَلَا يَتَشَتُّ عَلَيْهِ كَثِيرُهَا وَمَهْمَا كَانَ فِي كِتَابِكَ مِنْ عَيْبٍ فَتَغَايَبَتْ عَنْهُ الرِّمَّةُ۔

ثُمَّ اسْتَوْصِ بِالتَّجَارِ وَذَوِي الصِّنَاعَاتِ وَأَوْصِ بِهِمْ خَيْرًا الْمُقِيمِ مِنْهُمْ، وَالْمُضْطَرِّبِ بِمَا لَيْهِ، وَالتَّمَرِّقِ بِيَدَيْهِ، فَإِنَّهُمْ مَوَادُّ الْمَنَافِعِ وَأَسْبَابُ الْمِرَافِقِ وَجَلَابِهَا مِنَ الْبَاعِدِ وَالطَّارِحِ، فِي بَرَكَ وَبَحْرِكَ وَسَهْلِكَ وَجَبْلِكَ، وَحَيْثُ لَا يَلْتَنِمُ عَلَيْهَا۔ فَإِنَّهُمْ سَلَمٌ لَا تُخَافُ بَأَيْقَتَهُ، وَصَلَحٌ لَا تُخْشَى غَائِلَتَهُ۔ وَتَفَقُّدُ أُمُورِهِمْ بِحَضْرَتِكَ وَفِي حَوَاشِي بِلَادِكَ۔ وَأَعْلَمُ مَعَ ذَلِكَ أَنَّ فِي كَثِيرٍ مِنْهُمْ ضَيْقًا فَاحِشًا وَشُخَا قَبِيحًا، وَاحْتِكَارًا لِلْمَنَافِعِ وَتَحَكُّبًا فِي الْبَيَاعَاتِ، وَذَلِكَ بَابُ مَضَرَّةٍ لِلْعَامَةِ وَعَيْبٌ عَلَى الْوَلَاةِ۔ فَاَمْنَعُ مِنَ الْإِحْتِكَارِ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

الْبُؤْسَى وَالزَّمْنَى فَإِنَّ فِي هَذِهِ الطَّبَقَةِ قَانِعًا وَمُعْتَرًا وَاحْفَظْ لِلَّهِ مَا اسْتَحْفَظَكَ مِنْ حَقِّهِ فِيهِمْ، وَاجْعَلْ لَهُمْ قِسْمًا مِنْ بَيْتِ مَالِكَ وَقِسْمًا مِنْ غَلَّاتِ صَوَافِي الْأَسْلَامِ فِي كُلِّ بَلَدٍ، فَإِنَّ لِلْأَقْصَى مِنْهُمْ مِثْلَ الَّذِي لِلْأَدْنَى۔ وَكُلُّ قَدٍ اسْتَرْعَيْتَ حَقَّهُ فَلَا يَشْغَلَنَّكَ عَنْهُمْ بَطَرٌ، فَإِنَّكَ لَا تُعَدُّرُ

پہاڑوں ایسے دور افتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں۔ ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں۔ تم اُن کی خبر گیری کرتے رہنا۔ ہاں اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں جو نفع اندوزی کے لئے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ معین کر لیتے ہیں۔ یہ چیز عوام کے لئے نقصان دہ، اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔ لہذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور خرید و فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ بسہولت ہونا چاہئے کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو۔

اس کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب نہ ہو اُسے مناسب حد تک سزا دینا۔ پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا۔ پسماندہ و افتادہ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا وہ مسکینوں، محتاجوں، فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے۔ ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگتے والے ہیں اور کچھ کی صورت سوال ہوتی ہے اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں اس کے اس حق کی حفاظت کرنا جس کا اُس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے ان کے لئے ایک حصہ بیت المال سے معین کر دینا اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو، کیونکہ اس میں دور والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے اور تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ لہذا تمہیں

بِتَضْيِيعِكَ التَّافِهَ لِإِحْكَامِكَ الْكَثِيرِ إِلَيْهِمْ، فَلَا تُشْخِصْ هَكَذَا عَنْهُمْ، وَلَا تُصَغِّرْ حَدَّكَ لَهُمْ، وَتَفْقِدْ أُمُورَ مَنْ لَا يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْهُمْ مِمَّنْ تَفْتَحِيهِ الْعُيُونُ وَتَحْقِرُهُ الرِّجَالُ، فَفَرِّغْ لِي وَلِئِكَ ثِقَتَكَ مِنْ أَهْلِ الْخَشْيَةِ وَالتَّوَاضُّعِ، فَلْيَرْفَعْ إِلَيْكَ أُمُورَهُمْ، ثُمَّ أَعْمَلْ فِيهِمْ بِالْإِعْدَارِ إِلَى اللَّهِ يَوْمَ تَلْقَاهُ، فَإِنَّ هَؤُلَاءِ مِنْ بَيْنِ الرَّعِيَّةِ أَخْرَجَ إِلَى الْإِنْصَافِ مِنْ غَيْرِهِمْ وَكُلُّ فَاعْدِرْ إِلَى اللَّهِ فِي تَأْوِيلَةِ حَقِّهِ إِلَيْهِ وَتَعَهَّدْ أَهْلَ الْيَتَمِ وَذَوِي الرِّقَّةِ فِي السَّنِ مِمَّنْ لَا حِيلَةَ لَهُ وَلَا يَنْصَبُ لِلْمَسْأَلَةِ نَفْسُهُ، وَذَلِكَ عَلَى الْوَلَاةِ ثَقِيلٌ وَالْحَقُّ كُلُّهُ ثَقِيلٌ۔ وَقَدْ يُخَفِّفُهُ اللَّهُ عَلَى أَقْوَامٍ طَلَبُوا الْعَاقِبَةَ فَصَبَرُوا أَنْفُسَهُمْ وَوَثِقُوا بِصَدَقِ مَوْعُودِ اللَّهِ لَهُمْ۔ وَاجْعَلْ لِدَوَى الْحَاجَاتِ مِنْكَ قِسْمًا تُفَرِّغْ لَهُمْ فِيهِ شَخْصَكَ، وَتَجْلِسُ لَهُمْ مَجْلِسًا عَامًّا فَتَتَوَاضَعُ فِيهِ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَكَ وَتَقْعُدَ عَنْهُمْ جُنْدَكَ وَأَعْوَانَكَ مِنْ أَحْرَاسِكَ وَشُرَطِكَ، حَتَّى يَكَلِّمَكَ مُتَكَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعِّعٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ فِي غَيْرِ مَوْطِنٍ لَنْ تُقَدِّسَ أُمَّةٌ لَا يُؤْخَذُ لِبُضْعِيْفٍ فِيهَا مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرِ مُتَتَعِّعٍ، ثُمَّ احْتَبِلِ الْخُرْقَ

دولت کی سرمستی ان سے غافل نہ کر دے۔ کیونکہ کسی معمولی بات کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ تم نے بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے لہذا اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا اور نہ تکبر کے ساتھ ان کی طرف سے اپنا رخ پھیرنا اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں سکتے جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی، اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے تم ان کے لئے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو جو خوف خدا رکھے والا اور متواضع ہو مقرر کر دینا کہ وہ اُن کے حالات تم تک پہنچاتا رہے۔ پھر ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کرنا جس سے قیامت کے روز اللہ کے سامنے جنت پیش کر سکو کیونکہ رعیت میں دوسروں سے زیادہ یہ انصاف کے محتاج ہیں اور یوں تو سب ہی ایسے ہیں کہ تمہیں اُن کے حقوق سے عہدہ برا ہو کر اللہ کے سامنے سرخرو ہونا ہے اور دیکھو قیاموں اور سال خوردہ بوڑھوں کا خیال رکھنا، کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں اور نہ سوال کے لئے اٹھتے ہیں اور یہی وہ کام ہے جو حکام پر گراں گزرا کرتا ہے۔ ہاں خدا ان لوگوں کے لئے جو عقبی کے طلب گار رہتے ہیں اس کی گرائیوں کو ہلکا کر دیتا ہے وہ اُسے اپنی ذات پر جھیل لے جاتے ہیں اور اللہ نے جو اُن سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجت مندوں کے لئے معین کر دینا جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کے لئے مخصوص ہو جانا اور ان کے لئے ایک عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لئے تواضع و انکساری سے کام لینا اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا تاکہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی موقعوں پر فرماتے سنا ہے کہ ”اس قوم میں پاکیزگی نہیں

مِنْهُمْ وَالْعِيَّ، وَنَحَّ عَنْهُمْ الضِّيقَ وَالْأَنْفَ يَسْطُرُ اللَّهُ عَلَيْكَ بِذَلِكَ أَكْنَافَ رَحْمَتِهِ، وَيُوجِبُ لَكَ ثَوَابَ طَاعَتِهِ۔ وَأَعْطِ مَا أُعْطِيتَ هَنِيئًا، وَأَمْنَعْ فِي إِحْسَالِ وَإِعْدَارِ۔ ثُمَّ أُمُورٌ مِنْ أُمُورِكَ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ مُبَاشَرَتِهَا، مِنْهَا إِجَابَةُ عُمَّالِكَ بِمَا يَعْبَى عَنْهُ كِتَابُكَ وَمِنْهَا إِصْدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ يَوْمَ وَرُودِهَا عَلَيْكَ بِمَا تَخْرُجُ بِهِ صُدُورُ أَعْوَانِكَ۔ وَأَمُضْ لِكُلِّ يَوْمٍ عَمَلَهُ فَإِنَّ لِكُلِّ يَوْمٍ مَافِيهِ، وَاجْعَلْ لِنَفْسِكَ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللَّهِ أَفْضَلَ تِلْكَ الْمَوَاقِيتِ وَأَجْزَلَ تِلْكَ الْأَقْسَامِ وَإِنْ كَانَتْ كُلُّهَا لِلَّهِ إِذَا صَلَحَتْ فِيهَا النِّيَّةُ وَسَلِمَتْ مِنْهَا الرَّعِيَّةُ۔

وَلْيَكُنْ فِي خَاصَّةٍ مَا تُخْلِصُ بِهِ لِلَّهِ دِينَكَ إِقَامَةً فَرَائِضِهِ الَّتِي هِيَ لَهُ خَاصَّةٌ، فَأَعْطِ اللَّهَ مِنْ بَدَنِكَ فِي لَيْلِكَ وَنَهَارِكَ، وَوَقِفْ مَا تَقَرَّبْتَ بِهِ إِلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ كَامِلًا غَيْرَ مَثْلُومٍ وَلَا مَنْقُوصٍ بِالْغَامِنِ بَدَنِكَ مَا بَلَغَ۔ وَإِذَا أَقْبَتَ فِي صَلَاتِكَ لِلنَّاسِ فَلَا تَكُونَنَّ مَنْقُورًا وَلَا مُضْيِعًا، فَإِنَّ فِي النَّاسِ مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَلَهُ الْحَاجَةُ۔ وَقَدْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حِينَ وَجَّهَنِي إِلَى الْيَمَنِ كَيْفَ أَصَلِّي بِهِمْ فَقَالَ صَلِّ بِهِمْ كَصَلَاةِ أَضْعَفِهِمْ وَكُنْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا۔

آ سکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا۔“ پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں، تو اُسے برداشت کرنا اور تنگ دلی اور نخوت کو اُن کے مقابلہ میں پاس نہ آنے دینا۔ اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کو پھیلا دے گا، اور اپنی فرماں برداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا اور جو حسن سلوک کرنا اس طرح کہ چہرے پر شکن نہ آئے اور نہ دینا تو ایسے طریقے سے عذر خواہی کر لینا۔

پھر کچھ اُمور ایسے ہیں کہ جنہیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہئیں۔ اُن میں سے ایک حکام کے اُن مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمہارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں اور ایک لوگوں کی حاجتیں جب تمہارے سامنے پیش ہوں اور تمہارے عملہ کے ارکان اُن سے جی چرائیں تو خود انہیں انجام دینا ہے۔ روز کا کام اُسی روز ختم کر دیا کرو کیونکہ ہر دن اپنے ہی کام کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور اپنے اوقات کا بہتر و افضل حصہ اللہ کی عبادت کے لئے خاص کر دینا۔ اگرچہ وہ تمام کام بھی اللہ ہی کیلئے ہیں جب نیت بخیر ہو اور اُن سے رعیت کی خوش حالی ہو۔

ان مخصوص اشغال میں سے کہ جن کے ساتھ تم خلوص کے ساتھ اللہ کے لئے اپنے دینی فریضہ کو ادا کرتے ہو ان واجبات کی انجام دہی ہونا چاہئے جو اس کی ذات سے مخصوص ہیں۔ تم شب و روز کے اوقات میں اپنی جسمانی طاقتوں کا کچھ حصہ اللہ کے سپرد کر دو اور جو عبادت بھی تقرب الہی کی غرض سے بجالانا ایسی ہو کہ نہ اس میں کوئی خلل ہو اور نہ کوئی نقص چاہے اس میں تمہیں کتنی جسمانی زحمت اٹھانا پڑے اور دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دے کر) لوگوں کو بے زار کر دو، اور نہ ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے۔ اس لئے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت درپیش ہوتی

وَأَمَّا بَعْدُ فَلَا تُطَوِّلَنَّ احْتِجَابَكَ مَنْ رَعَيْتَكَ، فَإِنَّ احْتِجَابَ الْوَلَاةِ عَنِ الرَّعِيَّةِ شُعْبَةٌ مِنَ الضَّيْقِ، وَقِلَّةُ عِلْمٍ بِالْأُمُورِ وَالْإِحْتِجَابُ مِنْهُمْ يَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ مَا احْتَجَبُوا دُونَهُ، فَيَصْغُرُ عِنْدَهُمُ الْكِبِيرُ، وَيَعْظُمُ الصَّغِيرُ وَيَقْبَحُ الْحَسَنُ وَيَحْسُنُ الْقَبِيحُ وَيَشَابُ الْحَقُّ بِالْبَاطِلِ، وَإِنَّمَا الْوَالِيُّ بَشَرٌ لَا يَعْرِفُ مَا تَوَارَى عَنْهُ النَّاسُ بِهِ مِنَ الْأُمُورِ، وَلَيْسَتْ عَلَى الْحَقِّ سِمَاتٌ تُعَرِّفُ بِهَا ضُرُوبُ الصِّدْقِ مِنَ الْكَذِبِ وَإِنَّمَا أَنْتَ أَحَدُ رَجُلَيْنِ: إِمَّا أَمْرٌ وَسَخَتْ نَفْسُكَ بِالْبَدْلِ فِي الْحَقِّ فَفِيمَ احْتِجَابِكَ مِنْ وَاجِبِ حَقِّ تَعْطِيَةِ، أَوْ فَعَلِ كَرِيمٌ تُسَدِّدِيهِ، أَوْ مَبْتَلًى بِالنِّعَمِ فَمَا أَسْرَعَ كَفَّ النَّاسُ عَنْ مَسْأَلَتِكَ إِذَا أَيْسُوا مِنْ بَدْلِكَ مَعَ أَنَّ أَكْثَرَ حَاجَاتِ النَّاسِ إِلَيْكَ مِمَّا لَا مَوْوَنَةَ فِيهِ إِلَيْكَ، وَمِنْ شَكَاةٍ مَظْلُمَةٍ، أَوْ طَلَبِ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ ثُمَّ إِنَّ لِلْوَالِيَّ خَاصَّةً وَبِطَانَةً فِيهِمْ اسْتِثْنَاءً وَتَطَوُّلٌ، وَقِلَّةُ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ فَاحْسِمْ مَادَّةَ أَوْلِيَّتِكَ بِقَطْعِ أَسْبَابِ تِلْكَ الْأَحْوَالِ - وَلَا تَقْطَعْ لَأَحَدٍ مِنْ حَاشِيَتِكَ وَحَامَتِكَ قَطِيعَةً وَلَا يَطْمَعَنَّ مِنْكَ فِي إِعْتِقَادِ عَقْدَةٍ تَضُرُّ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنَ النَّاسِ فِي شَرْبٍ أَوْ عَمَلٍ مُشْتَرَكٍ

ہے۔ چنانچہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپ سے دریافت کیا کہ انہیں نماز کس طرح پڑھاؤں؟ تو فرمایا کہ جیسی ان میں سے سب سے زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہو سکتی ہے، اور تمہیں مومنوں کے حال پر مہربان ہونا چاہئے۔ اس کے بعد یہ خیال رہے کہ رعایا سے عرصہ تک روپوشی اختیار نہ کرنا کیونکہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے اور یہ روپوشی انہیں بھی ان امور پر مطلع ہونے سے روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی، اچھائی برائی اور برائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے اور حق باطل کے ساتھ مل جل جانا اور حکمران بھی آخر ایسا ہی بشر ہوتا ہے جو ناواقف رہے گا ان معاملات سے جو لوگ اس سے پوشیدہ کریں، اور حق کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں ہوا کرے کہ جس کے ذریعے جھوٹ سے سچ کی قسموں کو الگ کر کے پہچان لیا جائے۔ اور پھر تم دو ہی طرح کے آدمی ہو سکتے ہو یا تو تم ایسے ہو کہ تمہارا نفس حق کی ادائیگی کے لئے آمادہ ہے تو پھر واجب حقوق ادا کرنے اور اچھے کام کر گزرنے سے منہ چھپانے کی ضرورت کیا؟ اور یا تم ایسے ہو کہ لوگوں کو تم سے کورا جواب ہی ملتا ہے تو جب لوگ تمہاری عطا سے مایوس ہو جائیں گے تو خود ہی بہت جلد تم سب مانگنا چھوڑ دیں گے اور پھر یہ کہ لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہوں گی جن سے تمہاری جیب پر کوئی بار نہیں پڑتا جیسے کسی کے ظلم کی شکایت یا کسی معاملہ میں انصاف کا مطالبہ۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ حکام کے کچھ خواص اور سر چڑھے لوگ ہوا کرتے ہیں جن میں خود غرضی دست درازی اور

يَحْمِلُونَ مَوْوَنَةً عَلَى غَيْرِهِمْ، فَيَكُونُ مَهْنًا ذَلِكَ لَهُمْ دُونَكَ، وَعَيْبُهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

وَالزَّمِ الْحَقَّ مَنْ لَرَمَهُ مِنَ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ، وَكُنْ فِي ذَلِكَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَأَقْعًا ذَلِكَ مِنْ قَرَابَتِكَ وَخَاصَّتِكَ حَيْثُ وَقَعَ وَابْتَغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَثْقُلُ عَلَيْكَ مِنْهُ فَإِنَّ مَغَبَّةَ ذَلِكَ مَحْمُودَةٌ۔

وَإِنْ ظَنَنْتِ الرَّعِيَّةَ بِكَ حَيْفًا فَاصْجِرْ لَهُمْ بِعُدْرِكَ، وَأَعْدِلْ عَنْكَ ظُنُونَهُمْ بِإِصْحَارِكَ، فَإِنَّ فِي ذَلِكَ رِيَاضَةً مِنْكَ لِنَفْسِكَ، وَرِفْقًا بِرَعِيَّتِكَ، وَإِعْدَارًا تَبْلُغُ بِهِ حَاجَتَكَ مِنْ تَقْوِيَتِهِمْ عَلَى الْحَقِّ۔

وَلَا تَدْفَعَنَّ صَلَاحًا دَعَاكَ إِلَيْهِ عَدْوًا وَلَكِنَّهُ فِيهِ رِضًى، فَإِنَّ فِي الصُّلْحِ دَعَاً لَجَنُودِكَ وَرَاحَةً مِنْ هُمُومِكَ وَأَمَّا لِبِلَادِكَ وَلَكِنْ الْحَذَرُ كُلُّ الْحَذَرِ مِنْ عَدْوِكَ بَعْدَ صَلَاحِهِ فَإِنَّ الْعُدُوَّ رُبَّمَا قَادَرٌ لِيَتَغَفَّلَ، فَخُذْ بِالْحَزْمِ وَاتَّهَمْ فِي ذَلِكَ حُسْنَ الظَّنِّ، وَإِنْ عَقَدْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ عَدْوِكَ عَقْدَةً أَوْ الْبَسْتَهُ مِنْكَ ذِمَّةً فَحُطَّ عَنْكَ بِالْوَفَاءِ، وَارْعَ ذِمَّتَكَ بِالْأَمَانَةِ وَاجْعَلْ نَفْسَكَ جُنَّةً دُونَ مَا أُعْطِيَتْ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَرَائِضِ اللَّهِ شَيْءٌ النَّاسُ أَشَدُّ عَلَيْهِ اجْتِمَاعًا مَعَ تَفَرُّقِ أَهْوَائِهِمْ

بد معاملگی ہوا کرتی ہے۔ تم کو ان حالات کے پیدا ہونے کے وجہ ختم کر کے اس گندے مواد کو ختم کر دینا چاہئے اور دیکھو اپنے کسی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو جاگیر نہ دینا اور اسے تم سے توقع نہ بندھنا چاہئے کسی ایسی زمین پر قبضہ کرنے کی جو آبپاشی یا کسی مشترکہ معاملہ میں اس کے آس پاس کے لوگوں کے لئے ضرر کی باعث ہو، یوں کہ اس کا بوجھ دوسرے پر ڈال دے اس صورت میں اس کے خوش گوار مزے تو اس کے لئے ہوں گے نہ تمہارے لئے۔ مگر اس کا بد نما دھبہ دنیا و آخرت میں تمہارے دامن پر رہ جائے گا۔

اور جس پر جو حق عائد ہوتا ہو اس پر اس حق کو نافذ کرنا چاہئے۔ وہ تمہارا اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور اس کے بارے میں قتل سے کام لینا اور ثواب کے امیدوار رہنا چاہئے اس کی زد تمہارے کسی قریبی عزیز یا کسی صاحب خاص پر کیسی ہی پڑتی ہو اور اس میں تمہاری طبیعت کو جو گرائی محسوس ہو، اس کے اخروی نتیجہ کو پیش نظر رکھنا کہ اس کا انجام بہر حال اچھا ہوگا۔

اور اگر رعیت کو تمہارے بارے میں کبھی یہ بدگمانی ہو جائے کہ تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اپنے عذر کو واضح طور سے پیش کر دو اور عذر واضح کر کے ان کے خیالات کو بدل دو، اس سے تمہارے نفس کی تربیت ہوگی اور رعایا پر مہربانی ثابت ہوگی اور اس عذر آوری سے ان کو حق پر استوار کرنے کا مقصد تمہارا پورا ہوگا۔

اگر دشمن ایسی صلح کی تمہیں دعوت دے کہ جس میں اللہ کی رضا مندی ہو تو اسے کبھی ٹھکرانہ دینا کیونکہ صلح میں تمہارے لشکر کے لئے آرام و راحت خود تمہارے فکروں سے نجات اور شہروں کے لئے امن کا سامان ہے لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنہ اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے تاکہ تمہاری غفلت سے فائدہ

وَتَشْتَتِ أَرَائِهِمْ مَنْ تَعْظِيمُ الْوَفَاءِ
بِالْعَهْدِ وَقَدْ لَزِمَ ذَلِكَ الْمُسْرِ كُونَ فِيمَا
بَيْنَهُمْ دُونَ السُّلَمِيِّينَ لِمَا اسْتَوْبَلُوا مِنْ
عَوَاقِبِ الْغَدْرِ - فَلَا تَغْدِرَنَّ بِذِمَّتِكَ،
وَلَا تَخِيْسَنَّ بَعْدَكَ، وَلَا تَحْتَلَنَّ
عَدُوَّكَ، فَإِنَّهُ لَا يَجْتَرِي عَلَى اللَّهِ إِلَّا
جَاهِلٌ شَقِيٌّ - وَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ عَهْدَهُ
وَدِمَّتَهُ أَمْنًا أَفْضَلَ بَيْنَ الْعِبَادِ بِرَحْمَتِهِ
وَحَرِيْمًا يَسْكُنُونَ إِلَى مَنْعَتِهِ
وَيَسْتَفِيضُونَ إِلَيْهِ جَوَادِهِ فَلَا إِدْغَالَ وَلَا
مُدَالَسَةَ وَلَا حِدَادَ فِيهِ - وَلَا تَعْقِدْ
عَقْدًا تَجُوزُ فِيهِ الْعِلُّ، وَلَا تَعُولَنَّ عَلَى
لَحْنِ قَوْلٍ بَعْدَ التَّكْيِيدِ وَالتَّوَثُّقِ، وَلَا
يَدْعُوَنَّكَ ضَيْقُ أَمْرٍ لَزِمَكَ فِيهِ عَهْدُ اللَّهِ
إِلَى طَلَبِ انْفِسَاحِهِ بِغَيْرِ الْحَقِّ فَإِنَّ
صَبْرَكَ عَلَى ضَيْقِ أَمْرٍ تَرَجُّوْا انْفِرَاجَهُ
وَفَضْلَ عَاقِبَتِهِ خَيْرٌ مِنْ غَدْرِ تَخَافُ
تَبِعْتَهُ وَأَنْ تُحِيطَ بِكَ مِنَ اللَّهِ فِيهِ
طَلَبَةٌ فَلَا تَسْتَقِيلُ فِيهَا دُنْيَاكَ وَلَا
آخِرَتَكَ - إِيَّاكَ وَالْذِّمَاءَ وَسَفْكَهَا بِغَيْرِ
حِلِّهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ أَدْعَى لِنَقْمَةٍ وَلَا
أَعْظَمَ لَتَبَعَةٍ وَلَا أَحْرَى بِزَوَالِ نِعْمَةٍ
وَأَنْقِطَاعِ مَدَّةٍ مِنْ سَفْكَ الذِّمَاءِ بِغَيْرِ
حَقِّهَا - وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ مُبْتَدِي بِالْحُكْمِ

اٹھائے۔ لہذا اختیار کو ملحوظ رکھو اور اس بارے میں حسنِ ظن سے کام نہ لو۔ اور اگر اپنے اور دشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کرو، یا اسے اپنے دامن میں پناہ دو تو پھر عہد کی پابندی کرو، وعدہ کا لحاظ رکھو اور اپنے قول و قرار کی حفاظت کے لئے اپنی جان کو سپرد نہ کرو۔ کیونکہ اللہ کے فرائض میں سے ایفائے عہد کی ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کی اہمیت پر دنیا اپنے الگ الگ نظریوں اور مختلف رایوں کے باوجود کجیقتی سے متفق ہو، اور مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے۔ اس لئے کہ عہد شکنی کے نتیجہ میں انہوں نے تباہیوں کا اندازہ کیا تھا لہذا اپنے عہد و پیمان میں غداری اور قول و قرار میں بدعہدی نہ کرنا اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا کیونکہ اللہ پر جرات جاہل بد بخت کے علاوہ دوسرا نہیں کر سکتا، اور اللہ نے عہد و پیمان کی پابندی کو امن کا پیغام قرار دیا ہے کہ جسے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے، اور ایسی پناہ گاہ بنایا ہے کہ جس کے دامن حفاظت میں پناہ لینے اور اس کے جوار میں منزل کرنے کے لئے وہ تیزی سے بڑھتے ہیں۔ لہذا اس میں کوئی جھلسازی، فریب کاری اور مکاری نہ ہونا چاہئے، اور ایسا کوئی معاہدہ کرو ہی نہ جس میں تاویلوں کی ضرورت پڑنے کا امکان ہو، اور معاہدہ کے پختہ اور طے ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ کے دوسرے معنی نکال کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو اور اس عہد و پیمان خداوندی میں کسی دشواری کا محسوس ہونا تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہونا چاہئے کہ تم اسے ناحق منسوخ کرنے کی کوشش کرو کیونکہ ایسی دشواریوں کو جھیل لے جانا کہ جن سے چھٹکارے کی اور انجام بخیر ہونے کی امید ہو اس بدعہدی کرنے سے بہتر ہے جس کے برے انجام کا تمہیں خوف اور اس کا اندیشہ ہو کہ اللہ کے یہاں تم سے اس پر کوئی جواب دہی ہوگی اور اس طرح تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کو تباہی ہوگی۔

بَيْنَ الْعِبَادِ فِيمَا تَسَافَكُوا مِنَ الذِّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - فَلَا تُقَوِّينَ سُلْطَانَكَ بِسَفْكَ دَمٍ حَرَامٍ فَإِنَّ ذَلِكَ مِمَّا يُضْعِفُهُ وَيُوْهِنُهُ بَلْ يُزِيلُهُ وَيَنْقُلُهُ وَلَا عُدْرَ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ وَلَا عِنْدِي فِي الْقَتْلِ الْعَمْدِ لِأَنْ فِيهِ قَوْدًا لَبَدَن - وَإِنْ ابْتَلَيْتَ بِخَطَاءٍ وَأَفْرَطَ عَلَيْكَ سَوْطُكَ أَوْ سَيْفُكَ أَوْ يَدُكَ بِالْعُقُوبَةِ فَإِنَّ فِي الْوَكْرَةِ فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةً فَلَا تَطْمَحَنَّ بِكَ نَحْوَةَ سُلْطَانِكَ عَنْ أَنْ تُودَى إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ حَقَّهُمْ -

وَإِيَّاكَ وَالْبَعْجَابَ بِنَفْسِكَ وَالثِّقَةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا وَحُبَّ الْبَطْرَاءِ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ أَوْثَقِ فُرُصِ الشَّيْطَانِ فِي نَفْسِهِ لِيَسْحَقَ مَا يَكُونُ مِنْ إِحْسَانِ الْمُحْسِنِينَ -

وَإِيَّاكَ وَالْمَنَ عَلَى رَعِيَّتِكَ بِإِحْسَانِكَ، أَوِ التَّزْيِيدَ فِيمَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ أَوْ أَنْ تَعْدَهُمْ فَتَتَّبِعَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ، فَإِنَّ الْمَنَ يُبْطِلُ الْإِحْسَانَ، وَالتَّزْيِيدَ يَذْهَبُ بِنُورِ الْحَقِّ، وَالْخُلْفُ يُوجِبُ الْمَقْتَلَ عِنْدَ اللَّهِ وَالنَّاسِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ -

وَإِيَّاكَ وَالْعَجَلَةَ بِالْأُمُورِ قَبْلَ أَوَانِهَا، أَوِ التَّسَاقُطَ فِيهَا عِنْدَ امْكِانِهَا، أَوِ اللَّجَاجَةَ فِيهَا إِذَا تَنَكَّرَتْ، أَوْ لَوْهَنَ عَنْهَا

دیکھو ناحق خوریزیوں سے دامن بچائے رکھنا کیونکہ عذاب الہی سے قریب اور پاداش کے لحاظ سے سخت اور نعمتوں کے سبب ہونے اور عمر کے خاتمہ کا سبب ناحق خون ریزی سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ سب سے پہلے جو فیصلہ کرے گا وہ انہیں خونوں کا جو بندگان خدا نے ایک دوسرے کے بہائے ہیں۔ لہذا ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ چیز اقتدار کو کمزور اور کھوکھلا کر دینے والی ہوتی ہے، بلکہ اس کو بنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی، اور جان بوجھ کر قتل کے جرم میں اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر چل سکے گا نہ میرے سامنے کیونکہ اس میں قصاص ضروری ہے اور اگر غلطی سے تم اس کے مرتکب ہو جاؤ اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جائے اس لئے کہ کبھی گونسا اور اس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب ہو جایا کرتی ہے تو ایسی صورت میں اقتدار کا نشہ میں بے خود ہو کر مقتول کا خون بہا اس کے وارثوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کرنا۔

اور دیکھو خود پسندی سے بچتے رہنا اور اپنی جو باتیں اچھی معلوم ہوں ان پر اترانا نہیں اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا کیونکہ شیطان کو جو مواقع ملا کرتے ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ اس کے نزدیک بھروسے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس طرح نیکو کاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

اور رعایا کے ساتھ نیکی کر کے کبھی احسان نہ جتنا اور جو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسے زیادہ نہ سمجھنا اور اس سے وعدہ کر کے بعد میں وعدہ خلافی نہ کرنا کیونکہ احسان جتنا نیکی کو اکارت کر دیتا ہے اور اپنی بھلائی کو زیادہ خیال کرنا حق کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی چنانچہ اللہ سبحانہ خود فرماتا ہے

”خدا کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے کہ تم جو کھو اُسے کرو نہیں۔“ اور دیکھو وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا اور جب اُس کا موقع آ جائے تو پھر کمزوری نہ دکھانا اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر مصر نہ ہونا اور جب طریق کار واضح ہو جائے تو پھر سستی نہ کرنا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھو، اور ہر کام کو اس کے موقع پر انجام دو۔

اور دیکھو! جن چیزوں میں سب لوگوں کا حق برابر ہوتا ہے اُسے اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا اور قابل لحاظ حقوق سے غفلت نہ برتنا جو فظروں کے سامنے نمایاں ہوں کیونکہ دوسروں کے لئے یہ ذمہ داری تم پر عائد ہے اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور تم سے مظلوم کی داد خواہی کر لی جائے گی۔ دیکھو غضب کی تندہی، سرکشی کے جوش ہاتھ کی جنبش، اور زبان کی تیزی پر ہمیشہ قابو رکھو اور ان چیزوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لو اور سزا دینے میں دیر کرو، یہاں تک کہ تمہارا غصہ کم ہو جائے اور تم اپنے اوپر قابو پالو، اور کبھی یہ بات تم اپنے نفس میں پورے طور پر پیدا نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف اپنی بازگشت کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ان تصورات کو قائم نہ رکھو۔

اور تمہیں لازم ہے کہ گذشتہ زمانوں کی چیزوں کو یاد رکھو خواہ کسی عادل حکومت کا طریق کار ہو یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو۔ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہو، یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو، تو اُن چیزوں کی پیروی کرو جن پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اس عہد نامہ میں درج کی ہیں اور ان کے ذریعہ سے میں نے اپنی حجت تم پر قائم کر دی ہے تاکہ تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہو۔

فِيهِ رِضَاٌ مِنَ الْإِقَامَةِ عَلَى الْعُدْرِ
الْوَاضِحِ إِلَيْهِ وَإِلَى خَلْقِهِ، مَعَ حُسْنِ
الْثَنَاءِ فِي الْعِبَادِ وَجَمِيلِ الْأَثَرِ فِي الْبِلَادِ
وَتِمَامِ النِّعْمَةِ وَتَضَعِيفِ الْكِرَامَةِ، وَأَنْ
يُخْتِمَ لِي وَلَكَ بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ
وَأَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ- وَالسَّلَامُ عَلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَسَلَامُ تَسْلِيمًا
كَثِيرًا- وَالسَّلَامُ-

اور میں اللہ تعالیٰ سے اُس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اُس کی رضا مندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اُس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں اور ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک میں اچھے اثرات اور اُس کی نعمت میں فراوانی اور روز افزوں عزت کو قائم رکھیں اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو، بے شک ہمیں اُس کی طرف پلٹنا ہے۔
والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
الطیبین الطاہرین وسلم تسلیماً کثیراً۔ (والسلام۔)

یہ عہد نامہ جسے اسلام کا دستور اساسی کہا جاسکتا ہے۔ اس ہستی کا ترتیب دیا ہوا ہے جو قانون الہی کا سب سے بڑا واقف کار اور سب سے زیادہ اُس پر عمل پیرا تھا۔ ان اور ارق سے امیر المومنین کے طرز جہا نبانی کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے پیش نظر صرف قانون الہی کا نفاذ اور اصلاح معاشرت تھا۔ نہ امن عامہ میں خلل ڈالنا، نہ لوٹ کھوٹ سے خزانوں کا منہ بھرتا اور نہ توسیع سلطنت کے لئے جائز و ناجائز وسائل سے آنکھ بند کر کے سعی و کوشش کرنا۔ دنیوی حکومتیں عموماً اس طرح کا قانون بنایا کرتی ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ حکومت کو فائدہ پہنچے اور ہر ایسے قانون کو بد لئے کی کوشش کیا کرتی ہیں۔ جو ان کے مفاد سے متضاد اور اس کے مقصد کے لئے نقصان رساں ہو۔ مگر اس دستور و آئین کی ہر دفعہ مفاد عمومی کی نگہبان اور نظام اجتماعی کی محافظ ہے۔ اس کے نفاذ و اجرا میں نہ خود غرضی کا لگاؤ ہے اور نہ مفاد پرستی کا شائبہ۔ اس میں اللہ کے فرائض کی نگہداشت اور بلا تفریق مذہب و ملت حقوق انسانیت کی حفاظت اور شکستہ حال و فاقہ کش افراد کی خبر گیری اور پسماندہ و افتادہ طبقہ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت ایسے بنیادی اصول ہیں جن سے حق و عدالت کے نشر، امن و سلامتی کے قیام اور رعیت کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں پوری رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

جب ۳۸ھ میں مالک ابن حارث اشتر رحمہ اللہ مصر کی حکومت پر فائز ہوئے تو حضرت نے یہ عہد نامہ ان کے لئے قلم بند فرمایا۔ مالک اشتر امیر المؤمنین کے اُن خواص اصحاب میں سے تھے جو استقلال و پامردی کے جوہر دکھا کر کامل وثوق و اعتماد اور اپنے اخلاق و کردار کو حضرت کے اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھال کر انتہائی قرب و اختصا ص حاصل کر چکے تھے جس کا اندازہ حضرت کے اُن الفاظ سے کیا جاسکتا ہے کہ لقد کان لی مثل ما کنْتَ لرسول اللہؐ مالک میری نظروں میں ایسے ہی تھے جیسا میں رسول اللہ کی نظروں میں تھا۔ چنانچہ انہوں نے بے لوث جذبہ خدمت سے متاثر ہو کر جنگی مہمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور تمام معرکوں اور مہموں میں حضرت کے دست باز و ثابت ہوئے اور ہمت و جرأت کے وہ جوہر دکھائے کہ تمام عرب پر ان کی شجاعت کی دھاک بندھ گئی۔ اس غیر معمولی شجاعت کے ساتھ حلم و بردباری میں بھی بلند امتیاز کے حامل تھے چنانچہ ورام ابن ابی فراس نے اپنے مجموعہ میں تحریر کیا ہے کہ آپ ایک

دفعہ ٹاٹ کا پیرا بن پنے اور ٹاٹ ہی کا عمامہ باندھے ہوئے بازار کوفہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک سر بھرے دوکاندار نے آپ کو اس وضع و لباس میں دیکھ کر کچھ گلے سڑے پتے اور شاخیں آپ کے اوپر پھینک دیں۔ مگر اس ناشائستہ حرکت سے آپ کی پیشانی پر ندبل آیا اور نہ ہی نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا بلکہ خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ گئے کہ ایک شخص نے اس دوکاندار سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ یہ گستاخی تم نے کس کے ساتھ کی ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون تھے کہا کہ یہ مالک اشتر تھے یہ سن کر اس کے ہوش و حواس اڑ گئے اور اسی وقت ان کے پیچھے دوڑا، تاکہ ان سے اس گستاخی و اہانت کی معافی مانگے، چنانچہ تلاش کرتا ہوا ایک مسجد میں پہنچا، جہاں وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ آگے بڑھ کر ان کے قدموں میں گر پڑا اور نہایت الحاح و زاری سے عفو کا طالب ہوا۔ آپ نے اس کے سر کو اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں مسجد میں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہارے لئے بارگاہ خداوندی میں دعائے مغفرت کروں، میں نے تو تمہیں اسی وقت معاف کر دیا تھا اور امید ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف کر دے گا۔ یہ ہے اس نبرد آزما کا عفو و درگزر جس کے نام سے بہادروں کے زہرے آب ہو جاتے تھے اور جس کی تلوار نے شجاعان عرب سے اپنا لوہا منوالیا تھا اور شجاعت کا اصلی جوہر یہی ہے کہ انسان غیظ و غضب کی تینوں میں ضبط نفس سے کام لے اور ناگواریوں کو صبر و سکون کے ساتھ جھیل لے جائے۔ چنانچہ حضرت کا ارشاد ہے کہ

اشجع الناس من غلب هواه

لوگوں میں بڑھ چڑھ کر شجاع وہ ہے جو ہوا نفس پر غلبہ پائے۔

بہر حال ان خصوصیات و اوصاف کے علاوہ وہ نظم و انصرام مملکت کی بھی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب مصر میں عثمانی گروہ نے خراجی جراثیم پھیلا کر شروع کئے اور شر و فساد سے ملک کے نظم و نسق کو درہم برہم کرنا چاہا، تو حضرت نے محمد ابن ابی بکر کو وہاں کی حکومت سے الگ کر کے آپ ہی کے تقرر کا فیصلہ کیا اگرچہ وہ اس وقت نصیبین میں گورنری حیثیت سے مقیم تھے مگر حضرت نے انہیں طلب فرمایا کہ وہ نصیبین میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے ان کے پاس پہنچیں۔ مالک نے اس فرمان کے بعد شیبہ ابن عامر ازوی کو اپنی جگہ پر متعین کیا اور خود امیر المومنین کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت نے انہیں حکومت کا پروانہ لکھ کر مصر روانہ کیا اور اہل مصر کو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا تحریری حکم بھیجا۔ جب معاویہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ مالک اشتر کے تقرر کا علم ہوا تو وہ چکر اساک گیا، کیونکہ وہ عمر و ابن عاص سے یہ وعدہ کر چکا تھا کہ وہ اسے اس کی کارکردگیوں کے صلہ میں مصر کی حکومت دے گا اور اسے یہ توقع تھی کہ عمر و ابن عاص محمد ابن ابی بکر کو یا سانی شکست دے کر ان کے ہاتھ سے اقتدار چھین لے گا۔ مگر مالک اشتر کو مغلوب کر کے مصر کو فتح کرنے کا وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا لہذا اس نے یہ ہتھکڑیاں پہن کر اس کے کہ ان کے ہاتھوں میں اقتدار منتقل ہوا نہیں ٹھکانے لگا دے۔ چنانچہ اس نے شہر عریش کے ایک تعلقہ دار سے یہ ساز باز کی کہ جب ملک مصر جاتے ہوئے عریش سے گزریں تو وہ کسی تدبیر سے انہیں ہلاک کر دے اور اس کے عوض اس کی جائیداد کا مالک و اگزار کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مالک اشتر جب اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ عریش پہنچے تو اس نے بڑی آؤ بھگت کی اور آپ کو مہمان ٹھہرانے پر مصر ہوا۔ آپ نے اس کی دعوت کو منظور فرماتے ہوئے اس کے ہاں فروکش ہوئے اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے شہد کے شربت میں زہر کی آمیزش کر کے آپ کے سامنے پیش کیا جس کے پیتے ہی زہر کا اثر شروع ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تلواروں کے سایہ میں کھیلنے والا اور دشمن کی صفوں کو الٹ دینے والا خاموشی سے موت کی آغوش میں سو گیا۔

جب معاویہ کو اپنی اس دسیسہ کاری میں کامیابی کی اطلاع ہوئی تو وہ مسرت سے جھوم اٹھا اور خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے کہنے لگا ا

وان للہ جنودا من عسل "شہد بھی اللہ کا ایک لشکر ہے" اور پھر ایک خطبہ کے دوران میں کہا کہ

کان لعلی ابن ابی طالب یمنان فقطعت علی ابن ابی طالب کے دوست راست تھے۔ ایک صفین احدا ہما یوم صفین و هو عمار ابن یاسر کے دن کٹ گیا، اور وہ عمار یا سر تھے اور دوسرا بھی قطع ہو گیا وقد قطع الاخری و هو مالک الاشتر۔ اور وہ مالک اشتر تھے۔

مکتوب (۵۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ مَعَ عِمْرَانَ ابْنِ الْحَصِينِ الْخَزَاعِيِّ ذَكَرَ أَبُو جَعْفَرٍ الْبَاسْكَافِيُّ فِي كِتَابِ الْمَقَامَاتِ فِي مَنَاقِبِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتُمْ وَأَنْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ لَمْ أَرِدُ النَّاسَ حَتَّى أَرَادُونِي وَلَمْ أَبَايَعَهُمْ حَتَّى بَايَعُونِي، وَإِنَّكُمْ مِمَّنْ أَرَادَنِي وَبَايَعَنِي وَإِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تَبَايَعَنِي لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ وَلَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ، فَإِنْ كُنْتُمْ بَايَعْتُمَنِي طَائِعِينَ فَارْجِعُوا تَوْبًا إِلَى اللَّهِ مِنْ قَرِيبٍ وَإِنْ كُنْتُمْ بَايَعْتُمَنِي كَارِهِينَ فَقَدْ جَعَلْتُمْ لِي عَلَيْكُمْ السَّبِيلَ بِإِظْهَارِكُمَا الطَّاعَةَ وَإِسْرَارِكُمَا الْمَعْصِيَةَ، وَلَعَنِي مَا كُنْتُمْ بِأَحَقِّ الْمُهَاجِرِينَ بِالْتَّقِيَّةِ وَالْكُتْمَانِ، وَإِنْ دَفَعْتُمْ هَذَا الْأَمْرَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْخُلَ فِيهِ كَانُوا سَمِعَ عَلَيْكُمْ مِنْ خُرُوجِكُمْ مِنْهُ بَعْدَ إِقْرَارِكُمْ بِهِ۔

جو عمران ابن حصین خزاعی کے ہاتھ طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا۔ اس خط کو ابو جعفر اسکا فی نے اپنی کتاب مقامات میں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل میں ہے ذکر کیا ہے۔

چاہے تم کتنا ہی چھپاؤ مگر تم دونوں واقف ہو کہ میں لوگوں کی طرف نہیں بڑھا بلکہ وہ بڑھ کر میری طرف آئے۔ میں نے اپنا ہاتھ بیعت لینے کے لئے نہیں بڑھایا، بلکہ انہوں نے خود میرے ہاتھ پر بیعت کی، اور تم دونوں بھی انہی لوگوں میں سے ہو کہ جو میری طرف بڑھ کر آئے تھے، اور بیعت کی تھی اور عوام نے میرے ہاتھ پر نہ تسلط و اقتدار (کے خوف) سے بیعت کی تھی اور نہ مال و دولت کے لالچ میں۔ اب اگر تم دونوں نے اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی، تو اس (عہد شکنی) سے پلٹو اور جلد اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، اور اگر ناگواری کے ساتھ بیعت کی تھی تو اطاعت کو ظاہر کر کے اور نافرمانی کو چھپا کر تم نے اپنے خلاف میرے لئے حجت قائم کر دی ہے۔ اور ۲ مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ تم قلبی کیفیت پر پردہ ڈالنے اور اسے چھپانے میں دوسرے مہاجرین سے زیادہ سزاوار نہ تھے اور بیعت کرنے سے پہلے اسے رد کرنے کی تمہارے لئے اس سے زیادہ گنجائش تھی کہ اب اقرار کے بعد اس سے نکلنے کی کوشش کرو، اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے، ہمارے اور تمہارے درمیان مدینہ کے وہ لوگ کہ جو تم سے بھی اور ہم

وَقَدْ زَعَمْتُمْ أَنِّي قَتَلْتُ عُثْمَانَ، فَبَيِّنِي

وَبَيْنَكُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّي وَعَنْكُمَا مِنْ أَهْلِ
السَّيِّئَةِ ثُمَّ يَلْزَمُ كُلُّ امْرِئٍ بِقَدَرِ مَا
اِحْتَمَلَ۔ فَارْجِعَا أَيُّهَا الشَّيْخَانِ عَنْ
رَأْيِكُمَا فَإِنَّ الْأَنْ أَعْظَمُ أَمْرٍ كَمَا الْعَارُ مِنْ
قَبْلِ أَنْ يَجْتَمِعَ الْعَارُ وَالنَّارُ۔ وَالسَّلَامُ۔

۱۔ عمران ابن حصین خزاعی بلند پایہ صحابی، علم و فضل میں ممتاز، اور نقل احادیث میں بہت محتاط تھے۔ خیبر والے سال ایمان لائے اور
بنیخبر گیا تھا شریک جہاد رہے۔ کوفہ میں منصب قضا پر فائز ہوئے اور ۵۲ھ میں بصرہ میں رحلت فرمائی۔

۲۔ یعنی تم دونوں تو دولت و ثروت اور قوم و قبیلہ والے تھے تمہیں اس دوزخی کی کیا ضرورت تھی کہ قلبی کیفیت کو چھپاتے ہوئے
اطاعت کا اظہار کرتے اور ناگواری و مجبوری سے بیعت کرتے۔ البتہ تمہارے علاوہ کوئی اور کمزور و ناتواں یہ کہتا کہ وہ بیعت پر
مجبور تھا تو کسی حد تک یہ بات تسلیم کی جاسکتی تھی، مگر جب کسی دوسرے نے اپنے مجبور و بے بس ہونے کا اظہار نہیں کیا تو یہ مجبوری
تمہارے ہی سر کیوں پڑی کہ اپنی بیعت کو مجبوری کا نتیجہ قرار دو۔

مکتوب (۵۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُعَاوِيَةَ
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَدْ جَعَلَ
الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، وَابْتَلَى فِيهَا أَهْلَهَا
لِيَعْلَمَ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔ وَلَسْنَا لِلدُّنْيَا
خُلُقْنَا، وَلَا بِالسَّعْيِ فِيهَا أُمْرًا، وَإِنَّمَا
وَضَعْنَا فِيهَا لِنَبْتَلِيَ بِهَا، وَقَدْ ابْتَلَانِي
اللَّهُ بِكَ وَابْتَلَاكَ بِي فَجَعَلَ أَحَدَنَا
حُجَّةً عَلَى الْآخَرِ، فَعَدَوْتُ عَلَى
طَلَبِ الدُّنْيَا بِتَاوِيلِ الْقُرْآنِ فَطَلَبْتَنِي
بِمَا لَمْ تَجْنِ يَدِي وَلَا لِسَانِي وَعَصَبْتَنِي
أَنْتَ وَأَهْلُ الشَّامِ بِي وَالْبُغَاةُ عَالِمُكُمْ

معاویہ کے نام

بعد حمد و صلوة معلوم ہونا چاہئے کہ خداوند عالم نے دنیا اس کے
بعد کی منزل کے لئے بنائی ہے اور اس میں لوگوں کو آزمائش میں
ڈالا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ ان میں کس کے اعمال بہتر ہیں اور ہم
دنیا کے لئے پیدا نہیں کئے گئے اور نہ اس میں تک و دو کا ہمیں حکم
دیا گیا ہے۔ ہم تو یہاں اس لئے لائے گئے ہیں تاکہ اس کے
ذریعہ ہماری آزمائش ہو۔ چنانچہ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے
مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور ایک کو
دوسرے پر حجت ٹھہرایا ہے۔ مگر تم قرآن کی (غلط سلط)
تاویل میں کر کے دنیا میں چھاپہ مارنے لگے، اور مجھ سے اس چیز کا
مواخذہ کرنے لگے جس میں میرا ہاتھ اور زبان دونوں بے گناہ
تھے، مگر تم نے اور شامیوں نے ل کر اسے میرے سر منڈھ دیا تم
میں کے واقف کاروں نے نادانوں کے اور کھڑے ہوؤں

جَاهِلُكُمْ، وَقَائِلُكُمْ قَاعِدُكُمْ۔ فَاتَّقِ اللَّهَ
فِي نَفْسِكَ۔ وَنَارِيعَ الشَّيْطَانِ قِيَادَكَ۔
وَأَصْرِفْ إِلَى الْآخِرَةِ وَجْهَكَ فَهِيَ
طَرِيقُكَ۔ وَاحْذَرْ أَنْ يُصِيبَكَ اللَّهُ مِنْهُ
بِعَاجِلِ قَارِعَةٍ تَمَسُّ الْأَصْلَ وَتَقْطَعُ
الدَّابِرَ، فَإِنِّي أُولَى لَكَ بِاللَّهِ إِلَهَةً غَيْرَ
فَاجِرَةٍ لِّئِنْ جَمَعْتَنِي وَإِيَّاكَ جَوَامِعُ
الْأَقْدَارِ لَا أَزَالُ بِبَاحْتِكَ حَتَّى يَحْكُمَ
اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ۔

نے بیٹھے ہوؤں کو آمادہ پیکار کر دیا۔ اپنے دل میں کچھ اللہ کا
خوف کرو۔ شیطان سے اپنی باگ چھڑانے کی کوشش کرو، اور
آخرت کی طرف اپنا رخ موڑو کیونکہ ہمارا اور تمہارا راستہ وہی
ہے اور اس بات سے ڈرو کہ اللہ تمہیں کسی ایسی ناگہانی مصیبت
میں نہ جکڑ لے کہ جس سے نہ تمہاری جڑ رہے نہ شاخ۔ میں تم
سے قسم کھاتا ہوں ایسی قسم کہ جس کے ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا کہ اگر اسباب تقدیر نے مجھے اور تمہیں ایک جگہ جمع
کر دیا تو اس وقت تک تمہارے مقابلہ میں میدان نہیں چھوڑوں
گا جب تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ نہ کر دے اور وہ
بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

وصیت (۵۶)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَصِي بَهَا شَرِيحَ بَنِ هَانِي لِمَا
جَعَلَهُ عَلَى مُقْدَمَتِهِ إِلَى الشَّامِ:
اتَّقِ اللَّهَ فِي كُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ،
وَخَفْ عَلَى نَفْسِكَ الدُّنْيَا الْغُرُورَ وَلَا تَأْتِ
مَنْهَا عَلَى خَالٍ۔ وَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنْ لَمْ تَرُدَّ
نَفْسَكَ عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا تُحِبُّ مَخَافَةَ
مَكْرٍ وَهُوَ سَبَبُ بَكَ الْهَوَاءِ إِلَى كَثِيرٍ مِنَ
الضَّرَرِ، فَكُنْ لِنَفْسِكَ مَانِعًا رَادِعًا وَلِنَزْوَتِكَ
عِنْدَ الْحَفِظَةِ وَاقِعًا قَامِعًا۔

جب شریح ابن ہانی کو شام جانے والے لشکر کے
آگے دستہ (مقدمہ اکیش) کا سردار مقرر کیا، تو انہیں یہ
ہدایت فرمائی۔
صبح و شام برابر اللہ کا خوف رکھنا اور اس فریب کار
دنیا سے ڈرتے رہنا اور کسی حالت میں اس سے مطمئن نہ
ہونا۔ اگر تم نے کسی ناگواری کے خوف سے اپنے نفس کو
بہت دل پسند باتوں سے نہ روکا، تو تمہاری نفسانی خواہشیں
تمہیں بہت سے نقصانات میں ڈال دیں گی۔ لہذا اپنے
نفس کو روکتے ٹوکتے اور غصہ کے وقت اپنی رست و خیر کو
دہاتے پکڑتے رہنا۔

مکتوب (۵۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنْ
مَدِينَةِ بَصْرَةَ كَيْطُرَ فَرَوَانَهُ هَوْتِ وَقْتُ ابْلِ كُوفَةَ كَمَا نَامَ
بَعْدَ حَمْدِ صَلَوةٍ وَاضِحٍ هُوَ كَدُوْبِي صَوْرَتِي هِيَ، يَا تَوْمِي أَيْنَ قَوْمِ

الْمَدِينَةِ الْبَصْرَةِ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي خَرَجْتُ مِنْ حَيٍّ هَذَا إِمَّا ظَالِمًا وَإِمَّا مَظْلُومًا، وَإِمَّا بَاغِيًا وَإِمَّا مَبْغِيًا عَلَيْهِ، وَإِنِّي أَذْكُرُ اللَّهَ مَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي هَذَا لَمَّا نَفَرَ إِلَيَّ فَإِنْ كُنْتُ مُحْسِنًا أَعَانِي وَإِنْ كُنْتُ مُسِيئًا اسْتَعْتَنِي-

مکتوب (۵۸)

قبیل کے شہر سے باہر نکلا ہوں۔ ظالمانہ حیثیت سے یا مظلوم کی حیثیت سے، میں باغی ہوں یا دوسروں نے میرے خلاف بغاوت کی ہے۔ بہر صورت جن جن کے پاس میرا یہ خط پہنچے انہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور اگر میں صحیح راہ پر ہوں تو میری مدد کریں اور اگر میں غلط راستہ پر جا رہا ہوں تو مجھے اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کریں۔

جو مختلف علاقوں کے باشندوں کو صفین کی رونداد سے مطلع کرنے کے لئے تحریر فرمایا۔

ابتدائی صورت حال یہ تھی کہ ہم اور شام والے آمنے سامنے آئے۔ اس حالت میں کہ ہمارا اللہ ایک، نبی ایک اور دعوت اسلام ایک تھی، نہ ہم ایمان باللہ اور اس کے رسول کی تصدیق میں ان سے کچھ زیادتی چاہتے تھے، اور نہ وہ ہم سے اضافہ کے طالب تھے بالکل اتحاد تھا سوا اس اختلاف کے جو ہم میں خون عثمان کے بارے میں ہو گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس سے بالکل بری الذمہ تھے۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ آؤ فتنہ کی آگ بجھا کر اور لوگوں کا جوش ٹھنڈا کر کے اس مرض کا وقتی مداوا کریں، جس کا پورا استیصال ابھی نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ صورت حال استوار و ہموار ہو جائے اور سکون و اطمینان حاصل ہو جائے۔ اس وقت ہمیں اس کی قوت ہوگی، کہ ہم حق کو اس کو اس کی جگہ پر رکھ سکیں۔ لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کا علاج جنگ و جدل سے کریں گے اور جب انہوں نے ہماری بات ماننے سے انکار کر دیا تو جنگ نے اپنے پیر پھیلا دیے اور جم کر کھڑی ہو گئی اس کے شعلے بھڑک اٹھے اور شدت بڑھ گئی۔ اب جب اس نے ہمیں اور انہیں دانتوں سے کاٹا اور اپنے بچوں میں جکڑ لیا تو وہ

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَتَبَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ يَقْتَضُ فِيهِ مَا جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صِفِّينَ: وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَا التَّقِيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ- وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيِّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتُنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ- لَا نَسْتَزِيدُ هُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَالتَّصَدِيقِ بِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَا يَسْتَزِيدُونَنَا الْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ، فَقُلْنَا تَعَالَوْا نُدَاوِ مَا لَا يُدْرِكُ الْيَوْمَ بِإِطْفَاءِ النَّائِرَةِ وَتَسْكِينِ الْعَامَّةِ، حَتَّى يَشْتَدَّ الْأَمْرُ وَيَسْتَجْمِعَ، فَتَقْوَى عَلَى وَضْعِ الْحَقِّ مَوَاضِعَهُ، فَقَالُوا بَلْ نُدَاوِيهِ بِالْمُكَابَرَةِ، فَأَبَوْا حَتَّى جَنَحَتِ الْحَرْبُ وَرَكَدَتْ وَوَقَدَتْ نِيرَانُهَا وَحَسِبْتُ فَلَمَّا ضَرَّ سَتْنَا وَإِيَاهُمْ، وَوَضَعَتْ مَخَالِبَهَا

فِينَا وَفِيهِمْ، أَجَابُوا عِنْدَ ذَلِكَ إِلَى الَّذِي دَعَوْنَا هُمْ إِلَيْهِ فَأَجَبْنَا هُمْ إِلَى مَا دَعَوْا، وَسَارَعْنَا هُمْ إِلَى مَا طَلَبُوا حَتَّى اسْتَبَانَتْ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ، وَأَنْقَطَعَتْ مِنْهُمْ الْمَعْذِرَةُ- فَمَنْ تَمَّ عَلَى ذَلِكَ مِنْهُمْ فَهُوَ الَّذِي أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَمَنْ لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ فَهُوَ الرَّائِيسُ الَّذِي رَانَ عَلَى قَلْبِهِ- وَصَارَتْ دَائِرَةُ السُّوءِ عَلَى رَأْسِهِ-

مکتوب (۵۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْأَسْوَدِ بْنِ قُطَيْبَةَ صَاحِبِ حُلْوَانَ) أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْوَالِي إِذَا اخْتَلَفَ هُوَا مَنَعَهُ ذَلِكَ كَثِيرًا مِنَ الْعَدْلِ- فَلْيَكُنْ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَكَ فِي الْحَقِّ سَوَاءً فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْجَوْرِ عَوَظٌ مِنَ الْعَدْلِ- فَأَجْتَنِبْ مَا تُنْكِرُ أَمْثَلَهُ، وَابْتَدِلْ نَفْسَكَ فِيمَا اقْتَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَاجِبًا ثَوَابَهُ وَمَتَّخِوْفًا عِقَابَهُ- وَاعْلَمْ أَنَّ الدُّنْيَا دَارُ بَلِيَّةٍ لَمْ يَفْرُغْ صَاحِبُهَا فِيهَا قَطُّ سَاعَةً إِلَّا كَانَتْ فَرَعَتُهُ عَلَيْهِ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ- وَأَنَّهُ لَنْ يَغْنِيَكَ عَنِ الْحَقِّ شَيْءٌ أَبَدًا- وَمِنْ الْحَقِّ عَلَيْكَ حِفْظُ نَفْسِكَ وَالْبَاحْتِسَابِ عَلَى الرَّعِيَةِ بِجُهِدِكَ، فَإِنَّ الَّذِي يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِي يَصِلُ بِكَ وَالسَّلَامُ-

اس بات پر اتر آئے جس کی طرف ہم خود انہیں بلا چکے تھے۔ چنانچہ ہم نے ان کی پیشکش کو مان لیا اور ان کی خواہش کو جلدی سے قبول کر لیا۔ اس طرح اُس پر حجت پورے طور سے واضح ہو گئی اور ان کے لئے کسی عذر کی گنجائش نہ رہی۔ اب ان میں سے جو اپنے عہد پر جمار ہے گا وہ وہ ہوگا جسے اللہ نے ہلاکت سے بچایا ہے اور جو ہٹ دھرمی کرتے ہوئے گمراہی میں دھنستا جائے، تو وہ عہد شکن ہوگا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور زمانہ کے حوادث اُس کے سر پر منڈلاتے رہیں گے۔

اسود ابن قطیبہ والی حلوان کے نام دیکھو! جب حاکم کے رجحانات (مختلف اشخاص کے لحاظ سے) مختلف ہوں گے، تو یہ امر اس کو اکثر انصاف پروری سے مانع ہوگا۔ لہذا حق کی رو سے سب لوگوں کا معاملہ تمہاری نظروں میں برابر ہونا چاہئے کیونکہ ظلم انصاف کا قائم مقام کبھی نہیں ہو سکتا اور دوسروں کے جن کاموں کو تم بُرا سمجھتے ہو ان سے اپنا دامن بچا کر رکھو، اور جو کچھ خدا نے تم پر واجب کیا ہے اُسے اٹھناک سے بجالاتے رہو، اور اس کے ثواب کی امید اور سزا کا خوف قائم رکھو، یاد رکھو کہ دنیا آزمائش کا گھر ہے جو بھی اس میں کوئی گھڑی بے کاری میں گزارے گا قیامت کے دن وہ بے کاری اُسکے بے حسرت کا سبب بن جائے گی اور دیکھو کوئی چیز تمہیں حق سے بے نیاز نہیں بنا سکتی اور یہ بھی ایک حق ہے تم پر، کہ تم اپنے نفس کی حفاظت کرو اور مقدور بھر رعایا کی نگرانی رکھو، اس طرح جو فائدہ تم کو اس سے پہنچے گا وہ اس فائدہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا جو تم سے پہنچے گا۔ والسلام

مکتوب (۶۰)

اُن عمال حکومت کی طرف جن کا علاقہ فوج کی گزرگاہ میں پڑتا تھا۔

خدا کے بندے علی امیر المومنین کی طرف سے اُن خراج جمع کرنے والوں اور شہروں کے عاملوں کو جن کے علاقہ سے فوج گزرے گی۔

بعد حمد و صلوة معلوم ہو کہ میں نے کچھ فوجیں روانہ کی ہیں جو خدا نے چاہا تو عنقریب تمہارے علاقہ سے عبور کریں گی۔ میں نے انہیں ہدایت کر دی ہے اس کی جو اللہ کی طرف سے اُن پر لازم ہے، کہ وہ کسی کو ستائیں نہیں اور کسی کو تکلیف نہ دیں اور میں تمہیں اور تمہارے اہل ذمہ کو بتانا چاہتا ہوں کہ فوج والے کوئی دست درازی کریں تو اُس سے میں بے تعلق ہوں۔ سوا اس صورت کے جبکہ کوئی بھوک سے حالت اضطرار میں ہو اور پیٹ بھرنے کی کوئی صورت اُسے نظر نہ آئے اس کے علاوہ ان میں سے جو کوئی دراز دہی کرے تو تمہیں اُس کی اسے سزا دینا چاہئے۔ لیکن اپنے سر پھروں کے ہاتھ بھی روکنا کہ وہ اُن سے نہ لگرائیں اور جس چیز کی ہم نے اجازت دی ہے اُس میں اُن سے تعرض نہ کریں اور میں تو فوج کے اندر موجود ہی ہوں۔ لہذا جو زیادتیاں ہوں یا ایسی سختی تم پر ہو کہ جس کی روک تھام کے لئے تمہیں اللہ کی مدد اور میری طرف رجوع ہونے کی ضرورت ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ کی مدد سے ٹھیک کر دوں گا۔

مکتوب (۶۱)

والی ہیت کمیل ابن زیاد نخعی کے نام: اس میں اُسکے اس طرز عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے کہ جب دشمن کی فوجیں لوٹ مار کے قصد سے اُن کے

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَى الْعَمَالِ الَّذِينَ بَطَأَ الْجَيْشُ عَلَيْهِمْ۔

مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلِيِّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مَنْ مَرَبِهِ الْجَيْشُ مِنْ جَبَاةِ الْخَرَاجِ وَعُمَالِ الْبِلَادِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي قَدْ سِيرْتُ جُنُودًا هِيَ مَارَّةٌ بِكُمْ إِنِ شَاءَ اللَّهُ، وَقَدْ أَوْصَيْتُهُمْ بِمَا يَجِبُ لِلَّهِ عَلَيْهِمْ مِنْ كَفِّ الْأَذَى وَصَرْفِ الشَّدَى۔ وَأَنَا أَبْرَأُ إِلَيْكُمْ وَإِلَى ذِمَّتِكُمْ مِنْ مَعْرِةِ الْجَيْشِ إِلَّا مِنْ جَوْعَةِ الْمَضْطَرِّ لَا يَجِدُ عَنْهَا مَذْهَبًا إِلَى شِبَعِهِ۔ فَتَكَلُّوا مَنْ تَنَاولَ مِنْهُمْ شَيْئًا ظَلَمًا عَنْ ظُلْمِهِمْ۔ وَكُفُّوا أَيْدِي سَفَهَائِكُمْ عَنْ مُضَادَّتِهِمْ وَالتَّعَرُّضِ لَهُمْ فِيمَا اسْتَنْيَاهُ مِنْهُمْ۔ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهَرِ الْجَيْشِ فَادْفَعُوا إِلَيَّ مَظَالِمَكُمْ۔ وَمَا عَرَاكُمْ مِمَّا يَغْلِبُكُمْ مِنْ أَمْرِ هُمْ وَلَا تُطِيقُونَ دَفْعَهُ إِلَّا بِاللَّهِ وَبِي فَاِنَا أَعْيَرُهُ بِعَوْنِ اللَّهِ إِنِ شَاءَ اللَّهُ۔

عَلَيْهِ تَرَكَهُ دَفَعَ مَنْ يَجْتَازُ بِهِ مِنْ جَيْشِ الْعَدُوِّ طَالِبًا الْغَارَةَ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِن تَضَيِّعَ الْمَرْءُ مَا وَلَّى وَتَكَلَّفَهُ مَا كُفِيَ لَعَجَزَ حَاضِرٌ وَرَأَى مُتَبَرِّ۔ وَإِن تَعَاطَيْكَ الْغَارَةُ عَلَى أَهْلِ قَرْقِيسِيَا وَتَعْطِيكَ مَسَالِحَكَ الَّتِي وَلَيْتَكَ لَيْسَ بِهَا مَنْ يَمْنَعُهَا وَلَا يَرُدُّ الْجَيْشُ عَنْهَا لَرَأَى شَعَاعٌ۔ فَقَدْ صَرَتْ جَسْرًا لِمَنْ أَرَادَ الْغَارَةَ مِنْ أَعْدَائِكَ عَلَى أَوْلِيَائِكَ غَيْرِ شَدِيدِ الْمَنَكِبِ، وَلَا مَهْيَبِ الْجَانِبِ وَلَا سَادٍ ثُغْرَةٍ، وَلَا كَاسِرٍ شَوْكَةٍ وَلَا مُغْنٍ عَنْ أَهْلِ مِصْرٍ، وَلَا مُجَزٍّ عَنْ أَمِيرٍ۔

مکتوب (۶۲)

علاقہ کي طرف سے گزریں، تو انہوں نے اُنکو روکا نہیں۔ آدمی کا اس کام کو نظر انداز کر دینا کہ جو اُسے سپرد کیا گیا ہے اور جو کام اُس کے بجائے دوسروں سے متعلق ہے اُس میں خواہ خواہ کو گھسنا ایک کھلی ہوئی کمزوری اور تباہ کن فکر ہے۔ تمہارا اہل قرقیسیا پر دھاوا بول دینا اور اپنی سرحدوں کو خالی چھوڑ دینا جبکہ وہاں نہ کوئی حفاظت کرنے والا اور نہ دشمن کی سپاہ کو روکنے والا ہے، ایک پریشان خیالی کا مظاہرہ تھا۔ اس طرح تم اپنے دشمنوں کے لئے پل بن گئے جو تمہارے دوستوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اس عالم میں کہ نہ تمہارے بازوؤں میں توانائی ہے، نہ تمہارا کچھ رعب و دبدبہ ہے، نہ تم دشمن کا راستہ روکنے والے ہو، نہ اُس کا زور توڑنے والے ہو، نہ اپنے شہر والوں کے کام آنے والے ہو، اور نہ اپنے امیر کی طرف سے کوئی کام انجام دینے والے ہو۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَى أَهْلِ مِصْرَ مَعَ مَالِكِ الْأَشْتَرِ لَمَّا وَلَا آةَ إِمَارَتِهَا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِن اللَّهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ وَمُهَيِّئًا عَلَى السَّرَّاسِلِينَ، فَلَمَّا مَضَى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَنَازَعُ مُسْلِمُونَ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ فَوَاللَّهِ مَا كَانَ يَلْقَى فِي دُوعَى وَلَا يَخْطُرُ بِبَالِي أَنْ الْعَرَبَ تَزْعَجَ هَذَا الْأَمْرُ بَعْدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَنْ

جب مالک اشتر کو مصر کا حاکم تجویز فرمایا تو اُن کے ہاتھ اہل مصر کو بھیجا۔ اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کا (اُن کی بد اعمالیوں کی پاداش سے) ڈرانے والا اور تمام رسولوں پر گواہ بنا کر بھیجا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی تو اُن کے بعد مسلمانوں نے خلافت کے بارے میں میں کھینچا تانی شروع کر دی۔ اس موقع پر بخدا مجھے یہ کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا اور نہ میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عرب خلافت کا رخ اُن کے اہل بیت سے موڑ دیں گے اور نہ یہ کہ اُن کے بعد اُسے مجھ سے ہٹا دیں گے۔ مگر ایک دم میرے سامنے یہ منظر آیا، کہ لوگ فلاں شخص

أَهْلَ بَيْتِهِ، وَأَنَّهُمْ مَنَحُوهُ عَنِّي مِّنْ بَعْدِهِ، فَمَا رَأَيْتُ إِلَّا أَتَيْتُ النَّاسَ عَلَى فُلَانٍ يُبَايِعُونَهُ، وَأَمْسَكْتُ يَدِي حَتَّى رَأَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ عَنِ الْإِسْلَامِ يَدْعُونَ إِلَى مَحْقِ دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَخَشِيتُ إِنْ لَمْ أَنْصُرِ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ أَنْ أَرَى فِيهِ ثَلَمًا أَوْ هَدْمًا تَكُونُ الْمُصِيبَةُ بِهِ عَلَيَّ أَعْظَمَ مِنْ قُوَّتِ وَلَا يَتَكُمُ الْبَتَى إِنَّمَا هِيَ مَتَاعُ أَيَّامٍ قَلِيلٍ يَزُولُ مِنْهَا مَا كَانَ كَمَا يَزُولُ السَّرَابُ أَوْ كَمَا يَتَفَشَّمُ السَّحَابُ، فَهَضَمْتُ فِي تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى ذَاخَ الْبَاطِلُ وَذَهَقَ، وَأَطْمَأَنَّ الدِّينُ وَتَهَنَّنَ.

(وَمِنْهُ) إِنِّي وَاللَّهُ لَوَلَّيْتُهُمْ وَاحِدًا وَهُمْ طَلَاعُ الْأَرْضِ كُلِّهَا مَا بَالَيْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ وَإِنِّي مِنْ ضَلَالِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ، وَالْهَدَى الَّذِي أَنَا عَلَيْهِ لَعَلِّي بِصِيرَةٍ مِنْ نَفْسِي وَيَقِينٍ مِنْ رَبِّي - وَإِنِّي إِلَى لِقَاءِ اللَّهِ وَحَسَنِ ثَوَابِهِ لَمُنْتَظِرٌ رَاجٍ - وَلَكِنِّي أَسَى أَنْ يَلِيَ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ سُفَهَاؤُهَا وَقَجَارُهَا فَيَتَّخِذُوا مَالَ اللَّهِ دَوْلًا، وَعِبَادَةَ خَوْلًا، وَالصَّالِحِينَ حَرْبًا، وَالْفَاسِقِينَ حِزْبًا، فَإِنَّ مِنْهُمْ الَّذِي قَدْ شَرِبَ فِيكُمْ الْحَرَامَ وَجَلِدَ حَدًّا فِي الْإِسْلَامِ وَإِنْ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُسَلِّمْ حَتَّى

کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے دوڑ پڑے۔ ان حالات میں میں نے دیکھا کہ مرتد ہونے والے اسلام سے مرتد ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو مٹا ڈالنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب میں ڈرا کہ اگر کوئی رخنہ یا خرابی دیکھتے ہوئے میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں گا تو یہ میرے لئے اس سے بڑھ کر مصیبت ہوگی جتنی یہ مصیبت کہ تمہاری یہ حکومت میرے ہاتھ سے چلی جائے جو تھوڑے دنوں کا اثاثہ ہے۔ اس میں کی ہر چیز زائل ہو جائے گی اس طرح جیسے سراب بے حقیقت ثابت ہوتا ہے یا جس طرح بدلی چھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ میں ان بدعتوں کے ہجوم میں اٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہو گیا اور دین محفوظ ہو کر تباہی سے بچ گیا۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے۔ بخدا اگر میں تنہا ان سے مقابلہ کرنے کے لئے نکلوں اور زمین کی ساری وسعتیں ان سے چھلک رہی ہوں، جب بھی میں پرواہ نہ کروں اور نہ پریشان ہوں اور میں جس گمراہی میں وہ ہیں اور جس ہدایت پر میں ہوں، اس کے متعلق پوری بصیرت اور اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے یقین رکھتا ہوں اور میں اللہ کے حضور میں پہنچنے کا مشتاق، اور اس کے حسن ثواب کے لئے دامن امید پھیلائے ہوئے منتظر ہوں۔ مگر مجھے اس کی فکر ہے کہ اس قوم پر حکومت کریں۔ بد مغز اور بد کردار لوگ اور وہ اللہ کے مال کو اپنی املاک اور اس کے بندوں کو غلام بنالیں، نیکیوں سے برسر پیکار رہیں اور بد کرداروں کو اپنے جتنے میں رکھیں کیونکہ ان میں بعض کا مشاہدہ تمہیں ہو چکا ہے کہ اُس نے تمہارے اندر شراب نوشی کی اور سلامی حد کے سلسلہ میں اُسے کوڑے لگائے گئے اور ان میں ایسا شخص بھی ہے جو اس وقت تک اسلام نہیں لایا جب تک اُسے آمدنیاں نہیں ہوں۔ اگر اس کی فکر مجھے نہ ہوتی تو میں اس

رَضِخَتْ لَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ الرِّضَايُخُ، فَلَوْ لَا ذَلِكَ مَا أَكْفَرْتُ تَالِيَيْكُمْ وَتَانِيَيْكُمْ، وَجَمَعَكُمْ وَتَحَرَّيْضَكُمْ) وَلَتَرَكْتُكُمْ إِذَا أَبَيْتُمْ وَوَدَّيْتُمْ -
الْآتِرُونَ إِلَى أَطْرَافِكُمْ قَدْ انْتَقَصَتْ، وَإِلَى أَمْصَارِكُمْ قَدْ افْتَتَحَتْ وَإِلَى مَمَالِكِكُمْ تَزَوَّى، وَإِلَى بِلَادِكُمْ تُغْزَى -
انْفِرُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ إِلَى قِتَالِ عَدُوِّكُمْ، وَلَا تَتَّقِلُوا إِلَى الْأَرْضِ فَتَفْرُوا بِالْخَسْفِ وَتَبْوُءَ وَالْبُدُلِ، وَيَكُونُ نَصِيْبُكُمْ الْأَخْسَ وَإِنْ أَخَا الْحَرْبِ الْأَرِقُ - وَمَنْ نَامَ لَمْ يَنْمَ عَنْهُ - وَالسَّلَامُ -

ترجمہ:-

طرح تمہیں (جہاد پر) آمادہ نہ کرتا نہ اس طرح چھوڑتا نہ تمہیں اکٹھا کرنے اور شوق دلانے کی کوشش کرتا، بلکہ تم سرتابی اور کوتاہی کرتے تو تم کو تمہارے حال پر چھوڑ دیتا۔
کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے شہروں کے حدود (روز بروز) کم ہوتے جا رہے ہیں اور تمہارے ملک کے مختلف حصوں پر قبضہ کیا جا رہا ہے، تمہاری ملکیتیں چھن رہی ہیں، اور تمہارے شہروں پر چڑھائیاں ہو رہی ہیں۔ خدا تم پر رحم کرے۔ اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لئے چل پڑو اور سست ہو کر زمین سے چپے نہ رہو۔ ورنہ یاد رکھو کہ ظلم و ستم سب سے بڑے اور ذلت میں پڑے رہو گے، اور تمہارا حصہ انتہائی پست ہوگا۔ سنو! جنگ آزما ہوشیار و بیدار رہا کرتا ہے اور جو سو جاتا ہے دشمن اُس سے غافل ہو کر سویا نہیں کرتا۔ والسلام۔

پیغمبر اکرم نے امیر المومنین کے بارے میں لکھا احی ووصی و خلیفتی فیکم (یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم لوگوں میں میرا جانشین ہے) اور حجتہ الوداع سے پلٹتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر ”مَنْ كُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلٰی مَوْلَاہُ“ فرما کر نیابت و جانشینی کا مسئلہ طے کر دیا تھا جس کے بعد کسی جدید انتخاب کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ یہ تصور و خیال کیا جاسکتا تھا کہ اہل مدینہ انتخاب کی ضرورت محسوس کریں گے۔ مگر کچھ اقتدار پرست افراد نے ان واضح ارشادات کو اس طرح نظر انداز کر دیا کہ گویا ان کے کان کبھی ان سے آشنا ہی نہ تھے اور انتخاب کو اس درجہ ضروری سمجھا کہ تجسیم و تکفین پیغمبر کو چھوڑ کر سیف بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور جمہوریت کے نام پر حضرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ یہ موقع امیر المومنین کے لئے انتہائی کشش کا تھا کیونکہ ایک طرف کچھ مفاد پرست لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ آپ شمشیر بکف میدان میں اتر آئیں اور دوسری طرف آپ یہ دیکھ رہے تھے کہ وہ عرب جو اسلام کی طاقت سے مرعوب ہو کر اسلام لائے تھے مرتد ہوتے جا رہے ہیں اور مسلمہ کذاب و طلیحہ ابن خویلد قبیلوں کے قبیلوں کو گمراہی کی طرف جھونک رہے ہیں۔ ان حالات میں اگر خانہ جنگی شروع ہوگئی اور مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے مقابلے میں بے یام ہو کر نکل آئیں تو ارتداد و فتنہ کو قوتیں مل کر اسلام کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیں گی، اس لئے آپ نے جنگ پر وقتی سکوت کو ترجیح دی اور وحدت اسلامی کو برقرار رکھنے کے لئے تلوار کا سہارا لینے کے بجائے خاموشی کے ساتھ احتجاج کافی سمجھا، کیونکہ آپ کو ظاہری اقتدار اتنا عزیز نہ تھا جتنی ملت کی فلاح و بہبود عزیز تھی اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کے سبب باب اور فتنہ پردازوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ آپ اپنے حق سے دستبردار ہو کر جنگ کو ہاندیں اور یہ بقاء ملت و اسلام کے سلسلہ میں اتنا بڑا کارنامہ ہے جس کا تمام فرقہ اسلامیہ کو اعتراف ہے۔

۷ میں شراب نوشی کرنے والے سے مراد ولید ابن عقبہ ہے جس نے کوفہ میں شراب پی اور نشہ کی حالت میں نماز پڑھائی اور اس کی پاداش میں اُسے کوڑے لگائے گئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابو الفرج اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ:

کان الولید زانیاً یسرب الخمر فشرّب ولید بدکار اور شراب خوار تھا۔ اس نے کوفہ میں شراب پی بالکوفة وقام یصلی بہم الصبح فی اور مسجد جامع میں لوگوں کو صبح کی نماز دور رکعت کے بجائے المسجد الجامع فصلی بہم اربع رکعات چار رکعت پڑھادی۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہوا، اور کہا کہ ثم التفت الیہم۔ فقال ازید کم۔ اگر تم چاہو تو کچھ اور بڑھا دوں۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۹۳)

اور مالی انتقام کی وجہ سے ایمان لانے والے سے مراد معاویہ ہے کہ جو صرف دنیوی انتقامات کی وجہ سے اپنا رشتہ اسلام سے جوڑے ہوئے تھا۔

مکتوب (۶۳)

عامل کوفہ ابو موسیٰ اشعری کے نام:

جب حضرت کو خبر پہنچی کہ وہ اہل کوفہ کو جنگ کے سلسلہ میں جبکہ آپ نے انہیں مدد کے لئے بلایا تھا روک رہا ہے۔

خدا کے بندے علی امیر المؤمنین کی طرف سے عبد اللہ ابن قیس (ابو موسیٰ) کے نام:

مجھے تمہاری طرف سے ایسی بات کی خبر ملی ہے جو تمہارے حق میں بھی ہو سکتی ہے اور تمہارے خلاف بھی ہو سکتی ہے۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو (جہاد کے لئے) دامن گردان لو، مگر کس لو، اور اپنے بل سے باہر نکل آؤ، اور اپنے ساتھ والوں کو بھی دعوت دو، اور اگر حق تمہارے نزدیک ثابت ہے تو کھڑے ہو اور اگر بودا بن دکھانا ہے تو (ہماری نظروں سے) دور ہو جاؤ۔

خدا کی قسم تم گھیر گھا کر لائے جاؤ گے خواہ کہیں بھی ہو، اور چھوڑے نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ تم اپنی دو عملی کی وجہ سے بوکھلا اٹھو گے اور تمہارا سارا تار پور بکھر جائے گا۔ یہاں تک کہ تمہیں اطمینان سے بیٹھنا بھی نصیب نہ ہوگا، اور سامنے سے بھی

بِجَامِدِكَ، وَحَتَّى تُعْجَلَ عَنْ قَعْدَتِكَ، وَتَحْذَرَ مِنْ أَمَامِكَ كَحَذَرَكَ مِنْ خَلْفِكَ وَمَا هِيَ بِالْهُوَيْنَى الَّتِي تَرْجُو، وَلَكِنَّهَا الدَّاهِيَةُ الْكُبْرَى، يَرْكَبُ جَمَلَهَا وَيَذُلُّ صَعْبَهَا وَيَسْهَلُ جَبَلُهَا فَاعْقِلْ عَقْلَكَ، وَأَمْلِكْ أَمْرَكَ وَخُذْ نَصِيحَتَكَ وَحَظَّكَ، فَإِنْ كَرِهْتَ فَتَنَّا إِلَى غَيْرِ رَحْبٍ، وَلَا فِي نَجَاةٍ، فَبِالْحَرِيِّ لَتَكْفَيْنَ وَأَنْتَ نَائِمٌ حَتَّى لَا يُقَالَ أَيْنَ فُلَاقٌ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مَعَ مُحِقٍّ وَمَا نَبَالِي مَا صَنَعَ الْمَلْحِدُونَ۔ وَالسَّلَامُ۔

تشریح:-

اس طرح ڈرو گے جس طرح اپنے پیچھے سے ڈرتے ہو جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے۔ یہ کوئی آسان بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی مصیبت ہے جس کے اونٹ پر بہر حال سوار ہونا پڑے گا۔ اور اس کی دشواریوں کو ہموار کیا جائے گا اور اس پہاڑ کو سر کیا جائے گا لہذا اپنی عقل کو ٹھکانے پر لاؤ، اپنے حالات پر قابو حاصل کرو اور اپنا حظ و نصیب لینے کی کوشش کرو اور اگر یہ ناگوار ہے تو ادھر دفان ہو جہاں نہ تمہارے لئے آؤ بھگت ہے نہ تمہارے لئے چھٹکارے کی کوئی صورت۔ اب یہی مناسب ہے کہ تمہیں بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ مزے سے سوئے پڑے ہو کوئی یہ بھی نہ پوچھے گا کہ فلاں ہے کہاں۔ خدا کی قسم یہ حق پرست کا صحیح اقدام ہے اور ہمیں بے دینوں کے کوتاہیوں کی کوئی پرواہ نہیں ہو سکتی۔ والسلام۔

۸ جب امیر المؤمنین نے اہل بصرہ کی فتنہ انگیزی کو دبانے کے لئے قدم اٹھانا چاہا تو امام حسنؑ کے ہاتھ یہ مکتوب عامل کوفہ ابو موسیٰ اشعری کے نام بھیجا جس میں اس کی دورنگی اور متضاد روش پر اسے تہدید و سرزنش کرتے ہوئے اُسے آمادہ جہاد کرنا چاہا ہے کیونکہ وہ ایک طرف تو یہ کہتا تھا کہ امیر المؤمنین امام برحق ہیں اور ان کی بیعت صحیح ہے اور دوسری طرف یہ کہتا تھا کہ ان کے ساتھ ہو کر اہل قبلہ سے جنگ کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک فتنہ ہے اور اس فتنہ سے الگ تھلگ رہنا چاہئے۔ چنانچہ اس متضاد قول کی طرف حضرت نے ”ہولک وعلیک“ سے اشارہ کیا ہے مطلب یہ ہے کہ جب وہ حضرت کو امام برحق سمجھتا ہے تو پھر ان کے ساتھ ہو کر دشمن سے برسر پیکار ہونا کیوں غلط ہے اور اگر آپ کے ساتھ ہو کہ جنگ کرنا صحیح نہیں ہے تو آپ کو امام برحق سمجھنے کے کیا معنی۔

بہر حال اس کے جنگ سے روکنے اور قدم قدم پر کا وٹیں کھڑی کرنے کے باوجود اہل کوفہ جوق در جوق اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت کی سپاہ میں شامل ہو کر جنگ میں پورا حصہ لیا اور اہل بصرہ کو ایسی شکست دی کہ وہ پھر فتنہ انگیزی کے لئے کھڑے ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔

مکتوب (۶۴)

بجواب معاویہ:

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا عَنْ كِتَابِهِ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّا كُنَّا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلَى مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْآلِفَةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَفَرَّقَ

جیسا کہ تم نے لکھا ہے (اسلام سے پہلے) ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاق و اتحاد تھا لیکن کل ہم اور تم میں تفرقہ پڑا کہ ہم ایمان لائے اور تم نے کفر اختیار کیا اور آج یہ ہے کہ ہم حق پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں اور تم فتنوں میں پڑ گئے ہو اور تم

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَمْسٌ أَنَا أَمْنَا وَكَفَرْتُمْ،
وَالْيَوْمَ أَنَا اسْتَقْبَلْنَا وَفَتِنْتُمْ وَمَا أَسْلَمَ
مُسْلِمُكُمْ إِلَّا كَرَهَا، وَبَعْدَ أَنْ كَانَ أَنْفُ
الْإِسْلَامِ كُلُّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ حَزْبًا. وَذَكَرْتُ أَنِّي قَتَلْتُ طَلْحَةَ
وَالزُبَيْرَ، وَشَرَدْتُ بِعَائِشَةَ وَنَزَلْتُ بَيْنَ
الْبَصْرَيْنِ، وَذَلِكَ أَمْرٌ غَبْتُ عَنْهُ فَلَا عَلَيْكَ
وَلَا الْعُدْرُ فِيهِ إِلَيْكَ. وَذَكَرْتُ أَنَّكَ زَأَرْتَنِي
فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَقَدْ انْقَطَعَتْ
الْهَجْرَةُ يَوْمَ أُسِرَ أَخُوكَ، فَإِنْ كَانَ فِيكَ
عَجَلٌ فَاسْتَرْفِهِ، فَإِنِّي إِنْ أَزْرَكَ فَلَدِكَ
جَدِيرٌ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ إِنَّمَا بَعَثَنِي إِلَيْكَ
لِلنَّقِمَةِ مِنْكَ، وَإِنْ تَزَرَّنِي فَكَمَا قَالَ
أَخُو بَنِي أَسَدٍ: مُسْتَقْبِلِينَ رِيَّاحَ الصَّيْفِ
تَضَرُّبُهُمْ بِحَاصِبٍ بَيْنَ أَغْوَارٍ وَخُلُودٍ.
وَعِنْدِي السَّيْفُ الَّذِي أَغْضَضْتُهُ،
بِحَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيكَ فِي مَقَامٍ
وَاحِدٍ. وَإِنَّكَ وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ لَا غُلْفُ
الْقَلْبِ الْبَقَارِبُ الْعَقْلُ، وَالْأَوْلَى أَنْ
يُقَالَ لَكَ إِنَّكَ رَقِيتَ سُلْبًا أَطْلَعَكَ
مَظْلَمٌ سَوْءٌ عَلَيْكَ لَا لَكَ، لِأَنَّكَ
نَشَدْتَ غَيْرَ ضَالَّتِكَ، وَدَعَيْتَ
غَيْرَ سَائِمَتِكَ، وَطَلَبْتَ أَمْرًا لَسْتَ مِنْ
أَهْلِهِ وَلَا فِي مَعْدِنِهِ، فَمَا أَبْعَدَ قَوْلَكَ
مِنْ فِعْلِكَ. وَقَرِيبٌ مَا أَشْبَهْتَ مِنْ

میں سے جو بھی اسلام لایا تھا وہ مجبوری سے اور وہ اس وقت کی
جب تمام (اشرف عرب) اسلام لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ کے ساتھ ہو چکے تھے تم نے (اپنے خط میں) ذکر کیا ہے کہ
میں نے طلحہ وزبیر کو قتل کیا اور عائشہ کو گھر سے نکالا اور (مدینہ چھوڑ
کر) کوفہ و بصرہ میں قیام کیا۔ مگر یہ وہ باتیں ہیں جن کا تم سے
کوئی واسطہ نہیں، نہ تم پر کوئی زیادتی ہے اور نہ تم سے عذر خواہی
کی اس میں ضرورت ہے۔
اور تم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تم مہاجرین و انصار کے جھگے کے
ساتھ مجھ سے ملنے (مقابلہ) کو نکلنے والے ہو۔ لیکن ہجرت کا
دروازہ تو اسی دن بند ہو گیا تھا جس دن تمہارا بھائی گرفتار کر لیا
گیا تھا۔ اگر جنگ کی تمہیں اتنی ہی جلدی ہے تو ذرا دم لو، ہو سکتا
ہے کہ میں خود تم سے ملنے آ جاؤں۔ اور یہ ٹھیک ہوگا اس اعتبار
سے کہ اللہ نے تمہیں مزادینے کے لئے مجھے مقرر کیا ہوگا اور اگر
تم مجھ سے ملنے کو آئے تو وہ ہوگا جو شاعر بنی اسد نے کہا ہے۔

”وہ موسم گرما کی ایسی ہواؤں کا سامنا کر رہے ہیں جو نشیبوں اور
چٹانوں میں ان پر سنگریزوں کی بارش کر رہی ہیں۔“

میرے ہاتھ میں وہی تلوار ہے جس کی گزند سے تمہارے نانا
تمہارے ماموں اور تمہارے بھائی کو ایک ہی جگہ پہنچا چکا ہوں،
خدا کی قسم تم جیسا میں جانتا ہوں، ایسے ہو جس کے دل پر تمہیں
چڑھی ہوئی ہیں۔ اور جس کی عقل بہت محدود ہے۔ تمہارے
بارے میں یہی کہنا زیادہ مناسب ہے کہ تم ایک ایسی سیڑھی پر
چڑھ گئے ہو جہاں پر تمہارے لئے بُرا منظر پیش نظر ہو سکتا ہے
جس میں تمہارا بڑا ہی ہوگا، بھلا نہیں ہوگا کیونکہ غیر کی کھوئی ہوئی
چیز کی جستجو میں ہو اور دوسرے کے چوپائے چرانے لگے ہو، اور
ایسی چیز کے لئے ہاتھ پیر مار رہے ہو جس کے نہ تم اہل ہو، اور نہ
تمہارا اس سے کوئی بنیادی لگاؤ ہے۔ تمہارے قول و فعل میں کتنا

فرق ہے اور تمہیں اپنے ان بچاؤں اور ماموں سے کتنی قریبی
شباہت ہے جنہیں بد بختی و آرزوئے باطل نے محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ کے انکار پر ابھارا تھا جس کے انجام میں وہ قتل ہو ہو کر
گرے۔ اور جیسا تمہیں معلوم ہے نہ کسی بلا کو وہ ٹال سکے اور نہ
اپنے مخصوص احاطہ کی حفاظت کر سکے ان تلواروں کی مار سے جن
سے میدان و غا خالی نہیں ہوتا اور جن میں سستی کا گز نہیں۔

اور تم نے عثمان کے قاتلوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے تو
پہلے میری بیعت میں داخل ہو جاؤ جس میں سب داخل ہو چکے
ہیں پھر میری عدالت میں ان لوگوں پر مقدمہ دائر کرنا، تو میں
کتاب خدا کی رو سے تمہارا اور ان کا فیصلہ کر دوں گا۔ لیکن یہ جو
تم چاہ رہے ہو تو یہ وہ دھوکا ہے جو بچہ کو دودھ سے روکنے کے
لئے دیا جاتا ہے۔ سلام اُس پر جو اس کا اہل ہو۔
أَعْنَامٌ وَأَحْوَالِ حَمَلَتُهُمُ الشَّقَاوَةُ وَتَمَنَّى
الْبَاطِلُ عَلَى الْجَحُودِ بِسُحُودٍ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَصُرُّعُوا مَصَارِعَهُمْ
حَيْثُ عَلِمْتُمْ، لَمْ يَدْفَعُوا عَظِيمًا، وَلَمْ
يَمْنَعُوا حَرِيصًا بِوَقْعِ سَيُوفٍ مَا خَلَا مِنْهَا
الْوَعَى وَلَمْ تَمَاشِهَا الْهُوَيْنَى۔
وَقَدْ أَكْثَرْتَ فِي قَتْلَةِ عُثْمَانَ فَادْخُلْ
فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ ثُمَّ حَاكِمِ الْقَوْمَ
إِلَى أَحْيَاكَ وَإِيَّاهُمْ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ
تَعَالَى۔ وَأَمَّا تِلْكَ الَّتِي تُرِيدُ فَإِنَّهَا
خُدْعَةُ الصَّبِيِّ عَنِ اللَّبَنِ فِي أَوَّلِ
الْفِصَالِ وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ۔

ل۔ معاویہ نے امیر المومنین کو ایک خط تحریر کیا تھا جس میں باہمی یکجہتی و اتفاق کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ پر طلحہ وزبیر کے قتل اور ام
المومنین عائشہ کو گھر سے بے گھر کرنے کا الزام لگایا، اور مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو مرکز قرار دینے پر اعتراض کیا اور آخر میں جنگ کی
دھمکی دیتے ہوئے لکھا کہ میں انصار و مہاجرین کے جھگے کے ساتھ جنگ کے لئے نکلنے والا ہوں۔ حضرت نے اس کے جواب
میں یہ کہتے ہوئے اس کے نام لکھا جس میں اُس کے دعویٰ اتحاد و یک جہتی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ مانا کہ ہم میں اور تم
میں اتحاد ہوگا مگر اسلام کے بعد ہم میں اور تم میں ایسی غلطی حائل ہو چکی ہے جسے پانا نہیں جاسکتا، اور ایسا تفرقہ پڑ گیا ہے جسے مٹایا
نہیں جاسکتا۔ وہ اس طرح کہ ہم نے پیغمبر کی آواز پر لپیک کہتے ہوئے اسلام میں سہقت کی اور تمہاری حالت یہ تھی کہ تم اس وقت
کفر و جہالت میں پڑے ہوئے تھے جس سے ہماری اور تمہاری راہیں الگ الگ ہو گئیں۔ البتہ جب اسلام کے قدم جم گئے اور
اشراف عرب حلقہ گوش اسلام ہو چکے، تو تم نے مجبوری کے عالم میں اطاعت قبول کر لی اور چروں پر اسلام کی نقاب ڈال کر اپنی
جانوں کا تحفظ کر لیا۔ مگر پردہ اُس کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے کے لئے فتنوں کو ہوا دیتے رہے اور ہم نے چونکہ رضا و رغبت سے
اسلام قبول کیا تھا اس لئے راہ حق پر سچے رہے اور کسی مرحلہ پر ہمارے ثبات قدم میں جھنجش نہ آئی، لہذا تمہارا اسلام لانا بھی ہمیں
تمہارا ہمنوا نہ بنا سکا۔

اب رہا اس کا یہ الزام کہ حضرت نے طلحہ وزبیر کے قتل کا سر و سامان کیا تو اگر اس الزام کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ
انہوں نے حضرت کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی تھی اور بیعت کو توڑ کر جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ لہذا اگر وہ بغاوت کے
سلسلہ میں مارے گئے تو ان کا خون رائیگاں سمجھا جائے گا اور قتل کرنے والے پر الزام عائد نہ ہوگا۔ کیونکہ امام برحق کے خلاف بغاوت

کرنے والے کی سزا قتل اور اس سے جنگ و قتال بلاشبہ جائز ہے اور اصل واقعہ یہ ہے کہ اس الزام کی کوئی اصلیت ہی نہیں ہے کیونکہ اپنے ہی گروہ کے ایک فرد کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ چنانچہ صاحب استیعاب تحریر فرماتے ہیں۔

دمی مروان طلحة بسهم ثم التفت الى مروان نے طلحہ کو تیرے مارا اور پھر ابان ابن عثمان سے کہا
ابان ابن عثمان فقال قد كفيينا بعض کہ ہم نے تمہارے باپ کے بعض قاتلوں سے بدلہ لے کر
قتلة ابیک۔ (استیعاب ج ۲ ص ۲۲۲) تمہیں اس مہم سے سبکدوش کر دیا ہے۔

اور زبیر لصرہ سے پلٹتے ہوئے وادی السباع میں عمرو ابن جرموز کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے جس میں امیر المومنین کا کوئی یہاں نہ تھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ اس باغی گروہ کی سربراہ بن کر خود سے نکل کھڑی ہوئی تھیں اور امیر المومنین نے متعدد دفعہ سمجھایا کہ وہ اپنے موقف کو پچھائیں اور اپنے حدود کار سے قدم باہر نہ نکالیں۔ مگر ان پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔

اسی نوعیت کی یہ نکتہ چینی ہے کہ حضرت نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اس لئے دار الخلافہ بنایا کہ مدینہ بروں کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے اور گندگی کو چھانٹ دیتا ہے۔ اس کا جواب تو بس اتنا ہی ہے کہ وہ خود بھی تو مدینہ کو چھوڑ کر ہمیشہ شام ہی کو اپنا مرکز بنائے رہا تو اس صورت میں اُسے حضرت کے مرکز بدلنے پر کیا حق اعتراض پہنچتا ہے۔ اگر حضرت نے مدینہ کو چھوڑا تو اس کی وجہ وہ شورشیں تھیں جو ہر طرف سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں جن کی روک تھام کے لئے ایسے ہی مقام کو مرکز قرار دینا مفید ثابت ہو سکتا تھا کہ جہاں سے ہر وقت فوجی امداد حاصل کی جاسکے۔

چنانچہ امیر المومنین نے جنگ جمل کے موقع پر دیکھ لیا تھا کہ اہل کوفہ کی خاصی بڑی اکثریت نے آپ کے ساتھ تعاون کیا ہے لہذا اسے فوجی چھاؤنی قرار دے کر بڑی آسانی سے دشمن کا دفاع کیا جاسکتا ہے اور مدینہ نہ فوجی کمک کے اعتبار سے اور نہ رسد رسانی کے لحاظ سے مفید تھا۔

آخر میں معاویہ کی یہ دھمکی کہ وہ مہاجرین و انصار کے گروہ کے ساتھ نکلنے والا ہے، تو حضرت نے اُس کا بڑے لطیف بیہوشی میں یہ جواب دیا ہے کہ اب تم مہاجر کہاں سے لاؤ گے جبکہ ہجرت کا دروازہ اسی دن بند ہو گیا تھا کہ جب تمہارا بھائی یزید ابن ابی سفیان اسیر ہوا تھا اور یہ فتح مکہ کے موقع پر گرفتار ہوا تھا اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کوئی مہاجر کہاں سے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا ہجرو بعد الفتح فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے۔“

مکتوب (۶۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) معاویہ کے نام:
إِلَيْهِ أَيْضًا:

اب اس کا وقت ہے کہ روشن حقیقتوں کو دیکھ کر ان سے فائدہ اٹھالو، مگر تم تو باطل دعویٰ کرنے کذب و فریب میں لوگوں کو جھوکنے، اپنی حیثیت سے بلند چیز کا اڈا کرنے اور ممنوعہ

مَدَارِجَ أَسْلَافِكَ بِأَوْ عَائِكَ الْآبَاطِيلَ وَإِقْحَامِكَ عُرُورَ السِّينِ وَالْأَكَاذِبِ وَبَانَتْحَالِكَ مَا قَدْ عَلَا عَنْكَ، وَابْتَرَاكَ لِمَا اخْتَرَنَ دُونَكَ، فِرَارًا مِنَ الْحَقِّ وَجَحُودًا لِمَا هُوَ الْزَامُ لَكَ مِنْ لَحْمِكَ وَدَمِكَ مِمَّا قَدْ دَعَا سَمْعُكَ، وَمَلِئِي بِهِ صَدْرُكَ، فَمَا ذَابَعَدَ الْحَقُّ إِلَّا الضَّلَالُ السُّبِينُ، وَبَعْدَ الْبَيَانِ إِلَّا اللَّبْسُ۔ فَاحْذَرِ الشُّبُهَةَ وَأَشْتَمَالَهَا عَلَى لُبْسِهَا، فَإِنَّ الْفِتْنَةَ طَالَمَا أَغْدَفَتْ جَلَابِيهَا وَأَعَشَتْ الْآبْصَارَ ظَلَمَتَهَا۔ وَقَدْ أَتَانِي كِتَابٌ مِنْكَ ذُو أَنَانِيْنَ مِنْ الْقَوْلِ ضَعُفَتْ قُوَاهَا عَنِ السَّلَامِ وَأَسَاطِيرَ لَمْ يَحْكَمْهَا مِنْكَ عِلْمٌ وَلَمْ أَصْبَحْتَ مِنْهَا كَالْحَائِضِ فِي الدَّهَاسِ، وَالْخَابِطِ فِي الدِّيَمَاسِ وَتَرَقَّيْتَ إِلَى مَرْقَبَةٍ بِعِيدَةِ السَّرَامِ نَازِحَةِ الْأَعْلَامِ تَقْصُرُ دُونَهَا الْأَفُوقُ وَيَحَاذِي بِهَا الْعَيُوقُ۔ وَحَاشَا لِلَّهِ أَنْ تَلِيَّ لِلْمُسْلِمِينَ بَعْدِي صَدْرًا أَوْ وَرَدًا، أَوْ أُجْرِي لَكَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ عَقْدًا أَوْ عَهْدًا، فَبِئْسَ الْآنَ قَتْدَارُكَ نَفْسُكَ وَأَنْظُرْ لَهَا، فَإِنَّكَ إِنْ فَرَطْتَ حَتَّى يَنْهَدَ إِلَيْكَ عِبَادُ اللَّهِ أُرْتَحَتْ عَلَيْكَ الْأُمُورُ وَمَنْعَتْ أَمْرًا هُوَ مِنْكَ الْيَوْمَ مَقْبُولٌ۔ وَالسَّلَامُ۔

چیزوں کو ہتھیا لینے میں اپنے بزرگوں کے مسلک پر چل رہے ہو۔ یہ اس لئے کہ حق سے بھاگنا چاہتے ہو اور ان چیزوں سے کہ جو گوشت و خون سے بھی زیادہ تم سے چمٹی ہوئی ہیں اور تمہارے کانوں میں محفوظ اور سینے میں بھری ہوئی ہیں۔ انکار کرنا چاہتے ہو تو حق کو چھوڑنے کے بعد کھلی ہوئی گمراہی و بیان حقیقت کے نظر انداز کئے جانے کے بعد سراسر فریب کاری کے سوا اور ہے ہی کیا؟ لہذا شبہات اور ان کی تلبیس کاریوں سے بچو۔ کیونکہ فتنے مدت سے دامن لٹکائے ہوئے ہیں اور ان کے اندھیروں نے آنکھوں کو چوندھیا رکھا ہے۔

تمہارا خط مجھے ملا ہے کہ جس میں قسم قسم کی بے جوڑ باتیں ہیں جن سے صلح دامن کے مقصد کو کوئی تقویت نہیں پہنچ سکتی اور اس میں ایسے خرافات ہیں کہ جن کے تانے بانے کو علم و دانائی سے نہیں بنا۔ تم تو ان باتوں کی وجہ سے ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی دلدل میں دھنستا جا رہا ہو اور اندھے کنوئیں میں ہاتھ پیر مار رہا ہو تم اپنے کو اونچا کر کے ایسی بلند بام اور گرم کردہ نشان چوٹی تک لے گئے ہو کہ عقاب بھی وہاں پر نہیں مار سکتا، اور ستارہ عیوق کی بلندی سے ٹکر لے رہی ہے۔

خاٹا و گھلا یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ تم میرے با اقتدار ہونے کے بعد مسلمانوں کے حل و عقد کے مالک بنو، یا میں تمہیں کسی ایک شخص پر بھی حکومت کا کوئی پروانہ یا دستاویز لکھ دوں۔ خیر! اب کے سہی۔ اپنے نفس کو بچاؤ اور اُس کی دیکھ بھال کرو۔ کیونکہ اگر تم نے اس وقت تک کوتاہی کی کہ جب خدا کے بندے تمہارے مقابلہ کو اٹھ کھڑے ہوئے پھر تمہاری ساری راہیں بند ہو جائیں گی اور جو صورت تم سے آج قبول کی جاسکتی ہے اُس وقت قبول نہ کی جائے گی۔ والسلام۔

۱۔ جنگ خوارج کے اختتام پر معاویہ نے امیر المومنین کو ایک خط تحریر کیا جس میں حسب عادت الزام تراشی سے کام لیا۔ اس کے

جواب میں حضرت نے یہ مکتوب اس کے نام لکھا۔ اس میں جس روشن حقیقت کی طرف معاویہ کو متوجہ کرنا چاہا ہے وہ یہی خوارج کی جنگ اور اس میں آپ کی نمایاں کامیابی ہے۔ کیونکہ یہ جنگ پیغمبر کی پیشین گوئی کے نتیجے میں واقع ہوئی تھی اور خود حضرت بھی جنگ کے واقع ہونے سے قبل فرما چکے تھے کہ مجھے اصحاب جمل و صفین کے علاوہ ایک اور گروہ سے بھی لڑنا ہے اور وہ مارقیں (دین سے برگشتہ ہونے والے خوارج) کا ہے۔ لہذا اس جنگ کا واقع ہونا، اور پیغمبر کی پیشین گوئی کے مطابق ذوالندہ یہ کارا جانا حضرت کی صداقت کی ایک روشن دلیل تھا۔ اگر معاویہ شخصی نمود اور ملک گیری کی ہوس میں مبتلا نہ ہوتا اور اپنے اسلاف ابوسفیان و عقبہ کی طرح حق سے چشم پوشی نہ کرتا، تو وہ حق کو دیکھ کر اس کی راہ پر آ سکتا تھا۔ مگر وہ اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر ہمیشہ حق و صداقت سے پہلو بچاتا رہا اور ان ارشادات سے جو حضرت کی امامت و وصایت پر روشنی ڈالتے تھے آنکھ بند کئے پڑا رہا۔ حالانکہ حجتہ الوداع میں شریک ہونے کی وجہ سے پیغمبر کا قول من کنت مولا فعلى مولا لا اور غزوہ تبوک کے موقع پر موجود ہونے کی وجہ سے یا علی انت منى بمنزلة هارون من موسى اس سے مخفی نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ حق پوشی و باطل کوئی میں زندگی کے لمحات بسر کرتا رہا۔ یہ کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ صرف ہوس اقتدار سے حق و انصاف کے پکٹے اور دبانے پر ابھارتی رہی۔

مکتوب (۶۶)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِلَى عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ - وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ بِخِلَافِ هَذِهِ الرَّوْيَةِ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْمَرْءَ لَيَفْرَحُ بِالشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَيَفُوتُهُ وَيَحْزَنُ عَلَى الشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَيُصِيبُهُ - فَلَا يَكُنْ أَفْضَلُ مَا نِلْتَ فِي نَفْسِكَ مِنْ دُنْيَاكَ بُلُوعَ لَدَّةٍ أَوْ شِفَاءَ غَيْظٍ، وَلَكِنْ إِطْفَاءَ بَاطِلٍ أَوْ أَحْيَاءَ حَقٍّ وَلَيْكُنْ سُرُورُكَ بِمَا قَدَّمْتَ، وَأَسْفَاكَ عَلَى خَلْفَتِكَ، وَهَيْكُكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

بندہ کبھی اس شے کو پا کر خوش ہونے لگتا ہے جو اس کے ہاتھ سے جانے والی تھی ہی نہیں اور ایسی چیز کی وجہ سے رنجیدہ ہوتا ہے جو اُسے ملنے والی ہی نہ تھی۔ لہذا لذت کا حصول اور جذبہ انتقال کو فرو کرنا ہی تمہاری نظروں میں دنیا کی بہترین نعمت نہ ہو، بلکہ باطل کو مٹانا اور حق کو زندہ کرنا ہو اور تمہاری خوشی اس ذخیرہ پر ہونا چاہئے جو تم نے آخرت کے لئے فراہم کیا ہے۔ اور تمہارا رنج اس سرمایہ پر ہونا چاہئے جسے صحیح مصرف میں صرف کئے بغیر چھوڑ رہے ہو اور تمہیں فکر صرف موت کے بعد کی ہونا چاہئے۔

مکتوب (۶۷)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى قُتَيْبِ بْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى مَكَّةَ:

أَمَّا بَعْدُ فَاتِمُّ لِلنَّاسِ الْحَبْرَ وَذَكَّرَهُمْ بِأَيَّامِ

والہی مکہ قثم ابن عباس کے نام:

لوگوں کے لئے حج کے قیام کا سر و سامان کرو اور اللہ کے یادگار دنوں کی یاد لاؤ اور لوگوں کے لئے صبح و شام اپنی نشست قرار

اللَّهُ، وَاجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ فَانْتِ الْمُسْتَفْتَى وَعَلِمَ الْجَاهِلُ وَذَكَرَ الْعَالِمُ - وَلَا يَكُنْ لَكَ إِلَى النَّاسِ سَفِيرٌ إِلَّا لِسَانُكَ، وَلَا حَاجِبٌ إِلَّا وَجْهَكَ، وَلَا تَحْجِبَنَّ دَاحِجَةً عَنْ لِقَائِكَ بِهَا، فَإِنَّهَا إِنْ دَيْدَتْ عَنْ أَبْوَابِكَ فِي أَوَّلِ وَرْدِهَا لَمْ تُحْمَدَ فِيمَا بَعْدَ عَلَى قَضَائِهَا.

دو۔ مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتاؤ، جاہل کو تعلیم دو، اور عالم سے تبادلہ خیالات کرو۔ اور دیکھو لوگوں تک پیغام پہنچانے کے لئے تمہاری زبان کے سوا کوئی سفیر نہ ہونا چاہئے اور تمہارے چہرے کے سوا کوئی تمہارا دربان نہ ہونا چاہئے اور کسی ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے محروم نہ کرنا اس لئے کہ پہلی دفعہ اگر حاجت تمہارے دروازوں سے ناکام واپس کردی گئی تو بعد میں اُسے پورا کر دینے سے بھی تمہاری تعریف نہ ہوگی۔

وَأَنْظُرْ إِلَى مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنْ مَالِ اللَّهِ فَاصْرِفْهُ إِلَى مَنْ قَبْلَكَ مِنْ ذَوِي الْعِيَالِ وَالْبَجَاعَةِ مُصِيبًا بِهِ مَوَاضِعَ الْفَاقَةِ وَأَخْلَاطٍ، وَمَا فَضَّلَ عَنْ ذَلِكَ فَاحْمِلْهُ إِلَيْنَا لِنَقْسِيهِ فِيمَنْ قَبْلَنَا.

اور دیکھو! تمہارے پاس جو اللہ کا مال جمع ہوا ہے اپنی طرف کے عیال داروں اور بھوکے گلوں تک پہنچاؤ۔ اس لحاظ کیساتھ کہ وہ استحقاق اور احتیاج کے صحیح مرکزوں تک پہنچے اور جو اس سے بچ رہے اُسے ہماری طرف بھیج دو تاکہ ہم اُسے ان لوگوں میں بانٹیں جو ہماری گرد جمع ہیں۔

وَمَرُّ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ لَا يَأْخُذُوا مِنْ سَاكِنِ أَحْرًا فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: سَوَاءٌ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ - فَالْعَاكِفُ الْبَقِيمُ بِهِ وَالْبَادِ الَّذِي يَحْبُرُ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِ - وَفَقْنَا اللَّهَ وَإِيَّاكُمْ لِمَحَابَبِهِ - وَالسَّلَامُ.

اور مکہ والوں کو حکم دو کہ وہ باہر سے آ کر ٹھہرنے والوں سے کرایہ نہ لیں کیونکہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے کہ اس میں عاکف اور بادی یکساں ہیں۔ عاکف وہ ہے جو اس میں مقیم ہو اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کے لئے آیا ہو۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔ والسلام۔

مکتوب (۶۸)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

إِلَى سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَبْلَ أَيَّامِ خِلَافَتِهِ -

اُسے زمانہ خلافت سے قبل سلمان فارسی رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمایا۔

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کا زہر مہلک ہوتا ہے۔ لہذا دنیا میں جو چیزیں تمہیں اچھی معلوم ہوں اُن سے منہ موڑے رہنا کیونکہ ان میں سے تمہارے ساتھ جانے والی چیزیں بہت کم ہیں اس کی فکر کو اپنے سے دور رکھو۔ کیونکہ تمہیں اس کے جدا ہو جانے اور اس

هُمُومَهَا لِمَا آيَقَنْتَ مِنْ فِرَاقِهَا، وَتَصَرَّفَ
حَالَاتِهَا، وَكُنْ أَنْسَ مَا تَكُونُ بِهَا أَحَدَرَمَا
تَكُونُ مِنْهَا، فَإِنَّ صَاحِبَهَا كُلَّمَا أَطْمَأَنَّ إِلَى
سُرُورِ اشْخَصَّتْهُ عَنْهُ إِلَى مَحْدُودٍ -
أَوَّالِي إِيْنَسِ اذَلَّتْهُ عَنْهُ إِلَى إِيْحَاشٍ -

مکتوب (۶۹)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
إِلَى الْحَارِثِ الْهَمْدَانِيِّ:
وَتَمَسَّكَ بِحَبْلِ الْقُرْآنِ وَانْتَصَحَهُ - وَأَحْلَ
حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، وَصَدَّقَ بِمَا سَلَفَ
مِنَ الْحَقِّ وَاعْتَبَرَ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ
وَاعْتَبَرَ بِمَا مَضَى مِنَ الدُّنْيَا مَا بَقِيَ مِنْهَا
فَإِنَّ بَعْضَهَا يُشْبِهُ بَعْضًا، وَآخِرُهَا لَا حَقَّ
بِأُولَئِكَ، وَكُلُّهَا حَائِلٌ مُفَارِقٌ وَعَظِيمُ اسْمٍ
اللَّهُ أَنْ تَذْكُرَهُ إِلَّا عَلَى حَقٍّ وَكَثِيرٌ ذَكَرَ
الْمَوْتَ وَمَا بَعْدَ الْمَوْتِ - وَلَا تَتَنَّ الْمَوْتَ
إِلَّا بِشَرْطٍ وَثِيقٍ - وَأَحْذَرُ كُلَّ عَمَلٍ
يَرْضَاهُ صَاحِبُهُ لِنَفْسِهِ وَيَكْرَهُهُ لِعَامَّةِ
الْمُسْلِمِينَ - وَأَحْذَرُ كُلَّ عَمَلٍ يُعْمَلُ بِهِ فِي
السِّرِّ وَيَسْتَحْيِي مِنْهُ فِي الْعَلَانِيَةِ وَأَحْذَرُ
كُلَّ عَمَلٍ إِذَا سُئِلَ عَنْهُ صَاحِبُهُ أَنْكَرَهُ
أَوْ اعْتَذَرَ مِنْهُ وَلَا تَجْعَلْ عِرْضَكَ غَرَضًا
لِنَيْلِ الْقَوْلِ وَلَا تُجَدِّثِ النَّاسَ بِكُلِّ مَا
سَمِعْتَ فَكَفَى بِذَلِكَ كَذِبًا، وَلَا تَرُدَّ عَلَى

حارث ہمدانی کے نام:
قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اس سے چند نصیحت حاصل
کرو، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو، اور گزشتہ حق کی
باتوں کی تصدیق کرو، اور گزری ہوئی دنیا سے باقی دنیا کے
بارے میں عبرت حاصل کرو۔ کیونکہ اس کا ہر دور دوسرے دور
سے ملتا جلتا ہے اور اس کا آخر بھی اپنے اول سے ملنے والا ہے
اور یہ دنیا سب کی سب فنا ہونے والی اور بچھڑ جانے والی ہے۔
دیکھو! اللہ کی عظمت کے پیش نظر حق بات کے علاوہ اُس کے نام
کو قسم نہ کھاؤ۔ موت اور موت کے بعد کی منزل کو بہت زیادہ یاد
کرو۔ موت کے طلب گار نہ بنو، مگر قابلِ اطمینان شرائط کے
ساتھ اور ہر اُس کام سے بچو جو آدمی اپنے لئے پسند کرتا ہو،
اور عام مسلمانوں کے لئے اُسے ناپسند کرتا ہو۔ ہر اُس کام سے
دور رہو جو چوری چھپے کیا جاسکتا ہو، مگر علانیہ کرنے میں شرم دامن
گیر ہوتی ہو، اور ہر اُس فعل سے کنارہ کش ہو کر کہ جب اُس
کے مرتکب ہونے والے سے جواب طلب کیا جائے، تو وہ خود
بھی اسے برا قرار دے یا معذرت کرنے کی ضرورت پڑے۔
اپنی عزت و آبرو کو چھ میگوئیوں کے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ جو سنو
اُسے لوگوں سے واقعہ کی حیثیت سے بیان نہ کرتے پھر وہ جھوٹا
قرار پانے کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا اور لوگوں کو اُن کی ہر بات

النَّاسَ كُلَّ مَا حَدَّثُوكَ بِهِ فَكَفَى بِذَلِكَ
جَهْلًا - وَأَكْظِمِ الْغَيْظَ وَتَجَاوَزْ عِنْدَ
الْمَقْدَرَةِ، وَأَحْلَمْ عِنْدَ الْغَضَبِ، وَأَصْفَحْ
مَعَ الدَّوْلَةِ تَكُنْ لَكَ الْعَاقِبَةُ وَاسْتَصْلِحْ
كُلَّ نِعْمَةٍ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْكَ - وَلَا تُضَيِّعَنَّ
نِعْمَةً مِنْ نِعَمِ اللَّهِ عِنْدَكَ، وَلْيَرَّ عَلَيْكَ
أَثَرُ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ بِهِ عَلَيْكَ -

وَأَعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُهُمْ تَقْدِيمَةً
مِنْ نَفْسِهِ وَأَهْلِيهِ وَمَالِهِ، فَإِنَّكَ مَا تَقْدِمُ
مِنْ خَيْرٍ يَبْقَى لَكَ ذَخْرًا - وَمَا تُوَخَّرُ يَكُنْ
لِغَيْرِكَ خَيْرًا - وَأَحْذَرُ صَحَابَةَ مَنْ يَفِيلُ
رَأْيَهُ وَيُنْكِرُ عَمَلَهُ فَإِنَّ الصَّاحِبَ مُعْتَبِرٌ
عَمَلُهُ فَإِنَّ الصَّاحِبَ مُعْتَبِرٌ بِصَاحِبِهِ -
وَأَسْكِنُ الْأَمْصَارَ الْعِظَامَ فَإِنَّهَا جَمَاعُ
الْمُسْلِمِينَ وَأَحْذَرُ مَنَازِلَ الْغَفْلَةِ وَالْجَفَاءِ
وَالْجَفَاءِ وَقِلَّةِ الْأَعْوَانِ عَلَى طَاعَةِ
اللَّهِ - وَأَقْضُوا رَأْيَكُمْ عَلَى مَا يَعْنِيكُمْ،
وَأَيَّكُمْ وَمَقَاعِدَ الْأَسْوَاقِ فَإِنَّهَا مَحَاضِرُ
الشَّيْطَانِ وَمَعَارِضُ الْفِتَنِ - وَأَكْثَرُ أَنْ
تَنْظُرَ إِلَى مَنْ فَضَّلَتْ عَلَيْهِ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ
أَبْوَابِ الشُّكْرِ - وَلَا تُسَافِرْ فِي يَوْمٍ جُمُعَةٍ
حَتَّى تَشْهَدَ الصَّلَاةَ إِلَّا فَاصِلًا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ، أَوْ فِي أَمْرٍ تُعَذِّبُ بِهِ - وَأَطِعِ اللَّهَ فِي
جَمِيعِ أُمُورِكَ فَإِنَّ طَاعَةَ اللَّهِ فَاضِلَةٌ عَلَى
مَا سِوَاهَا - وَأَحْذَرُ نَفْسَكَ فِي الْعِبَادَةِ

میں جھٹلانے میں نہ لگو کہ یہ پوری پوری جہالت ہے۔ غصہ کو ضبط
کرو، اور اختیار و اقتدار کے ہوتے ہوئے غفور و گزر سے کام لو،
اور غصہ کے وقت بردباری اختیار کرو اور دولت و اقتدار کے
ہوتے ہوئے معاف کرو، تو انجام کی کامیابی تمہارے ہاتھ رہے
گی۔ اور اللہ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں (اُن پر شکر بجالاتے
ہوئے) اُن کی بہبودی چاہو اور اُس کی دی ہوئی نعمتوں میں
سے کسی نعمت کو ضائع نہ کرو۔ اور اُس نے جو انعامات تمہیں بخشے
ہیں اُن کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہئے۔
اور یاد رکھو کہ ایمان والوں میں سب سے افضل وہ ہے جو اپنی
طرف سے اور اپنے اہل و عیال اور مال کی طرف سے خیرات
کرے کیونکہ تم آخر کے لئے جو کچھ بھی بھیج دو گے وہ ذخیرہ بن
کر تمہارے لئے محفوظ رہے گا اور جو پیچھے چھوڑ جاؤ گے اُس سے
دوسرے فائدہ اٹھائیں گے اور اُس آدمی کی صحبت سے بچو جس
کی رائے کمزور اور افعال بُرے ہوں۔ کیونکہ آدمی کا اس کے
ساتھ پر قیاس کیا جاتا ہے بڑے شہروں میں رہائش رکھو۔ کیونکہ
وہ مسلمانوں کے اجتماعی مرکز ہوتے ہیں۔ غفلت اور بیوفائی کی
جگہوں اور اُن مقامات سے کہ جہاں اللہ کی اطاعت میں مدد
گاروں کی کمی ہو، پرہیز کرو، اور صرف مطلب کی باتوں میں اپنی
فکر پیائی کو محدود رکھو، اور بازاری آڈوں میں اٹھنے بیٹھنے سے
الگ رہو۔ کیونکہ یہ شیطان کی بیٹھکیں اور رفتوں کی آماج گاہیں
ہوتی ہیں اور جو لوگ تم سے پست حیثیت کے ہیں انہی کو زیادہ
دیکھا کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے شکر کا ایک راستہ ہے۔ جمعہ کے
دن نماز میں حاضر ہوئے بغیر سفر نہ کرنا، مگر یہ کہ خدا کی راہ میں
جہاد کے لئے جانا ہو یا کوئی معذوری درپیش ہو اور اپنے تمام
کاموں میں اللہ کی اطاعت کرو، کیونکہ اللہ کی اطاعت دوسری
چیزوں پر مقدم ہے۔ اپنے نفس کو بہانے کر کر کے عبادت کی راہ
پر لاؤ، اور اُس کے ساتھ نرم رویہ رکھو۔ دباؤ سے کام نہ لو۔ جب

وَأَرْفُقْ بِهَا وَلَا تَقْهَرْهَا۔ وَخَذْ عَفْوَهَا
وَنَشَاطَهَا إِلَّا مَا كَانَ مَكْتُوبًا عَلَيْكَ مِنَ
الْفَرِيضَةِ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ قَضَائِهَا وَتَعَاهُدا
عِنْدَ مَحَلِّهَا۔ وَإِيَّاكَ أَنْ يَنْزِلَ بِكَ الْمَوْتُ
وَأَنْتَ عَائِقٌ مِنْ رَبِّكَ فِي طَلَبِ الدُّنْيَا۔
وَإِيَّاكَ وَمُصَاحَبَةَ الْفُسَّاقِ فَإِنَّ الشَّرَّ
بِالشَّرِّ مُلْحَقٌ۔ وَوَقِّرِ اللَّهَ وَاحْبِبْ أَحِبَّائَهُ۔
وَاحْذَرِ الْغَضَبَ فَإِنَّهُ جُنْدٌ عَظِيمٌ مِنْ
جُنُودِ إِبْلِيسَ۔ وَالسَّلَامُ۔

مکتوب (۷۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
(إِلَى سَهْلِ بْنِ حَنِيفٍ الْأَنْصَارِيِّ)
وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْمَدِينَةِ فِي مَعْنَى
قَوْمٍ مِنْ أَهْلِهَا لِحَقْوِهَا بِمَعَاوِيَةَ):
أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا مِنْ قِبَلِكَ
يَتَسَلَّلُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَلَا تَأْسَفْ عَلَى
مَا يَفْعُولُكَ مِنْ عَدُوِّهِمْ وَيَذْهَبُ عَنْكَ مِنْ
مَدَدِهِمْ۔ فَكَفَى لَهُمْ غِيًّا وَلَكَ مِنْهُمْ شَافِيًّا
فِرَارُهُمْ مِنَ الْهَدْيِ وَالْحَقِّ وَإِيضًا عَنْهُمْ
إِلَى الْعَمَى وَالْجَهْلِ، وَإِنَّمَا هُمْ أَهْلُ دُنْيَا
مُقْبِلُونَ عَلَيْهَا وَمُهْطِعُونَ إِلَيْهَا، وَقَدْ
عَرَفُوا الْعَدْلَ وَرَأَوْهُ وَسَمِعُوهُ وَوَعَوْهُ،
وَعَلِمُوا أَنَّ النَّاسَ عِنْدَنَا فِي الْحَقِّ أَسْوَةٌ
فَهَرَبُوا إِلَى الْأَثَرَةِ فَبُعِدًا لَهُمْ وَسُحْقًا۔

دہ دوسری فکروں سے فارغ البال اور چونچال ہو، اُس وقت
اُس سے عبادت کا کام لو۔ مگر جو واجب عبادتیں ہیں اُن کی
بات دوسری ہے۔ انہیں تو بہر حال ادا کرنا ہے اور وقت پر بجا
لانا ہے۔ اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ موت تم پر آ پڑے اس حال میں
کہ تم اپنے پروردگار سے بھاگے ہوئے دنیا طلبی میں لگے رہو۔
اور فاسقوں کی صحبت سے بچے رہنا کیونکہ بُرائی بُرائی کی طرف
بڑھا کرتی ہے اور اللہ کی عظمت و توقیر کا خیال رکھو، اور اُس کے
دوستوں سے دوستی کرو اور غصے سے ڈرو، کیونکہ یہ شیطان کے
لشکروں میں سے ایک بڑا لشکر ہے۔ والسلام۔

إِنَّهُمْ وَاللَّهِ لَمْ يَنْفِرُوا مِنْ جَوِيٍّ وَلَمْ
يَلْحَقُوا بِعَدْلٍ۔ وَإِنَّا لَنَنْظِعُ فِي هَذَا الْأَمْرِ
أَنْ يُدَلِّلَ اللَّهُ لَنَا صَعْبَهُ وَيُسَهِّلَ لَنَا حَزَنَهُ
إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔ وَالسَّلَامُ۔

مکتوب (۷۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
(إِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ الْجَارُودِ الْعَبْدِيِّ وَقَدْ
عَانَ فِي بَعْضِ مَا وَلَّاهُ مِنْ أَعْمَالِهِ)
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ صَلَاحَ أَيْبِكَ غَرْنِي مِنْكَ،
وَضَنْنْتُ أَنَّكَ تَتَّبِعُ هَدْيِيهِ وَتَسْلُكُ سَبِيلَهُ
فَإِذَا أَنْتَ فِيمَا رُقِيَ إِلَيَّ عَنْكَ لَا تَدْعُ
لِهَوَاكَ انْقِيَادًا، وَلَا تَبْقَى لِأَحْرَتِكَ عِتَادًا،
وَتَعْمُرُ دُنْيَاكَ بِخَرَابِ أَحْرَتِكَ وَتَصِلُ
عَشِيرَتَكَ بِقَطِيعَةِ دِينِكَ۔ وَلَئِنْ كَانَ مَا
يَلْغَنِي عَنْكَ حَقًّا لَجِئْتُ أَهْلِكَ وَشِيعَتِي
نَعْلِكَ خَيْرٌ مِنْكَ۔ وَمَنْ كَانَ بِصِفَتِكَ
فَلَيْسَ بِأَهْلٍ أَنْ يُسَدَّ بِهِ نَعْرُ، أَوْ يَنْفَقَ بِهِ
أَمْرٌ، أَوْ يُعْلَى لَهُ قَدَرٌ أَوْ يُشْرَكَ فِي أَمَانَةٍ،
أَوْ يُؤْمَنَ عَلَى خِيَانَةٍ فَأَقْبِلْ إِلَيَّ حِينَ
يَصِلُ إِلَيْكَ كِتَابِي هَذَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔
(وَالْمُنْذِرُ هَذَا هُوَ الَّذِي قَالَ فِيهِ أَمِيرُ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّهُ لَنَظَالٌ فِي
عِطْفِيهِ مُخْتَلٌ فِي بُرْدِيهِ ثَقُلٌ فِي
شِرَاكِيهِ۔)

خدا کی قسم وہ ظلم سے نہیں بھاگے اور عدل سے جا کر نہیں چپے اور
ہم امیدوار ہیں کہ اللہ اس معاملہ کی ہر سختی کو آسان اور اس
سنگلاخ زمین کو ہمارے لئے ہموار کرے گا۔ ان شاء اللہ۔
(والسلام۔)

منذر ابن جارود عبدی کے نام جبکہ اُس نے خیانت کی
بعض اُن چیزوں میں جن کا انتظام آپ نے اُس کے
سپرد کیا تھا۔
واقعہ یہ ہے کہ تمہارے باپ کی سلامت روی نے مجھے تمہارے
بارے میں دھوکا دیا۔ میں یہ خیال کرتا تھا کہ تم بھی اُن کی روش
کی پیروی کرتے اور اُن کی راہ پر چلتے ہو گے۔ مگر اچانک مجھے
تمہاری متعلق ایسی اطلاعات ملی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم
اپنی خواہش نفسانی کی پیروی سے ہاتھ نہیں اٹھاتے اور آخرت
کے لئے کوئی توشہ باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ تم اپنی آخرت گنوا کر
دنیا بنا رہے ہو، اور دین سے رشتہ توڑ کر اپنے رشتہ داروں کے
ساتھ صلہ رحمی کر رہے ہو، جو مجھے معلوم ہوا ہے اگر وہ سچ ہے تو
تمہارے گھر والوں کا اونٹ اور تمہاری جوتی کا تسمہ بھی تم سے
بہتر ہے۔ جو تمہارے طور طریقے کا آدمی ہو وہ اس لائق نہیں کہ
اس کے ذریعہ کسی رخنہ کو پاتا جائے یا کوئی کام انجام دیا جائے یا
اس کا رتبہ بڑھایا جائے یا اُسے امانت میں شریک کیا جائے یا
خیانت کی روک تھام کے لئے اس پر اطمینان کیا جائے۔ لہذا
جب میرا خط ملے تو فوراً میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ انشاء اللہ۔
سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ منذر وہی ہے کہ جس کے بارے میں
امیر المؤمنین نے فرمایا ہے وہ ادھر ادھر اپنے بازوؤں کو بہت
دیکھتا ہے، اور اپنی دونوں چادروں میں عرو سے جھومتا ہے اور
اپنی جوتی کے تسموں پر پھونک مارتا رہتا ہے (کہ کہیں اس پر گرد
نہ جم جائے)۔

مکتوب (۷۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ لَسْتَ بِسَابِقِ أَجَلَكَ وَلَا مَرْدُوقٍ مَالِيَسَ لَكَ - وَأَعْلَمُ بِأَنَّ الدَّهْرَ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَكَ وَيَوْمٌ عَلَيْكَ وَأَنَّ الدُّنْيَا دَارُ دُولٍ، فَمَا كَانَ مِنْهَا لَكَ أَتَاكَ عَلَى ضَعْفِكَ، وَمَا كَانَ مِنْهَا عَلَيْكَ لَمْ تَدْفَعْهُ بِقُوَّتِكَ -

عبداللہ ابن عباس رحمہ اللہ کے نام:

تم اپنی زندگی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ اس چیز کو حاصل کر سکتے ہو جو تمہارے مقدر میں نہیں ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ زمانہ دو دنوں میں تقسیم ہے ایک دن تمہارے موافق اور ایک دن تمہارا مخالف اور دنیا ملکوتوں کے انقلاب و انتقال کا گھر ہے۔ اس میں جو چیز تمہارے فائدہ کی ہوگی وہ تمہاری کمزوری و ناتوانی کے باوجود پہنچ کر رہے گی اور جو چیز تمہارے نقصان کی ہوگی، اسے تم قوت و طاقت سے بھی نہیں ہٹا سکتے۔

مکتوب (۷۳)

معاویہ کے نام:

میں تم سے سوال و جواب کے تبادلہ اور تمہارے خطوں کو توجہ کے ساتھ سننے میں اپنے طریقہ کار کی کمزوری اور اپنی سمجھ کی غلطی کا احساس کر رہا ہوں اور تم اپنی جو خواہشوں کے منوانے کے مجھ سے درپے ہوتے ہو اور مجھ سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کئے ہوئے ہو تو ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی گہری نیند میں پڑا خواب دیکھ رہا ہو اور بعد میں اس کے خواب بے حقیقت ثابت ہوں یا جیسے کوئی حیرت زدہ منہ اٹھائے کھڑا ہو کہ نہ اس کے لئے جائے رفتن ہو نہ پائے ماندن اور اسے کچھ خبر نہ ہو کہ سامنے آنے والی چیز اسے فائدہ دے گی یا نقصان پہنچائے گی۔ ایسا نہیں کہ تم بالکل ہی یہ شخص ہو۔ بلکہ وہ تمہارے مانند ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کسی حد تک طرح دینا میں مناسب نہ سمجھتا ہوتا تو میری طرف سے ایسی کتابیں تمہیں سامنا کرنا پڑتا جو ہڈیوں کو توڑ دیتیں اور جسم پر گوشت کا نام نہ چھوڑتیں اس بات کو خوب سمجھ لو کہ شیطان نے

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي عَلَى التَّرَدُّدِ فِي جَوَابِكَ وَلَا سَمَاعٍ إِلَى كِتَابِكَ لَمْ يُوْهِنْ رَأْيِي وَمُخْطِئِي فِرَاسَتِي - وَإِنَّكَ إِذْ تَحَاوِلُنِي الْأُمُورَ وَتُرَاجِعُنِي السُّطُورَ كَالْمُسْتَقْبَلِ النَّائِمِ تَكْذِيبُهُ أَحْلَامُهُ - أَوِ الْتَحْيِيرِ الْقَائِمِ بِيَهْظُهُ مَقَامُهُ - لَا يَذَرُنِي إِلَهَ مَا يَأْتِي أَمَّ عَلَيْهِ - وَلَسْتُ بِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ بِكَ شَبِيهُ - وَأَقْسِمُ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَوْلَا بَعْضُ الْأَسْتَبْقَاءِ لَوْصَلَتْ إِلَيْكَ مِنِّي قَوَارِعُ تَقَرُّعِ الْعِظَمِ وَتَهْلِسُ اللَّحْمَ - وَأَعْلَمُ أَنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ ثَبَطَكَ عَنْ أَنْ تُرَاجِعَ أَحْسَنَ أُمُورِكَ

وَتَأْذَنَ لِسِقَالِ نَصِيحَتِكَ - وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ -

نوشتہ (۷۴)

(وَمِنْ حَلْفٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَتَبَهُ بَيْنَ رَبِيعَةَ وَالْيَمَنِ (نُقِلَ مِنْ خَطِّ هِشَامِ بْنِ الْكَلْبِيِّ)

یہ ہے وہ عہد جس پر اہل یمن نے وہ شہری ہوں یا دیہاتی اور قبیلہ ربیعہ نے وہ شہریں آباد ہوں یا باد یہ نشین اتفاق کیا ہے کہ وہ سب کے سب کتاب اللہ پر ثابت قدم رہیں گے۔ اس کی طرف دعوت دیں گے۔ اسی کے ساتھ حکم دیں گے اور جو اس کی طرف دعوت دے گا اور اس کی رو سے حکم دے گا اس کی آواز پر لبیک کہیں گے، نہ اس کے عوض کوئی فائدہ چاہیں گے، اور نہ اس کے کسی بدل پر راضی ہوں گے، اور جو کتاب اللہ کے خلاف چلے گا اور اسے چھوڑ دے گا اس کے مقابلہ میں متحد ہو کر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں گے ان کی آواز ایک ہوگی اور وہ کسی سرزنش کرنے والے کی سرزنش کی وجہ سے، کسی غصہ کرنے والے کے غصہ کی وجہ سے اور ایک گروہ کے دوسرے گروہ کو ذلیل کرنے کی وجہ سے اور ایک جماعت کے دوسری جماعت کو گالی دینے سے اس عہد کو نہیں توڑیں گے۔ بلکہ حاضر یا غیر حاضر، کم عقل، عالم، برد بار، جاہل سب اس کے پابند رہیں گے۔ پھر اس عہد کی وجہ سے ان پر اللہ کا عہد و پیمان بھی لازم ہو گیا ہے اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔ (کاتب سطور علی ابن ابی طالب)

مکتوب (۷۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) شروع شروع میں جب آپ کی بیعت کی گئی تو آپ

(إِلَى مُعَاوِيَةَ فِي أَوَّلِ مَا بُوِيعَ لَهُ،
ذَكَرَهُ الْوَأَقْدِيُّ فِي كِتَابِ الْجَمَلِ)

مَنْ عَبْدُ اللَّهِ عَلِيٍّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى
مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ :

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتَ إِعْدَارِي فِيكُمْ
وَأَعْرَاضِي عَنْكُمْ حَتَّى كَانَ مَالًا بَدُمْنَهُ
وَلَا دَفْعَ لَهُ - وَالْحَدِيثُ طَوِيلٌ، وَالْكَلَامُ
كَثِيرٌ، وَقَدْ أَدْبَرَ مَا أَدْبَرَ وَأَقْبَلَ مَا أَقْبَلَ،
فَبَايَعَ مِنْ قِبَلِكَ وَأَقْبَلَ إِلَيَّ فِي وَفْدٍ مِنْ
أَصْحَابِكَ -

نے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام تحریر فرمایا (اسے
واقدی نے کتاب الجمل میں تحریر کیا ہے)
خدا کے بندے علی امیر المؤمنین کی طرف سے معاویہ ابن ابی
سفیان کے نام -
تمہیں معلوم ہے کہ میں نے لوگوں کے بارے میں پورے طور
پر حجت ختم کر دی اور تمہارے معاملات سے چشم پوشی کرتا رہا۔
یہاں تک کہ وہ واقعہ ہو کر رہا کہ جسے ہونا تھا، اور روکا نہ جاسکتا
تھا۔ یہ قصہ لمبا ہے اور باتیں بہت ہیں۔ بہر حال جو گزرنا تھا
گزر گیا اور جسے آنا تھا آ گیا۔ لہذا اٹھو اور اپنے یہاں کے
لوگوں سے میری بیعت حاصل کرو اور اپنے ساتھیوں کے وفد
کے ساتھ میرے پاس پہنچو۔ والسلام

وصیت (۷۶)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عِنْدَ اسْتِخْلَافِهِ
إِيَّاهُ عَلَى الْبَصْرَةِ -

سَمِعَ النَّاسُ بِوَجْهِكَ وَمَجْلِسِكَ وَحُكْمِكَ،
وَإِيَّاكَ وَالْعَصَبَ فَإِنَّهُ طَيْرَةٌ مِنَ
الشَّيْطَانِ - وَاعْلَمْ أَنَّ مَا قَرَّبَكَ مِنَ اللَّهِ
يُبَاعِدُكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا بَاعَدَكَ مِنَ اللَّهِ
يُقَرِّبُكَ مِنَ النَّارِ -

لوگوں سے کشادہ روی سے پیش آؤ۔ اپنی مجلس میں لوگوں کو
راہ دو۔ حکم میں تنگی روا نہ رکھو۔ غصہ سے پرہیز کرو کیونکہ یہ
شیطان کے لئے شگون نیک ہے اور اس بات کو جانے رہو کہ
جو چیز تمہیں اللہ کے قریب کرتی ہے وہ دوزخ سے دور کرتی
ہے اور جو چیز اللہ سے دور کرتی ہے وہ دوزخ سے قریب
کرتی ہے۔

ہدایت (۷۷)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ لَمَّا بَعَثَهُ
لِلْإِحْتِجَاجِ عَلَى الْخَوَارِجِ -

جو عبد اللہ ابن عباس کو خوارج سے مناظرہ کرنے کے
لئے بھیجے وقت فرمائی۔
تم اُن سے قرآن کی رو سے بحث نہ کرنا، کیونکہ قرآن بہت سے

لَا تُخَاصِصُهُمُ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَبَالٌ
ذُووُجُوَّةٍ تَقُولُ وَيَقُولُونَ وَلَكِنْ حَاجَّجَهُمْ
بِالسَّنَةِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَجِدُوا عَنْهَا مَحِيصًا -

معنی کا حامل ہوتا ہے اور بہت سی وجہیں رکھتا ہے تم اپنی کہتے رہو
گے، وہ اپنی کہتے رہیں گے بلکہ تم حدیث سے اُن کے سامنے
استدلال کرنا، وہ اس سے گریز کی کوئی راہ نہ پاسکیں گے۔

مکتوب (۷۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ جَوَابًا فِي
أَمْرِ الْحَكَمِيِّينَ ذَكَرَهُ سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى
الْأَمْوِيُّ - فِي كِتَابِ الْبَغَايِ:

ابوموسیٰ اشعری کے نام:
حکمین کے سلسلہ میں اُن کے ایک خط کے جواب میں
(اسے سعید ابن یحییٰ اموی نے اپنی کتاب المغازی میں
درج کیا ہے)۔

فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ تَغَيَّرَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ عَنْ كَثِيرٍ
مِنْ حَظِّهِمْ فَسَالُوا مَعَ الدُّنْيَا وَنَطَقُوا
بِالْهَوَى، وَإِنِّي نَزَلْتُ مِنْ هَذَا الْأَمْرِ مَنَزَلًا
مُعْجَبًا اجْتَمَعَ بِهِ أَقْوَامٌ أَعْجَبَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ
فَإِنِّي أَدْلُوِي مِنْهُمْ قَرَحًا أَخَانٌ أَنْ يَكُونَ
عَلَقًا، وَلَيْسَ رَجُلٌ - فَاعْلَمْ - أَحْرَصَ
عَلَى جَمَاعَةٍ أُمَّةٍ مُحَدِّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَالْفَتْيَا مِثْنِي أَبْتَغِي بِذَلِكَ حُسْنَ
الْقَوَابِ وَكَرَمَ الْمَالِ - وَسَأْنِي بِالذِّئِ
رَأَيْتُ عَلِيَّ نَفْسِي وَإِنْ تَغَيَّرَتْ عَنْ
صَالِحٍ مَا فَارَقْتَنِي عَلَيْهِ، فَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ
حُرِمَ نَفْعُ مَا أُوتِيَ مِنَ الْعَقْلِ وَالتَّجَرُّبَةِ،
وَإِنِّي لَا عَبْدٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ بِبَاطِنٍ وَأَنْ
أَفْسِدَ أَمْرًا قَدْ أَصْلَحَهُ اللَّهُ فَدَعِ مَالًا
تَعْرِفُ فَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ طَائِفَةٌ إِلَىكَ
بِأَقْوِيلِ الشُّوْءِ - وَالسَّلَامُ -

کتنے ہی لوگ ہیں جو آخرت کی بہت سی سعادتوں سے محروم
ہو کر رہ گئے۔ وہ دنیا کے ساتھ ہو لیے۔ خواہش نفسانی سے
بولنے لگے۔ میں اس معاملہ کی وجہ سے ایک حیرت و استعجاب کی
منزل میں ہوں کہ جہاں ایسے لوگ اکٹھے ہوں گے ہیں جو خود
بنی، اور خود پسندی میں مبتلا ہیں۔ میں اُن کے زخم کا مداوا تو
کر رہا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ محمد خون کی صورت اختیار
کر کے لاعلاج نہ ہوئے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مجھ سے
زیادہ کوئی شخص بھی امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت
بندی اور اتحاد باہمی کا خواہش مند نہیں ہے جس سے میری غرض
صرف حسن ثواب اور آخرت کی سرفرازی ہے۔ میں نے جو عہد
کیا ہے اُسے پورا کر کے رہوں گا۔ اگرچہ تم اس نیک خیال سے
کہ جو مجھ سے آخری ملاقات تک تمہارا تھا، اب پلٹ جاؤ، یقیناً
وہ بد بخت ہے کہ جو عقل و تجربہ کے ہوتے ہوئے اُس کے فوائد
سے محروم رہے۔ میں تو اس بات پر بیچ و تاب کھاتا ہوں کہ کوئی
کہنے والا باطل بات کہے، یا کسی ایسے معاملے کو خراب ہونے
دوں کہ جسے اللہ درست کر چکا ہو۔ لہذا جس بات کو تم نہیں
جانتے، اُس کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ شریر لوگ بُری باتیں تم تک
پہنچانے کے لیے اڑ کر پہنچا کریں گے۔ والسلام۔

مکتوب (۷۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لَمَّا اسْتُخْلِفَ إِلَى أَمْرَاءِ الْأَجْنَادِ: جوطاہری خلافت پر متمکن ہونے کے بعد فوجی سپہ سالاروں کو تحریر فرمایا۔
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ رُكِّعُوا لِقَوْلِهِمْ (رَشَوْتُمْ دَعَاؤُكُمْ) أَسْءَلُوا خَيْرًا وَأَخَذُوا هُمُ بِالْبَاطِلِ فَاقْتَدَوْا۔ انہیں باطل کا پابند بنایا، تو وہ ان کے پیچھے انہی راستوں پر چل کھڑے ہوئے۔

تَمَّ بَابُ الْكُتُبِ بِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بَابُ الْمُخْتَارِ مِنْ حِكْمِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

امیر المؤمنین علیہ السلام کے منتخب حکم و مواظب کا باب

وَيَدْخُلُ فِي ذَلِكَ الْمُخْتَارِ مِنْ أَجْوِبَةِ مَسَائِلِهِ وَالْكَلَامِ الْقَصِيرِ الْخَارِجِ فِي سَائِرِ أَغْرَاضِهِ
اس باب میں سوالات کے جوابات اور چھوٹے چھوٹے حکیمانہ جملوں کا انتخاب ہے جو مختلف اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں بیان کئے گئے ہیں

(۱) قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُنْ فِي الْفِتْنَةِ (۱) فتنہ و فساد میں اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ گابن اللبون لَا ظَهْرَ فَيُرْكَبُ، وَلَا ضَرْعَ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کئے ہوں کہ نہ تو اُس کی پیٹھ پر سواری کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے تھنوں فَيُحْلَبُ۔ سے دودھ دوہا جاسکتا ہے۔

تشریح:- لبون دودھ دینے والی اونٹنی کو اور ابن اللبون اُس کے دو سالہ بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس عمر میں نہ سواری کے قابل ہوتا ہے، اور نہ اُس کے تھن ہی ہوتے ہیں کہ ان سے دودھ دوہا جاسکے۔ اسے ابن اللبون اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دو سال کے عرصہ میں اس کی ماں عموماً دوسرا بچہ دے کر دودھ دینے لگتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو فتنہ و فساد کے موقع پر اس طرح رہنا چاہئے کہ لوگ اُسے ناکارہ سمجھ کر نظر انداز کر دیں، اور کسی جماعت میں اس کی شرکت کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ کیونکہ فتنوں اور ہنگاموں میں الگ تھلگ رہنا ہی تباہ کاریوں سے بچا سکتا ہے۔ البتہ جہاں حق و باطل کا ٹکراؤ ہو وہاں پر غیر جانبداری جائز نہیں اور نہ اُسے فتنہ و فساد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لئے کھڑا ہونا واجب ہے۔ جیسے حمل و صفین کی جنگوں میں حق کا ساتھ دینا ضروری اور باطل سے نبرد آزما ہونا لازم تھا۔

(۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَرَدَى بِنَفْسِهِ مَنْ اسْتَشْعَرَ الطَّمَعِ، وَرَضِيَ بِالذُّلِّ مَنْ كَشَفَ عَن ضُرِّهِ، وَهَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ مَنْ أَمَرَ عَلَيْهَا لِسَانَهُ۔ (۲) جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا، اُس نے اپنے کو سبک کیا اور جس نے اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلت پر آمادہ ہو گیا، اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھا، اُس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کر لیا۔

(۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْبُخْلُ عَارٌ، وَالْجُبْنُ مَنْقَصَةٌ، وَالْفَقْرُ يُخْرِسُ الْفِظَانَ۔ (۳) بخل ننگ و عار ہے، اور بزدلی نقص و عیب ہے، اور غربت مرد زیک و دانائے زبان کو دلائل سے قوت

عَنْ حُجَّتِهِ، وَالْمَقِيلُ غَرِيبٌ فِي بَلَدَتِهِ،
وَالْعَجْزُ أَفَّةٌ وَالصَّبْرُ شَجَاعَةٌ، وَالزُّهْدُ
ثَرْوَةٌ، وَالْوَرَعُ جَنَّةٌ۔
دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر
بھی غریب الوطن ہوتا ہے اور عجز و در ماندگی مصیبت ہے،
اور صبر و عکسبائی شجاعت ہے، اور دنیا سے بے تعلقی بڑی
دولت ہے، اور پرہیزگاری ایک بڑی پیر ہے۔

(۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: نِعَمَ الْقَرِینُ
الرِّضَا، وَالْعِلْمُ وَرِثَةُ كَرِيمَةٍ، وَالْآدَابُ حُلٌّ
مُجَدَّدَةٌ، وَالْفِکْرُ مِرَاةٌ صَافِيَةٌ۔
(۴) تسلیم و رضا بہترین مصاحب اور علم شریف ترین
میراث ہے اور علمی و عملی اوصاف نو بنو خلعت ہیں اور فکر
صاف و شفاف آئینہ ہے۔

(۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: صَدْرُ الْعَاقِلِ
صُنْدُوقٌ سِرٌّ، وَالْبَشَاشَةُ جِبَالَةُ الْمَوَدَّةِ،
وَالْإِحْتِمَالُ قَبْرُ الْعُیُوبِ (أَوْ): وَالْمُسَالَمَةُ
حِیَاءُ الْعُیُوبِ۔
(۵) عقلمند کا سینہ اُس کے بھیدوں کا مخزن ہوتا ہے اور
کشادہ روئی محبت و دوستی کا پھندا ہے اور عقل و بردباری
عیسوں کا مدفن ہے (یا اس فقرہ کے بجائے حضرت نے یہ
فرمایا کہ) صلح و صفائی عیسوں کو ڈھانپنے کا ذریعہ ہے۔

(۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ رَضِيَ عَنْ
نَفْسِهِ كَثُرَ السَّخِطُ عَلَيْهِ وَالصَّدَقَةُ دَوَاءٌ
مُنَجِّحٌ وَأَعْمَالُ الْعِبَادِ فِي عَاجِلِهِمْ نَصَبُ
أَعْيُنِهِمْ فِي آخِرِهِمْ۔
(۶) جو شخص اپنے کو بہت پسند کرتا ہے، وہ دوسروں کو
ناپسند ہو جاتا ہے اور صدقہ کامیاب دوا ہے، اور دنیا میں
بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت میں اُن کی آنکھوں
کے سامنے ہوں گے۔

یہ ارشاد تین جملوں پر مشتمل ہے: پہلے جملہ میں خود پسندی سے پیدا ہونے والے نتائج و اثرات کا ذکر کیا ہے کہ اس سے دوسروں
کے دلوں میں نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لئے بات بات میں اپنی برتری کا مظاہرہ
کرتا ہے وہ کبھی عزت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور لوگ اُس کی تفوق پسندانہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے اُس سے نفرت کرنے لگتے
ہیں اور اُسے اتنا بھی سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے، جتنا کچھ وہ ہے چہ جائیکہ جو کچھ وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے وہی کچھ اُسے سمجھ لیں۔

دوسرا جملہ صدقہ کے متعلق ہے اور اُسے ایک ”کامیاب دوا“ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جب انسان صدقہ و خیرات سے محتاجوں اور
ناداروں کی مدد کرتا ہے تو وہ دل کی گہرائیوں سے اُس کے لئے دعائے صحت و عافیت کرتے ہیں جو قبولیت حاصل کر کے اُس کی شفایابی کا
باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ ”داو و امیر ضاکم بالصدقة اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو۔“

تیسرا جملہ حشر میں اعمال کے بے نقاب ہونے کے متعلق ہے کہ انسان اس دنیا میں جو اچھے اور بُرے کام کرتا ہے وہ حجاب غفصری
کے قائل ہونے کی وجہ سے ظاہری حواس سے ادراک نہیں ہو سکتے۔ مگر آخرت میں جب مادیت کے پردے اٹھادیے جائیں گے، تو وہ

اس طرح آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گے کہ کسی کے لئے گنجائش انکار نہ رہے گی۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔
يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّیُرَآ اَعْمَالَهُمْ
فَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَرَهُ وَمَنْ یَعْمَلْ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَرَهُ۔
اُس دن لوگ گروہ گروہ (قبروں سے) اٹھ کھڑے ہوں
گے تاکہ وہ اپنے اعمال کو دیکھیں تو جس نے ذرہ بھری نیکی کی
ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھری برائی کی ہوگی
وہ اُسے دیکھ لے گا۔

(۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِعْجَبُوا لِهَذَا
الْاِنْسَانِ یَنْظُرُ بِشَحْمٍ، وَیَتَكَلَّمُ بِلَحْمٍ،
وِیَسْمَعُ بِعَظْمٍ، وَیَتَنَفَّسُ مِنْ عَرْمٍ!
(۷) یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وہ چربی سے دیکھتا
ہے، اور گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے اور ہڈی
سے سنتا ہے، اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے۔

(۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِذَا اَقْبَلَتْ الدُّنْیَا
عَلٰی اَحَدٍ اَعَارَتْهُ مَحَاسِنَ غَیْرِہِ وَاِذَا
اَدْبَرَتْ عَنْہُ سَلَبَتْہُ مَحَاسِنَ نَفْسِہِ۔
(۸) جب دنیا (اپنی نعمتوں کو لے کر) کسی کی طرف
بڑھتی ہے، تو دوسروں کی خوبیاں بھی اُسے عاریت دے
دیتی ہے اور جب اس سے رخ موڑ لیتی ہے تو خود اُس کی
خوبیاں بھی اُس سے چھین لیتی ہے۔

مقصود یہ ہے کہ جس کا بخت یاد اور دنیا اُس سے سازگار ہوتی ہے، اہل دنیا اُس کی کارگزاریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں
اور دوسروں کے کارناموں کا سہرا بھی اُس کے سر باندھ دیتے ہیں اور جس کے ہاتھ سے دنیا جاتی رہتی ہے اور ادبار و نحوست کی گھٹا اُس پر
چھا جاتی ہے اُس کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اور بھولے سے بھی اُس کا نام زبان پر لانا گوارا نہیں کرتے۔

دوستند آنکہ را زمانہ نواخت دشمنند آنکہ را زمانہ فکند

(۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خَالِطُوا النَّاسَ
مُخَالَطَةً اِنْ مُتِمَّ مَعَهَا بَکُوا عَلَیْکُمْ وَاِنْ
عَشِیْتُمْ حَنُوا اِلَیْکُمْ۔
(۹) لوگوں سے اس طریقہ سے ملو کہ اگر مر جاؤ تو تم پر
روئیں، اور زندہ رہو تو تمہارے مشاق ہوں۔

تشریح:- جو شخص لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتا ہے، لوگ اس کی طرف دست تعاون بڑھاتے، اُس کی عزت و توقیر
کرتے، اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں۔ لہذا انسان کو چاہئے کہ وہ اس طرح مر جائے کہ زندگی گزارے
کہ کسی کو اس سے شکایت پیدا نہ ہو اور نہ اُس سے کسی کو گزند پہنچے تاکہ اُسے زندگی میں دوسروں کی ہمدردی حاصل ہو، اور مرنے کے بعد
بھی اُسے لفظوں میں یاد کیا جائے۔

چنان با نیک و بد سرکن کہ بعد از مردنت عرفی مسلمانن بزمزم شوید و کافر بسوز اند

(۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا قَدَرْتَ عَلَى دُشْمَنٍ بِرَقَابَتِهِ، تَوَاسَّ قَابُوْهُ بِأَنَّهُ كَالشُّكْرِ أَنْهَ اسْ كُو عَدُوُّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرًا لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ.

تشریح: عفو و درگزر کا عمل وہی ہوتا ہے جہاں انتقال پر قدرت ہو، اور جہاں قدرت ہی نہ ہو وہاں انتقال سے ہاتھ اٹھ لینا مجبوری کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر کوئی فضیلت مرتب نہیں ہوتی۔ البتہ قدرت و اقتدار کے ہوتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لینا فضیلت انسانی کا جو ہر اور اللہ کی اس بخشی ہوئی نعمت کے مقابلہ میں اظہار تشکر ہے کیونکہ شکر کا جذبہ اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے سامنے تذلل و انکسار سے جھکے جس سے اس کے دل میں رحم و رافت کے لطیف جذبات پیدا ہوں گے اور غیظ و غضب کے بھڑکتے ہوئے شعلے ٹھنڈے پڑ جائیں گے جس کے بعد انتقال کا کوئی داعی ہی نہ رہے گا کہ وہ اس قوت و قدرت کو ٹھیک ٹھیک کام میں لانے کے بجائے اپنے غضب کے فرو کرنے کا ذریعہ قرار دے۔

(۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ الْاِتِّسَابِ الْاِخْوَانِ وَأَعْجَزُ مِنْهُمْ ضَمِيمٌ مَنْ ظَفَرَ بِهِ مِنْهُمْ۔

خوش اخلاقی و خندہ پیشانی سے دوسروں کو اپنی طرف جذب کرنا، اور شیریں کلامی سے غیروں کو اپنا نا کوئی دشوار چیز نہیں کیونکہ اس کے لئے نہ جسمانی مشقت کی ضرورت اور نہ دماغی کدو کاوش کی حاجت ہوتی ہے اور دوست بنانے کے بعد دوستی اور تعلقات کی خوش گواری کو باقی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے کیونکہ دوستی پیدا کرنے کے لئے پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے مگر اُسے باقی رکھنے کے لئے تو کوئی مہم سر کرنا نہیں پڑتی۔ لہذا جو شخص ایسی چیز کی بھی نگہداشت نہ کر سکے کہ جسے صرف پیشانی کی سلوٹیں دور کر کے باقی رکھا جاسکتا ہے اس سے زیادہ عاجز و در ماندہ کون ہو سکتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ انسان کو ہر ایک سے خوش خلقی و خندہ روئی سے پیش آنا چاہئے تاکہ لوگ اُس سے وابستگی چاہیں اور اُس کی دوستی کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔

(۱۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا وَصَلْتَ إِلَيْكُمُ أَطْرَافَ النِّعَمِ فَلَا تُنْفِرُوا أَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ۔

(۱۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ ضَيَّعَهُ (۱۳) جِسْمِ قَرَبِيٍّ جُحُودِ دِيْنِ اُسے بیگانہ مل جائیں گے۔

(۱۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا كُلُّ مَفْتُونٍ (۱۴) ہر فتنہ میں پڑ جانے والا قابل عتاب نہیں يُعَاتَبُ۔ ہوتا۔

جب سعد ابن ابی وقاص، محمد ابن مسلمہ اور عبداللہ ابن عمر نے اصحاب جمل کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دینے سے انکار کیا تو اُس موقع پر یہ جملہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مجھ سے ایسے منحرف ہو چکے ہیں کہ اُن پر نہ میری بات کا کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ ان پر میری عتاب و سرزنش کا گر ثابت ہوتی ہے۔

(۱۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: تَذِلُّ الْأُمُورُ لِلْمَقَادِيرِ حَتَّى يَكُونَ الْحَتْفُ فِي التَّدْبِيرِ۔ (۱۵) سب معاملے تقدیر کے آگے سرگسٹ ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی تدبیر کے نتیجے میں موت ہو جاتی ہے۔

(۱۶) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ الشَّيْبِ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّمَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ وَالَّذِينَ قُلْ، فَمَا الْآنَ وَقَدْ اتَّسَعَ نِطَاقُهُ، وَضَرَبَ بِجَرَانِهِ فَامْرُؤٌ وَمَا اخْتَارَ۔ (۱۶) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے متعلق کہ ”بڑھاپے کو (خضاب کے ذریعہ) بدل دو، اور یہود سے مشابہت اختیار نہ کرو۔“ آپ سے سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس موقع کے لئے فرمایا تھا جب کہ دین (والے) کم تھے، اور اب جبکہ اس کا دامن پھیل چکا ہے اور سینہ یک کر جم چکا ہے تو ہر شخص کو اختیار ہے۔

مقصود یہ ہے کہ چونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو ہر اجتماعی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے انہیں یہودیوں سے ممتاز رکھا جائے۔ اس لئے آنحضرت نے خضاب کا حکم دیا کہ جو یہودیوں کے ہاں موسوم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ مقصد بھی تھا کہ وہ شخص دشمن کے مقابلہ میں ضعیف و نرسیدہ دکھائی نہ دے۔

(۱۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي الدِّينِ (۱۷) اُن لوگوں کے بارے میں کہ جو آپ کے ہمراہ ہو کر اِعْتَزَلُوا الْقِتَالَ مَعَهُ خَذَلُوا الْحَقَّ وَلَمْ يَنْصُرُوا الْبَاطِلَ۔ لڑنے سے کنارہ کش رہے فرمایا اُن لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی نصرت نہیں کی۔

یہ ارشاد اُن لوگوں کے متعلق ہے کہ جو اپنے کو غیر جانبدار ظاہر کرتے تھے جیسے عبداللہ ابن عمر، سعد ابن ابی وقاص، ابو موسیٰ اشعری، احنف ابن قیس اور انس ابن مالک وغیرہ۔ بے شک ان لوگوں نے کھل کر باطل کی حمایت نہیں کی مگر حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھالینا بھی ایک طرح سے باطل کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس لئے ان کا شمار مخالفین حق کے گروہ ہی میں ہوگا۔

(۱۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ جَرَى فِي (۱۸) جو شخص امید کی راہ میں بگ ٹٹ دوڑتا ہے وہ موت عَنَانِ اَمَلِهِ عَثَرَ بِاجْلِهِ۔ سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

(۱۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَقِيلُوا ذَوِي الْمُرُوءَةِ عَثَرَ أَثَمِهِمْ، فَمَا يَعْثُرُ مِنْهُمْ عَثَرٌ إِلَّا وَيَدُ اللَّهِ بِيَدِهِ يَرْفَعُهُ (۱۹) بامروت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ (کیونکہ) ان میں سے جو بھی لغزش کھا کر گرتا ہے تو اللہ اُس کے ہاتھ دے کر اسے اوپر اٹھالیتا ہے۔

(۲۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قُرْنَتِ الْهَيْبَةُ بِالْحَيَاءِ بِالْحَرَمَانِ، وَالْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرًّا السَّحَابِ فَانْتَهَزُوا فُرْصَ الْخَيْرِ۔ (۲۰) خوف کا نتیجہ ناکامی اور شرم کا نتیجہ محرومی ہے اور فرصت کی گھڑیاں (تیز رو) ابر کی طرح گزر جاتی ہیں۔ لہذا بھلائی کے ملے ہوئے موقعوں کو غنیمت جانو۔

عوام میں ایک چیز خواہ کتنی ہی معیوب خیال کی جائے اور تحقیر آمیز نظروں سے دیکھی جائے اگر اس میں کوئی واقعی عیب نہیں ہے تو اُس سے شرمناک امر ناداتی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اکثر اُن چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے جو دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامیابیوں کا باعث ہوتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص اس خیال سے کہ لوگ اُسے جاہل تصور کریں گے کسی ہم اور ضروری بات کے دریافت کرنے میں عار محسوس کرے، تو یہ بے موقع و بے عمل خودداری اُس کے لئے علم و دانش سے محرومی کا سبب بن جائے گی۔ اس لئے کوئی ہوش مند انسان سیکھنے اور دریافت کرنے میں عار نہیں محسوس کرے گا۔ چنانچہ ایک سن رسیدہ شخص سے کہ جو بڑھاپے کے باوجود تحصیل علم کرتا تھا کہا گیا کہ ما تستحی ان تتعلم علی الکبر ”تمہیں بڑھاپے میں پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔“ اُس نے جواب میں کہا۔ ”اننا لا استحی من الجہل علی الکبر فکیف استحی من التعلیم علی الکبر“ ”جب مجھے بڑھاپے میں جہالت سے شرم نہیں آتی تو اس بڑھاپے میں پڑھنے سے شرم کیسے آسکتی ہے۔“ البتہ جن چیزوں میں واقعی برائی اور مفیدہ ہو، اُن کے ارتکاب سے شرم محسوس کرنا انسانیت اور شرافت کا جوہر ہے جیسے وہ اعمال ناشائستہ کہ جو شرع و عقل اور مذہب و اخلاق کی رو سے مذموم ہیں۔ بہر حال یہ اعمال کی پہلی قبیح اور دوسری قسم صحت ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے۔

الحیاء حیاء ان حیاء عقل و حیاء حق فحیاء العقل هو العلم و حیاء الحق هو الجہل حیا کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو متقاضی عقل ہوتی ہے۔ یہ حیا علم و دانائی ہے اور ایک وہ جو حماقت کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ یہ سراسر جہل و نادانی ہے۔

(۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَنَا حَقٌّ فَإِنْ أُعْطِينَا وَإِلَّا رَكِبْنَا أَعْمَاجَ الْإِبِلِ وَإِنْ طَالَ السَّرَى۔ (۲۱) ہمارا ایک حق ہے اگر وہ ہمیں دیا گیا تو ہم لے لیں گے، ورنہ ہم اونٹ کے پیچھے والے پٹھوں پر سوار ہوں گے، اگرچہ شب روی طویل ہو۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ بہت عمدہ اور فصیح کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمیں ہمارا حق نہ دیا گیا، تو ہم ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور یہ مطلب اس طرح نکلتا ہے کہ اونٹ کے پیچھے کے حصہ پر ردیف بن کر غلام اور قیدی یا اس قسم کے لوگ ہی سوار ہوا کرتے تھے۔

سید رضی علیہ الرحمۃ کے تحریر کردہ معنی کا حاصل یہ ہے کہ حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے حق کا کہ جو امام مفترض الطاعتہ ہونے کی حیثیت سے دوسروں پر واجب ہے اقرار کر لیا گیا اور ہمیں ظاہری خلافت کا موقع دیا گیا تو بہتر ذرہ ہمیں ہر طرح کی مشقتوں اور خوار یوں کو برداشت کرنا پڑے گا اور ہم اس تحقیر و تذلیل کی حالت میں زندگی کا ایک طویل عرصہ گزارنے پر مجبور ہوں گے۔

بعض شارحین نے اس معنی کے علاوہ اور معنی بھی تحریر کئے ہیں اور وہ یہ کہ اگر ہمیں ہمارے مرتبہ سے گرا کر پیچھے ڈال دیا گیا اور دوسروں کو ہم پر مقدم کر دیا گیا تو ہم صبر سے کام لیتے ہوئے پیچھے ہٹنا گوارا کر لیں گے اور اونٹ کے پٹھے پر سوار ہونے سے یہی مراد ہے۔ کیونکہ جو اونٹ کے پٹھے پر سوار ہوتا ہے وہ پیچھے ہوتا ہے اور جو پشت پر سوار ہوتا ہے وہ آگے ہوتا ہے۔ اور بعض نے یہ معنی کہے ہیں کہ اگر ہمارا حق دے دیا گیا تو ہم اُسے لے لیں گے، اور اگر نہ دیا گیا تو ہم اس سواری کی مانند نہ ہوں گے کہ جو اپنی سواری کی باگ دوسرے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور ہر جہر اُسے لے جانا چاہے لے جائے۔ بلکہ اپنے مطالبہ حق پر برقرار رہیں گے، خواہ مدت دراز کیوں نہ گزر جائے اور کبھی اپنے حق سے دستبردار ہو کر غضب کرنے والوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں گے۔

(۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَبْطَابَهُ أَعْمَالُهُ بَيَّضَتْ دُورُهُ أَسْوَءُ حَسَبٍ وَ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ۔ (۲۲) جسے اُس کے اعمال پیچھے ہٹا دیں اُسے حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

(۲۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ وَالتَّنْفِيسُ عَنِ الْمَكْرُوبِ۔ (۲۳) کسی مضطرب کی داد فریاد سننا، اور مصیبت زدہ کو مصیبت سے چھٹکارا دلانا بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۲۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا ابْنَ آدَمَ، إِذَا رَأَيْتَ رَبَّكَ سُبْحَانَهُ يَتَابِعُ عَلَيْكَ نِعْمَةً وَأَنْتَ تَعْصِيهِ فَاحْذَرُوا۔ (۲۴) اے آدم کے بیٹے جب تو دیکھے کہ اللہ سبحانہ تجھے دیکھ رہا ہے تو اُس کی نافرمانی کر رہا ہے تو اس سے ڈرتے رہنا۔

تشریح:- جب کسی کو گناہوں کے باوجود بے درپے نعمتیں حاصل ہو رہی ہوں تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اللہ اُس سے خوش ہے اور یہ اُس کی خوشنودی و نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ نعمتوں میں زیادتی شکر گزاری کی صورت میں ہوتی ہے، اور ناشکری کے نتیجہ میں نعمتوں کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں دوں گا اور اگر ناشکری کی تو پھر یا در کھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے۔

لہذا عصیان و ناسپاسی کی صورت میں برابر نعمتوں کا ملنا اللہ کی خوشنودی و رضا مندی کا ثمرہ نہیں ہو سکتا اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ نے اس صورت میں اُسے نعمتیں دے کر شبہ میں ڈال دیا ہے کہ وہ نعمتوں کی فراوانی کو اُس کی خوشنودی کا ثمرہ سمجھے۔ کیونکہ جب وہ یہ سمجھ رہا ہے خود خطا کار و عاصی ہے اور گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھ کر اُس کا مرتکب ہو رہا ہے تو اس اشتباہ کی کیا وجہ کہ وہ اللہ کی خوشنودی و

رضا ہندی کا تصور کرے؟ بلکہ اُسے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ ایک طرح کی آزمائش اور مہلت ہے تاکہ جب اُس کی غیبی دسرکشی انتہا کو پہنچ جائے تو اُسے دفعتاً گرفت میں لے لیا جائے۔ لہذا ایسی صورت میں اُسے منتظر رہنا چاہئے کہ کب اُس پر غضب الہی کا ورود ہو۔ اور یہ نعمتیں اُس سے چھین لی جائیں اور محدودی و نامرادی کی عتوبتوں میں اُسے جکڑ لیا جائے۔

(۲۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا أَضْمَرَ أَحَدٌ (۲۵) جس کسی نے بھی کوئی بات دل میں چھپا کر رکھنا شَيْئًا إِلَّا ظَهَرَ فِي ثَلَاثَ لِسَانِهِ، وَصَفَحَاتٍ چاہی وہ اُس کی زبان سے بے ساختہ نکلے ہوئے الفاظ اور وَجْهٍ۔ چہرہ کے آثار سے نمایاں ضرور ہو جاتی ہے۔

انسان جن باتوں کو دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی وقت زبان سے نکل ہی جاتی ہیں، اور چھپانے کی کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عقل مصلحت اندیش اگرچہ انہیں پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے مگر کبھی کسی اور اہم معاملہ میں الجھ کر ادھر سے غافل ہو جاتی ہے اور وہ بے اختیار لفظوں کی صورت میں زبان سے نکل جاتی ہیں اور جب عقل مانتقت ہوتی ہے تو تیرا زمان جستہ واپس پلٹنا یا نہیں جاسکتا اور اگر یہ صورت نہ بھی پیش آئے اور عقل پورے طور سے متنبہ و ہوشیار رہے، جب بھی وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ چہرے کے خط و خال، ہنسی، تصورات کے غماز اور قلبی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ چہرہ کی سرخی سے شرمندگی کا اور زردی سے خوف کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔

(۲۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِمْسِ بِدَاثِكَ مَا ۲۶۔ مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے مَشَى بِكَ۔ پھرتے رہو۔

مقصد یہ ہے کہ جب تک مرض شدت اختیار نہ کرے، اُسے اہمیت نہ دینا چاہئے کیونکہ اہمیت دینے سے طبیعت احساس مرض سے متاثر ہو کر اس کے اضافہ کا باعث ہو جایا کرتی ہے۔ اس لئے چلتے پھرتے رہنا اور اپنے کو صحت مند تصور کرنا تحلیل مرض کے علاوہ طبیعت کی قوت مدافعت کو مضلل ہونے نہیں دیتا اور اس کی قوت معنوی کو برقرار رکھتا ہے اور قوت معنوی چھوٹے موٹے مرض کو خود ہی دبا دیا کرتی ہے۔ بشرطیکہ مرض کے دہم میں مبتلا ہو کر اُسے پرامن انداز اختیار کرنے پر مجبور نہ کر دیا جائے۔

(۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَفْضَلُ الزُّهْدِ (۲۷) بہترین زُہد کا مخفی رکھنا ہے۔ إِخْفَاءُ الزُّهْدِ۔

(۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا كُنْتَ فِي (۲۸) جب تم (دنیا کو) پیٹھ دکھا رہے ہو اور موت تمہاری إِدْبَارٍ وَالْمَوْتُ فِي إِقْبَالٍ فَمَا أَسْرَعَ الْمُلْتَقَى۔ طرف رخ کئے ہوئے بڑھ رہی ہو تو پھر ملاقات میں دیر کیسی۔

(۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْحَدَّرَ الْحَدَّرَا! (۲۹) ڈرو! ڈرو! اس لئے کہ بخدا اُس نے اس حد تک فَوَاللَّهِ لَقَدْ سَتَرَ حَتَّى كَانَهُ قَدْ غَفَرَ۔ تمہاری پردہ پوشی کی ہے، کہ گویا تمہیں بخش دیا ہے۔

(۳۰) وَسُئِلَ عَنِ الْإِيمَانِ، فَقَالَ: الْإِيمَانُ عَلَى أَرْبَعٍ دَعَائِمٍ: عَلَى الصَّبْرِ، وَالْيَقِينِ، وَالْعَدْلِ، وَالْجِهَادِ، وَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعٍ شُعَبٍ عَلَى الشَّوْقِ وَالشَّفَقِ، وَالزُّهْدِ، وَالتَّرَقُّبِ: فَمَنْ أَشْتَقَّ إِلَى الْجَنَّةِ سَلَكَ عَنِ الشَّهَوَاتِ، وَمَنْ أَشْفَقَ مِنَ النَّارِ اجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ، وَمَنْ زَهَدَ فِي الدُّنْيَا اسْتَهَانَ بِالْمُصِيبَاتِ وَمَنْ ارْتَقَبَ الْمَوْتَ سَارَعَ إِلَى الْخَيْرَاتِ وَالْيَقِينُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعٍ شُعَبٍ: عَلَى تَبَصُّرَةِ الْفِطْنَةِ وَتَسَاوُلِ الْحِكْمَةِ وَمَوْعِظَةِ الْعِبَرَةِ، وَسُنَّةِ الْأَوَّلِينَ: فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي الْفِطْنَةِ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ، وَمَنْ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ عَرَفَ الْعِبَرَةَ، وَمَنْ عَرَفَ الْعِبَرَةَ فَكَانَ كَانٍ فِي الْأَوَّلِينَ۔ وَالْعَدْلُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعٍ شُعَبٍ: عَلَى غَايَةِ الْفَهْمِ، وَغَوْرِ الْعِلْمِ، وَزُهْرَةِ الْحُكْمِ وَرَسَاخَةِ الْحِلْمِ، وَزُهْرَةِ الْحُكْمِ وَرَسَاخَةِ الْحِلْمِ: فَمَنْ فَهِمَ عِلْمٍ غَوَرَ الْعِلْمِ، وَمَنْ عَلِمَ غَوَرَ الْعِلْمِ صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ الْحُكْمِ، وَمَنْ حَلِمَ لَمْ يُفْرِطْ فِي أَمْرٍ وَعَاشَ فِي النَّاسِ حَيِّدًا، وَالْجِهَادُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعٍ شُعَبٍ: عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَالصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ وَشَتَانِ الْفَاسِقِينَ أَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ شَدَّ ظُهُورَ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَنْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ أَرْغَمَ أُنُوفَ الْكَافِرِينَ، وَمَنْ

(۳۰) حضرت سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا۔ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔ صبر، یقین، عدل اور جہاد۔ پھر عدل کی چار شاخیں ہیں۔ اشتیاق، خوف، دنیا سے بے اعتنائی اور انتظار۔ اس لئے کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا، وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے گا وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا اور جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہوگا وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا۔ اور یقین کی بھی چار شاخیں ہیں۔ روشن نگاہی، حقیقت رسی، عبرت اندوزی اور انگلوں کا طور طریقہ۔ چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی اور جس کے لئے علم و عمل آشکارا ہو جائے گا وہ عبرت سے آشنا ہوگا اور جو عبرت سے آشنا ہوگا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو، اور عدل کی بھی چار شاخیں ہیں: تنہوں تک پہنچنے والی فکر، اور علمی گہرائی، اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری۔ چنانچہ جس نے غور و فکر کیا، وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا۔ اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی اُس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی۔ اور جہاد کی چار شاخیں ہیں۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تمام موقعوں پر راست گفتاری، اور بدکرداروں سے نفرت۔ چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا اس نے مؤمنین کی پشت مضبوط کی اور جس نے نہی عن المنکر کیا اُس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا اُس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے فاسقوں کو بُرا سمجھا

صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضَى مَا عَلَيْهِ، وَمَنْ شَنِى الْفَاسِقِينَ وَغَضِبَ لِلَّهِ غَضِبَ اللَّهُ لَهُ وَأَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اور اللہ کے لئے غضبناک ہوا اللہ بھی اُس کے لئے دوسروں پر غضبناک ہوگا اور قیامت کے دن اُس کی خوشی کا سامان کرے گا۔

(۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْكُفْرُ عَلَى أَرْبَعٍ دَعَائِمٍ: عَلَى التَّعَقُّقِ، وَالتَّنَازُعِ، وَالرَّيْبِ، وَالشَّقَاقِ: فَمَنْ تَعَقَّقَ لَمْ يَنْبِ إِلَى الْحَقِّ، وَمَنْ كَثَرَ نِزَاعُهُ بِالْجَهْلِ دَامَ عَمَاهُ عَنِ الْحَقِّ، وَمَنْ ذَاغَ سَائَتْ عِنْدَهُ الْحَسَنَةُ، وَحَسُنَتْ عِنْدَهُ السَّيِّئَةُ، وَسَكَرَ سُكْرَ الضَّلَالَةِ، وَمَنْ شَاقَّ وَعَرَّتْ عَلَيْهِ طُرْفُهُ، وَأَعْضَلَ عَلَيْهِ أَمْرُهُ، وَضَاقَ عَلَيْهِ مَخْرَجُهُ۔ وَالشُّكُّ عَلَى أَرْبَعٍ شُعْبٍ عَلَى التَّمَارِي وَالْهَوْلِ وَالتَّرَدُّدِ وَالْإِسْتِسْلَامِ: فَمَنْ جَعَلَ الْمِرَاءَ دِينًا لَمْ يُصْبِحْ لَيْلَهُ، وَمَنْ هَالَهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ نَكَصَ عَلَى عَقْبِيهِ وَمَنْ تَرَدَّدَ فِي الرَّيْبِ وَطَنَّتْهُ سَنَابِكُ الشَّيَاطِينِ وَمَنْ اسْتَسَلَّمَ لِهَلَاكَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ هَلَكَ فِيهِمَا۔

(۳۱) کفر بھی چار ستونوں پر قائم ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی کاوش، جھگڑا لوپن، کج روی اور اختلاف تو جو بے جا تمق و کاوش کرتا ہے، وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا اور جو جہالت کی وجہ سے آئے دن جھگڑنے کرتا ہے، وہ حق سے ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور جو حق سے منہ موڑ لیتا ہے وہ اچھائی کو بُرائی اور بُرائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور گمراہی کے نشہ میں مدھوش پڑا رہتا ہے اور جو حق کی خلاف ورزی کرتا ہے اُس کے راستے بہت دشوار اور اُس کے معاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور حق کے نکلنے کی راہ اس کے لئے تنگ ہو جاتی ہے۔ شک کی بھی چار شاخیں ہیں: کٹھ جتنی، خوف، سرگردانی اور باطل کے آگے جین سائی۔ چنانچہ جس نے لڑائی جھگڑے کو اپنا شیوہ بنالیا اُس کی رات کبھی صبح سے ہمکنار نہیں ہو سکتی اور جس کو سامنے کی چیزوں نے ہول میں ڈال دیا وہ اُلے پیر پلٹ جاتا ہے اور جو شک و شبہ میں سرگرداں رہتا ہے اُسے شیاطین اپنے بچوں سے روند ڈالتے ہیں اور جس نے دنیا و آخرت کی تباہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا وہ دو جہاں میں تباہ ہوا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ ہم نے طوالت کے خوف اور اس خیال سے کہ اصل مقصد جو اس باب کا ہے فوت نہ ہو، بقیہ کلام کو چھوڑ دیا ہے۔

(۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاعِلُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنْهُ، وَفَاعِلُ الشَّرِّ شَرٌّ مِنْهُ۔

(۳۲) نیک کام کرنے والا خود اس کام سے بہتر اور بُرائی کا مرتکب ہونے والا خود اُس بُرائی سے بدتر ہے۔

(۳۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُنْ سَمَحًا وَلَا تَكُنْ مُبَدِّرًا، وَكُنْ مُقَدِّرًا وَلَا تَكُنْ مُبَدِّلًا۔

(۳۳) سخاوت کرو، لیکن فضول خرچی نہ کرو اور جزری کرو، مگر بخل نہیں۔

(۳۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَشْرَفُ الْغِنَى تَرْكُ النَّيِّ۔

(۳۴) بہترین دولت مندی یہ ہے کہ تمناؤں کو ترک کرے۔

(۳۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَسْرَعَ إِلَى النَّاسِ بِمَا يَكْرَهُونَ قَالُوا فِيهِ مَا لَا يَعْلَمُونَ۔

(۳۵) جو شخص لوگوں کے بارے میں جھٹ سے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے جو انہیں ناگوار گذریں، تو پھر وہ اُس کے لئے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جنہیں وہ جانتے نہیں۔

(۳۶) قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَطَالَ الْأَمَلَ أَسَاءَ الْعَمَلِ۔

(۳۶) جس نے طول طویل امیدیں باندھیں، اُس نے اپنے اعمال بگاڑ لیے۔

(۳۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَقَدْ لَقِيَهُ عِنْدَ مَسِيرَةِ إِلَى الشَّامِ دَهَاقِينَ الْأَنْبَارِ، فَمَرَّ جُلُوهُ وَاشْتَدَّ وَابِينَ يَدِيهِ، فَقَالَ: مَا هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمُوهُ؟ فَقَالَ: خَلَقَ مَنَاعِظُ بِهِ أَمْرَانَا، فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا يَنْتَفِعُ بِهِذَا أَمْرًا وَكُفْرًا، وَإِنَّكُمْ لَتَشْقَوْنَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ فِي دُنْيَاكُمْ، وَتَشْقَوْنَ بِهِ فِي آخِرَتِكُمْ، وَمَا أَحْسَرَ الْمُسْقُفَةَ وَرَاءَ هَالِعِقَابٍ وَأَرْبَحَ الدَّعَاةَ مَعَهَا الْأَمَانُ مِنَ النَّارِ۔

(۳۷) امیر المومنین سے شام کی جانب روانہ ہوتے وقت مقام انبار کے زمینداروں کا سامنا ہوا، تو آپ کو دیکھ کر پیادہ ہو گئے اور آپ کے سامنے دوڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا عام طریقہ ہے جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا البتہ تم اس دنیا میں اپنے کوزحمت و مشقت میں ڈالتے ہو، اور آخرت میں اس کی وجہ سے بدبختی مول لیتے ہو، وہ مشقت کتنی گھائے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اخروی ہو، اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو۔

(۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَابْنِهِ الْحَسَنِ: يَا بَنِيَّ، احْفَظْ عَنِّي أَرْبَعًا، وَأَرْبَعًا، لَا يَضُرُّكَ مَا عَمِلْتَ مَعَهُنَّ: إِنَّ أَعْنَى الْغِنَى الْعَقْلُ، وَأَكْبَرُ الْفَقْرِ الْحَقُّ، وَأَوْحَشُ

(۳۸) اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا: مجھ سے چار، اور پھر چار باتیں یاد رکھو۔ ان کے ہوتے ہوئے جو کچھ کرو گے وہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے گا۔ سب سے بڑی ثروت عقل و دانش ہے اور سب سے بڑی ناداری حماقت و

الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ، وَأَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ-

بے عقلی ہے، اور سب سے بڑی وحشت غرور و خود بینی ہے اور سب سے بڑا جو ہر ذاتی حُسنِ اخلاق ہے۔

يَا بَنِي، إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْأَحْقِ فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرُّكَ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْبَاحِلِ فَإِنَّهُ، يَبْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبْعُدُكَ بِالثَّاقِبِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ كَالسَّرَابِ: يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيدَ، وَيَبْعُدُ عَلَيْكَ الْقَرِيبَ-

اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا، تو نقصان پہنچائے گا اور بخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمہیں اسکی مدد کی انتہائی احتیاج ہوگی وہ تم سے دور بھاگے گا اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا، ورنہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے گا اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لئے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کر کے دکھائے گا۔

(۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا قُرْبَةَ بِالْتَوَافِلِ إِذَا أَضُرَّتْ بِالْفَرَاغِ-

(۳۹) مستحبات سے قرب الہی نہیں حاصل ہو سکتا، جبکہ وہ واجبات میں سدا رہا ہوں۔

(۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَأَى قَلْبِهِ، وَقَلْبُ الْأَحْقِ وَرَأَى لِسَانِهِ- قال الرضى وهذا من المعاني العجيبة الشريفة، والمراد به أن العاقل لا يطلق لسانه إلا بعد مشاورة الروية ومؤامرة الفكرة، والأحقق تسبق حذفات لسانه و فلتات كلامه مراجعة فكرة ومما خضته رأيه فكان لسان العاقل تابع لقلبه، وكان قلب الأحقق تابع للسانه-

(۴۰) عقلمندوں کی زبان اُس کے دل کے پیچھے ہے اور بیوقوف کا دل اُس کی زبان کے پیچھے ہے۔ سید رضی کہتے ہیں کہ یہ جملہ عجیب و پاکیزہ معنی کا حامل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عقلمند اُس وقت زبان کھولتا ہے جب دل میں سوچ بچار اور غور و فکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے، اس طرح گویا عقلمند کی زبان اُس کے دل کے تابع ہے، اور بیوقوف کا دل اُس کی زبان کا تابع ہے۔

(۴۱) وقد روى عنه عليه السلام هذا المعنى بلفظ آخر، وهو قوله: قَلْبُ الْأَحْقِ فِي قَلْبِهِ، وَلِسَانُ الْعَاقِلِ فِي قَلْبِهِ- وَمَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ-

(۴۱) یہی مطلب دوسرے لفظوں میں بھی حضرت سے مروی ہے اور وہ یہ کہ ”بیوقوف کا دل اُس کے منہ میں ہے اور عقلمند کی زبان اُس کے دل میں ہے۔“ بہر حال ان دونوں جملوں کا مقصد ایک ہے۔

(۴۲) وقال لبعض أصحابه في علة اعتلها: جَعَلَ اللَّهُ مَا كَانَ مِنْ شُكُوكَ حَطًّا لِسَيِّئَاتِكَ، فَإِنَّ الْمَرَضَ لَا أَجْرَ فِيهِ، وَلَكِنَّهُ يَحْطُ السَّيِّئَاتِ وَيَحْتَهَا حَتَّ الْأَوْرَاقِ- وَإِنَّمَا الْأَجْرُ فِي الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ، وَالْعَمَلُ بِالْأَيْدِي وَالْأَقْدَامِ، وَإِنَّ اللَّهَ سَبَّحَانَهُ يُدْخِلُ بِصِدْقِ النَّبِيِّ وَالسَّرِيرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ-

قَالَ الرضى: وَأَقُولُ صَدَقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، إِنَّ الْمَرَضَ لَا أَجْرَ فِيهِ: لِأَنَّهُ مِنْ قَبِيلِ مَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ الْعَوَضُ لِأَنَّ الْعَوَضَ يَسْتَحِقُّ عَلَى مَا كَانَ فِي مَقَابِلَةِ فِعْلِ اللَّهِ تَعَالَى بِالْعَبْدِ مِنَ الْأَلَامِ وَالْأَمْرَاضِ وَمَا يَجْرِي مَجْرَى ذَلِكَ، وَالْأَجْرُ وَالثَوَابُ يَسْتَحِقُّانَ عَلَى مَا كَانَ فِي مَقَابِلَةِ فِعْلِ الْعَبْدِ، فَبَيْنَهُمَا فَرْقٌ قَدْ بَيَّنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا يَقْتَضِيهِ عَلَيْهِ الثَّاقِبُ وَرَأْيُهُ الصَّائِبُ-

(۴۳) وقال عليه السلام في ذكر خباب ابن الأرت- يَرْحَمُ اللَّهُ خَبَابَ بْنَ الْأَرْتِ فَلَقَدْ أَسْلَمَ رَاغِبًا، وَهَاجَرَ طَائِعًا، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللَّهِ، وَعَاشَ مُجَاهِدًا-

حضرت خباب ابن ارت پیغمبر کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین اولین میں سے تھے۔ انہوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں، چلیاقتی دھوپ میں کھڑے کئے گئے، آگ پر لٹائے گئے، مگر کسی طرح پیغمبر اکرم کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآب کے ہمراہ رہے۔ صفین و نہروان میں امیر المؤمنین کا ساتھ دیا۔ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت

(۴۲) اپنے ایک ساتھی سے وابستہ ہے اور دور اندیشی فرمایا: اللہ نے تمہارے مرض کو تو برہیدوں کو چھپا کر کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ خود مرض نہیں ہے مگر وہ گناہوں کو مٹاتا، اور انہیں اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ ہاں! ثواب اُس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے، اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاک دامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ حضرت نے سچ فرمایا کہ مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے کیونکہ مرض تو اس قسم کی چیزوں میں سے ہے جن میں عوض کا استحقاق ہوتا ہے اس لئے کہ عوض اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ جو امر عمل میں آئے جیسے دکھ، درد، بیماری وغیرہ۔ اس کے مقابلہ میں اسے ملتا ہے۔ اور اجر و ثواب وہ ہے کہ کسی عمل پر اسے کچھ حاصل ہو۔ لہذا عوض اور ہے، اور اجر اور ہے اور اس فرق کو امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے علم روشن اور رائے صائب کے مطابق بیان فرمادیا ہے۔

(۴۳) خباب ابن ارت کے بارے میں فرمایا۔ خدا، خباب ابن ارت پر رحمت اپنی شامل حال فرمائے، وہ اپنی رضا مندی سے اسلام لائے اور بخوشی ہجرت کی اور ضرورت پھر پر قناعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی۔

حضرت خباب ابن ارت پیغمبر کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین اولین میں سے تھے۔ انہوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں، چلیاقتی دھوپ میں کھڑے کئے گئے، آگ پر لٹائے گئے، مگر کسی طرح پیغمبر اکرم کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآب کے ہمراہ رہے۔ صفین و نہروان میں امیر المؤمنین کا ساتھ دیا۔ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت

الْوَحْشَةَ الْعُجْبُ، وَأَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنَ الْخُلُقِ۔
بے عقلی ہے، اور سب سے بڑی وحشت غرور و خود بینی ہے اور سب سے بڑا جو ہر ذاتی حسن اخلاق ہے۔

يَابُنَى، إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْأَحْقَقِ فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرَّكَ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْبَاحِلِ فَإِنَّهُ يَبْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبْعِدُكَ بِالنَّافِهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ كَالسَّرَّابِ: يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيدَ، وَيَبْعُدُ عَلَيْكَ الْقَرِيبَ۔
اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا، تو نقصان پہنچائے گا اور باخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمہیں اُسکی مدد کی انتہائی احتیاج ہوگی وہ تم سے دور بھاگے گا اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا، ورنہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے گا اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لئے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کر کے دکھائے گا۔

(۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا قُرْبَةَ بِالْتَّوَافِلِ إِذَا أَضُرَّتْ بِالْفَرَّائِضِ۔
(۳۹) مستحبات سے قرب الہی نہیں حاصل ہو سکتا، جبکہ وہ واجبات میں سدا راہ ہوں۔

(۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَاءَ قَلْبِهِ، وَقَلْبُ الْأَحْقَقِ وَرَاءَ لِسَانِهِ۔
عقل مندوں کی زبان اُس کے دل کے پیچھے ہے اور بیوقوف کا دل اُس کی زبان کے پیچھے ہے۔
قال الرضى ولهذا من المعاني العجيبة الشريفة، والمراد به أن العاقل لا بطلق لسانه إلا بعد مشاورة الروية ومؤامرة الفكرة، والأحقق تسبق حذفات لسانه و فلتات كلامه مراجعة فكرة ومما خضته رأيه فكان لسان العاقل تابع لقلبه، وكأن قلب الأحقق تابع للسانه۔
سید رضی کہتے ہیں کہ یہ جملہ عجیب و پاکیزہ معنی کا حامل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عقلمند اُس وقت زبان کھولتا ہے جب دل میں سوچ بچار اور غور و فکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے، اس طرح گویا عقلمند کی زبان اُس کے دل کے تابع ہے، اور بیوقوف کا دل اُس کی زبان کا تابع ہے۔

(۴۱) وَقَدَرُوا عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا الْمَعْنَى بِلَفْظٍ آخَرَ، وَهُوَ قَوْلُهُ: قَلْبُ الْأَحْقَقِ فِي قَلْبِهِ، وَلِسَانُ الْعَاقِلِ فِي قَلْبِهِ، وَمَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ۔
(۴۱) یہی مطلب دوسرے لفظوں میں بھی حضرت سے مروی ہے اور وہ یہ کہ ”بیوقوف کا دل اُس کے منہ میں ہے اور عقلمند کی زبان اُس کے دل میں ہے۔“ بہر حال ان دووں جملوں کا مقصد ایک ہے۔

(۴۲) وَقَالَ لِبَعْضِ أَصْحَابِهِ فِي عِلْتِهِ اعْتَلَهَا: جَعَلَ اللَّهُ مَا كَانَ مِنْ شَكْوَاكَ حَطًّا لِسَيِّئَاتِكَ، فَإِنَّ الْمَرَضَ لَا أَجْرَ فِيهِ، وَلَكِنَّهُ يَحْطُ السَّيِّئَاتِ وَيُحْتَسِحَاتِ الْأَوْرَاقِ۔
اور اُنما الْأَجْرُ فِي الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ، وَالْعَمَلُ بِالْأَيْدِي وَالْأَقْدَامِ، وَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ يَدْخُلُ بِصِدْقِ النَّيَّةِ وَالسَّرِيرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ۔
وَقَالَ الرَضَى: وَأَقُولُ صَدَقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، إِنَّ الْمَرَضَ لَا أَجْرَ فِيهِ: لِأَنَّهُ مِنْ قَبِيلِ مَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ الْعَوَضُ لِأَنَّ الْعَوَضَ يَسْتَحِقُّ عَلَى مَا كَانَ فِي مَقَابِلَةِ فِعْلِ اللَّهِ تَعَالَى بِالْعَبْدِ مِنَ الْأَلَامِ وَالْأَمْرَاضِ وَمَا يَجْرِي مَجْرَى ذَلِكَ، وَالْأَجْرُ وَالشَّوَابُ يَسْتَحِقُّانِ عَلَى مَا كَانَ فِي مَقَابِلَةِ فِعْلِ الْعَبْدِ، فَبَيْنَهُمَا فَرْقٌ قَدْ بَيَّنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا يَقْتَضِيهِ عَلَيْهِ النَّاقِبُ وَرَأْيُهُ الصَّائِبُ۔
(۴۲) اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا: اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے مگر وہ گناہوں کو مٹاتا، اور انہیں اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ ہاں! ثواب اُس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے، اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاک دامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ حضرت نے سچ فرمایا کہ مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے کیونکہ مرض تو اس قسم کی چیزوں میں سے ہے جن میں عوض کا استحقاق ہوتا ہے اس لئے کہ عوض اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ جو امر عمل میں آئے جیسے دکھ، درد، بیماری وغیرہ۔ اس کے مقابلہ میں اسے ملتا ہے۔ اور اجر و ثواب وہ ہے کہ کسی عمل پر اُسے کچھ حاصل ہو۔ لہذا عوض اور ہے، اور اجر اور ہے اور اس فرق کو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے علم روشن اور رائے صائب کے مطابق بیان فرمادیا ہے۔

(۴۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِكْرِ حَبَابِ ابْنِ الْأَرْتِ: يَرْحَمُ اللَّهُ حَبَابَ بَنِ الْأَرْتِ فَلَقَدْ أَسْلَمَ رَاعِبًا، وَهَاجَرَ طَائِعًا، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللَّهِ، وَعَاشَ مُجَاهِدًا۔
(۴۳) حَبَابُ ابْنِ اَرْتِ كَرَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِكْرِ حَبَابِ ابْنِ اَرْتِ۔ حَبَابُ ابْنِ اَرْتِ پُر حُصْنِ اُپنی شامل حال فرمائے، وہ اپنی رضا مندی سے اسلام لائے اور بخوشی ہجرت کی اور ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی۔

حضرت حباب ابن ارت پیغمبر کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین اولین میں سے تھے۔ انہوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں، چلیاقتی دھوپ میں کھڑے کئے گئے، آگ پر لٹائے گئے، مگر کسی طرح پیغمبر اکرم کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآب کے ہمراہ رہے۔ صفین و نہر دان میں امیر المومنین کا ساتھ دیا۔ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت

اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ یہیں پر ۷۳ برس کی عمر میں ۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ امیر المومنین نے پڑھائی اور بیرون کوفہ دفن ہوئے اور حضرت نے یہ کلمات ترحم ان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمائے۔

(۴۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: طُوبَى لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ، وَعَمِلَ لِلْحَسَابِ، وَقَنَّعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللَّهِ۔
(۴۴) وقال عليه السلام: طوبى لمن ذكر الحساب وكتاب کے لئے عمل کیا ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ سے راضی و خوشنود رہا۔

(۴۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُومَ الْمُؤْمِنِ بِسَيْفِي هَذَا عَلَى أَنْ يُبْغِضَنِي مَا أَبْغَضَنِي، وَلَوْ صَبَّيْتُ الدُّنْيَا بِحِمَاتِهَا عَلَى الْمُنَافِقِ عَلَى أَنْ يُحِبَّنِي مَا أَحَبَّنِي، وَذَلِكَ أَنَّهُ قُضِيَ فَانْقَضَى عَلَى لِسَانِ النَّبِيِّ الْأَمِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: يَا عَلِيُّ! لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ۔
(۴۵) اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے، تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور اگر تمام متاع دنیا کافر کے آگے ڈھیر کر دوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو بھی وہ مجھے دوست رکھے، تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا۔ اس لئے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ہو گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اے علی! کوئی مومن تم سے دشمنی نہ رکھے گا، اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا۔

(۴۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: سَيِّئَةٌ تَسُوُّكَ خَيْرٌ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ۔
(۴۶) وہ گناہ جس کا تمہیں رنج ہو اللہ کے نزدیک اُس نیکی سے کہیں اچھا ہے جو تمہیں خود پسند بنا دے۔

جو شخص ارتکاب گناہ کے بعد ندامت و پشیمانی محسوس کرے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے تو وہ گناہ کی عقوبت سے محفوظ اور توبہ کے ثواب کا مستحق ہے اور جو نیک عمل بجالانے کے بعد دوسروں کے مقابلہ میں برتری محسوس کرتا ہے اور اپنی نیکی پر گھمنڈ کرتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ اب اس کے لئے کوئی کھٹکانہ نہیں رہا وہ اپنی نیکی کو برباد کر دیتا ہے اور حسن عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو توبہ سے معصیت کے داغ کو صاف کر چکا ہو وہ اس سے بہتر ہوگا جو اپنے غرور کی وجہ سے اپنے کئے کرائے کا ضائع کر چکا ہو اور توبہ کے ثواب سے بھی اُس کا دامن خالی ہو۔

(۴۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَدَّرَ الرَّجُلُ عَلَى قَدَرٍ هَيْبَتِهِ، وَصَدَّقَهُ عَلَى قَدَرٍ مُرُوَّتِيَّتِهِ، وَشَجَاعَتُهُ عَلَى قَدَرٍ أَنْفَتِهِ، وَعِفَّتُهُ عَلَى قَدَرٍ غَيْرَتِهِ۔
(۴۷) انسان کی جتنی ہمت ہو، اتنی ہی اُس کی قدر قیمت ہے اور جتنی مروّت اور جوان مردی ہوگی اتنی ہی راست گوئی ہوگی اور جتنی حمیت و خودداری ہوگی اتنی ہی شجاعت ہوگی اور جتنی غیرت ہوگی اتنی ہی پاک دامنی ہوگی۔

(۴۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الظُّفْرُ بِالْحَزْمِ وَالْحَزْمُ بِإِحَالَةِ الرَّأْيِ، وَالرَّأْيُ بِتَحْصِينِ الْأَسْرَارِ۔
(۴۸) کامیابی دور اندیشی سے وابستہ ہے اور دور اندیشی فکر و تدبیر کو کام میں لانے سے، اور تدبیر بھیدوں کو چھپا کر رکھنے سے۔

(۴۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَحْذَرُوا صَوْلَةَ الْكَرِيمِ إِذَا جَاعَ، وَاللَّيْمِ إِذَا شَبِعَ۔
(۴۹) بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے کے حملہ سے ڈرتے رہو۔

مطلب یہ ہے کہ باعزت و باوقار آدمی کبھی ذلت و توہین گوارا نہیں کرتا۔ اگر اس کی عزت و وقار پر حملہ ہوگا تو وہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹے گا اور ذلت کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دے گا اور اگر ذلیل و کم ظرف کو اس کی حیثیت سے بڑھا دیا جائے تو اُس کا ظرف چمک اٹھے گا اور وہ اپنے کو بلند مرتبہ خیال کرتے ہوئے دوسروں کے وقار پر حملہ آور ہوگا۔

(۵۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قُلُوبُ الرِّجَالِ (۵۰) لوگوں کے دل صحرائی جانور ہیں، جو اُن کو سدھائے وَحْشِيَّةٌ فَمَنْ تَأَلَّفَهَا أَقْبَلَتْ عَلَيْهِ۔
گا اُس کی طرف بھکیں گے۔

اس قول سے اس نظریہ کی تائید دیتی ہے کہ انسانی قلوب اصل فطرت کے لحاظ سے وحشت پسند واقع ہوئے ہیں اور ان میں انس و محبت کا جذبہ ایک اکتسابی جذبہ ہے۔ چنانچہ جب انس و محبت کے دوائی واسباب پیدا ہوتے ہیں تو وہ مانوس ہو جاتے ہیں اور جب اس کے دوائی ختم ہو جاتے ہیں یا اس کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو وحشت کی طرف عود کر جاتے ہیں اور پھر بڑی مشکل سے محبت و استغاثہ کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔

مرجان دِلے را کہ ایں مرغ وحشی زباے کہ برخواست مشکل نشیند

(۵۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: عَيْبُكَ مَسْتُورٌ مَا أَسْعَدَكَ جَدُّكَ۔
(۵۱) جب تک تمہارے نصیب یاد رہیں تمہارے عیب ڈھکے ہوئے ہیں۔

(۵۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَوَّلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ أَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوبَةِ۔
(۵۲) معاف کرنا سب سے زیادہ اُسے زیب دیتا ہے جو سزا دینے پر قادر ہو۔

(۵۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: السَّخَاءُ مَا كَانَ ابْتِدَاءً فَمَا مَا كَانَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَحَيَاءٌ وَتَدَمُّهُمْ۔
(۵۳) سخاوت وہ ہے جو بن مانگے ہو، اور مانگے سے دینا یا شرم ہے یا بدگوئی سے بچنا۔

(۵۴) وقال عليه السلام: لَا غِنَى كَالْعَقْلِ، وَلَا فَقْرٌ كَالْجَهْلِ، وَلَا مِيرَاثٌ كَالْأَدَبِ، وَلَا ظَهِيرٌ كَالْمَشَاوَرَةِ۔ (۵۴) عقل سے بڑھ کر کوئی ثروت نہیں اور جہالت سے بڑھ کر کوئی بے مائیگی نہیں۔ ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں اور مشورہ سے زیادہ کوئی چیز معین و مددگار نہیں۔

(۵۵) وقال عليه السلام: الصَّبْرُ صَبْرَانِ: الصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلَى مَا تَكْرَهُ، وَصَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ۔ (۵۵) صبر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ناگوار باتوں پر صبر، دوسرے پسندیدہ چیزوں سے صبر۔

(۵۶) وقال عليه السلام: الْغِنَى فِي الْغُرْبَةِ وَطَنٌ، وَالْفَقْرُ فِي الْوَطَنِ غُرْبَةٌ۔ (۵۶) دولت ہو تو پر دیس میں بھی دیس ہے اور مفلسی ہو تو اگر انسان صاحب دولت ہو تو وہ جہاں کہیں ہوگا، اُسے دوست و آشنا مل جائیں گے۔ جس کی وجہ سے اُسے پر دیس میں مسافرت کا احساس نہ ہوگا اور اگر فقیر و نادار ہو تو اُسے وطن میں بھی دوست و آشنا میسر نہ ہوں گے۔ کیونکہ لوگ غریب و نادار سے دوستی قائم کرنے کے خواہش مند نہیں ہوتے اور نہ اس سے تعلقات بڑھانا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے وہ وطن میں بھی بے وطن ہوتا ہے اور کوئی اس کا شناسا و پرسان حال نہیں ہوتا۔

آزما کہ بر مراد جہاں نیست دسترس در زادو یوم خویش غریب است و ناشاخت

(۵۷) وقال عليه السلام: الْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ۔ (۵۷) قناعت وہ سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہو سکتا۔

(قال الرضی: وقد روى هذا الكلام عن النبي صلى الله عليه واله وسلم) ”علامہ رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مروی ہے۔“

قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جو میسر ہو اس پر خوش و خرم رہے اور کم ملنے پر کبیدہ خاطر و شاک نہ ہو اور اگر تھوڑے پر مطمئن نہیں ہوگا تو رشوت، خیانت اور مکر و فریب ایسے خمرات اخلاقی کے ذریعہ اپنے دامن حرص کو بھرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ حرص کا تقاضا ہی یہ ہے کہ جس طرح بن پڑے خواہشات کو پورا کیا جائے اور ان خواہشات کا سلسلہ کہیں پر رکنے نہیں پاتا۔ کیونکہ ایک خواہش کا پورا ہونا دوسری خواہش کی تہدید بن جایا کرتا ہے اور جوں جوں انسان کی خواہشیں کامیابی سے ہم کنار ہوتی ہیں اس کی احتیاج بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس لئے کبھی بھی محتاجی و بے اطمینانی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر اس بڑھتی ہوئی خواہش کو روکا جاسکتا ہے تو وہ صرف قناعت سے کہ جو ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ ہر ضرورت سے مستغنی بنا دیتی ہے اور وہ لازوال سرمایہ ہے جو ہمیشہ کے لئے فارغ البال کر دیتا ہے۔

(۵۸) وقال عليه السلام: الْمَالُ مَادَّةٌ الشَّهَوَاتِ۔ (۵۸) مال نفسانی خواہشوں کا سرچشمہ ہے۔

(۵۹) وقال عليه السلام: مَنْ حَدَرَكَ زَبَانٌ أَيْكَ إِيَادِرْنَدَهْ هَيْ كَهْ أْكَرْ أَسْ كَهْلَا چھوڑ دیا جائے، تو پھاڑ کھائے۔

(۶۰) وقال عليه السلام: اللِّسَانُ سَبْعٌ إِنْ خُلِيَ عَنْهُ عَقْرٌ۔ (۶۰) زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے، تو پھاڑ کھائے۔

(۶۱) وقال عليه السلام: الْمَرْأَةُ عَقْرَبٌ خُلُوَّةٌ اللَّيْسَةِ۔ (۶۱) عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کے لپٹنے میں بھی مزہ آتا۔

(۶۲) وقال عليه السلام: إِذَا حُبِّتَ بِتَحِيَّةٍ فَحُبِّي بِأَحْسَنَ مِنْهَا، وَإِذَا أُسْدِيَتْ إِلَيْكَ يَدٌ فَكَافِنَهَا بِمَا يُرَبِّي عَلَيْهَا، وَالْفَضْلُ مَعَ ذَلِكَ لِلْبَادِي۔ (۶۲) جب تم پر سلام کیا جائے، تو اُس سے اچھے طریقہ سے جواب دو، اور جب تم پر کوئی احسان کرے تو اُس سے بڑھ چڑھ کر بدلہ دو، اگرچہ اس صورت میں بھی فضیلت پہل کرنے والے ہی کے لئے ہوگی۔

(۶۳) وقال عليه السلام: الشَّفِيعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ۔ (۶۳) سفارش کرنے والا امیدوار کے لئے بمنزلہ پر دبال کے ہوتا ہے۔

(۶۴) وقال عليه السلام: أَهْلُ الدُّنْيَا كَرَكِبٍ يُسَارِبُهُمْ وَهُمْ نِيَامٌ۔ (۶۴) دنیا والے ایسے سواروں کے مانند ہیں جو سو رہے ہیں اور سفر جاری ہے۔

(۶۵) وقال عليه السلام: فَقْدُ الْأَجِبَةِ غُرْبَةٌ۔ (۶۵) دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی ہے۔

(۶۶) وقال عليه السلام: فَوْتُ الْحَاجَةِ أَهْوَنُ مِنْ طَلِبِهَا إِلَى غَيْرِ أَهْلِيهَا۔ (۶۶) مطلب کا ہاتھ سے چلا جانا نا اہل کے آگے ہاتھ پھیلانے سے آسان ہے۔

نا اہل کے سامنے حاجت پیش کرنے سے جو شرمندگی حاصل ہوتی ہے وہ محرومی کے اندوہ سے کہیں زیادہ روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے مقصد سے محرومی کو برداشت کیا جاسکتا ہے مگر ایک دنی و فر و مایہ کی زیر باری ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر باحیث انسان نا اہل کے ممنون احسان ہونے سے اپنی حرمان نصیبی کو ترجیح دے گا، اور کسی پست و دنی کے آگے دست سوال دراز کرنا گوارا نہ کرے گا۔

(۶۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَسْتَحْ مِنْ عِطَاءِ الْقَبِيلِ، فَإِنَّ الْحَرَمَانَ أَقْلُ مِنْهُ۔
(۶۸) تُوِاس سے بھی گری ہوئی بات ہے۔

(۶۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْعَفَافُ زِينَةُ الْفَقْرِ، وَالشُّكْرُ زِينَةُ الْغِنَى۔
(۶۹) عفت فقر کا زیور ہے، اور شکر دولت مندی کی زینت ہے۔

(۶۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا لَمْ يَكُنْ مَا تُرِيدُ فَلَا تَبَلَّ مَا كُنْتَ۔
(۷۰) اگر حسبِ منشا تمہارا کام نہ بن سکے تو پھر جس حالت میں ہو گئے رہو۔

(۷۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَرَى الْجَهْلَ إِلَّا مُفْرَطًا أَوْ مُفْرَطًا۔
(۷۱) جاہل کو نہ پاؤ گے مگر یا حد سے آگے بڑھا ہوا، اور یا اس سے بہت پیچھے۔

(۷۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ۔
(۷۲) جب عقل بڑھتی ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں۔

بسیار گوی پریشان خیالی کا، اور پریشان خیالی عقل کی خامی کا نتیجہ ہوتی ہے اور جب انسان کی عقل کامل اور فہم پختہ ہوتا ہے تو اس کے ذہن اور خیالات میں توازن پیدا ہو جاتا ہے اور عقل دوسرے قوائے بدنہ کی طرح زبان پر بھی تسلط و اقتدار حاصل کر لیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں زبان عقل کے تقاضوں سے ہٹ کر اور بے سوچے سمجھے کھانا گوارا نہیں کرتی اور ظاہر کے بعد جو کلام ہوگا وہ مختصر اور زوائد سے پاک ہوگا۔

مرو چوں عقلش بفراسید بکا بد درخشاں
تانیہ بد فرصت گفتار نکشاید دہن

(۷۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الدَّهْرُ يَخْلُقُ الْآبْدَانَ، وَيَجِدُّ الْأَمَالَ، وَيُقَرِّبُ الْمَنِيَّةَ، وَيُبَاعِدُ الْأَمَنِيَّةَ: مَنْ ظَفِرَ بِهِ نَصَبٌ، وَمَنْ فَاتَهُ تَعَبٌ۔
(۷۳) زمانہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ اور آرزوؤں کو تروتازہ کرتا ہے۔ موت کو قریب اور آرزوؤں کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ سے کچھ پالیتا ہے، وہ بھی رنج سہتا ہے اور جو کھودیتا ہے وہ تو دکھ بھیتا ہی ہے۔

(۷۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلنَّاسِ إِمَامًا فَلْيَبْدَأْ بِتَعْلِيمِ نَفْسِهِ قَبْلَ تَعْلِيمِ غَيْرِهِ، وَلْيَكُنْ تَأْدِيبُهُ بِسِيرَتِهِ قَبْلَ دِينِهِ۔
(۷۴) جو لوگوں کا پیشوا بننا چاہے تو اسے دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنے کو تعلیم دینا چاہئے اور زبان سے درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت و کردار سے تعلیم دینا چاہئے۔

تَأْدِيبُهُ بِلِسَانِهِ، وَمُعَلِّمٌ نَفْسِهِ وَمُؤَدِّبُهَا أَحَقُّ بِالْإِجْلَالِ مِنَ مُعَلِّمِ النَّاسِ وَمُؤَدِّبِهِمْ۔
اور جو اپنے نفس کو تعلیم و تادیب کر لے وہ دوسروں کی تعلیم و تادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔

(۷۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: نَفْسُ الْمَرْءِ خُطَاةٌ إِلَى أَجْلِهِ۔
(۷۵) انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو اسے موت کی طرف بڑھائے جا رہا ہے۔

یعنی جس طرح ایک قدم مٹ کر دوسرے قدم کے لئے جگہ خالی کرتا ہے اور یہ قدم فرسائی منزل کے قرب کا باعث ہوتی ہے یوں ہی زندگی کی ہر سانس پہلی سانس کے لئے پیغامِ فانی کر کاروانِ زندگی کو موت کی طرف بڑھائے لے جاتی ہے۔ گویا جس سانس کو آمد کو پیغامِ حیات سمجھا جاتا ہے وہی سانس زندگی کے ایک لمحے کے فنا ہونے کی علامت اور منزلِ موت سے قرب کا باعث ہوتی ہے کیونکہ ایک سانس کی حیات دوسری سانس کے لئے موت ہے اور انہی فنا بردوش سانسوں کے مجموعے کا نام زندگی ہے۔

ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے میت فانی
زندگی نام ہے مَر مَر کے جیئے جانے کا

(۷۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُلُّ مَعْدُودٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ آتٍ۔
(۷۶) جو چیز شمار میں آئے اُسے ختم ہونا چاہئے اور جسے آنا چاہئے وہ آکر رہے گا۔

(۷۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ الْأُمُورَ إِذَا أُشْتَبِهَتْ أُعْتَبِرَ آخِرُهَا بِأَوَّلِهَا۔
(۷۷) جب کسی کام میں اچھے بُرے کی پہچان نہ رہے تو آخر کو دیکھ کر انجام کو پہچان لینا چاہئے۔

ایک بچہ کو دیکھ کر کاشکار یہ حکم لگا سکتا ہے کہ اس سے کونسا درخت پیدا ہوگا۔ اس کے پھل پھول اور پتے کیسے ہوں گے۔ اس کا پھیلاؤ اور بڑھاؤ کتنا ہوگا۔ اسی طرح ایک طالب علم کی سعی و کوشش کو دیکھ کر اس کی کامیابی پر، اور دوسرے کی آرام طلبی و غفلت کو دیکھ کر اس کی ناکامی پر حکم لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اوائل و آخر کے اور مقدمات نتائج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لہذا کسی چیز کا انجام بھائی نہ دیتا ہو تو اس کی ابتدا کو دیکھا جائے۔ اگر ابتداء بُری ہوگی تو انتہا بھی بُری ہوگی اور اگر ابتداء اچھی ہوگی تو انتہا بھی اچھی ہوگی۔ ع

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا

(۷۷) وَمَنْ خَبِرَ ضَرَارَ بْنِ ضَمْرَةَ الضَّبَائِيَّ عِنْدَ دُخُولِهِ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَمَسْأَلَتْهُ لَهُ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ قَالَ: أَنَّهُمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ شَهَادَاتٌ دِينًا هُوَ فِيهِمْ فَاشْهَدْ لِقَدَرِ رَأْيِهِ فِي بَعْضِ مَوَاقِفِهِ وَقَدْ

أَرْحَى اللَّيْلُ سُدُولَهُ وَهُوَ قَائِمٌ فِي
مَحْرَابِهِ قَابِضٌ عَلَى لَحْيَتِهِ يَتَمَلَّلُ
تَمَلَّلُ السَّلِيمُ يَبْكِي بَكَاءَ الْحَزِينِ
وَيَقُولُ:

يَا دُنْيَا يَا دُنْيَا، إِلَيْكَ عَنِّي، أَبِي تَعَرَّضْتَ؟
أَمْ إِلَيَّ تَشَوَّقْتَ؟ لَا حَانَ حَيْنُكَ هِيَهَاتَ!
عُرِّي غَيْرِي، لَا حَاجَةَ لِي فِيكَ، قَدْ
طَلَقْتُكَ ثَلَاثًا لَا رَجْعَةَ فِيهَا! فَعَيْشُكَ
قَصِيرٌ، وَخَطَرُكَ يَسِيرٌ، وَأَمْلُكَ حَقِيرٌ - آه
مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، وَطُولِ الطَّرِيقِ، وَبُعْدِ
السَّفَرِ، وَعَظِيمِ الْوَرْدِ -

اس روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب معاویہ نے ضرار کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اُس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور کہنے لگا کہ خدا ابو
اُحسن پر رحم کرے وہ واقعتاً ایسے ہی تھے، پھر ضرار سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ضرار ان کی مفارقت میں تمہارے رنج و اندوہ کی کیا حالت
ہے۔ ضرار نے کہا کہ بس یہ سمجھ لو کہ میرا غم اتنا ہی ہے جتنا اُس ماں کا ہوتا ہے کہ جس کی گود میں اُس کا اکلوتا بچہ ذبح کر دیا جائے۔

(۷۸) وَمَنْ كَلَامٌ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (لِلْسَائِلِ
الشَّامِي) الْبَاسْأَلَهُ: أَكُنْ مَسِيرًا إِلَى الشَّامِ
بِقَضَاءِ مَنْ اللَّهُ وَقَدَرٌ؟

بعد کلام طویل لہذا مختارہ۔
وَيَحْكُ! لَعَلَّكَ ظَنَنْتَ قَضَاءَ لَا زَمًا
وَقَدَرًا حَاتِمًا، وَلَوْ كَانَ (ذَلِكَ) كَذَلِكَ
لَبَطَلَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ وَسَقَطَ الْوَعْدُ
وَالْوَعْدُ إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ أَمَرَ عِبَادَهُ
تَخْيِيرًا وَنَهَاهُمْ تَحْذِيرًا، وَكَفَّلَ
يَسِيرًا، وَلَمْ يَكْفَلْ عَسِيرًا، وَأَعْطَى
عَلَى الْقَلِيلِ كَثِيرًا، وَلَمْ يَعْصِ مَغْلُوبًا،

(۷۸) ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا
کہ کیا ہمارا اہل شام سے لڑنے کیلئے جانا قضا و قدر تھا؟ تو آپ
نے ایک طویل جواب دیا جس کا ایک منتخب حصہ یہ ہے۔

خدا تم پر رحم کرے شاید تم نے حتیٰ و لازمی قضا و قدر سمجھ لیا ہے
(کہ جس کے انجام دینے پر ہم مجبور ہیں) اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ
ثواب کا کوئی سوال پیدا ہوتا نہ عذاب کا، نہ وعدے کے کچھ معنی
رہتے نہ وعید کے۔ خداوند عالم نے تو بندوں کو خود مختار بنا کر
مامور کیا ہے اور (عذاب سے) ڈراتے ہوئے نبی کی ہے۔
اُس نے سہل و آسان تکلیف دی ہے اور دشواریوں سے
بچائے رکھا ہے وہ تھوڑے کئے پر زیادہ اجر دیتا ہے۔ اسکی
نافرمانی اسلئے نہیں ہوتی کہ وہ دب گیا ہے اور نہ اس کی
اطاعت اسلئے کی جاتی ہے کہ اُس نے مجبور کر رکھا ہے اس نے

وَلَمْ يُطْعَمْ مَكْرَهًا، وَلَمْ يُرْسَلِ الْآنَبِيَاءُ
لَعِبًا، وَلَمْ يُنْزَلِ الْكِتَابُ لِلْعِبَادِ عِبَاءً، وَلَا
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
بَاطِلًا وَ (ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ
لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ -

اس روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ پھر اس شخص نے کہا کہ وہ کون سی قضاء و قدر تھی جس کی وجہ سے ہمیں جانا پڑا۔ آپ نے کہا کہ قضا کے
معنی حکم باری کے ہیں جیسا کہ اُس کا ارشاد ہے وقضی دبتك الاتعبد والا ایلا ”اور تمہارے پروردگار نے تو حکم دے دیا ہے کہ اُس
کے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا۔“ یہاں پر قضی بمعنی امر ہے۔

(۷۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خُذِ الْحِكْمَةَ
أَنْتَى كَانَتْ فَإِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُونُ فِي صَدْرِ
الْمُنَافِقِ فَتَلْجُلُهُ فِي صَدْرِهِ حَتَّى تَخْرُجَ
فَتَسْكُنَ إِلَى صَوَاحِبِهَا فِي صَدْرِ الْمُؤْمِنِ -

(۸۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ
الْمُؤْمِنِ، فَخُذِ الْحِكْمَةَ وَلَوْ مِنْ أَهْلِ النِّفَاقِ -

(۸۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ
مَا يُحْسِنُهُ -

قال الرضی: وهی الکلمة التي لا تصاب لها
قيمة، ولا توزن بها حکمته ولا تقون إليها
کلمة -

انسان کی حقیقی قیمت اس کا جوہر عمل و کمال ہے۔ وہ علم و کمال کی جس بلندی پر فائز ہوگا اسی کے مطابق اُس کی قدر و منزلت ہوگی۔
چنانچہ جو ہر شناس نگاہیں شکل و صورت، بلندی قد و قامت اور ظاہری جاہ و حشمت کو نہیں دیکھتیں بلکہ انسان کے ہنر کو دیکھتی ہیں اور اسی ہنر
کے لحاظ سے اس کی قیمت ٹھہراتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کو اکتساب فضائل و تحصیل علم و دانش میں جدوجہد کرنا چاہئے۔

زآنکہ ہر کس را بقدر دانش او قیمت است

(۸۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَوْصِيكُمْ
(۸۲) تمہیں ایسی پانچ باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے کہ

بِحَمْسٍ لَوْ ضَرَبْتُمْ إِلَيْهَا أَبَاطَ الْإِبِلِ لَكَانَتْ لِدَلِكْ أَهْلًا: لَا يَرْجُونَ أَحَدًا مِنْكُمْ إِلَّا رَبَّهُ، وَلَا يَخَافُونَ إِلَّا ذَنْبَهُ وَلَا يَسْتَحِينُ أَحَدًا (مِنْكُمْ) إِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ أَنْ يَقُولَ لَا أَعْلَمُ، وَلَا يَسْتَحِينُ أَحَدًا إِذَا لَمْ يَعْلَمْ الشَّيْءَ أَنْ يَتَعَلَّمَهُ - وَعَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ فَإِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْإِيمَانِ كَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ، وَلَا خَيْرَ فِي جَسَدٍ لَا رَأْسَ مَعَهُ، وَلَا فِي إِيمَانٍ لَا صَبْرَ مَعَهُ.

اگر انہیں حاصل کرنے کے لئے اذنیوں کو ایڑ لگا کر تیز ہنکاؤ تو وہ اسی قابل ہوں گی۔ تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس نہ لگائے، اور اس کے گناہ کے علاوہ کسی شے سے خوف نہ کھائے اور اگر تم میں سے کسی سے کوئی ایسی بات پوچھ جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا اور اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا تو اس کے سیکھنے میں شرمائے نہیں، اور صبر و شکیبائی اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے، یونہی ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں۔ ہر را صبر نیست ایمان نیست۔

(۸۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لِيَجْلِيَ أَفْرَطُ فِي التَّنَاءِ عَلَيْهِ، وَكَانَ لَهُ مَتْنَبًا: أَنَا دُونَ مَا تَقُولُ وَفَوْقَ مَا فِي نَفْسِكَ.

(۸۳) ایک شخص نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی حالانکہ وہ آپ سے عقیدت و ارادت نہ رکھتا تھا تو آپ نے فرمایا جو تمہاری زبان پر ہے میں اس سے کم ہوں اور تمہارے دل میں اسے زیادہ ہوں۔

(۸۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: بَقِيَّةُ السَّيْفِ أَبْقَى عَدَدًا أَكْثَرُ وَلَدًا.

(۸۴) تلوار سے بچے کچے لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں اور اُن کی نسل زیادہ رہتی ہے۔

(۸۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ تَرَكَ قَوْلَ "لَا أَدْرِي" أَصِيبَتْ مَقَاتِلُهُ.

(۸۵) جس کی زبان پر کبھی یہ جملہ نہ آئے کہ "میں نہیں جانتا" تو وہ چوٹ کھانے کی جگہوں پر چوٹ کھا کر رہتا ہے۔

(۸۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَأَى الشَّيْخَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ جَلْدِ الْغُلَامِ وَرَوَى "مَنْ مَشَهُدُ الْغُلَامِ".

(۸۶) بوڑھے کی رائے مجھے جوان کی ہمت سے زیادہ پسند ہے (ایک روایت میں یوں ہے کہ بوڑھے کی رائے مجھے جوان کے خطرہ میں ڈلے رہنے سے زیادہ پسند ہے)

(۸۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: عَجِبْتُ لِمَنْ يَقْنَطُ وَمَعَهُ الْإِسْتِغْفَارُ.

(۸۷) اُس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جو توبہ کی گنجائش کے ہوتے ہوئے مایوس ہو جائے۔

(۸۸) وَحَكَى عَنْهُ أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْبَاقِرُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِنَّهُ قَالَ:

كَانَ فِي الْأَرْضِ أَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ وَقَدْ رَفَعَ أَحَدُهُمَا فَذُوقْتُمْ الْآخَرَ فَتَسْكُوا بِهِ: أَمَّا الْأَمَانُ الَّذِي رَفَعَ فَهُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا الْأَمَانُ الْبَاقِي فَالْإِسْتِغْفَارُ - قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - (وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ)

قال الرضی: ولهذا من محاسن الاستخراج ولطائف الاستنباط۔

(۸۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَصْلَحَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ أَصْلَحَ اللَّهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ: وَمَنْ أَصْلَحَ أَمْرَ آخِرَتِهِ أَصْلَحَ اللَّهُ لَهُ أَمْرَ دُنْيَا، وَمَنْ كَانَ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ وَاعِظَ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ.

(۹۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْفَقِيهُ كُلُّ الْفَقِيهِ مَنْ لَمْ يَقْنَطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ، وَلَمْ يُؤْسِسْهُمْ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ، وَلَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَكْرِ اللَّهِ.

(۹۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ - فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكْمِ.

(۸۸) ابو جعفر محمد ابن علی الباقر علیہما السلام نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا۔

دنیا میں عذاب خدا سے دو چیزیں باعث امان تھیں، ایک اُن میں سے اٹھ گئی، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے۔ لہذا اُسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھائی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا "اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم اُن میں موجود ہو" اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اُتارے گا جبکہ یہ لوگ توبہ و استغفار کر رہے ہوں گے۔

سید رضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ بہترین استخراج اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے۔

(۸۹) جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو ٹھیک رکھا، تو اللہ اس کے اور لوگوں کے معاملات سلجھائے رکھے گا اور جس نے اپنی آخرت کو سنوار لیا، تو خدا اُس کی دنیا بھی سنوار دے گا اور جو خود اپنے آپ کو وعظ و پند کر لے، تو اللہ کی طرف سے اُس کی حفاظت ہوتی رہے گی۔

(۹۰) پورا عالم و دانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے ناامید نہ کرے، اور نہ انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کر دے۔

(۹۱) یہ دل بھی اُسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اکتا جاتے ہیں۔ لہذا (جب ایسا ہو تو) اُن کے لئے لطیف حکیمانہ نکات تلاش کرو۔

(۹۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَوْضَعُ الْعِلْمَ مَا وَقَفَ عَلَى اللِّسَانِ؛ وَأَرْفَعَهُ مَا ظَهَرَ فِي الْجَوَارِحِ وَالْأَرْكَانِ۔

(۹۳) تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ”اے اللہ! میں تجھ

سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں۔“ اسلئے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو، بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کر نیوالے فتنوں سے پناہ مانگے، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے ”اور اس بات کو جانے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے“ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعہ آزماتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی روزی پر چین جبیں ہے اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ، اُن کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے۔ لیکن یہ آزمائش اسلئے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض اولاد نرینہ کو چاہتے ہیں اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ اُن عجیب و غریب باتوں میں سے ہے جو تفسیر کے سلسلہ میں آپ سے وارد ہوئی ہیں۔

(۹۳) وقال عليه السلام:

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ، لِأَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى فِتْنَةٍ وَلَكِنْ مَنْ اسْتَعَاذَ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ؛ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: (وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَمَعْنَى ذَلِكَ أَنَّهُ يَخْتَبِرُهُمْ بِأَمْوَالٍ وَالْأَوْلَادِ لِيَتَبَيَّنَ السَّاحِطُ لِرِزْقِهِ، وَالرَّاضِيَ بِقِسْمِهِ، وَإِنْ كَانَ سُبْحَانَهُ أَعْلَمَ بِهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَلَكِنْ لِيُظْهَرَ الْأَفْعَالُ الَّتِي بِهِمَا يُسْتَحَقُّ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ لِأَنَّ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ الدُّكُورَ وَيَكْرَهُ الْإِنَاثَ، وَبَعْضُهُمْ يُحِبُّ تَتْيِيرَ الْمَالِ وَيَكْرَهُ انْتِلَامَ الْحَالِ۔

قال الرضی: وهذا من غریب ما سمع منه فی التفسیر۔

(۹۴) آپ سے دریافت کیا گیا، کہ نیکی کیا چیز ہے؟ تو

آپ نے فرمایا کہ نیکی یہ نہیں کہ تمہارے مال و اولاد میں فراوانی ہو جائے بلکہ خوبی یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو۔ اب اگر اچھا کام کرو، تو اللہ کا شکر بجالاؤ، اور اگر کسی بُرائی کا ارتکاب کرو تو توبہ و استغفار کرو، اور دنیا میں صرف دو شخصوں کے لئے بھلائی ہے۔ ایک وہ جو گناہ

(۹۴) وسئل عن الخیر ما هو؟ فقال لیس الخیر أن یكثر مالک وولّدک ولكن الخیر أن یكثر علمک و(أن) یعظم حلمک، وأن تباهی الناس بعبادة ربک، فإن أحسنت حمدت لله، وإن أسأت استغفرت الله؛ ولا خیر فی الدنیا إلا لرجلین: رجل

أَذْنَبَ ذُنُوبًا فَهُوَ يَتَدَارَكُهَا بِالتَّوْبَةِ، وَرَجُلٌ يُسَارِعُ فِي الْخَيْرَاتِ۔

(۹۵) وقال عليه السلام: لَا يَقِلُّ عَمَلٌ مَعَ التَّقْوَى؛ وَكَيْفَ يَقِلُّ مَا يَتَقَبَّلُ؟

(۹۶) وقال عليه السلام: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِالْأَنْبِيَاءِ أَعْلَمُهُمْ بِمَا جَاءَ وَابِهِ، ثُمَّ تَلَى: (إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا)، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ مَنْ أَطَاعَ اللَّهَ وَإِنْ بَعُدَتْ لِحِمَّتُهُ وَإِنْ عَدُوٌّ مُحَمَّدٍ مَنْ عَصَى اللَّهَ وَإِنْ قُرْبَتْ قَرَابَتُهُ۔

(۹۷) وَقَدْ سَمِعَ رَجُلًا مِنَ الْحَرَوْرِيَةِ يَتَهَجَّدُ وَيَقْرَأُ، فَقَالَ: نَوْمٌ عَلَى يَقِينٍ خَيْرٌ مِنْ صَلَوةٍ فِي شَكٍّ۔

(۹۸) وقال عليه السلام: اعْقِلُوا الْخَيْرَ إِذَا سَمِعْتُمُوهُ عَقْلٌ رَعِيَّةٌ لَا عَقْلَ رَوَايَةٍ؛ فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ، وَرُعَاةُ قَلِيلٌ۔

(۹۹) وسمع رجلا يقول: (إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ قَوْلَنَا (إِنَّا لِلَّهِ) إِقْرَارٌ عَلَى أَنْفُسِنَا بِالْمَلِكِ، وَقَوْلُنَا (وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) إِقْرَارٌ عَلَى أَنْفُسِنَا بِالْهَلَكِ۔

کرے تو توبہ سے اُس کی تلافی کرے اور دوسرا وہ جو نیک کاموں میں تیز گام ہو۔

(۹۵) جو عمل تقویٰ کیساتھ انجام دیا جائے وہ تھوڑا نہیں سمجھا جاسکتا اور مقبول ہونیوالا عمل تھوڑا کیونکر ہو سکتا ہے۔

(۹۶) انبیاء سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ جو اُن کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہوں (پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی) ابراہیم سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو تھی، جو اُن کے فرمانبردار تھے اور اب اس نبی اور ایمان لانے والوں کو خصوصیت ہے (پھر فرمایا) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ اُن سے کوئی قربت نہ رکھتا ہو اور اُن کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے، اگرچہ نزدیکی قربت رکھتا ہو۔

(۹۷) ایک خارجی کے متعلق آپ نے سنا کہ وہ نماز شب پڑھتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو آپ نے فرمایا یقین کی حالت میں سونا شک کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۹۸) جب کوئی حدیث سنو تو اُسے عقل کے معیار پر رکھو، صرف نقل پر بس نہ کرو، کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں اور اس میں غور و فکر کرنے والے کم ہیں۔

(۹۹) ایک شخص کو اِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اُس کی طرف پلٹنا ہے) کہتے سنا تو فرمایا کہ ہمارا یہ کہنا کہ ”ہم اللہ کے ہیں“ اس کے ملک ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ ”ہمیں اُسی کی طرف پلٹنا ہے“ یہ اپنے لئے فنا کا اقرار ہے۔

(۱۰۰) ومدح تو م فی وجهه، فقال: اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَعْلَمُ بِي مِنْ نَفْسِي، وَأَنَا أَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْهُمْ اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا خَيْرًا مِمَّا يَظُنُّونَ، وَاعْفِرْ لَنَا مَا لَا يَعْلَمُونَ۔

(۱۰۰) کچھ لوگوں نے آپ کے روبرو آپ کی مدح و ستائش کی تو فرمایا اے اللہ! تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے، اور اُن لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کو میں پہنچاتا ہوں۔ اے خدا جو اُن لوگوں کا خیال ہے ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور ان (غرضوں) کو بخش دے جن کا انہیں علم نہیں۔

(۱۰۱) وقال عليه السلام: لَا يَسْتَقِيمُ قَضَاءُ الْحَوَائِجِ إِلَّا بِثَلَاثٍ: بِاسْتِصْغَارِهَا لِتَعْظُمَ، وَبِاسْتِكْتِمَائِهَا لِتُظْهَرَ، وَبِتَعْيِيلِهَا لِتَهْنُو۔

(۱۰۱) حاجت روائی تین چیزوں کے بغیر پائدار نہیں ہوتی۔ اُسے چھوٹا سمجھا جائے تاکہ وہ بڑی قرار پائے، اُسے چھپایا جائے تاکہ وہ خود بخود ظاہر ہو، اور اُس میں جلدی کی جائے تاکہ وہ خوش گوار ہو۔

(۱۰۲) وقال عليه السلام: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُقَرَّبُ فِيهِ إِلَّا الْهَاجِلُ، وَلَا يُطَرَفُ فِيهِ إِلَّا الْفَاجِرُ وَلَا يُضَعَّفُ فِيهِ إِلَّا الْمُنْصِفُ: يَعْدُونَ الصَّدَقَةَ غَرْمًا، وَصَلَةَ الرَّحِمِ مَنًا، وَالْعِبَادَةَ اسْتِطَالَةً عَلَى النَّاسِ فَعِنْدَ ذَلِكَ يَكُونُ السُّلْطَانُ بِشُورَةِ النِّسَاءِ وَإِمَارَةُ الصِّبْيَانِ وَتَذْيِيرُ الْخَصِيَانِ۔

(۱۰۲) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں وہی بارگاہوں میں مقرب ہوگا جو لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا ہو، اور وہی خوش مذاق سمجھا جائے گا جو فاسق و فاجر ہو اور انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا۔ صدقہ کو لوگ خسارہ، اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے اور عبادت لوگوں پر تفوق جتانے کیلئے ہوگی۔ ایسے زمانہ میں حکومت کا دار و مدار عورتوں کے مشورے، نوخیز لڑکوں کی کارفرمائی، اور خواجہ سراؤں کی تدبیر و رائے پر ہوگا۔

(۱۰۳) ورئى عليه إزار خلق مرقوع فقيل له فى ذلك، فقال:- يَخْشَعُ لَهُ الْقَلْبُ، وَتَذِلُّ بِهِ النَّفْسُ، وَيَقْتَدِي بِهِ الْمُؤْمِنُونَ إِنَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ عَدُوَانِ مُتَفَاوَتَانِ، وَسَبِيلَانِ مُخْتَلِفَانِ: فَمَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَتَوَلَّاهَا أَبْغَضَ الْآخِرَةَ وَعَادَاهَا وَهَمَّاءَ بِمَنْزِلَةِ الشَّرِّقِ وَالْمَغْرِبِ، وَمَا شِ بَيْنَهُمَا: كُلَّمَا قَرَّبَ مِنْ وَاحِدٍ بَعُدَ

(۱۰۳) آپ کے جسم پر ایک بوسیدہ اور پیوند دار جامہ دیکھا گیا، تو آپ سے اس کے بارے میں کہا گیا۔ آپ نے فرمایا اس سے دل متواضع اور نفس رام ہوتا ہے اور مومن اس کی تاسی کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت آپس میں دو ناسازگار دشمن اور دو جدا جدا راستے ہیں۔ چنانچہ دنیا کو چاہے گا اور اُس سے دل لگائے گا، وہ آخرت سے بیر اور دشمنی رکھے گا وہ دونوں بمنزلہ مشرق و مغرب کے ہیں اور ان دونوں سمتوں کے درمیان چلنے والا جب بھی ایک سے قریب ہوگا تو دوسرے سے دور ہونا پڑے گا۔ پھر ان دونوں

مِنَ الْآخِرِ؛ وَهَمَّا بَعْدَ ضَرْقَانِ۔

کارشتہ ایسا ہی ہے جیسا دو سوتوں کا ہوتا ہے۔

(۱۰۴) وَعَنْ نَوْفٍ الْبَكَّالِي، قَالَ: رَأَيْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ فِرَاشِهِ فَنَظَرَ فِي النُّجُومِ فَقَالَ لِي: يَا نَوْفُ أَرَأَيْتَ أَنْتَ أَمْ رَامِقٌ؟ فَقُلْتُ: بَلْ رَامِقٌ، قَالَ: يَا نَوْفُ۔

(۱۰۴) نوف (ابن فضالہ) بکالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرش خواب سے اٹھے، ایک نظر ستاروں پر ڈالی اور پھر فرمایا اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ یا امیر المومنین جاگ رہا ہوں۔ فرمایا اے نوف!

طُوبَى لِلزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا الرَّاعِبِينَ فِي الْآخِرَةِ، أُولَئِكَ قَوْمٌ اتَّخَذُوا الْأَرْضَ بَسَاطًا، وَتُرَابَهَا فِرَاشًا، وَمَاءَهَا طَبِيئًا، وَالْقُرْآنَ شِعَارًا وَالِدُّعَاءَ دُثَارًا، ثُمَّ قَرَضُوا الدُّنْيَا قَرْضًا عَلَى مِنْهَاجِ الْمَسِيحِ۔

خوش نصیب اُن کے کہ جنہوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا، اور ہمدن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوش گوار قرار دیا۔ قرآن کو سینے سے لگایا، اور دعا کو سپر بنایا۔ پھر حضرت مسیح کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ تھلک ہو گئے۔

يَا نَوْفُ! إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِي مِثْلِ هَذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُو فِيهَا عَبْدٌ إِلَّا اسْتَجِيبَ لَهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَشَارًا أَوْ عَرِيفًا أَوْ شَرَطِيًّا، أَوْ صَاحِبَ عَرَطِيَّةٍ (وهى الطنبور) أَوْ صَاحِبَ كُوبَةٍ (وهى الطبل)۔ وَقَدْ قِيلَ أَيْضًا: إِنَّ الْعَرَطِيَّةَ الطَّبِلَ وَالْكُوبَةَ الطَّنْبُورَ۔

اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اٹھے اور فرمایا کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دعا مانگے مستجاب ہوگی سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا، یا لوگوں کی برائیاں کرنے والا، یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو یا سارنگی یا ڈھول تاشتہ بجانے والا ہو۔ سید رضی کہتے ہیں کہ قرطبہ کے معنی سارنگی، اور کوبہ کے معنی ڈھول کے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ قرطبہ کے معنی ڈھول اور کوبہ کے معنی طنبور کے ہیں۔

(۱۰۵) وقال عليه السلام: إِنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْفَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا وَحَدَّ لَكُمْ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَنَهَاكُمْ عَنْ أَسْيَاءَ فَلَا تَنْتَهَكُوهَا وَسَكَتَ لَكُمْ عَنْ أَسْيَاءَ وَلَمْ يَدْعُهَا نِسْيَانًا فَلَا تَنْكَلِفُوهَا۔

(۱۰۵) اللہ نے چند فرائض تم پر عائد کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور تمہارے حدود کا مقرر کردیئے ہیں اُن سے تجاوز نہ کرو۔ اُس نے چند چیزوں سے تمہیں منع کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو، اور جن چند چیزوں کا اس نے حکم بیان نہیں کیا، انہیں بھولے سے نہیں چھوڑ دیا۔ لہذا خواہ مخواہ انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔

(۱۰۶) وقال عليه السلام: لَا يَتْرُكُ النَّاسُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ دِينِهِمْ لَا يَصْلَحُ دُنْيَاهُمْ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُوَ أَضْرَمُهُ۔

(۱۰۶) جو لوگ اپنی دنیا سنوارنے کے لئے دین سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں، تو خدا اُس دینی فائدہ سے کہیں زیادہ اُن کے لئے نقصان کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے۔

(۱۰۷) وقال عليه السلام: رُبَّ عَالِمٍ قَدْ قَتَلَهُ جَهْلُهُ وَعِلْمُهُ، مَعَهُ لَا يَنْفَعُهُ۔

(۱۰۷) بہت سے پڑھے لکھوں کو (دین سے) بے خبری تباہ کر دیتی ہے اور جو علم اُن کے پاس ہوتا ہے انہیں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

(۱۰۸) وقال عليه السلام: لَقَدْ عَلِقَ بِنِيَّاطِ هَذَا الْبَشَرِ بَضْعَةٌ هِيَ أَعْجَبُ مَا فِيهِ وَذَلِكَ الْقَلْبُ؛ وَلَهُ مَوَادُّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَأُضْدَادٌ مِنْ خِلَافِهَا: فَإِنْ سَنَحَ لَهُ الرَّجَاءُ أَذَلَّهُ الطَّمَعُ وَإِنْ هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ أَهْلَكَهُ الْحِرْصُ، وَإِنْ مَلَكَهَ الْيَأْسُ قَتَلَهُ الْأَسَفُ، وَإِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اسْتَدْبَاهُ الْغَيْظُ، وَإِنْ أَسْعَدَهُ الرِّضَا نَسِيَ التَّحَفُظَ وَإِنْ فَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَدَرُ، وَإِنْ اتَّسَعَ لَهُ الْأَمْنُ اسْتَلَبَتْهُ الْغِرَّةُ، وَإِنْ أَنْادَ مَالًا أَطْغَاهُ الْغِنَى، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَضَحَهُ الْجَنَعُ، وَإِنْ عَصَتْهُ الْفَاقَةُ شَغَلَهُ الْبَلَاءُ، وَإِنْ جَهَدَهُ الْجُوعُ قَعَدَبَهُ الضَّعْفُ وَإِنْ أَفْرِطَ بِهِ الشَّبَعُ كَطَنَتُهُ الْبَطْنَةُ فَكُلُّ تَقْصِيصٍ بِهِ مُضِرٌّ، وَكُلُّ إِفْرَاطٍ لَهُ مُفْسِدٌ۔

(۱۰۸) اس انسان سے بھی زیادہ عجیب وہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو اُس کی ایک رگ کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا ہے اور وہ دل ہے جس میں حکمت و دانائی کے ذخیرے ہیں اور اس کے برخلاف بھی صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر اُسے امید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع اُسے ذلت میں مبتلا کرتی ہے اور اگر طمع بھرتی ہے تو اُسے حرص تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اگر ناامیدی اُس پر چھا جاتی ہے تو حسرت و اندوہ اس کے لئے جان لیوا بن جاتے ہیں اور اگر غضب اُس پر طاری ہوتا ہے تو غم و غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے اور اگر خوش و خوشنود ہوتا ہے تو حفظ و انقیاد کو بھول جاتا ہے اور اگر اچانک اس پر خوف طاری ہوتا ہے تو فکر و اندیشہ دوسری قسم کے تصورات سے اُسے روک دیتا ہے۔ اگر دامن و امان کا دور دورہ ہوتا ہے تو غفلت اس پر قبضہ کر لیتی ہے اور اگر مال و دولت حاصل کر لیتا ہے تو دولت مندی اُسے سرکش بنا دیتی ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے تاب و بے قرار اُسے رسوا کر دیتی ہے اور اگر فقر و فاقہ کی تکلیف میں مبتلا ہو تو مصیبت و ابتلا اُسے جکڑ لیتی ہے اور اگر بھوک اس پر غلہ کرتی ہے تو ناتوانی اُسے اٹھنے نہیں دیتی اور اگر شکم پری بڑھ جاتی ہے تو یہ شکم پری اُس کے لئے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ ہر کوتاہی اس کے لئے نقصان رساں اور حد سے زیادتی اس کے لئے تباہ کن ہوتی ہے۔

(۱۰۹) وقال عليه السلام: نَحْنُ النُّشْرَقَةُ الْوُسْطَى بِهَا يَلْحَقُ التَّالِي، وَالْيَا يَرْجِعُ الْغَالِي۔

(۱۰۹) ہم (اہل بیت) ہی وہ نقطہ اعتدال ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے کو اس سے آ کر ملنا ہے اور آگے بڑھ جانے والوں کو اُس کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

(۱۱۰) وقال عليه السلام: لَا يُقِيمُ أَمْرَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ إِلَّا مَنْ لَا يُضَارِعُ وَلَا يُضَارِعُ، وَلَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعُ۔

(۱۱۰) حکم خدا کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو (حق کے معاملہ میں) نرمی نہ برتے، عجز و کمزوری کا اظہار نہ کرے اور حرص و طمع کے پیچھے نہ لگ جائے۔

(۱۱۱) سهل ابن حنيف الانصاري حضرت کہ سب لوگوں میں زیادہ عزیز تھے۔ یہ جب آپ کے ہمراہ صفین سے پلٹ کر کوفہ پہنچے تو انتقال فرما گئے جس پر حضرت نے فرمایا ”اگر پہاڑ بھی مجھے دوست رکھے گا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیگا۔“ سید رضی فرماتے ہیں کہ چونکہ اسکی آزمائش کڑی اور سخت ہوتی ہے اسلئے مصیبتیں اُسکی طرف لپک کر بڑھتی ہیں اور ایسی آزمائشیں انہی کی ہوتی ہیں جو پرہیزگار، نیکوکار، منتخب و برگزیدہ ہوتے ہیں اور ایسا ہی آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔

(۱۱۲) مَنْ أَحَبَّ أَهْلَ الْبَيْتِ فَلَيْسَتْ عِدَّةٌ لِلْفَقْرِ جَلْبَابًا۔

”وقد يؤول ذلك على معنى آخر ليس هذا موضع ذكره“

(۱۱۲) جو ہم اہل بیت سے محبت کرے، اُسے جامہ فقر پہننے کے لئے آمادہ رہنا چاہئے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد کے ایک اور معنی بھی کئے گئے ہیں جس کے ذکر کا یہ محل نہیں ہے۔

شاید اس روایت کے دوسرے معنی یہ ہوں کہ جو ہمیں دوست رکھتا ہے اُسے دنیا طلبی کے لئے تگ و دو نہ کرنا چاہئے، خواہ اس کے نتیجہ میں اُسے فقر و افلاس سے دوچار ہونا پڑے بلکہ قناعت اختیار کرتے ہوئے دنیا طلبی سے الگ رہنا چاہئے۔

(۱۱۳) وقال عليه السلام: لَا مَالَ أَعُوذُ مِنَ الْقُلِّ، وَلَا وَحْدَةً أَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ، وَلَا عَقْلٌ كَالْتَدْبِيرِ، وَلَا كَرَمٌ كَالْتَقْوَى، وَلَا قَرِيبٌ كَحُسْنِ الْخُلُقِ، وَلَا مِيرَاثٌ كَالْأَدَبِ،

(۱۱۳) عقل سے بڑھ کر کوئی مال سود مند اور خود بینی سے بڑھ کر کوئی تنہائی وحشت ناک نہیں اور تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل کی بات نہیں اور کوئی بزرگی تقویٰ کے مثل نہیں اور خوش خلقی سے بہتر کوئی ساتھی اور ادب کے مانند کوئی میراث نہیں اور توفیق کے مانند کوئی پیشرو اور اعمال خیر سے

وَلَا قَائِدَ كَالْتَوْفِيقِ، وَلَا تَجَارَةَ كَالْعَمَلِ
الصَّالِحِ وَلَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ، وَلَا وَدَعَ
كَالْوَقُوفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ، وَلَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ
فِي الْحَرَامِ وَلَا عِلْمَ كَالْتَفْكَرِ، وَلَا عِبَادَةَ
كَأَدَاءِ الْفِرَآئِضِ، وَلَا إِيْمَانَ كَالْحَيَاءِ
وَالصَّبْرِ، وَلَا حَسَبَ كَالْتَوَاضُعِ، وَلَا شَرَفَ
كَالْعِلْمِ (وَلَا عِزَّ كَالْحِلْمِ) وَلَا مُظَاهَرَةَ أَوْثَقَ
مِنَ الشَّوَارِدِ۔

بڑھ کر کوئی تجارت نہیں اور ثواب کا ایسا کوئی نفع نہیں اور
کوئی پرہیز گاری شبہات میں توقف سے بڑھ کر نہیں اور
حرام کی طرف بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی زہد اور تفکر و تپش
بنی سے بڑھ کر کوئی علم نہیں اور ادائے فرائض کے مانند کوئی
عبادت اور حیا و صبر سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں اور فروتنی
سے بڑھ کر کوئی سرفرازی اور علم کے مانند کوئی بزرگی و
شرافت نہیں۔ علم کے مانند کوئی عزت اور مشورہ سے مضبوط
کوئی پشت پناہ نہیں۔

(۱۱۳) وقال عليه السلام:

إِذَا اسْتَوَلَى الصَّلَاحُ عَلَى الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ ثُمَّ
أَسَاءَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ لَمْ تَطْهَرْ مِنْهُ حِزْبِيَّةٌ
فَقَدْ ظَلَمَ! وَإِذَا اسْتَوَلَى الْفُسَادُ عَلَى
الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ فَاحْسَنَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ
فَقَدْ غَرَا!

(۱۱۳) جب دنیا اور اہل دنیا میں نیکی کا چلن ہو، اور پھر کوئی
شخص کسی ایسے سے کہ جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر
نہیں ہوتی سوغن رکھے تو اس نے اس پر ظلم و زیادتی کی اور
جب دنیا و اہل دنیا پر شر و فساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی
دوسرے شخص سے حسن ظن رکھے، تو اس نے (خود ہی
اپنے کو) خطرے میں ڈالا۔

(۱۱۵) وقيل له عليه السلام:

كَيْفَ تَجِدَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ: كَيْفَ يَكُونُ (حَالُ) مَنْ يَفْنَى
بِبَقَائِهِ وَيَسْقَمُ بِصِحَّتِهِ، وَيُوْتِي مَنْ مَأْمَنِهِ۔

(۱۱۵) امیر المؤمنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ
آپ کا حال کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کا حال کیا
ہوگا جسے زندگی موت کی طرف لے جا رہی ہو اور جس کی
صحت بیماری کا پیش خیمہ ہو اور جسے اپنی پناہ گاہ سے گرفت
میں لے لیا جائے۔

(۱۱۶) وقال عليه السلام:

كَمْ مِنْ مُسْتَدْرِجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ وَمَعْرُورٍ
بِالسُّتْرِ عَلَيْهِ؛ وَمَقْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ! وَمَا
أَبْتَلَى اللَّهُ أَحَدًا بِبَيْتِلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ۔

(۱۱۶) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ
عذات کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اللہ
کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے
میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے ہیں اور مہلت دینے
سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں ہے۔

(۱۱۷) وقال عليه السلام:

هَلْكَ فِي رَجُلَانِ؛ مُحِبِّ غَالٍ وَمُبْغِضٍ قَالٍ!
ہوئے۔ ایک وہ چاہنے والا جو حد سے بڑھ جائے اور ایک
وہ دشمنی رکھنے والا جو عداوت رکھے۔

(۱۱۸) وقال عليه السلام:

إِضَاعَةُ الْفُرْصَةِ غُضَّةٌ۔
(۱۱۸) موقع کو ہاتھ سے جانے دینا رنج و اندوہ کا باعث
ہوتا ہے۔

(۱۱۹) وقال عليه السلام:

مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسْهًا وَالسُّمُّ النَّاقِعُ فِي
جَوْفِهَا: يَهُوِي إِلَيْهَا الْغَرُّ الْجَاهِلُ وَيَحْذَرُهَا
ذَوُ اللَّبِّ الْعَاقِلُ!
(۱۱۹) دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ جو چھونے میں نرم
معلوم ہوتا ہے مگر اس کے اندر زہر ہلاہل بھرا ہوتا ہے۔
فریب خوردہ جاہل اس کی طرف کھینچتا ہے اور ہوشمند و داناس
سے بچ کر رہتا ہے۔

(۱۲۰) وسئل عليه السلام عن قریش

فَقَالَ: أَمَّا بَنُو مَخْزُومٍ فَرِيحَانَةٌ قُرَيْشٍ
تُحِبُّ حَدِيثَهُ، رِجَالَهُمْ، وَالنِّكَاحَ فِيهِ
نِسَائِهِمْ، وَأَمَّا بَنُو عَبْدِ شَمْسٍ فَأَبْعَدُهَا رَأْيًا،
وَأَمْنَعُهَا لِمَا وَرَاءَ ظَهْرٍ هَا، وَأَمَّا نَحْنُ
فَأَبْدَلُ لِمَا فِي أَيْدِينَا، وَأَسْمَعُ عِنْدَ الْمَوْتِ
بِنُفُوسِنَا، وَهُمْ أَكْثَرُ وَأَمَكْرُ وَأَنْكَرُ، وَنَحْنُ
أَفْصَحُ وَأَنْصَحُ وَأَصْبَحُ۔
(۱۲۰) حضرت سے قریش کے بارے میں سوال کیا گیا،
آپ نے فرمایا کہ (قبیلہ) بنی مخزوم قریش کا مہکتا ہوا پھول
ہیں۔ اُن کے مردوں سے گفتگو اور ان کی عورتوں سے
شادی پسندیدہ ہے اور بنی عبد شمس دور اندیش اور پیچھے
کی اوجھل چیزوں کی پوری روک تھام کرنے والے ہیں۔
لیکن ہم (بنی ہاشم) تو جو ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اُسے
صرف کڑا لیتے ہیں، اور موت آنے پر جان دیتے ہیں۔
بڑے جوانمرد ہوتے ہیں اور یہ بنی (عبد شمس) گنتی میں
زیادہ حیلہ باز اور بد صورت ہوتے ہیں اور ہم خوش گفتار خیر
خواہ اور خوب صورت ہوتے ہیں۔

(۱۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

شَتَّانَ مَا بَيْنَ
عَمَلَيْنِ۔ عَمَلٌ تَذْهَبُ لَدُنَّهِ وَتَبْقَى تَبِعَتُهُ،
وَعَمَلٌ تَذْهَبُ مَوْنَتُهُ وَيَبْقَى أَجْرُهُ۔
(۱۲۱) ان دونوں قسم کے عملوں میں کتنا فرق ہے ایک وہ عمل
جس کی لذت مٹ جائے لیکن اس کا وبال رہ جائے اور ایک
وہ جس کی سختی ختم ہو جائے لیکن اُس کا اجر و ثواب باقی رہے۔

(۱۲۲) وَتَبِعَ جَنَازَةَ فَسَمِعَ رَجُلًا،

يَضْحَكُ فَقَالَ: كَأَنَّ الْمَوْتَ فِيهَا عَلَى
(۱۲۲) حضرت ایک جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے کہ ایک
شخص کے ہنسنے کی آواز سنی جس پر آپ نے فرمایا۔

غَيْرِنَا كُتِبَ، وَكَأَنَّ الْحَقَّ فِيهَا عَلَى
غَيْرِنَا وَجَبَ، وَكَأَنَّ الَّذِي نَرَى مِنَ
الْأَمْوَاتِ سَفَرٌ عَمَّا قَلِيلٍ إِلَيْنَا
رَاجِعُونَ! نَبُوهُمْ أَجَدًا ثَهُمْ، وَذَا كُلِّ
ثَرَاتِهِمْ؛ (كَأَنَّا مُخَلَّدُونَ بَعْدَهُمْ) ثُمَّ
قَدْ نَسِينَا كُلَّ وَاعِظٍ وَوَاعِظَةٍ
وَرَمِينَا بِكُلِّ جَانِحَةٍ !!

گویا اس دنیا میں موت ہمارے علاوہ دوسروں کیلئے لکھی گئی
ہے اور گویا یہ حق (موت) دوسروں ہی پر لازم ہے اور گویا
جن مرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں وہ مسافر ہیں جو عنقریب
ہماری طرف پلٹ آئیں گے۔ ادھر ہم انہیں قبروں میں
اتارتے ہیں ادھر ان کا ترکہ کھانے لگتے ہیں۔ گویا ان
کے بعد ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم نے ہر ہندو
نصیحت کرنے والے کو وہ مرد ہو یا عورت بھلا دیا ہے اور ہر
آفت کا نشانہ بن گئے ہیں۔

(۱۲۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: طُوبَى لِمَنْ دَلَّ
فِي نَفْسِهِ، وَطَابَ كَسْبُهُ؛ وَصَلَحَتْ
سِرِّيَّتُهُ، وَحَسُنَتْ خَلِيفَتُهُ؛ وَأَنْفَقَ الْفَضْلَ
مِنْ مَالِهِ، وَأَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِسَانِهِ،
وَعَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرًّا، وَوَسَّعَتْهُ السُّنَّةُ،
وَلَمْ يَنْسَبْ إِلَى الْبِدْعَةِ قَالَ الرَّضِيُّ: أَقُولُ:
وَمَنْ النَّاسِ مَنْ يَنْسَبُ هَذَا الْكَلَامَ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَكَذَلِكَ الَّذِي قَبْلَهُ۔

(۱۲۳) خوش نصیب اُسکے کہ جس نے اپنے مقام پر فروتنی
اختیار کی جس کی کمائی پاک و پاکیزہ نیت نیک اور خصلت و
عادت پسندیدہ رہی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال
خدا کی راہ میں صرف کیا بے کار باتوں سے اپنی زبان کو
روک لیا، مردم آزادی سے کنارہ کش رہا، سنت اسے ناگوار
نہ ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا۔

سید رضی کہتے ہیں۔
کہ کچھ لوگوں نے اس کلام کو اور اس سے پہلے کلام کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔

(۱۲۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: غَيْرَةُ الْمَرْأَةِ
كَفَرٌ وَغَيْرَةُ الرَّجُلِ إِيْمَانٌ۔

مطلب یہ ہے کہ جب مرد کو چار عورتیں تک کرنے کی اجازت ہے تو عورت کو سوت گوارا نہ کرنا حلال خدا سے ناگواری کا اظہار اور
ایک طرح سے حلال کو حرام سمجھنا ہے اور یہ کفر کے ہمپایہ ہے، اور چونکہ عورت کے لئے متعدد شوہر کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے مرد کا
اشتراک گوارا نہ کرنا اُس کی غیرت کا تقاضا اور حرام خدا کو حرام سمجھنا ہے اور یہ ایمان کے مرادف ہے۔

مرد عورت میں تفریق اس لئے ہے تاکہ تولید و بقائے نسل انسانی میں کوئی روک پیدا نہ ہو، کیونکہ یہ مقصد اسی صورت میں بدرجہ اتم
حاصل ہو سکتا ہے جب مرد کے لئے تعدد ازواج کی اجازت ہو، کیونکہ ایک مرد سے ایک ہی زمانہ میں متعدد اولادیں ہو سکتی ہیں اور
عورت اس سے معذور و قاصر ہے کہ وہ متعدد مردوں کے عقد میں آنے سے متعدد اولادیں پیدا کر سکے۔ کیونکہ زمانہ حمل میں دوبار حمل کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ اس پر ایسے حالات بھی طاری ہوتے رہتے ہیں کہ مرد کو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑتی ہے۔
چنانچہ حیض اور رضاعت کا زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے تولید کا سلسلہ رک جاتا ہے اور اگر متعدد ازواج ہوگی، تو سلسلہ تولید جاری رہ سکتا
ہے۔ کیونکہ متعدد بیویوں میں سے کوئی نہ کوئی بیوی ان عوارض سے خالی ہوگی جس سے نسل انسانی کی ترقی کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا
کیونکہ مرد کے لئے ایسے مواقع پیدا نہیں ہوتے کہ جو سلسلہ تولید میں روک بن سکیں۔ اس لئے خداوند عالم نے مردوں کے لئے تعدد
ازواج کو جائز قرار دیا ہے اور عورتوں کے لئے یہ صورت جائز نہیں رکھی کہ وہ بوقت واحد متعدد مردوں کے عقد میں آئیں۔ کیونکہ ایک
عورت کا کئی شوہر کرنا غیرت و شرافت کے بھی منافی ہے اور اس کے علاوہ ایسی صورت میں نسب کی بھی تیز نہ ہو سکے گی کہ کون کس کی صلب
سے ہے۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ مرد ایک وقت میں چار بیویوں تک کر سکتا ہے اور
عورت ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں کر سکتی۔ حضرت نے فرمایا کہ مرد جب متعدد عورتوں سے نکاح کرے گا تو اولاد
بہر صورت اسی کی طرف منسوب ہوگی اور اگر عورت کے دو یا دو سے زیادہ شوہر ہوں گے تو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون کس کی اولاد اور کس
شوہر سے ہے۔ لہذا ایسی صورت میں نسب مشتبہ ہو کر رہ جائے گا اور صحیح باپ کی تعیین نہ ہو سکے گی اور یہ امر اس مولود کے مفاد کے بھی
خلاف ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی بحیثیت باپ کے اس کی تربیت کی طرف متوجہ نہ ہوگا جس سے وہ اخلاق و آداب سے بے بہرہ اور تعلیم و
تربیت سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔

(۱۲۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
لَا نُسَبُّنَ إِلَّا سَلَامًا نِسْبَةً لَمْ يَنْسَبْهَا أَحَدٌ
قَبْلِي: إِلَّا سَلَامٌ هُوَ التَّسْلِيمُ وَالتَّسْلِيمُ هُوَ
الْبَقِيَّةُ، وَالْبَقِيَّةُ هُوَ التَّصَدِيقُ،
وَالْتَّصَدِيقُ هُوَ الْإِقْرَارُ، وَالْإِقْرَارُ
هُوَ الْإِدَاءُ؛ وَالْإِدَاءُ هُوَ الْعَمَلُ۔

(۱۲۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَجَبْتُ لِلْبَحِيلِ يَسْتَعْبِلُ الْفَقْرَ الَّذِي مِنْهُ
هَرَبَ، وَيَفْقُوهُ الْغَنَى الَّذِي إِذَا طَلَبَ،
فَيَعِيشُ فِي الدُّنْيَا عَيْشَ الْفُقَرَاءِ،
وَيَحَاسِبُ فِي الْآخِرَةِ حِسَابَ الْغَنِيَاءِ،
وَعَجَبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِي كَانَ بِالْأَمْسِ نَطْفَةً
وَيَكُونُ غَدًا حَيْفَةً، وَعَجَبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي
اللَّهِ وَهُوَ يَرَى خَلْقَ اللَّهِ، وَعَجَبْتُ لِمَنْ

(۱۲۶) مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ جس فقر و ناداری سے
بھاگنا چاہتا ہے اُس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور جس
ثروت و خوش حالی کا طالب ہوتا ہے وہی اُس کے ہاتھ سے
نکل جاتی ہے۔ وہ دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور
آخرت میں دولت مندوں کا سا اُس سے محاسبہ ہوگا، اور مجھے
تعجب ہوتا ہے متکبر و مغرور پر کہ جو کل ایک نطفہ تھا، اور کل کو
مردار ہوگا اور مجھے تعجب ہے اُس پر کہ جو اللہ کی پیدا کی ہوئی
کائنات کو دیکھتا ہے اور پھر اُس کے وجود میں شک کرتا ہے

نَسِيَّ الْمَوْتَ وَهُوَ يَرَى الْمَوْتَ وَعَجِبْتُ لِمَنْ
أُنْكِرَ النَّشْأَةَ الْآخِرَى وَهُوَ يَرَى النَّشْأَةَ
الْأُولَى، وَعَجِبْتُ لِعَامِرٍ دَادَ الْفَنَاءَ وَتَارَكَ
وَارِ الْبَقَاءَ !!!

اور تعجب ہے اُس پر کہ جو مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور پھر
موت کو بھولے ہوئے ہے اور تعجب ہے اُس پر کہ جو پہلی
پیدائش کو دیکھتا ہے اور پھر دوبارہ اٹھائے جانے سے انکار کرتا
ہے اور تعجب ہے اُس پر جو سرائے فانی کو آباد کرتا ہے، اور
منزل جاودانی کو چھوڑ دیتا ہے۔

(۱۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ قَصَرَ فِي
الْعَمَلِ ابْتَلِيَ بِالْهَمِّ وَلَا حَاجَةَ فِيمَنْ لَيْسَ لِلَّهِ
فِي مَالِهِ وَنَفْسِهِ نَصِيبٌ۔

(۱۲۷) جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے وہ رنج و اندوہ میں مبتلا
رہتا ہے اور جس کے مال و جان میں اللہ کا کچھ حصہ نہ ہو
اللہ کو ایسے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۱۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
تَوَقَّوْا الْبَرْدَ فِي أَوَّلِهِ، وَتَلَقَّوْا فِي آخِرِهِ فَإِنَّهُ
يَفْعَلُ فِي الْإِبْدَانِ كِفْعَلِهِ فِي الْأَشْجَارِ:
أَوَّلُهُ يُحْرِقُ، وَآخِرُهُ يُورِقُ۔

(۱۲۸) شروع سردی میں سردی سے احتیاط کرو اور آخر
میں اُس کا خیر مقدم کرو، کیونکہ سردی جسوں میں وہی کرتی
ہے جو وہ درختوں میں کرتی ہے کہ ابتداء میں درختوں کو
جھلس دیتی ہے اور انتہا میں سرسبز و شاداب کرتی ہے۔

موسم خزاں میں سردی سے بچاؤ اس لئے ضروری ہے کہ موسم کی تبدیلی سے مزاج میں انحراف پیدا ہو جاتا ہے اور نزلہ و زکام اور
کھانسی وغیرہ کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ بدن گرمی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں کہ ناگاہ سردی سے دوچار ہونا پڑتا
ہے جس سے دماغ کے مسامات سکڑ جاتے ہیں اور مزاج میں برودت و بیہوشی بڑھ جاتی ہے چنانچہ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد فوراً
ٹھنڈے پانی سے نہانا اسی لئے مضر ہے کہ گرم پانی سے مسامات کھل چکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سرد پانی کے اثرات کو فوراً قبول
کر لیتے ہیں اور نتیجہ میں حرارت غریزی کو نقصان پہنچتا ہے۔ البتہ موسم بہار میں سردی سے بچاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ صحت کے
لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ بدن پہلے ہی سے سردی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں، اس لئے بہار کی معتدل سردی بدن پر ناخوش
گوار اثر نہیں ڈالتی، بلکہ سردی کا زور ٹوٹنے سے بدن میں حرارت و رطوبت بڑھ جاتی ہے جس سے نشو و نما میں قوت آتی ہے، حرارت
غریزی ابھرتی ہے اور جسم میں نمو طبیعت میں شگفتگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح عالم نباتات پر بھی تبدیلی موسم کا یہی اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ موسم خزاں میں برودت و بیہوشی کے غالب آنے سے پتے
مر جھا جاتے ہیں، روح نباتی افسردہ ہو جاتی ہے چمن کی حسن و تازگی مٹ جاتی ہے اور سبزہ زاروں پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی
ہے اور موسم بہار ان کے لئے زندگی کا پیغام لے کر آتا ہے اور بار آور ہواؤں کے چلنے سے پتے اور شگوفے پھوٹے لگتے ہیں اور شجر سرسبز
و شاداب اور دشت و صحرا سبزہ پوش ہو جاتے ہیں۔

(۱۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِظَمُ الْخَالِقِ
عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوقَ فِي عَيْنِكَ۔

(۱۲۹) اللہ کی عظمت کا احساس تمہاری نظروں میں کائنات
کو حقیر و پست کر دے۔

(۱۳۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ رَجَعُ مِنْ
صَفِينٍ فَاشْرَفَ عَلَى الْقُبُورِ بِظَاهِرِ الْكُوفَةِ:
يَا أَهْلَ الدِّيَارِ الْوَحْشَةِ وَالْمَحَالِ الْبُقْفَرَةِ،
وَالْقُبُورِ الْمُظْلِمَةِ يَا أَهْلَ الثَّرْبَةِ، يَا أَهْلَ
الْغُرْبَةِ (يَا أَهْلَ الْوَاحِدَةِ يَا أَهْلَ الْوَحْشَةِ:
أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ سَابِقٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ لَا حَقَّ:
أَمَّا الدُّورُ فَقَدْ سَكِنَتْ وَأَمَّا الْأَزْوَاجُ فَقَدْ
نُكِحَتْ، وَأَمَّا الْأَمْوَالُ فَقَدْ قُبِسَتْ هَذَا
خَيْرٌ مَا عِنْدَنَا فَمَا خَيْرٌ مَا عِنْدَكُمْ؟

(۱۳۰) صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ سے باہر قبرستان پر نظر
پڑی تو فرمایا۔
اے وحشت افزا گھروں، اجڑے مکانوں اور اندھیری
قبروں کے رہنے والو! اے خاک نشینوں اے عالم
غربت کے ساکنو! اے تنہائی اور الجھن میں بسر کرنے والو
تم تیز رو ہو جو ہم سے آگے بڑھ گئے ہو اور ہم تمہارے
نقش قدم پر چل کر تم سے ملا چاہتے ہیں۔ اب صورت یہ
ہے کہ گھروں میں دوسرے بس گئے ہیں۔ بیویوں سے
اوروں نے نکاح کر لیے ہیں اور تمہارا مال و اسباب تقسیم
ہو چکا ہے یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے اب تم کہو کہ
تمہاری یہاں کی کیا خبر ہے؟

ثم التفت إلى أصحابه فقال: أَمَا لَوْ أَدْنَى لَهُمْ
فِي الْكَلَامِ لَا خَيْرَ وَكُمُ أَنْ خَيْرَ الزَّادِ
التَّقْوَى۔

(پھر حضرت اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا)
اگر انہیں بات کرنے کی اجازت دی جائے، تو یہ تمہیں
بتائیں گے کہ بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔

(۱۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَقَدْ سَمِعَ
رَجُلًا يَذِمُ الدُّنْيَا: أَيُّهَا الدَّامُ لِلدُّنْيَا
الْبُغْتَرُ بَغْرُورَهَا الْمَخْدُوعُ بِأَبَاطِيلِهَا!
أَتَغْتَرُ بِالدُّنْيَا ثُمَّ تَذَمُّهَا؛ أَنْتَ الْمَتَجَرَّمُ
عَلَيْهَا أَمْ هِيَ الْمَتَجَرَّمَةُ عَلَيْكَ؟ مَتَى
اسْتَهْوَتْكَ أَمْ مَتَى غَرَّتْكَ؟ أَيْبَصَارِ
أَبَائِكَ مِنَ الْبَلَى؟ أَمْ بِمُضَاجِعِ أُمَمَاتِكَ
تَحْتَ الثَّرَى؟ كَمْ عَلَلَّتْ بِكَفَيْكَ؟ وَكَمْ
مَرَضَتْ بِبَيْدِكَ؟ تَبَغَّى لَهُمُ الشِّقَاءُ، وَ
تَسْتَوِصِفُ لَهُمُ الْأَطِبَاءُ، (عَدَاةٌ لَا يَغْنَى

(۱۳۱) ایک شخص کو دنیا کی برائی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا!
اے دنیا کی برائی کرنے والے اُس کے فریب میں مبتلا
ہونے والے اور اُس کی غلط سلط باتوں کے دھوکے میں
آنے والے تم اس پر گروید بھی ہوتے ہو اور پھر اُس کی
مذمت بھی کرتے ہو کیا تم دنیا کو مجرم ٹھہرانے کا حق رکھتے
ہو یا وہ تمہیں مجرم ٹھہرائے تو حق بجانب ہے؟ دنیا نے کب
تمہارے ہوش و حواس سلب کئے اور کس بات سے فریب
دیا؟ کیا ہلاکت و کھنگنی سے تمہارے باپ دادا کے بے
جان ہو کر گرنے سے یا مٹی کے نیچے تمہاری ماؤں کی
خوابگا ہوں سے؟ کتنی تم نے بیماروں کی دیکھ بھال کی، اور
کتنی دفعہ خود تیار داری کی اس صبح کو کہ جب نہ دوا کارگر

عَنْهُمْ دَوَاؤُكَ، وَلَا يُجْدِي عَلَيْهِمْ
بُكَاءُكَ) لَمْ يَنْفَعْ أَحَدَهُمْ إِشْفَاؤُكَ
وَلَمْ تَسْعَفْ بِطَلْبِكَ، وَلَمْ تَدْفَعْ عَنْهُ
بِقُوَّتِكَ! (وَقَدْ مَثَلْتَ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا
نَفْسَكَ! وَبِمَصْرَعِهِ مَصْرَعَكَ- إِنَّ
الدُّنْيَا دَارُ صَدَقٍ لِمَنْ صَدَقَهَا، وَدَارُ
عَافِيَةٍ لِمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَدَارُ غِنَى لِمَنْ
تَزَوَّدَ مِنْهَا، وَدَارُ مَوْعِظَةٍ لِمَنْ اتَّعَظَ
بِهَا، مَسْجِدُ أَجْبَاءِ اللَّهِ وَمُصَلًى
مَلَائِكَةِ اللَّهِ وَمَهْبِطُ وَحْيِ اللَّهِ،
وَمَتَجَرُّ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ، اِكْتَسَبُوا فِيهَا
الرَّحْمَةَ، وَرَبِحُوا فِيهَا الْجَنَّةَ، فَمَنْ
ذَايَدُمُهَا وَقَدْ أَذْنَتْ بَيْنَهَا وَنَادَتْ
بِفِرَاقِهَا، وَنَعَتْ نَفْسَهَا وَأَهْلَهَا فَمَثَلَتْ
لَهُمْ بَبِلَانِهَا الْبَلَاءَ، وَشَوَّقَتْهُمْ
بِسُرُورِهَا إِلَى السُّرُورِ؟ رَاحَتْ
بِعَافِيَةٍ، وَابْتَكَّرَتْ بِفَجِيعَةٍ؛ تَرَعِيًّا
وَتَرَهِيًّا، وَتَخَوِيًّا وَتَحْدِيرًا،
فَدَمَّهَا رِجَالُ غَدَاةِ النَّدَامَةِ،
وَحَبَدَهَا آخِرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ ذَكَرَ
تَهُمُ الدُّنْيَا فَتَذَكَّرُوا؛ وَحَدَّثَتْهُمْ
فَصَدَّقُوا وَوَعَّظَتْهُمْ فَاتَّعَظُوا-

ہوتی نظر آتی تھی، اور نہ تمہارا رونا دھونا اُن کے لئے کچھ مفید
تھا۔ تم اُن کے لئے شفا کے خواہش مند تھے اور طبیعوں سے دوا
دارو پوچھتے پھرتے تھے۔ اُن میں سے کسی ایک کے لئے بھی
تمہارا اندیشہ فائدہ مند ثابت نہ ہو سکا اور تمہارا مقصد حاصل نہ
ہوا اور اپنی چارہ سازی سے تم موت کو اُس بیمار سے ہٹانے
سکے۔ تو دنیا نے تو اُس کے پردہ میں خود تمہارا انجام اور اُس
کے ہلاک ہونے سے خود تمہاری ہلاکت کا نقشہ تمہیں دکھا دیا۔
بلاشبہ دنیا اُس شخص کے لئے باور کرے، سچائی کا گھر ہے اور جو
اُس کی ان باتوں کو سمجھے اُس کے لئے اس وعافیت کی منزل
ہے اور اُس سے زاوراہ حاصل کرے، اُس کے لئے دولت مند
کی منزل ہے اور جو اس سے نصیحت حاصل کرے اُس کے
لئے وعظ و نصیحت کا محل ہے۔ وہ دوستانہ خدا کے لئے عبادت
کی جگہ، اللہ کے فرشتوں کے لئے نماز پڑھنے کا مقام وحی الہی
کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے۔ انہوں نے اس میں
فضل و رحمت کا سودا کیا اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ
میں حاصل کیا تو اب کون ہے جو دنیا کی برائی کرے، جبکہ اُس
نے اپنے جدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے اور اپنی علیحدگی کا
اعلان کر دیا ہے اور اپنے بسنے والوں کی موت کی خبر دے دی
ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی ابتلا سے ابتلا کا پتہ دیا ہے اور اپنی
مسرتوں سے آخرت کی مسرتوں کا شوق دلایا ہے۔ وہ رغبت
دلانے اور ڈرانے، خوفزدہ کرنے اور متنبہ کرنے کے لئے شام
کو امن وعافیت کا اور صبح کو درد اندوہ کا پیغام لے کر آتی ہے تو
جن لوگوں نے شرمسار ہو کر صبح کی وہ اس کی برائی کرنے لگے
اور دوسرے لوگ قیامت کے دن اس کی تعریف کریں گے کہ
دنیا نے اُن کو آخرت کی یاد دلائی تو انہوں نے یاد رکھا اور اُس
نے انہیں خبر دی تو انہوں نے تصدیق کی اور اس نے انہیں
چند نصیحت کی تو انہوں نے نصیحت حاصل کی۔

ہر تکلم و خطیب کی زبان مجھے ہوئے موضوع ہی پر زور بیان دکھایا کرتی ہے اور اگر اُسے موضوع خن بدلنا پڑے تو نہ ذہن کام

کرے گا اور نہ زبان کی گویائی ساتھ دے گی۔ مگر جس کے ذہن میں صلاحیت تصرف اور دماغ میں قوت فکر ہو، وہ جس طرح چاہے کلام کو
گردش دے سکتا ہے اور جس موضوع پر چاہے ”قادر الکلامی“ کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ زبان جو ہمیشہ دنیا کی مذمت اور اس کی
فریب کاریوں کے بے نقاب کرنے میں کھلتی تھی، جب اُس کی مدح میں کھلتی ہے تو وہی قدرت کلام وقوت استدلال نظر آتی ہے جو اس
زبان کا طرہ امتیاز ہے اور پھر الفاظ کو تو صغی ساچہ میں ڈھالنے سے نظریہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور راہوں کے الگ الگ ہونے کے
باوجود منزل گاہ مقصود ایک ہی رہتی ہے۔

(۱۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ لِلَّهِ مَلَكًا
يُنَادِي فِي كُلِّ يَوْمٍ: لِيُدِّوَا لِلْيَوْمِ، وَاجْبِعُوا
لِلْفَنَاءِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ۔

(۱۳۲) اللہ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ ندا کرتا ہے کہ موت کے
لئے اولاد پیدا کرو، برباد ہونے کے لئے جمع کرو اور تباہ
ہونے کے لئے عمارتیں کھڑی کرو۔

(۱۳۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الدُّنْيَا دَارُ مَرٍ
لَا دَارَ مَقَرٍّ، وَالنَّاسُ فِيهَا رَجُلَانِ: رَجُلٌ
بَاعَ فِيهَا نَفْسَهُ فَأَوْبَقَهَا، وَرَجُلٌ ابْتِاعَ
نَفْسَهُ فَأَعْتَقَهَا۔

(۱۳۳) ”دنیا“ اصل منزل قرار کے لئے ایک گزر گاہ
ہے۔ اس میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے
اس میں اپنے نفس کو بیچ کر ہلاک کر دیا اور ایک وہ جنہوں
نے اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

(۱۳۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
لَا يَكُونُ الصَّدِيقُ صَدِيقًا حَتَّى يَحْفَظَ
أَحْلَاهُ فِي ثَلَاثٍ: فِي نَكَيْتِهِ، وَغَيْبَتِهِ،
وَوَفَاتِهِ۔

(۱۳۴) دوست اُس وقت تک دوست نہیں سمجھا جاسکتا
جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی تین موقعوں پر نگہداشت نہ
کرے۔ مصیبت کے موقع پر، اُس کے پس پشت اور اُس
کے مرنے کے بعد۔

(۱۳۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أُعْطِيَ
أَرْبَعًا لَمْ يُحْرَمَ أَرْبَعًا: مَنْ أُعْطِيَ الدُّعَاءَ
لَمْ يُحْرَمَ الْبِإِحَابَةِ، وَمَنْ أُعْطِيَ التَّوْبَةَ لَمْ
يُحْرَمَ الْقَبُولَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الْإِسْتِغْفَارَ لَمْ
يُحْرَمَ الْمَغْفِرَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الشُّكْرَ لَمْ
يُحْرَمَ الزِّيَادَةَ۔

(۱۳۵) جس شخص کو چار چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ چار
چیزوں سے محروم نہیں رہتا۔ جو دعا کرے وہ قبولیت سے
محروم نہیں ہوتا۔ جسے توبہ کی توفیق ہو وہ مقبولیت سے ناامید
نہیں ہوتا، جسے استغفار نصیب ہو، وہ مغفرت سے محروم
نہیں ہوا اور جو شکر کرے وہ اضافہ سے محروم نہیں ہوتا اور
اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ چنانچہ دعا کے
متعلق ارشاد الہی ہے ”تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا
قبول کروں گا۔“ اور استغفار کے متعلق ارشاد فرمایا ”جو

وَتَصْدِيقُ ذَلِكَ كِتَابُ اللَّهِ، قَالَ اللَّهُ فِي

الدُّعَاءُ : (ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ) وقال في
الْأَسْتَغْفَارِ : (وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ
نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا
رَحِيمًا) وقال في الشُّكْرِ : (لَئِنْ شَكَرْتُمْ
لَأَزِيدَنَّكُمْ) وقال في التَّوْبَةِ : (إِنَّمَا التَّوْبَةُ
عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ، فَأُولَئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا)۔

شخص کوئی بُرا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ
سے مغفرت کی دعا مانگے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور رحم
کرنے والا پائے گا۔ اور شکر کے بارے میں فرمایا ہے
”اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر (نعمت میں) اضافہ کروں
گا۔“ اور توبہ کے لئے فرمایا ہے ”اللہ ان ہی لوگوں کی توبہ
قبول کرتا ہے جو جہالت کی بناء پر کوئی بُری حرکت
کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیں تو خدا ایسے لوگوں کی
توبہ قبول کرتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

(۱۳۶) وقال عليه السلام : الصَّلَاةُ قُرْبَانٌ
كُلِّ تَقِيٍّ، وَالْحَجُّ جِهَادٌ كُلِّ ضَعِيفٍ، وَلِكُلِّ
شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْبَدَنِ الصِّيَامُ وَجِهَادُ
الْمَرْأَةِ حَسَنُ التَّبَعْلِ۔

(۱۳۶) نماز ہر پرہیزگار کے لئے باعثِ تقرب ہے اور حج
ہر ضعیف و ناتوان کا جہاد ہے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور
بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور عورت کا جہاد شوہر سے حسن
معاشرت ہے۔

(۱۳۷) وقال عليه السلام : اسْتَتِرُوا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَةِ۔
(۱۳۷) صدقہ کے ذریعہ روزی طلب کرو۔

(۱۳۸) وقال عليه السلام : مَنْ أَيْقَنَ
بِالْخَلْفِ جَادَ بِالْعَطِيَّةِ۔
(۱۳۸) جسے عوض کے ملنے کا یقین ہو، وہ عطیہ دینے میں
دریادلی دکھاتا ہے۔

(۱۳۹) وقال عليه السلام : تَنْزِيلُ الْمَعُونَةِ
عَلَى قَدَرِ الْبُؤْسَةِ۔
(۱۳۹) جتنا خرچ ہو
اتنی ہی امداد ملتی ہے۔

(۱۴۰) وقال عليه السلام : مَا أَعَالَ مِنْ اقْتَصَدَ۔
(۱۴۰) جو میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ محتاج
نہیں ہوتا۔

(۱۴۱) وقال عليه السلام : قِلَّةُ الْعِيَالِ أَحَدُ
الْيَسَارَيْنِ۔
(۱۴۱) متعلقین کی کمی دو قسموں میں سے ایک قسم کی
آسودگی ہے۔

(۱۴۲) (وقال عليه السلام :
التَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ)۔

(۱۴۲) میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصہ ہے۔

(۱۴۳) وقال عليه السلام : اللَّهُمَّ نِصْفُ
الْهَرَمِ۔
(۱۴۳) غم آدھا بڑھا پا ہے۔

(۱۴۴) وقال عليه السلام : يَنْزِلُ الصَّبْرُ
عَلَى قَدَرِ الْمُصِيبَةِ، وَمَنْ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى
فَحْدِهِ عِنْدَ مُصِيبَتِهِ حَبَطَ عَمَلُهُ۔
(۱۴۴) مصیبت کے اندازہ پر (اللہ کی طرف سے) صبر
کی ہمت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت ران
پر ہاتھ مارے اُس کا عمل اکارت جاتا ہے۔

(۱۴۵) وقال عليه السلام : كَمْ مِنْ صَائِمٍ
لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا (الْجُوعُ وَ) الظَّمَا،
وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا الشَّهَرُ وَ
الْعَنَاءُ، حَبَدًا نَوْمٌ إِلَّا كَيْاسٍ وَإِفْطَارٌ هُمْ۔
(۱۴۵) بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں کا
شرہ بھوک پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور بہت سے عابد
شب زندہ دار ایسے ہیں جنہیں عبادت کے نتیجہ میں جاگنے
اور زحمت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ زیرک و دانا
لوگوں کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی قابلِ ستائش ہوتا ہے۔

(۱۴۶) وقال عليه السلام : سَوْسُوا
إِيمَانَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَحَصِّنُوا أَمْرَ الْكُفِّ
بِالزَّكَاةِ، وَأَدْفَعُوا أُمُوجَ الْبَلَاءِ بِالْإِعَاءِ۔
(۱۴۶) صدقہ سے اپنے ایمان کی نگہداشت اور زکوٰۃ سے
اپنے مال کی حفاظت کرو اور دعا سے مصیبت و ابتلاء کی
لہروں کو دور کرو۔

(۱۴۷) وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَكُمِ
بَنُ زِيَادٍ النَّخَعِ۔
(۱۴۷) کمیل ابن زیاد نخعی کہتے ہیں کہ:
امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ
پکڑا، اور قبرستان کی طرف لے چلے۔ جب آبادی سے
باہر نکلے تو ایک لمبی آہ کی۔ پھر فرمایا۔
اے کمیل! یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ ان میں
سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔
لہذا تو جو میں تمہیں بتاؤں اُسے یاد رکھنا۔
دیکھو! تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک عالم ربانی دوسرا
متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار ہے، اور تیسرا عوام الناس
اَقُولُ لَكَ۔

النَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَبَّانِيٌّ، وَمُتَعَلِّمٌ عَلَى سَبِيلِ نَجَاتٍ، وَهَبَّجٌ رَعَاةً أَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ يَبِيلُونَ مَعَ كُلِّ رِيحٍ، لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِنُورِ الْعِلْمِ وَلَمْ يَلْجَأُوا إِلَى رُكْنٍ وَثِيقٍ۔
يَا كَمِيلُ: الْعِلْمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَالِ، الْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَأَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ (و) الْمَالَ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ وَالْعِلْمُ يَزُكُّو عَلَى الْإِنْفَاقِ، وَصَنِيعُ الْمَالِ يَزُولُ بِزَوَالِهِ۔
يَا كَمِيلُ (بَنَ زِيَادًا)، مَعْرِفَةُ الْعِلْمِ دِينٌ يُدَانُ بِهِ، بِهِ يَكْسِبُ الْإِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِي حَيَاتِهِ وَجَبِيلِ الْأَحْدَوْتِ بَعْدَ وَفَاتِهِ، وَالْعِلْمُ حَاكِمُ الْمَالِ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ۔

يَا كَمِيلُ هَلْكَ خَزَانُ الْأَمْوَالِ وَهُمْ أَحْيَاءُ وَالْعُلَمَاءُ بَاقُونَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ؛ أَعْيَانُهُمْ مَفْقُودَةٌ، وَأَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوبِ مَوْجُودَةٌ۔ هَا إِنَّ هُنَا لَعَلْمًا جَبًّا (وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى صَدْرِهِ) لَوْ أَصَبْتُ لَهُ حِمْلَةً بَلَى أَصَبْتُ لَقَيْنًا غَيْرَ مَأْمُونٍ عَلَيْهِ مُسْتَعْبِلًا آلَةَ الدِّينِ لِلدُّنْيَا، وَمُسْتَظْهِرًا بِنِعَمِ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَبِحُجَجِهِ عَلَى أَوْلِيَائِهِ، أَوْ مُنْقَادًا لِحِمْلَةِ الْحَقِّ لَا بِصِيرَةٍ لَهُ فِي أَحْنَائِهِ، يَنْقَدِحُ الشُّكُّ فِي قَلْبِهِ لِأَوَّلِ عَارِضٍ مِنْ شُبْهَةٍ إِلَّا لَا ذَا وَلَا ذَاكَ! أَوْ مَنُوعًا بِاللَّدَّةِ سَلِسَ الْقِيَادِ لِلشَّهْوَةِ، أَوْ مَغْرَمًا بِالْجَمْعِ وَالْإِدْحَارِ، لَيْسَا مِنْ رُعَاةِ الدِّينِ فِي شَيْءٍ، أَقْرَبُ شَيْءٍ شَبْهًا بِهِمَا

کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کی پیچھے بولیتا ہے، اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے نہ انہوں نے نورِ علم سے کسب کیا، نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔
اے کَمیل یاد رکھ، کہ علم مال سے بہتر ہے (کیونکہ) علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے، اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔

اے کَمیل علم کی شناسائی ایک دین ہے کہ جسکی اقتداء کی جاتی ہے اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت منواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے، اور مال محکوم۔

اے کَمیل! مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر ان کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں (اس کے بعد حضرت نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا) دیکھو! یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کاش! اس کے اٹھانے والے مجھے مل جاتے، ہاں ملا، کوئی تو، یا ایسا جو ذہین تو ہے، مگر ناقابلِ اطمینان ہے اور جو دنیا کے لئے دین کو آلہ کار بنانے والا ہے اور اللہ کی ان نعمتوں کی وجہ سے اس کے بندوں پر اور اس کی جنتوں وجہ سے اس کے دوستوں پر تقویٰ و برتری جتانے والا ہے۔ یا جو اباب حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اسکے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے۔ بس ادھر ذرا سا شبہ عارض ہوا کہ اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں تو معلوم ہونا چاہئے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل ہے یا ایسا شخص ملتا ہے کہ جو لذتوں پر مڑا ہوا ہے اور با سانی خواہش

الْأَنْعَامُ السَّائِمَةُ! كَذَلِكَ يَمُوتُ الْعِلْمُ بِمُوتِ حَامِلِيهِ۔

اللَّهُمَّ بَلِّغْنِي: لَا تَخْلُو الْأَرْضَ مِنْ قَائِمٍ لِّلَّهِ بِحُجَّةٍ: إِمَّا ظَاهِرًا مَشْهُورًا أَوْ خَائِفًا مَعْمُورًا لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللَّهِ وَبَيِّنَاتُهُ، وَكَمْ ذَا وَأَيْنَ أُولَئِكَ؟ أُولَئِكَ۔ وَاللَّهِ۔ الْأَقْلُونَ عَدَدًا، وَالْأَعْظُمُونَ عِنْدَ اللَّهِ قَدَرًا۔ يَحْفَظُ اللَّهُ بِهِمْ حُجَجَهُ وَبَيِّنَاتِهِ حَتَّى يُودِعُوهَا نُظْرَاءَ هُمْ، وَيَزَعُوهَا فِي قُلُوبِ أَشْيَاهِهِمْ هَجَمَ بِهِمُ الْعِلْمُ عَلَى حَقِيقَةِ الْبَصِيرَةِ، وَبَاشَرُوا رُوحَ الْيَقِينِ، وَاسْتَلَانُوا مَا اسْتَوْعَرَهُ الْمُتَرَفُّونَ وَأَنَسُوا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُونَ، وَصَحَبُوا الدُّنْيَا بِأَبْدَانٍ أَرْوَاحَهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْأَعْلَى۔ أُولَئِكَ خُلَفَاءُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ، وَالِدُّعَاةُ إِلَى دِينِهِ آيَةً شَوْقًا إِلَى رُؤْيَيْهِمْ! انْصَرِفْ (يَا كَمِيلُ) إِذَا شِئْتَ۔

نفسانی کی راہ پر کھینچ جانے والا ہے۔ یا ایسا شخص جو جمع آوری و ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہے۔ یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرینوالے نہیں ہیں ان دونوں سے انتہائی قریبی شبہات چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے خزانہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہو جاتا ہے۔

ہاں مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے چاہے وہ ظاہرہ مشہور یا خائف و پناہ تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں؟ خدا کی قسم وہ تو کثرت میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم ان کے ذریعہ سے اپنی جنتوں اور نشانوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ایسوں کے دلوں میں انہیں بودیں۔ علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انگشافت تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا، اپنے لئے سہل و آسان سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روچیں ملنا اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے اُن کی دید کے لئے میرے شوق کی فراوانی۔ (پھر حضرت نے کَمیل سے فرمایا) اے کَمیل! مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا) اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

کَمیل ابن زیاد نخعی رحمہ اللہ اسرارِ امامت کے خزانہ دار اور امیر المؤمنین کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ علم و فضل میں بلند مرتبہ اور زہد و ورع میں امتیاز خاص کے حامل تھے۔ حضرت کی طرف سے کچھ عرصہ تک بیعت کے عامل رہے۔ ۸۳ھ میں ۹۰ برس کی عمر میں حجاج ابن یوسف ثقفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور بیرون کوفہ دفن ہوئے۔

(۱۴۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

الْمَرْءُ مَخْبُوءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ.

مطلب یہ ہے کہ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی گفتگو سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی گفتگو اس کی ذہنی و اخلاقی حالت کی آئینہ دار ہوتی ہے جس سے اس کے خیالات و جذبات کا بڑی آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لہذا جب تک وہ خاموش ہے اس کا عیب و خیر پوشیدہ ہے اور جب اس کی زبان کھلتی ہے تو اس کا جوہر نمایاں ہو جاتا ہے۔

مرد پہناں است در زیرِ زبان خویشتن قیمت و قدرش ندانی تانیا نید درخن

(۱۴۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

هَلَّاكَ أَمْرٌ وَلَمْ يَعْرِفْ أَقْدَرَهُ.

(۱۴۹) جو شخص اپنی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

(۱۵۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

: لِرَجُلٍ سَأَلَهُ أَنْ يَعِظَهُ :-

لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُوا لَاحِزَةً بِغَيْرِ الْعَمَلِ،
وَيَرْجَى التَّوْبَةَ بِطَوَّلِ الْأَمَلِ، يَقُولُ
فِي الدُّنْيَا يَقُولُ الزَّاهِدِينَ، وَيَعْمَلُ
فِيهَا بِعَمَلِ الرَّاعِيَيْنِ، إِنْ أُعْطِيَ مِنْهَا لَمْ
يَشْبَعْ، وَإِنْ مَنَعَ مِنْهَا لَمْ يَقْنَعْ، يَعْجُرُ
عَنْ شُكْرِ مَا أُوتِيَ، وَيَبْتَغِي الزِّيَادَةَ فِيمَا
بَقِيَ، يَنْهَى وَلَا يَنْتَهَى، وَيَأْمُرُ بِمَا لَا
يَأْتِي، يُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَا يَعْمَلُ
عَمَلَهُمْ، وَيَبْغِضُ الْمُنَافِقِينَ وَهُوَ
أَحَدُهُمْ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ ذُنُوبِهِ،
وَيُقِيمُ عَلَى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ لَهُ، إِنْ
سَقِمَ ظَلَّ نَادِمًا، وَإِنْ صَحَّ أَمِنَ لَا هَيْبًا،
يُعْجَبُ بِنَفْسِهِ إِذَا غَوِيَ، وَيَقْنَطُ إِذَا
ابْتَلِيَ، إِنْ أَصَابَهُ بَلَاءٌ دَعَا مُضْطَرًّا،

(۱۴۸) انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

وَإِنْ نَالَه رَحَاءٌ أَعْرَضَ مُعْتَرًّا، تَغْلِبُهُ
نَفْسُهُ عَلَى مَا يَظُنُّ، وَلَا يَغْلِبُهَا عَلَى
مَا يَسْتَقِينُ، يَخَافُ عَلَى غَيْرِهِ بِأَدْنَى
مِنْ عَمَلِهِ، إِنْ اسْتَعْنَى بِطَرِّ وَفَتْنٍ،
وَإِنْ افْتَقَرَ قَنَطَ وَوَهَنَ، يُقْصِرُ إِذَا
عَمِلَ، وَيُبَايِعُ إِذَا سَأَلَ، إِنْ عَرَضَتْ لَهُ
شَهْوَةٌ أَسْلَفَ الْعَصِيَّةَ، وَسَوْفَ
التَّوْبَةِ، وَإِنْ عَرَّتْهُ مَحَنَةٌ انْفَرَجَ عَنْ
شَرَائِطِ الْهَلَاةِ، يَصِفُ الْعَبْرَةَ وَلَا يَعْتَبِرُ،
وَيُبَالِغُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَلَا يَتَعَطَّ، فَهُوَ
بِالْقَوْلِ مُدِلٌّ، وَمِنْ الْعَمَلِ مُقِلٌّ،
يُنَافِسُ فِيمَا يَقْنَى، وَيُسَامِحُ فِيمَا
يَبْقَى، يَرَى الْغَنَمَ مَغْرَمًا، وَالْغُرَمَ
مَغْنَمًا، يَخْشَى الْمَوْتَ، وَلَا يَبْأَدُرُ
الْفُتُورَ. يَسْتَعْظِمُ مِنْ مَعْصِيَةِ غَيْرِهِ مَا
يَسْتَقِيلُ أَكْثَرَ مِنْهُ مِنْ نَفْسِهِ،
وَيَسْتَكْثِرُ مِنْ طَاعَتِهِ مَا يَحْقِرُهَا مِنْ
طَاعَةِ غَيْرِهِ، فَهُوَ عَلَى النَّاسِ طَاعِنٌ،
وَلِنَفْسِهِ مُدَاهِنٌ اللَّهُو مَعَ الْاَغْنِيَاءِ
أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الدِّكْرِ مَعَ الْفُقَرَاءِ،
يَحْكُمُ عَلَى غَيْرِهِ لِنَفْسِهِ، وَلَا يَحْكُمُ
عَلَيْهَا لِغَيْرِهِ، وَيُرْشِدُ غَيْرَهُ وَيُغْوِي
نَفْسَهُ فَهُوَ يُطَاعُ وَيَعْصَى، وَيَسْتَوْفَى

میں مبتلا ہو کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ اُن کا نفس خیالی باتوں پر نہیں قابو میں لے آتا ہے اور وہ یقینی باتوں پر اُسے نہیں دبا لیتے۔ دوسروں کے لئے اُن کے گناہ سے زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اپنے لئے اپنے اعمال سے زیادہ جزا کے متوقع رہتے ہیں۔ اگر مالدار ہو جاتے ہیں تو اترا نے لگتے ہیں اور فقیر و گمراہی میں پڑ جاتے ہیں اور اگر فقیر ہو جاتے ہیں تو نا امید ہو جاتے ہیں اور سستی کرنے لگتے ہیں۔ جب عمل کرتے ہیں تو اُس میں سستی کرتے ہیں اور جب مانگنے پر آتے ہیں تو اصرار میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اگر اُن پر خواہش نفسانی کا غلبہ ہوتا ہے تو گناہ جلد سے جلد کرتے ہیں اور توبہ کو تعویق میں ڈالتے رہتے ہیں اگر کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو جماعت اسلامی کے خصوصی امتیازات سے الگ ہو جاتے ہیں۔ عبرت کے واقعات بیان کرتے ہیں مگر خود عبرت حاصل نہیں کرتے اور وعظ و نصیحت میں زور باندھتے ہیں مگر خود اُس نصیحت کا اثر نہیں لیتے۔ چنانچہ وہ بات کرنے میں تو اونچے رہتے ہیں مگر عمل میں کم ہی کم رہتے ہیں۔ فانی چیزوں میں نفسی نفسی کرتے ہیں اور باقی رہنے والی چیزوں میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ وہ نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع خیال کرتے ہیں۔ موت سے ڈرتے ہیں مگر فرصت کا موقع نکل جانے سے پہلے اعمال میں جلدی نہیں کرتے۔ دوسروں کے ایسے گناہ کو بہت برا سمجھتے ہیں جس سے بڑے گناہ کو خود اپنے لئے چھوٹا خیال کرتے ہیں اور اپنی ایسی اطاعت کو زیادہ سمجھتے ہیں جسے دوسروں سے کم سمجھتے ہیں لہذا وہ لوگوں پر معترض ہوتے ہیں اور اپنے نفس کی چٹائی چڑی باتوں سی تعریف کرتے ہیں۔ دولت مندوں کے ساتھ طرب و نشاط میں مشغول رہنا انہیں غریبوں کے ساتھ محفل ذکر میں شرکت سے زیادہ پسند ہے۔ اپنے حق میں دوسرے کے خلاف حکم لگاتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں کرتے کہ دوسرے کے حق میں اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اور لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اور اپنے کو گمراہی کی راہ پر لگاتے ہیں وہ اطاعت لیتے ہیں اور خود نافرمانی کرتے ہیں اور حق

وَلَا يُؤْفِي، وَيَخْشَى الْخَلْقَ فِي غَيْرِ رَبِّهِ وَلَا يَخْشَى رَبَّهُ فِي خَلْقِهِ۔

پورا پورا اصول کر لیتے ہیں مگر خود ادا نہیں کرتے۔ وہ اپنے پروردگار کو نظر انداز کر کے مخلوق سے خوف کھاتے ہیں اور مخلوقات کے بارے میں اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتے۔

قال الرضی ولو لم یکن فی هذا الكتاب إلا هذا الكلام لكفی (به) موعظة ناجعة وحكمة بالغة، وبصيرة لبصر، وعبرة لناظر مفكر۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں صرف ایک یہی کلام ہوتا تو کامیاب موعظہ اور مؤثر حکمت اور چشم بینا رکھنے والے کے لئے بصیرت اور نظر و فکر کرنے والے کے لئے عبرت کے اعتبار سے بہت کافی تھا۔

(۱۵۱) وقال عليه السلام: لِكُلِّ امْرِئٍ عَاقِبَةٌ حُلُوَّةٌ أَوْ مَرَّةٌ۔

(۱۵۱) ہر شخص کا ایک انجام ہے۔ اب خواہ وہ شیریں ہو یا تلخ۔

(۱۵۲) وقال عليه السلام: لِكُلِّ مُقْبِلٍ إِدْبَارٌ وَمَا أَدْبَرَ كَأَن لَّمْ يَكُنْ۔

(۱۵۲) ہر آنے والے کے لئے پلٹنا ہے، اور جب پلٹ گیا تو جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

(۱۵۳) وقال عليه السلام: لَا يَعْدَمُ الصَّبُورُ وَإِنْ طَالَ بِهِ الزَّمَانُ۔

(۱۵۳) صبر کرنے والا نافر و کامرانی سے محروم نہیں ہوتا، چاہے اُس میں طویل زمانہ لگ جائے۔

(۱۵۴) وقال عليه السلام: الرَّاضِي بِفِعْلٍ قَوْمٍ كَالَّذِي أَحْلَ فِيهِ مَعَهُمْ وَعَلَى كُلِّ دَاجِلٍ فِي بَاطِلٍ إِثْمَانٍ: إِنْ فِعْلُ الْفَعْلِ بِهِ، وَإِثْمُ الرِّضَا بِهِ۔

کسی جماعت کے فعل پر رضا مند ہونے والا ایسا ہے جیسے اس کے کام میں شریک ہو اور غلط کام میں شریک ہونے والے پر دو گناہ ہیں۔ ایک اس پر عمل کرنے کا، اور ایک اُس پر رضا مند ہونے کا۔

(۱۵۵) وقال عليه السلام: اعْتَصِمُوا بِالِدِّمِّ فِي أَوْتَارِهَا۔

(۱۵۵) عہد و پیمان کی ذمہ داریوں کو اُن سے وابستہ کرو جو میخوں کے ایسے (مضبوط) ہوں۔

(۱۵۶) وقال عليه السلام: عَلَيْكُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا تُعَدُّ رُؤْنَ بِجَهَالَتِهِ۔

(۱۵۶) تم پر اطاعت بھی لازم ہے اُن کی جن سے ناواقف رہنے کی بھی تمہیں معافی نہیں۔

خداوند عالم نے اپنے عدل و رحمت سے جس طرح دین کی طرف رہبری و رہنمائی کرنے کے لئے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اسی طرح سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد دین کی تبدیل و تحریف سے محفوظ رکھنے کے لئے امامت کا نفاذ کیا تاکہ ہر امام اپنے اپنے دور میں

تعلیمات الہیہ کو خواہش پرستی کی زد سے اسلام کے صحیح احکام کی رہنمائی کرتا رہے اور جس طرح شریعت کے مبلغ کی معرفت واجب ہے اسی طرح شریعت کے محافظ کی بھی معرفت ضروری ہے اور جاہل کو اس میں معذور نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ منصب امامت پر صد ہا ایسے دلائل و شواہد موجود ہیں جن سے کسی با بصیرت کے لئے گنجائش انکار نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية۔

جو شخص اپنے دور حیات کے امام کو نہ پہچانے اور دنیا سے اٹھ جائے اُس کی موت کفر و ضلالت کی موت ہے۔

ابن ابی الحدید نے بھی اس ذات سے کہ جس سے ناواقفیت و جہالت عذر مسموع نہیں بن سکتی حضرت کی ذات کو مراد لیا ہے اور ان کی اطاعت کا اعتراف اور منکر امامت کے غیر ناجی ہونے کا قرار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

من جهل امامة علي عليه السلام و انكر صحتها ولزومها فهو عند اصحابنا مخلد في النار لا ينفعه صوم ولا صلوة لان المعرفة بذلك من الاصول الكليته التي هي اركان الدين ولكنها لانسي منكر امامته كافر ابل نسيه فاسقا وخارجيا ومارقا ونحو ذلك والشيعة تسببه كافرا فهذا هو الفرق بينا وبينهم وهو في اللفظ لا في المعنى۔

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی امامت سے جاہل اور اس کی صحت و لزوم کا منکر ہو وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے۔ نہ اسے نماز فائدہ دے سکتی ہے نہ روزہ۔ کیونکہ معرفت امامت ان بنیادی اصولوں میں شمار ہوتی ہے جو دین کے مسلمہ ارکان ہیں۔ البتہ ہم آپ کی امامت کے منکر کو کافر کے نام سے نہیں پکارتے بلکہ اُسے فاسق، خارجی اور بے دین وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور شیعہ ایسے شخص کو کافر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی ہمارے اصحاب اور اُن میں فرق ہے۔ مگر صرف لفظی فرق ہے، کوئی واقعی اور معنوی فرق نہیں ہے۔

(شرح ابن ابی الحدید ۴ ص ۱۳۱۹)

(۱۵۷) وقال عليه السلام: قَدْ بَصُرْتُمُ اِنْ أَبْصَرْتُمْ وَقَدْ هَدَيْتُمْ اِنْ اهْتَدَيْتُمْ (وَأَسْمِعْتُمْ اِنْ اسْتَمَعْتُمْ)

(۱۵۷) اگر تم دیکھو تو تمہیں دکھایا جا چکا ہے اور اگر تم ہدایت حاصل کرو تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے اور اگر سننا چاہو تو تمہیں سنایا جا چکا ہے۔

(۱۵۸) وقال عليه السلام: عَاتِبَ أَحَاكَ بِالْأَحْسَانِ إِلَيْهِ، وَارْدُو شَرَّهَ بِالْأَنْعَامِ عَلَيْهِ۔

(۱۵۸) اپنے بھائی کو شرمندہ احسان بنا کر سرزنش کرو اور اور لطف و کرم کے ذریعہ سے اس کے شر کو دور کرو۔

اگر بُرائی کا جواب بُرائی سے دیا جائے تو اس سے دشمنی و نزاع کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اگر بُرائی سے بُرش آنے والے کے ساتھ نرمی و ملامت کا رویہ اختیار کیا جائے تو وہ بھی اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ امام حسن علیہ السلام بازار مدینہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شامی نے آپ کی جاذب نظر شخصیت سے متاثر ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون

<http://fb.com/ranajabirabbas>

یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی شخص ایک فائدہ کے پیچھے اس طرح کھو جائے کہ اسے دوسرے فائدوں سے ہاتھ اٹھالینا پڑے جس طرح وہ شخص جو ناموافق طبع یا ضرورت سے زیادہ کھالے تو اسے بہت سے کھانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔

(۱۷۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: النَّاسُ أَعْدَاءُ (۱۷۲) لَوْكَ أَسْ حِزْزِ دُشْمَنِ هَوْتِ هِي، جِسْ نَبِيْسِ مَا جَهْلُوا۔

انسان جس علم و فن سے واقف ہوتا ہے اسے بڑی اہمیت دیتا ہے اور جس علم سے عاری ہوتا ہے اسے غیر اہم قرار دے کر اس کی تنقیص و مذمت کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس محفل میں اس علم و فن پر گفتگو ہوتی ہے اسے ناقابلِ اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس سے وہ ایک طرح کی سبکی محسوس کرتا ہے اور یہ سب کی اس کے لئے اذیت کا باعث ہوتی ہے اور انسان جس چیز سی بھی اذیت محسوس کرے گا اس سے طبعاً نفرت کرے گا اور اس سے بغض رکھے گا۔ چنانچہ افلاطون سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ نہ جاننے والا جاننے والے سے بغض رکھتا ہے مگر جاننے والا نہ جاننے والے سے بغض و عناد نہیں رکھتا؟ اس نے کہا کہ چونکہ نہ جاننے والا اپنے اندر ایک نقص محسوس کرتا ہے اور یہ یگان کرتا ہے کہ جاننے والا اس کی جہالت کی بناء پر اسے حقیر و پست سمجھتا ہوگا جس سے متاثر ہو کر وہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جاننے والا چونکہ جہالت کے نقص سے بری ہوتا ہے اس لئے وہ یہ تصور نہیں کرتا کہ نہ جاننے والا اسے حقیر سمجھتا ہوگا۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ وہ اس سے بغض رکھے۔

(۱۷۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ اسْتَقْبَلَ (۱۷۳) جَوْشَخْصَ مَخْتَفِ رَايُوں كَا سَا مَنَا كَرْتَا هِي وَهَ خَطَاوُ وَجُوَا اَلَا رَاَ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَايَا۔

(۱۷۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ اَحَدًا سِنَانًا (۱۷۴) جَوْشَخْصَ اللّٰهِي خَا طَرِ سَنَا نِ غَضَبِ تِيْزِ كَرْتَا هِي وَهَ الْعَصَبِ لِلّٰهِي قَوِيْ عَلٰى قَتْلِ اَشِدَّاءِ الْبَاطِلِ۔

جو شخص محض اللہ کی خاطر باطل سے ٹکرانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اسے خداوند عالم کی طرف سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اور کمزور و بے سروسامانی کے باوجود باطل قوتیں اس کے عزم میں تزلزل اور ثبات قدم میں جہش پیدا نہیں کر سکتیں اور اگر اس کے اقدام میں ذاتی غرض شریک ہو تو اسے بڑی آسانی سے اس کے ارادہ سے باز رکھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ سید نعمت جزائری علیہ الرحمہ نے زہر الریح میں تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے کچھ لوگوں کو ایک درخت کی پریش کر تے دیکھا تو اس نے جذبہ دینی سے متاثر ہو کر اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا اور جب تیشہ لے کر آگے بڑھا تو شیطان نے اس کا راستہ روکا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں تاکہ لوگ اس مشرکانہ طریق عبادت سے باز رہیں۔ شیطان لعین نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب وہ جانیں اور ان کا کام، مگر وہ اپنے ارادہ پر ہمارا جب شیطان نے دیکھا کہ یہ ایسا کر رہی گزرے گا تو اس نے کہا کہ اگر تم واپس چلے جاؤ تو میں تمہیں چار درہم ہر روز دیا کروں گا، جو تمہیں بستر کے نیچے سے مل جایا کریں گے۔ یہ سن کر اس کی نیت ڈالواں ڈول ہونے لگی اور کہا

کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ تجربہ کر کے دیکھ لو، اگر ایسا نہ ہوا تو درخت کے کاٹنے کا موقع پھر بھی تمہیں مل سکتا ہے۔ چنانچہ وہ لالچ میں آ کر پلٹ آیا اور دوسرے دن وہ درہم اسے بستر کے نیچے مل گئے۔ مگر دو چار روز کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب وہ پھر طیش میں آیا، اور تیشہ لے کر درخت کی طرف بڑھا کہ شیطان نے آگے بڑھ کر کہا کہ اب تمہارے بس میں نہیں کہ تم اسے کاٹ سکو۔ کیونکہ پہلی دفعہ تم صرف اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے نکلے تھے، اور اب چند پیسوں کی خاطر نکلے ہو۔ لہذا تم نے ہاتھ اٹھایا تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔ چنانچہ وہ بے نیل و مرام پلٹ آیا۔

(۱۷۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا هَبَّتْ أَمْرًا (۱۷۵) جِبْ كَسِيْ اَمْرَ سِيْ دِهَشْتِ مَحْسُوْں كَرُوْ تُوْ اُسْ مِيں فَفَقِعْ فِيْهِ ، فَإِنَّ شِدَّةَ تَوَقُّيْهِ اَعْظَمُ مِمَّا تَخَافُ پھانڈ پڑو، اس لئے کہ کھٹکا لگا رہنا اس ضرر سے کہ جس کا خوف زیادہ تکلیف دہ چیز ہے۔

(۱۷۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلَةُ الرِّيَاسَةِ (۱۷۶) سِرْ بَرِ آوَرْدَہ ہونے کا ذریعہ سینہ کی وسعت ہے۔ سِعَةُ الصَّدْرِ۔

(۱۷۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اُزْجِرِ الْمُسِيءَ (۱۷۷) بَدِ كَارِ كِي سِرْ زَلْشِ نِيْكَ كُوْ اُسْ كَا بَدْلَہ دے کر کر۔ بَنُوَابِ الْمُحْسِنِ۔

مقصود یہ ہے کہ اچھوں کو ان کی خُسن کارکردگی کا پورا پورا صلہ دینا اور ان کے کارناموں کی بناء پر ان کی قدر افزائی کرنا۔ اور اچھائی کی راہ پر لگتا ہے، اور یہ چیز اخلاقی مواظبات اور تنبیہ و سرزنش سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان طبعاً اُن چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جن کے نتیجہ میں اسے فائدہ حاصل ہوں اور اس کے کانوں میں مدح و تحسین کے ترانے گونجیں۔

(۱۷۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اُحْصِدِ الشَّرَّ (۱۷۸) دُوسرے کے سینہ سے کینہ و شر کی جڑ اس طرح مِّنْ صَدْرٍ غَيْرِكَ بِقَلْعِهِ مِّنْ صَدْرِكَ۔

اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تم کسی کی طرف سے دل میں کینہ رکھو گے تو وہ بھی تمہاری طرف سے کینہ رکھے گا۔ لہذا اپنے دل کی کدورتوں کو مٹا کر اس کے دل سے بھی کدورت کو مٹا دو۔ کیونکہ دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ جب تمہارے آئینہ دل میں کدورت کا رنگ نہ رہے گا، تو اس کے دل سے بھی کدورت جاتی رہے گی اور اسی لئے انسان دوسرے کے دل کی صفائی کا اندازہ اپنے دل کی صفائی سے بآسانی کر لیتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب میں کہا سل قلبک ”اپنے دل سے پوچھو“، یعنی جتنا تم مجھے دوست رکھتے ہو، اتنا ہی میں تمہیں دوست رکھتا ہوں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ دوسرے کو بُرائی سے روکو، تو پہلے خود اس بُرائی سے باز آؤ۔ اس طرح تمہاری نصیحت دوسرے پر اثر انداز ہو سکتی ہے، ورنہ بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔

(۱۷۹) وقال عليه السلام: الدَّجَاجَةُ تَسْلُ الرَّأْيَ۔
(۱۷۹) ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کر دیتی ہے۔

(۱۸۰) وقال عليه السلام الطَّمَعُ رِقٌّ مُؤَبَّدٌ۔
(۱۸۰) لالچ ہمیشہ کی غلامی ہے۔

(۱۸۱) وقال عليه السلام: ثَمَرَةُ التَّقْوِيطِ النَّدَامَةُ، وَثَمَرَةُ الْحَزَمِ السَّلَامَةُ۔
(۱۸۱) کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی، اور احتیاط و دور اندیشی کا نتیجہ سلامتی ہے۔

(۱۸۲) وقال عليه السلام: لَا خَيْرَ فِي الصَّبِّ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ۔
(۱۸۲) حکیمانہ بات سے خاموشی اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں، جس طرح جہالت کی بات میں کوئی اچھائی نہیں۔

(۱۸۳) وقال عليه السلام: مَا اخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ إِلَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا ضَلَالَةً۔
(۱۸۳) جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی، تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہوگی۔

(۱۸۴) وقال عليه السلام: مَا شَكَّكَ فِي الْحَقِّ مُدَّارِ يَتَهُ۔
(۱۸۴) جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے اس میں کبھی شک نہیں کیا۔

(۱۸۵) وقال عليه السلام: مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِّبْتُ، وَلَا ضَلَلْتُ وَلَا ضُلِّلْتُ بِئِي۔
(۱۸۵) نہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ نہ میں خود گمراہ ہوا، نہ مجھے گمراہ کیا گیا۔

(۱۸۶) وقال عليه السلام: لِلظَّالِمِ الْبَاوِي غَدًا بِكَفِّهِ عَصَةٌ۔
(۱۸۶) ظلم میں پہل کرنے والا کل (ندامت سے) اپنا ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹا ہوگا۔

(۱۸۷) وقال عليه السلام: الرَّحِيلُ وَشَيْكٌ۔
(۱۸۷) چل چلاؤ قریب ہے۔

(۱۸۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَبْدَى صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ۔
(۱۸۸) جو حق سے منہ موڑتا ہے، تباہ ہو جاتا ہے۔

(۱۸۹) وقال عليه السلام: مَنْ لَمْ يَنْجِهِ الصَّبْرُ أَهْلَكَ الْجَنَّةَ۔
(۱۸۹) جسے صبر رہائی نہیں دلاتا، اُسے بے تاب و بے قراری ہلاک کر دیتی ہے۔

(۱۹۰) وقال عليه السلام: وَأَعْجَبَا أَتَكُونُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ؟ قَالَ الرَضِي: وَرَوَى لَهُ شَعْرٌ فِي هَذَا الْمَعْنَى فَإِنْ كُنْتُ بِالشُّورَى مَلَكْتُ أُمُورَ هُمْ فَكَيْفَ بِهِذَا وَالشُّيُورُونَ غَيْبٌ؟ وَإِنْ كُنْتُ بِالْقُرْبَى حَبَجْتُ خَصِيصَتَهُمْ فَغَيْرُكَ أَوْلَى بِالنَّبِيِّ وَأَقْرَبُ۔
(۱۹۰) العجب کیا خلافت کا معیار بس صحابیت اور قرابت ہی ہے؟ سید رضی کہتے ہیں کہ اس مضمون کے اشعار بھی حضرت سے مروی ہیں جو یہ ہیں۔ اگر تم شوری کے ذریعہ لوگوں کے سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے ہو تو یہ کیسے جبکہ مشورہ دینے کے حقدار افراد غیر حاضر تھے، اور اگر قرابت کی وجہ سے تم اپنے حریف پر غالب آئے ہو تو پھر تمہارے علاوہ دوسرا نبی کا زیادہ حقدار اور اُن سے زیادہ قریبی ہے۔

(۱۹۱) وقال عليه السلام: إِنَّمَا الْبَرُّ فِي الدُّنْيَا عَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا وَنَهَبُ تَبَادُرَةِ الْمَصَائِبِ، وَمَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرِّقٌ، وَفِي كُلِّ أَكَلَةٍ عَصَصٌ وَلَا يَنَالُ الْعَبْدُ نِعْمَةً إِلَّا بِفِرَاقٍ أُخْرَى وَلَا يَسْتَقْبِلُ يَوْمًا مِنْ عُمْرِهِ إِلَّا بِفِرَاقٍ أُخْرَى مِنْ أَجْلِهِ۔ فَتَحْنُ أَعْوَانُ النَّوْنِ وَأَنْفُسُنَا نَصَبُ الْحُتُوفِ فَيَنْ آيْنَ نَرْجُو الْبَقَاءَ وَهَذَا لِلَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَمْ يَرَفَعَا مِنْ شَيْءٍ شَرَفًا إِلَّا أَسْرَعَ الْكَرَّةَ فِي هَذِهِ مَا بَنِيَا، وَتَفَرَّقَ مَا جَمَعَا؟
(۱۹۱) دنیا میں انسان موت کی تیر اندازی کا ہدف اور مصیبت و ابتلا کی غارت گری کی جولانگاہ ہے جہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر لقمہ میں گلو گیر پھندا ہے اور جہاں بندہ ایک نعمت اُس وقت تک نہیں پاتا جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے اور اُس کی عمر کا ایک دن آتا نہیں جب تک ایک دن اس کی عمر سے کم نہ ہو جائے ہم موت کے مددگار ہیں اور ہماری جانیں ہلاکت کی زد پر ہیں تو اس صورت میں ہم کہاں سے بقا کی امید کر سکتے ہیں۔ جبکہ شب و روز کسی عمارت کو بلند نہیں کرتے مگر یہ کہ حملہ آور ہو کر جو بنایا ہے اُسے گراتے اور جو یکجا کیا ہے اُسے بکھیرتے ہوتے ہیں۔

(۱۹۲) وقال عليه السلام: يَا ابْنَ آدَمَ! تَوَلَّى ابْنِي غَدَاةً جُوزِيَادَهُ كَمَا مَأْكُسَبَتْ فَوْقَ قُوَّتِكَ فَانْتِ فِيهِ خَاوِنٌ لِيَغِيرَكَ۔
(۱۹۲) اے فرزند آدم! تو نے اپنی غذا سے جو زیادہ کمایا ہے اُس میں دوسرے کا خزانچی ہے۔

(۱۹۳) وقال عليه السلام: إِنَّ لِلْقُلُوبِ شَهْوَةً وَإِقْبَالَ وَادْبَارًا فَأَقْوَاهَا مِنْ قَبْلِ شَهْوَتِهَا وَإِقْبَالِهَا، فَإِنَّ الْقَلْبَ إِذَا أَكْرَهَ عَيْبًا

(۱۹۳) دلوں کے لئے رغبت و میلان، آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہوتا ہے۔ لہذا ان سے اُس وقت کام لو جب ان میں خواہش و میلان ہو، کیونکہ دل کو مجبور کر کے کسی کام پر لگایا جائے تو اُسے کچھ بھائی نہیں دیتا۔

(۱۹۴) وكان عليه السلام يقول متى أَشْفَى غِيظِي إِذَا غَضِبْتُ؟ أَحِينَ أَعْجَزُ عَنِ الْإِنْتِقَامِ فَيَقَالَ لِي لَوْ صَبِرْتُ؟ أَمْ حِينَ أَقْدِرُ عَلَيْهِ فَيَقَالَ لِي لَوْ عَفَرْتُ

(۱۹۴) جب غصہ مجھے آئے تو کب اپنے غصہ کو اتاروں؟ کیا اُس وقت کہ جب انتقام نہ لے سکوں۔ اور یہ کہا جائے کہ صبر کیجئے یا اُس وقت کہ جب انتقام پر قدرت ہو، اور کہا جائے کہ بہتر ہے درگزر کیجئے۔

(۱۹۵) وقال عليه السلام: وقد مر بقدر على مزيلة: هَذَا مَا بَخِلَ بِهِ الْبَاخِلُونَ وروى في خبر آخر أنه قال: هَذَا مَا كُنْتُمْ تَتَنَافَسُونَ فِيهِ بِالْأَمْسِ

(۱۹۵) آپ کا گزر ہوا ایک گھورے کی طرف سے جس پر غلاظتیں تھیں فرمایا ”یہ وہ ہے جس کے ساتھ بخل کرنے والوں نے بخل کیا تھا۔“ ایک اور روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا ”یہ وہ ہے جس پر تم لوگ کل ایک دوسرے پر رشک کرتے تھے۔“

(۱۹۶) وقال عليه السلام: لَمْ يَدَّهَبْ مِنْ مَالِكَ مَا وَعَظَكَ

(۱۹۶) تمہارا وہ مال اکارت نہیں گیا جو تمہارے لئے عبرت و نصیحت کا باعث بن جائے۔

جو شخص مال و دولت کھو کر تجربہ و نصیحت حاصل کرے، اُسے ضیاع مال کی فکر نہ کرنا چاہئے اور مال کے مقابلہ میں تجربہ کو گراں قدر سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ مال تو یوں بھی ضائع ہو جاتا ہے مگر تجربہ آئندہ کے خطرات سے بچالے جاتا ہے۔ چنانچہ ایک عالم سے جو مالدار ہونے کے بعد فقیر و نادار ہو چکا تھا پوچھا گیا کہ تمہارا مال کیا ہوا؟ اُس نے کہا کہ میں نے اس سے تجربات خرید لئے ہیں جو میرے لئے مال سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں۔ لہذا سب کچھ کھودینے کے بعد بھی میں نقصان میں نہیں رہا۔

(۱۹۷) وقال عليه السلام: إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكْمَةِ

(۱۹۷) یہ دل بھی اُسی طرح تھکتے ہیں جس طرح بدن تھکتے ہیں۔ لہذا (جب ایسا ہو تو) ان کے لئے لطیف حکیمانہ جملے تلاش کرو۔

(۱۹۸) وقال عليه السلام لما سمع قول

(۱۹۸) جب خوارج کا قول ”لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ“ (حکم اللہ

الخوارج (لا حكم إلا لله) كَلِمَةً حَقٍّ يَرَادُ بِهَا بَاطِلٌ

سے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا یہ جملہ صحیح ہے مگر جو اس سے مراد لیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔

(۱۹۹) وقال عليه السلام في صفة الغوغاء: هُمُ الَّذِينَ إِذَا اجْتَمَعُوا غَلَبُوا، وَإِذَا تَفَرَّقُوا لَمْ يُعْرِفُوا، وَقِيلَ: بَلْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: هُمُ الَّذِينَ إِذَا اجْتَمَعُوا ضُرُّوا، وَإِذَا تَفَرَّقُوا نَفَعُوا، فَقِيلَ: قَدْ عَرَفْنَا مَضْرَةَ اجْتِمَاعِهِمْ فَمَا مَنَفَعَةُ افْتِرَاقِهِمْ؟ فَقَالَ: يَرْجِعُ أَصْحَابُ السِّمَنِ إِلَى مِهْنِهِمْ، فَيَنْتَفِعُ النَّاسُ بِهِمْ كَرُجُوعِ الْبَنَاءِ إِلَى بَنَائِهِ، وَالنَّسَاجِ إِلَى مَنْسَجِهِ، وَالْخَبَازِ إِلَى مَخْبَزِهِ

(۱۹۹) بازاری آدمیوں کی بھینڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ مجتمع ہوں تو چھا جاتے ہیں اور جب منتشر ہوں تو پہچانے نہیں جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جب اکٹھا ہوتے ہیں تو باعث ضرر ہوتے ہیں اور جب منتشر ہو جاتے ہیں تو فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان کے مجتمع ہونے کا نقصان تو معلوم ہے مگر اُن کے منتشر ہونے کا فائدہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیشہ ور اپنے اپنے کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو لوگ اُن کے ذریعہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے معمار اپنی (زیر تعمیر) عمارت کی طرف جو لاہا اپنے کاروبار کی طرف اور نانہائی اپنے تئور کی طرف۔

(۲۰۰) وقال عليه السلام، وأتى بجان ومعه غوغاء فقال: لَا مَرَّحَبًا بوجوه لا تَرَى إِلَّا عِنْدَ كُلِّ سَوَاقٍ

(۲۰۰) آپ کے سامنے ایک مجرم لایا گیا جس کے ساتھ تماشائیوں کا جھوم تھا تو آپ نے فرمایا ان چہروں پر پھٹکار کہ جو ہر سو اُن کے موقع پر ہی نظر آتے ہیں۔

(۲۰۱) وقال عليه السلام: إِنَّ مَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ مَلَكَيْنِ يَحْفَظَانِهِ، فَإِذَا جَاءَ الْقَدَرُ خَلِيَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَإِنَّ الْأَجَلَ جَنَّةٌ حَصِينَةٌ

(۲۰۱) ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جب موت کا وقت آتا ہے تو وہ اُسکے اور موت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور بے شک انسان کی مقررہ عمر اُس کیلئے ایک مضبوط سپر ہے۔

(۲۰۲) وقال عليه السلام، وقد قال له طلحة والزبير: نبا يعك على أنا شر كماؤك في هذا الأمر: لا، وَلَكِنَّكُمْ شَرٌّ يَكُنْ فِي الْقُوَّةِ وَالْإِسْتِعَانَةِ وَعَوْنَانِ عَلَى الْعَجْزِ وَالْأَوْدِ

(۲۰۲) طلحہ و زبیر نے حضرت سے کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کرتے ہیں کہ اس حکومت میں آپ کے ساتھ شریک رہیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تم تقویت پہنچانے اور ہاتھ بٹانے میں شریک اور عاجزی اور سختی کے موقع پر مددگار ہو گے۔

<http://fb.com/ranajabirabbas>

خَاطِرَ مَنْ اسْتَغْنَى بِرَأْيِهِ، وَالصَّبْرُ
يُنَاضِلُ الْحَدَثَانَ وَالْحَزَنُ مِنْ أَعْوَانِ
الزَّمَانِ، وَأَشْرَفُ الْغِنَى تَرَكَ الْمَنَى، وَكَمَّ
مَنْ عَقَلَ أُسِيرَ تَحْتَ هَوَى أَمِيرٍ، وَمَنْ
التَّوَفَّقِ حِفْظُ التَّجَرُّبَةِ، وَالْمَوَدَّةِ قَرَابَةُ
مُسْتَفَادَةٍ وَلَا تَأْمَنَنَّ مَلُولًا۔

مصائب وحوادث کا مقابلہ کرتا ہے۔ بیتابی و بے قراری
زمانہ کے مددگاروں میں سے ہے۔ بہترین دولت مندی
آرزوؤں سے ہاتھ اٹھا لینا ہے۔ بہت سی غلام عقلیں
امیروں کی ہواؤ ہوس کے بار میں دبی ہوئی ہیں۔ تجربہ و
آزمائش کی نگہداشت حسن توفیق کا نتیجہ ہے۔ دوستی و محبت
اکتسابی قرابت سے ہے جو تم سے رنجیدہ و دل تنگ ہو، اُس
پر اطمینان و اعتماد نہ کرو۔

(۲۱۲) وقال عليه السلام: عَجِبُ الْمَرْءِ
بِنَفْسِهِ أَحَدٌ حَسَادٍ عَقْلِهِ۔

(۲۱۲) انسان کی خود پسندی اُس کی عقل کی حریفوں میں
سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حاسد محسود کی کسی خوبی و حسن کو نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح خود پسندی عقل کے جوہر کا بھڑانا اور اُس کے
خصائص کا نمایاں ہونا گوارا نہیں کرتی۔ جس سے مغرور و خود بین انسان اُن عادات و خصائل سے محروم رہتا ہے، جو عقل کے نزدیک
پسندیدہ ہوتے ہیں۔

(۲۱۳) وقال عليه السلام: أَعْصِ عَلَى
الْقَدَىٰ وَإِلَّا لَمْ تَرْضَ أَبَدًا۔

(۲۱۳) تکلیف سے چشم پوشی کرو۔ ورنہ کبھی خوش نہیں رہ
سکتے۔

ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور ہوتی ہے۔ اگر انسان دوسروں کی خامیوں اور کمزوریوں سے متاثر ہو کر اُن سے علیحدگی اختیار
کرتا جائے، تو رفتہ رفتہ وہ اپنے دوستوں کو کھودے گا، اور دنیا میں تنہا اور بے یار و مددگار ہو کر رہ جائے گا۔ جس سے اُس کی زندگی تلخ اور
اکھنیں بڑھ جائیں گی۔ ایسے موقع پر انسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس معاشرہ میں اُسے فرشتے نہیں مل سکتے کہ جن سے اُسے کبھی کوئی
شکایت پیدا نہ ہو۔ اسے انہی لوگوں میں رہنا سہنا اور انہی لوگوں میں زندگی گزارنا ہے۔ لہذا جہاں تک ہو سکے ان کی کمزوریوں کو نظر انداز
کرے، اور اُن کی ایذا رسانیوں سے چشم پوشی کرتا رہے۔

(۲۱۴) وقال عليه السلام: مَنْ لَانَ عَوْدَةً
كَثُفَتْ أَغْصَانُهُ۔

(۲۱۴) جس (درخت) کی لکڑی نرم ہو اُس کی شاخیں
گھنی ہوتی ہیں۔

جو شخص تندخو اور بد مزاج ہو وہ کبھی اپنے ماحول کو خوش گوار بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ملنے والے بھی اُس کے
ہاتھوں نالاں اور اُس سے بیزار رہیں گے اور جو خوش خلق اور شیریں زبان ہو، لوگ اُس کے قرب کے خواہاں اور اُس کی دوستی کے
خواہش مند ہوں گے، اور وقت پڑنے پر اُس کے معاون و مددگار ثابت ہوں گے جس سے وہ اپنی زندگی کو کامیاب بنا لے جاسکتا ہے۔

(۲۱۵) وقال عليه السلام: الْخِلَافُ يَهْدِمُ
الرَّأْيَ۔

(۲۱۵) مخالفت صحیح رائے کو برباد کر دیتی ہے۔

(۲۱۶) وقال عليه السلام: مَنْ نَالَ
اسْتَطَالَ۔

(۲۱۶) جو منصب پالیتا ہے دست درازی کرنے لگتا ہے۔

(۲۱۷) وقال عليه السلام: فَيَسَّ تَقَلُّبِ
الْأَحْوَالِ عِلْمٌ جَوَاهِرِ الرِّجَالِ۔

(۲۱۷) حالات کے پلٹوں ہی میں مردوں کے جوہر
کھلتے ہیں۔

(۲۱۸) وقال عليه السلام: حَسَدُ
الصَّدِيقِ مِنْ سَقَمِ الْمَوَدَّةِ۔

(۲۱۸) دوست کا حسد کرنا دوستی کی خامی ہے۔

(۲۱۹) وقال عليه السلام: أَكْثَرُ مَصَارِعِ
الْعُقُولِ تَحْتَ بُرُوقِ الْمَطَامِعِ۔

(۲۱۹) اکثر عقلوں کا ٹھوکر کھانا گریبا طمع و حرص کی بجلیاں
چمکنے پر ہوتا ہے۔

جب انسان طمع و حرص میں پڑ جاتا ہے تو رشوت، چوری، خیانت، سود خواری اور اس قبیل کے دوسرے اخلاقی عیوب اُس میں پیدا
ہو جاتے ہیں اور عقل ان باطل خواہشوں کی جگہ گھٹ سے اس طرح خیرہ ہو جاتی ہے کہ اُسے ان فحش افعال کے عواقب و نتائج نظر ہی نہیں
آتے کہ وہ اُسے روکے ٹو کے اور اس خواب غفلت سے جھجھوڑے۔ البتہ جب دنیا سے رخت سفر باندھنے پر تیار ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ
جو کچھ سمیٹا تھا وہ یہیں کے لئے تھا ساتھ نہیں لے جاسکتا، تو اُس وقت اُس کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

(۲۲۰) وقال عليه السلام: لَيْسَ مِنَ
الْعَدْلِ الْقَضَاءُ عَلَى الْبِقَةِ بِالظَّنِّ۔

(۲۲۰) یہ انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن و گمان پر اعتماد
کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔

(۲۲۱) وقال عليه السلام: بِئْسَ الرَّادُّ إِلَى
الْبَعَادِ الْعُدْوَانُ عَلَى الْعِبَادِ۔

(۲۲۱) آخرت کے لئے بہت بڑا توشہ ہے بندگان خدا پر
ظلم و تعدی کرنا۔

(۲۲۲) وقال عليه السلام: مِنْ أَشْرَفِ
أَعْمَالِ الْكَرِيمِ غَفْلَتُهُ عَمَّا يَعْلَمُ۔

(۲۲۲) بلند انسان کے بہترین افعال میں سے یہ ہے کہ
وہ ان چیزوں سے چشم پوشی کرے جنہیں وہ جانتا ہے۔

(۲۲۳) وقال عليه السلام: مَنْ كَسَاهُ
الْحَيَاءُ ثَوْبَهُ لَمْ يَرِ النَّاسُ عَيْبَهُ۔

(۲۲۳) جس پر حیاء نے اپنا لباس پہنا دیا ہے اُس کے
عیب لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں آ سکتے۔

جو شخص حیا کے جوہر سے آراستہ ہوتا ہے اس کے لئے حیا ایسے امور کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے جو معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے اس میں عیب ہوتا ہی نہیں کہ دوسرے دیکھیں اور اگر کسی امر قبیح کا اس سے ارتکاب ہو بھی جاتا ہے تو حیا کی وجہ سے علانیہ مرتکب نہیں ہوتا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کے عیب پر پڑ سکیں۔

(۲۲۳) وقال عليه السلام: بِكَثْرَةِ الصَّبْتِ تَكُونُ الْهَيْبَةُ، وَبِالنَّصْفَةِ يَكْثُرُ الْوَأَصْلُونُ، وَبِالْفُضَالِ تَعْظُمُ الْأَقْدَارُ، وَبِالتَّوَاضُعِ تَيْتَمُ النِّعْمَةُ وَبِاحْتِمَالِ الْمَوْنِ يَجِبُ الشُّوْذُ، وَبِالسَّيْرِ الْعَادِلَةِ يَقْهَرُ الْمُنَادِيُّ، وَبِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيهِ تَكْثُرُ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِ۔

(۲۲۴) زیادہ خاموشی رعب و ہیبت کا باعث ہوتی ہے اور انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ لطف و کرم سے قدر و منزلت بلند ہوتی ہے جھک کر ملنے سے نعمت تمام ہوتی ہے۔ دوسروں کا بوجھ ہٹانے سے لازماً سرداری حاصل ہوتی ہے اور خوش رفتاری سے کینہ و دشمنی مغلوب ہوتا ہے اور سر پھرے آدمی کے مقابلہ میں بردباری کرنے سے اس کے مقابلہ میں اپنے طرفدار ہو جاتے ہیں۔

(۲۲۵) وقال عليه السلام: الْعَجَبُ لِعَفْلَةٍ الْحَسَادِ عَنْ سَلَامَةِ الْأَجْسَادِ۔

(۲۲۵) تعجب ہے کہ حاسد جسمانی تندرستی پر حسد کرنے سے کیوں غافل ہو گئے۔

حاسد دوسروں کے مال و جاہ پر تو حسد کرتا ہے مگر ان کی صحت و توانائی پر حسد نہیں کرتا حالانکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے زیادہ گرانقدر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دولت و ثروت کے اثرات ظاہری طمطراق اور آرام و آسائش کے اسباب سے نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور صحت ایک عمومی چیز قرار پا کر نادری کا شکار ہو جاتی ہے اور اسے اتنا بے قدر سمجھا جاتا ہے کہ حاسد بھی اسے حسد کے قابل نہیں۔ چنانچہ ایک دولت مند کو دیکھتا ہے تو اس کے مال و دولت پر اسے حسد ہوتا ہے، اور ایک مزدور کو دیکھتا ہے کہ جو سر پر بوجھ اٹھائے دن بھر چلتا پھرتا ہے تو وہ اس کی نظروں میں قابل حسد نہیں ہوتا۔ گویا صحت و توانائی اس کے نزدیک حسد کے لائق چیز نہیں ہے کہ اس پر حسد کرے البتہ جب خود بیمار پڑتا ہے تو اسے صحت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس موقع پر اسے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ قابل حسد یہی صحت تھی جو اب تک اس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

مقصود یہ ہے کہ صحت کو ایک گرانقدر نعمت سمجھنا چاہئے اور اس کی حفاظت و نگہداشت کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔

(۲۲۶) وقال عليه السلام: الطَّامِعُ فِي وَثَاقِ الدُّلِّ۔

(۲۲۶) طمع کرنے والا ذلت کی زنجیروں میں گرفتار رہتا ہے۔

(۲۲۷) وسئل عن الايمان فقال الایمان مَعْرِفَةُ بِالْقَلْبِ، وَإِقْرَارُ بِاللِّسَانِ، وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ۔

(۲۲۷) آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایمان دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء سے عمل کرنا ہے۔

(۲۲۸) وقال عليه السلام: مَنْ أَصْبَحَ عَلَى الدُّنْيَا حَزِينًا فَقَدْ أَصْبَحَ لِقَضَاءِ اللَّهِ سَاحِظًا، وَمَنْ أَصْبَحَ يَشْكُو مَصِيبَةَ نَزَلَتْ بِهِ فَقَدْ أَصْبَحَ يَشْكُو رَبَّهُ، وَمَنْ أَتَى غَنِيًا فَتَوَاضَعَ لَهُ لَغْنَاهُ ذَهَبٌ ثُلَاثًا وَبَيْنَهُ وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَهُوَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّخِذُ آيَاتِ اللَّهِ هُزُؤًا وَمَنْ لَهَجَ قَلْبُهُ بِحُبِّ الدُّنْيَا تَنَاطَلَ قَلْبُهُ مِنْهَا بِفَلَاحٍ هُمْ لَا يَغِيبُهُ، وَحِرْصٌ لَا يَتْرُكُهُ، وَأَمَلٌ لَا يَذَرُّهُ۔

(۲۲۸) جو دنیا کیلئے اندوہناک ہو وہ قضا و قدر الہی سے ناراض ہے اور جو اس مصیبت پر کہ جس میں مبتلا ہے شکوہ کرے، تو وہ اپنے پروردگار کا شاکہ ہے اور جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اس کی دولت مندی کی وجہ سے جھکے تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرے پھر مر کر دوزخ میں داخل ہو تو وہ ایسے ہی لوگوں میں سے ہوگا جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور جس کا دل دنیا کی محبت میں وارفتہ ہو جائے تو اس کے دل میں دنیا کی یہ تین چیزیں پیوست ہو جاتی ہیں۔ ایسا غم کہ جو اس سے جدا نہیں ہوتا اور ایسی حرص کہ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور ایسی امید کہ جو بر نہیں آتی۔

(۲۲۹) وقال عليه السلام: كَفَى بِالْقَنَاعَةِ مُلْكًا وَبِحُسْنِ الْخُلُقِ نَعِيمًا وَسئل عليه السلام عن قوله تعالى: فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً؟ فقال: هِيَ الْقَنَاعَةُ۔

(۲۲۹) قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی عیش و آرام نہیں ہے۔ حضرت سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ ”ہم اس کو پاک و پاکیزہ زندگی دیں گے؟“ آپ نے فرمایا کہ وہ قناعت ہے۔

حسن خلق کو نعمت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح نعمت باعث لذت ہوتی ہے اسی طرح انسان خوش اخلاقی و نرمی سے دوسروں کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اپنے ماحول کو خوش گوار بنا سکتا ہے اور اپنے لئے لذت و راحت کا سامان کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور قناعت کو سرمایہ و جاگیر اس لئے قرار دیا ہے کہ جس طرح ملک و جاگیر احتیاج کو ختم کر دیتی ہے اسی طرح جب انسان قناعت اختیار کر لیتا ہے اور اپنے رزق پر خوش رہتا ہے تو وہ خلق سے مستغنی اور احتیاج سے دور ہو جاتا ہے۔

ہر کہ قانع شد بخشک و ترشہ بحر و بر است

(۲۳۰) وقال عليه السلام: شَارَكُوا الَّذِي قَدْ إقْبَلَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ، فَإِنَّهُ، أَخْلَقَ لِلْغَنَى وَأَجْدَرُ بِإِقْبَالِ الْحِظِّ عَلَيْهِ۔

(۲۳۰) جس کی طرف فراخ روزی رخ کئے ہوئے ہو اس کے ساتھ شرکت کرو کیونکہ اس میں دولت حاصل کرنے کا زیادہ امکان اور خوش نصیبی کا زیادہ قرینہ ہے۔

(۲۳۱) وقال عليه السلام في قوله تعالى: خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي دَارِكُمْ۔

(۲۳۱) خداوند کے ارشاد کے مطابق کہ ”اللہ تمہیں عدل و

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ، الْعَدْلُ: احسان کا حکم دیتا ہے، فرمایا عدل انصاف ہے اور احسان لطف و کرم۔ وَالْإِحْسَانُ التَّفَضُّلُ۔

(۲۳۲) وقال عليه السلام: مَنْ يُعْطِ بِالْيَدِ الْقَصِيرَةِ يُعْطِ بِالْيَدِ الطَّوِيلَةِ (۲۳۲) جو عاجز و قاصر ہاتھ سے دیتا ہے اُسے باقتدار ہاتھ سے ملتا ہے۔

قَالَ الرَّضَى: أَقُولُ: وَمَعْنَى ذَلِكَ أَنَّ مَا يَنْفَقُهُ الْمَرْءُ مِنْ مَالِهِ فِي سَبِيلِ الْخَيْرِ وَالْبِرِّ وَإِنْ كَانَ يَسِيرًا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَجْعَلُ الْجَزَاءَ عَلَيْهِ عَظِيمًا كَثِيرًا، وَالْيَدَانِ هَهُنَا عِبَارَتَانِ عَنِ النِّعَمَتَيْنِ، وَفَرْقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ نِعْمَةِ الْعَبْدِ وَنِعْمَةِ الرَّبِّ (تَعَالَى ذِكْرُهُ) فَجَعَلَ تِلْكَ قَصِيرَةً وَهَذِهِ طَوِيلَةً لِأَنَّ نِعْمَ اللَّهِ أَبَدًا تَضَعُفُ اللَّهُ أَصْلَ النِّعَمِ كُلِّهَا، فَكُلُّ نِعْمَةٍ إِلَيْهَا تَرْجِعُ وَمِنْهَا تَنْزِعُ۔

(۲۳۳) وقال عليه السلام لابنه الحسن عليهما السلام: لَا تَدْعُوَنَّ إِلَى مُبَارَاةٍ وَإِنْ دُعِيتَ إِلَيْهَا فَاجِبٌ فَإِنَّ الدَّاعِيَ بَاغٍ وَالْبَاغِي مَصْرُوعٌ۔

مقصود یہ ہے کہ اگر دشمن آمادہ پیکار ہو اور جنگ میں پہل کرے تو اس موقع پر اُس کی روک تھام کے لئے قدم اٹھانا چاہئے اور از خود حملہ نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ سراسر ظلم و تعدی ہے اور جو ظلم و تعدی کا مرتکب ہو گا وہ اُس کی پاداش میں خاکِ مذلت پر پچھاڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ امیر المومنین ہمیشہ دشمن کے لکارنے پر میدان میں آتے اور خود سے دعوتِ مقابلہ نہ دیتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ:

مَاسَمِعَا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا إِلَى مُبَارَاةٍ قَطُ وَإِنَّمَا كَانَ يَدْعُوهُ هُوَ بَعِينُهُ أَوْ يَدْعُوهُ مِنْ يَبَارِزٍ فَيُخْرِجُ إِلَيْهِ فَيُقْتَلُ۔

(شرح ابن الحدید ج ۴ ص ۳۴۴) مقابلہ میں نکلتے تھے اور اُسے قتل کر دیتے تھے۔

(۲۳۴) وقال عليه السلام: حِيَارُ حِصَالِ النِّسَاءِ شِرَارُ حِصَالِ الرِّجَالِ: الرُّهُوءُ وَالْجُبْنُ، وَالْبُخْلُ فَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَرْهُوءَةً لَمْ تُسَكِّنْ مِنْ نَفْسِهَا، وَإِذَا كَانَتْ بِخِيلَةٍ حَفِظَتْ مَالَهَا وَمَالَ بَعْلِهَا، وَإِذَا كَانَتْ جَبَانَةً فَرِقَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَعْرِضُ لَهَا۔

(۲۳۵) وَقِيلَ لَهُ: صِفْ لَنَا الْعَاقِلَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: هُوَ الَّذِي يَضَعُ الشَّيْءَ مَوَاضِعَهُ، فَقِيلَ: فَصِفْ لَنَا الْجَاهِلَ فَقَالَ: قَدْ فَعَلْتُ۔

قَالَ الرَّضَى: يَعْنِي أَنَّ الْجَاهِلَ هُوَ الَّذِي لَا يَضَعُ الشَّيْءَ مَوَاضِعَهُ فَكَانَ تَرَكَ صِفَتِهِ صِفَةً لَهُ! إِذْ كَانَ بِخِلَافِ وَصْفِ الْعَاقِلِ۔

(۲۳۶) وقال عليه السلام: وَاللَّهِ لَدُنِّيَا كُمْ هَذِهِ أَهْوَاؤُنِي فِي عَيْنِي مِنْ عَوَاقِ خَيْرٍ فِي يَدٍ مَجْزُومٍ۔

(۲۳۷) وقال عليه السلام: إِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللَّهَ رَغْبَةً فِتْلِكَ عِبَادَةِ التَّجَارِ وَإِنْ قَوْمًا عَبَدُوا اللَّهَ رَهْبَةً فِتْلِكَ عِبَادَةِ الْعَبِيدِ، وَإِنْ قَوْمًا عَبَدُوا اللَّهَ شُكْرًا فِتْلِكَ عِبَادَةِ الْأَحْرَارِ۔

(۲۳۸) وقال عليه السلام: الْمَوَاطَّةُ شَرُّ كُلِّهَا، وَشَرُّ مَا فِيهَا أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهَا۔

(۲۳۹) وقال عليه السلام: مَنْ أَطَاعَ التَّوَانِي ضَيِّعَ الْحُقُوقَ وَمَنْ أَطَاعَ الْوَأَشِي ضَيِّعَ الصَّدِيقَ۔
(۲۳۹) جو شخص سستی و کاہلی کرتا ہے، وہ اپنے حقوق کو ضائع و برباد کر دیتا ہے اور جو چغل خور کی بات پر اعتماد کرتا ہے، وہ دوست کو اپنے ہاتھ سے کھودیتا ہے۔

(۲۴۰) وقال عليه السلام: الْحَجَرُ الْقَصِيبُ فِي الدَّارِ رَهْنٌ عَلَى خَرَابِهَا۔
(۲۴۰) گھر میں ایک غصبی پتھر کا لگانا اُس کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔
قال الرضی ویروی لهذا الکلام عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ولا عجب أن يشتهب الكلامان؛ لان مشتقهما من قليب، ومفرغهما من ذنوب۔
سید رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ کلام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہوا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا کہ دونوں کے کلام ایک دوسرے کے مثل ہوں کیونکہ دونوں کا سرچشمہ تو ایک ہی ہے۔

(۲۴۱) وقال عليه السلام: يَوْمُ الْمَظْلُومِ عَلَى الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الظَّالِمِ عَلَى الْمَظْلُومِ۔
(۲۴۱) مظلوم کے مظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ ہوگا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

دنیا میں ظلم سہہ لینا آسان ہے، مگر آخرت میں اس کی سزا بھگتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ ظلم سہنے کا عرصہ زندگی بھر کیوں نہ ہو، پھر بھی محدود ہے۔ اور ظلم کی پاداش جہنم ہے، جس کا سب سے زیادہ ہولناک پہلو یہ ہے کہ وہاں زندگی ختم نہ ہوگی کہ موت دوزخ کے عذاب سے بچالے جائے۔ چنانچہ ایک ظالم اگر کسی کو قتل کر دیتا ہے تو قتل کے ساتھ ظلم کی حد بھی ختم ہو جائے گی، اور اب اس کی گنجائش نہ ہوگی کہ اُس پر مزید ظلم کیا جاسکے مگر اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈالا جائے کہ جہاں وہ اپنے کئے کی سزا بھگتتا رہے۔
پنداشت سنگر کہ جفا برما کرو درگردن اوبماند و برما بگذشت

(۲۴۲) وقال عليه السلام: اتَّقِ اللَّهَ بَعْضَ التَّقَى وَإِنْ قَلَّ، وَاجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللَّهِ سِتْرًا وَإِنْ رَقَّ۔
(۲۴۲) اللہ سے کچھ ڈرو، چاہے وہ کم ہی ہو، اور اپنے بعض تقی و اتقی، و اجعل بینک و بین اللہ ستر و ان رقی۔
اور اللہ کے درمیان کچھ تو پردہ رکھو، چاہے وہ باریک ہی سا ہو۔

(۲۴۳) وقال عليه السلام: إِذَا إِزْدَجَمَ الْجَوَابُ خَفِيَ الصَّوَابُ۔
(۲۴۳) جب (ایک سوال کیلئے) جوابات کی بہتات ہو جائے تو صحیح بات چھپ جایا کرتی ہے۔

اگر کسی سوال کے جواب میں ہر گوشہ سے آوازیں بند ہونے لگیں تو ہر جواب نئے سوال کا تقاضا بن کر بحث و جدل کا دروازہ کھول

دے گا اور جوں جوں جوابات کی کثرت ہوگی اصل حقیقت کی کھوج اور صحیح جواب کی سراغ رسانی مشکل ہو جائے گی کیونکہ ہر شخص اپنے جواب کو صحیح تسلیم کرانے کے لئے ادھر ادھر سے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کرے گا جس سے سارا معاملہ الجھاؤ میں پڑ جائے گا اور یہ خواب کثرت تبیر سے خواب پریشان ہو کر رہ جائے گا۔

(۲۴۴) وقال عليه السلام: إِنَّ لِلَّهِ فِي كُلِّ نِعْمَةٍ حَقًّا؛ فَمَنْ آدَا زَادَهُ مِنْهَا، وَمَنْ قَصَرَ عَنْهُ خَاطَرَ بَزْوَالِ نِعْمَتِهِ۔
(۲۴۴) بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہر نعمت میں ایک حق ہے تو جو اس حق کو ادا کرتا ہے اللہ اُس کے لئے نعمت کو اور بڑھاتا ہے اور جو کوتاہی کرتا ہے وہ موجود نعمت کو بھی خطرہ میں ڈالتا ہے۔

(۲۴۵) وقال عليه السلام: إِذَا كَثُرَتْ الْمَقْدَرَةُ قَلَّتِ الشَّهْوَةُ۔
(۲۴۵) جب قدرت زیادہ ہو جاتی ہے تو خواہش کم ہو جاتی ہے۔

(۲۴۶) وقال عليه السلام: احْذَرُوا نِفَارَ النِّعَمِ فَمَا كُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُودٍ۔
(۲۴۶) نعمتوں کو زائل ہونے سے ڈرتے رہو کیونکہ ہر بے قابو ہو کر نکل جانے والی چیز پلٹا نہیں کرتی۔

(۲۴۷) وقال عليه السلام: الْكَرَمُ أَعْطَفُ مِنَ الرَّحْمِ۔
(۲۴۷) جذبہ کرم رابطہ قرابت سے زیادہ لطف و مہربانی کا سبب ہوتا ہے۔

(۲۴۸) وقال عليه السلام: مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهُ۔
(۲۴۸) جو تم سے خُسن ظن رکھے اُس کے گمان کو سچا ثابت کرو۔

(۲۴۹) وقال عليه السلام: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ مَا أَكْرَهْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهِ۔
(۲۴۹) بہترین عمل وہ ہے جس کے بجالانے پر تمہیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے۔

(۲۵۰) وقال عليه السلام: عَرَفْتُ اللَّهَ سُبْحَانَهُ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ، وَحَلِّ الْعُقُودِ، وَنَقْضِ الْهَمَمِ۔
(۲۵۰) میں نے اللہ سبحانہ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے۔

ارادوں کو ٹوٹنے اور ہمتوں کے پست ہونے سے خداوند عالم کی ہستی پر اس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ مثلاً ایک کام کے کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، مگر وہ ارادہ فعل سے ہمکنار ہونے سے پہلے ہی بدل جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ

ارادوں کا ادنا بدلنا اور ان میں تغیر و انقلاب کا رونما ہونا اُس کی دلیل ہے کہ ہمارے ارادوں پر ایک بالا دست قوت کا فرما ہے جو انہیں عدل سے وجود اور وجود سے عدل میں لانے کی قوت و طاقت رکھتی ہے، اور یہ امر انسان کے احاطہ اختیار سے باہر ہے۔ لہذا اسے اپنے سے مافوق ایک طاقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ جو ارادوں میں رد و بدل کرتی رہتی ہے۔

(۲۵۱) وقال عليه السلام: مَرَارَةُ الدُّنْيَا دُنْيَا كَتَفِي آخِرَتِ كِي خُشْكَوَارِي هِي، اور دُنْيَا كِي حَلَاوَةُ الْآخِرَةِ، وَحَلَاوَةُ الدُّنْيَا مَرَارَةُ الْآخِرَةِ۔ خوشگوارِ آخِرَت کی تخی ہے۔

(۲۵۲) وقال عليه السلام: فَرَضَ اللَّهُ الْإِيمَانَ تَطْهِيراً مِّنَ الشِّرْكِ وَالصَّلَاةَ تَزْيِيراً عَنِ الْكِبَرِ، وَالزَّكَاةَ تَسْبِيحاً لِلرِّزْقِ، وَالصِّيَامَ ابْتِلَاءً لِاخْلَاصِ الْخَلْقِ، وَالْحَجَّ تَقْوِيَةً لِلدِّينِ، وَالْجِهَادَ عِزّاً لِلْإِسْلَامِ، وَالْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ مَصْلَحَةً لِلْعَوَامِّ، وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ رَدْعاً لِلْسُّفَهَاءِ وَصِلَةً الرَّحِمِ مِنْمَنَّا لِلْعَدُوِّ الْقِصَاصَ حَقّاً لِلدِّمَاءِ، وَإِقَامَةَ الْحُدُودِ إِعْظَاماً لِلْمَحَارِمِ، وَتَرْكَ شُرْبِ الْخَمْرِ تَحْصِيْناً لِلْعَقْلِ وَمُحَابَبَةً لِلشَّرِيقَةِ إِيْجَاباً لِلْعَقْفَةِ، وَتَرْكَ الزِّنَا تَحْصِيْناً لِلنَّسَبِ، وَتَرْكَ اللَّوْاطِ تَكْثِيْراً لِلنَّسْلِ، وَالشَّهَادَةَ اسْتِظْهَاراً عَلَى الْمُبَاحِدَاتِ وَتَرْكَ الْكُذْبِ تَشْرِيفاً لِلصِّدْقِ، وَالسَّلَامَ أَمَاناً مِنَ الْمَخَافِ، وَالْأَمَانَاتِ نِظَاماً لِلْأَمَّةِ وَالطَّاعَةَ تَعْظِيْماً لِلْإِمَامَةِ۔

ترشح :- احکام شرع کی بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا تذکرہ کرنے سے قبل ایمان کی غرض و غایت کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ ایمان شرعی احکام کے لئے اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی شرع و آئین کی ضرورت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایمان :- ہستی خالق کے اقرار اور اُس کی یگانگت کے اعتراف کا نام ہے اور جب انسان کے قبل ضمیر میں یہ عقیدہ رچ بس جاتا ہے

تو وہ کسی دوسرے کے آگے جھکنا گوارا نہیں کرتا، اور نہ کسی طاقت سے مرعوب و متاثر ہوتا ہے۔ بلکہ ذہنی طور پر تمام ہندھنوں سے آزاد ہو کر خود کو خدائے واحد کا حلقہ بگوش تصور کرتا ہے اور اس طرح توحید سے وابستگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دامن شرک کی آلودگیوں سے آلودہ ہونے نہیں پاتا۔

نماز: عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے جو قیام و قعود اور رکوع و سجود پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ اعمال غرور و نخوت کے احساسات کو ختم کرنے، کبر و انانیت کو مٹانے اور عجز و فروتنی کے پیدا کرنے کا کامیاب ذریعہ ہے۔ کیونکہ متکبرانہ افعال و حرکات سے نفس میں تکبر و رعونیت کا جذبہ ابھرتا ہے، اور متکسرانہ اعمال سے نفس میں تذلل و خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ ان اعمال کی بجائے آدمی سے انسان متواضع و متکسر المزاج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ عرب کہ جن کے کبر و غرور کا یہ عالم تھا کہ اگر اُن کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑتا تھا تو اُسے اٹھانے کے لئے جھکنا گوارا نہ کرتے تھے اور چلتے ہوئے جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاتا تھا تو جھک کر اُسے درست کرنا عار سمجھتے تھے جدوں میں اپنے چہرے خاک مذلت پر بچھانے لگے اور نماز جماعت میں دوسروں کے قدموں کی جگہ پر اپنی پیشانیاں رکھنے لگے اور غرور و عصبيت جاہلیت کو چھوڑ کر اسلام کی صحیح روح سے آشنا ہو گئے۔

زکوٰۃ: یعنی ہر با استطاعت اپنے مال میں سے ایک مقررہ مقدار سال بہ سال ان لوگوں کو دے کہ جو وسائل حیات سے بالکل محروم یا سال بھر کے آرزو کا کوئی ذریعہ نہ رکھتے ہوں۔ یہ اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کی کوئی فرد محتاج و مفلس نہ رہے اور احتیاج و افلاس سے جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے محفوظ رہیں اور اس کے علاوہ یہ بھی مقصد ہے کہ دولت چلتی پھرتی اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہے اور چند افراد کے لئے مخصوص ہو کر نہ رہ جائے۔

روزہ: وہ عبادت ہے جس میں ریا کا شائبہ نہیں ہوتا اور نہ حسن نیت کے علاوہ کوئی اور جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ چنانچہ تنہائی میں جبکہ بھوک بے چین کئے ہوئے ہو، اور پیاس تڑپا رہی ہو نہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھتا ہے، نہ پانی کی خواہش بے قابو ہونے دیتی ہے۔ حالانکہ اگر کھانچا لیا جائے تو کوئی بیٹ میں جھانک کر دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ مگر ضمیر کا حسن اور خلوص کا جو ہر نیت کو ڈال دیتا اور یہی روزہ کا سب سے بڑا فائدہ ہے کہ اس سے عمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

حج: کا مقصد یہ ہے کہ حلقہ بگوشان اسلام اطراف و اکناف عالم سے سمت کرا ایک مرکز پر جمع ہوں تاکہ اس عالمی اجتماع سے اسلام کی عظمت کا مظاہرہ ہو اور اللہ کی پرستش و عبادت کا ولولہ تازہ اور آپس میں روابط کے قائم کرنے کا موقع حاصل ہو۔

جہاد: کا مقصد یہ ہے کہ جو قومیں اسلام کی راہ میں مزاحم ہوں اُن کے خلاف امکانی طاقتوں کے ساتھ جنگ آزما ہوا جائے تاکہ اسلام کو فروغ و استحکام حاصل ہو۔ اگرچہ اس راہ میں جان کے لئے خطرات پیدا ہوتے ہیں اور قدم قدم پر مشکلیں حائل ہوتی ہیں مگر راحت ابدی و حیات دائمی کی نوید، ان تمام مصیبتوں کو جھیل لے جانے کی ہمت بندھاتی رہتی ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر: دوسروں کو صحیح راہ دکھانے اور غلط روی سے باز رکھنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اگر کسی قوم میں اس فریضہ کے انجام دینے والے ناپید ہو جاتے ہیں تو پھر اُس کو تباہی سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی اور وہ اخلاقی و تمدنی لحاظ سے انتہائی پستیوں میں جا گرتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے اور فرانس کے مقابلہ میں اُسے بڑی اہمیت دی ہے اور اس سے پہلو بچالے جانے کو "نا قابل تلافی جرم" قرار دیا ہے۔

صلہ: رحمی یہ ہے کہ انسان اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور کم از کم باہمی سلام و کلام کا سلسلہ قطع نہ کرے تاکہ دلوں میں صفائی پیدا ہو اور خاندان کی شیرازہ بندی ہو کر یہ بکھرے ہوئے افراد ایک دوسرے کے دست و بازو ثابت ہوں۔

قصاص: یہ ایک حق ہے جو مقتول کے وارثوں کو دیا گیا ہے کہ وہ قتل کے بدلہ میں قتل کا مطالبہ کریں تاکہ پاداش جرم کے خوف سے آئندہ کسی قتل کی جرأت نہ ہو سکے اور وارثوں کے جوش انتقام میں ایک جان سے زیادہ جانوں کے ہلاک ہونے کی نوبت نہ پہنچے۔ بے شک غفور و درگزر اپنے مقام پر فضیلت رکھتا ہے مگر جہاں حقوق بشر کی پامالی اور امن عالم کی تباہی کا سبب بن جائے، اسے اصلاح نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اس موقع پر قتل و خونریزی کے انسداد اور حیات انسانی کی بقا کا واحد ذریعہ قصاص ہی ہوگا چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔

ولکم فی القصاص حیوة یا اُولی الابلب ط

”اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔“

اجرائے حدود: کا مقصد یہ ہے کہ مخرجات الہیہ کے مرتکب ہونے والے کو جرم کی سنگینی کا احساس دلایا جائے تاکہ وہ سزا و عقوبت کے خوف سے منہیات سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔

شراب: ذہنی انتشار، پراگندگی، حواس اور زوال عقل کا باعث ہوتی ہے جس کے نتیجے میں انسان وہ قبیح افعال کر گزرتا ہے جن کی ہوش و حواس کی حالت میں اس سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ یہ صحت کو تباہ اور طبیعت کو وبائی امراض کی پذیرائی کے لئے مستعد کر دیتی ہے اور بے خوابی، ضعف اعصاب اور نفرس وغیرہ امراض اس کا لازمی خاصہ ہیں اور انہی مفاد و مفاسد کو دیکھتے ہوئے شریعت نے اسے حرام کیا ہے۔

سرقہ: یعنی دوسروں کے مال میں دست درازی کرنا وہ قبیح عادت ہے جو حرص اور ہوائے نفس کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور چونکہ مشتیات نفس کو حد افراط سے ہٹا کر نقطہ اعتدال پر لانا عفت کہلاتا ہے اس لئے بڑھتی ہوئی خواہش اور طمع کو روک کر چوری سے اجتناب کرنا عفت کا باعث ہوگا۔

زنا و لواطہ: کو اس لئے حرام کیا گیا ہے کہ نسب محفوظ رہے اور نسل انسانی پھلے پھولے اور بڑھے، کیونکہ زنا سے پیدا ہونے والی اولاد، اولاد ہی نہیں قرار پاتی کہ اس سے نسب ثابت ہوتا۔ اسی لئے اسے مستحق میراث نہیں قرار دیا جاتا اور خلاف فطرت افعال سے نسل کے بڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان قبیح افعال کے نتیجے میں انسان ایسے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے جو قطع نسل کے ساتھ زندگی کی بربادی کا سبب ہوتی ہیں۔

قانون شہادت: کی اس لئے ضرورت ہے کہ اگر ایک فریق دوسرے فریق کے کسی حق کا انکار کرے، تو شہادت کے ذریعہ اپنے حق کا اثبات کر کے اسے محفوظ کر سکے۔

کذب و دروغ: سے اجتناب کا حکم اس لئے ہے تاکہ اس کی ضد یعنی صداقت کی عظمت و اہمیت نمایاں ہو اور سچائی کے مصالح و منافع کو دیکھ کر جھوٹ سے پیدا ہونے والی اخلاقی کمزوریوں سے بچا جائے۔

سلام: کے معنی امن و صلح پسندی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ صلح پسندانہ روش خطرات سے تحفظ اور جنگ و جدال کی روک تھام کا کامیاب ذریعہ ہے۔ عموماً شارحین نے سلام کو باہمی سلام و دعا کے معنی میں لیا ہے مگر سیاق کلام اور فرائض کے ذیل میں اسکا تذکرہ اس معنی کی تائید نہیں کرتا۔ بہر حال اس معنی کی رو سے سلام خطرات سے تحفظ کا ذریعہ ہے اس طرح کہ اسے امن و سلامتی کا شعار سمجھا جاتا ہے اور جب دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر سلام کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی و دوستی کا اعلان کرتے ہیں جس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

نہج البلاغہ کے عام نسخوں میں لفظ سلام ہی تحریر ہے مگر ابن مثنیٰ نے اسے لفظ ”اسلام“ قرار دیتے ہوئے اس کی شرح کی ہے اور لفظ اسلام بھی روایت کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نسخہ میں لفظ ”اسلام“ بھی ہو۔

امانت: کا تعلق صرف مال ہی سے نہیں بلکہ اپنے متعلقہ امور کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا بھی امانت کے منافی ہے۔ تو جب مسلمان اپنے فرائض و متعلقہ امور کا لحاظ رکھیں گے تو اس سے نظم و نسق ملت کا مقصد حاصل ہوگا اور جماعت کی شیرازہ بندی پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔

امامت: کے اجراء کا مقصد یہ ہے کہ امت کی شیرازہ بندی ہو اور اسلام کے احکام تبدیل و تحریف سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ اگر امت کا کوئی سربراہ اور دین کا کوئی محافظ نہ ہو تو نہ امت کا نظم و نسق باقی رہ سکتا ہے اور نہ احکام دوسرے کی دستبرد سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب امت پر اس کی طاعت بھی واجب ہو۔ اس لئے کہ اگر وہ مطاع اور واجب الاطاعت نہ ہوگا تو وہ نہ عدل و انصاف قائم کر سکتا ہے نہ ظالم سے مظلوم کا حق دلا سکتا ہے نہ قوانین شریعت کا اجراء و نفاذ کر سکتا ہے، اور نہ دنیا سے فتنہ و فساد کے ختم ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

(۲۵۳) و کان علیہ السلام یقول: (۲۵۳) آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی ظالم سے قسم لینا ہو تو اس سے اس طرح حلف اٹھاؤ کہ وہ اللہ کی قوت و توانائی سے بڑی ہے؟ کیونکہ جب وہ اس طرح جھوٹی قسم کھائے گا، تو جلد اس کی سزا پائے گا اور جب یوں قسم کھائے کہ قسم اس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو جلد اس کی گرفت نہ ہوگی، کیونکہ اس نے اللہ کو وحدت و وحد اللہ تعالیٰ۔

ابن مثنیٰ نے تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے منصور عباسی کے پاس امام جعفر صادق علیہ السلام پر کچھ الزامات عائد کیے جس پر منصور نے حضرت کو طلب کیا اور کہا کہ فلاں شخص نے آپ کے بارے میں مجھے یہ اور یہ کہا ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ سب جھوٹ ہے اور اس میں ذرا بھر صداقت نہیں، تم اس شخص کو میرے سامنے بلا کر پوچھو۔ چنانچہ اسے بلا کر پوچھا گیا تو اس نے کہا، کہ میں نے جو کچھ کہا تھا صحیح اور درست تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو جس طرح میں تمہیں قسم دلاؤں تم قسم کھاؤ۔ چنانچہ حضرت نے اسے یہی قسم دلائی کہ ”میں خدا کی قوت و طاعت سے بڑی ہوں“ اس قسم کے کھاتے ہی اس پر فاج گرا اور وہ بے حس و حرکت ہو کر رہ گیا۔ اور امام علیہ السلام عزت و احترام کے ساتھ پلٹ آئے۔

۲۵۸۔ وقال عليه السلام: إِذَا أَسْلَقْتُمْ قَتَّاجِرُوا اللَّهَ بِالصَّدَقَةِ۔
(۲۵۸) جب تنگدست ہو جاؤ، تو صدقہ کے ذریعہ اللہ سے یو پار کرو۔

۲۵۹۔ وقال عليه السلام: الْوَفَاءُ لِأَهْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللَّهِ، وَالْغَدْرُ بِأَهْلِ الْغَدْرِ وَفَاءٌ عِنْدَ اللَّهِ۔
(۲۵۹) غداروں سے وفا کرنا اللہ کے نزدیک غداری ہے، اور غداروں کے ساتھ غداری کرنا اللہ کے نزدیک عین وفا ہے۔

۲۶۰۔ وقال عليه السلام: كَمْ مِنْ مَسْتَدْرَجٍ بِالْأَحْسَنِ إِلَيْهِ، وَمَغْرُورٍ بِالسُّتْرِ عَلَيْهِ، وَمَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ، وَمَا ابْتَلَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ أَحَدًا بِبَيْتِلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ۔
(۲۶۰) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے ہیں اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں۔
قال الرضى: وقد مضى هذا الكلام فيما تقدم، إلا أن فيه ههنا زيادة جيدة مفيدة۔
سید رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام پہلے بھی گزر چکا ہے مگر یہاں اس میں کچھ عمدہ اور مفید اضافہ ہے۔

(۲۵۳) قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا بَنَ آدَمَ اے فرزند آدم! اپنے مال میں اپنا وصی خود بن، کُنْ رَصِيًّا نَفْسِكَ فِي مَالِكَ، وَاعْمَلْ فِيهِ مَا تَوَثَّرَ أَنْ يَعْمَلَ فِيهِ مِنْ بَعْدِكَ۔
اور جو تو چاہتا ہے کہ تیرے بعد تیرے مال میں سے خیر خیرات کی جائے، وہ خود انجام دے دے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کا کچھ حصہ امور خیر میں صرف کیا جائے تو اسے موت کا انتظار نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ جیتے ہی جہاں صرف کرنا چاہتا ہے صرف کر جائے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث اس کی وصیت پر عمل نہ کریں، یا اسے وصیت کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔

زر نعمت انکوں بدہ کان تو است کہ بعد از تو بیروں ز فرمان تو است

(۲۵۵) وقال عليه السلام: الْحِدَّةُ ضَرْبٌ مِنَ الْجُنُونِ لِأَنَّ صَاحِبَهَا يَنْدَمُ فَإِنْ لَمْ يَنْدَمْ فَجُنُونُهُ مُسْتَحْكَمٌ۔
(۲۵۵) غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے۔ کیونکہ غصہ اور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اس کی دیوانگی پختہ ہے۔

(۲۵۶) وقال عليه السلام: صِحَّةُ الْجَسَدِ مِنْ قِلَّةِ الْحَسَدِ۔
(۲۵۶) حسد کی کمی بدن کی تندرستی کا سبب ہے۔

حسد سے دل میں ایک ایسا زہریلا مواد پیدا ہوتا ہے جو حرارت غریزی کو ختم کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں جسم نڈھال اور روح پژمرده ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لئے حاسد کبھی پھلتا پھولتا نہیں، بلکہ حسد کی آگ میں پگھل پگھل کر ختم ہو جاتا ہے۔

(۲۵۷) وقال عليه السلام: (لِكَمِيلِ بْنِ زِيَادٍ النَّحَعِي): يَا كَمِيلُ، مَرَأَهُكَ أَنْ يَرَوْحُوا فِي كَسْبِ الْمَكَارِمِ، وَيُدْلِبُوا فِي حَاجَةٍ مَنْ هُوَ نَائِمٌ فَوَ الَّذِي وَسِعَ سَعُهُ الْأَصَوَاتِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَوْدَعَ قَلْبًا سُرُورًا إِلَّا وَخَلَقَ اللَّهُ لَهُ مِنْ ذَلِكَ السُّرُورِ لُطْفًا، فَإِذَا نَزَلَتْ بِهِ نَائِيَةٌ جَرَى إِلَيْهَا كَالْمَاءِ فِي أَنْحَادِهِ حَتَّى يَطْرُدَهَا عَنْهُ كَمَا تَطْرُدُ غَرِيْبَةُ الْإِبِلِ۔
(۲۵۷) کمیل ابن زیاد نخعی سے فرمایا: اے کمیل! اپنے عزیز و اقارب کو ہدایت کرو کہ وہ اچھی خصلتوں کو حاصل کرنے کیلئے دن کے وقت نکلیں اور رات کو سو جانے والے کی حاجت روائی کو چل کھڑے ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کی قوت شنوائی تمام آوازوں پر حاوی ہے جس کسی نے بھی کسی کے دل کو خوش کیا، تو اللہ اُس کیلئے اُس سرور سے ایک لطف خاص خلق فرمائے گا کہ جب بھی اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ نشیب میں بہنے والے پانی کی طرح تیزی سے بڑھے اور اجنبی اونٹوں کو ہٹانے کی طرح اس مصیبت کو ہٹا کر دور کر دے۔

(۵) وفي حديثه عليه السلام: إِنَّ الْأَيَّامَ يَبْدُو لَمْظَةً فِي الْقَلْبِ كُلَّمَا اِزْدَادَ الْآيَّامُ اِزْدَادَتِ اللَّمْظَةُ، واللمظة مثل النكتة أو نحوها من البياض - ومنه قيل: فرس المظ إذا كان بحفلة شيء من البياض -

(۵) ایمان ایک ”لمظہ“ کی صورت سے دل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا ہے۔ وہ لمظہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) لمظہ سفید نقطہ یا اُس کے مانند سفید نشان کو کہتے ہیں، اور اسی سے فرس المظ اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جسکے نیچے کے ہونٹ پر کچھ سفیدی ہو۔

(۶) وفي حديثه عليه السلام: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا كَانَ لَهُ الدَّيْنُ الظَّنُونُ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَرْكَبَهُ لِمَا مَضَى إِذَا قَبَضَهُ فَالظنون (الذي لا يعلم صاحبه أيقبضه من الذي هو عليه أمر لا، فكانه، الذي يظن به فمرة يرحوه ومرة لا يرحوه - وهذا من أفصح الكلام؛ وكذلك كل أمر تطلبه ولا تدري على أي شيء أنت منه فهو ظنون وعلى ذلك قول الأعمشي مَا يُجْعَلُ الْجَدُّ الظَّنُونُ الَّذِي جُنِبَ صَوْبُ الدُّجُبِ الْمَاطِرِ مِثْلَ الْفَرَاتِ إِذَا مَاطِمًا يَقْدَفُ بِالْبُوصِيِّ وَالْمَاهِرِ - والجِد: البئر (العادية في الصحراء) والظنون: التي لا يعلم هل فيها ماء أم لا -

(۶) جو شخص کوئی دین ظنون وصول کرے تو جتنے سال اُس پر گزرے ہوں گے اُن کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) دین ظنون وہ قرضہ ہوتا ہے کہ قرض خواہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ وہ اُسے وصول ہوگا یا نہیں کبھی امید پیدا ہو، اور کبھی ناامیدی اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔ یونہی ہر وہ چیز جسکی تمہیں طلب ہو اور یہ جان سکو کہ تم اُسے حاصل کرو گے یا نہیں۔ وہ ظنون کہلاتی ہے۔

چنانچہ اُشی کا یہ قول اسی معنی کا حامل ہے جسکا مضمون ہے۔ ”وہ جد ظنون جو گرج کر برسنے والے ابر کی بارش سے بھی محروم ہو، دریائے فرات کے مانند نہیں قرار دیا جاسکتا جبکہ وہ ٹھانھیں مار رہا ہو اور کشتی اور اچھے تیراک کو ڈھیل کر دور پھینک رہا ہو۔“

جد اس پرانے کنوئیں کو کہتے ہیں جو کسی بیابان میں واقع ہو، اور ظنون وہ ہے کہ جس کے متعلق یہ خبر نہ ہو کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔

(۷) وفي حديثه عليه السلام: أَنَّهُ شِيعَ جَيْشًا يَغْزِيهِ فَقَالَ: أَعْدَبُوا عَنِ النِّسَاءِ مَا اسْتَطَعْتُمْ - وَمَعْنَاهُ اصْدَفُوا عَنْ ذِكْرِ النِّسَاءِ وَشُغْلِ

(۷) جب آپ نے لڑنے کے لئے لشکر روانہ کیا، تو اُسے رخصت کرتے وقت فرمایا۔

جہاں تک بن پڑے عورتوں سے عاذب رہو۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) اس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کی یاد میں کھونہ جاؤ، اور اُن سے دل لگانے اور اُن سے

الصغو والوقت الذي يخرج منه الصغر إلى حد الكبير، وهو من أفصح الكنايات عن هذا الأمر (واغريها - يقول: فاذا بلغ النساء ذلك فالعصبة أولى بالمرأة من أمها إذا كانوا محرماً مثل الأحرار والأعمال وبتزويجها إن أرادوا ذلك والحقق محاكاة الأمر للعصبة في المرأة وهو الجدال والخصومة وقول كل واحد منها للاخوانا أحق منك: بهذا يقال منه: حاققته حقائقاً مثل جادلته جدالاً - وقد قيل: إن نص الحقائق “بلوغ العقل، وهو الإدراك؛ لأنه عليه السلام إنما أراد منتهى الأمر الذي تجب فيه الحقوق والأحكام، ومن رواه نص الحقائق“ فانبأ أراد جمع حقيقة -

لهذا معنى ما ذكره أبو عبيد (القاسم بن سلام) والذي عندي أن المراد بنص الحاق ههنا بلوغ المرأة إلى الحد الذي يجوز فيه تزويجها وتصرفها في حقوقها تشبيهاً بالحقاق من الابل، وهي جمع حقتة وحق وهو الذي استكمل ثلاث سنين ودخل في الرابعة، وعند ذلك يبلغ إلى الحد الذي تيسر فيه من ركوب ظهره ونصه في السير، والحقائق أيضاً: جمع حقة - فالروايتان جميعاً ترجعان إلى معنى واحد، وهذا أشبه بطريقة العرب من المعنى المذكور -

نے نص الحقائق سے حد کمال تک پہنچنا مراد لیا ہے جو بچپن کی حد آخراور وہ زمانہ ہوتا ہے کہ کم سن کم سنی کے حدود سے نکل کر بڑوں کی صف میں داخل ہوتا ہے اور یہ بلوغ کے لئے نہایت فصیح اور بہت عجیب کنایہ ہے۔ حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں تو درہم پالی رشتہ دار جبکہ وہ محرم بھی ہوں، جیسے بھائی اور چچا، وہ ان کا رشتہ کہیں کرنا چاہیں تو وہ اُن کی ماں سے زیادہ رشتہ کے انتخاب کا حق رکھتے ہیں اور حقائق سے (لڑکی کی) ماں کا درہم پالی رشتہ داروں سے جھگڑنا مراد ہے۔ اور ہر ایک کا اپنے کو دوسرے سے زیادہ حق دار ثابت کرنا ہے اور اسی سے حقائقہ حقائقہ بروزن جادلہ جدالہ ہے۔ یعنی میں نے اس سے لڑائی جھگڑا کیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نص الحقائق سے مراد بلوغ عقل اور حد رشید و کمال تک پہنچنا ہے۔ کیونکہ حضرت نے وہ زمانہ مراد لیا ہے کہ جس میں لڑکی پر حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں اور جس نے نص الحقائق کی روایت کی ہے اُس نے حقائق کو حقیقت کی جمع لیا ہے۔ یہ مفاد ہے اس کا جو ابو عبیدہ قاسم ابن سلام نے کہا ہے۔ مگر میرے خیال میں اس مقام پر نص الحقائق سے مراد یہ ہے کہ لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں کہ جس میں ان کے لئے عقد اور اپنے حقوق کا خود استعمال جائز ہوتا ہے۔ اس طرح اُسے ۳ سالہ اونٹنیوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور حقائق حق اور حق کی جمع ہے۔ یہ اُس اونٹنی اور اونٹ کو کہتے ہیں جو تین سال ختم کرنے کے بعد چوتھے سال میں داخل ہو، اور اونٹ اس عمر میں سواری اور تیز دوڑانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور حقائق بھی حقہ کی جمع ہے۔ اس بناء پر دونوں روایتوں کے ایک ہی معنی ہوں گے، اور یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں پہلے معنی سے زیادہ اسلوب کلام عرب سے میل کھاتے ہیں۔

الأمر، وقد قيل في ذلك أقوال أحسنها: أنه شبه حصى الحرب بالنار التي تجمع الحرارة و الحسرة بفعالها ولونها، ومما يقوى ذلك قول رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد رأى مجتلد الناس يوم حنين وهي حرب هوازن: "الآن حصى الوطيس" فالوطيس: مستوقد النار، فشبه رسول الله صلى الله عليه وسلم ما استحر من جلاد القوم باحتدام النارو شدة التهابها۔

دختی سے اور اس کی توجہ میں چند اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ مگر ان میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ آپ نے جنگ کی تیزی اور گرمی کو آگ سے تشبیہ دی ہے۔ جو اپنے اثر اور رنگ دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سرخی لئے ہوتی ہے اور اس معنی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے دن قبیلہ بنی ہوازن کی جنگ میں لوگوں کو جنگ کرتے دیکھا، تو فرمایا: اب وطیس گرم ہو گیا۔ وطیس اُس جگہ کو کہتے ہیں جس میں آگ جلائی جائے۔ اس مقام پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے میدان کارزاری گرم بازاری کو آگ کے بھڑکنے اور اس کے لپکوں کی تیزی سے تشبیہ دی ہے۔

انقضی لهذا الفصل، ورجعنا الى سنن الغرض الاول في هذا الباب
یہ فصل تمام ہو گئی اب ہم اس باب میں پہلے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں

(۲۶۱) وقال عليه السلام، لما بلغه إغارة أصحاب معاوية على الانبار: فخرج بنفسه ماشياً حتى أتى النخيلة فأدركه الناس، وقالوا يا أمير المؤمنين، نحن نكفيهم فقال: ما تكفونني أنفُسكم فكيف تكفونني غيركم؟ إن كانت الرعايا قبلني لتشكوا حيف رعاتها، وإنني اليوم لأشكو حيف رعيتي، كأنني المَقود وهم القادة أو الموزرغ وهم الودعة۔

(۲۶۱) جب امیر المؤمنین علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی کہ معاویہ کے ساتھیوں نے (شہر) انبار پر دھاوا کیا ہے تو آپ بنفس نفیس پیادہ پا چل کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ نخیلہ تک پہنچ گئے، اتنے میں لوگ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے یا امیر المؤمنین! ہم دشمن سے نہ لیں گے، آپ کے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے سے تو میرا بچاؤ کر نہیں سکتے دوسروں سے کیا بچاؤ کرو گے۔ مجھے سے پہلے رعایا اپنے حاکموں کے ظلم و جور کی شکایت کیا کرتی تھی مگر میں آج اپنی رعیت کی زیادتیوں کا گلہ کرتا ہوں، گویا کہ میں رعیت ہوں اور وہ حاکم اور میں حلقہ گوش ہوں اور وہ فرمانروا۔

فلما قال عليه السلام لهذا القول في كلام (سید رضی کہتے ہیں کہ) جب امیر المؤمنین علیہ السلام نے

المقلب بهن، وامتنعوا من المقاربة لهن، لأن ذلك يفت في عضد الحمية ويقدر في معادل العزيمة، ويكسو عن العدو، ويلفت عن الابعاد في الغزو، وكل من امتنع من شئ فقد أعذب منه۔ والعاذب والعدوب: الممتنع من الأكل والشرب۔

مقاربت کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ چیز بازوئے حمیت میں کمزوری اور عزم کی ہتکتیوں میں سستی پیدا کرنے والی ہے اور دشمن کے مقابلہ میں کمزور اور جنگ میں سعی و کوشش سے روگرداں کرنے والی ہے۔ اور جو شخص کسی چیز سے منہ پھیر لے، اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ اعذب عندہ (وہ اس سے الگ ہو گیا) اور جو کھانا پینا چھوڑ دے اُسے عاذب اور عذوب کہا جاتا ہے۔

(۸) وفي حديثه عليه السلام: كَالْيَاسِرِ الْفَالِجِ يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاجِهِ۔

الياسرون: هم الذين يتضاربون بالقداح على الجزور، والفالج: القاهر الغالب، يقال: فلاج عليهم وفلاجهم، وقال الرازي: لما رايت فالجاً قد فلاج۔

(۸) وہ اس یاسر فالج کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے ہی داؤں میں کامیابی کا متوقع ہوتا ہے۔ (سید رضی کہتے ہیں کہ) یاسرون وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو نخرکی ہوئی اونٹنی پر جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینکتے ہیں۔ اور فالج کے معنی جیتنے والے کے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے قد فلاج عليهم وفلاجهم (وہ اُن پر غالب ہوا) چنانچہ مشہور رجز نظم کر نیوالے شاعر کا قول ہے۔ ”جب میں نے کسی فالج کو دیکھا کہ اُس نے فلاج حاصل کی۔“

(۹) وفي حديثه عليه السلام: كُنَّا إِذَا أَحْمَرَ الْبَاسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ۔

ومعنى ذلك أنه إذا عظم الحوف من العدو واشد عضاض الحرب فزع المسلمون إلى قتال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بنفسه، فينزل الله عليهم النصر به، ويؤمنون مما كانوا يخافونه بمكانه۔

(۹) جب سخت جنگ ہوتی تھا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بن جاتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی اُن سے زیادہ دشمن سے قریب تر نہ ہوتا تھا۔ (سید رضی کہتے ہیں کہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دشمن کا خطرہ بڑھ جاتا تھا اور جنگ سخت۔ سے گائے لگتی تھی اور مسلمان یہ سہارا ڈھونڈنے لگتے تھے کہ رسول اللہ خود بنفس نفیس جنگ کریں تو اللہ تعالیٰ آنحضرت کی وجہ سے ان کی نصرت فرمائے اور آپ کی موجودگی کے باعث خوف و خطر کے موقع سے محفوظ رہیں۔ حضرت کا ارشاد احمر باس ہوتا تھا (جس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ جنگ سرخ ہو جاتی تھی) یہ کنایہ ہے جنگ کی شدت

وقوله ”إذا احمر الباس، كناية عن اشتداد

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَوْضِعِهِ۔ اپنے موقف سے خوب واقف ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جسے بارگاہ سلطانی میں تقریب حاصل ہوتا ہے لوگ اُس کے جاہ و منصب اور عزت و اقبال کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر خود اسے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں بادشاہ کی نظر میں اس سے پھر نہ جائیں اور وہ ذلت و رسوائی یا موت و تباہی کے گڑھے میں نہ جا پڑے جیسے شیر سوار کہ لوگ اُس سے مرعوب ہوتے ہیں اور وہ اس خطرہ میں گھرا ہوتا ہے کہ کہیں یہ شیر اُسے پھاڑ نہ کھائے، یا کسی مہلک گڑھے میں نہ جا گرائے۔

(۲۶۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَحْسِنُوا فِي عَقَبِ غَيْرِكُمْ تَحْفَظُوا فِي عَقَبِكُمْ۔ دوسروں کے پسماندگان سے بھلائی کرو تاکہ تمہارے پسماندگان پر بھی نظر شفقت پڑے۔

(۲۶۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ كَلَامَ الْحُكَمَاءِ إِنْ كَانَ صَوَابًا كَانَ دَوَاءً وَإِذَا كَانَ خَطَأً كَانَ۔ جب حکماء کا کلام صحیح ہو تو وہ دوا ہے، اور غلط ہو تو وہ

علمائے مصلحین کا طبقہ اصلاح کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے، اور افساد کا بھی کیونکہ عوام اُن کے زیر اثر ہوتے ہیں اور ان کے قول و عمل کو صحیح و معیاری سمجھتے ہوئے اُس سے استناد کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ان کی تعلیم اصلاح کی حامل ہوگی، تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد صلاح و رشد سے آراستہ ہو جائیں گے اور اگر اس میں خرابی ہوگی، تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد گمراہی و بے راہروی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ”إِذَا فَسَدَ الْعَالِمُ فَسَدَ الْعَالَمُ“ جب عالم میں فساد رونما ہوتا ہے تو اس فساد کا اثر ایک دنیا پر پڑتا ہے۔

(۲۶۶) وَسَأَلَهُ رَجُلٌ أَنْ يَعْرِفَهُ الْإِيمَانَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا كَانَ الْغَدُ فَأَتَيْتَنِي حَتَّى أَخْبَرَ عَلِيَّ أَسْمَاعَ النَّاسِ، فَإِنْ نَسِيتَ مَقَالَتِي حَفِظَهَا عَلَيْكَ غَيْرُكَ، فَإِنَّ الْكَلَامَ كَالشَّارِدَةِ يَنْقُفُهَا هَذَا وَيُخْطِنُهَا هَذَا۔ حضرت سے ایک شخص نے سوال کیا، کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کل میرے پاس آنا تاکہ میں تمہیں اس موقع پر بتاؤں کہ دوسرے لوگ بھی سن سکیں کہ اگر تم بھول جاؤ تو دوسرے یاد رکھیں۔ اس لئے کہ کلام بھڑکے ہوئے شکار کے مانند ہوتا ہے کہ ایک کی گرفت میں آ جاتا ہے اور دوسروں کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) حضرت نے اس کے بعد جو جواب دیا وہ ہم اسی بات میں پہلے درج کر چکے ہیں اور وہ الباب وهو قوله الايمان علي اربع شعب (ایمان کی چار قسمیں ہیں)۔

طویل قد ذکرنا مختاراً فی جملة الخطب، تقدم اليه رجلان من أصحابه فقال احدهما: اني لا املك إلا نفسي واخى فمرنا بامرک یا امیر المؤمنین ننفذله فقال عليه السلام: وَاَيْنَ تَقَعَانِ مِمَّا أُرِيدُ؟ ایک طویل کلام کے ذیل میں کہ جس کا منتخب حصہ ہم خطب میں درج کر چکے ہیں یہ کلمات ارشاد فرمائے تو آپ کے اصحاب میں سے دو شخص اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن میں سے ایک نے کہا کہ یا امیر المؤمنین مجھے اپنی ذات اور اپنے بھائی کے علاوہ کسی پر اختیار نہیں تو آپ ہمیں حکم دیں ہم اُسے بجالائیں گے۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ میں جو چاہتا ہوں، وہ تم دو آدمیوں سے کہاں سرانجام پاسکتا ہے؟

(۲۶۲) وَقِيلَ إِنَّ الْحَارِثَ بْنَ حُوَطٍ أَتَاهُ فَقَالَ: أَتُرَانِي أَظُنُّ أَصْحَابَ الْجَمَلِ كَانُوا عَلَى ضَلَالَةٍ؟ بیان کیا گیا ہے کہ حارث ابن حوط حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا آپ کے خیال میں مجھے اس کا گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اصحاب جمل گمراہ تھے؟ حضرت نے فرمایا کہ اے حارث! تم نے نیچے کی طرف دیکھا، اوپر کی طرف نگاہ نہیں ڈالی، جس کے نتیجہ میں تم حیران و سرگرداں ہو گئے ہو، تم حق ہی کو نہیں جانتے کہ حق والوں کو جانو، اور باطل ہی کو نہیں پہچانتے کہ باطل کی راہ پر چلنے والوں کو پہچانو۔

حارث نے کہا کہ میں سعد ابن مالک اور عبد اللہ ابن عمر کے ساتھ گوشہ گزریں ہو جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ! سعد اور عبد اللہ ابن عمر نے حق کی مدد کی، اور نہ باطل کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔

فَإِنِّي أُعْتَزِلُ مَعَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ سَعْدًا وَعَبْدَ اللَّهِ بَنَ عُمَرَ لَمْ يَنْصُرُوا الْحَقَّ وَلَمْ يَخْذُلَا الْبَاطِلَ۔

سعد ابن مالک (سعد بن ابی وقاص) اور عبد اللہ ابن عمران لوگوں میں سے تھے جو امیر المؤمنین کی رفاقت و ہمنوائی سے منہ موڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ سعد ابن ابی وقاص تو حضرت عثمان کے قتل کے بعد ایک صحرا کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں زندگی گزار دی، اور حضرت کی بیعت نہ کرنا بھی نہ کی اور عبد اللہ ابن عمر نے اگرچہ بیعت کر لی تھی مگر جنگوں میں حضرت کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا اور عذر یہ پیش کیا تھا کہ میں عبادت کے لئے گوشہ گزینی اختیار کر چکا ہوں، اب حرب و پیکار سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتا۔

عذر ہائے ایس جنیں نزد خرد بیشکے عذرے است بدتر از گناہ

(۲۶۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: صَاحِبُ السُّلْطَانِ كَرَاكِبِ الْأَسَدِ: يُعْبَطُ بِمَوْقِعِهِ، بادشاہ کا ندیم و مصاحب ایسا ہے جیسے شیر پر سوار ہونے والا کہ اس کے مرتبہ پر رشک کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ

(۲۶۷) وقال عليه السلام: يَا بَنَ آدَمَ، لَا تَحِيلْ هَمَّ يَوْمِكَ الَّذِي لَمْ يَأْتِكَ عَلَى يَوْمِكَ الَّذِي قَدْ آتَاكَ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ مِنْ عُمْرِكَ يَأْتِ اللَّهُ فِيهِ بِرِزْقِكَ.

(۲۶۷) اے فرزند آدم! اُس دن کی فکر کا بار جو ابھی آیا نہیں، آج کے اپنے دن پر نہ ڈال کہ جو آچکا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایک دن بھی تیری عمر کا باقی ہوگا، تو اللہ تیرا رزق تجھ تک پہنچائے گا۔

(۲۶۸) وقال عليه السلام: أَحَبُّ حَبِيبِكَ هَوْنًا، عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَّا، وَأَبْغَضُ بَغِيضِكَ هَوْنًا مَّا، عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَّا.

(۲۶۸) اپنے دوست سے بس ایک حد تک محبت کرو، کیونکہ شاید کسی دن وہ تمہارا دشمن ہو جائے اور دشمن کی دشمنی بس ایک حد میں رکھو ہو سکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دوست ہو جائے۔

(۲۶۹) وقال عليه السلام: النَّاسُ فِي الدُّنْيَا عَامِلَانِ: عَامِلٌ عَمِلَ (فِي الدُّنْيَا) لِلدُّنْيَا، قَدْ شَغَلَتْهُ دُنْيَاهُ عَنْ آخِرَتِهِ، يَخْشَى عَلَى مَنْ يَخْلُفُهُ الْفَقْرَ وَيَأْمَنُ عَلَى نَفْسِهِ، فَيَفْنِي عُمُرَهُ فِي مُنْفَعَةٍ غَيْرِهَا، وَعَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا فَجَاءَهُ الَّذِي لَهُ مِنَ الدُّنْيَا بَغِيرُ عَمَلٍ، فَأَحْرَزَ الْحَظَّ مَعًا، وَمَلَكَ الدَّارَيْنِ جَمِيعًا فَاصْبَحَ وَجْهًا عِنْدَ اللَّهِ، لَا يَسْأَلُ اللَّهُ حَاجَةً فَيَنْعَهُ.

(۲۶۹) دنیا میں کام کرنے والے دو ہی قسم کے ہیں ایک وہ جو دنیا کے لئے سرگرم عمل رہتا ہے اور اسے دنیا نے آخرت سے روک رکھا ہے۔ وہ اپنے پس ماندگان کیلئے فقر و فاقہ کا خوف کرتا ہے مگر اپنی تنگدستی سے مطمئن ہے۔ تو وہ دوسروں کے فائدہ ہی میں پوری عمر بسر کر دیتا ہے اور ایک وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اُس کے بعد کی منزل کے لئے عمل کرتا ہے تو اُسے تنگ و دو کئے بغیر دنیا بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں حصوں کو سمیٹ لیتا ہے اور دونوں گھروں کا مالک بن جاتا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک باوقار ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی حاجت نہیں مانگتا جو اللہ پوری نہ کرے۔

(۲۷۰) وروى أنه ذكر عند عمر بن الخطاب في أيامه حلى الكعبة وكثرت، فقال قوم: لو أخذته فجهزت به جيوش المسلمين كان أعظم للاجرو ماتصنع الكعبة بالحلى؟ فهم عمر بذلك، وسأل أمير المؤمنين عليه السلام.

(۲۷۰) بیان کیا گیا ہے کہ عمر ابن خطاب کے سامنے خانہ کعبہ کے زیورات اور اُن کی کثرت کا ذکر ہوا تو کچھ لوگوں نے اُن سے کہا کہ اگر آپ ان زیورات کو لے لیں اور انہیں مسلمانوں کے لشکر پر صرف کر کے اُن کی روانگی کا سامان کریں تو زیادہ باعث اجر ہوگا، خانہ کعبہ کو ان زیورات کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ عمر نے اس کا ارادہ

فقال عليه السلام: إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَالْأَمْوَالُ أَرْبَعَةٌ أَمْوَالُ الْمُسْلِمِينَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْوَرِثَةِ فِي الْفَرَأِضِ وَالْفَيْءِ فَقَسَمَهُ عَلَى مُسْتَحِقِّيهِ وَالْخُسُوفِ فَوَضَعَهُ اللَّهُ حَيْثُ وَضَعَهُ وَالصَّدَقَاتِ فَجَعَلَهَا اللَّهُ حَيْثُ جَعَلَهَا، وَكَانَ حَلْيُ الْكَعْبَةِ فِيهَا يَوْمَئِذٍ، فَتَرَكَهُ اللَّهُ عَلَى حَالِهِ، وَلَمْ يَتْرُكْهُ نَسْيَانًا، وَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ مَكَانًا، فَأَقْرَهُ حَيْثُ أَقْرَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ.

کر لیا اور امیر المومنین عابہ السلام سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو اُس وقت چار قسم کے اموال تھے، ایک مسلمانوں کا ذاتی مال تھا، اُسے آپ نے اُن کے وارثوں میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ دوسرا مال غنیمت تھا اُسے اس کے مستحقین پر تقسیم کیا۔ تیسرا مال خُس تھا اُس مال کے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف مقرر کر دیئے۔ چوتھے زکوٰۃ و صدقات تھے انہیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو اُن کا مصرف ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے زیورات اُس زمانہ میں بھی موجود تھے لیکن اللہ نے اُن کو ان کے حال پر رہنے دیا اور ایسا بھولے سے تو نہیں ہوا، اور نہ اُن کا وجود اس پر پوشیدہ تھا۔ لہذا آپ بھی انہیں وہیں رہنے دیجئے جہاں اللہ اور اُس کے رسول نے انہیں رکھا ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہو جاتے اور زیورات کو ان کی حالت پر رہنے دیا۔

فقال له عمر: لولاك لا فتضحنا، وترك الحللى بحاله.

(۲۷۱) وروى أنه عليه السلام رفع إليه رجلان سرقا من مال الله، والآخر من عرض الناس فقال عليه السلام: أَمَا هَذَا فَهُوَ مِنْ مَالِ اللَّهِ وَلَا حَدَّ عَلَيْهِ مَالُ اللَّهِ أَكَلَ بَعْضُهُ بَعْضًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ (الشَّدِيدُ) فَقَطَّعَ يَدَهُ.

(۲۷۱) روایت کی گئی ہے کہ حضرت کے سامنے دو آدمیوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے بیت المال میں چوری کی تھی۔ ایک تو اُن میں غلام اور خود بیت المال کی ملکیت تھا، اور دوسرا لوگوں میں سے کسی کی ملکیت میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ”یہ غلام جو بیت المال کا ہے اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ کا مال اللہ کے مال ہی نے کھایا ہے لیکن دوسرے پر حد جاری ہوگی۔“ چنانچہ اس کا ہاتھ قطع کر دیا۔

(۲۷۲) وقال عليه السلام: لَوْ قَدْ اسْتَوَتْ قَدَمَايَ مِنْ هَذِهِ الْمَدَاحِضِ لَغَيَّرْتُ أَشْيَاءَ.

(۲۷۲) اگر ان پھسلنوں سے بچ کر میرے پیر جم گئے، تو میں بہت سی چیزوں میں تبدیلی کر دوں گا۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پیغمبر اسلام کے بعد دین میں تغیرات رونما ہونا شروع ہو گئے اور کچھ افراد نے قیاس و رائے سے کام لے کر احکام شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی بنیاد ڈالی۔ حالانکہ حکم شرعی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا، کہ وہ قرآن و سنت کے واضح

وَرَبُّ مُنْعَمٍ عَلَيْهِ مُسْتَدَرِّجٌ بِالنُّعْمَى،
وَرَبُّ مَبْتَلَى مَصْنُوعٌ لَهُ بِالْبَلَاوَى، فَرَّدَ أَيُّهَا
الْمُسْتَمِعُ فِي شُكْرِكَ، وَقَصَّرَ مِنْ عَجَلَتِكَ،
وَقَفَّ عِنْدَ مُنْتَهَى رِذْقِكَ۔

ہیں نعمتوں کی بدولت کم کم عذاب کے نزدیک کئے جا رہے
ہیں اور بہت سوں کیساتھ فقر و فاقہ کے پردہ میں اللہ کا لطف
و کرم شامل حال ہے لہذا اے سننے والے شکر زیادہ اور جلد
بازی کم کرو اور جو تیری روزی کی حد ہے اس پر ٹھہرا رہ۔

(۲۷۴) وقال عليه السلام: لَا تَجْعَلُوا
عِلْمَكُمْ جَهْلًا، وَيَقِينَكُمْ شَكًّا إِذَا عَلِمْتُمْ
فَاعْمَلُوا، وَإِذَا تَيَقَّنْتُمْ فَأَقْدِمُوا۔

اپنے علم کو جہل اور اپنے یقین کو شک نہ بناؤ۔
جب جان لیا تو عمل کرو، اور جب یقین پیدا ہو گیا تو آگے
بڑھو۔

علم و یقین کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اگر اس کے مطابق عمل ظہور میں نہ آئے تو اُسے علم و یقین سے تعبیر
نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے یقین ہے کہ فلاں راستہ میں خطرات ہیں اور وہ بے خطر راستہ کو چھوڑ کر اسی پر خطر راستہ
میں راہ پیمائی کرے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس راہ کے خطرات پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ اس یقین کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ اُس راستہ پر
چلنے سے احتراز کرتا۔ اسی طرح جو شخص حشر و نشر اور عذاب و ثواب پر یقین رکھتا ہے، وہ دنیا کی غفلتوں سے مغلوب ہو کر آخرت کو نظر انداز
نہیں کر سکتا اور نہ عذاب و عقاب کے خوف سے عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

(۲۷۵) وقال عليه السلام: إِنَّ الطَّعْمَ
مُورِدٌ غَيْرُ مُصْدِرٍ، وَصَامِنٌ غَيْرُ دَنِيٍّ،
وَرَبَّمَا شَرِقَ شَارِبُ الْمَاءِ قَبْلَ رِيٍّ،
وَكُلَّمَا عَظُمَ قَدْرُ الشَّيْءِ التَّنَافُسُ فِيهِ
عَظُمَتِ الرِّزْيَةُ لِفَقْدِهِ، وَالْأَمَانِيُّ تَعَبِيٌّ
أَعْيَنَ الْبَصَائِرِ، وَالْحَظُّ يَأْتِي مَنْ لَا
يَأْتِيهِ۔

(۲۷۵) طعم گھاٹ پر اتارتی ہے، مگر سیراب کئے بغیر پلٹا
دیتی ہے۔ ذمہ داری کا بوجھ اٹھاتی ہے مگر اُسے پورا نہیں
کرتی اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی پینے والے کو پینے سے
پہلے ہی اچھو ہو جاتا ہے اور جتنی کسی مرغوب و پسندیدہ چیز
کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اُسے کھودینے کا
رنج زیادہ ہوتا ہے۔ آرزوئیں دیدہ بصیرت کو اندھا
کردیتی ہیں، اور جو نصیب میں ہوتا ہے پہنچنے کی کوشش کئے
بغیر مل جاتا ہے۔

(۲۷۶) وقال عليه السلام: اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ (مَنْ) أَنْ تُحَسِّنَ فِيَّ لَا مَعَاذَ
الْعِيُونِ عَلَانِيَتِي، وَتَقْبَحَ فِيَّ أَبْطُنُ لَكَ
سَرِيرَتِي، مُحَافِظًا عَلَيَّ رِئَاءِ النَّاسِ

(۲۷۶) اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا
ظاہر لوگوں کی چشم ظاہریں میں بہتر ہو اور جو اپنے باطن میں
چھپائے ہوئے ہوں، وہ تیری نظروں میں بُرا ہو۔ درآں
حالیہ میں لوگوں کے دکھاوے کیلئے اپنے نفس کی اُن چیزوں
سے نگہداشت کروں کہ جن سب پر تو آگاہ ہے۔ اس طرح

احکام کو ٹھکرا کر اپنے قیاسی احکام کا نفاذ کرے۔ چنانچہ قرآن کریم میں طلاق کی یہ واضح صورت بیان ہوئی ہے کہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ
”طلاق (رجعی کہ جس میں بغیر محلل کے رجوع ہو سکتی ہے) دو مرتبہ ہے۔“ مگر حضرت عمرؓ نے بعض مصالح کے پیش نظر ایک ہی نشست
میں تین طلاقیں کے واقع ہونے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح میراث میں عول کا طریقہ رائج کیا اور نماز جنازہ میں چار تکبیروں کو رواج دیا
یونہی حضرت عثمانؓ نے نماز جمعہ میں ایک اذان بڑھادی اور قصر کے موقع پر پوری نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور نماز عید میں خطبہ کو نماز پر
مقدم کر دیا اور اسی طرح کے بے شمار احکام وضع کر لیے گئے جس سے صحیح احکام بھی غلط احکام کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتماد بن گئے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام جو شریعت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے وہ ان احکام کے خلاف احتجاج کرتے اور صحابہ کے خلاف
اپنی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ

ولسنا نشك انه كان يذهب في الاحكام
الشرعية والقضايا الى اشياء يخالف فيها
اقوال الصحابة۔

ہمارے لئے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ
امیر المؤمنین شرعی احکام و قضایا میں صحابہ کے خلاف
رائے رکھتے تھے۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۳۷۳)

جب حضرت ظاہری خلافت پر متمکن ہوئے تو ابھی آپ کے قدم پوری طرح سے جمنے نہ پائے تھے کہ چاروں طرف سے فتنے
اٹھ کھڑے ہوئے، اور اُن الجھنوں سے آخر وقت تک جھکا رہا حاصل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تبدیل شدہ احکام میں پوری طرح ترمیم نہ
ہو سکی، اور مرکز سے دور علاقوں میں بہت سے غلط سلط احکام رواج پا گئے۔ البتہ وہ طبقہ جو آپ سے وابستہ تھا، وہ آپ سے احکام
شریعت کو دریافت کرتا تھا اور انہیں محفوظ رکھتا تھا جس کی وجہ سے صحیح احکام نابود، اور غلط مسائل ہمہ گیر نہ ہو سکے۔

(۲۷۳) وقال عليه السلام: اَعْلَمُوا عَلَمًا
يَقِينًا أَنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ لِلْعَبْدِ - وَإِنْ
عَظُمَتْ حِيلَتُهُ، وَاشْتَدَّتْ طَبَّتُهُ وَقَوِيَّتْ
مَكِيدَتُهُ - أَكْثَرَ مِمَّا سَأَى لَهُ فِي الذِّكْرِ
الْحَكِيمِ، وَلَمْ يَحُلْ بَيْنَ الْعَبْدِ فِي ضَعْفِهِ
وَقِلَّةِ حِيلَتِهِ، وَبَيْنَ أَنْ يَبْلُغَ مَأْسِيَتَهُ لَهُ فِي
الذِّكْرِ الْحَكِيمِ - وَالْعَارِفُ لِهَذَا الْعَامِلُ بِهِ
أَعْظَمَ النَّاسِ رَاحَةً فِي مَنَفَعَةٍ، وَالتَّارِكُ لَهُ
الشَّاكُ فِيهِ أَعْظَمُ النَّاسِ شُغْلًا فِي مَضَرَّةٍ،

(۲۷۳) پورے یقین کے ساتھ اس امر کو جانے رہو کہ اللہ
سبحانہ نے کسی بندے کیلئے چاہے اُس کی تدبیریں بہت
زبردست، اُس کی جستجو شدید اور اُس کی ترکیبیں طاقت ور
ہوں اس سے زائد رزق قرار نہیں دیا جتنا کہ تقدیر الہی میں
اس کے لئے مقرر ہو چکا ہے اور کسی بندے کے لئے اس کی
کمزوری و بے چارگی کی وجہ سے لوح محفوظ میں اس کے
مقررہ رزق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو
سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا سود و منفعت کی راحتوں
میں سب لوگوں سے بڑھ چڑھ کر رہے اور اسے نظر انداز
کرنے اور اس میں شک و شبہ کرنے والا سب لوگوں سے
زیادہ زیاں کاری میں مبتلا ہے۔ بہت سے وہ جنہیں نعمتیں ملی

مِنْ نَفْسِي بِجَبِيْعٍ مَا أَنْتَ مُطْلِعٌ عَلَيْهِ
مِنِّي، فَأَبْدِي لِلنَّاسِ حُسْنَ ظَاهِرِي،
وَأَقْضِي إِلَيْكَ بِسُوءِ عَمَلِي، تَقَرُّبًا إِلَى
عِبَادِكَ، وَتَبَاعُدًا مِنْ مَرَضَاتِكَ۔

(۲۷۷) وقال عليه السلام: لَا وَالَّذِي
أَمْسَيْنَا مِنْهُ فِي غُبَرِ لَيْلَةٍ دَهْمَاءَ تَكْثِيرُ
عَنْ يَوْمٍ أَغْرَمَاكَانَ كَذَا وَكَذَا۔

(۲۷۸) وقال عليه السلام: قَلِيلٌ تَذْوُمٌ عَلَيْهِ أَرْجَى مِنْ كَثِيرٍ مَبُولٍ (مِنْهُ)
فائدہ مند ہے اس کثیر عمل سے کہ جس سے دل اکتا جائے۔

(۲۷۹) وقال عليه السلام: إِذَا أَضْرَبْتَ النَّوَافِلَ بِالْفَرَائِضِ فَارْقُضْهُمَا۔
جب مستحبات فرائض میں سدِ راہ ہوں، تو انہیں
چھوڑ دو۔

(۲۸۰) وقال عليه السلام: مَنْ تَذَكَّرَ بَعْدَ السَّفَرِ اسْتَعَدَّ۔
جو سفر کی دوری کو پیش نظر رکھتا ہے وہ کمر بستہ
رہتا ہے۔

(۲۸۱) وقال عليه السلام: لَيْسَتْ الرُّوْيَةُ كَالْمُعَايَنَةِ مَعَ الْأَبْصَارِ فَقَدْ
تَكْذِيبُ الْعُيُونِ أَهْلَهَا، وَلَا يَغْشَى الْعَقْلُ مَنْ
اسْتَنْصَحَهُ۔

(۲۸۲) وقال عليه السلام: بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ
النَّوْعَةِ حِجَابٌ مِنَ الْعَرَةِ۔
تمہارے اور پند و نصیحت کے درمیان غفلت کا
ایک بڑا پردہ حائل ہے۔

(۲۸۳) وقال عليه السلام: جَاهِلُكُمْ
مُزْدَادٌ، وَعَالِمُكُمْ مُسَوِّفٌ۔
(۲۸۳) تمہارے جاہل دولت زیادہ پاجاتے ہیں اور عالم
آئندہ کے توقعات میں بتلا رکھے جاتے ہیں۔

(۲۸۴) وقال عليه السلام: قَطَعَ الْعِلْمُ عُدْرَ الْمُتَعَلِّلِينَ۔
(۲۸۴) علم کا حاصل ہو جانا، بہانے کرنے والوں کے
عذر کو ختم کر دیتا ہے۔

(۲۸۵) وقال عليه السلام: كُلُّ مُعَاجِلٍ
يَسْتَأْئِلُ الْأَنْظَارَ، وَكُلُّ مُؤَجَّلٍ يَتَعَلَّلُ
بِالتَّسْوِيفِ۔
(۲۸۵) جسے جلدی سے موت آ جاتی ہے وہ مہلت کا
خواہاں ہوتا ہے اور جسے مہلت زندگی دی گئی ہے وہ ٹال
مٹول کرتا رہتا ہے۔

(۲۸۶) وقال عليه السلام: مَا قَالَ النَّاسُ
لِشَيْءٍ "طَوْبِي لَهُ" إِلَّا وَقَدْ حَبَّأَهُ الدَّهْرُ
يَوْمَ سُوءٍ۔
(۲۸۶) لوگ کسی شے پر "واہ واہ" نہیں کرتے مگر یہ کہ
زمانہ اُس کے لئے برا دن چھپائے ہوئے ہے۔

(۲۸۷) وسئل عن القدر فقال: طَرِيقٌ
مُظْلِمٌ فَلَا تَسْلُكُوهُ، وَبَحْرٌ عَمِيقٌ فَلَا تَلْجُوهُ،
وَسِرٌّ أَلِيٌّ فَلَا تَتَكَلَّفُوهُ۔
(۲۸۷) آپ سے قضاؤ قدر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ
نے فرمایا! یہ ایک تاریک راستہ ہے، اس میں قدم نہ
اٹھاؤ۔ ایک گہرا سمندر ہے اس میں نہ اتر دو اللہ کا ایک راز
ہے، اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ۔

(۲۸۸) وقال عليه السلام: إِذَا أَرَادَ اللَّهُ
عَبْدًا حَظَرَ عَلَيْهِ الْعِلْمَ۔
(۲۸۸) اللہ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اُسے علم و
دانش سے محروم کر دیتا ہے۔

(۲۸۹) وقال عليه السلام: كَانَ لِي فِيهَا
مَضَى أَخِي فِي اللَّهِ، وَكَانَ يُعْظِمُهُ، فِي
عَيْنِي صَغُرَ الدُّنْيَا فِي عَيْنِهِ، وَكَانَ
خَارِجًا مِنْ سُلْطَانِ بَطْنِهِ فَلَا يَسْتَهْتِي
مَالًا يَجِدُ وَلَا يُكْثِرُ إِذَا وَجَدَ، وَكَانَ أَكْثَرَ
دَهْرًا صَامِتًا فَإِنْ قَالَ بَدَّ الْقَائِلِينَ وَنَقَعَ
غَلِيلَ السَّائِلِينَ۔ وَكَانَ ضَعِيفًا
مُسْتَضْعَفًا فَإِنْ جَاءَ الْجَدُّ فَهُوَ لَيْثٌ غَابَ
وَصِلْتُ وَإِذَا لَا يُدَلِّي بِحُجَّةٍ حَتَّى يَأْتِي
(۲۸۹) عہد ماضی میں میرا ایک دینی بھائی تھا اور وہ میری
نظروں میں اس وقت سے باعزت تھا کہ دنیا اُس کی
نظروں میں پست و حقیر تھی۔ اُس پر پیٹ کے تقاضے مسلط
نہ تھے۔ لہذا جو چیز اُسے میسر نہ تھی اُس کی خواہش نہ کرتا تھا
اور جو چیز میسر تھی، اُسے ضرورت سے زیادہ صرف میں نہ
لاتا تھا۔ وہ اکثر اوقات خاموش رہتا تھا اور اگر بولتا تھا تو
بولنے والوں کو چپ کر دیتا تھا۔ اور سوال کرنے والوں کی
پیاس بجھا دیتا تھا۔ یوں تو وہ عاجز و کمزور تھا، مگر جہاد کا موقع
آ جائے تو وہ شیر بیشہ اور وادی کا اثر دھاتا تھا۔ وہ جو ذلیل

أَشْعَثُ، إِنْ صَبَرْتَ جَرَى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَأَنْتَ مَاجُورٌ، وَإِنْ جَزَعْتَ جَرَى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَأَنْتَ مَازُورٌ، (يَا أَشْعَثُ) ابْنُكَ سَوَكٌ وَهُوَ بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ وَحَزَنٌ وَهُوَ ثَوَابٌ وَرَحْمَةٌ۔

حقدار ہو گے اور اگر چیخے چلائے، جب بھی حکم قضا جاری ہو کر رہے گا۔ مگر اس حال میں کہ تم پر گناہ کا بوجھ ہوگا۔ تمہارے لئے بیٹا مسرت کا سبب ہو حالانکہ وہ ایک زحمت و آزمائش تھا اور تمہارے لئے رنج و اندوہ کا سبب ہو حالانکہ وہ (مرنے سے) تمہارے لئے اجر و رحمت کا باعث ہوا ہے۔

(۲۹۲) وقال عليه السلام على قبر رسول الله صلى الله عليه وآله کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپ کے غم کے اور بیتابی و بے قراری عموماً بری چیز ہے سوائے آپ کی وفات کے اور بلاشبہ آپ کی موت کا صدمہ عظیم ہے، اور آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آنے والی ہر مصیبت سبک ہے۔

(۲۹۳) وقال عليه السلام: لَا تَصْحَبَ الْمَائِقَ فَإِنَّهُ يُزِينُ لَكَ فِعْلَهُ، وَيُوذِّنُ أَنْ تَكُونَ مِثْلَهُ۔

بے وقوف کی ہم نشینی اختیار نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے سامنے اپنے کاموں کو سج کر پیش کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تم اسی کے ایسے ہو جاؤ۔

بے وقوف انسان اپنے طریق کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست سے بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ اُس کا سا طور طریقہ اختیار کرے، اور جیسا وہ خود ہے ویسا ہی وہ ہو جائے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا دوست بھی اس جیسا ہو جائے۔ کیونکہ وہ اپنے کو بے وقوف ہی کب سمجھتا ہے جو یہ چاہے اور اگر سمجھتا ہوتا تو بے وقوف ہی کیوں ہوتا۔ بلکہ اپنے کو غفلندہ اور اپنے طریقہ کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست کو بھی اپنے ہی ایسا غفلندہ کہنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رائے کو سج کر اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا اس سے خواہش مند ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا دوست اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی راہ چل پڑے۔ اس لئے اس سے الگ تھلگ رہنا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

(۲۹۴) وقد سئل عن مسافة ما بين المشرق والمغرب فقال عليه السلام: درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا ”سورج کا ایک مَسِيرَةٌ يَوْمٍ لِلشَّمْسِ۔“

(۲۹۵) وقال عليه السلام: أَصْدِقَاؤُكَ تین قسم کے تمہارے دوست ہیں اور تین قسم کے

دو بہانہ پیش کرتا تھا وہ فیصلہ کن ہوتی تھی۔ وہ ان چیزوں میں کہ جن میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی، کسی کو سرزنش نہ کرتا تھا جب تک کہ اُس کے عذر معذرت کو سن نہ لے۔ وہ کسی درد و تکلیف کا ذکر نہ کرتا تھا۔ مگر اُس وقت کہ جب اُس سے چھٹکارا پالیتا تھا، وہ جو کرتا تھا وہی کہتا تھا اور جو نہیں کرتا تھا وہ اُسے کہتا نہیں تھا۔ اگر بولنے میں اُس پر کبھی غلبہ پابھی لیا جائے تو خاموشی میں اُس پر غلبہ حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ بولنے سے زیادہ سننے کا خواہش مند رہتا تھا اور جب اچانک اُس کے سامنے دو چیزیں آ جاتی تھیں، تو وہ دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں سے ہوائے نفس کے زیادہ قریب کون ہے تو وہ اُس کی مخالفت کرتا تھا۔ لہذا تمہیں ان عادات و خصائل کو حاصل کرنا چاہئے اور ان پر عمل پیرا اور ان کا خواہش مند رہنا چاہئے۔ اگر ان تمام کا حاصل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہو تو اس بات کو جانے رہو کہ تھوڑی سی چیز حاصل کرنا پورے کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

حضرت نے اس کلام میں جس شخص کو بھائی کے لفظ سے یاد کرتے ہوئے اُس کے عادات و مثال کا تذکرہ کیا ہے اس سے بعض نے حضرت ابوذر غفاری، بعض نے عثمان ابن مظعون اور بعض نے مقداد ابن اسود کو مراد لیا ہے۔ مگر بعید نہیں کہ اس سے کوئی فرد خاص مراد نہ ہو کیونکہ عرب کا یہ عام طریقہ کلام ہے کہ وہ اپنے کلام میں بھائی یا ساسی کا ذکر کر جاتے ہیں، اور کوئی معین شخص اُن کے پیش نظر نہیں ہوتا (۲۹۰) وقال عليه السلام: لَوْ لَمْ يَتَوَعَّدِ اللَّهُ عَلَى مَعْصِيَتِهِ لَكَانَ يَجِبُ أَنْ لَا يُعْصَى شُكْرًا لِنِعْمِهِ۔

(۲۹۰) اگر خداوند عالم نے اپنی معصیت کے عذاب سے نہ ڈرایا ہوتا، جب بھی اس کی نعمتوں پر شکر کا تقاضا یہ تھا، کہ اُس کی معصیت نہ کی جائے۔

(۲۹۱) وقال عليه السلام: وقد عزی الا شعث بن قيس عن ابن له: يَا أَشْعَثُ، إِنْ تَحْزَنَ عَلَى ابْنِكَ فَقَدْ اسْتَحَقَّ مِنْكَ ذَلِكَ الرَّحْمُ، وَإِنْ تَصْبِرْ فَفِي اللَّهِ مِنْ كُلِّ مُصِيبَةٍ خَلْفٌ۔

(۲۹۱) اشعث ابن قیس کو اس کے بیٹے کا پڑسا دیتے ہوئے فرمایا۔ اے اشعث! اگر تم اپنے بیٹے پر رنج و ملال کرو، تو یہ خون کا رشتہ اس کا سزاوار ہے، اور اگر صبر کرو تو اللہ کے نزدیک ہر مصیبت کا عوض ہے۔ اے اشعث! اگر تم نے صبر کیا تو تقدیر الہی نافذ ہوگی اس حال میں کہ تم اجر و ثواب کے

ثَلَاثَةً، وَأَعْدَاؤُكَ ثَلَاثَةٌ فَأَصْدِقْ أَوْكَ
صَدِيقُكَ، وَصَدِيقُ صَدِيقِكَ وَعَدُوُّ
عَدُوِّكَ وَأَعْدَاؤُكَ عَدُوُّكَ وَعَدُوُّ
صَدِيقِكَ، وَصَدِيقُ عَدُوِّكَ۔

(۲۹۶) وقال عليه السلام: لرجل رآه يسغي على عدوله بما فيه إضرار بنفسه: إِنَّمَا أَنْتَ كَالطَّاعِنِ نَفْسَهُ لِيَقْتُلَ رَدْفَهُ۔
(۲۹۶) حضرت نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو ایسی چیز کے ذریعہ سے نقصان پہنچانے کے درپے ہے جس میں خود اس کا بھی نقصان پہنچے گا، تو آپ نے فرمایا کہ تم اس شخص کی مانند ہو جو اپنے پیچھے والے سوار کو قتل کرنے کے لئے اپنے سینہ میں نیزہ مارے۔

(۲۹۷) وقال عليه السلام: مَا أَكْثَرَ الْعَبِيرَ وَأَقْلَ الْأَعْتَبَارِ!
(۲۹۷) نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں اور ان سے اثر لینا کتنا کم ہے۔

اگر زمانہ کے حوادث و انقلابات پر نظر کی جائے اور گزشتہ لوگوں کے احوال و واردات کو دیکھا اور ان کی سرگزشتوں کو سنا جائے تو ہر گوشہ سے عبرت کی ایک ایسی داستان سنی جاسکتی ہے جو روح کو خواب غفلت سے جھجھوڑنے پر بند و موعظت کرنے اور عبرت و بصیرت دلانے کا پورا سر و سامان رکھتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں ہر چیز کا بننا اور بگڑنا اور پھولوں کا کھلنا اور مرجھانا، سبزے کا لہلہانا اور پامال ہونا اور ہر ذرہ کا تغیر و تبدل کی آماج گاہ بننا ایسا درس عبرت ہے جو سراپا زندگی سے جام ہفا کے حاصل کرنے کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ان عبرت افزا چیزوں سے بند نہ ہوں۔

کان جہاں پُر است ز ذکر گزشتگان لیکن کسیکے گوش و ہر، ایں ندکم است؟

(۲۹۸) وقال عليه السلام: مَنْ بَالِغٍ فِي الْخُصُومَةِ أَثِمٌ، وَمَنْ قَصَرَ فِيهَا ظَلِمٌ، وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَّقِيَ اللَّهَ مَنْ خَاصَمَ۔
(۲۹۸) جوڑائی جھگڑے میں حد سے بڑھ جائے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے، اُس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں اور جوڑتا جھگڑتا ہے اُس کے لئے مشکل ہوتا ہے کہ خوف خدا قائم رکھے۔

(۲۹۹) وقال عليه السلام: مَا أَهْنَى ذَنْبٌ أُمُهَلَّتْ بَعْدَهُ حَتَّى أَصْلَى رَكْعَتَيْنِ (وَأَسْأَلَ اللَّهَ الْعَافِيَةَ)۔
(۲۹۹) وہ گناہ مجھے اندوہناک نہیں کرتا جس کے بعد مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور اللہ سے امن و عافیت کا سوال کروں۔

(۳۰۰) وَسَيَّلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَيْفَ يَحْسَبُ اللَّهُ الْخَلْقَ عَلَى كَثَرَتِهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَمَا يَرِزُّهُمْ عَلَى كَثَرَتِهِمْ، فَقِيلَ: كَيْفَ يَحْسَبُهُمْ وَلَا يَرُونَهُ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَمَا يَرِزُّهُمْ وَلَا يَرُونَهُ۔
(۳۰۰) امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ خداوند عالم اس کثیر التعداد مخلوق کا حساب کیونکر لے گا؟ فرمایا جس طرح اس کی کثرت کے باوجود انہیں روزی پہنچاتا ہے پوچھا وہ کیونکر حساب لے گا جبکہ مخلوق اُسے دیکھے گی نہیں؟ فرمایا جس طرح انہیں روزی دیتا ہے، اور وہ اُسے دیکھتے نہیں۔

(۳۰۱) وقال عليه السلام: رَسُوكَ تَرْجِمَانُ عَقْلِكَ، وَكِتَابُكَ أَبْلَغُ مَا يَنْطِقُ عَنْكَ!
(۳۰۱) تمہارا قاصد تمہاری عقل کا ترجمان ہے اور تمہاری طرف سے کامیاب ترین ترجمانی کرنے والا تمہارا خط ہے۔

(۳۰۲) وقال عليه السلام: مَا الْمُبْتَلَى الَّذِي قَدِ اشْتَدَّ بِهِ الْبَلَاءُ بِأَحْوَجَ إِلَى الدُّعَاءِ مِنَ الْمَعَافَى الَّذِي لَا يَأْمَنُ الْبَلَاءُ!
(۳۰۲) ایسا شخص جو سختی و مصیبت میں مبتلا ہو جتنا محتاج دعا ہے اُس سے کم وہ محتاج نہیں ہے کہ جو اُس وقت خیر و عافیت سے ہے۔ مگر اندیشہ ہے کہ نہ جانے کب مصیبت آجائے۔

(۳۰۳) وقال عليه السلام: النَّاسُ أَبْنَاءُ الدُّنْيَا، وَلَا يَلَامُ الرَّجُلَ عَلَى حُبِّ أُمِّهِ۔
(۳۰۳) لوگ اُسی دنیا کی اولاد ہیں اور کسی شخص کو اپنی ماں کی محبت پر لعنت و ملامت نہیں کی جاسکتی۔

(۳۰۴) وقال عليه السلام: إِنَّ الْمُسْكِينَ رَسُولُ اللَّهِ فَمَنْ مَنَعَهُ فَقَدْ مَنَعَ اللَّهَ، وَمَنْ أَعْطَاهُ فَقَدْ أَعْطَى اللَّهَ۔
(۳۰۴) غریب و مسکین اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے تو جس نے اُس سے اپنا ہاتھ روکا اُس نے خدا سے ہاتھ روکا اور جس نے اُسے کچھ دیا اُس نے خدا کو دیا۔

(۳۰۵) وقال عليه السلام: مَا زَنَى عَمُودٌ قَطُّ۔
(۳۰۵) غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتا۔

(۳۰۶) وقال عليه السلام: كَفَى بِالْأَجَلِ حَارِسًا۔
(۳۰۶) مدت حیات نگہبانی کے لئے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لاکھ آسمان کی بجلیاں کڑکیں، حوادث کے طوفان اندیس، زمین میں زلزلے آئیں اور پہاڑ آپس میں ٹکرائیں،

اگر زندگی باقی ہے تو کوئی حادثہ گزند نہیں پہنچا سکتا اور نہ ضرر موت شیخ زندگی کو بجھا سکتی ہے کیونکہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس مقررہ وقت تک کوئی چیز سلسلہ حیات کو قطع نہیں کر سکتی، اس لحاظ سے بلاشبہ موت خود زندگی کی محافظ و نگہبان ہے۔ ع

”موت کہتے ہیں جسے ہے پاسبان زندگی“

(۳۰۷) وقال عليه السلام: يَنَامُ الرَّجُلُ عَلَى الثُّكُلِ وَلَا يَنَامُ عَلَى الْحَرْبِ! سید رضی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولاد کے لئے مرنے پر صبر کر لیتا ہے مگر مال کے جانے پر صبر نہیں کرتا۔

(۳۰۸) وقال عليه السلام: مَوَدَّةُ الْأَبَاءِ قَرَابَةُ بَيْنَ الْأَبْنَاءِ وَالْقَرَابَةُ إِلَى الْمَوَدَّةِ أَحْوَجُ مِنَ الْمَوَدَّةِ إِلَى الْقَرَابَةِ۔ باپوں کی باہمی محبت اولاد کے درمیان ایک قرابت ہوا کرتی ہے اور محبت کو قرابت کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی قرابت کو محبت کی۔

(۳۰۹) وقال عليه السلام: اتَّقُوا ظُنُونَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى الْكِبَرِ۔ اہل ایمان کے گمان سے ڈرتے رہو، کیونکہ خداوند عالم نے حق کو ان کی زبانوں پر قرار دیا ہے۔

(۳۱۰) وقال عليه السلام: لَا يَصْدُقُ إِيْمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَكُونَ بِيَا فِي يَدِ اللَّهِ أَوْثَقُ مِنْهُ بِيَا فِي يَدِهِ۔ کسی بندے کا ایمان اُس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں موجود ہو نیوالے مال سے اُس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے۔

(۳۱۱) وقال عليه السلام: لَأَنْسَ بَنَ مَالِكٍ، وَقَدْ كَانَ بَعَثَهُ إِلَى طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ لِمَا جَاءَ إِلَى الْبَصْرَةِ يَذْكُرُ هَذَا شَيْئًا مِمَّا سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي مَعْنَاهَا، فَلَمَّا رَأَى عَنْ ذَلِكَ، نَزَّجَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنِّي أَنَسَيْتُ ذَلِكَ الْأَمْرَ۔ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: (۳۱۱) جب حضرت بصرہ میں وارد ہوئے تو انس ابن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا تھا کہ ان دونوں کو کچھ وہ اقوال یاد دلائیں جو آپ کے بارے میں انہوں نے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہیں۔ مگر انہوں نے اس سے پہلو تہی کی، اور جب پلٹ کر آئے تو کہا کہ وہ بات مجھے یاد نہیں رہی۔ اس پر حضرت نے فرمایا: اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اس کی پاداش میں خداوند عالم

إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللَّهُ بِهَا بَيْضَاءَ لَا مِعَّةَ لَا تَوَارِيهَا الْعِمَامَةُ۔ ایسے چمکدار داغ میں تمہیں بتلا کر ہے کہ جسے دستار بھی نہ چھپا سکے۔

قال الرضی: یعنی البرص، فأصاب أنسا لهذا الداء فيما بعد في وجهه فكان لا يرى إلا مبرقعاً۔ (سید رضی فرماتے ہیں کہ) سفید داغ سے مراد برص ہے۔ چنانچہ انس اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ہمیشہ نقاب پوش دکھائی دیتے تھے۔

علامہ رضی نے اس کلام کے جس مورد عمل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت نے جنگ جمل کے موقع پر انس ابن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں پیغمبر کا قول ”انكما ستقتلان عليا وانتا له ظالمان“ (تم عقیب علی سے جنگ کرو گے، اور تم ان کے حق میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہو گے) یاد دلائیں۔ تو انہوں نے پلٹ کر یہ ظاہر کیا کہ وہ اُس کا تذکرہ کرنا بھول گئے تو حضرت نے ان کے لئے یہ کلمات کہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت نے یہ جملہ اُس موقع پر فرمایا جب آپ نے پیغمبر صلعم کے اس ارشاد کی تصدیق چاہی کہ

من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من عاد من عاداه۔ جس کا میں مولا ہوں اُس کے علی بھی مولا ہیں۔ اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اُسے دشمن رکھ۔

چنانچہ متعدد لوگوں نے اس کی صحت کی گواہی دی۔ مگر انس ابن مالک خاموش رہے جس پر حضرت نے اُن سے فرمایا کہ تم بھی تو عزیز غم کے موقع پر موجود تھے پھر اس خاموشی کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یا امیر المؤمنین میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اب میری یادداشت کام نہیں کرتی جس پر حضرت نے اُن کے لئے بد دعا فرمائی۔ چنانچہ اب تنبیہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

ذكر قوم ان عليا رضي الله عنه ساله عن قول رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اللهم وال من عاد من عاداه فقال كبرت سنني ونسيت فقال علي ان كنت كاذبا فضربك الله بيضاء لا توارىها العمامة۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امیر المؤمنین نے انس ابن مالک سے رسول اللہ کے ارشاد ”اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اُسے دشمن رکھ“ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اسے بھول چکا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو خدا تمہیں ایسے برص میں مبتلا کرے جسے عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔ (المعارف ص ۲۵۱)

ابن ابی الحدید نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے اور سید رضی کے تحریر کردہ واقعہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ فاما ما ذكره الرضی من انه بعث انسا الى طلحة والزبير فغير معروف ولو كان انس كوطم و زبير في طرف روافد انما كان غير معروف۔ سید رضی نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت نے انس کو طلحہ و زبیر کی طرف روانہ کیا تھا ایک غیر معروف

قد بعثه ليدكرهما بكلام يختص بهما من رسول الله صلى الله عليه واله لما امكنه ان يرجع فيقول انى انسيت لانه مافارقه متوجها نحوهما الا وقد اقر بعرفته وذكره فكيف يرجع بعد ساعة او يوم فيقول انسيت فينكر بعد الاقرار لهذا مما لا يقع (شرح ابن الحديد ج ۴ ص ۳۸۸)

واقعہ ہے۔ اگر حضرت نے اس کلام کی یاد دہانی کیلئے نہیں بھیجا ہوتا کہ وہ پیغمبرؐ نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا تھا تو یہ بعید ہے کہ وہ پلٹ کر یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا۔ کیونکہ جب وہ حضرت سے الگ ہو کر روانہ ہوئے تھے تو اس وقت یہ اقرار کیا تھا کہ پیغمبر کا یہ ارشاد میرے علم میں ہے اور مجھے یاد ہے پھر کس طرح یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک گھڑی یا ایک دن کے بعد یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا اور اقرار کے بعد انکار کریں۔ یہ ایک نہ ہونیوالی بات ہے۔“

(۳۱۲) وقال عليه السلام: إِنَّ لِقُلُوبٍ إِقْبَالًا وَادْبَارًا: فَإِذَا أَقْبَلَتْ فَاحْبِلُوهَا عَلَى النَّوَافِلِ، وَإِذَا ادْبَرَتْ فَاقْتَصِرُوا إِلَيْهَا عَلَى الْفَرَائِضِ۔

(۳۱۲) دل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اچاٹ ہو جاتے ہیں۔ لہذا جب مائل ہوں اُس وقت انہیں مستحبات کی بجا آوری پر آمادہ کرو۔ اور جب اچاٹ ہوں تو واجبات پر اکتفا کرو۔

(۳۱۳) وقال عليه السلام: وَفِي الْقُرْآنِ نَبَأٌ مَا قَبْلَكُمْ، وَخَبَرٌ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمٌ مَا بَيْنَكُمْ۔

(۳۱۴) وقال عليه السلام: رُدُّوا الْحَجَرَ مِنْ حَيْثُ جَاءَ؛ فَإِنَّ الشَّرَّ لَا يَدْفَعُهُ إِلَّا الشَّرُّ۔

(۳۱۵) وقال عليه السلام لکاتبه عبيد الله بن (ابی) رافع أَلْقِ دَوَاتَكَ، وَأَطْلُ جُلْفَةَ قَلْبِكَ، وَفَرِّجْ بَيْنَ السُّطُورِ، وَقَرِّمِطْ بَيْنَ الْحُرُوفِ فَإِنَّ ذَلِكَ أَجْدَرُ بِصَبَاحَتِهِ الْخَطَّ۔

(۳۱۶) وقال عليه السلام: أَنَا يَعْسُوبٌ

الْمُؤْمِنِينَ، وَالْمَالُ يَعْسُوبُ الْفُجَّارَ۔

قال الرضى: ومعنى ذلك أن المؤمنين يتبعون نسي والفجار يتبعون المال كما تتبع النحل يعسوبها، وهو رئيسها۔

يعسوب مال ہے۔ (سید رضی فرماتے ہیں کہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے میری پیروی کرتے ہیں اور بدکردار مال و دولت کا اسی طرح اتباع کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی اقتدا کرتی ہیں اور یعسوب اُس مکھی کو کہتے ہیں جو اُن کی سردار ہوتی ہے۔

(۳۱۷) وقال له بعض اليهود: ما دفنتم نبیکم حتی اختلفتم فيه؟ فقال عليه السلام له: إِنَّمَا اختلفنا عنه لا فيه، وَلَكِنَّكُمْ مَا حَقَّتْ أَرْجُلُكُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتَّى قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ: (اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمُ إِلَهَةٌ فَقَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ)

(۳۱۷) ایک یہودی نے آپ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی کو دفن نہیں کیا تھا کہ ان کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا۔ حضرت نے فرمایا ہم نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا بلکہ اُن کے بعد جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا۔ مگر تم تو وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل سے نکل کر تمہارے پیر خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے ہمارے لئے بھی ایک ایسا خدا بنادیتے جیسے اُن لوگوں کے خدا ہیں۔ تو موسیٰ نے کہا کہ ”بے شک تم ایک جاہل قوم ہو۔“

اس یہودی کی نکتہ چینی کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو ایک اختلافی امر ثابت کر لے۔ مگر حضرت نے لفظ فیہ کے بجائے لفظ عنہ فرما کر اختلاف کا مورد واضح کر دیا کہ وہ اختلاف رسول کی نبوت کے بارے میں نہ تھا بلکہ اُن کی نیابت و جانشینی کے سلسلہ میں تھا۔ اور پھر یہودیوں کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو آج پیغمبرؐ کے بعد مسلمانوں کے باہمی اختلاف پر نقد کر رہے ہیں خود ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کی زندگی ہی میں عقیدہ توحید میں متزلزل ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب وہ اہل مصر کی غلامی سے چھٹکارا پا کر دریا کے پار اترے تو سینا کے بت خانہ میں پھڑپھڑے کی ایک مورچی دیکھ کر حضرت موسیٰ نے کہنے لگے کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسی مورچی بنادیتے جس پر حضرت موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم اب بھی ویسے ہی جاہل ہو، جیسے مصر میں تھے تو جس قوم میں توحید کی تعلیم پانے کے بعد بھی بت پرستی کا جذبہ اتنا ہو کہ وہ ایک بت کو دیکھ کر ترپنے لگے اور یہ چاہے کہ اُس کے لئے بھی ایک بت خانہ بنادیا جائے اُس کو مسلمانوں کے کسی اختلاف پر نعرہ کرنے کا کیا حق پہنچا ہے۔

(۳۱۸) وقيل له: بلأى شئى غلبت الأقران؟ فقال عليه السلام مَا لِقَيْتُ رَجُلًا إِلَّا أَعَانَنِي عَلَى نَفْسِيهِ قَالَ الرضى: يومئذى بذلك إلى تمكن هيئته فى القلوب۔

(۳۱۸) حضرت سے کہا گیا کہ آپ کس وجہ سے اپنے حریفوں پر غالب آتے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا۔ (سید رضی فرماتے ہیں) کہ حضرت نے اُس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کی ہیبت دلوں پر چھا جاتی تھی۔

جو شخص اپنے حریفوں سے مرعوب ہو جائے، اُس کا پسپا ہونا ضروری سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مقابلہ کے لئے صرف جسمانی طاقت کا ہونا کافی نہیں ہوتا بلکہ دل کا ٹھہراؤ اور حوصلہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے اور جب وہ ہمت ہار دے گا اور یہ خیال دل میں جمالے گا کہ مجھے مغلوب ہی ہونا ہے، تو وہ مغلوب ہو کر رہے گا۔ یہی صورت امیر المؤمنین کے حریف کی ہوتی تھی کہ وہ اُن کی مسلمہ شجاعت سے اس طرح متاثر ہوتا تھا کہ اُسے موت کا یقین ہو جاتا تھا۔ جس کے نتیجے میں اُس کی قوت معنوی و خود اعتمادی ختم ہو جاتی تھی اور آخر یہ ذہنی تاثر اُسے موت کی راہ پر لاکھڑا کرتا تھا۔

(۳۱۹) وقال عليه السلام لابنه محمد بن الحنفية: يَا بُنَيَّ، إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ الْفَقْرَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْهُ فَإِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِلدِّينِ مَذْهَبَةٌ لِلْعَقْلِ دَاعِيَةٌ لِلْمَقْتِ۔

(۳۱۹) اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ سے فرمایا: ”اے فرزند! میں تمہارے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں لہذا فقر و ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ دین کی نقص، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے۔

(۳۲۰) وقال عليه السلام لسائل سألَهُ عَنْ مَعْضَلَةٍ: سَلْ تَفَقَّهَهَا، وَلَا تَسْأَلْ تَعَتَّاهَا؛ فَإِنَّ الْجَاهِلَ الْمُتَعَلِّمَ شَبِيهٌ بِالْعَالِمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ الْمُتَعَسِّفَ شَبِيهٌ بِالْجَاهِلِ الْمُتَعَتِّهِ۔

(۳۲۰) ایک شخص نے ایک مشکل مسئلہ آپ سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا سمجھنے کے لئے پوچھو، الجھنے کے لئے نہ پوچھو۔ کیونکہ وہ جاہل جو سیکھنا چاہتا ہے مثل عالم کے ہے اور وہ عالم جو الجھنا چاہتا ہے، وہ مثل جاہل کے ہے۔

(۳۲۱) وقال عليه السلام لعبد الله بن العباس، وقد أشار عليه في شئني لم يوافق رأيه: لَكَ أَنْ تُشِيرَ عَلَيَّ وَأَرَى؛ فَإِنْ عَصَيْتَكَ فَأَطِيعْنِي۔

(۳۲۱) عبد اللہ ابن عباس نے ایک امر میں آپ کو مشورہ دیا جو آپ کے نظریہ کے خلاف تھا۔ تو آپ نے اُن سے فرمایا تمہارا یہ کام ہے کہ مجھے رائے دو۔ اُس کے بعد مجھے مصلحت دیکھنا ہے اور اگر تمہاری رائے کو نہ مانوں تو تمہیں میری اطاعت لازم ہے۔

عبد اللہ ابن عباس نے امیر المؤمنین کو یہ مشورہ دیا تھا کہ طلحہ اور زبیر کو کوئی حکومت کا پروانہ لکھ دیجئے اور معاویہ کو شام کی ولایت پر برقرار رہنے دیجئے۔ یہاں تک کہ آپ کے قدم مضبوطی سے جم جائیں اور حکومت کو استحکام حاصل ہو جائے۔ جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ میں دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنے دین کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتا۔ لہذا تم اپنی بات منوانے کے بجائے میری بات کو سنو اور میری اطاعت کرو۔

(۳۲۲) وروى أنه عليك السلام لما ورد الكوفة قادما من صفين مر بالشبا ميين

(۳۲۲) وارد ہوا ہے کہ جب حضرت صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ پہنچے تو قبیلہ شام کی آبادی سے ہو کر گزرے

فسمع بكاء النساء على قتلى صفين و خرج إليه حرب بن شرجيل الشبامي وكان من وجوه قومه فقال عليه السلام له: أَتَغْلِبُكُمْ نِسَاءُكُمْ عَلَى مَا أَسْمَعُ؟ إِلَّا تَنْهَوْنَهُنَّ عَنْ هَذَا الرَّيْنِ، وَأَقْبِلْ (حرب) يمشي معه وهو عليه السلام راكب فقال عليه السلام: أَرْجِعْ فَإِنَّ مَشْيَ مِثْلِكَ مَعَ مِثْلِي فِتْنَةٌ لِلوَالِي وَمَذَلَّةٌ لِلْمُؤْمِنِ۔

جہاں صفین کے کشتوں پر رونے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی۔ اتنے میں حرب ابن شرجیل شبامی سربراہ آوردہ لوگوں میں سے تھے، حضرت کے پاس آئے تو آپ نے اُس سے فرمایا! کیا تمہارا ان عورتوں پر بس نہیں چلتا۔ جو میں رونے کی آوازیں سن رہا ہوں اس رونے چلانے سے تم انہیں منع نہیں کرتے؟ حرب آگے بڑھ کر حضرت کے ہم رکاب ہوئے درآں حالیکہ حضرت سوار تھے تو آپ نے فرمایا! پلٹ جاؤ تم۔ ایسے آدمی کا مجھ ایسے کے ساتھ پیادہ چلنا واپس کے لئے فتنہ، اور مومن کے لئے ذلت ہے۔

(۳۲۳) وقال عليه السلام: وقد مربقتلى الخوارج يوم النهر وان ابوسا لكم، لقد ضركم من غركم، فقليل له: من غرهم يا امير المؤمنين؟ فقال: الشيطان المضل والانفس الامارة بالسوء غرتهم بالاماني، وفسحت لهم بالمعاصي، ووعدتهم الاظهار فاقتحمت بهم النار۔

(۳۲۳) نہروان کے دن خوارج کے کشتوں کی طرف ہو کر گزرے تو فرمایا! تمہارے لئے ہلاکت و تباہی ہو جس نے تمہیں درغلا یا، اُس نے تمہیں فریب دیا۔ کہا گیا کہ ”یا امیر المؤمنین کس نے انہیں درغلا یا تھا؟ فرمایا کہ گمراہ کرنیوالے شیطان اور بُرائی پر ابھارنے والے نفس نے کہ جس نے انہیں امیدوں کے فریب میں ڈالا اور گناہوں کا راستہ اُن کیلئے کھول دیا۔ فتح و کامرانی کے اُن سے وعدے کیے اور اس طرح انہیں دوزخ میں جھونک دیا۔

(۳۲۴) وقال عليه السلام: اتَّقُوا مَعَاصِيَ اللَّهِ فِي الْخَلَوَاتِ؛ فَإِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الْحَاكِمُ۔

(۳۲۴) تنہا یوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔ کیونکہ جو گواہ ہے وہی حاکم ہے۔

(۳۲۵) وقال عليه السلام لما بلغه قتل محمد بن أبي بكر: إِنْ حُرُنَّا عَلَيْهِ عَلَى قَدَرِ سُورِهِمْ بِهِ، إِلَّا أَنَّهُمْ نَقَصُوا بَغِيضًا وَنَقَصْنَا حَبِيبًا۔

(۳۲۵) جب آپ کو محمد ابن ابی بکر (رحمۃ اللہ علیہ) کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ہمیں ان کے مرنے کا اتنا ہی رنج و قلق ہے جتنی دشمنوں کو اس کی خوشی ہے۔ بلاشبہ اُن کا ایک دشمن کم ہوا، اور ہم نے ایک دوست کو کھو دیا۔

(۳۲۶) وقال عليه السلام: الْعَبْرُ الَّذِي أَعْدَرَ اللَّهُ فِيهِ إِلَى ابْنِ آدَمَ سِتُونَ سَنَةً. قبول نہیں کرتا، ساٹھ برس کی ہے۔

(۳۲۷) وقال عليه السلام: مَا ظَهَرَ مِنْ ظُفْرِ الْإِثْمِ بِهِ، وَالْغَالِبُ بِالْشَّرِّ مَغْلُوبٌ. جس پر گناہ قابو پالے، وہ کامران نہیں اور شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا حقیقتاً مغلوب ہے۔

(۳۲۸) وقال عليه السلام: إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ فَرَضَ فِي أَمْوَالِ الْأَغْنِيَاءِ أَقْوَاتَ الْفُقَرَاءِ: فَمَا جَاعَ فَقِيرٌ إِلَّا بِمَا مَتَّعَ غَنِيٌّ، وَاللَّهُ تَعَالَى سَأَلَهُمْ عَنْ ذَلِكَ. خداوند عالم نے دولت مندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے۔ لہذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اسلئے کہ دولت نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور خدائے بزرگ و برتر اُن سے اس کا مواخذہ کر نیوالا ہے۔

(۳۲۹) وقال عليه السلام: الْإِسْتِغْنَاءُ عَنِ الْعُدْرِ أَعَزُّ مِنَ الصَّدَقِ بِهِ۔ سچا عذر پیش کرنے سے یہ زیادہ وسیع ہے کہ عذر کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے فرائض پر اس طرح کار بند ہونا چاہئے کہ اُسے معذرت پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ معذرت میں ایک گونہ کوتاہی کی جھلک اور ذلت کی نمود ہوتی ہے، اگرچہ وہ صحیح و درست ہی کیوں نہ ہو۔

(۳۳۰) وقال عليه السلام: أَقَلُّ مَا يَلْزَمُكُمْ لِلَّهِ أَنْ لَا تَسْتَعِينُوا بِنِعْمِهِ عَلَى مَعَاصِيهِ۔ اس کی نعمتوں سے گناہوں میں مدد نہ لو۔

کفرانِ نعمت و ناسپاسی کے چند درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان نعمت ہی کی تشخیص نہ کر سکے۔ جیسے آنکھوں کی روشنی، زبان کی گویائی، کانوں کی شنوائی اور ہاتھ پیروں کی حرکت یہ سب اللہ کی بخشی ہوئی نعمتیں ہیں۔ مگر بہت سے لوگوں کو ان کے نعمت ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ان میں شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت کو دیکھے اور سمجھے۔ مگر اس کے مقابلہ میں شکر بجا نہ لائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت بخشنے والے کی مخالفت و نافرمانی کرے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسی کی دی ہوئی نعمتوں کو اطاعت و بندگی میں صرف کرنے کے بجائے اس کی معصیت و نافرمانی صرف کرے یہ کفرانِ نعمت کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

(۳۳۱) وقال عليه السلام: إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ الطَّاعَةَ غَنِيَّةً إِلَّا كَيْسَ عِنْدَ تَقْرِيطِ الْعَجْزَةِ۔ جب کاہل اور ناکارہ افراد عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، تو اللہ کی طرف سے یہ عقلمندوں کے لئے ادائے فرض کا ایک بہترین موقع ہوتا ہے۔

(۳۳۲) وقال عليه السلام: السُّلْطَانُ وَدَعَاَ اللَّهُ فِي أَرْضِهِ۔ حکام اللہ کی سرزمین میں اس کے پاس بان ہیں۔

(۳۳۳) وقال عليه السلام في صفة المؤمن: الْمُؤْمِنُ بَشْرٌ لَا فِي وَجْهِهِ وَحُزْنُهُ فِي قَلْبِهِ، أَوْ سَمِعَ شَيْءَ صَدْرًا، وَأَذَلَّ شَيْءٍ نَفْسًا، يَكْرَهُ الرِّفْعَةَ، وَيَسْنَأُ السُّعْيَةَ، طَوِيلُ غَمِّهِ، بَعِيدُ هَمِّهِ، كَثِيرُ صَمْتِهِ، مَشْغُولٌ وَقْتُهُ، شَكُورٌ صَبُورٌ، مَغْبُورٌ بِفِكْرَتِهِ، ضَمِينٌ بَخْلَتِهِ، سَهْلُ الْخَلِيقَةِ، لَيِّنُ الْعَرِيكَةِ! نَفْسُهُ أَصْلَبُ مِنَ الصَّلْدِ وَهُوَ أَذَلُّ مِنَ الْعَبْدِ۔ مؤمن کے چہرے پر بشاشت اور دل میں غم و اندوہ ہوتا ہے۔ ہمت اُس کی بلند ہے اور اپنے دل میں وہ اپنے کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے سر بلندی کو برا سمجھتا ہے اور شہرت سے نفرت کرتا ہے۔ اس کا غم بے پایاں اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ بہت خاموش، ہمہ وقت مشغول، شاکر، صابر، فکر میں غرق، دست طلب بڑھانے میں بخیل، خوش خلق اور نرم طبیعت ہوتا ہے اور اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت اور وہ خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔

(۳۳۴) وقال عليه السلام: لَوْ رَأَى الْعَبْدُ الْآجَلَ وَمَصِيرَهُ لَا بَغْضَ الْأَمَلِ وَغُرُورًا۔ اگر کوئی بندہ مدتِ حیات اور اس کے انجام کو دیکھے تو امیدوں اور اُنکے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

(۳۳۵) وقال عليه السلام: لِكُلِّ امْرِئٍ فِي مَالِهِ شَرٌّ يَكُن: الْوَارِثُ، وَالْحَوَادِثُ۔ ہر شخص کے مال میں دو حصہ دار ہوتے ہیں۔ ایک وارث اور دوسرے حوادث۔

(۳۳۶) وقال عليه السلام: الدَّاعِي بِلَا عَمَلٍ كَالْأَمِيِّ بِلَا وَتَرٍ۔ جو عمل نہیں کرتا اور دعا مانتا ہے، وہ ایسا ہے جیسے بغیر چلہ کمان کے تیر چلانے والا۔

(۳۳۷) وقال عليه السلام: الْعِلْمُ عِلْمَان: مَطْبُوعٌ وَمَسْبُوعٌ، وَلَا يَنْفَعُ الْمَسْبُوعُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَطْبُوعُ۔ علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو نفس میں رچ بس جائے اور ایک وہ جو صرف سن لیا گیا ہو اور سنا سنایا علم قائدہ نہیں دیتا جب تک وہ دل میں راسخ نہ ہو۔

(۳۳۸) وقال عليه السلام: صَوَابُ الرَّأْيِ بِالذُّوْلِ: يُقْبَلُ بِإِقْبَالِهَا، وَيَذْهَبُ بِذَهَابِهَا۔ (۳۳۸) اصابت رائے اقبال و دولت سے وابستہ ہے۔ اگر یہ ہے تو وہ بھی ہوتی ہے اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہوتی۔

جب کسی کا بخت یا در اور اقبال اور عروج پر ہوتا ہے تو اس کے قدم خود بخود منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور ذہن و فکر کو صحیح طریق کار کے طے کرنے میں کوئی الجھن نہیں ہوتی اور جس کا اقبال ختم ہونے پر آتا ہے وہ روشنی میں بھی ٹھوکریں کھاتا ہے اور ذہن و فکر کی قوتیں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ جب بنی برک کا زوال شروع ہوا تو ان میں کے دس آدمی ایک امر میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے مگر پوری روداد کے بعد بھی کسی صحیح نتیجہ تک نہ پہنچ سکے۔ یہ دیکھ کر یحییٰ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ ہمارے زوال کا پیش خیمہ اور ہمارے اوبار کی علامت ہے کہ ہم دس آدمی بھی کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکیں۔ ورنہ جب ہمارا غیر اقبال بام عروج پر تھا، تو ہمارا ایک آدمی ایسی دس دس گھنٹیوں کو بڑی آسانی سے سلجھالیتا تھا۔

(۳۳۹) وقال عليه السلام: الْعَفَافُ زَيْنَةُ الْفَقْرِ، وَالشُّكْرُ زَيْنَةُ الْغِنَى (۳۳۹) فقر کی زینت پاکدامنی، اور تو نگری کی زینت شکر ہے۔

(۳۴۰) وقال عليه السلام: يَوْمُ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُومِ (۳۴۰) ظالم کے لئے انصاف کا دن اُس سے زیادہ سخت ہوگا، جتنا مظلوم پر ظلم کا دن۔

(۳۴۱) وقال عليه السلام: الْغِنَى الْآكِبُ الْيَأْسُ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ (۳۴۱) سب سے بڑی دولت مندی یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھ میں جو ہے اُس کی آس نہ رکھی جائے۔

(۳۴۲) وقال عليه السلام: الْأَقْوِيلُ مَحْفُوظَةٌ، وَالسَّرَّاءُ مَبْلُوءَةٌ، وَكُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ وَالنَّاسُ مَنَقُصُونَ مَدَّخُولُونَ إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللَّهُ: سَائِلُهُمْ مُتَعَنِّتٌ وَمُجِيبُهُمْ مُتَكَلِّفٌ، يَكَادُ أَفْضَلُهُمْ رَأْيًا يَرُدُّهُ عَنْ فَضْلِ رَأْيِهِ الرِّضَا وَالسُّخْطُ، وَيَكَادُ أَصْلَبُهُمْ عَوْدًا تَنْكُوهُ وَتَسْتَحِيلُهُ الْكَلِمَةُ الْوَاحِدَةُ! (۳۴۲) گفتگو میں محفوظ ہیں اور دلوں کے بھید جانچے جانے والے ہیں۔ ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں میں گروی ہے اور لوگوں کے جسموں میں نقص اور عقلوں میں فتور آنے والا ہے۔ مگر وہ کہ جسے اللہ بچائے رکھے۔ ان میں پوچھنے والا الجھانا چاہتا ہے اور جواب دینے والا (بے جانے ہو جیسے جواب کی) زحمت اٹھاتا ہے۔ جو ان میں درست رائے رکھتا ہے اکثر خوشنودی و ناراضگی کے تصور رات اُسے صحیح رائے سے موڑ دیتے ہیں اور جو ان میں عقل کے لحاظ سے پختہ ہوتا ہے بہت ممکن ہے کہ ایک نگاہ اُس کے دل پر اثر کر دے اور ایک کلمہ اس میں انقلاب پیدا کر دے۔

(۳۴۳) وقال عليه السلام: مَعَاشِرَ اے گروہ مردم! اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ کتنے

النَّاسِ، اتَّقُوا اللَّهَ فَكَمْ مِنْ مُؤْمِلٍ مَالًا يَبْلُغُهُ وَبَانَ مَالًا يَسْكُنُهُ وَجَامِعٍ مَاسُوفٍ يَتَرُكُهُ، وَلَعَلَّهُ مِنْ بَاطِلٍ، جَمْعُهُ، وَمِنْ حَقٍّ مَنَعَهُ: أَصَابَهُ حَرَامًا، وَاحْتَمَلَ بِهِ أَثَامًا، فَبَاءَ بِوِزْرٍ وَقَدِمَ عَلَى رَبِّهِ اسْفًا لَا هِفَاءَ، قَدْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ، ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ السَّيِّئُ (۳۴۳) ایسی باتوں کی امید باندھنے والے ہیں جن تک پہنچنے نہیں اور ایسے گھر تعمیر کر نیوالے ہیں جن میں رہنا نصیب نہیں ہوتا اور ایسا مال جمع کرنے والے ہیں جسے چھوڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ ہو سکتا ہے کہ اسے غلط طریقہ سے جمع کیا ہو، یا کسی کا حق دبا کر حاصل کیا ہو۔ اس طرح اُسے بطور حرام پایا ہو اور اُس کی وجہ سے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہو، تو اس کا وبال لے کر پلٹے اور اپنے پروردگار کے حضور رنج و افسوس کرتے ہوئے جانچنے دینا و آخرت دونوں میں گھانا اٹھایا۔ یہی تو کھلم کھلا گھانا ہے۔

(۳۴۴) وقال عليه السلام: مِنَ الْعِصَةِ تَعَذُّرُ الْمَعَاصِي (۳۴۴) گناہ تک رسائی کا نہ ہونا بھی ایک صورت پاکدامنی کی ہے۔

(۳۴۵) وقال عليه السلام: مَاءٌ وَجْهَكَ جَامِدٌ يَقْطِرُهُ السُّؤَالُ، فَانْظُرْ عِنْدَ مَنْ تُقْطِرُهُ (۳۴۵) تمہاری آبرو قائم ہے جسے دست سوال دراز کرنا بہا دیتا ہے۔ لہذا یہ خیال رہے کہ کسی کے آگے اپنی آبرو ریزی کر رہے ہو۔

(۳۴۶) وقال عليه السلام: الشَّاءُ بِأَكْثَرِ مِنَ الْإِسْتِحْقَاقِ مَلَقٌ، وَالتَّقْصِيرُ عَنِ الْإِسْتِحْقَاقِ عَمَى أَوْ حَسَدٌ (۳۴۶) کسی کو اس کے حق سے زیادہ سراہنا چاہلوسی ہے اور حق میں کمی کرنا کوتاہ بیانی ہے یا حسد۔

(۳۴۷) وقال عليه السلام: أَشَدُّ الدُّنُوبِ مَا اسْتَهَانَ بِهِ صَاحِبُهُ (۳۴۷) سب سے بھاری گناہ وہ ہے کہ جس کا ارتکاب کرنے والا اُسے سبک سمجھے۔

چھوٹے گناہوں میں بے باکی و بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کے معاملہ میں بے پروا سا ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ عادت بڑے بڑے گناہوں کی جرأت دلا دیتی ہے اور پھر وہ بغیر کسی جھجک کے ان کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔ لہذا جھوٹے گناہوں کو بڑے گناہوں کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے ان سے احتراز کرنا چاہئے تاکہ بڑے گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت ہی نہ آئے۔

(۳۴۸) وقال عليه السلام: مَنْ نَظَرَ فِي عَيْبِ نَفْسِهِ اشْتَغَلَ عَنْ عَيْبِ غَيْرِهِ وَمَنْ عَيْبَ جَوْفَىٰ مِنْ بَازِ رَجُلٍ، أَوْ جَوَّالَهُ دَعَا لِيَوْمِهِ (۳۴۸) جو شخص اپنے عیوب پر نظر رکھے گا وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہے گا، اور جو اللہ کے دیئے ہوئے

رَضِيَ بِرِزْقِ اللَّهِ لَمْ يَحْزَنْ عَلَى مَفَاتِهِ؛ وَمَنْ سَلَ سَيْفَ الْبَغْيِ قُتِلَ بِهِ وَمَنْ كَابَدَ الْأُمُورَ عَطِبَ وَمِنْ اقْتَحَمَ اللَّجَجَ غَرِقَ؛ وَمَنْ دَخَلَ مَدَاحِلَ السُّوءِ أَتَهُمْ، وَمَنْ كَثَرَ كَلَامُهُ كَثَرَ خَطْوُهُ؛ وَمَنْ كَثَرَ خَطْوُهُ قَلَّ حَيَاوُهُ قَلَّ وَدَعُهُ؛ وَمَنْ قَلَّ وَدَعُهُ مَاتَ قَلْبُهُ؛ وَمَنْ مَاتَ قَلْبُهُ دَخَلَ النَّارَ، وَمَنْ نَظَرَ فِي عُيُوبِ النَّاسِ فَانْكَرَ هَائِثُ رَضِيهَا لِنَفْسِهِ فَذَلِكَ الْأَحْمَقُ بَعِينُهُ (وَالْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ) وَمَنْ أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ رَضِيَ مِنَ الدُّنْيَا بِالْيَسِيرِ وَمَنْ عَلِمَ أَنَّ كَلَامَهُ مِنْ عَمَلِهِ قَلَّ كَلَامُهُ إِلَّا فِيمَا يَنْعِيهِ۔

(۳۴۹) وقال عليه السلام: للظالمين الرجال ثلاث علامات: يظلم من فوقه بالعصية، ومن دونه بالغلبة، ويظاھر القوم الظلمة۔

(۳۵۰) وقال عليه السلام عند تنأهی الشدة تكون الفرجة، وعند تضايق خلق البلاء يكون الرخاء۔

(۳۵۱) وقال عليه السلام لبعض أصحابه: لا يجعلن أكثر شغلك بأهلك ولذالك: فإن يكن أهلك ولذالك أولياء الله فإن الله

لَا يُضَيِّعُ أَوْلِيَائَهُ وَإِنْ يَكُونُوا أَعْدَاءَ اللَّهِ فَمَا هَبْكَ وَشُغْلَكَ بِأَعْدَاءِ اللَّهِ؟ دشمنان خدا ہیں تو تمہیں دشمنان خدا کی فکروں اور دھندوں میں پڑنے سے مطلب ہی کیا۔

(۳۵۲) وقال عليه السلام: أكبر العيب أن تعيب مافيك مثله۔ سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس عیب کو بڑا کہو، جس کے مانند خود تمہارے اندر موجود ہے۔

اس سے بڑھ کر اور عیب کیا ہو سکتا ہے کہ انسان دوسروں کے ان عیوب پر نکتہ چینی کرے جو خود اُس کے اندر بھی پائے جاتے ہوں۔ تقاضائے عدل تو یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے پہلے اپنے عیوب پر نظر کرے اور سوچے کہ عیب، عیب ہے وہ دوسروں کے اندر پایا جائے یا اپنے اندر۔

ہمہ عیب خلق ویدن نہ مروت است و مروی نگہے بخویشتن کن کہ ہمہ گناہ داری

(۳۵۳) وهنا ب حضرته رجل رجلا بغلام ولله فقال له: ليهنك القارس فقال عليه السلام: لا تقبل ذلك، ولكن قل شكرت الواهب، وبورك لك في الموهوب، وبلغ أشده، ووزقت برؤك۔ حضرت کے سامنے ایک نے دوسرے شخص کو فرزند کے پیدا ہونے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ ”شہسوار مبارک ہو“ جس پر حضرت نے فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ تم بخشے والے (خدا) کے شکر گزار ہوئے یہ بخشی ہوئی نعمت تمہیں مبارک ہو، یہ اپنے کمال کو پہنچے اور اس کی نیکی و سعادت تمہیں نصیب ہو۔

(۳۵۴) وبنی رجل من عماله بناء فخما فقال عليه السلام: أطلعت الورق رء وسها إن البناء يصف لك الغنى۔ حضرت کے عمل میں سے ایک شخص نے ایک بلند عمارت تعمیر کی جس پر آپ نے فرمایا چاندی کے سکوں نے سر نکالا ہے، بلاشبہ یہ عمارت تمہاری ثروت کی غمازی کرتی ہے۔

(۳۵۵) وقيل له عليه السلام: لو سد على رجل باب بيته وترك فيه من أين كان ياتي به رزقه؟ فقال عليه السلام: من حيث يأتيه أجله۔ حضرت سے کہا گیا کہ اگر کسی شخص کو گھر میں چھوڑ کر اُس کا دروازہ بند کر دیا جائے، تو اُس کی روزی کدھر سے آئے گی؟ فرمایا جدھر سے اُس کی موت آئے گی۔

اگر خداوند عالم کی مصلحت اس امر کی مقتضی ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو زندہ رکھے جسے کسی بند جگہ میں محصور کر دیا گیا ہو، تو وہ اس کے لئے سروسامان زندگی مہیا کر کے اُسے زندہ رکھنے پر قادر ہے اور جس طرح بند دروازے موت کو نہیں روک سکتے، اسی طرح رزق سے بھی مانع نہیں ہو سکتے، کیونکہ اس قادر مطلق کی قدرت دونوں پر یکساں کار فرما ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کو رزق کے معاملہ میں قانع ہوتا

چاہئے کیونکہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوگا، اُسے بہر صورت ملے گا۔

می رسد درخانہ در بستہ روزی چوں اجل حرص دارد این چنین آشفته خاطر خلق را

(۳۵۶) وَعَزَىٰ قَوْمًا عَنِ مَيِّتٍ مَاتَ لَهُمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَيَسَّ لَكُمْ بَدَأُ، وَلَا إِلَيْكُمْ أَنْتَهَى؛ وَقَدْ كَانَ صَاحِبُكُمْ هَذَا يُسَافِرُ فَعُدُّوهُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَإِنَّ قَدِيمَ عَلَيْكُمْ وَإِلَّا قَدِمْتُمْ عَلَيْهِ۔

(۳۵۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَيُّهَا النَّاسُ، لِيَرْكُمُ اللَّهُ مِنَ النِّعَةِ وَجِلِينَ كَمَا يَرَاكُمْ مِنَ النِّقْمَةِ فَرِيقِينَ! إِنَّهُ مَنْ وَسَّعَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ يَرِذْلِكَ اسْتِدْرَا جَا فَقَدْ أَمِنَ مَخَوْفًا، وَمَنْ ضَيَّقَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ يَرِذْلِكَ اخْتِبَارًا فَقَدْ ضَيَّعَ مَأْمُولًا۔

(۳۵۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا أُسْرَى الرَّغْبَةُ أَقْصَرُ وَأَقْرَبُ فَإِنَّ الْمُعْرِجَ عَلَى الدُّنْيَا لَا يَرَوْعُهُ مِنْهَا إِلَّا صَرِيفُ أَنْيَابِ الْحَدَثَانِ۔ أَيُّهَا النَّاسُ، تَوَلَّوْا مِنْ أَنْفُسِكُمْ تَأْوِيَهَا وَاعْدِلُوا بِهَا عَنْ ضَرَاوَةِ عَادَاتِهَا۔

(۳۵۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَطْنَنَّ بِكَلْبَةٍ خَرَجَتْ مِنْ أَحَدٍ سَوْءًا وَأَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مُحْتِمَلًا۔

(۳۵۶) حضرت نے ایک جماعت کو ان کے مرنے والے کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ”اس موت کی ابتداء تم سے نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کی انتہاء تم سے ہے۔ یہ تمہارا ساتھی مصروف سفر رہتا تھا۔ اب بھی یہی سمجھو کہ وہ اپنے کسی سفر میں ہے۔ اگر وہ آگیا تو بہتر، ورنہ تم خود اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔“

(۳۵۷) اے لوگو! چاہئے کہ اللہ تم کو نعمت و آسائش کے موقع پر بھی اسی طرح خائف و ترساں دیکھے جس طرح تمہیں عذاب سے ہراساں دیکھتا ہے۔ بیشک جسے فراخ دہی حاصل ہو، اور وہ اُسے کم کم عذاب کی طرف بڑھنے کا سبب نہ سمجھے تو اُس نے خوفناک چیز سے اپنے کو مطمئن سمجھ لیا اور جو تنگدست ہو وہ اُسے آزمائش نہ سمجھے، تو اُس نے اس ثواب کو ضائع کر دیا کہ جس کی امید و آرزو کی جاتی ہے۔

(۳۵۸) اے حرص و طمع کے اسیر و! باز آؤ کیونکہ دنیا پر ٹوٹنے والوں کو حوادثِ زمانہ کے دانت پیسنے ہی کا اندیشہ کرنا چاہئے۔

اے لوگو! خود ہی اپنی اصلاح کا ذمہ لو، اور اپنی عادتوں کے تقاضوں سے منہ موڑ لو۔

(۳۵۹) کسی کے منہ سے نکلنے والی بات میں اگر اچھائی کا پہلو نکل سکتا ہو تو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو۔

(۳۶۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا كَانَتْ لَكَ إِلَى اللَّهِ، سُبْحَانَهُ، حَاجَةٌ فَأَبْدَأْ بِمَسْأَلَةِ الصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِهِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ فَإِنَّ اللَّهَ أَكْرَمُ مَنْ أَنْ يُسْأَلَ حَاجَتَيْنِ فَيَقْضِيَ إِحْدَاهُمَا وَيَسْئَلُ الْآخَرَى۔

(۳۶۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ ضَنَّ بِعَرُضِهِ فَلْيَدْعِ الْبَرَاءَ۔

(۳۶۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مِنَ الْخُرْقِ الْمَعْجَلَةِ قَبْلَ الْإِمْكَانِ، وَالْأَنَاءَةِ بَعْدَ الْفُرْصَةِ۔

(۳۶۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَسْأَلْ عَمَّا لَا يَكُونُ فِيهِ الذِّئْبُ قَدْ كَانَ لَكَ شُغْلٌ۔

(۳۶۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْفِكْرُ مِرَآةٌ صَافِيَةٌ، وَالْإِعْتِبَارُ مُنْذِرٌ نَاصِحٌ وَكَفَىٰ أَدَبًا لِنَفْسِكَ تَجَنُّبُكَ مَا كَرِهْتَ لِغَيْرِكَ۔

(۳۶۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْعِلْمُ مَقْرُونٌ بِالْعَمَلِ: فَمَنْ عِلْمٌ غَمِلَ، وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ، فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ۔

(۳۶۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَتَاعُ الدُّنْيَا حُطَامٌ مُؤَبَّى فَتَجَنَّبُوا مَرَّعًا! قُلْعَتُهَا أَحْظَىٰ مِنْ طَبَائِيئِهَا۔ وَبُلْغَتُهَا

(۳۶۰) جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو، تو پہلے اللہ، سُبْحَانَهُ، حاجت فابدأ بمسألة الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، ثم سل حاجتك فإن الله أكرم من أن يسأل حاجتين فيقضي إحداها ويسأل الأخرى۔

(۳۶۱) جسے اپنی آبرو عزیز ہو، وہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے۔

(۳۶۲) امکان پیدا ہونے سے پہلے کسی کام میں جلد بازی کرنا اور موقع آنے پر دیر کرنا دونوں حماقت میں داخل ہیں۔

(۳۶۳) جو بات نہ ہونے والی ہو، اُس کے متعلق سوال نہ کرو۔ اس لئے کہ جو ہے وہی تمہاری لئے کافی ہے۔

(۳۶۴) فکر ایک روشن آئینہ ہے، عبرت اندوزی ایک خیر خواہ متنبہ کرنے والی چیز ہے، نفس کی اصلاح کے لئے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کے لئے بُرا سمجھتے ہوں اُن سے بچ کر رہو۔

(۳۶۵) علم و عمل سے وابستہ ہے۔ لہذا جو جانتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے اور علم عمل کو پکارتا ہے اگر وہ لیبک کہتا ہے تو بہتر، ورنہ وہ بھی اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

(۳۶۶) اے لوگو! دنیا کا ساز و سامان سوکھا سڑا بھوسا ہے جو دوبارہ پیدا کرنے والا ہے۔ لہذا اس چراگاہ سے دور رہو کہ جس سے چل چلاؤ باطمینان منزل کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے اور صرف بقدر کفاف لے لینا اُس دولت و ثروت

أَزْكَىٰ مِنْ ثَرَوَاتِهَا۔ تُحْكِمُ عَلَىٰ مُكْثَرِهَا
بِالْفَافَةِ، وَأَعِينَنَّ مَنْ غَنَىٰ عَنْهَا بِالرَّاحَةِ۔
وَمَنْ رَاقَهُ ذَبْرُ جُحَا أَعْقَبَتْ نَاطِرِيَهُ كَمَهَا،
وَمِنْ اسْتَشْعَرَ الشَّعْفَ بِهَا مَلَأَتْ ضَمِيرَهُ
أَشْجَانًا۔ لَهْنٌ رَقِصٌ عَلَىٰ سَوِيدَاءِ قَلْبِهِ
هُمْ يَشْغُلُهُ، وَهُمْ يَحْزَنُهُ، كَذَلِكَ حَتَّىٰ
يُؤْخَذَ بِكَظْمِهِ فَيُلْقَىٰ بِالْفَضَاءِ مُنْقَطِعًا
أَبْهَرَاهُ، هَمِينًا عَلَىٰ اللَّهِ فَنَانُهُ، وَعَلَىٰ
الْإِخْوَانِ الْقَائِيهِ (و) إِنَّمَا يَنْظُرُ الْمُؤْمِنُ
إِلَى الدُّنْيَا بِعَيْنِ الْأَعْتِبَارِ؛ وَيَقْتَاتُ مِنْهَا
بِطَنِ الْإِضْطِرَارِ، وَيَسْمَعُ فِيهَا بِأَذِنِ
الْمَقْتِ وَالْإِبْغَاضِ (إِنْ قِيلَ أَثَرِي قِيلَ
أُكْدَى!! وَإِنْ فَرِحَ بِالْبَقَاءِ حُزِنَ لَهُ
بِالْفَنَاءِ! هَذَا!! وَلَمْ يَأْتِهِمْ يَوْمٌ فِيهِ
يُيْلَسُونَ۔

سے زیادہ برکت والا ہے۔ اس کے دولت مندوں کے لئے
فقر طے ہو چکا ہے اور اس سے بے نیاز رہنے والوں کو راحت
کا سہارا دیا گیا ہے جس کو اس کی جج بجا لیتی ہے، وہ انجام
کار اس کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور جو اس کی
چاہت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے وہ اس کے دل کو ایسے غموں سے
بھر دیتی ہے جو دل کی گہرائیوں میں تلاطم برپا کرتے ہیں۔
یوں کہ کبھی کوئی فکر اسے گھیرے رہتی ہے، اور کبھی کوئی اندیشہ
اسے رنجیدہ بنائے رہتا ہے۔ وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ
اس کا گلا گھونٹا جانے لگتا ہے اور وہ بیابان میں ڈال دیا جاتا ہے
اس عالم میں کہ اس کے دل کی دونوں رگیں ٹوٹ چکی ہوتی
ہیں۔ اللہ کو اس کا فکا کرنا سہل اور اس کے بھائی بندوں کا اسے
قبر میں اتارنا آسان ہو جاتا ہے۔ مومن دنیا کو عبرت کی نگاہ
سے دیکھتا ہے اور اس سے اتنی ہی غذا حاصل کرتا ہے جتنی
پیٹ کی ضرورت مجبور کرتی ہے اور اس کے بارے میں ہر
بات کو بغض و عناد کے کانوں سے سنتا ہے۔ اگر کسی کے متعلق
یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مال دار ہو گیا ہے تو پھر یہ بھی کہنے میں آتا
ہے کہ نادار ہو گیا ہے۔ اگر زندگی پر خوشی کی جاتی ہے تو مرنے
پر غم بھی ہوتا ہے۔ یہ حالت ہے حالانکہ ابھی وہ دن نہیں آیا کہ
جس میں پوری پوری مایوسی چھا جائے گی۔

(۳۶۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ اللَّهَ
سُبْحَانَهُ وَضَعَ الثَّوَابَ عَلَى طَاعَتِهِ،
وَالْعِقَابَ عَلَى مَعْصِيَتِهِ زِيَادَةً لِعِبَادَةٍ عَنْ
نِقْمَتِهِ وَحَيَاةً لَهُمْ إِلَى جَنَّتِهِ۔

(۳۶۸) (وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَأْتِي عَلَى
النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَىٰ فِيهِمْ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا
رَسْمُهُ وَمِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ،
فَرَأَىٰ الْقُرْآنُ كَمَا رَأَىٰ الْإِسْلَامُ)۔

وَمَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ مِنَ الْبَنَاءِ،
خَرَابٌ مِنَ الْهَدْيِ، سُكَّانُهَا وَعُمَّارُهَا
شَرُّ أَهْلِ الْأَرْضِ: مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ
وَالْيَهُمُّ تَأْوِي الْخَطِيئَةِ، يُوذُونَ مَنْ
شَدَّ عَنْهَا فِيهَا، وَيَسْوُقُونَ مَنْ تَأَخَّرَ عَنْهَا
إِلَيْهَا، يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ فَبِي حَافَتْ
لَا بَعَثَنَّا عَلَىٰ أُولَئِكَ فِتْنَةً أَتَرَكَ الْحَلِيمَ
فِيهَا حَيْرَانَ وَقَدْ فَعَلَ، وَنَحْنُ نَسْقِطُ
اللَّهُ عَثْرَةَ الْغَفْلَةِ)۔

انہیں آباد کرنے والے تمام اہل زمین میں سب سے بدتر
ہوں گے۔ وہ فتنوں کا سرچشمہ اور گناہوں کا مرکز ہوں
گے۔ جو ان فتنوں سے منہ موڑے گا انہیں انہی فتنوں کی
طرف پلٹائیں گے اور جو قدم پیچھے ہٹائے گا، انہیں دکھیل
کر ان کی طرف لائیں گے۔ ارشاد الہی ہے کہ ”مجھے اپنی
ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ نازل کروں گا جس
میں حلیم و بردبار کو حیران و سرگرداں چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ
وہ ایسا ہی کرے گا۔ ہم اللہ سے غفلت کی ٹھوکروں سے غموں
کے خواستگار ہیں۔

(۳۶۹) وَرَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا
اعْتَدَلَ بِهِ الْمَنْبِرَ إِذَا قَالُ أَمَامَ الْخُطْبَةِ: أَيُّهَا
النَّاسُ، اتَّقُوا اللَّهَ فَمَا خُلِقَ أَمْرٌ وَعَبَا فَيَلْهُوْا
وَلَا تُرِكَ سُدَى فَيَلْغَوْا! وَمَا دُنِيَاهُ التَّيُّ
تَحَسَّنَتْ لَهُ بِخَلْفٍ مِنَ الْأَجْرَةِ التَّيُّ قَبَّحَهَا
سُوءُ النَّظَرِ عِنْدَهُ: وَمَا الْمَغْرُورُ الَّذِي ظَفِرَ
مِنَ الدُّنْيَا بِأَعْلَىٰ هَيْبَتِهِ كَالَا خَرِ الَّذِي ظَفِرَ
مِنَ الْأَجْرَةِ بِأَدْنَىٰ سُهْمَتِهِ۔

(۳۶۹) جب بھی آپ منبر پر رونق افروز ہوتے تو ایسا
اتفاق کم ہوتا تھا کہ خطبہ سے پہلے یہ کلمات نہ فرمائیں۔
اے لوگو! اللہ سے ڈرو کیونکہ کوئی شخص بے کار پیدا نہیں کیا
گیا کہ وہ کھیل کود میں پڑ جائے، اور نہ اسے بے قید و بند
چھوڑ دیا گیا ہے کہ بیہودگیاں کرنے لگے اور یہ دنیا جو اس
کیلئے آراستہ و پیراستہ ہے اس آخرت کا عوض نہیں ہو سکتی
کہ جس کو اس کی غلط نگاہ نے بُری صورت میں پیش کیا
ہے۔ وہ فریب خوردہ جو اپنی بلند ہمتی سے دنیا حاصل کرنے
میں کامیاب ہو اس دوسرے شخص کے مانند نہیں ہو سکتا جس
نے تھوڑا بہت آخرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو۔

(۳۷۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا شَرَفَ
أَعْلَىٰ مِنَ الْإِسْلَامِ؛ وَلَا عِزَّ أَعَزُّ مِنَ التَّقْوَىٰ؛
وَلَا مَعْقِلٌ أَحْسَنُ مِنَ الْوَرَعِ وَلَا شَفِيعٌ
أَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ، وَلَا كَنْزٌ أَغْنَىٰ مِنَ الْقَنَاعَةِ
وَلَا مَالٌ أَذْهَبَ لِلْفَقَاةِ مِنَ الرِّضَا بِالْقَوَاتِ؛
وَمَنْ الْقَتَصَرَ عَلَىٰ بُلْغَةِ الْكَفَافِ فَقَدْ انْتَضَمَ

(۳۷۰) کوئی شرف اسلام سے بلند تر نہیں، کوئی بزرگی
تقویٰ سے زیادہ باوقار نہیں، کوئی پناہ گاہ پرہیزگاری سے
بہتر نہیں، کوئی سفارش کرنے والا توبہ سے بڑھ کر کامیاب
نہیں، کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ بے نیاز کرنے والا
نہیں، کوئی مال بقدر کفاف پر رضا مندر رہنے سے بڑھ کر فقر
و احتیاج کا دور کرنے والا نہیں جو شخص قدر حاجت پر اکتفا
کر لیتا ہے، وہ آسائش و راحت پالیتا ہے اور آرام و

(سے) بری ہو گیا، اور جو زبان سے اُسے بُرا کہے وہ ماجور ہے اور صرف دل سے بُرا سمجھنے والے سے افضل ہے اور جو شخص شمشیر بکف ہو کر اس بُرائی کے خلاف کھڑا ہوتا کہ اللہ کا بول بالا ہو، اور ظالموں کی بات گر جائے، تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کی راہ کو پایا اور سیدھے راستے پر ہولیا اور اُس کے دل میں یقین نے روشنی پھیلا دی۔

(۳۷۳) اسی انداز پر حضرت کا ایک یہ کلام ہے۔ لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو بُرائی کو ہاتھ، زبان اور دل سے بُرا سمجھتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اچھی خصلتوں کو پورے طور سے حاصل کر لیا ہے اور ایک وہ ہے جو زبان اور دل سے بُرا سمجھتا ہے لیکن ہاتھ سے اُسے نہیں ملتا تو اُس نے اچھی خصلتوں میں سے دو خصلتوں سے ربط رکھا اور ایک خصلت کو رائیگاں کر دیا اور ایک وہ ہے جو دل سے بُرا سمجھتا ہے لیکن اُسے مٹانے کے لئے ہاتھ اور زبان کسی سے کام نہیں لیتا۔ اُس نے تین خصلتوں میں سے دو عمدہ خصلتوں کو ضائع کر دیا اور صرف ایک سے وابستہ رہا اور ایک وہ ہے جو نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے اور نہ دل سے بُرائی کی روک تھام کرتا ہے، یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمام اعمال خیر اور جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں ایسے ہیں، جیسے گہرے دریا میں لعابِ دہن کے ریزے ہوں۔ یہ نیکی کا حکم دینا، اور بُرائی سے روکنا ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے موت قبل از وقت آجائے، یا رزق معین میں کمی ہو جائے اور ان سب سے بہتر وہ حق بات ہے جو کسی جابر حکمران کے سامنے کہی جائے۔

سَلِمَ وَبَرٍّ - وَمَنْ أَنْكَرَ لِسَانَهُ فَقَدْ أَجَرَ وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ وَمَنْ أَنْكَرَ بِالسَّيْفِ لِيَتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَكَلِمَةُ الظَّالِمِينَ هِيَ السُّفْلَى فَذَلِكَ الَّذِي أَصَابَ سَبِيلَ الْهُدَى، وَقَامَ عَلَى الطَّرِيقِ، وَتَوَرَّجَ قَلْبُهُ الْيَقِينُ -

(۳۷۴) وفی کلامِ آخر لہ یجری لہذا المجرى: فَمِنْهُمْ الْمُنْكَرُ لِلْمُنْكَرِ بِلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ فَذَلِكَ الْمُسْتَكْمِلُ لِخِصَالِ الْخَيْرِ، وَمِنْهُمْ الْمُنْكَرُ بِلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ فَذَلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَمُضَيِّعٌ خَصْلَةً وَمِنْهُمْ الْمُنْكَرُ بِقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ فَذَلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَمُضَيِّعٌ خَصْلَةً وَمِنْهُمْ الْمُنْكَرُ بِقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ وَلِسَانَهُ فَذَلِكَ الَّذِي ضَيَّعَ أَشْرَفَ الْخَصْلَتَيْنِ مِنَ الثَّلَاثِ وَتَمَسَّكَ بِوَاحِدَةٍ وَدَنَّهُمْ تَارِكٌ لِانْكَارِ الْمُنْكَرِ بِلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ وَيَدِهِ فَذَلِكَ مَيِّتٌ الْأَحْيَاءِ - وَمَا أَعْمَالُ الْبِرِّ كُلُّهَا وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عِنْدَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ إِلَّا كَنَفَقَةٍ فِي بَحْرِ لُجِّي وَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَا يَقْرَبَانِ مِنْ أَجَلٍ، وَلَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِزْقٍ، وَأَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ إِمَامٍ جَائِرٍ -

آسودگی میں منزل بنالیتا ہے۔ خواہش و رغبت رنج و تکلیف کی کلید اور مشقت و اندوہ کی سواری ہے۔ حرص، تکبر اور حسد گناہوں میں پھاند پڑنے کے محرکات ہیں اور بد کرداری تمام بُرے عیوب کو حاوی ہے۔

(۳۷۱) جابر بن عبد اللہ انصاری سے فرمایا اے جابر! چار قسم کے آدمیوں سے دین و دنیا کا قیام ہے (۱) عالم جو اپنے علم کو کام میں لاتا ہو، (۲) جاہل جو علم کے حاصل کرنے میں عار نہ کرتا ہو، (۳) سخی جو داد و دہش میں بخل نہ کرتا ہو (۴) اور فقیر جو آخرت کو دنیا کے عوض نہ بیچتا ہو۔ تو جب عالم اپنے علم کو بر باد کرے گا، تو جاہل اس کے سیکھے میں عار سمجھے گا، اور جب دولت مند نیکی و احسان میں بخل کرے گا تو فقیر اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

اے جابر جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی لوگوں کی حاجتیں بھی اُس کے دامن سے زیادہ وابستہ ہوں گی۔ لہذا جو شخص ان نعمتوں پر عائد ہونے والے حقوق کو اللہ کی خاطر ادا کرے گا، وہ ان کے لئے دوام و بیشگی کا سامان کرے گا اور جو ان واجب حقوق کے ادا کرنے کیلئے کھڑا نہیں ہوگا، وہ انہیں فدا و قربانی کی زد پر لے آئے گا۔

(۳۷۲) ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ فقیہ سے روایت کی ہے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جو ابن اشعث کے ساتھ حجاج سے لڑنے کے لئے نکلے تھے کہ وہ لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے کہتے تھے کہ جب اہل شام سے لڑنے کے لئے بڑھے تو میں نے علی علیہ السلام کو فرماتے سنا۔

اے اہل ایمان! جو شخص دیکھے کہ ظلم و عدوان پر عمل ہو رہا ہے اور بُرائی کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور وہ دل سے اُسے بُرا سمجھے تو وہ (عذاب سے) محفوظ اور (گناہ

الرَّاحَةَ وَتَبَوَّأَ خُفْضَ الدَّعَةِ - وَالرَّغْبَةَ مِفْتَاحُ النَّصَبِ وَمَطِيئَةُ التَّعَبِ: وَالْحِرْصُ وَالْكِبَرُ وَالْحَسَدُ دَوَاعِي إِلَى التَّقَحُّمِ فِي الذُّنُوبِ وَالشَّرُّ جَامِعٌ لِمَسَاوِي الْعُيُوبِ -

(۳۷۱) وقال عليه السلام: لجابر بن عبد الله الأنصاري:

يَا جَابِرُ، قَوَامُ (الَّذِينَ وَ) الدُّنْيَا بِأَرْبَعَةٍ: عَالِمٌ مُسْتَعْمِلٌ عِلْمَهُ، وَجَاهِلٌ لَا يَسْتَنْكِفُ أَنْ يَتَعَلَّمَ، وَجَوَادٌ لَا يَبْخُلُ بِعَرُوفِهِ، وَفَقِيرٌ لَا لَا يَبِيعُ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا؛ فَإِذَا ضَيَّعَ الْعَالِمُ عِلْمَهُ اسْتَنْكَفَ الْجَاهِلُ أَنْ يَتَعَلَّمَ؛ وَإِذَا بَخِلَ الْغَنِيُّ بِعَرُوفِهِ بَاعَ الْفَقِيرُ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا - يَا جَابِرُ مَنْ كَثُرَتْ نِعَمُ اللَّهِ عَلَيْهِ كَثُرَتْ حَوَائِجُ النَّاسِ إِلَيْهِ؛ فَمَنْ قَامَ لِلَّهِ فِيهَا بِمَا يَجِبُ (فِيهَا) عَرَضَهَا لِلدَّوَامِ وَالْبَقَاءِ وَمَنْ لَمْ يَقُمْ فِيهَا بِمَا يَجِبُ عَرَضَهَا لِلزَّوَالِ وَالْفَنَاءِ -

(۳۷۲) ودروى ابن جرير الطبري في تاريخه عن عبد الرحمن بن أبي ليلى الفقيه - وكان ممن خرج لقتال الحجاج مع ابن الأشعث - انه قال فيما كان يحض به الناس على الجهاد إلى سمعت عليا عليه السلام يقول يوم القيناء أهل الشام -

أَيُّهَا الْبُؤْمُنُونَ؛ إِنَّهُ مَنْ رَأَى عَدُوًّا أَنَا يُعْمَلُ بِهِ وَمُنْكَرًا يُدْعَى إِلَيْهِ فَأَنْكَرَهُ بِلِسَانِهِ فَقَدْ

(۳۷۴) وَعَنْ أَبِي حَظِيفَةَ قَالَ:

سَمِعْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ
أَوَّلُ مَا تُغْلِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْجَهَادِ الْجَهَادُ
بِأَيْدِيكُمْ ثُمَّ بِالسِّنَتِكُمْ ثُمَّ بِقُلُوبِكُمْ فَمَنْ لَمْ
يَعْرِفْ بِقَلْبِهِ مَعْرُوفًا وَلَمْ يَنْكُرْ مَنْكَرًا قَلْبٌ
فَجُعِلَ أَعْلَاهُ أَسْفَلُهُ وَأَسْفَلُهُ أَعْلَاهُ۔

(۳۷۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ الْحَقَّ قَلِيلٌ
مَرِيٌّ، وَإِنَّ الْبَاطِلَ خَفِيفٌ وَبِئْسَ

(۳۷۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَأْمَنَنَّ عَلَى
خَيْرٍ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَذَابَ اللَّهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى:
(فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ)
وَلَا تَيَاسَسَنَّ لِشَرِّ هَذِهِ الْأُمَّةِ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ
لِقَوْلِهِ تَعَالَى: إِنَّهُ لَا يَبْئِسُ مِنَ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا
الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ۔

(۳۷۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
الْبَخْلُ جَامِعٌ لِبَسَاوِي الْعُيُوبِ، وَهُوَ زِمَامٌ
يُقَادِبُهُ إِلَى كُلِّ سُوءٍ۔

(۳۷۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الرِّزْقُ
رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهُ، وَرِزْقٌ يَطْلُبُكَ
فَإِنْ لَمْ تَأْتِهِ أَتَاكَ۔ فَلَا تَحْصِلْ هَمَّ سَنَتِكَ
عَلَى هَمِّ يَوْمِكَ كَفَاكَ كُلُّ يَوْمٍ عَلَى مَا
فِيهِ، فَإِنْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عَمْرِكَ فَإِنْ

(۳۷۴) أَبُو حَظِيفَةَ سے روایت ہے کہ انہوں نے امیر
المؤمنینؑ کو فرماتے سنا کہ

پہلا جہاد کہ جس سے تم مغلوب ہو جاؤ گے ہاتھ کا جہاد ہے۔
پھر زبان کا، اور پھر دل کا جس نے دل سے بھلائی کو اچھا اور
برائی کو بُرا نہ سمجھا، اُسے الٹ پلٹ کر دیا جائے گا۔ اس
طرح کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا جائے گا۔

(۳۷۵) حق گراں، مگر خوش گوار ہوتا ہے اور باطل ہلکا، مگر
دبا پیداکرنے والا ہوتا ہے۔

(۳۷۶) اُس امت کے بہترین شخص کے بارے میں
بھی اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ کیونکہ اللہ
سبحانہ کا ارشاد ہے کہ ”گھانا اٹھانے والے لوگ ہی اللہ
کے عذاب سے مطمئن ہو بیٹھے ہیں۔“ اور اس امت کے
بدترین آدمی کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس
نہ ہو جاؤ، کیونکہ ارشاد الہی ہے کہ ”خدا کی رحمت سے
کافروں کے علاوہ کوئی اور ناامید نہیں ہوا۔“

(۳۷۷) بخل تمام بُرے عیوب کا مجموعہ ہے اور ایسی
مہار ہے جس سے ہر بُرائی کی طرف کھینچ کر جایا جاسکتا
ہے۔

(۳۷۸) رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس کی تلاش
میں تم ہو، اور ایک وہ جو تمہاری جستجو میں ہے۔ اگر تم اس
تک نہ پہنچ سکو گے، تو وہ تم تک پہنچ کر رہے گا۔ لہذا اپنے
ایک دن کی فکر پر سال بھر کی فکریں نہ لا دو۔ جو ہر دن کا
رزق ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر تمہاری عمر کا کوئی
سال باقی ہے تو اللہ ہر نئے دن جو روزی اُس نے تمہارے

اللَّهُ تَعَالَى سَيُؤْتِيكَ فَيُكُلْ غَدًا
جَدِيدًا مَقْسَمًا لَكَ، وَإِنْ لَمْ تَكُنِ السَّنَةُ
مِنْ عَمْرِكَ فَمَا تَصْنَعُ بِالْهَمِّ لِمَا لَيْسَ لَكَ،
وَلَنْ يَسْبِقَكَ إِلَى رِزْقِكَ طَالِبٌ، وَلَنْ
يَغْلِبَكَ عَلَيْهِ غَالِبٌ، وَلَنْ يَبْطِئَ عَنْكَ
مَا قَدَّرَ لَكَ۔

قال الرضی: وقد مضى هذا الكلام فيما
تقدم من هذا الباب، إلا أنه ههنا أوضح
وأشرح، فلذلك كررنا على القاعدة
المقدرة في أول الكتاب۔

(۳۷۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَبُّ مُسْتَقْبَلٍ
يَوْمًا لَيْسَ بِمُسْتَدْبِرٍ، وَمَعْبُوطٌ فِي أَوَّلِ
لَيْلِهِ قَامَتْ بَوَاكِيهِ فِي آخِرِهِ۔

(۳۸۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
الْكَلَامُ فِي وَفَاكَ مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهِ فَإِذَا
تَكَلَّمْتَ بِهِ صِرْتَهُ وَثَاقَةً فَاحْزَنُ لِسَانَكَ
كَمَا تَحْزَنُ ذَهَبَكَ وَوَرَقَكَ، فَرُبَّ كَلِمَةٍ
سَلَبَتْ نِعْمَةً (وَجَلَبَتْ نِقْمَةً)

(۳۸۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَقُلْ
مَا لَا تَعْلَمُ بَلْ لَا تَقُلْ كُلَّ مَا تَعْلَمُ فَإِنَّ اللَّهَ
فَرَضَ عَلَى جَوَارِحِكَ (كَلِمَةً) فَرَأَيْتَ
يَحْتَجُّ بِهَا عَلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

(۳۸۱) جو نہیں جانتے اُسے نہ کہو، بلکہ جو جانتے ہو، وہ
بھی سب کا سب نہ کہو کیونکہ اللہ سبحانہ نے تمہارے تمام
اعضاء پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں جن کے ذریعہ قیامت
کے دن تم پر جنت لائے گا۔

(۳۸۲) وقال عليه السلام: احذر أن يراك الله عند معصيته ويفقدك عند طاعته فتكون من الخسرين، وإذا قويت فأقو على طاعة وإذا ضعفت فاضعفت عن معصية الله.

(۳۸۲) اس بات سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہیں اپنی معصیت کے وقت موجود اور اپنی اطاعت کے وقت غیر حاضر پائے، تو تمہارا شمار گھٹانے والوں میں ہوگا۔ جب قوی و توانا ثابت ہونا ہو تو اللہ کی اطاعت پر اپنی قوت دکھاؤ اور کمزور بننا ہو تو اس کی معصیت سے کمزوری دکھاؤ۔

(۳۸۳) وقال عليه السلام: الركون إلى الدنيا مع متاعين منها جهل والتقصير في حسن العمل إذا وثقت بالثواب عليه غبن والطباينة إلى كل أحد قبل الاختيار عجز.

(۳۸۳) دنیا کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھکنا جہالت ہے اور حسن عمل کے ثواب کا یقین رکھتے ہوئے اس میں کوتاہی کرنا گھٹانا اٹھانا ہے، اور پرکھے ہر ایک پر بھروسہ کر لینا عجز و کمزوری ہے۔

(۳۸۴) وقال عليه السلام: من هو أن الدنيا على الله إنه لا يعصى إلا فيها، ولا ينال ما عنده إلا بتركها.

(۳۸۴) اللہ کے نزدیک دنیا کی حقارت کے لئے یہی بہت ہے کہ اللہ کی معصیت ہوتی ہے تو اس میں اور اس کے یہاں کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو اسے چھوڑنے سے۔

(۳۸۵) وقال عليه السلام: من طلب شيئاً ناله أو بعضه.

(۳۸۵) جو شخص کسی چیز کو طلب کرے، تو اسے یا اس کے بعض حصہ کو پالے گا۔ (جویندہ یا بندہ)

(۳۸۶) وقال عليه السلام: ما خير بختيار بعدة النار، وما شر بشر بعدة الجنة وكل نعيم دون الجنة فهو محقور، وكل بلاء دون النار عافية.

(۳۸۶) وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کے بعد دوزخ کی آگ ہو اور وہ بُرائی بُرائی نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ جنت کے سامنے ہر نعمت حقیر، اور دوزخ کے مقابلہ میں ہر مصیبت راحت ہے۔

(۳۸۷) وقال عليه السلام: ألا وإن من البلاء الفاقة، وأشد من الفاقة مرض البدن، وأشد من مرض البدن مرض القلب، ألا وإن من النعم سعة المال،

(۳۸۷) اس بات کو جانے رہو کہ فقر و فاقہ ایک مصیبت ہے، اور فقر سے زیادہ سخت جسمانی امراض ہیں، اور جسمانی امراض سے زیادہ سخت دل کا روگ ہے۔ یاد رکھو کہ مال کی فراوانی ایک نعمت ہے اور مال کی فراوانی سے

وأفضل من سعة المال صحة البدن؛ وأفضل من صحة البدن تقوى القلب.

بہتر صحت بدن ہے، اور صحت بدن سے بہتر دل کی پرہیز گاری ہے۔

(۳۸۸) وقال عليه السلام: من أبطأه عمله لم يسرع به نسبه وفي رواية أخرى: من فاتته حسبه نفسه لم ينفعه حسب آبائه.

(۳۸۸) جسے عمل پیچھے ہٹائے، اُسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا (ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے) جسے ذاتی شرف و منزلت حاصل نہ ہو، اُسے آباؤ اجداد کی منزلت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

(۳۸۹) وقال عليه السلام: لليوم من ثلاث ساعات: فساعة ينجى فيها ربه؛ وساعة يرم معاشه؛ وساعة يخلي بين نفسه وبين لذتها فيما يحل ويحرم وليس للعاقل أن يكون شاحصاً إلا في ثلاث مرممة لمعاش، أو خطوة في معاد أو لذة في غير محرم.

(۳۸۹) مومن کے اوقات تین ساعتوں پر منقسم ہوتے ہیں ایک وہ کہ جس میں اپنے پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے اور ایک وہ کہ جس میں اپنے معاش کا سر سامان کرتا ہے، اور وہ کہ جس میں اپنے لذتوں میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتا ہے عقل مند آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ گھر سے دور ہو۔ مگر تین چیزوں کیلئے "معاش کے بندوبست کیلئے یا امر آخرت کی طرف قدم اٹھانے کیلئے، یا ایسی لذت اندوزی کیلئے کہ جو حرام نہ ہو۔

(۳۹۰) وقال عليه السلام: اذهب في الدنيا يبصر لك الله عوراتها؛ ولا تغفل فليست بفعل عنك.

(۳۹۰) دنیا سے بے تعلق رہو، تاکہ اللہ تم میں دنیا کی برائیوں کا احساس پیدا کرے۔ اور غافل نہ ہو اس لئے کہ تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوا جائے گا۔

(۳۹۱) وقال عليه السلام: تكلّموا تعرفوا؛ فإن البرء مخبوء تحت لسانه.

(۳۹۱) بات کرو، تاکہ پہچانے جاؤ، کیونکہ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

(۳۹۲) وقال عليه السلام: خذ من الدنيا ما أتاك، وتول عما تولى عنك فإن أنت لم تفعل فأجبل في الطلب.

(۳۹۲) جو دنیا سے تمہیں حاصل ہوا اُسے لے لو اور جو چیز رخ پھیر لے اُس سے منہ موڑے رہو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تحصیل و طلب میں ميانہ روی اختیار کرو۔

(۳۹۳) وقال عليه السلام: رب قول

(۳۹۳) بہت سے کلمے حملہ سے زیادہ اثر و نفوذ

(۴۰۳) وقال عليه السلام: وَقَدْ سُنِّلَ عَنْ مَعْنَى قَوْلِهِمْ (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ) إِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللَّهِ شَيْئًا، وَلَا نَمْلِكُ إِلَّا مَا مَلَكَنا قَمَتِي مَلَكَنا مَا هُوَ أَمْلَكُ بِهِ مِنَّا كَلَّفَنا وَمَتَّى أَحَدَهُ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيفَهُ عَنَّا۔

(۴۰۳) حضرت سے لاجول ولا قوۃ الا باللہ (قوت و توانائی نہیں مگر اللہ کے سب سے) کے معنی دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں۔ اس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم انہیں پر اختیار رکھتے ہیں تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم پر شرعی ذمہ داریاں عائد کیں اور جب اس چیز کو واپس لے لے گا تو ہم سے اس ذمہ داری کو بھی برطرف کر دے گا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی سے پرستگاہ تملک و اختیار حاصل نہیں بلکہ یہ حق ملکیت و قوت تصرف و قدرت کا بخشا ہوا ایک عطیہ ہے اور جب تک یہ تملک و اختیار باقی رہتا ہے، تکلیف شرعی برقرار رہتی ہے اور اسے سلب کر لیا جاتا ہے، تو تکلیف بھی برطرف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا تکلیف والا یطابق ہے جو کسی حکیم و دانہ کی طرف سے عائد نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے اعضاء و جوارح میں اعمال کے بجالانے کی قوت و دیعت فرمانے کے بعد ان سے تکلیف متعلق کی۔ لہذا جب تک یہ قوت باقی رہے گی، ان سے تکلیف کا تعلق رہے گا اور اس وقت کے سلب کر لینے کے بعد تکلیف بھی برطرف ہو جائے گی، جیسے زکوٰۃ کا فریضہ اسی وقت عائد ہوتا ہے جب دولت ہو، اور جب وہ دولت کو چھین لے گا، تو اس کے نتیجہ میں زکوٰۃ کا وجوب بھی ساقط کر دے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا عقلاً قبیح ہے۔

(۴۰۴) وقال عليه السلام: لعبار بن ياسر، وقد سمعته يراجع المغيرة بن شعبه كلاماً: جواب کرتے سنا تو ان سے فرمایا، اے عمار اسے چھوڑو۔ اُس نے دین سے بس وہ لیا ہے جو اُسے دنیا سے قریب کرے اور اُس نے جان بوجھ کر اپنے کو اشتباہ میں ڈال رکھا ہے تاکہ ان شبہات کو اپنی لغزشوں کے لئے بہانہ قرار دے سکے۔

(۴۰۵) وقال عليه السلام: مَا أَحْسَنَ تَوَاضَعِ الْأَغْنِيَاءِ لِلْفُقَرَاءِ طَلَبًا لِيَا عِنْدَ اللَّهِ! وَأَحْسَنُ مِنْهُ تَبَهُ الْفُقَرَاءِ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ اتِّكَالًا عَلَى اللَّهِ۔

(۴۰۵) اللہ کے یہاں اجر کے لئے دولت مندوں کا فقیروں سے عجز و انکساری برتنا کتنا اچھا ہے، اور اس سے اچھا فقراء کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دولت مندوں کے مقابلہ میں غرور سے پیش آنا ہے۔

(۴۰۶) وقال عليه السلام: مَا اسْتَوْدَعَ اللَّهُ (۴۰۶) اللہ نے کسی شخص کو عقل و دیعت نہیں کی ہے۔ مگر یہ

أَمْرًا عَقْلًا إِلَّا اسْتَنْقَذَهُ بِهِ يَوْمَ مَا۔ کہ وہ کسی دن اُسکے ذریعہ سے اُسے تباہی سے بچائے گا۔

(۴۰۷) وقال عليه السلام: (۴۰۷) جو حق سے ٹکرائے گا، حق اُسے بچھاڑ دے گا۔ مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهُ۔

(۴۰۸) وقال عليه السلام: الْقَلْبُ (۴۰۸) دل آنکھوں کا محیفہ ہے۔ مُصْحَفُ الْبَصَرِ۔

(۴۰۹) وقال عليه السلام: اتَّقَى رَيْئِسُ (۴۰۹) تقویٰ تمام خصلتوں کا سر تاج ہے۔ الْأَخْلَاقِ۔

(۴۱۰) وقال عليه السلام: لَا تَجْعَلَنَّ (۴۱۰) جس ذات نے تمہیں بولنا سکھایا ہے اُسی کے ذَرْبَ لِسَانِكَ عَلَى مَنْ أَنْطَقَكَ؛ وَبَلَاغَةَ قَوْلِكَ عَلَى مَنْ سَدَّدَكَ۔ خلاف اپنی زبان کی تیزی صرف نہ کرو اور جس نے تمہیں راہ پر لگایا ہے اس کے مقابلے میں فصاحت و گفتار کا مظاہرہ نہ کرو۔

(۴۱۱) وقال عليه السلام: كَفَاكَ أَدَبًا (۴۱۱) تمہارے نفس کی آراستگی کے لئے یہی کافی ہے کہ لِنَفْسِكَ اجْتِنَابَ مَا تَكْرَهُهُ مِنْ غَيْرِكَ۔ جس چیز کو اوروں کے لئے ناپسند کرتے ہو اُس سے خود بھی پرہیز کرو۔

(۴۱۲) وقال عليه السلام: مَنْ صَبَرَ صَبَرَ (۴۱۲) جو انمردوں کی طرح صبر کرے، نہیں تو سادہ لوحوں کی طرح بھول بھال کر چپ ہوگا۔ الْأَحْرَارَ، وَإِلَّا سَلَسَلُوا الْأَغْبَارَ۔

(۴۱۳) وفي خبر آخر أنه عليه السلام قال الأشعث بن قيس معزياً إن صَبَرْتَ صَبَرَ الْكَارِمِ؛ وَإِلَّا سَلَوْتَ سُلوَ الْبَهَائِمِ۔ (۴۱۳) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اشعث ابن قیس کو تعزیت دیتے ہوئے فرمایا اگر بزرگوں کی طرح تم نے صبر کیا، تو خیر اور نہ چوپاؤں کی طرح ایک دن بھول جاؤ گے۔

(۴۱۴) وقال عليه السلام في صفة (۴۱۴) دنیا کے متعلق فرمایا۔

الدنيا: تَغْرَوْتُ وَتَصُرُّ وَتَمُرُّ؛ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى نے اپنے دوستوں کے لئے اسے بطور ثواب پسند نہیں کیا،

لَمْ يَرْضَهَا ثَوَابًا وَلَا وَلِيًّا، وَلَا عِقَابًا
لِأَعْدَائِهِ؛ وَإِنَّ أَهْلَ الدُّنْيَا كَرَّكِبَ بَيْنَاهُمْ
حَلُّوا إِذْ صَاحَ بِهِمْ سَائِقُهُمْ فَأَرْتَحَلُوا۔

(۴۱۵) وقال لابنه الحسن عليه السلام:
لَا تُخَلِّفَنَّ وَرَاءَكَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا؛ فَإِنَّكَ
تُخَلِّفُهُ لِأَحَدٍ رَجُلَيْنِ: إِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ
بِطَاعَةِ اللَّهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيتَ بِهِ وَإِمَّا رَجُلٍ
عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ اللَّهِ (فَشَقِيَ بِمَا جَمَعْتَ
لَهُ) فَكُنْتَ عَوْنًا لَهُ عَلَى مَعْصِيَتِهِ؛ وَلَيْسَ
أَحَدٌ هَذَيْنِ حَقِيقًا أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَى نَفْسِكَ۔
قال الرضی: ویروی هذا الکلام علی
وجه آخر وهو

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الَّذِي فِي يَدِكَ مِنَ الدُّنْيَا قَدْ
كَانَ لَهُ أَهْلٌ قَبْلَكَ، وَهُوَ صَائِرٌ إِلَى أَهْلِ
بَعْدِكَ؛ إِنَّمَا أَنْتَ جَامِعٌ لِأَحَدٍ رَجُلَيْنِ:
رَجُلٌ عَمِلَ فِيهَا جَمَعَتَهُ بِطَاعَةِ اللَّهِ فَسَعِدَ
بِمَا شَقِيتَ بِهِ؛ أَوْ رَجُلٌ عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ
اللَّهِ فَشَقِيتَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ، وَلَيْسَ أَحَدٌ
هَذَيْنِ أَهْلًا أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَى نَفْسِكَ وَلَا أَنْ
تَحْمِلَ لَهُ عَلَى ظَهْرِكَ فَارْجُ لِنَ مَضَى
رَحْمَةِ اللَّهِ، وَلِنَ بَقَى رِذْقَ اللَّهِ۔

(۴۱۶) وقال عليه السلام لقائل قال
أحدكم قال: يا رسول الله، ما لي أجد نفسي
في الدنيا كأنني رجل بين رجلين؟ قال: بين
رجل عَمِلَ فِيهِ بِطَاعَةِ اللَّهِ فَسَعِدَ بِمَا
شَقِيتَ بِهِ، وبين رجل عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ
اللَّهِ فَشَقِيتَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ، وَلَيْسَ أَحَدٌ
هَذَيْنِ أَهْلًا أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَى نَفْسِكَ وَلَا أَنْ
تَحْمِلَ لَهُ عَلَى ظَهْرِكَ فَارْجُ لِنَ مَضَى
رَحْمَةِ اللَّهِ، وَلِنَ بَقَى رِذْقَ اللَّهِ۔

بحضرته اُسْتَعْفِرُ اللّٰهَ ثَكَلَتَكَ اُمُّكَ اَتَدْرِي
مَا اِلَّا سَتَغْفَارُ؟ اِلَّا سَتَغْفَارُ دَرَجَةً اَلْعَلِيِّينَ،
وَهُوَ اِسْمٌ وَّاقِعٌ عَلَى سِتَّةٍ مَّعَانٍ: اَوَّلُهَا النَّدَمُ
عَلَى مَا مَضَى، وَالثَّانِي: الْعَزْمُ عَلَى تَرْكِ
الْعَوْدِ اِلَيْهِ اَبَدًا وَالثَّالِثُ اَنْ تُؤَدِّيَ اِلَى
الْمَخْلُوقِينَ حُقُوقَهُمْ حَتَّى تَلْقَى اللّٰهَ اَمْلَسَ
لَيْسَ عَلَيْكَ تَبَعَةٌ، وَالرَّابِعُ: اَنْ تَعْبُدَ اِلٰهِي
كُلَّ فَرِيضَةٍ عَلَيْكَ ضَمِيعَتَهَا فَتُؤَدِّيَ حَقَّهَا،
وَالْخَامِسُ اَنْ تَعْبُدَ اِلَى اللّٰحْمِ الَّذِي نَبَتَ
عَلَى الشَّحْتِ فَتُذَيِّبَهُ بِالْأَحْزَانِ حَتَّى
تُلْصِقَ الْجِلْدَ بِالْعَظْمِ وَيَنْشَأَ بَيْنَهُمَا لَحْمٌ
جَدِيدٌ وَالسَّادِسُ: اَنْ تُذَيِّقَ الْجِسْمَ اَلْمَ
الطَّاعَةَ كَمَا أَذَقْتَهُ حَلَاوَةَ الْمَعْصِيَةِ، فَعِنْدَ
ذَلِكَ تَقُولُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

(۴۱۷) وقال عليه السلام: الْحِلْمُ عَشِيرَةٌ
(۴۱۸) وقال عليه السلام: مَسْكِينٌ اَيْنُ
أَدَمَ: مَكْتُومٌ الْأَجَلُ، مَكْنُونُ الْعِلَلِ،
مَحْظُوظُ الْعَمَلِ، تَوَكُّلُهُ الْبَقَّةُ وَتَقَنُّهُ
الشَّرْقَةُ، وَتَنَبُّهُ الْعَرَقَةُ۔

(۴۱۸) وپچارہ آدمی کتنا بے بس ہے۔ موت اس سے
نہاں، بیماریاں اس سے پوشیدہ، اور اس کے اعمال محفوظ
ہیں۔ مجھ کے کانٹے سے چیخ اٹھتا ہے، اچھو لگنے سے
مر جاتا ہے اور پسینہ اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے۔

(۴۱۹) وروی أنه عليه السلام كان
جالسافي أصحابه، فمرت بهم امرأة جميلة
فرمقها القوم بابصارهم فقال عليه السلام:
إِنَّ أَبْصَارَ هَذِهِ الْفُحُولِ طَوَامِحُ، وَإِنَّ ذَلِكَ

(۴۱۷) حلم و تحمل ایک پورا قبیلہ ہے۔

(۴۱۸) وپچارہ آدمی کتنا بے بس ہے۔ موت اس سے
نہاں، بیماریاں اس سے پوشیدہ، اور اس کے اعمال محفوظ
ہیں۔ مجھ کے کانٹے سے چیخ اٹھتا ہے، اچھو لگنے سے
مر جاتا ہے اور پسینہ اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے۔

(۴۱۹) وروی أنه عليه السلام كان
جالسافي أصحابه، فمرت بهم امرأة جميلة
فرمقها القوم بابصارهم فقال عليه السلام:
إِنَّ أَبْصَارَ هَذِهِ الْفُحُولِ طَوَامِحُ، وَإِنَّ ذَلِكَ

فَاسْتَرْخَلَ خُلُقَكَ بِحُلُمِكَ، وَقَاتِلْ هَوَاكَ
بِعَقْلِكَ۔

(۴۲۴) وقال عليه السلام: إِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا يَخْتَصُّهُمْ اللَّهُ بِالنِّعَمِ لِنَافِعِ الْعِبَادِ فَيَقِرُّهَا فِي أَيْدِيهِمْ مَبْدَلُوهَا، فَإِذَا مَنَعُوهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ ثُمَّ حَوَّلَهَا إِلَى غَيْرِهِمْ۔

(۴۲۴) بندوں کی منفعت رسانی کیلئے اللہ کچھ بندگان خدا کو نعمتوں سے مخصوص کر لیتا ہے۔ لہذا جب تک وہ دیتے دلاتے رہتے ہیں، اللہ ان نعمتوں کو ان کے ہاتھوں میں برقرار رکھتا ہے اور جب ان نعمتوں کو روک لیتے ہیں تو اللہ ان سے چھین کر دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

(۴۲۵) وقال عليه السلام: لَا يَنْبَغِي لِلْعَبْدِ أَنْ يَثِقَ بِخَصْلَتَيْنِ: الْعَافِيَةِ، وَالْغَنَى، بَيْنَا تَرَاهُ مُعَافًى إِذْ سَقِمَ، وَبَيْنَا تَرَاهُ غَنِيًّا إِذَا فَتَرَ۔

(۴۲۵) کسی بندے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ دو چیزوں پر بھروسہ کرے۔ ایک صحت اور دوسرے دولت کیونکہ ابھی تم کسی کو تندرست دیکھ رہے تھے، کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیمار پڑ جاتا ہے اور ابھی تم اُسے دولت مند دیکھ رہے تھے کہ فقیر و نادار ہو جاتا ہے۔

(۴۲۶) وقال عليه السلام: مَنْ شَكَا الْحَاجَةَ إِلَى مُؤْمِنٍ فَكَأَنَّهُ شَكَاهَا إِلَى اللَّهِ، وَمَنْ شَكَاهَا إِلَى كَافِرٍ فَكَأَنَّمَا شَكَاهَا إِلَى اللَّهِ۔

(۴۲۶) جو شخص اپنی حاجت کا گلہ کسی مرد مؤمن سے کرتا ہے، گویا اُس نے اللہ کے سامنے اپنی شکایت پیش کی اور جو کافر کے سامنے گلہ کرتا ہے، گویا اُس نے اپنے اللہ کی شکایت کی۔

(۴۲۷) وقال عليه السلام: فِي بَعْضِ الْأَعْيَادِ: إِنَّمَا هُوَ عِيدٌ لِمَنْ قَبَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ وَشَكَرَ قِيَامَهُ وَكُلَّ يَوْمٍ إِلَّا يُعْصَى اللَّهُ فِيهِ فَهُوَ عِيدٌ۔

(۴۲۷) ایک عید کے موقع پر فرمایا: عید صرف اس کیلئے ہے جس کے روزوں کو اللہ نے قبول کیا ہو، اور اس کے قیام (نماز) کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو، اور ہر وہ دن کہ جس میں اللہ کی معصیت نہ کی جائے، عید کا دن ہے۔

اگر جس و ضمیر زندہ ہو تو گناہ کی تکلیف دہ یاد سے اطمینان قلب جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ طمانیت و مسرت اُسی وقت حاصل ہوتی ہے جب روح گناہ کے بوجھ سے ہلکی اور دامن معصیت کی آلائش سے پاک ہو، اور سچی خوشی زمانہ اور وقت کی پابندی نہیں ہوتی بلکہ انسان جس دن چاہے گناہ سے بچ کر اس مسرت سے کیف اندوز ہو سکتا ہے اور یہی مسرت حقیقی مسرت اور عید کا پیغام ہوگی۔

ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی!

سَبَبُ هَبَابِهَا، فَإِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى امْرَأَةٍ تُعْجِبُهُ فَلْيَلَامِسْ أَهْلَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ امْرَأَةٌ كَأَمْرَأَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ قَاتِلَهُ اللَّهُ كَافِرًا مَا أَفْقَهُ۔“ فَوُثِبَ الْقَوْمُ لِيَقْتُلُوهُ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رُوِيَ إِذَا إِنَّمَا هُوَ سَبَبٌ أَوْ عَفْوٌ عَنْ ذَنْبٍ!

خوابشات کو برا سمجھنے کرنے کا سبب ہے۔ لہذا اگر تم میں سے کسی کی نظر ایسی عورت پر پڑے کہ جو اُسے اچھی معلوم ہو، تو اُسے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ عورت بھی عورت کے مانند ہے۔ یہ سن کر ایک خارجی نے کہا کہ خدا اُس کافر کو قتل کرے یہ کتنا بڑا فقیہ ہے۔ یہ سن کر لوگ اُسے قتل کرنے اٹھے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا زیادہ سے زیادہ گالی کا بدلہ گالی سے ہو سکتا ہے، یا اس کے گناہ ہی سے درگزر کرو۔

(۴۲۰) وقال عليه السلام: كَفَاكَ مِنْ عَقْلِكَ مَا أَوْضَحَ لَكَ سُبُلَ غِيَاكَ مِنْ رُشْدِكَ

(۴۲۰) اتنی عقل تمہارے لئے کافی ہے کہ جو گمراہی کی راہوں کو عدالت کے راستوں سے الگ کر کے تمہیں دکھادے۔

(۴۲۱) وقال عليه السلام: افْعَلُوا الْخَيْرَ وَلَا تَحْقِرُوا مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّ صَغِيرَةً كَبِيرٌ وَقَلِيلَةً كَثِيرٌ، وَلَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنَّ أَحَدًا أَوْلَى بِفِعْلِ الْخَيْرِ مِنِّي فَيَكُونَنَّ وَاللَّهِ كَذَلِكَ۔ إِنَّ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِّ أَهْلًا فَمَهْمَا تَرَكَتُمُوهُ مِنْهُمَا كَفَاكُمُوهُ أَهْلُهُ۔

(۴۲۱) اچھے کام کرو اور تھوڑی سی بھلائی کو بھی حقیر نہ سمجھو کیونکہ چھوٹی سی نیکی بھی بڑی اور تھوڑی سی بھلائی بہت ہے۔ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اچھے کام کرنے میں کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ سزاوار ہے۔ ورنہ خدا کی قسم ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ کچھ نیکی والے ہوتے ہیں اور کچھ بُرائی والے۔ جب تم نیکی یا بدی کسی ایک کو چھوڑ دو گے، تو تمہارے بجائے اسکے اہل اسے انجام دے کر رہیں گے۔

(۴۲۲) وقال عليه السلام: مَنْ أَصْلَحَ سَرِيرَتَهُ أَصْلَحَ اللَّهُ عِلَانِيَتَهُ وَمَنْ عَمِلَ لِدِينِهِ كَفَالَهُ (اللَّهُ) أَمْرَ دُنْيَا، وَمَنْ أَحْسَنَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ أَحْسَنَ اللَّهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ۔

(۴۲۲) جو اپنے اندرونی حالات کو درست رکھتا ہے خدا اسکے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے۔ اور جو دین کیلئے سرگرم عمل ہوتا ہے اللہ اسکے دنیا کے کاموں کو پورا کر دیتا ہے اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان خوش معاملگی رکھتا ہے خدا اُس کے اور بندوں کے درمیان معاملات ٹھیک کر دیتا ہے۔

(۴۲۳) وقال عليه السلام: الْحِلْمُ غَطَاءٌ سَاتِرٌ، وَالْعَقْلُ حُسَامٌ قَاطِعٌ

(۴۲۳) حلم و تحمل ڈھانکنے والا پردہ اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے۔ لہذا اپنے اخلاق کے کمزور پہلو کو حلم و بردباری

(۴۲۸) وقال عليه السلام: إِنَّ أَعْظَمَ الْحَسَرَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَسْرَةُ رَجُلٍ كَسَبَ مَالًا فِي غَيْرِ طَاعَةِ اللَّهِ فَوَرِثَهُ رَجُلٌ فَأَنْفَقَهُ طَاعَةَ اللَّهِ فَوَرِثَهُ رَجُلٌ فَأَنْفَقَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ فَدَخَلَ بِهِ الْجَنَّةَ وَدَخَلَ الْأَوَّلُ بِهِ النَّارَ۔

(۴۲۸) قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت اُس شخص کی ہوگی جس نے اللہ کی نافرمانی کر کے مال حاصل کیا ہو، اور اُس کا وارث وہ شخص ہوا جو جس نے اُسے اللہ کی اطاعت میں صرف کیا ہو کہ یہ تو اس مال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا، اور پہلا اس کی وجہ سے جہنم میں گیا۔

(۴۲۹) وقال عليه السلام: إِنَّ أَخْسَرَ النَّاسِ صَفْقَةً وَأَخْيَبَهُمْ سَعْيًا رَجُلٌ أَخْلَقَ بَدَنَهُ فِي طَلَبِ مَالِهِ؛ وَلَمْ تُسَاعِدْهُ الْمَقَادِيرُ عَلَى إِرَادَتِهِ، فَخَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا بِحَسْرَتِهِ وَقَدِمَ عَلَى الْآخِرَةِ بِتَبِعَتِهِ۔

(۴۲۹) لین دین میں سب سے زیادہ گھانا اٹھانے والا اور دوڑ دھوپ میں سب سے زیادہ ناکام ہونے والا وہ شخص ہے جس نے مال کی طلب میں اپنے بدن کو بوسیدہ کر ڈالا ہو۔ مگر تقدیر نے اُس کے ارادوں میں اس کا ساتھ نہ دیا ہو۔ لہذا وہ دنیا سے بھی حسرت لیے ہوئے گیا، اور آخرت میں بھی اس کی پاداش کا سامنا کیا۔

انسان زندگی بھر تنگ و دو کرنے کے باوجود دنیا کی تمام کامرانیوں سے ہمتا نہیں ہو سکتا۔ اگر کہیں سعی و طلب کے نتیجے میں کامیاب ہوتا ہے، تو اُسے بہت سے موقعوں پر ناکامی و نامرادی سے دوچار اور تقدیر کے سامنے درماندہ و سراقندہ ہو کر اپنے ارادوں سے دستبردار بھی ہونا پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو بخوبی اس نتیجے پر پہنچا جاسکتا ہے کہ جب دنیا طلب و کوشش کے باوجود حاصل نہیں ہوتی، تو آخری کامرانی بغیر طلب و سعی کے کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟

دنیا طلبید و بمقصد نہ رسید یارب چه شود آخرت نا طلبیدہ

(۴۳۰) وقال عليه السلام: الرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ، وَمَطْلُوبٌ؛ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَهُ الْمَوْتُ حَتَّى يُخْرِجَهُ عَنْهَا، وَمَنْ طَلَبَ الْآخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتَّى يَسْتَوْفِيَ رِزْقَهُ مِنْهَا۔

(۴۳۰) رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو خود ڈھونڈتا ہے اور ایک وہ جسے ڈھونڈا جاتا ہے۔ چنانچہ جو دنیا کا طلبگار ہوتا ہے، موت اُس کو ڈھونڈتی ہے یہاں تک کہ دنیا سے اُسے نکال باہر کرتی ہے اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوتا ہے دنیا خود اُسے تلاش کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اس سے تمام و کمال اپنی روزی حاصل کر لیتا ہے۔

(۴۳۱) وقال عليه السلام: إِنَّ أَوْلِيَاءَ (۴۳۱) دوستان خدا وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کے ظاہر کو

اللَّهُ هُمُ الَّذِينَ نَظَرُوا إِلَى بَاطِنِ الدُّنْيَا إِذَا نَظَرَ النَّاسُ إِلَى ظَاهِرِهَا، وَاشْتَغَلُوا بِأَجْلِهَا إِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِهَا، فَأَمَاتُوا مِنْهَا مَا خَشُوا أَنْ يُسَيِّتَهُمْ وَتَرَكَوا مِنْهَا مَا عَلِمُوا أَنَّه سَيَسِيْرُهُمْ وَرَأَوْا اسْتِكْثَارَ غَيْرِهِمْ مِنْهَا اسْتِقْلَالًا، وَدَرَكَهُمْ لَهَا فَوْقًا، أَعْدَاءُ مَا سَلَّمَ النَّاسُ وَسَلَّمْ مَا عَدَى النَّاسُ بِهِمْ عِلْمَ الْكِتَابِ وَبِهِ عُلُمُوا؛ وَبِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ وَبِهِ قَامُوا؛ لَا يَرَوْنَ مَرَجُوءًا فَوْقَ مَا يَرَجُونَ، وَلَا مَخُوفًا فَوْقَ مَا يَخَافُونَ۔

دیکھتے ہیں تو وہ اس کے باطن پر نظر کرتے ہیں اور جب لوگ اس کی جلد میسر آ جانے والی نعمتوں میں کھو جاتے ہیں تو وہ آخرت میں حاصل ہونیوالی چیزوں میں منہمک رہتے ہیں اور جن چیزوں کے متعلق انہیں یہ کھٹکتا تھا کہ وہ انہیں تباہ کریں گے، انہیں تباہ کر کے رکھ دیا اور جن چیزوں کے متعلق انہوں نے جان لیا کہ وہ انہیں چھوڑ دینے والی ہیں انہیں انہوں نے جان لیا کہ وہ انہیں چھوڑ دینے والی ہیں۔ انہیں انہوں نے خود چھوڑ دیا اور دوسروں کے دنیا زیادہ سینے کو کم خیال کیا، اور اُسے حاصل کرنے کو کھونے کے برابر جانا۔ وہ ان چیزوں کے دشمن ہیں جن سے دوسروں کی دوستی ہے اور ان چیزوں کے دوست ہیں جن سے اوروں کو دشمنی ہے۔ انکے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوا، اور قرآن کے ذریعہ سے ان کا علم ہوا، اور انکے ذریعہ سے کتاب خدا محفوظ اور وہ اُسکے ذریعہ سے برقرار ہیں۔ وہ جس چیز کی امید رکھتے ہیں اس سے کسی چیز کو بلند نہیں سمجھتے، اور جس چیز سے خائف ہیں اُس سے زیادہ کسی شے کو خوفناک نہیں جانتے۔

(۴۳۲) وقال عليه السلام: اذْكُرُوا انْقِطَاعَ اللَّذَاتِ، وَبَقَاءَ التَّعَبَاتِ۔

(۴۳۲) لذتوں کے ختم ہونے اور پاداشوں کے باقی رہنے کو یاد رکھو۔

(۴۳۳) وقال عليه السلام: أَخْبَرْتُ قَلِيلَهُ قَالَ الرُّضَى: وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَرُوى هَذَا الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمِمَّا يَقْوَى أَنَّهُ مِنْ كَلَامِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا حَكَاهُ ثَعْلَبُ عَنْ ابْنِ الْأَعْرَابِيِّ قَالَ الْبَامُونُ: لَوْلَا أَنِ عَلِيًّا قَالَ أَخْبَرْتُ قَلِيلَهُ لَقُلْتُ: أَقْلَهُ تَخَيَّرُ۔

(۴۳۳) آزماؤ کہ اس سے نفرت کرو۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس فقرے کی جناب رسالت مآب سے روایت کی ہے۔ مگر اس کے کلام امیر المؤمنین ہونے کے مؤیدات میں سے ہے وہ جسے ثعلب نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ ماموں نے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام نے یہ نہ کہا ہوتا کہ ”آزماؤ کہ اس سے نفرت کرو“ تو میں یوں کہتا کہ دشمنی کرو اس سے تاکہ آزماؤ۔

والی ہے۔

(۴۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْوَلَايَاتُ مَضَامِيرُ الرِّجَالِ۔
(۴۴۰) حکومت لوگوں کے لئے آزمائش کا میدان ہے۔

(۴۴۱) وقال عليه السلام: لَيْسَ بَلَدٌ بِأَحَقَّ بِكَ مِنْ بَلَدٍ، خَيْرُ الْبِلَادِ مَا حَمَلَكَ۔
(۴۴۱) تمہارے لئے ایک شہر دوسرے شہر سے زیادہ حق دار نہیں (بلکہ) بہترین شہر وہ ہے جو تمہارا ابو جھٹھائے۔

(۴۴۲) جب مالک اشتر رحمہ اللہ کی خبر شہادت آئی، تو فرمایا مالک! اور مالک کیا شخص تھا۔ خدا کی قسم اگر وہ پہاڑ ہوتا تو ایک کوہ بلند ہوتا، اور اگر وہ پتھر ہوتا تو ایک سنگ گراں ہوتا۔ کہ نہ تو اس کی بلند یوں تک کوئی سُم پہنچ سکتا اور نہ کوئی پرندہ وہاں تک پر مار سکتا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ فند اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو دوسرے پہاڑوں سے الگ ہو۔

(۴۴۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَقَدْ جَاءَهُ نَعَى الْأَشْطَرِّ رَحِمَهُ اللَّهُ: مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ (وَاللَّهُ) لَوْ كَانَ جَبَلًا لَكَانَ فَنْدًا (وَلَوْ كَانَ حَجَرًا لَكَانَ صَلْدًا): لَا يَرْتَقِيهِ الْحَافِرُ، وَلَا يُوفِي عَلَيْهِ الطَّائِرُ۔

قال الرضی: والفند: المنفرد من الجبال۔

(۴۴۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَلِيلٌ مَدَّوْمٌ عَلَيْهِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيرٍ مَمْلُوءٍ مِنْهُ۔
(۴۴۳) وہ تھوڑا سا عمل جس میں ہیشگی ہو اُس زیادہ سے بہتر ہے، جو دل تنگی کا باعث ہو۔

(۴۴۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا كَانَ فِي رَجُلٍ خَلَّةٌ رَائِقَةٌ فَانْتَظِرُوا أَخْوَاتِمَهَا۔
(۴۴۴) اگر کسی آدمی میں عمدہ و پاکیزہ خصلت ہو، تو ویسی ہی دوسری خصلتوں کے متوقع رہو۔

انسان میں جو اچھی یا بُری خصلت پائی جاتی ہے وہ اس کی اُفتادِ طبیعت کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور اگر طبیعت ایک خصلت کی مقتضی ہے تو اس خصلت سے ملنے جلتے ہوئے دوسرے خصائل کی بھی مقتضی ہوگی۔ اس لئے کہ طبیعت کے تقاضے دونوں جگہ پر یکساں کارفرما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص اگر زکوٰۃِ خمس ادا کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی طبیعت مُہمک و بخیل نہیں۔ لہٰذا اس سے یہ توقع بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسرے اُمورِ خیر میں بھی خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس سے یہ امید بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ غیبت بھی کرے گا کیونکہ یہ دونوں عادتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

(۴۴۵) وقال عليه السلام لغالب بن صعصعة أبي الفرزدق، في كلام دار بينهما:

(۴۴۵) الفرزدق کے باپ غالب ابن صعصعہ سے باہمی گفتگو کے دوران فرمایا۔

A12

(۴۳۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَفْتَحَ عَلَى عَبْدٍ بَابَ الشُّكْرِ وَيُعْلِقَ عَنْهُ بَابَ الزِّيَادَةِ، وَلَا لِيَفْتَحَ عَلَى عَبْدٍ بَابَ الدُّعَاءِ وَيُعْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْإِجَابَةِ وَلَا لِيَفْتَحَ لِعَبْدٍ بَابَ التَّوْبَةِ وَيُعْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْمَغْفِرَةِ۔

(۴۳۴) ایسا نہیں کہ اللہ کسی بندے کے لئے شکر کا دروازہ کھولے اور (نعمتوں کی) افزائش کا دروازہ بند کر دے اور کسی بندے کے لئے دعا کا دروازہ کھولے اور دریافت کو اس کے لئے بند رکھے، اور کسی بندے کے لئے توبہ کا دروازہ کھولے اور مغفرت کا دروازہ اس کے لئے بند کر دے۔

(۴۳۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَوْلَى النَّاسِ بِالْكَرَمِ مَنْ عَوَّقَتْ فِيهِ الْكِرَامُ۔
(۴۳۵) لوگوں میں سب سے زیادہ کرم و بخشش کا وہ اہل ہے جس کا رشتہ اشرف سے ملتا ہے۔

(۴۳۶) وسئل منه عليه السلام: أيما أفضل: العدل، أو الجود؟ فقال عليه السلام: الْعَدْلُ يَضَعُ الْأُمُورَ مَوَاضِعَهَا، وَالْجُودُ يُخْرِجُهَا مِنْ جِهَتِهَا، وَالْعَدْلُ سَائِسٌ عَامٌّ، وَالْجُودُ عَارِضٌ خَاصٌّ، فَالْعَدْلُ أَشْرَفُهَا وَأَفْضَلُهَا۔

(۴۳۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: النَّاسُ أُعْدَاءُ (۴۳۷) لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اُس کے دشمن
مَاجْهُلُوا۔ ہوتے ہیں۔

(۴۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الزُّهْدُ كُلُّهُ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ: قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ - (لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ) وَمَنْ لَمْ يَأْسَ عَلَى الْمَاضِي وَلَمْ يَفْرَحْ بِالْآتِي فَقَدْ أَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَيْهِ۔

(۴۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا أَنْقَضَ (۴۳۹) نیند دن کی مہوں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے

A14

مَا فَعَلْتَ إِبْنُكَ الْكَثِيرُ؟ قَالَ: دَعَدْتُهَا الْحَقُّوقُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ذَلِكَ أَحَدُ سُلَيْهَا۔

وہ تمہارے بہت سے اونٹ کیا ہوئے؟ کہا کہ حقوق کی ادائیگی نے انہیں منتشر کر دیا۔ فرمایا کہ: ”یہ تو ان کا انتہائی اچھا مصرف ہوا۔“

(۴۴۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ اتَّجَرَ بِغَيْرِ فِقْهِ فَقَدْ ارْتَضَمَ فِي الرَّبَا۔

(۴۴۶) جو شخص احکام فقہ کے جانے بغیر تجارت کرے گا، وہ رہا میں مبتلا ہو جائے گا۔

(۴۴۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ عَظَّمَ صِغَارَ الْمَصَائِبِ ابْتِلَاءَ اللَّهِ بِكِبَارِهَا۔

(۴۴۷) جو شخص ذرا سی مصیبت کو بڑی اہمیت دیتا ہے اللہ اسے بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(۴۴۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ كَرُمَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ هَانَتْ عَلَيْهِ شَهْرَاتُهُ۔

(۴۴۸) جس کی نظر میں خود اپنے نفس کی عزت ہوگی، وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو بے وقعت سمجھے گا۔

(۴۴۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا مَزَحَ امْرُؤٌ مَزْحَةً إِلَّا مَزَحَ مِنْ عَقْلِهِ مَزْحَةً مَجْحَةً۔

(۴۴۹) کوئی شخص کسی دفعہ ہنسی مذاق نہیں کرتا، مگر یہ کہ وہ اپنی عقل کا ایک حصہ اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

(۴۵۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: زُهِدْكَ فِي رَاغِبٍ فِيكَ نُقْصَانُ حَظِّكَ، وَرَغْبَتُكَ فِي زَاهِدٍ فِيكَ زُلُّ نَفْسٍ۔

(۴۵۰) تمہاری طرف بھگے اس سے بے اعتنائی برتنا اپنے حظ و نصیب میں خسارہ کرنا ہے، اور جو تم سے بے رخی اختیار کرے اس کی طرف بھگنا نفس کی ذلت ہے۔

(۴۵۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْغِنَى وَالْفَقْرُ بَعْدَ الْعَرَضِ عَلَى اللَّهِ۔

(۴۵۱) اصل فقر و غنا (قیامت میں) اللہ کے سامنے پیش ہونے کے بعد ہوگا۔

(۴۵۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا زَالَ الرَّبِيرُ رَجُلًا مِمَّا أَهْلَ الْبَيْتِ حَتَّى نَشَأَ ابْنُهُ الشُّنُومَ عَبْدَ اللَّهِ۔

(۴۵۲) زیر ہیشہ ہمارے گھر کا آدمی رہا، یہاں تک کہ اُس کا بد بخت بیٹا عبد اللہ نمودار ہوا۔

(۴۵۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا لِابْنِ آدَمَ فَرْزَنْدِ آدَمَ كُفْرٌ وَمِبَاهَاتٌ سِوَا رِبَا، وَجَبَدَ اسَ كِي رُوزِي كَا وَفَخْرٍ: أَوَّلُهُ نُطْفَةٌ، وَآخِرُهُ جِيفَةٌ، وَلَا

(۴۵۳) فرزند آدم کو کفر و مباحات سے کیا ربط، جبکہ اس کی ابتداء نطفہ اور انتہاء مردار ہے، وہ نہ اپنے لئے روزی کا

يُورِثُ نَفْسَهُ، وَلَا يَدْفَعُ حَقَّهُ۔

سامان کر سکتا ہے، نہ موت کو اپنے سے ہٹا سکتا ہے۔

اگر انسان اپنی تخلیق کی ابتدائی صورت اور جسمانی شکست و ریخت کے بعد کی حالت کا تصور کرے، تو وہ فخر و غرور کے بجائے اپنی حقارت و پستی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ ایک وقت وہ تھا کہ صفحہ ہستی پر اس کا نام و نشان بھی نہ تھا کہ خداوند عالم نے نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی جو شکم مادر میں ایک لوتھڑے کی صورت میں رونما ہوا، اور غلیظ خون سے پلتا اور نشوونما پاتا رہا اور جب جسمانی تکمیل کے بعد زمین پر قدم رکھا تو اتنا بے بس اور لاچار کہ نہ بھوک پیاس پر اختیار، نہ مرض و صحت پر قابو، نہ نفع و نقصان ہاتھ میں، اور نہ موت و حیات بس میں۔ نہ معلوم کب ہاتھ پیروں کی حرکت جواب دے جائے۔ حس و شعور کی قوتیں ساتھ چھوڑ جائیں۔ آنکھوں کا نور چھن جائے، اور کانوں کی سماعت سلب ہو جائے، اور کب موت روح کو جسم سے الگ کرے، اور اسے گلے سڑنے کے لئے چھوڑ جائے، تاکہ جیل، گدھیں اسے نوچیں، یا قبر میں اسے کیڑے کھائیں۔

مَا بَالُ مَنْ أَوَّلُهُ نُطْفَةٌ وَجِيفَةٌ آخِرُهُ لَا يَفْخَرُ

(۴۵۴) وَسَيَّلَ مَنْ أَشْعَرَ الشُّعْرَاءِ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَجْرُوا فِي حَلْبَةٍ لَعَلَّ الْجَايَةَ عِنْدَ قَصَبَتِهَا فَإِنْ كَانَ وَلَا بُدَّ فَالْمَلِكُ الضَّلِيلُ (يُرِيدُ امْرَأَ الْقَيْسِ)۔

(۴۵۴) حضرت سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا کہ شعرا کی دوڑ ایک روش پر نہ تھی کہ گوئے سبقت لے جانے سے ان کی آخری حد کو پہنچا نا جائے، اور اگر ایک کو ترجیح دینا ہے تو پھر ملک ضلیل (گمراہ بادشاہ) ہے سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے امراء القیس مراد لیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شعراء میں موازنہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے، جب ان کے تو سن فکر ایک ہی میدان سخن میں جولانیاں دکھائیں۔ اور جب کہ ایک کی روش دوسرے کی روش سے جدا اور ایک کا اسلوب کلام دوسرے کے اسلوب کلام سے مختلف ہے، تو یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ کون میدان ہار گیا اور کون گوئے سبقت لے گیا۔ چنانچہ مختلف اعتبارات سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے، اور کوئی کسی لحاظ سے اور کوئی کسی لحاظ سے اشعر سمجھا جاتا رہا ہے۔ جیسا کہ مشہور مقولہ ہے کہ

اشعر العرب امرأ القيس اذا ركب و عرب کا سب سے بڑا شاعر امرأ القیس ہے جب وہ سوار الا عشی اذا رعب والنابعة اذا رهب۔

ہو اور آعشی جب وہ کسی چیز کو خواہش مند ہو اور نا بعة جب اسے خوف دہراں ہو۔

لیکن اس تنقید کے باوجود امرأ القیس حسن تخیل و لطف محاکات اور ان چھوٹی تشبیہات اور نادر استعارات کے لحاظ سے طبقہ اولیٰ کے شعراء میں سب سے اونچی سطح پر سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اکثر اشعار عام معیار اخلاق سے گرے ہوئے اور فحش مضامین پر مشتمل ہیں۔ مگر اس فحش نگاری کے باوجود اس کی فنی عظمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ فن کار صرف فنی زاویہ نگاہ سے شعر کے حسن و قبح کو دیکھتا ہے اور دوسری حیثیات کو جو فن میں دخل نہیں ہوتیں، نظر انداز کر دیتا ہے۔

بہر حال امراء القیس عرب کا نامور شاعر تھا، اور اس کا باپ حجر کندی سلاطین کندہ کی آخری فرد اور صاحب علم و سپاہ تھا اور بنی

تقدم برواية تخالف هذه الألفاظ میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔

(۴۵۹) وقال عليه السلام: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ (۴۵۹) بُرْد بَارِي اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے
تَوَّءَ مَنْ يَنْتَبِجُهَا عَلُوَ الْهَيْئَةِ اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں۔

(۴۶۰) وقال عليه السلام: الْعَيِّبَةُ جُهْدُ (۴۶۰) کمزور کا یہی زور چلتا ہے، کہ وہ پیٹھ پیچھے برائے
الْعَاجِزِ۔ کرے۔

(۴۶۱) وقال عليه السلام: رَبِّ مَفْتُونٍ (۴۶۱) بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں
بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ۔ کہ ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

(۴۶۲) وقال عليه السلام: الدُّنْيَا خُلِقَتْ (۴۶۲) دنیا ایک دوسری منزل کے لئے پیدا کی گئی ہے نہ
لِغَيْرِهَا، وَلَمْ تَخْلُقْ لِنَفْسِهَا۔ اپنے (بقا و دوام کے) لئے۔

(۴۶۳) وقال عليه السلام: إِنَّ لَبَنِيَّ (۴۶۳) بنی امیہ کے لئے ایک مرد (مہلت کا میدان)
أُمِّيَّةٌ مُرَوِّدًا يَجْرُونَ فِيهِ، وَلَوْ قَدِ اختُلفَوا فِيمَا بَيْنَهُمْ ثُمَّ كَادَتْهُمْ الضَّبَاعُ
اختلاف رونما ہو تو پھر بجو بھی ان پر حملہ کریں تو ان پر غالب آ جائیں گے۔

قال الرضى: والمرود هنا مفعول من (سید رضی فرماتے ہیں کہ) مرد و اردو سے مفعول کے وزن پر
الاثر واد، وهو الاء مهال والا نظار، وهذا ہے اور اس کے معنی مہلت و فرصت دینے کے ہیں اور یہ
من أفصح الكلام وأغربه، فكأنه عليه بہت فصیح اور عجیب و غریب کلام ہے گویا آپ نے ان کے
السلام شبه الملهة التي هم فيها بالمضمار زمانہ مہلت کو ایک میدان سے تشبیہ دی ہے جس میں انتہا
الذي يجرون فيه الى الغاية، فادا بلغوا کی حد تک پہنچنے کیلئے دوڑ رہے ہیں چنانچہ جب اپنی آخر حد
منقطعها التقص نظامهم بعدھا۔ تک پہنچ جائیں تو ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ پیشین گوئی بنی امیہ کی سلطنت کے زوال و انقراض کے متعلق ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس سلطنت کی بنیاد معاویہ ابن
سفیان نے رکھی اور نوے برس گیارہ مہینے اور تیرہ دن کے بعد ۳۳ھ میں مروان الحمار پر ختم ہو گئی۔ بنی امیہ کا دور ظلم و ستم اور قہر و استبداد
کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر تھا۔ اس عہد کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ جس سے اسلام کا دامن داغدار، تاریخ کے
اوراق سیاہ اور روح انسانیت مجروح نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنے شخصی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے ہر تباہی و بربادی کو جائز قرار دے

تغلب کے مشہور شاعر و سخن واد کلید اور مہملہ اس کے ماموں ہوتے تھے۔ اس لئے فطری رجحان کے علاوہ یہ اپنے نفعیال کی طرف
سے بھی شعر و سخن کا ورثہ دار تھا اور سر زمین نجد کی آزاد فضا اور عیش و تنعم کے گہوارے میں تربیت پانے کی وجہ سے شور و پستی و سرمستی اس
کے ضمیر میں رچ بس گئی تھی۔ چنانچہ حسن و عشق اور نغمہ و شعر کی کیفیت آ و فضاؤں میں پوری طرح کھو گیا۔ باپ نے باز رکھنا چاہا، مگر اس
کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اسے الگ کر دیا۔ الگ ہونے کے بعد اس کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ پوری
طرح داد و عیش و عشرت دینے پر اتر آیا اور جب اپنے باپ کے مارے جانے کی اسے خبر ہوئی تو اس کے قصاص کے لئے کمر بستہ ہوا، اور
مختلف قبیلوں کے چکر لگائے تاکہ ان سے مدد حاصل کرے اور جب کہیں سے حسب دلخواہ امداد حاصل نہ ہوئی تو قیصر روم کے ہاں جا پہنچا
اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں بھی اس نے ایک ناشائستہ حرکت کی جس سے قیصر روم نے اسے ٹھکانے لگانے
کے لئے ایک زہر آلودہ پیرا بن دیا۔ جس کے پینے ہی زہر کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر گیا اور اسی زہر کے نتیجے میں اس کی موت واقع
ہوئی، اور انقرہ میں دفن ہوا۔

(۴۵۵) وقال عليه السلام: الْأَحْرُ (۴۵۵) کیا کوئی جوان مرد ہے جو اس چبائے ہوئے لقمہ
يَدْعُ هَذِهِ اللَّمَاطَةَ لِأَهْلِهَا؟ إِنَّهُ لَيَسْ (دنيا) کو اس کے اہل کے لئے چھوڑ دے۔ تمہارے نفوس
لَا نَفْسَكُمْ ثَمَّنْ إِلَّا الْجَنَّةَ، فَلَا تَبِعُوهَا کی قیمت صرف جنت ہے۔ لہذا جنت کے علاوہ اور کسی
إِلَّا بِهَا۔ قیمت پر انہیں نہ پیو۔

(۴۵۶) وقال عليه السلام: مَنْهُوَ مَنْ (۴۵۶) دوا ایسے خواہش مند ہیں جو سیر نہیں ہوتے طالب
لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبٌ عِلْمٍ، وَطَالِبٌ دُنْيَا۔ علم اور طلب گار دنیا۔

(۴۵۷) وقال عليه السلام: الْإِيمَانُ أَنْ (۴۵۷) ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لئے
تَوَثَّرَ الصِّدْقُ حَيْثُ يَضُرُّكَ عَلَى الْكُذِبِ سچائی باعث نقصان ہو، اُسے جھوٹ پر ترجیح دو۔ خواہ وہ
حَيْثُ يَنْفَعُكَ، وَأَنْ لَا يَكُونَ فِي حَدِيثِكَ تمہارے فائدہ کا باعث ہو رہا ہو اور تمہاری باتیں تمہارے
فَضْلٌ عَنْ عَمَلِكَ وَأَنْ تَتَّقِيَ اللَّهَ فِي حَدِيثِكَ عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے
میں اللہ کا خوف کرتے رہو۔

(۴۵۸) وقال عليه السلام: يَغْلِبُ (۴۵۸) تقدیر ٹھہرائے ہوئے اندازے پر غالب
الْمِقْدَارُ عَلَى التَّقْدِيرِ حَتَّى تَكُونَ الْأَفَّةُ آ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تباہی و آفت
فِي التَّدْبِيرِ۔ بن جاتی ہے۔

قال الرضى: وقد مضى هذا المعنى فيما سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ مطلب اس سے مختلف لفظوں

الدِّينُ بِجَرَانِهِ۔

پر چلا اور دوسروں کو اس راہ پر لگایا۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔

(۴۶۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَصُوفٌ يَعَضُّ النَّوْبُ فِيهِ عَلَى مَفْيِ يَدَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِدَلِكِ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: (وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ) تَنْهَدُ فِيهِ الْأَشْرَارُ وَتُسْتَذَلُّ الْأَخْيَارُ، وَيَبَايِعُ الْمُضْطَرُّونَ وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّينَ۔

(۴۶۷) لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا، جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حالانکہ اُسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ ”آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو۔“ اس زمانہ میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نیکو کار ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور و بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائیگی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے) خریدنے کو منع کیا ہے۔

مجبور و مضطر لوگوں سے معاملہ عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی احتیاج و ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان سے سستے داموں چیزیں خرید لی جاتی ہیں اور منجگہ داموں اُن کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری و بے بسی سے فائدہ اٹھانے کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا اور نہ آئین اخلاق میں اس کی کوئی گنجائش ہے کہ دوسرے کی اضطراری کیفیت سے نفع اندوزی کی راہیں نکالی جائیں۔

(۴۶۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَهْلِكُ فِي رَجُلَانِ: مُحِبُّ مُفَرِّطٍ، وَبَاهِتٌ مُفْتَرٍ۔

(۴۶۸) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے بڑھ جانے والا اور دوسرا جھوٹ و افتر ابانہ منہ والے۔

قَالَ الرُّضِي: وَهَذَا مِثْلُ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: هَلَكُ فِي رَجُلَانِ: مُحِبُّ غَالٍ، وَمُبْغِضٌ قَالٍ۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کا یہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت میں غلو کر نیوالا اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

(۴۶۹) وَسئلَ عَنِ التَّوْحِيدِ وَالْعَدْلِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: التَّوْحِيدُ أَنْ لَا تَتَوَهَّهَ، وَالْعَدْلُ أَنْ لَا تَتَّهَمَ۔

(۴۶۹) حضرت سے توحید و عدل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند نہ بناؤ۔ اور یہ عدل ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ۔

عقیدہ توحید اُس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں تزیین کی آمیزش نہ ہو۔ یعنی اُسے جسم و صورت اور مکان و زمان کے حدود

لیا تھا۔ مکہ پر فوجوں کی یلغار کی، خانہ کعبہ پر آگ برسائی، مدینہ کو اپنی بہیمانہ خواہشوں کا مرکز بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام سے خون کی ندیاں بہا دیں۔ آخر ان سفاکیوں اور خونریزیوں کے نتیجہ میں ہر طرف سے بغاوتیں اور سازشیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے اندرونی خلفشار اور باہمی رزم آرائی نے اُن کی بربادی کا راستہ ہموار کر دیا۔ اگرچہ سیاسی اضطراب ان میں پہلے ہی سے شروع ہو چکا تھا مگر ولید ابن یزید کے دور میں کھلم کھلا نزاع کا دروازہ کھل گیا اور ادھر چپکے چپکے بنی عباس نے بھی پرزے نکالنا شروع کئے اور مروان الحمار کے دور میں ”خلافت البیہ“ کے نام سے ایک تحریک شروع کر دی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے انہیں ابو مسلم خراسانی ایسا امیر سپاہ مل گیا، جو سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے علاوہ فنون حرب میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ اُس نے خراسان کو مرکز قرار دے کر اماموں کے خلاف ایک جال بچھا دیا اور عباسیوں کو برسر اقتدار لانے میں کامیاب ہو گیا۔

یہ شخص ابتداء میں گم نام اور غیر معروف تھا۔ چنانچہ اسی گمنامی و پستی کی بناء پر حضرت نے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو ”بجو“ سے تعبیر کیا ہے کہ جو ادنیٰ و فرومایہ لوگوں کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

(۴۶۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَدَحِ الْأَنْصَارِ: هُمْ وَاللَّهِ رَبُّو الْإِسْلَامَ كَمَا يُرَبِّي الْفُلُومَ مَعَ غَنَائِهِمْ بِأَيْدِيهِمُ السَّبَاطِ وَالْأَسْتِثِمُ السَّبَاطِ۔

(۴۶۳) انصار کی مدح و توصیف میں فرمایا خدا کی قسم انہوں نے اپنی خوش حالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی جس طرح کيسالہ کچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے۔ اپنے کریم ہاتھوں اور تیز زبانوں کے ساتھ۔

(۴۶۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْعَيْنُ وَكَاءُ السَّهِّ قَالَ الرُّضِي: وَهَذِهِ مِنَ الْأَسْتِعَارَاتِ الْعَجَبِيَّةِ كَأَنَّهُ يَشْبَهُ السَّهَّ بِالْوَعَاءِ، وَالْعَيْنُ بِالْوَعَاءِ، فَإِذَا أَطْلُقَ الْوَعَاءُ لَمْ يَنْضَبِطِ الْوَعَاءُ، وَهَذَا الْقَوْلُ فِي الْأَشْهُرِ الْأَظْهَرِ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ رَوَاهُ قَوْمٌ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَذَكَرَ ذَلِكَ الْمَبْرَدُ فِي كِتَابِ (الْمُقْتَضَبِ) فِي بَابِ (الْفَقْطِ بِالْحُرُوفِ) وَقَدْ تَكَلَّمْنَا عَلَى هَذِهِ الْأَسْتِعَارَةِ فِي كِتَابِنَا الْمَوْسُومِ! (بِعَجَازَاتِ الْأَكْثَارِ النَّبَوِيَّةِ)

(۴۶۵) آنکھ عقب کے لئے تمہ ہے۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب استعارات میں سے ہے۔ گویا آپ نے عقب کو ظرف سے اور آنکھ کو تمہ سے تشبیہ دی ہے اور جب تمہ کھول دیا جائے تو برتن میں کچھ ہوتا ہے رک نہیں سکتا مشہور و واضح یہ ہے کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے مگر کچھ لوگوں نے اسے امیر المؤمنین علیہ السلام سے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ مبرد نے اس کا اپنی کتاب ”المقتضب“ باب اللفظ بالحروف میں ذکر کیا ہے، اور ہم نے اپنی کتاب ”مجازات الآثار النبویہ“ میں اس استعارہ کے متعلق بحث کی ہے۔

(۴۶۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي كَلَامٍ لَهُ: وَوَلِيَهُمْ وَالِ قَائِمٌ وَاسْتَقَامَ، حَتَّى ضَرَبَ

(۴۶۶) ایک کلام کے ضمن میں آپ نے فرمایا لوگوں کے اُمور کا ایک حاکم و فرمان روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے

شیبک یا امیر المؤمنین، فقال عليه السلام (خضاب سے) بدل دیتے تو بہتر ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔ سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لی ہے۔

(۴۷۳) (وقال عليه السلام: مَا الْمَجَاهِدُ الشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَعْظَمِ أَجْرًا مِمَّنْ قَدَرَفَعَتْ: لَكَادَ الْعَفِيفُ أَنْ يَكُونَ مَلَكًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ)۔ (۴۷۳) وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو، اس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاک دامن رہے۔ کیا بعید ہے کہ پاک دامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

(۴۷۴) وقال عليه السلام: الْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ۔ (۴۷۴) قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ (سید رضی کہتے ہیں کہ) بعض لوگوں نے اس کلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(۴۷۵) وقال عليه السلام لزياد بن ابيہ: قد استخلفه لعبد الله بن العباس على فارس وأعمالها، ففى كلام طويل كان بينهما نهال فيه عن تقديم الخراج۔ (۴۷۵) جب زیادہ ابن ابیہ کو عبد اللہ ابن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور اس کے ماتحت علاقوں پر عامل مقرر کیا تو ایک باہمی گفتگو کے دوران میں کہ جس میں اسے پیشگی مانگزاری کے وصول کرنے سے روکا چاہا یہ فریاد۔ عدل کی روش پر چلو۔ بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشی کرو، کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا، اور ظلم انہیں تلوار اٹھانے کی دعوت دے گا۔

(۴۷۶) وقال عليه السلام: أَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَحَفَّ بِهِ صَاحِبُهُ۔ (۴۷۶) سب سے بھاری گناہ وہ ہے جسے مرتکب ہونے والا سبک سمجھے۔

(۴۷۷) وقال عليه السلام: مَا أَخَذَ اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الْجَهْلِ أَنْ يَتَعَلَّمُوا حَتَّى أَخَذَ۔ (۴۷۷) خداوند عالم نے جاہلوں سے اس وقت تک

سے بالاتر سمجھتے ہوئے اپنے اوہام و ظنون کا پابند نہ بنایا جائے کیونکہ جسے اوہام و ظنون کا پابند بنایا جائے گا، وہ خدا نہیں ہوگا، بلکہ ذہن انسانی کی پیداوار ہوگا اور ذہنی قوتیں دیکھی بھالی ہوئی چیزوں ہی میں محدود رہتی ہیں۔ لہذا انسان جتنا گڑھی ہوئی تمثیلوں اور قوت و اہمہ کی خیال آرائیوں سے اُسے سمجھنے کی کوشش کرے گا، اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جائے گا۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

كَلَّمَا مِيزَ تَبَوُّهُ بَاوْهَامُكُمْ فَهُوَ مَخْلُوقٌ مِثْلَكُمْ

جب بھی تم اُسے اپنے تصور و وہم کا پابند بناؤ گے وہ خدا نہیں رہے گا بلکہ تمہاری طرح کی مخلوق اور تمہاری ہی طرف پلٹنے والی کوئی چیز ہوگی۔

اور عدل یہ ہے کہ ظلم و فح کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں ان کی ذات باری سے نفی کی جائے اور اُسے ان چیزوں سے مجہم نہ کیا جائے کہ جو بُری اور بے فائدہ ہیں، اور جنہیں عقل اس کیلئے کسی طرح تجویز نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ۔

تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہوئی کوئی چیز اُس کی باتوں میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔

(۴۷۰) وقال عليه السلام: (لَا خَيْرَ فِي الصَّيْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ)۔ (۴۷۰) حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خوبی نہیں۔ جس طرح جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

(۴۷۱) وقال عليه السلام في دعاء استسقى به: اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ذُلَّ السَّحَابِ دُونَ صَعَابِهَا۔ (۴۷۱) طلب بارش کی ایک دعا میں فرمایا: بار الہا! ہمیں فرمانبردار ایروں سے سیراب کر، نہ ان ایروں سے جو سرکش اور منہ زور ہوں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب فصاحت پر مشتمل ہے۔ اس طرح کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے کڑک چمک، ہوا اور بجلی والے بادلوں کو اُن اونٹوں سے تشبیہ دی ہے کہ جو اپنی منہ زوری سے زمین پر سر پیر مار کر پالان پھینک دیتے ہوں اور اپنے سواروں کو گرا دیتے ہوں۔ اور ان خوفناک چیزوں سے خالی ابر کو ان اونٹیوں سے تشبیہ دی جو دوپٹے میں مطبج ہوں اور سواری کرنے میں سوار کی مرضی کے مطابق چلیں۔

قال الرضى: وهذا من الكلام العجيب الفصاحة، وذلك أنه عليه السلام شبه السحاب ذوات الرعود والبوارق والرياح والصواعق بالابل البصعب التي تقصص بر حالها وتقصص بر كبانها، وشبه السحاب الخالية من تلك الروائح بالابل الدليل التي تحتلب طيعة وتقتعد مسيحة۔

(۴۷۲) وقيل له عليه السلام: لو غيرت (۴۷۲) حضرت سے کہا گیا کہ اگر آپ سفید بالوں کو

وما عسى أن يظهر لنا بعد الغيوض، ويقع
إلينا بعد الشدوذ، وما توفيقنا إلا بالله :
عليه توكلنا، وهو حسبنا ونعم الوكيل۔
وذلك في رجب سنة اربع مائة من
الهجرة۔

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الرُّسُلِ، وَالْهَادِي إِلَى خَيْرِ السَّبِيلِ
وَالِهِ الظَّاهِرِينَ، وَأَصْحَابِهِ نَجْوَمِ الْيَقِينِ؟

بتائید ایزد سبحان ترجمہ پنج البلاغہ ظہر روز جمعہ ہیرو و ہم ماہ رجب سال ہزار و سہ صد و ہفتاد و پنج در بلندہ لاہور پایاں یافت
وَأَسْتَلُّ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ ذَلِكَ لِي وَلِوَالِدَيَّ خَيْرَ وَسِيلَةٍ إِلَى نَيْلِ مَثُوبَاتِهِ وَمَرْضَاتِهِ يَوْمَ الدِّينِ
بَيْنَهُ وَكَرَمِهِ إِنَّهُ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔

عَلَى أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَعْلَمُوا۔
نہیں لیا کہ وہ سکھانے میں دریغ نہ کریں۔

(۴۷۸) وقال عليه السلام: شَرُّ الْإِخْوَانِ
مَنْ تَكَلَّفَ لَهُ۔
سيد رضی کہتے ہیں کہ یہ اس لئے کہ مقدور سے زیادہ
تکلیف، رنج و مشقت کا سبب ہوتی ہے اور جس بھائی کے
لئے تکلف کیا جائے اُس سے لازمی طور پر زحمت پہنچے گی۔
لہذا وہ بُرا بھائی ہوا۔

جس دوست کی بنیاد محبت و خلوص پر ہو وہ رنجی تکلفات سے بے نیاز کر دیتی ہے اور جس دوستی کے سلسلہ میں تکلفات کی ضرورت
محسوس ہو وہ دوستی خام، اور ایسا دوست سچا دوست نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ سچی دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ دوست دوست کے لئے باعثِ زحمت
نہ بنے، اور اگر زحمت کا باعث ہوگا تو وہ اذیت رساں اور تکلیف دہ ثابت ہوگا، اور یہ ایذا رسانی اس کے بدترین دوست ہونے کی
علامت ہے۔

(۴۷۹) وقال عليه السلام: إِذَا احْتَشَمَ
الْمُؤْمِنُ أَحَاةً فَقَدْ فَارَقَهُ۔
قال الرضى: يقال حشيه و أحشيه إذا
أغضبه، وقيل: أحجله "وأحشيه"
طلب ذلك له، وهو مظنة مفارقته۔

وہذا حين انتهاء الغاية بنا إلى قطع
المختار من كلام أمير المؤمنين عليه
السلام، حامدين لله سبحانه على ما من
به من توفيقنا لضم ما انتشر من أطرافه،
وتقريب ما بعد من أقطاره، وتقرر العزم كما
شرطنا أولا على تفصيل أوراق من
البياض في آخر كل باب من الأبواب
ليكون لاقتناص الشارد واستلحاق الوارد،

اب یہ ہمارے پایاں کار کی منزل ہے کہ ہم امیر المومنین علیہ
السلام کے منتخب کلام کا سلسلہ ختم کریں۔ ہم اللہ سبحانہ کی
بارگاہ میں شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ
ہمیں توفیق دی کہ ہم حضرت کے منتشر کلام کو ایک جا کریں
اور دور دست کلام کو قریب لائیں۔ ہمارا ارادہ ہے جیسا کہ
پہلے طے کر چکے ہیں کہ ان ابواب میں سے ہر بات کے
آخر میں کچھ سادہ اور اقچھوڑ دیں تاکہ جو کلام اب تک
ہاتھ نہیں لگا اُسے قابو میں لاسکیں، اور جو طے اُسے درج